جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۹ جمادی الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۵۶ء | ۱

جلسہ سالانہ کی عمومی کیفیت

جلسہ سالانہ کی مفصّل رپورٹ اندر کے صفحات میں ملاحظہ فرمایئے مختصر طور پر جو امور جماعت احمدیہ کے اس سالانہ اجتماع کو دوسرے اجتماعات اور جلسوں سے ممیز کرتے والے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے احمدی قوم کے غریب اور امیر ٹھٹھرتے ہوئے جاڑوں میں خوشی خوشی سفر کی صعوبتوں کو اٹھا کر اس جگہ آ جمع ہوتے اور اس طرح باہم بغلگیر ہوتے ہیں کہ جیسے مدتوں کے بچھڑے ہوئے بھائی اپنے گھر میں آ کر ملتے ہیں۔

۲۔ اخوت و مساوات اور محبت و پیار کے جو مناظر اس موقعہ پر دیکھنے میں آتے ہیں اس کی نظیر کسی دوسرے اجتماع میں ملنی مشکل ہے۔ دولت مند اور خوش پوشاک آدمی دو معمولی کپڑوں میں ملبوس غریب بھائی کو جب خوشی خوشی گلے لگاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی ماں جائے اور ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔

۳۔ یہ میل ملاپ یہ باہمی اخوت و محبت کس لئے؟ محض دین حق جس کو سربلند کرنے کے لئے حضرت مجدد وقت نے ہم سب سے بیعت لی اور دین کو دنیا پہ مقدم کرنے کا اقرار لیتے ہوئے ہر جمع ہو کر جذبات اخوت کو تازہ کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی سوچنے کی تلقین کی۔

اسی دینی جذبہ سے سرشار ہو کر حضرت امیر قوم کی اپیل پر قوم کا ایک ایک فرد جس دریا دلی کے ساتھ اپنی گاڑھے پسینہ کی کمائی خدا کی راہ میں دیتا ہے، اور جس خوشدلی کے ساتھ ایک دوسرے کو مسلمان کرنے کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ پیش کرتا ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں مل سکے۔

یہ کیفیت کم و بیش ہر سال دیکھنے میں آتی ہے لیکن اس سال گذشتہ دو تین سالوں کے مقابلہ میں اتحاد و اتفاق اور اخوت و محبت کے پُراثر نظارے دیکھنے میں آئے اور جماعت نے قربانی و ایثار اور دینی جوش کا پہلے سے بڑھ چڑھ کر ثبوت دیا، فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جلسۂ خواتین

جلسہ خواتین کی مفصّل روئداد دوسری جگہ درج ہے

قوم کس قدر خوش نصیب ہے جس کے مردوں ہی میں نہیں عورتوں میں بھی دینی محبت و ایثار کا ایک جوش اور ولولہ پایا جاتا ہے، اس سردی کے موسم میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ساتھ لئے ہوئے احمدی خواتین جس خوشی اور محبت کے ساتھ دور دور سے چل کر آئیں کشمیر سے لے کر کراچی تک کی نمایندگی کرنے والی خواتین جلسہ میں شریک ہوئیں۔ اور ان میں سے بعض اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی کچھ چیزیں بھی ساتھ لائیں، تاکہ ان عظیم الشان دینی کاموں میں امداد دے سکیں جو حضرت مجدد وقت کے زیر ہدایت اس جماعت نے شروع کر رکھے ہیں .... اور اس کے علاوہ نقد چندے سب نے بقدر استطاعت دیے کہ جس ایثار کا ثبوت دیا وہ ہر طرح قابل تحسین اور شکریہ کا مستحق ہے، اس موقعہ پر خواتین اور بچیوں نے جو جو تقاریر کیں اور نعتیں اور نظمیں پڑھیں وہ حقیقۃً سامعین میں جوش اور ایمان بڑھانے کا موجب تھیں۔ خواتین کے چند دن اور دستکاریوں کی فروخت سے سات سو دس روپیہ وصول ہوئے اور آیندہ کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ارشاد پر تمام خواتین نے یہ عہد کیا کہ شروع سال سے ہی کوئی نہ کوئی چھوٹی موٹی چیز سب بہنیں بنانے کی تیاری کریں گی، تاکہ آیندہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دستکاری کی نمائش زیادہ شاندار پیمانہ پر ہو اور اس کی فروخت سے دینی امور کو زیادہ تقویت حاصل ہو۔

[illegible] روزانہ پڑھا کریں اور حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کے مطالب اپنے اہل و عیال کو سنایا کریں تاکہ قرآن کا علم انہیں حاصل ہو۔

جلسہ سالانہ میں درس قرآن کریم

یوں تو قرآن کریم کا درس مسجد احمدیہ بلڈنگس میں [illegible] کے بارہ مہینے جاری رہتا ہے، اور حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نماز فجر کے بعد ایک آدھ رکوع کا ترجمہ اور تفسیر بیان فرماتے ہیں، لیکن جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ نے تین روز جو درس دیا وہ سننے والوں کے دلوں میں جوش ایمانی اور زندگی کی ایک نئی روح پیدا کرنے کا موجب تھا۔ اس اجتماع میں شرکت کرنے والوں پر ہر روز سوز و گداز کا عالم نظر آتا رہا [illegible] رنگ سے لبریز اجتماع نے دعاؤں میں لذت محسوس کی [illegible] مسیح موعود نے اسی لئے اس اجتماع میں شریک ہونے کی تلقین کی ہے۔ آپ نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اور مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ الخ کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی اور [illegible] رضی اللہ عنہم کے مجاہدانہ کارناموں کا مفصل ذکر [illegible] میں کئی ایمان افروز واقعات بیان فرمائے [illegible] درس میں حضرت امیر [illegible] بھی بیان فرمائے جو حضرت مسیح موعود [illegible] پر شاہد اور ازدیاد ایمان کا موجب [illegible] کو تلقین کی کہ ہر روز صبح کے وقت [illegible] قرآن کریم [illegible]

سنگِ میل

جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد دوسری جگہ درج ہے وہ لوگ جنہوں نے اس جلسہ میں شمولیت اختیار کی ہے اور اپنی آنکھوں سے انہوں نے تمام کارروائی کو دیکھا اور سنا ہے اس حقیقت کے معترف ہیں کہ جماعت احمدیہ کا یہ جلسہ اس کی زندگی کا ثبوت ہے۔ گزشتہ دو تین سالوں میں جن ... میں سے اس جماعت کو گزرنا پڑا اور بیرونی ... ہنگاموں نے ایک طرف اور اندرونی ... و افتراق نے دوسری طرف جس بھیانک صورت کو پیدا کر دیا تھا۔ اس سے ... معلوم ہوتا تھا کہ اب اس جماعت کی زندگی محال ہے بیرونی مخالفین کی طرف سے ہمیشہ ہی اس خدا کا نام لینے والی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو اقصائے عالم میں پہنچانے والی جماعت کو مٹانے کا عزم کیا جاتا رہا ہے، کئی مرتبہ دلائل و براہین سے عاجز آئے ہوئے مخالفین نے اس کی ہلاکت کے لئے الیرز شکن گرز بھی تیار کئے۔ کئی مرتبہ اس کا تابوت تیار کرنے اور اس میں آخری میخیں لگانے کے سامان کئے گئے۔ اور تحفظ ختم نبوت کے نام سے ہنگامے کھڑے کر کے تمام دنیا کو اسے کچل دینے کے لئے اکسایا گیا، لیکن وہ خدا جس نے اپنے پاک کلام قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس نے اس محافظ قرآن اور ختم نبوت کو صحیح معنوں میں ماننے والی جماعت کو ہمیشہ ان تمام ہنگاموں اور گرزوں وغیرہ سے بال بال بچایا اور اس کی حفاظت کی اور دشمنوں کو ہمیشہ خائب و خاسر ہونا پڑا لیکن اندرونی تشتت و انتشار اس سے بڑھ کر خطرناک تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ جماعت جو پہلے ہی عددی اعتبار سے قلت کے انتہائی درجہ پر ہے دو ٹکڑے ہو کر ختم ہو جائیگی لیکن یہ ایک معجزہ ہے کہ اللہ تعالے نے اس جماعت میں دوبارہ اتحاد و اتفاق پیدا کر دیا۔ تاریخ میں اس قسم کا واقعہ شاید بہت ہی کم نظر آئے گا، یہ حضرت مسیح موعود کی دعاؤں اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی قربانی و ایثار کا نتیجہ ہے کہ تمام جماعت پھر متحد و متفق ہو کر اپنے مرکز میں آ جمع ہوئی اور حضرت مجدد وقت کے قائم کردہ سالانہ جلسہ کی کامیابی اور جماعت کی دوبارہ زندگی ایک حقیقت ثابتہ بن گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہمارا یہ جلسہ جماعت کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں نہ صرف تقاریر اور مواعیظ میں جماعت کو اس کی حقیقی شاہراہ کی طرف توجہ دلائی گئی بلکہ جنرل کونسل یا مجلس معتمدین میں ان تمام کاموں کا جو اس جماعت نے شروع کر رکھے ہیں از سر نو جائزہ لیا گیا، اور آئندہ ہر ممکن خامی کو دور کرنے اور تبلیغی مشنوں اور دیگر اداروں کو بہتر طریق پر چلانے اور زیادہ مستحکم بنانے کے لئے ایک ایسا بورڈ بنا دیا گیا جو بہترین مشورے دینے کی اہلیت رکھتا ... یہ بورڈ ایک ماہ تک تمام کاموں کا جائزہ لے کر ... رپورٹ پیش کرے گا اور مجلس معتمدین اس پر غور ... صحیح اصولوں پر کاموں کو چلانے کا بندوبست کرے گی۔

ہم تمام جماعت کو مبارکباد دیتے ہیں کہ اللہ تعالے نے اسے خدمتِ دین کے لئے نہ صرف قربانی و ایثار کرنے والے بلکہ امور مہمہ کی سرانجام دہی کے لئے بہترین دل و دماغ رکھنے والے لوگ عطا فرمائے ہیں، جن کے دل میں اسلام کا درد ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دنیا میں پہنچانے کا ولولہ ہے۔ مسیح موعود کے مشن کی تکمیل کا جوش و عزم ہے۔ اور قومی سرمایہ کو صحیح طریق پر خرچ کرنے کی اہلیت انہیں حاصل ہے، وہ خود بھی دین پر عامل ہیں، اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر خدائے واحد کے آگے روتے اور گڑگڑاتے ہیں کہ جو ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر ڈالی گئی ہیں، ان سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق ان کے رفیق حال ہو، اور مسیح وقت کا یہ الہام اپنے لفظی معنوں میں پورا ہو کر۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید، و
پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد،"

یقیناً یہی لوگ ہیں جن کے حق میں اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْن کا ارشاد باری تعالے نازل ہوا اور یہی وہ جماعت ہے جو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ کی حقیقی مصداق ہے۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب

اس سے قبل ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی صحت کے متعلق ووکنگ سے آئی ہوئی اطلاعات پیغام صلح میں درج ہوتی رہی ہیں یہ سننا اطمینان بخش ہے کہ ڈاکٹر صاحب ممدوح کو دل کی جو تکلیف ہوئی تھی اس سے اب انہیں آرام ہے اور معالج ڈاکٹر نے انہیں دن میں دو بار نیچے اترنے کی اجازت دے دی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ ان پر ہلکا سا نمونیہ کا حملہ بھی ہو گیا تھا جس پر معالج ڈاکٹر نے انہیں پنسلین کے انجکشن لگائے، خدا کا شکر ہے کہ اس سے انہیں کافی افاقہ ہو گیا تاہم ابھی وہ بکلی صحتیاب نہیں ہیں اور نیند نہ آنے کی بھی انہیں شدید تکلیف ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائی جائے، حضرت امیر ایدہ اللہ جلسہ سالانہ میں بھی ہر روز دعا کی تحریک کرتے رہے ہیں، جلسہ کے بعد بھی حضرت امیر ایدہ اللہ اور سب احباب ہر روز درس کے بعد ڈاکٹر صاحب کے لئے خاص طور پر دعا فرماتے ہیں، دوسرے تمام احباب سے بھی درخواست ہے کہ وہ فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر ڈاکٹر صاحب کے لئے بالالتزام دعا کرتے رہیں، ڈاکٹر صاحب نے جرمنی اور انگلستان میں سالہا سال تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے کر اسلام کی بڑی خدمت کی ہے اور اسی مقدس کام میں محنت شاقہ کی وجہ سے ان کی صحت کو نقصان پہنچا ہے، ضروری ہے کہ ایسے مجاہد فی سبیل اللہ کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعائیں کی جائیں تاکہ ان کے وجود سے بیش از بیش فائدہ حاصل ہو سکے۔

آہ! مولانا عزیز بخش صاحب

قادری صاحب کا تعزیت نامہ

بغداد ۲۰ر دسمبر ۱۹۵۵ء

بخدمت شریف حضرت قبلہ سیدنا امیر ایدہ اللہ بنصرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

۲۰ر نومبر کے پیغام صلح میں یہ المناک خبر پڑھی کہ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخر جانا تو ہم سبھوں نے ہے کیا خورد و بزرگ ہے لیکن اس آسمان احمدیت کے درخشاں ستارہ کے غروب ہونے کا یہ وقت نہ تھا۔ جماعت کو اس کی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعاؤں کی ابھی اشد ضرورت تھی ۱۹۵۵ء کا نازک ترین سال بزرگان و اراکین جماعت کا شدید ترین اختلاف معجزانہ طور پر ملاپ ہو جانا ان تمام امور میں جہاں جماعت کے تمام خدا رسیدہ بزرگوں کی دعاؤں نے کام کیا وہاں اس مسیح محمدی کے حواری کی مخلصانہ دعاؤں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے اللہ تعالے مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور نوجوانان سلسلہ کو اس مرد مجاہد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ ہمارا سب کا مشترکہ صدمہ ہے تمام وابستگان سلسلہ اس غم میں مرحوم کے صاحبزادگان جناب رحیم بخش صاحب اور جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور مرحوم کی رفیقہ حیات کے شریک ہیں۔

یہ بوڑھا اسلامی فوج کا جرنیل اپنے اس مقدس عہد "دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" کو کما حقہ پورا کر کے نفس مطمئنہ کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا اور ہمارے لئے اپنے اسوہ حسنہ کی روشنی چھوڑ گیا تا اس روشنی میں اپنی منزل مقصود کی جد و جہد میں لگ جائیں اور اس کی روح کی خوشنودی کا باعث ہوں۔

اگر یہ سطور سالانہ جلسہ کے موقعہ پر مل جائیں تو براہ عنایت پڑھ کر سنا دیں اور مجھ فقیر اور دیگر ممدوح یار احباب کے لئے بھی دعا فرمائیں۔

خاکسار
تصدق حسین
الیکٹرک کنٹریکٹر اینڈ مرچنٹ۔ باب الآغا بغداد

جلسہ سالانہ کی کامیابی جماعت کی استقامت کا نتیجہ ہے

پہلے سے زیادہ استقامت دکھاؤ اور دعاؤں اور عبادات سے آگے قدم بڑھاؤ

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۵ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب۔ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ...... اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (هود رکوع ۱۰)

احکام الٰہی کی بجا آوری میں استقامت کا حکم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حکم ان آیات میں ملا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ کہ جو احکام ہم نے دیئے ہیں ان پر قائم ہو جایئے، اور ان پر استقامت اور استقلال کے ساتھ عمل کیجئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون مستقل مزاج انسان ہو سکتا ہے، حضور کو جو پیغام ملا، اس پر آپ کا سب سے بڑھکر ایمان تھا۔ اور سب سے بڑھ کر استقلال کے ساتھ آپ اس پر عمل پیرا تھے، استقلال بڑی سے بڑی مصیبت کو دور کر دیتا ہے استقلال انسان کو کامیابی کی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ یہ حکم ایک اور جگہ بھی قرآن کریم میں آیا ہے اور سورہ ہود میں بھی یہ حکم دیا ہے اس حکم کی اہمیت کو حضور نے محسوس کیا اور فرمایا شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا، ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے کشف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے پوچھا کہ وہ کونسی بات اس سورت میں ہے جس نے آپ پر ایسا اثر ڈالا، فرمایا وہاں حکم ہے فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ اور حضور نے فرمایا کہ کسی کام کو باقاعدگی اور دوام کے ساتھ کرنا بڑی برکات کا موجب اور خدا کو بہت محبوب ہے اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا (الحدیث) وہ لوگ جو اس قانون کو جانتے ہیں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں ورزش کرنا بڑی مفید چیز ہے۔ لیکن جو شخص باقاعدگی اور دوام کے ساتھ ورزش نہیں کرتا اس کے لئے چنداں مفید نہیں ہو سکتی، مطالعہ کرنا دل اور دماغ کو روشن کرنے والی چیز ہے لیکن اسی کیلئے جو ہمیشہ مطالعہ کرتا رہتا ہے، اسی طرح روحانیات کا معاملہ ہے، وہ لوگ جو روحانیات میں ترقی کرنا چاہتے ہیں ان کو بھی اللہ اور رسول کے احکام کو باقاعدگی اور ہمت کے ساتھ ہمیشہ بجا لانے چاہئیں۔

مصیبتیں اور کامیابیاں

ہماری قوم پر مصیبتیں بھی بہت آئی ہیں اور تھوڑی تھوڑی کامیاں بھی اسے حاصل ہوئی ہیں۔ اگر کامیابیاں غفلت نہ پیدا کر دیں اور مخالفتیں پائے استقلال کو ڈگمگا نہ دیں تو ان میں بہت بڑے فوائد مضمر ہیں۔

جلسہ سالانہ کی کامیابی

ہمارے اس جلسہ سالانہ کے متعلق بھی مردوں اور عورتوں نے اظہار کیا ہے کہ یہ جلسہ بہت کامیاب رہا اور وہ لوگ جو خصوصیت سے ذہین طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے بھی اس امر کا اظہار کیا کہ ہمارا یہ جلسہ خدا کے فضل سے تمام پہلوؤں سے کامیاب رہا اور قوم نے ورس کے اندر سوز و گداز سے دعائیں کیں۔ اللہ تعالٰے انہیں جزا دے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے مستورات میں بھی ایک ولولہ اور جوش دیکھا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک نے تقاریر بھی کیں اور نعتیں اور نظمیں بھی پڑھیں اور چندے بھی سب نے دیئے، آیندہ بھی ضروری ہے کہ استقامت سے کام لیا جائے اور اس قدم کو آگے بڑھایا جائے، مرد اور عورتیں اس اجتماع کو مضبوط کرنے کے لئے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال سے دعائیں کریں اور آیندہ کے لئے ارادہ کر لیں کہ حضرت مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس مجمع کو زیادہ بابرکت اور زیادہ بارونق بنانے کی سعی کی جائے گی، اگر ایسا ہوا تو یہ ہماری قوم کے لئے بہت بڑے فوائد اور کامیابیوں کا موجب ہوگا۔

قوم سازی کے لئے استقامت کی ضرورت

خدا نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ، جو احکام آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں، ان پر مضبوطی اور استقامت کے ساتھ عمل کیجئے، تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوں گے، یہ خدا کا وعدہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ ہم تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں اور محسن قوم کے صبر و استقلال اور ان کے چندے ضائع نہیں ہوں گے، اس لئے برابر خدا کے حضور میں عبادت کرتے رہنا اور دعائیں کرنا ضروری ہے دوسرے انبیاء کو بھی مضبوطی اور استقامت کے ساتھ کام کرنے کا حکم دیا گیا يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ (سورہ مریم) اے یحیٰی جو کتاب آپ کو دی گئی ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ عمل میں لایئے، مضبوطی اور استقلال کا دوسروں پر بھی اثر پڑتا ہے قوم سازی کے لئے ضروری ہے کہ ایک ایک مرد استقلال اور مضبوطی دکھائے، قرآن کو بار بار پڑھیں اور اللہ اور رسول کے احکام پر شدت سے ساتھ عمل کرتے ہوئے دکھائی دیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نہایت مستقل مزاج تھے، جو پہاڑ کی طرح مضبوط اور تعمیل احکام میں لگے رہتے تھے ان کو حکم دیا فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ پس چاہیئے کہ ہماری قوم بھی استقلال دکھائے عبادت خواں نظر آئے دعاؤں میں لگی رہے، چندہ دینی ہوئی نظر آئے، اور مستقل مزاج ثابت ہو۔

عبادت اور استقامت میں فرشتوں کا نزول

عبادت کا اثر اپنوں پر بھی پڑتا ہے اور دوسروں پر بھی پڑتا ہے، اس کے اندر خدا نے اثر رکھا ہے اپنی جماعت پر زیادہ اثر پڑتا ہے اسی لئے فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ آپ کو بھی جو حکم دیا جاتا ہے اس پر استقامت کے ساتھ عمل درآمد کیجئے اور جو لوگ توبہ کرتے ہوئے آپ کے ساتھ شامل ہوئے ہیں، وہ بھی احکام الٰہی کی تعمیل میں استقامت دکھائیں۔ حضرت مسیح موعود نے ساری کی ساری قوم میں ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ عبادت سے ہی ولولہ پیدا ہوتا ہے، خدا پر ایمان بڑھتا ہے اور پتہ لگتا ہے کہ وہ سمیع و بصیر ہے، صبر اور استقامت بہت بڑی چیز ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ، اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ خدا کی معیت کچھ قواعد چاہتی ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو خدا نے حکم دیا کہ ہمارے احکام کی تعمیل میں استقامت اور مضبوطی دکھایئے، اس کے بغیر خدا کی معیت نصیب نہیں ہوتی، اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ جو لوگ خدا کے ہو جاتے ہیں اور اس کے دین کے لئے استقلال دکھاتے ہیں، ان کی نصرت کے لئے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔

اراکین جماعت کو تلقین

چاہیئے کہ ہماری تمام جماعتوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ صاحبان اور تمام اراکین انجمن اس حکم پر پورے طور پر عمل درآمد کریں تاکہ ساری قوم پر اس کا اثر پڑے، خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے کامیابی عطا فرمائی، اور اس خوشی کو بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ زیادہ استقلال اور مضبوطی کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں اگر ہم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے پابند رہیں، تو یقیناً یہ سلسلہ بڑھے گا، عبادت کرنے اور دعائیں مانگنے قربانی ایثار سے کام لینے اور خدا کی راہ میں دین کی خدمت بجا لانے سے یہ سلسلہ بڑھے گا۔

امام وقت کے لئے غیرت دکھاؤ

صرف امام کو مان لینے کا کوئی فائدہ نہیں جب تک خدا و رسول کے احکام پر عمل درآمد نہ ہو، یہی امام کے آنے کی غرض ہے، اگر امام کے ہاتھ پر بیعت کر کے نمونہ غلط دکھائیں تو ہمارے اس نمونہ کی وجہ سے لوگ ہمارے امام کو گالیاں دیں گے، اس لئے کسی غیرت سے کام لو اور دنیا کو اچھا نمونہ دکھلاؤ۔

اردو ترجمہ و تفسیر کے ساتھ قرآن گھروں میں پڑھو

میں چاہتا ہوں کہ ساری قوم قرآن کریم پڑھا کرے حضرت مولانا محمد علی صاحب [illegible] اردو میں قرآن کا ترجمہ اور تفسیر کر کے قوم پر بڑا احسان کیا ہے، اس کو ہر روز اپنے گھروں میں پڑھ کر سنائیں اور ارادہ کر لیں کہ قرآن کریم کو پڑھنے کی غرض یہ ہوگی کہ اس پر عمل کریں گے، چاہیئے کہ تمام جماعت کے اندر قرآن اور حدیث کی عملی تصویر نظر آئے اس کے

امام الزمان کو ماننے کی غرض پوری نہیں ہوتی اور نہ ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں، اس امر کی طرف توجہ دینا ضروری ہے

مسیح موعود کے آنے کی اصل غرض

کیا لیکچر دینے اور کتابیں لکھنے سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، کتابیں خود حضرت مسیح موعود نے بہت سی لکھی ہیں اور مناظرے بھی آپ نے کئے ہیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ جب تک جماعت میں تقویٰ پیدا نہ ہو ہمارے آنے کی غرض پوری نہیں ہوتی۔ آپ کے آنے کی اصل غرض خدا اور رسول کے احکام پر قوم کو چلانا ہے۔ ان کے اندر نیکی اور تقویٰ پیدا کرنا ہے، نیکوکاری ہی اس بات کا ثبوت ہو سکتی ہے کہ قوم متقی ہے، اس سے خدا بھی خوش ہوتا ہے اور اس کا رسول بھی راضی ہوتا ہے اور نیکی کے اختیار کرنے اور متقی بننے سے ہی یہ قوم دوسروں کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔

خواتین سلسلہ توجہ کریں

سلسلہ کی خواتین اپنے گھروں میں قرآن کریم کی تعلیمات کا چرچا کریں اور کشمیر سے لے کر کراچی تک کی خواتین کے لئے لازم ہے کہ آیندہ سال کے لئے دستکاری تیار کرنے کا عزم کر لیں، اس سال آزاد کشمیر، مانسہرہ، پشاور، کوئٹہ، ملتان، جہلم، گجرات، وزیر آباد، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، لائلپور، نئی دہلی، لاہور اور کراچی کی خواتین نے جلسہ سالانہ میں اپنی اپنی جماعتوں کی نمایندگی کی، اگلے سال بھی اسی طرح کریں بلکہ اس سے بڑھ کر کریں، ایسا کرنے سے خدا ان پر خوش ہوگا اور ان پر اپنا فضل نازل فرمائے گا۔

جماعت اسلامی کی طرف سے پاکستان کو دوسرے ملکوں میں بدنام کرنے کی مہم

مغربی پاکستان کی سی آئی ڈی نے مقدمہ رجسٹر کر لیا

لاہور میں مختلف مقامات پر پولیس کے چھاپے، مضامین، تصاویر، کیش بک وغیرہ پر قبضہ

لاہور یکم جنوری۔ شارد کی اطلاع کے مطابق مغربی پاکستان کی سی آئی ڈی نے جماعت اسلامی کے (عہدیداروں) کے خلاف کیس رجسٹر کیا ہے۔ جماعت پر الزام یہ ہے کہ اس نے پاکستان سے باہر ایسا لٹریچر اور تصاویر بھیجیں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ پاکستان میں اسلامی آئین کے حامیوں کو پھانسی دی جا رہی ہے یا جیلوں میں ڈالا جا رہا ہے۔

سرکاری ذرائع سے اس ملک کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ جہاں جماعت اسلامی نے یہ مواد روانہ کیا لیکن یقین کیا جا رہا ہے کہ جماعت نے مشرق وسطےٰ کے کسی اسلامی ملک کو یہ گمراہ کن لٹریچر مہیا کیا ہے۔

سی آئی ڈی نے آج لاہور میں کئی مقامات پر چھاپے مارے اور کچھ دلچسپ مواد ضبط کیا ہے جس میں بتایا گیا ہے، کہ پاکستان میں فسق و فجور، نانوادگی، مغربی تہذیب و تمدن کی تباہ کاریوں کا دور دورہ ہے۔ ابھی تک کسی گرفتاری کی اطلاع نہیں ملی، مقدمہ تھانہ پرانی انارکلی میں رجسٹر کیا گیا ہے اور تفتیش جاری ہے۔

جماعت اسلامی کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ آج جماعت اسلامی کے دفتر واقع اچھرہ، دفتر روزنامہ تسنیم اور دفتر مرکزی لیبر ویلفیئر کمیٹی پر سیفٹی ایکٹ کے تحت چھاپے مارے گئے۔ اور پولیس یہ چیزیں ساتھ لے گئی۔

(۱) وہ فوٹو چارٹ اور نقشے جو جماعت کی سالانہ کانفرنس منعقدہ نومبر ۱۹۵۵ء میں آویزاں کئے گئے تھے۔

(۲) روزنامہ تسنیم کی کیش بک اور ۱۹۵۴-۵۵ء، ۱۹۵۵-۵۶ء کے لیجر، ووچر بک، خریداروں کے رجسٹر، ایجنسیوں کے رجسٹر، مضامین وغیرہ کا فائل۔ سالانہ کانفرنس میں پیش کردہ نقشوں اور چارٹوں کی تصویروں کے بلاکس وغیرہ۔

(۳) لیبر ویلفیئر کمیٹی اور دوسری متعلقہ یونینوں کی خط و کتابت اور .... حسابات وغیرہ کے فائل۔

(اے۔ پی۔ پی)

بھارت میں ستر ہزار مسلمانوں کو جبراً ہندو بنایا جا چکا ہے!

راجستھان میں شدھی کی تحریک شد و مد سے چلائی جا رہی ہے

سیٹھ برلا تحریک کو مالی امداد دے رہے ہیں

نئی دہلی۔ ۳۰ دسمبر۔ راجستھان میں تقسیم ہند کے بعد سے ستر ہزار مسلمان ہندو بنائے جا چکے ہیں، یہ انکشاف حال ہی میں جے پور میں مولانا عاقل الہ آبادی نے کیا اور بتایا کہ راجستھان میں شدھی کی تحریک شد و مد سے چلائی جا رہی ہے، اور راجستھان میں شدھی کے کئی مراکز کھول دیئے گئے ہیں اور سیٹھ برلا اس تحریک کی مالی مدد کر رہے ہیں۔

مولانا عاقل الہ آبادی نے کہا ہے کہ مردم شماری کی فہرستوں میں بیکانیر کے کئی مسلمانوں کو ہندوؤں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے۔

بھرت پور اور الور کی ریاستوں میں کئی مسجدیں ان ریاستوں کے حکمرانوں کے اشارے پر شہید کر دی گئی ہیں۔

بیکانیر کے مسلمانوں کو جو پاکستان اور ہندوستان کی سرحد پر بستے ہیں، پاکستان کا جاسوس قرار دے کر ہراساں کیا جاتا ہے

نئی دہلی کے اخبار الجمعیتہ نے بتایا ہے کہ بھارتی وزیر اعظم کے حالیہ دورے میں مسلمانوں کے ایک وفد نے پنڈت نہرو کو بتایا تھا کہ وہ اس کی کانگریس پارٹی اور کانگریس حکومت کے سلوک سے مطمئن نہیں ہیں، انہوں نے پنڈت نہرو سے کہا کہ وہ ان کی شکایات کا ازالہ کریں۔

حال ہی میں مسلمانوں کے نمایندوں نے بھارت کے ڈپٹی ہائی کمشنر کے ایک بیان کی مذمت کی تھی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان سے واپس آنے والے ایک لاکھ مسلمانوں کو دوبارہ آباد کر دیا گیا ہے۔

اخبار احمدیہ

سانحہ ارتحال! ہماری جماعت کے ایک پرانے بزرگ میاں غلام محمد صاحب جلد ساز جو کچھ عرصہ سے گجرات چلے گئے تھے، جلسہ سالانہ کے بعد یکم جنوری کو محمد نگر لاہور میں اپنے ایک عزیز کے مکان پر وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے دیندار اور نیک انسان تھے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ تمام جماعتوں سے مرحوم کے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

(۲) راولپنڈی سے ملک سلیم اللہ صاحب پسر ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب مرحوم اطلاع دیتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے چچازاد بھائی حوالدار لطیف اللہ صاحب ۲۲ دسمبر کو اپنے وطن موضع ڈھوک سرین بقضائے الٰہی فوت ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم نہایت نیک اور پارسا انسان تھے، دعا ہے خداوند کریم انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے

(باقی کالم ۳ کے نیچے)

اخبار احمدیہ ــــ بقیہ کالم اول

اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

تقسیم انعامات جلسہ کی روئداد میں انعامی تقاریر کے ذیل میں یہ بات لکھنے سے رہ گئی کہ محمد صدیق اور منور احمد مسلم ہائی سکول نمبر ۲ اور محمد عارف مسلم ہائی سکول نمبر ۱ نے بھی تقاریر کیں ان بچوں نے اپنی تقاریر کو بڑی اچھی طرح ادا کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے مختلف احباب نے اپنے طور پر انہیں انعامات دیئے۔

جلسہ سالانہ کی مختصر رُوئیداد

۲۴ ردسمبر - خواتین احمدیہ کا جلسہ

الحمدللہ والمنۃ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا بیالیسواں سالانہ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ ۲۴ ردسمبر کو خواتین احمدیہ کا جلسہ مسلم ہائی سکول میں زیر صدارت محترمہ صفیہ بیگم صاحبہ دختر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب منعقد ہوا۔ سب سے پہلے ایک دس سالہ بچہ ہمایوں رشید نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کی، اور ایک نظم پڑھی جس کے بعد مسٹر حکیم عبدالعزیز صاحب جہلم نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کے نشانات پر تقریر کی جو بہت پسند کی گئی۔ اور محترمہ حمیدہ ملک کا ایک مضمون زبیدہ خانم صاحبہ نے پڑھا جو دوسری جگہ درج ہے کچھ بچیوں نے نظمیں اور نعتیں پڑھیں سب سے آخر عزیزہ قیصرہ (بنت مرتضیٰ خان حسن) نے جناب حسن کی ایک نعت پڑھی، جس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک پُرمغز تقریر فرمائی اور اپنے پاکیزہ وعظ اور نصائح سے خواتین کے اندر ایمان اور ایقان کی ایک لہر پیدا کر دی۔

دستکاری کی نمائش اور چندہ

جلسہ کے بعد دستکاری کی ایک مختصر سی نمائش ہوئی جس میں خواتین کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چھوٹی چھوٹی چیزیں (سویٹر میزپوش، ٹی کوزی وغیرہ) تھیں، یہ تمام چیزیں ہاتھوں ہاتھ بک گئیں، بعض خواتین نے پھلوں اور کھانے پینے کی دیگر اشیا کی دوکانیں بھی لگائی ہوئی تھیں، جن کی فروخت کی تمام رقم انجمن کو دیدی گئی، اس کے علاوہ خواتین نے نقد چندے بھی دئے، جن سب کی میزان مع دستکاری وغیرہ سات سو دس روپیہ تک پہنچ گئی۔

بیرونی اور مقامی خواتین کی شرکت جلسہ

اس جلسہ میں (جس کا اہتمام محترمہ شہزادہ بیگم دختر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کیا) شمولیت کے لئے کوئٹہ کراچی اور دور و نزدیک سے بہت سی خواتین آئی ہوئی تھیں۔ لاہور سے بھی بہت سی خواتین نے شرکت کی، اور جلسہ خواتین کے بعد بھی مردانہ جلسہ میں جہاں پردہ کا انتظام تھا کثرت سے خواتین شریک ہوتی رہیں۔ بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم اگرچہ زنانہ جلسہ میں شامل نہ ہو سکیں، لیکن مردانہ جلسہ میں ایک دن تشریف فرما ہوئیں اور تمام خواتین نے ان کا پُرجوش استقبال کیا۔ حضرت ممدوحہ سے بعض قومی امور اور خواتین احمدیہ کی تنظیم کے کام میں مشورہ اور امداد حاصل کرنے کے لئے خواتین کا ایک خاص اجلاس ۲۶ ردسمبر کو بلایا گیا جس میں آیندہ کے لئے لائحہ عمل تجویز کیا گیا۔

۲۵ ردسمبر ۱۹۵۵ء

سابق والئے سوات کی صدارت { ۲۵ ردسمبر کو بوقت

دس بجے صبح جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا پہلا اجلاس زیر صدارت مکرم محترم جناب سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق والئے سوات منعقد ہوا۔ محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے صدارت کی تجویز کرتے ہوئے سید صاحب کے اوصاف حسنہ ان کی دینداری اور نیک خصائل، ان کی ذہنی زندگی اور حضرت مسیح موعود سے خاص تعلقات اور ریاست سوات پر حکمرانی کا مفصل تذکرہ کیا اور بتایا کہ محض احمدیت کی وجہ سے انہیں اس بادشاہت کو جوان کا آبائی ورثہ تھی ترک کرنا پڑا اور یہ ان کے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی ثبوت ہے۔

تلاوت قرآن اور ملفوظات

حضرت بادشاہ صاحب کی صدارت میں سب سے پہلے قاری حافظ بوستان صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت نہایت خوش الحانی کے ساتھ کی جس کے بعد حضرت مسیح موعود کے ارشادات عالیہ بغیر جماعت کو اپنے اندر ایمان و اتقا پیدا کرنے اور تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی تلقین کی گئی تھی، پڑھ کر سنائے گئے۔

قاضی عبدالرشید صاحب کی تقریر

بعد ازاں محترم قاضی عبدالرشید صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل پشاور نے اس موضوع پر تقریر فرمائی کہ کیا مسلمانوں کی پسماندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام ہر قسم کی ترقیات کے لئے سدِ راہ ہے؟ آپ نے اس بارہ میں اپنے بعض دوستوں اور ایک صوفی منش مسلمان سے گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ بعض مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی اسلام آج یورپ میں ہے حالانکہ یورپ خدا اور رسول کا بھی قائل نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قرآن کے سادہ معنے نہ کرنے اور تاویلات کے الجھاؤ کی وجہ سے مسلمان عمل اور ترقی کی راہ سے دور چلے گئے ہیں، حالانکہ عرب جو صرف سادہ لفظی معنوں کے قائل ہیں خود ان کی بھی عملی حالت اچھی نہیں اور وہ پسماندہ حالت میں ہیں۔ آپ نے بتایا کہ اسلام اگرچہ فلسفہ کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے، لیکن آج عملاً اس کی یہ حالت ہے کہ وہ انسانوں کے دلوں کو کھینچ اٹھا کرنے کی طاقت اس میں نظر نہیں آتی، اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے بتایا کہ مسلمانوں نے محض رسمیات اور ان ذرائع کو جو ترقی اور کامیابی کی بلند منزل پر پہنچانے والے ہیں، اصل مقصد اور حقیقی نصب العین سمجھ رکھا ہے۔ مثلاً قبلہ، نماز، روزہ، وغیرہ فی الحقیقت ایسے ذرائع ہیں جو ایک بلند مقصد کی طرف لے جانے والے اور بہترین اخلاق پیدا کرنے کا موجب ہیں، لیکن مسلمانوں نے اس اصل مقصد کو نظرانداز کر کے صرف ذرائع کو حقیقی نصب العین سمجھ لیا ایسا ہی توحید کا وہ تصور جو اسلام نے پیش کیا ہے اس کو نظرانداز کر کے مسلمان حقیقت سے دور چلے گئے، توحید کی سب سے بڑی غرض اتحاد نسل انسانی اور اخوت اسلامی ہے، لیکن اس کو مسلمانوں نے نظرانداز کر دیا

اور افتراق و انتشار میں مبتلا ہو کر رہ گئے۔

یہ مضمون اپنی نوعیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ اسے پوری تفصیل سے لکھا جائے اور امید ہے کہ قاضی صاحب ممدوح اس کو قلمبند فرما کر قارئین پیغام صلح کو مستفیض فرمائیں گے۔

چیمہ صاحب کا لیکچر

قاضی صاحب کے بعد محترم حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات نے تقریر شروع کی، آپ نے بتایا کہ یہ فتنوں کا زمانہ ہے اور آیندہ کوئی مصنف جب احمدیت کی تاریخ لکھے گا تو اسے اعتراف کرنا پڑے گا کہ اس تحریک نے ہر قسم کے فتنوں کے سدباب کے لئے اس صدی میں کتنا بڑا کام کیا ہے۔

زمانہ حال کے مذہبی فتنے

آپ نے اس زمانہ کے تمام فتنوں کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا۔ (۱) یورپ کا فتنہ دہریت والحاد (۲) فتنہ انکار نبوت (۳) فتنہ انکار وحی (۴) قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے انکار کا فتنہ (۵) فتنہ انکار ختم نبوت (۶) ختم نبوت کے بعد اجرائے الہام سے انکار کا فتنہ (۷) فتنہ انکار حدیث (۸) فتنہ انکار اجتہاد۔

پبلسٹی بورڈ کی ضرورت

آپ نے فرمایا کہ ان سب فتنوں کو مدنظر رکھ کر ہمیں کام کرنا ہے اور احمدیت کے اندر اس کا سامان موجود ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ ہمارے عقاید و نظریات درست ہونے کے باوجود بہت کم لوگ یہاں نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے ہاں پبلسٹی نہیں، اور ہماری تحریریں صرف ہماری اپنی جماعت تک محدود رہتی ہیں، کوئی بورڈ بنانا چاہیئے اور دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے چاہیئے۔

مودودی صاحب کا اندازِ فکر

آپ نے اس ضمن میں مودودی صاحب کے جنہیں زمانہ حال کا سب سے زیادہ روشن خیال اسلامی مفکر سمجھا جاتا ہے لٹریچر کا جائزہ لیتے ہوئے، اس کا مقابلہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے کیا اور اول الذکر کی کتاب "اسلامی پردہ" سے جسے جماعت اسلامی کی مایہ ناز کتاب سمجھا جاتا ہے ایسی عبارات پڑھ کر سنائیں جو نہ صرف شائستگی اور متانت سے گری ہوئی ہیں بلکہ ان میں یورپین لٹریچر کے ایسے فحش جرائم بھر دیئے گئے ہیں جنہیں کوئی شائستہ انسان سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ حاضرین کی درخواست پر قابل مقرر کو ایسی عبارات پڑھنے سے رُکنا ہی پڑا۔

حضرت مسیح موعود کا پاکیزہ لٹریچر

اس کے مقابل جب انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی پاکیزہ اور تقوےٰ اور دینداری سے بھری ہوئی عبارات پڑھ کر سنائیں تو ایک عالم محویت طاری ہو گیا۔

مودودی تفسیر میں متعہ اور زنا کی اجازت

آپ نے بتایا کہ مودودی صاحب کے اندازِ فکر کا اثر ان کی تفسیر پر بھی پڑا ہے جس میں انہوں نے لونڈی سے

بغیر نکاح مباشرت جائز قرار دی ہے اور اضطراری حالت میں متعہ اور زنا کو بھی جائز ٹھیرایا ہے۔

انکارِ حدیث کا فتنہ

اسی سلسلہ میں چیمہ صاحب نے پرویز صاحب کے فتنہ انکار حدیث کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان لوگوں کا طریق یہ ہے کہ وہ ایسی تمام احادیث کو جو غیر معقول ہیں اور جن پر خود محدثین نے بھی جرح قدح کی ہے، ان کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے مضحکہ اڑاتے ہیں، چنانچہ "طلوع اسلام" میں درس بخاری کے عنوان سے ایسی ہی احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

احمدیت اور حدیث

آپ نے فرمایا کہ حدیث کا انکار اس وجہ سے بھی کیا جاتا ہے کہ ان کا یہ خیال ہے کہ احمدیت کا دارومدار حدیث پر ہے چنانچہ پرویز صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اگر حدیث صحیح ہے تو احمدیت بھی صحیح ہے۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب کا انداز فکر یہ ہے کہ ایسی احادیث کہ جن کا مضمون قرآن کے خلاف نہ ہو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور سنت اور احادیث کا علیحدہ علیحدہ مرتبہ بیان فرمایا۔ اسی ضمن میں قابل مقرر نے "ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی" میں سے ایک طویل اقتباس پڑھ کر سنایا۔

حضرت مرزا صاحب کا جوش ایمانی

آپ نے ان لوگوں کے جواب میں جو حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کو فلسفی قرار دیتے ہیں بعض ایسی عبارات پڑھ کر سنائیں جو ادبیت کی جان ہیں اور خدا کی ہستی اور ہمدردی مخلوق اور آنحضرت صلعم کے زندہ نبی ہونے پر ایک شدت ایمانی جوش کا اظہار کیا ہے۔

چیمہ صاحب کا یہ لیکچر ہر اعتبار سے معلومات افزا اور احمدیت کی صداقت کا ایک کھلا ثبوت تھا۔ اور ہمیں امید ہے کہ وہ اس کو قلمبند فرما کر قارئین "پیغام صلح" کو مستفید فرمائیں گے۔

مولانا عبدالحق صاحب کی تقریر

چیمہ صاحب کے بعد مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی نے دین میں جبر کے موضوع پر عالمانہ تقریر فرمائی، انہوں نے آیہ کریمہ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ پڑھ کر فرمایا کہ زمانہ کی تقسیم چار طرح پر کی گئی ہے۔ (۱) پتھر کا زمانہ (۲) لوہے کا زمانہ (۳) سونے چاندی کا زمانہ (۴) دلیل یا عقل کا زمانہ، آپ نے بتایا کہ ہمارا زمانہ دلیل اور عقل سے تعلق رکھتا ہے، اسی لئے قرآن کریم نے اس آیہ کریمہ میں یہ اعلان کیا ہے کہ دین میں اب کوئی جبر نہیں ہو سکتا کیونکہ نیکی اور گمراہی اب واضح اور ممیز ہو چکی ہیں، بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ یہ اسلام کا زمانہ ہے جو دلیل اور عقل کا مذہب ہے، اس سے پیشتر مذہب کے منوانے میں جبر و تعدی سے کام لیا جاتا تھا لیکن اب اسلام کے روشن دلائل عقلی کی وجہ سے کسی جبر و تعدی کی ضرورت نہیں رہی، آپ نے بتایا کہ اس آیہ کریمہ میں صرف یہی نہیں کہا گیا کہ دین میں جبر نہیں بلکہ اس کی یہ دلیل دی گئی ہے کہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ اب جو لوگ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کو کسی دوسری آیت سے منسوخ قرار دیتے ہیں، انہیں چاہیئے کہ قرآن کی اس دلیل عقلی کو پہلے رد کریں اور یہ ثابت کریں کہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ نہیں ہوا، آپ نے فرمایا یہ عقل کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں صرف عقل غالب ہوگی، عقلی دلائل غالب ہوں گے تلوار کا غلبہ نہیں ہوگا، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مہدی تلوار سے دین پھیلائیگا وہ عقل اور دلائل کو چھوڑ کر اسلام کو جبر و تعدی کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ دین میں ایک قسم کا جبر بھی ہے اور وہ یہ کہ اسلام پر پورے طور پر کاربند ہونے کے لئے جان پر کھیلنا پڑتا ہے۔ آپ نے بتایا کہ اِکْرَاہ دو طرح پر ہوتا ہے ایک اکراہ یہ ہے کہ کافر لوگ پسند نہیں کرتے کہ دین پھیلے لیکن ان کی مرضی کے خلاف دین پھیلتا جاتا ہے۔ اور ایک جبر یہ ہے کہ مومنوں کو احکام دین پر کاربند ہونے کے لئے اپنے اوپر جبر کرنا پڑتا ہے لیکن جہاں عقل کا تقاضا ہو کہ ایسا ہونا چاہیئے وہاں اس قسم کا جبر خوشی سے قبول کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے والدین کے خیالات اور عادات کا اثر اولاد پر ہونا لازمی قرار دیا اور مختلف مثالوں سے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ والدین کو اپنے اندر اچھی عادات اور اچھے خیالات پیدا کرنے چاہئیں اور شادی کرتے وقت اچھی سیرت کی بیوی تلاش کرنی چاہیئے، تاکہ اولاد پر اچھا اثر پڑے، اور اس کے علاوہ جماعت کے ڈاکٹروں، انجینیروں اور دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والے اصحاب کو جماعتوں میں دورے کر کے لوگوں کو اپنے اپنے فن سے تعلق رکھنے والے امور کی تربیت کی تلقین کی تاکہ جماعت ہر فن میں ترقی کر سکے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر دلپذیر شروع ہوئی، آپ نے آیہ کریمہ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ تلاوت فرما کر آنحضرت صلعم کے اس مشکل ترین کام کا ذکر کیا جو عرب جیسی امی اور گمراہ ترین قوم کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ کے لئے آپ کے سپرد کیا گیا۔ اس ضمن میں آپ نے عرب جاہلیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتفصیل بتایا کہ آنحضرت صلعم کو ان کی تعلیم و تربیت کے لئے کس قدر مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو کن کن ہولناک مصائب کا تختہ مشق بنایا گیا اور کس طرح آپ نے صبر و استقلال سے ان کے حالات، خصائل اور عادات میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر کے انہیں دنیا کی معزز ترین قوم بنا دیا جس سے دوسری قوموں نے بھی سبق حاصل کیا۔ اسی ضمن میں آپ نے حضرت مجدد وقت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کو واضح کیا کہ حضرت نے دعوئے مسیحیت کر کے عیسائی، آریہ اور مسلمان سب کو اپنا دشمن بنا لیا انہوں نے دلائل و براہین سے کسر صلیب کی اور عیسائیوں کے بڑے بڑے پادریوں حتی کہ لیفرائے جیسے "نصیح اللسان" لارڈ بشپ کو بھی مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی پھر انہوں نے اسلام کی عظمت و صداقت پر عربی اور اردو میں نہایت بلند پایہ کتابیں لکھیں، اور عربوں کو چیلنج کیا کہ تم بھی ایسی عربی لکھ کر دکھاؤ، جو زبان اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو اور حقائق و معارف کے لحاظ سے بھی نہایت بلند پایہ ہو لیکن کسی کو اس کی جرأت نہ ہوئی، اور بڑے بڑے علماء نے بھی تسلیم کیا کہ حضرت مرزا صاحب کی عربی تصنیفیں ہر رنگ میں نہایت بلند مرتبہ رکھتی ہیں، آریوں نے انکے خلاف جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دریدہ دہنی کی یہاں تک کہ لیکھرام نے ان سے نشان مانگا تو انہوں نے اس کے متعلق پیشگوئی کی کہ عید کے دوسرے دن ہلاک کیا جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ لاہور کی گنجان آبادی میں دن دہاڑے اسے کسی شخص نے قتل کر دیا اور وہ پکڑا نہ جا سکا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خدائی نشان تھا نہ صرف یہی بلکہ حضرت مرزا صاحب نے باخدا انسان پیدا کئے اور ایک جماعت بنائی جس نے یورپ اور امریکہ میں مشن قائم کر دیئے، قرآن کے ترجمے شائع کئے بلند پایہ لٹریچر پیدا کیا حضرت نے قرآن کے ساتھ نہ صرف خود عشق کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے دلوں میں بھی قرآن کو پھیلانے کا ولولہ پیدا کر دیا، اس لئے اس شخص کے پاس آؤ، اپنے اموال اور اولادیں پیش کر دو، تاکہ تم بھی خدا تک پہنچ سکو، حضرت امیر کی پوری تقریر کسی آئندہ اشاعت میں انشاءاللہ درج ہوگی۔

جنرل کونسل یا مجلس معتمدین

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر کے بعد آج کا اجلاس ختم ہوا اور ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں جس کے بعد انجمن کی جنرل کونسل کا اجلاس جو صرف ممبران کونسل پر مشتمل تھا حضرت امیر ایدہ اللہ کے زیر صدارت منعقد ہوا جو رات کے قریباً آٹھ بجے تک جاری رہا اور بہت سے امور جو انجمن کے مالی حالات، بیرونی مشنوں، اندرونی تبلیغ اور انتخابات وغیرہ سے متعلق تھے غور اور بحث ہوتی رہی لیکن تمام اجلاس میں باہمی اتحاد و اتفاق کی فضا غالب رہی، علاوہ ازیں سال ۱۹۵۶ء کے لئے نئے عہدیداران ممبران مجلس منتظمہ کا انتخاب بھی ہوا جس کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔

سیرت نبوی پر انعامی تقاریر

اسی دن شام کے سات بجے احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام نوجوانان جماعت کا ایک خاص اجلاس مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوا جس میں سیرت نبوی پر انعامی تقاریر کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ میں سکولوں اور کالجوں کے بعض طلباء نے جن میں بعض غیر از جماعت بھی تھے، حصہ لیا، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ پشاور کو جج مقرر کیا گیا، جنہوں نے تمام تقاریر سننے اور مختلف پہلوؤں سے ان پر غور کرنے کے بعد حسب ذیل اصحاب کو انعامات کا حقدار قرار دیا:—

(۱) محمد عارف گورنمنٹ کالج لاہور۔ ۲۵ روپیہ نقد اور چھ اسلامی کتب

(۲) سلطان محمد صاحب اسلامیہ کالج کراچی۔ ۱۵ روپیہ نقد اور پانچ اسلامی کتب،

(۳) صوفی محمد اسلم صاحب ڈینٹل میڈیکل کالج ۱۰ روپیہ نقد اور چار اسلامی کتب۔

یہ انعامات اسی وقت صاحب صدر نے انعام یافتگان کو تقسیم کر دیئے۔

ووکنگ کی نمازِ عید کی فلم

تقسیم انعامات کے بعد مسجد ووکنگ کی نماز عید کی ایک مختصر سی فلم بھی دکھائی گئی جس میں انگریز نومسلمین اور مختلف ممالک کے ہر بڑے چھوٹے طبقہ سے تعلق رکھنے والے مسلمان [illegible]

کی سرزمین میں خدائے واحد کے آگے سربسجود ہوتے اور باہم گلے ملتے ہوئے دیکھنا بہت ہی لطف اندوز اور ایمان افروز نظارہ تھا، ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب بھی امامت کراتے اور خطبہ دیتے ہوئے دیکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں موجودہ بیماری سے صحت عطا فرمائے۔

مجاہد امریکہ کی تقریر کا ریکارڈ

اس کے بعد محترم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مجاہد امریکہ کی تقریر کا ریکارڈ سنایا گیا جو انہوں نے سان فرانسسکو سے بھیجا تھا۔ اس ریکارڈ میں جلسہ سالانہ پر جمع ہونے والے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے امریکن مشن کے مختصر حالات سنائے اور سان فرانسسکو کی مجوزہ مسجد کے لئے اپنی مجاہدانہ کوششوں کا ذکر کیا اور جماعت کے متمول اصحاب سے اس کی مالی امداد کی اپیل کی تھی، افسوس ہے کہ یہ ریکارڈ بے وقت سنایا گیا، اور اس وجہ سے یہ اپیل ان لوگوں تک نہ پہنچ سکی جو اس کے مخاطب تھے۔ ہم کوشش کریں گے کہ ماسٹر صاحب کی پوری تقریر "پیغام صلح" کے ذریعہ سے تمام جماعت کو پہنچا دی جائے۔

دوسرا دن (۲۶ر دسمبر ۵۵ء)

منشو صاحب کا لیکچر:

۲۶ر دسمبر کو پروگرام کے مطابق دس بجے صبح جناب سردار نور خان صاحب آزاد کشمیر کے زیر صدارت جلسہ شروع ہوا محترم ڈاکٹر محمود صاحب (مانسہرہ) نے نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ جس کے بعد میاں بشیر احمد صاحب منشو نے جو ۸½ سال تک امریکہ میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے کے بعد حال ہی میں واپس تشریف لائے ہیں تقریر شروع کی، انہوں نے فرمایا کہ جب میں امریکہ سے واپس آکر یہاں احباب سے ملا، تو بعض دوستوں نے مجھ سے کہا کہ کیوں نہ امریکہ کی بجائے یہاں پاکستان میں مسلمانوں کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ اخلاقی لحاظ سے امریکہ کی حالت یہاں کے مسلمانوں کی نسبت اچھی ہے اور باوجود اس کے کہ مسلمان کلمۂ توحید پڑھتے ہیں طرح طرح کی خرابیاں ان میں پائی جاتی ہیں جو اخلاقی لحاظ سے بہت ہی ناپسندیدہ ہیں اور انکی اصلاح بہت ضروری ہے لیکن ان ممالک میں بھی جہاں کلمۂ توحید نہیں پہنچا، اسلام کا پہنچانا ضروری کام ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں تمام اسلامی ممالک یورپ کے زیر اثر یا غلام تھے اور مسلمانوں نے سمجھ لیا تھا کہ اسلام اب پھر ...... پرانی حالت پر نہیں آسکتا۔ ایسے وقت میں ...... حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کی اصلاح کے علاوہ یورپین ممالک میں بھی تبلیغ اسلام کی طرح ڈالی، کیونکہ آپ کا ایمان تھا کہ اسلام آج بھی اپنے علمی اور روحانی کمالات کی وجہ سے دنیا میں غالب آسکتا ہے، اس لئے آپ نے دونوں کاموں کو اپنے سامنے رکھا (۱) مسلمانوں کی اصلاح (۲) دشمنان اسلام سے اسلام کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا کام۔

منشو صاحب نے بتایا کہ اس زمانہ جیسی تاریکی جب حضرت مسیح موعود نے کام شروع کیا آج نہیں، آج ہم سیاسی طور پر غلام نہیں، انڈونیشیا اور مصر بھی آزاد ہو چکے ہیں اور دوسرے اسلامی ممالک بھی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، اقتصادی حالت بھی بُری نہیں اخلاقی حالت بھی رفتہ رفتہ اچھی ہو جائے گی۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کے تبلیغی کام اور جماعت احمدیہ کے تبلیغی لٹریچر سے اسلام کے متعلق یورپ اور امریکہ کے خیالات میں بہت بڑا انقلاب آیا ہے۔ آج سے ساٹھ سال پہلے جو کتابیں اسلام کے متعلق لکھی جاتی تھیں ان میں اسلام کا بہت بُرا نقشہ پیش کیا جاتا تھا، لیکن آج جو لٹریچر شائع ہوتا ہے اس میں بالکل مختلف تصویر پیش کی جاتی ہے۔ جو ایک حد تک قابل ستائش ہے اور آج ہزاروں آدمی اسلام کی طرف آنے کو تیار ہیں۔

آپ نے اس ضمن میں چند واقعات کا ذکر کیا، مثلاً یہ کہ ایک امریکن یونیورسٹی نے ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس میں مجھے بھی اسلام کی نمائندگی کے لئے بلایا گیا، تمام مذاہب کے لیکچر سننے کے بعد اس یونیورسٹی کے پروفیسروں نے طلبا سے دریافت کیا کہ کونسے خیالات انہیں پسند ہیں انہوں نے جواب دیا کہ اگر کسی مذہب کو قبول کرنا ضروری ہے تو اسی کو قبول کرنا چاہیئے جسے منشو صاحب نے پیش کیا ہے۔

فاضل مقرر نے بتایا کہ امریکہ میں کالے گورے کے درمیان بہت بڑی منافرت پائی جاتی ہے اور ان میں باہم میل جول اور تعلقات معاشرت قائم نہیں ہو سکتے لیکن اسلام نے اس میں بھی انقلاب پیدا کر دیا ہے، اور جو بھی مسلمان ہوتا ہے اسے اس منافرت کو دور کرنے باہم میل جول کی تلقین کی جاتی ہے، بطور مثال انہوں نے بتایا کہ عیسائیوں کے مارمن فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ کالے آدمیوں کو ان کے گناہوں کی سزا میں کالا رنگ دیا گیا ہے، اور وہ کسی طرح بھی ان سے ملنا پسند نہیں کرتے، اسی مارمن فرقہ کا ایک نوجوان جو مارمن یونیورسٹی کا طالب علم ہے، مسلمان ہو گیا ہے، ہم نے اس سے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم میں ایسا انقلاب ہو کہ اسلام پر صحیح معنوں میں کاربند ہو کر سب کو اپنا بھائی سمجھو، اور کالے گورے کی تمیز کو اٹھا دو، اس نے ایسا ہی کیا اور ایک حبشی مسلمان کے ساتھ میل جول پیدا کیا اس کی والدہ کو یہ بڑا معلوم ہوا اور اس نے مجھے لکھا کہ ...... تم اسے تلقین کرو کہ اچھا امریکن شہری بنے اور کالے لوگوں سے میل جول نہ رکھے۔ میں نے اسے جواب دیا کہ میں تو امریکن شہری نہیں، لیکن جو یہاں کے شہری ہیں اور ان میں کالے لوگ بھی شامل ہیں (جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں) تم ان سے میل جول رکھنے سے منع کرتی ہو تو وہ اچھا امریکن شہری کیسے بن سکتا ہے غرض اس نوجوان کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی اور آخر کار اس کی والدہ بھی مان گئی۔

ایسا ہی انہوں نے بتایا کہ ایک اطالوی نومسلم کی شادی ایک حبشی لڑکی سے کی گئی، اس کے والدین پہلے راضی نہ تھے لیکن آخر کار انہیں رضامند ہونا پڑا اور اب سب باہم محبت سے بود و باش رکھتے ہیں۔

منشو صاحب نے امریکن مشن کی ان مشکلات اور جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں تک ہمارا فرض ہے ہم اسے سرانجام دینے کی پوری کوشش کر رہے ہیں آپ بھی اپنے فرض کی طرف توجہ کریں اور اس بات پر ...... غور کریں کہ آیا آپ نے امریکن مشن کو قائم رکھنا ہے؟ اگر قائم رکھنا ہے تو اسے مضبوط کریں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پوری طرح نبھائیں،

اس کے بعد سیکرٹری صاحب نے سالانہ رپورٹ کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا،

(باقی آئندہ)

ممبران مجلس منتظمہ و عہدیداران انجمن برائے ۱۹۵۶ء

(ا) جلسہ سالانہ کے موقعہ پر انجمن کی جنرل کونسل میں حسب ذیل اصحاب کو مجلس منتظمہ برائے ۱۹۵۶ء کے ممبر منتخب کیا گیا ہے:-

(۱) حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر قوم۔
(۲) مولانا محمد یعقوب خان صاحب
(۳) ڈاکٹر غلام محمد صاحب
(۴) پروفیسر عنایت علی خان صاحب
(۵) کرنل سید بشیر حسین صاحب
(۶) شیخ عبدالرحمان صاحب مصری
(۷) الحاج خواجہ نذیر احمد صاحب
(۸) میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی
(۹) میاں سعید احمد صاحب
(۱۰) میاں غلام حیدر صاحب
(۱۱) ڈاکٹر اللہ بخش صاحب
(۱۲) خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب
(۱۳) خانبہادر غلام ربانی خان صاحب
(۱۴) ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی
(۱۵) الحاج چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ
(۱۶) شیخ نثار احمد صاحب
(۱۷) چوہدری امجد خان صاحب
(۱۸) ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب
(۱۹) شیخ میاں فاروق احمد صاحب
(۲۰) شیخ میاں عطاء اللہ صاحب

(ب) اسی مجلس میں حسب ذیل اصحاب انجمن کے عہدیدار منتخب ہوئے:

صاحب صدر:- مولانا محمد یعقوب خان صاحب
نائب صدر:- ڈاکٹر غلام محمد صاحب
" " :- خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب
سیکرٹری:- پروفیسر عنایت علی خان صاحب
محاسب:- ڈاکٹر غلام محمد صاحب
منیجر تعلیم:- مولانا محمد یعقوب خان صاحب
امین:- شیخ محمد حسین صاحب
آڈیٹر:- محمد لطیف علوی صاحب
مشیر قانونی:- قاضی عبدالرشید صاحب

مسیحائے وقت کا کام

ذیل کا مضمون جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جلسہ خواتین کے لئے محترمہ حمیدہ بانو دختر ملک خدا بخش صاحب لائلپور نے لکھ کر بھیجا، عزیزہ زبیدہ خانم نے جلسہ مذکور میں پڑھ کر سنایا:-

عیسائی مشنریز کے ریت پر تعمیر شدہ محلات آن واحد میں فنا ہو گئے۔ ان کے بے بنیاد الزامات کا تار و پود بکھر کر رہ گیا۔ اور ان کی فتح و کامرانی اچانک ذلت و شکست میں تبدیل ہو گئی۔

وہ کون تھا جس کی ایک للکار نے دشمنوں کے کیمپ میں تہلکہ مچا دیا — وہ ایک گمنام درویش۔ ایک مسیحا جس نے قوم کے عروق مردہ میں زندگی کا خون دوڑا دیا — چودھویں صدی کا مجدد جس نے اپنے دعوے سے ہادئ برحق کی آج سے چودہ سو سال پیشتر کی پیشگوئی اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کی حرف بحرف تصدیق کی — غلام احمد جو اپنے رہبر صادق کی یوں تذلیل ہوتے دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ اس کا کلیجہ چھلنی ہو گیا۔ جگر کا خون آنکھوں کی راہ بہہ نکلا اور دل کی تڑپ بے اختیار لبوں پر آ گئی ؎

بیکسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دینِ احمد کار نیست

یہ مرد خدا! تجدید دین کے لئے مردانہ وار زہرہ گداز مصائب کی پرآلام وادی میں کود پڑا — مرد مومن کی ایک ہی ضرب سے ملا کے حصار کی مضبوط دیوار ٹوٹ چکی تھی۔ اس نے بتایا کہ اسلام حلوے مانڈے، نذر و نیاز اور خانقاہوں پر طبلے کی تھاپ اور گھنگھروؤں کی جھنکار پر وجد کرتے ہوئے پیر کے ہاؤ ہو کے نعرے کا نام نہیں بلکہ اسلام نام ہے زہد و تقویٰ، اخلاق و مروت، مساوات و رواداری اور امن و سلامتی کے اس لازوال خزانے کا جس کو پا کر عرب کی جاہل اور وحشی قوم دنیا کی حاکم بن گئی جس نے اس گنج گرانمایہ کو پا کر بحر عمیق کی تہہ اس طرح شناوری کی کہ خالق و بندہ کے درمیان کوئی حجاب نہ رہ سکا۔ اور پھر اس نور بصیرت کے پرتو سے کائنات کے ہزاروں سربستہ رموز دفعتاً ان پر آشکارا ہو گئے۔

مگر افسوس! مجدد وقت کی اس پکار کا بلند ہونا تھا کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلنے لگیں۔ حجروں میں سوئے ہوئے ملا کو اسلام کی عمارت متزلزل ہوتی نظر آنے لگی۔ اور اس نے اپنی پوری قوت سے "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگایا — لیکن سعید روحیں اس مرد حق پرست کو پرکھ چکی تھیں۔ لہٰذا مخالفوں کا جب یہ وار بھی بیکار ہو گیا تو انہوں نے اپنے ترکش کا آخری تیر نکالا اور وہ تھا — فتوئے کفر۔

افق ہند پر تاریکی اور جہالت کی گھٹا ٹوپ آندھی چھائی ہوئی تھی۔ دین برحق ملا کے ہاتھوں ناقابل فہم گورکھ دھندا بن کر رہ گیا تھا جس نے اپنے جھوٹے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے مذہب میں پیچیدہ اور ناقابل عمل رسومات کا ایک مضبوط حصار اپنے گرد تعمیر کر لیا تھا۔ مذہب اور شریعت کے یہ ٹھیکیدار چھوٹی چھوٹی باتوں کا سہارا لیکر آپس میں دست و گریبان ہو رہے تھے۔ اور دوسری طرف عیسائی پادریوں کے دل کے دل منظم ہو کر اسلام کے خلاف صف آرا ہو چکے تھے۔ وہ وہ ذلیل اور شرمناک الزام اس پاک مذہب پر ان کی طرف سے عائد ہو رہے تھے کہ جیسے سن کر پہاڑوں کا کلیجہ شق ہو جائے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا تو ہمارے علمائے دین پر جو پاک رسول صلعم کی مقدس اور بے عیب ذات پر عائد شدہ الزامات کو دیکھتے تھے اور پھر اقتدار کی دوڑ میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے — جب علمائے کرام کا یہ حال ہو تو عوام کی حالت کا خود ہی اندازہ لگا لیجئے۔ وہ فروعات میں الجھ کر اصل سے دور ہو چکے تھے۔ مذہب محض چند رسومات کا ایک مجموعہ تھا۔ اور بس۔ اسلام کے نام لیوا اب بھی موجود تھے، شریعت محمدی کے پیرو اب بھی سلامت تھے، مسجدیں اب بھی نمازیوں سے پر تھیں مگر ؎

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

شمع رسالت کے ان پروانوں میں وہ تڑپ، وہ جذبہ اور وہ حقیقی چاہت نہ رہی تھی، جس نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو آن واحد میں قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کا مالک بنا دیا تھا۔ ہر مشکل اور کٹھن منزل ان کے سمند شوق پر تازیانے کا کام دیتی تھی۔ آج دشمنان اسلام کے وار پر وار ہوتے دیکھ کر مسلمان کی وہ غیرت و حمیت جس نے ایک کمزور لڑکی کی پکار پر ایک خلیفہ کے دربار میں زلزلہ برپا کر دیا تھا۔ دب چکی تھی وہ بے حس ہو چکے تھے — مگر مالک کائنات یہ سب کچھ دیکھ کر چپ نہ رہ سکا۔ اپنے محبوب اور اس کے دین کی یہ ذلت اس سے برداشت نہ ہو سکی اور آخر رحمت باری جوش میں آئی۔ تاریکی اور جہالت کے بادل چھٹ گئے۔ گمراہی کی پرزور آندھیاں چلتے چلتے دفعتہً رک گئیں اور سرزمین پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے وہ ماہ منور طلوع ہوا جس نے تاریکی کے دبیز پردوں کو پھاڑ کر اسلام کے رخ روشن پر سے جہالت کا نقاب الٹ دیا۔ جس نے اسلام کی اصل صورت سے دنیا کو روشناس کیا۔

مگر مخالفوں کے سب کے سب حربے اس مرد مجاہد کو راہ مستقیم سے ہٹا نہ سکے۔ کوئی طاقت اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ حق کی متلاشی روحیں پروانہ وار اس شمع حق کے گرد جمع ہو رہی تھیں۔ اپنوں اور بیگانوں کی دشمنی عروج پر تھی مگر فتح انجام کار حق ہی کو ہوئی۔

اس مسیحا نے اپنی معجزنما قوت سے اپنے پیروؤں میں وہ تڑپ وہ جذبۂ خلوص اور وہ ذوق بھر دیا تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ نسیم سحر کی مانند امن و سلامتی کا پیغام لیکر دنیا کو اسلام کی عظمت و بلندی سے آگاہ کرنے کے لئے ہندوستان بھر میں منتشر ہو گئے۔ اس مٹھی بھر جماعت نے اشاعت اسلام کے لئے وہ خدمات انجام دیں کہ اپنے

پرائے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

اپنے مقدس مشن کی تکمیل پر وہ مرد خدا اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا اور اپنے پیچھے ہمارے لئے ایک بہت بڑی ذمہ داری سونپ گیا۔

آیئے اس مبارک موقعہ پر ہم اپنے اعمال کا تجزیہ کریں کہ آیا ہم اس ذمہ داری کو جو ایک مقدس وجود نے ہمارے سپرد کی تھی دیانتداری سے پورا کیا ہے یا نہیں۔

یاد رکھئے آپ ہی وہ لوگ ہیں جن کی قسمت میں خدا نے بزرگ نے اشاعت اسلام کی خدمت لکھدی ہے اگر ہم نے اس عظیم اور مقدس فرض کو دنیاوی دلفریبیوں پر قربان کرنے کی کوشش کی تو میں ڈرتی ہوں کہ کہیں خدا کا غضب نہ بھڑک اٹھے۔

— آیئے آج سے ہم یہ عہد کریں کہ تمام اختلافات کو بھلا کر ہم ایک مرکز اور ایک امیر کی زیر سرکردگی اپنے آپ کو اشاعت دین کے لئے وقف کر دیں گے۔ اس راہ میں خواہ مشکلات کے کتنے ہی پہاڑ حائل کیوں نہ ہوں ہم مسیح موعود سے کئے ہوئے وعدے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے۔ اگر ہم میں یہ لگن اور یہ سپرٹ پیدا ہو گی تو انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب فتح و کامرانی آپ کے قدم چومے گی، اور آپ دین و دنیا کی سچی اور حقیقی مسرتوں سے ہمکنار ہوں گے۔

پیغام صلح مورخہ ۳ جنوری ۱۹۵۷ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ رجمادی الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۵۶ء | نمبر ۲

اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے والا آخرکار کامیاب ہو جاتا ہے

دُعاؤں کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشادِ گرامی

یہ مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کا خدا دعاؤں کا سننے والا ہے۔ کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ کہ ایک طالب دعا نہایت رقت اور درد کے ساتھ دعائیں کرتا ہے۔ لیکن اس کی دعاؤں کے نتائج میں تاخیر اور توقف واقعہ ہوتا ہے۔ تو اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ دعاؤں کی قبولیت کی تاخیر کے وقت یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اوّل تو دنیا کے تمام کاروبار تدریجاً ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھو ایک انسان کے بچہ کو پورا جوان بننے کے لئے کس قدر مراحل اور منازل طے کرنے پڑتے ہیں۔ پھر ایک بیج سے درخت بننے کے لئے کس قدر توقف ہوتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح پر اللہ تعالےٰ کے قدرتی امور کا نفاذ بھی تدریجی ہوتا ہے۔ پھر اس توقف میں یہ مصلحت الٰہی بھی ہوتی ہے۔ کہ انسان اپنے عزم اور عقد ہمت میں پختہ ہو جائے اور اسے معرفت الہٰیہ میں استحکام اور پورا پورا رسوخ حاصل ہو۔ کیونکہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جس قدر اعلےٰ مراتب اور مدارج کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسی قدر اسے زیادہ اور سخت محنت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس استقلال اور ہمت ایک ایسی عمدہ چیز ہے۔ کہ اگر یہ نہ ہو تو انسان کامیابی کی منازل کو طے نہیں کرسکتا۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ پہلے مشکلات میں ڈالا جائے اِنَّ مع العسر یسراً اسی لئے فرمایا ہے دنیا کی کوئی کامیابی اور راحت ایسی نہیں ہے۔ کہ جس کے شروع میں کسی قسم کا رنج اور مشکل نہ ہو اور اس سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں جو باہمت اور مستقل مزاج ہوں، بے ہمت اور متلون مزاج راستہ میں ہی تھک کر رہ جاتے ہیں۔ پنجابی میں کسی نے کہا ہے:-

ایہو ہنگی کیمیا سے دن تھوڑے ہو

پس جب اللہ تعالیٰ پر سچا اور پکا ایمان ہو۔ کہ وہ ہماری دعاؤں کو سننے والا ہے تو ایسا ایمان سخت سے سخت مشکلات میں بھی ایک لذت دیتا ہے۔ اور ہموم وغموم میں ایک اعلےٰ درجہ کا سہارا ہوتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اگر کوئی پناہ نہ ہو۔ تو انسان کا دل کمزور ہو جاتا ہے جس سے آخرکار وہ مایوس ہوکر ہلاکت کے قریب ہو جاتا ہے اور خودکشی کرنے تک آمادہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ یورپ کے ممالک میں تو خصوصاً کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو ذرا سی ناکامی اور نامرادی پر بندوق مار کر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خودکشی کرنا ان کے ایمان کی کمزوری اور ان کے مذہب کا بوداپن ہے۔ اگر ان کے مذہب میں کوئی قوت اور طاقت ہوتی تو وہ اپنے پیروؤں کو ایسی ناکامی اور نامرادی سے نکالنے کے لئے کوئی تدبیر بتاتا۔ اس لئے وہ لوگ جنہیں اللہ تعالےٰ پر ایمان ہے اور اس قادرِ مطلق ہستی پر کامل یقین ہے کہ وہ انسان کی دعاؤں کو سنتا اور ان کا جواب دیتا ہے۔ ان کے مشکلات کے وقت دلوں میں ایک طاقت اور ہمت پیدا کرتا ہے۔ ایسی دعائیں حقیقت میں بہت قابل قدر ہوتی ہیں اور اللہ تعالےٰ سے دعائیں کرنے والا آخرکار کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ نادانی اور سوء ادب ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے ساتھ لڑنا چاہے۔ مثلاً یہ دعا کرے۔ کہ رات کے پہلے حصہ میں سورج نکل آئے یا اور اسی قسم کی دعائیں مانگتا رہے۔ کیونکہ اس قسم کی دعائیں کرنا اللہ تعالےٰ کی جناب میں گستاخی میں داخل ہیں۔ علاوہ ازیں دعاؤں میں عجلت پسند اور گھبرا جانے والا بھی نقصان اٹھاتا اور ناکام رہتا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۸۴-۸۵)

زرِ مبادلہ

پاکستان وہندوستان سے:- چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے:- پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوّت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

اسلام کے غلبہ اور صداقت کے لئے حضرت مسیح موعود کی بعثت[1]

محترمہ نسیم عزیز بنت حکیم عبدالعزیز صاحب جہلم

ابتدائے آفرینش سے جس طرح اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی ظاہری ربوبیت کے لئے ہر قسم کا سامان فرماتا آیا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی روحانی ربوبیت کے لئے دنیا کی اصلاح اور بہبودی کے واسطے نبی اور رسول مبعوث فرماتا رہا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی اصلاح کے لئے مختلف اوقات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے گئے۔

نبی کریم صلعم کی بعثت سے قبل بنی اسرائیل قوم میں ایک ہی وقت ہونے کے معًا بعد دوسرا نبی مبعوث ہوتا رہا۔ لیکن نبی کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین قرار دیا اور حضور کے بعد سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا۔ قرآن کریم کو قیامت تک کے لئے مکمل ضابطہ حیات قرار دیا۔ جیسا کہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔

دین کو مکمل قرار دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ بھی فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی اس قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

ایک حفاظت تو ظاہری فرمائی کہ اس قرآن حکیم کے بے شمار حافظ پیدا کر دیئے۔ دوسری حفاظت معنوی کے لئے حضرت نبی کریم صلعم نے یہ طریقہ ارشاد فرمایا:۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس قرآن اور دین کی حفاظت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو مبعوث فرماتا رہیگا۔ جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔

چنانچہ امت محمدیہ میں مختلف صدیوں میں مجدد مبعوث ہوتے۔ یہاں تک کہ چودھویں صدی آگئی، اس صدی میں چاروں طرف سے اسلام کو مٹانے کے لئے حملے شروع ہوئے سب سے زیادہ حملہ عیسائی پادریوں کی طرف سے کیا جا رہا تھا جس کی پشت پناہی یورپ کی سب سے بڑی سلطنت کر رہی تھی۔ اس حملہ کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان کہلانے والے عام آدمیوں سے لیکر بڑے بڑے علماء اور حافظ قرآن بھی عیسائیت میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ اور اسلام ایک مغلوب اور شکست خوردہ مذہب دکھائی دینے لگا۔

ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے قرآن اور اسلام کی حفاظت کے لئے ایک شخص کو مجدد بنا کر کھڑا کیا، جن کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی جنہوں نے اپنا مشن کسر صلیب یعنی عیسائیت کی بیخکنی قرار دیا۔ اسی لئے آپ مسیح موعود کہلائے جیسا کہ فرمایا:۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

حضرت اقدس نے آکر یہ اعلان فرمایا:۔

"جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور رسول کریم صلعم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں۔ اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں"

اور اسلام کی تائید میں ایک معرکۃ الآرا کتاب براہین احمدیہ شائع فرمائی جس میں اسلام، قرآن اور نبی کریم صلعم کی صداقت کو روشن دلائل سے ثابت کیا اور اسلام کی تمام مذاہب پر برتری دکھائی۔ اور غیر از اسلام تمام مخالفین کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اسلام کے بالمقابل اپنے مذاہب کو سچا سمجھتے ہیں تو میرے دلائل کو توڑ کر اتنے ہی دلائل اپنے مذہب کی سچائی میں پیش کریں تو میں دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اگر سارے دلائل نہیں توڑ سکتے تو نصف ہی توڑ دیں، اگر نصف بھی نہیں توڑ سکتے تو تیسرا حصہ، چوتھا حصہ، پانچواں حصہ، چھٹا حصہ، ساتواں حصہ، آٹھواں حصہ، نواں حصہ یہاں تک کہ دسواں حصہ ہی توڑ کر اتنے ہی دلائل اپنے مذہب کی سچائی میں پیش کر دیں، تب بھی دس ہزار روپیہ انعام دوں گا لیکن کسی مخالف کو مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

ادھر حضرت اقدس نے اسلام کے غلبہ کی پیشگوئی فرماتے ہوئے اعلان کیا:۔

"یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائیگا .... اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالےٰ ہے وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور باد مخالف سے بچاتا رہے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکریٰ وانا لہ لحافظون"

پھر حضرت اقدس نے ان پادریوں کو للکارا جو اسلام کی بیخکنی چاہتے تھے، چنانچہ عبداللہ آتھم پادری آپ کے مقابلہ میں ہلاک ہوا، اور پادری ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی جس نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ جس نے اپنا مشن ..... اسلام کو مٹانا، مسلمانوں کو ہلاک کرنا اور خانۂ کعبہ کو ویران کرنا قرار دیا تھا۔ حضرت اقدس کی پیشگوئی کے مطابق بڑی ذلت و رسوائی سے ہلاک ہوا۔ آریوں میں سے پنڈت لیکھرام جو کہ سخت بدزبان شخص تھا وہ بھی حضرت امام الزمان کی پیشگوئی کے مطابق قتل کیا گیا۔

ان حالات کو دیکھ کر دشمنان اسلام کی ہمتیں پست ہو گئیں اور اسلام جو پاؤں کے نیچے پامال ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا دوبارہ چارج بن کر چمکنے لگا۔ ان حالات کو دیکھ کر ہر مسلمان کا فرض تھا کہ وہ امام وقت کا ساتھ دیتا۔ الٹا مولوی۔ پیر۔ گدی نشین اور علماء کہلانے والے ہی آپ کے جانی دشمن بن گئے اور آپ کے مشن اشاعت اسلام کو فیل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔

ان حالات سے تنگ آکر حضرت اقدس نے ہندوستان کے نامور اور مشہور علماء پیر۔ گدی نشین ہر ایک کو نام لے لے کر دعوت مباہلہ دی اور اپنے مقدمہ کو احکم الحاکمین کی عدالت میں پیش کرنے کا چیلنج کیا لیکن کسی ایک کو بھی میدان مباہلہ میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی اور ہوتی بھی کس طرح جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ کہ جھوٹا موت کی تمنا کر ہی نہیں سکتا وہ اپنے مقدمہ کو احکم الحاکمین کی عدالت میں لے جا ہی نہیں سکتا۔

ان حالات کو دیکھ کر صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ کے مجدد اور امام ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ بہنیں جنہوں نے امام وقت کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا اور اس پر کاربند ہوئیں۔

آؤ ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ہماری ان بہنوں کو بھی امام وقت کی جماعت میں شمولیت کی توفیق دے جنہوں نے ابھی تک شمولیت نہیں کی کیونکہ نبی کریم صلعم کا فرمان ہے مَنْ لَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً الْجَاهِلِيَّةِ۔ یعنی جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جہالت کی موت مرا۔

اللہ تعالےٰ ہم سب پر رحم فرمائے اور امام وقت کے ارشاد دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

[1] یہ تقریر ۲۶ دسمبر کو جلسہ خواتین احمدیہ میں کی گئی۔

ایک دور افتادہ بہن کی درخواستِ دعا

مکرم محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم، یہ سطور اخبار میں شائع کر دیں انتہائی مشکور رہوں گی۔

بخدمت حضرت امیر و دیگر بزرگان اور بھائی بہنوں سے التجا ہے خاص طور سے حضرت سید اسد اللہ شاہ صاحب کہ ہماری گردش ایام کئی سال سے بدستور ہے اور اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے اب اپنے وطن آکر اور بھی بڑھ گئی ہے خاندانی دشمنی بھی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے دشمن ہر قسم کے حربے ایذا رسانی کے استعمال کر رہا ہے خداوند کریم ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے ہر شر کے شر سے بچائے، عزیز داؤد الرحمٰن کو اندر باہر جانے کی وجہ سے ڈر خطرہ ہے۔ والسلام، والدہ داؤد الرحمٰن از بنارس

اسلام ہندوستان میں

ہندوستان کی نام نہاد لادینی حکومت میں اسلام اور مسلمانوں کا جو حشر ہو رہا ہے، اس کو دیکھ اور سن کر کون مسلمان ہے جس کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری نہ ہوں۔ سب سے پہلے اردو کی بجائے ہندی کو رائج کر کے اسلامی ثقافت و تعلیم کو فنا کرنے کی کوشش کی گئی، پھر مدارس میں ایسا نصاب جاری کیا گیا جس سے مسلمان بچوں کے دل و دماغ مشاہیر اسلام کے تذکروں اور اسلامی تعلیمات سے آشنا ہونے کے بجائے ہندو دیوی دیوتاؤں کے قصہ کہانیوں سے متاثر ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تہواروں اور تقریبات پر فتنہ و فساد پیدا کر کے ان تاثرات سے بھی انہیں محروم کرنے کی کوششیں کی گئیں جو ایسی تقریبات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر بھی قانع نہ رہ کر اب شدھی کی وبا پیدا کی گئی ہے اور سیٹھ برلا کی سیم و زر سے بھری ہوئی ہمیانیں اس وبا کو پھیلانے میں جراثیم کا کام دے رہی ہیں۔ گذشتہ سال بمبئی کے ایک علاقہ سے کئی ہزار مسلمانوں کو ہندو بنانے کی اطلاع آئی تھی، اب ایک صاحب مولانا عاقل الہ آبادی نے یہ انکشاف کیا ہے کہ راجستھان میں شدھی کی تحریک شد و مد سے چلائی جا رہی ہے اور تقسیم ہند کے بعد سے اب تک راجستھان میں ستر ہزار مسلمان ہندو بنائے جا چکے ہیں، اور سیٹھ برلا اس تحریک کی مالی مدد کر رہے ہیں، انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ مردم شماری کی فہرستوں میں بیکانیر کے کھٹک مسلمانوں کو ہندوؤں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے اور بھرت پور اور الور کی ریاستوں میں کئی مسجدیں ان ریاستوں کے حکمرانوں کے ایما پر شہید کر دی گئی ہیں۔ ان سب سے بڑھ کر تازہ ترین خبر یہ ہے کہ لکھنؤ کے دو جریدوں میں ایک ایسا دلآزار اشتہار شائع ہوا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہایت ناشائستہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، اس اشتہار نے لکھنؤ اور دوسرے مقامات کے مسلمانوں میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑا دی ہے اور ہڑتالوں اور احتجاجی جلسوں کے ذریعہ سے اس کی مذمت کرنے کے علاوہ حکومت پر زور دیا جا رہا ہے کہ وہ ایسا قانون نافذ کرے جس کے ذریعہ سے پیشوایان مذاہب کی عزت و ناموس کی حفاظت ہو سکے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو عبرتناک سزائیں دی جا سکیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ اس تحریک میں بعض انصاف پسند ہندو بھی شامل ہیں، بلکہ اس سے پہلے اردو اور ہندی کے جھگڑہ اور ذبیحہ گاؤ اور شدھی کے معاملہ میں بھی بعض نیک دل ہندوؤں نے مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ نہیں کیا، لیکن عوام کی ذہنیتیں اس قدر ماؤف ہو چکی ہیں اور حکومت کا رویہ اس قدر نرم ہے، کہ اس کھلے ہوئے تعصب اور علانیہ ظلم و ستم کو روکنے کے لئے کوئی موثر اقدام آج تک نہیں کیا گیا۔ حیرت ہے کہ جس مملکت کو اس بات پر فخر ہے کہ اس کی حکومت کو کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور اصولاً ہر مذہب و ملت کی جو اس کے زیر سایہ آباد ہیں حفاظت کی وہ ذمہ دار ہے، وہ کیوں ایسے واقعات کا سدباب کرنے پر آمادہ نہیں، ہم نہیں کہتے کہ پنڈت نہرو کی حکومت لا مذہبی کے پردہ میں ہندو مذہب کی حامی و مددگار رہ کر در پردہ سرزمین ہند سے اسلام اور مسلمانوں کے وجود کو مٹانے پر آمادہ ہے لیکن واقعات کچھ اس قسم کے پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں، جن سے حکومت کی چشم پوشی دیکھنے والوں کو اس شبہ میں مبتلا کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ حکومت ہند کا فرض ہے کہ وہ اس طرف فوری توجہ کرے اور ایسے واقعات کے سدباب کے لئے موثر قانون بنا کر مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت کا بھی ویسا ہی سامان پیدا کر دے جیسے ہندوؤں کے لئے کیا جاتا ہے، تعجب ہے کہ بیرونی مملکتوں کے حکمرانوں کو بلا بلا کر انہیں یقین تو یہ دلایا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اقلیتوں کی پوری حفاظت کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو اپنے مذہب کے بارے میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہے اور حالت یہ ہے کہ کھلے طور پر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کی جاتی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر حملے کئے جاتے ہیں اور حکومت ان کو دیکھتے ہوئے ٹس سے مس نہیں کرتی۔

اس سلسلہ میں ہمیں خود مسلمانان ہند سے بھی یہ عرض کرنا ہے کہ انہیں ایسے دلآزار حالات و واقعات پر حکومت اور قانون کی پناہ ڈھونڈھنے کے علاوہ خود بھی ایسا سامان فراہم کرنا چاہیئے جس سے بغض و تعصب اور مخالفت کی فضا محبت و انصاف سے بدل جائے، یہ سامان اسی طرح فراہم ہو سکتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو ہندی اور اردو میں کثرت سے شائع کیا جائے اور ہر متعصب سے متعصب ہندو کے ہاتھوں میں پہنچایا جائے ہمیں یقین ہے کہ مخالفانہ فضا پیدا کرنے والوں میں ان لوگوں کی اکثریت ہے جو اسلام کی صحیح تعلیم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اعمال سے پورے طور پر واقف نہیں اگر انہیں صحیح اسلامی تعلیمات کا پتہ لگ جائے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا صحیح نقشہ ان کے سامنے آ جائے تو ہندوستان کے فہمیدہ مسلمان طبقہ

میں تو وہ اس مخالفت اور دلآزاری پر خود نادم ہوں گے یہ ہم ہی نہیں کہتے

کا بھی یہی خیال ہے۔ چنانچہ مولانا سید ابوالحسن ندوی کا ایک مضمون ہندوستان کے اخبار "قومی آواز" میں شائع ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:—

"ہمیں اپنی اس مجرمانہ کوتاہی اور غفلت کا اعتراف کرنے میں ذرا تامل نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم اس معمار انسانیت کا اس ملک میں ایسا تعارف کرانے سے قاصر رہے کہ جس کی بدولت ہر وہ شخص جو شعور رکھتا ہے اس کے مرتبے سے واقف ہو جاتا اور اس کو اس نظر سے نہ دیکھتا جس نظر سے ایک فرقہ یا حریف جماعت کے لیڈر کو دیکھا جاتا ہے، اور اس ملک کا ہر باشندہ اس کی توہین سے اتنی ہی تکلیف محسوس کرتا جتنا کہ اپنے محسن و محبوب اور کسی عظیم ترین شخصیت کی توہین سے محسوس کرتا ہے۔"

یہ یقیناً صحیح ہے اور مسلمانان ہند کا فرض ہے کہ وہ ایسے محسن و مربی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے سدباب کے لئے آپ کے صحیح حالات اور پاک سیرت کو لوگوں تک پہنچائیں۔ قانون اور سزائیں مونہوں کو بند کرا سکتیں اور قلموں کو روک سکتی ہیں، لیکن دلوں کو نہیں بدل سکتیں، دلوں کو بدلنے اور صحیح عزت و محبت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ صحیح حالات لوگوں تک پہنچائے جائیں، اور انہیں اسلام کی بلند تعلیمات سے واقف کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی خود اپنے اعمال سے ان کی صداقت ثابت کی جائے، اگر مسلمانوں کے اپنے اعمال اچھے نہ ہوں تو یہ بھی اسلام اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بدنامی کا باعث ہو سکتے ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ تحفظ ناموس رسول کے نام سے جو مجلس لکھنؤ میں بنائی گئی ہے وہ قانون کی پناہ ڈھونڈنے کے علاوہ سیرت رسول اور تعلیمات اسلامی کے متعلق لٹریچر پیدا کر کے لوگوں تک پہنچائے اور خود مسلمانوں کے اخلاق و اعمال کو درست کرنے کی بھی کوشش کرے کہ یہ تحفظ ناموس رسول کا بہترین ذریعہ ہے۔

ضروری اعلان

گذشتہ شمارہ میں پیغام صلح میں جو عہدیداران و افسران کے نام شائع ہوئے ہیں۔ ان میں بابو عبدالرحمن صاحب آنریری افسر عمارات کا نام رہ گیا ہے۔ انجمن نے سال ۵۶-۱۹۵۵ء کے لئے بابو عبدالرحمن صاحب ایس ڈی او ریٹائرڈ کو آنریری افسر عمارات مقرر کیا ہے۔

سکرٹری

تحفظ ختم نبوت اور ہمارے مخالفین

حق و باطل میں فیصلہ کے لئے دعاءِ عذاب کا چیلنج

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب

ایک دن دہلی دروازے کی طرف جاتے ہوئے حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے مقابل ایک عمارت کی بالائی منزل پر ایک بورڈ پر نظر پڑی جس پر "مجلس تحفظ ختم نبوت" لکھا ہوا تھا۔ پڑھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ خاتم النبیین صلعم دنیا کے آخری نبی کی نبوت کی حفاظت انسانوں کے سپرد کی گئی ہے یا خدا تعالے نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے۔ اور وہ بذاتہ اس قدر محکم اور مربوط ہے کہ اس کے ٹوٹنے کا امکان ہی نہیں۔ اور کیا اگر کوئی بدبخت مفتری آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے تو اس سے حضور سرور کائنات کی نبوت کو کوئی ضعف پہنچ سکتا ہے؟ آپ کے آخری نبی ہونے کی بنیاد تو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ہے جس میں بنی نوع انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ چونکہ نسل انسانی اب بلوغت کو پہنچ گئی ہے اور اس کے ذہنی قوے ارتقا کی اس منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ وہ ایک جامع تعلیم کے متحمل ہو سکیں لہٰذا ہم آج اپنی جستجو کے راستے کو مکمل کرتے ہیں اور اس راستے میں جہاں رہزنی ہو سکتی ہے تم کو خبردار کرتے ہیں اور جس غرض کے لئے انبیاء آیا کرتے تھے اس نعمت کو پورا کرتے ہیں اب آئندہ نبی کی ضرورت نہ ہوگی اور تمہارے لئے ایک ایسا راستہ تجویز کرتے ہیں کہ اگر اس پر گامزن ہو گے تو ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہوگی۔ اگر ایک طرف یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا کا دعوےٰ تھا تو اس کا ثبوت اس کامل مکمل تعلیم سے دیا جو اللہ جلشانہٗ نے وحی نبوت سے آپ پر نازل فرمائی۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس کے لئے اس میں ہدایت موجود نہ ہو اور دنیا کے لئے یہ ایک چیلنج ہے کہ اس سے بہتر تعلیم پیش کرے اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ .... اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ساری تعلیم تو ایک طرف رہی اس تعلیم کے کسی ایک جزو کو لے کر ہی اس کا نعم البدل پیش کرو۔ اور اس کے ساتھ دعوے ہے کہ تم ہرگز ہرگز نہیں کر سکو گے۔ یہ محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت پر خدا تعالےٰ نے وہ محکم دلیل قائم کی ہے جو انسانی حفاظت کی محتاج نہیں، آج چودہ سو سال گذر رہے ہیں اور انسان کی طبیعات و علوم میں اس قدر ترقی کرنے پر بھی قائم ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ پھر اس تعلیم کو قائم رکھنے کے لئے ان الفاظ کی حفاظت کا جن میں یہ نازل ہوئی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے پر شوکت شاہی فرمان سے کیا۔ کہ ہم نے ہی اس ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ تورات کی طرح اس کی حفاظت کو احبار اور رہبان کے سپرد نہیں کیا۔ یہ ختم نبوت کے تحفظ کی دوسری دلیل ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو محو نہیں کر سکتی۔ اشد ترین مخالف بھی باوجود اس پر طرح طرح کے حملے کرنے کے اس کی محفوظیت کے اقرار پر مجبور ہیں۔

امر دوم کہ کیا محمد رسول اللہ صلعم کے بعد کسی کے دعوے نبوت سے ختم نبوت ٹوٹ جاتی ہے سو عرض ہے کہ یہ ایک طفلانہ خیال ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ختم نبوت کی اساس تو اس قدر مضبوط ہے کہ اس کے ٹوٹنے کا سوال ہی سراسر لغو ہے کسی مسلمان کے وہم گمان میں کبھی یہ تصور نہیں آ سکتا کہ ختم نبوت ٹوٹ سکتی ہے اور اگر اس کو یہ خیال آتا ہے تو وہ ختم نبوت کی حقیقت سے ہی بے خبر ہے اور اس کو اس پر ایمان نہیں۔ البتہ وہ یقین تام سے کہہ سکتا ہے کہ خاتم النبیین کے بعد مدعی نبوت کاذب ہے۔

چند سال گذرے شہر لاہور میں مصری شاہ کے علاقہ میں ایک شخص خدائی کا دعویدار تھا (اب خدا صاحب فوت ہو چکے ہیں) ظاہر ہے کہ نبوت کے دعوے سے زیادہ سنگین تھا۔ لیکن کسی بھلے مانس کو "مجلس تحفظ خدائی" کے قیام کا خیال نہ آیا بلکہ اسکو مدعی کے اختلال دماغ کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ ضعیف الایمان اس کے پاس جاتے اور عقلمند ہنس کر گذر جاتے۔ یہ واقعہ اس لئے درج کیا گیا ہے کہ محض کسی کے دعوے سے خدا کی خدائی یا ختم نبوت باطل نہیں ہو سکتی بلکہ ایسے مدعیان کے متعلق یہی رائے قائم ہو سکتی ہے کہ یا تو وہ گمراہ اور زندیق ہیں اور یا اپنے حواس کو کھو چکے ہیں۔

سنہ ۱۹۵۳ء کے فتنہ تحفظ ختم نبوت کے ڈھول کا پول تو کھل چکا ہے کہ وہ مذہب کے پردے میں ایک سیاسی تحریک تھی یا جلب منفعت اور گم کردہ شہرت کے حصول کا ایک ذریعہ تھا اور ممکن ہے کہ اس تحریک کے بانیوں نے اس کی ناکامی سے کوئی سبق نہ سیکھا ہو اور ان کی ہوا و حرص اور ہوس اقتدار کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی ہو تو یہ فتنہ پھیر اٹھائے اور پاکستان کے اتحاد و سالمیت کو خطرے میں ڈال دے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ایسی نیم مذہب تحریکات کی تقویت کا انسداد کیا جائے۔ بدقسمتی سے محافظان ختم نبوت نے اپنے ذمہ ایک ایسے امر کو لیا ہے جو ان کی امداد کا محتاج نہیں اور وہ منصب اختیار کیا ہے جس کے وہ اہل نہیں۔ اگر ان کو ختم نبوت کا پاس ہوتا تو وہ آپ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنی رفتار گفتار، کردار اور نمونے سے دنیا پر اس تعلیم کی فوقیت کا اظہار کرتے اور اس طرح آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ثبوت پیش کرتے۔ اور دنیا جب دیکھتی کہ یہ تعلیم انسانوں کو مہذب باخدا اور خدا نما بنا دیتی ہے تو محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت کی قائل ہو جاتی۔ برعکس اس کے جب ایک شخص اٹھا اور اس نے دعویٰ کیا کہ رسول اکرم صلعم کی اتباع کامل اور سچی پیروی سے اس نے خدا کو پا لیا ہے اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز کیا گیا ہے تو انہوں نے اسکو جھٹلایا گویا دوسرے الفاظ میں خاتم النبیین صلعم کی برکت و قوت قدسی کا انکار کیا کہ آپ کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے کوئی انسان اس مقام کو حاصل نہیں کر سکتا اور ختم نبوت سے یہ مراد لی کہ انبیاء کے سوا کوئی انسان شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز نہیں ہو سکتا۔ اور اس پر تحفظ ختم نبوت کے مدعی ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ختم نبوت کا تو یہ مطلب تھا کہ وہ فرض جس کے لئے انبیاء آیا کرتے تھے وہ پوری ہو گئی اب انبیاء کے آنے کی ضرورت نہیں رہی اور آیندہ فیوض نبوت یعنی الہام، کشف، مبشرات اور شرف مکالمہ ہمکلامی صرف خاتم النبیین کی پیروی سے ملے گی چنانچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی چہاردہم نے تمام ادیان باطلہ کو للکارا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو تعلق باللہ کا ثبوت پیش کرو، اور مجھ سے جو اس بات کا دعویدار ہے کہ اسلام ہی صرف سچا مذہب ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع ہی صرف خدا تک پہنچا سکتی ہے علمی دلائل میں، جن کا ثبوت تم کو اپنی الہامی کتابوں سے پیش کرنا ہوگا اور روحانیت مشتمل بر قبولیت دعا اور اظہار غیب میں مقابلہ کر لو لیکن کسی کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی، اور جنہوں نے جرأت کی ان کو خدا کے ہاتھ نے ہلاک کر دیا۔ چنانچہ یہ ظاہر ہوئی بھی آپ کی تین پر ہیبت اور پر شوکت پیشگوئیوں اول جلسہ مذاہب اعظم میں آپ کے مضمون کا سب سے برتر ہونا دوم قتل لیکھرام آریہ اور سوم سنہ ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کا شاہد ہیں ہے۔ اس کو تحفظ ختم نبوت کہتے ہیں۔ وہ مرد خدا ختم نبوت کو ثابت کر کے دنیا سے رخصت ہو گیا لیکن اس کا دعویٰ اب بھی قائم ہے اور جو شخص اسے ختم نبوت کا منکر کہتا اور انبیاء غیب اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے انکار کرتا اور اس کو جھوٹا خیال کرتا ہے وہ اب بھی میدان میں آئے اور ختم نبوت کا واسطہ دے کر خدا کے حضور علانیہ دعا کرے کہ چونکہ مرزا غلام احمد کاذب تھا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ تھا، اس نے محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین کی سچی پیروی سے کچھ حاصل نہیں کیا تھا، جیسا کہ وہ دعوے کرتا تھا۔ پس اسے علیم و خبیر خدا میں تیرے حضور دعا کرتا ہوں کہ اگر وہ سچا تھا تو مجھ کو ایک سال کے اندر ایسے عذاب سے ہلاک کر

انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو تا کہ حق و باطل میں فیصلہ ہو جائے"۔ تو انشاء اللہ العزیز وہ ضرور ہلاک ہوگا۔ جس میں ہمت ہو وہ میدان میں آ کر دیکھ لے۔

عقلمندو اگر تم نے ختم نبوت کی حقیقت کو سمجھا ہوتا تو تمہیں تحفظ ختم نبوت کا وہم پیدا ہی نہ ہوتا وہ تو خدا کی اپنے ہاتھوں سے تعمیر اور تکمیل کردہ عمارت ہے اس کی آخری اینٹ اس میں لگ چکی جو اس طرف اشارہ تھا کہ انبیاء کی بعثت کی غرض پوری ہو چکی اور اب دنیا میں کوئی نبی نیا یا پرانا نہیں آئے گا۔ لیکن ایک طرف خدا کے بندے پر نبوت کا افترا کر کے دنیا کو فریب دیتے ہو کہ قصر نبوت متزلزل ہو گیا ہے اور دوسری طرف ایک پرانے نبی کا آنا مان کر اس میں کسی رخنہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ جانتے ہو اس کے کیا معنے ہیں اس کے معنے یہ ہیں کہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین کی قوت قدسی ختم ہو گئی اور آپ اپنی بگڑی ہوئی امت کی اصلاح کرنے میں ناکامیاب رہے لہذا بنی اسرائیل کا ایک نبی لایا جائے جو امت محمدیہ کی جو بگڑ چکی ہے اصلاح کرے۔ کیا اس صورت میں ختم نبوت باقی رہے گی۔ یہ کہنا کہ وہ امتی بن کر آئیں گے اول تو قرآن کریم کی نص صریح وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ کے خلاف ہے۔ لیکن ہم دریافت کرتے ہیں کہ اگر ایک نبی بنی اسرائیل امتی بھی بن کر آئے تو کیا محمد رسول اللہ صلعم کی ناکامیابی میں کوئی فرق پڑتا ہے نعوذ باللہ من هذه الهفوات۔ کیا تمہارے دلوں میں یہی محمد رسول اللہ صلعم کی عزت ہے اور کیا ختم نبوت کا یہی تمہارے ذہنوں میں تصور ہے ۔

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے قادیانی بھائیوں نے بھی ختم نبوت کی بہت رکیک تاویلیں کی ہیں ۔ ان کے خلیفہ صاحب نے جب وہ مسند خلافت پر متمکن نہیں ہوئے تھے سنہ ۱۹۱۰ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے كَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا کے تحت ایک نکتہ لکھ کر دنیا کو چیلنج کیا تھا کہ کوئی ایسا شخص دکھایا جائے جو محمد رسول اللہ صلعم کے بعد دعوے نبوت کر کے کامیاب ہوا ہو۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد دنیا سے کامیاب رخصت ہوا یا نہیں؟۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو ان کے معیار کے مطابق وہ نبی نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک قادیانی اور دیگر مسلمان ایک ہی کشتی میں سوار ہیں ۔ صرف نئے اور پرانے کا فرق ہے ۔ احمدیہ جماعت لاہور ہی صرف ختم نبوت کی محکم چٹان پر کھڑی ہے ہمارا ختم نبوت کے متعلق صاف اور سیدھا مذہب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نیا ہو یا پرانا ۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

ڈچ اور برٹش گائنا میں احمدیت کی خدمات اسلام

محمد فاضل رمضان صاحب ایک نہایت ہی مخلص نوجوان ہیں جو ایک سال سے ڈچ گائنا سے بغرض تعلیم اسلام تشریف لائے ہوئے ہیں، ذیل کا مقالہ انہوں نے ۲۷ دسمبر ۱۹۵۴ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پڑھا۔

صدر محترم اور برادران اسلام

آج مجھے بے حد مسرت ہے کہ خدا نے مجھے پھر یہ موقعہ دیا کہ میں پورے ایک سال کے بعد آپ سے خطاب کروں۔ آج مجھے اس پر بھی فخر ہے کہ میں اس سٹیج پر کھڑا ہوں جہاں سے خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ جیسے عظیم القدر مقرر اور مصنف نے اسلام کی تجدید و احیاء کا پیغام دنیا کو دیا۔ اور جسے ڈاکٹر بشارت احمد علیہ الرحمۃ جیسے اکثر درس قرآن دینے والے کی نشست کا فخر حاصل ہے اور جسے مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ جیسے مفسر قرآن اور مجاہد اسلام کی قدم بوسی میسر رہی ۔ اور سب سے بڑی بات جو فخر کرنے کی ہے وہ یہ ہے کہ اس چھوٹے سے زمین کے ٹکڑے نے خدا کے مسیح کو خوش آمدید کہا اور یہاں اسلام پر وہ لٹریچر پیدا ہوا جس کی نظیر دنیا کی کوئی مذہبی انجمن پیش کرنے سے قاصر ہے ۔ اور اسلام کی دینی برادری کا ایک نمونہ دنیا کو پیش کیا گیا کہ میں، جو ہزاروں میل کا سفر طے کر کے یہاں آیا ہوں، اپنے آپ کو اپنے ہی بھائیوں میں پاتا ہوں۔ کاش کہ مجھ میں اور آپ سب میں ان بزرگ ہستیوں کی طرح قربانی و ایثار اور اسلام اور خدا اور رسول سے عشق کا جذبہ پیدا ہو تاکہ جماعت احمدیہ کا قدم اتحاد اور کامیابی کی راہ پر گامزن رہے ۔

مسلمانان ڈچ گائنا کا مذہبی جذبہ

ہم ڈچ گائنا کے مسلمانوں میں مذہبی علوم کا اتنا چرچا تو نہیں ہے لیکن میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم میں قربانی اور ایثار اور خدا اور اس کے رسول کے دین سے عشق کے جذبات ضرور موجود ہیں ۔ میں تو آپ کے سامنے ہی کھڑا ہوں ۔ جس کو نہ انگریزی آتی ہے نہ اچھی طرح اردو بول سکتا ہوں، اور نہ ہی عربی کا عالم ہوں، نہ قرآن کا جاننے والا ۔ لیکن خدا اور اس کے رسول کے پیغام سے محبت اور جذبۂ قربانی مجھے ہزاروں میل سے یہاں لے آئے ہیں ۔ خدا کی مدد سے اور آپ لوگوں کی دعا سے میں پچھلے چھ ماہ میں کافی اردو، عربی اور انگریزی پڑھ چکا ہوں اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے زیادہ سے زیادہ علم عطا فرمائے ۔

ڈچ گائنا میں احمدی خیالات کا آغاز

خیر اب میں آپ کو کچھ اپنے ملک کے حالات سناتا ہوں ۔ کہ کس طرح ڈچ گائنا میں اسلام پھیلا اور احمدیت نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں کیا کام کیا ہے۔

شروع شروع میں مسلمان چونکہ بہت ہی کم تعداد میں تھے اور وہ بھی ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ اس لئے ان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ کچھ کریں، لیکن رفتہ رفتہ ان میں کچھ حرکت پیدا ہونے لگی ۔ ان لوگوں میں اکثریت سنت والجماعت کی تھی ۔ چنانچہ سنت والجماعت کا ایک مولوی کرامت خان مسلمان ممالک سے لٹریچر منگوا کر بیچا کرتا تھا ۔ اور اس کے علاوہ بچوں اور عورتوں کو دینی تعلیم دینے کا کام بھی کرتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب اس کے ہاتھ آ گئی جس میں عیسائیوں کے اسلام پر اعتراضات کے جواب اور اسلام کی صداقت کے حق میں دلائل دیئے گئے تھے ۔ مولوی کرامت خان صاحب لوگوں کو اس کتاب کے مصنف کا نام بتائے بغیر اس کو پڑھ کر لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ جماعت میں اس کی عزت بڑھنی شروع ہوئی اور لوگ اسکو عالم جاننے لگے ۔ کیونکہ وہ لوگوں کے سوالات کا صحیح اور معقول جواب دیا کرتا تھا ۔ کچھ دیر بعد جب اس کے ہمعصر اور ہمخیال لوگوں کی تعداد کافی ہو گئی تو اس نے ایک جماعت کی بنیاد ڈالی جس کا نام حمایت اسلام رکھا ۔ میرے والد صاحب بھی اس جماعت کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے ۔ اس وقت تک احمدیت کے نام سے لوگ بالکل ناواقف تھے لیکن لوگوں کے ذہن احمدی خیالات اور طرز فکر کے لئے ہموار ہو چکے تھے ۔ اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اسی زمانے سے ڈچ گائنا میں احمدیت کے شاندار دور کا آغاز ہوتا ہے ۔ اسی زمانے میں مولوی امیر علی صاحب جواب ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ کے مفتی ہیں اور جنہوں نے یہاں سے تعلیم حاصل کی ہے ڈچ گائنا تشریف لے گئے ان کے جانے سے مسلمانوں میں ایک جان پیدا ہو گئی، اور انہوں نے اب ..... مسلمانوں کو متحد کرنا ..... اور تبلیغ اسلام کے کام کو سرگرمی سے سرانجام دینا شروع کیا ۔ ان کے قیام کے دوران میں چند لوگوں نے ان کے علم اور تجربہ سے پورا فائدہ اٹھایا ان چند لوگوں میں میرے والد بزرگوار بھی شامل تھے ۔

تکفیر کی وبا

اس وقت تک مسلمانوں کی اس جماعت میں تکفیر کی وبا نہ پھیلی تھی ۔ لیکن مولویانہ ذہنیت رکھنے والے حضرات ہر جگہ موجود ہوتے ہیں ۔ چنانچہ ایک شخص حفیظ خان جو کہ اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا کرامت خان کی شہرت اور عزت کی وجہ سے اس سے حسد کرنے لگا ۔ اور اس نے ہندوستان قبل از تقسیم کے مختلف علماء سے کفر کے فتوے منگوائے اور احمدیوں کے خلاف کفر کا فتوے لگا کر اپنی

... کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ مولوی کرامت خان صاحب کو لالچ بھی دی کہ تم اگر ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ گے تو ہم تمہیں یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے۔ پہلے پہلے تو وہ اس کوشش میں ناکام رہے۔ لیکن بالآخر کرامت خان احمدیت سے منکر ہو گیا۔ اور احمدیت کی بڑی سختی سے مخالفت کرنے لگا۔

مخالفین کا مقابلہ

اس وقت جماعت کی تعداد بھی کم تھی اور ایسے لوگوں کا ملنا مشکل تھا جو اس مخالفت کا مقابلہ کرتے۔ اور جماعت کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کرتے۔ لیکن مولوی امیر علی صاحب کی آمد پر جن لوگوں نے ان سے کچھ سیکھا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کیا تھا، ان میں خدا نے ایک نڈر جذبہ پیدا کر دیا۔ اور ان چند لوگوں نے جن میں میرے والد صاحب بھی شامل تھے کچھ کتابیں ان اعتراضات کے جواب میں لکھ کر چھپائیں، چنانچہ اس طرح جماعت میں کچھ حوصلہ بڑھتا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ احمدیوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔

عیسائیت سے مناظرہ میں اہل سنت والجماعت کی شکست

اس اثناء میں اہل سنت والجماعت نے عیسائیوں سے مناظرہ کا چیلنج قبول کر لیا۔ چنانچہ مناظرہ ہوا اور سنت الجماعت لوگوں کو شکست ہوئی اور عیسائیوں نے ان سے ایک اعلان پر دستخط کرا کر کہ مسلمانوں کا مسیح کے وفات پا جانے کا عقیدہ باطل ہے اور عیسائیت کا عقیدہ ہی ٹھیک ہے اس کو شائع کر دیا۔

احمدیوں کی فتح

جب احمدیوں کو یہ پتہ چلا تو انہوں نے بھی یہ اعلان کیا کہ کیا سارے مسلمان جاہل ہیں، کیا ہوا اگر آپ لوگ چند جاہل علماء سے جیت گئے۔ چنانچہ احمدیوں کی طرف سے میرے والد صاحب اور ماسٹر ایوب گلزار گئے اور وفات مسیح پر مناظرہ ہوا اور احمدیوں کو فتح ہوئی۔

منشو صاحب کی آمد اور جماعت کی مضبوطی

اس وقت مولانا بشیر احمد منشو صاحب ڈچ گائنا تشریف لے گئے۔ ان کے جانے سے جماعت کافی مضبوط ہو گئی مولانا صاحب کی سادگی، دلکش تقاریر اور منہ توڑ دلیلوں نے اسلام کی سچائی کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ثابت کر دیا۔ اور یہ معلوم ہو گیا کہ اس زمانہ میں اگر صحیح معنوں میں اسلام کی دفاع اور تبلیغ کا کام کوئی جماعت کر رہی ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ کیونکہ اس کے بانی کے آنے کی غرض ہی اسلام کا دفاع اور اس کی تبلیغ کرنا تھا۔ اور اس کے لئے حضرت اقدس نے وہ جذبہ اور عشق پیدا کیا کہ ہم ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے اس زمین سے فیض پانے اور یہاں سے علم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔

ایک مخالف مولوی کی آمد اور بُرا اثر

منشو صاحب کے جانے کے بعد ایک صاحب مولانا عبدالعلیم صدیقی تشریف لائے ان کے آنے سے بجائے اس کے کہ اسلام کا کچھ اچھا اثر لوگوں پر پڑتا بہت بُرا اثر پڑا اور ان کی وجہ سے کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ انہیں جلد ہی واپس بھیج دیا گیا۔

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی ڈچ گائنا میں

مولانا عبدالعلیم صدیقی کی وجہ سے احمدیت اور اسلام کے متعلق لوگوں میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی تھیں اور یہ دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔ آخر ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے کسی مبلغ کو بلایا جائے اور اس کے لئے مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی کا نام تجویز کیا گیا چنانچہ انجمن نے کمال مہربانی سے مولانا صاحب کو بھیجا۔ مولانا صاحب کے جانے سے احمدیہ جماعت کی شان دوبالا ہو گئی اور مولانا صاحب کے لیکچروں میں ہزاروں ہندو اور عیسائی آتے تھے اور مولانا صاحب کے علم کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

ہندوؤں سے مناظرہ

ایک موقعہ پر ہندوؤں کے ساتھ مناظرہ ہوا تو پنڈت صاحب منتر پڑھ کر اس کا غلط ترجمہ کرنے لگے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مولانا صاحب سنسکرت کہاں جانتے ہوں گے۔ لیکن جب مولانا صاحب نے اس کو ٹوکا اور کہا کہ تم غلط ترجمہ کر رہے ہو تو وہ شرمندہ رہ گیا اور مولانا صاحب کے آگے انہیں شکست ہوئی۔ اس کے بعد ہندوؤں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ مولانا سے کوئی مناظرہ نہ کریں گے۔ لیکن لوگ فرداً فرداً آ کر وید کے متعلق مختلف سوالات کرتے اور ان کا بڑا معقول جواب پاتے۔ غرضیکہ مولانا صاحب کا وہاں جانا بہت ہی بابرکت ثابت ہوا جس نے احمدیوں کے حوصلے بڑھا دیئے۔ اور اب وہ وہاں بڑے زور شور سے کام کر رہے ہیں۔

اٹھارہ ہزار احمدی ڈچ گائنا میں

اس وقت ڈچ گائنا میں مسلمانوں کی بیس ہزار آبادی میں سے اٹھارہ ہزار جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہیں۔ اس ساری جماعت کو "اسلامی جماعت" کے نام سے چلاتی ہے۔ اس وقت ڈچ گائنا میں ہماری انجمن کی ۸ شاخیں ہیں اور ہر شاخ میں ہماری مسجد اور مبلغ موجود ہیں۔ جگو صاحب جو کہ دو ڈھائی سال ہوئے یہاں سے پڑھ کر واپس گئے ہیں وہ ان مبلغین کے سربراہ ہیں۔

برٹش گائنا میں انجمن کی بنیاد

حال ہی میں ڈچ گائنا سے جگو صاحب برٹش گائنا گئے تھے۔ اور ان کی کوشش سے وہاں کے احمدیوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام برٹش گائنا کی بنیاد رکھی اور ایک ماہانہ رسالہ "مسلم ٹائمز" بھی شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یاد رہے کہ جگو صاحب سے پہلے منشو صاحب اپنے دورے میں انجمن اور رسالہ کے اجراء کے لئے زمین ہموار کر چکے تھے۔ ابھی حال میں وینزویلا کے قریب ایک جزیرہ کراسول میں وہاں کی انجمن نے مبلغ بھیجا ہے اس مشن کی بنیاد ڈالنے میں جگو صاحب نے بہت کاوش اور محنت سے کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہماری جماعت کے ایک بہت ہی مخلص آدمی احمد علی صاحب ہیں جو اپنے خرچ پر ایک پندرہ روزہ اخبار جس کا نام حقیقت اسلام ہے نکالتے ہیں گو اس کی چھپائی اتنی اچھی نہیں، لیکن وہ جماعت کے لئے مفید کام کر رہا ہے۔

خواتین کا کام

پیشتر اس کے میں اپنے مضمون کو ختم کروں میں چند باتیں وہاں کی خواتین کے متعلق بتانا چاہتا ہوں، کہ وہ جماعت کے لئے کیا کرتی ہیں۔ اور اب تک انہوں نے کیا کیا ہے ہماری خواتین جماعت کے سوشل کاموں میں بڑی گرم جوشی سے حصہ لیتی ہیں، وہ مختلف جگہوں پر جا کر لوگوں کو کھانا کھلاتیں ان کی تیمار داری کرتیں اور اسی قسم کے دوسرے کام... مثلاً قیدیوں کی جا کر خبر لیتیں، ان کو کپڑے وغیرہ بنا کر دیتیں اور ان کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آتیں تھیں اس طرح لوگوں میں احمدیہ جماعت کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے ابھی حال ہی میں جب میں روانہ ہونے والا تھا تو عورتوں نے اپنے طور پر چندہ اکٹھا کر کے احمدی جماعت کی طرف سے ایک یتیم خانے کی بنیاد رکھی۔ جو اب مکمل عمارت بن گئی ہے۔

نوجوانوں اور بزرگوں کا کام

ہماری تمام مساجد اور یتیم خانے مسلمان مردوں اور عورتوں کی اجتماعی کوشش کا نتیجہ ہیں۔ یتیم خانہ کی تعمیر کے سلسلہ میں آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ تمام نوجوان اور بزرگ اینٹیں اور سیمنٹ تک اٹھا اٹھا کر مستری کو دیتے رہے تاکہ مزدوری کے اخراجات کم ہوں یہ کام اتوار کے دن ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ اس دن سب کو چھٹی ہوتی ہے۔ اس بارہ میں ہمارے صدر صاحب کا حکم گویا پتھر پر لکیر ہوتی ہے، ہر ایک کو ان کا حکم ماننا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک لوگوں میں اپنے بزرگ کے حکم کا احترام نہ پیدا ہو تب تک جماعت میں یکجہتی اور اتحاد پیدا نہیں ہو سکتا۔

آپ کا کام ہمارے لئے آب حیات ہے

آپ لوگوں نے جو قربانی اسلام کی تبلیغ کے سلسلہ میں دی ہے۔ اور جو لٹریچر پیدا کیا ہے اس کا پھل ہم لوگ کھا رہے ہیں، یہاں بیٹھے ہوئے شاید آپ اپنی قربانیوں کے نتیجہ کا تصور نہ کر سکیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سب کچھ ہمارے لئے آب حیات ہے جس کے لئے مغرب کے تمام مسلمان آپ کے شکر گذار ہیں۔

سانحہ ارتحال

یہ افسوسناک خبر نہایت رنج واندوہ سے پڑھی جائیگی کہ راولپنڈی کے مشہور تاجر اور محترم شیخ نیاز محمد صاحب وزیر آبادی کے عزیز رشتہ دار جناب بہادر محمد اسمٰعیل صاحب اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ہمیں اس حادثہ میں مرحوم کے اعزا و اقارب سے دلی ہمدردی ہے۔

جلسہ سالانہ کی مختصر روئداد

بسلسلہ اشاعت گزشتہ

سالانہ رپورٹ پڑھی جانے کے بعد جناب مولانا یعقوب خان صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور تحریک احمدیت کے متعلق اپنے بیش قیمت خیالات سے حاضرین کو مستفید فرمایا آپ نے فرمایا کہ مسلمان قوم نے اس تحریک کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا اور لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا کے ارشاد قرآنی کو مدنظر نہیں رکھا۔ آپ نے بتایا کہ یہ تحریک اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے اس وقت جب کہ مسلمانوں پر مایوسی کا عالم طاری تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اب اسلام کبھی ابھر نہیں سکتا، حضرت مرزا صاحب کی پہلی کتاب جو شائع ہوئی اس کا نام تھا فتح اسلام، گویا اس وقت بھی آپ کو اسلام کی فتح کے آثار نمایاں نظر آتے تھے، چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا اور آپ کی تبلیغی مساعی اور عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام کی مدافعت سے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے اور آج اسلام کے متعلق یورپ کے خیالات میں نمایاں انقلاب پایا جاتا ہے آپ نے بتایا یہ تو اسلام کی روحانی فتح کے حاصل کرنے میں احمدیت کا حصہ ہے، جس کی کوئی نظیر اسلامی دنیا میں موجود نہیں اگرچہ احمدیت سے دیکھا دیکھی اور بھی کئی تحریکات اٹھیں اور یا ہر تبلیغ کی بھی کوشش کی گئی، لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں انہیں بیٹھ جانا پڑا، مگر یہیں تک نہیں، پاکستان کے قیام کی تحریک بھی احمدیت ہی مرہون منت ہے، اس میں شک نہیں کہ قائد اعظم اس تحریک کے سب سے بڑے علمبردار تھے، لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ قیام پاکستان کا خیال سب سے پہلے علامہ اقبال کے دل میں پیدا ہوا اور یہ وہ علامہ اقبال ہیں جن کی قلبی اور ذہنی تربیت احمدی ماحول میں ہوئی، اس بارہ میں فاضل مقرر نے مولنا عبدالمجید صاحب سالک کی ایک نو تصنیف کتاب "ذکر اقبال" سے چند ایک حوالجات پیش کئے جن سے پتہ لگتا ہے کہ مولنا میر حسن صاحب مرزا صاحب کے گہرے دوست اور مداح تھے، وہ قادیان بھی گئے، اور واپسی پر حضرت مرزا صاحب ان کے ساتھ نہر تک پیدل چل کر آئے اور علیحدگی میں بھی کچھ باتیں کیں اس کے علاوہ مولنا میر حسن صاحب کے چچیرے بھائی میر حامد شاہ صاحب حضرت مرزا صاحب کے مریدین میں سے تھے، جن کے مرنے پر میر حسن صاحب نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کا دامن ہر قسم کی آلودگی سے پاک رہا ہے محترم خانصاحب نے یہ بھی بتایا کہ مولانا میر حسن صاحب کے علاوہ اقبال کے بڑے بھائی عطا محمد صاحب بھی احمدی تھے جن کے ساتھ انکے تعلقات محبت نہایت گہرے تھے، ان تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کے قلب و دماغ سے پاکستان نکلا اس کی پرورش احمدیت کی گود میں ہوئی تھی، اور اس لئے قیام پاکستان بھی فی الحقیقت احمدیت ہی کے دل و دماغ کا نتیجہ ہے۔

فاضل مقرر نے یہ بھی بتایا کہ آج تحفظ ختم نبوت کے نام سے ہماری جماعت کے خلاف بھی محاذ قائم کیا گیا ہے حالانکہ ہماری جماعت تحفظ ختم نبوت کیلئے ہی قادیانی جماعت سے علیحدہ ہوئی تھی، اور اس بارہ میں احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری کا اپنا بیان ہے، جنہوں نے بقول فاضل مقرر تحقیقاتی عدالت کے سامنے اقرار کیا تھا کہ اگر جماعت لاہور نہ ہوتی تو ختم نبوت کا معاملہ مخدوش ہو جاتا، اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی بتایا کہ قائد اعظم نے لوگوں کی کوشش کے باوجود اس بات کو پسند نہیں کیا کہ جماعت احمدیہ کو اسلامی تحریکات سے علیحدہ کیا جائے انہوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ جو شخص یا جو فرقہ اور جماعت اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے وہ مسلمان ہے انہوں نے مہاتما گاندھی کے اس سوال پر کہ مسلمان کون ہے انہیں یہ جواب دیا کہ:—

Surely, Mr. Gandhi, you know what the word Muslim means.

یقیناً مسٹر گاندھی آپ اس .... بات کو خوب جانتے ہیں کہ لفظ "مسلمان" کے کیا معنے ہیں، کشمیر مسلم کانفرنس میں جب احمدیوں کی ممبریت کے خلاف اعتراض کیا گیا تو قائد اعظم نے اسکو رد کر دیا اور ایک مسجد میں جہاں یہ بورڈ لگا ہوا تھا کہ کوئی مرزائی اس میں داخل نہ ہو سکتا اسوقت تک داخل نہیں ہوئے جب تک اس بورڈ کو وہاں سے نہ اتروا دیا۔

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ میرے ایک عزیز دوست جو ایک یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے، دہریہ تھے، لیکن وہ کہا کرتے تھے کہ جب میں مرزا صاحب کی تصنیفات کو پڑھتا ہوں تو عالم وجد طاری ہو جاتا ہے، اس کے مقابلہ میں آج جماعت اسلامی کے مایۂ ناز مفکر مولانا مودودی کے خیالات یہ ہیں کہ لونڈیوں سے بغیر نکاح تعلقات مباشرت جائز ہیں، متعہ جائز ہے، قتل مرتد ضروری ہے۔

ان تمام خیالات و واقعات کو بیان کرنے کے بعد آپ نے اس بات پر زور دیا کہ احمدیہ تحریک مسلمانوں کے انصاف کے لئے چیلنج ہے اور انہیں اس بارہ میں غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

اس اجلاس کی آخری تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمائی، آپ نے آیہ کریمہ قل یٰایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا کی تلاوت فرما کر بتایا کہ اسلام اپنی تعلیمات اور خصائص کے لحاظ سے ایک عالمگیر مذہب ہے، اور اس قابل ہے کہ اسے تمام دنیا میں پیش کیا جائے۔ آپ نے بتایا کہ باوجود اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیوں میں پیدا ہوئے اور خود بھی اُمّی تھے اور آپ کے پاس کوئی لائبریری تھی نہ لکھنے پڑھنے کا سامان، تاہم آپکی تعلیم کے اندر ایسی جامعیت اور وسعت پائی جاتی ہے جو ایک عالمگیر مذہب کے لئے ضروری ہے۔ خدا تعالےٰ اور انسانیت کے متعلق آپ کا تصور عالمگیر حیثیت رکھتا ہے۔ کان الناس امۃ واحدۃ تمام انسانیت ایک ہی کنبہ ہے، یہ تو قرآن کا ارشاد ہے اور آپ خود فرماتے ہیں ان ربکم واحد و اباکم واحد اور فرمایا کونوا عباد اللہ اخوانا پھر قرآن کے متعلق ارشاد ہے تنزیل من رب العالمین یہ قرآن اس خدا کی طرف سے ہے جو تمام عالمین کا رب ہے، ان ھو الا ذکر للعالمین یہ صرف مسلمانوں کے لئے نہیں تمام جہان کے لئے ذکر ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے بتایا تمام انسانوں کی جو یورپ و امریکہ کے رہنے والے ہیں یا ایشیا و افریقہ کے، فطرت ایک ہی ہے اور خدا تعالےٰ نے سب کے لئے ایک ہی قسم کا سامان پیدا کیا ہے اس لئے ان کا دین بھی ایک ہی ہونا چاہیئے جو فطرت انسانی کے مطابق ہو آپ نے بتایا کہ قرآن اپنی تعلیمات کے لحاظ سے ایک ماڈرن کتاب ہے، قرآن نے آج سے تیرہ سو سال پہلے یہ اعلان کیا للّٰہ المشرق والمغرب ایک ہی خدا کی ملکیت ہیں، رب المشارق والمغارب وہ تمام مشرقوں کا بھی رب ہے اور تمام مغربوں کا بھی، یورپ اور امریکہ میں مشرق و مغرب کو حل کرنے والے آج پیدا ہوئے ہیں لیکن قرآن نے تیرہ سو سال پہلے اس کا حل کر دیا، اور جہاں تک رنگ و نسل کا تعلق ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا فضل لعربی علی العجمی ولا لعجمی علی العربی کسی عرب کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے، اس کو کہتے ہیں کلچر اور ریفائنمنٹ، اس کے خلاف موجودہ مہذب دنیا میں رنگ و نسل کی تفریق نے جو مصیبت پیدا کر رکھی ہے وہ تمام دنیا کے لئے موجب تباہی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے بہت سی مثالیں بیان کیں اور اسلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیم کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام دنیا کے پیغمبر ہیں اور اسلام کی تعلیمات ہی اس قابل ہیں کہ تمام دنیا ان کی پیروی سے دنیا و آخرت کی فلاح حاصل کرے ...... اس لئے ہمیں ایسا سامان کرنا چاہیئے کہ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی تعلیم پہنچ جائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس تقریر پر حاضرین کی طرف سے نقدی اور وعدوں کی صورت میں سیم و زر کی بارش

شروع ہوگئی اور جماعت احمدیہ کے غرباء و امراء نے اسلام کے لئے ایثار و قربانی کا یکساں ثبوت دیا۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا لیکچر قتل مرتد پر

۲۶ دسمبر کے دوسرے اجلاس میں جو نماز ظہر و عصر کے بعد شیخ میاں فاروق احمد صاحب کے زیر صدارت شروع ہوا، تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے قتل مرتد کے موضوع پر تقریر فرمائی، آپ نے آیہ کریمہ لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ اسلامی قانون کا منبع اور ماخذ قرآن کریم ہے اگر قرآن کریم کسی امر کے متعلق صراحت کر دے تو پھر کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے قتل مرتد کے بارہ میں بھی قرآن کریم ہی کو دیکھنا چاہیئے، آپ نے فرمایا کہ قتل مرتد کا مسئلہ نتائج اور عواقب کے لحاظ سے نہایت ہی اہم ہے اور اس سے اسلام پر، حضرت نبی کریم صلعم پر، اور قرآن کریم پر بڑی زد پڑتی ہے، آپ نے بتایا کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے مذہبی آزادی دنیا کو بخشی ہے، یہی مذہب دنیا میں امن اور سلامتی پیدا کرنے والا ہے، آپ نے بتایا قرآن کریم کی کسی آیت میں قتل مرتد کا ذکر اشارۃً اور کنایۃً بھی موجود نہیں ہے اس کے خلاف سینکڑوں آیات ایسی ہیں جن میں جبر و اکراہ کے خلاف تعلیم دی گئی ہے اور بہت سی ایسی ہیں جن سے قتل مرتد کی مخالفت پائی جاتی ہے قرآن کریم میں کھلے طور پر مرتد کے طبعی موت سے مرنے کا ذکر ہے، اس کے حبط اعمال کا ذکر ہے، اس پر لعنت کا ذکر ہے لیکن اس کو قتل کرنے کا حکم کہیں موجود نہیں، اس کے ثبوت میں ڈاکٹر صاحب نے کئی آیات پڑھیں مثلاً:-

لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (البقرہ ۲۷۲) اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى (اللیل ۱۲) وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا (الانعام ۱۰۸) وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ (انعام ۱۰۹) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ (الشوریٰ ۴۸) فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ (الغاشیہ ۲۱) اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ (   )

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) اسلام نے دین میں جبر کو جائز نہیں رکھا۔ اور (۲) مرتد کو قتل کرنے کے بجائے اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے، اس کی سزا خود اللہ تعالےٰ دے گا ہمیں دینے کا حکم نہیں۔

اسی سلسلہ میں آپ نے یہ بھی بتایا کہ پہلے تو کہا جاتا تھا کہ صرف اسلام سے روگردانی کرنے والا مرتد ہے، لیکن آج اس کو بڑی وسعت دے دی گئی ہے اور ان لوگوں کو بھی جو آمنت باللہ الخ کے قائل ہیں لیکن کسی فروعی مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہیں، مرتدین میں شامل کرکے لائق دار سمجھا جاتا ہے اور مزہ یہ ہے کہ ایک بھی آیت قرآن کریم کی ایسی پیش نہیں کی جاتی جس میں کسی شخص کو مرتد قرار دیکر اسے قتل کر دینے کا ذکر ہو، آپ نے بتایا کہ مودودی صاحب نے مرتد کی سزا کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس میں صرف ایک ایسی آیت لکھی ہے جس میں مرتدین کا تو کوئی ذکر نہیں صرف جنگ کرنے والوں کا ذکر ہے اور آخر میں آپ نے یہ بھی بتایا کہ قائلین قتل مرتد نے آج کفار کا طریق اختیار کر رکھا ہے جس کا بیان قرآن میں اس طرح ہے وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا غرض ڈاکٹر صاحب ممدوح نے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی، اور یہ امر موجب مسرت ہے کہ آپ اس مضمون کو کتابی شکل میں ترتیب دے رہے ہیں، جو انشاء اللہ جلد مکمل ہو کر شائع ہو جائے گی۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی تقریر

اس اجلاس کی آخری تقریر ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے فرمائی، جنہوں نے حضرت مسیح موعود کے آنے کی غرض آپ کی کتب اور ملفوظات سے سنائی اور بتایا کہ جماعت میں تقوےٰ اللہ اور ٹھیٹھ اسلامی زندگی پیدا کرنا آپ کے آنے کی اصل غرض تھی، اور ہماری جماعت کو اپنے اندر ایسی خصوصیات پیدا کرنی چاہئیں جو آپ کے آنے کی غرض کو پورا کرنے کا موجب ہوں، اور ہماری جماعت کے ہر فرد کی زندگی دوسروں سے ممیز و ممتاز ہو، ڈاکٹر صاحب کی یہ تقریر ہمارے عزیز دوست سلطان محمد صاحب (کراچی) نے اسی وقت قلمبند کر لی تھی، امید ہے کہ وہ جلد ہمارے قارئین پیغام صلح کے استفادہ کے لئے ارسال فرما دیں گے۔

احمدیہ کانفرنس

اسی رات کو احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوا، جس میں مختلف حضرات نے اپنی تجاویز پیش کیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

(۱) مبلغین کی کارگذاری سالانہ رپورٹ میں آنی چاہیئے۔
(۲) بیرونی جماعتوں کی کارگذاریوں کی رپورٹیں سالانہ رپورٹ میں شائع ہونی چاہئیں۔
(۳) ہر ایک احمدی اپنے گھر کے متعلق رپورٹ مرکز میں بھیجا کرے کہ اس کے بچے اور اہل و عیال کی دینی کیفیت کیا ہے اور وہ خدمت دین میں کیا حصہ لیتے ہیں۔
(۴) غیر ممالک میں جن لوگوں کو مسلمان بنایا جاتا ہے کیا انہیں جماعت میں بھی شامل کیا جاتا ہے اور کیا وہ بھی مشنوں کے اخراجات میں کوئی حصہ لیتے ہیں؟

اس سلسلہ میں میاں بشیر احمد صاحب منٹو نے بتایا کہ امریکہ میں ان کے ذریعہ سے جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جو برضا و رغبت خود جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے اور امریکن مشن نے کئی ایک پمفلٹس ہزاروں کی تعداد میں چھپوائے اور شائع کئے ہیں جن کے اخراجات وہاں کے نومسلموں نے برداشت کئے۔
(۵) پاکستان میں تبلیغی کام کے متعلق سیکرٹری صاحب نے معذرت کی کہ گذشتہ سال پورے طور پر کام نہیں ہو سکا آئندہ کے لئے لائحہ عمل زیر غور ہے۔
(۶) مرکز میں ایک ریسرچ اکیڈیمی ہونی چاہیئے، جس میں ایک بہت بڑی لائبریری ہو اور ریسرچ سکالر ہوں، اور وہ زمانہ کے خیالات کی رَو کو دیکھیں اور ان پر تحقیقاتی مقالے لکھیں۔
(۷) لاہور میں کئی قسم کی سرگرمیاں ہوتی ہیں جن میں تبلیغی اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے حصہ لیا جا سکتا ہے۔ آج کل کتابوں کی نمائش ہو رہی ہے، مرکز کو چاہیئے کہ ایسی سرگرمیوں پر نظر رکھے اور ان میں حصہ لے۔
(۸) لاہور میں Mass Contact پیدا کیا جائے اور پاکستانی مبلغین کو لاہور میں رکھ کر شہر کے مختلف حصوں میں ان سے کام لیا جائے۔
(۹) اراضیات انجمن میں ماڈرن طریقوں پر کاشت کی جائے۔
(۱۰) ڈچ گائنا، برٹش گائنا اور ٹرینیڈاڈ میں تبلیغی مراکز قائم کئے جائیں۔
(۱۱) تبلیغ کے لئے مالی اور جانی قربانیاں کی جائیں، ریٹائرڈ آدمی مبلغ بنیں اور باقی جماعت کا ہر فرد اپنے حسب توفیق مالی ایثار سے کام لے۔
(۱۲) جو نئے مشن قائم کئے جائیں وہ مضبوط بنیادوں پر ہوں اور ایسا انتظام کیا جائے کہ کسی مشن کو قائم کرکے اسے بند نہ کرنا پڑے۔
(۱۳) بیرونی ممالک سے طالب علم منگوائے جائیں جو یہاں دینی علم حاصل کرکے اپنے اپنے ملک میں واپس جا کر تبلیغ کریں۔
(۱۴) ہر شخص آئندہ سال کم از کم ایک نیا احمدی بنائے اور اسے جلسہ میں ساتھ لے کر آئے۔
(۱۵) باہر سے لوگ دینی اغراض کے لئے یہاں آ کر قیام کریں۔
(۱۶) مہمانخانہ کا انتظام بہتر بنایا جائے۔

ان سب تجاویز کو نوٹ کرکے سیکرٹری صاحب نے اس بورڈ کے سامنے پیش کرنے کا وعدہ کیا جو مجلس معتمدین نے حال ہی میں بنایا ہے۔

۲۷ دسمبر ۱۹۵۵ء

فاضل رمضان صاحب ڈچ گائنا

تیسرے دن حسب معمول دس بجے صبح جلسہ شروع ہوا۔ خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے محترم قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ پشاور کو کرسی صدارت پیش کی اور قاضی صاحب کے زیر صدارت سب سے پہلے ڈچ گائنا کے نوجوان طالب علم فاضل رمضان صاحب نے (جو علم دین حاصل کرنے کے لئے ایک سال سے یہاں آئے ہوئے ہیں) ایک مقالہ پڑھا، جس میں ڈچ گائنا کے مسلمانوں کے حالات اور احمدی جماعت کی سرگرمیوں کا مفصل حال بیان کیا گیا، یہ مقالہ اسی نمبر میں دوسری جگہ درج ہے۔

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کی تقریر

اس کے بعد خان بہادر غلام ربانی صاحب نے یورپ میں تبلیغی سرگرمیوں کا حال سنایا اور بتایا کہ حضرت

مسیح موعودؑ نے عیسائیت کو دلائل و براہین سے شکست دیکر کسر صلیب کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے اس کی نظیر اس زمانہ میں کہیں نہیں ملتی، انہوں نے کئی مرتبہ فرمایا کہ مسیح کی موت میں عیسائیت کی موت ہے اور یہ حقیقت بیں صحیح ہے، آج کوئی عیسائی کسی احمدی کے سامنے نہیں آتا، اس سے بڑھکر حضرت مسیح موعودؑ نے یورپ میں تبلیغ اسلام کی طرح ڈالی، اور قرآن کا انگریزی ترجمہ کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا جو بفضلہ تعالےٰ اس دور کے ذریعہ پورا ہوا جسکو حضرت نے "میری شاخ" کا نام دیا ہے آج وہ ترجمہ یورپ میں ایک سٹینڈرڈ ورک سمجھا جاتا ہے، آپ نے اسی سلسلہ میں ووکنگ مسلم مشن کے قیام، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تبلیغی خدمات، لارڈ ہیڈلے اور دیگر امراء کے قبول اسلام کا مفصل حال بیان کیا اور بتایا کہ انگلستان میں مسیح موعودؑ کے علم کلام کی ضرورت ہے۔ اور جو شخص وہاں تبلیغ کے لئے جائے وہ بڑے بلند پایہ کردار کا مالک ہونا چاہیئے، اپنے متعلق بتایا کہ جتنا عرصہ میں انگلستان میں رہا ایک

Roaming Missionary

(چلتے پھرتے مبلغ) کا کام کرتا رہا۔ اور ہر جگہ کتابیں اور پمفلٹس تقسیم کرتا رہا، آپ نے بتایا کہ ووکنگ مشن کو آج انگلستان میں ایک مرکزی تبلیغی ادارہ کی حیثیت حاصل ہے اور مسلمان ہونے کے لئے ووکنگ مشن کی سند ضروری سمجھی جاتی ہے، مسجد ووکنگ کے موجودہ امام ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کے بلند کردار اور مخلصانہ تبلیغی جدوجہد کی بہت تعریف کی۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی تقریر

اس کے بعد مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے "ہمارا مقصد" کے عنوان سے تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا ایک لفظ میں ہمارا مقصد "دنیا میں انقلاب پیدا کرنا ہے" کیونکہ ہم بھی ایک انقلابی تحریک ہے مگر ہمارا انقلاب اور رنگ کا ہے۔ کیونکہ ہم خونریزی اور تہ و بالا کر کے انقلاب پیدا کرنا ہے ہم اس کے قائل نہیں، نہ مودودی کی طرح اقتدار حاصل کر کے قرآن کو غالب کرنا چاہتے ہیں، ہم انکسار، تحمل و بردباری اور مسکینی و غربت کے ذریعہ اور دعاؤں کے ذریعہ انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں، ہم حکومت نہیں چاہتے، درویش ہیں اور درویشی کے ذریعہ اسلام کا غلبہ دنیا میں چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا تحریک احمدیت سے پہلے دیوبند یا کسی اور دینی مدرسہ میں بھی قرآن کی تعلیم نہ تھی تحریک احمدیہ کے اثر سے قرآن کی طرف دنیا کی توجہ ہوئی یورپ میں پادریوں نے قرآن کو بہت برے رنگ میں پیش کیا تھا تحریک احمدیہ نے اس کو صحیح اور بہتر رنگ میں پیش کیا جس سے اہل یورپ کی توجہ اس کلام پاک کی طرف مبذول ہو گئی۔

آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کام مسیح موعودؑ اور ان کی جماعت کے سپرد کئے ہیں، کسر صلیب اور قتل خنزیر، کسر صلیب ہو چکی، قتل خنزیر باقی ہے، خنزیر کے معنے میں گندگی سمجھتا ہوں یہ وہ گندگی ہے جو دجالی تاثرات کا نتیجہ ہے، اس وقت تعلیمی کورسوں کو آپ دیکھیں تو ان میں فری ڈپیرسنٹ دائر رکھا ہوا ہے مذہب کا نام بھی نہیں اس کے علاوہ فلم اور ریڈیو اس گندگی کو پھیلانے کا موجب ہیں عام طور پر لوگوں دل و دماغ پیالحاد کا اثر موجود ہے جس کو دور کرنا اور ایک انقلاب پیدا کرنا احمدیت کا کام ہے۔

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کا لیکچر

اس کے بعد شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے پاکستان کے نیشنلسٹ علماء کے مطالبہ کا ذکر کرتے ہوئے اس پر مختلف پہلوؤں سے تبصرہ کیا۔ پوری تقریر آئندہ اشاعت میں انشاءاللہ درج ہو گی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی آخری تقریر

سب سے آخر حضرت امیر ایدہ اللہ نے اختتامی تقریر فرمائی جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ، جنگوں میں آپ کی اور صحابہ کرام کی جانبازیاں اور اخلاق عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آقا کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے ایک جماعت قائم کی، آپ نے جماعت سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں چاہیئے کہ حضرت کے دست و بازو بن جاؤ کیونکہ جماعت کی مدد کے بغیر پیغمبر بھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتا،

آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بے نظیر عربی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے بڑے بڑے فصیح اللسان عربوں کو ان کی تصانیف دکھائی ہیں، انہوں نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ ان کا مقابلہ نہیں ہو سکتا نہ فصاحت بلاغت کے لحاظ سے اور نہ ان حقائق و معارف کے لحاظ سے جو ان میں بیان کئے گئے ہیں، حضرت نے دلوں میں ایمان پیدا کیا اور ان کے خدام دین کی مشعلیں لئے ہوئے یورپ و امریکہ میں نکل گئے، تم بھی ان کا ساتھ دو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص بد بخت ہو کر ان سے بچنے سے ڈرتا ہے کہ اس کی نوکری نہ چلی جائے وہ اپنی نوکری کو نہیں بچا سکتا، لوگ کہیں گے کہ یہ منافق ہے اس کو پہلے اور دیکھو تم قدم پیچھے نہ ہٹاؤ، اسلام تمہاری مدد مانگتا ہے مرزا صاحب رسول اللہ صلعم کے غلام ہیں بڑا بد بخت ہے وہ جو اس کا بازو نہیں بنتا تم اس کے بازو بنو مومن المومنین رجال کی گنتی میں آنے کی کوشش کرو کچھ اپنا روپیہ خرچ کرو جن لوگوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر رکھا ہے وہ اس کو پورا کریں بیٹے بیٹے پیش کریں، آخر میں آپ نے نصیحت کی کہ اپنے گھروں میں قرآن پڑھا کرو، اپنے بال بچوں کو قرآن سناؤ، حضرت مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کا جو ترجمہ اور تفسیر کی ہے اسکو گھروں میں پڑھ کر سناؤ، تمام خواتین تھوڑی تھوڑی دستکاری اچیا ئے قوم کے لئے بنائیں، اور اگلے جلسہ پر پیش کریں۔ اس کے بعد دعا کی گئی اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

فتوحاتِ اسلامی کا راز

حضرت عمرؓ کا ایک مکتوب سپہ سالار افواج کے نام

معاصر برہان (دہلی) میں حضرت عمر فاروق رضؓ کے مکتوبات سرکاری کا بڑا مفید و قابل قدر سلسلہ برابر چل رہا ہے۔ ایک مکتوب سپہ سالار افواج حضرت سعد بن وقاص رضؓ کے نام کا ملاحظہ ہو جو اس وقت ایران کی زبردست سلطنت کے مقابلہ میں افواجِ اسلامی کی کمان کر رہے تھے:-

(۱) میں تم کو اور تمہاری فوج کو تاکید کرتا ہوں کہ ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہیں، کیونکہ خدا کا خوف دشمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار اور جنگ کی سب سے موثر چال ہے۔

(۲) تم اور تمہاری فوج دشمن سے جتنا چوکنا رہیں۔ اس سے زیادہ معاصی سے ہوشیار رہیں، کیونکہ فوج کو دشمن سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا خود اپنے معاصی سے پہنچتا ہے۔

(۳) مسلمانوں کی فتح کا راز یہ ہے کہ ان کا دشمن گنہگار معاصی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہم دشمن پر فتح نہ پا سکیں گے کیونکہ ہماری تعداد اس سے کم ہے اور ہمارے ہتھیار اس کے ہتھیاروں سے گھٹیا ہیں۔ اگر معاصی میں ہم دشمن کے برابر ہوں تو وہ قوت میں ہم سے بڑھ جائے گا اور اگر ہم اپنی راستبازی کی قوت سے اس پر غلبہ نہ پا سکیں تو وہ اپنی فوجی قوت سے یقیناً نہیں پا سکیں گے۔

(۴) تم کو یاد رہے کہ خدا کی طرف سے ایسے فرشتے مامور ہیں جو تمہارے چال چلن پر نظر رکھتے ہیں جن کو تمہارے ہر فعل کا علم ہوتا ہے، ان سے غیرت کرو اور خدا کی نافرمانی (معاصی) سے بچتے رہو۔"

(صدق جدید)

اخبار احمدیہ

ووکنگ سے واپسی

ماسٹر اصغر علی صاحب ووکنگ سے واپس تشریف لے آئے ہیں ان کا موجودہ پتہ:- دار السعید ۲۲۱/۲ جیل روڈ۔ ایبٹ آباد ضلع ہزارہ۔

درخواست دعا

خانبہادر چوہدری روشن دین صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ نے مبلغ یکصد روپیہ انجمن کو عنایت فرمائے ہیں۔ ان کی والدہ صاحبہ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ فوت ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے ان کی طبیعت پریشان رہتی ہے۔ وہ قوم سے عموماً اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے خصوصاً دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

(سکرٹری)

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

سیرت نبوی کے مؤلف کے اخلاقِ محمدی

حسبِ معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ڈیڑھ گھنٹہ دلچسپ صحبت رہی، گفتگو کا زیادہ تر رُخ "ایک قرآنی سوال" مندرجہ صدق جدید ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء پیغام صلح ۵۵-۱۲-۷ رہا۔ مراسلہ نگار نے اس سلسلہ میں پاکستان میں عبدالوہاب عزام سفیر مصر کی دعوت کا ذکر فرمایا ہے جس میں مولانا سلیمان ندوی مرحوم کے "اخلاقِ محمدی" کا ایک خوبصورت نقشہ پیش کیا گیا ہے جو کہ ایک قادیانی صاحب سے گفتگو میں مولانا مرحوم سے ظہور پذیر ہوا۔ ایسے ہی "بزرگوں" کے متعلق مولانا حالی مرحوم نے فرمایا تھا کہ:

"ستون جتنے یہ دُور ہیں آپ دیں سکے"

آہ مؤلف سیرۃ النبی اور یہ لم تقولون ما لا تفعلون کا عبرت انگیز مظاہرہ!! دعوے تو وانك لعلى خلق عظيم کے نائب ہونے کا اور عمل اس کے مخالفین سے بدتر لوگوں کا۔ ایسے ہی نااہل تنگ دل لوگوں نے اسلام کی کشتی کو بیچ سمندر طوفان برباد میں پہنچایا ہے۔ اس مضمون سے یہ بھی پتہ چلا کہ مولانا نے موصوف بہت سی احادیث جو اصح الکتب بعد القرآن کتاب بخاری میں درج ہیں موضوع خیال فرماتے ہیں، یہ ہیں موجودہ زمانہ کے "علمائے عظام" اور ان کا یہ حال، دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور بخوف لومۃ لائم سچی بات عوام الناس کے سامنے کہنے سے ڈریں اور لطف یہ ہے کہ مقابلہ اس پہلوانِ ربِّ جلیل سے جو بہانگ دہل فرماتا ہے

بکارِ دین نہ ترسم از جہانے
کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی "خضر صورت" ہستیوں سے محفوظ رکھے۔

آہ! مولانا عزیز بخش صاحب

شام کو عزیز فرزند ابراہیم بحری ڈاک لے آیا۔ پیغام صلح ۲۸ ۔ ۸ ۔ ۵۵ء آزاد نوجوان اور ایک پیکٹ (جس میں پانچ پانچ کاپیاں "دعوت فکر" اور "درس قرآن" تھیں) وصول ہوئے۔ بستر علالت پر بیٹھا ہوا حسبِ عادت سب سے پہلے پیغام صلح کے اوراق پر نظر ڈالی صفحہ پر بزرگ ملت حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات کے عنوان پر اچانک نظر پڑ گئی، دل پکڑ لیا، تھوڑی دیر کے لئے سکتہ کا سا عالم رہا انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ زبان پر جاری ہو گئے۔ سلسلہ حقہ احمدیت کا یہ رکن عظیم، مسیح وقت کے نشانات میں سے ایک چمکتا ہوا نشان بوڑھا مجاہد اپنے مالک کے بلاوے پر لبیک کہتا ہوا ہم سے جدا ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنا اسوۂ حسنہ ہماری رہنمائی کے لئے باقی چھوڑا ہے۔ اس شمعِ احمدیت کے پروانے نے مرتے دم تک اپنے اس مقدس عہد "دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" کو بطریق احسن نبھایا۔ تقویٰ کے بلند ترین مقام پر پہنچا ہوا تھا۔ آج زمانہ حاضرہ میں الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون کی مقدس ترین ہستیوں میں اس کا شمار تھا۔ جماعت کے لئے ایسی بزرگ ہستیوں کی دعاؤں کی اشد ضرورت تھی، یہ قومی و ملی بہت بڑا نقصان ہے۔ اور یہ حادثہ عظمیٰ ناقابلِ تلافی ہے، یہ قوم و ملت کا مشترکہ صدمہ ہے، عزیزان رحیم بخش و اللہ بخش صاحبان اور مرحوم کی بوڑھی رفیقۂ حیات اور تمام وابستگان سلسلہ کو اللہ تعالیٰ صبرِ جمیل عطا فرمائے اور نوجوانان سلسلہ کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ہر دل سے حرف ماتم ہر شخص آبدیدہ
دنیا سے اٹھ گیا ہے مردِ خدا رسیدہ

اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اس روح عظیم پر نازل ہوں جو آیہ شریفہ یا ایتہا النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي سے اپنے ربّ کی طرف سے نوازا گیا۔

چیمہ صاحب کے مضامین

محترمی الحاج جناب محمد حسن صاحب چیمہ کا مضمون جماعت اسلامی اور ہم پیغام صلح ۵۵-۱۲-۲۸ میں دیکھا۔ اس بصیرت افروز مقالہ کو فقیر کے نام سے ممدوح نے معنون فرمایا ہے، جس کا شکریہ۔ خدا کرے اس مضمون کے درد بھرے الفاظ احباب جماعتِ اسلامی کی ہدایت کا موجب ہوں اور وہ اس پُر آشوب زمانہ میں اپنے خیر خواہ کو سمجھ سکیں، چیمہ صاحب موصوف کے مضامین کا مجموعہ ضرور کتابی صورت میں شائع ہونا چاہیئے، یہ مجموعہ انگریزی اقبالی، پرویزی، مودودی تمام کے لئے سرمہ بصیرت ثابت ہو گا۔

کرشن اوتار کو نہ ماننے کا نتیجہ

مدینہ بجنور۔ مجریہ ۱۷ نومبر کی بنارس کی خبر جس میں وزیر اعلیٰ اتر پردیش شری سمپورنا نند جی وہاں کے ممتاز افراد مسلمانوں کے ایک وفد سے ملاقات کرتے اور وفد کو بایں الفاظ "مسلمانوں کو عرب اور ایران کی طرف سے نظر ہٹا لینی چاہیئے" ذکر ہے۔ زیر گفتگو رہی ہیں نے بتایا کہ افسوس کہ مسلمانوں نے زمانہ کے کرشن اوتار کے لائحہ عمل کو جو اللہ کے اشارہ کے ماتحت بنا کر پیش کیا گیا تھا قبول نہ کیا اور محمد مصطفےٰ صلعم کے عاشق صادق کی آواز پر لبیک نہ کہا۔ آج نقشہ ہی اور ہوتا، شری سمپورنا نند کی ذہنیت جڑ سے کٹی ہوئی ہوتی، ولكل قوم هاد وان من امة الا خلا فيها نذير کی سرمدی تعلیم قرآن پاک کی روشنی میں سمپورنا نند جی یہ فرماتے کہ سارے دنیا میں اللہ کے فرستادہ آئے۔ قرآن کی صداقت اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر مہر تصدیق ثبت ہو جاتی، لیکن ان ستم پرور خود غرض مذہبی، نام نہاد مشائخ طریقت اور دنیا پرست زعمائے سیاست نے اپنی منفعت کی خاطر نہ خود مانا اور نہ عوام مسلمانوں کو اس طرف آنے دیا۔ آج بھی وقت ہے باب توبہ کھلا ہوا ہے۔

ایک جرمن لڑکی کا قبول اسلام

۱۳ دسمبر۔ اخبار الیقظہ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ایک جرمن لڑکی بنام کنیرلا غولف مولر نامی نے قاضی شرع جعفری کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے سماحۃ الحجہ معالی ھبۃ الدین شہرستانی کے لڑکے السید عباس سے نکاح کر لیا اس خبر کو پڑھ کر مسرت ہوئی، سماحۃ الشہرستانی اور ان کے فرزند السید عباس سے پرانی واقفیت ہے۔ اس خوشی کے موقعہ پر کنیرلا موصوفہ کو ہدیۃً اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی بھجوایا۔

ایک تیماپوری مرید کا خط

گھوڑ پوری ضلع پونا سے جناب محمد حسین صاحب گھوڑ سوار صاحب، مولانا محمد عبد اللہ صاحب تیماپوری کے مریدوں میں سے ہیں اور محمدیہ انجمن اشاعت اسلام ممبئی کے رکن ہیں، خط کافی لمبا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات دینیہ کے معترف ہیں خاکسار کو آپ نے ممبریت کی دعوت دی ہے۔ ان کے اس جذبہ کی میرے دل میں قدر ہے جس چیز کو خود اپنے لئے پسند کیا اور بہتر سمجھا وہ اپنے دوسرے ہمجلیسوں کے سامنے بلا تکلف پیش کر دیا۔ سلسلہ کے نوجوانوں میں یہ جذبہ ابھرنا چاہیئے۔ جماعت کی ترقی و توسیع و استحکام کے لئے یہ جذبہ نہایت ضروری ہے۔ موصوف نے لکھا ہے کہ وہ مولانا تیماپوری مرحوم کی چند کتب برائے مطالعہ ارسال فرمائیں گے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ مینجر

جالنیوس کے قلم سے

حقائق دینی اور جدید سائنس کی ترقیات

* ایک طرف جدید سائنسدانوں نے اپنی روزمرہ کی نت نئی ایجادات سے دورِ حاضر کے انسان کو عجیب ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے اور دوسری طرف دینی امور اور قرآنی ہدایات کے بارے میں صحیح راہنمائی کے فقدان نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اب کوئی بھی شخص سائنسدانوں کے انسان کو چاند کی سطح پر اتار دینے سے انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس امر سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ سائنسدانوں کا دعوٰے ہے کہ انہوں نے عملاً ٹیوب کے ذریعہ بچہ کی پیدائش مکمل کی ہے۔ یہ حقائق ہیں جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اب [illegible] یہ ہے کہ ان امور کو قدرتِ خداوندی کی عظمت اور مومنوں کے ذاتِ باری [illegible] سانہ یادتی کا باعث ہونا چاہیئے یا اسے ابتلاء میں پڑ کر گمراہی اور [illegible] الله منتج ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فتنہ ہے کہ جب تک [illegible] قرآنی تعلیم سے نہ کیا جائے گا بہت سے ایمان والوں کے ایمان ڈول جانے کے امکانات موجود ہیں۔ اور ایمانیات کا یہ مسئلہ سیاسیات سے بہت اہم ہے۔

* قرآن کریم کا دعوٰی ہے کہ تخلیق کائنات کا سزاوار محض رب العالمین ہے۔ یہ آسمان اور زمین اور ان میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں وجود خواہ وہ جاندار ہیں یا غیر جاندار، انسان ہیں یا حیوان، سورج، چاند، ستارے، دریا، سمندر اور نباتات و جمادات تمام کو صرف اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ عدم سے وجود میں لانے والا اور نیست سے ہست کرنیوالا اور کن فیکون کے نظارے دکھانے والا محض اور محض رب السموٰت والارض ہے اور جن جن کو بھی اس کے سوا خُدائی کا مقام دیا جاتا ہے یا ان کی عبادت اور پرستش کی جاتی ہے اور خُدا یا خُدا کے بیٹے بنائے جاتے ہیں ان سب کو بھی خدا تعالےٰ نے ہی وجود بخشا ہے اور وہ اس امر کی ذرہ برابر بھی قدرت نہیں رکھتے کہ وہ کائنات کے کسی ایک ذرّے کی بھی تخلیق کرسکیں کسی کو پیدا کر کے اسے زندگی دینی تو کجا وہ اپنی حیات و موت پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔ خدا جب چاہے انہیں اس صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا سکتا ہے کہ وہ قادر و توانا خُدا وہ واحد و یگانہ خُدا تمام تر قدرتوں کا مالک ہے اور کوئی نہیں جو اس کی برابری کرسکے۔ ولم یکن لہٗ کفواً احد۔

* اللہ تعالےٰ نے کس تحدّی سے بیان فرمایا ہے:۔

"ترجمہ:۔ اے لوگو میں ایک عجیب بات بتلاتا ہوں ذرا اسے غور سے سنو، وہ لوگ جنہیں تم خدا تعالےٰ کے علاوہ پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی بنانے پر قادر نہیں ہیں خواہ وہ سب کے سب جمع ہو جاویں اور اگر ان سے ایک مکھی کوئی چیز اٹھا کر لے جاوے تو وہ اسے واپس بھی نہیں لے سکتے کیس قدر کمزور ہے مانگنے والا اور وہ جس سے مانگا گیا۔"

(سُورۃ حج - ۷۴)

* پھر دوسرے مقام پر فرمایا:۔

"کیا وہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بھی خدا کی طرح پیدائش کر سکتے ہیں اور ان پر مخلوق مشتبہ ہوگئی ہے؟ ان سے کہدو کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ واحد قہّار خدا ہے۔"

(سُورۃ رعد - ۱۶)

* جہاں تک چاند پر جانے اور وہاں ایک مہینہ تک انسان کے رہنے کا سوال ہے تو یہ ایک حقیقت ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے مگر خداتعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ:۔

"تم اس زمین میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور یہاں سے ہی تمہارا اخروج کیا جائے گا۔"

* سائنسدان اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ چاند کی سطح پر جانے والے انسان کو اگر زمینی حالات اور فضا ایک گھڑی کے لئے بھی میسر نہ ہو تو وہ وہاں پر تو کیا راستہ میں بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہاں جانے کے لئے جانے سے قبل وہ تمام حالات مہیّا کئے جاتے ہیں جو زمین پر زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔

اس امر سے خداتعالیٰ کی بیان کردہ حقیقتوں پر ایمان راسخ ہوتا ہے جو اس کے پاک کلام میں صدیوں قبل بیان ہو چکی ہیں۔ اور سائنسدانوں نے جو جدید علوم میں ترقی کی ہے وہ بھی قرآنی ہدایات میں پہلے سے موجود ہے۔ خداتعالےٰ کا ہی فرمان ہے کہ آسمانوں اور زمین میں غور و فکر کرو اور تدبّر اور عقل کو بروئے کار لاؤ تاکہ پوشیدہ علوم تمہارے سامنے کھل جاویں۔ یہ الگ بات ہے کہ جن کو کلامِ الٰہی میں مخاطب کیا گیا ہے انہیں یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی اور غیروں نے اس میدان میں سبقت حاصل کی ہے اور "یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا"۔

* قرآنی آیات میں سینکڑوں مقامات پر یہ امر بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالےٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ بطور مثال چند مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱: فرمایا:۔

"وہی ذات ہے جس نے ہر چیز کو اسکی خوبصورتی کے ساتھ بنایا ہے اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی ہے۔"

(سورۃ السجدہ - ۷)

۲: پھر فرمایا:۔

"ان سے کہہ کہ ذرا دیکھو تو سہی کہ آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے اور خداتعالیٰ کی نشانات اور اس کے انذار نہ ماننے والی قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔"

(سورۃ یونس - ۱۰۱)

"مزاج شناس رسولؐ" کی جسارت

متعہ کے جواز پر ڈرامائی استدلال

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کچھ دنوں سے عجیب عجیب اور پُر لطف تحقیقات فرماتے لگے ہیں اگست کے ترجمان القرآن میں انہوں نے اپنی ترجمانی تفسیر "تفہیم القرآن" میں سورہ مومنون کی ابتدائی آیات کی تشریح کرتے ہوئے فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ کے ذیل میں "متعہ" کے جواز کا فتوےٰ ارشاد فرمایا ہے۔

آگے بڑھنے سے پیشتر مناسب ہو گا کہ سورۃ مومنون کی ابتدائی آیات پر ایک نظر ڈال لی جائے تاکہ مولانا مودودی کے جوازِ "متعہ" کا موقف واضح ہو سکے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾

ترجمہ:- یقیناً کامیاب ہو گئے۔ ایمان والے جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ جو لغو باتوں پر دھیان نہیں دیتے، جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور لونڈیوں کے جو لوگ ان (دو ذرائع) کے سوا کوئی اور ذریعہ (اپنے جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کا) اختیار کریں، وہ (حدود شریعت سے) تجاوز کرنے والے ہیں"

ایک بار پھر آپ یہاں رکئے اور پیش نظر آیات پر دوبارہ غور فرمایئے۔ بالخصوص آخری آیت کے معنی و مطلب کی وسعتوں کو ذہن و فکر کے زاویوں میں لایئے اور پھر بتایئے کہ کیا یہ آیت اس امر کی قطعی وضاحت کناں نہیں کہ بیوی اور ملک یمین کے سوا قرآن نے جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اور تمام دروازے مسلمان پر کلیتہً بند کر دیئے ہیں خواہ وہ متعہ ہو یا کچھ اور بلا

لیکن داد دیجئے "مزاج شناس رسولؐ" کی درایت کی کہ ان کے نزدیک قرآن کی یہ نص صریح تحریم متعہ پر کوئی وزنی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے خیال میں متعہ کے ساتھ بعض ایسی چیزیں بھی جائز ہیں جن کا نام لیتے ہوئے بھی کسی علمی مجلس میں شرم آتی ہے۔

معلوم نہیں مولانا مودودی کو متعہ سے کیا دلچسپی ہے کہ اس کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے اپنا دماغ کا پورا سرمایہ میدان تحقیق میں جھونک دیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ شریعت مطہرہ سے اس کا جواز ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں مگر قربان جایئے ان کی محنت و کاوش کے کہ اس کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور اس وقت تک میدان نہیں چھوڑا جب تک کہ ایک وسیع سمندر میں فرضی سے بھرا ہوا جہاز توڑ کر انہوں نے متعہ کے جواز کی صورت پیدا نہیں کر دی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

"فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ایک مرد و عورت کسی تختے پر بہتے ہوئے ایک ایسے سنسان جزیرے میں جا پہنچتے ہیں۔ جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو۔ وہ ایک ساتھ رہنے پر مجبور رہیں اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں ہے۔ ایسی حالت میں اُن کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب و قبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کر لیں جب تک کہ وہ آبادی میں نہ پہنچ جائیں یا آبادی ان تک نہ پہنچ جائے۔ کم و بیش ایسی ہی اضطراری صورتیں اور بھی ہو سکتی ہیں متعہ اسی اضطراری حالتوں کے لئے ہے ———

(ترجمان القرآن بابت ماہ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۲۸)

دیکھا آپ نے مولانا مودودی کو متعہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے کتنا دُور کا چکر کاٹنا پڑا!

پہلی بات یہ ہے کہ چودہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں ایک واقعہ بھی اس قسم کا نہیں ملتا کہ پُورا جہاز سمندر کی سرکش لہروں کی نذر ہو گیا ہو اور صرف ایک تختہ محفوظ رہا ہو جس میں کہ ایک غیر محرم مرد اور عورت بیٹھے رہے ہوں مسلمانوں نے جنگیں بھی لڑیں۔ تجارت بھی کی سفارت بھی کی، انہوں نے مختلف حالات میں طول طویل سفر بھی اختیار کئے۔ جو بحری بھی تھے اور بری بھی تھے اور فضائی بھی؛ لیکن کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی جو مولانا مودودی نے پیش فرمائی ہے۔ گزشتہ چودہ صدیوں کی اسلامی تاریخ میں نہ کوئی اس انداز سے جہاز ٹوٹا۔ نہ کوئی غیر محرم مرد اور عورت اس طرح تختے پر بیٹھے ہوئے کسی سنسان جزیرے میں پہنچے اور نہ کسی نے اس صورت حال سے مضطرو بے قرار ہو کر متعہ کیا۔

اس مثال کا وجود خارج میں تو کہیں دستیاب نہیں ہوتا ہاں البتہ مولانا مودودی کے ذہن کے سمندر میں سفر کرتے ہوئے اگر کوئی جہاز ٹوٹا اور پھر یہ صورت حال پیدا ہوئی ہو تو واقعی یہ دَور حاضر کا ایک اصولی اور بنیادی مسئلہ ہے۔ اس کا حل اگر نہ ہو تو "پھر رہے کہ پورے اسلامی نظام میں ایک بہت بڑا خلا رہ جاتا ہے۔

مولانا مودودی اور ان کی جماعت فقہ کی مخالفت میں ایک دلیل یہ بھی دیا کرتے ہیں۔ کہ فقہ دور از کار باتوں کا مجموعہ ہے۔ اور اس میں ایسے ایسے مفروضوں کو جمع کیا گیا ہے۔ جو پوری انسانی زندگی میں پیش نہیں آ سکتے ——— ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ جماعت اسلامی کے خردمندوں سے کہ کیا متعہ کے جواز کی یہ مثال کبھی پیش آئی ہے ؟ اور خارج میں کہیں اس کے وجود کا پتہ نشان ملتا ہے ؟

فرض کیجئے، اگر یہ صورت پیش آ بھی جائے اور سمندر کی دو دو تین تین سو فٹ کی بے پناہ لہریں کسی مضبوط جہاز کو اس طرح توڑ دیں کہ اس کا صرف ایک ہی تختہ محفوظ رہ سکے جس پر ایک مرد اور ایک عورت بہتے ہوئے کسی سنسان جزیرے میں پہنچ جائیں ——— تو اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ بقول مولانا مودودی کے ایسی جگہ پہنچے ہیں جہاں آدم ہے نہ آدم زاد ؟ وہ ایک بے آباد اور سنسان جزیرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ وہاں ان کو کھانے کی ضرورت بھی ہو گی پینے کی بھی ہو گی، رہنے سہنے کی بھی ہو گی اور گرمی و سردی سے محفوظ رہنے کے لئے مکان کی حاجت بھی ہو گی ——— کیا وہ ان چیزوں کے حصول پر کوئی توجہ نہیں دیں گے ؟ تختے سے اُترتے ہی سب سے پہلے ان کا ذہن اسی طرف منتقل ہو گا۔ کہ چلو پہلے متعہ تو کریں باقی پھر دیکھا جائے گا۔

یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف تو مولانا متعہ ثابت کرنے کے لئے مرد اور عورت کو ایسی جگہ پہنچاتے ہیں جہاں زندگی اور اس کے لوازمات ہی ختم ہیں ——— دوسری طرف جنسی اعتبار سے ان میں وہ [illegible] ذرا اضطراری کیفیت پیدا کرتے ہیں کہ وہ متعہ کے لئے بے چین ہو ہو جاتے ہیں ———!

کیا عقل سلیم اس بات کو مانتی ہے۔ کہ جس مرد و عورت کے پاس نہ کھانے کو روٹی کا ٹکڑا ہے، نہ پینے کو پانی کا قطرہ ہے، نہ پہننے کو کپڑا ہے نہ رہنے سہنے کو مکان۔ لیکن ان میں جنسی بھوک کی تیزیاں اور شدتیں ناقابل برداشت ہیں ؟ اس قسم کا ذلیل آدمی مولانا مودودی کے ذہن میں کوئی ہو تو ہو اس دنیا میں کم از کم پایا نہیں جاتا۔ جب کوئی شخص اس ہولناک صورت حال سے گزرتا ہوا یکا یک بے سر و ساماں ہو گیا ہو اور آبادی کو چھوڑ کر جنگل بیابان میں جا پڑا ہو، آپ ذرا غور تو فرمایئے۔ وہاں اس کے جنسی تقاضے باقی رہیں گے ؟ اور وہ اس لائق رہے گا۔ کہ متعہ کے لئے مضطرب و بیقرار ہو ؟

مولانا کے سامنے غالباً متعہ کی پوری تعریف نہیں ہے۔ اگر متعہ کی پوری تعریف سے وہ باخبر ہوتے تو شاید تفسیر قرآن کے نام سے یہ لغزش ان سے سرزد نہ ہوتی۔

جو لوگ متعہ کی اباحت کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس کا مصرف محض جنسی تقاضوں کو پورا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ ایک مقصد ان کے سامنے یہ بھی ہے کہ وہ سفر میں جائیں تو

انہیں ایک ایسے رفیق کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جو ان کی ضروریات کو سمجھنے اور ان کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ یہ چیز ہمیشہ آبادیوں میں پیش آتی ہے۔ جہاں آدمی کو کھانے پکانے، پہننے اور رہنے بسنے کے لئے کئی قسم کے تکلفات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان کو پورا کرنے کے لئے وہ ایک رفیق کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ شیعہ مسلک نے ایسی صورت میں متعہ (عارضی نکاح) کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس عارضی نکاح میں مرد عورت کو کچھ روپے بھی دیتا ہے یعنی باقاعدہ یہ ایک سودا کی صورت میں طے پاتا ہے۔

متعہ کی اس ضرورت اور تعریف کی روشنی میں مولینا مودودی بتائیں۔ کہ کیا ایک سنسان جنگل میں بھی یہ ضروریات پیش آسکتی ہیں، جہاں کہ زندگی اور اس کے لوازمات ہی ناپید ہیں۔؟

متعہ کے جواز میں مولانا کا یہ مضمون پڑھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کوئی فلم دیکھ رہے ہیں، جس میں ایک وسیع و عریض سمندر دکھایا گیا ہے اور اس میں مسافروں سے لدا ہوا ایک جہاز ایک سطح سمندر پر تیرتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ کہ ناگہاں سمندر میں تلاطم برپا ہو جاتا ہے اور سمندر کی متمرد لہروں کے زوردار تھپیڑے جہاز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں صرف ایک تختہ بچ جاتا ہے، جس پر ایک مرد اور عورت سوار ہیں اور مولانا دیکھ رہے ہیں۔ کہ وہ تختہ بہتے بہتے ایک ایسے جزیرہ میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں کوئی آبادی نہیں ہے۔ وہاں پہنچکر ادھر وہ تختے سے نیچے اترتے ہیں۔ ادھر جنسی بھوک کی شدت انہیں ستانے لگتی ہے۔ یعنی مولانا دیکھ رہے ہیں کہ ان کے سامنے سوائے جنسیت کے اور کوئی مسئلہ اور کوئی مشکل نہیں ہے۔ کھانے پینے کا سامان اور پہننے کے لئے کپڑے وہ تختے پر لاد کر ساتھ لے آئے ہیں، اب صرف ایک مسئلہ ان کے سامنے ہے ——— اور وہ ہے متعہ!!

متعہ کا جواز ثابت کرنے کے لئے مولانا کو کتنے مفروضے قائم کرنے پڑے ہیں کہ عورت میں جاذبیت بھی ہو، اور وہ متعہ کے لائق بھی، پھر وہ دونوں مضطر اور بے قرار بھی ہوں۔

سوال یہ ہے کہ اگر مرد تو مضطر ہو مگر عورت مضطر نہ ہو تو کیا اس صورت میں مولانا اس بات کا ذمہ لیتے ہیں۔ کہ ان دونوں میں سے جو مضطر نہ ہو، اس کو وہ اضطرار .... کے انجکشن دیں گے تاکہ دونوں میں توازن قائم رہے اور وہ متعہ کے لئے تیار ہو سکیں؟

(رفتار زمانہ)

دستوری سفارشات مرتب کرنے والے

تینتیس علماء کی مجلس اور مولانا مودودی صاحب

دستوری سفارشات مرتب کرنے والے مودودی صاحب کی مایۂ ناز تینتیس علماء کی مجلس کے چند درخشندہ ستاروں کے ارشادات گرامی پیش کئے جاتے ہیں جو انہوں نے اپنی مجلس کے مقتدر رکن مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی کے متعلق شریعت اسلامی یعنی قال اللہ اور قال الرسول کی روشنی میں خالصۃً وجہاً للہ تحریر فرمائے ہیں۔

واضح رہے یہ وہ بزرگ مشاہیر علماء ہیں جن کی مجلس کو مولانا مودودی صاحب جمہور مسلمانان پاکستان کی نمائندہ مجلس قرار دیتے ہیں اور خود بھی بنفس نفیس اس معزز مجلس کے رکن ہیں۔

مولانا محمد صاحب داد غفرلہ رب العباد مفتی اعظم پاکستان مرکزی دارالافتاء پاکستان سندھ مدرسہ کراچی۔

اگر مودودی صاحب اور اس کے ہم خیال رفقاء خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے صدق دلی سے تائب و رجوع نہ ہوئے تو آئندہ چل کر مسلمانوں میں ایک مستقل عظیم فتنہ پیدا ہوگا۔ طبقہ علماء راسخین اور محققین مشائخ مودودی صاحب کے گمراہانہ عقائد و بیانی خیالات سے ہرگز متفق و متحد نہیں ہیں۔ مودودی تحریک کی بنیاد و اساس فرقہ خوارج کے عقیدوں پر رکھی گئی ہے۔ طاقت حاصل کرنے کے بعد یہ تحریک مسلمانوں میں خونریز انقلاب پیدا کرے گی۔

مولانا ابوالحسنات صاحب قادری کی صدارت میں جمعیۃ العلماء پاکستان کے سالانہ اجلاس کی قرارداد۔

"مودودی صاحب جمہور مسلمانوں سے مذہباً مختلف ہیں۔ مودودی صاحب نے جمہور مفسرین و محدثین کے خلاف کتاب و سنت کے غلط معنی لیکر ایک نئے مذہب کی بنیاد قائم کی ہے جس کے پیرو جماعت اسلامی کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں مودودی صاحب اپنے آپ کو ایک مجدد کامل اور مہدی تصور کرتے ہیں"۔

(مولانا سید) سعید احمد کاظمی سیکرٹری جمعیۃ العلماء پاکستان نے اپنی سالانہ کانفرنس میں جو کہ غازی کشمیر علامہ ابوالحسنات قادری صاحب کی صدارت میں ہوئی مندرجہ ذیل قرارداد پاس کی "مرکزی جمعیۃ العلماء کا یہ خصوصی اجلاس طے کرتا ہے۔ کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے چونکہ ایک نئے مذہب فکر کی بنیاد ڈالی ہے اور امت مسلمہ کو ایک ایسی قوت اجتہادیہ کی طرف دعوت دی ہے جس کے دامن میں جمہور مسلمانوں کے دین و مذہب کے لئے کوئی جگہ نہیں اس لئے جمعیۃ ان کے ساتھ تعاون کرنے کو مسلمانان پاکستان بلکہ تمام عالم کے لئے ایک خوفناک اقدام قرار دیتی ہے ——— مودودی صاحب کی تحریریں گمراہ کن ہیں۔ محدثین کرام پر طعنہ زنی کر کے منکر حدیث کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔ دجال اور ظہور مہدی کے منکر اور حضور کی مقدس شان میں تیکھے الفاظ لکھ کر شان رسالت کے ساتھ استہزا کر رہے ہیں، صحابہ کرام کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھ کر روافض اور خوارج کو بھی مات کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اور ان کی خود ساختہ جماعت اسلامی سے مسلمانوں کو بچائے، شرعی نقطہ نظر سے عام مسلمانوں کو ان کے حامیوں اور ان کی کتابوں کے مطالعہ اور ان کی تحریک کی تائید سے بچنا فرض ہے۔ ان کی تائید سے نہایت ہی خطرناک اور گمراہ کن نتائج پیدا ہوں گے۔

مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان "اہلسنت والجماعت کے چاروں مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے متفق علیہ مسئلہ تملیک زکوٰۃ کے خلاف علامہ مودودی صاحب اور ان کے متبعین کا اجتہاد جدید و العاملین علیہا کے متعلق نظر سے گذرا حیرت کی انتہا نہ رہی اور بے اختیار دل میں آیا

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

ہاں اس جماعت کے لٹریچر اور جدید جدید کے آثار ظاہرہ (خود رائی۔ اتباع ہوائی انتشار ذہنی سلف صالحین پر تنقید و نکتہ چینی۔ سلف صالحین کی اتباع سے نفرت۔ استنکاف وغیرہ وغیرہ) ایک عرصہ سے مشاہد تھے۔ اور روزمرہ ترقی پر ہیں۔ حضرت العلامہ جناب مفتی صاحب دام فیضہ نے ان آثار قبیحہ کی بناء پر عامۃ المسلمین کو جو احتیاط کرنے کا مشورہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ صحیح ہے بلکہ قابل قدر و قابل شکریہ ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء"

مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور۔ "مودودی صاحب کی تحریرات کا میں نے کافی مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ مودودی صاحب جو اسلام قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ مجددین رحمہم اللہ تعالیٰ آئمہ مجتہدین جعل اللہ مثواہم الجنۃ موجودہ زمانہ کے اہل حق علماء کرام اور عاشقان الٰہی۔ صوفیاء عظام سلف ہوں یا خلف سب کے خلاف ہے۔

مولانا محمد علی صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت۔ مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی کتب سے مندرجہ بالا حوالہ جات (جو رسالہ حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب میں درج ہیں) سے فی الواقعہ ایسے نتائج نکلتے ہیں۔ جن سے اسلام کی بنیاد متزلزل ہو جاتی ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ محمد علی جالندھری عفی اللہ عنہ۔ (رفتار زمانہ)

اسے خدا نور ہدیٰ از مشرق بر آر   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   گمرہاں را چشم کُن روشن ز آیاتِ مبیں

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۷۴۲۷
تار کا پتہ: "تبلیغ لاہور"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۴ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۵۶ء | نمبر ۳

جماعت احمدیہ کا ایک اور درخشندہ گوہر کھو گیا

مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات کا قومی حادثہ

جماعت احمدیہ کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج واندوہ سے سنی جائے گی کہ ۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء کو بروز جمعہ ہماری جماعت کے نہایت درخشندہ گوہر مولانا آفتاب الدین احمد دل کی حرکت بند ہو جانے سے اچانک وفات پا گئے۔ مولانا ممدوح صبح کی نماز کے بعد کچھ دیر تک حسبِ معمول تصنیف کا کام کرتے رہے، تقریباً ساڑھے آٹھ بجے غسل کیا جس کے بعد بستر میں جا کر لیٹ گئے، اور اہلیہ محترمہ سے ایک رومال طلب کیا، وہ جس وقت رومال لے کر ان کے پاس گئیں تو وہ سفرِ آخرت کی تیاری میں تھے اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے آخری سانس لے کر ہمیشہ کی نیند سو گئے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا کی وفات اس قدر "نا گہانی" ہوئی کہ اب تک کہ یہ سطور زیرِ قلم ہیں دل کو یہ باور نہیں آتا کہ ان کو وفات یافتہ یقین کیا جائے، جو کوئی سنتا ہے حیران و انگشت بدنداں رہ جاتا ہے، وہ بوڑھے نہیں تھے۔

زیادہ سے زیادہ ۵۳-۵۴ سال عمر ہوگی، لیکن خدا نے علم اور قابلیت سے اس قدر نوازا تھا، نیکی اور تقویٰ و طہارت اور دوست نوازی، خدمتِ خلق اور خدمتِ دین کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ رات دن کا کوئی لمحہ ان صفات کے ظہور سے خالی نہ تھا، خوش اخلاقی اور خوش گفتاری طبیعت میں ایسی رچی ہوئی تھی کہ ہر شخص جو ایک دفعہ ان سے مل لیتا، ہمیشہ کے لئے اسیرِ محبت ہو جاتا، یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات کی خبر سنتے ہی نہ صرف احباب جماعت بلکہ دوسرے لوگ بھی زار و قطار روتے ہوئے ان کے مکان پر آ جمع ہوئے، تمام دوستوں کو اسی وقت ٹیلیفون پر اطلاع دی گئی، بیرونی احباب کو تاریں دی گئیں، نماز جمعہ کے بعد سب دوست نماز عصر تک بیٹھے رہے اس کے بعد جنازہ پڑھا گیا اور سب احباب نے قبرستان میانی تک جنازہ کا ساتھ دیا، قبر تیار تھی، لیکن چونکہ ان کے چھوٹے صاحبزادے میاں ظفر احمد (طالب علم نشتر میڈیکل کالج ملتان) کی انتظار تھی، اس لئے رات کے آٹھ بجے ان کے پہنچنے پر لاش سپردِ خاک کی گئی، اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں اور برکات ان پر نازل ہوں، ان کی وفات جماعت احمدیہ کے لئے ایک نقصانِ عظیم ہے، مولانا دو مرتبہ انگلستان گئے اور کئی سال تک ووکنگ مسجد کے امام کی حیثیت سے ووکنگ مسلم مشن کے تبلیغی فرائض سرانجام دیتے رہے اس کے بعد جب سے لاہور آئے ہر وقت خدمت دین کے کام میں مصروف رہے۔ آج کل تصنیف و تالیف اور خدمتِ دین کا جو کام وہ کر رہے تھے، اس کی اہلیت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے، بخاری شریف کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے تھے، جو ابھی صرف بارہ پاروں تک پہنچا ہے، اور پہلا پارہ زیر طبع ہے، ہفتہ وار "لائٹ" انہی کی زیرِ ادارت شائع ہوتا تھا، حضرت امیر ایدہ اللہ کی کتاب فلسفۂ قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے تھے، اور ان سب کاموں کے علاوہ ووکنگ مشن کے سیکرٹری بھی تھے جس کے فرائض اتنے اہم ہوتے ہیں کہ پورا وقت چاہتے ہیں، اور ہر ایک اکیلا منحنی سا انسان جو مختلف عوارض میں بھی مبتلا رہتا تھا ان سب کاموں کو یکہ و تنہا سرانجام دیتا چلا گیا اور ان سب کاموں کے علاوہ ایک اور بھی اس کا شغل تھا، اور وہ تھا خدمتِ خلق کا کام، ایک ہومیو پیتھک ڈسپنسری کھول رکھی تھی، جس میں شام کو ایک دو گھنٹے بیٹھ کر

(باقی صفحہ پر)

آفتاب الدین نمبر "پیغامِ صلح" کا یہ پرچہ محض مولانا آفتاب الدین صاحب کی وفات کی خبر دینے کیلئے چار صفحات پر شائع کیا گیا ہے، آئندہ پرچہ چوبیس صفحات پر شائع ہوگا "آفتاب الدین نمبر" کے نام سے مولانا مرحوم کے حالات و اذکار پر مشتمل ہوگا۔

زرِ مبادلہ
پاکستان و ہندوستان سے - چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے - پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

— (مسیح موعود) —

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

— (مسیح موعود) —

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات ایک ناقابل تلافی قومی نقصان ہے

خدا کے رستہ میں مرنے والوں کیلئے مغفرت اور رحمت کا وعدہ

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

خدا کے رستہ میں کام کرنے والوں کی موت

اس رکوع میں دو باتوں کا خصوصیت کیساتھ ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک موت تو عام موت ہے اور ایک موت خدا کے رستہ میں کام کرتے ہوئے آتی ہے، ایک دنیادار کی موت ہے اور ایک دینداری کی وہ لوگ جو خدا کے رستہ میں جان دیتے ہیں، ان کے متعلق فرمایا وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ اگر تم خدا کے رستہ میں شہید کر دیئے جاؤ یا خدا کا کام کرتے ہوئے مر جاؤ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ تو جناب الٰہی سے تمہارے لئے مغفرت ہے وَرَحْمَةٌ مغفرت بھی بہت بڑی چیز ہے جس کا وعدہ خدا فرماتا ہے اور پھر مغفرت کے علاوہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا مالک ہے اور اسکی رحمت بے پایاں ہے وہ رحمت عطا کرنیکا وعدہ بھی فرماتا ہے۔

پھر دوہرایا لَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ اگر تم خدا کے رستہ میں کام کرتے ہوئے مر جاؤ یا شہید ہو جاؤ تو اس بادشاہ کے پاس بھیجدیئے جاؤ گے جو سب کا مالک حاکم ہے، اس کے دربار میں پہنچ جانا انسان کے لئے بہت بڑی عزت و عظمت کی بات ہے۔

مولانا آفتاب الدین کی قربانی

آج ہمارے سامنے ایسا سانحہ پیش آیا ہے جس سے دلوں میں بہت درد اور رقت پیدا ہوئی ہے، مولانا آفتاب الدین کی روح آناً فاناً ہمارے سامنے پرواز کر گئی جس سے ہم کو سخت دھکا لگا اور جس سے حیرانی و پریشانی پیدا ہوئی۔ ان کی وفات ناقابل تلافی قومی نقصان ہے۔ انہوں نے خدا کے رستہ میں کام کرتے ہوئے جان دیدی۔ وہ ساری عمر ہی اسلام کے کام میں مصروف رہے اور ہمیشہ بڑے اخلاص و محنت کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیتے رہے وہ بڑی قابلیت کے انسان تھے اور متفکرین میں سے تھے ان کی قربانی قابلِ رشک نمونہ پیش کرتی ہے، ان کی قربانی بہت بڑی قربانی ہے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر اور وطن کو چھوڑ کر یہاں لاہور میں زندگی گذار دی اور یہیں پر بطور غریب الوطن کے وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون ان کی قابلیت کے آدمی کا ملنا مشکل ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

بابو امام الدین صاحب جہلمی کی وفات

ایک اور ہماری جماعت کے مخلص آدمی آجکل ہی فوت ہوئے ہیں یعنی بابو امام الدین صاحب جہلمی جو بڑے مخلص اور باہمت مرد تھے گذشتہ طوفان میں جو سلسلہ عالیہ کیخلاف اٹھا وہ چٹان کی طرح مضبوطی کیساتھ کھڑے رہے اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

خانبہادر محمد اسمٰعیل صاحب کی وفات

ایک اور صاحب خانبہادر محمد اسمٰعیل رئیس اعظم راولپنڈی وہ ہماری جماعت کے رکن نہ تھے لیکن حضرت صاحب کو مجدد مانتے تھے اور اشاعت اسلام کیلئے چندہ دیتے تھے رئیس اعظم تو تھے ہی لیکن بڑے متواضع بڑے منکسر المزاج اور خداپرست انسان تھے انکی فیاضی اور مہمان نوازی غیر محدود تھی بڑے سے بڑا آدمی بھی انکے ہاں مہمان ہوتا تھا اور غریب سے غریب بھی انکی مہمان نوازی اور فیاضی سے فائدہ اٹھاتا تھا اور وہ خفیہ طور پر بغیر کسی کی اطلاع کے غرباء کی امداد کرتے رہتے تھے قرآن اور حدیث سے انہیں خوب واقفیت تھی عین موقعہ پر قرآن کریم کی آیت انکی زبان پر جاری ہو جاتی اور اسی طرح سے حدیث شریف بھی انکی وفات کی خبر سن کر اتوار کے دن وہاں پہنچا بڑے بڑے عہدیداروں کو انکی جدائی کے صدمہ سے چیخیں مار مار کر روتے دیکھا۔ ساری راولپنڈی نے ایک متقی اور محسن آدمی کیلئے ماتم کیا انکی اولاد نیک ہے خدا تعالیٰ ان کو اپنے بزرگ باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق و سعادت بخشے، میرے انکے ساتھ نہایت گہرے تعلقات تھے اسلئے انکی وفات سے بہت صدمہ ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قرب میں بلند مراتب عطا فرمائے۔

قومی نقصان

میں ان صدمات سے بیمار ہو گیا ہوں۔ پچھلے اتوار کو مجھے خانبہادر محمد اسمٰعیل صاحب کی موت کی خبر ملی۔ اسی وقت ایک عزیز کی گاڑی پر راولپنڈی کو روانہ ہو گیا کل واپس آیا ہوں اور کل ہی سے بیمار ہو کر بستر میں پڑا تھا کہ آج صبح مولانا آفتاب الدین کی موت کا سانحہ پیش آ گیا انا للہ و انا الیہ راجعون ان کی موت سے بہت بڑا قومی نقصان ہو گیا ہے خدا تعالیٰ ان سب کی روحوں پر بخشش نازل فرمائے اور اپنے فضل اور کرم کی بارش برسائے۔

مولانا آفتاب الدین کا جنازہ

میں آج اس سے زیادہ خطبہ نہیں دے سکتا آج ساڑھے تین بجے اسی مسجد میں جنازہ پڑھا جائیگا اور چار بجے یہاں سے جنازہ اٹھیگا، جو دوست اس وقت تک ٹھہر سکتے ہیں وہ ٹھہرے رہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء کے تأثرات

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا

واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (قرآن حکیم)

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

جماعت احمدیہ کے اغراض و مقاصد اور زمانہ کا رجحان

یہ دَور بنیادی طور پر عقلی مادیت اور دہریت کا دَور ہے، اگر اس وقت کوئی ایسی تحریک جس نے سیاست و حکومت یا کسی اور دنیاوی غرض کو اپنا مقصد بنا لیا ہو قائم و دائم اور فروغ پذیر نظر آئے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ چنانچہ بعض اصحاب کا تو یہ اصول ہی ہوا کرتا ہے کہ اپنا کوئی اصول ہی نہ ہو بلکہ جس طرف زمانہ رُخ کرے اسی طرف مرغ بادنما کی طرح اپنا منہ پھیر لیا جائے۔ ؎

چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو

بعض لوگوں نے اشتراکیت کو صرف اس لئے اختیار کر رکھا ہے کہ ان کے خیال میں اب زمانہ کا تقاضا یہی ہے، ترقی پذیری کا مقتضا ان کے نزدیک یہی کچھ ہے کہ وقت کے رجحان کو شناخت کر کے وہی راگ الاپنا شروع کر دیا جائے جس نے بالآخر فروغ پانا ہے لہٰذا کسی ایسی تحریک کا استحکام و ترقی پذیری جو مادی مقاصد کے لئے قائم ہو عین متوقع امر ہے۔ لیکن جب معاملہ اس کے برعکس ہو اور کسی ایسی تحریک کے نشوونما کا سوال ہو جو عوامی میلان طبع کے مطابق نہ ہو تو پھر یہ امر سنجیدہ اصحاب کے نزدیک قابل توجہ ہے۔ یہ امر تو مسلمہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے بنیادی اغراض و مقاصد خالصتاً احیاء دین سے تعلق رکھتے ہیں غیر ممالک و غیر اقوام کو دین اسلام کی اصلیت سے آگاہ کرنا قرآن مجید کے صحیح مطالب و معانی سے دنیا کو خبردار کرنا خود مسلمان قوم کی سچی اخلاقی و روحانی ترقی کا طلبگار رہنا۔ اخلاقی پسماندگی تفرقہ بازی و تکفیر قوم کی مہلک امراض سے مسلمانوں کو نجات دلانا، وہ بنیادی اغراض ہیں جو اس جماعت کے پیش نظر ہیں۔ ان اغراض کو زمانہ کے رجحانات سے کچھ بھی تعلق نہیں بلکہ عین اس کے برعکس ہیں اسی لئے بعض سطحی لوگ اس جماعت کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔

جماعت احمدیہ کی حیثیت اور ابتلاؤں میں کامیابی

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ کو فوت ہوئے عرصہ ساٹھ سال سے زائد ہوتا ہے پھر جماعت احمدیہ لاہور کو بھی اپنی علیحدہ حیثیت اختیار کئے ہوئے چالیس سال سے اوپر زمانہ ہو چکا ہے، کیسے کیسے بیرونی اور اندرونی ابتلاء اس جماعت پر آئے لیکن ان تمام دشوار گذار مراحل سے نکل کر پھر یہ جماعت قائم و دائم چلی جا رہی ہے۔ اس جماعت کی تعداد کتنی قلیل ہے وَاَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ کی مصداق ہے، مال و دولت اور ریاست اس کے پاس نہیں۔ حکومت و ملک میں اقتدار اسے حاصل نہیں۔ تو ہی ایسے اثر و اقتدار کے حصول کی یہاں کوئی تمنا ہے۔ تعصباتی جذبات یا بناء جتھہ بازی کے داخلی محرکات بھی یہاں موجود نہیں۔

جماعت کی زندگی اور قیام کی وجہ

تو آخر پھر وہ کونسی چیز ہے جس کے بھروسے پر عرصہ دراز سے یہ جماعت قائم چلی آتی ہے؟ مسلمان قوم کی حالت تو یہ ہے کہ دنیاوی اغراض کی بناء پر بھی جو تحریکیں اُٹھتی ہیں وہ چند روز میں ختم ہو جاتی ہیں، کہاں ہے تحریک خلافت و ہجرت اور تحریک تبلیغ و تنظیم؟ پھر کدھر گئیں احراری و خاکساری تحریکیں؟ کتنے دنوں یہ زندہ رہ سکیں؟ اب اسلامی جماعت اور احادیث سے منکر تحریکوں کا چرچا ہو رہا ہے۔ ابھی تھوڑے عرصہ میں ان کا بھی حشر معلوم ہوا چاہتا ہے۔ ایک اقل بے کس و بے بس دنیاوی اسباب سے محروم و محتاج جماعت کیونکر اتنے عرصہ دراز سے قائم ہے؟ کون ہے جو اسے سنبھالے ہوئے ہے۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں اس کے قائد اوّل حضرت مولانا محمد علی مرحوم کی وفات پر اس میں کیسا داخلی خلفشار پیدا ہوا، پھر ایک سال بعد ہی سنہ ۱۹۵۳ء میں کیسا زبردست بیرونی ابتلا آیا۔ آخر سوچنے کی بات ہے، دنیاوی اسباب سے تہیدست، بیرونی و اندرونی ابتلاؤں میں گھری ہوئی ایک قلیل جماعت جو اپنے مقاصد و اغراض کے لحاظ سے زمانہ کے تقاضوں کے برعکس ندا دے رہی ہے مسلمان قوم کی موجودہ بدحالی، تفرقہ پردازی و انتشار کی حالت میں کیسے اور کیونکر زندہ موجود ہے؟ آخر کچھ تو علت غائی ہے کہ جس کے باعث یہ جماعت محفوظ و مصئون چلی آ رہی ہے اگر دنیاوی ذرائع اس کی پشت پناہی کے لئے موجود نہیں تو پھر لازماً آسمانی اسباب اس جماعت کی تائید و نصرت کر رہے ہیں۔ خود قرآن کریم نے یہ اصول تعلیم کیا ہے کہ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ، جو تحریک لوگوں کی بہبودی کی خاطر ہوگی وہی قائم و دائم رکھی جائے گی لیکن اس کے برخلاف جو تحریکیں نفع بخش تو نہ ہوں گی گو بظاہر وہ زبردست جھاگ کی مانند اُٹھی ہوئی دکھلائی دیں مگر جلد ہی پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ جائیں گی، قرآن کریم کی یہ بیان کردہ مثال ہمارے زمانہ میں اسلامی تحریکوں پر جس صداقت و صفائی سے سچی ثابت ہوئی ہے ایسی کسی اور زمانہ میں شاید ہی نمایاں رنگ میں پوری ہوئی ہو۔

معجزانہ الٰہی تائید و نصرت کا نظارہ

خدا تعالےٰ کی نہاں ہستی پر یقین تب ہی پیدا ہونا ممکن ہے جب عقل و قیاس کے برخلاف ایک تن تنہا بے کس و بے بس انسان اسباب و ذرائع کی ساری دنیا کے برخلاف و مقابل کامیاب ہو جاتا ہے لیکن خدائی قدرت و طاقت کا یہ مظاہرہ اس جماعت کی تائید میں بھی دکھلایا جاتا ہے جو اس کا جلال و جمال ظاہر کرنے کے لئے وقف ہو گئی ہو۔ چنانچہ گذشتہ دو تین برسوں میں جماعت احمدیہ لاہور جن انتہائی نامساعد حالات میں سے گذر کر پھر دوبارہ اپنے مقاصد پر گامزن ہو رہی ہے یقیناً ان کے اندر قدرت تامہ کی خدائی تجلی کام کرتی دکھلائی دے رہی ہے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ مٹھی بھر جماعت چالیس برس تک اشاعت حق و نشر علوم دینیہ کے مقاصد بےنظیر رنگ میں بجا لانے میں کامیاب ہو گی؟ کسے یہ امید تھی کہ سنہ ۱۹۵۱ء میں اس کے مسلّمہ قابل امیر مرحوم کی وفات کے بعد بھی یہ جماعت قائم و دائم رہے گی؟

سنہ ۱۹۵۳ء کا طوفانِ مخالفت اور نصرت الٰہی

سنہ ۱۹۵۳ء میں شدید ترین مخالفت کی جو عام تحریک اس کے برخلاف اُٹھی تھی کون یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ یہ جماعت اس کے حملوں کی دستبرد سے باقی بچ رہے گی؟ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۔ جب مخالفوں نے تم پر یورش کر دی اوپر اور نیچے سے اور جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور دل دھڑکنے کے باعث گلوں تک پہنچ گئے، یہ ایسی خطرناک حالت تھی کہ غیر تو غیر خود اپنوں نے خدا پر بدظنی شروع کر دی هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا۔ سنہ ۱۹۵۳ء کو یاد کرو جب اندرونی یکجہتی مفقود ہو گئی تھی اور بیرونی عداوت انتہائی نقطہ پر جا پہنچی تھی ایک شدید زلزلہ ذہنوں پر آ گیا تھا اور دنیا نے یقین کر لیا تھا کہ اب یہ جماعت نابود ہو گئی، تب خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کو یاد کیا اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا، اپنی دوسری قدرت کا ہاتھ دکھلایا اور محض اپنی نصرت و تائید کے باعث اس کے وجود کو قائم رکھا۔

سنہ ۱۹۵۵ء میں ہمارے کام

سنہ ۱۹۵۵ء میں اسی کے فضل سے تین کتب حضرت مولانا صدر الدین صاحب کے قلم سے تصنیف ہوئیں،

غلبۂ قرآن، جمہوریت اسلامیہ۔ اور ضرورت حدیث تینوں موضوع اہم اور ضرورت زمانہ کے مطابق ہیں، صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ مکرمی مولانا آفتاب الدین صاحب کی مخلصانہ مساعی سے ہو رہا ہے۔ حضرت اقدس کی واحد معرکۃ الآرا تصنیف براہین احمدیہ کا انگریزی ترجمہ مرزا معصوم بیگ صاحب نے کیا ہے مولانا مرتضیٰ خاں صاحب نے بھی متعدد کتب تصنیف کیں جن کا طبع کرانا ابھی انجمن کے زیر غور ہے، محترمی چوہدری محمد حسن چیمہ کے مضامین نے جو مخالفین سلسلہ کے رد میں لکھے گئے قبولیت عامہ کی سند حاصل کی ہے۔ ان میں مخالفین و معاندین سلسلہ کے اعتراضات کا مدلل و معقول طور پر مسکت جواب دیا گیا ہے خاکسار نے ایک سلسلہ مضامین لکھا جس میں حضرت اقدس کے الہامات و کشوف کی بناء پر جماعت احمدیہ لاہور سے متعلق پیش آمدہ واقعات کی تاریخ بیان کی گئی اور ... روز روشن کی مانند یہ ثابت کر دیا گیا کہ حضرت اقدس سے ساتھ جو خدائی وعدہ جماعت احمدیہ کے جمہوری نظام کو برقرار و محفوظ رکھنے کا کیا گیا تھا اس کے پورا ہونے کا یہی وقت ہے اور وہ الٰہی وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

جلسہ سالانہ کے تاثرات

اندرونی طور پر قلوب میں جو تھوڑے تذبذب اور باہمی رنجش و غش باقی رہ گیا تھا گذشتہ جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء کے انعقاد سے وہ تمام بھی جاتا رہا۔ ایسا معلوم دیتا تھا کہ ہر قلب اس امر کو محسوس کر رہا ہے کہ خلفشار و انتشار کی لہر اب بالکل ختم ہو چکی ہے، ہم آہنگی اور یک جہتی نے پیروں کو مضبوط و مربوط بنا دیا ہے اور اب دوبارہ بلا کسی جھجک تذبذب کے جماعت اپنے احیائے دین کے خالص مقصد کی جانب گامزن ہو چکی ہے، بعض دلوں میں یہ احساس اس قدر زبردست تھا کہ انہوں نے اس کا اظہار زبان سے بھی کر دیا۔ عملاً یہ نظارہ دیکھنے میں آیا کہ تمام بہی خواہانِ جماعت متحد و متفق ہو کر جماعتی استحکام و ترقی کے ذرائع سوچنے کی طرف مائل ہو چکے ہیں۔ گویا خدا تعالےٰ کی طرف سے نصرت کی ایک ہوا چل پڑی ہے جس نے تمام ذہنوں کو جماعتی سالمیت، صحتمندی اور ترقی پذیری کی جانب مائل کر دیا ہے۔ معتمدین نے متفقہ طور پر مکرمی مولنا یعقوب خان صاحب کو صدر اور پروفیسر عنایت علی خان صاحب کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا۔ مکرمی خان صاحب مشہور اہل قلم و زیرک انسان ہیں اور پروفیسر صاحب مذکور کی طبیعت کو اجتماعی تحریکات اور سوشل مشاغل سے خاص مناسبت ہے۔ نیز ایک اور دانشمندانہ اقدام جو معتمدین نے اختیار کیا وہ دو بورڈوں کا قیام ہے، ایک جماعتی ترقی و استحکام کے ذرائع کو عمل میں لانے کا اور دوسرا جماعت کے مالی استحکام و انصرام کے بارہ میں۔ غرضیکہ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَمَا زَادَھُمْ اِلَّا اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا کا نظارہ دیکھنے میں آ گیا۔ جب خدا تعالیٰ کو کوئی امر کرنا منظور ہوتا ہے تو اس کی جانب سے اس کی تائید میں

ایک ہوا چل پڑتی ہے اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ پھر کون ہے جو خدائی ارادہ و مشیت کو روک سکے۔ کیسے ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو خدا تعالےٰ نے اپنی **قدرت ثانیہ** کے نظارے دکھائے اور کیسے مبارک ہیں وہ اصحاب جن کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ وہ اس خدائی قدرت کے اظہار کی تائید میں کوئی قدم اُٹھا سکیں۔

نئے دور کا آغاز

انشاء اللہ جلد ہی وہ وقت آنے کو ہے جب اس مختصر سی جماعت کے بڑھتے ہوئے اثر و اقتدار کو غیر بھی نمایاں طور پر محسوس کرنے لگ پڑیں گے خدا تعالیٰ کے مامور کے ساتھ جو وعدہ الٰہی کیا گیا تھا یعنی یہ کہ میں تیرے خالص محبوں کے گروہ کو بھی بڑھاؤں گا اس نئے دور کا آغاز شروع ہے۔

پس سعادت مند وہی ہیں جو خدائی ارادہ کی تائید میں اپنے عمل کی قوتوں اور زندگی کے دھاروں کو لگا دیں کیونکہ فتح و کامرانی اسی راستہ سے مقدر ہو چکی ہے۔ ع

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

مولنا آفتاب الدین احمد کی وفات

بسلسلہ صفحہ اوّل

مریضوں کو دیکھتے اور مفت دوائیاں دیتے تھے احمدی اور غیر احمدی مردوں، عورتوں، بچوں کا تانتا لگ جاتا تھا، اور وہ نہایت اطمینان اور محبت سے سب کو دیکھتے اور سب کے نام اور دوائیاں درج رجسٹر کرتے اور پڑیاں باندھ باندھ کر دیتے چلے جاتے خدا غریق رحمت کرے بہت ہی پاکیزہ صفات کا مالک، بہت بڑی قابلیت اور خوبیوں کا انسان تھا، جس کے کھو جانے سے ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا ناممکن ہے،

مولنا کے تین لڑکے ہیں جو خدا کے فضل سے انہی کی طرح نیک، اعلےٰ تعلیمیافتہ اور خادم دین ہیں، سب سے بڑے صاحبزادہ پنجاب یونیورسٹی سے بی کام کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آج کل لندن میں اکونٹس کی تربیت حاصل کر رہے ہیں اور اس کے علاوہ ووکنگ مشن کا کام بھی ان کے ذمہ ہے جو ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی بیماری میں کلیتہً انہیں ہی کرنا پڑتا ہے، دوسرے صاحبزادہ ناصر احمد صاحب جو خدمت دین کے لئے وقف ہیں، بی اے پاس کرنے کے بعد لاء کالج میں پڑھ رہے ہیں اور وکالت پاس کر کے کلیتہً خدمت دین میں لگ جائیں گے، اب بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ انجمن کے دفتری کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اب انجمن نے انہیں مولنا مرحوم کی جگہ ووکنگ مشن کا سکرٹری مقرر کر دیا ہے......

تیسرے صاحبزادہ ظفر احمد، نشتر میڈیکل کالج ملتان میں زیر تعلیم ہیں اور دینی جذبات اور اخلاق کے لحاظ سے اپنے والد مرحوم اور بھائیوں سے کسی طرح کم نہیں، مولنا کی دو صاحبزادیاں ہیں، ایک مڈل کی جماعت میں زیر تعلیم ہے، اور دوسری ایک سال کی بچی ابھی ماں کی گود میں ہے، ان سب بچوں اور ان کی والدہ سے ہمیں اور تمام جماعت احمدیہ کو دلی ہمدردی ہے اور ان کے غم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مولنا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس ہوڈ سے شائع ہوا

پیغام صلح ۱۸ جنوری ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت برآر — گرم ایں راچشم کن روشن زآیاتِ مبیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

"پاکستان"

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ - مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۵۶ء | نمبر ۴

ہماری تحریک کا منتہائے مقصود نفسِ مطمئنہ حاصل کرنا ہے

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کا آخری پیغام قوم کے نام

"پیغام صلح" کے "عزیز بخش نمبر" میں (جو ۲۸ دسمبر ۵۵ء کو شائع ہوا) مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے قوم کو ایک خاص پیغام دیا تھا جو انہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:

"اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین بے شمار ہیں، حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے لیکر آج تک تحریک احمدیت نے لاتعداد دلائل سے ... پر اسلام کی سچائی ثابت کر کے دکھائی ہے، مگر یہ ہمارا ثبوت ادھورا اور سطحی رہیگا اگر ہم ان دلائل کے ساتھ قلب مطمئنہ پیش نہ کرسکیں۔ دلائل سے عقل کی پیاس تو بجھتی ہے مگر قلب کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے قلبی اطمینان ہی کی ضرورت ہے۔

یاجوج ماجوج کی قوم کو کیا کہیں وہ تو بہت ذہین لوگ ہیں اور ان کا دوزخ اتنا بھڑک اٹھا ہے کہ وہ خود اس کو بجھانے کے لئے دوڑے پھرتے ہیں کیونکہ خود ان کے پاس اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کوئی سامان نہیں ہمارے اپنے لوگ بھی مغرب سے مستعار لی ہوئی اس مادیت کی پیاس کی جلن کو اپنے اندر محسوس کرنے لگے ہیں اور اس کا مداوا تلاش کر رہے ہیں ہماری علمی بحثیں ان کو سکون نہیں پہنچا سکتیں جب تک ایسا روحانی اثر پیدا نہ ہو جو قلبی اطمینان پیدا کر سکے، ایک بڑے ذہین احمدی نے ایک دفعہ ایک بڑے پایہ کے مبلغ سے یہی سوال کیا "کیا آپ کو اطمینانِ قلب حاصل ہے"؟ سوال کا جواب انہوں نے کیا دیا؟ اس سے میری بحث کو کوئی تعلق نہیں، میرا مطلب صرف یہی ہے کہ ہم احمدیوں کو خود اس بات کا شعور ... کہ ہماری تحریک کا منتہائے مقصود نفسِ مطمئنہ حاصل کرنا ہے اور یہی وہ اصل چیز ہے جو ہمیں دنیا کو دینی ہے ... توقع رکھتی ہے کہ ہم اسے دیں گے اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں چاہیئے کہ اس طرف خاص توجہ کریں جس کی ... مولانا ... صاحب نے اپنی خاموش عملی زندگی کے ذریعہ ہماری رہبری کی اور جس پر چلاتے ... کے لئے حضرت مسیح موعودؑ ...

لو، آفتابِ دین بھی رُوپوش ہو گیا

از محمد اعظم صاحب صاعدی

لاؤں کہاں سے روز نئے نوحہ گر کو میں ۞ بہلاؤں کس طرح بھلا قلب و نظر کو میں
روکوں تو کیسے یورشِ آہِ سحر کو میں ۞ سہلاؤں کیسے سوزشِ زخمِ جگر کو میں

لو، آفتابِ دین بھی روپوش ہو گیا
بیٹھے بٹھائے ناگہاں خاموش ہو گیا

دل کے لئے نہ کم تھا عزیزِ جہاں کا غم ۞ اشکوں کے تار توڑ نہ پائی تھی چشمِ نم
ہر عزمِ رستخیز پہ تھی یورشِ الم ۞ اے جانِ قوم کیسے ہیں توڑا ہی تو نے دم

مانا ستارہ گیر تھے، عالی مقام تھے
لیکن نہ رہ نوردی میں یوں تیز گام تھے

محکمِ رفاہِ عام کے تھے تجھ سے حوصلے ۞ انسانیت کی روح ۔ ترے دل کے لئے
تشنہ ہیں کتنے، دین کے پیچیدہ مسئلے ۞ جنت سے کھینچ لاؤں اگر میرا بس چلے

رہ تک رہے ہیں تیری ورق یہ حدیث کے
آئے ہیں کچھ مریض بھی دور و قریب سے

ہر عزم کے کمال کی ضامن تھی تیری جاں ۞ ہر درد کی دوا تھا ترا قلبِ ناتواں
تجھ سی امنگ دینِ ہدیٰ کے لئے کہاں ۞ کس جانِ گلستاں پہ مری چشمِ [illegible]

غم بن کے تیری یاد کچھ اسطرح چھائیگی
برسوں دلوں سے خون کے آنسو رلائیگی

تیرے الم کا اب یہ تقاضا ہے دمبدم ۞ ہوں سب برائے خدمتِ خلقِ [illegible]
وعدہ رہا، بفضلِ خدائے شہِ اُمم ۞ اب تھام کر خلوص کی تقدیس کا علم

انسانیت کی شمعیں جہاں میں جلائیں گے
تیری تڑپ کو جزوِ رگِ جاں بنائیں گے

مِنْهُم مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

مولانا آفتاب الدین احمد

اُن مردانِ خدا میں سے تھے جو راہِ حق میں اپنی قربانی دے چکے

وہ قدسی نفس انسان، وہ مجسمۂ علم و روحانیت اور پیکرِ صدق و اخلاص، وہ مجاہد فی سبیل اللہ جو دین کا آفتاب بن کر ہم میں چمک رہا تھا، یکایک ہمیں داغِ مفارقت دے گیا، اور اعلیٰ علیین میں خدائے ذوالجلال کی رحمتوں اور برکتوں کے سایہ میں جا بیٹھا۔

مولانا آفتاب الدین ان لوگوں میں سے تھے جو جماعت احمدیہ میں بہت دیر سے آئے لیکن کئی پہلے آنے والوں سے بہت آگے نکل گئے، انھوں نے اگرچہ حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں دیکھا، حضرت مولانا نورالدینؓ کا زمانہ بھی نہیں پایا تاہم جن اخلاق و کردار جس نیکی اور تقوے، قربانی و ایثار اور علم و فضل کا نمونہ ان سے ہوا اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا خلافِ حقیقت نہیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حقیقی رُوح کو انھوں نے پا لیا تھا، ان کی زندگی ان لوگوں کا صحیح نمونہ تھی جنھوں نے براہِ راست مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی، انھوں نے مامور من اللہ کے آنے کی اصل غرض کو سمجھتے ہوئے صرف منطقی دلائل اور زبانی قیل و قال سے ہی نہیں بلکہ اپنے عملی نمونہ سے اسلام کی صداقت کا سکہ دلوں پر بٹھایا، ان کا علم کلام خشک منطق سے لبریز نہ تھا بلکہ وہ روحانی چاشنی جو مسیح موعودؑ کے کلام میں پائی جاتی ہے ان کی تحریرات و تقاریر میں موجود تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان و ایقان کی اس منزل پر پہنچے ہوئے تھے جو اہل اللہ کے حصہ میں آتی ہے، مولویوں کی طرح خشک مزاج نہ تھے بلکہ نہایت ہنس مکھ، منکسر المزاج اور ملنسار واقعہ ہوئے تھے، اور چھوٹے بڑے ہر ایک سے ایک جیسا برتاؤ کرتے تھے، پاکیزہ مزاح اور خوش گفتاری طبیعت میں رچی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ہر ایک ان سے محبت کرتا اور ان کے پاس بیٹھنا موجبِ سعادت سمجھتا اور ان کی پاکیزہ گفتگو سے اپنی دلی کلفتوں کو دُور کرتا تھا، ہر ایک یہی سمجھتا کہ انہیں سب سے زیادہ محبت اسی سے ہے، کیونکہ وہ ہر ایک کے دکھ درد میں ایک ہمدرد دوست کی طرح کام آتے اور ہر مشکل میں ہاتھ بٹاتے تھے، راقم الحروف کا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ اگر ذرا بھی پژمردہ خاطر دیکھتے تو چین نہ آتا جب تک پژمردگی کا سبب معلوم کر کے اس کو دُور کرنے کا سامان بہم نہ پہنچاتے، بیماری میں دن رات خیر لینے اور دوائی دینے کے لئے بار بار آتے اور ایک شفیق بھائی اور عزیز دوست کا پورا حق ادا کرتے۔

غرض ان کی کون کونسی صفت کا ذکر کیا جائے وہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ تھا پرلے درجہ کا عبادت گذار، تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا عملی پیکر، حقوق اللہ کی پوری نگہداشت کرنا اور حقوق العباد سے بڑھکر ہر کس و ناکس سے نیکی اور احسان کا برتاؤ کرنا اس کا شعار تھا اور ان سب باتوں کے علاوہ وہ مجاہدہ جو اس کا رات دن کا شغل تھا، وہ اعلائے کلمۃ اللہ کا عظیم الشان کام تھا، ووکنگ مشن کا کام، لائٹ کی ادارت صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ، حضرت امیر کی کتاب "غلبۂ قرآن" کا انگریزی ترجمہ اور دوسرے متفرق کام اور مشاغل دینی وہ روحانی غذا تھی جس سے اس کی زندگی بسر ہوتی تھی جسمانی غذا اتنی ہلکی اور معمولی ہوتی تھی، کہ ایک بچہ کے لئے بھی مشکل مکتفی ہو سکے، زیادہ تر دودھ غذا ہی پر گذر بسر تھی، شاید یہی وجہ تھی کہ جسم تحلیل ہوتا چلا گیا اور رُوح ترقی کرتی ہوئی آخر کار اس مقام بلند پر پہنچ گئی جو فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ کا مقام ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ وہ ان مردانِ خدا میں سے تھے جو راہ حق میں اپنی قربانی دے چکے فَمِنْهُم مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ کے وہ سچے مصداق ثابت ہوئے کاش ہم جو پیچھے رہ گئے ہیں مِنْهُم مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا

کارکن اپنے اندر پیدا کر سکیں۔

بے جا نہ ہوگا اگر ہم اس موقعہ پر تمام جماعت کو بالعموم اور اراکین انجمن کو بالخصوص اس امر کی طرف توجہ دلائیں کہ جس عظیم الشان کام کو انہوں نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اس کی اہلیت رکھنے والے ایک ایک کر کے گذرتے چلے جا رہے ہیں اور آئندہ ان کی جگہ لینے والے کوئی نظر نہیں آتے، اس میں شک نہیں کہ مولنا آفتاب الدین احمد کے تینوں فرزند اس بات کی اہلیت رکھتے ہیں کہ باپ کی جگہ سنبھال سکیں، اور عزیزم اقبال احمد صاحب کے خط سے جو دوسری جگہ درج ہے یہ ظاہر ہے کہ وہ بھی مولنا کی طرح اپنی زندگی خدمتِ دین میں دینے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور ناصر احمد صاحب کو تو پہلے ہی مولنا وقف کر چکے تھے، لیکن یہ تو اس مرنیوالے کی قربانیاں ہیں، انجمن نے اس عظیم الشان کام کو آگے چلانے کے لئے کیا انتظام کیا ہے، کیا یہ ضروری نہیں کہ کوئی ایسا ادارہ بنایا جائے جہاں گریجویٹ نوجوان دینی تعلیم حاصل کر کے خدمتِ دین کی اہلیت پیدا کر سکیں؟ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے بالکل سچ لکھا ہے کہ مولانا آفتاب الدین کی موت ہماری قوم کے لئے ایک تازیانہ ہے، جس سے عبرت حاصل کر کے ہمیں آئندہ کے لئے ایسا لائحہ عمل بنانا چاہیئے جس پر عمل پیرا ہونے سے کئی آفتاب الدین ہم میں پیدا ہو جائیں، اور تبلیغ دین اور مدافعت اسلام کا جو کام امور الٰہی نے ہمارے سپرد کر رکھا ہے وہ کسی طرح بند نہ ہونے پائے ؎

جو بادہ کش تھے پرانے وہ سب اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات پر

ڈھاکہ میں تعزیتی جلسہ اور جنازہ غائبانہ

ڈھاکہ ۱۲ جنوری - شہریان ڈھاکہ کا ایک جلسہ مقامی بار لائبریری ہال میں ۲۰ جنوری کو بوقت ساڑھے تین بجے، مولانا آفتاب الدین ایڈیٹر لائیٹ لاہور و سابق امام مسجد ووکنگ (انگلستان) کی وفات پر اظہار تعزیت کے لئے منعقد ہوا، مسٹر نذیر الدین احمد ایڈووکیٹ فیڈرل کورٹ نے جلسہ کی صدارت فرمائی اور حسب ذیل اشخاص نے مولانا صاحب کی زندگی کے دو تمام دنیا میں تبلیغ اسلام کے لئے بالعموم اور مسیحی ممالک میں تبلیغ کے لئے بالخصوص وقف تھی، مختلف پہلوؤں کے متعلق تقاریر کیں:-

(۱) مسٹر ابوالہاشم (۲) مولوی عبدالصمد صاحب جمالی (۳) سید ابوالبذل (۴) ڈاکٹر محسن (۵) مولوی عطاء الرحمن (۶) مسٹر ضیاء الحق خان۔

صاحب صدر اور دوسرے مقررین نے مولنا کے تبحر علمی، نیکی و تقویٰ، سادگی اور باوقار کیرکٹر اور اسلام کی راہ میں زندگی وقف کرنے کا خاص طور پر ذکر کیا، ان کی تمام عمر بھر کی خدمت اسلام اور نئے اسلامی مکتبہ فکر کو متشکل فرمانے میں جو سعی انہوں نے فرمائی ہے اسکو بہت پُرتاثیر اور نہایت قابل قدر قرار دیا گیا۔ اس جلسہ میں جو قرار دادیں منظور ہوئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مولانا کے اہم مقالات و تحریرات کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا جائے اور ان کے نام کی یاد تازہ رکھنے کے لئے مشرقی پاکستان میں ایک اسلامک سنٹر قائم کیا جائے، ایک اور قرار داد میں ان کی اچانک اور بے وقت موت پر جو ۱۳ جنوری کو لاہور میں ہوئی نہایت رنج و اندوہ کا اظہار کیا گیا اور ان کے خاندان سے گہری ہمدردی کا اظہار کیا گیا، جلسہ کے خاتمہ پر دعا کی گئی کہ مولنا کی رُوح پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارشیں نازل ہوں۔

جلسہ سے پہلے مولوی عبدالصمد صاحب جمالی مبلغ ایسٹ پاکستان اسلام مشن نے خطبہ جمعہ میں مولنا کی وفات کو جماعت احمدیہ کے لئے بالخصوص اور تمام دنیائے اسلام کے لئے بالعموم ایک ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا اور نماز جمعہ کے بعد ان کی امامت میں جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

ایک دیرینہ دوست کی یادیں

مولانا یعقوب خان صاحب

موت ایک دردناک واقعہ ہے۔ اور ایک ایسا مرحلہ ہے جو ہر ایک کو جو پیدا ہوا جلد یا بدیر پیش آنے والا ہے۔ مگر اس کا ایک روشن پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس دنیا سے کوچ کرتے ہوئے مرنے والا ایک روشن لکیر چھوڑ جائے جو دوسروں کے لئے بھی مشعل راہ ہو۔ مولوی آفتاب الدین کی موت ایسی ہی موت تھی۔

خبر موت کا اثر

مولوی آفتاب الدین نے کیسی زندگی بسر کی۔ اس کا اندازہ اس قلبی کیفیت سے ہو سکتا ہے جو مولوی صاحب کی موت نے پیدا کی۔ وہ احمدیہ بلڈنگس کی مختصر قوم کے لئے ایک تاریک دن تھا۔ ہر ایک آنکھ اشکبار تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ احمدیہ بلڈنگس کے در و دیوار پر بھی اداسی چھائی ہوئی ہے کہ آج ہم سے ایک ایسا آدمی جا رہا ہے جس کو ہم سالہا سال تک مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر خدا کی عبادت اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں بھاگتے دوڑتے دیکھ رہے تھے۔ اس دن مکان کا چھوٹا سا کمرہ جس میں وہ ہر کس و ناکس کے دکھ کا علاج کرتے تھے مولوی آفتاب الدین کی غیر حاضری کو محسوس کر رہا ہے۔ جس کسی کو مولوی صاحب کی موت کی خبر پہنچی اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔ ایک دوست کے ہاتھ سے ٹیلیفون کا ریسیور گر گیا۔

دوست و دشمن کو روتا چھوڑا

یہ ہے وہ موت جو ایک لحاظ سے قابلِ رشک بھی ہے۔ سعدی نے سچ کہا تھا کہ ایسی زندگی بسر کر کہ جیسے پیدا ہوتے وقت تو رو رہا تھا اور لوگ ہنس رہے تھے تیرے مرتے وقت لوگ روتے ہوں۔ مولوی آفتاب الدین نے دوست اور دشمن کو روتا چھوڑا۔ اور خود طمانیت قلب کے ساتھ!

میں نے دوست اور دشمن کا لفظ صرف ان معنوں میں استعمال کیا ہے کہ ہر ایک کو روتا چھوڑا ورنہ مولوی آفتاب الدین کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہمارے حلقۂ احباب میں ایک ہی آدمی تھا جس کے دوست تو بے شمار تھے مگر دشمن ایک بھی نہ تھا۔

جب میں مولوی آفتاب الدین کا جنازہ اٹھا رہا تھا تو میرے دل سے آواز اٹھ رہی تھی کہ آج احمدیہ بلڈنگس سے نیکی کا جنازہ اٹھ رہا ہے۔

صحیح معنوں میں مہاجر

مولوی آفتاب الدین صحیح معنوں میں مہاجر تھے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والے۔ جوانی کے عالم میں گھر سے تلاشِ حق میں نکلے اور ساری زندگی اسی تلاش اور جستجو میں گزری اور خدا تعالیٰ نے ان کے حصول کو پھل لگایا اور اپنی طرف سے نورِ عرفان دیا۔ یوں مولوی آفتاب الدین ایک عالم سے بڑھ کر عارف تھے۔

ملنسار اور ہمدردی کا مجسمہ

مذہبی لوگوں میں جو ایک قسم کی قساوتِ قلبی پیدا ہو جاتی ہے مولوی آفتاب الدین اس سے پاک تھے۔ خود اور انسانی ہمدردی کا مجسمہ تھے اور ہر ایک کی بات کو بڑا ہو یا چھوٹا ہو ہمہ تن گوش ہو کر سنتے تھے۔ ہمدردی رکھتے تھے .... ٹیک نیت و دیتے تھے اور جو ہو سکتا تھا امداد کرتے تھے اور دلی اخلاص کے ساتھ ہر ایک کا ساتھ دیتے تھے۔

میرے ساتھ تعلق

ابتدا سے مولوی آفتاب الدین اس راستہ میں میرے ہم سفر تھے اور آخری دم تک اس تعلق کو نبھایا۔ میرے پاس ماڈل ٹاؤن کبھی کبھی آتا اور دن کا بیشتر حصہ گزارتا ان کے پروگرام کا ایک مستقل حصہ رہا۔ اور یہی تعلق ہوں ہی طریق سارے دوستوں سے رہا۔

ایک تبلیغی سفر

مجھے وہ دن بھی یاد ہیں جب مولوی آفتاب الدین اور میں چراپونجی پہاڑ کی چوٹی سے پیدل روانہ ہوئے اور شام کو اندھیرا ہوتے اس کے دامن میں پہنچے۔ رات وہاں قیام رہا اور اگلے روز سلہٹ چل پڑے۔ سلہٹ ان دنوں آسام کا دارالخلافہ تھا اور وہیں کے ایک صاحب ان دنوں اس صوبہ کے وزیر تھے ان کے ہاں ہم نے قیام کیا۔ لیکچروں کا سلسلہ بھی خوب رہا۔

شیلانگ میں مولانا کی مقبولیت

یہ وہ زمانہ تھا جب مولوی صاحب نے شیلانگ (دارالخلافہ آسام) میں اسلامی مشن قائم کیا تھا اور ہاسی قوم کو اسلام کی روشنی سے روشناس کر رہے تھے۔ میں ان کے پاس شیلانگ گیا تھا۔ یہ سر سعداللہ کی وزارتِ عظمیٰ کا زمانہ تھا۔ سر سعداللہ اور جملہ سربرآوردہ مسلم مولوی صاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور اپنی نیکی اور خلوص سے مولوی صاحب نے اپنے گرد ایک حلقۂ احباب پیدا کیا تھا (جن میں سے عبدالمالک چوہدری کا نام مجھے اب بھی یاد ہے) جو مشن کے کاموں میں ان کے دست و بازو تھے اور ان کے ہر ایک اشارے کو اپنے لئے حکم سمجھتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب کی موت کی خبر سے شیلانگ، سلہٹ اور بنگال کے کئی شہروں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں ہیجان پیدا ہوگا۔ بنگال میں احمدیت کی مقابلتہً زیادہ مقبولیت کی وجہ مولوی آفتاب الدین کی شخصیت تھی۔ مشرقی بنگال میں سفر دریاؤں کی وجہ سے خاصہ دشوار ہوتا ہے۔ ہمارا دورہ کافی لمبا ہوا کئی ایک مقامات پر گئے مگر ہر موقعہ پر میں نے دیکھا کہ مولوی صاحب نے خود تکلیف اٹھائی اور مجھے آرام پہنچانے کی کوشش کی۔

جانے والوں کی داستانِ زندگی قلمبند کرنے کی ضرورت ہے

کاش کوئی دوست اٹھے اور ہر ستارے جو ایک ایک کر کے غروب ہو رہے ہیں ان کی داستانِ زندگی کو قلمبند کرے تا آنے والی نسلوں کے لئے ان کے نقوش پا مشعلِ راہ کا کام دیں۔

موت سے پانچ دن پہلے

آہ! کس قدر جلد کس قدر غیر متوقع طور پر کس قدر آناً فاناً یہ رفاقت ختم ہوئی! پانچ ہی دن قبل ہم چند ایک احباب گلبرگ میں ایک تقریب پر مولوی صاحب کے ساتھ بڑی دیر تک سلسلہ کی ترقی کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ کیا معلوم تھا کہ مولوی صاحب چند دن کے ہی مہمان ہیں۔

صالح اولاد

ایک اور لحاظ سے بھی مولوی آفتاب الدین کی زندگی قابلِ رشک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صالح اولاد دی ہے اور وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے۔

نوجوانوں کیلئے پیغامِ حیات

ہمارے نوجوانوں کے لئے مولوی آفتاب الدین کی موت پیغامِ حیات ہونا چاہیئے۔ کس دن جوانی کے عالم میں وہ خدا کے راستہ میں نکلے۔ زندگی بھر اسی راستہ پر گامزن رہے اور اسی راستے میں جان دے دی۔

نوجوانو! اٹھو کئی آفتاب الدین پیدا کرو!

محمد یعقوب خان

میاں عطاء اللہ صاحب ملتان کا تار

ملتان - ۱۴ جنوری - مولانا آفتاب الدین صاحب کی افسوسناک موت کا تعزیتی پیغام میری طرف سے ان کے خاندان کو پہنچا دیجئے۔

مصائب و مشکلات میں مومن کیلئے تسکین کا سامان

مولانا آفتاب الدین صاحب کی قربانی و اخلاص انکے درجات بلند کرنے کا موجب

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ——— (النساء رکوع ۱۳)

مصائب اور ابتلاؤں میں مومن کی شان

قرآن کریم نے اس بات کو کئی رنگوں میں بیان کیا ہے کہ مصیبت انسان کے ساتھ لازم کر دی گئی ہے نہ اس سے انبیاء خلاصی کرا سکتے ہیں نہ بادشاہ نہ حکیم نہ ڈاکٹر نہ امیر نہ غریب کوئی بھی بچ نہیں سکتا۔ اس کو کم کرنے کے لئے قرآن کریم نے اس کے کئی ایک پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے قرآن کریم کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار کیا، جس سے مصائب ان کے لئے سہل ہو گئیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ گھبراؤ نہیں ہر شخص پر موت خدا کے حکم سے آتی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر موت آئے تو کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کردہ دین، محمد رسول اللہ صلعم کے اصول و نظریات محمد رسول اللہ صلعم کے عقائد و اعمال ایسے ہیں کہ وہ بھی مر جائیں گے، وہ نہیں مرتے، مصائب اور ابتلاؤں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا ہے کہ مومن کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ جب مصیبت آئے تو یقین کرے کہ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ ہم سب خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کے تصرف میں ہیں کیونکہ ہم اسی کی ملکیت ہیں اور وفات کے بعد اپنے مالک حقیقی کے پاس جاتے ہیں اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ مومن کے لئے یہ دنیا اور دوسری دنیا برابر ہیں ایک مسلمان یقین کرتا ہے کہ ہم اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہیں اور دوسری دنیا میں بھی اسی کے تصرف کے ماتحت ہوں گے، اس قسم کی بہت سی آیات ہیں، ایک جگہ فرمایا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، ایک جگہ ان لوگوں کا ذکر کیا جو موت سے مرتے نہیں زندہ رہتے ہیں، موت تو آتی ہے مگر وہ اپنی قربانیوں، اپنے اخلاص اور خدمات دین کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔

مجاہدین اور قاعدین برابر نہیں

اور ایک یہ ذکر کیا کہ قاعدین اور مجاہدین برابر نہیں مجاہدین کو قاعدین پر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کوئی معذور ہو تو الگ بات ہے، ورنہ بیٹھ رہنے والے اور مجاہد برابر نہیں فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا مجاہدین کے لئے بہت بڑا اجر ہے دَرَجَاتٍ مجاہدوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے درجات ہیں، اور رحمت ہے، خدا جو مجسم رحمت ہے وہ تھوڑا سا اپنی رحمت کا پتہ دیتا ہے اور عاقبت میں مجاہدین کو ان کی شان کے مطابق درجات عطا فرمائے گا وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً کوئی حصہ ان کے اعمال کا ناقص رہ گیا ہو، ان کے اعمال میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو وہ اپنی رحمت سے مغفرت فرما دیتا ہے وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا اللہ تعالیٰ بہت مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مولانا آفتاب الدین صاحب کی قربانی اور اخلاص

ہمارا ایک مجاہد ہماری آنکھوں کے سامنے کام کرتا ہوا اپنے خدا سے جا ملا، مولانا آفتاب الدین صاحب نے بہت بڑی قربانی کا نمونہ دکھایا ہے، ان کی قربانی بھی بڑی ہے اور اخلاص بھی ان میں بہت تھا وہ اخلاص کے ساتھ جد و جہد کرتے ہوئے کام میں مشغول تھے کہ انہیں بلاوا آ گیا، ہمارے لئے تو ناقابل تلافی نقصان ہے، لیکن ان کے لئے خدا کے ہاں بہت بڑا اجر اور نہایت بلند درجات ہیں۔

ان کے اہل و عیال کا صبر و استقلال

ان کے اہل و عیال نے بھی اس موقعہ پر صبر کا قابل ستائش نمونہ پیش کیا ہے، میں نے ان کے بڑے صاحبزادہ اقبال احمد کو انگلستان میں تسلی کا خط لکھا، انہوں نے راضی بقضا الٰہی ہونے کے علاوہ مجھے خوبصورت الفاظ لکھے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ لوگ دولت خرچ کر کے اپنے پیاروں کی یادگاریں بناتے ہیں، میرے پاس ایسی کوئی دولت نہیں، نہ میرے والد نے کوئی دولت چھوڑی ہے ہاں ایک دولت انہوں نے دی ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے میں بھی خدمت دین میں لگ جاؤں اس سے ان کی یاد اور ان کا نام باقی رہ سکتا ہے۔

اقبال احمد صاحب کو ان کے والد کی وفات کا تار جو یہاں سے گیا تو انہوں نے ٹیلیفون پر اپنی والدہ صاحبہ اور بھائیوں کو تسلی دی اور صبر کی تلقین کی، انہوں نے بھی صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا، جو بہت قابل قدر ہے۔ مولانا آفتاب الدین صاحب کی اولاد بہت نیک اور قابل ہے خدا انہیں توفیق دے کہ اپنے بزرگ باپ کے نقش قدم پر چلیں اور ان کے نام کو روشن رکھیں۔

مصائب کا ایک اور پہلو

قرآن کریم میں مصائب کا بہت ذکر ہے، اور یہ بھی بتایا ہے کہ کس طرح مصائب میں صبر و استقامت سے کام لیا جا سکتا ہے، کسی دوسری کتاب میں اس تفصیل سے مصائب اور صبر و استقامت کا ذکر نہیں، ایک اور رنگ میں مصائب پر روشنی ڈالی ہے فرمایا إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کچھ بدخواہ بھی لوگ ہوتے ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی کامیابی ہوتی ہے تو ان کو برا لگتا ہے وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ اور اگر آپ پر کوئی مصیبت آ جائے کسی جنگ میں کوئی تکلیف پیش آ جائے تو کہتے ہیں کہ ہم بہت محتاط رہے ہم نے پہلے ہی اپنا کام ٹھیک کر لیا تھا وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ اور بڑے خوشی خوشی پیٹھ پھیر جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا اور امر واقعہ یہ ہے کہ بدخواہ انسان بھی اس موقعہ پر ایسے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور بعض دفعہ کوئی قوم کے اندر رہ کر بھی اس قسم کی بدخواہی کرتا ہے خدا ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا، وہ گھر میں ہوں یا دشمنوں کے اندر ہوں خدا ان سے واقف ہے ان کی تکلیف دہ باتوں سے محفوظ رہنے کے لئے حضور نبی کریم صلعم نے دعا فرمائی ہے لَا تُشْمِتْ بِنَا الْأَعْدَاءَ اے اللہ! ایسے مصائب ہم پر نازل نہ فرما کہ دشمن اس سے ہم پر طعنہ زنی کریں، ایسے بدخواہوں کو قرآن نے یہ جواب دیا ہے، قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا مصیبت کے رنگ میں جو کچھ ہمیں پہنچتا ہے خدا کے حکم سے ہی پہنچتا ہے هُوَ مَوْلَانَا وہی ہمارا والی کارساز ہے وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے، مصائب میں بدخواہ کے کلام سے گھبرانا نہیں چاہیئے اس میں بھی حکمتیں ہیں هُوَ مَوْلَانَا خدا ہمارا مولا ہے ہم اسی کی ملکیت ہیں، اسی کے پاس جا رہے ہیں۔ اس میں گھبراہٹ کا موقعہ ہی کیا ہے۔

موت پر سوگوار ہونا یا شکایت کرنا جائز نہیں

مَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ اذن الٰہی کے بغیر کوئی شخص وفات پائے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اپنے کسی پیارے

کی موت کو کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا ناواجب ہے اور مدتوں لبوں پر شکایت کا جاری رکھنا اور سوگوار رہنا خدا پرست لوگوں کا شیوہ نہیں ہوتا کیونکہ موت حکم الٰہی سے آتی ہے اس لئے راضی بقضا ہو کر اسلامی اخلاق کا نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ ہاں دل میں رقت کا پیدا ہونا اور آنسوؤں کا جاری ہو جانا درست ہے اور بشریت ہے یہ رحم بھرے دل کا پتہ دینے کے لئے ہے۔ اس کے اس عمل سے نظر آتا ہے کہ وہ خدا کے حکم کو نہیں مانتا، یہ راستہ غلط ہے موت خدا کے حکم سے آتی ہے اور اس کے حکم کے آگے ہمیں سر تسلیم خم کرنا چاہیئے، موت ہر ایک کو آتی ہے، کوئی حکیم اور ڈاکٹر کتنی ہی دوائیاں استعمال کرے، کوئی بادشاہ بڑے بڑے قلعے بنا لے موت وہاں بھی پہنچ جائے گی۔ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ جہاں کہیں تم ہو گے موت تمہیں پا لے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو کہیں نہ کہیں ہو، اس سے تم بچ نہیں سکتے۔

مصائب میں تسکین کا سامان

ہاں ان مصائب کو نرم کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول نے بڑی اچھی تلقین کی ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ اسلام قبول کرنا بڑی مشکل چیز ہے اسلام یہ نہیں کہ اس کو قبول کرو گے تو بہت بڑا مال مل جائیگا بیٹے اور پوتے اور پڑپوتے ہوں گے، فرمایا ہم تمہارا امتحان لیں گے کبھی خوف اور بھوک سے کبھی مالوں اور جانوں اور پھلوں کا نقصان کر کے، یہ تمام ابتلاء تم پر آئینگے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اس آیت کے اندر بہت بڑا تسکین کا سامان موجود ہے فرمایا اگر صبر کرو گے اور اپنے آپ کو خدا کی ملکیت سمجھتے ہوئے یہ یقین کرو گے کہ ہم سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو اس میں تمہارے لئے یہ خوشخبری ہے کہ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ان لوگوں پر اللہ کی طرف سے برکات اور رحمتیں نازل ہوں گی اور یہی لوگ راہ ہدایت میں کامیاب ہوں گے۔ دوسری جگہ یہ بھی خوشخبری دی کہ وہ جو خدا کے رستہ میں مرتے ہیں ان پر مغفرت اور رحمت نازل ہوتی ہے وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ اگر خدا کے رستہ میں قتل کئے جاؤ یا اس کے دین کا کام کرتے ہوئے مر جاؤ تو تم پر اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت نازل ہو گی اور یہ بہت بڑی دولت ہے فرمایا خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ یہ ان تمام دولتوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔

مسلمانوں کیلئے قابل فخر تعلیم

مسلمانوں کے لئے بڑا موقعہ ہے فخر کرنے کا کہ خدا نے
ان کو وہ تعلیم دی ہے، وہ بے نظیر نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں پیش کیا ہے، وہ بے نظیر کتاب قرآن کریم کی شکل میں دی ہے کہ ہر حالت میں ہر مصیبت ان کے لئے باعث برکت ہے، اس نے انسان کو بلند کرنے اور اس کو شرف عطا کرنے کے لئے مصائب کا سلسلہ رکھا، اور بتایا کہ کس طرح سے مصیبت انسانی درجات کی بلندی کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے مسلمان کے لئے بڑا موقعہ ہے شکر یہ کا بڑا موقعہ ہے فخر کا کہ اس کو ایسی بے نظیر تعلیم دی گئی جس کا جس قدر بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

صحیح اسلامی زندگی

پروفیسر عنایت علی خان

۱۳ر جنوری ۱۹۶۵ء جمعہ کے روز ہمارا ایک فقیہہ بزرگ، پارسا دوست ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو کر اپنے مولا کے دربار میں جا حاضر ہوا اور ہمارے دلوں پر اس سچائی کا نقش چھوڑ گیا کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس فقیر بے نوا اور غریب الوطن دوست کا نام مولانا آفتاب الدین احمد تھا۔ آپ بنگال کے ایک سید خاندان کے ہونہار فرزند تھے۔ آپ نے خواجہ کمال الدین مرحوم کی صلا مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کے جواب میں نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہا اور عین جوانی میں پیغمبرانہ زندگی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ اس زندگی کو اختیار کرنے کے بعد مادہ پرست دنیا کا ٹھاٹھ باٹھ آپ کو متزلزل نہ کر سکا۔ آپ نے انگلستان میں کئی سال امام مسجد ووکنگ کی حیثیت سے گذارے اور اس اثناء میں آپ کو دنیا کے مختلف حصوں کے بڑے بڑے آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے بے شمار موقعوں پر اسلام کی تعلیم اور خوبیوں پر لیکچر دیئے۔ آپ کا اندازِ بیان بالکل نرالا تھا لیکن وہ چیز جس نے اسلام کی تعلیم کا لوگوں کے دلوں پر اثر کیا وہ آپ کی پاکبازہ درویشانہ ومجاہدانہ زندگی تھی جس نے اپنے بیگانے امیر غریب سب کے دلوں میں گھر کر لیا اور مشرق و مغرب میں آپ نے ہر خیال کے لوگوں کو ایسا متاثر کیا کہ بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اکثر کے دلوں میں اسلام کی عظمت گھر کر گئی۔ سب سے زیادہ پیاری اور قابل عزت بات جو مولانا آفتاب الدین صاحب میں نظر آتی تھی وہ آپ کا اسلام سے عشق اور اسلام کی فتح کا یقین تھا۔ آپ صحیح معنوں میں احمدیہ جماعت کے ایک درخشندہ ستارے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنی زندگی کو صحیح اسلامی زندگی کا نمونہ بنا کر اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ اس کے بعد اپنی بیگم صاحبہ اور اولاد کو اسلام کی صحیح تعلیم دی۔ مولانا حکیم نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد احمدیہ جماعت میں آپ ہی ایک آپ ممتاز ہستی تھے جن کی بیگم صاحبہ اور خود دونوں نے اپنے ایک بیٹے کو اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا۔ اپنی زندگی کو وقف کرنے اور ہر قسم کی دنیاوی تکلیفات اٹھانے کے بعد دنیاوی مشکلات کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے اپنی اولاد کو اسلام کی راہ میں وقف کرنا بہت بڑا حوصلے کا کام تھا۔ اور یہ کام صرف مولانا آفتاب الدین احمد جیسا انسان ہی کر سکتا تھا جسے خدا تعالیٰ کی اطاعت کا شعور حاصل تھا۔ یہ بڑے صبر اور ہمت کا کام ہے۔ جس بیٹے کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس کا نام ناصر احمد ہے جو گریجوایٹ ہونے کے بعد لاء کالج میں پڑھ رہا ہے اس نے خوشی سے اپنے والدین کے حکم کی تعمیل میں اشاعت اسلام کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیکر اس دینی کام کو شروع بھی کر دیا ہے اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو استقامت عطا کرے۔ آمین۔

انکے دوسرے صاحبزادے اقبال احمد صاحب نے بھی جو آجکل انگلستان میں ووکنگ مشن میں ہمارے مکرم و معظم دوست ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ کام کر رہے ہیں... مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے والد بزرگوار کے کام کو جسے وہ ادھورا چھوڑ گئے ہیں جاری رکھیں گے اللہ تعالیٰ ان کی اس خواہش کو پورا کرے آمین۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور کی ناگہانی اور بے وقت وفات جہاں ہمارے لئے موجب رنج والم اور باعث نقصان عظیم ہے۔ وہاں ان کے فرزندان رشید کی نیک کرداری اور باپ کی جگہ سنبھالنے کی اہلیت اور ہر قسم کے دنیاوی مفاد سے منہ موڑ کر اسلام کی خدمت میں اپنے آپ کو لگا دینے کا ارادہ ہم باعث مسرت و اطمینان ہے، وہ قوم زندہ ہے جس کے نوجوان زندگی کی وہ روح رکھتے ہیں جو اس کے نصب العین کو زندہ و برقرار رکھنے کی موجب ہو سکتی ہے۔ دعا ہے کہ مولانا آفتاب الدین مرحوم و مغفور جیسے روحانی اثر و نفوذ رکھنے والے باپ اور انکی اولاد جیسے بچے ہر گھر میں پیدا ہوں تاکہ اسلام کے مٹتے ہوئے نقوش دوبارہ زندہ اور اجاگر ہوں۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب خلق اللہ کی خدمت کرنے میں بہت مسرت حاصل کرتے تھے۔ آپ اپنے روزانہ کاروبار کے علاوہ درس قرآن شریف دیتے تھے۔ دوستوں کے انگریزی مضامین کی اصلاح کرتے تھے۔ اور ہر روز مغرب کی نماز کے بعد ڈسپنسری میں بیٹھ کر بیماروں کی خدمت کرتے تھے اور جو وقت بچ جاتا تھا اس میں دوستوں سے ملاقات کرتے تھے اور مشورہ چاہنے والوں کو نیک مشورہ دیتے تھے۔ اور اگر کسی کو کوئی کام ہو تو اس کے لئے ہر جگہ جانے کے لئے مستعد رہتے تھے۔

خدا مغفرت کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں ؎

آہ! آفتاب دین غروب ہو گیا

جماعت احمدیہ کے لئے ایک زبردست تازیانہ

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب

غالباً مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات حسرت آیات کے دوسرے یوم مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کا رقعہ ملا، کہ مرحوم کے متعلق اخبار کے لئے کچھ لکھوں، لیکن اس غریب الوطن کی بے وقت اور ناگہانی موت کا مجھے اس قدر صدمہ تھا کہ فرط غم سے اس فریضہ کو اب تک ادا نہ کر سکا مجھے ان سے خاص لگاؤ اور انس تھا جس کا باعث ہماری طبیعتوں کی مناسبت تھی اور میں اپنی سلسلہ کی پریشانی کی گھڑیوں میں ان سے مل کر تسکین پاتا تھا، مجھے ان کی سادگی اور بے نفسی بہت پسند تھی، خاندان سادات سے تھے مگر سید یا شاہ کا لفظ اپنے نام کے ساتھ کبھی استعمال نہ کیا۔

وہ عباد الرحمٰن میں سے تھے اور اَلَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا کا نمونہ تھے، عالم باعمل اور نفس مطمئنہ رکھتے تھے، میں نے ان کو سوائے دین اور سلسلہ کے مفاد کے کبھی پریشان نہیں دیکھا۔ کئی دفعہ ان کے ہاں چوری ہوئی اور حوادثات بھی وہ جاتی رہی لیکن اس کا ان پر کوئی اثر نہ پایا گیا حضرت اقدس مجدد وقت علیہ الرحمۃ کا زمانہ نہ پایا اور ادھر ادھر پھر پھرا کر سلسلہ میں داخل ہوئے مگر تابعین میں سے سلسلہ کی حقانیت پر ایسا محکم ایمان کم دیکھنے میں آیا۔

دین کے لئے زندگی وقف کر دی۔ اور پھر مڑ کر دنیا کی طرف نہ دیکھا ایک دفعہ ان کو ایک معقول آسامی پیش ہوئی۔ مجھ سے اس کا ذکر کیا اور فرمانے لگے میں نے دین کے لئے زندگی وقف کی ہے میں اس کو کیسے قبول کر سکتا ہوں چنانچہ ٹھکرا دی، زندگی وقف کرنا آسان مگر اس کا نبھانا بہت مشکل ہے۔ مرحوم نے جو عہد باندھا اس کو پورا کیا۔ خدا کی درگاہ میں ان کا شمار فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ میں ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ شہداء کی صف میں اٹھائے جائیں گے۔ ان کی نظر وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى پر تھی، پس دنیا کے بجائے توشۂ آخرت جمع کرتے رہے اور زادِ راہ لے کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے، مرنے کے بعد ان کے چہرے سے جو میں نے کپڑا اٹھایا تو تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ کا نقشہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ طمانیت اور سکینت سے خواب استراحت فرما رہے ہیں،

وہ ایک مہذب، متین اور سنجیدہ انسان تھے اور ہر امر میں اعتدال اور حلم سے کام لیتے تھے ان میں نمائش مطلق نہ تھی، کم گو اور تنہائی پسند تھے، چنانچہ وہ خاموشی سے اشاعت اسلام اور اس کا دفاع کرتے رہے چپکے سے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے، اور قبرستان میں بھی ایک کونہ میں الگ تھلگ جگہ پائی۔

جسمانی طور پر نحیف البدن مگر ذہنی طور پر اعلیٰ پایہ کے مفکر تھے، مغربی ذہنیت سے خوب واقف تھے انگریزی زبان پر انہیں قدرت تھی اور ہر ایک مسئلہ کو فلسفیانہ اور طبیعاتی رنگ اور اچھوتے انداز میں رقم فرماتے تھے، معترض کا جواب اس کے مسلمات سے دیتے تھے۔

اپنے فرائض منصبی کے علاوہ جو ضرورت پیش آتی اس کا ذمہ لے لیتے اور شاید یہ جسمانی فوق الاستطاعت بوجھ ان کا نحیف جسم برداشت نہ کر سکا اور ان کی اچانک موت کا باعث ہوا، اس صاحب ایمان باحیا انسان نے خالصتہً للہ کام کیا اور اپنی خدمات کا کبھی تذکرہ کیا نہ اشتہار دیا۔

نماز نہایت خضوع اور خشوع سے ادا کرتے ان کی قرائت میں ایک خاص اثر تھا اور جب تکبیر کہتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ خدائے عز و جل کی کبریائی کی آواز ان کے دل کی گہرائیوں سے نکل رہی ہے۔

ہم تو اپنی اولادوں اور آیندہ پود کے متعلق نوحہ خوانی کرتے رہتے، لیکن انہوں نے اپنی اولاد کی نہایت عمدہ تربیت کی، ان کو اپنے نقش قدم پر چلایا، ایک بیٹا دین کی خدمت کے لئے وقف کیا ان کے بڑے صاحبزادے عزیزی اقبال احمد نے بھی جو خط ان کی وفات پر تحریر کیا اور جو پیغام صلح میں آپ کی نظر سے گذرے گا وہ اس بلند معیار کی خبر دیتا ہے جو مرحوم نے اپنی اولاد میں پیدا کیا، مجھے کامل یقین ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی اولاد کا حافظ و ناصر ہوگا اور دین کی ضرورت کا ان سے کام لے گا۔

آیندہ پود کا بھی ان کو بہت فکر تھا چنانچہ وہ ان کا خاص خیال رکھتے اور انہیں درس قرآن دیتے جماعتی کاموں میں حصہ لیتے اور ہر ایک کے دکھ اور درد میں شریک ہوتے۔

آہ! آفتاب الدین غروب ہو گیا اور روشنی

جو آپ کے وجود سے پھیلتی تھی بجھ گئی، میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری جماعت میں اس وقت ان کی مثل کوئی کارکن نظر نہیں آتا، وہ حقیقی معنوں میں کارکن تھے، ان کو اپنے کام سے عشق تھا اور عشق کے بغیر کام نہیں ہو سکتا، خدا کی نشان کہ پے در پے یکے بعد دیگرے ایسی ہستیاں گذرتی چلی جاتی ہیں اور سوائے اس کے کہ "ایک اور ستون گر گیا" یا "یہ خلا پر نہیں ہو سکتی" کہہ کر ہم اطمینان سے بیٹھے ہیں اور موت کی سی بے حسی ہم پر طاری ہے کہیں ہم تو

ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

کے مصداق تو نہیں؟

مولانا آفتاب الدین صاحب کی وفات ہمارے لئے ایک زبردست تازیانہ ہے۔ ایک تبلیغی جماعت آدمی پیدا کرنے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اس امر میں ہم نے مجرمانہ غفلت کی ہے کاش ہمیں اب بھی ہوش آ جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں مولانا آفتاب الدین صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

یہ موت نہیں زندگی ہے

سید تصدق حسین صاحب قادری کا پیغام بغداد سے

بغداد ۱۸ جنوری ۱۹۵۶ء

برادر محترم جناب سیکرٹری صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط مرقومہ ۱۴ جنوری بذریعہ ہوائی ڈاک کل شام کو بستر علالت پر ملا جس میں یہ نہایت ہی رنجدہ و المناک خبر پڑھی کہ بیکے از مجاہد ووکنگ مولانا آفتاب الدین احمد مورخہ ۱۳ جنوری یوم جمعۃ المبارک میدان جہاد میں (لائٹ کا مضمون لکھتے ہوئے) اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُف ابھی تو قبلہ عزیز بخش صاحبؒ کے غم میں دل رو ہی رہا تھا کہ ایک اور بے لوث خادم دین کی دائمی مفارقت کا صدمہ عظیم اٹھانا پڑا۔ بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔ ایک بہترین اسلامی مفکر علمی و عملی چلتی پھرتی تصویر اچانک آنکھوں سے اوجھل ہو گئی یہ انسانیت کے لئے ناقابل برداشت خسارہ ہے اللہ ہی ہے جو اب کا نعم البدل عطا فرمائے۔ عصر حاضر میں ایسی خدارسیدہ عالی و قالی شخصیت کی اشد ضرورت تھی لیکن ارادہ الٰہی کے سامنے خاموشی سا اللہ تعالےٰ اس پاک و مطہر روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اس کی خدمات دینیہ کو شرف قبولیت بخشے۔

اسے یہ گذار او مستوی مجاہد ملت آفتاب الدین احمد

باقی برصفحہ ۱۰ کالم ۱

آہ! مولانا آفتاب الدینؒ

ع خوش درخشید مگر شعلۂ مستعجل بود

مولانا مرتضیٰ خان حسن

مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور ان گرامایہ ہستیوں میں سے جو دنیا میں تھوڑی مدت کے لئے آتے ہیں مگر اس تھوڑی سی مدت میں ہی اپنے علم - اخلاق تقوےٰ اور اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے دین و دنیا میں عزت و احترام کا ایک امتیازی مقام پا لیتے ہیں۔

ابتدائی حالات

مولانا مرحوم نے چھوٹی عمر میں ہی قابلیت، تقویٰ، خدمات دینیہ کے وہ قابل قدر جوہر دکھائے، کہ عام لوگوں سے سالہا سال تک ان کا عشر عشیر بھی ظہور میں نہیں آتا۔

قسام ازل نے انہیں ذہن رسا اور طبع فہیم عطا فرمائی تھی - وہ فطرتاً ذکی ذہین اور نکتہ رس واقع ہوئے تھے۔ خاندانی ماحول بھی اچھا پایا تھا - وہ ملک بنگال کے رہنے والے تھے - سادات کے ایک معزز اور دیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے - دین کا شوق گویا ورثہ میں ملا تھا - بی اے کرنے کے بعد دینی تعلیم کے لئے وہ دیوبند چلے گئے۔ وہاں اتفاقاً لائٹ کا پرچہ ان کے ہاتھ لگ گیا - اس پر نظر ڈالنا ہی تھا کہ دل میں احمدیت کی محبت کی آگ بھڑک اٹھی - خداوندانِ دیوبند کو یہ کب گوارا ہو سکتا تھا - ان پر آوازے کسنے لگے۔

آغوشِ احمدیت میں

آخر دیوبند چھوڑ کر لاہور چلے آئے، جہاں انہیں روحانی تسکین حاصل ہوئی - سلسلہ کا لٹریچر پڑھا اور احمدیت کے عاشق زار ہو گئے اور آخر عمر تک رہے۔ لوگ ان کو کٹر احمدی کہا کرتے تھے اور اس میں شک بھی نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سے کمال محبت تھی اور وہ احمدیت کے بدل و جان فدائی تھے - جیسا کہ ان مضامین سے ظاہر ہوتا ہے جو وقتاً فوقتاً آپ کے قلم گوہر بار سے نکلتے رہے۔

تبلیغی خدمات

لاہور میں کچھ عرصہ دینی مطالعہ کے بعد آپ آسام مشن کے انچارج ہو گئے اور تبلیغ کی قیمتی خدمات سرانجام دیں اور جب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو ووکنگ مشن کے لئے مبلغ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ان کی نظرِ انتخاب مولانا مرحوم پر پڑی - اس وقت مولانا بالکل چھوٹی عمر کے تھے - مگر باوجود اس کے انگلستان میں سلسلے کے اہم اور مشکل کام کو آپ نے ایسی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا - کہ اپنے بیگانے سب آپ کی علمی قابلیت اور آپ کے تقوےٰ اور ادائے فرائض میں دیانت و امانت کے معترف ہو گئے۔

ایک بلند پایہ مصنف

مولانا کو خدا نے دونوں جوہر عطا کئے تھے وہ بولنے والے بھی تھے اور لکھنے والے بھی - ذہن ذہین تو تھے ہی - اس پر کثرت مطالعہ، محنت اور دن رات کی مشق نے سونے پر سہاگے کا کام کیا - تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی ایک بلند پایہ مصنف بن گئے اور علمی موشگافیوں میں اس قدر دسترس حاصل کی کہ بڑے بڑے فاضل انگشت بدنداں ہوتے تھے - اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ انگریزی کے ایک عالم متبحر تھے۔

لائٹ کی ادارت

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کے سول میں چلے جانے کے بعد لائٹ کی ادارت آپ کے سپرد ہوئی آپ نے نہ صرف اس گرانقدر پرچہ کی شہرت کو قائم ہی رکھا بلکہ اس کو چار چاند لگا دیئے۔

طرزِ تحریر اور اعلیٰ قابلیت

مولانا آفتاب الدین کی قابلیت کے لوگ دنیا میں ہر روز پیدا نہیں ہوتے - وہ مشکل سے مشکل مسائل پر قلم اٹھاتے اور بلا تکلف لکھتے چلے جاتے - زبان نہایت شستہ اور بلند پایہ خیالات اعلیٰ اور پاکیزہ طرز تحریر نہایت سائنٹیفک اور فلسفہ میں ڈوبی ہوئی، براہین و دلائل کا ایک سمندر بہا دیتے تھے، آپ کی تحریر اس قدر دلنشین اور مؤثر ہوتی تھی کہ پڑھنے والا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا آپ دنیا کے بہترین اہل قلم میں سے تھے - اور آپ کو بیسویں صدی کے مصنفین کی صفِ اوّل میں جگہ حاصل تھی۔

صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ

ووکنگ مشن کی سیکرٹری شپ کے فرائض ادا کرنے اور ہفتہ وار لائٹ کی ادارت کے علاوہ آپ بخاری کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ کر رہے تھے، جو اپنی نفاست اور خوبی کے لحاظ سے ایک شاہکار ہے - افسوس کہ آپ کی زندگی ختم ہو گئی اور یہ ترجمہ نامکمل رہ گیا - ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

زہد و عبادت اور درسِ قرآن

مرحوم ایک مخلص دیندار، متقی پرہیزگار، عابد اور زاہد انسان تھے - نمازیں خشوع خضوع سے ادا کرتے تلاوت قرآن مجید باقاعدہ کرتے - اور ووکنگ مشن کے دفتر میں درس قرآن بھی دیتے - کبھی کبھی مجھے بھی آپ کا درس سننے کا اتفاق ہوا - بڑے بڑے عجیب نکات بیان فرمایا کرتے تھے - ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

ریاست مانگرول میں مولانا کا ورود

جن دنوں میں مَیں مانگرول میں تھا - آپ خواجہ عبدالغنی صاحب کے ہمراہ وہاں بھی تشریف لائے - نواب صاحب جہانگیر میاں مرحوم سے متعدد بار ملاقات ہوئی اور کبھی کبھی مختلف مسائل پر گفتگو بھی ہوئی - نواب صاحب ان کی گفتگو سے بہت متاثر ہوتے تھے اور ایک دفعہ جب مَیں نے نواب صاحب کو بتلایا کہ مولانا صاحب دیوبند میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں تو نواب صاحب نے وہاں کے دیوبندی مولوی کو بلا کر کہا کہ تم تو کہا کرتے ہو کہ دیوبند کا کوئی مولوی مرزا صاحب کا مرید نہیں ہے مگر یہ مولوی آفتاب الدین صاحب تو وہاں کے تعلیمیافتہ ہیں اور وہ احمدی ہیں۔

اپنی موت کے متعلق پیشگوئی

مانگرول کے قیام کے دوران میں آپ کی طبیعت ناساز رہی - آپ کو نیورس دھڑکن کی تکلیف تھی - ایک دن کہنے لگے میں جب مروں گا ہارٹ فیل ہونے سے مروں گا - آخر آپ کی یہ بات سچ نکلی اور آپ اناً فاناً دل کی حرکت بند ہو جانے سے ہم سب کو تڑپتے ہوئے چھوڑ کر راہگرائے عالم بقا ہوئے - انا للہ و انا الیہ راجعون۔

ہمہ صفت موصوف

مولانا مرحوم کی کس کس صفت کو بیان کیا جائے - آپ ہمہ صفت موصوف تھے - آپ ان افراد میں سے تھے جن پر احمدیت کو ہی نہیں بلکہ کل مسلمان قوم کو فخر ہو سکتا ہے آپ باوجود ایک بلند مرتبہ عالم ہونے کے نہایت خوش اخلاق، بے تکلف، دوست نواز اور متواضع انسان تھے - بڑے ہنس مکھ - بڑے شگفتہ مزاج - گفتگو میں مزاح کی چاشنی بھی تھی - باتیں کرتے کرتے ایسی بات کہہ دیتے تھے جس سے ساری مجلس کشتِ زعفران بن جاتی ع حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

افسوس آپ نے تھوڑی عمر پائی مگر جس قدر پائی وہ کمالات سے پُر تھی اور کہنا پڑتا ہے کہ حافظ شیرازیؒ نے جو کہا ہے

ع خوش درخشید مگر شعلۂ مستعجل بود

گویا آپ کے حق میں کہا ہے۔

بہت بڑا قومی نقصان

آپ کی موت ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے - جس کی تلافی بظاہر نظر نہیں آتی - اللہ تعالےٰ ہم سب کو صبر بخشے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کی اولاد کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور آپ کا صحیح جانشین بننے کی توفیق بخشے - آمین۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے فرزند اقبال احمد صاحب کا تعزیت نامہ قوم کے نام

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کی خبر ان کے فرزند اکبر میاں اقبال احمد صاحب کو اسی دن (۱۳ر جنوری) کو بذریعہ تار بھیجی گئی جس کے جواب میں انھوں نے دوسرے دن حضرت امیر اور ممبران انجمن کے نام انگریزی میں ایک تعزیت نامہ لکھ کر بھیجا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

از دفتر ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ووکنگ (انگلستان)

مورخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۵۶ء

میرے پیارے اور محترم حضرت امیر و سیکرٹری صاحب اور ممبران انجمن!

السلام علیکم! مجھے اپنے والد محترم کی وفات کی پریشان کن خبر پہنچی ہے، یہ سانحہ ایک ایسا دقعہ ہے جس کے لئے بظاہر یہ وقت موزوں نظر نہیں آتا، ہم انسانی ہستیاں اللہ تعالیٰ کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس موقعہ پہ بہترین کلمہ جو ہماری زبان پہ آنا چاہیئے یہی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو اور مرحوم کی روح پر فتوح امن و سلامتی میں آرام پائے"

انسانی سوسائٹی محبت و شفقت اور جذبات کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی ہے، باپ جیسی شفیق ہستی کا گذر جانا انسانی جذبات میں سخت ہیجان اور انتشار پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ تاریخ انسانی میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ لوگ بے اندازہ دولت خرچ کر کے اپنے پیاروں کی یاد تازہ رکھنے کے لئے بڑی بڑی عمارات کھڑی کر دیتے ہیں، میرے پاس کوئی دولت نہیں، میرے باپ نے آپ جانتے ہیں کہ کوئی دولت نہیں چھوڑی۔ ایک ہی دولت جو اس نے ورثہ میں مجھے دی ہے، وہ اسلام کی راہ میں زندگی وقف کرنا ہے،

عام طور پر ایسے موقعہ پر اپنے رنج و غم کا اظہار رونے اور سوگواری کی صورت میں کیا جاتا ہے، میں نے ایسا نہیں کیا، میں نے اس کے لئے زیادہ موزوں طریق یہ خیال کیا ہے کہ **اس کام میں اپنے آپ کو لگایا جائے** جو مرحوم **کو سب سے زیادہ پیارا تھا اور جس کو اچانک انہیں چھوڑنا پڑا**۔ میرے رستہ میں بہت سی دشواریاں ہیں جن پر امید ہے کہ میں غلبہ پا سکوں گا۔

امید ہے آپ اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھیں گے۔ آپ کا مخلص۔ اقبال احمد

نوٹ:۔ قوم کے نام اس تعزیت نامہ کے علاوہ محترم اقبال احمد صاحب نے اپنی والدہ اور بھائیوں کو بھی بذریعہ ٹیلیفون صبر و استقلال سے کام لینے کی تاکید کی اور ان کی والدہ اور بھائیوں نے صبر و استقلال کا نہایت ہی شاندار نمونہ دکھایا ﴿

مرد مجاہد کی موت اور جماعت کا فرض

خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح

السلام علیکم۔

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی ناگہانی موت کی اطلاع عین جمعہ کے دن پہنچی۔ سب احباب اس قدر صدمہ سے چشم پُرنم ہو گئے اور نہایت تضرع کے ساتھ دعائے مغفرت اور نماز جنازہ تمام جماعت ضلع پشاور نے پڑھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ریزولیوشن بھی پاس ہوئے اور ساتھ ہی عملی قدم برائے امداد پسماندگان موثر طور پر اٹھایا گیا۔ خدا کرے کہ تمام جماعت اس کار خیر میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کرے۔ مرحوم عین جوانی میں بی اے پاس کرنے کے بعد جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اور پھر ایک مجاہدانہ رنگ میں انھوں نے اپنی زندگی دینی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ خدا کے فضل سے نیکی اور اتقاء کے علاوہ انکو دینی علم بھی حاصل ہوا۔ اور خداوند تعالیٰ نے آپکو موثر زبان اور زوردار قلم بھی عطا کر دیا۔ آپنے مسجد ووکنگ کی امامت ایک عرصہ تک کی ہے۔ اور آپ کے پاک نمونہ کی وجہ سے میجر فارمر فاروق مسلمان ہوئے۔ جو آج مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹن کے صدر ہیں۔ اسلامک ریویو اور اخبار لائٹ کی ایڈیٹری ایک مدت تک کی۔ اور آپکی تصنیف فتوح الغیب انگریزی علمی ذخیرہ میں قیمتی اضافہ ہے۔ آپ کا آخری مقالہ "ہیریسی ان اسلام" ایک بہتر اور موزوں مضمون تھا۔ جو قتل مرتد کے متعلق فیصلہ کن ہے۔ صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ بڑی قابلیت سے کر رہے تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے ہم سے الوداع ہو گئے۔ مرحوم نے چند سال ہوئے کہ اپنے بیٹے اقبال احمد کو کہا۔ کہ وہ اپنی اولاد سے یہ الفاظ سننے پر سخت ناراض ہوں گے کہ اگر انہوں نے کسی پر یہ ظاہر کیا کہ انکے والد نے اپنی زندگی کو دینی کاموں کے لئے وقف کرنے کا قدم غلط اٹھایا تھا۔ انہوں نے دلی جذبہ اور خلوص کیساتھ پُرزور الفاظ میں کیا کہ:۔

"میرا سب سے موزوں اور مفید ترین فیصلہ اپنی زندگی کو دین کی خدمت کیلئے وقف کرنیکا تھا"

اس مرد مجاہد نے یہ الفاظ میرے سامنے کہے جو مجھے کبھی نہیں بھولیں گے اور ان کی قدر میرے دل میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ مرحوم کو ان عزائم اور مخلصانہ خدمات کا اجر عظیم عطا کرے۔ مرحوم اپنے وطن، اعزاء و اقارب سے کوسوں دور احمدیہ بلڈنگس کی روحانی زینت تھے، وہ ہمارے ساتھ سلسلہ اخوت میں شریک ہو چکے تھے اور انہوں نے اپنی اور اپنی اولاد کی قسمت کو اپنی احمدیہ برادری سے منسلک کر دیا تھا۔ کوئی بھی ایسا نہ ہوگا۔ جو ان کے اہل و عیال اور

میرا محسن

شیخ محمد حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر انجمن

ایک شفیق معالج کی حیثیت سے

میلان طبیعت اور بعض احباب کی تحریک پر نومبر ۱۹۴۰ء میں مجھے انجمن کی خدمت کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور میں اپنے گھر سیالکوٹ سے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اٹھ آیا۔ نیا شہر، نیا ماحول، صورت شناس کم، لے دے کے حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ، یہی دو ہستیاں تھیں جنہیں میں جانتا تھا۔ ابھی مجھے چند روز بھی آئے ہوئے نہ گذرے تھے کہ ڈینگو فیور نے مجھے آپکڑا۔ پریشان کن بیماری، عزیز و اقارب سے دوری، جان پہچان کم، میں عجیب مخمصہ میں مبتلا تھا، لیکن ایک منحنی، دبلے پتلے شخص کی دن رات خبر گیری اور تیمارداری حوصلہ افزا اور شفقت بھرے الفاظ، رفتہ رفتہ میری تنہائیوں اور مایوسیوں اور پریشانیوں کو حرف غلط کی طرح مٹاتے گئے۔ مجھے اب بخار نہ تھا، البتہ اپنے اس بے لوث محسن کو جاننے کا شوق دل میں چٹکیاں لے رہا تھا، یہ مولانا آفتاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو نو وارد کو اپنا ہی سمجھے ہوئے تھے۔

بخار تو عارضی بیماری تھی، میں گردہ کی سخت تکلیف میں مبتلا تھا۔ ڈاکٹروں کے پاس اپریشن کے سوا کوئی علاج نہ تھا، اور اپریشن بھی خطرناک تھا۔ ڈاکٹر خود بھی اس کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ اور میں ایک مایوسی کے عالم میں تھا کہ بھٹہ صاحب مجھے مولانا مرحوم کی خدمت میں مشورہ کے لئے لے گئے، اور انہوں نے میری رضامندی پر اپنا ہومیو پیتھک علاج شروع کیا، اور میرے لئے خاص دعاؤں کا وعدہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری صحت درست ہوگئی۔ اور تھوڑے عرصہ میں وزن بھی بڑھ گیا۔

رُوحانی معالجہ

مولانا میری زندگی میں ایک شفیق معالج کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اور میرے جسم کی بیماریوں کو دور کرتے ہوئے میری کئی رُوحانی بیماریوں کا بھی قلع قمع کر گئے۔ ان کی صحبت نہ صرف میری صحت کی ضامن بنی بلکہ خدا خوفی اور خدا شناسی کا درس بھی مجھے نصیب ہوا۔ وہ تو پارس تھے، ہر وہ شخص جو ان کے قریب ہوا کچھ نیک باتیں لیکر ہی اُٹھا۔

"سینما بینی" موجودہ دور میں ایک دلچسپ مشغلہ ہے شاید ہی کوئی نوجوان اس سے بچا ہوا ہو، مجھے اور میرے ایک دوست کو بھی اس کا شوق تھا، لیکن مولانا اس سے روکتے تھے، ہم نے کہا کہ مولانا آپ دعا کریں کہ ہم رُک جائیں، یہ مولانا مرحوم ہی کی کوشش تھی کہ اب برسوں سے ہمیں لاہور میں سینما گھروں کی موجودگی تک کا احساس نہیں ہوتا۔

صحبت کا اثر

مذہبی رہنماؤں اور علماء کے برعکس مولانا نے اپنے عقیدتمندوں کو قریب سے قریب تر کیا، اور جو شخص ان کے قریب ہوا وہ ہمیشہ کے لئے انہی کا ہو گیا۔ مجھے مولانا کے قریب ہونے کا بہت موقعہ ملا اور میں نے مولانا کو بہت تنقیدی نظر سے دیکھا اور انہیں ہمیشہ، عابد، عالم باعمل۔ پابند شریعت پایا۔ انکی صحبتیں قرآن، اسلام، اور احمدیت کے چرچوں سے معمور نظر آتی تھیں۔

انکساری اور بے نفسی

انکساری اور بے نفسی کا یہ عالم کہ سید ہوتے ہوئے بھی اپنے نام کے ساتھ کبھی سید نہ لکھا اور نہ ہی اپنی اولاد کو "شاہ صاحب" بننے کی تلقین کی وہ جانتے تھے کہ

شرف نسب وہاں پر تو پوچھا نہ جائے گا

لیکن اپنی اولاد کا خود احترام اور عزت کرنا انکی طبیعت کا خاصا تھا۔ خلوص کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ مولانا مجھ سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

ولی اللہ کے زیر سایہ

مولانا بنگالی تھے لیکن ان میں صوبائی، لسانی یا قبائلی تعصب نام کو نہ تھا اور اتنے وسیع القلب تھے کہ دوسروں کے لئے ان کے گھر کے دروازے کھلے رہتے تھے شروع سال ۱۹۴۹ء میں میں مجبور ہو گیا کہ اپنے اہل و عیال کو لاہور لاؤں۔ لاہور میں قلت مکان کے پیش نظر قلیل تنخواہ والوں کے لئے مکان ملنا نا ممکن تھا۔ مولانا صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے فی الفور اپنے مکان کا ایک کمرہ پیش فرما دیا جہاں میں نے اس ولی اللہ کے زیر سایہ پانچ سال گذارے اور مجھ سے ایسے گھل مل گئے کہ جیسے دو سگے بھائی ایک ہی مکان میں رہتے ہوں، مجھے اپنے بچوں کی اتنی فکر نہ ہوتی تھی جتنی مولانا صاحب کو۔ میری بچی کو ذرا بخار ہوتا تو بار بار آتے تھے اور دوا کے ساتھ دعا بھی کرتے تھے۔

صبر و استقلال کی مضبوط چٹان

مولانا صبر و استقلال کی ایک مضبوط چٹان اور پناہ گاہ تھے۔ ہم کتنے ہی غمزدہ کتنے ہی رنج اور کتنی ہی مایوسی کی حالت میں ان کے پاس گئے تو طمینان قلب کے ساتھ لوٹے۔

خدمت خلق کا جذبہ

مولانا صاحب کی زندگی میں دوسرا جذبہ جو بہت نمایاں نظر آتا ہے وہ خدمت خلق تھا۔ اسی جذبہ کے تحت وہ شروع سے ہومیو پیتھک ادویات اپنے پاس رکھتے تھے حاجتمندوں اور بیماروں کو مفت دیتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں مولانا صاحب نے احمدیہ بلڈنگس میں باقاعدہ "احمدیہ ہومیو پیتھک دارالشفاء" کا اجرا کیا۔ مقررہ وقت کے علاوہ کسی وقت بھی کوئی مریض خواہ دفتر کے وقت میں آیا یا رات کے وقت مولانا خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ اور خود چل کر دوائی خانہ سے دوا دی۔

ہمہ وقت یاد الٰہی میں

غرضیکہ مولانا کا وقت صبح نماز تہجد سے لے کر رات کے دس گیارہ بجے تک ذکر الٰہی۔ اسلام کی اشاعت اور خدمت خلق میں صرف ہوتا تھا۔ اور مولانا نے اپنے یا اپنے اہل و عیال کے لئے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سوچا اور نہ فکر کیا اور ہمیشہ خدا پر وہ توکل کیا جو توکل کرنے کا حق تھا۔

یادگاری فنڈ کے لئے عطیہ اور نوجوانوں کو دعوتِ عمل

ایسی ہستی کو خراج عقیدت پیش کرنے کی ایک تو صورت یہ ہے کہ ہم نوجوان ان کے نقش قدم پر چلیں اور دوسرے کوئی یادگار قائم کریں۔ مولانا نے اپنی ساری عمر درویشانہ بسر کی اور کوئی مالی ترکہ نہیں چھوڑا۔ انجمن مولانا کے اہل و عیال کے ساتھ بڑی فراخدلی سے پیش آئی ہے اور اس پر مزید بوجھ نہ ڈالنا چاہیئے۔ ہم نوجوانوں کو ان کی شان کے شایان یادگار قائم کرنے کے لئے خواہ کسی صورت میں ہو کوشش کرنی چاہیئے۔ میں اس غرض کے لئے پچاس روپیہ پیش کرتا ہوں اور امید ہے دوسرے نوجوان بھی حصہ لیں گے اور اس یادگار کے قیام کے بارہ میں اپنی رائے بھی دیں گے ؛

قادری صاحب کا پیغام بقیہ صٹ

اپنے رب کی طرف مطمئن گیا۔ جہاد کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کام آیا یہ موت نہیں زندگی ہے۔ ہمیں بھی ایسی ہی زندگی بخش موت کے لئے تیار رہنا چاہیئے کسی نے کہا ہے

یہ اقامت تمہیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

اس چند روزہ زندگی میں مرحوم کی طرح "دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا" کے عہد جلیلہ کو پورا کرنے کی سعی جمیلہ پر عمل کریں میری طرف سے مرحوم کے لواحقین کی خدمت میں دلی ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں خاکسار۔ تصدق حسین

وہ آفتاب زیرِ زمیں ہو گیا نہاں

منظومہ نصرت جہان حسن

پہلو میں میرے درد ہے آنکھ اشکبار ہے ؎ دل داغ داغ ہے مرا سینہ فگار ہے
بچھڑا وہ ہم سے آہ! جو تھا یارِ غمگسار ؎ حامی خدا کے دین کا ملت کا دوستدار
بچھڑا وہ ہم سے آہ! جو آنکھوں کا نور تھا ؎ تسکینِ روح و قلب تھا دل کا سرور تھا
بچھڑا وہ آہ! جس کا گوارا نہ تھا فراق ؎ فرقت میں اسکی جینا ہمارا ہوا ہے شاق
جسکی شعاعِ علم سے تاباں تھا اک جہاں ؎ وہ آفتاب زیرِ زمیں ہو گیا نہاں
جس کو عزیز رکھتے تھے ابنائے روزگار ؎ مٹی میں آہ! مل گیا وہ دُرِّ شاہوار
خوش خلق و خوش کلام حلیم اور بردبار ؎ اسکو خدا نے خوبیاں بخشی تھیں بے شمار
دل کا جری تھا اور وہ ہمت کا تھا دھنی ؎ ظاہر میں گرچہ وہ نظر آتا تھا منحنی
کس شوق سے وہ کرتا تھا تبلیغِ دیں کا کام ؎ اس کام میں وہ رہتا تھا مشغول صبح و شام
وہ اپنے فن میں ملک کے اندر یگانہ تھا ؎ یکتائے روزگار تھا فخرِ زمانہ تھا

توصیف کیا رقم کروں اس نامدار کی
جانِ عزیز راہِ خدا میں نثار کی

اے نورِ چشمِ اہلِ یقیں! آفتابِ دیں ؎ ہے قوم تیرے غم میں ترے خستہ و حزیں
اے فخرِ قوم! مایۂ عزّ و وقارِ قوم! ؎ اے کشتۂ محبتِ دیں غمگسارِ قوم!
ہم کو تڑپتا چھوڑ کے کیوں تو چلا گیا؟ ؎ کیا اس جہاں کی راس نہ آئی تجھے فضا؟
باغِ جناں کی کیا تجھے مرغوب سیر تھی؟ ؎ یا آرزو تھی یارِ ازل سے وصال کی؟
خواجہ[1] نے اپنے پاس تجھے کیا بلا لیا؟ ؎ یا حضرتِ امیر[2] سے ملنے کا شوق تھا؟

میرا سلامِ شوق بھی دیدیجئے وہاں
مجھ غمزدہ کا باپ[3] بھی بھائی[4] بھی ہے وہاں

برہم ہماری بزم تری موت کر گئی ؎ "تم کیا گئے کہ ہم پہ قیامت گذر گئی"
صابرہ بھی رو رہے ہیں کہ اے وائے حسرتا! ؎ پیغامِ موت تجھ کو جوانی میں آگیا
ہر فردِ قوم آج رہینِ الم ہوا ؎ دیکھو! تمہارے بالیں پہ محشر ہے اک بپا
گو درد سے تڑپتی ہے جانِ حزیں مری ؎ ہر رگ میں میری گویا ہے نشتر چبھی ہوئی
لیکن بغیر صبر کے چارہ نہیں کوئی ؎ جو ہے رضا خدا کی وہی ہے رضا مری

اک حیِّ لایموت وہی ذاتِ پاک ہے
انسان چیز کیا ہے؟ فقط اِک مشتِ خاک ہے

[1] خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی ووکنگ مسلم مشن
[2] حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
[3] حضرت [illegible] صاحب مرحوم
[4] [illegible] صاحب مرحوم

إنّا بفراقك يا آفتاب الدّين لمحزونون

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

موت العالم

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی موت موت العالم موت العالم کی مصداق ہے اگرچہ مولانا مرحوم و مغفور نے مولوی فاضل وغیرہ کی ڈگری تو حاصل نہیں کی ہوئی تھی لیکن وہ قرآنی تعریف کے لحاظ سے دین کے حقیقی عالم تھے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے ماتحت خشیۃ اللہ ان کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی تھی۔

عظمت الٰہی اور شفقت علیٰ خلق اللہ

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کے ماتحت زندگی کی اس غرض و غایت کو انہوں نے خوب اچھی طرح سمجھا ہوا تھا اس لئے عبادت الٰہی ہر پہلو سے ان کی غذا تھی اگر ایک طرف عظمت الٰہی ان کے دل پر مستولی تھی تو دوسری طرف شفقت علیٰ خلق اللہ کے پہلو پر بھی آپ کا پورا پورا عمل تھا مخلوق الٰہی کی روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے اگر آپ کی قلم دن رات مشغول عمل رہی تو دوسری طرف جسمانی امراض سے رہائی دلانے میں بھی ان کی کوششیں برابر جاری رہیں آپ نے بڑی محنت اور توجہ اور جانفشانی سے طب کی شاخ ہومیوپیتھی کا مطالعہ کیا اور اس میں کافی دسترس حاصل کی اور پھر اس علم کو بغیر کسی طمع و لالچ کے خدمت خلق کے لئے وقف کر دیا۔ بے شمار مریض آپ کے در پر موجود رہتے تھے جن کو آپ نہایت محبت و شفقت سے دیکھتے اور دوائی بھی مفت عنایت کرتے آپ کا مطب غرباء کے لئے ایک رحمت تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں شفا بھی رکھی تھی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں نے آپ کے ہاتھ سے اپنی امراض سے مخلصی حاصل کی۔

تفقہ فی الدین

اسی طرح عالم دین کی جو یہ شان ہے کہ اسے تفقہ فی الدین حاصل ہو اور راسخ فی العلم ہو خدا کی اس نعمت سے بھی آپ مالا مال تھے اور اس کا ثبوت آپ کے وہ مضامین ہیں جو لائٹ میں شائع ہوتے رہے ہیں، یہ مضامین صاف دلالت کر رہے ہیں کہ دین کی روح کو آپ نے اچھی طرح اخذ کیا ہوا تھا اور اس کے سمندر کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر آپ نہایت قیمتی اور مصفا موتی نکال کر مخلوق الٰہی کے سامنے پیش کرنے کے عادی تھے۔

قرآن کریم پر کامل ایمان

قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے پر آپ کو کامل ایمان تھا اور اس بات پر بھی آپ کو پورا پورا یقین تھا کہ دنیا کی نجات صرف قرآن کریم کی پیروی اور رسول کریم صلعم کی کامل اطاعت کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ ایمان اور یقین محض تقلیدی نہ تھا بلکہ بصیرۃ کاملہ پر اس کی بنا تھی۔

حضرت مجدد زمان کا پیش کردہ علم قرآن

آپ یہ بھی خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر غیر مسلموں کو قرآن کریم کا عاشق اور محمد رسول اللہ صلعم کی محبت میں فانی بنایا جا سکتا ہے تو اسی طریق سے بنایا جا سکتا ہے جو امام الزمان مسیح دوران حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش کیا ہے آپ امام الزمان کو اس زمانہ کا نور یقین کرتے تھے اور اسی نور سے روشنی حاصل کرنے اور اسی کو دنیا میں پھیلانے کے قائل تھے اس لئے آپ کو امام الزمان سے دلی محبت تھی آپ کی صداقت پر انہیں دلی یقین تھا آپ کی دلی خواہش تھی کہ جماعت اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لے کہ جتنا ہمارا مسیح موعود کیساتھ دلی اور ذاتی تعلق ہوگا اتنا ہی جلد ہم اشاعت اسلام کے فریضہ کو ادا کرنے میں کامیاب ہوں گے امام الزمان کے نور سے اقتباس کئے بغیر کامیابی ناممکن ہے کیونکہ اس کے باہر سب تاریکی ہی تاریکی ہے، اسلام وہی حقیقی اسلام ہے جسے حضرت نبی کریم صلعم سے لے کر امام الزمان نے پیش کیا ہے اس کے علاوہ باقی سب اوہام اور انسانوں کے اپنے دماغوں کے اختراعات کا مجموعہ ہے جو کبھی عقلمندوں کو اپیل نہیں کر سکتا دنیا جب بھی اسلام کے جھنڈے کے نیچے آئے گی اور وہ ضرور آ کر رہے گی تو اسی اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگی جو محمد رسول اللہ صلعم اور امام الزمان کا پیش کردہ ہے۔

تصوف سے دلی لگاؤ

تصوف کی حقیقت سے بھی آپ کما حقہ واقف تھے جیسا کہ اس دیباچہ سے ظاہر ہے جو آپ نے فتوح الغیب کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ اعتقاداً و عملاً کامل صوفی تھے ....

.... آپ کا ظاہر و باطن حقیقی صوفیوں کی طرح صاف تھا اللہ تعالیٰ سے آپ کو دلی لگاؤ تھا اور اسی کی یاد میں حقیقی لذت پاتے تھے۔

خدمت اسلام کے لئے وقف زندگی

آپ کے کامل الایمان ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ نے عین عالم شباب میں جبکہ دنیا میں ترقی کرنے کی امنگیں نوجوانوں کے دلوں میں موجزن ہوتی ہیں اور مادی عالم اپنی پوری دلفریبیوں کے ساتھ انہیں اپنی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے ان سب پر لات مار کر خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور باوجود اس کے کہ آپ کو بعض اوقات مالی مشکلات بھی پیش آئیں اور باوجود اس کے کہ کافی بڑی تنخواہ والی ملازمتیں بھی اس اثنا میں آپ کے سامنے پیش کی گئیں لیکن آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی اگرچہ بعض احباب نے انہیں ان ملازمتوں کے قبول کرنے کا مشورہ بھی دیا۔ لیکن آپ نے ہمیشہ اس قسم کے مشوروں کو ماننے سے انکار کیا اور اس عہد پر جو خدا سے آپ نے امام الزمان کے ذریعہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا باندھا تھا پختگی سے قائم رہے اور اس کو آخری دم تک ایسا نبھایا کہ دوسرے نوجوانوں کے لئے قابل تقلید نمونہ کا کام دے اور یہ عجیب بات ہے کہ دین کی خدمت کرتے کرتے ہی آپ کی جان نکلی گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے آیۃ کریمہ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا مصداق بننے کی پوری توفیق عطا فرمائی۔

تربیت اولاد

کسی نظریہ پر پختگی ایمان کی یہ بھی علامت ہوتی ہے کہ انسان اپنی اولاد کو بھی اسی نظریہ پر قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے سو مولانا مرحوم و مغفور ایمان کے اس محک پر بھی پورے اترے ہیں آپ نے اپنی اولاد کی تربیت بھی دینی رنگ میں کی اور ان کے دلوں میں بھی خدمت اسلام کا ولولہ پیدا کیا اور انہیں خود قرآن پڑھایا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جوش ان کے اندر پیدا کیا اور خدا کے فضل سے آپ کی اولاد اپنے والد مرحوم و مغفور کے نقش قدم پر گامزن ہے اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ کا کام دے رہی ہے اور انشاء اللہ دیتی رہے گی۔

پُرتاثیر شخصیت

مولانا مرحوم و مغفور میں یہ کمال تھا کہ جس کو بھی آپ سے اسطرح پڑا اسے ہی اپنا گرویدہ بنا لیا آپ کے کلام میں ایسی تاثیر تھی کہ آپ سے گفتگو کرنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

مشکل مسائل کا حل

مشکل سے مشکل مسائل کو بڑی آسانی سے حل کر دیتے تھے اور ایسے طریق سے انہیں صاف کرتے تھے کہ ان کی تمام الجھنیں دور ہو جاتی تھیں اور سننے والے کا دل اطمینان سے بھر جاتا تھا، بھٹکے ہوئے لوگوں کو حق کی راہ دکھانے کا اس قدر جوش تھا کہ آپ کے علم میں جب کبھی ایسا آدمی آتا تھا جس کو راہ حق کی تلاش ہو فوراً اس تک پہنچتے اس کی دلداری کر کے اس کے شکوک کو دور کرتے۔ اور اگر مال بھی خرچ کرنا پڑتا تو اس سے بھی دریغ نہ کرتے۔

مہمان نوازی اور غرباء سے ہمدردی

مہمان نوازی بھی آپ کے اوصاف حمیدہ میں سے بڑی ...

آہ میرے دلی دوست! مولانا آفتاب الدین احمد

مبلغِ اسلام کی صحیح زندگی کی جیتی جاگتی تصویر

جذباتِ عالیہ و عقلی و فکری صلاحیتوں کا مجموعہ

وَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُورًا يَّمْشِي بِهٖ فِي النَّاسِ (فرقان مجید)

از ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کراچی

دہریت و الحاد کے اس زمانہ میں بعض لوگ ایمان کے نتائج دیکھنے کے متلاشی ہوتے ہیں لیکن اکثر مدعیانِ دین و علمبردارانِ تبلیغ کی زندگیاں ان سے خالی پائی جاتی ہیں۔ دین کی ترقی میں یہی سب سے بڑی روک ہے۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب واقعی کامل ایمان و احسان کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (لقمان) کی حقیقت نظر آجاتی جب کوئی شخص آپ سے مل جاتا اور دل بول اُٹھتا کہ ایمان ایک زندہ حقیقت ہے ڈھکوسلہ نہیں۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کے مطابق مولانا صاحب نے ایمان و احسان کو جمع کر لیا ہوا تھا اس بوجب وعدہ خدائی ہر دل میں آپ کے لئے گھر کیا ہوا تھا۔ یہی وہ حصول کمال ہے جس کی طرف اس مصرعہ کے ذریعہ توجہ دلائی گئی ہے کسب کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی۔ جہاں مولانا صاحب کی زندگی ایمان کے لئے مشعلِ راہ تھی وہاں آپ کی وفات بھی ہمارے لئے درسِ عبرت پیش کر رہی ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور میں ان کی وفات سے جو عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہونا چاہئے ہماری اشاعت و تبلیغ کا سارا دار و مدار صحیح قسم کے تعلیم و تربیت یافتہ اصحاب کا طلبگار ہے۔ کیا ہمارا جماعتی نظام اس فوری اور بنیادی ضرورت کی طرف اب توجہ دے گا ——— ؟

مختصر حالاتِ زندگی

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے والد صاحب ضلع بردوان بنگال کے رہنے والے تھے اور عدالت میں مختاری کا کام کرتے تھے۔ آباء و اجداد کسی زمانہ میں ایران سے آکر آباد ہوئے تھے اور شیعہ خاندان سے تعلق تھا۔ مولانا نے پریزیڈنسی کالج کلکتہ سے بی اے کی ڈگری لی۔ اس کے بعد اگرچہ آپ کے والد صاحب کی منشا نہ تھی مگر مولانا صاحب جو تعلیم دین حاصل کرنے کا شوق دامنگیر تھا وہ جذبہ آپ کو مدرسہ دیوبند میں لے گیا۔ یہ سنہ ۱۹۲۰ء کے قریب کا زمانہ تھا، بوجہ انگریزی خواں ہونے اور مذہبی شوق رکھنے کے آپ کے پاس جماعت احمدیہ لاہور کا اخبار لائٹ جایا کرتا تھا۔ مدرسہ دیوبند کی تنگ نظر و متعصبانہ چار دیواری میں طلباء لائٹ ایسے ملائیت کے مخالف احمدیہ آرگن کی برداشت کیسے کر سکتے تھے۔ اسی وجہ سے بحث مباحثہ کا بازار اکثر گرم رہتا تھا۔ اس وقت تک مولانا صاحب جماعت احمدیہ میں شامل نہ ہوئے تھے لیکن طبیعت حق جو اور مزاج حق گو پایا تھا اس لئے مخالف طلباء کا مقابلہ ڈٹ کر کرتے۔ انگریزی تعلیم یافتہ ہونے کے باعث مولانا صاحب دیگر طلباء کو انگریزی پڑھایا کرتے تھے اسی وجہ سے اساتذہ صاحبان کو تو آپ سے اس قدر کد نہ تھی مگر نوجوان کٹر ملا طبع طلباء بھلا آپ کی موجودگی کیسے گوارا کر سکتے۔ نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ آپ کو دو سال بعد دیوبند کو خیرباد کہنا پڑا۔ اب آپ کے لئے دینی کشش کا مرکز بجز جماعت احمدیہ لاہور کے اور کوئی نہ رہا چنانچہ آپ سنہ ۱۹۲۲ء کے قریب احمدیہ بلڈنگس لاہور میں آمقیم ہوئے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر مرحوم، مولانا عبدالستار صاحب و دیگر بزرگانِ دین سے دینی تعلیم اور اسلامی سپرٹ حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے کئی مرتبہ آپ کو یہ کہتے سنا کہ نماز تہجد کی تلقین آپ کو مولانا عبدالستار صاحب نے کی۔

شیلانگ اسلامک مشن کے بانی

چنانچہ سنہ ۱۹۲۸ء کے قریب آپ کو شیلانگ میں اسلامک مشن کھولنے کے لئے بھیجا گیا۔ ایک دو سال مشن کو کھلے ہو چکے تھے اور مشن کامیابی سے اپنی بنیادوں پر قائم ہو رہا تھا کہ انجمن کے حالات نے زیادہ دیر تک اُسے کھلا رکھنے کی اجازت نہ دی۔ لیکن اس قلیل عرصہ میں بھی مولانا صاحب کی متاثر کرنے والی شخصیت اور صدق و اخلاص نے وہاں کے بعض مقامی اشخاص کو گرویدہ کر لیا ہوا تھا اور اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ اگرچہ انجمن نے وہاں مشن بند کر دیا لیکن مقامی لوگوں نے اسے سنبھال لیا۔ بعد میں اس مشن میں ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب نے کام کیا جو سنہ ۱۹۴۳ء کے قریب لاہور انجمن کے جلسہ سالانہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ اب یہ مشن ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب چلا رہے ہیں گویا وہ بیج جو مولانا صاحب نے اپنے مخلص ہاتھوں سے آسام میں بویا تھا وہ آج تک اپنے پھل لا رہا ہے۔

مسجد ووکنگ کے امام

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے بھی مولانا صاحب کو احمدیہ بلڈنگس میں دینی تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھا تھا اور آپ کی مردم شناس نظر نے فوراً تاڑ لیا ہوا تھا کہ مولانا صاحب کی طبیعت و مزاج تبلیغ اسلام کے مقصد عالی کے عین موزوں و مناسب واقع ہوئی ہے اس لئے خواجہ صاحب مرحوم نے مولانا صاحب کو اپنے پاس پھر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بلا لیا اور کچھ عرصہ اپنے پاس زیرِ تعلیم و تربیت رکھ کر سنہ ۱۹۳۰ء میں ووکنگ میں بھیج دیا۔ مولانا صاحب کا یہ پہلی مرتبہ بیرون ملک جانے کا موقعہ تھا۔ دو سال کے قریب وہاں کام کیا، لیکن مولانا صاحب کی صحت نے وہاں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ اعصابی کمزوری کے باعث جو آپ کو ورثہ میں ملی تھی، آپ کو غشی کے دورے پڑ جاتے اس لئے مجبوراً واپس آنا پڑا۔ ۱۹۳۴ء میں پھر مشن کے حالات متقاضی ہوئے کہ کوئی صاحب یہاں سے جا کر کام سنبھالیں تو پھر مولانا صاحب کا انتخاب ہوا۔ اب آپ کی صحت اچھی ہو گئی تھی اور آپ نے اس خوش اسلوبی و عمدگی سے مشن کے کام کو نبھایا کہ تھوڑے سے عرصہ میں نمایاں کامیابی کے آثار دکھائی دینے لگے۔ اس مرتبہ پانچ سال تک آپ نے ووکنگ میں قیام کیا۔

انگریزوں میں آپ کا اثر و اقتدار

انگلینڈ میں آپ کے تبلیغ اسلام کی کامیابی کا اندازہ اس ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے سنہ ۱۹۳۹ء میں وہاں سے واپس چلے آنے کے مدتوں بعد تک اکثر انگریز مرد اور عورتیں یہ دریافت کرتے رہے کہ مسٹر ڈین (مراد مولانا آفتاب الدین) آج کل کہاں ہیں۔ دوسری مرتبہ آپ کا انگلینڈ جانا آپ کے اہل و عیال سمیت تھا اور اکثر انگریز نومسلم آپ کے اہل و عیال سے واقف ہو چکے تھے۔ رسال ہی میں جب سنہ ۱۹۵۴ء میں آپ کے بڑے صاحبزادے اقبال احمد ووکنگ میں اپنی تعلیمی ترقی کے لئے گئے تو کئی ایک انگریز نومسلم مردوں اور خواتین نے انہیں بغیر کسی تحریک کے مالی امداد پیش کی یہ واقعہ مجھے ماسٹر اصغر علی صاحب نے بتایا جو ووکنگ سے چند دن ہوئے آئے ہیں۔ دوسری مرتبہ جانے کے بعد مولانا صاحب سنہ ۱۹۳۹ء میں ووکنگ سے واپس ہوئے اور اس کے بعد پھر وہاں جانا نہ ہو سکا پندرہ سال بعد بھی غیر ملک و غیر قوم کے لوگوں کے دلوں

میں آپ کی گہری محبت کا زندہ رہنا بتلاتا ہے کہ مولانا صاحب کا صدق و اخلاص کس طرح دلوں میں گھر کر گیا تھا۔ ۱۹۳۹ء سے آخر دم تک مولانا صاحب بطور سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ کام کرتے رہے اور اس کے ساتھ پاکستان بننے کے بعد سے آخر دم تک اخبار لائٹ کی ایڈیٹری کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

خُدا سے عہد نبھانا

یہ تو مختصر سا خاکہ آپ کی زندگی کا ہے۔ مجھے آپ سے سنہ ۱۹۱۳ء میں تعارف کا شرف حاصل ہوا جب آپ ووکنگ سے پہلی بار واپس آئے میں اس وقت نیا نیا میڈیکل سروس میں کیمیکل اگزامینر کے محکمہ میں لگا تھا۔ یہ تعارف جلد ہی دوستی اور پھر گہری محبت میں تبدیل ہو گیا یہاں تک کہ ہمارے مابین تیسری ہستی حائل نہ تھی۔ چنانچہ آپ کی وفات کی خبر معلوم کر کے پہلی بات جو میں نے اپنی بیوی سے کہی وہ یہ تھی کہ آج میرا دلی دوست اُٹھ گیا اور جب میں تعزیت کے لئے مولانا صاحب کی بیگم صاحبہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی مجھے یہ کہا کہ مولانا صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا ایک ہی دلی دوست ہے۔ اس وجہ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مولانا صاحب سے ایسے گہرے و دیرینہ تعلقات کے باعث میں ان کے دلی جذبات اور باطنی محرکات سے خوب واقف ہوں۔ خدا تعالیٰ پر محکم ایمان اور اس سے عہد نبھانے کا زبردست عزم جو مولانا صاحب کے دل میں موجزن تھا اس کا اندازہ اس امر سے کسی قدر ہو سکے گا کہ پانچ چھ سال ہوئے مجھ سے کہنے لگے کہ آپ سے ایک مشورہ لینا ہے کہ مجھے مرکزی وزارت پاکستان میں آٹھ سو روپے ماہوار کی ایک اسامی پیش کی جا رہی ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ میں انجمن اور مولانا صاحب دونوں کے حالات سے بخوبی آگاہ تھا اور جانتا تھا کہ اکثر آپ کا گزارہ نہایت درجہ کفایت شعاری کے طریقوں سے ہوتا ہے۔ میں نے کہا اگر آپ مرکزی وزارت میں چلے جائیں تو وہاں بھی اسلام کی خدمت کے بہت سے مواقع نکل سکتے ہیں۔ مولانا صاحب یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ چند روز بعد میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے تو کہنے لگے کہ خدا سے جو عہد لگایا ہے اسے ہر حال میں نبھانے کو ترجیح دیتا ہوں۔ بظاہر شاید یہ معمولی سا واقعہ دکھائی دے لیکن اگر غور کیا جائے تو اس کے نیچے مولانا صاحب کا اصل کیریکٹر نظر آ جاتا ہے۔ آج جبکہ ہر طرف مادیت کا طوفان تند رو پر ہے ایک طرف مولانا صاحب کی اعلیٰ درجہ کی مفکرانہ قابلیت اور انگریزی، و ادبی صلاحیت کو دیکھا اور دوسری طرف انجمن کے حالات اور آپ کی نسبتاً عسرت کی زندگی کو مدنظر رکھا جائے تو آپ کا دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو اس طرح عملی رنگ میں قائم رکھنا نہایت اعلیٰ درجہ کے ایمان بااثر و بلند پایہ سیرت کو نمایاں کرتا ہے۔

عظیم الشان استقلال و عزم

یہ تو بلاشبہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود کے انفاس قدسیہ سے ہزاروں اصحاب نے دنیا پرستی کو ترک کر کے دین کی راہ میں عمر بھر مصائب برداشت کیں لیکن اپنی ہی جماعت کا وہ طبقہ جسے براہ راست حضرت اقدس کی فیض صحبت سے حصہ نہیں ملا کس مقام پر ہے؟ انجمن کے کئی کارکن جب انہیں دوسری جگہ کچھ زیادہ مفاد نظر آیا باہر چلے گئے کئی ہمیشہ شاکی رہے، بعض نے دوسرے ساتھی کارکنوں سے رقابت کا جذبہ پالے رکھا، غرضیکہ زندگی کے اس خاردار میدان میں اس نئی نسل کے اندر مجھے ایک شخص بھی اس مقام پر نظر نہ آیا جس پر حضرت مسیح موعود نے اپنے زیر اثر لوگوں کو کھڑا کر دیا تھا۔ مولانا صاحب کے بارہ میں بلا مبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ زندگی کے عمل میں واقعی خدا سے عہد نبھانے کے معاملہ میں میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا انسان نہیں دیکھا اور اکثر اونے اونے باتوں پر لوگوں کے قدم ڈگمگاتے ہوئے دیکھے۔ مولانا صاحب کو اکثر مرتبہ نہ ان کے حسب قابلیت و منشاء کام دیا گیا نہ معاوضہ، لیکن میں نے آج تک ان کے منہ سے کبھی بھی شکایت نہ سنی، نہ کسی کارکن سے رقیبانہ جذبات کا انہیں شکار پایا۔ زیادہ قابل و لائق ہونے کے باوجود کم معاوضہ اور غیر معروف عہدہ کو قبول کرتے رہے اور اُف تک کبھی نہ کی۔

خدا تعالیٰ سے اصل اور سچا تعلق اور نفسانی جذبات پر غلبہ

ماموروں کے زیر تربیت اصحاب کا کثیر حصہ تو خدائی جلوہ کو دیکھ کر اپنی نفسانیت کو کچل دیتا ہے اگرچہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ مامور وقت کے بعد بعض ان میں سے بھی اس بلندی سے گر گئے۔ لیکن نئی نسل میں ایسا خارق عادت ایمان اور نفسانی جذبات پر خدائی تعلق سے موت وارد کرنے کا نمونہ شاذ ہی کسی جگہ دیکھنے میں آتا ہے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ مولانا صاحب نے سچی اسلامی تہذیب کو اختیار کر رکھا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خودی کے جذبات اور خواہشوں پر خدائی ذکر اور تعلق باللہ کے ٹھنڈے پانی کو ڈالا جائے۔ مرحوم مولانا صاحب اکثر یہ فرمایا کرتے کہ حقیقتاً نقص یہ ہے کہ دینی تہذیب و تعدیل کی مشق نہیں کرائی جاتی اسی لئے ہمارے کاموں میں وہ برکت و کامیابی نہیں جو ہونی چاہیئے۔ مطلب یہ تھا کہ دجالی تہذیب کی بناء تو جذبات خودی کی نشوونما اور تحریک پر ہے مگر دینی تہذیب کی بنیادیں خدا سے تعلق، اس کے احکام کی اطاعت اور ان کے برخلاف نفسانی خواہشات کو دبا دینے میں ہے لیکن اس اصل مقصد کی جانب کہیں توجہ نظر نہیں آتی اور آج یہی مذہب کی ناکامی کا سب سے بڑا باعث ہے۔ جس شخص نے بھی مولانا صاحب کے لیکچروں اور لائٹ میں آپ کے مقالوں کو پڑھا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ آپ کی جدوجہد کا مرکزی و محوری نقطہ یہی تھا کہ خدا تعالیٰ سے سچا اور زندہ تعلق پیدا کر کے روحانیت میں ترقی کی جائے۔ جہاں اکثر لوگوں کو دنیوی مفاد سے ٹھوکر لگتی ہے وہاں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کئی اہل علم و اہل قلم حضرات کو یہ غلطی لگ جاتی ہے کہ وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ دین کی کامیابی کا اصل راز صرف اعلیٰ درجہ کے علم اور تصنیف میں مرکوز ہے، اس لئے ان کی توجہ کا سارا محور و مرکز علم ہی ہو جاتا ہے خصوصاً آج کل کے زمانہ میں جو سائنس کا دور دورہ ہے اس غلطی کے لگ جانے کا بہت بڑا اندیشہ لاحق ہے۔ مولانا آفتاب الدین صاحب ایک بلند پایہ مفکر اور انگریزی ادب کے اعلیٰ درجہ کے اہل قلم انسان تھے لیکن باوجود ایسی صلاحیتوں کے مالک ہونے کے دین کی کامیابی کی اصل بنا ان صلاحیتوں اور علم کو نہ سمجھتے تھے۔ یہ ایک ایسی نمایاں خصوصیت مولانا صاحب کی ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس میں آپ کی ذات مجھے منفرد اور اکیلی نظر آتی ہے تو اس بات میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا اور یہی وہ کامیابی کا گر ہے جو حضرت اقدسؑ نے اپنی جماعت کو بتایا تھا فرمایا کہ دلائل و براہین کی فتح حقیقی فتح نہیں بلکہ اصل فتح با خدا و متقی جماعت بنانے میں ہی مضمر ہے۔

سوشل و اخلاقی ذوق طبع

ایک اور بات جو اہل قلم مفکر حضرات کی خصوصیت بن جایا کرتی ہے یہ ہے کہ انسانوں سے تعلقات نبھانے کی طرف انکی توجہ نہیں رہتی حالانکہ دین کا اصل مقصد اگر ایک طرف خدا تعالیٰ سے سچا تعلق اور اپنے نفسانی جذبات پر موت وارد کرنا ہے تو دوسری طرف مخلوق خدا سے صحیح تعلقات استوار کرنا ہوا کرتا ہے جیسے کہ قرآن کریم میں اکثر مقامات پر یہ ذکر آیا ہے مثلاً بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ اور حدیث میں اسے التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ کے جملہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مرحوم مولانا صاحب کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ جہاں کسی دوست کی تکلیف کا حال سنا وہاں سب سے پہلے انہیں موجود پایا گیا۔ تعجب ہوا کرتا کہ ایک طرف علمی و دفتری کام دوسری طرف سوشل تعلقات میں پیش پیش رہنا باوجودیکہ اپنی جسمانی صحت و طاقت ہمیشہ کمزور رہتی تھی کس طرح اتنے کام کر سکتے تھے۔ انسانوں سے اعلیٰ تعلقات استوار کرنے کا طبعی ذوق اس قدر غالب تھا کہ ایک ہومیوپیتھک ڈسپنسری کھول رکھی تھی تا غرباء و دکھی طبقہ کی خدمت ہو سکے اور ان سے راہ و رسم بھی ہو۔ دفتری فرائض کے علاوہ انجمن و دیگر حضرات کے کام بھی اپنے ذمہ لے رکھے تھے مثلاً حال ہی میں صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ کا کام۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر قوم کی کتاب "غلبہ قرآن"

کا انگریزی ترجمہ کا کام اب کوئی شخص دیکھئے کسی انسان کا اتنے کاموں کو سنبھالنا جبکہ اس کی اپنی صحت ابتداء سے کمزور چلی آ رہی ہو اور جبکہ ان کاموں کے عوض کسی مفاد کا خیال تک نہ ہو کیونکر ممکن ہے؟

دین سے سچا محبت و عشق

وفات کی خبر سن کر جب میں لاہور گیا اور دو ایک روز کے لئے مولانا صاحب کے گھر ٹھہرا ہوا تھا تو ان کے ایک ملنے والے نے بتایا کہ آپ کی صحت ایک دو سال سے زیادہ کمزور رہ رہی تھی اور بعض وقت کمزوری کا دورہ غالب آجاتا تو گھبرا کر لیٹ جاتے ایسی ہی کسی کمزوری کی حالت میں ایک یوروپین شخص آگیا جسے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا شوق تھا۔ مولانا صاحب اسی کمزوری کی حالت میں ڈیڑھ گھنٹہ تک اس سے مفصل گفتگو فرماتے رہے گویا سب کمزوری رفع ہوگئی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوگیا کہ دائمی مریض و کمزور ہونے کے باوجود مولانا صاحب جو اس قدر کام انجام دیتے تھے تو اس کا تمامتر باعث دین سے محبت و عشق ہی تھا، یہی وہ جوش محبت تھا جس سے آپ باطنی طاقت حاصل کرتے تھے یہی آپ کی اندرونی قوت کا راز تھا اور تمام محرکات کا باعث اگر کسی شخص نے خدا سے تعلق سے پیدا شدہ قوت کو دیکھنا ہو تو اس کا نظارہ مولانا صاحب کی زندگی پیش کرتی ہے میرا یقین ہے کہ اگر مولانا صاحب کو ایمان باللہ کا یہ ثابت نصیب ہوا ہوتا تو نہ تو اس قدر کام انجام دے سکتے تھے نہ ہی اس قدر عرصہ تک آپ زندہ رہتے کیونکہ پیدائشی طور پر آپ کے قویٰ کمزور تھے۔ اہل علم کا ایک کثیر گروہ محض خشک منطق کا قائل اور مسائل و معتقدات کی چھان بین میں لگا رہتا ہے، زندگی کے اصل محرکات سے وہ بے خبر ہوتا ہے۔ زندگی کے اصل محرکات انسان کے جذبات ہیں نہ کہ علم و عقل، مولانا آفتاب الدین صاحب کی فطرت کو عالی جذبات سے وافر حصہ ملا تھا

عقل و عشق کا صحیح امتزاج

خدا تعالیٰ کی ہستی اس کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلعم اور دین اسلام سے سچا عشق رکھنے کے بعد آپ کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر بزرگان سلسلہ سے بھی سچی اور گہری عقیدت تھی۔ اسی شدید محبت کی وجہ سے بعض لوگ ان کا رجحان قادیانیت کی طرف سمجھنے لگے، مگر یہ ان کی غلطی تھی مولانا صاحب احمدیت کے سچے عاشق بھی تھے اور صحیح علم و فکر ہونے کے ساتھ قادیانی معتقدات کے شدید مخالف تھے جس پر آپ کے وہ مقالات شاہد ہیں جو لائٹ میں احمدیت کے متعلق انہوں نے لکھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اخبار لائٹ میں جو آخری مقالہ انہوں نے لکھا وہ کسی یوروپین معترض کا جواب تھا جس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی تھی کہ احمدیت کی اصل سپرٹ جماعت قادیان یا ربوہ میں موجود ہے نہ کہ جماعت احمدیہ لاہور میں۔ مولانا صاحب نے اس کا نہایت مدلل و معقول جواب یہ دیا ہے کہ سلسلہ کی اصل سپرٹ تو اسلام کی فتح سے متعلق ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ جس تحریک کے بانی کے پیش نظر اولین طور پر خدا کے رسول اور قرآن کی تعلیم کی اشاعت ہو وہ سلسلہ اسلام یا مسلمانوں سے کٹ کر اور علیحدہ ہو کر رہ جائے۔ جماعت قادیان یا ربوہ کی علیحدگی کی سپرٹ ہرگز ہرگز بانئ سلسلہ کی اصل سپرٹ کو ظاہر نہیں کرتی، بلکہ عین اس سپرٹ کے مخالف ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ سلسلہ کے لیڈر کی اصل سپرٹ جماعت احمدیہ لاہور نے لی ہوئی ہے نہ کہ جماعت قادیان نے۔ یہ جواب اس قدر برجستہ اور حقیقت پر مبنی ہے کہ جس وقت یہ پرچہ مجھے ملا اسے پڑھ کر میں نے یہ خیال کیا کہ اس مقالہ کو پمفلٹ کی صورت میں طبع کرا کر عام تقسیم کیا جائے میں اسی خیال میں تھا کہ آدھ گھنٹہ بعد مولانا صاحب کی وفات کا تار ملا۔ میری اب بھی انجمن سے استدعا ہے کہ اس آرٹیکل کو عام اشاعت کے لئے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دے۔

بانئ سلسلہ سے گہری محبت و عقیدت

جماعت اور اس کے مقدس بانی سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مستقل طور پر عزیز و اقارب سے الگ غیر وطن اور قوم میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ جس مکان میں آپ رہائش پذیر تھے اس کے ایک حصہ میں حضرت اقدس کا وصال ہوا تھا۔ آپ کا بھی وصال اسی مکان میں ہوا۔ آپ کے دل میں اس کو چہ سے محبت تھی جہاں آپ کے محبوب کا انتقال ہوا تھا اس تکلیف کو آپ نے برداشت کیا مگر دیارِ محبوب سے جانا کبھی پسند نہ کیا۔ جب ۱۹۳۴ء میں اخبار "پیغام صلح" نکلا تو آپ کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ یہ خالصتاً بانئ سلسلہ اور خصوصیات سلسلہ کی اشاعت کے لئے مختص تھا اور آپ نے ہمیشہ اپنے بلند پایہ خیالات و مقالات سے اس اخبار کو زینت بخشی اگرچہ آپ ووکنگ مشن میں بطور سیکرٹری کام کرتے تھے جس کی پبلک پالیسی یہ ہے کہ غیر فرقہ وارانہ طور پر اسلام کی اشاعت ہو مگر آپ نے اس خالص احمدیہ پالیسی کے اخبار کو ہمیشہ قلمی معاونت بخشی۔ کسی تحریک سے وفاشعاری ایک بڑا قیمتی جوہر ہے اور یہ خوبی کبھی پیدا نہیں ہوسکتی جب تک گہرے جذبات عقیدت سے وابستگی نہ ہو۔ محض علمی رنگ میں یا عقلی طور پر کسی چیز کا قائل ہو جانا دائمی وابستگی پیدا نہیں کر سکتے ہمیشہ کا تعلق یہ خادمانہ وفاشعاری یہ ہر حالت میں اس کا ہی ہو رہنا ایسی بنیادی خصوصیات ہیں جو تحریک کو دائمی زندگی بخشنے کا موجب ہوتی ہیں۔

ایک مبلغ کی جملہ خوبیاں اور اخلاق

بنیادی طور پر جن صفات کے باعث کوئی شخص صحیح معنوں میں مبلغ اسلام ہو سکتا ہے وہ کھلا ممکن ہے تمام مولانا صاحب میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ایمان اور تعلق باللہ، نفسانیت کو مٹانے کی جد و جہد، مخلوق خدا سے محبت و ہمدردی اور احسان کا مادہ، سوشل میلان طبع، علمی، ادبی و فکری صلاحیتوں میں اعلیٰ درجہ کا پایہ، مزید براں تحریک احمدیت اور اس کے بانی علیہ السلام سے سچی محبت و عشق اور ہر حالت میں اس سے وفا کیشی یہ تمام خوبیاں بیک وقت کسی ایک انسان میں جمع ہو جانا شاذ و نادر بات ہے، آپ کی زندگی سے متعلق بہت سے واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں لیکن ان سب کے لئے اس اخبار کے صفحات میں گنجائش شاید ممکن نہ ہو سکے

فرقانی تعلیم کی حتمی صداقت کا ثبوت

اس وقت میں احباب کرام کو مولانا صاحب کی زندگی پیش کر کے یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ جو شخص کامل طور پر اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے اور مخلوق پر احسان کرتا ہے تو یقیناً اس نے ایک نہایت مضبوط جائے گرفت پر پنجہ مارا کس قدر صادق ثابت ہوا۔ مولانا صاحب نے اپنے تمام وجود اور طاقتوں کو خدا کے سپرد کر دیا اور مخلوق پر احسان و شفقت کا وطیرہ اختیار کیا تو کیا ان دونوں امور کا نتیجہ وہی نہیں نکلا جس کا ذکر بادعدہ خدا نے یہاں کیا ہے یعنی ایک مضبوط جائے گرفت کو پنجہ مارا۔ مولانا صاحب کی زندگی ہمیں بتلا رہی ہے کہ باوجود جسمانی طور پر کمزور خلقت ہونے کے آپ نے کس قدر دینی خدمت کا کام سنبھال رکھا تھا۔ پھر آپ کی عمر بھی جو چھپن برس کے قریب ہوئی یہی بتلا رہی ہے کہ آپ کا ایسی کمزوری اعصاب و کمزوری معدہ کے باوجود اس عمر تک پہنچ جانا ایمان اور تعلق باللہ کا نتیجہ ہی ہے اگر یہ تعلق کی مضبوطی نہ ہوتی تو دنیاوی ہموم و غموم میں گھٹی غرق شدہ انسان کب کا چل بھی گیا ہوتا۔ یہ کام اور یہ عمر ایسے نحیف الخلقت جسم کو خدائی تعلق و طاقت سے ہی نصیب ہوئے۔

باقیات الصالحات

مگر سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا فضل اس کے ساتھ سچے تعلق کے عوض مولانا صاحب کو یہ ملا کہ آپ کے بعد آپ کی اولاد ضائع نہ ہوئی۔ عام طور پر تحریک احمدیت کی المناکی کا ایک منظر یہ بھی ہے کہ خدا پرست اصحاب کی اولادیں اکثر جگہ زمانہ کی ہوا سے متاثر ہو گئیں لیکن مولانا صاحب کی ساری اولاد صالح لائق اور خادم دین ہونے کا جوش رکھتی ہے۔ یہ بات بھی خود مولانا صاحب کے حقیقی و سچے ایماندار ہونے پر دال ہے۔ ماسٹر اصغر علی صاحب نے ہی مجھے بتایا کہ ووکنگ میں انہوں نے آپ کے صاحبزادے اقبال احمد نام ایک خط پڑھا جو ان کے والد یعنی مولانا صاحب نے لکھا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک مرحلہ

ہوا کر اقبال احمد صاحب نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ چارٹرڈ اکونٹنس بن جائیں گے تو مولانا صاحب نے تحریر کیا کہ ان کا یہ فیصلہ مولانا صاحب کی منشاء کے مطابق نہیں ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ آج کے زمانہ میں کس قدر تعداد ان والدین کی ہے جو اپنے لئے ایسے فیصلہ کو کہ وہ دینی خدمت کی بجائے دنیاوی ترقی و تعلیم حاصل کر رہا ہے پسند نہ کرتے ہوں۔ اقبال احمد صاحب نے اپنے والد صاحب کی حملہ اعلےٰ خصوصیات ورثہ میں لی ہیں جیسے کہ احباب کو معلوم ہے ڈاکٹر عبید اللہ صاحب کی بیماری کے ایام میں وہی آپ کے سارے کاروبار کو سنبھالے ہوئے ہیں یہ بات اور کس نوجوان میں آج پائی جاتی ہے؟ غرضیکہ صالح لائق و خادم دین اولاد کا اس زمانہ میں میسر آجانا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اپنی زندگی میں خداداد صلاحیتوں سے کما حقہ' کام لیتا، ودیعت شدہ جسمانی قوٰی کو پورے عرصہ تک استعمال کرتے چلے جانا اور ان کی طاقت کی کامل حد تک عمر پانا یہ سب افضال مولانا صاحب کو محض ایمان باللہ سے حاصل ہوئے۔ جس مضبوطی کے ساتھ آپ نے ایمان و احسان کو پکڑے رکھا خدا تعالیٰ نے اسی قدردانی سے آپ کی زندگی کو مفید و اعلیٰ تر بنا دیا پھر وفات کے بعد بھی آپ کے اہل و عیال کو اپنی برکات سے بہرہ ور کیا۔ اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت درکار ہے جو اس قرآنی صداقت پر پیش کیا جا سکے کہ کامل مومن و محسن ایسی چیز کو پکڑ لیتا ہے جو نہایت مضبوط و محکم ہے جس کے نہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے نہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اگر قرآنی اصول پر مولانا صاحب کی زندگی گواہ ہے تو آپ کی وفات بھی اس پر شاہد ہے تجربہ سے بڑا اور کونسا ثبوت چاہئیے؟ یقیناً قرآن کی صداقتیں زندگی کے حقائق ہیں لیکن یہ انسان کے ایمان کی کمزوری ہے کہ کامل طور پر ان پر عمل پیرا نہیں ہوتا اور توقع یہ رکھتا ہے کہ ادھورے رنگ میں ان کو مان کر اور ناقص طور پر ان پر عمل پیرا ہو کر وہ نتائج دیکھ لے جو صرف کامل ایمان سے پیدا ہوتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے ؎

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

جب تک کمال حاصل نہیں ہو جاتا تب تک نتائج کی توقع عبث اور لا حاصل ہے۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی زندگی نے تبلیغ اسلام کے کسب میں انتہی کمال حاصل کر لیا تھا جس نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پایا چنانچہ مولانا صاحب کی وفات پر کونسا ان کا واقف ہے جس کی آنکھوں سے آنسو نہ بہہ نکلے ہوں۔ آخر مولانا صاحب کی ذات سے یہ گہری عقیدت لوگوں کو کیوں ہو گئی۔ آپ کی یہاں نہ رشتہ داری تھی نہ ہم وطنیت، جو کچھ تھا دینی خدمت اور خلق خدا کی بھلائی کا جذبہ۔ تو پھر کیا انہیں میں کمال حاصل کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپ کے لئے گہری محبت و عزت گھر نہیں کر گئی؟ لیکن اگر آپ نے تبلیغ کو محض روزی کا ذریعہ بنایا ہوتا اور سچے ایمان و احسان کے جوہر دل سے مزین نہ ہوتے تو کیا کبھی یہ بات ممکن تھی کہ آپ کے لئے اس قدر گہری عقیدت پیدا ہو سکتی؟

مولانا صاحب کی وفات کیا سبق دے گئی

خدا تعالیٰ کے قوانین ابد سے وہی ہیں اور ابد تک وہی رہیں گے۔ لیکن اس زمانہ میں ایمان کا فقدان ہے اور تشکک و خشک عقلیت کا زور ہے جس کی وجہ سے کامل الایمان اصحاب بہت شاذ و نادر ملتے ہیں۔ مگر جہاں کہیں بھی ایمان و عمل کا کامل نمونہ آج بھی پایا گیا ہے قلوب میں اس کے لئے عزت و عقیدت پیدا ہو گئی۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات ایسی نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے وہ تو اپنا کام باحسن وجوہ اور بخیر و خوبی انجام دے گئے اپنے مولا سے جا ملے جس طرح ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے اسی طرح ان کی موت بھی ہمارے لئے ہدایت کا کام دے سکتی ہے چنانچہ جماعت احمدیہ لاہور کے لئے خاص طور پر یہ امر قابل غور ہے کہ اشاعت دین کا جو خالص اور نیک مقصد اس جماعت نے منفرد طور پر اپنے لئے اختیار کر رکھا ہے اس کو دائمی طور پر اور وسیع صورت دینے کے لئے اس نے کونسا انتظام کر رکھا ہے اور کونسا ادارہ اس نے بنایا ہے جہاں سے تعلیم و تربیت پا کر ایسے افراد نکلیں جو اس میدان کے ایسے شاہسوار ہوں جیسے کہ مولانا آفتاب الدین صاحب تھے، یہ جماعت تب ہی اپنے اعلےٰ فرض سے سبکدوش ہو سکتی اور دینی اشاعت کے مقصد کو کما حقہ بجا لانے کے دعوے میں تب ہی سچی ثابت ہو سکتی ہے کہ اس کے مرکز میں نوجوانوں کی اعلیٰ دینی تعلیم و تربیت کا خاطر خواہ انتظام ہو۔ یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جس کی طرف مولانا صاحب کی وفات ہمیں پر زور توجہ دلاتی ہے۔ اب ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کو وہی لوگ پُر کر سکتے ہیں جن کے رگ و ریشہ میں دین کی محبت اور خدمت کا جوش اس قدر سرایت کر گیا ہو جیسے مولانا صاحب کی ذات میں نظر آتا تھا۔ کیا یہ مناسب وقت نہیں کہ ہماری انجمن بغیر کسی مزید تاخیر کے علوم دینیہ کی ریسرچ کے لئے ایک مرکزی انتظام قائم کرے جہاں نوجوانوں کی صحیح قسم کی تعلیم و تربیت کی جائے؟ یہی ایک بات ہے جس سے تحریک اشاعت کی زندگی وابستہ ہو چکی ہے اگر مولانا صاحب کی وفات جماعتی زندگی کے اس راز کو عمل میں لانے کا موجب ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ جہاں آپ کی زندگی نہایت مفید اور قابل قدر ثابت ہوئی وہاں آپ کی وفات بھی زندگی بخش ثابت ہو گی۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمۡرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔

اِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا آفتابَ الدّین لَمَحزُونُون

(از صفحہ ۱۲)

نیز غرباء کی امداد کا بھی دل میں جوش رہتا تھا ان کے مصائب کو دیکھکر آپ کا دل درد محسوس کرتا تھا اور ان کو اس سے نجات دلانے کے لئے ہر ممکن ذریعہ سے کام لیتے تھے۔ آپ کی بیوی (وصال) حمیدہ تھیں جن کی وجہ سے ان کی وفات پر ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل غمگین تھا۔ ہر دوست یہ محسوس کر رہا تھا کہ آپ کی وفات سے جماعت میں ایسی خلا پیدا ہو گئی ہے جس کا پُر کرنا آسان نہیں۔

خلا کس طرح پُر ہو سکتا ہے

اگر یہ احساس حقیقی ہے تو میں احباب جماعت کو وہ طریق بتلانے کی جرأت کرتا ہوں جس سے اس خلا کو پُر کرنا ان شاء اللہ آسانی سے ہو سکتا ہے اور وہ طریق یہی ہے کہ مولانا آفتاب الدین صاحب جیسے بے نفس مخلص، محنتی، مفکر اور درد رکھنے والے منھم من ینتظر کے مصداق مبلغ پیدا کرنے کی طرف جماعت اپنی پوری توجہ مبذول کر دے مولانا کی وفات سے اگر ہم نے یہ سبق حاصل کر لیا اور ہماری توجہ اس طرف مبذول ہو گئی تو ہم ان شاء اللہ بہت جلد مولانا کے قائم مقام پیدا کر کے اس خلا کو پُر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں مولانا کی وفات سے بھی اسی طرح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح ہم ان کی زندگی سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں اور یہی ایک عظیم الشان یادگار ہے جو ہم اپنے مرحوم بھائی کے لئے قائم کر کے ہمیشہ کے لئے اس کے نام کو زندہ رکھ سکتے ہیں۔

میرے ساتھ مرحوم کے تعلقات

میرے ساتھ اور میرے خاندان کے ساتھ ان کے نہایت مخلصانہ تعلقات تھے اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے خاندان کے ہر فرد کو ان کی وفات پر سخت صدمہ پہنچا میں ان صحبتوں کو نہیں بھلا سکتا جو ہم دونوں میں بعض اوقات گھنٹوں جاری رہتیں اور علمی مذاکرات سے پُر ہوتی تھیں اور جن میں اسلام کی اشاعت کے طریقوں پر دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ احمدیہ بلڈنگس میں اب کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کی صحبت میں میں اب اپنی علمی پیاس کو بجھا سکتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، مجھے ان کی جدائی کا اس قدر صدمہ ہے کہ میرے لئے ان کے مکان کے پاس سے گذرنا بھی مشکل ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین والسلام

خاکسار۔ مولنا مرحوم کا حزین القلب بھائی

عبد الرحمان مصری

پیغام صلح کا آئندہ پرچہ آئندہ ۸ فروری ۵۶ء کو شائع ہو گا یکم فروری کو اخبار شائع نہیں ہو گا۔

زندگی و موت ——— ایک عظیم ورثہ

عزیزم ناصر احمد فرزند مولانا آفتاب الدین احمد کے جذبات صبر و تسکین

۱۳ر جنوری ۱۹۵۹ء کو ۹ بجے کے قریب قریب میرے پیارے ابا جان نے اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں اس وقت لا کالج میں امتحان کے کمرہ میں بیٹھا ہوا آخری سوال کے آخری جزو کو حل کر رہا تھا۔ جبکہ میرے ایک عزیز دوست نے آ کر کہا کہ پرچہ چھوڑ دو۔ اس وقت مجھے کیا خبر تھی کہ یہ خبر مجھے میرے والد صاحب کی سرپرستی سے جدا کرنے کی ہے اور میں نے ذرا بے اعتنائی برتتے ہوئے کہا کہ اچھا میں ابھی آتا ہوں چنانچہ میں ان کے ساتھ آیا۔ لیکن جب میں گلی کے سرے پر پہنچا تو اس نے بتایا کہ تمہارے والد صاحب وفات پا چکے ہیں اور میں راستے میں یہ سوچتا رہا کہ ابھی ابا جان نہیں فوت ہو سکتے اور خدا انہیں ضرور موقعہ دیگا کہ وہ حدیث کے انگریزی ترجمہ کو ختم کر سکیں۔ خیر خدا بہتر جاننے والا ہے۔

ایک بیش بہا وراثت

جب میں گھر میں آیا اور رضائی کو اٹھا کر ابا جان کے چہرے کو دیکھا تو ان کے چہرے سے تسکین اور متانت اس طرح ٹپک رہی تھی کہ میرے دل میں ایک محبت اور سکون پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے میں رونے دھونے سے باز رہا میں تو کبھی یہ سوچتا ہوں کہ شاید مجھ میں اپنے باپ سے وہ محبت ہی نہیں جو آنکھوں کو رلاتی اور دل کو بے چین کر دیتی ہے، لیکن فی الحقیقت یہ ان کے چہرے کی طمانیت تھی جس نے میرے دل میں صبر و سکون پیدا کر دیا۔ غرضکہ ان کی زندگی اور موت دونوں ہم سب کے لئے ایک بیش بہا وراثت ہے جو ہمیں میسر ہوئی اور جس کی آبیاری ہم سب بھائیوں کا فرض اولین ہے۔

ترجمہ بخاری کے متعلق آخری گفتگو

وفات سے ایک دن پہلے رات کو مجھے بلایا اور صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ کے متعلق گفتگو کرتے رہے اور یہی ان کی آخری گفتگو تھی جو انہوں نے میرے ساتھ کی۔ اس حدیث کے انگریزی ترجمہ کے متعلق ایک بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اس کام کو حضرت امیر قوم مولانا محمد علی خود شروع کر گئے تھے۔ اور آخری مرتبہ کراچی جانے سے پہلے انہوں نے ابا جان کو بلا کر یہ کام ان کے سپرد کر دیا اور کہا کہ آپ اس کام کو کریں۔ صرف ہفتہ میں ایک دفعہ مجھے دکھا دیا کریں۔ اس کے بعد حضرت امیر مرحوم کراچی چلے گئے اور پھر وہ زندہ واپس نہ آئے۔ ابا جان نے ان کی خواہش کے مطابق اس کام کو شروع کیا لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔ خیر کسی کی موت سے دنیا کے کام رکا نہیں کرتے۔ خدا کسی اور کو اس کام کے لئے کھڑا کر دے گا۔

قابل فخر والد

ابا جان کی زندگی میں اتنے نشیب و فراز ہیں کہ ہم سب بھائیوں کے لئے مشکل سے مشکل مراحل پر ان کی زندگی نہ صرف ہماری رہنمائی کرے گی بلکہ دل میں ایک قوت اور ایمان کا باعث بنے گی۔ ہمیں یہ فخر ہے کہ ہمیں خدا نے ایسا والد عطا کیا جس کی زندگی کا ہر لمحہ حتیٰ کہ موت بھی ہمارے لئے ایک مشعل راہ ثابت ہوئی۔ والد کا سایہ دنیا میں ایک بڑی نعمت ہے لیکن ان کی مثالی زندگی ایک ایسا ابدی سایہ ہے جو ابد تک ہماری سرپرستی کا موجب ہو گا۔

زندگی کا ابدی ماحصل

کسی چیز کا ماحصل وہی کہلا سکتا ہے جو اس کے فنا ہونے کے بعد بھی اس فانی شئے کے وجود کا پتہ دے۔ دنیا کی تمام مادی اشیا اور عیش و عشرت مادہ کے فنا ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن نیکی اور عبادت گذاری کی زندگی کا ماحصل ابدی ہے جو انسان کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا اور لوگوں کی زندگیوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ ابا جان کی زندگی اس نقطۂ نظر سے کامیاب ترین زندگی ہے اور انسانی زندگی کا مقصد اور ابدی ماحصل وہی ہے جس کی طرف خدا، قرآن اور اس کا رسول بلاتا ہے یعنی حی علی الفلاح۔

گھریلو زندگی

ابا جان کی زندگی کے علمی اور معاشرتی پہلوؤں سے تو لوگ واقف ہوں گے۔ لیکن گھریلو زندگی سے کم لوگ واقف ہیں۔ گرمیوں کے دنوں میں ابا جان بلاناغہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات ہمیں سناتے اور قرآن کا درس دیتے تھے۔ اور نماز وغیرہ کی تلقین تو ہر لحظہ کرتے رہتے تھے۔ اور اس کے لئے کبھی کبھی وہ ہم پر سختی بھی کیا کرتے تھے جو ہمیں ناگوار بھی گذرتی تھی۔ لیکن آہ۔ اس سختی کا راز آج ہم پر کھلا ہے جبکہ وہ ہم سے جدا ہو چکے ہیں اور کبھی بھی ہم سے نہ مل سکیں گے۔ لیکن ان سے ملنے کا ایک طریق جو ہر وقت موجود ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے اندر وہ جذبۂ عشق، قربانی اور استقلال پیدا کریں جن کی وجہ سے ان کی زندگی ایک معیاری زندگی بن کر رہنمائی کا باعث ہوئی ہے۔

نوجوانوں سے تعلقات محبت

ابا جان کو نوجوانوں سے بہت محبت تھی۔ وہ نوجوانوں کی سخت کلامی کو بھی برداشت کرتے اور ان کے اعتراضات کو سن کر ان کی تسلی کرنے کی کوشش کرتے وہ نوجوانوں کو قومی زندگی کی جان سمجھتے۔ اور اس چیز کو مدنظر رکھکر ان کو سمجھانے کی کوشش کرتے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر ان کو قوم کا بار اٹھانے کے قابل نہ بنایا گیا تو کل کو قوم کی کشتی کو کون سنبھالے گا۔

دین اور دنیا

ان کی زندگی کا سب سے بڑا اصول جس پر وہ ساری زندگی میں کاربند رہے اور جس کی ہمیں بھی تلقین کرتے رہتے تھے یہ ہے کہ دینی کام کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ جانے دو، خواہ اس میں دنیاوی لحاظ سے سراسر نقصان ہی کیوں نہ نظر آتا ہو اور وہ کہتے تھے دینی کام کے ذریعے دین و دنیا دونوں ملتے ہیں۔ تم دینی کام کرو دنیا تمہارے قدموں میں آ گرے گی۔ اور واقعی ان کی موت نے اس اصول کی صداقت ہم پر ثابت کر دی ہے۔ آج ہر شخص ان کی موت پر زار و قطار رو رہا ہے، اور ہر ایک اپنی یہ سعادت مندی سمجھتا ہے کہ ان کے بال بچوں کی ہر رنگ میں امداد کی جائے۔

شکریہ احباب

ہم سب بھائی اور والدہ صاحبہ جماعت کے تمام لوگوں ممبران انجمن اور کارکنان جماعت کے بیحد ممنون ہیں جنہوں نے اس آڑے وقت میں ہمارا ساتھ دیا۔ دعا کریں کہ خدا ہم سب کو اسلام اور تحریک احمدیت کی خدمت کا موقعہ دے اور اس کام کو جو والد صاحب ہمارے ذمہ چھوڑ گئے ہیں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا آفتاب الدین آدی باسیوں کے بھی ولی ہمدرد تھے

سوامی کلیگانند صدر آل پاکستان آدی باسی لیگ کا بیان

لاہور ۲۲ر جنوری سوامی کلیگانند کبیر پنتھی۔ صدر آل پاکستان آدی باسی لیگ نے ایک بیان میں کہا کہ جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سے میرے تعلقات آٹھ دس سال سے تھے۔ آپ "آدی باسیوں" کے دلی ہمدرد اور غمخوار تھے۔ "مولانا کی وفات" سے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ دین کا آفتاب غروب ہو گیا۔ دین انسانیت سکھاتا ہے مولانا انسانیت نواز تھے۔ مولانا صاحب بنگالی تھے۔ لیکن اردو کے زبردست حامی تھے۔ مولانا "بھگت کبیر داس" کی تعلیم کے بھی بہت بڑے مداح تھے جب میں نے بھگت کبیر داس جی کے حالات زندگی پر ایک مضمون "لائٹ" اخبار میں اشاعت کے لئے دیا تھا تو اس پر آپ نے ایک بہترین نوٹ بھی لکھا تھا۔ اس طرح کی بہت سی چیزیں رہتی دنیا تک آپکی یادگار ...

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات

ش۔م۔خ۔ اقبال

اس دفعہ خلاف معمول میں جلد ہی مسجد میں پہنچ گیا تھا۔ جمعہ کی نماز میں ابھی کچھ دیر باقی تھی، لوگ آہستہ آہستہ مسجد میں آنے لگے۔ اور پھر بیٹھ کر سرگوشیوں میں مشغول ہو گئے۔ لاعلمی کے باعث میں اتنا سمجھ پایا کہ کوئی صاحب رحلت فرما گئے ہیں، جن کی باتیں ہر طرف ہو رہی ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان باتوں سے اندازہ ہو جائے کہ کون صاحب اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ مگر بے سود! آخر اپنے ایک ساتھی کی طرف کان لے گیا۔ "صاحب یہ کون فوت ہو گئے ہیں؟

اور اس کے جواب میں جو کچھ میں نے سنا وہ ایک المیہ تھا۔ جس کا یقین نہ آتا تھا۔...... لوگ آتے گئے اور اپنی اپنی مخصوص جگہوں پر بیٹھتے گئے۔ میری توجہ کا مرکز میرے آگے بیٹھے ہوئے دو اصحاب تھے جنکی ٹوپیاں دیکھ کر میں کچھ ڈھونڈھ رہا تھا....... مولانا صدرالدین صاحب خطبہ دے رہے تھے اور خطبہ کیا تھا ایک غمگین داستان جو اکثر اسی منبر سے دہرائی جاتی ہے۔ ہمیشہ جانے والوں کا ذکر ہوتا ہے۔ آنے والے بہت کم ہیں۔ ہر جمعہ کسی نہ کسی سانحۂ ارتحال کے متعلق اظہار افسوس ہوتا ہے۔ لیکن آج جس افسوسناک خبر سے لوگوں کو آشنا کیا جا رہا تھا۔ وہ ان کے لئے بالکل نئی تھی۔ جنہیں اس کا علم ہو چکا تھا، عجیب گومگو کی سی کیفیت میں تھے۔ اور جنہوں نے یہ خبر ابھی سنی تھی۔ خدا معلوم کس اچنبھے میں ہوں گے۔

وہ شخص جسے بہتوں نے دیکھا۔ اور بہتوں نے اس وجہ سے نہ دیکھا ہوگا کہ وہ ایک خاموش طبع انسان تھا وہ انسان جس نے کسی قاری سے قرأت نہیں سیکھی لیکن خدا کے فضل سے نہایت اچھی قرأت پڑھ سکتا تھا اسے کبھی اپنی آواز میں ترنم پیدا کرنے کا خیال نہ آیا۔ اس نے کبھی مولویانہ لفاظی سے کام نہ لیا۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر اسے کسی مسجد کا "ملاّ" بنا دیا جاتا۔ تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اور بہتوں نے اس باعث نہ دیکھا ہوگا کہ آجکل کے عالموں کی طرح زرد رومال اس نے کبھی کندھوں پر نہیں ڈالا۔ اور نہ ریش مبارک پہ ہاتھ پھیر کر دنیا پہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ بھی ایک عالم دین ہے مگر اس میں کیا شک ہے۔ کہ وہ ایک معلم دین تھا (نہ کہ ایک عالم کی طرح زاہد خشک) جس نے ہزاروں انسانوں کو راہ ہدایت دکھائی۔ یورپ میں اسلام کا اعلان ڈنکے کی چوٹ سے کیا۔ اور پھر اس حسین ملک کو چھوڑ کر احمدیہ بلڈنگس کے ایک سیدھے سادے مکان سے ایسے مضامین لکھے جنہوں نے علماء دین اور یورپین سوسائٹیوں کی بنیادوں کو ایک بار تو ضرور جھنجھوڑ دیا۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ

مولانا جسمانی اور مالی لحاظ سے کمزور انسان تھے عیال دار تھے۔ مگر انہوں نے کبھی خدا کے سوا کسی اور کے آگے جھکنا گوارا نہ کیا۔ ان کے ارادوں میں کبھی تزلزل پیدا نہ ہوا۔ حال ہی میں جب کراچی سے ایک انگریزی روزنامہ کی ایڈیٹرشپ کا خط موصول ہوا تو مولانا نے یہ کہہ کر اسے ٹھکرا دیا۔ کہ

"میں نے آج تک خدا اور اس کے رسول کے سوا کسی دوسرے انسان کی تعریف کرنا گوارا نہیں کیا"

اتنی بڑی آفر کو ٹھکرا دینا معمولی بات نہیں۔ لیکن مولانا نے آخر دم تک بحیثیت ایک سچے مسلمان کے اپنے امام کے الفاظ کو صحیح معنوں میں ادا کیا۔ اور واقعی دین کو دنیا پہ مقدم کر کے دکھا دیا۔...... لوگ اپنا گھر بار۔ ملک اس وجہ سے چھوڑتے ہیں کہ مال و دولت حاصل ہو جائے امیر کبیر بن جائیں، اس کے برعکس مولانا نے ہر چیز کو خیرباد کہہ کر ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی اور اپنے بچوں کو بھی ہمیشہ ایسی ہی تلقین کرتے رہے۔

زندگی کا آخری پیغام

جنازہ کی نماز ہو رہی تھی کہ گھڑیال نے بجتے ہوئے ۴ بجے کا اعلان کیا۔ ہم اس انسان کے لئے خدا کے حضور کھڑے تھے جس نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر "نئی تہذیب" کی ناپائیداری کا رونا رویا تھا۔ اور خصوصاً نوجوانوں اور آنے والی نسلوں کو اپنی زندگی کا آخری پیغام دیا تھا:۔

"یہ تہذیب گرنے والی ہے ــــ یہ بہت جلد گر جائے گی ــــ جب یہ گرے گی تو بہتوں کو لے ڈوبے گی۔ ابھی سے اس سے بچنے کے سامان کر لو۔ اس نے بہت جلد گر جانا ہے۔ یہ زبان حال اپنے گرنے کا اعلان کر رہی ہے۔ بچ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں مارے جاؤ۔

مولانا جلسے کے ایام میں بھی علیل تھے۔ ان کی آواز مدھم تھی مگر جب وہ ان الفاظ پر پہنچتے تو ان کی آواز بلند ہو جاتی۔ جماعت کو تنبیہہ کر رہے تھے :۔

"یہ تہذیب بہت جلد گرنے والی ہے"......

آج بھی جس وقت ان الفاظ کا خیال آ جاتا ہے تو ایک ریکارڈ کی طرح ان کے الفاظ پھر......... گونجنے لگتے ہیں۔

یورپ میں تبلیغ اسلام کا مسئلہ

میری ان سے ایک حد تک آخری ملاقات اس وقت ہوئی جبکہ وہ ہمارے ہاں منیت روڈ تشریف لائے میں نے پہلی اور آخری بار ان کی باتیں تفصیل سے سنیں حالانکہ اگلے دن میرا امتحان تھا۔ لیکن رات قریب دس بجے تک میں اس لئے بیٹھا رہا۔ کہ شاید ان باتوں کا حل مجھے کہیں اور سے نہ مل سکے گا۔ جو اس وقت شوکت بھائی جان (پھوپھی زاد بھائی جو انہی دنوں جرمنی سے تشریف لائے تھے) ان سے کر رہے تھے۔ وہ مولانا سے پوچھ رہے تھے :۔

بتائیے آپ کی تبلیغ کا کیا فائدہ۔ جبکہ وہ لوگ (یورپ والے) یہ باتیں مانتے ہی نہیں۔ یہی روپیہ پیسہ جو آپ یورپ کے مبلغین پہ صرف کرتے ہیں، تاکہ وہ شہنشاہوں کی طرح وہاں پہ زندگی بسر کریں۔ اور انکے بچے وہاں بہترین تعلیم سے مزین ہوں۔ اسی روپے سے آپ اپنے ملک میں کوئی سکول و کالج بنا کر بچوں کو بہترین تربیت دلائیے اور آئندہ آنے والی پاکستانی نسلوں کی بنیادوں کو مفید بنائیے۔ یورپ میں ڈھائی مسلمان بنا کر آپ وہاں کونسا انقلاب پیدا کر لیں گے۔ یا وہ کونسی چیزیں ہیں جو اسلام سے نکال کر آپ ان لوگوں کو دیں گے۔ نرا مذہب تو کسی کام کا نہیں۔ مسلمان بننے سے جو مشکلات اقتصادی طور پہ انہیں پیش آتی ہیں، ان کا آپ کے پاس کیا حل ہے؟ (ان بھائی صاحب کے متعلق اتنا اور بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ یہ جرمنی میں چار سال رہے ہیں اور اس عرصہ میں بھائی جان (شیخ محمد طفیل صاحب) کے پاس ہالینڈ اور ووکنگ بھی گئے تھے)

میں سوچ رہا تھا۔ مولانا صاحب بھی شاید ان باتوں کا کوئی حل تجویز نہ کر سکیں گے۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ بہت سلجھے پیرائے میں ان باتوں کا جواب دیتے چلے گئے اور اس دن میں نے دیکھا کہ مولانا بڑے مطمئن القلب انسان ہیں۔ اور کسی کی تسلی کرنا خوب جانتے ہیں، نہیں قصے کہانیوں یا جماعت کی تعریفوں سے بھی حصہ نہیں ملا۔ اور ایسے ہی مختلف باتوں سے میں نے اندازہ لگایا کہ نئی روشنی کا یہ انسان مذہب کے علاوہ دوسری باتوں سے بھی گہرا مَس رکھتا ہے۔ جس کا نہ ہونا "مغربی مبلغ" کی شان کے منافی ہے۔

معاشرتی زندگی کا اصول

باتوں کا کوئی موضوع تو تھا ہی نہ۔ اس لئے جب ایک بات ختم ہوتی تو دوسری بات نکل آتی۔ ایک بار مولانا نے فرمایا :۔

بیوی خواہ ایم اے پاس کر کے آئے۔ اسی راہ پہ چلتی ہے جس پہ خاوند اسے چلاتا ہے۔

ایک باپ کی سب سے بڑی کمزوری اس کا بیوی بچوں کے ساتھ Uncritical ہونا

ہے، جو بعد میں بہت مضر ثابت ہوتا ہے، اور وہ انسان جو Nils The evil in The ... کے اصول کو مدنظر نہیں رکھتا۔ کامیاب زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

ان کے یہ نظریات کس حد تک درست تھے اس سے مجھے بحث نہیں، لیکن جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے، وہ اس وقت کے لحاظ سے درست تھیں۔

وفات سے ...... ابدی آرام گاہ تک

جنازہ پڑھنے کے بعد مولانا کے چہرے سے نقاب ہٹایا گیا تو دیکھنے والوں کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ لوگ اس انسان کا چہرہ اب زیادہ دیر نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ وہاں کھڑے رہ کر دل کو سنبھالنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ سب کو روتا ہوا چھوڑ کر یہ انسان مزے کی نیند جا سویا تھا۔ لیکن ابھی بھی قوم کا درد اس کے دل میں پنہاں تھا۔ صرف فرق اتنا تھا۔ کہ اب اس کا وقت آچکا تھا۔ خدا نے اسے اس کا اجر دینے کے لئے اپنے پاس بُلا لیا تھا۔ شاید اسے اب اس انسان کی ضرورت تھی۔ اور وہ چاہتا تھا۔ کہ کسی اور انسان کو اس کا نعم البدل بنا کر بھیجے۔

جس نے کسی کے سہارا کی ضرورت نہ سمجھی

شام کے ساڑھے چار بجے ہوں گے۔ کہ لوگ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے مولانا کو ان کی اصلی آرامگاہ کی طرف لے چلے۔ اسی سڑک پر جس پر انہوں نے ہمیشہ اپنی آمد و رفت رکھی۔ اور کسی کے سہارے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ آج بہت سے عالی مرتبت انسان اسے سہارا دیئے لے جا رہے تھے۔ نہ معلوم کیوں ہر شخص اس عظیم انسان کی خاطر اس قدر بے چین تھا۔ کہ کسی کو کندھا دینے کا موقعہ ملنا محال ہو رہا تھا۔ دکانوں اور سڑکوں پر لوگ کھڑے ہو رہے تھے۔ تانگے والے اور راہ چلنے والے بھاگے ہوئے آتے اور کندھا دے کر چلے جاتے اور اکثر کو دور تک اس چیز کا موقعہ ہی نہ ملتا تو وہ یونہی مایوس ہو کر چل پڑتے۔

کندھا دینے کا جذبہ و شوق

مجھے ایک آدمی پر حیرت آرہی تھی۔ جو کمزور و ناتواں تھا۔ اس کا ایک بازو بھی نہ تھا اور شاید اس سے چلنا بھی محال ہو رہا تھا۔ مگر وہ بھاگا ہوا آیا اور ایک بار نہیں دو بار نہیں کتنی ہی بار دونوں طرف سے اس نے کندھا دیا ہو گا۔ پہلے پہلے جب میں نے اسے اس اشتیاق میں دیکھا تو میں جلدی سے اس کے پیچھے ہو گیا۔ کہیں بیچارا اس انسان کو کندھا دیتے ہوئے خود ہی گر نہ جائے۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ اس میں مجھ سے زیادہ توانائی تھی۔ اور اس کے جوش نے اس کے ایک بازو میں ہی اتنی قوت بھر دی تھی۔ کہ وہ بہت آرام سے اس ہستی کو دیر تک سنبھالے رہا .... وہ بھاگ بھاگ کر کبھی ادھر سے اور کبھی دوسری طرف سے کندھا دیئے چلا جا رہا تھا۔ اور مجھے اس کی قسمت پر رشک آرہا تھا۔ خدا

اذکروا موتٰکم بالخیر

آہ! مولانا آفتاب الدین احمد

کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

شیخ غلام محمد صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

آج اس صحبت میں ایسے حادثہ کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے نہ صرف میں بلکہ ساری جماعت رنج و غم میں مبتلا ہے۔

مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم خاص صفات کے مالک تھے۔ عالم دین تھے۔ واقفیت و رفتار عالم سے بھی آشنا تھے۔ عابد شب خیز تھے۔ ایک وقت آپ ووکنگ مشن کے سیکرٹری، مترجم صحیح بخاری، ایڈیٹر لائٹ اور بہت اہم چھوٹی بڑی کتب کے مؤلف تھے۔ آج کل آپ تفہیم القرآن کے انگریزی ترجمہ میں بڑی مصروف تھے،

غرضیکہ خدمت اسلام و سلسلہ میں اس مرد حق نے اپنے اوپر آرام کو حرام کر لیا ہوا تھا۔ مرحوم نے ایک بیوہ تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑی ہیں جن میں سے ایک بچی تو ابھی گود میں ہے۔

ماشاءاللہ آپ کے بچے نہایت صالح ہیں اور دینی خدمت کا جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اپنے مرحوم باپ کی طرح عملی طور پر خدمت دین کر رہے ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا صاحبزادہ اقبال احمد جو لندن میں دنیوی تعلیم حاصل کر رہا ہے وہاں ووکنگ میں پروفیسر عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد کا جو کہ آج کل صاحب فراش ہیں اُن کے نہایت اہم اور مقدس فریضہ کی ادائیگی میں ہاتھ بٹا رہا ہے۔

(۲) اس سے چھوٹا ناصر احمد B.A. کا امتحان جون میں دے رہا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ انجمن کے ایک شعبہ کی نہایت تندہی سے خدمات سنبھالنا ہوا ہے۔

تیسرا لڑکا ظفر احمد، نشتر میڈیکل کالج ملتان میں تعلیم حاصل کر رہا ہے وہ بھی جون ۱۹۵۶ء میں سیکنڈ ایئر کا امتحان دے رہا ہے۔

بڑی لڑکی بھی تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اپنے صالح باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور زندگی کی ہر منزل میں کامیاب و بامراد رکھے۔

مجھے چند سال سے مولانا کی صحبت حاصل تھی میں نے انہیں نہایت خلیق اور ہمدرد پایا اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرما دے۔

ہر عمر کے احمدی اور غیر احمدی افراد ان کی صحبت سے اپنے اپنے مذاق کے مطابق روحانی اور جسمانی افادہ حاصل کرتے تھے۔ جسمانی فائدہ تو ان کی طبابت سے حاصل کرتے تھے کیونکہ انہوں نے ہومیوپیتھک کلینک کھول رکھا تھا جس میں آپ مغرب کے بعد بیٹھ کر مفت دوائیاں اور مشورے دیا کرتے تھے۔

آپ کی موت کے المناک حادثہ کے دو منظر مجھے کبھی نہ بھولیں گے۔ ایک وہ المناک معصوم آواز جس سے میں گھر سے نکلتے ہی قریباً ۹ بجے دوچار ہوا۔ گھر سے نکل کر ابھی مسجد کے پاس پہنچا ہی تھا کہ مولانا کی لڑکی جو کہ نہایت پریشانی کی حالت میں میری طرف تیز تیز آرہی تھی لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا کہ ابا جی مر رہے ہیں میں بھاگتا ہوا لڑکی کے پیچھے مولانا کے کمرہ میں پہنچا۔ تو دوسرا خطرناک منظر میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا کی آنکھیں نیم کھلی ہیں اور آخری سانس لے رہے ہیں۔ میرا اس بات کے ماننے کو جی نہ چاہا کہ دم توڑ رہے ہیں میں نے ایک چمچہ دودھ کا انکے منہ میں ڈالا مگر وہ ایک طرف کو بہہ گیا۔ اتنے میں ڈاکٹر نقیراللہ صاحب تشریف لے آئے، انہوں نے نبض پر ہاتھ رکھتے ہی کہا کہ نبض نہایت کمزور چل رہی ہے اور کسی بڑے ڈاکٹر کو بلا لو۔

میں اور ایک اور نوجوان بھاگتے ہوئے ڈاکٹر غلام محی الدین صاحب کو تیز تیز لائے مگر ان کے آنے پر اپنے مولا سے حقیقی کو جا ملے تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الحذر اے مرگ بیناں بار رغوا
العجل اے حشر بیناں سار رغوا
رومی رح

موت کو اژدھا سمجھنے والو (موت سے ڈرو اور بیشک) موت سے پرہیز کرو۔ مگر (موت کے بعد) حیات جاودانی دیکھنے والو جلدی کرو اور موت کی طرف دوڑو۔

...معلوم اس کے عوض اللہ میاں کتنی شفقتیں اور برکتیں اس پر نازل کرے گا۔

لحد میں اتارتے ہوئے

لحد میں اتارتے ہوئے میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ بہت سے ستارے جگمگا رہے تھے۔ مگر چاند کہیں نہ تھا شاید ان دنوں اس نے آسمان پر نکلنا بند کر رکھا ہو، میں دیر تک اسی چیز پر غور کرتا رہا۔ نہ جانے کیوں چاند کے نہ ہونے کا بار بار خیال آرہا تھا۔ اور میں اسی چیز کو سوچتے سوچتے لوگوں کے ساتھ قبرستان سے نکل آیا۔ ہم اس انسان کو خدا کے حوالے کر آئے تھے جس نے جان تک عمر بھر چھپا کر نہ رکھا نہ کیا ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایک مثالی زندگی

ڈاکٹر محمود احمد خان داؤد زئی

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کا سانحہ ارتحال نہ صرف روح فرسا ہے بلکہ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ قوم کی ایک متاع عظیم ہم سے گم ہو گئی ہم ان کی مفارقت پر صبر کر سکتے تھے لیکن جو فیض ان کے ذہنی اور علمی تبحر سے دنیائے انسانیت کو پہنچ رہا تھا وہ ختم ہو گیا، آہ! قرآن کا وہ متطلع انوار جس کا جنم بنگالے میں ہوا، دیوبند نے روشن ڈالا اور احمدیہ بلڈنگس لاہور میں روشن ہوا مغرب میں جا کر ضو فشانیاں کیں جس نے سینکڑوں ملحدوں کے مراکز میں جا کر ان کے دلوں کو محمد رسول اللہ صلعم کے نور سے تاباں کیا ایسے بے کسی اور ابتلاء کے دور میں ہم کو داغ مفارقت دے گیا جبکہ معاندین اسلام کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ مدافعین کی ضرورت تھی۔

زندگی کے چار حصے

مولانا کی زندگی کے چار حصے کئے جا سکتے ہیں ایک تو وہ کہ جب آپ انگریزی کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، اس وقت صرف مسٹر آفتاب الدین تھے، دوسرے دور میں آپ علوم دینیہ کے اکتساب کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، تو ماسٹر صاحب کے نام سے مخاطب کئے جانے لگے کیونکہ وہاں کے بعض متعلمین کو انگریزی پڑھاتے تھے، تیسرے دور میں جب احمدیہ بلڈنگس لاہور میں قیام فرمایا تو مولانا آفتاب الدین کہلائے اور جب انگلستان میں آپ کو ووکنگ کی امامت تفویض ہوئی تو امام صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔

قدرت کی ودیعت

مولانا کی زندگی سے ایک پتہ ضرور چلتا ہے کہ انسان بنا نہیں کرتا قدرت بنایا کرتی ہے۔ ممکن تھا حسب طریقہ معروف آپ بی اے کر لینے کے بعد کوئی دنیوی ملازمت اختیار کر لیتے کسی معمولی یا اعلیٰ منصب پر متمکن ہو جاتے یا مادی علوم میں ہی کچھ ترقی کر لیتے گریجوایٹ ہونے کے بعد دیوبند کی طرف رجحان اور نیچے گر کر چٹائیوں پر بیٹھ کر حدیث اور فقہ کی کتابوں میں غلطاں ہو جانا نہ صرف حیرت انگیز بلکہ معنی خیز بھی ہے، ہو سکتا تھا کہ دوسرے عام متعلمین دیوبند کی طرح وہ بھی ایک ملا ہی بن جاتے لیکن اس وقت جبکہ آپ اپنے تعلیمی نصاب کو مکمل کر لینے والے تھے جرأت مندانہ انداز سے اعلان حق کرتے ہوئے مسیح موعود کے خادموں کی صف میں آ کھڑے ہوئے۔ بعد ازاں یورپ میں پہنچ کر جو خدمت اسلام آپ نے انجام دی اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت آپ کو نصرت اسلام کے لئے تیار کر کے دینی کام لینا چاہتی تھی۔

مولانا دیوبند میں

مولانا کو پہلی بار میں نے غالباً ۱۹۱۳ء میں دیوبند میں دیکھا تھا اس وقت وہاں کے اکابرین جو باہر سے آنے والوں سے مولانا کا تعارف بڑے فخر کے ساتھ کراتے تھے کہ ایک گریجوایٹ دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہمارے دارالعلوم میں داخل ہوا ہے بڑے بڑے استاد آپ کی عزت کرتے تھے، عام طالب علموں کی طرح ان کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ انگریزی دان ہونے کی وجہ سے ماسٹر صاحب کہکر مخاطب کرتے تھے۔

اس وقت میں نے وہاں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب سے جو شیخ الحدیث تھے سوال کیا یہ مولانا محمد علی جوہر جیسے والا شاگرد ذہین ہی ہے کس طرح ہو سکتا ہے کہ عام لڑکوں کی طرح بالجبر گردانیں رٹ سکے جبکہ یونیورسٹی میں ایسے طرز تعلیم سے اسے واسطہ نہیں پڑا۔ میرے اس سوال پر مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا سب سے زیادہ محنتی اور کامیاب طالب علم صرف یہی ایک ہے ورنہ یہاں تو ایسے ایسے غبی آتے ہیں جو تمام زندگی یہیں گزار دیتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی توقعات

دیوبند میں مولانا کی خاص سرپرستی خود مولانا شبیر احمد صاحب فرماتے آپ کی ہر آسائش کا لحاظ رکھا جاتا تھا بڑے بڑے مشاہیر دارالعلوم دیکھنے جاتے تو مولانا خود آپ کا تعارف کراتے غرض سب کی نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں کہ یہ گریجوایٹ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آسمان دیوبند کا درخشندہ ستارہ بن کر طلوع ہوگا اور جدید طبقے کے مقابلے میں دقیانوسی مولویوں کی بے نظیر وکالت کرے گا۔

مولانا کی بصیرت وجرأت۔ دارالعلوم میں دشمنی کی فضا

جب کابل میں نعمت اللہ خاں کو احمدی ہونے کے جرم میں شہید کیا گیا تو دیوبند میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، حکومت کابل کو مبارکباد کا تار بھیجا گیا عام دعوت کی گئی مولانا بھی مدعو کئے گئے، اور جب آپ کھانا کھا چکے تو کہا گیا کہ یہ قتل مرتد کی خوشی کی دعوت ہے، مولانا پر اس طریق کار کا بہت ہی برا اثر پڑا اور آپ نے نہایت بصیرت اور جرأت کے ساتھ اکابرین دیوبند کی مخالفت کی جس سے تمام دارالعلوم آپ کا دشمن ہو گیا، مولانا عثمانی نے مولانا آفتاب الدین صاحب کو بلا کر سرزنش کی کہ آپ نے سارے دیوبند کے خلاف یہ کیا کیا ہے، مولانا نے مایوسی کے ساتھ عرض کیا کہ کیا میں اب یہ سمجھوں کہ جو گئی کی خاطر اب میں آپ کی سرپرستی سے محروم ہو گیا ہوں۔ عثمانی صاحب نے جواب دیا اب رہ کیا گیا جو آپ کی سرپرستی کر سکوں۔

دیوبند سے علیحدگی اور لاہور میں آمد

اب مولانا کے لئے دیوبند کی سرزمین تنگ ہو چکی تھی کوئی چارہ کار نظر نہ آتا کہ کہاں سر چھپایا جائے بالآخر یہ حق و صداقت کا علمبردار چند گھنٹوں ہی میں دیوبند چھوڑنے کے لئے تیار ہو گیا اور لائٹ اخبار میں احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کا پتہ پڑھکر راتوں رات ریل کا سفر کر کے صبح احمدیہ بلڈنگس میں پہنچ گیا۔

ایک مثالی زندگی

یہاں آکر جو قوم کی خدمت کی اس سے احمدی قوم کا ہر فرد واقف ہے۔ مولانا کی بقیہ تمام زندگی قوم کے سامنے ایک مثالی زندگی رہی اور ان کی موت ایک ایسا اثر چھوڑ گئی ہے جو رہتی دنیا تک دوسروں کو متاثر کرتا رہے گا۔

مولانا کے دینی مشاغل

ووکنگ مسلم مشن کے دفتر میں مجھے روزانہ مولانا سے ملنے اور مستفیض ہونے کا ... شرف حاصل ہوتا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز صبح نو بجے جملہ عملہ مشن کو اکٹھا کر کے قرآن پاک کی تفسیر بیان فرماتے تھے اور جمعہ کے روز حدیث کا درس دیتے تھے میں بھی کوشش کر کے شمولیت کرتا درس کے بعد مولانا سے اکثر دینی وعلمی مذاکرات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ان تمام صحبتوں سے جو میں نے نتیجہ نکالا وہ یہ تھا کہ مولانا کے دل میں اسلام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کی بے پناہ تڑپ تھی اور اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے آپ نے اپنی زندگی قوم کے لئے وقف کر دی تھی اور شب و روز پورے انہماک کے ساتھ دینی خدمات میں مصروف رہ کر اپنی عزیز جان دیدی۔

وفات بھی معجزانہ رنگ میں ہوئی

وفات سے ایک روز پہلے جبکہ مولانا قرآن پاک کی تفسیر کر رہے تھے آپ کے قلب میں ایک خاص رقت طاری ہوئی اور فرمانے لگے **دنیا اب رہنے کے قابل نہیں رہی خدا اگر اٹھا لے تو بہت اچھا ہو۔** یہ الفاظ اس وقت بظاہر جذباتی رنگ میں تھے اور ہم ہرگز نہ سمجھ سکے کہ کوئی غیبی طاقت کہلا رہی ہے۔ تمام ملاقات میں بھی مولانا پر عبرت و موعظت کا رنگ غالب رہا۔ صبح معلوم ہوا کہ پہلے مولانا نے نماز پڑھی پھر غسل کیا اور پلنگ پر لیٹ گئے اور ہمیشہ ہمیشہ کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

قوم سے درخواست

مولانا کی جدائی سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو پُر کرنا قوم کے ہر فرد کا فرض ہے ہمیں مولانا کی زندگی سے سبق حاصل کر کے باد مخالفت کے طوفانوں کے مقابل لوائے محمدی کو کرۂ ارض پر بلند کرنے کے لئے تن من دھن قربان کر دینے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے یہی ایک طریقہ ہے جس سے

آہ استادِ مرحوم

محمد سلطان نظامی صاحب دفتر ووکنگ مسلم مشن

میں اگست ۱۹۴۲ء میں دفتر ووکنگ مسلم مشن لاہور میں بطور محرر مشن ملازم ہوا۔ اس وقت دفتر عزیز منزل کی بالائی چھت پر تھا۔ اُستادِ مکرم جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور برانڈرتھ روڈ کی طرف والے بائیں چھوٹے کمرے میں بیٹھا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں رسالہ اسلامک ریویو لاہور ہی میں طبع ہوتا تھا۔ آپ اسکی ادارت کے ساتھ ساتھ ہفت روزہ ووکنگ مسلم گزٹ کے ایڈیٹر کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

محبت بھرا برتاؤ

دفتر ووکنگ میں کام کرتے مجھے تقریباً دس بارہ روز ہوئے ہوں گے۔ میں لفافہ جات پر پتے لکھنے میں مصروف تھا کہ مولانا صاحب باہر والے کمرے میں جہاں میں، ہیڈ کلرک صاحب اور مسٹر بٹ اکونٹس کلرک بیٹھے تھے۔ آتے ہی آپ نے مسٹر محمد صادق قریشی صاحب ہیڈ کلرک مشن کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بچے پر آپ لوگوں نے کافی بوجھ ڈال دیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دس بجے سے چار بجے تک یہ کام سے سر تک نہیں اُٹھاتے۔ ایسا نہ ہو کہیں یہ ملازمت ہی چھوڑ دیں۔

مولانا صاحب کی اس ہمدردی اور محبت بھرے الفاظ نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا۔ میرے دل سے یہ آواز اُٹھی کہ یہ بزرگ واجب الاحترام ہیں ان کی صحبت سے ضرور فیض حاصل کرنا چاہیئے۔

عملۂ دفتر کو درسِ قرآن

آپ کا یہ معمول تھا کہ دفتر لگنے سے پیشتر تمام عملہ کو درس قرآن دیا کرتے تھے۔ اور جمعہ کے روز حدیث پڑھاتے تھے۔ اُن کا یہ ورد تاحینِ حیات رہا۔ اس دوران میں جب کبھی وہ کہیں باہر جاتے تو کسی دوسرے صاحب کو اس فرض کی بجا آوری پر مقرر فرما جاتے اور کہتے کہ اس سلسلہ کو جاری رہنا چاہیئے۔

ان کے درس کا طریقہ عجیب تھا۔ جب وہ دفتر میں تشریف لے آتے تو ہم لوگ قرآن پاک لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ اور باری باری ہم لوگوں سے وہ تلاوت قرآن مجید کراتے اور ہماری غلطیاں درست فرماتے۔ آپ تقریباً ایک رکوع یہاں روزانہ پڑھایا کرتے تھے۔ بعد از تلاوت آپ تلاوت کردہ رکوع کی تفسیر نہایت ہی مؤثر اور پُرسوز طریقہ پر فرماتے تھے۔ اور قرآن پاک کی آیات کے متعلق ایسے عجیب و غریب نقاط اور رموز بیان فرماتے کہ عقل دنگ رہ جاتی۔ انہیں کتاب اللہ سے حقیقی معنوں میں عشق تھا۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ تمام دن صبح سے شام تک جتنا وقت دفتر کے کام کاج میں صرف کرتے ہیں یا دیگر دنیاوی کاروبار میں گزارتے ہیں وہ فضول ہی ہے لیکن جس قدر وقت ہم نماز، ذکر، تلاوت قرآن حکیم میں صرف کرتے ہیں۔ اس کی آیات کے مطالب و معانی سمجھنے میں گزارتے ہیں ہماری زندگی کا سب سے اعلیٰ اور قیمتی وقت دراصل وہی ہے۔

تصوّف کی طرف رجحان

میں درس کے علاوہ بھی جب کبھی فرصت ملتی مولانا کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا رہتا، آپ نہایت خلیق اور ملنسار تھے۔ آپ نہایت خندہ پیشانی سے خیر مقدم فرماتے تھے۔ میں اس دوران میں ایک شاگرد اور خادم کی حیثیت سے قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ شریعت اور تصوف وغیرہ کے متعلق سوالات پوچھتا اور آپ نہایت خندہ پیشانی سے ان پر روشنی ڈالتے تھے۔ مولانا تصوف کے بہت قائل تھے اکثر فرماتے تھے کہ جماعت احمدیہ جس قدر تصوف کی قائل تھی دنیاوی بکھیڑوں میں اُلجھ کر اسی قدر اس سے پیچھے ہٹتی چلی جا رہی ہے۔ حالانکہ دین کا مغز تصوف ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ اس دور میں اس کا زندہ ثبوت ہیں۔

حضرت مسیح موعود اور اکابرین سلسلہ کا ذکر

مولانا مرحوم و مغفور کو حضرت مسیح موعودؑ سے بہت عقیدت تھی۔ آپ درس قرآن میں اکثر ان کی کتب کے حوالے دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس طاغوتی دور میں حضرت مسیح موعودؑ ہم لوگوں کی رہبری نہ فرماتے تو خدا جانے آج ہماری حالت کیسی ناگفتہ بہ ہوتی۔ جس قدر اسلام میں فرقے ہیں طوعاً و کرہاً ان تمام باتوں کو مانتے ہیں جن کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے دعوےٰ کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں وہ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ اور دیگر اکابرین سلسلہ احمدیہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ الغرض ان کے درس میں نہ صرف درس قرآن و حدیث ہی شامل تھے بلکہ سلسلہ احمدیہ کی مکمل تاریخ اور بزرگ اکابرین کی سوانح حیات اور سیرت و اخلاق بھی شامل تھے۔

حضرت امیر مرحوم سے عقیدت

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کا نہایت ادب اور احترام کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مولانا مرحوم نے قرآن۔ حدیث اور اسلام کے متعلق کسی ایسی بات کو بیان کرنے سے نہیں چھوڑا جس پر لوگوں نے اعتراض کیا ہو یا آئندہ اعتراض کی گنجائش ہو۔ کبھی کبھی ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے کہ شیطان بہت بدمعاش ہے تب بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے میرے دل و دماغ میں عجب وسوسہ ڈالتا ہے کہ میں سید ہوں، عالی نسب ہوں۔ مولانا ارائیں اور میں نے ان کی بیعت کی ہوئی ہے۔ مگر میں اسی لمحہ لاحول پڑھتا ہوں کہ نہیں وہ بہت بڑی شخصیت ہیں۔ جو کام انہوں نے کیا ہے وہ میں مرتے دم تک نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے ان سے ایسا کام لیا ہے جو انہیں تک محدود ہے۔ وہ اسی کام کے لئے چُنے گئے تھے۔ وہ مخدوم ہیں اور میں ان کا ایک ادنےٰ خادم ہوں، ایسے ارائیں پر مجھ جیسے گنہگار ہزاروں سید بھی اگر قربان کر دیئے جائیں تو بھی اُن احسانات کا بدلہ ہم نہیں چکا سکتے جو انہوں نے اپنی تقریروں۔ تحریروں اور عمل صالح سے مسلمانوں پر کئے ہیں۔ مولانا دورِ حاضرہ کی سب سے بڑی شخصیت ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدینؒ سے والہانہ محبت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور سے تو انہیں کمال محبت تھی۔ وہ انہیں اپنا مرشد اور حقیقی رہبر سمجھتے تھے۔ اُن کے متعلق اکثر فرماتے تھے کہ "اللہ تعالےٰ نے اس ہستی کو خاص طور پر تبلیغ دین کے لئے پیدا کیا تھا۔ خواجہ صاحب مرحوم ہی وہ شخصیت ہیں جن کی شاگردی۔ نیک و صالح صحبت۔ پند و نصائح۔ انکے دل میں گھر کر جانے والے لیکچروں، تقاریر اور کتب نے میرے قلب و دماغ کو منور کر دیا۔ میری آنکھوں سے تاریکی کا پردہ ہٹا دیا۔ مجھے اس قابل بنا دیا کہ میں بغیر کسی ڈر اور خوف کے تبلیغ دین کر دوں۔ اسلام اور بانی اسلام کے ناموس کی خاطر تقاریر کر دوں۔۔۔۔ خواجہ صاحب مرحوم دن رات تبلیغ دین کے لئے مجاہدہ کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ آپ بستر مرگ پر خون تھوکتے ہوئے بھی مضمون لکھنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ حکما اور ڈاکٹروں نے لاکھ منع کیا مگر آپ اپنی دھن میں لگے رہے یہاں تک کہ خدا کو پیارے ہو گئے۔ خدا مجھے بھی توفیق دے کہ میں بھی اس رہبر کے قدم بقدم چلوں"۔

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی ولایت

حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کو تو وہ قطب الاقطاب مانتے تھے۔ ان کی ولایت کے مداح تھے۔ ان کے تقوےٰ و طہارت اور زہد و ریاضت پر رشک کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ رات کی تاریکی اور خاموشی میں جب ان کی تلاوت کی آواز میرے کانوں میں پہنچتی ہے تو مجھے شرم محسوس ہوتی ہے اور میرا دل مجھے ملامت کرتا ہے کہ آفتاب الدین تو ٹانگیں پسارے سو رہا ہے اور یہ مستر اسّی سالہ بڈھا یادِ خدا میں مشغول ہے اور مخلوق خدا کی فلاح و بہبود کے لئے ربّ العزت کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہا ہے۔ ان کی شب بیداری نے ہی مجھے تہجد کا عادی بنا دیا ہے۔ ان کے خضوع خشوع نے ہی میرے قلب میں گداز اور دعاؤں میں رقت اور سوز پیدا کر دیا ہے۔ ایسے ہی بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے دنیا قائم ہے۔ ورنہ ہمارے اعمال تو اس قدر بد

ہیں کہ دنیا تباہ و برباد ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب سے دلی عقیدت

حضرت مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت ایدہ اللہ تعالےٰ سے انہیں دلی عقیدت تھی وہ اس حقیقت سے مداح تھے کہ مولانا حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کے دست راست تھے۔ انگلینڈ اور یورپ میں تبلیغ دین میں انہوں نے بہت جد و جہد کی۔ اور کافی انگریز اور جرمن مرد عورت ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آپ مولانا کے طرز بیان پر رشک کرتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس خوبی سے مولانا سیرت بیان فرماتے ہیں میں نے کسی دوسرے کو اس فصاحت و بلاغت سے سیرت بیان کرتے نہیں سُنا۔ گذشتہ سال جب انجمن میں بعض اختلافات پیدا ہوئے تو کئی احباب جماعت مولانا مرحوم سے دفتر ہی میں ملاقات کرتے تھے اور جب وہ امارت کے متعلق سوال کرتے تو آپ یہی فرماتے کہ میں مولانا سے زیادہ اہل کسی اور کو نہیں سمجھتا۔

احباب و اکابر سلسلہ کی تعریف

اسی طرح دیگر احباب جماعت و اکابرین کی بھی گاہے بگاہے تعریف کرتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب مولنٰا عبد الرحمٰن صاحب مصری، بابو غلام قادر صاحب۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب ان احباب کے متعلق تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری جماعت میں ایسے احباب ہیں جن کی دعاؤں میں تاثیر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ وہ لوگ جو خدا کی راہ میں تن من دھن قربان کر دیں ایسے ہی لوگ ولی اللہ ہوتے ہیں۔ اور کیا ولیوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ جسم پر بھبھوت مل کر۔ ہاتھ میں تسبیح لیکر۔ ائیدن و بھنگ پی پی کر زور سے لا الٰہ الا اللہ کی مالا جپنے سے تو ولایت نہیں ملتی ولایت تو اسی کا نام ہے کہ انسان دین کو دنیا پر مقدم کرے ہمہ آن خدا کی یاد دل میں رکھے۔ اس کے قول و فعل سے خدا ظاہر ہو۔ اس کے قلب میں انسانی ہمدردی موجزن ہو۔ وہ صاحب تقوےٰ ہو۔ ہر قسم کے شرک سے مبرا اور پاک ہو۔

نیک نفسی اور تقوےٰ شعاری

مولانا مرحوم نہایت ہی نیک نفس تھے۔ ان کے دل میں انسانی ہمدردی۔ خلوص اور محبت بھرے ہوئے تھے میں نے ان کی خدمت میں تیرہ برس گذارے ہیں۔ وہ میرے نہ صرف استاد ہی تھے بلکہ مشن کے سیکرٹری ہونے کی وجہ سے افسر بھی تھے۔ انہیں ہر طرح اختیار تھا کہ ہمیں جرمانہ کریں سزا دیں۔ ہم پر ناراض ہوں لیکن خدا گواہ ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ سزا اور جرمانہ تو کیا انہوں نے ہمیں کبھی غصہ سے بھی نہیں دیکھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم ہر روز اس قدر غلطیاں اور گناہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ ان کا انکشاف کر دے تو ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں اور اگر ان پر سزا دینا شروع کر دے تو تمام دنیا ایک لمحہ میں ختم ہو جائے مگر جب قادر مطلق ہمارے عیوب کی پردہ پوشی اور گناہ کی سزا سے درگذر کرتا ہے تو ہم جو وقتی طور پر اس دنیا میں آئے ہیں اور جنہیں اپنی موت و حیات پر بھی اختیار نہیں ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ دوسروں کی پردہ دری کریں اور ان کو سزا دیں، ان چیزوں کا اختیار تو صرف اللہ ہی کو ہے۔

تزکیہ نفس

مولانا مرحوم ہر وقت تزکیہ نفس میں مشغول رہتے تھے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو نہایت ہی حقیر خیال کرتے تھے لیکن دوسروں کو وہ نہایت ہی بلند اور بڑا سمجھتے تھے ان کی زبان سے آج تک کسی کے متعلق میں نے بدگوئی نہیں سُنی۔ وہ کبھی بھی ایسی بات نہ کرتے جس سے کسی دوسرے کی دل آزاری ہو۔

دین کیلئے غریب الوطنی اور مجاہدانہ زندگی

وہ اکثر فرماتے کہ میں غریب الوطن ہوں۔ یہاں میرا کسی سے کوئی خاندانی تعلق نہیں۔ نہ ہی میرا یہاں پر کوئی بھائی بند یا رشتہ دار ہے۔ آپ لوگوں سے میرا جماعتی تعلق ضرور ہے۔ میں تو صرف خدا پر بھروسہ رکھ کے اسی کے سہارے یہاں بیٹھا ہوں۔ زندگی کے اتھاہ سمندر میں ناؤ کو چھوڑ دیا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ دوسرے کنارے پر پہنچتی ہے یا راستہ ہی میں غرق ہو جاتی ہے۔ مالک حقیقی کے نام کو بلند کرنے اور نبی آخر الزمان صلعم سے پیش کردہ دین کی نشر و اشاعت کی غرض سے میں نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اسی سے التجا ہے کہ مجھے توفیق دے کہ جس فرض کی بجا آوری کا میں نے بیڑا اٹھایا ہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ رسُول اکرم صلعم کے یہ الفاظ ہمیشہ میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں کہ دین کی اشاعت اور خدا کا نام بلند کرتے ہوئے مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر مارا جاؤں اور یہ فنا و بقا کا سلسلہ قیامت تک قائم رہے۔ خدا کرے ہر مسلمان میں یہ تڑپ پیدا ہو جائے کہ اس کا جینا اور مرنا صرف خدا کے نام کی عظمت کے لئے ہو۔ پھر کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ دنیا میں کوئی کافر مشرک رہ جائے۔

تبلیغی خطوط

یہ وہ جذبہ تھا جو مولانا مرحوم و مغفور میں موجزن تھا۔ اسی نیک جذبہ کے ماتحت وہ دن رات تبلیغ دین میں کوشاں رہتے تھے۔ میں نے کبھی ان کو فارغ بیٹھے نہیں پایا وہ نہ صرف مضامین لکھتے تھے۔ بلکہ ان لاتعداد اشخاص کے خطوط کے جوابات بھی تحریر فرماتے تھے جو اسلام پر اعتراضات کرتے تھے۔ اور ان کو اس خلوص اور جذبہ کے ماتحت جواب تحریر فرماتے تھے کہ انہیں اسلام کا قائل کر دیتے تھے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی نمونہ

مولانا کو دو تین دفعہ نہایت ہی معقول تنخواہ پر بعض انگریزی روزناموں کی پیشکش بھی آئی جس میں بہت بڑے مشاہرہ کا وعدہ بھی دیا گیا مگر ہر بار آپ نے یہ کہکر ٹھکرا دیا کہ میں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی غرض سے زندگی وقف کی ہوئی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں روپیہ اور وقار کی خاطر دین کی خدمت سے کنارہ کشی اختیار کر لوں۔ اللہ اللہ کیا تقوےٰ ہے آپ نے نہ صرف اپنی زندگی ہی وقف کی بلکہ اپنے منجھلے صاحبزادے ناصر میاں کو بھی خدا کا نام بلند کرنے کی غرض سے وقف کر دیا۔ اور دفتر میں آکر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مجھے فرمایا میں نے **ناصر احمد خدا کی راہ میں وقف کر دیا ہے**۔ آپ بھی دعا کریں کہ خدا میری اس قربانی کو قبول فرمائے۔ پاس ہی جناب علی اختر صاحب عظیم آبادی جو مولانا کے دوست اور قابل قدر بزرگ ہیں تشریف فرما تھے۔ کہنے لگے مولنٰا اس کا انجام سوچا؟ اس پر مسکرا کر فرمانے لگے ابتدا تو میں نے کر دی انجام خدا پر چھوڑتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے آپ کو تو انجمن کی موجودہ حالت کا علم ہے۔ لوگ کشمکش میں مبتلا ہیں۔ بچہ ویسے نہایت ہی ذہین ہے اسکو پڑھائیں اور کسی اچھی گورنمنٹ پوسٹ پر جانے دیں۔ کیوں بچارے کو خواہ مخواہ ابتلا میں ڈالتے ہیں اگر کل ہی انجمن کا شیرازہ بکھر جائے تو اس غریب کا کیا ہوگا۔ اس پر مولانا حسب عادت مسکرائے اور جواب دیا ڈاکٹر صاحب **گورنمنٹ کی پوسٹ پر جانے والے تو لاکھوں ہوتے ہیں مگر خدا کی راہ پر جانے والا کوئی ہوتا ہے** رہا انجمن کا تو پتہ خدا جانتے ہیں نے تو یہ بچہ اس کی نذر کر دیا ہے۔ پروان چڑھانا خدا کا کام ہے۔ بس آپ دعا فرمائیں کہ خدا میرے ارادوں میں استقامت بخشے اور اس بچے کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ خدا کے دین کی حقیقی معنوں میں خدمت کر سکے۔

خواجہ صاحب مرحوم کے خاندان کی عزت و محبت

اس فرشتہ سیرت بزرگ کی کون کونسی بات کو یاد کیا جائے۔ اور کن کن واقعات کو قلمبند کیا جائے۔ آپ بچوں کی زندگی کے معاملہ میں ہمیشہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کا حوالہ دیا کرتے تھے۔ اکثر فرماتے کہ قبلہ خواجہ صاحب رح کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ ان کی خدمات کا صلہ اللہ تعالےٰ ان کی اولاد کو دے رہا ہے خدا مجھے ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے مولانا کو نہ صرف خواجہ صاحب مرحوم و مغفور ہی سے دلی عقیدت تھی بلکہ ان کے تمام خاندان سے دلی محبت تھی۔ ان سب کی عزت کرنا وہ اپنا فرض اولین خیال کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے یہ ایک مردِ مجاہد اور نیک صالح بزرگ ہستی کی اولاد ہیں۔ ان کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔

خویش و اقارب سے آخری ملاقات

سال گذشتہ وہ اکثر اپنے اعزا و اقارب کو یاد کرتے رہتے تھے۔ اور فرماتے تھے میرا دل چاہتا ہے کہ میں پروان جاؤں اپنے والدین کی قبروں پر فاتحہ پڑھوں کلکتہ جانے کو بھی بہت دل چاہتا ہے۔ طالب علمی کا دور میں نے کلکتہ ہی میں گزارا ہے۔ انہیں دنوں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کو ڈھاکہ سے ایک چھٹی موصول ہوئی

کہ ڈھاکہ میں ایک سمپوزیم ہو رہا ہے۔ اس میں شرکت فرمائیں۔ حضرت امیر نے آپ کو وہاں جانے کی ہدایت فرمائی۔ مولانا وقت مقررہ پر ڈھاکہ تشریف لے گئے، اپنی روحانیت سے بھری ہوئی تقریر سے حاضرین کو کافی متاثر فرمایا بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کی دلی خواہش بھی پوری کر دی اور آپ کلکتہ اور بردوان اپنے وطن مالوف میں بھی تشریف لے گئے اور آخری بار نہایت جذبہ و ایثار کے ساتھ اپنے اعزا و اقارب سے ملے۔ والدین کی قبر پر فاتحہ کا فریضہ بھی ادا فرمایا اور واپس لاہور تشریف لے آئے۔ فرماتے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ہر ارادے سے خبردار ہے، میں نے صرف وطن کو دیکھنے اور عزیز و اقارب سے ملنے کی خواہش کی اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل سے اسے بھی پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے اپنے بندے کی ہر بات کو وہ سنتا ہے۔

دینی کاموں میں مصروفیت

آجکل مولانا بخاری شریف اور غلبۂ قرآن کے ترجمہ میں مشغول تھے اور اس کے ساتھ ہی فتوح الغیب کے انگریزی ترجمہ کی دوبارہ اشاعت کے لئے اس پر نظر ثانی فرما رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ووکنگ کی ادارت کا کام اور ووکنگ مشن کی سیکرٹری شپ کا کام بھی سرانجام دیتے تھے۔ اس لئے ہمہ آن کام میں مصروف رہتے تھے میں نے کئی بار عرض بھی کیا کہ مولانا آپ دن بدن کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کام بہت زیادہ ہے۔ ہفتہ میں کم از کم دو روز آرام فرمایا کریں، سیر کیا کریں۔ اس پر وہ مسکرا کر جواب دیتے بھائی ساری عمر تو آرام ہی میں گزار دی ہے اور پھر وہ وقت آیا چاہتا ہے جب کہ ابدی آرام مل جائیگا میں اس تھوڑے سے وقت کو فضول کیوں جانے دوں بلکہ دعا کریں کہ جس جذبہ و محبت کے پیش نظر میں نے حدیث کے کام کو شروع کیا ہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں۔ اگر بخاری شریف کا انگریزی ترجمہ میں نے مکمل کر لیا تو یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

خرابی صحت

چند روز سے ان کی صحت کچھ خراب سی تھی۔ وہ سمجھتے تھے انہیں باؤ گولا ہو گیا ہے یعنی ہوا ان کی چھاتی میں آکر رک جاتی ہے۔ اس کا ذکر انہوں نے مجھ سے بھی کیا۔ اور ساتھ یہ بھی کہا کہ کوئی خاص تکلیف تو نہیں ہوتی صرف طبیعت بوجھل اور پریشان سی رہتی ہے، آپ ان دنوں میں بھی دفتر باقاعدہ تشریف لاتے رہے اور حسب معمول ہمیں درس قرآن دیتے رہے

وصال الٰہی کی خواہش

جمعرات ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کو صبح درس قرآن کے دوران میں جبکہ استاد مکرم حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور سورۃ نحل کے پندرہویں رکوع کی تفسیر ارشاد فرما رہے تھے، دنیا کی موجودہ بدتر حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمانے لگے **دعا کریں خدا مجھے اب اس دنیا سے اٹھا لے۔ یہ فسق و فجور اب دیکھا نہیں جاتا۔** خدا ہی بہتر جانتا ہے اس مرد مومن اور عاشق حقیقی نے کس سوز و گداز سے یہ الفاظ فرمائے جو رب العزت نے فوراً قبول کر لئے۔ علامہ اقبال کا شعر مولانا پر بالکل صادق آتا ہے۔ کہ

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

چونکہ آپ ہمہ آن راضی برضائے الٰہی تھے اس لئے اپنے پیاروں کی رضا کو خود اللہ تعالیٰ بھی پیارا ہی سمجھتا ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

دوسرے دن جمعہ کی صبح کو میں حسب معمول دفتر آیا۔ آتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا آفتاب الدین احمدؒ اس جہان فانی کو خیرباد کہہ کر مالک حقیقی سے جا ملے ہیں۔ مجھ پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ کافی دیر خاموش رہا اسی خاموشی میں ان کے گذشتہ دن والے الفاظ میرے کانوں میں گونج اٹھے۔ میرا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ میں اسی حالت میں روتا دھوتا مولانا مرحوم مغفور کے مکان پر حاضر ہوا اور اس کمرہ میں پہنچا جہاں انہیں غسل دے کر اور کفن پہنا کر چارپائی پر لٹایا گیا تھا۔ وہ مردہ معلوم نہ ہوتے تھے۔ ان کا چہرہ نور سے منور تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ تمام فرائض کو نہایت خلوص، محبت اور ایمانداری سے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر چین اور اطمینان کی گہری نیند سو رہے ہیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

احقر العباد۔ محمد سلطان نظامی
محرر ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے انکے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۴ فروری ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۵ فروری ۱۹۵۶ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو مجبوراً ۱۰ فروری ۱۹۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ ان کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
سالم		۲۹۵	۱۸
۱۵	۶	۳۰۹	۶
۱۸	۱۲	۳۱۱	۱۲
۳۵	۶	۳۳۷	۶
		۹۳۷	۶
۳۶	۶	۹۴۰	۶
۳۸	۱۲	۹۴۱	۶
۴۶	۶	۹۴۲	۱۲
۴۷	۶	۹۴۳	۶
۴۸	۶	۹۴۶	۶
۵۱	۱۲	۹۴۷	۶
۵۵	۶	۹۴۸	۶
۶۲	۶	۹۵۴	۶
۶۴	۱۸	۹۵۷	۶
۷۵	۱۲	۹۵۹	۶
۷۷	۶	۹۶۹	۶
۸۷	۲۴	۹۷۰	۶
۹۳	۱۲	۹۷۱	۶
۹۶	۶	۹۷۲	۶
۱۰۱	۶	۹۷۳	۶
۱۰۶	۱۲	رعایتی	
۱۰۸	۱۸	۷۸۵	۳
۱۲۸	۶	۷۸۸	۱۲
۱۳۱	۶	۷۹۳	۴
۱۴۰	۶	۷۹۴	۴
۱۴۱	۱۸	۷۹۹	۴
۱۴۲	۱۶	۸۰۳	۴
۱۵۳	۶	۸۰۵	۳
۱۵۴	۶	۸۰۷	۶
۱۵۵	۶	۵۵	۴
۱۶۰	۶	۸۱۵	۶
۱۶۷	۶	۸۱۶	۲۴
۱۷۴	۶	۸۲۶	۱۵
۱۸۴	۳۶	۸۴۲	۱۲
۲۳۰	۱۸	۱۶۸	۶
۲۳۱	۶	۱۲۴	۲۸
۲۳۴	۱۸		
۲۴۵	۶		
۲۷۵	۱۲		
۲۸۳	۸		

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی مختصر سوانح حیات

مولانا آفتاب الدین مغربی بنگال کے ضلع بردوان کے تولنا نامی گاؤں میں جنوری ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم بردوان شہر میں حاصل کی جس کے بعد پریسیڈنسی کالج کلکتہ سے ۱۹۲۳ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی، دوران تعلیم ہی میں تحریک خلافت میں چار سال رضاکارانہ خدمت کرتے رہے جس کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ عربی زبان کا علم حاصل کرکے علم دین کا براہ راست مطالعہ کیا جائے اسی غرض سے دیوبند تشریف لے گئے، اور مدرسۃ العلوم دیوبند میں داخل ہوکر ڈیڑھ سال تحصیل علم کرتے رہے۔ اسی اثنا میں اخبار "لائٹ" جو ان دنوں مولانا یعقوب خاں صاحب کے زیر ادارت پندرہ روزہ شائع ہوتا تھا، ان کے دیکھنے میں آیا اور اس کے ذریعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے واقفیت حاصل ہوئی۔ انہی دنوں کابل میں نعمت اللہ خان قادیانی کو سنگسار کیا گیا اور علماء دیوبند نے قتل مرتد کے نام سے اس کے جواز کا فتویٰ دیا، مولانا کو یہ بات ناگوار گزری جس کا اظہار کرنے پر طلباء دیوبند میں ان کے خلاف بڑا ہیجان پیدا ہو گیا اس لئے ۱۹۲۵ء میں دیوبند چھوڑ کر لاہور چلے آئے اور یہاں حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوکر انہی سے تحصیل علم دین کرتے رہے۔ ۱۹۲۶ء میں لائٹ کے ایڈیٹوریل سٹاف میں شامل ہو گئے، کچھ عرصہ بعد انجمن نے ان کی خدمات کلکتہ میں مولوی عبدالکریم صاحب کے اسلامک مشنری ٹرسٹ کو منتقل کر دیں، اس کے بعد شیلانگ (آسام) کے کھاسی (پہاڑی قبائل) میں تبلیغ کی غرض سے ایک اسلامی مشن قائم کرنے کا کام ان کے سپرد کیا گیا جو نہایت کامیاب ثابت ہوا، اور مولانا نے کھاسی زبان میں اسلام پر بہت سی کتابیں لکھیں، اس قسم کی کتابیں کھاسی زبان میں اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھیں۔ اور ان کتابوں کے ذریعہ کھاسی قبائل میں سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔

۱۹۳۱ء میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی خواہش پر آپ انگلستان تشریف لے گئے اور وہاں دو سال تک مسجد شاہجہان ووکنگ کے اسسٹنٹ امام کی حیثیت سے کام کرتے رہے ۱۹۳۳ء کے آخر میں ہندوستان واپس تشریف لائے اور یہاں اسلامک ریویو کی (جو ان دنوں لاہور سے شائع ہوتا تھا) ادارت کا کام سنبھالا ۱۹۳۴ء میں امام مسجد ووکنگ دوبارہ انگلستان تشریف لے گئے وہاں نہایت کامیابی کے ساتھ تبلیغی خدمات سرانجام دینے کے بعد ۱۹۳۹ء میں واپس تشریف لائے یہاں آکر پھر اسلامک ریویو کی ادارت اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی کتب پر نظر ثانی کا کام شروع کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ کے سیکرٹری کے کام پر لگ گئے اور ۱۹۵۱ء میں ہفتہ وار لائٹ کی ادارت بھی انہیں کے سپرد کی گئی اور مرتے دم تک دونوں کاموں میں لگے رہے، بلکہ ان کے ساتھ صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ اور دوسری بعض کتب کے انگریزی تراجم کا کام بھی فارغ اوقات میں کرتے رہے، حتیٰ کہ وفات سے ایک ہفتہ پہلے حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی کتاب ... کا انگریزی ترجمہ لکھوا رہے تھے۔

مولانا کی تصنیفات میں بہت سے بیش قیمت مضامین اور رسائل کے علاوہ ایک کتاب ... اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف فتوح الغیب کا بھی انگریزی میں انہوں نے ترجمہ کیا ہے۔ صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ بارہ پاروں تک مکمل ہو چکا ہے، پہلا پارہ زیر طبع ہے۔

حال ہی میں مولانا نے ڈھاکہ کی ایک عظیم الشان مجلس مذاکرہ میں ۲۴ر دسمبر کو ایک نہایت قابل قدر مضمون پڑھا جس کا بنگال ریڈیو نے ریکارڈ لے کر اسکو دوبارہ نشر کیا، غرض ان کی ساری زندگی خدمت اسلام میں گزری اور آخر دم تک خدا کے رستہ میں کام کرتے ہوئے خدا سے جا ملے۔

فانا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے محبوں میں سے تھے

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

السلام علیکم

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کی وفات کی خبر بذریعہ تار ۱۳/۱/۵۹ کے روز بعد نماز مغرب ۷ بجے مجھے ملی۔ اس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ محکمہ تار نے اپنی ذمہ داری سے کام نہ لیا۔ ورنہ۔ اسی دن کی دی ہوئی تار اگر ۱۲ بجے یا بعد دوپہر مجھے وصول ہو جاتی۔ ممکن تھا۔ ہم لوگ مرحوم کی وفات کے بعد ان کا نورانی چہرہ آخری دفعہ دیکھ لیتے مرحوم کے اوصاف کو ان سطور میں لکھنا اور بیان کرنا مشکل ہے۔ چند سال گذرتے ہیں ایک رویاء صالحہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ کہ:-

"یہ شخص آفتاب الدین احمدؒ میرے محبوں میں سے ہے"

چنانچہ ان کی زندگی میں اس بات کی خوشخبری مولوی صاحب کو دی گئی تھی۔ اس سے بڑھ کر ان کے صدق و وفا اور کامل ایمان کی کیا بشارت ہو سکتی ہے ضروری طور پر ان سطور کو اخبار میں شائع کر دیویں۔ والسلام

ڈاکٹر حسن علی۔ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از مقام گوجرانوالہ

۱۴/۱/۵۹

شکریہ تعزیت

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم

ہم ان تمام احباب جماعت کے تہ دل سے شکر گذار ہیں جن کی طرف سے بیشمار تعزیتی خطوط ہمیں موصول ہوئے جن میں ہمارے والد صاحب کی ناگہانی موت پر تاسف اور دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے ہمیں ان خطوط کی وجہ سے کافی تسکین اور تسلی ہوئی۔ اور یہ یقین پیدا ہو گیا کہ گو ہمارے والد محترم ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن ہماری انجمن اور جماعت کے لوگوں نے ایک شفیق باپ کی طرح ہمیں سینے سے لگا لیا۔ ہم ہر ایک کو فرداً فرداً جواب دینے سے قاصر ہیں۔ اس لئے ان چند سطور کے ذریعہ سے ان تمام بھائیوں بہنوں کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس سانحہ عظیمہ میں ہمارے ساتھ تاروں اور خطوط کے ذریعہ سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ والسلام۔ آپکی دعاؤں کے محتاج ظفر احمد، ناصر احمد و اقبال احمد

(فرزندان مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور)

تعزیتی پیغامات

مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات پر مختلف احباب اور جماعتوں کی طرف سے بے شمار تعزیتی پیغامات حضرت امیر ایدہ اللہ، سکرٹری صاحب، اور ان کی بیگم صاحبہ کو موصول ہوئے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

شیخ میاں عزیز احمد صاحب کالونی فلور ملز لائل پور

مکرمی سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

السلام علیکم ۔ حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کے متعلق آپ کا تار محررہ ۱۳/۱ موصول ہوا۔ جس میں آپ نے بعد از نماز جمعہ ان کے جنازہ کے متعلق اطلاع دی ہے۔

ہمیں حضرت مولانا صاحب مرحوم کی وفات کا دلی صدمہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

ان کی وفات سے جماعت میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کو بھرنے والا اور کوئی نظر نہیں آتا ۔ مرحوم کی انتھک تبلیغی مساعی اور خدمات اسلام، خلق اور ملنساری ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی۔ اور ان کا نیک نمونہ بہتوں کے لئے اسوہ ثابت ہوگا۔ اپنے اور بیگانے ان کی خدمات اسلام کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ اس لئے یہ قومی اور ملّی صدمہ ہے ۔ فقط ۔ عزیز احمد

کالونی فلور ملز لائلپور

جماعت وزیر آباد

بخدمت مکرم جناب جنرل سکرٹری صاحب دام اقبالہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قبلہ جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سُن کر سخت صدمہ ہوا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مولانا کی ذات گرامی بے شمار خوبیوں کی حامل تھی افسوس اس قحط الرجال میں یہ صدمہ بھی اٹھانا پڑا ابھی حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات کا صدمہ تازہ تھا کہ یہ دوسرا صدمہ پیش آگیا ۔ آپ باوجود عالم بے بدل ہونے کے بالکل درویش سیرت انسان تھے سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے ۔ کہ ان کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا ۔

تمام جماعت اس افسوس میں شریک ہے ۔ اور بعد نماز جمعہ مرحوم ومغفور کا جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا اور بلندی درجات کی دعا کی گئی ۔

دعا ہے ۔ کہ اللہ تعالے مرحوم ومغفور کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، اور ہم سب کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے ۔ آمین ۔ جماعت وزیر آباد کی طرف سے مرحوم کے گھر میں تعزیت فرما دیں ۔ محمد ذکاء، ایس عبید اللہ ۔ سیکرٹری جماعت وزیرآباد

خان عبدالعزیز خان صاحب زیدہ ضلع مردان

برادرم مکرم پروفیسر صاحب سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا تار حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی نہایت بے وقت رحلت کا ملا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ افسوس کہ اتنا بے وقت ایک سورج جیسا عالم اسم با مسمّٰی ہمارے درمیان سے چلا گیا ۔ بڑا حلیم عالم و مفکر، دوستوں کا یکا دوست، بڑا افسوس ہے کہ ان کے جنازہ میں شمولیت کی توفیق نہیں ملی ۔ صحت خراب ہے ۔ آج اچانک کچھ تکلیف زیادہ ہے ۔ لیکن طبیعت اچھی ہے اور حوصلہ ہے ۔ لیکن حضرت مولانا کے اس عظیم صدمہ نے بڑا غم دیا ہے ۔ انجمن کو ایک ناقابل تلافی صدمہ ان کی جدائی نے دیا ہے ۔ افسوس تو یہ ہے کہ اتنے عظیم انسان کے ماتم میں آں برادران کے نزدیک ایک طرف بیٹھ کر شرکت کا شرف حاصل نہ ہو سکا میری ہمدردی کا اظہار مولانا صاحب حضرت امیر اور بزرگان سلسلہ سے فرما دیں ۔

نیازمند ۔ عبدالعزیز

مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ایشر

اخی محترم و مکرم پروفیسر صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

میں کل جمعہ کے دن بوقت دوپہر سیالکوٹ چلا گیا تھا اور رات کو سات بجے واپس آیا تو آپ کا تار ملا جس میں اخی محترم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر سخت صدمہ اور دلی رنج پہنچا ۔ مجھے اپنی نظر پر اعتبار نہیں آتا تھا کہ یہ خبر درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مولانا مرحوم کی اچانک موت کی خبر بڑی اندوہناک تھی انا للہ وانا الیہ راجعون

ہماری قوم تو پہلے ہی قحط الرجال کا شکار ہے اور مولانا مرحوم جیسا قیمتی انسان اور اعلیٰ درجہ کا مبلغ اور خادم دین ایسا خلا چھوڑ گیا ہے جسے پُر کرنا ممکن نظر نہیں آتا ۔ مولانا مرحوم بڑے مخلص، شریف الطبع، متین اور دیندار بزرگ تھے اور ان کے حسن اخلاق کا ہر کوئی معترف اور گرویدہ تھا ۔ افسوس ہے آپ کی بے وقت موت سے بہت بڑا قومی نقصان پہنچا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم پر رحم فرمائے ۔ اور مرحوم کے پسماندگان کا بھی حامی و ناصر اور دستگیر ہو ۔

مرحوم کے اہل و عیال کے ساتھ اظہار ہمدردی کے علاوہ ایک قومی کارکن کی وفات پر آپ سے اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے تعزیت کرنا بھی ضروری ہے ۔ یہ عریضہ حضرت امیر ممدوح کی خدمت میں بھی پیش کر دیں مجھے تار وقت پر نہ ملا اور میں مولانا مرحوم کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکا ۔ انشاء اللہ دو چار دن تک تعزیت کے لئے حاضر ہوں گا ۔

آپ کا بھائی مسعود بیگ

جماعت ملتان

کل مؤرخہ ۱۳ر جنوری کو نماز جمعہ کے وقت محمد صدیق خان صاحب نے خبر دی کہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کا انتقال ہو گیا ۔ اس خبر کو سنتے ہی جماعت کے جملہ احباب کو یکدم ایک سخت دھچکا لگا ۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دوستوں کو ایک بھاری صدمہ پہنچا ہے جس کی تلافی مشکل ہے ۔ جماعت ملتان کے تمام دوست اس ناگہانی صدمہ پر اظہار تعزیت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں آرام بخشے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے ۔

اس ریزولیوشن کی ایک کاپی حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں اور ایک کاپی مرحوم کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں بھیجی گئی ہے ۔ والسلام

خاکسار ۔ محمد یوسف ۔ گرنمتی

سکرٹری جماعت ملتان

جماعت کراچی

کراچی ۱۴ر جنوری بذریعہ تار ۔ جماعت کراچی کو مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اچانک موت کا بہت صدمہ ہوا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ان کی روح پر فتوح پر اپنی برکات نازل فرمائے ۔ (سیکرٹری جماعت کراچی)

سلطان محمد صاحب کراچی

(بذریعہ تار) مولانا کی بے وقت موت کا بہت ہی صدمہ ہوا ہے ۔

مولوی عبداللہ جان صاحب پشاور

حضرت مولانا صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ کل بروز جمعہ محبی پروفیسر صاحب کا تار دربارہ اچانک وفات حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب پہنچا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، احمدیہ بلڈنگ میں واحد اور خاموشی سے سب سے زیادہ کام کرنے والا شخص گذر گیا، جماعت پشاور نے جمعہ کے بعد غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اور ایک ریزولیوشن پاس کیا جو امید ہے بوساطت سیکرٹری صاحب ایک دو دن میں پہنچ جائے گا، جس میں انجمن سے خواہش کی گئی کہ اس مرد مجاہد اور داعی کے خاندان سے نہایت نیک سلوک کریں اور ان کے لڑکوں کی تعلیم جاری رکھنے کے لئے وسعت قلبی سے کام لیں ۔ نیز جماعت نے ان کے پسماندگان کی فوری ضروریات کے لئے جب تک انجمن بندوبست کرے تقریباً چار سو روپے کا چندہ جمع کیا ہے جس میں سے تقریباً نصف نقد وصول ہوا اور نصف عنقریب وصول ہو جائے گا ۔

مولانا آفتاب الدین صاحب اخلاص اور ایثار کے نمونہ تھے اور خدا کے ایک صابر اور شاکر بندہ۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

حسن اتفاق سے خان بہادر غلام ربانی خان صاحب حاضر تھے اور انہوں نے سب سے پہلے ۱۰۰/- روپیہ اپنی طرف سے اعانت کا اعلان کر کے نقد امداد کی تحریک کی خدا ان کو جزائے خیر دے۔ خان بہادر سعید احمد خان صاحب جمعرات کی صبح راولپنڈی سرکاری کام پر گئے اور وہاں سے وہ لاہور جائیں گے اور اس جگہ جمعہ میں حاضر ہو سکتے۔

عبداللہ غفی عنہ

ملک خدا بخش صاحب لائل پور

لائل پور۔ مکان نمبر ۳۰-B لسوڑی شاہ روڈ۔

سیدی و مولائی سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۳ جنوری ۵۶ کی شام کو مغرب کے قریب نماز کی تیاری کر رہا تھا کہ ملک عزیز احمد صاحب مجھے ملنے کے لئے آ گئے تاکہ نماز مغرب اکٹھے ہو کر پڑھیں انہوں نے مجھے نہایت افسوس سے یہ خبر سنائی کہ مولوی آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور ہارٹ فیل ہو کر اچانک فوت ہو گئے۔ مجھے سخت صدمہ ہوا اور میں نے ان کو کہا۔ کہ مولوی صاحب کا ۱۲ جنوری کا تحریر شدہ کارڈ ۱۳ کی صبح کو ملا۔ اس میں کوئی کسی قسم کی بیماری کا بھی ذکر نہیں تھا۔ یہ خبر سن کر جو طبیعت پر اثر ہوا۔ میں اس کے متعلق اس مختصر خط میں لکھ نہیں سکتا اقبال کا شعر زبان پر آ گیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بعد نماز مغرب مرحوم و مغفور کے لئے عرصہ تک دعائے مغفرت کرتا رہا افسوس اقبال کا شعر ہے ؎

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی

پہلے خانبہادر میاں محمد اسمٰعیل صاحب کی خبر پڑھ کر دل کو صدمہ تھا۔ کہ یہ دوسری خبر سنی، اللہ تعالیٰ ان دونوں کو غریق رحمت کرے اور سب کو صبر جمیل کی توفیق دے ہماری جماعت میں پہلے ہی قحط الرجال تھا کہ پے در پے حضرت مولوی عزیز بخش صاحب۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب اور پھر مولوی آفتاب الدین احمد صاحب فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت میں اعلیٰ جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔

ملک خدا بخش۔ لدھیانوی

عبدالکریم صاحب لنگریال

مطاع محترم حضرت مولنا صاحب والا تبار دام ظلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر پڑھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ جماعت احمدیہ ایک فاضل ہستی کی خدمات سے

اور دنیائے اسلام ایک علمی اثاثہ اور ادبی سرمایہ سے محروم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایسے زبردست اہل قلم اور قادر الکلام بزرگ دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے

نیازمند عبدالکریم لنگریال

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

ہمیں تار چار بجے بعد دوپہر ملا۔ اس وقت جنازہ میں شامل ہونا ناممکن تھا۔ مرحوم فی الواقعہ آفتاب دین تھے۔ جس کی روشن شعاعیں ایک مدت تک مشرق و مغرب کو منور کرتی رہیں۔ وہ ایک متقی اور مخلص انسان تھا جس کے دل میں اسلام کا درد اور ملت کی محبت تھی ہمارا دینی سرمایہ ختم دن بدن ختم ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم پسماندگان کو توفیق بخشے کہ ہم اس کے نقش قدم پر چلیں اور ایسا انتظام کریں کہ اشاعت اسلام کی تحریک کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے مزید کارکن پیدا کریں میں مدت سے چیخ چیخ کر پکار رہا ہوں کہ کوئی دینی درسگاہ یا مدرسۃ العلوم مرکز میں قائم کیجئے کہ مبلغین اور علماء کی ایک جماعت مرکز سے پیدا ہوتی رہے۔ مگر میری آواز گویا صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے۔

مولانا آفتاب الدین ایسی ہستی روز روز پیدا نہیں ہوتی وہ ایک ایسا خلا پیدا کر گئے ہیں۔ جس کو پُر کرنا ممکن نہیں اگر ہمارے ہاں علم کے چشمے خشک ہو گئے تو تحریک مردہ ہو کر رہ جائے گی۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم واجعلنا منہم۔

چوہدری فتح محمد عزیز صاحب سے مضمون واحد

آپ کا

محمد حسن چیمہ۔ ایڈووکیٹ گجرات

ماسٹر عبدالحفیظ بٹ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی

بخدمت اقدس جناب حضرت امیر ایدہ اللہ

کل ایک جانکاہ خبر سے دل کو صدمہ عظیم پہنچایا یعنی برادرم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اچانک اور بے وقت وفات نے ہم کو اپنے ایک پیارے کی جدائی اور قومی حادثہ ایک جانکاہ اور دردناک جھٹکا دیا ہے۔ مرحوم جماعت کے چند مخلصین اصحاب میں سے تھے۔ ان کے قلب میں کام کرنے کا ایک بے پناہ جذبہ اور انتھک ہمت موجود تھی۔ آپ ایک ذہین۔ زیرک اور حاضر جواب مبلغ اسلام تھے جس درد اور محبت سے آپ خدمت اسلام سرانجام فرماتے تھے وہ ان کا اپنا ہی حصہ تھا۔ چنانچہ آج ان کی عدم موجودگی نے جماعت میں ایک خلا کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ جسے ایک قومی نقصان قرار دیا جا سکتا ہے۔

صد افسوس کہ اطلاع کے نامناسب وقت پر پہنچنے کی وجہ سے احباب جماعت میں سے لوگ جنازہ میں شامل نہ ہو سکے۔ تاہم صدمہ سے سب نڈھال ہیں۔

والسلام

عبدالحفیظ۔ ہیڈ ماسٹر

مسلم ہائی سکول بدوملہی

حافظ محمد بخش صاحب چک نمبر ۲ اکاڑہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مولوی آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کا ازحد افسوس ہے خدا غریق رحمت فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کل جنازہ غائبانہ ادا کیا گیا لوگوں نے اس بات کا افسوس کیا کہ اوکاڑہ میں ہماری دوکان پر فون ہے انجمن کو تو پتا علم ہے اگر اطلاع آ جاتی تو جنازہ میں شامل ہو سکتے تھے۔ مولانا مرحوم بہت قیمتی وجود تھے اور حضور کے بازو تھے۔ خدا تعالیٰ اپنی جناب سے جماعت کی اس کمی کو پورا کرے اور حضور کی نصرت فرمائے آمین

عاجز حافظ محمد بخش جماعت چک نمبر ۲ اوکاڑہ

ایم۔ ایچ حقانی منیجر حقانی میڈیکل فارمیسی پارک آباد۔ ضلع شیخوپورہ

مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج مورخہ ۱۹/۱/۵۶ کو اخبار پیغام صلح کا پرچہ نمبر ۳ ملا جس میں حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کا سن کر سخت صدمہ ہوا دل پر ایک رقت طاری ہو گئی پے در پے ایسی اموات ہوتی جا رہی ہیں پہلے حضرت مولینا عزیز بخش علیہ الرحمۃ کا صدمہ ختم نہ ہوا تھا کہ دوسرا وارد ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نہایت ہی نیک اور اسلام کے جان نثار تھے اور سلسلہ کے لئے نہایت مخلص تھے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلےٰ جگہ پر فائز فرمائے۔ آمین اور مکرم ناصر احمد صاحب منیجر اخبار لائٹ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالمجید قریشی اسسٹنٹ میڈیکل آفیسر ریلوے ہسپتال سکھر

مکرمی! کل آپ کے خط سے حضرت مولانا آفتاب الدین صاحب کی اچانک و بے وقت موت کی خبر پڑھ کر دلی رنج ہوا۔ حضرت مجدد وقت کی ایک اور درخشاں شمع بجھ گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے صحیح معنوں میں اپنی زندگی دین کے لئے وقف کی اور دین کی خدمت اپنی تحریر۔ اپنی تقریر۔ اور اپنے اخلاق سے کی۔ وہ واقعی اخلاق عالیہ کے مالک تھے۔ طبیعت میں کتنی سادگی تھی کتنی متانت اور بردباری تھی اپنے حسن اخلاق سے انہوں نے سینکڑوں کو اپنا گرویدہ بنایا اور دین کی طرف توجہ دلائی۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ان کے صاحبزادگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔ اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

فقط والسلام

عبدالمجید

تعزیتی قراردادیں

مجلس منتظمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ریزولیوشن

مجلس منتظمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اچانک اور بے وقت وفات پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انکی بے لوث خدمات کا اعتراف کرتی ہے، جو انہوں نے بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام، اخبار لائٹ کی ادارت، صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ اور دیگر کتب کے تراجم اور ان بیش قیمت مضامین کے ذریعہ سے کیں جو مختلف رسائل و اخبارات میں اسلام کی حقانیت کے ثبوت میں شائع ہوتے رہے، اور جن میں سے ایک شاندار مضمون انہوں نے ڈھاکہ کے سمپوزیم میں پڑھا۔ مولانا کی یہ خدمات ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ جس کے لئے انجمن ان کی مرہون ہے اور ان کے اہل و عیال کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

مسلم ہائی سکول لاہور کا اظہار غم

اساتذہ و طلبا مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب ایڈیٹر لائٹ و سابق مشنری ووکنگ مشن کی وفات ناگہانی پر دلی غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہیں۔ مولانا موصوف فرشتہ سیرت، پاکباز، پرخلوص اور ملنسار انسان اور انجمن کے سرگرم کارکن تھے۔ ان کی ساری زندگی تبلیغی کاموں میں بسر ہوئی۔ ان کی وفات سے قوم اور انجمن کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ناممکن ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی اہلیہ محترمہ، فرزندان اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل کی طاقت عطا فرمائے۔"

فیصلہ ہوا کہ اس ریزولیوشن کی ایک کاپی مولانا مرحوم کی اہلیہ محترمہ کو اور ایک کاپی اخبار پیغام صلح میں بغرض اشاعت بھیجی جائے۔

سید منور حسین۔ سیکرٹری

ایسٹ پاکستان ایسوسی ایشن کی قرارداد رنج و الم

"مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات پر تعزیتی اجلاس"

لاہور ۱۵ جنوری مشرقی پاکستان ثقافتی ایسوسی ایشن لاہور کا ایک اجلاس ۳۵/۳۴ مال روڈ لاہور میں منعقد ہوا جس میں اراکین ایسوسی ایشن نے اپنے مرحوم رکن مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کی وفات حسرت آیات پر ذیل کی تعزیتی قرارداد منظور کی:-

"اراکین مشرقی پاکستان ایسوسی ایشن لاہور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد شاہجہان ووکنگ (انگلستان) و ایڈیٹر ہفت روزہ لائٹ لاہور اور اسلامک ریویو کے انتقال پر ملال پر دلی رنج و الم کا اظہار کرتے ہیں اور درگاہ رب العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ مرحوم بزرگوار کو اپنے جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔"

نیز یہ بھی قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول پریس اور ان کی بیگم صاحبہ کو ارسال کی جائیں۔ والسلام

خاکسار صلاح الدین۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

جماعت احمدیہ جہلم کی قرارداد غم

(۱) جماعت احمدیہ جہلم حضرت مولانا مولوی آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد ووکنگ (لندن) و ایڈیٹر لائٹ کی ناگہانی موت پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے اور اسے ایک ناقابل تلافی قومی نقصان تصور کرتی ہے۔ مولانا مرحوم و مغفور نہ صرف انگریزی اور عالم دین ہی تھے۔ بلکہ ایک باعمل صوفی اور دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ بھی۔ ع

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است

ان کی زندگی پر صحیح طور پر چسپاں ہوتا ہے۔ وہ نوجوانوں کے لئے ایک روح رواں تھے ان کو اس بات کی دلی تڑپ تھی کہ نوجوان خصوصاً احمدی یورپ کی تہذیب کی بجائے اسلامی تہذیب کو اپنائیں۔ نمازوں میں گریہ وزاری کرنا اور راتوں کو اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے دروازہ کو کھٹکھٹانا سیکھیں۔

جماعت احمدیہ جہلم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندہ پر بے شمار برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

جماعت احمدیہ جہلم حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے پسماندگان سے بھی اظہار ہمدردی کرتی ہے اور ان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ہر قدم پر ان کا حامی و ناصر ہو آمین

جماعت احمدیہ جہلم حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور دیگر بزرگان سلسلہ سے بھی اظہار ہمدردی کرتی ہے جن کا ایک قابل فخر ساتھی ان مشکلات کے ایام میں انہیں اکیلا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کے حضور جا پہنچا اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے سلسلہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ہمارے نوجوانوں کو توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چلیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بے لوث خدمات سرانجام دیں۔ آمین

جماعت احمدیہ جہلم حضرت امیر سے استدعا کرتی ہے کہ ہماری طرف سے مولانا مرحوم کے پسماندگان کو پیغام ہمدردی پہنچایا جاوے۔ والسلام

ہم ہیں ممبران جماعت احمدیہ جہلم

خاکسار حکیم عبدالعزیز۔ جنرل سیکرٹری۔ جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ ریلوے روڈ۔ جہلم

عملہ دفاتر انجمن کی قرارداد

کارکنان دفاتر انجمن و ووکنگ مشن کا اجلاس زیر صدارت محترم شیخ [illegible] صاحب منعقد ہوا۔ محمد یحییٰ بٹ صاحب نے تلاوت قرآن مجید کی جس کے بعد ذیل کی قرارداد پیش ہو کر منظور ہوئی:-

"کارکنان احمدیہ انجمن و ووکنگ مشن کا یہ اجلاس مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام ووکنگ مشن و ایڈیٹر لائٹ کی اچانک وفات پر دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتا ہے، مولانا مرحوم انجمن کے بہت سے اہم کاموں کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور ان کی زبان و قلم تبلیغ دین و سلسلہ احمدیہ کے لئے صحیح معنوں میں وقف تھی اور اس سلسلہ میں ان کی انتھک کوششوں اور مسلسل عمل نے انہیں ایک عجیب مومنانہ شان عطا کر دی تھی وہ نہ صرف اپنے ماحول میں جاذب نظر تھے بلکہ دور دور تک اپنی صفات حمیدہ کے سبب نیک شہرت رکھتے تھے۔ آپ نہ صرف عالم باعمل ہی تھے بلکہ خوش اخلاق، ملنسار اور ہمدرد دوست بھی تھے۔ ان کی وفات ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بزرگ و برتر اس مرد مجاہد کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے، اور قوم کو [illegible] نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

یہ اجلاس مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم کی اہلیہ محترمہ اور ان کے صاحبزادوں سے بھی اظہار ہمدردی کرتا ہے اور انہیں یقین دلاتا ہے کہ ہر کارکن اس بے پناہ غم میں ان کا شریک ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔"

محمد حسین [illegible] سپرنٹنڈنٹ

پاکستان عیسائی اتحاد فیڈریشن کا پیغام

"آہ حضرت مولانا آفتاب الدین [illegible] کا انتقال پرملال یہ [illegible] دل سن کر قلق کرے گا [illegible] مولانا صاحب [illegible] واقعی دین کے آفتاب تھے۔ آپ [illegible] لندن کے مسیحوں میں مقبول تھے اسی طرح [illegible] کے مسیحوں کے رفیق تھے۔ آپ کے [illegible] پاکستان عیسائی اتحاد فیڈریشن بھی شریک ہے

چودھری غلام مسیح [illegible]

پریذیڈنٹ

پاکستان عیسائی اتحاد فیڈریشن

[illegible]

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۵۶ء | نمبر ۵

دُعا ــــــ ربوبیت اور عبودیت کا کامل رشتہ

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں نے ارادہ کیا ہوا ہے کہ ایک دفعہ اور دعا کے مضمون پر شرح و بسط سے ایک رسالہ لکھا جائے کیونکہ مسلمان دعا کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں۔ بلکہ بعض تو ایسے ہیں کہ جنہیں دعا کرنے کے مواقع میسر آئے لیکن صبر و استقلال سے کام نہ لینے کے باعث نامراد رہ گئے اور اپنی بدقسمتی سے فلسفۂ دعا سے ہی منکر ہو کر سید احمد خانی مذہب اختیار کر لیا۔ کہ دعا کوئی چیز ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ ان لوگوں کو دھوکا اور غلطی اس لئے لگتی ہے کہ وہ حقیقت دعا سے ناواقف محض ہوتے ہیں اور اس کے اثر سے بالکل بے خبر۔ اس لئے اپنی خیالی امیدوں پر پانی پھرتا دیکھ کر اور انہیں پورا نہ ہوتے ہوئے دیکھ کر کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ دعا کچھ چیز نہیں ہے اور اس طرح اس سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھو کہ دعا ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ ہے۔ اگر دعاؤں میں اثر نہ ہوتا تو پھر اس رشتہ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شناخت کی یہ زبردست دلیل اور اس کی ہستی پر بڑی بھاری شہادت ہے کہ محو و اثبات اس کے قبضۂ اختیار میں ہے یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت۔ دیکھو اجرام سماوی کتنے بڑے اور عظیم الشان نظر آتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر بعض نادان ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں اور ان میں صفاتِ الٰہی ماننے لگ پڑتے ہیں۔ جس طرح سے کہ ہندو، گبر دیگر عناصر پرست اقوام جو سورج وغیرہ کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی پرستش کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ یہ دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ سورج اپنے اختیار سے چڑھتا اور غروب ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں اگر بالفرض وہ ایسا دعوے کر بھی دیں تو ان کے پاس کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ وہ ذرا سورج کے سامنے دعا کریں۔ کہ ایک دن وہ ظاہر نہ ہو یا دوپہر کے وقت ہی غروب ہو جائے۔ جس سے اس کی طاقت اور ارادہ کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ سورج کا پابندی کے ساتھ ایک خاص وقت پر طلوع و غروب ہونا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ تمام امور اس کے اپنے قبضہ و اختیار سے باہر ہیں۔ کوئی وجود اپنے ارادہ کا مالک تب ہی معلوم ہو سکتا ہے جبکہ وہ دعاؤں کو سنے اور جو امر اس کی طاقت میں ہوں انہیں کر کے بھی دکھا دے۔

غرض اگر اسلام میں قبولیت دعا نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ہی بہت سے شکوک پیدا ہو سکتے تھے اور ضرور ہوتے اور جو مذہب قبولیت دعا کے قائل نہیں ان کے پاس خدا کی ہستی کی بھی کوئی دلیل نہیں۔ میرا اپنا تو یہ مذہب ہے کہ جو شخص دعا اور اس کی قبولیت پر ایمان نہیں لاتا وہ جہنمی ہے اور وہ خدا کی ہستی سے ہی منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شناخت کا یہی طریق ہے۔ کہ انسان اس وقت تک دعا میں لگا رہے جب تک کہ خدا اس کے دل میں پورا پورا یقین نہ بھر دے اور انا الحق کی آواز اسے نہ آ جائے۔ گو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس مرحلہ کو طے کرنے اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے بہت سی مشکلات اور تکالیف ہیں۔ لیکن ان سب کا علاج صبر ہے۔ حافظ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود

(ملفوظات احمدیہ صفحہ ۸۵ تا ۸۷)

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمد مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعود)

مرزا (؟) اور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ (ایڈیٹر دوست محمد)

میری صحت اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کا اثر

مولانا مرحوم کی زندگی کی خصوصیات

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا مکتوب گرامی

ووکنگ ۲۷ر جنوری ۱۹۵۵ء۔

بخدمت مکرم محترم جناب .... ایڈیٹر پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج تقریباً ۳ ماہ بعد یہ چند سطور ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ از راہ کرم ان کو اخبار میں شائع فرما کر مشکور فرما دیں۔

سب سے اول میں تمام احباب۔ ہمدردوں۔ بزرگوں اور خیر خواہوں کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے از راہ کرم میری صحت کے لئے مسلسل اور متواتر دعاؤں کو جاری رکھا۔ میں فرداً فرداً ان کو جواب نہیں دے سکتا لہٰذا بذریعہ اخبار ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن ساتھ ہی میری درخواست ہے کہ میں ان کی دعاؤں کا تا حال محتاج ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ میں تا حال کافی کمزور رہوں اور موجودہ موسم سرما بھی میری صحت کی ترقی میں ایک روک ہے۔ دل کی جو تکلیف ہوئی وہ ابھی دور ہی ہوئی تھی کہ ۱۸ر دسمبر کو مجھے ہلکا سا نمونیہ ہو گیا۔ اس نمونیہ سے بمشکل نجات ملی تھی کہ ۱۳ر جنوری کو اپنے رفیق کار...... مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اچانک وفات کی خبر نے جو کاری ضرب لگائی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ اس نے بھی میری صحت پر اثر ڈالا۔ اور تا حال موجود ہے۔ رات کو بے خوابی کی تکلیف تا حال دور نہیں ہوئی اور جب بھی آنکھ کھلتی ہے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی زندگی اور وفات کا تمام نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے، اور نیند غائب ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات اسی حالت میں اُٹھ کر نماز تہجد کے لئے اس احکم الحاکمین کے آگے کھڑا ہو جاتا ہوں جس سے قدرے تسکین اور اطمینان سا حاصل ہو جاتا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں چاہتا تھا کہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق ایک مضمون لکھ کر ارسال کرتا لیکن میری موجودہ صحت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا ذیل میں صرف چند امور مختصراً عرض ہیں :-

(۱) میں نے انہیں اپنی زندگی میں "راس الحکمۃ مخافۃ اللہ" پر عمل پیرا ہوتے دیکھا۔

(۲) نماز میں ان کو لطف آتا تھا اور اس کو خشوع و خضوع سے ادا کرتے تھے اور دیکھنے والے کو معلوم اور محسوس ہوتا تھا کہ ان میں کوئی تصنع اور بناوٹ نہیں۔ نماز تہجد کے عادی تھے بلکہ بعض بعض دفعہ میں نے ان کو نماز اشراق پڑھتے بھی دیکھا۔ جس سے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کا نظارہ نظر آتا تھا۔

(۳) باوجود کمزوری صحت کے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی قوت عمل عطا فرمائی تھی۔

(۴) ان کے اندر میں نے ۳ چیزیں بیک وقت پائیں جن کا ایک انسان میں جمع ہونا بڑا مشکل ہے۔

اول :- علم اور علم سے محبت اور دوستوں کو اس کے حصول کی طرف توجہ دلانا یعنی ان کا علمی مذاق۔

دوم - نیکی - تقویٰ - طہارت - تعلق باللہ۔

سوم - (بالخصوص آخری عمر میں) اللہ تعالیٰ نے ان کو انتظامی معاملات ۲۴

ڈھاکہ میں ایک تعزیتی جلسہ

ڈھاکہ ۱۷ر جنوری (بذریعہ ڈاک) اتوار ۱۶ر جنوری کو بوقت تین بجے سہ پہر ایسٹ پاکستان اسلامک مشن ۸ اولڈ مغل ٹولہ ڈھاکہ میں مولانا آفتاب الدین احمد کی تحریری اور تبلیغی کاموں کے تذکرہ کے لئے جو انہوں نے اپنی وقف کردہ زندگی میں سرانجام دیئے ایک جلسہ جناب امین الدین احمد کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولوی عطاء الرحمٰن، سراج الحق، سید انوار حسین، مولوی عبدالصمد جمالی اور قاضی یوسف حسین نے مولانا مرحوم کی حیات طیبہ اور ان کی خدمات اسلام پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے نام کی ایسی یادگار قائم کرنے کے مسئلہ پر جو نوجوانان پاکستان کے لئے دائمی افادہ کا موجب ہو غور و بحث کی اور حسب ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے :-

(۱) یہ جلسہ مولانا آفتاب الدین احمد سابق امام مسجد ووکنگ (انگلستان)، ایڈیٹر لائٹ لاہور، سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ اور جماعت احمدیہ کے ایک عظیم ستون کی اچانک اور بے وقت موت پر اپنے گہرے غم و اندوہ کا اظہار کرتا ہے اور مولانا مرحوم کے خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ ان کی روح پر فتوح پر اپنی رحمت و برکات کی بارش نازل فرمائے۔

(۲) قرار پایا کہ ایک کمیٹی بنائی جائے جس میں دو ممبر ایسٹ پاکستان مشن سے لئے جائیں دو مولانا مرحوم کے خاندان سے، اور چار ممبر مشرقی اور مغربی پاکستان کے رہنے والے ان کے دوسرے دوستوں اور مداحوں میں سے منتخب کئے جائیں، اور یہ کمیٹی مولانا مرحوم کی اہم تصنیفات کو جمع کرنے کا کام کرے۔

(۳) قرار پایا کہ مولانا مرحوم کے نام کو زندہ رکھنے کے لئے آفتاب الدین لٹریری سوسائٹی کے نام سے ایک لٹریری سوسائٹی ڈھاکہ میں قائم کی جائے۔

(۴) قرار پایا کہ اس قرارداد کی نقول، حضرت مولانا کے فرزند ناصر احمد صاحب، اور سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور اخبارات کو بھیجی جائیں۔

مولانا آفتاب الدین صاحب کی وفات پر بنگالی اخبار آزاد کا تعزیتی نوٹ

ڈھاکہ کے ایک سب سے پرانے اور نہایت با اثر بنگالی روزنامہ "آزاد" نے اپنے اتوار (مورخہ ۱۶ر جنوری) کے شمارے میں مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے متعلق حسب ذیل نوٹ لکھا ہے۔

" مولانا آفتاب الدین احمد سابق امام مسجد ووکنگ (انگلستان) کی وفات سے پاکستان یقیناً ایک ایسے لیڈر سے محروم ہو گیا ہے جسے بجا طور پر مذہبی مفکر کہا جا سکتا ہے، یہ ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں ہونی مشکل ہے، مولانا مرحوم نہ صرف ایک اعلیٰ درجہ کے ذہین اور عقلمند مفکر تھے بلکہ اندرون ملک اور بیرون ملک میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں جو خدمات انہوں نے سرانجام دیں وہ بہت اہم ہیں، ہماری دلی دعا ہے کہ مرحوم کی روح پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات نازل ہوں، اور ہم مرحوم کے خاندان سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں ؎

۲۴ میں بھی دسترس عطا فرمائی تھی۔

ان کی زندگی نوجوانوں کے لئے بالخصوص قابل نمونہ تھی۔ ویسے تو جو کوئی بھی ان سے ملا وہ ہمیشہ کے لئے ان کا گرویدہ ہو گیا۔ اس میں امیر غریب۔ عالم و ان پڑھ بڑے اور چھوٹے کی تمیز نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی ان خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ان پر نازل ہوں اور ہم پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

طالب دعا اور آپ کا غمزدہ بھائی - عبداللہ

اعلائے کلمۃ اللہ کا کام کسی کی موت و حیات سے وابستہ نہیں

قومی وحدت اور دین کیلئے ایک ہو جاؤ اور علمائے ربانی پیدا کرنے کا سامان کرو

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا .... وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ——— (آل عمران۔ رکوع ۱۵)

رسول کی موت سے دین نہیں چھوڑا جا سکتا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی حین حیات میں قوم کو خدا کے حکم کے ماتحت ایک نہایت قیمتی سبق دیا فرمایا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ محمد صلی اللہ علیہ ایک رسول ہی ہیں، اور رسولوں کے ساتھ یہ سنت ہے کہ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ رسولوں کے ساتھ بھی موت لگی ہوئی ہے، اس واسطے اَفَاِنْ مَّاتَ اگر محمد رسول اللہ صلعم مر جائیں اَوْ قُتِلَ یا میدان کارزار میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تو کیا وہ لوگ جن کو معلوم ہے کہ یہ دین خدا کی طرف سے آیا ہے اور اس کے اصول اور نظریے انسانی ترقی اور فلاح کا حقیقی ذریعہ ہیں اور کبھی یہ نظریے غلط نہیں ہو سکتے، وہ محمد رسول اللہ صلعم کی موت یا شہادت کو دیکھ کر اس دین سے پھر جائیں گے، ہم کبھی ایسی قوم سے توقع نہیں کر سکتے جنہوں نے محمد رسول اللہ صلعم سے تربیت پائی ہے، اس قسم کی تعلیمیافتہ، ایسی تربیت یافتہ قوم ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر دین کو چھوڑ جائیں، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

دینی اصول اور نظریوں پر بصیرت افروز ایمان

ان آیات میں خود سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا ذکر کیا ہے، بزرگوں کی موت کا ذکر ان کی زندگی میں کرنا برا سمجھا جاتا ہے، لوگ ایسا ذکر کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی عظیم الشان شخصیت ہیں کہ خود اپنی موت کا ذکر کرتے اور دلائل سے منوانا چاہتے ہیں کہ اتنی بڑی عظیم الشان شخصیت کی موت سے بھی وہ اصول و نظریات غلط نہیں ہو جاتے جو اس نے تلقین کئے اور دلی بصیرت کے ساتھ ان اصولوں کو نہ صرف خود صحیح تسلیم کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کے اندر بھی، وہی بصیرت اور ایمان پیدا کیا اور اسی بصیرت کے ساتھ انہوں نے بھی ان اصولوں کو صحیح تسلیم کیا۔ اس آیت میں سوال کیا گیا ہے کہ کیا محمد رسول اللہ صلعم کی موت سے وہ ان اصولوں کو چھوڑ جائیں گے اور اس دین سے دستبردار ہو جائیں گے یہ توقع ان سے نہیں کی جا سکتی، فرمایا مسلمان سے تو ایسی توقع نہیں ہو سکتی لیکن وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ سن رکھو جو اس دین کو چھوڑ جائے فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا یاد رکھئے کہ خدا کا اس میں نقصان نہیں، خدا اپنے دین کا حامی ہے۔ اگر لوگ خدا کے دین کو چھوڑ جائیں تو وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے وَسَيَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ اور وہ لوگ جو حضور صلعم کے دین پر مضبوطی سے کاربند رہیں گے خدا ان کی قدردانی کرے گا

موت خدا کے حکم سے آتی ہے

یہ کیسی عجیب تلقین ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو فرمائی اور فرمایا وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ کوئی شخص خدا کے حکم کے بغیر نہیں مرتا، پیغمبر کی موت بھی خدا کے حکم سے آتی ہے، کسی کی موت کو لوگوں کی طرف منسوب کرنا ہر مسلمان کا شیوہ نہ ہونا چاہیئے كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا موت کا وقت مقرر ہے، کوئی شخص اپنے قرب الٰہی کی وجہ سے موت سے بچ نہیں سکتا، کوئی بادشاہ اپنے خزانوں سے اسے نہیں ٹال سکتا، کوئی حکیم یا ڈاکٹر اپنی یاقوتیوں اور طاقت بخش دواؤں سے اسے روک نہیں سکتا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا اور جو شخص آخرت کا بدلہ چاہتا ہے ہم اسے وہی دیتے ہیں وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ وہ لوگ جو خدا کے دین کی قدردانی کریں گے انکے لئے بہت بڑی جزا ہے۔

انبیا اور علمائے ربانی کا جہاد

اور اس کے بعد ایک اور بہت بڑی بات فرمائی وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ بہت سے ایسے انبیاء ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح خدا کے رستہ میں جہاد کیا وہ جو جہاد کے لئے نکلتا ہے وہ تو موت کو خود دعوت دیتا ہے اس کی موت خدا کے دین کو باطل نہیں کر دیتی وہ جو اس کے ساتھی ہیں وہ بھی اس کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر موت کو دعوت دیتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ اس جہاد فی سبیل اللہ میں بہت سے علمائے ربانی نے بھی اپنے پیغمبروں کا ساتھ دیتے ہوئے ان کی معیت میں جہاد کیا ان کے دین کی نصرت کی، وہ لوگ جنہیں علم دین بخشا گیا وہ علمائے ربانی جو اپنے زہد و تقوے کی صفات حسنہ سے متصف ہیں وہ بھی انبیاء کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے رہے ہیں، جیسے محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھی شریک ہوئے فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو خدا کے رستہ میں انہیں پہنچیں کبھی کمزوری نہیں دکھائی

بزرگوں کی موت سے فرائض کو نہیں بھولنا چاہیئے

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تلقین کی گئی ہے کہ بزرگوں کی موت سے گو نقصان بہت بڑا ہوتا ہے دلوں کے اندر ایسی رقت پیدا ہوتی ہے کہ آنسو خشک ہونے میں نہیں آتے۔ لیکن فرائض کی ادائیگی میں ان کے اندر کمزوری نہیں آتی۔ وہ اسی طرح پوری ہمت اور عزم و حوصلہ کے ساتھ خدمت دین اور جہاد فی سبیل اللہ میں لگے رہتے ہیں، خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سبق دیا گیا کہ ہم اگر مر جائیں یا خدا کے رستہ میں شہید ہو جائیں تو موت کے ساتھ سچے اصول ختم نہیں ہو جاتے، قوم کو اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے اسے دین کے اصول و نظریات نہیں چھوڑنے چاہئیں، انبیاء کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے انہیں بڑے بڑے لشکروں کا مقابلہ کرنا پڑا ہے بڑی بڑی مصائب انہوں نے دیکھیں اور ان کے ساتھ علمائے ربانی اس جہاد میں شریک ہوئے فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ انہوں نے ان مصائب کی وجہ سے میدان جنگ میں کبھی کمزوری نہیں دکھائی، کبھی ہتھیار نہیں ڈال دیئے۔

مشکلات میں کامیابی کی بشارت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مایوسی دکھانا یا مایوسی کا اظہار کرنا بالکل جائز نہ تھا۔ نہایت مشکل اوقات میں جب کبھی دوستوں نے عرض کیا کہ معلوم نہیں کیا ہونے والا ہے، آپ نے انہیں تسلی دی اور بشارت دی کہ آخر کار ہم کامیاب ہوں گے ایک دن آپ اپنی چادر پیٹھ کے پیچھے رکھ کر کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے ایک صحابی نے مصائب و مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے

عرض کیا کہ کب یہ مصائب ختم ہوں گے، آپ نے فرمایا کہ یہ تو کوئی تکلیف نہیں جو ہم کو دی جارہی ہے ہم سے پہلے جو انبیاء ہوئے ان پر اس سے بڑھ کر بڑی بڑی تکالیف آئیں، اور خدا کی قسم وہ وقت آنے والا ہے کہ پردہ نشین عورت صنعا سے مکہ تک آئیگی اور طواف کعبہ کرے گی اور اکیلی سفر کرے گی اور کوئی اسے آزار نہ پہنچا سکے گا۔ اور وہ وقت بھی آنیوالا ہے کہ ایک شخص سونا لئے ہوئے سفر کرے گا اور کوئی اس سے چھین نہ سکے گا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی توحید پرستی

ان الفاظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا کہ بعض وقت ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ جن کی وجہ سے قوم میں کمزوری آجاتی ہے اور دین میں عجز کی صورت نظر آتی ہے، اس وقت گھبرانا نہیں چاہیئے۔ ایمان اور اصول پر نظر رکھنے والا شخص کسی مصیبت کے پیش آنے پر گھبراتا نہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت جب قریب تھا تو آپ نے کاغذ اور قلم دوات طلب کی، لیکن حضرت عمرؓ نے یہ دیکھکر کہ آپؐ کو تکلیف ہے ایک جملہ استعمال کیا جس میں انکے عظیم الشان ایمان کا اظہار ہے فرمایا حسبنا کتاب اللہ اللہ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے یہ کلام الٰہی ہماری ہدایت اور رہبری کے لئے کافی ہے، حضور کو تکلیف نہ دو۔ یہ وہ عاشق زار ہے جو یہ سُن کر کہ آنحضرت صلعم وفات پا گئے ہیں حواس باختہ ہو گیا تھا لیکن اس کا ایمان کیسا پختہ تھا کہ حسبنا کتاب اللہ کہا۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے جو آپ کے سب بڑے عاشق تھے اور جنہوں نے آنحضرت صلعم کی زندگی میں آپ پر جان اور مال سب کچھ قربان کر دیا، غار ثور میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھکر آپ کا ساتھ دیا، حضرت کی وفات پر انہوں نے اپنی توحید پرستی کا ثبوت دیا اور کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ الا من کَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ خبردار ہو جائے کہ محمد رسول اللہؐ وفات پا چکے، اور جو شخص خدائے واحد کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ اللہ تعالےٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا، یہ حق پرستی اور توحید الٰہی پر ایمان ایک طرف اور آنحضرت صلعم کا عشق و محبت دوسری طرف، ابوبکرؓ و عمرؓ ہی کا حصہ تھا جس قدر بڑے لوگ ہوتے ہیں، لوگ اُن کے عاشق ہوتے ہیں، لیکن اس عشق و محبت میں اصول اور نظریات کو چھوڑ دینا اور کسی کی موت کو کسی امر کی طرف منسوب کرنا یا تفرقہ کا ذریعہ بنا لینا صحیح نہیں، اس سے نقصان .... ہوتا ہے۔

قومی مفاد کو نقصان نہ پہنچنے دیں

ہمارے سامنے قادیان سے ایک بزرگ ہستی وفات پا گئی اس سے قوم کو بڑا دھکا لگا، ان کے عزیز و اقرباء کو بھی دھکا لگا، یہاں بھی حضرت مولانا محمد علی صاحب کی وفات پر ان کے عزیزوں کو دھکا لگا ساری قوم نے اس نقصان کو محسوس کیا لیکن عزیز و اقرباء کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ان کی بزرگی اسی میں ہے کہ وہ بھی اس کو فی سبیل اللہ برداشت کریں اور قومی مفاد کو نقصان نہ پہنچنے دیں یہی موقعہ ہوتا ہے قربانی کا، قوم کے لئے اپنے خیالات و جذبات کو قربان کر دینا بہت بڑی قربانی ہے۔ کبھی کبھی ایسے موقعہ پر خودداری کہتی ہے کہ کیوں جھکتے ہو، تمہاری عزت پر حرف آتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو خدا کے لئے قوم کے فائدہ کے لئے اپنی خودداری کے خیال کو قربان کر دیتے ہیں، بہت بڑی عظمت کے مالک ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فَقَدْ رَفَعَهُ اللّٰهُ جو شخص خدا کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عزت اور رفعت عطا کرتا ہے اس لئے اگر کسی کا نفس یا اس کا دوست کہے کہ تمہاری خودداری کہاں گئی، تو اسے سمجھانا چاہیئے کہ خدا اور رسول کے لئے قوم کیلئے اسے قربان کر دیا۔ یہ قومیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں ہم خود اس قوم کو پیدا نہیں کر سکتے یہ مجدد وقت ہی کا کام تھا کہ اس نے ایسی قوم پیدا کر دی، جو خدا کے رستہ میں مالی و جانی قربانی کر کے اس کے دین کو اور اس کے کلمہ کو بلند کرتی ہے۔

جلسہ پر وحدت قومی کا نظارہ

اس قوم میں تفریق پیدا ہوئی خدا کا بڑا فضل ہے کہ اس نے پھر وحدت پیدا کر دی، اس جلسہ پر چندہ گو کم ہوا لیکن وحدت و اتحاد کا جو سرمایہ میسر آیا وہ بہت بڑا ہے، اس سرمایہ کو قائم رکھو اور خدا کے لئے ایسے تمام خیالات کو چھوڑ دو جو کسی وجہ سے بھی اتحاد کو نقصان پہنچانے والے ہوں۔

ایک درسگاہ قائم کرو جس سے علماء پیدا ہوں

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات سے قوم میں بڑی دقت پیدا ہوئی ہے، تمام اطراف سے خطوط آ رہے ہیں، کہ ایسا قربانی کرنے والا عالم و فاضل انسان کہاں ملے گا، اس نقصان عظیم کا جیسا احساس ہے تو اس سے فائدہ اُٹھانا ضروری ہے نقصان کو دُور کرنے کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ قوم میں بڑے بڑے عالم اور فاضل انسان پیدا ہوں جو دین کے لئے قربانیاں کریں۔ ایسے لوگوں کو پیدا کرنے کے لئے ایک درسگاہ ہونی چاہیئے جس میں اپنے ہونہار بچوں کو آپ دین سیکھنے کے لئے بھیجیں، جو دین کو دنیا پر مقدم کریں اگر اس موقعہ پر قوم اپنے بچوں کو دین کے لئے قربان کرے تو قوم زندہ ہو سکتی اور یہ نقصان جو پیدا ہوا ہے دُور ہو سکتا ہے۔

اپنی جائدادوں کی وصیتیں کریں

اس کے علاوہ دین اسلام کے لئے اپنی جائدادوں کی وصیت کریں یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جو حضرت امام ہمام نے سرانجام دیا کہ دین کے لئے اپنی جائدادوں کی وصیت کرنے کی تلقین کی اور لوگوں نے وصیت کی اس وقت جب دلوں میں احساس پیدا ہو چکا ہے تو وصیتوں کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔

چندہ ماہوار مقرر کریں

ایک تیسری بات بھی ہے .... اس شخص سے جو کنارہ پر کھڑا ہے، میں کہتا ہوں وہ اندر آ جائے اور قوم کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کرے ماہوار چندہ بنیادی چیز ہے، قوم کی مضبوطی اور اشاعت اسلام کے لئے ہر شخص کو اپنی کمائی میں سے کچھ نہ کچھ رقم مقرر کر کے ماہوار بھیجتے رہنا چاہیئے۔

دین کیلئے ناراضی چھوڑ دیں

اور چوتھی بات پھر دہراتا ہوں کہ کوئی شخص جو ناراض بیٹھا ہے، خدا کی خاطر، خدا کے رسول کی خاطر، مسیح موعود کی خاطر اپنی ناراضی کو چھوڑ دے دین کے قوم کی بہبودی کے لئے عجز اختیار کرو۔

قربانیاں کرنیوالوں کا عجز و نیاز

اور آخری بات جو خدا نے تلقین کی ہے پھر سُن لیجئے کہ پیغمبروں نے بھی اور علماء نے بھی دین کی خاطر جانیں قربان کیں وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ اے مولا! ہماری قربانیاں کیا چیز ہیں، تیرا دیا ہوا مال تھا جو ہم نے تیرے راستہ میں دیا، تیری دی ہوئی جان تھی جو ہم نے تیری راہ میں فدا کی، خدا جانے کیا کیا تقصیریں ہماری ہیں جن پر تو گرفت کر سکتا ہے اِغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا تو ہماری وہ تقصیریں معاف فرمادے، یہ ان بزرگ ہستیوں کا شعار ہے جنہوں نے جانیں اور مال قربان کئے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا نہ صرف ہماری تقصیریں اور کوتاہیاں ہیں بلکہ ہم سے زیادتیاں بھی ہوتی رہی ہیں کبھی غفلت کی وجہ سے اور کبھی ارادے سے ان کو بھی اے خدا تو معاف فرما دے وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا ہمارے دلوں میں کوئی وساوس اور ایسے شبہات نہ پیدا ہوں جو ہمارے قدموں کو کمزور کر دیں، ہمارا ایمان ہو کہ خدا زندہ ہے اور وہی ہمیشہ زندہ رہے گا اور جن کاموں کو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے انہیں استقامت اور مضبوطی کے ساتھ سرانجام دیں۔

خدا کے پیارے بننے کی راہ

فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالیٰ نے

آہ! والد مرحوم — انسانی کمرانی کیلئے مشعلِ راہ

اقبال احمد صاحب - ووکنگ (انگلستان)

والد صاحب مرحوم نے فتوح الغیب کے انگریزی ترجمہ کو ذیل کے الفاظ کے ساتھ اپنے چچا صاحب کے نام سے معنون کیا تھا -

" اپنے پیارے چچا سید ارشاد علی کی یاد میں
جو میرے شکوک اور سوالات کا بڑی محبت سے
جواب دیتے اور میری تشفی کرتے تھے، جو
میرے خاندان کے واحد فرد تھے جنہیں حقیقی
خوشی ہوئی جب میں نے مذہبی زندگی اختیار کی اور
جن کی یہ دلی تڑپ تھی کہ اسلام کی صحیح تعلیمات
کا پرچار ہو، اور جنہوں نے اپنی زندگی ایک
حقیقی صوفی ہونے کی حالت میں گذار دی ———
اس حقیر ترجمہ کے کام کو ان کے نام سے
معنون کرتا ہوں "

انہی الفاظ کے ساتھ میں اس مضمون کو اپنے پیارے والد صاحب مرحوم کے نام سے معنون کرتا ہوں - کیونکہ یہی باتیں اپنے والد صاحب مرحوم میں میں نے پائیں -

نوجوانوں کے "مینار نور"

موجودہ زمانہ میں جبکہ دہریت کی نشر و اشاعت کا ایک وسیع جال دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیلا ہوا ہے یہ لازمی امر ہے کہ نوخیز عمر میں انسان کے ذہن میں مذہب اور مذہبی شخصیتوں کے خلاف شکایات اور شکوک و شبہات پیدا ہوں - ایسے وقت میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کے پاس صرف ایک ہستی تھی جو ان کی مشکلات کو صحیح طور پر سمجھتی تھی اور جو واقعی ان کی تسلی اور شکوک و شبہات کے ازالہ کا موجب تھی اور وہ والد صاحب مرحوم تھے ...... ہماری جماعت کے ایک نوجوان .... جو آج کل پاکستان سروس میں ٹریننگ کے لئے امریکہ گئے ہوئے ہیں - انہوں نے مجھے والد صاحب مرحوم کی وفات پر جو خط لکھا ہے اس میں وہ یہ لکھے بغیر نہیں رہ سکے :-

" مجھے کیا خبر تھی کہ میرے افکار کا سہارا ابھی چھن جائے گا اور وہ شخص جس سے میں انتہائی تاریکی اور مایوسی کے لمحوں میں رجوع کرتا تھا مجھے یکا و تنہا اپنے مسائل خود سوچنے کے لئے چھوڑ دیگا .....
...... مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے علم و عرفان کے سوتے بند ہو گئے جو ہم نوجوانوں کے لئے روحانیت اور مادیت کے درمیان مینارِ نور تھا "

یہ تاثر اس نوجوان شخص کا ہے جسے والد صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جہاں کسی نوجوان کو ذہنی الجھاؤ ہوا وہ جھٹ والد صاحب مرحوم کے پاس پہنچ جاتا تھا اور وہ ان کی ذہنی الجھنوں کو سلجھاتے گھر پر - دفتر میں، دوا خانہ میں مسجد میں اور کبھی کبھی برلب سڑک کرتے رہتے تھے - بزرگوں سے زیادہ وہ نوجوانوں کی طرف توجہ کرتے تھے ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ جماعت کے نوجوان صحیح اسلامی جذبہ کے ساتھ نکلیں اور دنیا پر چھا جائیں -

محبت و رواداری

طفیل صاحب نے لالینڈ سے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ کچھ عرصہ ہوا انہوں نے والد صاحب کو تحفۃً ایک ٹائی بھیجی تھی اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے والد صاحب نے لکھا -

" آپ کا بھیجا ہوا تحفہ ملا - جزاک اللہ - برادرم ٹائی کا استعمال تو سوٹ کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے - اور سوٹ تو قصۂ پارینہ ہو چکا ہے پھر بھی آپ کی محبت کا خیال کرتے ہوئے اس کو ایک دن اچکن پر ہی لگا رکھا "

ویسے تو وہ ہر ایک سے ہمدردی کرتے تھے لیکن جس نوجوان میں علمی رجحان دیکھتے تھے، اس کے ساتھ وہ رواداری اور شفقت زیادہ کرتے تھے

خدمت اسلام کی لگن

ایک مرتبہ میں کسی امتحان میں کامیاب ہوا - دوا خانہ میں ابا جان کے گرد چند دوستوں کا جمگھٹا تھا - میں جب وہاں پہنچا تو لوگوں نے والد صاحب مرحوم کو میری کامیابی پر مبارکباد پیش کی انہوں نے ذیل کا جواب دیا -

" یہ امتحان پاس کر کے تو روٹی ہی کمانے کے لائق ہو گا - میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ پھٹی ہوئی قمیص پہنے لیکن اسلام کی کوئی علمی خدمت کرے "

ایسی بہت سی باتیں مجھے یاد ہیں - جو میرے ننھے سے دل کے لئے اس چھوٹی سی عمر میں بہت صدمہ کا باعث ہوا کرتی ہیں - سوچتا تھا کہ دوسروں کے باپ تو خوش ہوتے ہیں، شاباش دیتے ہیں یہ میرا باپ چاہتا ہے کہ میں فاقے مروں - بی کام کے پہلے امتحان میں میں نے یونیورسٹی میں تیسرا درجہ حاصل کیا - میں بہت خوش تھا - کیونکہ جو فرسٹ آیا تھا اس کے اور میرے درمیان صرف تین نمبروں کا فرق تھا - جوشِ مسرت سے آکر ابا جان کو یہ خبر سنائی - تھوڑی مسکراہٹ چہرے پر آئی - پھر کہنے لگے - " اچھا بیٹھو ذرا لائٹ کے لئے ایک مضمون لکھوانا ہے "

مجھ پر جو کیفیت اس وقت طاری ہوئی اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں،

اب جب میں ان باتوں کو سوچتا ہوں - تو دل کو کتنا سرور حاصل ہوتا ہے - کہ میرا باپ دوسروں سے مختلف تو تھا، لیکن ان سے زیادہ دور اندیش بھی تھا - میرا باپ بے رحم نہیں تھا بلکہ اس کی شفقت دوسرے باپوں کی نسبت زیادہ گہری اور موثر تھی - میرے باپ نے وہ باتیں مجھے سکھائیں جو دائمی ہیں اور جو بہت سے لوگوں کی اولاد نہیں سیکھ سکی - وہ انگریزی کا ایک مشہور فقرہ اکثر دہرایا کرتے تھے اپنی ناک سے آگے دیکھنے کی کوشش کرو " اور اسی پر ان کا عمل تھا -

خیالات کی روانی

ان کا ذہن بہت تیزی سے سوچتا تھا - ان کا قلم ان کے خیالات کی روانی کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا - اس لئے آج سے کوئی بارہ سال پہلے انہوں نے مجھے اپنے مضامین قلمبند کرنے کے کام پر لگایا - وہ بولتے جاتے تھے اور میں لکھتا جاتا تھا - کچھ عرصہ بعد میں نے محسوس کیا کہ ان کے خیالات کے ساتھ ساتھ میرا قلم نہیں دوڑ سکتا چنانچہ میں نے ٹائپ مشین پر ان کے مضامین کو لینا شروع کیا - میرے گھر سے جانے کے بعد میرے چھوٹے بھائی ناصر احمد نے اس فریضہ کو ادا کیا - وہ بھی یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچا ہو گا کہ ان کا قلم ان کے خیالات کی رفتار کی تاب نہیں لا سکتا تھا - یہی وجہ تھی کہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر دوسروں سے مشکل سے پڑھی جاتی تھی -

"کلیر تھنکنگ"

لیکن ان کی تحریر بہت مدلل اور موثر ہوتی تھی جس سے پتہ چلتا تھا کہ لکھنے والے کی قلبی کیفیت ایک جاذبیت رکھتی ہے اور اس کا ذہن شیشہ کی طرح صاف ہے - وہ مجھے اکثر کہا کرتے تھے " بیٹا! کلیر تھنکنگ پیدا کرو - یعنی تمہارے خیالات صاف اور شفاف ہوں -

تین چیزوں کے لئے دُعا

سیر کے لئے وہ اکثر جایا کرتے تھے اور ان کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ ان کے گھر کا کوئی فرد یا کوئی دوست احباب اُن کے ساتھ ہوں - کئی دفعہ مجھے یہ فریضہ ادا کرنا پڑا تھا - شاید ہی کوئی موقعہ ایسا ہو جبکہ ہم سیر کے لئے گئے ہوں اور انہوں نے یہ نہ کہا ہو " بیٹا! تین چیزوں کے لئے دعا کیا کرو - ایمان، صحت اور روزی " یہ الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں - اور سوچتا ہوں کہ یہ چیزیں جس شخص کو حاصل ہو جائیں اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہو گا - والد صاحب نے اپنے پیچھے دولت کوئی نہیں چھوڑی - لیکن انکی یہ باتیں ایک ایسی دولت ہیں جو ہمیشہ میرے لئے مشعلِ راہ

کا کام دیں گی۔

رات کو لیٹ کر سوچو

ایک مرتبہ جب والد صاحب مرحوم فتوح الغیب کا ترجمہ کر رہے تھے۔ رات بہت دیر تک ترجمہ لکھواتے رہے۔ مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے اجازت طلب کی کہنے لگے، جاؤ اب سو جاؤ۔ لیکن یاد رکھو رات کو بستر پر لیٹ کر سوچو کہ تمام دن میں تم نے کیا کچھ کیا۔ سوچو کہ تم نے کسی سے کوئی ہمدردی یا کسی کی کوئی خدمت کی ہے؟ اگر نہیں کی تو یقین جانو کہ وہ تمام دن تمہارا ضائع گیا۔"

دن بھر کی مصروفیت اور نماز تہجد

اب غور کرتا ہوں۔ تو سارا دن وہ انجمن کا کام کرتے تھے یا مضامین لکھتے تھے۔ شام کو لڑکوں کو مفت ادویات تقسیم کرتے تھے۔ پھر نماز پابندی سے پڑھتے تھے۔ جو تھوڑا سا وقت سونے کے لئے ملتا تھا اسے بھی آرام سے نہیں گذارتے تھے بلکہ تہجد پڑھتے تھے۔ مجھے کہا کرتے تھے ہماری جماعت میں تہجد خوانوں کی کمی ہے۔ انگلستان آنے کے بعد انہوں نے متعدد بار لکھا کہ تہجد پڑھنے کی عادت ڈالو۔"

مولانا عزیز بخش صاحب سے دلی لگاؤ اور عقیدت

بزرگوں میں سے انہیں مولانا عزیز بخش صاحب سے بہت لگاؤ تھا۔ جب کوئی خاص چیز گھر میں پکتی تھی تو والد صاحب مرحوم مجھے کہتے کہ "ذرا سا مولانا عزیز بخش صاحب کو دے آؤ" لیکن وہ اس بات کے قائل تھے کہ ذرا سا بھی عقیدتمندی کے اظہار کے لئے کافی ہے۔

ایک ریڈیو سٹ تھا جو انہیں ایک انگریز نومسلم نے تحفۃً دیا تھا۔ اس انگریز نومسلم نے ایک اور ریڈیو سٹ بطور تحفہ بھیجا۔ تو پہلا ریڈیو والد صاحب مرحوم نے مولانا عزیز بخش صاحب کو دے دیا۔ مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اس شخص نے مذہب کو ٹھیک سمجھا ہے۔ ہم ظاہر تم اسے نہیں سمجھ سکتے لیکن زندگی کے حقائق کو یہ بہتر سمجھتے ہیں۔ شاید اسی دلی لگاؤ کا نتیجہ ہے کہ مولانا عزیز بخش کی وفات کے بعد والد صاحب نے زیادہ دیر اس دنیا میں رہنا پسند نہ کیا۔ اور ہم دنیاداروں کو الوداع کہکر اپنے روحانی رہنما کے پاس خدا کے حضور جا ملے۔

انگلستان میں مرنے کی خواہش

انگلستان اور ان کے لوگوں سے ان کے اخلاق کی وجہ سے انہیں بہت محبت تھی۔ انہوں نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ انگلستان جا کر مروں۔ مجھے ان کی خواہش ہمیشہ یاد رہی۔ جب انگلستان آیا تو میں نے یہ ارادہ کیا کہ جب کچھ کمانے کے لائق ہو جاؤں گا تو اپنے خرچ پر ابا جان کو انگلستان بلواؤں گا، افسوس کہ نہ ان کی خواہش پوری ہوئی .... اور نہ میری۔

ایک نئی دنیا کی تشکیل

چارٹرڈ اکاؤنٹنسی شروع کرنے سے پہلے مجھے چند بزرگوں نے مشورہ دیا کہ میں زندگی وقف کر دوں۔ میں نے ابا جان کا مشورہ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ دونوں راہیں تمہارے سامنے کھلی ہیں۔ جو مرضی ہو کرو۔ جب میں نے اکاؤنٹنسی کی پڑھائی شروع کر دی تو ۱۸ راگست ۱۹۵۵ء کو انہوں نے ایک خط لکھا۔ ذیل میں اس کا اقتباس درج ہے:-

"نماز سے کبھی غافل نہ ہونا اور تمہاری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ دن کا کوئی نہ کوئی حصہ اپنی تحریک کے لئے صرف کرو۔ چاہے اپنے یا غیر خوشنودی سے تمہاری طرف نہ دیکھیں پھر بھی ہر قسم کی قربانی جو ممکن ہو سکے احمدیت کے لئے ضرور کرنا۔ ہمارے اقدار روحانی ہونے چاہئیں، مادی نہیں۔ ہمیں اسے سعادت مندی تصور کرنا چاہیئے کہ ہمیں دین محمد صلعم کی خدمت کا موقعہ ملے چاہے ہمارے لوگ ہمیں بے وقوف ہی کیوں نہ کہیں۔ میں یہ بات دوہرانا چاہتا ہوں کہ موجودہ دنیا اپنی ظاہری شان و شوکت کے ساتھ تباہ ہو رہی ہے اور اس میں سے ایک نئی دنیا کی تشکیل ہو رہی ہے جس کی بنیادیں تحریک احمدیہ کا روحانی تصور ہے۔ ہمیں موجودہ کرم خوردہ دنیا سے اپنے آپ کو علیحدہ کرنا چاہیئے اور اس نئے زمانہ کے ساتھ منسلک کرنا چاہیئے جو اگرچہ مبہم نظر آتا ہے لیکن خاموشی سے وجود میں آرہا ہے۔ ہمیں آج کی دنیا کو چھوڑ کر کل کی دنیا کو خوش آمدید کہنا چاہیئے۔"

"میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ تم پر واضح کر دوں کہ اسلام کو جس طرح سلسلہ کے بزرگ ... سمجھتا ہوں۔ اسے موجودہ دنیا میں قائم کرنا مشکل نظر آتا ہے پھر بھی تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہی وہ اسلام تھا جسے رسول اکرم صلعم نے دنیا کے سامنے پیش کیا اور جسے مرزا غلام احمد صاحب نے دوہرایا اور یہی وہ اسلام ہے جو دنیا کو تباہی سے بچائے گا۔ وہ اسلام جسے ہمارے بعض دوست پیش کرتے ہیں اور جس پر سلسلہ کے کئی لوگوں کا عمل بھی ہے .... یہ میرے تصور سے مختلف ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم دین کو دنیا پر مقدم رکھو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔"

کمزور جماعت اور زبردست ایمان

خطوط میں ہمیشہ والد صاحب کو انگریزی میں لکھا کرتا تھا اور وہ انگریزی میں ہی جواب دیتے تھے۔ یہ عادت انہوں نے ہی ڈالی تھی۔ اس لئے کہ ان کی خواہش تھی کہ ہمیں انگریزی میں لکھنے کی مشق رہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انگریزی زبان کو موجودہ زمانہ میں فوقیت حاصل ہے۔ ذیل میں ان کے ایک اور خط کے اقتباس کا ترجمہ دیتا ہوں۔ یہ خط انہوں نے میرے بعض شکوک و شبہات کے جواب میں ۲۱ رجولائی ۱۹۵۵ء کو لکھا۔ یہ شکوک و شبہات جماعت کی موجودہ صورت کے متعلق تھے۔ جماعت کی موجودہ خستہ حالت کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے لکھا:-

"اعتراض اور شکایت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم ایک کمزور جماعت اور جو تھوڑے بہت ذرائع ہمارے پاس ہیں ان کا سہارا لے کر حالات کو بہتر بنانا ہے لیکن اس کے لئے ہمیں زبردست ایمان کی ضرورت ہے۔"

دوائی میں روحانی اقدار

مجھے اپنے والد صاحب کے بحیثیت باپ فوت ہو جانے کا اتنا غم نہیں جتنا اس بات کا افسوس ہے کہ اب یہ ایمان افروز باتیں مجھے کہنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے عمل میں ان باتوں کو پا سکوں۔

وہ بہت بڑے روحانی آدمی تھے۔ روحانی اقدار کے اس قدر قائل تھے کہ ادویات بھی انکی روحانی ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر یوسف احمد صاحب اور کئی دوست انہیں کہا کرتے تھے "مولانا اس میں دوائی کا تو ایک ذرہ بھی نہیں۔ یہ کیا اثر کرے گی؟" لیکن ان کی انہی دواؤں سے کئی لوگ شفایاب ہوئے اس کی تو میں چشم دید گواہی دے سکتا ہوں۔ غیر احمدی لوگ تو اکثر انہیں ڈاکٹر صاحب کے نام سے جانتے تھے ....

.... فسادات پنجاب کے دوران میں جبکہ غیر احمدی ہمارے خون کے پیاسے تھے۔ میں نے اس زمانہ میں بھی دیکھا کہ وہ لوگ جو مشتعل جلوسوں میں نمایاں حصہ لیتے تھے وہ بھی جب دوائی کے لئے آتے تو کبھی ابا جان دوائی دینے سے انکار نہیں کرتے تھے۔

ڈسپنسری میں

جس چیز کو وہ ایک دفعہ شروع کرتے تھے اسے وہ کسی حالت میں نہیں چھوڑتے تھے۔ بیمار ہوتے تھے پھر بھی ڈسپنسری میں لوگوں کی تیمارداری کے لئے بیٹھ جاتے تھے۔ سوچتا ہوں کہ اب وہ نظارہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا جبکہ ابا جان دوائی کی پڑیا بنا رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دوستوں کے فکری زخموں کو مرہم بھی لگا رہے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی سے ملاقات

ایک دفعہ جب مسلم لیگ کی تحریک زوروں پر تھی، تو مولانا شبیر احمد عثمانی لاہور تشریف لائے۔ یہ والد صاحب مرحوم کے دیوبند میں استاد رہ چکے تھے مجھے ابا جان نے کہا کہ "چلو تمہیں اپنے استاد سے ملا آؤں لیکن ٹوپی پہن کر جانا ہوگا۔" میرے لئے ٹوپی پہننا

تعزیتی پیغامات

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کو جماعت کے احباب اور کئی غیراز جماعت دوستوں نے جس طرح محسوس کیا ہے وہ ان پیغامات سے ظاہر ہے جن میں سے چند گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں کئی اور دوستوں کے پیغامات موصول ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

عبدالعزیز صاحب ریلوے گارڈ خانپور

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضرت مولانا آفتاب الدین احمد کی بے وقت.... اور اچانک موت ایک ناقابل تلافی قومی نقصان ہے حضرت ممدوح کو جی نہیں چاہتا کہ مرحوم کے لقب سے پکارا جائے، نہ صرف اس لحاظ سے کہ ابھی ان کی آناً فاناً موت بالکل غیر متوقع تھی۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ ایسے بیش بہا قیمتی وجود کی مفید اور مخلصانہ خدمات کی ابھی قوم کو بے حد ضرورت تھی۔

حضرت مرحوم کی علمی قابلیت۔ فکر و تدبر کی صلاحیت ان کا تقویٰ اور بلند اخلاق اپنی مثال آپ ہیں، سچ ہے کہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب

میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ راست گفتاری۔ زہد و عبادت۔ مخلصانہ خدمات اور پاکیزہ طرز گفتگو کی وجہ سے ایک نور ان کے چہرے سے ٹپکتا تھا۔ جس کی شعاعیں ان کے پاس بیٹھنے والوں کے قلوب کو منور کرتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے ہی اہل اللہ اور خدا دوست انسانوں کے لئے فرمایا تھا ؎

کنج خلوتِ پاکاں اگر گذر بکنی
عیاں شود کہ چہ نورے دراں سرا باشد

ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ ان کا سینہ غل و غش سے پاک تھا۔ فی الحقیقت نزعنا ما فی صدورھم من غل کی مجسم تصویر تھے اس امر کے اظہار سے ہمیں فرحت ہوتی ہے کہ ان کی نیکی اور علمی مشاغل کا اثر ان کے تینوں صاحبزادگان میں بطور ورثہ موجود ہے۔ ان کے صاحبزادے میاں اقبال احمد۔ ناصر احمد۔ اور ظفر احمد قوم کا قیمتی سرمایہ ہیں اور ہمیں امید ہے کہ تینوں اپنے مرحوم فاضل دہر اور عالم باعمل باپ کی طرح مذہبی علوم کے چشمہ ہائے شیریں ثابت ہوں گے۔ عین ممکن ہے کہ حضرت مرحوم کی نیکی اور تقوے کی وجہ سے اور اشاعت علوم قرآن کی نہ مٹنے والی اور نہ ختم ہونے والی تڑپ کی وجہ سے اللہ تعالےٰ ان کے تینوں صاحبزادگان کو ایسی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم کہیں۔ کہ اگر الٰہی حکمت نے ہم سے ایک فاضل اجل اور عالم بے بدل چھینا تو اس کے تین نعم البدل بھی عطا فرمائے ؎

بر بلا کیں قوم را حق دادہ اند ؛ زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

حضرت مرحوم کی بلند شخصیت۔ جہاں مذہبی اور روحانی لحاظ سے طالبان و تشنگان حق کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ تھی وہاں ان کے دل میں خدمت خلق کا بے پناہ جذبہ موجود تھا۔ میری اہلیہ کے لئے دوران ملازمت ووکنگ جب میں وہاں بطور گارڈ کام کرتا تھا۔ کئی دفعہ نہایت ہی شفقت و محبت سے دوائی تجویز کر کے اپنی چھوٹی سی ڈسپنسری سے دی۔ جہاں صبح و شام مریضوں کا ایک تانتا لگا رہتا تھا۔ میری اہلیہ بھی جو اس دوران میں کئی مرتبہ مرحوم کی بیگم صاحبہ سے ملتی رہی ہیں گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہیں۔

بطور امام مسجد ووکنگ و سیکرٹری ووکنگ مشن و ایڈیٹر لائٹ مرحوم کی خدمات اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ بخاری شریف کا انگریزی ترجمہ جس محنت اور خوبی سے صاحب موصوف فرما رہے تھے یہ انہیں کا حصہ تھا کہ

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

ہمارے قلوب مغموم و محزون ہیں۔ لیکن ہم اپنے مولےٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ حقیقت میں جو خدا تعالےٰ کی راہ میں کام کرتا ہوا شہید ہو جائے یا وفات پا جائے۔ وہ وفات یافتہ نہیں زندہ جاوید ہے۔ ایسی وفات پر ہزاروں زندگیاں قربان کی جا سکتی ہیں بمصداق آیہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربہم

مرحوم کی درویشانہ پاکیزہ زندگی ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

عبدالعزیز۔ ریلوے گارڈ

عبدالرؤف صاحب لودھی ڈنڈوت

مکرمی مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جونہی پرچہ مورخہ ۱۸ر جنوری نظروں سے گذرا تو بیچ جانئے یوں معلوم ہوا جیسے سینے میں کسی نے انی سی کھونپ دی ہو۔ ابھی تو مولانا عزیز بخش صاحب مرحوم و مغفور کی طرف سے فراق دل سے نہیں تھا کہ جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بھی ہمیں چھوڑ کر چل دیئے۔ یہ مرد صالح واقعی خاموش، سرگرم اور قیمتی مبلغ تھا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ برادرم اقبال جو ہمارا انگلینڈ میں بیٹھا ہے یہ خبر جانکاہ سن کر نہ جانے کس قدر بے حال ہوا ہوگا!

اللہ تعالےٰ مرحوم و مغفور کے اہل و عیال اور دیگر رنجور رفقا کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ میں اور میری اہلیہ دونوں ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں مشیت ایزدی کے سامنے سر تسلیم خم کئے بغیر کوئی چارہ بھی کیا ہے؟ مجھے امید قوی ہے کہ مرحوم و مغفور کے فرزندان ارجمند ان کے نقش قدم پر چل کر سلسلہ عالیہ کے اس خلا کو کسی حد تک پر کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

تاریخ وفات پر نکلی ہے امید ہے کہ آپ اسے شائع ہونے کا موقع دیں گے۔

آفتاب الدین مرد۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۹۷۵+۴۴۳+۲۵۵ = ۱۳۷۵ھ

قاضی اکمل صاحب آف گوریکے

پیغام صلح میں مولانا آفتاب الدین احمد صاحب غفران مآب کی وفات کی خبر پڑھ کر ششدر رہ گیا۔ میں مرحوم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ گذشتہ سال غیر معمولی بیماری میں کئی دفعہ انہوں نے میرے لئے دوائی بھجوائی اور حالات دریافت فرماتے رہے بڑی توجہ کے ساتھ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تاریخ وفات

مکرم آفتاب الدین احمد
متکلم در جہاں عزم و دانشش
بہ طب ہو میو دست شفا داشت
معاون بُد دعائے در صلاتش
حیاتش صرف شد در خدمت دیں
(شہید علم و فضل) آمد وفاتش
۱۳۷۵ھ — اکمل

محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر آزاد نوجوان مدراس

مکرمی و محترمی .... ایڈیٹر پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ پیغام صلح مورخہ ۱۸ر جنوری پیش نظر ہے۔ مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات کی خبر پڑھ کر مجھ پر ایک عجیب خاموشی طاری ہو گئی، مولانا کی وہ خندہ پیشانی والی ملاقات، وہ باتیں اور وہ صوفی طبیعت سب رہ رہ کر یاد آنے لگی۔

مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہیں جب مولانا کی ہومیو پیتھک ڈسپنسری میں بیٹھ کر ہم باتیں کیا کرتے تھے۔ مولانا میرے ایک اچھے خاصے دوست تھے۔ ہم ایک دوسرے کو اکثر لکھا کرتے تھے۔ گو ہماری خط و کتابت کا سلسلہ کچھ ماہ سے بند تھا۔ مگر مولانا کی یاد ہمیشہ میرے دل میں تازہ رہی۔ زندگی کے ایک اچھے ساتھی کی یوں اچانک جدائی بلاشبہ آپ کے لئے، مولانا کی بی بی، بچوں اور دوستوں کے لئے باعث کرب ہے۔ کاش یہ دکھ اور درد کوئی

مادی قصے ہوتا اور بانٹا جا سکتا؟

میرے لئے مولانا کی جدائی کافی دردناک ثابت ہوئی میرے اس خط کو مرحوم دوست کی بی بی بچوں تک پہنچا دیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ خاکسار۔ محمد کریم اللہ۔ نوجوان

مبارک احمد اکمل اسد آبادی ٹیری (کوہاٹ)

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

آفتاب رنجہ مرحوم کی موت کی خبر آج کے لائٹ میں پڑھی۔ ضمیر نے مجبور کیا۔ کہ میں آپ سے اور سلسلہ احمدیہ لاہور کے محترم پریذیڈنٹ اور امیر صاحب سے ان کی بے وقت موت پر اظہار تعزیت کروں۔ میری طرف سے آفتاب صاحب کے اعزا و اقارب کو بھی میرا تعزیتی پیغام پہنچا دیں میں آپ کا مشکور رہوں گا۔

غالباً ۱۹۵۰ء کی بات ہے کہ میری نظر سے لائٹ کا پرچہ گذرا (لائٹ کا ذکر تو کئی کتابوں کی جلدوں اور صفحات پر اور احمدی دوستوں سے سن چکا تھا مگر چونکہ میرے والد صاحب انگریزی سے روشناس نہیں اس لئے لائٹ کا کوئی پرچہ میرے والد کی لائبریری میں موجود نہ تھا۔ اور میں اس کا نام دیکھ کر تڑپ اٹھتا تھا۔ کہ کہیں سے لائٹ کا پرچہ ایک نظر تو دیکھ لوں) میرے لئے وہ دن عید سے کم نہ تھا۔ جب یہ پرچہ جو ایک احمدی دوست نے ایک غیر از جماعت دوست کے نام (جو کبھی احمدی تھا مگر سیاست اور دولت کی خاطر مذہب سے بیزار ہو گیا) بھیجا تھا دیکھنے میں آیا اس وقت میری عمر پندرہ سولہ برس کی تھی۔ مجھے لائٹ دیکھ کر جو خوشی ہوئی وہ بیان نہیں کر سکتا۔ کہ خدا نے خود میری مراد کے پورا کرنے کا انتظام کر دیا۔ اخبار پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد میں نے اخبار کے خریداروں میں اپنا نام درج کرا دیا۔ اگرچہ میری انگریزی طفل مکتب جیسی ہے مگر آج تک میں نے آفتاب صاحب کا کوئی مضمون بغیر پڑھے نہیں چھوڑا جب بھی مجھے لائٹ کا پرچہ ملتا۔ میں پہلی ہی نظر میں آفتاب صاحب کا نام تلاش کرتا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اخبار کے مطالعہ نے آفتاب صاحب کی ذات سے میرے دل میں یک گونہ محبت پیدا کر دی۔ آج بھی جونہی پرچہ ملا میں نے اخبار کو کھولا۔ حسب عادت ایڈیٹر صاحب کے نام پر نظر پڑی مگر افسوس کہ جب میں نے پڑھنے کی غرض سے اخبار کا پہلا صفحہ دیکھا "آفتاب الدین احمد رحلت فرما گئے" میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے مجھے ہوش نہ رہا۔ اچانک لڑکوں کے شور نے چونکا دیا۔ میں نے پھر اخبار اٹھایا تو پھر وہی کیفیت۔ اخبار کو ٹرے میں ڈال کر خود سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اور دیر تک سوچتا رہا آفتاب الدین احمد سے ابھی تک میری ملاقات کبھی نہ ہوئی تھی، اور آج تک میں اس امید پہ تھا۔ کہ شاید آج کل اس سے ملاقات ہو جائے۔ مگر افسوس وہ صبح .... کبھی نہیں آئے گی۔

آفتاب بے شک آفتاب تھے وہ جیسا کہ ان کا ماں باپ نے آفتاب دین نام رکھا اور وہ بھی دین احمد کا آفتاب۔ وقت کے لوگ تو اسے بچے کی تمیز کے لئے نام کی حیثیت دیتے رہے ہوں گے مگر زمانے نے ثابت کر دیا کہ یہ نام صرف دالدین کا رکھا ہوا نہ تھا بلکہ قدرت کی طرف سے آیا تھا۔ اور آج دنیا پر ثابت ہے کہ یہ خاکی جسم واقعی احمد کے دین مبین کا آفتاب تھا جس نے مغرب کے سینے میں احمدیت اور اسلام کے جھنڈے کو گاڑ دیا جس نے دنیا پر دین کو ترجیح دی جس نے مغرب کو احادیث سے روشناس کرایا جس نے احادیث کا ترجمہ کر کے مترجم قرآن شریف مولانا محمد علی مرحوم کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ مگر افسوس موت نے اسے مہلت نہ دی .... کاش موت اسے مہلت دیتی تاکہ وہ صحیح بخاری کو مکمل کرنے کے علاوہ دیگر کتب احادیث کا بھی ترجمہ کر سکتے مگر .... کاش موت اسے کیمونزم سے عملی جنگ کے چند مواقع اور دیتی۔ عموماً پٹھان لوگ .... پنجابیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کی وجہ خواہ کچھ ہو مگر مجھے اس کی ذات سے پیار تھا۔ وہ پنجابی تھے ... میلوں دور بیٹھے مجھے اپنے بھائی کی موت سے ... غمگین بنا دیا۔ کاش میں ایک دفعہ اس کی صورت تو دیکھ سکتا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے

نیازمند مبارک احمد اسد آبادی (ٹیری)

ڈاکٹر اکبر خاں صاحب پیرپیاہ

اخویم معظم و مکرم جناب جنرل سیکرٹری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا نامہ گرامی مورخہ ۱۲؍ ملا۔ مجھے ابھی ابھی ملا حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات جماعت کے لئے ایک اتنا بڑا نقصان ہے کہ جس کا ذکر بیان کر نہیں سکتا۔ ابھی کچھ دن ہوئے حضرت مولانا عزیز بخش کی وفات کی خبر ملی تھی۔ ہماری جماعت کیلئے بڑی آزمائش کا وقت ہے۔ خدا ہمیں صبر دے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔ خاکسار۔ اکبر خان۔ پیرپیاہ ...

پیغام صلح مورخہ ۸ر فروری ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۳۳ ... شمارہ ...

صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
فرزند حضرت مسیح موعود

مکرمی محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار پیغام صلح سے مولوی آفتاب الدین صاحب کی اچانک وفات کا علم پا کر بہت صدمہ ہوا۔ مرحوم سے مجھے صرف دو تین مرتبہ مختصر سی ملاقات کا موقع ملا تھا اور آخری دفعہ وہ مجھے لاہور میں عزیز مرزا مظفر احمد سلمہ کے مکان پر تشریف لا کر ملے تھے جبکہ میں لاہور میں زیر علاج تھا۔ میں نے انہیں شریف اور با اخلاق اور علم دوست اور خدمت دین کا جذبہ رکھنے والا پایا میری طرف سے ان کے اقرباء کو دلی ہمدردی کا پیغام پہنچا کر ممنون کریں۔ فقط والسلام

(مرزا بشیر احمد) ربوہ

مسلم ہائی سکول بدوملہی کی قرارداد

مسلم ہائی سکول بدوملہی کا ایک خاص اجلاس ۱۵ر جنوری کو منعقد ہوا جس میں حسب ذیل ریزولیوشن پاس کیا گیا :۔

ہائی سکول بدوملہی کے عملہ کا یہ خاص اجلاس حضرت مولانا آفتاب الدین صاحب کی اچانک وفات پر ایک گہرے صدمہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور آپ کی وفات کو قومی لحاظ سے بھی ایک نقصان عظیم خیال کرتا ہے۔

یہ اجلاس حضرت مولانا مرحوم کے پسماندگان اور لواحقین سے کمال درجہ ہمدردی اور رنج کے جذبات کا اظہار کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ مولانا کی وفات پر اللہ تعالیٰ ان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ عبدالغنی۔ سکینڈ ماسٹر

سیکرٹری سٹاف بدوملہی سکول

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآر — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبین

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور پاکستان

ٹیلیفون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ: تبلیغ۔ لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۵۶ء | نمبر ۶

کائنات کی پیدائش اور انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب امیر قوم ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ——— (البقرہ رکوع ۳)

انسان اور اس کیلئے کائنات کی پیدائش

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مخاطب کر کے دو باتیں کہی ہیں، ایک یہ کہ تم بالکل نیست تھے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تم کو زندگی بخشی اور دوسری بات یہ فرمائی کہ تمہیں پیدا کرنے کے بعد تمہاری زندگی کے قیام کے لئے تمہاری نشو و نما اور تربیت کے لئے ساری کائنات پیدا کی، ساری کائنات پیدا کرنے کے لئے بہت بڑا علم اور بہت بڑی طاقت چاہیئے۔ اسی علم اور طاقت کا اظہار اس آیت میں فرمایا هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ...... وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اس سے پہلے فرمایا ہم نے تمہیں نیست سے ہست کیا، اس میں بھی اپنی قدرت کا ذکر کیا ہے اور یہ احسان سب سے بڑا ہے کہ ہم نے تم کو حیات عطا کی۔ انسان کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت نمائی ہے اور جو جو قوتیں انسان کو دی ہیں، جو جو طاقتیں اور استعدادیں اس کے اندر رکھی ہیں، وہ اس کے احسانات کا بہت بڑا مظاہرہ ہے اور دوسرا بڑا احسان یہ ہے کہ اس کے لئے تمام کائنات کو پیدا کیا فرمایا خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا تمام کی تمام چیزیں جو زمین میں پائی جاتی ہیں وہ تمہاری نشو و نما کے لئے پیدا کیں۔ پہلے انسان کو زندگی عطا کی، انسان کی پیدائش میں خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کا عکس نظر آتا ہے پھر کائنات کی پیدائش میں بھی قدرت نمائی فرمائی۔

انسان کی پیدائش مٹی کے نچوڑ سے

ایک جگہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (المومنون رکوع اول) انسان کو ہم نے زمین کے نچوڑ سے پیدا کیا ہے، اور پھر اس کو خلیفۃ اللہ بنا دیا، زمین کے اندر کیا کیا چیزیں ہیں، ان سب کا نچوڑ انسان کے جسم میں اکٹھا کر دیا ہے انسان کے جسم کو نائٹروجن کی ضرورت ہے جو زمین کا ایک اہم جزو ہے۔ اسے کیلسیم کی ضرورت ہے وہ اس کے جسم میں ڈال دی، اسے لوہے کی ضرورت ہے انسان کے دانت لوہے کو چبا نہیں سکتے۔ اس کو پھلوں اور سبزیات کے اندر پیس کر ایسی شکل دے دی کہ وہ آسانی سے لوہا کھا جاتا ہے۔ فاسفورس کو خود بخود آگ لگ جاتی ہے، کیا تم اسے کھا سکتے ہیں نہیں کھا سکتے لیکن ہمارے وجود میں فاسفورس کی ضرورت تھی وہ بھی مہیا کر دیا گیا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ، زمین کی تمام چیزوں کے نچوڑ سے انسان کو پیدا کیا فاسفورس، کیلسیم، نائٹروجن، آئرن، سب انسانی وجود کا حصہ ہیں۔ ان سب چیزوں سے انسانی وجود کو پیدا کیا اور اس میں ایسے جسمانی و روحانی قوتیٰ عطا کئے کہ وہ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ کہلایا اپنے خلیفہ کو تمام اعلیٰ درجہ کی استعدادیں بخشیں یہاں تک کہ ایجاد کا مادہ بھی اس میں رکھا۔ کیونکہ اس کا خالق سب سے بڑا موجد ہے اس لئے اس کو بھی ایجاد کرنے کی استعداد دی۔

پنسلین کی ایجاد

ایک ڈاکٹر نے لکھا ہے میری میز کی دراز میں ایک علمی تحقیقات کے لئے کچھ کیڑے رکھے ہوئے تھے، دراز جو کھولی تو وہ کیڑے مردہ پائے گئے حیرانی ہوئی کہ یہ مر کیسے گئے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس پلیٹ میں اُلّی (پھپھوندی) لگی ہوئی تھی اس کی وجہ سے کیڑے مر گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُلّی جراثیم کو مارنے والی چیز ہے۔ اسی سے ڈاکٹر نے پنسلین کی دوائی بنائی جو جراثیم کی قاتل ہے، تو یہ انسان بھی موجد ہے، اس لئے کہ خدا نے اپنی صفات اس کے اندر رکھی ہیں، پھر یہ انسان کس قدر قوت ارادی اور کتنی بڑی طاقت رکھتا ہے، پہاڑوں اور سمندروں کو وہ چیر جاتا ہے، ہوا میں وہ تیر جاتا ہے، اس کے اندر عزم رکھا ہے، شجاعت رکھی ہے، سخاوت رکھی ہے۔

زندگی عطا کرنا بہت بڑا احسان ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی عطا کرنا بہت بڑا احسان ہے کیونکہ زندگی نہایت ہی قیمتی چیز ہے۔ کسی کے باپ کو ایک غریب آدمی جا کر اس کے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سناتا ہے وہ کہتا ہے ہمارے دروازے پر جو بھینس بندھی

ہوتی ہے وہ تم لے جاؤ، بادشاہ جاگیریں بخش دیتے ہیں معلوم ہوا زندگی بڑی چیز ہے۔ اسی لئے ایک بچہ کو موت کے منہ سے بچانے کے لئے پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے، عزیز اور رشتہ دار اپنا خون دے دیتے ہیں۔ رات دن دعاؤں میں لگ جاتے ہیں، معلوم ہوا زندگی بہت بڑی چیز ہے۔ جس کے لئے انسان سب کچھ دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے لیکن موت جب آجائے تو کوئی مال، کوئی خزانے، کوئی عزیز ترین رشتہ دار بھی بچا نہیں سکتا، پیغمبروں پر موت آئی تو وہ اپنے آپ کو بچا نہ سکے، بادشاہوں پر موت آئی تو وہ بچ نہ سکے بڑے بڑے حکیم اور ڈاکٹر جو دوسروں کے لئے مسیحائی کا کام کرتے ہیں، موت سے جب آجائے نہ دوسروں کو بچا سکتے ہیں نہ اپنے آپ کو۔

زندگی اور اولاد خدا کے اختیار میں

ایک دفعہ ایک نواب کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جو بالکل کوڑ دن تھا۔ تو نواب کی نوابی بھی اس بارہ میں کام نہ آئی، بادشاہ خزانے خرچ کر کے بھی حسب منشا اولاد پیدا نہیں کر سکتا، یہ انسان کے اختیار میں نہیں، بڑے بڑے پہلوانوں کے ہاں بعض وقت چوہا پیدا ہو جاتا ہے وھو القاھر فوق عبادہ انسانوں کے اوپر بھی اسی خدا کی حکومت ہے، جب پیدا ہوتا ہے تو ایک لوتھڑا ہوتا ہے، اس سے عیاں ہو جاتا ہے کہ ماں باپ باوجود جذبہ محبت کے ویسا بچہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے جیسا وہ چاہتے ہیں واللہ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا جب پیدا ہوتا ہے تو کچھ بھی نہیں جانتا کہ کون ہے، کہاں ہے وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ پھر کان دیئے آنکھیں دیں۔ دل دیا۔ کان کا ذکر اس لئے پہلے کیا ہے کہ پہلے کان ہی کام کرتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے کان میں سب سے پہلے اذان کہنے کا حکم دیا ہے پھر آنکھیں بعد میں آہستہ آہستہ کھلتی ہیں اور جب تک کان اور آنکھ کام نہ کریں دل یا دماغ کوئی کام نہیں کرتا۔

زندگی بخش کلام

پھر اس کے اندر روح پیدا کی اور اس کی ہدایت کے لئے تمام کتابیں آسمان سے اتاریں، یہ وہ زندگی بخش کلام ہے جس سے روح زندہ ہوتی ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ یہ ایک دوسری قسم کا پانی ہے، جو انسانی روح کی پرورش کے لئے آسمان سے نازل ہوا۔

خدا کا انکار کیسے؟

تو ان آیات میں فرمایا کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا۔ الخ اے انسان جس کو ہم نے پیدا کیا اور اتنے سامان، اس کی زندگی اس کی نشوونما اور جسمانی و روحانی تربیت کیلئے دیئے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تو اس محسن حقیقی کا منکر ہو جائے، ہم نے تمہیں زندگی دی اور تمہاری پرورش کے لئے تمام زمینی چیزوں کو پیدا کیا، جن سے تم نشوونما پاتے اور تربیت حاصل کرتے ہو۔ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ پھر جب پیمانہ عمر لبریز ہو جائے گا تو تم پر موت آجاتی ہے جس کو تمہاری سب طاقتیں اور کوششیں روک نہیں سکتیں، ان مشاہدات کے ہوتے ہوئے کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ کیونکر ممکن ہے کہ تم ایسے خالق و مالک و مدبر خدا کا انکار کر دو۔ ثم یحییکم پھر تم کو زندہ کیا جائیگا ثم الیہ ترجعون پھر تم اللہ کی طرف لوٹ جاؤ گے، یہ دنیا و آخرت کی زندگی کا نقشہ ہے۔ دنیا میں جب پیدا ہوا تو اس کے لئے پہلے سے روشنی موجود تھی۔ اگر روشنی نہ ہوتی تو انسان اندھا ہو جاتا، ایک مدت تک اگر اسے اندھیرے میں رکھا جائے اور بینائی جاتی رہے۔ پھر اس کے اندر سوچنے سمجھنے کی قوت رکھی اور پھر زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے، اس کو غلہ دیا۔ پھل پھول دیئے، نہریں اور چشمے دیئے، یہ سب تمہاری خاطر پیدا کیا، تاکہ تم اس خالق کے سامنے جھکو جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ اِلٰی مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا جو شخص احسان کرے انسان کا دل اس طرف کھنچ جاتا ہے اس کی طرف طبیعت جھکتی ہے اس کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ خدا نے جو اتنا بڑا احسان ہم پر کیا ہے تو اس کی غرض بھی یہی ہے کہ انسان اس کی طرف جھکے پھر جب معرفت حاصل ہوتی ہے تو زبان حال سے کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اے خدا تو ہی اس لائق ہے کہ تیری عبادت کی جائے اور تجھ سے ہی مدد طلب کی جائے۔ تو ان دونوں آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنی طاقت، قدرت اور احسان کا ذکر کیا ہے تاکہ ہر انسان جو ہر کمال کی تعریف کرتا اور احسان کے سامنے جھکتا ہے اس پر غور کرے اور اس کے حضور میں گرنا سیکھے اور اس کے اعضا و جوارح سے سرگرمی، جوش اور اخلاص نظر آئے۔

دین کیلئے قربانیوں کی ضرورت

"آپ لوگوں نے ایک اور فریضہ بھی اپنے ذمہ لے رکھا ہے وہ ہے اسلام کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا کام، ضروری ہے کہ اسلام کو پھیلانے کے لئے پہلے اپنے آپکو اس کا نمونہ بناؤ تاکہ دیکھنے والا آپ کے اخلاص سے متاثر ہو، پھر اپنے مالوں کی قربانیاں دو، ہر ایک کو چاہیئے کہ قربانی کرے اور اپنی اولاد کو دین کے کام پر لگائے۔ دین کے لئے اپنے اموال کے متعلق وصیت کریں اور ماہوار چندہ باقاعدگی سے ادا کریں اور اس طرح اپنے اخلاص کا ثبوت دیں۔

مولانا یعقوب خان صاحب صدر انجمن کی طبیعت اب بفضلہ تعالےٰ پہلے سے بہت بہتر ہے۔ فالحمد للہ۔

طلبائے مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کو حضرت امیر ایدہ اللہ کا خطاب

۱۰ر فروری ۱۹۵۶ء کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اساتذہ اور بچوں سے آزادی کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ جلسہ کی ابتدا قاری حافظ عبدالقیوم جماعت نہم ک نے تلاوت قرآن کریم سے کی۔ پھر جماعت ہفتم کے چند بچوں نے حضرت مسیح موعود کی "جمال و حسن قرآن" والی نظم نہایت سریلی آواز میں بطور کورس گائی۔ بعدہٗ جناب ہیڈ ماسٹر صاحب نے اساتذہ و طلباء سے حضرت امیر ایدہ اللہ کا تعارف کرایا جس میں انہوں نے مختصر طور پر حضرت امیر کی بلند پایہ اور مثالی زندگی کا خاکہ پیش کیا اور پھر حضرت امیر سے مخاطبت کے لئے گذارش کی۔ حضرت امیر نے آزادی کے موضوع پر بچوں اور اساتذہ کو خطاب فرمایا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کا بیان مسحور کن تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بچے پورے ایک گھنٹہ تک بڑے غور و انہماک سے ارشادات عالیہ کو سنتے رہے۔ حضرت امیر نے فرمایا میں تین قسم کی تعلیم کا قائل ہوں۔ جسمانی۔ ذہنی اور روحانی تعلیم۔ اس تین قسم کی تعلیم کی صحت پر آزادی کی بنیاد قائم ہے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر نے چند نہایت قابل قدر اور بچوں کے مذاق کے مطابق امثلہ بیان فرمائیں، اور آزادی کے حصول کی غرض و غایت کو واشگاف کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر پورے ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔

برکت علی۔ معلم دینیات۔ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور

شکریہ احباب

محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی اہلیہ محترمہ کی علالت کی خبر گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے، خدا کا شکر ہے کہ محترمہ موصوفہ کو جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی ہمشیرہ ہیں اور جو بہت نیک اخلاق اور پاکیزہ سیرت خاتون ہیں، اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے۔ ان کی بیماری میں ڈاکٹر صاحب ممدوح کے ساتھ احباب کرام نے جو اظہار ہمدردی کیا، اس کا شکریہ انہوں نے ذیل کے الفاظ میں لکھ کر بھیجا ہے:-

"میری رفیقہ حیات کی خطرناک بیماری میں احباب جماعت نے جو اظہار ہمدردی کیا ہے اور دعا سے میری مدد کی ہے اس کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ مریضہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دوبارہ زندگی دی ہے مگر وہ بسبب نقاہت ابھی تک صاحب فراش ہیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صحت کامل عطا فرمائے۔ خاکسار۔ غلام محمد"

ضرورت حدیث ضرورت حدیث کی قیمت بجائے پانچ روپے کے ساڑھے تین روپے کر دی گئی ہے احباب کو اس تخفیف سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ چاہیئے کہ احباب اس کتاب کو منگوا کر اپنوں اور غیروں کے پاس فروخت کریں۔

سوالنامہ میرج اینڈ فیملی لاز کمیشن کے جوابات

ازدواجی اور عائلی قوانین کے متعلق ایک سوالنامہ میرج اینڈ فیملی لاز کمیشن کی طرف سے ملک کے اہل الرائے اصحاب سے رائے حاصل کرنے کے لئے شائع کیا گیا ہے۔ اس سوالنامہ کے جوابات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے محترم شیخ عبدالرحمن صاحب مصری نے مرتب کئے ہیں:-

نکاح

سوال نمبر ۱ کیا نکاح خوانی کا کام صرف حکومت کے مقررکردہ نکاح خوانوں کے ذریعہ ہونا چاہیئے؟

جواب نمبر ۱ - شریعت صرف نکاح خوانی کو فرض قرار دیتی ہے۔ شریعت کو اس سے تعلق نہیں کہ نکاح خوانی خواہ حکومت کے مقررکردہ نکاح خوانوں کے ذریعہ ہو یا دوسرے نکاح خوانوں کے ذریعہ لیکن بہتر یہی ہے کہ لوگوں کو اس معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ عام طور پر لوگ ان بزرگوں اور پاک لوگوں سے نکاح پڑھوانا پسند کرتے ہیں جن کی بزرگی اور پاکیزگی پر انہیں اعتقاد ہوتا ہے۔

سوال نمبر ۲ کیا نکاحوں کا رجسٹری کرانا لازمی ہونا چاہیئے؟ اگر ایسا ہو تو اس کے لئے کیا طریق کار ہونا چاہیئے اور اس کی خلاف ورزی کے لئے کیا اور کتنی سزا ہونی چاہیئے؟

جواب نمبر ۲ نکاحوں کا رجسٹری کرانا لازمی ہونا چاہیئے جس طرح پیدائش وغیرہ کو رجسٹری کرایا جاتا ہے اسی طرح نکاح کو بھی رجسٹری کرایا جائے۔ نکاح کو رجسٹری کرانے کی ذمہ داری خاوند پر ہونی چاہیئے۔ لیکن بیوی کی تصدیقی تحریر بھی ساتھ ہونی ضروری ہے۔ جس پر اس کے دستخط یا انگوٹھے کا نشان ہو۔ اور محلہ کا کوئی ذمہ دار اور قابل اعتماد آدمی اس امر کی تصدیق کرے کہ بیوی نے اس کے سامنے دستخط کئے ہیں یا نشان انگوٹھا لگایا ہے۔ لیکن اگر خاوند اور بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نابالغ ہو تو ذمہ داری رجسٹری کرانے کی لڑکے کے والد یا گارڈین پر ہوگی۔ اسی طرح لڑکی کی طرف سے تصدیق بھی اس کے والد یا گارڈین کی طرف سے کرائی جائے۔

رجسٹری نکاح کے بعد ایک ماہ کے اندر ہو جانی چاہیئے۔ اور رجسٹری کے وقت نکاح نامہ کی نقل بھی داخل کرانی ضروری ہے۔ اگر رخصتانہ نکاح کے ساتھ ہی ہو گیا ہو تو فبہا ورنہ رخصتانہ کے بعد دس دن کے اندر اندر اس کی اطلاع بھی رجسٹرار کو دینی چاہیئے۔ اور اگر کسی وجہ سے رخصتانہ عمل میں آنے سے قبل ہی نکاح فسخ ہو جائے تو اس کی اطلاع بھی رجسٹرار کو دینی ضروری قرار دی جائے۔ خلاف ورزی کی صورت میں کم از کم دس روپے اور زیادہ سے زیادہ پچاس روپے تک جرمانہ ہونا چاہیئے۔

سوال نمبر ۳ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ زوجین میں سے ہر ایک نے کسی دباؤ کے بغیر اپنی رضامندی سے ایجاب قبول کیا ہے کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

جواب نمبر ۳ نکاح خوانوں پر لازمی قرار دیا جائے کہ وہ دولہا اور دلہن دونوں سے دو معتبر گواہوں کے سامنے دریافت کرے کہ وہ بغیر کسی دباؤ کے دلی رضامندی سے اس نکاح پر راضی ہیں۔ نکاح خوان انہی دو معتبر گواہوں کے سامنے **کنواری** لڑکی پر اس امر کو اچھی طرح واضح کر دے کہ شریعت کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر کنواری لڑکی دریافت کرنے پر خاموش رہے گی تو اس کی خاموشی اس کی رضا قرار دی جائے گی۔ نکاح خوان نکاح نامہ میں اس امر کو واضح طور پر لکھ کہ اس نے فریقین سے ان کے نکاح پر رضامندی دریافت کر لی ہے اور اس پر انہی دو معتبر گواہوں کے دستخط بھی **ثبت** کرائے جن کے سامنے اس نے فریقین کی رضا دریافت کی ہے۔

سوال نمبر ۴ کیا آپ کے نزدیک کمسنی کی شادیوں کو روکنے کے لئے یہ قانون بنانا ضروری ہے کہ شادی کے وقت مرد کی عمر ۱۸ سال سے کم اور عورت کی عمر ۱۵ سال سے کم نہ ہو؟

جواب نمبر ۴ اگرچہ پسندیدہ تو یہی ہے کہ شادی بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد ہی ہو، لیکن شریعت نے کمسنی کی شادی کو ممنوع قرار نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس اس کے لئے گنجائش رکھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الطلاق کی مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے:- واللائی یئسن من المحیض من نساءکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن - اور وہ عورتیں جن کو حیض آنا بند ہو جائے طلاق کی صورت میں ان کی عدت تین حیض کی بجائے تین ماہ ہے۔ اسی طرح ان لڑکیوں کی عدت بھی تین ماہ ہی ہے جن کو حیض آنا ابھی شروع نہیں ہوا۔ دوسری شق صاف طور پر نابالغہ کی شادی کے جواز کا اعلان کر رہی ہے۔

کامل اور عالمگیر شریعت جس کا کام ہر قسم کی انسانی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس دروازے کو بالکل بند نہ کرے کیونکہ بعض دفعہ ایسے حالات پیش آ جاتے ہیں جو انسان کو اپنی نابالغ لڑکی کو کسی کے نکاح میں دینے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک لڑکی جو ابھی نابالغ ہے اس کے تمام رشتہ دار فوت ہو جاتے ہیں صرف باپ یا کوئی اور ایک ہی رشتہ دار باقی رہ جاتا ہے اور اس پر بھی بیماری کا ایسا حملہ ہو جاتا ہے جس سے بظاہر جانبر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو وہ لڑکی کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ جائے یا بذریعہ نکاح اس کے خاوند کی کفالت میں اسے دے جائے اگر دوسری صورت کو قانوناً ناجائز قرار دے دیا گیا تو ایسی لڑکیوں کے آوارہ اور تباہ ہونے کا سخت خطرہ ہے۔ اسی قسم کی اور بھی کئی صورتیں پیش آ سکتی ہیں جو نابالغہ کے نکاح پر مجبور کریں۔

اسلام کے ابتداء میں بھی اور بعد میں بھی نابالغہ لڑکیوں اور نابالغ لڑکوں کے نکاح ثابت ہیں۔ پس جبکہ نابالغ کا نکاح شریعت کی رو سے ناجائز اور ممنوع نہیں تو عمر کی قید بے معنی ہے۔ اس لئے اس معاملہ میں لوگوں کو آزاد رہنے دینا چاہیئے۔

سوال نمبر ۵ کیا آپ کے نزدیک نکاح کے لئے عمروں کا یہ تعین از روئے قرآن کریم یا از روئے حدیث صحیح ممنوع ہے؟

جواب نمبر ۵ اس سوال کا اصل جواب تو سوال نمبر ۴ کے جواب میں آ گیا ہے۔ لیکن اگر بلوغت کی عمر کے متعلق شریعت کا فتویٰ لینا ضروری ہے تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ شریعت نے بلوغت کی عمر کی کوئی تعیین نہیں کی اور یہ اس لئے کہ بلوغت کی عمر ہر ملک میں آب و ہوا کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے اس لئے ایسی شریعت جس کا نفاذ عالمگیر ہو وہ ایسے معاملات میں کسی قسم کی قید نہیں لگا سکتی۔

سوال نمبر ۶ کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ معاہدۂ ازدواج میں ہر ایسی شرط درج ہو سکتی ہے جو اسلام اور اخلاق کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہو اور عدالت اس کے ایفا پر مجبور کرے؟

جواب نمبر ۶ اتفاق ہے

سوال نمبر ۷ کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ از روئے قانون یہ صحیح تسلیم کیا جائے کہ معاہدۂ ازدواج میں یہ شرط درج ہو سکتی ہے کہ عورت کو بھی اعلان طلاق کا وہی حق حاصل ہوگا جو مرد کو حاصل ہے؟

جواب نمبر ۷ عورت کو اسلام نے یہ حق ہرگز نہیں دیا کہ وہ خود بخود اپنے نکاح کو فسخ کرنے کا اعلان کر دے بلکہ وہ صرف حکومت کے ذریعہ ہی مرد سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اس کا نام اصطلاح شریعت میں خلع ہے فقہاء نے جو مسئلہ تفویض نکالا ہے یعنی یہ کہ مرد طلاق دینے کا اپنا حق بیوی کی طرف منتقل کر دے یہ بھی اسلامی شریعت کی سپرٹ کے خلاف ہے۔

سوال نمبر ۸ ہمارے معاشرے کے بعض طبقوں میں دختر فروشی کا مکروہ رواج پایا جاتا ہے۔ اس کے انسداد کے لئے آپ کے نزدیک کس قسم کا اقدام مناسب ہوگا تاکہ والدین یا ولی لڑکی کو نکاح میں دیتے ہوئے رقمیں وصول نہ کر سکیں؟

جواب ۸: اس رواج کو روکنا ضروری ہے۔ صورت روکنے کی یہی ہے کہ ایسا قانون وضع کیا جائے جس کی رو سے روپیہ لینے اور دینے والے دونوں قانون کی نظر میں مجرم گردانے جائیں اور سزا اس کی یہ ہو کہ روپیہ جو اس طریق پر وصول کیا گیا ہے وہ بحق حکومت ضبط کر لیا جائے۔ اور عورت کو اختیار دیا جائے کہ اگر وہ فسخ نکاح کی خواہشمند ہو تو نکاح فسخ کر دیا جائے۔

سوال ۹: کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہو گا کہ ایک معیاری نکاح نامہ مرتب کیا جائے اور نکاح کے تمام اندراجات اس کے مطابق ہوں؟

جواب ۹: معیاری نکاح نامہ کا مرتب کرنا مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔

طلاق

سوال ۱: اگر کوئی شوہر بیک وقت تین طلاقیں دے تو کیا آپ کے نزدیک اسے قطعی طلاق مغلظہ شمار کیا جائے یا تین طہروں میں تین طلاقوں کے اعلان کے بغیر جیسا کہ قرآن میں ہدایت کی گئی ہے یہ مغلظہ شمار نہ ہو؟

جواب ۱: قرآن اور حدیث صحیح کی رُو سے ایک وقت میں ایک ہی طلاق ہو سکتی ہے جس کی عدت ثلاثۃ قروء ہے اور جس سے اس عرصہ میں رجوع جائز ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ رکوع ۲۸ کی مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء ولا یحل لھن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامھن ان کن یؤمن باللہ والیوم الاخر وبعولتھن احق بردھن فی ذالک ان ارادوا اصلاحا

ترجمہ:- اور وہ عورتیں جن کو طلاق دی جائے ان پر لازم ہے کہ وہ تین حیضوں تک انتظار کریں اور اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ چھپائیں اس کو جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا اگر وہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتی ہیں۔ اور ان کے خاوندوں کو حق ہے کہ وہ اس عرصہ میں ان کو واپس لے لیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔

طلاق دینے والا شخص خواہ طلاق دیتے وقت ایک طلاق کا اظہار کرے خواہ تین کا وہ ایک ہی طلاق قرار دی جائے گی۔ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی وقت میں دے دیں۔ تو رسول کریم صلعم کے متعلق حدیث میں وارد ہے فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عز وجل وانا بین اظھرکم۔ یعنے جب رسول کریمؐ کو اس شخص کے اس فعل کا علم ہوا تو آنحضورؐ غصہ سے بھر گئے اور آنجناب صلعم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کیا اللہ تعالےٰ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اسی طرح ایک اور شخص نے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ طلاق بتہ دے دی ہے۔ آنحضورؐ نے اس کی طلاق کو طلاق بتہ نہیں قرار دیا بلکہ اسے ایک ہی طلاق قرار دیا۔

قرآن کریم نے بھی سورۃ بقرہ رکوع ۲۹ میں الطلاق مرتان کے الفاظ میں قابل رجوع دو جدا جدا طلاقوں کو ہی قرار دیا ہے اور اس کے بعد پھر تیسری طلاق کا ذکر کیا ہے جو بتہ طلاق کہلاتی ہے جس کے بعد رجوع جائز نہیں رہتا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کرے اور پھر وہ اپنی خوشی سے اس کو طلاق دے دے یا وہ مر جائے یا کسی اور وجہ سے اس سے اس کی علیحدگی ہو جائے۔ تو پھر وہ عدت گذارنے کے بعد اپنے پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کی ذمہ داری لیں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ رکوع ۲۹ میں فرمایا:- الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولا یحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ۔ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ، فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ فان طلقھا فلا جناح علیھما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللہ وتلک حدود اللہ یبینھا لقوم یعلمون

ترجمہ:- طلاق دو دفعہ ہے ان دو طلاقوں میں یا تو بیوی کو اپنے پاس رکھ لینا ہے پسندیدہ طور پر یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس میں سے کچھ بھی لو جو تم نے ان کو دیا ہے سوائے اس صورت کے کہ دونوں کو ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اگر تم کو ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ تو پھر ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس چیز کے متعلق جو عورت اپنی خلاصی کرانے کے لئے ادا کرے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی ظالم ہیں۔ پھر اگر خاوند اپنی بیوی کو دو طلاقوں کے بعد تیسری مرتبہ طلاق دے دے تو اس کی بیوی اس کے لئے اس کے بعد حلال نہیں رہتی جب تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ پس اگر دوسرا خاوند اسے طلاق دے دے تو پھر ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کریں۔ اگر وہ سمجھیں کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدود ہیں جنہیں وہ بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

تین طہروں میں تین طلاقوں کا ذکر بھی نہ قرآن شریف میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں۔ قرآن شریف میں طلاق کی عدت تین قروء قرار دی ہے اور اس عرصہ میں مرد کو رجوع کی اجازت بھی دی ہے بشرطیکہ وہ تیسری طلاق نہ ہو جیسا کہ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہے۔ اگر ہر طہر پر طلاق دی جائے تو ثلاثۃ قروء کی مدت بیکار ہو جاتی ہے۔

سوال ۲: کیا طلاق کا رجسٹری کرانا لازمی قرار دیا جائے؟

جواب ۲: طلاقوں کو رجسٹری کرانا اگر لازم کر دیا جائے تو بہتر ہے اس سے کئی فتنوں کا سدباب ہو جائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی لازمی قرار دیا جائے کہ رجوع کی حالت میں اس کی اطلاع بھی رجسٹرار کو دی جائے یا عدت گذرنے کے بعد طلاق کو رجسٹری کرایا جائے۔ شریعت کے اس حکم پر عمل کرنے کے لئے بھی مردوں کو پابند کیا جائے کہ وہ طلاق صرف اسی طہر کی حالت میں دیں جس میں وہ عورت کے قریب نہ گئے ہوں ورنہ ان کی طلاق، طلاق نہ قرار دی جائے گی جیسا کہ رسول کریمؐ نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنی وہ طلاق واپس لینے کا حکم دیا جو انہوں نے حالت طہر میں نہ دی تھی۔

سوال ۳: اگر طلاق کی رجسٹری نہ ہو تو آپ کے نزدیک اس کی کیا سزا ہونی چاہیئے؟

جواب ۳: غیر رجسٹری شدہ طلاق کی طلاق ہی نہ سمجھا جائے جیسا کہ نبی کریمؐ کے مندرجہ بالا فیصلہ سے عیاں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی طلاق کے بارے میں آنحضور صلعم نے صادر کیا اس پر قیاس کر کے غیر رجسٹری شدہ طلاق کو بھی باطل قرار دیا جا سکتا ہے۔

سوال ۴: کیا مختلف علاقوں کے لئے مصالحتی مجالس مقرر کی جائیں اور کسی طلاق کو اس وقت تک صحیح تسلیم نہ کیا جائے جب تک کہ فریقین ان مجالس کی طرف رجوع نہ کر چکے ہوں جن میں زوجین کے خاندانوں کی طرف سے بھی ایک ایک حکم شامل ہو۔

جواب ۴: طلاق کے لئے شرعاً مرد کو اس کا پابند نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک شریعت مرد کو طلاق دینے میں جلدی کرنے سے روکتی ہے اور صلح کی طرف قدم بڑھانے کی ترغیب دیتی ہے لیکن یہ اس پر دا جب نہیں کرتی کہ وہ اس کے بغیر طلاق دے ہی نہیں سکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر اس کے طلاقیں دی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کی طلاق کا واقعہ جو ابھی اوپر گذر چکا ہے اس پر شاہد ناطق ہے۔ رسول کریمؐ کے سامنے یہ واقعہ ہوا لیکن حضورؐ نے اسے بدیں وجہ ناجائز قرار نہیں دیا کہ طلاق دینے سے قبل حکمین کے ذریعہ صلح کی کوشش نہیں کی گئی اور نہ ہی آپ نے یہ فرمایا کہ پہلے حکمین مقرر

کر کے صلح کی کوشش کر لو اس میں اگر ناکامی ہو تو پھر طلاق دو۔ فرمایا تو یہی فرمایا کہ طلاق چونکہ طہر کی حالت میں نہیں دی گئی اس لئے اسے واپس لو اور پھر اسی طہر میں طلاق دو جس میں تم اس کے قریب نہ گئے ہو، مصالحت کرانے کی کوشش بے شک مستحسن فعل ہے، اور ایسی کوشش کرنی ضروری ہے لیکن طلاق کے لئے اسے لازمی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کی جس آیت میں حکم مقرر کرنے کا ذکر ہے وہ سورۃ النساء رکوع ۶ کی آیت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں واللّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا الفاظ آیت سے ظاہر ہے کہ آیت میں صرف ان عورتوں کے متعلق احکام جاری کئے گئے ہیں جو نشوز کی مرتکب ہوتی ہیں یعنی وہ عورتیں جو خاوندوں کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہیں اُن کی اطاعت کی بجائے بات بات میں نافرمانی کا ارتکاب کرتی ہیں ہر امر میں انہیں تنگ کرتی اور زبان درازی سے پیش آتی ہیں اور ایسی حرکات سے کام لیتی ہیں جن سے ان کے خاوندوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے ایسی ناشزہ عورتوں کا علاج اس آیت میں بتلایا گیا ہے۔ پہلا علاج تو یہ تجویز کیا گیا ہے کہ خاوند وعظ و نصیحت سے کام لے، یہ طریق اگر ناکام رہے تو پھر ہمبستری چھوڑ دے اس سے بھی اگر کامیابی نہ ہو تو پھر معمولی مار سے کام لے اس سے بھی اگر اصلاح کی صورت پیدا نہ ہو اور عورت اپنے نشوز پر مصر رہے اور نتیجہ شقاق نظر آتا ہو تو پھر معاملہ حکومت یا رشتہ داروں تک پہنچایا جائے اور وہ دونوں کے خاندانوں میں سے ایک ایک حکم مقرر کر دیں کیونکہ گھریلو جھگڑوں میں ایسے ہی لوگ حقیقت تک پہنچنے کے قابل ہو سکتے ہیں، اگر ان کی کوشش بھی ناکام رہے تو پھر دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ سو اس قسم کے تنازعات کی صورت میں مصالحتی مجالس قائم کی جا سکتی ہیں جن میں دونوں کے خاندانوں میں سے ایک ایک شخص بطور حکم بھی شامل کیا جا سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ طلاق کا باعث صرف عورت کا نشوز ہی نہیں بلکہ اس کے موجبات اور بھی کئی امور ہوتے ہیں جن میں کسی مصالحتی مجلس یا حکمین کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بغیر مصالحتی مجالس کی طرف رجوع کرنے کے شریعت خاوند کو طلاق دینے کا اور بیوی کو بذریعہ خلع مخلصی حاصل کرنیکا اختیار دیتی ہے اور اسی پر نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام رضہ اور امت اسلامیہ کا عمل چلا آ رہا ہے۔

سوال نمبر ۵ "کیا ازدواجی و عائلی عدالت" کو مطلقہ کے مطالبہ پر یہ اختیار ہونا چاہیئے کہ وہ مطلقہ کو تا حین حیات یا تا عقد ثانی نفقہ دلوائے؟

جواب نمبر ۵ اس بارے میں کوئی حتمی اور کلی قانون نہیں بنایا جا سکتا ہر ایک مقدمہ کا فیصلہ اس کی انفرادی اور ذاتی حالت کو مدنظر رکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ عدت تک کا نفقہ تو ہر ایک مطلقہ کو لازماً دلوانا ہوگا اس کے بعد کی مدت کے متعلق جج کا کام ہے کہ دیکھے کہ اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہے اور اس نے بے وجہ طلاق دی ہے تو جج کو اسے تا حین حیات یا تا عقد ثانی نفقہ دلوانے کا اختیار ہونا چاہیئے اور اگر تحقیق کے بعد عورت قصوروار ثابت ہو تو مرد کو اس قسم کے نفقہ پر مجبور نہ کیا جائے ہاں اسے بتلا دیا جائے کہ قرآن بار بار مطلقہ پر احسان کرنے اور اسے فائدہ پہنچانے کی تلقین کرتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ رکوع ۲۹ میں دو بار فرماتا ہے الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان اذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف۔ اسی طرح سورۃ الطلاق رکوع ۱ میں فرماتا ہے فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف اسی طرح سورہ بقرہ رکوع ۳۱ میں ان مطلقہ عورتوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے جن کو مرد نے چھوا تک بھی نہیں اور جن کا مہر بھی ابھی مقرر نہیں ہوا فرماتا ہے ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین۔ یعنی ان کو فائدہ پہنچاؤ کشائش والا اپنی کشائش کے مطابق اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق فائدہ پہنچائے یہ محسنوں پر حق ہے پھر ان مطلقہ عورتوں کے متعلق بھی جن کو مرد نے ابھی تک چھوا بھی نہیں لیکن ان کا مہر مقرر ہو چکا ہے۔ فرماتا ہے وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضۃ فنصف ما فرضتم الا ان یعفون او یعفوا الذی بیدہ عقدۃ النکاح وان تعفوا اقرب للتقوی ولا تنسوا الفضل بینکم ان اللہ بما تعملون بصیر۔

ترجمہ:- اور اگر تم عورتوں کو طلاق دو پیشتر اس کے کہ تم نے ان کو چھوا ہو اور تم ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو پس مقررہ مہر کا نصف انہیں ادا کرو، سوائے اس صورت کے کہ وہ کل یا اس مہر کا کچھ حصہ تمہیں معاف کر دیں یا نصف سے زیادہ ادا کر دے وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنے خاوند یہ کہ تم زیادہ ادا کرو یہ بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور تم اس فضیلت کو مت بھولو جو تمہارے درمیان موجود ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھنے والا ہے پھر اسی طرح بیوہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کرتے ہوئے مطلقہ عورتوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی از سر نو تاکید کی ہے چنانچہ فرمایا والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم۔ وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین کذالک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تعقلون۔

ترجمہ:- اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور اپنے پیچھے اپنی بیویاں چھوڑ جاتے ہیں پس وہ اپنی بیویوں کے متعلق وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک بغیر گھر سے نکالنے کے آرام سے رکھا جائے ہاں اگر وہ خود چلی جائیں تو تم پر اس بارہ میں کوئی گناہ نہیں وہ اپنے متعلق معروف طریق پر جو کارروائی چاہیں کریں اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اسی طرح مطلقہ عورتوں کے لئے فائدہ پہنچانا ہے دستور کے مطابق یہ متقی لوگوں پر حق واجب ہے اسی طرح اللہ بیان کرتا ہے تمہارے فائدہ کے لئے اپنی ہدایات تاکہ تم عقل سے کام لو۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات سنا کر مرد کو بتلایا جائے کہ قرآن کریم جبکہ ان عورتوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی اس قدر تاکید کرتا ہے کہ جن سے مرد نے کسی قسم کا تمتع حاصل نہیں کیا تو ان عورتوں کے ساتھ جو عمر کا ایک حصہ تمہاری ساتھی رہی ہیں اور جن سے تم نے کافی عرصہ تمتع حاصل کیا ہے کیا تمہیں ان سے بدرجہ اولیٰ حسن سلوک نہیں کرنا چاہیئے۔ کیا وہ اتنا بھی حق نہیں رکھتیں کہ انہیں چھوڑ دینے کے بعد انکی زندگی کو تلخ نہ بنائیں پھر اسے یہ بھی بتلایا جائے کہ صحابہ کرام نے ان آیات پر کس طرح عمل کیا ان کے سامنے حضرت امام حسن رضہ کا نمونہ رکھا جائے ان کے متعلق مذکور ہے کہ انہوں نے ایک ایسی عورت کو کہ جس کے وہ قریب بھی نہیں گئے تھے جب طلاق دی تو اسے بیس ہزار درہم اور ایک مشکیزہ شہد کا دیا اور یہ اس زمانہ کے لحاظ سے اتنی بڑی رقم تھی کہ وہ عورت اس رقم سے تمام عمر بڑے آرام سے گذارہ کر سکتی تھی، اسی طرح حضرت جبیر بن مطعم کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک ایسی عورت کو طلاق دیتے وقت جس کے وہ قریب نہ گئے تھے لیکن مہر مقرر ہو چکا تھا نصف مہر کی بجائے پورا مہر ادا کر دیا۔ جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو کہا کہ انا احق بالفضل یعنے آیت قرآنی میں فرماتی ہے کہ یا عورت نصف سے بھی کم لے لے یا مرد نصف سے زیادہ دے دے اور ساتھ ہی یہ بھی تلقین کرتی ہے کہ زیادہ دینا تقویٰ کے زیادہ

قریب ہے اور مرد کو جو فضیلت عطا کی گئی ہے اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ زیادہ دے اس لئے قرآن کریم کی اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے میں نے پورا جبر ادا کیا ہے۔ مندرجہ بالا آیات قرآنی اور مندرجہ بالا مسلمانوں کے نمونوں کو پیش کرکے ایک مسلمان طلاق دینے والے کو ترغیب دلائی جائے کہ وہ عورت کی غلطی کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جب تک اس کے گذارہ کی کوئی معقول صورت پیدا نہیں ہوتی اس کے ساتھ حسنِ سلوک کو جاری رکھے پھر جج کا یہ بھی کام ہے کہ وہ دیکھے کہ ہمارے ملک میں عام طور پر لوگ مطلقہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا پسند نہیں کرتے اس لئے جب تک مردوں کی ذہنیت میں ایسی تبدیلی نہیں آتی کہ وہ مطلقہ عورت سے شادی کرنے میں انقباض کو ترک کر دیں اور اس میں کسی قسم کا حرج محسوس نہ کریں اس وقت تک ملکی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت کے ساتھ نرمی کا پہلو فیصلے میں اختیار کرنا چاہیئے۔ یعنے جب تک اس کے نکاح کا کسی دوسری جگہ انتظام نہیں ہو جاتا طلاق دینے والے خاوند سے اس کا نفقہ دلایا جائے کیونکہ شریعت کی اصل غرض عورت کے لئے سہولتیں پیدا کرنا ہے نہ کہ اسے مصائب میں مبتلا کرنا۔ باقی بچوں والی عورت یا حاملہ عورت، ان کو تو شریعت بھی نفقہ دلاتی ہے پس سوائے اس صورت کے کہ طلاق کا موجب عورت کی شرارت ہو خواہ نشوز کی شکل میں خواہ فاحشہ مبینہ کی شکل میں باقی تمام صورتوں میں مرد سے نفقہ دلانا ضروری ہے۔ ہاں اگر عورت مال دار ہے یا اس کے گذارے کی کوئی اور معقول صورت ہے تو پھر خاوند پر اس کے نفقہ کا بار ڈالنا مناسب نہیں۔

عورت کی طرف سے مطالبہ طلاق

سوال نمبر ۱ کیا آپ ڈیسولیوشن آف میرج ایکٹ ۱۹۳۹ (انفساخ نکاح مسلمین ۱۹۳۹ء) کی تمام دفعات کو جامع اور تشفی بخش سمجھتے ہیں یا آپ کے نزدیک اس میں اضافہ و ترمیم ہونی چاہیئے۔

جواب نمبر ۱ اس سوال کا جواب بیڈنگ انفساخ نکاح بذریعہ عدالت کے سوال نمبر ۱ کے جواب میں درج ہے۔

سوال نمبر ۲ کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہوگا کہ خلع کے متعلق مجلس آئین ساز واضح اور غیر مبہم قانون وضع کرے۔

جواب نمبر ۲ مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے

تعدد ازدواج

سوال نمبر ۱ قرآن کریم میں تعدد ازدواج کی بابت ایک ہی آیت (۴ : ۴) ہے جو حقوق یتامے کی حفاظت کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیا آپ کے نزدیک جہاں حقوق یتامے کا سوال نہ ہو وہاں تعدد ازدواج کو ممنوع کیا جا سکتا ہے ؟

جواب نمبر ۱ اگرچہ سوال میں وضاحت تو نہیں کی گئی لیکن اس کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا یہ مفہوم سمجھا گیا ہے کہ اگر ویسے یتیم بچوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو تو ان کی ماؤں سے شادی کر لو تاکہ وہ تمہاری اولاد کی طرح بن کر تمہاری خاص عنایات کا مورد بن جائیں۔ پھر ساتھ ہی اس سے یہ نتیجہ نکال لیا گیا ہے کہ تعدد ازدواج کا تعلق صرف یتیم بچوں کی پرورش سے ہے یعنے اگر یتیم بچوں کی پرورش مدنظر نہ ہو تو پھر ایک سے زیادہ بیویاں عقد میں لانے کی اجازت نہیں جس کے معنے دوسرے لفظوں میں یہ ہوئے کہ اگر یتیم بچوں کے حقوق کی حفاظت کسی اور طریق سے نہ ہو سکتی ہو تو پھر تم ان کی ماؤں سے شادی کر لیا کرو، حالانکہ بظاہر تو یہ طریق یتامے کے حقوق کی حفاظت کا نہیں بلکہ ان کے حقوق کے ضیاع کا نظر آتا ہے کیونکہ جن بچوں کی مائیں کسی شخص کے نکاح میں آ گئیں تو وہ شخص آسانی سے ان کے اموال پر جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے اس کو نہ کوئی روکنے والا اور نہ کوئی پرسش کرنے والا ہوگا گویا اس معنی کے لحاظ سے فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں النساء سے مراد صرف یتیم بچوں کی مائیں ہی ہو سکتی ہیں کیونکہ دوسری عورتوں سے تو غیروں کے یتیم بچوں کی کماحقہ شفقت سے بھری ہوئی پرورش کی توقع اول تو ہو ہی نہیں سکتی اگر ہو بھی تو بہت کم اور یہ مفید مطلب نہیں اور یہ معنی بالکل باطل ہیں کوئی بھی اس سے متفق نہیں ہو سکتا! دوسرے یہ کہ یتامی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مالدار اور دوسرے غریب دونوں کا انتظام شریعت نے حکومت کے سپرد کیا ہے اور اس کے متعلق مفصل ہدایات دی ہیں۔ ان ہدایات میں ان کی ماؤں کے ساتھ نکاح کرنے کا کہیں ذکر نہیں مالدار یتامی کے اموال کی حفاظت کے لئے ہدایت دی ہے اس کے لئے گارڈین مقرر کئے جائیں انہیں کا اس رکوع میں ذکر ہے اور غریب یتامے کے لئے نبی کریم صلعم کا صریح ارشاد ہے وان ترک دینا اوضیاعا فلیاتنی دانا مولاہ یعنی اگر مرنے والا مسلمان قرض یا چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائے تو ان کی پرورش کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضور صلعم کی وفات کے بعد ان کی پرورش کی ذمہ داری حکومت اسلامیہ پر ہوگی جب دونوں قسم کے یتامی کی نگہداشت حکومت کے سپرد ہے تو یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ آیت کے ان دونوں حصوں یعنے وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث

و رباع میں وہ تعلق مدنظر رکھا گیا ہو جو سوال میں قائم کیا گیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں یتامے کا جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ یتیم بچوں یعنے یتیم لڑکوں اور یتیم لڑکیوں کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ فانکحوا کے قرینہ سے یہ لفظ آیت میں صرف یتیم عورتوں کے لئے مخصوص ہے کیونکہ آیت میں نکاح کا ذکر ہے اور نکاح صرف لڑکیوں سے ہو سکتا ہے اس لئے اس صریح قرینہ کی بنا پر آیت میں یتامی سے مراد محض عورتیں ہی لی جائیں گی پس اس لحاظ سے آیت کے سیدھے سادے معنے جس میں کسی دور از کار تاویلوں کی ضرورت نہیں یہ ہوں گے کہ اگر تم کو یتیم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے میں یہ خوف ہے کہ تم ان کے ساتھ انصاف نہیں کر سکو گے تو اپنی پسند کی دوسری عورتوں سے شادی کر لو دو تین یا چار کی جو اجازت دی گئی ہے اس کا تعلق یتیم اور غیر یتیم دونوں قسم کی عورتوں سے ہے اس آیت کی تشریح میں یہ بھی مدنظر رہے کہ یتامی کا لفظ عربی زبان میں صرف انہیں لڑکیوں پر نہیں بولا جاتا جن کا والد فوت ہو گیا ہو، بلکہ بیوگان پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے ملاحظہ ہو تاج العروس اور لسان العرب۔ لفظ یتامے کے مفہوم کی اس وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں یا بیوہ عورتوں کو نکاح میں لا کر تم اس کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر تم اپنی پسند کی دوسری عورتوں سے شادی کر لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رض سے جو تشریح مروی ہے اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی آیت میں یتامی کے لفظ سے مطلق یتیم بچے مراد نہیں لئے بلکہ اس لفظ کو صرف یتیم لڑکیوں سے ہی مخصوص کیا ہے چنانچہ بخاری میں روایت آتی ہے کہ جب ان سے یتامے کے ذکر میں عورتوں سے نکاح کے ذکر کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ آیت میں یتامی سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں جو اپنے ولی کی حفاظت میں ہوں اور وہ ولی ان کے مال اور خوبصورتی کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ ان سے نکاح کر لیں مگر تھوڑے مہر پر ہو، اور چونکہ پھر اس کے حقوق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہیں اس لئے ان سے اچھا معاملہ نہیں کرتے۔ تو اس لئے اللہ نے حکم دیا کہ اگر ایسی یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں تم کو اس بات کا خوف ہو کہ ان کے معاملہ میں انصاف نہیں کر سکو گے تو ان کو چھوڑ کر دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں نکاح کر لو۔ حضرت عائشہ رض کے اس قول سے یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ آیت مذکورہ میں یتامی سے مراد مطلق یتامے نہیں بلکہ صرف یتیم لڑکیاں ہی مراد ہیں۔ باقی ان کے زمانہ میں جو مرض عربوں میں عام طور پر پایا جاتا تھا تشریح میں

انہوں نے اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف ایک ہی شق کا ذکر کیا ہے، ورنہ آیت کا مفہوم اپنے الفاظ کے اعتبار سے عام ہے جو ہر زمانہ میں مسلمانوں کی توجہ کے قابل ہے۔ مزید برآں اگر ہم سورۃ کی ابتدا سے لے کر مذکورہ بالا آیت تک غور کریں تو اس سے بھی آیت کا وہی مفہوم متعین ہوگا جو اوپر بیان ہوا ہے چنانچہ سورۃ کے ابتداء میں تقویٰ اللہ پر زور دینے کے بعد مرد اور عورت کے متعلق پہلی حقیقت یہ بیان کی ہے کہ وہ دونوں نفس واحدہ سے مخلوق ہونے کی وجہ سے ایک ہی جنس کے دو فرد ہیں اور دوسری حقیقت ان کے متعلق الفاظ وبث منہما رجالاً کثیراً و نساءً میں یہ بیان کی ہے کہ مرد اور عورت دونوں مل کر افزائش نسل انسانی کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔ تیسری حقیقت الفاظ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ میں یہ بیان کی ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فطرتی تقاضا کو پورا کرنے کے لئے دوسرے کے تعاون کا محتاج ہے اور مرد و یہ تعاون ایک دوسرے سے خدا کے نام پر طلب کرتے ہیں کیونکہ شادی کی لڑی میں ہر دو ایک دوسرے کے ساتھ خدا کے نام پر ہی پروئے جاتے ہیں اور شادی ہی واحد جائز اور شریفانہ ذریعہ ہے جو تقاضائے فطرت انسانی کو پورا کر سکتا ہے۔ اس جگہ سوال سے مراد طبعی اور فطرتی تقاضوں کی پیاس کو بجھانا ہی ہو سکتا ہے اور سوال کا لفظ ان معنوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ ابراہیم رکوع ۵ کی آیت واتاکم من کل ما سالتموہ بالصراحت اس پر دلالت کرتی ہے۔ چوتھی حقیقت ارحام کے لفظ میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ الارحام سے مراد زبان کے محاورہ کے لحاظ سے ذوات الارحام بھی ہو سکتے ہیں پس آیت کے معنے یہ ہونگے کہ ارحام والیوں یعنی عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرو اور ان کو ضائع کرنے اور ان سے بدسلوکی سے بچو۔ اب جب آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت کے تعلق سے ہی بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں پیدا ہو کر دنیا میں پھیل رہی ہیں اور ادھر یہ بھی حقیقت ہے کہ پیدائش کے ساتھ ساتھ موت کا سلسلہ بھی جاری ہے اس لئے کئی موتیں ایسی ہوں گی جن کے نتیجہ میں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ رہ جائیں گی۔ اس لئے اس بات کے ذکر کے بعد یتیم بچوں اور بیوگان کے حقوق کی حفاظت اور ان کے متعلق مناسب انتظام کا ذکر کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے یتیم لڑکوں اور یتیم لڑکیوں کے اموال کی حفاظت کے متعلق ولی کو تلقین فرمائی اور ساتھ ہی ان میں ہر قسم کی خیانت سے بچنے کی ہدایت دی۔ مردوں اور عورتوں کے کثرت سے پھیلنے کے ذکر سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ مرد

اور عورت کا یہ تعلق جس سے نسل انسانی نے ترقی کرنی ہے کس قسم کا ہو آیا حیوانوں کی طرح یہ ایک دوسرے سے مل لیا کریں یا اس کے لئے کسی قاعدہ کی پابندی ضروری ہے۔ سو بتایا کہ ان دونوں کا یہ تعلق شتر بے مہار کی طرح آزاد نہیں ہونا چاہیئے بلکہ شریعت کے قوانین اور اس کی ہدایات کے ماتحت یہ دونوں نکاح کی سلک میں منسلک ہو جائیں پھر یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ نکاح کن عورتوں کے ساتھ ہو سو اس کے متعلق مفصل ہدایت یہ دی کہ قومی مفاد کی خاطر اول یتیم لڑکیوں اور بیوگان سے نکاح کرو کیونکہ وہ تمہاری توجہ اور عنایت کی اولین مستحق ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ ان شہداء کی یتیم اور بیوگان ہوں جنہوں نے دین اور قوم کی خاطر اپنی جانیں قربان کی ہوں ان کی یہ قربانی دوسرے مسلمانوں پر یہ اخلاقی فرض عائد کرتی ہے کہ وہ ان کی یتیم بچیوں اور بیوگان کی عزت اور عفت کی حفاظت کا سامان مہیا کریں اور یہ ان کے ساتھ شادی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے ہاں اگر ان بے کسوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے انصاف کا برتاؤ نہ کر سکو تو پھر دوسری عورتوں سے شادی کرو۔ درحقیقت تو ان الفاظ میں مسلمانوں کو یتامیٰ کے ساتھ شادی کرنے کی پُر زور ترغیب دلائی ہے اور انہیں خدا ترسی کا واسطہ دیتے ہوئے اور ان کی قومی غیرت کو ابھارتے ہوئے انہیں قومی مفاد کو مقدم رکھنے کی تلقین فرمائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شادی کرنے کا حکم دیتے ہوئے یتامیٰ کو مقدم اور عام عورتوں کو مؤخر رکھا ہے کیونکہ اس وقت کے حالات اسی کا تقاضا کرتے تھے پھر تعدد ازدواج کی جب اجازت دی تو اس ضمن میں حد بندی کی بھی ضرورت تھی سو اس کے متعلق یہ ہدایت دی کہ ایک وقت میں چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کی تمہیں اجازت نہیں، پھر مزید ہدایت یہ دی کہ تعدد ازدواج کی اجازت انصاف کی شرط کے ساتھ مقید ہے اگر تم ایک سے زائد بیویوں میں انصاف نہ کر سکو تو پھر ایک پر ہی اکتفا کرو۔

اس بات کا مزید ثبوت کہ آیت مذکورہ بالا میں یتامیٰ سے مراد یتیم لڑکیاں اور بیوہ عورتیں ہی ہیں اسی سورت کے رکوع ۱۹ سے ملتا ہے جیسا کہ فرمایا ویستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیھن وما یتلیٰ علیکم فی الکتاب فی یتامی النساء التی لا تؤتونھن ما کتب لھن وترغبون ان تنکحوھن والمستضعفین من الولدان ان تقوموا للیتامیٰ بالقسط یعنی عورتوں کے متعلق فتوے پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ انکے بارے میں تمہیں فتوے دے چکا ہے یہ فتوے سورۃ نساء رکوع ۱ کے الفاظ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ہی مذکور ہے۔ اس کے سوا قرآن میں اور کسی جگہ اس کا ذکر نہیں۔ اس آیت میں یتامیٰ کے ساتھ نساء کا لفظ زائد کر کے واضح کر دیا ہے کہ آیت، وان خفتم الا تقسطوا فی الیتامیٰ میں یتامیٰ سے مراد مطلق یتامیٰ نہیں بلکہ عورتوں میں سے جو یتامےٰ ہیں وہی مراد ہیں۔ پس جبکہ ایک طرف قرآن شریف آیت زیر بحث میں یفسر بعضہ بعضاً کے اصول کے ماتحت خود یتامیٰ کی تعیین عورتوں سے کرتا ہے۔ اور دوسری طرف ترتیب آیات بھی اسی پر دلالت کر رہی ہیں اور تیسری طرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تشریح بھی اسی کی وضاحت کر رہی ہے تو ان تین ثبوتوں کے بعد یہ کس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ آیت زیر بحث کا تعلق حقوق یتامیٰ کی حفاظت کے ساتھ ہے۔ پس جب اس کا تعلق حقوق یتامےٰ کے ساتھ نہ رہا تو اس بناء پر تعدد ازدواج کو کس طرح ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے۔

عملی آیات کے متعلق اس بات کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں خصوصاً اور بعد میں عموماً مسلمانوں کا کیا عمل درآمد رہا ہے خود نبی کریمؐ نے جس قدر شادیاں کی ہیں وہ سب کی سب ایسی عورتوں سے کی ہیں جن کے ساتھ کوئی یتیم بچہ نہ تھا۔ مدینہ آنے کے بعد آنحضورؐ کی بیشتر شادیاں بیوہ عورتوں سے ہوئی ہیں۔ آنحضورؐ کا یہ عمل بھی بتلا رہا ہے کہ یتامیٰ سے مراد بیوہ عورتیں بھی ہیں اور آنحضورؐ کا یہ عمل آیت کے صحیح مفہوم کو بھی متعین کر رہا ہے اور وہ وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے۔ نبی کریم صلعم تو قرآنی آیت پر عمل کرنے کے لئے ہر وقت بے تاب رہتے تھے اگر زیر بحث آیت کا وہی منشاء ہوتا جو سوال میں مذکور ہے تو نبی کریمؐ اول المومنین ہونے کی حیثیت سے سب سے پہلے اس مفہوم کے مطابق عمل کرتے۔ حالانکہ آپؐ نے بیوگان سے تو شادیاں کیں لیکن کسی ایک بھی ایسی بیوہ سے شادی نہیں کی جو اپنے ساتھ بچے رکھتی ہو اس لئے تعدد ازدواج کا یہ مفہوم مراد لینا کہ صرف ان بیوگان سے شادی ہو سکتی ہے جن کے ساتھ یتیم بچے ہوں رسول کریم صلعم کے عمل سے ہی باطل ہو جاتا ہے۔

نبی کریمؐ کے بعد صحابہ کبارؓ کا نمونہ بھی ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔ ان کی زندگیوں میں بھی ہمیں سوال میں مذکورہ مفہوم کے مطابق عمل نظر نہیں آتا یعنے جلیل القدر صحابہ نے بھی دوسری شادی کے وقت اس امر کو ہمیشہ ملحوظ نہیں رکھا کہ صرف ایسی عورتوں سے شادی کریں جن کے ساتھ یتیم بچے ہوں۔

پھر صحابہ کرامؓ کے بعد عام طور پر مسلمانوں میں

بھی اس کی پابندی نظر نہیں آتی۔ اگر کثرت ازدواج کا تعلق لازمی طور پر حفاظت حقوق یتامیٰ سے قرار دیا جائے۔ تو تمام ایسے نکاح جن میں یہ امر ملحوظ نہیں رکھا گیا خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دینے پڑیں گے اور اس کا جو نتیجہ نکل سکتا ہے اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جنگ کے زمانہ میں یتیم لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی قوم میں کثرت ہو جاتی ہے اور یہ حالت قوم کی غیر معمولی حالت ہوتی ہے اس لئے قومی مفاد تقاضا کرتے ہیں کہ شادی کے وقت ان کو مقدم کیا جائے اسی لئے قرآن میں شادی کی اجازت دیتے ہوئے ایسی ہی عورتوں کو مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ اس وقت مسلمانوں کو جنگیں درپیش تھیں اور مردوں کے شہید ہو جانے کی وجہ سے عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہو رہے تھے اور ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا ورنہ عام حالات میں اس قسم کی تقدیم و تاخیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عام حالات میں یتامیٰ اور غیر یتامیٰ کی کوئی قید نہیں مسلمان جس سے چاہے شادی کر سکتا ہے خواہ ایک سے کرے یا زیادہ سے کرے اور اسی کے مطابق مسلمانوں نے عمل کیا ہاں انصاف کی پابندی ہر دو صورتوں میں ضروری ہے اسی لئے صاف کہہ دیا کہ اگر تم اپنے اندر انصاف سے کام لینے کی ہمت نہیں پاتے تو پھر ایک پر ہی اکتفا کرو۔ شریعت میں بعض قومی مفاد اور انفرادی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے۔ لیکن صنف نازک کے حقوق کی نگہداشت اور اس کے ساتھ پورے پورے انصاف کو اس قدر ضروری قرار دیا ہے کہ اگر ان دونوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو قومی مفاد اور انفرادی ضروریات کو بھی پس پشت ڈال کر انہیں قربان کر دینے کا حکم دیا ہے لیکن حقوق نسواں پر آنچ آنے کو برداشت نہیں کیا۔

سوال نمبر ۲ کیا آپ کے نزدیک یہ لازمی ہونا چاہیئے کہ عقد ثانی کا ارادہ رکھنے والا شخص عدالت سے اجازت حاصل کرے؟

جواب نمبر ۲ اگرچہ شرعًا تو یہ لازمی نہیں لیکن حکام کے لئے شریعت کا یہی حکم ہے کہ کمزوروں کے حقوق کی پوری طرح حفاظت کریں اور طاقتوروں کو ان کے حقوق پامال کرنے کا موقعہ نہ دیں۔ اگر وہ پامال کرتے ہوئے نظر آئیں تو ان کے ہاتھ کو ظلم سے روکیں اور ایسے ظالم طاقتوروں سے کمزوروں کو ان کے حقوق دلوائیں۔

ہمارے موجودہ زمانہ میں مرد جو عورت کے مقابل قوی اور طاقتور ہیں بالعموم دوسری شادی کی صورت میں پہلی بیویوں کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں صرف حقوق کو ہی پامال نہیں کرتے بلکہ انکو دیگر مختلف مظالم کا بھی نشانہ بناتے رہتے ہیں اور شریعت انصر اخاک ظالمًا او مظلومًا کے الفاظ میں ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی تلقین فرماتی ہے۔ جس کی تشریح نبی کریم صلعم سے یہی مروی ہے کہ ظالم کی مدد سے مراد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی مدد سے مراد یہ ہے کہ اس سے ظلم کو دور کیا جائے اس لئے حکومت پر لازمی ہے کہ اُن مسلمان مردوں پر جو پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرنا چاہیں اسی طرح بطور سزا یہ قید لگا دے کہ وہ عدالت سے اجازت حاصل کئے بغیر دوسری شادی نہیں کر سکتے جس طرح حضرت عمرؓ نے ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے والے کی تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں بلکہ بطور سزا تین ہی طلاقیں قرار دے دی تھیں اور رجوع کی اجازت سے جو شریعت نے محض اسی کی سہولت کے لئے انہیں عطا کی تھیں محروم کر دیا۔ اور یہ سزا ایسے آدمی کے لئے جو شریعت کی اجازت سے کھیلتا ہے اور اسے غلط طور پر استعمال کرتا اور اس کے اس ارشاد کو پس پشت ڈالتا ہے جس میں بیویوں کے ساتھ انصاف کی تاکید کی گئی ہے کوئی بڑی سزا نہیں۔ البتہ حکومت کے لئے ضروری ہے کہ دوسری شادی کی ضرورتوں کی فہرست بھی ساتھ ہی شائع کر دے تاکہ عدالت کو فیصلہ کرتے وقت آسانی ہو۔

سوال نمبر ۳ کیا آپ کے نزدیک یہ قانون ہونا چاہیئے کہ عدالت یہ اجازت اس وقت تک نہیں دے سکتی جب تک اسے یہ اطمینان نہ ہو کہ درخواست دہندہ دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کی اس معیار زندگی کے مطابق کفالت کر سکتا ہے جس کے وہ عادی ہیں؟

جواب نمبر ۳۔ ایسا قانون ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم کی تین آیتوں سے اس کی تائید ملتی ہے۔ اوّل تو سورۃ نساء کے رکوع اول کی ہی آیت ہے جس میں ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ذالك ادنیٰ ان لا تعولوا یعنی ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا تمہیں یہ فائدہ ہوگا کہ اگر ایک طرف تم بے انصافی کر کے خدا تعالےٰ کی نافرمانی کے گناہ سے محفوظ رہو گے تو دوسری طرف غریب ہونے سے بھی بچے رہو گے اور زیادہ عیال کے بوجھ سے بھی محفوظ رہو گے۔ دوسری آیت جس سے ایسا قانون بنانے کا جواز نکل سکتا ہے سورۃ نور رکوع ۴ کی آیت ہے ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحًا حتیٰ یغنیھم اللہ من فضلہ یعنی وہ لوگ جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے وہ اس وقت تک اپنی عفت کی حفاظت کرتے ہوئے انتظار کریں جب تک کہ اللہ ان کو غنی نہ کر دے جب ایک بیوی سے نکاح کرنے کے لئے غنی ہونے تک انتظار کرنے کا حکم ہے تو ایک سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں لانے کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کا انتظار کرنا چاہیئے پہلے نکاح کے وقت تو بالعموم لڑکی یا اس کے گارڈین اس بات کی تسلی کر لیتے ہیں کہ خاوند بیوی کے اخراجات کا کفیل ہو سکتا ہے یا نہیں لیکن دوسری شادی کے وقت تو حکومت ہی اس بات کو دیکھ سکتی ہے خود شادی کرنے والے یا لڑکی دینے والے تو اس وقت اندھے ہو چکے ہوئے ہوتے ہیں۔ تیسری سورہ نساء رکوع ۴ کی مندرجہ ذیل آیت ہے ومن لم یستطع منکم طولًا ان ینکح المحصنٰت المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات اس آیت میں صاف ہدایت دی کہ اگر تمہاری مالی حالت اتنی کمزور ہے کہ تم آزاد مومن عورت سے شادی نہیں کر سکتے تو پھر مومن لونڈی سے ہی کر لو اس آیت سے بھی پتہ لگتا ہے کہ شادی کے وقت مالی حالت کا جائزہ لینا ضروری ہے

سوال نمبر ۴ کیا یہ قانون ہونا چاہیئے کہ دوسری شادی کرنے والے کی کم از کم نصف تنخواہ پہلی بیوی اور اس کی اولاد کو عدالت دلوائے؟

جواب نمبر ۴ قانون یہ ہونا چاہیئے کہ عدالت دوسری شادی کی اجازت دیتے وقت مرد کی آمد سے مرد کی ضروریات اور اس کی دیگر ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے مناسب رقم الگ کر کے باقی ماندہ آمد میں سے بیوی اور ہر بچہ کے خرچ کے لئے آمد کا ایک مناسب حصہ مقرر کر دے یعنی بیوی کے لئے باقی ماندہ آمد کا ایک معین حصہ مقرر کر دیا جائے۔ اسی طرح ہر بچہ کے لئے بھی اس آمد میں سے ایک حصہ مقرر کر دیا جائے تا جس بیوی کے جتنے بچے ہوں اتنے حصے وہ اپنے بچوں کے لئے لیتی رہے اس طرح آمد کی کمی بیشی کے وقت تقسیم میں کسی قسم کی دقت پیدا نہیں ہوگی۔

سوال نمبر ۵ اور جو لوگ تنخواہ دار نہیں بلکہ دوسرے ذرائع آمدنی رکھتے ہیں اُن سے عدالت ضمانت لے کہ وہ اپنی آمدنی کا کم از کم نصف حصہ پہلی بیوی اور اس کی اولاد کو دیتے رہیں گے؟

جواب نمبر ۵ عدالت ضمانت بے شک لے لیکن تقسیم آمد اسی طرح ہو جس طرح سوال نمبر ۴ میں مذکور ہے۔

مہر

سوال نمبر ۱ کیا آپ کے نزدیک یہ قانون بن جانا چاہیئے کہ معاہدہ ازدواج میں جو مہر مقرر کیا گیا ہے خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کثیر کیوں نہ ہو وہ شوہر کے لئے واجب الادا ہے؟

جواب نمبر ۱ ہاں ایسا قانون ہونا چاہیئے لیکن اس کا نفاذ گذشتہ نکاحوں پر نہ ہو بلکہ صرف ان نکاحوں پر ہو

جو قانون بننے کے بعد باندھے جائیں۔ قبل کے نکاحوں میں مہر کا فیصلہ ہر مقدمہ کے حالات کو مدنظر رکھ کر کیا جائے۔

سوال نمبر ۲۔ کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ مطالبۂ مہر کے لئے از روئے قانون کسی مدت کی تحدید نہ ہو؟

جواب نمبر ۲۔ شریعت کی رو سے مہر اگر نکاح کے وقت ادا نہیں ہوا تو یہ مرد کے ذمہ قرض ہے جس کا قرض خواہ یعنی بیوی ہر وقت مطالبہ کر سکتی ہے اس لئے قانون کی رُو سے مطالبہ مہر کے لئے کسی مدت کی تحدید نہیں ہونی چاہیئے۔

سوال نمبر ۳۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر نکاح نامے میں ادائے مہر کی صورت کا کوئی تعین نہ ہو تو نصف مہر معجل (عند الطلب) اور نصف دیگر مؤجل (بعد انفساخ نکاح یا وفات شوہر یا بصورت طلاق) شمار ہو؟

جواب نمبر ۳۔ اس کا جواب نمبر ۲ میں آ گیا یعنی مہر درحقیقت سب کا سب معجل ہی ہوتا ہے۔ ہاں وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة (اگر مقروض تنگدست ہے تو اس کو کشائش تک مہلت دی جائے) کی تعمیل میں حکومت ادائیگی مہر کے لئے مناسب صورت معین کر سکتی ہے۔

حضانت

سوال نمبر ۱۔ موجودہ قانون کی رُو سے بچوں کی حضانت کا حق ماں کو خاص عمروں تک حاصل ہے یعنی لڑکا ہو تو سات سال اور لڑکی ہو تو بلوغ تک حضانت کے لئے عمروں کا یہ تعین نہ قرآن میں ہے اور نہ کسی حدیث میں بلکہ یہ بعض فقہا کا اجتہاد ہے۔ کیا آپ کے نزدیک اس میں کوئی ترمیم ہو سکتی ہے؟

جواب نمبر ۱۔ اس تعیین میں حالات کے تقاضے کے ماتحت حکومت ترمیم کر سکتی ہے۔ نبی کریم صلعم کے سامنے ایک مقدمہ آیا تھا آنحضور نے لڑکے کو کہا کہ باپ اور ماں دونوں میں سے جس کے ساتھ تم جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔ وہ لڑکا ماں کے ساتھ چلا گیا۔ (دیکھو مشکوٰۃ کتاب الحضانۃ)۔

بیوی بچوں کا گذارہ

سوال نمبر ۱۔ کیا آپ اس تجویز کے حق میں ہیں کہ کوئی شوہر کسی معقول وجہ کے بغیر بیوی کو گذارہ نہ دے تو بیوی کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ خاص "ازدواجی عائلی عدالت" میں اس پر دعوےٰ دائر کر سکے؟

جواب نمبر ۱۔ ہاں اس تجویز کے حق میں ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ موجودہ کریمنل پروسیجر کوڈ (ضابطہ فوجداری) کی دفعہ ۴۸۸ کے مطابق بیوی عدالت فوجداری میں نفقہ کا دعوےٰ کر سکتی ہے لیکن عدالت فوجداری زیادہ سے زیادہ سو روپے ماہانہ دلوا سکتی ہے۔ کیا آپ اس مقدار کے اضافے کے حق میں ہیں؟

جواب نمبر ۲۔ اب قانون یہ ہونا چاہیئے کہ بیوی ازدواجی اور عائلی عدالت میں دعوےٰ کرے۔ باقی رہا نفقہ کی تعیین سو وہ خاوند کی مالی حالت اور خاندانی معیار زندگی کے مطابق معین کی جائے۔

سوال نمبر ۳۔ کیا آپ اس تجویز کے حق میں ہیں کہ ایک بیوی گذشتہ تین سال تک کے نفقے کا مطالبہ کر سکے؟

جواب نمبر ۳۔ عورت کو اس وقت سے نفقہ دیا جائے جب سے خاوند نے نفقہ بند کیا ہوا ہے اس قانون کا بار بار اعلان ہوتے رہنا چاہیئے تا عورتوں کو اپنے اس حق کا اچھی طرح علم ہو جائے کہ وہ ساری مدت کے نفقہ کے لینے کی حقدار ہیں اور مردوں کو بھی اس کا علم ہو جائے کہ جتنا عرصہ وہ نفقہ نہیں دیں گے اس تمام عرصہ کی رقم انہیں لازماً ادا کرنا پڑے گی تا وہ ساتھ ساتھ ہی ادا کرتے جائیں۔

سوال نمبر ۴۔ کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر بیوی نے نکاح نامے میں معیار نفقہ کے متعلق خاص شرط لکھوائی ہو تو اسے محض مدت عدت تک ہی نہیں بلکہ مدت مشروط تک نفقہ ملے؟

جواب نمبر ۴۔ شرط کا ایفا ضروری ہے بشرطیکہ وہ خلاف شریعت نہ ہو یہ شرط خلاف شریعت نہیں۔

تولیت املاک

سوال نمبر ۱۔ کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ باپ کی عدم موجودگی میں عدالت ماں کو بچوں کی املاک کی متولیہ قرار دے بشرطیکہ عدالت کے نزدیک اس کا تقرر بچوں کی بہبود اور املاک کے تحفظ کے منافی نہ ہو؟

جواب نمبر ۱۔ متفق ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ کیا آپ یہ قانون بنانے کے حق میں ہیں کہ نابالغوں کی املاک کے متولی کو یہ اختیار حاصل نہ ہو کہ وہ عدالت کی اجازت کے بغیر املاک کو فروخت یا رہن کر سکے؟

جواب نمبر ۲۔ ہاں ہم ایسا قانون بنانے کے حق میں ہیں۔

وراثت اور وصیت

سوال نمبر ۱۔ کیا آپ اس تجویز کے حق میں ہیں کہ اگر پاکستان کے کسی حصے میں ابھی تک وراثت اور وصیت کے بارے میں شرعی قوانین پر عمل نہیں ہو رہا تو بلا تاخیر ایسا قانون وضع کیا جائے کہ اس بارے میں شرعی قوانین ہر حصہ ملک پر عائد ہوں؟

جواب نمبر ۱۔ ہاں ہم اس تجویز کے حق میں ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ موجودہ قانونی ضابطے کی پیچیدگی کے پیش نظر عورتوں کی مجبوریوں کو رفع کرنے کے لئے کیا آپ اس تجویز کے حق میں ہیں کہ جب کبھی وراثت کے معاملے میں عورت مدعیہ ہو تو معمولی سول کورٹ اس کا مقدمہ تعجیلت انفصال کے لئے ازدواجی عائلی عدالت میں منتقل کر دے؟

جواب نمبر ۲۔ سول کورٹ میں دعوےٰ دائر کرنے کی بجائے شروع سے ہی عورت ازدواجی اور عائلی عدالت میں ہی دعوےٰ دائر کرے۔

سوال نمبر ۳۔ کیا قرآن کریم میں کوئی نص صریح موجود ہے یا کسی صحیح حدیث میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ یتیم پوتے پوتی یا نواسے نواسی کو بہر حال محروم الارث کر دیا جائے؟

جواب نمبر ۳۔ قرآن کریم اور حدیث صحیح میں ان الفاظ میں تو کوئی نص موجود نہیں جو سوال میں مندرج ہیں لیکن قرآن کریم اور حدیث صحیح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیٹوں کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہو سکتے اور اسی پر اُمت کا آج تک عمل رہا ہے اور تمام آئمہ اسی پر متفق چلے آ رہے ہیں۔

سوال نمبر ۴۔ کیا ایسا قانون بنانا جائز ہو گا کہ ایک مسلمان کسی جائداد کو کسی کے نام اس شرط پر منتقل کر دے کہ جسے منتقل کی گئی ہے اس کی وفات کے بعد وہ جائداد منتقل کرنے والے یا اس کے ورثاء کی طرف عود کر آئے گی؟

جواب نمبر ۴۔ اگر منتقل کرتے وقت اس شرط کے ساتھ انتقال کیا گیا ہے کہ جس کی طرف جائداد منتقل کی گئی ہے وہ صرف اپنی زندگی تک اس جائداد سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے تو اس کی موت کے بعد وہ جائداد منتقل کرنے والے یا اس کی موت کی صورت میں اس کے ورثاء کی طرف لوٹ آئے گی ایسا ہی بخاری اور مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اس قسم کے انتقال کا نام حدیث میں عمری رکھا گیا ہے اور عمری کے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں:—

عن جابر رض عن النبی صلعم قال ان العمری التی اجاز رسول اللہ صلعم ان یقول ھی لك ولعقبك فاما اذا قال ھی لك ما عشت فانھا ترجع الی صاحبھا متفق علیہ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب العطایا یعنی حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ عمری جس کی نبی کریم صلعم نے اجازت دی ہے یہ ہے کہ جائداد منتقل کرنے والا شخص اس شخص کو جس کی طرف اس نے منتقل کی ہے یہ کہے کہ یہ تیرے لئے اور تیری اولاد کے لئے ہے اور اگر وہ اسے یہ کہے کہ یہ جائداد صرف تیرے لئے اس وقت تک ہے جب تک تو زندہ

رہے تو پھر وہ جائداد اس کی موت کے بعد اصل مالک کی طرف لوٹ جائے گی۔

سوال نمبر ۵۔ کیا آپ کی رائے میں وقف علی الاولاد ایکٹ ۱۹۱۳ء میں بغرض اصلاح اس ترمیم کی ضرورت ہے کہ وقف شدہ جائداد کے اضافۂ قیمت یا دیگر مفاد کی خاطر باجازت عدالت اسے فروخت یا تبدیل کیا جائے یا کسی اور مفید طریق پر عمل ہو سکے؟

جواب نمبر ۵۔ ہاں ترمیم کی ضرورت ہے۔

انفساخ نکاح بذریعہ عدالت

سوال نمبر ۱۔ قانون انفساخ نکاح کے سیکشن (۲) میں جو وجوہ انفساخ درج ہیں کیا آپ کے نزدیک ان میں اضافے یا کمی کی ضرورت ہے؟

جواب نمبر ۱۔ قانون انفساخ نکاح سیکشن (۲) میں درج شدہ وجوہ انفساخ کے متعلق ہماری مندرجہ ذیل رائے ہے

سیکشن نمبر ۲ کلاز نمبر ۱

چار سال کی مدت فقہاء نے اپنے زمانے کے حالات کو مدنظر رکھ کر مقرر کی ہے۔ قرآن اور حدیث میں مدت کی کوئی تعیین نہیں۔ تعیین کو شریعت نے حالات زمانہ پر چھوڑا ہے۔ فقہاء نے مختلف مدتیں مقرر کی ہیں۔ کم سے کم چار سال کی مدت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ مدت بھی ذرائع آمد و رفت اور ذرائع خبر رسانی کی قلت کو مدنظر رکھ کر مقرر کی گئی ہے موجودہ زمانہ میں حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ ہر شخص بڑی آسانی سے اور نہایت قلیل وقت میں اپنے جائے قیام وغیرہ سے اطلاع دے سکتا ہے۔ اس لئے چار سال کی مدت کو بھی کم کر دینا چاہیئے اول تو ایک سال کی مدت ہی کافی ہے ورنہ زیادہ سے زیادہ دو سال انتظار کیا جا سکتا ہے سوائے جنگ کے قیدیوں کی صورت میں۔ اس عرصہ میں حکومت کی طرف سے اخباروں اور ریڈیو وغیرہ پر مناسب وقفوں کے بعد اعلان بھی ہوتا رہنا چاہیئے۔ کہ اگر فلاں شخص فلاں وقت تک حاضر نہیں ہوگا یا اپنی اطلاع نہیں بھجوائے گا تو اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی عورت کے گذارہ کا معقول انتظام بھی حکومت کے ذمہ ہوگا یعنی اس کے گذارہ کے لئے اگر کوئی اور صورت نہیں تو حکومت یا اسے وظیفہ دے یا اس کے حالات کے مطابق اسے کوئی مناسب کام مہیا کرے۔

ڈگری حاصل کرنے کے بعد عورت چار ماہ اور دس دن عدت کے اور ایک ماہ اور بیس دن زائد یعنی کل چھ ماہ مزید انتظار کرے اس کے بعد وہ دوسری شادی کرنے کی مجاز ہوگی۔ البتہ اگر شادی کرنے سے قبل اس کا خاوند آ جائے اور وہ عدالت کو یقین دلا دے کہ آئندہ وہ اپنی بیوی کے تمام حقوق ادا کرے گا تو پہلی ڈگری کو منسوخ کر دیا جائے۔

کلاز نمبر ۲ و نمبر ۴ کو اس طرح ترمیم کیا جائے کہ اگر خاوند باوجود قدرت رکھنے کے اپنی بیوی کو نفقہ اور حقوق زوجیت سے محروم رکھتا ہے تو نوٹس کے بعد عورت کو حق دیا جانا چاہیئے کہ وہ اپنا نکاح فسخ کرا سکے لیکن اگر بعض قابل قبول مجبوریوں کی بناء پر خاوند نفقہ وغیرہ مہیا کرنے کا انتظام نہیں کر سکتا تو عدالت اسے مناسب مہلت دے سکتی ہے۔ اگر اس کے بعد بھی ناکام رہے تو عورت کی درخواست پر نکاح فسخ کر دیا جائے مہلت کے زمانہ میں عورت کے گذارہ کی کوئی معقول صورت پیدا کرنا حکومت کا فرض ہے اسی طرح اگر خاوند بوجہ نامرد ہونے کے حقوق زوجیت کو ادا نہیں کر سکتا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے تا وہ اپنا علاج کرا سکے۔ اگر اس مدت میں اسے شفا حاصل نہیں ہوتی یا ڈاکٹر اور طبیب مایوسی کا اظہار کر دیں تو پھر نکاح فسخ کر دیا جائے۔ لیکن وہ اگر یقین دلائیں کہ سال سے کچھ زیادہ عرصہ اس کی مرض کے دور ہونے میں صرف ہوگا تو اتنی مدت تک انتظار کیا جائے۔ اس مدت میں بھی اگر کامیابی نہ ہو تو پھر نکاح فسخ کر دیا جائے۔ لیکن اس تمام عرصہ میں خاوند عورت کے دوسرے حقوق یعنی نان و نفقہ وغیرہ کا ذمہ دار ہوگا۔

کلاز نمبر ۳ کے متعلق جواب سوال نمبر ۲ کے جواب میں ملاحظہ ہو۔

کلاز نمبر ۴ کا جواب کلاز نمبر ۲ و نمبر ۴ کے جواب میں آ چکا ہے۔

کلاز نمبر ۶ میں یہ ترمیم کی جائے کہ جنون ہونے کی صورت میں تو دو سال تک انتظار کیا جائے اگر اس عرصہ میں صحت نہ ہو تو نکاح فسخ کر دیا جائے لیکن دوسری دو بیماریوں کی صورت میں دو سال کی مہلت تو دی جائے لیکن عورت کو مرد سے علیحدہ رکھا جائے۔

کلاز نمبر ۷ نابالغ کا نکاح خواہ والدین سے کیا ہو یا کسی اور گارڈین نے اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ عورت بالغ ہونے کے بعد اس کے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار نہ کر دے۔ اگر وہ انکار کر دے تو وہ نکاح باطل قرار پائے گا۔ بالغ ہونے کے بعد عورت کو سوچنے اور غور کرنے کے لئے کم از کم چھ ماہ کا عرصہ ملنا چاہیئے۔ پندرہ اور اٹھارہ سال کی عمر کی قید کی کوئی ضرورت نہیں۔

کلاز نمبر ۸ کے ساتھ اتفاق ہے۔ عدالت بعد از تحقیق اگر خاوند کو ظالم پائے تو ضرور نکاح فسخ کر دے۔ اس کے تمام سب کلاز سے اتفاق ہے۔ کلاز نمبر ۹ سے اتفاق ہے۔ لیکن شادی کو باطل قرار دینے کی جو وجوہ درج کی گئی ہیں ان میں نابالغ کے لئے جو سات سال سے کم عمر کی قید لگائی گئی ہے وہ بے ضرورت ہے مطلق نابالغ کی قید کافی ہے۔ دوسرے وہ شادی باطل قرار دی جائے گی جس میں لڑکی کے والد یا دیگر شریعت کے مقرر کردہ گارڈین کی رضامندی حاصل نہ کی گئی ہو یا لڑکی اور والد یا گارڈین میں اختلاف کی صورت میں حکومت کی رضامندی حاصل نہ کی گئی ہو۔

اس کلاز کے نمبر ۱ میں جو میاں بیوی کی موجودگی کی شرط لگائی گئی ہے وہ درست نہیں۔ بعض حالات میں وہ ایک دوسرے سے اتنے دور ہوتے ہیں کہ ان کا جمع ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے تحریر یا وکیل کے ذریعہ ...... یعنی انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

شادی کو باطل قرار دینے کے لئے جو وجوہ درج ہیں ان میں سے الف میں حنفی مذہب پر عمل ہونا چاہیئے۔ ب سے ج تک شقوں سے اتفاق ہے۔ البتہ شق ۲ میں دو بہنوں کے ساتھ بیوی کی پھوپھی اور خالہ کو بھی زائد کیا جائے۔

نمبر ۳ سے کلیتہً اتفاق نہیں۔ اگر خاوند مرتد ہو جاتا ہے تو نکاح فوراً توڑ دینا چاہیئے کیونکہ اسلام کی رو سے کسی مسلمان عورت کا کسی غیر مسلم سے نکاح جائز نہیں لیکن اگر بیوی اسلام چھوڑ دے تو اگر وہ کسی اہل کتاب کے مذہب کو اختیار کرتی ہے تو وہ اسلام کی رو سے مسلمان مرد کی بیوی رہ سکتی ہے اس لئے اس کے ارتداد سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا نئے نکاح کی ضرورت نہیں پہلا نکاح ہی ازدواجی تعلقات کو قائم رکھنے کے لئے کافی ہے نبی کریم صلعم نے بعض ایسے نکاحوں کو بھی قائم رکھا ہے جو حالت کفر میں ہوئے تھے تو حالت اسلام میں ہونے والے نکاح کس طرح ٹوٹ سکتے ہیں؟

نمبر ۴ اگر وہ شرط ایسی ہے جسے دوبارہ پورا کیا جا سکتا ہے تو نکاح فسخ قرار دینے سے قبل عدالت خاوند کو اس شرط کے پورا کرنے کی طرف توجہ دلائے اگر وہ پورا کر دے تو پھر نکاح کو فسخ قرار دینے کی ضرورت نہیں ورنہ فسخ قرار دیا جائے۔ مثلاً عورت نے اگر یہ شرط لکھوائی ہوئی ہے کہ اس کا خاوند دوسری شادی نہیں کرے گا اور وہ اس شرط کے خلاف دوسری شادی کر لیتا ہے تو اگر وہ توجہ دلانے پر دوسری بیوی کو طلاق دے دیتا ہے تو نکاح اول فسخ نہیں کرنا چاہیئے۔

نمبر ۵ بیوی کو اس قسم کا اختیار منتقل کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہونی چاہیئے یہ شریعت اسلامیہ کی سپرٹ کے بالکل منافی ہے۔ اگر اس کی حوصلہ افزائی کی گئی تو خانگی زندگی کی خوشگواری اور اس کا استحکام ہر وقت خطرہ میں رہے گا۔

ہفت روزہ پیغام صلح —— اداریہ —— مورخہ ۲۲ر فروری ۱۹۵۶ء

مسلمان کون ہے؟

پچھلے دنوں پاکستان کی مجلس دستور ساز میں یہ سوال خاص طور پر معرض بحث میں لایا گیا کہ مسلمان کسے کہتے ہیں یا مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ یہ سوال مجوزہ دستور کی ایک خاص دفعہ پر بحث کرتے ہوئے اٹھایا گیا جس میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ پاکستان کا صدر ہمیشہ مسلمان رہے گا اور کوئی غیر مسلم اس عہدہ جلیلہ پر فائز نہ ہو سکے گا، دوران بحث میں مسٹر ظہیر الدین (ایک بنگالی ممبر) نے فسادات پنجاب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا کہ اس عدالت میں جب جج نے آٹھ بڑے بڑے علماء سے مسلمان کی تعریف پوچھی تو ان میں سے ہر ایک بیان دوسرے سے مختلف تھا، اس بنا پر انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دستور ساز اسمبلی کو چاہیئے کہ مسلمان کی تعریف پیش کرے، کیونکہ پاکستان میں سنی، شیعہ وہابی اور قادیانی، رہتے ہیں اور ان میں سے بعض دوسروں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔

کس قدر شرمناک بات ہے، کہ وہ دین جس کے ماننے والے ایک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں ایک ہی قرآن کو کتاب اللہ یقین کرتے ہیں، ایک ہی رسول کے قائل ہیں، ایک ہی جیسی نماز پڑھتے ہیں، روزہ، حج اور زکوٰۃ سب کے ایک ہی ہیں، وہ آج پونے چودہ سو سال بعد فیصلہ نہیں کر سکتے کہ مسلمان کون ہے؟۔ آج سے چند سال پہلے ہم ہندوؤں کو یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ ہندو کی کوئی جامع اور مانع تعریف نہیں ہو سکتی، کیونکہ خدا کو ماننے والے بھی ہندو ہیں اور نہ ماننے والے دیو سماجی بھی ہندو ہیں تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو ماننے والے سناتن دھرمی بھی ہندو ہیں اور بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت کرنے اور ایک ہی خدا کے قائل آریہ سماجی بھی ہندو ہی کہلاتے ہیں۔ گائے کی پوجا کرنے والے بھی ہندو ہیں اور گائے کو معبود نہ ماننے والے بھی ہندو ہی ہیں الغرض ایسے مختلف ادیان و مذاہب ہندوؤں کے اندر پائے جاتے ہیں، جن سے پیش نظر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندو کسے کہتے ہیں لیکن مسلمانوں نے باوجودیکہ ان کے دین کی ہر بات میں سب تمام فرقوں کا اشتراک پایا جاتا ہے، صرف چند فروعی اختلافات ہیں، جن کا بنیادی امور سے کوئی تعلق نہیں، تاہم وہ ایک دوسرے کو کافر کہنے پر تلے ہوئے ہیں، اور مسلمان کی تعریف کو ایک پیچیدہ اور مشکل مسئلہ بنا دیا ہوا ہے، حالانکہ حضرت بانئے اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا مرتبہ متعدد پیرایوں میں یہ واضح کر دیا تھا، کہ مسلمان کون ہے؟ اور اسے اسلام سے کسی طرح بھی خارج نہیں کیا جا سکتا، آپ نے اسلام کا سب سے بڑا معیار کلمۂ شہادت قرار دیا...... جس میں توحید الٰہی اور رسالت محمدیہ کا اقرار ہے، یہی کلمہ ان تمام مسلمان فرقوں کے دین کا معیار ہے اور ہر فرقہ کسی غیر مسلم کو مسلمان کرتے وقت یہی کلمہ اسے پڑھاتا ہے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا:-

"جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہے، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے۔ ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے، خدا اور رسول کی حفاظت اس کے لئے ہے، خدا اور رسول کی اس ذمہ داری کی تحقیر مت کرو۔"

کیا مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا ہے جو رسول کریم کی نماز نہیں پڑھتا، رسول کریم کے قبلہ کی طرف منہ نہیں کرتا، اور اس ذبیحہ کو نہیں کھاتا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز اور حلال قرار دیا ہے، پھر کس قدر شرمناک بات ہے کہ ایک دوسرے کو کافر قرار دے کر خدا اور رسول کی دی ہوئی حفاظت کی تحقیر کی جاتی ہے اور مسلمان کی اس تعریف کے ہوتے ہوئے جو اس حدیث میں کی گئی ہے اس سوال کا جواب دینا آج مشکل ہو رہا ہے کہ مسلمان کون ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک مسلمان کی تعریف آسان کر دی تھی کہ اس برسر جنگ گروہ کو بھی جس نے صبانا صبانا (ہم نے مذہب بدل لیا) کہہ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ مسلمان ہی ٹھہرایا اور انہیں قتل کرنے والے خالد بن ولید کو ملزم قرار دیا کہ جب وہ صبانا کہہ کر اعلان اسلام کر رہے تھے تو تم نے انہیں قتل کیوں کیا، گو فطرت یہ لوگ ہیں کہ ان کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلتا ہے کہ ہم نے مذہب بدل لیا، یہ بھی نہیں کہا کہ ہم مسلمان ہو گئے اور نہ کلمہ شہادت پڑھا لیکن خدا کا نبی انہیں صرف مذہب بدل لینے کے اعلان پر مسلمان قرار دیتا ہے، اور آج یہ حالت ہے کہ ان لوگوں کو جو نہ صرف مسلمان ہونے کے مدعی ہیں اور کلمہ بھی پڑھتے ہیں، بلکہ تمام احکام دین بجا لاتے اور دین کے رستہ میں قربانیاں دیتے اور اسلام کو دنیا میں پھیلاتے ہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے اور اس طرح دنیا پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اسلام وہ مذہب ہے جس کے ماننے والے یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ مسلمان کون ہے؟......

...... حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ارشاد ہے کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو، اس کو بھی کافر نہ کہا جائے، لیکن حیرت ہے کہ امام ابو حنیفہ کے ماننے والے آج سو فیصدی اسلام رکھنے والوں کو بھی دھکے دے دے کر اسلام سے باہر نکال رہے ہیں..........

لیکن یہیں تک نہیں خود اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ جو شخص تم کو سلام علیکم کہتا ہے (بالفاظ دیگر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتا ہے) اس کو مت کہو کہ تو مومن نہیں۔ لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ خدا کی بتائی ہوئی مسلمان کی اس تعریف کو بھی پس پشت ڈال کر ہمارے علماء ایسے گورکھ دھندوں میں پھنس گئے ہیں، کہ مسلمان کی کوئی متفقہ تعریف ان سے بن نہیں پڑتی اور دستور ساز اسمبلی سے یہ درخواست کی جا رہی ہے کہ وہی مسلمان کی کوئی تعریف معین کر دے۔

مسٹر ظہیر الدین کی اس استدعا کی وجہ سے برطانوی اخبار لندن ٹائمز نے بھی نقل کیا ہے، تہ میں جو بھی جذبات کام کر رہے ہوں ہمیں ان سے کوئی غرض نہیں، نہ ہم اس بحث میں پڑنا چاہتے ہیں کہ مملکت کا سربراہ مسلم ہو یا غیر مسلم، ہم صرف ان کی استدعا کو جائز اور حق بجانب سمجھتے ہوئے مجلس دستور ساز کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ افتراق و انشقاق جو کفر سازی کی اس مشین سے پیدا ہوا ہے جو مسلمان علماء نے فتاویٰ تکفیر کی شکل میں قائم کر رکھی ہے، اس وقت تک مٹ نہیں سکتا جب تک پاکستان کے آئین میں مسلمان کی وہ تعریف داخل نہ کر دی جائے جو خدا اور رسول نے کی ہے۔ جب تک پاکستان کے آئین میں یہ بات شامل نہ کی جائے گی کہ ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مسلمان ہی سمجھا جائے گا اور اسے کافر قرار دینا قابل تعزیر جرم ہو گا، اس وقت تک وہ فتنہ جو کفر ساز علماء نے برپا کر رکھا ہے کبھی مٹ نہیں سکے گا۔ اور یہ وہ فتنہ ہے جو نہ صرف پاکستان کے عوام اور مذہبی جماعتوں ہی کے لئے موجب نقصان ہے، نہ صرف ملک کا امن و امان ہی اس سے خطرہ میں ہے بلکہ حکومت کے لئے بھی بہت سے خطرات کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس لئے دستور ساز اسمبلی کو چاہیئے کہ اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے مسلمان کی ایسی تعریف معین کر دے جو خدا و رسول کی بیان کردہ تعریف کے عین مطابق اور تمام فرقہ ہائے اسلامی کے لئے جامع تعریف ہو، یہی ایک امر ہے جو مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو قائم کرنے اور پاکستان کی سالمیت و استحکام کا موجب ہو گا۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعہ وزیر آباد تشریف لے گئے اور وہاں نماز جمعہ پڑھائی۔ مرکزی مسجد احمدیہ میں محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے خطبہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی ان کا خطبہ دوسری جگہ درج ہے۔

— مولانا یعقوب خان صاحب صدر انجمن کی صحت اب پہلے سے بہتر ہے احباب آنکی صحت کاملہ کیلئے دعا فرماتے رہیں۔

— محترم سید اسد اللہ شاہ صاحب جو سلسلہ کے پرانے اور نیک و پارسا بزرگ ہیں لائل پور میں آنتڑیوں کی تکلیف کی وجہ سے بیمار ہیں آپ کا وجود بہت قیمتی ہے احباب کرام سے استدعا ہے کہ ان کی بحالی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج والم سے سنی جائے گی کہ ہمارے ایک مرحوم بزرگ بابو منظور الٰہی صاحب کی اہلیہ محترمہ نے وطن عزیز میں انتقال فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت نیک اور بارسا خاتون تھیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

— چند دن ہوئے محترم جناب میاں محمد صاحب لائلپوری مولانا آفتاب الدین صاحب مرحوم کی تعزیت کیلئے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف لائے مسجد احمدیہ میں نماز ظہر سے پہلے اور بعد دیر تک بیٹھے رہے اور مولانا صاحب مرحوم کے فرزند ناصر احمد صاحب سے تعزیت کرنے کے علاوہ احباب سے مختلف امور سلسلہ اور جماعت کی ترقی کے متعلق گفتگو کرتے رہے حضرت امیر ایدہ اللہ سیکرٹری صاحب اور دوسرے احباب بھی موجود تھے دوران گفتگو میں برلن مسجد اور جرمن مشن کا بھی ذکر آیا میں نے ...... جسے انہوں نے ۱۹۵۱ء کے دورہ یورپ میں خود دیکھا تھا خوبصورتی پختگی اور عمدہ ہونے کی بہت تعریف کرتے رہے اور اس بات پر زور دیا کہ اس مشن اور مسجد کا انتظام کسی قابل اور مخلص احمدی کے ہاتھ میں دینا چاہئے۔ ایک دو احباب کے نام لئے گئے اور میاں صاحب ممدوح نے فرمایا کہ اگر کسی موزوں آدمی کے بھیجنے کا انتظام ہو جائے تو اسکے اخراجات اور تنخواہ وغیرہ کے لئے پانچ ہزار روپیہ میں بھی دینے کے لئے تیار ہوں جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

— ۱۹ فروری کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مجلس معتمدین کا اجلاس منعقد ہوا جس میں لاہور اور بیرونجات سے کئی احباب تشریف لائے ہوئے تھے مجلس میں ایجنڈا کے دیگر ضروری امور کے علاوہ انجمن کی آمد بڑھانے کے وسائل پر بھی غور کیا گیا اور اس سلسلہ میں اراضیات انجمن اور مکی جائداد کے تمام انتظامات اس بورڈ کے سپرد کئے گئے جو مجلس معتمدین کے اجلاس مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء میں مقرر کیا گیا تھا۔

— سید یوسف شاہ گذشتہ ضلع ہزارہ جنہوں نے اپنی تمام زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی ہے اگرچہ کوئی ......

ہیں مگر جذبہ و ہمت کے ماتحت انگلستان کا پاسپورٹ حاصل کر کے اپنے وطن سے روانہ ہو گئے ان کا ارادہ ہے کہ مکہ معظمہ میں رمضان کے روزے رکھیں اور پھر حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر پھر کے بعد خدمت اسلام کیلئے انگلستان چلے جائیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پاک مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

— گذشتہ جمعہ (مورخہ ۱۷ فروری) کو مسلم ہائی سکول لاہور میں میٹرک کے امتحان میں جانے والے طلباء کو سکول اور دوسری جماعت کے طلباء کی طرف سے ایک الوداعی تقریب منعقد کی گئی جس میں چائے اور ماکولات کے علاوہ دونوں جماعتوں کے نمائندوں نے ایک دوسرے کو الوداع کہتے ہوئے آیندہ زندگی میں ایک دوسرے کی کامیابی و کامرانی کی دعائیں کیں۔ ہیڈ ماسٹر صاحب (چوہدری عبدالحمید صاحب) نے بھی طلباء کو قیمتی نصائح دیں اور آخر میں محترم شیخ میاں محمد صاحب منصوری نے بھی طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں پاکستان کے اچھے شہری اور اسلام کے قابل فخر فرزند بننے اور دونوں دنیا میں نیک نام بننے کی نصیحت کی۔

تجاویز بھیجئے

انجمن نے اپنے اجلاس مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء میں مالی معاملات کے انصرام کے لئے جو بورڈ مقرر کیا تھا۔ اس کی رہنمائی کے لئے اگر کوئی دوست کوئی تجویز بھیجنا چاہیں جس میں انجمن کی آمدنی کو بڑھانے یا دیگر مالی امور کے متعلق کوئی مفید مشورہ ہو تو سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی معرفت بھیجکر مشکور فرمائیں۔

آہ! سید عابد علی صاحب

محترم سید تصدق حسین صاحب قادری (بغداد) کے خط سے یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ ہمارے سلسلہ کے ایک اور محترم بزرگ سید عابد علی شاہ صاحب اپنے گھر واقعہ ناظم (عراق) میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت مدت سے بیمار چلے آ رہے تھے۔ اور بیماری میں بھی سلسلہ کے حالات اور جماعتی کاموں میں دلچسپی لیتے رہے سید تصدق حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"۱۹۳۲ء میں بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے ہر ایک تحریک میں برابر حصہ لیا مخالفت کی آندھیاں آئیں سخت طوفان اٹھے لیکن اس مرد حق کے قدم نہ ڈگمگائے بلکہ ثابت قدم رہے۔ احمدیت کی صداقت دل کی گہرائیوں میں گھر کر گئی ہوئی تھی ساتھ ساتھ بہت سی خوبیوں کا مالک ہم سے جدا ہو گیا۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

نوجوانان جماعت کا اجتماع

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہمارے محترم اور عزیز نوجوان مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب نے نوجوانان جماعت کو منظم کرنے اور جماعت کے سرگرم ممبر بنانے کیلئے ...... پندرہ روزہ اجتماعات کا سلسلہ شروع کیا ہے، چنانچہ پہلا اجتماع ۵ فروری کو ہوا تھا اور دوسرا ۱۹ فروری کو جس میں کم و بیش پچاس نوجوانوں نے شرکت کی اور ان کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔ دوسرے اجتماع میں کنوینر صاحب نے پہلے اجتماع کی رپورٹ پڑھکر سنائی وہ درج ذیل ہے:۔

"سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقامی نوجوانوں کا ایک اجتماع مورخہ ۵ فروری بروز اتوار مسجد احمدیہ میں بوقت چار بجے بعد از نماز عصر منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں قریباً پچاس احباب نے شرکت کی۔ اسکی ابتدا باہم مل کر چائے وغیرہ پینے سے ہوئی تمام دوستوں نے بڑی محبت کیساتھ ماحضر تناول کیا اور ایک دوسرے سے ملکر اور باہم گفتگو کر کے بڑی لذت حاصل کی۔ اس وقت جو اظہار ہو رہا تھا اس کی پُر مسرت مسکراہٹوں اور قہقہوں سے ہو رہا تھا۔ چائے پی چکنے کے بعد جیسا کہ احباب کو پہلے سے اطلاع دی جا چکی تھی ایک ایسا لائحہ عمل تجویز کرنا تھا جو کہ ہمارے نوجوان سلسلہ کے لئے مفید رکن ثابت ہو سکیں۔ چنانچہ یہ کام کارروائی محترم مرزا مقبول بیگ صاحب کی زیر صدارت سرانجام پائی۔ قرآن کریم کی تلاوت سے اس کارروائی کا آغاز ہوا۔ بعد میں ایک نوجوان نے حضرت امام زمان کا منظوم کلام حاضرین کو سنایا۔ ازاں بعد خاکسار نے اس اجتماع کے انعقاد کی غرض کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ پیشتر اس کے کہ ہم اپنے لئے کسی لائحہ عمل کی تجویز پر غور کریں ہمیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان مقاصد کو اپنے سامنے رکھ لینا چاہیئے جس کے لئے اس سلسلہ کی اساس رکھی گئی تا ان کے مناسب حال تجاویز سوچی جا سکیں۔ ان مقاصد کو مختصراً بیان کر چکنے کے بعد بعض نوجوانوں نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں جو اپنے اندر بیان رکھتی ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے سے نوجوانوں میں بھی ایک حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ ان تجاویز کے پیش نظر نوجوانوں نے تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے شہر کے مختلف حصوں میں دو مرکز قائم کر دیئے ہیں جن میں نزدیکی محلہ جات کے احباب اکٹھے ہوتے ہیں اور دن بھر میں کم از کم ایک نماز با جماعت پڑھتے اور درس قرآن سے مستفید ہوتے ہیں۔ ان مراکز میں سے ایک مرکز گڑھی شاہو اور دوسرا دھرمپورہ میں قائم کیا گیا ہے گڑھی شاہو کے مرکز میں ...... محلہ جات کے احباب ہفتہ میں تین دن یعنی سوموار، منگلوار اور بدھ کی شام کو جمع ہوتے ہیں اور دھرمپورہ کے مرکز میں ...... محلہ جات کے احباب مل کر نماز پڑھتے ہیں۔ آیندہ عنقریب انشاء اللہ ایک دو اور مقامات پر ایسے مراکز قائم ہونگے اور درس کا سلسلہ جاری کرنے کی کوشش کی جائیگی نیز ان میں کھیلوں وغیرہ کے لئے بھی انتظامات کئے جا سکتے ہیں اگر تمام نوجوانوں نے مل کر آپس میں معاونت کی تو انشاء اللہ امید ہے کہ ہماری تمام تجاویز عملی جامہ پہن لیں گی۔"

نوٹ:۔ اجتماع کے اختتام پر نوجوانوں نے ایسے اجتماعات کو جاری رکھنے کے لئے ایک چندہ کے تحت حسب المقدور اپنی طرف سے ......

موجودہ زندگی اور موت آئندہ ابدی زندگی کا پیش خیمہ ہے

ایمان باللہ اور انسانی اعمال کا محاسبہ لازم و ملزوم چیزیں ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ـــــ (آل عمران رکوع ۱۹)

سائنس اور انسانی زندگی

پچھلے ایام یہاں پر کئی اموات ہو چکی ہیں اور ابھی ابھی بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم کے بچے نے بتایا ہے کہ ان کی والدہ (بابو صاحب مرحوم کی اہلیہ صاحبہ) کا انتقال ہو گیا ہے، میں نے اسی لئے یہ آیت تلاوت کی ہے موجودہ سائنس نے بڑی ترقی کی ہے اور سائنسدان اب یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ عنقریب موت پر فتح پا لیں گے اب نقلی دل اور پھیپھڑے بھی بن گئے ہیں، دل جس کو پہلے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے تھے، اب اس کا اپریشن کیا جاتا ہے پہلے پانچ منٹ سے زیادہ وقت تک اپریشن نہیں کیا جا سکتا تھا، اب ۴۵ منٹ تک ایک سرجن دل کا اپریشن کر سکتا ہے۔ تو ان لوگوں کا خیال یہی ہے، کہ عنقریب ہم زندگی اور موت کی Mystery (راز) کو پا لیں گے۔ لیکن یہ انسان کی ایک خواہش ہے جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔

موت اور آئندہ زندگی

انسان دن رات کوشش کرتا ہے کہ موت سے بچ جائے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر متنفس موت کا مزہ چکھ کر رہے گا۔ اگر انسان موت پر فتح پا لے تو وہ خدا بن گیا حالانکہ خدا فرماتا ہے زندہ کرنا اور مارنا میرا ہی کام ہے انسان کو چونکہ آخرت کے متعلق کوئی ایسا واضح علم نہیں اس لئے اسے موت سے ڈر بھی بہت آتا ہے لیکن خدا نے موت کو اس لئے رکھا ہے کہ دنیا کی زندگی دائمی نہیں، اس کے بعد دوسری زندگی ہے جو دائمی ہے ہماری یہ زندگی دوسری زندگی کا ثبوت ہے، اگر دوسری زندگی نہ ہوتی تو موت بھی نہ ہوتی۔ ہر ایک انسان کے لئے خدا نے ایک اجل مسمّٰی رکھی ہے، موت تب وارد ہوتی ہے، کہ یا تو انسان کی استعدادیں اور قوتیں منتہا کو پہنچ جاتے ہیں اور وہ زیادہ ترقی نہیں کر سکتا اس لئے آئندہ ترقی کے لئے اسے موت کے دروازہ سے گذار کر دوسری زندگی عطا کی جاتی ہے یا موت اس لئے واقع ہوتی ہے کہ انسان شوخی اور شرارت پر اُتر آتا ہے اور اس کی شرارتیں تکلیف کا موجب ہو جاتی ہیں فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی جاتی ہے۔

اعمال کا محاسبہ

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں یہی مضمون ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر ایک انسان پر موت آئے گی وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا پورا پورا اجر تمہیں قیامت کے دن دیا جائے گا فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وہ جو آگ سے دُور رکھا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، اس نے اس دنیا کی زندگی کا مقصد حاصل کر لیا، خدا کے امتحان میں وہ پاس ہو گیا، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ یہ دنیا کی زندگی دھوکے کی ٹٹی ہے، ہر روز دیکھتے ہیں کہ آج ایک عزیز اور دوست چلا گیا، کل دوسرا چلا گیا، پھر بھول جاتے ہیں، تھوڑی دیر اس کا احساس رہتا ہے، پھر غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سامنے دوسری زندگی نہیں ہے اور جو چیز سامنے نہ ہو اس کو انسان بھلا دیتا ہے، آج دنیا کو پیدا ہوئے لکھوکھہا سال ہو گئے، اور کتنی مخلوق گذر چکی، کئی ہمارے عزیز اور عزیز ترین دوست ہماری آنکھوں کے سامنے چل بسے، یہی چیز بتاتی ہے اور ہمیں متنبہ کرتی ہے کہ ہم ہوشیار ہوں اور اس چیز کو سامنے رکھیں کہ ہمارا محاسبہ ہوتا ہے۔

ایمان باللہ و ایمان بالآخرۃ لازم و ملزوم ہیں

دو چیزیں ہیں جو ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں ـــ ایک خدا کی ہستی پر ایمان اور دوسرا اعمال کی جزا سزا پر ایمان۔ اگر جزا سزا کی طرف توجہ نہیں تو خدا کی ہستی کو ماننا بھی بے فائدہ ہے۔ چند دن ہوئے ایک صاحب سے گفتگو ہوئی، انہوں نے کہا خدا تو ہے۔ لیکن یہ انسان ایک مشین ہے، اس کے کل پرزے جب ناکارہ ہو جائیں تو ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد کوئی زندگی نہیں، نہ جزا سزا ہے، میں نے عرض کیا کہ اگر جزا سزا کوئی نہیں تو پھر موت کیوں رکھی اگر کوئی بعد میں پوچھنے والا ہی نہیں تو یہ بیکار چیز ہے اور پھر خدا کو ماننے کی کیا ضرورت ہے، اگر اعمال کی باز پرس نہیں ہو گی تو خدا کا ہونا نہ ہونا برابر ہے آیت کے آخری الفاظ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ دنیا کی زندگی ایک فریب ہے اس لحاظ سے نہیں کہ اس میں حقیقت کوئی نہیں، حقیقت تو ہے، مگر اس کو ہی اگر مطمح نظر بنا لیا جائے تو اس کا نتیجہ نقصان کے سوائے اور کچھ نہیں، یہ دنیا فی الحقیقت ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے خدا کی ہستی کا پتہ چلتا ہے، اور ہمارے سامنے ایسے نظارے آتے ہیں جن سے دوسری زندگی کا ثبوت ملتا ہے اس لئے قرآن کریم نے دو چیزوں کا ذکر خاص طور پر بار بار کیا ہے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ، یہ دونو لازم و ملزوم چیزیں ہیں۔

اعمال کا ریکارڈ

بہرحال اس وقت میرا مقصد اپنی اور آپ کی توجہ کو اس طرف مبذول کرانا ہے کہ موت کو اپنے سامنے رکھیں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ ہمارے اعمال کی باز پرس ہو گی، ہمارے تمام اعمال اور جو کچھ حرکات و سکنات ہم سے صادر ہوتی ہیں، وہ سب ریکارڈ ہو رہی ہیں۔ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ کوئی اس پر قدرت نہیں رکھتا، پھر فرمایا أَيَحْسَبُ أَنْ لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ کیا وہ سمجھتا ہے کہ کوئی اسے دیکھنے والا نہیں اس کی ہر ایک چیز ریکارڈ ہو رہی ہے اور وہ وقت یقیناً آنے والا ہے جب یہ ریکارڈ اس کے سامنے کیا جائے گا اور کہا جائے گا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ اپنے اعمالنامہ کو پڑھو كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا۔ آج خود تیرا نفس تیرا حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (پارہ ۲۳ رکوع ۳) اس دن ہم زبانوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں جو کچھ وہ کرتے رہے اس کی گواہی دیں گے، دیکھو کس قدر خطرناک چیز ہے کہ ہمارے یہ جوارح ہمارے خلاف گواہی دیں گے، بڑے فکر کا مقام ہے فی الحقیقت انسان کے اخلاق درست نہیں ہو سکتے جب تک اس چیز کو سامنے نہ رکھے۔ وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ خدا ہے، لیکن وہ ہمارے اعمال کا مواخذہ نہیں کریگا کیا وہ بے ایمانی، جھوٹ اور اعمال شنیعہ کا مرتکب نہیں ہو گا۔

عملی ترقی کیلئے سچے ایمان کی ضرورت

قرآن کے بیان پر اگر انسان غور کرے تو اس کے نیچے بڑا فلسفہ ہے، وہ اندھیرے جن میں انسان پڑا

ہوا ہے، اس پر غور کرنے سے ان کی نئی نئی روشنی دکھائی دیگی۔ انسان ضعیف البنیان ہے، بعض وقت ایسے مصائب اس پر آتے ہیں کہ وہ برداشت نہیں کرسکتا۔ ان کے لئے اسے دُعا سکھائی گئی ہے وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ اے خدا ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں، وہ بڑی غفور الرحیم ہستی ہے، اگر اس کے آگے انسان ہاتھ پھیلائے تو وہ رد نہیں کرتا، بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ ایمان جو ہونا چاہیئے ہم میں وہ نہیں ہے۔ زبان سے کہہ لینا کہ ہم ایمان لائے آسان ہے لیکن جب تک دل کے اندر پوری ایمانی روشنی اور سچا یقین نہ ہو، نہ عملی ترقی کرسکتا ہے اور نہ اس ایمان کے ثمرات پاسکتا ہے۔

امامِ وقت نے سچا ایمان دلوں میں پیدا کیا

مسلمانوں کے پاس یادرہے قرآن، حدیث اور فقہ موجود تھی لیکن ایمانی کمزوری کی وجہ سے وہ بہت دور چلے گئے، اسی ایمان کی مضبوطی کے لئے امامِ وقت آیا، وہ کوئی نئی چیز نہیں لایا، وہی قرآن، حدیث اور فقہ اب بھی ہے، لیکن امامِ وقت نے یہی کام کیا کہ وہ لوگ جو حقیقت ایمانیہ سے دور پڑے ہوئے تھے۔ ان کے اندر ایک ایمانی روشنی اور نور پیدا کردیا، اسی لئے آپ نے فرمایا کہ علمائے ظواہر ایک چھلکے کی حیثیت رکھتے ہیں جس کے اندر مغز نہیں ہے، جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ صاحب حال ہوتے ہیں۔ ان کے اندر شریعت اور ایمان کی حقیقت اور مغز ہوتا ہے۔ یہ جو ہم سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا گیا یہ اسی آیت کے مطابق ہے وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ دنیا کو جو شخص مطمح نظر بنا لیتا ہے وہ دھوکا کھاتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے عمل پر بڑا زور دیا ہے اور فرمایا کہ کوئی شخص بیعت کرکے رجسٹر میں نام درج کرا لینے سے احمدی نہیں بن جاتا، احمدی وہ ہے جس کا نام خدا کے رجسٹر میں درج ہو، اور خدا کے رجسٹر میں اسی کا نام درج ہوتا ہے جو سچے دل اور دلی ایمان کے ساتھ اعمالِ حسنہ بجالائے۔

مسلمان کی ہر چیز دین ہے

اصل میں مسلمان کے لئے تو ہر ایک چیز دین ہے بشرطیکہ وہ اسے دین بنا لے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ جاتے ہوئے بھی دعائیں کرتے ہیں، کیا زندگی کا فلسفہ ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی زندگی اور اس کے کاموں کو بھی دین بنا لیا، روٹی کھانی تو ہے لیکن اگر نیت کرلیں کہ خدا کہتا ہے کہ کھاؤ اس لئے کھاتا ہوں، تو یہ عبادت ہوگئی، یہ ایسا سچا فلسفہ ہے

جس کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا، اسی لئے متعدد جگہ ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو دنیا ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ تو ضروری ہے کہ ہم گھاٹے کا رستہ اختیار نہ کریں اور ایسا رستہ اختیار کریں کہ دنیا اور آخرت دونوں اچھی ہوجائیں۔

سکینتِ قلب ذکرِ الٰہی سے

بہت بڑی بات جو انسان کے لئے ہوسکتی ہے وہ یہی ہے کہ اسے سکینت اور اطمینان قلب حاصل ہو اور وہ خدا کے ذکر سے ہی حاصل ہوسکتی ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اللہ ہی کے ذکر سے خدا کو ہمیشہ یاد رکھنے اور پیش نظر سامنے رکھنے سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا اٹھتے، بیٹھتے خدا کا ذکر کرتے رہنا مومن کی شان ہے ضرورت ہے کہ انسان خواہشات کا بندہ نہ بن جائے خواہشات اور لہو ولعب انسان کو اندھا کر دیتے ہیں، اس میں مبتلا ہو کر وہ اپنے اصل مقصد کو چھوڑ دیتا اور کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے، خدا کہتا ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو، خدا اعتدال کے اندر ہو اسی طرح زینت کو حرام قرار نہیں دیا، لیکن یہ نہیں کہ دن رات کھانے پینے اور زیب و زینت ہی میں لگا رہے۔

موت کو ہمیشہ یاد رکھو

بہرحال ہمیں موت کو بہت یاد رکھنا چاہیئے اس سے انسان ہوشیار اور چوکس رہتا ہے، قرآن نے ہمیں وہ تمام راہیں بتادی ہیں جن سے انسان ترقی کی بلند منازل پر پہنچ سکتا ہے اور وہ راہیں بھی بتادی ہیں جن سے اتھاہ گڑھے میں جاگرتا ہے مبارک ہے وہ جو خدا کا رستہ اختیار کرے، اس کی مرضی کو اختیار کرے، اور ہر کام میں اس کی مدد کا طالب ہو، انسان خدا کی مدد کے بغیر کچھ نہیں۔ ایک دم بھی اس کے فضل کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت مولانا نورالدین رح صاحب فرمایا کرتے تھے انسان کیا ہے اوپر کی ہوا بند ہوجائے تب بھی گیا اور نیچے کی ہوا بند ہوجائے تب بھی گیا۔

قویٰ پر حکومت کرو اور نیکی کی طرف آؤ

اس میں شک نہیں کہ انسان کے قویٰ ایسے ہیں جو برائی کی طرف بھی جاسکتے ہیں، لیکن ان کا ہونا ضروری تھا کیونکہ ان کے بغیر انسان نہ اعلیٰ مقام حاصل کرسکتا ہے اور نہ اس کی زندگی میں حرکت پیدا ہوسکتی ہے، ضرورت ہے تو اس امر کی کہ وہ ان پر حکومت کرنا سیکھے، جب تک انسان اپنے شیطان کو مسلمان نہیں کرلیتا اس وقت تک خطرہ میں ہے، خدا ہمیں توفیق دے کہ اس کے صحیح رستہ پر چلیں

اگر انسان ایک چیز کی خواہش کرے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے قدم نہ اٹھائے تو وہ چیز اسے مل نہیں سکتی، خدا اسی کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ جب انسان کام کرتا ہے... تو خدا کی طرف سے اس پر نتیجہ مترتب ہوتا ہے یہ خدا کا قانون ہے، ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم ایسا رستہ اختیار کریں جس سے اس دنیا اور آخرت دونوں میں سلامتی ہو۔

"ضرورتِ حدیث"

انکارِ حدیث کے اس فتنہ کے سدباب کے لئے جو پیدا ہو رہا ہے صاحب نے شروع کر رکھا ہے حضرت امیر قوم مولنا صدرالدین صاحب کی یہ کتاب جو قریباً چار سو صفحات پر شائع ہوئی ہے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے حدیث کی ضرورت و اہمیت کو قرآن کریم ہی سے ثابت کیا ہے اور واضح آیات سے اس حقیقت کو مبرہن کیا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے اقوال و اعمال کو مطالعہ کرنیکا حکم دیا ہے، جو حدیث کے سوائے اور کہیں نہیں مل سکتے، حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کی ایک مسلسل داستان ہے جس کی طرف لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الخ میں توجہ دلائی گئی ہے اور منکرین کو فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کی آیہ کریمہ میں آپکی قبل از بعثت زندگی کے مطالعہ کی ہدایت کی گئی ہے جس سے آپ کا صادق اور راستباز ہونا ثابت ہوتا ہے، ایسے ہی اَطِيْعُوا اللّٰهَ کے ساتھ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کے ارشاد ربانی میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان احکام و ارشاد کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ احکام و ارشادات قرآن کریم کے عین مطابق اور اسی کی تفسیر ہیں، اس میں شک نہیں کہ حدیثوں میں بعض ایسی باتیں بھی پائی جاتی ہیں جو عقل و نقل اور قرآن کریم کے بھی خلاف ہیں، لیکن انکی وجہ سے حدیث کا بالکلیہ انکار کردینا کسی دانشمند انسان کا کام نہیں حضرت امیر نے "ضرورت حدیث" میں قرآن کریم کی کئی ایک آیات کی تفسیر نہایت لطیف پیرایہ میں کرتے ہوئے ان کی مطابقت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی اور آپ کے ارشادات عالیہ کو ایسے رنگ میں بیان کیا ہے کہ قرآن اور حدیث ایک ہی چشمہ سے نکلے ہوئے دو دریا نظر آتے ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی یہ کتاب اس قابل ہے کہ ان تمام حلقوں میں پہنچایا جائے جو پرویزی فتنہ سے کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ہیں انجمن نے اس کتاب کی افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی قیمت میں معتدبہ کمی کردی ہے اور اب یہ کتاب پانچ روپیہ کے بجائے تین روپیہ آٹھ آنہ میں مل سکے گی ضرورت ہے کہ ہر صاحب استطاعت دوست اس کی متعدد کاپیاں خرید کر نہ صرف خود مطالعہ کرے

زینتِ چمن کی بے وقت جدائی

سلطان محمد صاحب کراچی

گلستان احمدیت میں ایک ویرانی کا نقشہ پیدا ہو گیا۔ جبکہ ۱۳ر جنوری ۱۹۵۶ء کو بروز جمعہ چمن کا ایک ایسا پھول جس سے زینت چمن تھی اچانک ٹوٹ گیا۔ حضرت مولانا آفتاب الدین صاحب بے شک موجودہ کفر و الحاد کے دور میں دین کے آفتاب کی طرح جلوہ گر تھے۔ افسوس کہ ان کی بے وقت موت نے مشرق و مغرب تک کے انسانوں کو قیمتی روشنی سے محروم کر دیا۔

مجھے حضرت مولانا صاحب کو صرف تین سال تک دیکھنا نصیب ہوا۔ مگر مجھے موجودہ مذہبی دنیا کے ذی حیات بزرگوں میں سے سب سے زیادہ انہیں کی ذات نے متاثر کیا۔ میرے چند مشاہدات و تاثرات اور چند یادیں ذیل میں درج ہیں۔ آہ! کیا ہی دلکش وہ لمحے تھے جو ان کے پاس رہ کر گذارے۔ لیکن اب وہ محض یادیں بن کر رہ گئے ہیں۔

ایمان ——— ایک قطعی فیصلہ

حضرت مولانا صاحب کی زندگی میں سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ وہ حقیقت پسند تھے۔ انہوں نے جوانی میں جب مذہب کے لئے جستجو کی اور احمدیت کو سچا پایا تو اپنے وطن اور قوم کو چھوڑ کر۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر ایک ایسی جگہ آ بیٹھے اور ایسے کام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی جس میں عام انسان کے لئے کوئی بھی کشش نہیں ہوتی۔ نہ دولت ہے۔ نہ کوئی دنیاوی عزت ہے۔ نہ مستقبل محفوظ اور نہ حال ہی کا فائدہ۔ خدا کے دین کی خدمت کرنا ہے اور انسانیت کی اصلاح کے لئے ایک مسلسل غم اور مستقل فکر ہے جو اس جگہ اور اس کام میں لگا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص اس زندگی کو اختیار کرتا ہے اس سے بڑھ کر بے نفس اور دنیاوی ہوس سے بیگانہ اور کون ہو سکتا ہے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اس مشکل رستہ کو جو لوگ اختیار کرتے ہیں وہ عملی زندگی میں مصائب و مشکلات کو دیکھ کر گھبرا جاتے اور اس میدان کو چھوڑ جاتے ہیں ایسے وجود گنتی کے ہوتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ اس مشکل ترین راہ پر چلتے چلے جائیں۔ زمین و آسمان بدل جائے مگر وہ اپنے مقام سے ایک انچ نہ ہٹیں۔ مولانا صاحب انہیں مردانِ خدا میں سے تھے۔ انہوں نے جوانی میں ایک قطعی فیصلہ کیا کہ "دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" اور پھر اپنے آپ کو عملی میدان میں ڈال دیا۔ کئی ابتلا آئے۔ دنیا کی کشش بھی دامن کھینچتی رہی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور چٹان کی طرح مضبوطی کے ساتھ کھڑے رہے نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی کھڑا کرنے کی کوشش کرتے رہے اور انہیں ہر وقت تلقین کرتے رہے کہ خدا کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے کہ "دین کو دنیا پر مقدم کروں گا" اس کو پورا کرنا چاہیئے۔ اسی کو قطعی فیصلہ کہتے ہیں اور یہی زبردست قوتِ ایمانی ہے۔ جس میں موصوف کی بڑائی مضمر ہے۔ کسی بڑے آدمی میں یہ صفت لازمی ہوتی ہے کہ اس کو اپنے نصب العین پر دو اور دو چار کی طرح یقین ہو۔ اور مولانا صاحب کو یہی نعمت میسر تھی کہ حالات خواہ کتنے ہی الٹ کیوں نہ ہوں۔ صحت کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو جس کام کا عزم کر لیا اس کو کر کے ہی رہے۔

حضرت مولانا صاحب کی زندگی کا یہ پہلو سب احمدیوں کے لئے ایک سبق ہے۔

ایمان کا اثر عمل پر

اپنے نصب العین پر اس قدر یقین کا اثر ان کے اعمال سے ظاہر تھا۔ وہ صبح سے رات تک اپنا وقت خدمت اسلام میں گذارتے۔ ان میں کبھی سستی اور غفلت نہیں آتی تھی۔ ایک کمزور جان نے کئی ایک کام سنبھالے ہوئے تھے۔ کوئی کام جو اشاعت اسلام اور ترقی جماعت سے تعلق رکھتا ہو مولانا صاحب اس میں پیش پیش ہوتے۔ جماعت کے نوجوانوں کی کوئی بھی نیک تحریک ہو اس کی تائید کرتے۔ حوصلہ افزائی کرتے اور سرپرستی فرماتے اسلام اور اس کی صحیح تصویر احمدیت کے متعلق ہر وقت بات کرنے کو تیار رہتے۔ کوئی غیر ملک کا باشندہ آتا تو اس کو اپنی مہمان نوازی اور اخلاق سے ایسا متاثر کرتے کہ وہ انہیں کا ہو جاتا۔ کئی لوگوں اور نوجوانوں کو اپنے ہاں ٹھہرا لیتے اور ان کی خاطر و تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے۔ اس قدر مصروفیات اور اس کے ساتھ مستقل عوارض کے باوجود میں نے دیکھا کہ کوئی آدمی اسلام کے متعلق تحقیقات کرنا یا کسی مسئلہ کو سمجھنا چاہتا ہے تو آپ گھنٹوں اس کے ساتھ گفتگو کرتے رہتے۔ غربا کی ہمدردی میں بھی پیش پیش تھے۔ ایک دفعہ ایک غریب آدمی کو اپنے پورے کنبہ کے لئے سفر خرچ کی ضرورت تھی۔ ہم مولانا صاحب کے پاس گئے۔ آپ نے دفتر کا کام چھوڑ کر اسی وقت حضرت امیر قوم سے بات کر کے انتظام کروا دیا۔ یہ سب باتیں کسی جذبہ کو چاہتی ہیں۔ اور یہ وہی جذبہ ایمانیہ تھا جو انہیں جوانی میں ملا اور آخر دم تک قائم رہا۔

ایک بہترین مشنری

حضرت مولانا صاحب میں یہ عجیب صفت تھی کہ باوجود جسمانی کمزوری کے مذہبی گفت و شنید میں غصہ میں نہیں آ جاتے تھے۔ میں نے ان کو ایک دہریے سے بات چیت کرتے دیکھا۔ جو بعض قرآنی مسائل پر سخت اعتراض کر رہے تھے۔ اس کا لب و لہجہ بھی درشت تھا۔ میری نظریں مولانا کے لب و لہجہ پر پڑیں اور میں نے نوٹ کیا کہ مولانا صاحب بدستور اس کو دلائل اور حوالے دیئے جا رہے تھے اور اس کی درشتی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ دہریہ ان کی نرمی دیکھ کر نرم ہو گیا مگر ان کی بات کو نہ مانا۔ اس پر مولانا صاحب نے فرمایا کہ جو باتیں آپ نے کی ہیں ان پر ہم غور کریں گے اور آپ ہماری باتوں پر غور کریں۔ اور پھر کسی وقت بات کریں گے۔ یہ وہ طرز ہے جو کسی غیر مسلم شخص کو اسلام کی طرف کھینچنے اور اس پر غور کرنے کا باعث ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ جو محض مناظرانہ طریق پر بحث کرتے ہیں ان کے اس طریق سے سوائے رنجش اور دوری کے اور کچھ نہیں ملتا۔ حضرت مولانا صاحب کی اسی صفت نے ان کو بہترین مشنری بنا دیا۔ سب مبلغین جماعت کے لئے اس میں نمونہ اور سبق ہے۔

ایک اور سبق آموز واقعہ

یہ گرمیوں کا ذکر ہے۔ مولانا صاحب بیمار تھے ہم بیمار پرسی کے لئے گئے۔ آپ سے عرض کیا کہ آپ انجمن سے مری جانے کی اجازت کیوں نہیں لیتے۔ آپ نے فرمایا یہ سب کچھ مختلف حالات پر منحصر ہوتا ہے اور اسی ضمن میں ایک واقعہ بتایا اور نصیحت کی کہ یہ بات ہر احمدی نوجوان کو جو تبلیغ اسلام کا جذبہ رکھتا ہے پلّے باندھ لینی چاہیئے۔ فرمایا کہ انجمن نے مجھے آسام میں تبلیغ اسلام کے لئے مقرر کیا۔ وہاں ایک دُور دراز مقام پر کافی دن رہنا پڑا۔ اور دورانِ قیام میں خدا تعالے نے ایک بچہ عطا فرمایا۔ بچہ کچھ روز بعد بیمار پڑ گیا۔ اس وقت اتفاق سے اس کی تیمارداری کے لئے کوئی خاطر خواہ بندوبست نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا غالباً ۱۸ یا ۱۹ دن کے بعد بچہ فوت ہو گیا۔ فرمانے لگے کہ دل پر بچے کی جدائی کا صدمہ بڑا ہوا۔ مگر پھر سوچا کہ جب خدا کے راستہ میں یہ تکلیف ملی ہے تو صبر کرنا چاہیئے کیونکہ "دین کو دنیا پر مقدم کرنے" کا وعدہ خدا تعالے سے کیا ہوا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے لگاؤ

سب جانتے ہیں کہ مولانا صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں دیکھا۔ بلکہ ان کے پیروؤں کو دیکھا تھا مگر اس کے باوجود حضرت مسیح موعود کی صداقت پر زبردست ایمان اور ان کی تحریرات سے دلی لگاؤ رکھتے تھے۔ مجھے ایک دفعہ فرمانے لگے کہ "جنگ مقدس" حضرت مسیح موعود کی ایک کتاب جو عیسائیوں سے ایک مباحثہ پر مشتمل ہے، کا خوب مطالعہ کرو۔ کیونکہ عیسائیوں کی طرف سے جس قدر اعتراضات ہوتے ہیں وہ اس

میں موجود ہیں اور ان کے منہ توڑ جواب بھی ہیں - فرمایا کہ جو شخص حضرت مسیح موعود کی کتب کو اوّل سے آخر تک اس طرح پڑھ لے گا کہ گویا اس نے ان کا امتحان دینا ہے تو وہ شخص تبلیغ اسلام میں نہ یورپ میں ناکام رہ سکتا ہے اور نہ ہی کسی اور کرۂ ارض میں، یہ بھی فرمایا کہ حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم کو جب کوئی دقت محسوس ہوتی تو حضرت مسیح موعود کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔

بہترین والد

اگر کسی قوم میں اچھے والدین موجود ہوں تو اس قوم کا مستقبل کبھی تاریک نہیں ہوتا - مولنا صاحب قومی نقطہ نگاہ سے بہترین والد تھے - انہیں خدا پر - اسلام پر اور حضرت مسیح موعود کے مشن پر زندہ ایمان حاصل تھا - اور یہی سپرٹ انہوں نے اپنے بچوں میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور انہیں ذہن نشین کرا دیا کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی اور چیز ایسی نہیں کہ جس سے لگاؤ پیدا کیا جائے اپنی آخری عمر تک وہ یہ دیکھتے رہے کہ ان کے بچے صحیح راستہ پر گامزن ہیں یا نہیں - اسی جلسہ سالانہ پر میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا صاحب بالالتزام صبح نماز کے لئے بچوں کو جگاتے اور درس کے بعد بھی کمرہ کو دیکھتے تاکہ معلوم ہو سکے کہ بچے کیا کر رہے ہیں - یہی نظر اگر ہر والد اپنی اولاد پر رکھے تو قوم کس قدر اچھی ہو جائے - احمدی والدین کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جب انہوں نے سب دنیا کی مخالفت کو قبول کیا ہے تو اپنی اولاد کی بھی صحیح تربیت کریں -

مثالی کارکن

ایمان وہ نعمت ہے کہ جب میسر ہو تو کام کے راستہ سے مصائب کو ان چٹانوں کی طرح اڑا دیتا ہے جنہیں تنا سیلاب بہا کر لے جاتا ہے حضرت مولنا صاحب بیمار ہوں یا کمزور - دنیا کے حالات بھی بالکل اُلٹ ہوں مگر پھر بھی اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے میں نے ان کو دیکھا کہ بعض اوقات دفتر میں چارپائی پر بیٹھے کام کر رہے ہیں - آخر کار اس قسم کا انسان کامیابی حاصل کر کے رہتا ہے - مولنا صاحب آج ہم سے جُدا ہو گئے ہیں مگر جن لائنوں پر انہوں نے زندگی گذاری - ان کے نقوش چھوڑ گئے ہیں - انجمن کے ہر کارکن کو اور اشاعت اسلام کے ہر دلدادہ کو ان سے سبق حاصل کرنا چاہئیے

بزرگانِ قوم کے لئے لمحہ فکریہ

کسی ہستی کی قیمت کا پورا احساس اسکے جُدا ہونے پر ہوتا ہے حضرت مولانا صاحب جیسے بے لوث انسان کے چلے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا احساس ہر فرد جماعت کو ہے بزرگان قوم کو معلوم ہے کہ انہوں نے اب یکے بعد دیگرے اس دنیا کو چھوڑنا ہے ـ انہوں نے تو اپنی تمام زندگی لوگوں کی مخالفت کے باوجود احمدی بن کر گذار دی مگر کیا خدا تعالےٰ ان سے باز پرس نہیں کرے گا کہ اپنے بعد انہوں نے کیا چھوڑا - بیشک دین اسلام کا خدا تعالیٰ محافظ ہے مگر کیا بزرگان قوم کو یہ معلوم نہیں کہ ان پر کیا ذمہ داری عاید ہوتی ہے - کیا انہوں نے احمدیت کو صرف اپنے ہی لئے منتخب کیا اور اپنی اولادوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا؟ کیا انہوں نے مذہبی تعلیم کی ترویج کا اعلیٰ انتظام مزاج زمانہ کو سمجھ کر کیا ہے؟ کیا انہوں نے جماعت میں عالم پیدا کئے؟ کیا انہوں نے کوئی ادارہ ایسی تربیت کے لئے قائم کیا؟ کیا انہوں نے اجتماعی نہ سہی انفرادی طور پر کوئی ایسا کام کیا جیسا حضرت مولانا آفتاب الدین صاحب نے اپنی اولاد کی تربیت کی صورت میں کیا؟ اگر یہ سب کچھ نہیں کیا گیا تو کیا بزرگان قوم کو پورا ایمان ہے کہ تحریک احمدیت آسمانی تحریک ہے - اگر ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس قدر بے توجہی برتی گئی - آج بھی وہ بزرگ موجود ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا زمانہ دیکھا - وہ آج بھی اگر چاہیں تو جماعت میں اپنے عملی نمونہ سے ایک انقلاب پیدا کر دیں - کونسا فرد ہے جس نے دنیا کی مخالفت اٹھا کر اور احمدیت کو قبول کرنے کے باوجود اپنا کوئی ایک بچہ خدمت دین کے لئے نہیں دے گا - بشرطیکہ واقفین جماعت عملی نمونہ بھی پیش کریں - مولنا آفتاب الدین احمد صاحب کی زندگی اور وفات ان کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

نوجوان پڑھیں

حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بڑے دور بین انسان تھے - وہ جانتے تھے کہ جماعت کا مستقبل نوجوانوں کی تیاری کے بغیر اچھا نہیں ہو سکتا - یہی وجہ تھی کہ وہ نوجوانوں کو بہت اہمیت دیتے تھے - ان کی ہر سعی کی داد دیتے تھے اور حوصلہ افزائی کے علاوہ انکو امداد بھی دیتے تھے - وہ آج ہم سے رخصت ہو گئے ہیں - مگر ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیئے کہ ہم کیا کریں - ہم صرف ایک صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں وہ یہ کہ ہم علم دین کو پورے انہماک کے ساتھ دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ سیکھیں - اور اشاعت اسلام کو اپنا شعار بنا لیں، ہم میں سے زیادہ اچھے نوجوان زندگی وقف کر دیں - باقی آنریری طور پر تبلیغ کریں - اسی طرح ہم اپنے مقصد کو حاصل کرتے چلے جائیں گے ؎

بکوشید اے جوانان تا بدین قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی جُدائی نوجوانوں کو خدمتِ دین کے لئے پکار رہی ہے۔

پیغام صلح مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۶ شمارہ

چندہ خریداری بقیہ صفحہ ۱۰

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۶۰۹	۴	رعایتی	
۶۲۱	۶	۷۸۲	۴
۶۲۲	۶	۷۸۸	۴
۶۳۰	۶	۸۱۴	۹
۶۳۸	۶	۸۲۳	۱۲
۶۴۸	۶	۸۲۱	۱۵
۶۵۰	۶	۸۵۴	۹
۶۵۱	۶	۸۷۷	۴
۶۵۳	۶	۹۰۲	۱۲
۶۵۶	۶	۹۸۳	۳۰
۶۶۴	۱۲	۹۱۹	۸
۶۶۵	۱۲	۹۳۰	۶
۶۰۷	۱۲	۹۶۹	۶
۶۷۸	۶	۹۷۰	۶
۶۸۸	۶	۹۷۱	۶
		۹۹۶	۶

صرف نام مبشّل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۱۶ ررجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء | نمبر ۸

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے :- پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
حضرت محمد مصطفےٰ صلعم ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں

ہر نبوت را بر و شد اختتام
ہر قسم کی نبوت ان پر ختم ہو گئی

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
وہ کتابِ حق جس کا نام قرآن ہے

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
ہماری معرفت کا جام اسی شراب سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
(مسیح موعودؑ)

"دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں"

حضرت مسیح موعودؑ کا جماعت کو حکم

میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں۔ وہ ان (مفسدانہ) خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں۔ اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں۔ اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا دیں۔ کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا۔ اور اس سے تعجب مت کریں۔ کہ ایسا کیونکر ہو گا۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کیلئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے۔ اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی زیادہ دوڑا کر دکھلایا ہے۔ ایسا ہی اب وہ روحانی ضرورتوں کیلئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لیگا ..... تم صبر سے دیکھتے رہو۔ کیونکہ خدا اپنی توحید کیلئے تم سے زیادہ غیرتمند ہے۔ اور دعا میں لگے رہو، ایسا نہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔ (مسیح موعودؑ)

اوفوا بالعقود

سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کی اپیل پر بعض احباب نے انشراحِ صدر سے انجمن کیلئے عطیات کے وعدے فرمائے ..... ان میں سے بعض احباب نے اپنی پوری رقم عطیہ ارسال کر دی ہے اور بعض بالاقساط ادا کر رہے ہیں دفتر ایسے تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

لیکن ابھی بہت سے احباب ایسے ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ مبذول نہیں فرمائی۔ دفتر کی طرف سے ان کی خدمت میں یاد دہانیاں بھی ہو چکی ہیں اور اب بذریعہ تحریر بھی گذارش کی جاتی ہے کہ براہ کرم موعودہ عطیات کی روانگی کی طرف توجہ مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

گر بہ کریماں کارہا دشوار نیست ؎

مرتضیٰ خان - انچارج تحصیل

ہمارے عقائد

● ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

● ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ:-
"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا"
"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

● ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔

● ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوا کرینگے جو نبی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ (حدیث)

● ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تکفیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

● ہم اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔

● ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ میں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۲)

ایک دیرینہ دوست

از میجر نارمر فاروق

میجر نارمر فاروق صاحب جنہوں نے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ اس وقت ہسپتال میں آنکھ اور دل کے عوارض سے صاحب فراش ہیں۔ انہوں نے مولانا کی وفات کی خبر سن کر ذیل کی سطور بڑی مشکل سے تحریر کی ہیں اور وہ بھی ہسپتال کے سٹاف سے خفیہ طور پر۔ اس لئے کہ انہیں لکھنے یا پڑھنے کی اجازت نہیں:۔

"مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم جنہیں ہم انگریز مسلمان شفقت سے مسٹر دین کے نام سے جانتے تھے۔ ہمیں بہت عزیز تھے۔

"چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم، جو بھی ان سے ایک بار ملا اس نے انہیں ایک گرم جوش اور ہمدرد دوست پایا۔

"جس زمانہ میں وہ انگلستان میں رہے اس دوران میں انہوں نے انگریزوں کے طرز فکر اور معاشرت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور یہی وہ راز ہے جس کی وجہ سے وہ بحیثیت مبلغ اسلام اس ملک میں بہت کامیاب ہوئے۔

"ان کے اندر بے اندازہ کام کرنے کی طاقت تھی۔ اکثر جبکہ وہ ووکنگ سے باہر کسی جگہ تقریر کرنے گئے ہوتے تو واپسی پر وہ گھر جاتے ہوئے مجھے ملنے آ جاتے بس پھر اسلام کے کسی پہلو پر گفتگو شروع ہو جاتی اور یہ سلسلہ دوسرے دن صبح تک جاری رہتا۔

غیر مسلموں کے ساتھ بڑی رواداری کے ساتھ پیش آتے تھے۔ لیکن اسلام کو بدنام کرنے والوں کو بڑے دندان شکن جواب دیتے تھے۔

ایک بہت بڑی شخصیت اور کمال خوبیوں کا انسان ہم سے گذر گیا ہے۔ آیئے ہم خدا کی حمد و ثنا کریں کہ اس نے مسٹر دین جیسے انسان کو ہم میں پیدا کیا اور خدا تعالےٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں طاقت اور ہمت دے تاکہ ہم ان کے نقش قدم پر چل سکیں:

ہماری جماعت کیسی ہونی چاہیئے

حضرت امام الزمان کا فرمان

محترم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

مندرجہ ذیل تحریر میں حضرت امام زمان نے تمام جماعت کو عموماً اور قادیان کے ماحول کو خصوصاً دوسروں کے لئے نمونہ بنانے کی جو تلقین کی تھی اور اس پر جس شدت کے ساتھ عمل کیا۔ وہ آج بھی ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ ہے:۔

محمد یحییٰ بٹ

"خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنا دے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو، سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بد نفسی کا نمونہ ہے .... میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلےٰ نمونہ دکھائیں گے میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہٰذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بد چلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔

ابھی میں نے چند ایسے آدمیوں کی شکایت سنی تھی کہ وہ پنجوقت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ ان کی مجلسوں میں ٹھٹھے اور ہنسی اور حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا اور بعض کی نسبت شک کیا گیا تھا کہ وہ پرہیزگاری کے پاک اصول پر قائم نہیں ہیں اس لئے میں نے بلا توقف ان سب کو یہاں سے نکال دیا ہے تاکہ دوسروں کے لئے ٹھوکر کھانے کا موجب نہ ہوں۔

(اشتہار - ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء)

تین باتیں

(از مرتضیٰ خان انچارج دفتر تحصیل)

(۱)

کیا آپ نے زکوٰۃ کی اپیل پڑھ لی ہے؟

زکوٰۃ ایک فریضہ ہے جو ہر صاحب نصاب کے لئے لازمی ہے آپ کی زکوٰۃ آپکے بیت المال میں آنی چاہیئے جہاں سے یتامیٰ بیوگان، مساکین اور محتاجوں اور دوسرے مستحقین میں ہر سال تقسیم ہوتی رہتی ہے آپ کی جماعت کے بہت سے افراد آپکی امداد کے محتاج ہیں۔ ان کا خیال فرمائیے اور اپنی زکوٰۃ ادھر ادھر نہ پھینکئے بلکہ اپنی انجمن کے خزانہ میں بھیجئے۔

(۲)

کیا آپ نے حضرت امیر کی اپیل پر

جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا ہے۔ اگر نہیں کیا تو مزید التواء نہ کیجئے اور کل رقم یا اس کی قسط مرحمت فرما کر انجمن کی امداد فرمائیں یاایھا الذین امنوا کونوا انصار اللّٰہ۔

(۳)

کیا آپ نے غور فرمایا

کہ بجت فنڈ اور ارتقاء فنڈ ضروری اور مفید فنڈز ہیں۔

کیا آپ ازراہ کرم

اپنے اپنے گھروں میں باقاعدہ بچت فنڈ کھول دیں گے اور ہر جمعہ ایک آنہ قومی فنڈ میں ادا کرتے رہیں گے۔ اس سے ایک بہت بڑی رقم ہر سال آپکے قومی بیت المال میں جمع ہوتی جائیگی، قوم کو ہر چیز دور اندیشی سے کام لینا چاہیئے۔ ع

قطرہ قطرہ بہم شود بسیار

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء

باسی کڑھی میں اُبال

"تحفظ ختم نبوت" کی باسی کڑھی میں پھر اُبال آ رہا ہے اور وہی لوگ جنہوں نے پہلے مجلس احرار اسلام کے نام سے اپنی سیاسی اغراض کے لئے احمدیوں کو قربانی کا بکرا بنایا تھا اب پھر مجلس "تحفظ ختم نبوت" کے نام سے اسی پرانی شراب کو نئی بوتلوں میں لا رہے ہیں -

۲۵-۲۶ فروری کو لاہور میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا، مشہور احراری لیڈر مولوی محمد علی جالندھری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس مہم کے سربراہ تھے، اور زیادہ تر انہی دونوں نے گلا پھاڑ پھاڑ کر اپنے اُن مجاہدانہ کارناموں کی داد دی جو ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں میں کشت و خون کا موجب ہوئے تھے - اپنی شاندار ناکامی کو کامیابی کا نام دینے اور عوام کے دلوں سے اس نفرت و حقارت کو دُور کرنے کے لئے جو انکی اس ہڑبونگ نے پیدا کر دی ہوئی ہے، کبھی امام حسین علیہ السلام کی "ناکامی" کی مثال دی گئی، کبھی برطانوی شہنشاہیت کے خلاف مسلمان زعما کی ناکامیوں کا ذکر کیا گیا، کبھی جلیانوالہ باغ اور پشاور کے قصہ خوانی بازار کے ناکام شہیدوں کی یاد دلائی گئی، اور اس کے ساتھ ہی حکومت اور جماعت اسلامی کو بھی اس ناکامی اور عوام کی خونریزی کے ذمہ دار قرار دیکر اُسا تبکی پوری کوشش کی گئی، اور پھر پرانے مطالبہ کو بھی دوہرا گیا تھا۔

(۱) "مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے"

(۲) "انہیں کلیدی اسامیوں سے علیحدہ کیا جائے"

ورنہ آئین اسلامی نہیں ہوگا گویا آئین اسلام آج اسی بات کا نام ہے کہ اسلام کی خدمت کرنے والے مسلمانوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے اور انہیں حکومت سے علیحدہ کر دیا جائے - عیسائی کلیدی اسامیوں پر آ سکتے ہیں، ہندو وزیر بھی بن سکتے ہیں، لیکن جس پر احمدی کا لفظ آ جائے وہ غیر مسلم ہے اور ایسا غیر مسلم جس کو ہندوؤں اور عیسائیوں جیسی مراعات بھی حاصل نہیں ہو سکتیں، کیوں؟ کیا اس لئے کہ وہ خادم اسلام ہے اور احراریوں کی طرح مذہب کی آڑ میں سیاسی سٹنٹ کھڑا کرنا اس کا شیوہ نہیں؟ تعجب ہے کہ احراریوں کو اپنے کھوئے ہوئے وقار کو قائم کرنے کے لئے سوائے اس کے اور کوئی رستہ نظر نہیں آتا کہ احمدیوں کے خلاف شور و غوغا کرکے عوام کو اپنے ساتھ ملا لیا جائے اور اس ذریعہ سے حکومت کی دہلیز پہ قدم رکھنے کے لئے چند ووٹ حاصل کئے جائیں یہ ہے تحفظ ختم نبوت کی حقیقت، اور یہ ہے عوام کی ان قربانیوں کا حقیقی مقصد جو ناموس رسول کے نام سے پہلے بھی کرائی گئیں اور اب پھر اس کے لئے اُکسایا جا رہا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں ۶ مارچ کو "یوم شہدائے ختم نبوت" منانے کی بھی اپیل کی گئی ہے - جس کا پروگرام ابھی نہیں بتایا گیا - لیکن ۱۹۵۳ء کے تلخ تجربات ایسے نہیں کہ عوام کو پھر اس موت و ہلاکت کی طرف راغب کر سکیں، نہ اس نئی تحریک کو پہلے کی طرح دوسری جماعتوں اور فرقوں کی تائید حاصل ہے، بلکہ جماعت اسلامی کو بری طرح کوسا جا رہا ہے اس سے الگ ہے اس لئے امید نہیں کی جا سکتی کہ یہ آواز کچھ موثر ثابت ہو، تاہم حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو ابھی سے دبانے کا انتظام کرے، ۱۹۵۳ء میں بھی اگر اس فتنہ کو ابتدا ہی میں دبا دیا جاتا تو اتنا نقصان نہ اُٹھانا پڑتا - ہمیں امید ہے کہ سابقہ تجربہ کی بناء پر اس نئے فتنہ کو فوراً دبانے کا بندوبست کیا جائے گا اور احراریوں کے اس سٹنٹ کو زیادہ بار آور ہونے کی مہلت نہ دی جائے گی۔

بھارت کے خریدارانِ "پیغامِ صلح" اور "لائٹ" سے

ضروری استدعا

میں "پیغام صلح" اور "لائٹ" کا نمائندہ برائے ہند ہوں - بھارت کے اکثر خریدار صاحبان میرے توسط ہی سے ان اخباروں سے ربط رکھتے اور کاروبار انجام دیتے ہیں - وصولی رقوم کا کام بھی میرے سپرد ہے - گذشتہ دنوں میں تقریباً تین ماہ اپنے مستقر حیدرآباد دکن سے باہر رہا، میری عدم موجودگی کی وجہ سے کام خاطر خواہ انجام نہ پاتا رہا - کچھ ڈاک بھی جمع ہوگئی - میں نے واپس حیدرآباد پہنچکر جملہ خطوط کے جوابات دیئے اور فرمائشوں کی تعمیل کر دی ہے - اگر کسی دوست کو جواب نہ ملا ہو یا کوئی شکایت ہو تو براہ کرم مجھے مندرجہ ذیل پتہ پر مطلع فرمائیں انشاءاللہ فوراً جواب دیا جائے گا - اور ازالہ شکایت کی ممکن سعی کی جائے گی -

جن خریدار صاحبان کے ذمہ چندہ اخبار اور بقایاجات کی رقوم ہیں براہ کرم وہ بلا توقف مجھے بذریعہ منی آرڈر بھجدیں یا وی پی کی اجازت دیں - خاموشی وی پی کی اجازت متصور ہوگی اور ان کی خدمت میں وی پی ارسال کر دیا جائے گا جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا -

شیخ محمد انعام الحق - مکان نمبر ۱۰۰ (اے کلاس) محلہ اعظم پورہ - ملک پیٹ - حیدرآباد دکن ۲ -

SH. MOHD INAMUL HAQ,

HAUSE No 100 (A) AZAM PURA

MALK PETH, HADER ABAD DECCAN 2

اخبارِ احمدیہ

"ضرورت حدیث" کی قبولیت

حضرت امیر ایدہ اللہ کی نئی تصنیف "ضرورت حدیث" قبولیت عامہ کا سہرا حاصل کر رہی ہے، مشہور مقامی اخبار "لاہور" اپنی ۲۷ فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں تبصرہ کرتا ہے۔

" ضخامت سوا تین سو صفحات - عمدہ کاغذ پر جاذب نظر ٹائپ میں مطبوعہ دار آویز جلد -

بدقسمتی سے آج کل پاکستان میں احادیث نبوی سے کاملاً انحراف و گریز کی تلقین کرنیوالی بعض جماعتیں اندر ہی اندر مصروف کار ہیں، اس لحاظ سے "ضرورت حدیث" جسے اس سلسلہ میں مسکت دلائل کا گنجینہ کہنا چاہیئے عین وقت پر شائع ہوئی ہے اس میں نہ صرف منکرین حدیث کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے بلکہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کہاں کہاں ان کا یہ ادعا محض "جعلی" ہو کر رہ جاتا ہے اس تجزیہ کے علاوہ اس کتاب میں ان تمام بدبختیوں، خامیوں اور کوتاہیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے - جن سے ایک منکر حدیث نبوی کی اسلام سے وابستگی ادا ہوتی ہے گویا "ضرورت حدیث" میں نہایت ہی صالح اور شریفانہ انداز تحریر میں تمنا صاحب، اسلم صاحب - اور دیگر دیگر صاحب کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے - لہذا وقت کی ضرورت کے لحاظ سے "ضرورت حدیث" کی ضرورت اور بھی شدید اور اہم ہو جاتی ہے"۔

صاحب صدر کی صحت:- مولانا محمد یعقوب خان صاحب صدر انجمن کو گذشتہ ہفتہ پھر عارضہ قلب کا ایک زبردست دورہ پڑا لیکن خدا کا شکر ہے کہ حالت سنبھل گئی اور اب طبیعت بفضلہ تعالےٰ روبصحت ہے احباب کرام سے مسلسل دعاؤں کی درخواست ہے -

ختم قرآن پر جلسہ:- شیخ شریف احمد صاحب سیالکوٹ کے صاحبزادہ انجم ارشاد سنے

(باقی صفحہ پر)

اخبار و افکار

مسلمان کی تعریف

تحفظ ختم نبوت کی احراری کانفرنس میں منجملہ اور باتوں کے یہ قرارداد بھی پاس کی گئی کہ پاکستان کے آئین میں صدر مملکت کے لازماً مسلمان ہونے کی جو شق رکھی گئی ہے اس میں "مسلم" کی جامع تعریف شامل کی جائے کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ احراری فتنہ پرداز دل کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ "مسلم" کس کو کہتے ہیں یا "مسلم" کی جامع تعریف کیا ہے؟ پھر کس بناء پر احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر زور دیا جا رہا ہے، جب تمہیں خود معلوم نہیں کہ مسلم کس کو کہتے ہیں تو کسی کو غیر مسلم قرار دینے کا کیا معیار تمہارے پاس ہے؟

احرار کے اس مطالبہ کی تہ میں جو جذبۂ شرارت کام کر رہا ہے، اس سے قطع نظر ہم خود دستور ساز اسمبلی سے مستدعی ہیں کہ مسلم کی ایک جامع تعریف آئین میں کر دی جائے، تاکہ آئندہ کسی مولوی، مُلّا کو یہ جرأت نہ ہو سکے کہ ان لوگوں کو جو اس تعریف میں شامل ہوں غیر مسلم یا خارج از اسلام قرار دے سکے، اور اگر کوئی ایسا کرے تو آئین میں اس کیلئے کوئی ایسی تعزیر بھی مقرر کر دی جائے جو دوسروں کے لئے قابل عبرت ہو۔

ارتداد پر پابندیاں

اسی احراری کانفرنس میں یہ قرارداد بھی پاس کی گئی کہ:-

"پاکستان کی اسلامی جمہوریہ میں ارتداد پر پابندیاں عائد کی جائیں"

خدا و رسول نے تو کوئی پابندی کسی کے دین و مذہب پر عائد نہ کی، لا اکراہ فی الدین قرآن کا صریح فرمان ہے جس کو مذہبی آزادی کا چارٹر قرار دیا گیا ہے اور اس سے بھی کھلے لفظوں میں اعلان کیا گیا فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر ہر شخص کا اختیار ہے کہ چاہے تو ایمان لائے اور چاہے تو ایمان لا کر بھی انکار کر دے۔ اس کے اس فعل کی جزا و سزا خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں دی، اس دنیا میں ہر ایک انسان کو ضمیر کی آزادی دی ہے جو قیامت کے ثواب و عقاب کو حق بجانب ٹھیراتی ہے، اگر یہ آزادی اس دنیا میں نہیں اور کوئی شخص اپنی مرضی سے کسی دین کو اختیار نہیں کر سکتا اور جبراً اسے اسلام میں رکھنا ضروری ہے تو سوائے اس کے کہ اس سے منافقت پیدا ہو، اور کیا نتیجہ ہے اور کیا وہ چیز جو اسلام کا ایک امتیازی کارنامہ ہے کہ اس نے مذہبی آزادی قائم کرنے کے لئے (ضرورت پیش آنے پر) جنگ سے بھی دریغ نہیں کیا وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ (جنگ کرو حتی کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور کوئی شخص کسی کے ڈر اور خوف اور جبر سے نہیں بلکہ محض اللہ کے لئے کسی مذہب کو اختیار کرے) اس امتیاز کو بھی آج مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے، مُلّاؤں کے ہاتھ میں اگر حکومت آ جائے تو خدا جانے اسلام کی کیا شکل بن جائے اور مسلمان ایک ہوّا اور وحشی ترین انسان نظر آنے لگے۔

مثالی بیوی

یہ خبر ہے تو پرانی لیکن اتنی پرانی نہیں کہ اس سے سبق نہ لیا جا سکے، گذشتہ جنوری ہی کی خبر ہے کہ ایک مصری عورت نے بڑے چاؤ کے ساتھ شادی کی صرف دو ہی مہینے گذرے تھے کہ اس کی مسرت و شادمانی پر اوس پڑ گئی، اس کا ٹیکسی ڈرائیور شوہر چور تھا اور وہ ہر روز کچھ نہ کچھ چرا کر لے آتا تھا، پہلے پہل تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کہ اس کا محبوب اتنا گرا ہوا ہے لیکن عجیب و غریب چیزیں اس کے گھر پہنچنے لگیں تو وہ سخت کشمکش میں مبتلا ہو گئی۔ اس کی راتوں کی نیند اُڑ گئی اور وہ فیصلہ نہ کر سکی کہ اس کی اطلاع پولیس کو کرے یا نہ کرے بالآخر اس نے اپنے شہری فرائض کو محبت پر ترجیح دی، اور پولیس کو اطلاع کر دی، اس کے محبوب ابراہیم کو گرفتار کر لیا گیا۔

عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ بیوی نے یہ اقدام کر کے ایک مثال قائم کر دی ہے کہ آزاد ملک کے شہریوں کا کردار کیا ہونا چاہیئے عدالت نے اس توقع پر کہ یہ بیوی اپنے شوہر کی اصلاح کی اہلیت رکھتی ہے اسے صرف جرمانے کی سزا دی،

کیا یہ خبر پاکستانی بیگمات کے غور و فکر کے قابل نہیں کتنی مسلمان خواتین ہیں، جو اپنے شوہروں کے افعال و کردار کی اصلاح کی اہلیت رکھتی ہیں؟ کتنی بیویاں ہیں جو اپنے خاوندوں کو بدکرداری اور رشوت ستانی سے روکتی ہیں؟ نہیں بلکہ کتنی بیگمات ہیں جو اپنے بناؤ سنگار اور فیشن پرستی کے لئے اپنے اچھے سے اچھے اور پاکیزہ اخلاق صاحب بہادروں کو رشوت ستانی اور دیگر ناجائز وسائل آمد اختیار کرنے پر مجبور نہیں کر دیتیں کیا ٹیکسی ڈرائیور ابراہیم کی مثالی بیوی کی مثال پاکستان میں بھی مل سکتی ہے؟

مغربی نقطۂ نظر میں انقلاب

جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیاں اسلام کے متعلق مغربی نقطۂ نظر میں جس خوشگوار انقلاب کے پیدا کرنے کا موجب ہوئی ہیں، اس کی مثالیں جہاں آئے دن کئی پڑھے لکھے انگریزوں، جرمنوں اور امریکنوں کے اعلان اسلام سے ملتی رہتی ہیں وہاں اخبارات اور رسالوں کے ان مضامین سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے جو اسلام کے متعلق وقتاً فوقتاً ...... شائع ہوتے رہتے ہیں، گذشتہ سال اس قسم کے بعض مضامین امریکہ اور برطانیہ کے مشہور ترین رسائل "ریڈرز ڈائجسٹ" اور "لائف" میں جو لکھو کھہا کی تعداد میں کئی کئی زبانوں میں چھپتے ہیں، شائع ہوئے، ان میں سے ایک مضمون کا جو امریکہ کے نامور جریدہ لائف (اگست ۱۹۵۵ء) میں ایک امریکی فاضل کے قلم سے شائع ہوا، تھوڑا سا اقتباس پڑھ لیجئے:-

"برخلاف دوسرے مذہبوں کے جن کا ارتقا افسانوی اور گمنام بنیادوں پر ہوا ہے اسلام تاریخ کی پوری روشنی میں نمودار ہوا اور طوفان کی تیزی کے ساتھ پھیل گیا، محمد (صلعم) کی وفات (۶۳۲ء میں) کے چند ہی سال کے اندر وہ سارے مشرق وسطےٰ پر چھا چکا تھا اور ایک صدی کے اندر ہی اندر اس کے حدود جبل الطارق سے ہمالیہ تک وسیع ہو چکے تھے آج اس کے پیرو تیس کروڑ کی تعداد میں روئے زمین کی ساری آبادی کا ⅐ حصہ ہیں.....

.... اسلام محض ایک ضابطہ کا مذہب نہیں یہ زندگی کا ہر جہتی نظام ہے فکر و عمل دونوں کی رہنمائی اس طرح کرتا ہے جس کی کوئی نظیر مغربی دنیا میں نہیں ملتی۔"

یہ اس مقالہ کے شروع کے چند الفاظ ہیں، سارا مقالہ جو ۱۹-۲۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اسی قسم کے ہمدردانہ خیالات سے لبریز ہے، سچ فرمایا تھا حضرت مجدد وقت نے ؎

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

مفت لٹریچر کی تقسیم

انجمن کے صیغہ مفت اشاعت میں چند قیمتی کتب اور رسالے برائے مفت اشاعت موجود ہیں۔ انجمن چاہتی ہے کہ انکو مختلف مقامات کے معزز اور فہمیدہ مسلمان طبقہ میں پہنچایا جائے اسلئے تمام احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے شہروں کے ان اصحاب کے نام اور پتے دفتر

عالمگیر خدا کا عالمگیر پیغام

انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کے لئے ایک پُر حکمت نظام

جسمانی تربیت کیساتھ انسان کی روحانی تربیت کا سامان

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعالمین نذیراہ الذی لہ ملک السموٰت والارض۔ الخ ـــــــ (سورۃ الفرقان)

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایک مشاہدے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس کائنات کے اندر خدا تعالےٰ کے فیوض اور برکات اور اس کے انعامات کا مطالعہ کرو، خدا تعالیٰ کے انعامات کو ہر شخص محسوس کرتا ہے اور بہ ظاہر ہے کہ اس کے افضال و کرم اگر نازل نہ ہوں تو یہ کارخانہ چل نہیں سکتا، وہ فرماتا ہے کہ وہ سرچشمہ برکات و خیرات جس نے انسان کی جسمانی تربیت کے لئے یہ کارخانہ قدرت بنایا ہے ضروری ہے کہ اس کی روح کی ترقی اور نشو و نما کے لئے بھی ویسا ہی سامان مہیا کرے۔

قرآن کی برکات

اس حقیقت کے اظہار کے لئے فرمایا تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہٖ لیکون للعالمین نذیراً، وہ خدا جس کی برکات بیشمار ہیں اس نے نزل الفرقان یہ کتاب نازل کی ہے اس میں بھی بہت سی برکات ہیں، ایک جگہ فرمایا کتٰب انزلناہ مبارکاً یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس کی برکات کبھی ختم نہ ہونگی، یہاں اسے فرقان کہا ہے اور فرمایا جس طرح ...... اللہ تعالیٰ کی ذات برکات کا سرچشمہ ہے اسی طرح اس کا بھیجا ہوا فرقان جو حق و باطل میں فرق کرتا ہے برکات و فیوض کا سرچشمہ ہے۔

قرآن کو لانیوالی عظیم الشان شخصیت

پھر اسکو ایک عظیم الشان شخصیت کی معرفت بھیجا وہ کون ہے، وہ اس بادشاہ کا سفیر ہے جو تمام دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ ہے، دنیا کے بادشاہ جب کسی ملک میں اپنے سفیر بھیجتے ہیں تو اپنی اپنی حیثیت اور شان کے مطابق اس کا انتخاب کرتے ہیں۔ دنیا میں مختلف حیثیتوں کے بادشاہ ہیں جو اپنی حدود مملکت کے لحاظ سے بڑی چھوٹی حیثیت رکھتے ہیں، کوئی ایران کا بادشاہ ہے کوئی روم اور اٹلی کا، کوئی انگلستان کا شہنشاہ ہے اور کوئی روس کا، ہر ایک اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنا سفیر منتخب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زمین و آسمان کی تمام کائنات کا بادشاہ ہوں، اس لحاظ سے میں اس کو اپنا سفیر منتخب کرتا ہوں جو میری عبودیت اور فرمانبرداری میں سب سے بڑھا ہوا ہے اس کا ذرہ ذرہ میرا فرمانبردار ہے۔

رسول کریم صلعم کی عبودیت کا مرتبہ

معلوم ہوتا ہے علیٰ عبدہٖ کے الفاظ حضور نبی کریم کی اس صفت کے اظہار کے لئے ہیں جس کا اظہار قرآن نے دوسری جگہ انا اول المسلمین کے الفاظ میں فرمایا ہے اسی عبدہٖ کو ایک اور آیت میں فرمایا فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ اپنے فرمانبردار بندے کی طرف وحی کی، پھر فرمایا سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ اس شخصیت کا اندازہ لگاؤ کہ ان کی فرمانبرداری نے ان کو اس قدر بلند درجہ عطا کیا اور ان کو معراج نصیب ہوا، اور مقام محمود عطا کیا گیا۔ اس عظیم المرتبت شخصیت کو خدا تعالیٰ کی طرف سفیر بنا کر بھیجا گیا۔

تمام دنیا اور اقوام عالم کی طرف رسول کریم کی بعثت

کس کیطرف بھیجا گیا؟ کسی ایک خطۂ زمین کی طرف نہیں کسی خاص قوم کی طرف نہیں للعالمین نذیراً تمام دنیا جہان کی اقوام کے لئے وہ نذیر ہو کر آیا۔

ایک آیت میں بہت سے مضامین

اس ایک آیت کے اندر کتنے مضامین جمع کر دیئے گئے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی برکات اور احسانات کا ذکر کیا اور بتایا کہ جس طرح انسان کی جسمانی تربیت کے لئے اس تمام کائنات کو پیدا کیا گیا ہے، جو برکات الٰہی سے بھری ہوئی ہے اسی طرح اس کی روحانی تربیت کے لئے فرقان عطا کیا گیا جو وہ بھی برکات الٰہی سے معمور ہے اور پھر بتایا کہ یہ کتاب اس عظیم الشان شخصیت پر نازل ہوئی اور اللہ تعالےٰ نے ایسی بلند مرتبت شخصیت کو اپنا نمائندہ اور سفیر بنا کر بھیجا جو عبودیت میں درجہ کمال پر پہنچی ہوئی ہے، اور اسے ایک قوم یا ایک خطہ زمین کی طرف نہیں بلکہ اقوام عالم کی روحانی تربیت کے لئے بھیجا گیا۔ ایک چھوٹی سی آیت میں کتنے مضامین جمع کر دینا قرآن کریم ہی کا اعجاز ہے۔ حضرت صلعم نے فرمایا انی اعطیت جوامع الکلم۔ یعنی مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں جو تعداد میں تھوڑے ہوتے ہیں لیکن بے شمار معانی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس ایک آیت پر غور کیجئے، صرف ایک آیت ہے اس کے الفاظ تھوڑے ہیں۔ مضامین بہت ہیں۔

نَزَّلَ اور اَنْزَلَ میں فرق

اس میں نَزَّلَ کا لفظ استعمال کیا ہے نزل کے متعلق لغت میں لکھا ہے ان لفظۃ نزل تدل علی التفریق ولفظۃ انزل تدل علی الجمع نَزَّلَ کا لفظ جہاں استعمال ہوتا ہے، وہاں معنے ہوتے ہیں تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا اور جہاں اَنْزَلَ کا لفظ آتے اس میں ایک ہی مرتبہ یکلخت اتارنے کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسے فرمایا نَزَّلَ الکِتٰبَ بِالْحَقِّ قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے حق و حکمت کے ساتھ اتارا اور پہلی کتابوں کے متعلق فرمایا انزل التوراۃ والانجیل تورات اور انجیل کو ایک ہی دفعہ یکلخت نازل کیا۔ ایک اور جگہ فرمایا وقراٰناً فرقنٰہ لتقراہٗ علی الناس علیٰ مکث ونزلنٰہ تنزیلاً۔ قرآن کو اس لئے ہم نے جدا جدا کر دیا۔ لتقراہٗ علی الناس علیٰ مکث تاکہ تو ٹھیر ٹھیر کر لوگوں پر پڑھے ونزلنٰہ تنزیلاً اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا تاکہ موقعہ و محل کے مطابق، پیش آمدہ حادثات کے پیش نظر اور ضرورت کے لحاظ سے اُترے اور لوگوں کے رگ و ریشہ میں رچ جائے۔

قرآن کیوں یکلخت نازل نہ ہوا

اگر قرآن ایک ہی وقت اترتا تو لوگوں کے عمل میں نہ آسکتا، اس لئے اسے تئیس سال میں اتارا تاکہ عمل میں آجائے حضور کے عہد مبارک میں اس پر پورا عمل خود حضرت اور آپ کی امت نے کر کے دکھا دیا سلطنت ملی تو اس کے متعلق احکام دیئے، ہجرت ہوئی تو اس کا ذکر کیا اگر مکہ میں بتایا جاتا کہ گورنر کے لئے یہ احکام ہیں تو ایک بے موقعہ بات ہوتی اور کوئی عمل نہ ہو سکتا مکہ میں شریعت کے احکام نہیں اُتر سکتے تھے، کیونکہ کفار مکہ کے اندر رہ کر مسلمان شریعت کے احکام پر عملدرآمد کر سکتے تھے۔ خانہ کعبہ میں تو کفار آنے ہی نہ دیتے تھے۔ بلکہ نماز بھی نہ پڑھنے دیتے تھے، تو فرمایا لتقراہٗ علی الناس علیٰ مکث وقفہ وقفہ سے لوگوں پر قرآن پڑھا گیا۔

قرآن تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے

پھر اس کتاب کو ھدی للناس تمام دنیا جہان کے انسانوں کے لئے ہدایت قرار دیا گیا۔ شروع میں ہی یہ فرمایا الحمد للہ رب العالمین اگر ساری قوموں کے لئے خدا ایک ہے، اگر خدا ساری قوموں کا خالق اور رب ہے اور اس نے دنیا جہان کی

ربوبیت کے لئے اس کائنات کو پیدا کیا ہے تو قرآن جو انسانوں کی روحانی تربیت کرتا ہے وہ بھی ساری قوموں کے لئے ہے اور وہ رسول جس پر یہ نازل ہوا وہ بھی تمام قوموں کے لئے مبعوث کر آیا۔

تمام کائنات کے بادشاہ کی طرف سے

ان تمام حقائق کو اس ایک آیت میں بیان کرنے کے بعد اب ذرا تفصیلات بیان کیں فرمایا الذی له ملك السموات والارض و لم يتخذ ولدا و لم يكن له شريك في الملك یہ رسول اس خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے له ملك السموات والارض جس کی بادشاہت ساری کائنات پر حاوی ہے وخلق كل شيء فقدره تقديرا خداوہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے، تمام کائنات پر اس کی حکومت ہے۔

خدا کو بیٹے کی حاجت نہیں

ولم يتخذ ولدا وہ مرجانے والا نہیں کہ اس کو بیٹے کی یا کسی وارث کی حاجت ہو۔ مرنے والے بادشاہ اگر ان کے ہاں بیٹا نہ ہو تو انہیں خلش ہوتی ہے کہ ان کے تاج و تخت کا وارث کون ہوگا، وہ جب تک زندہ رہتے ہیں کسی کو اپنی حکومت نہیں دینا چاہتے، نہ اپنے ہاتھ سے اپنی دولت اپنے بیٹے کے سپرد کرتے ہیں۔ لیکن یہ انہیں خلش رہتی ہے کہ اگر بیٹا نہ ہوا تو تاج و تخت کا کون مالک بنے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم حی و قیوم ہیں، زندگی کے سرچشمہ ہیں ہم پر فنا نہیں بیٹے کی ہمیں کیا حاجت ہے۔

کفارہ مسیح باطل ہے

پھر یہ بھی خدا کی شان کے خلاف ہے کہ بیگناہ بیٹے کو دوسروں کے گناہوں کے بدلے میں پھانسی چڑھے دی جاسکے۔ یہ تو خود سب سے بڑا گناہ ہے، خدا ایسے گناہ کا ارتکاب کیسے کرسکتا ہے، عدل کے بھی یہ خلاف ہے کہ بے گناہ کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے، کیا خدا معافی دینے کی طاقت نہیں رکھتا، ماں باپ اپنے بیٹوں کو معاف کردیتے ہیں، استاد معافی دے دیتے ہیں، بادشاہ جب کوئی خاص تقریب ہو تو قیدیوں کو معاف کردیتے ہیں کیا ان کو کوئی برا کہتا ہے کہ کیوں انہوں نے معافی دی؟ نہیں بلکہ ان کے اس فعل کو قابل تحسین قرار دیا جاتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ تو سب سے بڑھ کر معاف کرنے والا ہے وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا۔ پھر فرمایا سبقت رحمتی غضبی میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے پھر فرمایا قل يا عبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا۔ اعلان کردو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہوں، میرا تو ٹھیکہ ہے معافی دینے کا۔ یہ کس قدر دلنشین اور معقول تعلیم ہے۔

ایک امریکن پروفیسر سے گفتگو

لیکن آج سارے یورپ کی دنیا کس عقیدہ کے اندر پھنسی ہوئی ہے، تین روز ہوئے امریکہ کا ایک پروفیسر میرے پاس آیا، میں نے اسے کہا کہ آپ لوگ تو پڑھے لکھے ہیں، پھر کیسے اس غیر معقول عقیدہ کو مانتے ہیں کہ دنیا کے گناہوں کے لئے خدا نے اپنے بے گناہ بیٹے کو پھانسی دے دی۔ یہ عقیدہ کس قدر باطل ہے، کتنا غیر معقول ہے اور قرآن کی تعلیم کتنی حق و حقیقت پر مبنی اور معقولیت سے بھری ہوئی ہے، کہ ساری دنیا کی جسمانی اور روحانی تربیت کا ... سامان اس نے کیا ہے اور اسے کسی بیٹے کی حاجت نہیں وہ اپنی مخلوق کی اصلاح کے لئے سزا بھی دیتا ہے اور معاف بھی کر دیتا ہے۔ کیسا معقول و مفید مذہب ہے۔

ایک امریکن لیڈی سے گفتگو

اسی طرح امریکہ کی ایک لیڈی چند روز ہوئے میرے پاس آئی، اس کو بھی عیسائیت کے اس باطل عقیدہ کی طرف توجہ دلائی، اور بتایا کہ قرآن نے اس کی تردید میں فرمایا ہے انى يكون له ولد و لم يكن له صاحبة خدا کا بیٹا کیسے ہوسکتا ہے اس کی تو بیوی ہی نہیں لیکن عجیب مذہب ہے کہ ایک انسانی عورت کو خدا کی بیوی قرار دیتے ہیں، خاوند خدا اور بیوی انسان کی بیٹی، پھر جو بیٹا پیدا ہوتا ہے اس کو جب نیک کہا جاتا ہے تو وہ اس کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے سوائے خدا کے کوئی نیک نہیں۔

انجیل میں توحید اور رسالت پر ایمان کی تعلیم

میں نے امریکن پروفیسر کو توجہ دلائی کہ یوحنا کے سترہویں باب کی تیسری آیت میں لا اله الا الله محمد رسول الله کے ہم معنے لا اله الا الله عيسى رسول الله لکھا ہے۔ اس آیت کے الفاظ یہ ہیں:- "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد و برحق کو تسلیم کرے اور عیسیٰ کو تو نے بھیجا ہے (یعنی رسول کرکے بھیجا ہے)" میں نے اسے کہا کہ لا اله الا الله محمد رسول الله اسلام کا کلمہ ہے، مسیح بھی کہتا ہے کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں اسی حق و باطل کی وضاحت کے لئے خدا نے فرقان بھیجا ہے۔ اس امریکن پروفیسر نے کہا مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انجیل میں یہ آیت آج نازل ہوئی ہے پہلے میری اس کی طرف توجہ نہ تھی۔

خدا کو شریک کی ضرورت کیوں نہیں؟

پھر فرمایا ۴ حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ دنیا کے بادشاہوں کو وزیروں اور دوسرے عہدیداروں کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ ناقص ہیں اور اپنے ملکی امور کا سارا بوجھ اکیلے نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن خدا کو کسی شریک کی اس لئے ضرورت نہیں کہ وہ ناقص نہیں ہے، دنیا میں جتنی بڑی مملکت کسی بادشاہ کی ہو اتنے ہی وزراء کی ضرورت اسے ہوتی ہے۔ لیکن خدا کی سلطنت اتنی وسیع ہونے کے باوجود کہ تمام کائنات اسی کے قبضہ و تصرف میں ہے اسے کسی مددگار یا وزیر کی حاجت نہیں وخلق كل شيء۔ تمام کائنات اسی نے پیدا کی ہے، اور وہی اس کے ہر رگ و ریشہ سے پوری طرح واقف ہے اور وہ اکیلا ہی اس کو ٹھیک طور پر چلا رہا ہے، عیسیٰ ۔ محمد اور موسیٰ اور داؤد اور تمام دوسرے لوگ اسی کی مخلوق ہیں وہ ان سب کا رب ہے اور دوسرے سب مربوب اور محتاج، اس خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو خدا بنانا رب کو چھوڑ کر مربوب کی عبادت کرنا، حاجت روا کو چھوڑ کر محتاج کی عبادت کرنا عقلمندی نہیں ہے

پیدائش میں ہر چیز کا صحیح اندازہ

پھر پیدا کرنے میں اس کا کمال یہ ہے فقدره تقديرا ہر چیز کو ٹھیک اندازہ سے پیدا کیا ہے آسمان کتنا چاہیئے، سورج کتنا بڑا ہو، چاند کتنا ہو، ان کی روشنی اور گرمی کس اندازہ سے ہوتی چاہیئے ان سب باتوں کا خیال رکھا ہے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ سورج ہم سے نو کروڑ پچاس لاکھ میل دور ہے۔ یہ انگیٹھی اگر نزدیک ہوتی تو ہمیں جھلس ہی دیتی لیکن اس کا اندازہ مقرر کرکے اتنی دور رکھا کہ اس کی روشنی اور گرمی برکات کا موجب بنے ۔ تو خدا نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے، زمین پر خشکی کتنی ہوتی چاہیئے اس کے مقابل پر .... سمندر کتنا ہونا چاہیئے۔

خوراک کا اندازہ

پھر تمام مخلوق کی خوراک اندازہ کے مطابق پیدا کی، کیا کبھی کسی جانور یا انسان کی خوراک میں کمی آئی؟ آٹھ سال ہوگئے جب پاکستان بنا تو کہا جاتا تھا کہ یہ ملک عنقریب ختم ہوجائے گا کیونکہ اس کے پاس کریڈٹ نہیں۔ لیکن اس آٹھ سال میں پاکستان کی خوراک میں کیا کمی آئی؟ اس کریڈٹ کے معاملہ میں چھوٹی چھوٹی سلطنتیں بعض وقت فیل ہوجاتی ہیں، مثلاً کریڈٹ نہ ہونے کی وجہ سے فیل ہوگیا، لیکن خدا کا کریڈٹ ختم نہیں ہوسکتا۔

اسلامی ممالک میں تیل کے چشمے

آج زمانہ کی ضرورت کے مطابق پیداوار بھی بڑھ گئی ہے اور سرچشمے جس کی ضرورت تھی پیدا ہوگئے۔ مسلمانوں کی زمینیں آج خزانے اگل رہی ہیں۔ مکہ کا بادشاہ جو حاجیوں پر ٹیکس لگا کر گذارہ کرتا تھا۔ آج اس کی زمین کے نیچے تیل کا سمندر نکل آیا ہے۔ اوپر ریت ہے اور نیچے تیل کا سمندر، یہ سونا ہے اس بادشاہ کی آمدنی آج کل کئی کروڑ روپے ماہوار ہے۔ عراق میں سونا ہے، ایران میں سونا ہے، ہوائی جہازوں کو اس تیل کی ذاتی برسات

مذاہب عالم کی پارلیمنٹ میں ہماری نمائندگی

اوریگن یونیورسٹی میں متعدد لیکچر اور امریکن طلبا کی اسلام سے دلچسپی

سانفرانسسکو (امریکہ) سے ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب کا مکتوب

کانفرنس کی تیاری

۱۶ر جنوری کی شام کو خاکسار مونٹرے MONTEREY سے رخصت ہو کر سان فرانسسکو پہنچا۔ مسٹر عبد الرحمان سابو خاں میری انتظار میں تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مذاہب عالم کی کانفرنس کے مخصوص مضامین کی تیاری خاکسار کی موجودگی میں ہو۔ اوریگن یونیورسٹی OREGON کی طرف سے دو خط یکے بعد دیگرے میرے پہنچنے پر ملے جن میں کارکنان کانفرنس نے ہم دونو کو ۲۱ر جنوری سے قبل پہنچنے کی تاکید کی۔ اور ہماری رہائش کا انتظام ڈاکٹر سلائشہ DR. CHARLES SCHLIETER جو یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر ہیں۔ کے ہاں کیا گیا۔

تین دن مضامین کی تیاری میں گذر گئے۔ سب سے ضروری مضمون جس پر تمام مذاہب کے نمایندوں نے تقریر کرنی تھی۔ انسان اور خدا کا تصور تھا۔ یہ مضمون ۲۰ر جنوری کی رات کو ۳ بجے صبح تک مسٹر سابو خاں نے ٹائپ کر کے مکمل کر لیا۔ باقی دو مضمون جن پر بحث تھی حسب ذیل تھے (۱) آپ کا مذہب چرچ اور سلطنت کے درمیان تعلقات کو کہاں تک ضروری خیال کرتا ہے۔ (۲) آپ کے مذہب کا کمیونزم کی طرف کیا رویہ ہے۔ ان دونوں مضمونوں کو تین مذاہب کے نمایندوں نے زیر بحث لانا تھا۔ اور ہر ایک نمایندے نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرنا تھا۔ ان مضمونوں پر بھی ضروری نوٹ ہوائی جہاز سے سفر کرنے سے پیشتر تیار کر لئے گئے تھے۔ مضامین کی تیاری میں اس اصول کو سامنے رکھا گیا۔ کہ دعوے اور اس کا ثبوت قرآن کریم سے ہی پیش کیا جاوے۔

ہوائی جہاز سے سفر

۲ر جنوری کو ہم نے ہوائی جہاز کے ٹکٹ یوجین (EUGENE) کے خرید لئے۔ یوجین کیلیفورنیا سٹیٹ کے شمال میں اوریگن سٹیٹ کا یونیورسٹی ٹاؤن ہے اور سانفرانسسکو سے ۵۰۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ہوائی جہاز کا کرایہ فی کس ۲۳ ڈالر ہے۔ لیکن بس کے ذریعہ آدھا کرایہ ہے۔ مگر کانفرنس کے کارکنان نے ہوائی جہاز سے سفر کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اور سفر خرچ اور کرایہ انہی کے ذمہ تھا۔

سان فرانسسکو کا ہوائی اڈا شہر سے ۱۴ میل کے فاصلے پر ہے۔ ایک وسیع میدان میں تین منزلہ لمبی چوڑی عمارت ہے۔ جس میں مسافروں کے بیٹھنے کے کئی ایک وسیع خوشنما ہال۔ کھانے پینے کے چند ہوٹل۔ نمائشی سامان اور اخبارات و رسائل کی دکانیں مختلف ہوائی کمپنیوں کے ایجنٹوں کے دفاتر کھیل تماشے کے بجلی سے چلنے والے کھلونے موجود ہیں۔ دوسری منزل کی گیلری میں بیٹھ کر ہوائی جہازوں کے اڑنے اور اترنے کے نظارے اچھی طرح دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہاں دو بڑی دوربینیں بھی پڑی ہیں۔ جن کو کئی ایک مسافر استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہم ہوائی جہاز میں تین بجے سہ پہر سوار ہو گئے۔ اس میں چالیس مسافروں کی جگہ تھی۔ اڑنے سے پیشتر ہر ایک کی کمر سے پیٹیاں باندھی گئیں۔ ویٹرس نے مختلف اخبار اور رسائل پڑھنے کے لئے دیئے اور ہوائی جہاز نے ۲۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑنا شروع کیا۔ معلوم یہی ہوتا تھا۔ کہ آرام سے موٹر پر سوار ہو کر سفر کر رہے ہیں۔ نہ متلی نہ دل کی دھڑکن۔ بادل ایسے معلوم ہوتے تھے کہ ہمارے پلین کے نیچے چل رہے تھے۔ سروس کا اعلیٰ انتظام، کافی اور چلکن سے متواتر تواضع ہوتی رہی۔ کھانا بھی پیش کیا۔ جو ہلکا اور مزیدار تھا۔ چار گھنٹے کے سفر کے بعد ہوائی جہاز یوجین کے ہوائی اڈے پر اترا۔ ہماری ملاقات کے لئے چیئرمین کانفرنس مسٹر ولفریڈ سونسن (MR. WILFRED SWENSON) اور صدر تواضع کمیٹی مس کیتھی ہالوے (MISS. KATHY HOLLOWAY) موجود تھے۔ انہوں نے ہماری رہائش کا صرف ایک رات کے لئے مینور موٹیل (MANOR MOTEL) میں الگ انتظام کیا ہوا تھا۔

ڈاکٹر سلائشہ کی دعوت

صبح کے ناشتہ کا انتظام شہر کے ایک ریسٹورنٹ میں تھا۔ ناشتہ کے بعد شہر کی گشت کی۔ گیارہ بجے ڈاکٹر سلائشہ DR. SCHLIETER کا ٹیلیفون ملا۔ کہ وہ ہمیں اپنے مکان پر لے جانا چاہتے ہیں۔ آدھ گھنٹے کے بعد وہ بذات خود اپنی موٹر پر ہمیں اپنے مکان پر لے گئے۔ جہاں انہوں نے لنچ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ کھانا کھانے کے وقت ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ کہ کھانا کھانے کے لئے کونسی دعا مانگی جاتی ہے۔ ہم نے کہا کہ بسم اللہ کہہ کر ہم شروع کرتے ہیں۔ اور خاتمہ پر خداوند کریم کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا آج ہم بھی بسم اللہ کر کے شروع کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ دونوں ہی خوش مزاج اور خلیق ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لمعہ قبلی الہ آباد (دھلی) دس ماہ تک رہ چکے ہیں۔ جہاں کی یونیورسٹی میں وہ لیکچرار بھی تھے۔ دوران قیام ہندوستان میں وہ راولپنڈی کے رستے کشمیر کی سیر و سیاحت بھی کر چکے ہیں۔ آپ کے مکان پر ہندوستان اور کشمیر کے کئی ایک تحائف دیکھنے میں آئے ہمارے پہنچنے پر ان کی عید ہو گئی۔ انہوں نے ہمارے آرام اور آسائش کا خاص طور پر خیال کیا۔ سب سے بڑھ کر ان کی خوش مزاجی اور اخلاق تھے۔

مہمانوں کا استقبال اور لیکچر

اتوار ۲۲ر جنوری کا پروگرام مختصر تھا۔ دو بجے کے وقت تمام مہمانوں کا استقبال کیا گیا۔ جہاں پروگرام کے بارہ میں بحث و تمحیص تھی۔ یہ مجلس چائے کے بعد چار بجے ختم ہوئی، پھر شام کو آٹھ بجے ایک اور عام جلسہ یونیورسٹی ہال میں کیا گیا۔ جہاں ہر ایک لیکچرار کا تعارف کرایا گیا۔ اور ان کے فوٹو لئے گئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر پال تلک (DR. PAUL TILLICK) جو ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں۔ اور پروٹسٹنٹ مذہب کے مشہور و معروف لیڈر ہیں کا لیکچر بعنوان "انسان اور خدا کا تصور پروٹسٹنٹ عیسائیت کی رُو سے" ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا لیکچر اس قدر فلاسفیانہ تھا۔ کہ سامعین نے اس کو ٹھیک طور پر نہیں سمجھا۔ اس شہر اور یونیورسٹی کی زیادہ تر آبادی پراٹسٹنٹ فرقہ کی ہے۔

مسٹر سابو خاں اور فادر میکڈاول

سوموار کو دوپہر کے وقت مسٹر سابو خان اسلامی نمایندے اور رومن کیتھولک نمایندے فادر میکڈاول کے اعزاز میں لنچ کی دعوت تھی جس میں یونیورسٹی فیکلٹی کے پروفیسر و ڈین موجود تھے۔ کھانے سے پہلے فادر میکڈاول اور ہم دونوں کا تعارف کرایا گیا۔ چار بجے سہ پہر خدا اور انسان کے تصور پر رام کرشن مشن پورٹ لینڈ کے نمایندے سوامی ایشانند کا لیکچر تھا۔ اور ۸ بجے شام سان فرانسسکو کے یہودیوں رابی سول وائٹ کا اسی مضمون پر یہودی نکتہ نگاہ سے لیکچر ہوا۔

اسلامی عبادت یونیورسٹی ہال میں

منگلوار کی صبح کو ۱/۲ ۷ بجے مسٹر سابو خان نے اسلامی عبادت اور حیثیت نماز کی تشریح کی۔ اور اس کے بعد عربی اور انگریزی میں دعائیں پڑھیں۔ آخر میں دنیا میں امن و امان کے لئے انگریزی میں دعا مانگی گئی۔

یونیورسٹی کلاسوں میں لیکچر اور بحث

اسی روز ۸ بجے صبح سے بارہ بجے تک ہمیں یونیورسٹی کلاسوں میں جانا تھا اور اپنے مذہب پر تعلیم دینی تھی۔ مسٹر سابو خاں نے دو کلاسوں میں میری موجودگی میں اسلام پر نہایت پُر اثر اور دلچسپ تقریریں کیں اور اپنی تقریروں میں ان تمام اعتراضوں کو حل کیا۔ جو اسلام پر عام طور سے کئے جاتے ہیں . . . .

تیسری کلاس میں میری تقریر ہوئی - اور تقریر کے بعد سوالات ہوئے - جن کے موزوں اور تسلی بخش جوابات دیئے گئے - اس کلاس کے انچارج ہمارے میزبان ڈاکٹر سلائشہ DR. SCHLIETER تھے - ایک بجے "انسان اور خدا کے تصور" پر ایسٹرن آرتھوڈکس عیسائیت کے نمایندے ریورنڈ لیتوڈس کیٹاس کی تقریر ہوئی - جس میں انہوں نے یونان کے مختلف مذہبی ..... فلاسفروں کے خیالات دربارہ انسان اور خدا پیش کئے ان کے ایک ... مذہبی رہنما نے کئی ایک آدم کے وجود کو تسلیم کیا ہے آپ کی تقریر میں خوبی یہ تھی کہ وہ اصل موضوع کے اندر تھی۔

اسی روز ۳ بجے "آپ کا مذہب چرچ اور سٹیٹ کے درمیان کیا تعلقات خیال کرتا ہے" کے موضوع پر بحث تھی - جس میں حصہ لینے والے مسٹر عبدالرحمان سیاہو خان، سوامی اشٹانندا اور فادر میکڈاول تھے ہر ایک سپیکر کو پندرہ پندرہ منٹ بولنے کے لئے دیئے گئے - سوامی جی نے ہندو دھرم کے متعلق بتایا - کہ ہندو دھرم میں کام کی تقسیم کر دی گئی ہے - پھر اس تشریح کے بعد وہ بھارت کے موجودہ نظام حکومت کی طرف چلے گئے - اور سیکولر سٹیٹ کے فوائد بیان کرنے لگے - اور بتایا کہ بھارت سرکار نے اپنا نظام جمہوریت پر قائم کیا ہے -

فادر میکڈاول کی تقریر کے بعد مسٹر سیاہو خان نے بتایا کہ سب سے پہلے تو ہمارے اندر چرچ نہیں ہیں، ہماری مسجدیں ہیں جن کو ہم عبادت کے لئے استعمال کرتے ہیں، لہذا میں مذہب اسلام اور سٹیٹ کے تعلقات پر کچھ بیان کروں گا، آپ نے حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کے رویہ اور مثالوں سے ثابت کیا - کہ انہوں نے اپنی زندگی میں دو رنگی نہیں رکھی ہوئی تھی - کہ ایک وقت میں وہ حاکم اور پالیٹیشن بن کر مسجد میں جا کر وعظ کریں - انہوں نے مذہب اور حکومت کو ملا دیا - اور حکومت کے لیڈر کے چناؤ کے لئے یہ شرط رکھی کہ وہ خوف خدا رکھنے والا پرہیزگار انسان ہو - آپ نے بتایا کہ میں امریکن لوگوں کو خوش رکھنے کے لئے یہ نہیں کہہ رہا کہ اسلام جمہوریت کو پسند کرتا ہے - بلکہ میں دعوے اور ثبوت کے ساتھ کہنے کے لئے تیار ہوں - کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے - جس نے دنیا میں سب سے پہلے جمہوریت قائم کی۔"

یونیورسٹی طالبات کی طرف سے دعوتیں

یونیورسٹی کی طالبات کی طرف سے ہمیں یکے بعد دیگرے تین ڈنر کے لئے دعوتیں ملیں - جن کا انتظام تین مختلف ہوسٹلوں میں تھا - تینوں جگہ پر ہمارا تعارف میٹرن اور طالبات سے کرایا گیا - کھانے سے پہلے لڑکیوں نے ہمارے ویلکم کے گیت گائے - کھانے کے بعد اسلام پر دو تقریریں مسٹر عبدالرحمٰن سیاہو خان کی ہوئیں اور انہوں نے سوالات کے جوابات دیئے

بدھوار کی شام کے ۸ بجے چونکہ مسٹر سیاہو خان کا پبلک لیکچر یونیورسٹی ہال میں ہونا تھا - اس لئے تیسری دعوت کے موقعہ پر میں نے ان کو تکلیف دینا مناسب خیال نہ کیا اور خود ایک گھنٹہ کی تقریر میں اسلام کی خوبیوں، اسلامی دعا اور نماز کی ہیئت اور اس کا فلسفہ قبولیت دعا کے ذاتی تجربات - مساوات نسل انسانی - اسلام کا جملہ مذاہب کی صداقتوں کو تسلیم کرنا اور جملہ انبیاء اور کتب پر ایمان - اسکے علاوہ پاکستان کی جمہوریت اور امریکن دوستی کے تعلقات پر روشنی ڈالی اگرچہ خاکسار تقریر کے لئے کوئی خاص تیاری کر کے نہیں آیا تھا لیکن اس کا اچھا اثر پڑا تقریر کے بعد حسب دستور سوالات ہوئے سوالات کا مقصد مزید معلومات حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ کسی مہمان کی تضحیک اور ہنسی اڑانا - سب سے پہلا سوال ایک لڑکی نے اسلامی خوراک پر کیا - میں نے کہا کہ عام حکم یہ ہے کہ تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور کئی ایک ناپاک چیزوں کے کھانے سے ممانعت کی گئی ہے جیسے خنزیر کا گوشت اور شراب - پیشتر اس کے کہ میں دیگر عقلی اور نقلی دلائل ان کی حرمت کے بارہ میں پیش کروں میں اپنے ایک دوست کا ذکر کرنا مناسب خیال کرتا ہوں جو ہمارے ساتھ فیجی سے آئے تھے، ان کو خون کے دباؤ کا عارضہ تھا - وہ امریکن ڈاکٹر کے پاس گئے - جنہوں نے تشخیص کے بعد علاج شروع کیا اور خوراک کے متعلق ایک فہرست اشیائے خوردنی اور ان کے وزن کی تیار کر دی - اس فہرست میں خاص طور پر لکھا کہ شراب اور خنزیر کا گوشت کسی حالت میں استعمال نہ کرنا - یہ تو ہے ڈاکٹری نقطہ نگاہ اخلاقی نقطہ نگاہ سے شرابیوں کی کرتوتیں - موٹروں کے حادثے اظہر من الشمس ہیں - اگر لڑکیوں کا مجمع نہ ہوتا، تو میں خنزیر کی کرتوتوں کو جو اس کی اخلاقی گراوٹ سے تعلق رکھتی ہیں، آپکے سامنے رکھتا - آپ کو چاہیئے کہ آپ اس کے متعلق اپنے پروفیسرز سے دریافت کریں (قہقہہ) آخر میں میں آپ کی مذہبی کتاب بائیبل کو لیتا ہوں - اس میں خنزیر کے گوشت کھانے کی اجازت نہیں ہے - حضرت مسیح نے قانون کی پابندی کی اور اس پر چلنے کی تاکید کی -

دوسرا سوال اسلامی لباس اور پردہ کے متعلق تھا -

تیسرا سوال اسلامی رسوم شادی کے متعلق تھا اور چوتھا سوال اسلامی لڑائیوں کے متعلق تھا - پانچواں سوال مسٹر عبدالرحمٰن سیاہو خان نے کیا - انہوں نے کہا - آپ نے کہا ہے - میں ۱۹۳۲ء میں پاکستان سے فیجی روانہ ہوا - پاکستان کس سال بنا - اور کس عمر میں آپ پاکستان سے فیجی روانہ ہوئے اس حساب سے آپ کی کیا ..... عمر ہوتی ہے (قہقہہ!)

مسٹر سیاہو خان کا لیکچر

بدھوار کی رات کو آٹھ بجے سے نو بجے تک مسٹر عبدالرحمن سیاہو خان کا لیکچر "انسان اور خدا کا تصور اسلامی نقطہ نگاہ سے" یونیورسٹی ہال میں ہوا - اس لیکچر کی خوبی یہ تھی - کہ یہ انسانی فلاسفی یا دلائل پر مبنی نہیں تھا - بلکہ تمام عبارتی اور دلائل قرآن مجید سے ہی لئے گئے تھے - لیکچر سے پہلے مسٹر سیاہو خان نے شہادت کی انگلی اٹھا کر کلمہ شہادت پڑھ کر اسکا ترجمہ انگریزی میں کیا اصل مضمون انگریزی میں شائع ہو چکا ہے انگریزی دان احباب اسکو پڑھ سکتے ہیں -

آخری دن کا پروگرام

آخری دن کے پروگرام کے مطابق مسٹر عبدالرحمان سیاہو خان نے "آپکے مذہب کا رویہ کمیونزم کی طرف کیا ہے" پر بحث کرنی تھی جسمیں اسلام کے نمایندے کے علاوہ یہودی مذہب کے نمایندہ رابی سول اور ریورنڈ کیٹاس نمایندہ آرتھوڈکس گریک چرچ نے حصہ لیا - دس دس منٹ کی تقریریں ہوئیں - اس کے بعد سوالات ہوئے مسٹر سیاہو خان نے بتایا کہ اسلام ہر ایک تحریک کو جسکی بنیاد خدا پر نہ ہو، اور جمہوریت کے خلاف ہو، دشمن انسانیت تصور کرتا ہے اور اس سے تعاون کرنے کی اجازت نہیں دیتا - آپنے قرآن کریم سے اور اسوۂ حسنہ نبوی سے ثابت کیا - کہ کمیونزم کی تحریک اسلامی اصولوں اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے - آپ نے اسلامی تعلیم کی فوقیت کمیونزم پر دکھائی شام کے آٹھ بجے سے پھر کانفرنس شروع ہوئی اور ہر ایک نمایندہ مذہب نے اپنے عقائد بیان کئے یعنی میرا ایمان کیا ہے - اس موقعہ پر بھی اسلامی نمایندے نے ادھر ادھر کی فلاسفی چھانٹنے کی بجائے اپنے عقائد واضح طور پر بیان کئے اور بتایا کہ میرا ایمان ہے کہ ان عقائد کے تسلیم کرنے اور ان پر عمل کرنے میں ہی دنیا کی نجات ہے،

اسی شام کو جلسہ کے بعد مسٹر اور مسز بیلنٹ سے ملاقات ہوئی جو پاکستان کافی عرصہ رہ کر وہاں بجلی کے محکمہ میں خدمات کر چکے ہیں - وہ ہمیں اپنے مکان پر لے گئے اور ان کے ساتھ مسٹر اور مسز سلائشہ اور مس حسین دفتر پاکستان قونصل مقیم سان فرانسسکو بھی تھے - ان کے مکان پر پاکستان کے متعلق رات کے بارہ بجے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا -

دعوت

ڈاکٹر اور مسز سلائشہ کے اصرار پر ہم دو دن کے لئے اور رک گئے - لیکن آخری دن سنیچر کی دوپہر کے کھانے کے ہم میزبان بن گئے اور دعوت میں ہم نے مسٹر اور مسز بیلنٹ - ڈاکٹر اور مسز سلائشہ اور مس حسین کو شامل کیا - کھانا میں نے خود ڈاکٹر سلائشہ کے مکان پر بنایا مسز سلائشہ نے میری امداد کی اور پاکستانی کھانا پکانے کا طریقہ سیکھا - مہمانوں کی تواضع، پلاؤ، قورمہ اور حلوہ سے کی گئی - کھانا اس قدر مزیدار تھا کہ مسٹر بیلنٹ اور انکی بیوی نے چھ دفعہ طلب کیا - مس حسین نے پوچھا کہ پاکستان کے مرد تو

تجاویز بھیجیے

انجمن نے اپنے اجلاس مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء میں مالی معاملات کے انصرام کیلئے جو بورڈ مقرر کیا تھا اس کی رہنمائی کے لئے اگر کوئی دوست کوئی تجویز بھیجنا چاہیں جس میں انجمن کی آمدنی بڑھانے یا دیگر مالی امور کے متعلق کوئی مفید مشورہ ہو تو سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی معرفت بھیجکر مشکور فرمائیں۔

مسلم ہائی سکول بدوملہی میں ایک شاندار تقریب

مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۵۶ء کو مسلم ہائی سکول بدوملہی میں "یوم والدین اور یوم الوداع جماعت دہم" کی تقریب منائی گئی۔ اس تقریب کے پروگرام کی موزونیت نے مجھے یہ تحریک کی کہ اس کا ایک مختصر سا منظر قارئین پیغام صلح کے سامنے بھی آ جائے۔ یہ تقریب بارہ بجے دوپہر کو چوہدری سید احمد صاحب ممبر جنرل کونسل کی صدارت میں علاقہ کے معززین اور طلباء کے سکول کے والدین تقریباً چھ سات سو اصحاب کے مجمع کے سامنے تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوئی۔

نعت خوانی کے بعد جماعت دہم و نہم کے سات طلباء نے بعنوان My ambition in life (زندگی میں میری تمنا) انگریزی زبان میں تقاریر کیں جن کا ترجمہ ہر تقریر کے خاتمہ پر مختصراً ہیڈ ماسٹر صاحب نے کیا۔ اور بتایا کہ وہ کیوں اور کن دلائل کی بنا پر اپنی زندگی کے آئندہ سالوں میں ایک افسر۔ ایک شاعر۔ ایک سائنس دان۔ ایک انجنیئر۔ ایک ڈاکٹر۔ ایک معلم۔ یا پھر ایک سیاسی آدمی بننا پسند کریں گے۔ ہر ایک مقرر نے بدلائل ثابت کیا کہ وہ یہ کام اختیار کر کے قوم، ملت اور پاکستان کی بہترین خدمت کر سکتا ہے۔ نیز اپنے کام کی فضیلت ثابت کرتے ہوئے دوسروں سے نوک جھونک بھی چلتی گئی جس سے مجمع خوب گرما گیا اور حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

بعد ازاں اردو زبان میں وطن کی سیاست کے سب سے اہم کام یعنی مجلس دستور ساز میں آئین کی دوسری خواندگی کے اجلاس کا منظر پیش کیا گیا۔ جس میں صدر جمہوریہ کے مسلمان ہونے کی شرط۔ اور جمہوریہ پاکستان کے ساتھ اسلام کے لفظ اور مخلوط انتخابات پر بحث تھی۔ گویا طلباء نہ صرف مادری زبان میں مافی الضمیر کے اظہار میں طاق ہیں۔ بلکہ اپنے ملک کی سیاست سے بھی خوب واقف ہیں۔ اور اس کے سلجھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حزب اقتدار اور حزب مخالف کے معلومہ اور شائع شدہ الجھاؤ کو وضاحت سے پیش کیا گیا تھا اس قسم کے مخصوص علمی پہلو کے ساتھ ساتھ پروگرام کو اردو عربی اور فارسی مکالموں۔ پرترنم نظموں، قومی ترانوں سے ایک پسندیدہ انداز سے نبھایا گیا تھا اسی سلسلہ میں قصبہ کے چند شاعروں نے بھی اپنا کلام سنایا جس میں سکول کی گذشتہ علمی خدمت، ہیڈ ماسٹر عبد الحفیظ صاحب اور سٹاف کی مساعی جمیلہ اور حسن انتظام کو انشراح صدر سے سراہا گیا۔

مکرمی جناب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب ایاز کی اردو نظموں اور پنجابی شاعر میاں تاج الدین صاحب کی پنجابی نظموں نے حاضرین کو خوب محظوظ کیا۔ اس پروگرام کی جو بات مجھے پسند آئی وہ بچوں میں قومی آزادی کو پروان چڑھانے کا جذبہ تھا۔ ایک طالب علم نے بابائے ملت اور بانئے پاکستان حضرت قائد اعظم کی زندگی اور سیرت کو بزبان انگریزی بیان کیا۔ تو دوسرے نے ملک کی تعلیمی ترقی پر بحث کرتے ہوئے ...... "قوم کی تعلیمی مشکلات اور ان کا حل" حاضرین کے لئے ٹھوس معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچایا۔

قومی آزادی کے اس تقریری پہلو کے ہمراہ ایک عملی ڈرامہ بعنوان "تسخیر سومنات" پروگرام کی دلچسپی کا مرکزی نقطہ تھا۔ حاضرین نے ننھے ننھے بچوں کے منہ سے پجاریوں کی ساز کے ساتھ مخصوص عبادت کے مظاہرہ سے بہت لطف اٹھایا۔ پھر شہنشاہ غازی سلطان محمود کے بارث اور فوجوں کی باہمی جنگ کو ایسی جرأت سے ادا کیا تھا کہ سامعین ایک والہانہ جوش میں سرشار ہو گئے۔ حتیٰ کہ چند ایک فراخ دل اصحاب نے پروگرام میں حصہ لینے والے طالب علموں کی حوصلہ افزائی کے لئے مبلغ -/55 روپے بطور انعام عنایت فرمائے۔

سب سے آخر پر پروگرام کے اصلی مقصد یعنی سکول اور اس کی تمام مساعی کی مختصر تاریخ کو مکرمی جناب عبد الحفیظ صاحب بٹ ہیڈ ماسٹر سکول نے ایک ایسے صحیح انداز میں پیش کیا کہ حاضرین نے رپورٹ کے اہم پہلوؤں پر مسرت قلبی کا اظہار چند ایک مرتبہ تالیوں سے بھی کیا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی رپورٹ میں سکول کی ابتدائی تاریخ سابق کارکنوں کی عرق ریزیاں۔ موجودہ سٹاف کی خصوصیات محکمہ کی نظر میں سکول کا درجہ۔ امتحان میٹرکولیشن کے شاندار نتائج۔ کھیلوں اور سکاؤٹنگ کی تفصیلات بیان کیں۔ نیز سکول ہذا کے ان فارغ التحصیل طلباء کی ایک لمبی فہرست سنائی جو آجکل ملک و ملت کی خدمت کے لئے حکومت کے مختلف شعبوں اور اعلیٰ عہدوں پر متعین ہیں اور جن کی وجہ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس درسگاہ پر بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

اکثر معززین علاقہ سکول کی اعلیٰ تعلیم و تربیت۔ عمدہ نظم و ضبط بچشم خود دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ جناب ہیڈ ماسٹر صاحب کو بار بار مبارکباد دیتے تھے۔

الغرض یہ تقریب جو اپنے اندر امتیازی تعلیمی خصوصیات لئے ہوئے تھی نہایت شاندار طریقہ پر خدائے بزرگ و برتر کے فضل و کرم سے منائی گئی۔

خاکسار حکیم خلیفہ محمد اسلم علوی
بدوملہی ضلع سیالکوٹ

ببیں تفاوت رہ

لاہور کی ایک خبر چند روز کی ہے کہ فوجداری عدالت کے صحن میں ایک جوان عمر بیرسٹر وکیل کھڑے ہوئے تھے کہ انہیں کے ایک موکل نے ایک معمولی سی بات پر مشتعل ہو کر ان پر چھرے سے حملہ کر دیا۔ اور وکیل صاحب بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ ۱۰ منٹ گذر گئے کسی نے ان کی خبر نہ لی اور حملہ آور بھاگ گیا ظاہر ہے کہ پولیس کے سپاہی اور دوسرے سپاہی سب ہی آ جا رہے تھے کچھ منٹ اور گذرے۔ تب دو ہم پیشہ وکیلوں کو خیال آیا اور وہ بے ہوش زخمی کو ہسپتال کسی طرح لے گئے۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ جان بچانے کے لئے خون کی ضرورت ہے۔ اور خون کے بینک میں خون موجود نہیں ہے دونوں وکیل پھر کچہری واپس آئے اور وکیل گھر میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ ۲۰ منٹ اس رد و کد میں اور لگ گئے۔ اور بالآخر جب تین صاحب اپنا خون دینے پر آمادہ ہو کر اسپتال پہنچے تو وہ بدنصیب وکیل صاحب ہر امداد سے بے نیاز ہو کر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے —— واقعہ لاہور کا ہے۔ لیکن کیا پاکستان اور کیا ہندوستان، کس شہر کے مسلمانوں کا فرض ناشناسی میں یہی حال نہیں؟ اپنے بھائی کی اعانت میں یہی لیت و لعل، دوسرے کی جان بچانے میں یہی تامل، پس و پیش کہاں نہیں؟ دوسرے کی جان بچانے کی خاطر تھوڑے سے ایثار میں بھی بخل۔ سارے مسلم ملکوں کا جائزہ لے ڈالئے کہاں موجود نہیں؟

عین اسی زمانہ میں لندن سے خبر آئی ہے کہ فلاں اسپتال میں ایک ۱۳ سالہ کی لڑکی کی آگ سے جلی ہوئی داخل ہوئی جسم کی جلد بہ قدر ۲ فٹ مربع کے بیکار ہو چکی تھی اور ضرورت اس امر کی تھی کہ کسی زندہ جسم کی اسی قدر جلد اس کی جلد پر منڈھ دی جائے۔ ڈاکٹروں نے ریڈیو پر اپیل کی، کہ لوگ اپنے کو اس کے لئے پیش کریں البتہ انہیں ۲½ مہینہ تک فرش پر پڑے رہنا ہو گا۔ اور ان کی رانوں پر مستقل نشان باقی رہ جائیں گے۔ اپیل کا شائع ہونا تھا کہ اسپتال میں ٹیلیفون کی گھنٹی پر گھنٹی بجنا شروع ہوئی اور بات کی بات میں ایک دو نہیں ڈھائی سو انسانوں نے ایک بالکل اجنبی لڑکی کے لئے اپنی جلد کو رضاکارانہ پیش کر دیا!! اور آخر ان میں انتخاب آٹھ کا کیا گیا۔ جس میں لڑکی کے والدین بھی شامل تھے ——

گوری قوموں کی سیہ کاریاں۔ فسق سامانیاں، ستم رانیاں، سب اپنی جگہ مسلم، لیکن جن قوموں میں فرض شناسی اس قدر زندہ ہو، جن میں ہمدردی خلق و ایثار کا جوہر اتنا آبدار موجود ہو، اگر دنیا کے بڑے حصہ پر حکمرانی انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ تو اس میں حیرت کی کونسی بات ہے؟ محسن الملک مرحوم انگریزوں کے لئے کہتے تھے۔ کہ "خدا کرے ان کے عقاید ہمارے سے ہو جائیں۔"

انوار القرآن حصہ اوّل

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تیسویں پارہ کی یہ عجیب و غریب تفسیر ایک عرصہ سے ختم تھی جسے انجمن نے دوبارہ طبع کروایا ہے، قیمت کا فیصلہ اسی ہفتہ ہو جائے گا۔ ضرورت مند دوست جو اس تفسیر کے بارہ میں پوچھتے رہے ہیں، ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ دفتر کو اپنے نام اور موجودہ پتہ سے اطلاع دیدیں۔ نیز جتنے نسخے درکار ہوں وہ بھی تحریر کر دیں۔

غلبۂ قرآن ـــ جمہوریت اسلامیہ

۴ ـــ ۰ ـــ ۸ ـــ ۱

ضرورتِ حدیث ـــ ۸ ـــ ۳

حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب کی مندرجہ بالا تین تصانیف دورِ حاضرہ کے کئی مسائل کا نہایت مدلل اور جامع حل پیش کرتی ہیں، آپ کے گھر میں ان کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جمہوریت اسلامیہ کے صرف چند نسخے باقی ہیں۔

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس ـ لاہور

ضرورتِ رشتہ

(۱) مجھے اپنے ایک پچیس سالہ نوجوان لڑکے کے لئے جو مڈل پاس اور بمشاہرہ سو روپیہ ماہوار موٹر ڈرائیور ہے ـ رشتہ کی ضرورت ہے ـ لڑکی تعلیمیافتہ ـ دیندار امور خانہ داری سے واقف اور احمدی ہو ـ

پتہ :ـــ م ـ ص ـ معرفت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ـ لاہور

(۲)

ایک نوجوان، عمر ۲۸ سال ملازم ریلوے مستقل تنخواہ -/130 روپے ـ کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے ـ لڑکی تعلیمیافتہ، دیندار ہونی چاہیئے جہیز کی ضرورت نہیں ـ

پتہ:ـ م ـ ع ـ معرفت ایڈیٹر پیغام صلح ـ لاہور

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر دوست محمد

چند نایاب کتب

ملفوظات احمدیہ } یعنی حضرت مسیح موعود کی تقریریں جو دسمبر ۱۹۰۷ء تک سات جلدوں میں جمع کی گئی ہیں، عرصہ سے ختم تھیں، اب ایک دوست سے ان کے چند سٹ مل گئے ہیں ـ

ساتوں حصوں کی قیمت گیارہ روپے ہے محصولڈاک علاوہ ہوگا ـ

غسل مصفّٰی حصہ دوم } یہ کتاب بھی عرصہ سے نایاب تھی اب چند نسخے ایک جگہ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ قیمت ـ ـ ـ ۰ ـــ ۸ ـــ ۲

الروح } روح یا نفس انسانی پر ایک نظر از روئے قرآن کریم اور سائنس ـ از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور ـ قیمت ۴ر

تناسخ } زمانۂ لاعلمی کا ایک غلط نظریہ ـ از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ـ قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قیمتی کتب نصف قیمت پر

از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ

انگریزی ترجمۂ قرآن معہ متن عربی } فسٹ کوالٹی جو انڈیا پیپر پر لندن میں نہایت خوبصورت چھپا ہوا ہے ـ جلد بندی بھی انگلستان میں ہی ہوئی ہے ـ اصل ہدیہ ۳۰ روپے تھا ـ رعایتی قیمت ۱۵ روپے میں دیا جا رہا ہے ـ

سیکنڈ کوالٹی ـ اصل ہدیہ ۲۰ روپے ہے ـ رعایتی ۱۰ روپے میں دیا جا رہا ہے ـ

احادیث العمل } اس میں سات سو کے قریب ایسی احادیث صحیح ہیں جن کا تعلق مسلمان کی روزمرہ کی زندگی سے ہے ـ اصل قیمت دس روپے ہے رعایتی قیمت پانچ روپے ـ

زندہ نبی کی زندہ تعلیم } سیرت النبیؐ پر اپنے طرز کی اچھوتی تصنیف ہے، جو انگریزی فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں بھی شائع ہو کر قبولیت عامہ کا درجہ حاصل کر چکی ہے ـ نہایت سلیس اور سادہ زبان ہے ـ گھر میں بچوں کو ضرور پڑھائیں ـ تاکہ وہ موجودہ دور کی مسموم فضا سے محفوظ رہ سکیں ـ

اصل قیمت چار روپے ـ رعایتی دو روپے

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

خاص رعایت کا اعلان

مندرجہ ذیل کتب کی قیمتیں نصف کر دی گئی ہیں، تعداد کتب محدود ہے ـ اس خاص رعایت سے اولین فرصت میں فائدہ اٹھائیں ـ

کتاب	اصل قیمت	رعایتی
۱ ـ فتح اسلام (انگریزی ترجمہ)	۶ر	۳ر
۲ ـ FUTURE OF ISLAM	۸ر	۴ر
۳ ـ بھگوت گیتا (انگریزی)	۱۶ر	۸ر
۴ ـ النبوت فی الاسلام (انگریزی)	۶	۳ر
۵ ـ جیبیہ	۳ر	۱ر
۶ ـ المنطق	۴ر	۲ر
۷ ـ اظہار النصائح	۲ر	۱ر
۸ ـ اعجاز القرآن	۲ر	۱ر
۹ ـ جامع الدعوات	۳ر	۱ر
۱۰ ـ کامران	۱۲ر	۶ر
۱۱ ـ غذا و صحت	۲ر	۱ر
۱۲ ـ اسلامی عقائد	۱۰ر	۵ر

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

طبِ یونانی کی بہترین ادویات کا مرکب

حقانی ٹانک } پٹھوں کی کمزوری چاہے کسی سبب سے ہو خواہ کتنی پرانی ہو، علاوہ ازیں ضعف دل و دماغ ـ دل کی دھڑکن پیشاب کی کثرت، عام جسمانی کمزوری بیماری کے بعد کی کمزوری، چہرہ کی زردی کا زود اثر علاج ـ قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک ـ

حقانی ہیر ٹانک

نوٹ ـ طب یونانی کے مجربات اور مرکبات اور طب ہومیوپیتھی کی ادویات اور انجکشن بھی ہم سے خریدیئے ـ فہرست مفت ـ

احمدیہ میڈیکل فارمیسی پارکر آباد ڈاکخانہ خاص ضلع شیخوپورہ پاکستان

پیغام صلح ۲۹ر فروری ۱۹۵۶ء ـ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۸

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۳ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۵۶ء | نمبر ۹

زرِ مبادلہ
پاکستان و ہندوستان سے ۱۰ روپے سالانہ
ممالکِ غیر سے پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں

مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں

ہر نبوت را برو شد اختتام

ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

ہماری معرفت کا جام اسی شراب سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

اس روشن کتاب سے ایک قدم دوری بھی

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہمارے نزدیک کفر اور باعثِ نقصان و ہلاکت ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

فتح و نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو۔

حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو نصیحت

میں اپنی **جماعت** کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمال صالحہ کی خدا تعالیٰ کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہی اعمالِ صالحہ ہیں اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اس وقت** ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی **تلواروں کے برابر ہیں**۔ لیکن فتح اور نصرت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو خدا تعالیٰ یہ وعدہ فرماتا ہے کَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کی نصرت ہمارے ذمہ ہے اور لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا اللہ مومنوں پر کافروں کو راہ نہیں دیتا اس لئے یاد رکھو کہ **تمہاری فتح تقوےٰ سے ہے** ورنہ عرب تو زے بکریاں اور نطیب اور ڈرت عربی تھے۔ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فرشتے انکی امداد کے لئے نازل کئے۔ تاریخ کو انسان اگر پڑھے تو اسے نظر آجائے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر فتوحات کیں وہ انسانی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک بیس سال کے اندر ہی اسلامی سلطنت عالمگیر ہو گئی۔ اب ہم کو کوئی بتائے۔ کہ انسان ایسا کر سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ...... متقی کے معنے ہیں ڈرنے والا۔ ایک ترک شر ہوتا ہے۔ اور ایک افاضۂ خیر۔ متقی ترک شر کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے اور محسن افاضۂ خیر کو چاہتا ہے...... متقی کا کام یہ ہے کہ برائیوں سے باز آوے۔ اس سے آگے دوسرا درجہ افاضۂ خیر کا ہے جسکو یہاں محسنون کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے کہ نیکیاں بھی کرے پورا راستباز انسان تب ہوتا ہے جب بدیوں سے پرہیز کر کے یہ مطالعہ کرے کہ نیکی کونسی کی ہے؟

کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نوکر چاء کی پیالی لایا۔ جب قریب آیا تو غفلت سے وہ پیالی آپکے سر پر گر پڑی آپنے تکلیف محسوس کر کے ذرا تیز نظر سے غلام کی طرف دیکھا۔ غلام نے آہستہ سے پڑھا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کَظَمْتُ غلام نے پھر کہا وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ کظم میں انسان غصہ دبا لیتا ہے اور اظہار نہیں کرتا ہے مگر اندر سے پوری رضامندی نہیں ہوتی اسلئے عفو کی شرط لگا دی ہے۔ آپنے کہا کہ میں نے عفو کیا۔ پھر پڑھا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ محبوب الٰہی وہی ہوتے ہیں جو کظم اور عفو کے بعد نیکی بھی کرتے ہیں۔ آپنے فرمایا جا آزاد بھی کیا۔ راستبازوں کے نمونے ایسے ہیں۔ کہ چاء کی پیالی گرا کر آزاد ہوا۔ اب دیکھو کہ یہ نمونہ اصول کی عمدگی ہی سے پیدا ہوا۔

ہمارے عقائد

- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔
- ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ:- "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔
- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنیکے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوتے اور ہونگے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔ (حدیث)
- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلم بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ہم اس شخص کو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ ہیں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

ختم نبوّت کے نام پر

حضور صلعم کی ذاتِ اقدس میں گستاخی

ذیل کا مضمون مودودی اخبار "المنبر" لائلپور (۹ رمارچ ۵۶ء) سے بلا تبصرہ نقل کیا جاتا ہے :-

"مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری سے متعدد اخبارات (جن میں احرار کے حامی اخبارات خصوصیت سے قابل ذکر ہیں) کی متفقہ روایت یہ ہے ۔کہ :-

جھنگ ۲۲ رفروری-گذشتہ شب نماز عشاء کے بعد "مجلس تحفظ ختم نبوّت" کے زیر اہتمام ایک اجلاس عام منعقد ہوا-جس میں مولانا غلام قادر خطیب جامع مسجد قاضیاں مولوی محمد لقمان مظفرگڑھی اور سیّد عطاء اللہ صاحب بخاری نے تقاریر کیں- مولوی محمد لقمان نے "اچھوتے انداز" میں چندہ جمع کیا - انہوں نے کہا- کہ مجلس تحفظ ختم نبوّت کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے آئندہ سال کا بجٹ ایک لاکھ ہوگا- (ایک اخبار نے اس "اچھوتے انداز" کی وضاحت یوں کی ہے جلسہ گاہ میں کپڑے کی جھولیاں بنا کر تمام حاضرین جلسہ سے فرداً فرداً چندہ دینے کے لئے کہا گیا -اس اثنا میں اسٹیج سے مقرر صاحب سامعین کو چندہ دے کر جنّت کا ٹکٹ کٹوانے پر عجیب وغریب طریقوں سے اکساتے رہے...... ماشاء اللہ سو سو کے نوٹ دو اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ جب تک آپ لوگ دو ہزار روپیہ نہیں دینگے شاہ صاحب اسٹیج پر نہیں آئیں گے - جلدی کیجئے - مولوی محمد لقمان صاحب بار بار کہہ رہے تھے. بابو! مجھلیو!! دین کی حفاظت کے لئے چندہ دو- ماشاء اللہ دس دس اور سو سو کے نوٹ دو جلدی کرو- رات جا رہی ہے- جنّت کے ٹکٹ کٹوالو- وغیرہ وغیرہ) انہوں نے اپنی خالہ کا ایک خواب بیان کیا-جس میں حضورؐ کی زیارت کا ذکر تھا-

اس جلسہ میں شاہ صاحب کے بارے میں متعدد اخبارات کی رپورٹ یہ ہے انہوں نے فرمایا :-

"مولانا محمد عبداللہ درخواستی کو ایک خواب آیا - ان سے حضور خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " میری نبوّت پر کتّے بھونک رہے ہیں اور انہیں بند کرنا- مولوی محمد عبداللہ درخواستی اور عطاء اللہ شاہ بخاری کا کام ہے "

شاہ صاحب نے کہا- کہ :-

" حضور خاتم النبیّین نے میرے نام پیغام دیا ہے - کہ میں ختم نبوّت کے مسئلہ کو کامیابی سے چلاؤں"

ہم نے ان رپورٹوں کو سخت ذہنی اذیت اور دلی کوفت کے ساتھ پڑھا اور یہاں نقل کیا ہے- مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اب اپنی عمر کے اس دَور میں ہیں جس کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کے روز کے مہمان ہیں - انہیں خود بھی اس کا احساس ہے- اور ان کے مفلوج اعصاب شہادت دے رہے ہیں کہ بہرحال اب آخری مرحلہ آیا چاہتا ہے — ظاہر ہے کہ ہر وہ شخص جو خدا پر ایمان رکھتا ہے، جس کو قیامت اور روز جزاء وسزا پر یقین ہے، اس کی آخری خواہش یہی ہوتی ہے - اور اس کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے ہر شخص کی آرزو بھی یہی ہوتی ہے کہ وہ عمر کے اس آخری لمحہ میں ایسے اعمال وافعال سے کنارہ کش رہے جو کل اس کے لئے اذیّت اور بازپرس کا باعث ہوں — بلاشبہ ہم سب گناہوں میں غرق ہیں- اور خصوصیت سے ہمیں اپنی معصیتوں کا شدید احساس ہے اور ان پر اپنے رحیم ورحمان آقا سے بالحاح عفو طلب ہیں — اور یہ بات بھی کسی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں کہ دنیا میں جتنے گناہ پائے جاتے ہیں- ان میں سب سے زیادہ اہمیت تین قسم کے گناہوں کو حاصل ہے :-

اوّل:- خدائے ذوالجلال کے بارے میں گستاخی، ان کے سامنے کبر اور ان پر افترا پردازی -

دوم:- سید المرسلین کے ادب واحترام میں کمی، آپ کے ناموس پر حملہ، آپ کی ذات اقدس پر خود غرضی کے لئے افترا پردازی-

سوم:- کسی مسلمان کی جان، اس کے مال، اس کی عزت اور اس کے ایمان پر حملہ-

شاہ صاحب کی جانب منسوب کردہ الفاظ اگر صحیح ہیں، یا انہوں نے اس مفہوم کو بیان کیا ہے- کہ حضور سرورِ کائنات روحی ونفسی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منتخب فرمایا- کہ وہ ختم نبوّت کی حفاظت کریں - اور اب شاہ صاحب اسی ارشاد رسالت کی تعمیل کے لئے شہر شہر گھوم پھر رہے ہیں- تو ہم دکھ بھرے دل سے کہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے حضورؐ اقدس کی شان میں (نادانستہ) گستاخی کی ہے -جس سے وہ جتنی جلدی توبہ کرلیں -ان کے لئے بہتر ہے -

شاہ صاحب کی اس روایت کا مفہوم یہ ہے- کہ السید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم شاہ صاحب کی تقریروں کو جو وہ تحفظ ختم نبوّت کے نام پر آج تک کرتے رہے ، اور اب کر رہے ہیں، منظوری وپسندیدگی حاصل ہے - اور اسی وجہ سے دربار رسالت سے یہ امتیاز عطا ہوا ہے کہ آٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے انہیں اس عظیم کام کے لئے منتخب فرمایا گیا ہے - اور ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں - کہ اگر مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب کی یہ تقریریں جو وہ قادیانیت کے خلاف کر رہے ہیں (جن میں سے آیات کی تلاوت اور ان کے بعض مطالب کی تبلیغ کا حصہ جو فی الحقیقت ان کی تقریروں کا $\frac{1}{1000}$ ہوگا مستثنیٰ کر لیا جائے) اگر انہیں دربار رسالت کی پسندیدگی حاصل ہے - تو ہم اس اسلام کو جو کتاب وسنت میں پیش کیا گیا ہے ، اور جس میں ذہن، قلب، زبان اور اعضاء کو مسئولیت سے ڈرایا گیا ہے خیرباد کہنے کو تیار ہیں -

ہمارے نزدیک شاہ صاحب نے نہایت غلط سہارا لیا ہے اور مسلمانوں میں جو عقیدت رحمۃ للعالمین بابی ھو وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود ہے اس سے نہایت غلط قسم کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے — اور پھر اس میں جب ہم مزید دیکھتے ہیں- کہ وہ اس خواب سے مراد یہ لیتے ہیں- کہ "تحفظ ختم نبوّت" کے نام پر جو تنظیم (؟) انہوں نے قائم کر رکھی ہے - حضور خاتم النبیّین روحی ونفسی فداہ اس تنظیم کی تائید فرما رہے ہیں- تو ہماری روح لرز جاتی ہے - اگر خدانخواستہ یہ تنظیم اور اس کے تحت متعین کردہ مبلغین کا کام اور اس کے نام پر حاصل کردہ صدقات زکوٰتیں اور چندے اس بری طرح صرف ہونے کے باوجود انہیں پیغمبر امین کی پسندیدگی حاصل ہے - تو ناگزیر ہے - کہ ان تمام احادیث رسالتمآب کو خیرباد کہہ دیا جائے - جن میں آپ نے مسلمانوں کے مال کے احترام کی اہمیت بیان فرمائی ہے - اور جن میں اموال المسلمین میں خیانت کو حرام اور موجب سزا بتلایا گیا ہے

چونکہ ہمارا حسنِ ظن یہ تھا کہ شاہ صاحب دل سے حضور خاتم النبیّین بابانا ھو وامھاتنا صلی اللہ علیہ وسلم ویسی ہی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت ایک مسلمان رکھتا ہے اور وہ کبھی بھی شعور کے ساتھ حضورؐ کی ذات اقدس میں گستاخی کے مرتکب ہونا گوارا نہیں کرتے - اس بناء پر ہم شاہ صاحب سے درخواست کرتے ہیں - کہ اگر انہوں نے مذکورہ جلسہ میں اس مفہوم کی کوئی بات کہی ہے - تو اس سے رجوع فرمائیں -

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال سے محفوظ رکھے - جو ہماری تمام نیکیوں کے حبط ہونے کا باعث ہوں "

حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارشاد گرامی

"ایک تیسری بات بھی ہے ...... اس شخص سے جو کنارے پر کھڑا ہے- میں کہتا ہوں وہ اندر آ جائے - اور قوم کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کرے **ماہوار چندہ بنیادی چیز** ہے قوم کی مضبوطی اور اشاعت اسلام کیلئے ہر شخص کو اپنی کمائی میں سے کچھ نہ کچھ رقم مقرر کرکے ماہوار بھیجتے رہنا چاہیئے" (خطبہ جمعہ پیغام صلح ۸ رفروری ۱۹۵۶ء)

"اس کے علاوہ دین اسلام کے لئے اپنی جائدادوں کی **وصیت** کریں یہ بہت بڑا کارنامہ ہے جو حضرت امام وہمام نے سرانجام دیا کہ دین کیلئے اپنی جائدادوں کی وصیت کرنے کی تلقین کی اور لوگوں نے وصیت کی

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۷ مارچ ۱۹۵۶ء

قرآن کے مقابلہ میں حدیث کا درجہ

"حجیت حدیث نمبر" کے نام سے جماعت اہل حدیث کے ہفت روزہ اخبار "الاعتصام" نے ایک خاص نمبر شائع کیا ہے، جس میں حدیث کے درجہ و مقام اور دین میں اس کے حجت ہونے کے متعلق کئی بیش قیمت مضامین درج ہیں، لیکن حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ اسی پرچہ میں مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری نے قرآن کریم کے مقابلہ میں حدیث کے درجہ و مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود پر محض اس جرم میں لے دے کرنا ضروری سمجھا ہے کہ انہوں نے حدیث کو قرآن کریم پر قاضی قرار دینے سے انکار کرتے ہوئے کتاب اللہ کا درجہ حدیث سے بلند اور ارفع کیوں قرار دیا ہے، مولوی ابوالقاسم صاحب نے پہلے حضرت سعید بن جبیرؓ ایک جلیل القدر تابعی" کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل کی تو ایک شخص کہنے لگا کہ قرآن میں اس حدیث کے خلاف موجود ہے حضرت ابن جبیر نے فرمایا کہ میں تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تو اس کے مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ قرآن جانتے تھے"

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد مولوی ابوالقاسم لکھتے ہیں:۔

" اور یہ کچھ حضرت سعید بن جبیر یا کسی دوسرے بزرگوں کی انفرادی رائے نہیں تھی بلکہ اس پر ساری امت کا اتفاق چلا آتا ہے، امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ منہج المبین میں فرماتے ہیں اجتمعت الامۃ علی ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللّٰہ تمام امت اس پر متفق ہے کہ حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے (یعنی اصل مطلب و مفہوم کا فیصلہ کرتی ہے)"

(الاعتصام ۱۷ فروری ۱۹۵۶ء حجیت حدیث نمبر ص۳۵)

اس کے بعد حضرت عمرؓ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ:۔

" عنقریب ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو شبہات قرآن میں تم سے مجادلہ کریں گے سو تم ان کو حدیث نبوی سے پکڑنا کیونکہ اصحاب حدیث کتاب اللہ کو سب سے بہتر سمجھتے ہیں"

یہ تمام اقوال نقل کرنے کے بعد مولوی صاحب یکایک حضرت مرزا صاحب پر برس پڑے ہیں اور ایک عنوان قائم کیا ہے:۔

" حدیث کے شارح قرآن ہونے پر قادیانی کا اعتراض"

اس عنوان کے تحت آپ فرماتے ہیں:۔

" ممکن نہ تھا کہ قادیان کا خود ساختہ پیغمبر امت کے اس متفقہ فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا البتہ اطاعت و انقیاد کی بجائے اس نے اس پر اعتراض کر دیا ہے چنانچہ لکھا:۔

" اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے کیونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے اور حدیث کے حکم کا تابع ہے" (رسالہ بٹالوی لودہیانوی کے مباحثہ پر ریویو مؤلفہ مرزا غلام احمد ص۳)

ظاہر ہے کہ اس عبارت میں حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کی اعلیٰ حیثیت اور علو مرتبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ احادیث قرآن پر قاضی نہیں ہو سکتیں لیکن مولوی ابوالقاسم کے نزدیک یہ بہت بڑا جرم ہے کیونکہ سعید بن جبیر ایک جلیل القدر تابعی" امام عبدالوہاب شعرانی اور حضرت عمرؓ کے اقوال میں حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہے اندھی تقلید جو غیر مقلد ہو کر بھی آج وہابی علماء کے دل و دماغ میں سرایت کر چکی ہے۔ چونکہ کسی بزرگ یا امام نے حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دیا ہے اس لئے وہ یقیناً قاضی کا مرتبہ رکھتی ہے، اور جو شخص اس کے خلاف کہے اور قرآن کو حدیث پر حاکم قرار دے وہ مجرم ہے۔ گویا نہ صرف حدیث بلکہ ان بزرگوں کے اقوال بھی قرآن پر فوقیت رکھتے ہیں، ہم پوچھنا چاہتے ہیں حضرت سعید بن جبیر کو (خواہ وہ کتنے بھی جلیل القدر کیوں نہ ہوں) حضرت امام شعرانی کو (خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ پایہ کے امام ہوں) اور حضرت عمرؓ جیسے عالی مرتبت انسان کو بھی یہ حق کس نے دیا کہ وہ کتاب اللہ پر حدیث کو قاضی قرار دیں یا جو حدیث کھلے طور پر کتاب اللہ کے خلاف نظر آتی ہو اس کو یہ کہکر ماننے پر مجبور کریں کہ جس کی طرف وہ منسوب کی گئی ہے وہ قرآن کو بہتر سمجھتا ہے اس میں شک نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کو سب سے بہتر سمجھتے تھے اور آپ کے بیان کردہ معانی و تفسیر کو صحیح سمجھنا ایک مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیئے لیکن وہ حدیث جو کھلے طور پر کتاب اللہ کے خلاف ہو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

اخبار احمدیہ

ارافنیات سندھ کا دورہ } حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ ہمیشہ انجمن کی اراضیات سندھ کے دورہ پر تشریف لے جا رہے ہیں آپ ۱۰ مارچ کو خیبر میل سے لاہور سے روانہ ہوں گے آپ کے ساتھ محترم شیخ میاں عطاء اللہ صاحب ملتان اور محترم شیخ میاں فاروق اللہ صاحب اور اسماعیل آباد اور چوہدری سلطان علی صاحب سابق ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت بھی تشریف لے جائیں گے۔ کراچی سے چوہدری امجد خان صاحب بھی بذریعہ موٹر حیدرآباد (سندھ) پہنچیں گے اور وہاں سے یہ پارٹی انجمن کی اراضیات ملحقہ قاضی احمد کو روانہ ہو جائیگی۔

صحت یابی کا عطیہ } بیگم صاحبہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اپنی صحت یابی پر چودہ عدد طلائی چوڑیاں مالیتی قریباً ایک ہزار روپیہ انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے بھیجی ہیں جزاہا اللہ احسن الجزاء محترمہ ابھی پورے طور پر شفایاب نہیں ہوئیں، چل پھر نہیں سکتیں، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیک دل خاتون کو صحت کامل عطا فرمائے اور دین و دنیا کی حسنات سے متمتع فرمائے احباب سے درخواست ہے کہ ان کی مکمل صحت یابی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں

صاحب صدر کی صحت } مولنا محمد یعقوب خان صاحب کی صحت اب پہلے سے بہتر ہے اگرچہ ابھی بستر سے اٹھنے کی اجازت نہیں ان کی صحت کاملہ کے لئے بھی احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

چوری کی واردات } ملی پور ضلع مظفر گڑھ سے عادل محمد صاحب احمدی اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۵-۱۶ فروری کی درمیانی شب کو میری کافی مالیت کی چوری ہو گئی ہے پولیس تفتیش کر رہی ہے ابھی تک پتہ نہیں چلا سخت تشویش ہے دعا کے لئے درخواست ہے۔

منسوب کرنا بھی شان مسلمانی کے خلاف ہے، مثال کے طور پر امام بخاری کی یہ حدیث کہ لم یکذب ابراھیم الا ثلثا (ابراہیم نے تین مرتبہ جھوٹ بولا) قرآن کے اس ارشاد کے بالکل منافی ہے جس میں فرمایا گیا ہے انہ کان صدیقا نبیا (وہ تو صد درجہ کا راستباز نبی تھا) اب اس ارشاد الٰہی کے ہوتے ہوئے لم یکذب ابراھیم الا ثلثا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے اور کیوں ہم امام رازی کی تقلید میں یہ کہکر اس حدیث کو رد نہ کر دیں کہ قرآن کو جھوٹا قرار دینے کے بجائے بہتر ہے کہ اس راوی کو جھوٹا قرار دیا جائے جس نے ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی ہے۔ اسی طرح حضرت سعید بن جبیر کا یہ قول کہ:۔

" میں تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تو اس کے مقابلہ میں قرآن پیش کرتا ہے"

اس صورت میں حق بجانب ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث قرآن کریم کے خلاف نہ ہو ورنہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہنا صحیح نہ ہوگا۔ اور کسی حالت میں بھی کسی حدیث کو محض اس بناء پر کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے قرآن پر قاضی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت سعید بن جبیر کے اس بیان کے

خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کو بھی پڑھ لیجئے کہ جب انہوں نے اس روایت پر کہ مردہ پر آہ و بکا کرنے سے اسے عذاب ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ قرآن تو کہتا ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری تو پھر دوسرے کے گناہ کا عذاب مردہ کو کیونکر ہو سکتا ہے، کیا حضرت عائشہ کو معلوم نہ تھا کہ حدیث بیان کرنے والے نے اپنے پاس سے بیان نہیں کی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی ہے؟ کیا آپ اس بات کی قائل نہ تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے زیادہ قرآن جانتے تھے؟ اور روایت کرنے والے نے کیوں یہ نہ کہہ دیا کہ میں آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور آپ اس کے مقابلہ میں قرآن پیش کرتی ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے زیادہ قرآن جانتے تھے۔

ایک اور واقعہ سن لیجئے حضرت عائشہ رض سے کسی نے کہا کہ حضرت عمر رض کی روایت ہے کہ جنگ بدر میں جو کفار ہلاک ہوئے ان کو ایک کنوئیں میں ڈالا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہلاک ہونے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا هل وجدتم ما وعد ربکم حقا کیا تمہارے رب نے جو وعدہ تم سے کیا تھا تم نے دیکھ لیا کہ وہ حق ہے؟ یہ روایت جب حضرت عائشہ رض نے سنی تو انہوں نے فرمایا کہ خدا عمر رض پر رحم کرے خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے انک لا تسمع الموتیٰ تو مردوں کو سنا نہیں سکتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بدر میں ہلاک ہونے والوں کو ایسا کہہ سکتے تھے؟ کیا حضرت عائشہ رض کے اس ارشاد کو کسی نے یہ کہہ کر جھٹلایا کہ حضرت عمر رض ایک جلیل القدر صحابی اور خلیفۃ المسلمین ہیں ان کی بات کیسے غلط ہو سکتی ہے، وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں، اور آپ اس کے مقابلہ میں قرآن کی آیت سے بیٹھی ہیں ظاہر ہے کہ ایسا کہنا اور حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دینا ایسا ہی برا ہے جیسا فتنہ انکار حدیث، قرآن کی شان اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے، کہ اس پر حدیث کو قاضی قرار دیا جائے، ہاں قرآن حدیث پر قاضی ہے اور وہی فیصلہ دے سکتا ہے کہ کونسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو سکتی ہے اور ماننے کے قابل ہے اور کونسی ارشاد الٰہی کے خلاف ہونے کی وجہ سے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دی جا سکتی ہے اور نہ اسے قابل قبول قرار دیا جا سکتا ہے، یہی حضرت مرزا صاحب کا مذہب ہے جیسا کہ آپ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:۔

"کتاب و سنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا مذہب یہ ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے جس امر میں احادیث نبویہ کے معانی جو کئے جاتے ہیں کتاب اللہ کے مخالف واقعہ نہ ہوں تو وہ معانی بطور حجت شرعیہ کے قبول کئے جائیں گے لیکن جو معانی نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف ہوں گے ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معانی کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بین کے موافق اور مطابق ہوں اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی اور کسی صورت میں ہم اس کی تاویل کرنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے تو ایسی حدیث ہم موضوع قرار دیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہر ایک مومن کا یہی مذہب ہونا چاہئے کہ وہ کتاب اللہ کو بلا شرط اور حدیث کو شرطی طور پر حجت قرار دیوے اور یہی میرا مذہب ہے۔"

(الحق مباحثہ لدھیانہ ص ۹-۱۰)

پھر حدیث کے قرآن پر قاضی ہونے کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے مولوی ابو القاسم صاحب نے اس کی جو تشریح کی ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"قرآن ایک شہنشاہ ہے اور حدیث اس کے قاضی یا نائب السلطنت کا حکم رکھتی ہے جس طرح نائب السلطنت رعایا کے سامنے حکم سلطانی کی تشریح کرتا ہے اسی طرح حدیث خادمانہ حیثیت سے احکام قرآنی کی شرح کرتی ہے پس قرآن کرسی نشین فرمانروا ہے اور حدیث بحیثیت فرمانبردار وزیر احکام قرآنی کو تفصیل کر بیان کرنے کے فرائض انجام دے رہی ہے۔ پس حدیث تابع ہوئی اور قرآن متبوع"

کیا یہ تشریح ان السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ (حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے) کا صحیح مفہوم قرار دی جا سکتی ہے؟ "کتاب اللہ پر قاضی" جب آپ کہیں گے تو اس کا مفہوم یہی ہوگا کہ حدیث کتاب اللہ کے احکام پر فیصلہ نافذ کرتی ہے کہ وہ صحیح ہیں یا غلط، جس طرح ایک قاضی کسی شہنشاہ کے ماتحت ہوتے ہوئے باوجود اس کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے جس کی مثالیں تاریخ اسلام میں بکثرت ہیں کہ بادشاہوں کو قاضی کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے خلاف فیصلے سننے پڑے، اسی طرح قرآن کو بھی حدیث کا جو اس پر قاضی ہے فیصلہ ماننا پڑیگا یہی وہ مفہوم ہے جس پر حضرت مرزا صاحب کو اعتراض ہے ہاں اگر آپ حدیث کو قرآن کی تفسیر اور تشریح قرار دیں اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ وہ قرآن کے خلاف نہ ہو تو یہ صحیح ہے لیکن اس صورت میں اسے قرآن کی مفسر اور شارح ہی کہنا چاہیئے نہ کہ "قرآن پر قاضی"۔ کیا آپ بیضاوی ابن کثیر اور بحر المحیط وغیرہ کو "قرآن پر قاضی" کہہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو حدیث کو جو ان سب سے بڑھ کر درجہ رکھنے کے باوجود قرآن کی شارح اور مفسر ہی ہے کس طرح "قرآن پر قاضی" کا درجہ دیا جا سکتا ہے؟

آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک دار الشفا

مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم کی یادگار

شیخ محمد حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ دفاتر انجمن نے "پیغام صلح" کے آفتاب الدین احمد نمبر میں جو ۲۵ جنوری کو شائع ہوا تھا۔ مولانا مرحوم کے نام پر کوئی یادگار قائم کرنے کی تحریک کی تھی۔ اور اس تحریک میں 50/- روپے پیش کئے تھے۔ نیز نوجوانوں سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب کیا تھا چنانچہ بعض دوستوں نے اس بارہ میں اپنی تجاویز بھجوائیں۔ جن پر غور و خوض کے لئے ۱۲ مارچ ۵۶ء کو مولانا شیخ عبد الرحمن صاحب مصری کی صدارت میں کارکنان انجمن نے ان یادگاری تجاویز کو عملی شکل دینے کیلئے معاملہ پر غور و خوض کیا

پروفیسر عنایت علی خان صاحب کی اس تجویز کو بالاتفاق پسند کیا گیا کہ مولانا مرحوم کی زندگی میں تبلیغ دین اور سلسلہ کے جوش و خروش کے ساتھ ساتھ جو چیز قدم قدم پر نمایاں ہے وہ ان کا جذبہ خدمت خلق ہے۔ اسی جذبہ کے ماتحت انہوں نے ایک ہومیو پیتھی دواخانہ کھولا تھا۔ جہاں سے مریضوں و عام کو مفت دوا دی جاتی تھی۔ لہذا اسی دواخانہ کا نام "آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک دار الشفاء" رکھ کر اسے زیادہ سے زیادہ وسعت دی جائے اور رفاہ عام اور خدمت خلق کا یہ کام مولانا مرحوم کی یاد میں زیادہ اچھے پیمانہ پر جاری کیا جائے۔

پروفیسر صاحب نے اس کے لئے -/200 روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا، فجزاہ اللہ احسن الجزا، اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے اور دواخانہ کے انتظام کو برقرار رکھنے اور بطریق احسن چلانے کے لئے جناب شیخ عبد الرحمان صاحب مصری کی زیر نگرانی ایک انتظامیہ کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔ اس کار خیر میں اب تک حسب ذیل دوستوں نے مالی معاونت کا وعدہ فرمایا ہے:۔

پروفیسر عنایت علی خان صاحب	200—0—0
شیخ محمد حسین صاحب	50—0—0
بجانب والدہ مرحومہ شیخ محمد حسین صاحب	50—0—0
محمد نذیر آنریری مرچنٹ گوجرہ معرفت شیخ محمد حسین صاحب	50—0—0
منجانب خلیفہ محمد اکرم علوی مرحوم	50—0—0
منجانب انورہ بیگم مرحومہ	50—0—0
منجانب حمیدہ طاہرہ مرحومہ	50—0—0
منظور احمد صاحب قریشی	15—0—0
ماسٹر بشیر احمد صاحب بدوملہی	5—0—0
مولوی دوست محمد صاحب	20—0—0
	540—0—0

دوسرے جو دوست اس کار خیر میں حصہ لینا چاہیں وہ اپنے عطیہ جات شیخ محمد حسین صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کو بھجوا دیں۔

کنوینر انتظامیہ کمیٹی ۵۶-۳-۵

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ

اخلاق عالیہ پیدا کرنے اور اتحاد و یگانگت قائم کرنے میں نبی کریم صلعم نے جو کام کیا اس کی نظیر کسی ہادی و پیغمبر میں نہیں ملتی

خطبہ جمعہ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ .... وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ——— (الفرقان رکوع ۱)

توحید اور نبوت کا سبق

اس رکوع میں توحید کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ نبوت کا ذکر ہے، توحید کا سبق نبوت کے سبق کے بغیر کامل طور پر نہیں سکھایا جا سکتا۔ نبوت ایک بہت بڑا مقام ہے جو توحید سے دوسرے درجہ پر ہے اسی لئے قرآن کریم میں بار بار توحید کے ساتھ نبوت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ توحید الٰہی کا ذکر تو قرآن کے ہر صفحہ پر موجود ہے اور خدا تعالےٰ کی ذات و صفات پر اتنی بحث کی ہے کہ کسی اور کتاب میں اتنی بحث نہیں ملتی، انسانوں کو خدا کے قریب لانے کے لئے اس کی صفات عالیہ اس کی قدرت کاملہ، اس کے افعال و اکرام اور اس کی حسنات و برکات کو بار بار مختلف پیرایوں میں دہرایا ہے، اس کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر ہے جس طرح توحید کی تلقین کی گئی ہے اسی طرح نبوت کی بھی تلقین کی گئی ہے کہ وہ تمام قوموں اور سب انسانوں کو صراط مستقیم دکھانے اور فلاح کے مقام تک پہنچانے کا موجب ہے

نبی کریم صلعم کا مشکل کام اور آپکی عظیم الشان کامیابی

بڑا مشکل فریضہ ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگایا گیا ہے، تمام قوموں کو ایک سطح پر لانا، تمام انسانوں کی ایک برادری قائم کرنا، سب کو خدائے واحد کا پرستار بنانا، ان کے اخلاق رذیلہ کو دور کر کے ان کے بجائے اعلیٰ درجہ کے اخلاق ان کے اندر پیدا کرنا یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں، جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً کر کے دکھا دیا۔ اتنی بڑی کامیابی کسی اور پیغمبر کو نصیب نہ ہوئی اور یہ کام سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا نہ کر سکا۔ توحید کامل کو قائم کرنے کے ساتھ، عرب و قبائل میں جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور ہر وقت بھی دوسروں سے انتقام کی وصیت کر جاتے تھے، اور ہر قسم کی بدیاں اور اخلاق رذیلہ ان میں پائے جاتے تھے، ان لوگوں میں ایسے حالات کے اندر جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور ان لوگوں کے اخلاق و عادات میں جو تبدیلی پیدا کی وہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی نظیر قیامت تک نہیں مل سکتی۔

پاکستانی مسلمانوں میں یگانگت نہیں

آج پاکستان بھی محسوس کرتا ہے کہ یہاں جو کلمہ گو ہیں، نماز روزہ کے پابند ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں وہ بھی اتحاد و یگانگت کا سبق بھولے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے حکام تشویش میں ہیں کہ قوم میں اتحاد و یگانگت نہیں، لیکن وہ شخص جس نے جنگجو قبائل کو ایک کیا اس نے کتنا بڑا کام کیا، ہم کلمہ گوؤں کو ایک نہیں کر سکتے انہوں نے یہودیوں، نصرانیوں، زنگیوں اور مجوسیوں کو ایک کر دیا، یہ بہت ہی مشکل کام ہے جو حضور نے کر دکھایا۔ کسی مردے کو زندہ کر دینا آسان ہے لیکن دلوں کے اندر الفت و اتحاد پیدا کرنا مشکل ہے۔ آج پاکستان میں مسلمانوں کو ایک کر دینا کس قدر مشکل نظر آتا ہے۔

گاندھی جی کی ناکامی

ہندوستان میں سات کروڑ اچھوت ہیں جن کو ساتھ ملانے سے ہندوؤں کے ووٹ بڑھ سکتے تھے وہاں مہاتما گاندھی نے ہر چند کوشش کی لیکن باوجود اس عزت و عظمت کے جو ان کے دلوں میں مرکوز تھی، اس کام کو نہ کر سکا، ہندو کو خدا کا قائل نہ کر سکا اور ہندوؤں کو اچھوتوں کو گلے نہ ملا سکا۔ معلوم ہوا عقائد کا درست کرنا بھی مشکل ہے۔ یہ کام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھا دیا۔

موجودہ زمانہ میں شرک اور بت پرستی

یہاں ان آیات میں کچھ ابتدائی مشکلات کا ذکر کیا ہے پہلے فرمایا تھا کہ باوجود ان دلائل کے جو توحید الٰہی پر دیئے گئے وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ان دلائل کے سن لینے اور خدا تعالےٰ کے احسانات کا مشاہدہ کرنے کے باوجود انسان خدا کے مقابل پر غیروں کو معبود بنا لیتا ہے، بت پرستی اس روشنی کے زمانہ میں بھی دنیا میں موجود ہے انگلستان جیسے ملک میں حضرت عیسیٰ کی پرستش کی جاتی ہے اور رومن کیتھولک عیسائی یورپ میں مسیح کی والدہ کی بھی پرستش کرتے ہیں، یہ تو دنیا کا روشن ترین حصہ ہے، وہ بھی بت پرستی سے خالی نہیں، ادھر ہندوستان میں بھی بڑے بڑے پڑھے لکھے اور روشن دماغ لوگ ہیں جو پتھروں کو پوجتے ہیں، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید الٰہی کو دلوں میں اس طرح جاگزین کیا کہ شرک کا خیال بھی مسلمان کے دماغ میں نہیں آ سکتا۔

نبی کریم صلعم کی وسعت قلبی

دوسری طرف غیر مذاہب اور غیر اقوام کے متعلق بغض و تعصب کا یہ حال ہے کہ انگلستان کی ملکہ معظمہ لنکا کی سیر و سیاحت کے لئے گئیں تو وہاں کسی مندر میں چلی گئیں، اس پر انگلستان کے پادریوں نے دہائی مچا دی اور اس کے خلاف احتجاج کیا کہ مندر میں انہیں نہ جانا چاہیئے تھا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے ان کے پاس جب عیسائیوں کے وفد آئے تو ان کو اپنی مسجد میں جگہ دی۔ اور جب ان کے گرجا کا دن آیا تو وہیں مسجد ہی میں گرجا کر لینے کی اجازت دے دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی وسعت اور انتہا نہیں آپ کا قلب بڑا وسیع تھا اور آپ سب انسانوں کو ایک ہی خدا کی مخلوق سمجھتے تھے۔

نبوت پر اعتراضات

یہاں پر کفار کے کچھ اعتراضات نقل کئے ہیں۔ جس طرح توحید کے وعظ کے بعد فرمایا وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً کہ توحید کے دلائل سن کر بھی انہوں نے خدا کے شریک بنا لئے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل سننے کے باوجود اعتراضات کرتے ہیں وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ کہتے ہیں بھلا یہ بھی کوئی پیغمبری ہے کہ رسول ہو کر کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ لوگوں نے نبوت کو ایک معجزہ دکھانے والی شے سمجھ رکھا ہے ان کے نزدیک نبی وہ ہوتا ہے جو نہ کھائے پیئے اور نہ بازاروں میں پھرے، یونہی بغیر کھائے پیئے زندگی گذارے اور یہیں تک نہیں کہتے ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اگر یہ پیغمبر ہے تو کوئی فرشتہ کیوں نہ اس کی طرف اترا جو اس کے ساتھ ہو کر لوگوں کو ڈراتا۔ فارس کے سفیروں اور ایلچیوں کو دیکھو، شام کے سفیروں اور ایلچیوں کو دیکھو ان کی کیا شان ہوتی ہے، یہ خدا کا پیغمبر ہوتا تو اس کے ساتھ بھی باڈی گارڈ ہوتے۔ کوئی فرشتہ اترتا جو لوگوں کو کہتا پھرتا کہ دیکھو یہ خدا کا پیغمبر ہے جو اسکو نہ مانے گا ہلاک کر دیا جائے گا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ

یا کم از کم کوئی خزانہ ہی اس کی طرف آسمان سے پھینکا جاتا، خدا کا پیغمبر ہو اور کنگال ہو؟ چاہیئے تھا کہ خزانے لٹاتے پھرتے تاکہ لوگوں کو معلوم ہوتا کہ خدا کے سفیر آئے ہیں، اَوْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا یا کوئی باغ اس کا ہوتا جس سے پھل وغیرہ کھا لیا کرتا۔ یہ عجیب پیغمبر ہے نہ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہے، نہ کوئی خزانہ اس کے پاس ہے نہ کوئی باغ یا باغیچہ کوئی محل ہی ہوتا جس میں آرام سے زندگی بسر کرتے یہاں کچھ نہیں، بھلا یہ کیا نبوت ہے یہ وہ دل و دماغ ہیں جن کی اصلاح کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ لیکن اسی قدر نہیں فرمایا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا یہ ظالم لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے لگے ہو جس کا دماغ صحیح نہیں ہے۔

نبوت کی اصل غرض

یہ وہ اعتراضات تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کئے جاتے تھے۔ حضور نے لوگوں کو اس سطح سے اوپر کر کے دکھ دیا اور ان کو نبوت کی اصل غرض سے یوں مطلع فرمایا اِنِّیْ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں تو بہترین اخلاق سکھانے اور انہیں تکمیل تک پہنچانے کے لئے آیا ہوں، اعلیٰ درجہ کے اخلاق سے لوگوں کو آراستہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں توحید کا سبق سکھانے آیا ہوں، اتحاد و یگانگت لوگوں میں پیدا کرنے آیا ہوں۔ مال تو نہیں آیا بلکہ دوسروں سے مال لیکر خدا کے دین کو پھیلانا میرا کام ہے۔

مسلمانوں کی کامیابیاں اور محلات و باغات ملنا

اس کے خلاف فرمایا اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ، دیکھو تو بھلا یہ بھی کوئی اعتراضات ہیں، اور کس شخص کے متعلق یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۔ ہم تو برکتوں والے ہیں ہم چاہیں تو اس سے جو کچھ یہ طلب کرتے ہیں بہتر باغات آپ کو دے دیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور محلات بھی آپ کو دے دیں، یہ کوئی فرضی اور انہونی بات نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو عرب کے پہلے بادشاہ ہوئے، پھر شام اور ایران فتح ہو گئے، باغات بھی آپ کی امت کے حصہ میں آئے اور بڑے بڑے محل بھی ان کو مل گئے اور خزانوں پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا، یہ پیشگوئی کس حالت میں کی گئی کی زندگی میں جو بڑی ہی مشکلات اور دکھوں کی زندگی تھی، مسلسل بارہ سال تک وہاں مار پیٹ کھاتے رہے، کمزوروں کو یہ عالم کہ آپ کے ساتھیوں کو تپتی ریت پر گھسیٹا جا رہا ہے۔ اور تیغ و سنان کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور پیشگوئی کی جاتی ہے کہ ہاں ہم تمہیں باغات بھی دیں گے اور محلات اور خزانے بھی، چنانچہ آپ کے ساتھیوں کو یہ سب کچھ ملا۔ وہ روم و ایران کے بادشاہ ہوئے۔ لیکن ایسے بادشاہ جو اخلاق و اعمال کے لحاظ سے فرشتے تھے۔

نبی کریم صلعم کا معجزہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بڑا معجزہ دکھایا انہوں نے اخلاق کو سنوارا، علوم و معرفت کے چشمے بہا دیئے یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں، یورپ اعتراف کرتا ہے کہ ہم نے یورپ سے علم سیکھے اور اخلاق سیکھے تھے، عربوں نے سپین میں علم و معرفت کا دریا اس وقت بہایا جب یورپ پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی، مسلمانوں نے تاریخ جغرافیہ رائج کیا حساب اور کیمسٹری اور فلسفہ نیز الجبرا اور علم ہندسہ ایجاد کیا، اور معرفت کے دریا بہا دیئے عیسیٰ کا قم باذنی اور موسیٰ کا ڈنڈا ہم نے سنا تھا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈنڈا سب سے زبردست تھا جس نے علوم و معرفت اور اخلاق کے دریا بہا کر مری ہوئی دنیا کو زندہ کر دیا۔

حواریانِ مسیح کے اخلاق

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عظیم الشان نبی تھے۔ لیکن ان کے ساتھیوں کا نقشہ جو انجیل میں بیان ہوا ہے بہت گرا ہوا ہے۔ میں تو نہیں جانتا کہ یہ کہاں تک صحیح ہے لیکن انجیل میں لکھا ہے کہ یہودا اسکریوطی جو ان کا بہت بڑا معتمد تھا۔ اس نے ایسا طریق اختیار کیا کہ دو طرح کام ہو جائے، دشمن سے پیسے بھی وصول ہو گئے، اور مسیح کے ساتھیوں اور معتمدوں میں بھی شامل رہے تیس سکے لیکر تو شاید وہ اب تک یاد آتے ہوں گے، دشمن کو کہدیا کہ جس کا میں ہاتھ چوموں تم سمجھ لینا کہ وہی مسیح ہے تو اس کو پکڑ لینا، یہ کام تو اس نے کر لیا اور مسیح کو اس طرح پکڑوا دیا لیکن بدی کر کے انسان ہمیشہ نادم ہوتا ہے، یہودا اسکریوطی بھی اس کام کو کر کے جب گھر پہ آیا تو اسے بڑی ندامت ہوئی، اور پھانسی لے کر مر گیا۔ ایک اور شاگرد تھا پطرس اس نے تین دفعہ دشمنوں کے سامنے انکار کیا کہ میں نہیں جانتا یہ کون ہے، یہ مسیح کے شاگرد ہیں جو مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ لیکن اخلاق پیدا کرنے والی کوئی چیز ان سے دیکھنے میں نہیں آتی، یقیناً سمجھو کہ مردہ کو زندہ کر دینا آسان، موسیٰ کی طرح ڈنڈا مار کر سمندر کو پھاڑ دینا آسان لیکن اخلاق اور نیکی پیدا کرنا بہت مشکل ہے خدا کے بندے شعبدے دکھانے کے لئے نہیں آتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دائمی ہیں جو اصول آپ نے دنیا کو دیئے جو علوم ان سے دنیا نے سیکھے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

خدا و رسول کی دائمی محبت

اس سورت کے پہلے حصے میں بھی فرمایا تھا تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ وہ خدا جس نے قرآن نازل کیا بہت بڑی برکات والا ہے۔ پھر یہاں بھی تبارک کہہ کر بتایا کہ

منکرین حدیث کیلئے لمحہ فکریہ بقیہ صفحہ ۹

بقیہ صفحہ ۹

کرتا ہی ہیں۔ وہ علی الاعلان فرماتے ہیں کہ خلافت راشدہ کے بعد پھر اسلام اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہا۔ اور اب اس کو اصلی حالت پر لانے کے لئے انکے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ چونکہ ماموریت کے نام سے لوگ بدکتے ہیں اس لئے کام تو وہی ہے صرف عہدے اور نام کو حذف کر دیا گیا ہے یہ نہایت باریک بینی ہے کہ منصب تو وہی ہے مگر اس کے اظہار سے اجتناب کیا جاتا ہے۔

یہ فتنہ اپنی موت مر جائے گا

خود ان کا کہنا ہے کہ بیس سال سے وہ اپنے اس اعتقاد کی بڑے زور سے منادی کر رہے ہیں۔ مگر نتیجہ ظاہر ہے کہ کوئی جماعت آج تک ان کے گرد جمع نہیں ہوئی۔ ان سے تو مودودی صاحب ہی اچھے رہے کہ تھوڑے عرصہ میں ایک ہزار کے قریب "صالحین" کی جماعت پیدا کر لی۔ چونکہ یہ جمہوریت کا زمانہ ہے اس میں اکثریت پر فیصلوں کا مدار ہوتا ہے۔ اور پاکستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ قرآن اور حدیث کی اساس پر دستور مرتب کیا جائے ایسی حالت میں ان معدودے چند نفوس کی کون سنے گا۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اگر دستور اکثریت اور عوام کی مرضی کے مطابق مرتب ہوا اور ایسا ہونا چاہیئے تو یہ فتنہ انکار حدیث انشاء اللہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔

مقامی نوجوانوں کا اجتماع بقیہ صفحہ ۵

بقیہ صفحہ ۵

وغیرہ سے مستفید ہوتے رہتے۔ ان دو مراکز کے علاوہ لاہور چھاؤنی میں بھی ایک مرکز قائم کر دیا گیا ہے۔ جہاں ہر جمعرات جمعہ ہفتہ کی شام کو نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد درس کا سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اس حلقہ کے گرمجوش احباب نے غیر از جماعت احباب کو بھی شامل کرنے کی تحریک کر رکھی ہے۔ اسی طرح مسلم ٹاؤن میں پہنچکر وہاں کے مقامی نوجوانوں سے ملاقات کی گئی ہے۔ امید ہے کہ وہاں بھی عنقریب کوئی خاطر خواہ انتظام ہو جائیگا۔

ہمارے زیر رپورٹ اجتماع کی کاروائی سے متاثر ہو کر ہمارے ایک محترم نوجوان خواجہ محمد علی صاحب نے گذشتہ اتوار مورخہ ۲۴-۲-۵۶ کو نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد کو اپنے گھر میں چائے کی دعوت پر مدعو کیا۔ یہ اقدام انہوں نے نوجوانوں کے باہمی تعلقات کو مضبوط بنانے کے لئے کیا۔ یہ جذبہ نہایت ہی قابل قدر ہے اور قابل تقلید بھی نوجوانوں کا یہ حلقہ عصر سے لیکر شام تک خواجہ صاحب

صفحہ ۴ حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی خدا کی برکات شامل رہیں گی اور دنیا دیکھے گی کہ خدا کی برکات، قرآن کی برکات اور محمد رسول اللہ صلعم کی برکات ختم ہونے والی نہیں ہیں۔

منکرینِ حدیث کے لئے لمحۂ فکریہ

شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۲۳ نومبر ۱۹۵۵ء

احادیث پر جرح و تنقید

جرح اور تنقید میں اگر افادیت کا پہلو ہو تو اس کے مفید ہونے میں کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ برعکس اس کے اگر اس سے دلآزاری اور تخریب سے کام لیا جائے تو یہ چیز نہایت مضر رساں اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ آجکل کے مصنفین اپنی تصانیف و تالیفات میں جو طرز کا پہلو اختیار کرتے ہیں شاید اس میں وہ اپنی دوکانداری کا فروغ خیال کرتے ہیں۔ احادیث کے مدون کرنے میں محدثین نے جس قدر محنت اور تندہی سے کام لیا ہے اس کی حریف دنیا کی کوئی قوم نہیں ہو سکتی۔ اوّل ایک ذخیرہ کثیرہ احادیث کا فراہم کرنا پھر ان میں جرح و قدح کر کے صحیح اور وضعی احادیث کو الگ کرنا بے حد مشکل اور کٹھن کام تھا جو ان حضرات سے عمل میں آیا۔

موضوعات کو ہدف اعتراض بنانا تخریبی کام ہے

جن لوگوں نے کتب احادیث کی مزاولت کی ہے ان کو علم ہے کہ موضوعات کو پرکھنے اور چھانٹنے میں کس قدر عرقریزی اور کاوش کرنی پڑتی ہے۔ موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ انہی موضوعات کو آج منکرین احادیث ہدف اعتراض بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ کام آئمہ احادیث بڑی خوبی کے ساتھ پہلے ہی انجام دے چکے ہوئے ہیں، مگر معترضین انہی چھوڑی ہوئی ہڈیوں کو لقمۂ کام و دہن بنا رہے ہیں دراصل یہ تخریبی کام ہے جو ان لوگوں کی طرف سے ظہور میں آ رہا ہے۔

دشمنانِ اسلام کا ہاتھ؟

ان کا کہنا ہے کہ احادیث کی تدوین میں دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ اور مجوس کا ہاتھ تھا اگر فی الواقعہ ان کی رائے تسلیم کر لی جائے تو اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس فتنۂ عظیم کے وقت جو کروڑہا مسلمان دنیا میں موجود تھے اور ان میں بڑے بڑے علماء اور فضلاء بھی تھے تو ان کی نظر سے کس طرح یہ فتنہ پوشیدہ رہا۔ اور کیوں انہوں نے اس پر کوئی شور و غل نہ کیا۔ مسلمان حکومتیں بھی موجود تھیں، ان میں بڑے بڑے فقیہہ اور محدث بھی موجود تھے وہ سب کیوں خاموش رہے، حتیٰ کہ صدیاں اس پر گذر گئیں اور کوئی اس طرف متوجہ نہ ہوا تاآنکہ ہمارے اس زمانہ میں بعض مضمون نگار پیدا ہوئے اور انہوں نے یہ ڈیوٹی اپنے ہاتھ میں لی۔ زمانہ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے علوم و فنون میں جو مقام حاصل کیا وہ دنیا پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ تاریخ و جغرافیہ میں، فقہ و احادیث میں، منطق و فلسفہ میں، سائنس اور حکمت میں، علم الارض اور فلکیات میں ہندسہ اور حساب میں، لغت اور تفاسیر وغیرہ علوم میں اس قدر بیش قیمت ذخیرہ ان کا پیدا کردہ موجود ہے جس کی نظیر موجود نہیں پھر ان فضلاء دہر کے دماغ میں یہ بات نہ آئی کہ ہماری کتب احادیث میں یہود و نصاریٰ اور مجوس نے جو بےجا تصرف کر دیا ہے اس کی اصلاح کی طرف ہمیں متوجہ ہونا چاہیئے وہ علماء کرام جو مختلف علوم میں ید طولےٰ حاصل کر چکے تھے کیوں اتنے بڑے فساد کی اصلاح کی طرف راغب نہ ہوئے۔

آئمہ حدیث کی تحقیق و تفحص

حقیقت یہ ہے کہ آئمہ احادیث نے کمال تحقیق اور تفحص سے کھوٹا اور کھرا الگ الگ کیا۔ موضوعات کبیر اور صغیر وغیرہ اس موضوع پر بہت سی کتابیں شائع کیں جن پر عوام کو بہت کم دسترس ہے۔ چنانچہ اسماء الرجال کے مستقل فن پر اس قدر لٹریچر موجود ہے جس میں لکھوکھہا راویان احادیث کی سوانح عمریاں محفوظ ہو گئی ہیں تاکہ احادیث کی صحت واضح ہو جائے یہ بہت بڑا ذخیرہ ہے جس پر رسائی مشکل سے ہو سکتی ہے۔ مگر اخذ نتائج کے لئے تفتیش ضروری ہے ہر شعبہ میں ایکسپرٹ اور مبصرین کی رائے پر اظہار ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منکرین احادیث مجوس کے بچے کھچے زمرے کے افراد میں سے ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ ان لوگوں نے جنہوں نے اس فتنہ کا آغاز کیا انہوں نے تو چوری چھپے یہ کام کیا اور یہ لوگ اس زمانہ میں اپنے بلند بانگ دعاوی سے وہی کام سرانجام دے رہے ہیں۔

فتنہ انکار حدیث کا اثر عوام پر

غور کیا جائے کہ اس کام کا اثر سادہ لوح عوام کی طبائع پر کس قدر برا ہو رہا ہے کہ وہ دین سے ہی بیزار ہو رہے ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جن احادیث پر چودہ سو سال سے مسلمانوں کا عملدرآمد ہے وہ تو منکرین کے قول کے مطابق یہود و نصاریٰ اور مجوس کے اوہام کا ذخیرہ ہیں۔ اس عرصہ میں قرآن تو طاق نسیان پر رہا۔ اور عمل درآمد دشمنانِ اسلام کی وضع شدہ روایات پر رہا اور آئندہ اس وقت تک کہ قرآن کریم کے فرمودہ کے مطابق دستور مرتب نہ ہو بقول ان حضرات کے ہماری نماز۔ روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ غیر قرآنی ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اب سوچئے کہ ہم اور ہماری کتاب تو دیگر مذاہب کو یحرفون الکلم عن مواضعہ کا مصداق ثابت کر رہے تھے مگر منکرین احادیث نے اس اعتراض کا رخ پلٹ کر خود ہماری طرف کر دیا ہے۔

نبوت اور رسالت کا کام

یہ بھی مقام شکر ہے کہ دیر آید درست آید، صدہا سال کے بعد تو یہ لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے پتہ دیا ہے کہ صدہا سال سے مسلمان جس راستہ پر گامزن تھے وہ یہودیوں، مجوسیوں اور بے دینوں کا تیار شدہ راستہ تھا۔ خدا کا دین نہیں تھا۔ اور خدا کا دین یہ لوگ قرآن کی آیات سے استنباط کر کے ہمارے لئے تیار کریں گے گویا جو کام پہلے زمانوں میں خدا اور اس کے رسول کیا کرتے تھے وہ کام اب یہ لوگ انجام دیں گے یہ تو ایک قسم کی نبوت اور رسالت کا دعوےٰ ہے۔ کہ انسان اس ڈیوٹی کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

حکومت کا کام دین بنانا نہیں

اس اعتراض کا جواب ان کے پاس یہ ہے کہ یہ کام نظام حکومت کے ہاتھوں سے سرانجام ہو گا۔ اس راستہ کی مشکلات بھی واضح ہیں علماء نے دین آج تک نہ کسی مسئلہ پر متفق ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے اور اگر اس قسم کا کوئی دستور مرتب ہو کر نافذ بھی ہو جائے تو کیا یہ دستور دین خداوندی کہلائے گا یا انسانی قوانین کا مجموعہ۔ نظام ربوبیت کی تشکیل کے لئے ہنوز کوئی مجلس مقننہ عمل میں نہیں آئی اور اگر دستور سازی کا کام کسی ایسی مجلس نے ہی انجام دینا ہے تو پرویز صاحب کو جو آئے دن تصنیف و تالیف کے کام میں ہلکان ہو رہے ہیں اس کا کیا فائدہ ہے اس لئے ہمارا مشورہ ہے کہ ان کو اس سر دردی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

نام پیدا کرنے کی چاٹ

مگر ساتھ اس کے یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ ان کو نام پیدا کرنے کی چاٹ لگی ہوئی ہے گو بظاہر وہ اپنے لئے کسی منصب کے خواستگار معلوم نہیں ہوتے کیونکہ نبوت اور رسالت کو وہ منقطع سمجھتے ہیں۔ مسیح اور مہدی محدث اور مجدد کی بعثت کو بھی وہ مجوسیت کا اختراع قرار دیتے ہیں پھر وہ کس طرح کسی ایسے منصب کا ادعا کر سکتے ہیں مگر دوسری طرف ان کے اجتہادی کارناموں سے پتہ لگتا ہے کہ وہ نبوت اور رسالت کے عہدے سے کم اپنی حیثیت نہیں سمجھتے اور وہ ذوق کے اس شعر کے مصداق ہیں ؎

عنقا نے گم کیا ہے نشان نام کے لئے
گم کردہ کون کتنا ہے شہرت پرست ہے

مذہبی مسائل میں ترمیم و تنسیخ

مذہبی مسائل کی ترمیم و تنسیخ جس پیرائے سے انہوں نے شروع کر رکھی ہے اس کی نظیر ملنی محال ہے۔ قرآن کریم کی من مانی تاویلات دیکھنی ہوں تو ان کی تالیفات کو دیکھیں احادیث و روایات کا وہ سرے سے صفایا کرنا چاہتے ہیں تفاسیر میں سلف اور خلف کا ذکر کرنا عیب سمجھتے ہیں بزرگان سلف میں سے کسی کے قول سے متمسک نہیں ہوتے البتہ فلاسفر یورپ سے بصد احترام اپنے خیالات منطبق کرنے

پٹھانوں نے احمدیت کو کیونکر قبول کیا

مبارک احمد (دبیری - کوہاٹ)

افغان قبائل بنی اسرائیل سے ہیں وہ آل اسرائیل علیہ السلام کی طرح آج بھی موسیٰ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ افغان مذہب کے زیادہ پابند نہ سہی مگر مذہب کے نام کے فدائی ضرور ہیں۔ کیا مجال کہ کوئی افغان اپنے آبائی مذہب کے خلاف کچھ کہنے کا خیال بھی کرے۔ خواہ عمل کچھ ہو؟ لیکن یہ امر کہ احمدیت کو کس طرح افغانوں نے قبول کیا کہ آج ہر چھوٹے بڑے وہ میں احمدی خاندان موجود ہیں۔ آخر وہ کونسی چیز تھی جس نے افغانوں کو احمدیت کے قبول کرنے پر اُکسایا۔

ایک عرصہ سے میں اپنے ایک احمدی محب کے حکم کے تحت اپنے علاقے کے ابتدائی احمدی حضرات کی زندگی کے حالات جمع کر رہا ہوں۔ چنانچہ اس سوال کا جواب کسی قدر مجھے اس تحقیق کے دوران میں ملا جو افادۂ احباب کے لئے درج ذیل ہے۔

رسول اللہ کی عظمت کے لئے

افغان قوم رسول خدا کے نام کی دوسرے مسلمانوں کی طرح فدائی ہے۔ جب سکھوں کو شکست دینے کے بعد انگریزوں نے سرحد پر قبضہ کر لیا۔ تو انہوں نے زر و جواہر سے افغانوں کو خریدنا شروع کیا اور کئی ایک افغان اپنی اس فطری کمزوری کی وجہ سے .... عیسائی ہو گئے۔ انگریزوں نے ان کو اچھے عہدوں پر متعین کیا۔ اور ان کی اولاد کی تربیت و تعلیم کی۔ جس کے نتیجہ میں لوگوں کے دلوں میں عیسائیت کا رُعب جمنا شروع ہو گیا۔ لیکن اس وقت بھی کئی ایک سعید طبائع جو محمد رسول اللہ صلعم کی سربلندی کے لئے کوشاں اور بیقرار تھے اور اس امر کے لئے جستجو کر رہے تھے کہ کوئی ایسا راستہ نکل آئے کہ ہم اپنے پیارے نبی کا نام دنیا کے تمام انبیاء میں دوبارہ فخر کے ساتھ پیش کر سکیں۔ اُدھر عیسائیت کا طوفان حیات مسیح، مسیح ناصری کی بن باپ پیدائش اور آسمان پہ اُٹھائے جانے کو اس کی الوہیت کی دلیل قرار دے کر سادہ لوح لوگوں کو بہانے کے لئے جا رہا تھا۔ ایسے وقت میں اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنے مجدد کامل مسیح موعود علیہ السلام پر یہ راز منکشف کیا کہ مسیحؑ بھی دوسرے انبیاء کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی بن باپ پیدائش خدائی کی دلیل نہیں۔ کیونکہ لاکھوں کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔"

یقیناً یہ سعید روحوں کے لئے خوشی کا مقام تھا اور انہوں نے لبیک لبیک کہہ کر مسیح کو تلاش کیا اور اس کے ہاتھ پر محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو بلند کرنے کا عزم کیا۔ اس مسیح کے ہاتھ پر جس نے حقیقی طور سے محمد رسول اللہ صلعم کے بعد نبوت کا خاتمہ اور نئے اور پرانے انبیاء کی آمد کا سلسلہ بند ہونا دنیا پر ثابت کر دیا اور اس امر کو بھی دنیا پر واضح کر دیا کہ امت محمدی کا ایک عالم باعمل انبیاء بنی اسرائیل کی مماثلت حاصل کر سکتا ہے۔ اسی حقیقت کے اظہار کے لئے خداوند تعالےٰ نے اس مجدد وقت کو نبی کے خطاب سے نوازا صرف اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت دنیا پر قائم ہو، کہ آپ کے غلام اگرچہ نبی نہیں مگر نبی کا مقام حاصل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

مسیح موعود نے کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالی ہی نہ تھی تاہم اپنے پرانے اعتقاد کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ شمولیت بھی پٹھانوں کے لئے ناممکن سا نظر آتا تھا مگر احمدیت کی تعلیم نے جو حقیقی اسلام کی تعلیم ہے ان کے دلوں کو مسحور کر کے احمدیت کے قبول کرنے پر آمادہ کر ہی لیا اس کے علاوہ اور کونسی طاقت تھی جس نے شیر زمان مرحوم عبدالستار مرحوم اور حنیف اللہ مرحوم کو نواب تیری کے تمام مظالم کو خوشی سے برداشت کرنے پر مجبور کیا۔ اور صاحبزادہ عبداللطیف مرحوم کو سنگساری کے ذریعہ سے جام شہادت پینے کی سعادت نصیب ہوئی، یہ صرف حضرت نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا خیال اور حضرت مرزا صاحب کا عشق رسول اور تقوےٰ اللہ کا مقام تھا، جس نے ان سب کو ہر قسم کے دُکھ اور مظالم کے باوجود ان کا ساتھ دینے پر مجبور کیا۔

بلند اخلاق

جن سعید روحوں نے احمدیت کو قبول کیا انہوں نے اپنے بلند اخلاق سے اپنے ملنے والوں پر اپنا سکہ بٹھایا اور ہر شخص اس امر پر مجبور تھا کہ وہ ان کی سچائی، دیانت اور پاکیزگی کا اعتراف کرے۔ سو یہ امر بھی احمدیت کی اشاعت کا موجب ہوا۔

علم

احمدیت کو اس علاقے میں عموماً تعلیم یافتہ طبقے نے قبول کیا اور صرف اپنے علم کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد۔ تعلیمیافتہ طبقہ سے میری مراد علوم دینیہ سے واقفیت رکھنے والے لوگوں سے ہے اس لئے یوں کہنا چاہیئے کہ پٹھانوں میں سے جن لوگوں نے احمدیت کو قبول کیا ان میں بڑے بڑے علماء شامل تھے۔ جن میں سے شہید کابل صاحبزادہ عبداللطیف اور مولنا عبدالستار مرحوم کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

ایثار و صبر

احمدیت قبول کرنے والے پٹھان بزرگوں نے مصائب و مشکلات اور سخت ترین مظالم کو جس حوصلہ و صبر سے برداشت کیا اور جس بے مثال ایثار کا ثبوت پیش کیا وہ بہت سے دلوں کو احمدیت کی طرف مائل کرنے کا موجب تھا اور کئی سعید لوگ ان بزرگوں کے اس نیک نمونہ کو دیکھ کر احمدیت کے گرویدہ ہو گئے۔

جذبۂ تبلیغ

ہر احمدی ملازم ہوتا یا غیر ملازم۔ سوداگر ہوتا یا مزارع جو بھی کاروبار کرتا تھا۔ احمدیت کو جو اسلام کی حقیقی تصویر ہے پھیلانے اور دوسروں کو اس میں شمولیت کی دعوت دینے کا جذبہ دل میں لئے ہوئے ہوتا اور رات دن اپنے کاروبار کے ساتھ احمدیت کا تذکرہ، مجدد وقت کی پاکیزہ تعلیمات اور اخلاق و اعمال کا ذکر، وفات مسیح، نزول مسیح اور اس سے متعلقہ دیگر مسائل پر بحث مباحثہ ان کا شغل رہتا تھا اور یہ چیز کئی حق پسند اور اہل علم لوگوں کو احمدیت کا حلقہ بگوش بنانے کا موجب تھی۔

باہمی تعلقات

احمدیوں کے باہمی تعلقات اگرچہ آج بھی ایک حد تک اچھی حالت میں ہیں مگر ابتدائی ایام میں احمدی احباب کے تعلقات محبت و اخوت کا ایک نمونہ تھے۔ بھائیوں سے بھی بڑھکر ان میں محبت پائی جاتی تھی نسل و قومیت سے بالا ہو کر ہر احمدی ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھتا تھا۔ اور نہایت محبت و اُلفت کے ساتھ ملتا اور ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوتا تھا۔ جہاں کسی احمدی کا نام معلوم ہو جاتا اس کو دوڑ کر ملتے، یا پیادہ سفر کر کے اسے دیکھنے کے لئے جاتے اور ایک دوسرے سے سلسلہ کی باتیں کر کے اپنی روحانی پیاس کو بجھاتے۔ احمدیوں کے یہ باہمی تعلقات بھی پٹھانوں میں احمدیت کی مقبولیت اور ترقی کا موجب ہوئے۔

غیروں کے مظالم

غیر احمدیوں نے احمدیوں کو ایذا پہنچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور ان کو دینی سزائیں دینے پر آمادہ ہوئے جو یہودی اقوام نے مسیح ناصری کے پیروؤں کو دیں یہ مظالم بھی کئی سعید روحوں کو متاثر کرنے کا موجب ہوئے۔ اور صرف اس وجہ سے کہ اگر یہ حق پہ نہیں ہیں تو ظلم کرنے کا کیا فائدہ اگر یہ پاگل ہیں تو خود مٹ جائیں گے، جبر سے مٹانے کی کوشش کرنا ثابت کرتا ہے کہ یہ حق پر ہیں مگر حق کبھی باطل سے نہیں دبتا، اور اسی لئے یہ مظالم احمدیت کو دبا نہیں سکتے، یہ جذبہ تھا جو بہت لوگوں کو احمدی بنانے کا موجب ہوا۔ جہاں کوئی بھی احمدی نہ تھا نہ کوئی لٹریچر پہنچا تھا، وہاں سے بھی احمدیت کی صدا گونج اُٹھی۔ یہ ملاؤں کے ان مظالم اور فتاویٰ کے نتائج تھے۔ اور جس جس قدر شدید مظالم احمدیوں پر ہوئے اسی قدر اس کی ترقی کی رفتار تیز ہوتی گئی صاحبزادہ عبداللطیف مرحوم کی شہادت تو ایک مثالی واقعہ ہے جس نے کئی پٹھانوں کو حضرت مجدد وقت کا گرویدہ بنا دیا اس کے علاوہ اکثر مخالفین نے گالیوں، مار پیٹ اور

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

رسالہ "دعوتِ فکر"

۲۵ر جمادی الاول ۹ر جنوری ۱۹۵۶ء بروز پیر۔

حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب سویرے گھر تشریف لائے۔ رسالہ "دعوتِ فکر" موضوع بحث رہا۔ چودھری شکر اللہ خاں صاحب کو خداوند کریم جزائے خیر دے سلسلہ کے متعلق غلط فہمیوں کے دور کرنے کے لئے اچھی چیز ہے۔

ایک امریکن نیگرو پروفیسر کو دعوتِ تبلیغ

۱۶ر جنوری ۱۹۵۶ء بروز پیر۔

دس بجے جناب سیٹھ فدا علی صاحب اور جناب غلام محمد صاحب بغرض استفسارِ صحت گھر تشریف لائے۔ باتوں باتوں میں مسٹر غلام محمد صاحب نے بتلایا کہ ان کی ملاقات ایک امریکن نیگرو مسٹر فلسن سے ہوئی مسٹر فلسن کو حکومت عراق نے کلیۃ معہد الملکہ عالیہ میں بطور پروفیسر مقرر کیا ہے۔ مسٹر فلسن بیرسٹر ہے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ مسٹر غلام محمد صاحب سے مساواتِ نسلِ انسانی پر گفتگو ہوئی مذہب کا تذکرہ بھی آیا۔ مسٹر موصوف مذہبًا عیسائی ہیں۔ طے پایا کہ انہیں اسلامی لٹریچر دیا جائے لہٰذا مندرجہ ذیل رسالہ جات غلام محمد صاحب کے ہاتھ بھجوائے

1. Islam my only Choise
2. Islam - The Religion of Humanity
3. Prophet of Islam
4. Whats in a name

مجاہد برما کا خط

نیانگ یانگ برما سے بوڑھے مجاہد اکبر خان صاحب کا ۱۴ر جنوری کا لکھا ہوا خط بذریعہ ہوائی ڈاک کل ملا۔ خط دو ایک اقتباس بغرض معلومات و درس و عبرت نیچے درج ہیں:

"مجھے ہمیشہ آپ کی فکر لگی رہتی ہے اس لئے کہ بلاد عربیہ میں سوائے آپ کے ہماری جماعت کا قائم مقام اور کوئی مجھے نظر نہیں آتا۔ خدا آپ کی حیات دراز کرے اور دنیا چھوڑنے تک تندرست رکھے"

"حافظ محمد حسن صاحب ایڈووکیٹ گجرات کے مضامین اعلیٰ درجہ کے ہیں، شاید ۱۷ر اگست ۱۹۵۵ء کا پیغام صلح آپ کی نظر سے گذرا ہوگا۔ میں بھی لکھ رہا ہوں اور آپ بھی مرکز کو لکھئے کہ احمدیت کی بابت جو دلائل چیمہ صاحب نے پرویز اور ڈاکٹر اقبال مخالفین احمدیت کے جواب میں پیش کئے ہیں انہیں پمفلٹ کی شکل میں شائع کریں۔ احراری اور مودودی جو پہاڑ سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ گئیں اب پرویز کا حال دیکھئے کہ ساری دنیا کے اردو دانوں کو "طلوعِ اسلام" مفت روانہ کر رہا ہے۔ شاید ساری دنیا کے اردو دانوں کا پتہ لے رکھا ہے

میرے بڑے داماد آنریبل ایم لے رشید صاحب رنگون کہاں اور "طلوعِ اسلام" کراچی کہاں۔ کئی مہینوں سے برابر انہیں ملتا ہے۔ پرویز کو بذریعہ پیغام صلح احمدیت کی صداقت کی اطلاع دیجئے کہ ایم لے رشید کے لڑکے موسومہ محمد سلیمان رشید نے لاسٹ کے مجدد نمبر میں "مجدد صد چہاردہم" کے عنوان سے ایک اعلیٰ درجہ کا مضمون لکھا تھا"

یہ شمع احمدیت کا بوڑھا مجاہد برما میں بطریق احسن و منظم دینی خدمات میں مصروف ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بخشے اور اس کے ہاتھ کے لگائے ہوئے شجر طیبہ کی شاخیں آسمان تک جا پہنچیں۔

مولانا آفتاب الدین کی وفات کا صدمہ

۱۸ر جنوری بروز منگل ۔

دن کو طبیعت کچھ بہتر رہی لیکن شام کو سخت تکلیف ہوگئی۔ ڈاکٹر وسیم ذہ بلائے گئے معاینہ ہو کر دوا تجویز ہوئی انجکشن لگایا گیا۔ بسترِ علالت پر درد دل کا لطف لے رہا تھا کہ فرزند ابراہیم ہوائی ڈاک کا ایک خط لے کر آئے۔ لفافہ کی پشت پر سیکرٹری صاحب کی مہر دیکھی فوراً خط کھول کر دیکھا تو دم بخود ہو کر رہ گیا انا للہ و انا الیہ راجعون کے الفاظ زبان پر جاری ہوئے۔ ابھی تو مولانا عزیز بخش صاحب علیہ الرحمۃ کے غم میں آنسو خشک نہیں ہوئے تھے کہ اس فاجعۃ الکبریٰ وفات مولانا آفتاب الدین احمد سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ حادثہ مؤسفہ عظیمہ سلسلہ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ آسمان احمدیت کے اس چمکدار ستارہ کا جو بنی نوع انسانوں کو اپنی روشنی سے مستفید کر رہا تھا یکایک ٹوٹ جانا انسانیت کے لئے خسارۂ عظیم ہے۔ اس قحط الرجال میں کمی کا پورا کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن مشیت الٰہی کے سامنے چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ سر تسلیم خم ہے، ہم اس کی جدائی کے غم میں مبتلا ہیں لیکن وہ اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس بڑا خوش و خرم اور کامیاب گیا ایسے ہی خدا اور رسول کے عشاق مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ کے مصداق ہیں جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ کا مظہر میدان جہاد میں اپنے معبود حقیقی سے جا ملتا ہے ایسے خوش نصیب اسلام والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور سلسلہ کو نعم البدل عنایت کرے تا اس روح پاک کے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پُر ہو کر خدمتِ دین کا کام جاری رہے۔ عزیزم اقبال احمد صاحب ووکنگ کو پرسہ کا خط لکھ دیا ہے۔ پاکستان و ہندمیں مرحوم کے اعزہ و اقربا کو میری طرف سے قلبی ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں۔

سید عابد علی صاحب کی وفات

۲۵ر جنوری ۱۹۵۶ء بروز بدھ۔

فرزند ابراہیم نے دوپہر کو یہ غمناک خبر سنائی کہ عزیزم محترم سید عابد علی صاحب پرسوں ۲۳ر جنوری کو اپنے گھر واقعہ الاعظمیہ انتقال فرما گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سنکر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے سخت ترین صدمہ ہوا۔ دل پہ گہرا اثر ہوا۔ طبیعت بگڑ گئی شام کو تنفس کا انجکشن لیا گیا۔ رات بھر سینے میں جلن رہی۔ آہ سید عابد علی مرحوم داغ مفارقت دے گیا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے اور اپنے جوار میں جگہ دے۔ مخلص آدمی تھا۔ سلسلہ کی خدمت زندگی بھر کرتا رہا۔ ۱۹۳۲ء میں بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے۔ ہر ایک تحریک میں برابر حصہ لیا۔ مخالفت کی آندھیاں آئیں۔ سخت طوفان اٹھے لیکن اس مردِ حق کے قدم نہ ڈگمگائے ثابت قدم رہا۔ احمدیت کی صداقت دل میں گھر کر گئی ہوئی تھی۔ اللہ بخشے بہت سی خوبیوں کا مالک ہم سے جدا ہو گیا۔

پاکستان کا ناقابل برداشت عنصر

۳۰ر جنوری ۱۹۵۶ء بروز پیر۔

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ایک گھنٹہ بیٹھے، ہز ایکسیلنسی سکندر مرزا حاکم العام پاکستان کی ۸ار جنوری کو مشرقی پاکستان میں جو تقریر ہوئی اور جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اسلامی لباس میں ملبوس ہو کر پاکستان کے خلاف بیرون پاکستان اور مغربی و مشرقی پاکستان میں پروپیگنڈا کر رہے ہیں تذکرہ رہا۔ حاکم العام نے فرمایا کہ ایسے لوگ قوم و ملک و ملت کے خائن ہیں اور ان کی یہ حرکات ناقابل برداشت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے شریر اور فتنہ انگیز لوگوں سے پاکستان کو بچائے۔

سبحانی صاحب کا اظہارِ افسوس

۳۱ر جنوری۔ بروز منگل ۔

اخویم عزیز ابراہیم آدم صاحب سبحانی بصرہ سے بہ مناسبت وفات سید عابد علی صاحب مرحوم اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم مندرجہ ذیل خط مرقومہ ۲۸ر جنوری ملا۔

"محترمی شاہ صاحب السلام علیکم۔ خط مورخہ ۲۰ ماہ حال کا ملا۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم کا اس دار فانی سے اس قحط الرجال کے زمانہ میں بے وقت اٹھ جانا قومی نقصان ہے مشیت الٰہی کے آگے انسان مجبور ہے۔ مولانا کی دینی و قومی خدمات قابل قدر ہیں۔ مرحوم اچھے مقرر تھے، اچھے محرر تھے اور باعمل جوان تھے۔ اللہ پاک ان کی خدمات کو قبولیت کا شرف بخشے اور مرحوم کے درجات بلند کرے آمین"

"سید عابد علی صاحب مرحوم کی وفات ناگہانی کی خبر کا حال دوسرا رقعہ مؤرخہ ۲۹ر جنوری کا بھی ملا۔ خبر سے دل میں دکھ ہوا۔ مرحوم کا وجود بغداد جماعت کے لئے باعث فخر تھا پروردگار پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، میری طرف سے ان کے لواحقین سے اظہار ہمدردی فرما دیں دعا ہے کہ پروردگار ہر دو بزرگوں کی روحوں کو اپنی جوار رحمت میں خاص جگہ عطا فرمائے

انوار القرآن حصہ اوّل

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تیسویں پارہ کی یہ عجیب غریب تفسیر ایک عرصہ سے ختم تھی جسے انجمن نے دوبارہ طبع کروایا ہے۔ قیمت کا فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ ضرورت مند دوست جو اس تفسیر کے بارہ میں پوچھتے رہے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ دفتر کو اپنے نام اور موجودہ پتہ سے اطلاع دیں۔ نیز جتنے نسخے درکار ہوں وہ بھی تحریر کر دیں۔

غلبۂ قرآن - جمہوریت اسلامیہ

۴—۰—۰   ۱—۸—۰

ضرورت حدیث

۳—۸—۰

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی مندرجہ بالا تین تصانیف دور حاضرہ کے کئی ایک مسائل کا نہایت مدلل اور جامع حل پیش کرتی ہیں، آپ کے گھر میں ان کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جمہوریت اسلامیہ کے صرف چند نسخے باقی ہیں۔

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

پٹھانوں نے احمدیت کو کیونکر قبول کیا

(بقیہ صفحہ ۱۰)

خصوصاً ڈکیتیوں سے احمدی احباب کے جان و مال اور عزت و آبرو پر دست درازیاں کیں مگر احمدی ان کو صبر سے برداشت کرتے رہے اور ان کا یہ صبر کئی حق پسندوں کی کشش کا موجب ہوا۔

میرے احمدی دوستو! آپ ان سطور کے پڑھنے کے بعد یقیناً میرے ساتھ اس امر میں متفق ہوں گے کہ اگر آج ہم اپنے چند سال پہلے کے گذرے ہوئے احباب کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی طرح بلند اخلاق بن جائیں نیکی و تقویٰ اختیار کریں، ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا اپنا شعار بنا لیں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں، باہم محبت و الفت سے پیش آئیں اتحاد و اتفاق سے دینی خدمات بجا لائیں، حضرت مجدد وقت کا پیغام دوسروں کو پہنچائیں اور اس کام میں جو بھی دکھ اٹھانے پڑیں انہیں اپنے اسلاف کی طرح صبر و حوصلہ سے برداشت کریں ایثار و قربانی سے کام لیں اور کوئی بڑی سے بڑی اذیت ہمیں نیک کام سے نہ روک سکے تو وہ وقت دور نہیں کہ تمام افغانی علاقہ بلکہ تمام دنیا مسیح محمدی علیہ السلام کے قدموں میں گر کر اس کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کا اعتراف کر لے۔ اے خدا تو ہمیں ایسا کرنے کی توفیق بخش آمین

چند نایاب کتب

ملفوظات احمدیہ } یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی تقاریر ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۸ء تک سات جلدوں میں جمع کی گئی ہیں، عرصہ سے ختم تھیں۔ اب ایک دوست سے ان کے چند سٹ مل گئے ہیں۔

ساتوں حصوں کی قیمت: گیارہ روپے۔ محصول ڈاک [illegible] دو روپے کا

غسل مصفّٰی } یہ کتاب بھی عرصہ سے نایاب تھی۔ اب چند نسخے ایک جگہ سے حاصل کئے ہیں۔

قیمت:- دو روپے آٹھ آنے۔ ۲—۸—۰

الرّوح } روح یا نفس انسانی پر ایک نظر از روئے قرآن کریم اور سائنس۔ از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور۔ قیمت ۴/

تناسخ } زمانۂ ماضی کا ایک غلط نظریہ۔ از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم۔ قیمت ۴/

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

قیمتی کتب نصف قیمت پر

از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

انگریزی ترجمۂ قرآن مع متن عربی } فسٹ کوالٹی جو انڈیا پیپر پر لندن میں نہایت خوبصورت چھپا ہوا ہے۔ جلد بندی بھی انگلستان میں ہی ہوئی ہے۔ اصل ہدیہ ۳۰ روپے تھا۔ اب رعایتی قیمت ۱۵ روپے میں دیا جا رہا ہے۔

سیکنڈ کوالٹی۔ اصل ہدیہ ۲۰ روپے ہے رعایتی ۱۰ روپے میں دیا جا رہا ہے۔

احادیث العمل } اس میں سات سو کے قریب ایسی احادیث صحیح ہیں جن کا تعلق ہر مسلمان کی روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ اصل قیمت دس روپے ہے رعایتی قیمت پانچ روپے۔

زندہ نبی کی زندہ تعلیم } سیرت النبیؐ پر اپنے طرز کی اچھوتی تصنیف ہے، جو انگریزی فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں بھی شائع ہو کر قبولیت عامہ کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ نہایت سلیس اور سادہ زبان ہے۔ گھر میں بچوں کو ضرور پڑھائیں تاکہ وہ دہریت کی فضا سے محفوظ رہ سکیں۔

اصل قیمت چار روپے۔ رعایتی دو روپے

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

خاص رعایت کا اعلان

مندرجہ ذیل کتب کی قیمتیں نصف کر دی گئی ہیں۔ تعداد کتب محدود ہے۔ اس خاص رعایت سے اولین فرصت میں فائدہ اٹھائیں۔

نمبر	کتاب	اصل قیمت	رعایتی
۱	فتح اسلام (انگریزی ترجمہ)	۶/	۳/
۲	FUTUR OF ISLAM	۸/	۴/
۳	بھگوت گیتا (انگریزی)	۱۰/	/۸
۴	النبوۃ فی الاسلام (انگریزی)	۶/	۳/
۵	حمیلیہ	۲/	۱/
۶	المنطق	۴/	۲/
۷	اعجاز القرآن	۲/	۱/
۸	اظہار النصائح	۲/	۱/
۹	جامع الدعوات	۳/	۱/۸
۱۰	کامران	۱۲/	۶/
۱۱	غذا و صحت	۲/	۱/
۱۲	اسلامی عقائد	۱۰/	۵/

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

طب یونانی کی مایۂ ناز ادویات کا مرکب

حقانی ٹانک } پٹھوں کی کمزوری چاہے کسی سبب سے ہو، خواہ کتنی پرانی ہو، علاوہ ازاں ضعف دل و دماغ۔ دل کی دھڑکن۔ پیشاب کی کثرت، عام جسمانی کمزوری۔ بیماری کے بعد کی کمزوری، چہرہ کی زردی کا زود اثر علاج۔ قیمت چھ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

نوٹ:- طب یونانی کے انجکشن اور مرکبات اور طب ہومیو پیتھی کی ادویات اور انجکشن بھی ہم سے خریدیئے۔ فہرست مفت حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ

احمدیہ میڈیکل فارمیسی پارکر آباد ڈاکخانہ خاص ضلع شیخوپورہ پاکستان

پیغام صلح مورخہ ۷ مارچ ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۹

بازآں قوتِ اسلام وآں شوکت شود پیدا

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بعثت کی سب سے بڑی غرض جو ہمیں بتائی ہے وہ اسلام کو دنیا میں سربلند کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو دلوں میں بٹھانا ہے، اس غرض کو آپ نے بار بار اپنی تحریرات و تقاریر میں کھول کھول کر بیان کیا...... اور اسلام کی عظمت و شوکت دنیا میں قائم کرنے کا ایسا ذوق و شوق اپنی جماعت کے دلوں میں پیدا کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ ہر شخص نفسی نفسی پکار رہا ہے اور وہ لوگ بھی جو مسلمانوں کے دینی رہبر و رہنما سمجھے جاتے ہیں، دین و اخلاق کے درسوں اور وعظوں کو ترک کر کے سیاست و اقتدار کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، اس جماعت کو نہ سیاست سے غرض ہے اور نہ حکومت و اقتدار کی کرسیوں کی خواہش، ایک ہی لگن ان کے دلوں کو لگی ہوئی ہے، خدا کا نام دنیا میں بلند ہو، اسلام دنیا میں غالب آ جائے، محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت و صداقت دنیا میں قائم ہو جائے، اس مقصد کی تکمیل اور اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنی قوتِ لایموت میں سے کچھ نہ کچھ کاٹ کر ہر مہینہ دیتے اور سفر کی صعوبتیں اٹھا کر یورپ و امریکہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کا فرض ادا کرتے ہیں۔

حضرت مجدد وقت کے دل میں یہ خیال کہاں سے پیدا ہوا؟ اور کیونکر اس کا اثر اتنا گہرا اور وسیع ہو گیا کہ تمام جماعت کے دلوں میں ایک ایسی لو لگ گئی کہ وہ زمانہ کی رو سے منہ موڑ کر دین کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرتے چلے جا رہے ہیں، ایک غریب سی جماعت، چند ہزار نفوس، جن کی عددی اور مالی حیثیت تمام اسلامی دنیا میں آسٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں آج ہر قسم کے دنیوی مفاد سے منہ موڑ کر یورپ و امریکہ میں اسلام کی سربلندی .... کے خواب دیکھ رہے ہیں، یہ کیوں؟ کس چیز نے حضرت مجددِ وقت کے دماغ میں یہ خیال پیدا کیا اور وہ اثر اس کے اندر کہاں سے آ گیا جس نے اس غریب سی جماعت کو یورپ و امریکہ کی مادیت سے ٹکر لینے ..... اور اسلام کے غلبہ کے لئے سعی و جد و جہد کرنے پر آمادہ کر دیا؟ اگر یہ محض انسانی دل و دماغ کی خواہش ہوتی، تو اس قدر وسیع اثر اس سے پیدا نہ ہوتا نہ اتنی جرأت اور حوصلہ ایسی چھوٹی سی جماعت کے دلوں میں پیدا ہو سکتا اور نہ ان کی قربانیاں یورپ و امریکہ میں کوئی مفید نتائج پیدا کر سکتی تھیں، اگر غور کر کے دیکھا جائے تو فی الحقیقت یہ مشیتِ ایزدی اور ارادۂ الٰہی ہے جس نے حضرت امام زمان کو اس عظیم الشان کام کے لئے کھڑا کیا اور اس کے ساتھیوں کے دلوں میں اپنی عددی و مالی کمزوری کے باوجود اس پاک مقصد کی تکمیل کا ایسا ذوق و شوق پیدا کر دیا کہ جس کی نظیر صحابہ کرامؓ کے زمانہ کے بعد ملنی مشکل ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ دینِ اسلام کو پھر دنیا میں سربلند کیا جائے، اور اس سرزمین سے اس کا جھنڈا بلند ہو، جو مادیت و تثلیث کا گہوارہ بنی ہوئی ہے، حضرت مجددِ وقت نے جہاں یورپ و امریکہ میں تبلیغِ اسلام کی خواہش اور ارادہ ظاہر فرمایا وہیں یہ بھی بتا دیا کہ ان کا یہ ارادہ اور خواہش کوئی ایک نفسانی جوش سے نہیں، بلکہ ارادۂ الٰہی کے ماتحت ہے اور ایسا ہو کر رہے گا، اسی حقیقت کا اظہار آپ نے اس شعر میں کیا ہے ؎

کے بینم کہ دادا ایزدی پاک سے خواہد
کہ بازآں قوتِ اسلام وآں شوکت شود پیدا

میں دیکھتا ہوں کہ اس قادر و قدوس خدا کی منشاء یہ ہے کہ اسلام کی وہ قوت اور شوکت پھر پیدا ہو جائے۔

کیا یہ کوئی نفسانی ڈھکوسلا ہے؟ وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو دنیا کا بندہ سمجھ کر طرح طرح کے اتہامات لگاتے رہتے ہیں سوچیں اور غور کریں کہ کیسی دنیادار انسان کا یہ ہو سکتا ہے؟ کیا وہ شخص جس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا کا منشاء یہ ہے کہ دینِ اسلام کو پھر وہ قوت اور شوکت نصیب ہو جو اسے پہلے کبھی حاصل تھی! یقیناً ایسی بات منہ سے نہیں نکل سکتی جب تک خدا سے گہرا تعلق نہ ہو اور ..... کے اس انحطاط کے زمانہ میں جب اس کی کشتی ..... تباہی و بربادی پھیلی ہوئی ہو کوئی دنیادار اسلام کو پھیلانے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ اس ارادہ کو پورا کرنے کے لئے ایک جماعت بھی کھڑی ہو جائے جو دنیا سے آنکھیں بند کر کے محض اسلام کی سربلندی کیلئے کوشاں ہو اور اس کی کوششوں سے یورپ و امریکہ جیسی جگہوں میں اسلامی مشن بھی قائم ہو جائیں اور ان کے بار آور ہونے کے آثار بھی نمایاں نظر آنے لگیں، کاش کوئی حقیقت بین آنکھ ان حالات و واقعات کو دیکھ کر غور کرے کہ کیا یہ کسی مفتری علی اللہ یا کسی دشمن اسلام کا کام ہو سکتا ہے؟ کیا یہ حالات و واقعات حضرت مرزا صاحب کی مجددیت اور تقرب الی اللہ کا کھلا ثبوت نہیں؟

بیجا نہ ہو گا اگر ہم اپنے احباب کو بھی ان حالات و واقعات سے خدائی منشاء اور امام وقت کی خواہش اور منشاء اور ان کی اپنی قربانیوں کے کھلے اور شاندار نتائج کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ عرض کریں کہ یہ حالات و واقعات اس بات کے متقاضی ہیں کہ وہ اپنے قدموں کو اور آگے بڑھائیں، زیادہ سے زیادہ قربانیاں دیں، اپنی سرگرمیوں اور کوششوں کو اور تیز کر دیں تاکہ خدائی منشاء جلد سے جلد پورا ہو اور حضرت مجددِ وقت کی خواہش اور آپ کی بعثت کا مقصد تکمیل تک پہنچ جائے اور مغرب کی وادیوں میں اسلام کا سورج پوری شان سے طلوع ہو تاکہ شپرہ چشم لوگوں کو بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور حضرت مجددِ وقت کی صداقت نظر آ جائے۔

اخبار احمدیہ

——— حسب اعلان سابق حضرت امیر ایدہ اللہ، محترم شیخ میاں عطاء اللہ صاحب، محترم میاں فاروق احمد صاحب، چوہدری سلطان علی صاحب اور کراچی سے چوہدری امید خان صاحب اراضیات سندھ کی دیکھ بھال کیلئے ۱۰ مارچ کو سندھ تشریف لے گئے۔

——— جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر خوشی کیساتھ سنی جائیگی کہ محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کی کتاب Jesus in Heaven on Earth جس کو کچھ عرصہ ہوا پنجاب گورنمنٹ نے ضبط کر لیا تھا، فیڈرل کورٹ میں اس کی اپیل منظور ہو کر ..... واگذار ہو گئی ہے، یہ کتاب اس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقاتی تصنیف ہے، خواجہ صاحب کا ارادہ ہے کہ اس کی قیمت بہت کم کر دی جائے تاکہ بہت زیادہ لوگ اس کے مطالعہ سے مستفید ہو سکیں۔

——— محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کچھ دنوں سے کراچی تشریف لے گئے ہیں۔

——— مولانا یعقوب خان صاحب صدر انجمن کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے، احباب دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

——— شیخ محمد حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ دفاتر انجمن چند دن سے بعارضہ بخار بیمار ہیں احباب دعائے صحت کی استدعا ہے۔

——— ہمارے عزیز نوجوان مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب آج کل نوجوانوں کی تعلیم میں مصروف ہیں، گذشتہ جمعہ کو تین دن کی رخصت پر سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں نمازِ جمعہ پڑھانے کے بعد اکابرین جماعت کے مشورہ سے اتوار کے دن ماسٹر سراج الدین ذکی صاحب کے مکان پر تمام جماعت کو دعوت چائے دی گئی جس میں حضرت امام زمان اور حضرت مولانا نورالدین کے اخلاقِ فاضلہ کا ذکر ہوتا رہا اور محترم بٹ صاحب نے مقامی جماعت میں میل جول بڑھانے اور سلسلہ کے لٹریچر سے واقفیت پیدا کرنے کی عملی تجاویز پیش کیں۔ (مفصل آئندہ)

اشاعت القرآن احمدیہ بلڈنگ کے لئے مزید عطیہ جات

۱۔ سید حسن شاہ صاحب پٹواری کاموں کی	۱۰
۲۔ ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ایم بی بی ایس سول سرجن نشتر آباد۔ پشاور	۵۰
۳۔ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری	۱ سالانہ
۴۔ محمد پرویز صاحب	۳
سابقہ عطیہ جات	۵۴۲
میزان کل (ناظم بیت المال) ۱۲-۳-۵۶	۶۰۹

اخبار و افکار

"کفرساز فتووں کی حقیقت"

عنوان بالا سے ایک مضمون مودودی اخبار روزنامہ "تسنیم" سے اسی شیوع میں دوسری جگہ نقل کیا گیا ہے، جس میں علمائے زمانہ کی کفرسازیوں کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے :۔

" شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر علمائے دیوبند کے دورِ اوّل تک ہمیں یہی "جہاد" (کارزار فی سبیل اللہ فساد) نظر آتا ہے جس خدا کے دین کو غالب کرنے کے لئے ان حضرات نے خون کے آخری قطرے تک بہا دیئے انہیں اسی خدا کا باغی قرار دینے کی کوشش کی گئی جس رسول پاک کی سُنّت کا علم بلند کرنے کے لئے ان حضرات نے تن من دھن کی قربانیاں پیش کیں اسی رسول کی توہین کا الزام ان کے سر تھوپا گیا جن انفاس قدسیہ کے طور طرز کو برپا کرنے کی خاطر ان حضرات نے اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کیا اُن ہی نفوس کے مخالفین اوّل ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا گیا اگر خود کچھ نہ بن سکا تو مکہ اور مدینہ سے فتوے منگائے گئے"۔

ان فقرات کا لفظ لفظ واقعات کے عین مطابق ہے لیکن دیوبند کے دورِ اوّل تک ہی نہیں، اس کے بعد بھی حضرت مجدد وقت کے ساتھ جو کچھ ہوا اور جو کچھ آج تک اُن کے نام لیواؤں کے ساتھ کیا جا رہا ہے وہ بھی انہی واقعات کی ایک کھُلی تصویر ہے، جس خدا کے دین کو غالب کرنے کے لئے حضرت امام زمان اور آپ کی جماعت رات دن کوشاں ہے اور اپنی خون پسینہ کی کمائی بیدریغ بہا رہی ہے اسی خدا کا باغی انہیں قرار دیا جاتا ہے جس رسُولِ پاک کی عظمت تمام دنیا میں قائم کرنے کے لئے حضرت مجددِ وقت نے اپنا سب کچھ قربان کیا اور اس کی مدح کے گیت گائے اور آج اس کی جماعت یورپ اور امریکہ میں اس کا علم بلند کر رہی ہے اسی رسُولِ پاک کا توہین کا الزام ان کے سر تھوپا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ کون کر رہا ہے وہی حضرات آج ان کفرساز فتووں کے پھیلانے میں پیش پیش ہیں جو خود اپنے متعلق کفرساز مولویوں کے اسی سلوک کے شاکی ہیں، مقالہ نگار نے آگے چل کر مودودی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے جو یہ لکھا ہے کہ ان کے خلاف :۔

" شہروں اور قصبوں کی دیواروں پر پوسٹر اور اشتہار نظر آنے لگے، فتوے چھپنے لگے پمفلٹ تقسیم ہونے شروع ہو گئے عنوانات قریب قریب وہی پیتے ہوئے مودودی رسُول اللہ کی توہین کرتا ہے مودودی منکرِ حدیث ہے۔ محدثین پر تنقید کرنا اپنا حق سمجھتا ہے، صحابہ تک کی توہین کرتا ہے"۔

ان فقرات میں اگر "مودودی" کی جگہ مرزا غلام احمد لکھ دیا جائے اور اشتہاروں اور پمفلٹوں میں مودودی صاحب کے مشہور رسالہ "قادیانی مسئلہ" کو بھی شامل کر دیا جائے تو یہ کوئی خلافِ حقیقت بات نہ ہوگی، پھر اگر مودودی صاحب بھی اسی کشتی کے سوار سمجھے جانے لگے ہیں جس پر وہ مرزا غلام احمد اور ان کی جماعت کو بٹھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں تو چیخنے اور چلانے کے کیا معنے ؟ کیا یہ صحیح نہیں ؟ ؎

گندم از گندم بروید جَو ز جَو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

"حقیقی بھائی"

" مجھے دیکھکر وہ کرسی سے اُٹھے میں نے اپنا تعارف کرایا "میں ہوں مخدوم اور پاکستان سے آیا ہوں" یہ سنتے ہی وہ اپنا نام "ڈاکٹر سلیمان سوویشن" کہتے ہوئے میرے گلے لگ گئے گویا وہ میرے بھائی ہیں، اور مدتوں بچھڑنے کے بعد اچانک مل گئے ہوں ایسے لمحات میں خوشی کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اسلامی روایات کے مطابق تین دفعہ پہلو بدل کر ملے......

...... آخر ڈاکٹر سلیمان بولے مسٹر مخدوم میرے لئے آپ کے مزید تعارف کی ضرورت نہیں کیا یہ کافی نہیں کہ آپ مسلمان ہیں اور اسلامی ملک کے باشندے ہیں" پھر انہوں نے ایک خاتون کو اپنے پاس بلا لیا اور تعارف کراتے ہوئے کہا "یہ ہیں میری بیگم مسز سوویشن یہ بھی ڈاکٹر ہیں" پھر اپنی بیگم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے یہ ہیں میرے **بھائی** مسٹر مخدوم پاکستان سے آئے ہیں، میں تو مصروف ہوں آپ ان کی آسائش کا خیال رکھیں" مسز سوویشن نے بھی اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "آپ میرے بھی بھائی ہیں **حقیقی بھائی** کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں" میں اپنے بھائی اور بہن سے مل کر بہت خوش ہوا"۔

یہ بھائی اور بہن کون ہیں ؟ اور کہاں وہ ایک دوسرے سے ملے ؟ ۔ یہ یوگوسلاویہ کا ذکر ہے، جہاں بہروں اور گونگوں کی دوسری کانفرنس کے سلسلہ میں ایک پاکستانی مسلمان ایس اے مخدوم تشریف لے گئے، انہوں نے ہی "نوائے وقت" میں اپنا سفرنامہ لکھتے ہوئے یہ فقرات لکھے ہیں، ڈاکٹر سلیمان سوویشن یوگوسلاویہ میں بہروں اور گونگوں کی فیڈریشن کے سیکرٹری ہیں، وہ مسٹر ایس اے مخدوم سے کسی قسم کا کوئی نسلی یا مُلکی رشتہ و ناطہ نہیں رکھتے باوجود اس کے جس اخوت کا اظہار اس ملاقات میں کیا گیا اور "حقیقی بھائی" کہکر جن جذبات کو نمایاں کیا گیا ہے، وہ اسلام کے سوائے اور کہاں نظر آتے ہیں، کیا اس قسم کی عالمگیر اخوت اور برادری جو ہر قسم کے نسلی و وطنی اور رنگی اختلافات سے بالاتر ہو کر محض مذہب کے نام پر قائم کی گئی ہو کسی اور مذہب میں نظر آتی ہے ؟ یہ اسلام ہی کے کمالات میں سے ہے کہ اس نے مشرق و مغرب کے انسانوں کو محض کلمۂ توحید کے ذریعہ سے، ایسا ملا دیا کہ وہ ایک دوسرے کے حقیقی بھائی بن گئے، کاش دنیا اس حقیقت کو سمجھے اور اسلام کی آغوش میں آ کر امن و اتحاد کا سبق حاصل کرے، کاش پاکستان کے کفرساز مولوی اسلام کے اس نمایاں امتیاز کو مٹانے کی کوشش کرنا چھوڑ دیں ؟

"تمام کاوشوں کے باوجود"

"قادیانیوں کو سارے پاکستان میں خلاف قانون قرار دے دیا جائے"۔ "ربوہ اور احمدیہ بلڈنگس کی قادیانیت ایک ہے" یہ ہیں وہ نعرے جو سید سرور شاہ گیلانی اپنے نام نہاد مجلہ اخبار میں الاپ رہے ہیں، ہم ان کے جواب میں اپنے پاس سے کچھ کہنا نہیں چاہتے، مودودی اخبار المنیر لائل پور (۲۳ فروری) کے حسب ذیل بیان کو ہم اس کا بہترین جواب سمجھتے ہیں :۔

" مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقوےٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مولانا سید عبدالجبار صاحب غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ و غفر لہم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے، اور ان کا اثر و رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوتے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوتے ہوں اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبارات و رسائل بھی چند دن اپنی تائید میں پیش کرکے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر (نور اللہ مرقدہم و مضاجعہم) کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے"۔

ہم معاصر "المنیر" کی تلخ نوائی کے مشکور ہیں اور اس پر خوش ہونے کی بجائے افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھنے والے اکابر نے اپنی تمام صلاحیتوں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں قرآن کا عشق اور ولولہ

نماز تہذیب نفس سکھاتی ہے۔ اسلام عالمگیر اور اہل علم کا مذہب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ...... وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ——(سورۃ عنکبوت رکوع ۵)

حضرت نبی کریم صلعم کی قرآن خوانی

یوں تو سارا قرآن شریف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا لیکن بعض مقامات پر حضورؐ کو خصوصیت سے مخاطب کرکے کوئی حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی دو تین حکم آپ کو خطاب کرکے دیئے گئے ہیں، پہلا حکم ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا ہے اس کو پڑھا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو بہت پڑھا ہے، آپ خود بھی فرماتے ہیں انا اوّل المسلمین میں خدا کے حکموں پر سب سے زیادہ چلنے والا ہوں۔ اسی خدائی حکم کے ماتحت آپؐ نے قرآن کو بہت پڑھا، دن رات قرآن پڑھتے رہے، نمازوں میں قرآن پڑھتے تھے، تہجد میں قرآن پڑھتے تھے۔ سارا قرآن آپؐ نے حفظ کیا، رمضان میں سارا قرآن آپؐ پڑھا کرتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ جبریل رمضان کے مہینہ میں آپؐ کے ساتھ قرآن کا دَور کرتے تھے۔

صحابہ کرام کا عشق قرآن

حضرت صلعم کے اس فعل اور قرآن کے ساتھ عشق نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی قرآن کا عاشق بنا دیا۔ چنانچہ سینکڑوں صحابی تھے جن کو قرآن ازبر یاد تھا، ایک لڑائی میں ستر صحابہ کی ایک جماعت ماری گئی جو سب کے سب حافظ قرآن اور قاری تھے، حدیثوں میں آتا ہے کہ صحابہ کے دلوں میں قرآن پڑھنے کا بڑا ولولہ تھا، اور یہ ولولہ خود حضور صلعم نے اپنے عمل سے ان کے اندر پیدا کیا۔ ایک حدیث میں آپؐ ابو مسعود کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں یا ابا مسعود اقرا علی القرآن اے ابو مسعود مجھے قرآن پڑھ کر سنایئے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں قرآن پڑھ کر سناؤں؟ آپ پر تو نازل ہوا ہے اقرأ علیک وعلیک نزل فرمایا ہاں مجھے دوسروں سے سننے میں مزا آتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ابو موسےٰ اشعری کو مخاطب کرکے فرمایا اے ابو موسےٰ رات تو نے غضب کر دیا ایسا قرآن پڑھا کہ مجھے وجد آ گیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ اگر مجھے علم ہوتا کہ آپؐ سن رہے ہیں تو میں اور بھی اچھا پڑھتا، کیا پیر بھی کبھی مریدوں سے یہ کہا کرتے ہیں کہ تمہارے قرآن پڑھنے کا ہمیں مزا آ گیا۔ وہ تو مریدوں کے اچھے افعال کو سراہنا جانتے ہی نہیں لیکن یہاں تو اخوت ہے، برادری ہے، ایسی پیری مریدی نہیں کہ مریدوں کی اچھی باتوں کو سراہنے میں اپنی ذلت کا خیال ہو، اور ایک دن آپؐ نے ابو موسےٰ اشعری سے قرآن سنا بھی اور فرمایا اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَّزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ آپ کو تو لحن داؤدی عطا کیا گیا ہے، یہ بتاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو قرآن کا عشق تھا اور صحابہ کے دلوں میں بھی آپؐ کو دیکھ کر عشق اور ولولہ پیدا ہو گیا۔

قرآن اور حدیث کا مرتبہ

ایک دن معاذ بن جبل اور ابو موسےٰ اشعری کو یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر روانہ کرنے لگے تو ان سے پوچھا کہ مقدمات کا فیصلہ کس طرح کرو گے، انہوں نے کہا قرآن سے، یہ تھی قرآن کی عظمت، ان کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ قرآن حکم ہے اور باقی سب کچھ اس کے ماتحت ہے، پھر پوچھا کہ اگر قرآن سے کوئی بات نظر نہ آئے؟ تو انہوں نے کہا پھر حدیث رسول اللہؐ سے فیصلہ کریں گے، فرمایا اگر کوئی ایسا مقدمہ ہو کہ اس بارہ میں میرا کوئی قول بھی تمہیں معلوم نہ ہو تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا پھر اپنی رائے سے فیصلہ کریں گے۔ فرمایا یہ صحیح ہے۔ یہ تھا ان کا ایمان، ان لوگوں نے رسول اللہ صلعم کے سامنے بتا دیا کہ قرآن کا کیا درجہ ہے اور سنت اور حدیث کا کیا درجہ ہے، یہ کیا قوم ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی، وہ صاحب بصیرت لوگ تھے، فرمایا عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ میں اور میرے متبع بصیرت رکھتے ہیں حضرتؐ نے اپنے ساتھیوں میں بصیرت پیدا کی اور وہ بصیرت پر قائم ہو گئے۔ قرآن کا علم حضرت ابو بکرؓ کو تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قرآن کا علم تھا، اور وہ قرآن کریم کے آگے جھک جاتے تھے۔

خواتین کی حق گوئی اور قرآن دانی

ایک دن حضرت فاروق اعظمؓ وعظ فرما رہے تھے، خواتین سے مخاطب کرکے کہا اے مدینہ کی عورتو! تم نے یہودیوں اور نصاریٰ کو دیکھ کر حق مہر زیادہ لینے شروع کر دیئے ہیں، یہ ٹھیک نہیں میں مہر کی حد مقرر کر دوں گا، ایک عورت کھڑی ہو گئی اور کہا یا ابن الخطاب اللہ یعطینا وانت تمنع اے خطاب کے بیٹے اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کرتا ہے اور آپ منع کرتے ہیں، اور ساتھ ہی آیت پڑھ دی اِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا۔ اگر تم ڈھیروں ڈھیر بھی عورتوں کو دے دو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو، اس سے ظاہر ہے کہ عورتیں بھی قرآن جانتی تھیں اور کیسی کس ہمت کی مالک تھیں کہ برسر منبر خلیفۃ المسلمین کو ٹوک دیتی تھیں، اور قرآن کی آیت پڑھ دیتی تھیں، اور خلیفۃ المسلمین بھی معمولی خلیفہ نہ تھے۔

قرآن کی متابعت

جب حضرت عمرؓ نے یہ بات سنی تو یہ نہیں کہا کہ قرآن کو میں زیادہ جانتا ہوں یا تم؟ بلکہ اپنی بات فوراً واپس لے لی، کیا یہ عورت اور کیا وہ بادشاہ ہے فرمایا اِنَّ نِسَآءَ الْمَدِیْنَۃِ اَفْقَہُ مِنْ عُمَرَ مدینہ کی عورتیں بھی عمر سے زیادہ قرآن سمجھتی ہیں، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے قرآن کی کسی آیت کا ترجمہ کیا، حضرت عائشہ کو خبر پہنچی کہ عمر نے فلاں آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا یہ تو درست نہیں ہے، اسی طرح مرد اور عورتیں سب قرآن جانتے تھے اور قرآن کو حفظ کرتے تھے۔

قرآن پر غور و خوض

ایک دن معاذ بن جبل اور ابو موسےٰ اشعری آپس میں گفتگو کر رہے تھے، معاذ بن جبل نے کہا کہ میں تو رات دن قرآن پڑھتا رہتا ہوں تاکہ اس کے حکموں کو یاد رکھوں، اور ابو موسےٰ سے پوچھا آپ کتنا قرآن پڑھتے ہیں، ابو موسےٰ نے کہا کہ میں رات دن تو قرآن نہیں پڑھتا البتہ قرآن پر غور کرتا رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کس کس بات کا کیا حکم دیا ہے۔

نبی کریم صلعم کا قیام نماز

یہ تھی اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ مِنَ الْکِتٰبِ کی تعمیل اس سے اگلا حکم یہ دیا۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ قرآن پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم پر عمل کیا جائے اور یہ مقصد نماز قائم کرنے سے پورا ہوتا ہے، کیونکہ نماز تمام عملوں کی جڑ ہے، اَقِمِ الصَّلٰوۃَ میں حضور نبی کریمؐ کو حکم ہوا کہ نماز قائم رکھنا، کتنی نمازیں آپ نے پڑھیں، اور کس پابندی کے ساتھ پڑھیں اور ساری عمر نہ صرف پانچ وقت کی نماز بلکہ تہجد کی نماز بھی پابندی کے ساتھ پڑھتے رہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ کے حکم کی

حضرت نے پوری تعمیل کی۔

نماز سے مسلمانوں کا تساہل

آج مسلمان پابندی کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، اپنے نفس اور خواہش کے ماتحت نماز پڑھتا ہے، جب جی چاہا یا جس وقت آسانی کے ساتھ پڑھ سکے پڑھ لی، یہاں اَقِمِ الصَّلٰوۃَ کا حکم ہے، نماز پڑھنا نہیں نماز قائم کرنے کا حکم ہے، مسلمان کی تعریف قرآن نے یقیمون الصلٰوۃ کی ہے۔ نرا مصلین ہونا قابل تعریف نہیں آج مسلمان مصلین تو بہت ہیں مقیم الصلٰوۃ تھوڑے ہیں۔

قیام نماز کا مقصد تہذیب نفس ہے

اس کے بعد فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ، نماز کا قیام کس مقصد کے لئے ہے، جب نماز میں ہاتھ باندھ کر دربار خداوندی میں اقرار کرتا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور پھر جھکتا ہے اور پھر جبین نیاز آستانہ الٰہی پر رکھ دیتا ہے، تو چاہیئے کہ اپنے اس اقرار کا خیال کرے کہ میں نے اللہ تعالےٰ کے آگے ہاتھ جوڑ کر اقرار کیا تھا کہ تیرا بندہ بن کر رہوں گا، اب میری زبان کس طرح چلتی ہے اسی زبان سے تسبیح و تحمید کرتا ہوں اور اسی سے تحقیر اس کرتا ہوں، یا دوسروں کو برا بھلا کہتا ہوں تو اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ایک بڑا زبردست حکم ہے اور اس حکم کا مقصد ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ نماز چند ٹھونگے مارنے کا حکم نہیں نہ محض جھکنے اور اٹھنے بیٹھنے کا نام ہے، نہ ایک آدھ نماز پڑھ لینے سے نماز ہو جاتی ہے، نماز طہارت اور پاکیزگی پیدا کرنے کے لئے ہے، تہذیب نفس سکھانے کے لئے ہے۔

ذکر اللہ اور نماز

پھر فرمایا وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ یہ بھی یاد رکھو کہ تمہارے تمام اشغال، سارے کاروبار اور لہو لعب سے اللہ تعالےٰ کے ذکر کو زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ اللہ کا ذکر کیا ہے، نماز بھی اللہ کا ذکر ہے اور خدا کو یاد کرتے رہنا بھی اللہ کا ذکر ہے، نماز کو دوسری جگہ ذکر اللہ ہی کہا ہے، فرمایا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ یہاں جمعہ کی نماز کو ذکر اللہ ہی کہا ہے فرمایا جب جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے تو ذکر الٰہی کی طرف دوڑو جس قدر تمہارے کاروبار اور مشاغل ہیں سب چھوڑ دو اور نماز کو مقدم کرو۔

نماز جمعہ سے مسلمانوں کی غفلت

آج تو مسلمان جمعہ کی نماز نہیں پڑھتا، جب کہا جائے تو کہتا ہے فرصت نہیں ملتی، کبھی کبھی حکام کو بدنام کرتا ہے کہ وہ جمعہ کی چھٹی نہیں دیتے جمعہ کی نماز کا بہت تاکید کا حکم ہے ایک ایک مسلمان کو چاہیئے کہ جمعہ کی نماز پڑھے اور غیرت اور عزم کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے آئے جب نماز ہی سے بے توجہی ہو تو کیا ضمانت اس بات کی ہو سکتی ہے کہ باقی احکام پر عمل ہو گا یہاں فَاسْعَوْا کے لفظ میں ہدایت کی کہ تمام کاروبار چھوڑ کر ہر قسم کے موانع کی زنجیریں توڑ کر چلے آؤ، کبھی کبھی ایک دوکاندار جمعہ کی نماز کے لئے جاتا ہے تو دوکان پر اپنے بیٹے کو بٹھا آتا ہے، حالانکہ جمعہ اس پر بھی فرض ہے، پھر اگر کسی وقت بچے کو جمعہ کی نماز پڑھنے کی تلقین کرتا ہے تو وہ نہیں سمجھ سکتا کہ جمعہ کیوں پڑھنے جائے، اس کو اس کا عادی بنایا ہی نہیں جاتا، پھر کبھی کبھی ایک دوکاندار یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ آپ وعظ تو کرتے ہیں کہ جمعہ پڑھا کرو لیکن عین جمعہ کی نماز کے وقت سو دو سو روپیہ کا گاہک آ گیا اس کو کس طرح چھوڑ دیتا ہے یہی تو ہے جس کو وَذَرُوا الْبَیْعَ کہا ہے خواہ کتنے کا بھی گاہک ہو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے اور اس کو چھوڑ کر جمعہ پڑھو،

اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنا

اس آیت وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کے متعلق ایک دفعہ حضرت ابن عباس نے کسی سے پوچھا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کیا ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ذکر اللہ ہے، کہا نہیں اس کے معنے ہیں، اطاعت الٰہی میں جتنا ذکر اس کا کرتے ہو خدا تعالیٰ اپنی رحمت کے ذریعہ اس سے بڑھ کر تمہارا ذکر کریگا۔

ایک آیت میں کئی حکم

تو اس ایک آیت کے اندر کتنے حکم ہیں، قرآن پڑھو، اور قرآن پڑھنے کا نتیجہ یہ ہو کہ قرآن کے احکام پر کاربند رہو، قرآن کا اساسی حکم یہ ہے، کہ نماز قائم کرو، اور نماز..... قائم کرنے کا مقصد اپنی عملی حالت کو سنوارنا تہذیب نفس حاصل کرنا، نیکی اور پاکیزگی اختیار کرنا ہو، اور پھر یہیں تک نہیں اللہ کا ذکر کرتے رہو۔

خدا عملوں کو دیکھتا ہے

اور آخری حصہ آیت کا ہے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ یہ آیت کا مقطع ہے، فرمایا خدا جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو، یہ اس لئے فرمایا ہے کہ انسان چوکس ہو جائے، کہ خدا میرے عملوں کو دیکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں کس حد تک اپنے نفس کا بندہ ہوں، اور کس حد تک خدا کے احکام کی پابندی کرتا ہوں، فرمایا ہم دیکھیں گے کہ تم ہمارے احکام کی کس طرح تعمیل کرتے ہو،

دوسروں سے بحث و مجادلہ کا طریق

اس تہذیب نفس سکھانے کے بعد فرمایا کہ صرف اپنے نفس کے لئے ہی نہیں دوسرے انسانوں کے ساتھ بھی تمہیں معاملہ کرنا ہے، اہل کتاب کے ساتھ بھی تمہیں معاملہ کرنا ہے ....

.... وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اہل کتاب سے نہایت نرمی اور خوبصورتی سے بات کرو، معلوم ہوا اپنے نفس کی درستی کے بعد انسان کو دوسروں سے بھی ایسے طریق سے بحث و مجادلہ کرنا چاہیئے کہ وہ مہذب نظر آئے اور کوئی بات خلاف اخلاق نہ ہو، اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ ہاں جو ان میں سے ظالم ہیں ان کا معاملہ دوسرا ہے۔ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ ان کو کہدو کہ ہم تو اس چیز کو مانتے ہیں جو ہماری طرف اتری اور جو تمہاری طرف اتری وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ اور ہمارا تمہارا خدا ایک ہی ہے تو پھر لڑائی کیسی، ہم تو لڑائی کو مٹانا چاہتے ہیں، ہمارا تمہارا ایک ہی خدا ہے اس لئے ہماری تمہاری برادری ہونی چاہیئے وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ اسی ایک خدا کے ہم فرمانبردار ہیں۔

مسلمانوں کا باہمی سلوک

یہ تو یہود و نصاریٰ کے ساتھ معاملہ کرنے، انہیں اپنی برادری میں شامل کرنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن آج ایک مسلمان کا رویہ دوسرے مسلمان سے یہ ہے کہ وہ اسے برادری سے خارج کرنا چاہتا ہے حالانکہ چاہیئے کہ مسلمان کو دیکھ کر مسلمان خوش ہوتا، اس کے اندر جذبہ ہمدردی پیدا ہو اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، خدا کے حضور جبین نیاز رکھدینے کے بعد پھر تکبر کیا؟ اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا یا برا کہنا مسلمان کا کام کس طرح ہو سکتا ہے۔

امی ہو کر علم و حکمت بے نظیر

اور آگے فرمایا وَمَا کُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِہٖ مِنْ کِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّہٗ بِیَمِیْنِکَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ آپ تو امی ہیں لکھنا پڑھنا نہیں جانتے صحرا میں پیدا ہوئے صحرا ہی میں پرورش پائی، کوئی ریڈیو نہیں کوئی تار گھر نہیں، دوسرے ممالک اور اقوام کے حالات معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں باوجود اس کے مذہب جو آپ کو دیا گیا وہ عالمگیر ہے آپ تمام انسانوں کو ایک کرنا چاہتے ہیں یہودیوں کو نصرانیوں کو ایک کرنا آپ کا کام ہے، جنگجو قبائل کو باہم ملانا، زنگیوں اور حبشیوں اور سفید اقوام کو ایک برادری بنانا آپ کا مذہب ہے اور آپ نے یہ کام کر کے دکھا دیا۔ لیکن مسلمان آج خود مسلمانوں کو اپنی برادری سے نکالنا چاہتے ہیں وہ مسلمان جن کو کہا گیا تھا قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ لوگوں سے عمدہ باتیں کرو، وہ آج درندہ بن گیا ہے اور مذہب ہی کے بارہ میں لوگوں کو کھانے کو دوڑتا ہے، فرمایا آپ تو امی تھے اپنی انسانی اور شخصی حیثیت میں ایسا مذہب دنیا کو نہیں دے سکتے تھے اس خدا نے جو زمین و آسمان کا مالک اور انسان کی فطرت کو جانتا ہے یہ مذہب آپ کو سکھایا۔ جب تک خدا سے وحی پا کر کوئی انسان نہ بولے اس وقت تک اس کے خیالات میں تنگی رہ جاتی ہے فرمایا بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌ

(باقی صفحہ پر)

اسلام کے روحانی کمالات اور بزرگانِ دین کے تبلیغی کارنامے

سلطان محمد صاحب نظامی

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ھُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَھِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ ھُوَ مَوْلٰکُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

(الحج : ۷۷)

ترجمہ :- اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیک کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔ جو اس کی راہ میں کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں چن لیا ہے۔ اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب۔ اس نے تمہارا نام پہلے سے۔ اور اس (قرآن) میں بھی مسلم رکھا ہے۔ تاکہ رسول تمہارا پیشرو ہو اور تم لوگوں کے پیشرو ہو۔ سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کو مضبوط پکڑو۔ وہی تمہارا آقا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے (الحج : ۷۷)

بے نظیر کلام الٰہی

جس طرح حضور نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نسلِ انسانی کی ہدایت اور فلاح و بہبود کے لئے آخری اور بے نظیر نبی ہیں اسی طرح قرآن مجید اولادِ آدم کی اصلاح و ہدایت کے واسطے آخری و بے نظیر الہامی کتاب ہے۔ جیسے حضرت اقدس صلعم کل کائنات میں اشرف المخلوقات ہیں بعینہ اسی طرح قرآن حکیم تمام الہامی کتب مقدسہ میں ام الکتب ہے۔ اس کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ میں ہزار در ہزار علوم پنہاں ہیں، علماء فضلاء اور مجددین نے اس کے ایک ایک لفظ کی تشریح میں کئی کئی کتابیں لکھ دیں مگر پھر بھی انہوں نے یہ کہکر معذرت کی کہ ابھی وہ اس کی مکمل تشریح کر نہیں سکے۔ جب سے یہ بے نظیر و بے مثال کتاب وجود میں آئی ہے۔ ہر زمانے میں لاتعداد بزرگوں نے اس کی تفسیریں لکھی ہیں۔ اور لکھ رہے ہیں اور قیامت تک لکھتے چلے جائیں گے۔ اس کی ایک سو چودہ سورتوں کے ہر لفظ اور ہر آیت سے خدا کا نور چمکتا ہے۔ جو کوئی انہیں بغور پڑھتا اور ان کی تعلیم پر حقیقی معنوں میں عمل کرتا ہے، اس کے قلب و دماغ نورِ ہدایت سے منور ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم اپنی اصل زبان میں محفوظ ہے

قرآن کریم سے پہلے کی تمام الٰہی کتب محرف و مبدل ہو چکی ہیں، یہاں تک کہ ان کا اصل کلام ہی معدوم ہو گیا ہے خود ان کتب کے ماننے والوں نے اپنے ہاتھوں سے اس پاکیزہ کلام کو بدل دیا جس میں وہ نازل ہوئی تھیں اور خود بھی وہ اپنی الہامی کتب کی اصل زبان سے بھی ناواقف ہو چکے ہیں۔ مگر قرآن پاک ایسی کتاب محفوظ ہے جو آج بھی دنیا کے سامنے ٹھیک اسی زبان اور ترتیب سے مزین اور مرتب موجود ہے جیسے آج سے تیرہ سو سال پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ مبارک میں موجود تھی۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک ایسے ہی محفوظ رہے گی۔

حفاظتِ قرآن کا معجزہ

اگر ہم کوئی کہانی یا کوئی سبق یاد کرنا چاہیں تو بار بار رٹنے سے بھی یاد نہیں کر سکتے۔ مگر اس الہامی کتاب کے الفاظ اس قدر پیارے اور دلنشین ہیں کہ ہمارے ذہن و دماغ میں سرایت کر جاتے ہیں، بزرگ تو بزرگ، پانچ پانچ دس دس سال کے بچے اس خدائی کتاب کے حافظ نظر آتے ہیں، لاکھوں انسانوں کے سینوں میں یہ لافانی کتاب محفوظ ہے۔ اس کا اس طرح اصل حالت میں محفوظ رہنا ایک زندہ معجزہ ہے۔

معراج کمال تک پہنچانیوالی کتاب

یہ اس حقیقت کا بیّن ثبوت ہے کہ صرف یہی کتاب نسلِ انسانی کو شیطانی وساوس اور طاغوتی حملوں سے محفوظ رکھ سکتی ہے، اور نسل آدم کو حقیقی معنوں میں صراط مستقیم پر گامزن کر سکتی ہے۔ ہر انسان صرف اسی مقدس کتاب کی بنیادی تعلیم پر عامل ہو کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکتا ہے۔ اور صرف اسی نایاب کتاب کی لازوال تعلیم ہی سے معراج کمال تک پہنچا سکتی ہے، اگر ہم گزشتہ تیرہ سو سال سے لے کر موجودہ زمانہ تک کے حالات بزرگان پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی نے بھی رسول مقبول صلعم کو اپنا روحانی پیشرو مانتے ہوئے اس بے نظیر و بے مثال الہامی کتاب کی روحانی تعلیمات سے استفادہ کیا تو ان میں سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کوئی انبیاء کے رنگ سے رنگین ہوا اور کوئی صدیق بنا اور کوئی شہید اور کسی نے صالحین کا مقام حاصل کر لیا۔

قرآن کی پیروی سے مرتبہ کمال پانیوالے لوگ

مندرجہ بالا آیات قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ان بزرگانِ دین کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی پیشوا اور رہبر مانا۔ تاریکی کفر سے نکل کر نورِ ایمان سے اپنے قلب کو منور کیا۔ کتاب اللہ کے احکامات پیارے نبیؐ کی زبان مبارک سے سنے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کر دیا۔ ہر قسم کے شیطانی وساوس اور دنیاوی امراض کا قلع قمع کر کے وہ راضی برضائے الٰہی ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر مجدد صد چہاردہم تک لاکھوں انسان ایسے گذرے ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالےٰ نے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری متابعت اور غلامی کے صدقہ میں دنیا کا امام اور پیشوا بنا دیا۔

بزرگانِ دین کے حالات و واقعات کا انکار

ایسی بزرگ ہستیوں کے متعلق جب ہم ان کے واقعات اور روحانی کمالات سنتے، پڑھتے یا دیکھتے ہیں تو ہماری ناقص عقل ان کے ان کارناموں کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتی ہے۔ مشاہدہ کرتے ہوئے بھی شیطانی وساوس اور طاغوتی طاقتیں ہمارے قلب و دماغ میں انکو سمجھنے اور ماننے میں روک بن جاتی ہیں۔ اور ہم ان وساوس میں الجھ کر اس حقیقت سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور صرف انکار پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ شیطان کے بہکانے پر ان بزرگ اور نیک سیرت ہستیوں پر طرح طرح کے بہتان لگا کر انہیں خواہ مخواہ جھوٹا مفتری اور کاذب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اگر ہم ذرا بھی عقل اور سوچ سے کام لیں اور ان شیطانی وساوس سے دور ہٹ کر غور کریں، تو ان کا ہر فعل اور عمل ان کی روحانی بلندی و برتری کا خود شاہد ہے اور ان کے اقوال و ملفوظات ان کی فضیلت کا زندہ ثبوت ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کے دیگر ممالک اور اقوام عالم کی تاریخ سے قطع نظر جب ہم صرف ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں بھی ایسی لاتعداد درخشندہ ہستیاں نظر آتی ہیں جن کے روحانی فیوض و کمالات ان کی بلندی و برتری کا زندہ ثبوت ہیں، ان بزرگوں میں سے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رہ ہیں جو تبلیغِ دین کی خاطر اپنے وطن عزیز غزنی کو خیرباد کہتے ہوئے ہندوستان میں تشریف لائے اور پنجاب کے دارالخلافہ لاہور کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا۔ اہل ہنود نے ہر ممکن کوشش کی کہ ان کو دکھ اور مصیبت میں مبتلا کر کے یہاں سے نکال دیا جائے۔ ان کے خلاف گند اچھال کر ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو ٹھنڈا کیا جائے۔ مگر وہ مردِ مومن جس کا مطمح نظر ہی تبلیغ دین تھا اور وہ اس فرض کی بجا آوری کی خاطر تن من دھن سب کچھ قربان کر کے اعزا و اقارب اور وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر نکلا تھا اپنے اس نیک ارادہ اور کلمۃ الحق کی اشاعت سے نہ رک سکا۔ اس مردِ مجاہد کے دل میں یہ حقیقت سما

چلی تھی کہ شعر

ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست

وہ دن رات تبلیغ حق میں کوشاں رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی روحانی کشش رسول مقبول صلعم کے دلگداز ارشادات، قرآن کی حقیقت افروز تعلیم اور حضرت علی ہجویری کی نیک سیرت اور مجاہدات، اہلِ ہنود کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اہلِ ہنود جو آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ ان پر بُت پرستی کے نقائص اور توحید کی خوبیاں آشکارا ہو گئیں اور وہ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے۔ آپ کے دستِ مبارک پر لاتعداد ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

ان کے بعد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ تبلیغِ دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر وارد ہند ہوئے اور اجمیر کو جو اس زمانہ میں راجپوت حکومت کا مرکز اور مشہور شہر تھا...... اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اپنے اخلاق اور روحانی فیوض سے اہلِ ہنود کے تاریک قلوب کو نورِ ایمان سے منور کرنا شروع کیا۔ مخالف عنصر نے ہر ممکن کوشش کی کہ آپ کو اجمیر ہی سے نہیں بلکہ ہندوستان ہی سے نکال دینا چاہا۔ مگر یہ مبلغ حق شیر کی طرح وہیں ڈٹا رہا۔ ہر مصیبت و دشواری کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ اور پھر وہ وقت آیا جب انہی مخالفین میں سے کئی لوگ بُت پرستی چھوڑ کر ان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ جس خواجہ کو وہ ہند سے نکال باہر کرنا چاہتے تھے۔ اس کے روحانی فیوض و کمالات سے مالامال ہو کر اُسے خواجہ ہند کے نام سے یاد کرنے لگے۔

بزرگانِ دین کے تبلیغی کارنامے

آپ کے فیوض حسنہ سے کئی اہل اللہ مستفیض ہوئے آپ کے سلسلہ میں خواجہ بختیار کاکی رح۔ حضرت فرید الدین گنج شکر رح۔ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر رح۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت چراغ روشن دہلوی اور دیگر کئی ایک مبلغین اسلام پیدا ہوئے۔ ان نیک سیرت بزرگوں کے مجاہدہ و تبلیغ سے ہندوستان کے شرق و غرب میں اسلام پھیل گیا تبلیغ دین کا وہ کام جو محمد بن قاسم، سلطان محمود غزنوی، محمد غوری اور دیگر لاتعداد مسلمان بادشاہوں کی تلوار نہ کر سکی ان مبلغین نے اپنی تبلیغ سے کر دکھایا۔

ان بزرگان دین نے مجاہدہ کا حق حقیقی معنوں میں ادا کر دیا۔ ہنود کی اسلام کے متعلق نفرت محبت میں بدل گئی۔ ان بزرگوں ہی کی تبلیغ کے صدقے آج ہم مسلمان ہیں، اور یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کو حقیقی معنوں میں اپنا پیشوا بنایا، قرآن کی تعلیمات کی صحیح معنوں میں پیروی کی، اس کی سیدھی سادی اور پیاری تعلیم کو عملی جامہ پہنایا۔ اور نفسانی مجاہدے گذرتے ہوئے مخلوق خدا کی ہدایت کو اپنا مشغلہ بنایا اور خادم سے مخدوم کے مقام پر جا پہنچے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو تاریخ ہند کی زینت زیبائش ہیں بڑے بڑے باوقار شہنشاہ اور وزیر اور امیران کی خدمت میں سرنگوں حاضر ہوتے تھے۔ بڑے بڑے نواب اور راجے آج بھی ان کے مقبروں پر دست بستہ حاضر ہوتے ہیں اور حسب دستور ان کے روحانی فیوض سے اب بھی مستفیض ہو کر واپس لوٹتے ہیں۔

زمانہ حاضرہ کا مصلح

ان بزرگوں کا تعلق زمانہ وسطیٰ سے تھا۔ مگر ہمارا زمانہ بھی ایسے روحانی پیشوا سے خالی نہیں رہا رب العزت نے اس زمانہ میں ضلع گورداسپور کے ایک قصبہ قادیان میں اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو پیدا فرمایا جنھوں نے ببانگ دہل اس حقیقت کا اعلان کیا کہ خالق کون و مکان نے اس کفر و الحاد کے دَور میں دنیا کی فلاح بہبود کے لئے مجھے بھیجا ہے انہوں نے پکار پکار کر اس پیغام ہدایت کو شرق و غرب میں پہنچایا۔ وہ لوگ جو اس زمانہ کے شیطانی وساوس اور طاغوتی طاقتوں سے تنگ آ چکے تھے اس روحانی معلم کی ندا پر لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف کھنچے چلے گئے۔ آپ کی روحانی تعلیمات سے ان لوگوں نے اپنی تشنگی و پیاس کو بجھا کر تسکین قلب حاصل کی آپ نے اپنے اقوال اور افعال اور روحانی برکات سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ زمانہ قبل کے بزرگوں کے واقعات اور روحانی کمالات کے تذکرے قصّے کہانیاں نہیں بلکہ سچے واقعات ہیں جو حقیقت پر مبنی ہیں۔ آپ نے اپنے اعمال سے ثابت کر دکھایا کہ قرآن پاک کے الفاظ میں اب بھی تاثیر ہے اور اس کے فیوض اب بھی جاری ہیں۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی طور پر اپنا امام۔ معلم۔ پیشوا مانتے تھے۔ آپ کو حضرت نبی کریم صلعم کی ذات الاصفات سے کمال درجہ کا انس تھا اور حضور صلعم کی غلامی کو اپنے لئے موجب شرف سمجھتے اور فنا فی الرسول کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے آپ کے دل میں اسلام کی سربلندی اور مخلوقِ خدا کی خدمت کا جذبہ موجزن تھا۔ اور ہمہ آن اس فکر میں رہتے تھے کہ اس دَور میں جو کفر و الحاد تمام دنیا میں پھیل رہا ہے اس کی بجائے اسلام کی روشنی دنیا میں پھیل جائے اور مسلمان جو مذہب کی حقیقت سے دُور جا چکے ہیں حقیقی معنوں میں مومن بن جائیں۔ (باقی - باقی)

خطبہ جمعہ ـــــ بسلسلہ صفحہ ۶

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

اہلِ علم کا مذہب

یہ تو اہلِ علم کا مذہب ہے، انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے، جہاں کہیں اس مذہب کے اصولوں کا ذکر کرو گے ہر اہلِ علم اس کی تائید کرے گا کہ ہاں یہی مذہب ہونا چاہیئے، تو اس علم کے زمانہ میں کتنی باتیں ہیں جو ایک مسلمان کے لئے فخر کا موجب ہیں۔

فطرت کا مذہب

ایک اور جگہ فرمایا تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اے دنیا جہان کی قومو! آؤ ہم ایک ہو جائیں، ایک دین پر قائم ہو جائیں، اسی خدا نے یہ دین بھیجا جو تمہارا بھی خدا ہے، تمام دنیا میں فطرت انسانی ایک ہے، انگلستان میں امریکہ میں، جاپان میں، عرب اور شام میں، ہندوستان اور پاکستان میں سب جگہ ایک ہی فطرت کے انسان بستے ہیں، دیانتدار راستباز کو سب جگہ ہر کوئی پسند کرتا ہے، چالاکی کے ساتھ دھوکہ دینے والے کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا جس شخص کا کیرکیٹر اچھا ہے، اسکو سب اچھا کہیں گے اور بُرے کیرکیٹر والے کو سب قومیں اور سب ممالک کے لوگ بُرا ہی کہیں گے، سب جگہ نباتات، حیوانات وغیرہ کے لئے ایک ہی قواعد ہیں۔

مسلمانوں کے لئے قابلِ فخر مذہب

وہ خدا جس نے یہ مذہب دیا وہ فطرتِ انسانی کو خوب جانتا ہے اور ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے ہمیں وہ دین دیا جس کو فطرتِ انسانی قبول کر سکتی ہے اور ایک فخر کی بات یہ ہے کہ ہمارا دین اہلِ علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔ ہمیں وہ دین دیا گیا ہے جو اقوام عالم سے حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارا دین تمام قوموں میں اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے

مبارک قوم

ان چند آیات میں مسلمانوں کو تہذیب نفس سکھائی تقوےٰ اور طہارت سکھائی۔ فرمایا یہ چیزیں کیونکر نصیب ہونگی، نماز پڑھو، قرآن پڑھو، وہ قوم جو قرآن پڑھتی اور اس کے حکموں پر عمل کرتی ہے اور نماز قائم کرتی ہے، وہ قوم جو نہ صرف خود تہذیب نفس کی حقیقت پیدا کرتی ہے بلکہ دوسروں کے ساتھ بھی حسن معاملت سے پیش آتی ہے، وہ قوم جو اسلام کو عالمگیر اور فطرت انسانی کا مذہب یقین کرتے ہوئے غیر قوموں کو اسکے ذریعہ سے مہذب اور ایک خدا کے پرستار بنانا چاہتی ہے بڑی مبارک قوم ہے ؏

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۷ر شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۴ر مارچ ۱۹۵۶ء | نمبر ۱۱

زرِ مبادلہ
پاکستان و ہندوستان سے :- چھ روپیہ سالانہ
ممالک غیر سے :- پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں
ہست او خیر الرسل خیر الانام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں
ہر نبوت را برو شد اختتام
ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
وہ کتابِ حق جس کا نام قرآن ہے
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
ہماری معرفت کا جام اسی شراب سے ہے
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
اس روشن کتاب سے ایک قدم دوری بھی
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
ہمارے نزدیک کفر اور عین نقصان و ہلاکت ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پہ ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

—(مسیح موعودؑ)—

ارشاداتِ مسیحِ موعودؑ

اگر حاکم ظالم ہو

۱۸ر مئی ۱۹۰۱ء۔ فرمایا :—

اگر حاکم ظالم ہو تو اس کو برا نہ کہتے پھرو۔ بلکہ اپنی حالت میں اصلاح کرو۔ خدا اس کو بدل دے گا یا اسی کو نیک کر دے گا۔ جو تکلیف آتی ہے وہ اپنی ہی بدعملیوں کے سبب آتی ہے۔ ورنہ مومن کے ساتھ خدا کا سایہ ہوتا ہے۔ مومن کے لئے خدا تعالیٰ آپ سامان مہیا کر دیتا ہے۔ میری نصیحت یہی ہے کہ ہر طرح سے تم نیکی کا نمونہ بنو۔ خدا کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔ اور بندوں کے حقوق بھی تلف نہ کرو۔

قرآن کی تاثیر

۳ر جون ۱۹۰۱ء۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی تعریف میں فرمایا ہے۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :—

"ایک تو اس کے یہ معنے ہیں کہ قرآن شریف کی ایسی تاثیر ہے کہ اگر پہاڑ پر وہ اترتا تو پہاڑ خوفِ خدا سے ریزہ ریزہ ہو جاتا اور زمین کے ساتھ مل جاتا۔ جب جمادات پر اس کی ایسی تاثیر ہے تو بڑے ہی بیوقوف وہ لوگ ہیں جو اس کی تاثیر سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور دوسرے اس کے معنے یہ ہیں، کہ کوئی شخص محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک دو صفتیں اس میں پیدا نہ ہو جائیں۔ اوّل تکبر کو توڑنا جس طرح کہ کھڑا ہوا پہاڑ جس نے سر اونچا کیا ہوتا ہے گر کر زمین سے ہموار ہو جائے۔ اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ تمام تکبر اور بڑائی کے خیالات کو دُور کرے، عاجزی اور خاکساری کو اختیار کرے اور دوسرا یہ ہے کہ پہلے تمام تعلقات اس کے ٹوٹ جائیں جیسا کہ پہاڑ گر کر متصدعا ہو جاتا ہے، اینٹ سے اینٹ جدا ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی اس کے پہلے تعلقات جو موجب گندگی اور الٰہی نارضامندی کے تھے وہ سب تعلقات ٹوٹ جائیں اور اب اس کی ملاقاتیں اور دوستیاں اور محبتیں اور عداوتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے رہ جائیں"۔

ہمارے عقائد

● ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

● ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا" "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی" "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

● ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگا۔

● ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنیکے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہونگے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا ہے رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ (حدیث)

● ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔

● ہم ہر شخص کو جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔

● ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ میں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"

(ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

فرقہ بندی کا دنگل

معاصر "صدق جدید" لکھنؤ نے ایک غیر جانبدار کے قلم سے ایک مراسلہ شائع کیا ہے جو فی الحقیقت مسلمان جماعتوں اور ان کے اہل قلم کے گہرے غور کا محتاج ہے اس کے ہر لفظ سے اتفاق ضروری نہیں۔ مگر مرکزی بات بڑے پتے کی کہی گئی ہے۔ ——— مدیر

میں نے جہاں تک فرقہ بندی کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مختلف فرقوں کے پیدا کرانے میں ان کے مخالفوں کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ جو شخص آج بھی بغدادی کی کتاب الفرق بین الفرق اور شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کا مطالعہ کرے گا وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچے گا جس پر میں پہنچا ہوں یہ مصیبت پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے کہ مدعی کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے دعوے کو جھٹلا کر اس کی طرف اس کی مرضی کے خلاف کچھ باتیں منسوب کر دی جاتی ہیں اور پھر ان پر سوال و جواب کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے۔ مدعی ہزار چلاتا ہے کہ بھائی جو الزام تم لگاتے ہو میں اس کا قائل نہیں مگر اس کی کوئی نہیں سنتا مخالف کو اصرار ہے کہ اس نے جو الزام لگایا ہے وہی صحیح ہے اور انکار ناقابل تسلیم!

مدعی دم بخود ہے کہ کیا کرے وہ قسمیں کھاتا ہے خدا کو گواہ کرتا ہے غلط الزام پر لعنت بھیجتا ہے مگر مخالف پر ذرا اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے حریف کے منہ سے وہی بات کہلوانا چاہتا ہے جسے وہ نہیں مانتا صرف اس لئے کہ چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ قائم رہے اور دوسرے کی تکفیر اور مخالفت کے لئے بہانہ مل جائے! سنا ہے کہ مظلوم کی مصیبت کو مظلوم خوب سمجھتا ہے، مگر یہاں مظلوم بھی ظلم کرنے پر آمادہ رہتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اس کے مخالفوں نے بھی اس کی باتوں کو جھٹلا کر اس کی طرف اپنی جانب سے غلط باتیں منسوب کی ہیں۔

ایک شخص لکھتا ہے کہ میں ختم نبوت کا منکر نہیں اور جو انکار کرے اسے کافر سمجھتا ہوں، مگر مخالف لکھتا ہے کہ تو ضرور ختم نبوت کا منکر ہے اور چونکہ منکر ہے اس لئے کافر ہے اب وہ شخص قسمیں کھا کر اطمینان دلانا چاہتا ہے مگر مخالف کی زبان نہیں رکتی وہ اتنا بھی نہیں سوچتا کہ میں خود ختم نبوت کا قائل ہوں اگر مخالف بھی اس کا اقرار کرتا ہے تو وہ بات اس کے منہ سے کیوں کہلوائی جائے جسے میں خود نہیں مانتا مگر دل کہتا ہے کہ جس کفریہ عقیدہ کو میں نہیں مانتا تو ضرور مانتا ہے دیکھ تو نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے فلاں اشتہار میں یہ اقرار کیا ہے فلاں موقع پر تو نے خود کہا تھا! گویا مخالف ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے حریف کے قول اور عقیدہ کی تشریح کرے وہ اگر اپنے قول کی آپ تشریح کر کے معاملہ کو ختم کرنا چاہتا ہے تو وہ منظور نہیں۔

حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم بانی دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ پر بھی یہی الزام لگایا گیا کہ حضرت نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں حضور کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کیا ہے۔ علماء دیوبند نے بار بار اس کتاب سے ثابت کیا ہے کہ حضور ہر جہت سے خاتم النبیین ہیں۔ اور اس عقیدہ کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں۔ مگر چونکہ ہر مخالف نے قائل کے قول کی تشریح کرنے کا حق خود ہی حاصل کر لیا ہے اس لئے علماء دیوبند کی تشریحات کو نظر انداز کر دیا گیا اور مخالفت حضرت کی تکفیر سے آج تک باز نہ آ سکا۔ لطف کی بات ہے کہ جب پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا شور بلند ہوا تو وہاں بڑے بڑے پوسٹروں کے ذریعہ حکومت کو توجہ دلائی گئی کہ دیوبندی اور اہل حدیث بھی ختم نبوت کے منکر ہیں اس لئے انہیں بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے! وہ تو یوں کہو کہ علماء دیوبند میں ضد پیدا نہیں ہوئی اگر وہ بھی کسی فرقہ کے بانی ہوتے تو مخالفوں سے تنگ آ کر وہی بات کہنے لگتے جو حریف کہلوانا چاہتا ہے۔

میری تحقیق یہ ہے کہ اگر زمانہ میں قائل کو اپنے قول کی تشریح کرنے کا حق دیا جاتا اور اس کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کی جاتیں جن سے وہ خود انکار کرتا ہے اور یہ بات اصولاً اور عملاً تسلیم کر لی جاتی کہ قول وہی مانا جائے گا جس کا اقرار قائل خود کرے تو شاید اسلامی فرقوں کی تعداد زیادہ نہ ہوتی اس صاف اور صریح بات کے ماننے میں تامل کیوں ہے کہ قائل کا قول ہی قابل قبول ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے قول کی آپ تشریح کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے نہ مانا جائے۔

میں اپنی بات ایک تازہ مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ جماعت اسلامی پاکستان کے امیر مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے لاہور کے ایک جلسہ میں حجیت حدیث پر ایک تقریر کی جو اخبارات میں چھپی۔ مگر جماعت اہل حدیث کے ایک اخبار نے شکایت کی کہ مودودی صاحب نے اپنی تقریر میں بخاری شریف کی توہین کی ہے، اور یہ کہا ہے کہ کوئی شریف آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بخاری کی تمام مرویات صحیح ہیں یا ہمیں ان کو جانچنے کا کوئی حق نہیں۔ اس پر جماعت اسلامی کے اخبار ایشیا و تسنیم نے لکھا کہ مودودی صاحب نے بخاری کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہی اب قصہ ختم ہوا۔ جماعت اہلحدیث کے ترجمان کو چاہئے تھا کہ وہ اس انکار کو تسلیم کر کے معاملہ فوراً ختم کر دیتا اور دل کو سمجھا لیتا کہ گو مودودی صاحب نے بخاری کے متعلق قابل اعتراض باتیں ضرور کہیں۔ مگر جب وہ خود انکار کرتے ہیں تو فھو المراد، یہ اچھا ہی ہوا کہ انہوں نے اپنی غلطی پر اصرار نہیں کیا اب ہمیں کیا غرض پڑی ہے کہ ان سے اقرار کرا کے فتنہ کا دروازہ کھولیں اور ناگوار باتیں زیر بحث آئیں۔ انہوں نے کچھ کہا یا نہ کہا مگر انکار کے بعد تو انہیں بھی دوبارہ غلطی کی جرأت نہ ہوگی اور وہ ہر موقع پر اپنے انکار کو ملحوظ رکھیں گے مگر اہلحدیث کے ترجمان نے مودودی صاحب کا ایسا پیچھا کیا کہ بخاری کی صحت اور عدم صحت ایک مستقل تاریخی اور علمی بحث بن گئی اور اس بارے میں سلف کے وہ اقوال پیش کئے گئے جو اس سے پہلے کبھی نہ سنے گئے تھے یعنی جب اصرار ہوا تو جماعت اسلامی کے اخبارات اور اہل قلم نے اپنا رخ بدلا جس کا مطلب یہ تھا کہ مودودی صاحب نے تو بخاری کے بارے میں وہ باتیں نہیں کہیں جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں لیکن اب ہم کہتے ہیں کہ واقعی بخاری کی تمام حدیثیں صحیح نہیں ہیں اور ہمیں ان کو پرکھنے اور جانچنے کا پورا حق حاصل ہے! چنانچہ اس صورت حال سے متاثر ہو کر اہل حدیث کے ترجمان کو اقرار کرنا پڑا کہ:

"صحیح بخاری کے متعلق مولانا مودودی کے اظہار خیال کے بعد جماعت اسلامی کے بعض مضمون نگاروں کو امام بخاری اور صحیح بخاری کے بارے میں کچھ کد سی ہو گئی ہے ان میں سے اکثر نے تو یہ شغل ہی اختیار کر لیا ہے کہ جب کچھ لکھنے بیٹھے پھر پھرا کر اسی موضوع پر آ گئے اور اس وقت تک بات مکمل نہ ہوئی جب تک کہ امام بخاری اور ان کی صحیح کو طنز و تعریض کا نشانہ نہ بنا لیا"

(الاعتصام ۲ ستمبر ۱۹۵۵ء)

مگر جماعت اسلامی نے یہ روش کیوں اختیار کی؟ صرف اس لئے کہ ایک بات ان کے منہ سے زبردستی اگلوائی گئی ان کے انکار پر صبر نہ آیا اور ان کے اقوال کی تشریح میں ان ہی کی بات معتبر نہ مانی گئی، اگر شروع میں خاموشی اختیار کر لی جاتی تو بخاری پر تنقید کا ناگوار سلسلہ شروع نہ ہوتا یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اب جماعت اسلامی پاکستان بخاری اور اس کی مرویات کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئی ہے جس پر طلوع اسلام والوں نے بھی اطمینان کا سانس لیا ہے۔ مگر رنج کس بات کا اور شکایت کس لئے؟ اہلحدیث کا ترجمان جو بات اپنے حریف سے تسلیم کرانا چاہتا تھا وہ اس نے قبول کر لی! کاش اب بھی یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ قائل کا اپنا قول ہی معتبر ہوگا اور اس کا اقرار یا انکار ہی مدار بحث قرار پائے گا۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۲۱ مارچ ۱۹۵۶ء

جمہوریۂ پاکستان

قائد اعظم رحمۃ اللہ کا وہ خواب جو ۱۹۴۰ء میں منٹو پارک لاہور میں انہوں نے دیکھا۔ اور جس کی تعبیر آٹھ سال بعد منصہ شہود میں آئی۔ آج مزید آٹھ سال کی مدت کے بعد اپنی تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور پاکستان جو کل تک ایک آزاد مگر زیر سایہ برطانیہ مملکت کی حیثیت رکھتا تھا۔ آج جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے نام سے اپنے قدموں پر مستقل طور پر کھڑا ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس آٹھ نو سال کی مدت میں کیا کیا نشیب و فراز دیکھنے میں آئے کن کن اندرونی اور بیرونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ اس نوزائیدہ مملکت کا ہر قسم کے مصائب و مشکلات میں سے صحیح و سلامت گزر جانا ایک معجزہ ہے اور یہ محض تائید ایزدی کا نتیجہ ہے کہ وہ آج ایک آزاد جمہوریہ کی شکل اختیار کر رہی ہے بلکہ یہی نہیں اس سے بڑھ کر معجزہ وہ ترقیاتی کارنامے ہیں جو اس آٹھ سال کی مدت میں اس نوزائیدہ مملکت میں دیکھنے میں آئے۔ دنیا حیران ہے کہ وہ مملکت جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ چند مہینوں سے زیادہ قائم نہیں رہ سکتی۔ کس طرح چند سالوں کے اندر ہر شعبۂ زندگی میں ترقی کی بلند منازل طے کر کے دنیا کی مضبوط اور پائدار مملکتوں میں شمار کی جانے لگی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا ہمسایہ ملک ہندوستان (جو اب بھارت کے نام سے موسوم ہے جس کے لفظی معنے ہونگ کے ہیں) پاکستان کی مضبوطی اور پائیداری سے خوش ہونے کی بجائے اس بات پر ناراض ہے کہ وہ اپنی مضبوطی کے لئے امریکہ سے سامان حرب کیوں حاصل کرتا ہے وہ اس وہم میں مبتلا ہے کہ اگر پاکستان مضبوط ہو گیا تو ہندوستان کی خیر نہیں، حالانکہ اسے بار بار یقین دلایا گیا کہ پاکستان کا کوئی ارادہ جارحانہ کارروائی کرنے کا نہیں تاہم دوسروں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کمزور رکھنا بھی تو دانشمندی نہیں۔ اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے یہ معنی نہیں کہ ہم کسی پر حملہ کرنا چاہتے ہیں لیکن پنڈت نہرو بایں عقل و دانش اس بات پر مصر ہیں کہ امریکہ سے پاکستان کو اسلحہ ملنا بھارت کے لئے خطرہ کا موجب ہے اور اسی وہم میں مبتلا ہونے کی وجہ سے عین اس وقت جبکہ پاکستان یوم جمہوریہ کی تیاریوں میں مصروف تھا انہوں نے پاکستانی سرحدات پر فوجی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی ہے۔ تاکہ پاکستان کو جارحانہ کارروائی پر مجبور کر کے امریکہ پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ پاکستان کو فوجی امداد بہم نہ پہنچائے۔ اور اس طرح پاکستان کو کمزور رکھ کر اسے من مانی کارروائیاں کرنے کا موقعہ مل سکے ہمیں خوشی ہے کہ پاکستانی حکام کی دانشمندی سے یہ معاملہ آگے نہیں بڑھنے پایا۔ اور جہاں تک تازہ خبروں سے پتہ چلتا ہے دونوں طرف کے مقامی کمانڈروں کی کانفرنس میں اب یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ آئندہ فائرنگ بند رکھی جائے۔ خدا کرے ایسا ہو۔

بہرحال جہاں تک یوم جمہوریہ کا تعلق ہے آج ہر پاکستانی اس بات سے خوش ہے کہ قائد اعظم کا خواب آج صحیح طور پر پورا ہو گیا۔ اور جس اسلامی دستور کا اس ملک کے باشندوں کو وعدہ دیا گیا تھا آج وہ صحیح معنوں میں نافذ ہو گیا۔ سب سے بڑی خوشی یہ ہے کہ دستور کی تدوین کے وقت ملک کی مختلف جماعتوں کی طرف سے جن خدشات کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ اور خود دستور ساز اسمبلی میں جو خلفشار پیش آ رہا تھا وہ ختم ہو کر سب جماعتوں اور پارٹیوں کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ ہمارا دستور صحیح اسلامی خطوط پر بنایا گیا ہے چنانچہ اسی وجہ سے یوم جمہوریہ کے منانے میں ملک کی تمام جماعتیں مسرت و ابتہاج کے ساتھ شریک ہو رہی ہیں۔

ایک اور بڑی خوشی یہ ہے کہ بیرونی مملکتوں میں سے کئی ممالک کے نمائندے یوم جمہوریہ کی تقریب میں شرکت کے لئے آج ہمارے مہمان ہیں۔ بالخصوص ترکی کے وزیر اعظم جناب عدنان مندریز اور وزیر خارجہ مسٹر کوپرولو کی آمد پاکستان کے لئے باعث صد مسرت و افتخار ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ترکی اور پاکستان کے اس اتحاد کو ہر دو مملکتوں کی زیادہ سے زیادہ مضبوطی اور ترقی کا موجب بنا سکے۔ اور معاہدہ بغداد کو جس میں بعض دوسری اسلامی سلطنتیں بھی شریک ہو چکی ہیں ہر رنگ میں کامیاب ثابت کرے۔

ہم اس موقعہ پر جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے صدر ہز ایکسیلنسی سکندر مرزا اور اس کے محترم وزیر اعظم مسٹر محمد علی کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں جن کی رات دن کی انتھک کوششوں اور جدوجہد سے یہ یوم سعید آج ہمیں دیکھنا نصیب ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس جمہوریہ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق دے اور وہ اسے دنیا میں ہر طرح نیک نام بنا سکیں۔ اور اس کے باشندوں کو ہر شعبہ زندگی میں کامیاب اور مرفہ الحال بنانے کا موجب ہوں۔

مقامی نوجوانوں کا اجتماع

مقامی نوجوانوں کا اجتماع مورخہ ۱۸ مارچ بروز اتوار احمدیہ مسجد میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں مولوی محمد یحییٰ صاحب کنوینر نے گزشتہ اجتماع کی جو رپورٹ پڑھ کر سنائی درج ذیل ہے

"سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کا تیسرا اجتماع مورخہ ۴ مارچ بروز اتوار بوقت چار بجے بعد نماز عصر جامع مسجد احمدیہ واقع احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد خدا کے فضل سے پہلے اجتماع سے زیادہ تھی۔ مقامی نوجوانوں نے اس اجتماع کی رونق کو بڑھانے کے لئے اپنے تمام مشاغل کو پس پشت ڈال کر بڑے جذبہ کا ثبوت دیا۔ احباب کی آمد آدھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ اور قریباً ساڑھے چار بجے چائے وغیرہ کے انتظامات مکمل ہو جانے پر تمام نوجوانوں نے چائے نوش کی اور ماحضر تناول فرما کر بڑی فرحت محسوس کی مسجد کے چاروں طرف پھیلے ہوئے سبزے کے قریب ہشاش بشاش چہرے اجتماع میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر رہے تھے

چائے کے ختم ہونے پر اجتماع کی باقی کارروائی شروع ہونے والی تھی چنانچہ تمام کارروائی محترم ملک گل محمد صاحب بی۔ اے منتظم ایل ایل بی کی زیر صدارت سرانجام پائی۔ کارروائی کا آغاز قرآن کریم کی تلاوت سے ہوا۔ بعد ازاں حضرت امام زمان کے منظوم کلام کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا گیا۔ اس کے بعد جناب صدر نے خاکسار کو گزشتہ اجتماع کی رپورٹ سنانے کے لئے ارشاد فرمایا چنانچہ راقم الحروف نے ایک مختصر رپورٹ حاضرین کے سامنے پڑھی جو اشاعت سابقہ میں درج ہو چکی ہے۔

رپورٹ کے ختم ہونے پر محترم شیخ خالد اقبال صاحب متعلم ایف اے سی نے ایک مختصر تقریر کی جس میں انہوں نے یہ بتانے کی کوشش کی کہ احمدیت کوئی علیحدہ فرقہ نہیں بلکہ یہ تجدید دین کی خدمات سرانجام دینے والی ایک جماعت کا نام ہے آخر میں خاکسار نے نوجوانوں سے خطاب کیا اور انہیں بتایا کہ کسی سلسلہ یا ادارہ میں حرکت پیدا کرنے اور اسے زندگی بخشنے میں نوجوانوں کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کو قربانی کرنے اور پوری جانفشانی سے اپنے مقاصد عظمیٰ کو حاصل کرنے کی خاطر کچھ ایسے قویٰ مرحمت فرمائے ہیں کہ کسی اور عمر کے انسان میں یا شاذ ہی چنداں قویٰ کا تلاش کرنا عبث ہے

قائد اعظم مرحوم کے نظریہ پاکستان کو قوت بخشنے کا باعث کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان ہی تھے جنہوں نے اپنے اوقات عزیز کو اس مقصد کے حصول کے لئے قربان کر دیا اور ایک دلی جذبہ کے ساتھ اس خواب محض کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی خاطر وہ ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

راقم الحروف نے قائد اعظم مرحوم کی مختلف تقاریر سے اقتباسات پڑھ کر سنائے جن سے ظاہر ہے کہ قائد اعظم کو مسلمان قوم اور اس کی کمزوری اور ضعف کا پورا پورا علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ قوم سوئی ہوئی ہے۔ ہر ایک بستی نہیں

منظم نہیں، بلکہ تشتت اور افتراق ہے۔ لیکن ان مایوس کن حالات کے باوجود یہ سخنی جسم مگر پہاڑ ایسا مستقل مزاج شخص ایک عزم صمیم سے اپنے مطالبہ پر ڈٹا رہا۔ اور اس کے ساتھ نوجوانانِ ملت اس نظریے کی خاطر ہر قسم کی جدوجہد کرنے میں مصروف رہے آخر لیڈر کا یہ عزم اور نوجوانوں کی یہ قربانی اپنا رنگ لائی۔ اور پاکستان انتہائی مشکلات کے باوجود معرض وجود میں آگیا۔

ایک سیاسی تحریک میں کام کرنے والے نوجوان اگر اپنی بلند ہمتی اور قربانی کی بدولت مشکلات پیش آمدہ کو نیچا دکھا سکتے ہیں اور اپنے محبوب قائد کی زیر ہدایت کام کرکے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو کیا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوان حضرت امام زمان کی زیر قیادت اپنے مقاصد عظمیٰ کو حاصل نہ کر سکیں گے جبکہ ہمارے اس پیارے امام کی فتح کے لئے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر ہی سے پیشگوئی کردی ہوئی ہے۔

ہم احمدی نوجوانوں پر جہاں اخلاقی لحاظ سے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جس اعلیٰ نصب العین کو ہم نے اپنے سامنے رکھا ہے اسے ہر قربانی کے ذریعہ حاصل کرکے رہیں اور اس راستہ میں تھوڑی سی مشکلات کو دیکھ کر مایوس اور سست نہ ہو جائیں وہاں حضرت امام زمان کی صداقت اور خدا تعالےٰ پر قوی ایمان بھی ہم سے تقاضا کرتا ہے۔ کہ ہم اس راہ میں قدم پیچھے نہ ہٹائیں

آخر میں خاکسار نے حضرت امام زمان کے ایک اشتہار سے جو آپ نے اپنی وفات سے چھ ماہ پیشتر شتہر کیا تھا ایک اقتباس پڑھ کر سنایا کہ کس طرح امام زمان کو یقین کامل تھا کہ یہ سلسلہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس کی کامیابی کو روک نہ سکے گی۔ فرماتے ہیں:-

"یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت، دشمن کی ذلت اور میرا اقبال، دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا۔ اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی...... خدا ایک قہری تجلی کرے گا۔ اور وہ جو جھوٹ اور شوخی سے باز نہیں آتے۔ ان کی ذلت اور تباہی ظاہر کرے گا۔ مگر میری طرف ایک دنیا کو کھینچ لائے گا۔ اور میرا نام عزت کے ساتھ دنیا کے ہر کنارہ میں پھیلائے گا۔ سو چاہیئے کہ میری جماعت کے لوگ اس پیشگوئی کے منتظر رہیں۔ اور تقویٰ اور طہارت سے پاک نمونہ دکھائیں۔"

غرض ہمارا یہ اجتماع نہایت بارونق اور کامیاب رہا۔ وقت کافی گزر چکا تھا لہٰذا دعا کے بعد جلسہ برخواست کیا گیا

پندرہ روزہ کارروائی

مقامی نوجوانوں نے گزشتہ پندرہ دنوں میں بڑے

خواتین سلسلہ کی خدمت میں گذارش

ہمارے سلسلہ کی بعض خواتین خدا کے فضل سے بڑے بڑے اچھے عہدوں پر قائز ہیں وہ اگر چاہیں تو سلسلہ کی قیمتی خدمات بجا لاسکتی ہیں۔ زندہ قوم کی خواتین مردوں کے دوش بدوش ملی اور قومی کاموں میں حصہ لیتی ہیں، اس میں شک نہیں کہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر خواتین دستکاری سے اور چندہ سے انجمن کی امداد کرتی ہیں لیکن جو خواتین بفضلِ خدا خود برسرِ روزگار ہیں ان کو ماہوار چندوں میں بھی حصہ لینا ضروری ہے اس غرض کے لئے میں انفرادی طور پر خطوط بھی لکھتا ہوں اور بذریعہ تحریر ہذا بھی عرض کرتا ہوں کہ ہماری وہ معزز بہنیں جنہیں خدا نے اپنے ہاتھ سے مال کمانے کی توفیق عطا کی ہے ہر ماہ اپنی آمد میں سے کچھ نہ کچھ انجمن کا حصہ فرض قرار دیں اور ہر ماہ اپنا چندہ خود بیت المال میں بھیجکر اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کریں

والسلام - مرتضیٰ خان

انچارج دفتر تحصیل

ماہر زراعت کی ضرورت

ملتان کے ضلع میں پانچ مربع زمین کی کاشت اور اس کی نگہداشت کے لئے ایک تجربہ کار ماہر زراعت کی ضرورت ہے جو زمینداری کے کام کا عملی تجربہ اور انتظامی امور کی قابلیت رکھتا ہو۔ تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت کیا جاسکتا ہے احمدی جماعت سے تعلق رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی۔ درخواستیں مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرمائیں۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

عزم کا ثبوت دیا۔ اور شہر کے مختلف حصوں میں قائم کردہ مراکز میں حاضر ہو کر اجتماعات کو باقاعدگی سے جاری رکھا تمام مراکز میں معینہ اوقات پر نماز باجماعت ادا کی گئی اور چند دنوں کے سوائے تمام مراکز میں درس کا سلسلہ جاری رہا۔ گرد و پیش میں ہمارے محترم نوجوان میاں فضل کریم صاحب نے مورخہ ۱۳ مارچ بروز منگل اپنی قیام گاہ پر اپنے حلقہ کے نوجوانوں کے علاوہ دیگر مراکز کے نوجوانوں کی ایک خاصی تعداد کو عصر کے وقت اپنے ہاں چائے کی پرتکلف دعوت دی

اس اجتماع میں نوجوانوں نے باہم مل کر قریباً دو گھنٹے سلسلہ عالیہ پر باہم گفتگو کرکے بڑی لذت محسوس کی۔ مغرب ہونے پر تمام نوجوانوں نے مل کر نماز ادا کی۔ بعد میں قرآن کریم کا درس ہوا۔ اس تمام کارروائی سے احباب بڑے محظوظ ہوئے غرضیکہ مقامی نوجوانوں نے گزشتہ پندرہ دنوں میں بڑے جذبہ کا اظہار کیا۔ اللھم زد فزد

احمدیوں کے متعلق

"احمدیوں کے متعلق یہ واقعہ بے حد دلچسپ ہے کہ شاید ہی کوئی احمدی ایسا ہوگا۔ جو اسلامی احکام کا سختی کے ساتھ پابند نہ ہو۔ اور اپنی زندگی کو قرآن اور حدیث کی تعلیم کے مطابق بنانے کی کوشش میں نہ ہو۔ اور ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ گناہ کرتے ہوئے خدا سے ڈرتے ہی نہیں بلکہ بدکتے بھی ہیں جس طرح گھوڑا کسی سایہ سے بدکتا ہو، مگر غیر احمدی ہیں کہ وہ ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ ان پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں اور اب پاکستان میں کوشش جاری ہے کہ انکو ایک غیر مسلم جماعت قرار دیا جائے تاکہ یہ لوگ پاکستان میں محفوظ نہ رہ سکیں، پاکستان گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ احمدیوں کو اُن کے مخالفین کے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کے لئے مؤثر قدم اٹھائے۔"

(ریاست دہلی ۵ مارچ [illegible])

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ دورہ سندھ سے واپس تشریف لے آئے ہیں آپ اراضیات انجمن کی دیکھ بھال کے بعد کراچی تشریف لے گئے تھے۔ جہاں سے ۲۰ مارچ کی شب کو بذریعہ خیبر میل واپس تشریف لے آئے۔

—— لائلپور سے شیخ محمد امین اطلاع دیتے ہیں کہ قبلہ محترم سید اسد اللہ شاہ صاحب کی طبیعت بفضلہ تعالےٰ رو بصحت ہے۔ خدا تعالےٰ نے بڑا فضل کیا ہے اب کمزوری باقی ہے وہ بھی خدا چاہے تو جلد دور ہو جائے گی۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں درخواست دعا ہے جن جن عزیزوں اور بزرگوں کے بیمار پرسی کے خطوط ملے ہیں ان کا شکریہ ہے

—— بنارس انڈیا سے ہماری ایک پریشان حال بہن ام داؤد صاحبہ لکھتی ہیں:-

"میرے مکان کا قضیہ سخت مشکلات میں پڑا ہے میری دلی خواہش ہے کہ جلد سے جلد اس کا قصہ ختم ہو تاکہ میں مرکز میں آکر بزرگوں کی آخری زیارت کروں کیونکہ اخبار سے برابر قیمتی جانوں کی دائمی جدائی کی خبریں گزر رہی ہیں۔ اب اپنے پیارے منہ بولے باپ حضرت اسد اللہ شاہ صاحب کی علالت کا پڑھا ہے۔ خداوند کریم ان کو کامل صحت دے ان کا دیدار مجھ کو اور میری بچیوں کو نصیب ہو...... میری لڑکی قدسیہ سہا کا بی اے کا امتحان ۲۱ مارچ سے ہے۔ جو خدا کی عنایت پہ توکل کرکے سخت مشکلات کے باوجود دے رہی ہے اس سے بڑی زرینہ سہا کو گورنمنٹ سے اجازت ملنے میں دیر ہو گئی۔ حالانکہ فیس دونوں کی جا چکی ہے کامیابی کے لئے حضرت امیر اور دیگر بزرگوں سے دعا کی استدعا ہے عزیزہ اکرام الرحمٰن کو ملیریا بخار آرہا ہے دیگر بیکاری کی پریشانی الگ ہے دعا کی خواستگار ہوں"

مسیح موعودؑ کا ذکر احادیث اور قرآن کریم میں

کیا احادیث ظنیات کا مجموعہ ہیں؟

پرویزی مکتبہ فکر نے انکار حدیث کا جو فتنہ برپا کر رکھا ہے اس کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ احادیث چونکہ رطب و یابس، کذب و افترا اور ظنیات کا مجموعہ ہیں اس لئے نزول مسیح کی پیشگوئی جو احادیث میں ہے ناقابل اعتنا ہے اور قرآن میں نزول مسیح یا مسیح کی آمد ثانی کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کا دعوائے مسیحیت باطل ہے

یہ اعتراض نیا نہیں خود حضرت مسیح موعود کی زندگی میں یہی اعتراض آپ پر کیا گیا جس کا مفصل جواب آپ نے اپنی کتاب "شہادۃ القرآن" میں دیا ہے۔ اس جواب کو ہم قارئین "پیغام صلح" کے استفادہ کے لئے ذیل میں بالاقساط درج کرتے ہیں

سوال

ایک صاحب عطا محمد نام اپنے خط مطبوعہ اگست ۱۸۹۲ء میں مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ اس بات پر کیا دلیل ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں یا کسی مسیح کا ہم کو انتظار کرنا واجب و لازم ہے۔

صاحب معترض کا مذہب

اس جگہ سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ صاحب معترض کا یہ مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت فوت ہو گئے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں بتصریح موجود ہے لیکن وہ اس بات سے منکر ہیں کہ عیسیٰ کے نام پر کوئی اس امت میں آنیوالا ہے وہ مانتے ہیں کہ احادیث میں یہ پیشگوئی موجود ہے مگر احادیث کے بیان کو وہ پایۂ اعتبار سے ساقط سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احادیث زمانہ دراز کے بعد جمع کئے گئے ہیں، اور اکثر مجموعہ احاد ہے مفید یقین نہیں ہیں۔ اس لئے وہ مسیح موعود کی خبر کو جو احادیث کے رُو سے ثابت ہے حقیقت مثبتہ خیال نہیں کرتے اور ایسے اخبار کو جو محض حدیث کی رُو سے بیان کئے جائیں ہیچ اور لغو خیال کرتے ہیں جن کا ان کی نظر میں کوئی بھی قابل قدر ثبوت نہیں اس لئے اس مقام میں ان کے مذاق پر جواب دینا ضروری ہے۔

تین امور تنقیح طلب

سو واضح ہو کہ اس مسئلہ میں دراصل تنقیح طلب تین امر ہیں

اوّل یہ کہ مسیح موعود کے آنے کی خبر جو حدیثوں میں پائی جاتی ہے کیا یہ اس وجہ سے ناقابل اعتبار ہے کہ حدیثوں کا بیان مرتبۂ یقین سے دُور و مہجور ہے؟

دوسری یہ کہ کیا قرآن کریم میں اس پیش گوئی کے بارے میں کچھ ذکر ہے یا نہیں؟

تیسری یہ کہ اگر یہ پیشگوئی ایک ثابت شدہ حقیقت ہو تو اس بات کا کیا ثبوت کہ اس کا مصداق یہی عاجز ہے۔

مسیح موعودؑ کی پیشگوئی احادیث میں

سو اوّل ہم ان ہرسہ تنقیحوں میں سے پہلی تنقیح کو بیان کرتے ہیں سو واضح ہو کہ اس امر سے دنیا میں کسی کو بھی انکار نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کی کھلی کھلی پیشگوئی موجود ہے بلکہ قریباً تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی رو سے ضرور ایک شخص آنے والا ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا اور یہ پیشگوئی بخاری اور مُسلم اور ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں اس کثرت سے پائی جاتی ہے جو ایک مُنصف مزاج کی تسلی کے لئے کافی ہے۔ اور بالضرورت اس قدر مشترک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسیح موعود آنے والا ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اکثر ہر یک حدیث اپنی ذات میں مرتبہ احاد سے زیادہ نہیں مگر اس میں کچھ کلام بھی نہیں کہ جس قدر طرق متفرقہ کی رو سے احادیث نبویہ اس بارے میں مُدوّن ہو چکی ہیں ان سب کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے بلاشبہ اس قدر قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی ہے، اور پھر جب ہم ان احادیث کے ساتھ جو اہل سنت والجماعت کے ہاتھ میں ہیں ان احادیث کو بھی ملاتے ہیں جو دوسرے فرقے اسلام کے مثلاً شیعہ وغیرہ ان پر بھروسہ رکھتے ہیں تو اور بھی اس تواتر کی قوت اور طاقت ثابت ہوتی ہے اور پھر اس کے ساتھ جب صدہا کتابیں متصوفین کی دیکھی جاتی ہیں تو وہ بھی اسی کی شہادت دے رہی ہیں۔

پیشگوئی میں تواتر

پھر بعد اس کے جب ہم بیرونی طور پر اہل کتاب یعنی نصاریٰ کی کتابیں دیکھتے ہیں تو یہ خبر ان سے بھی ملتی ہے اور ساتھ ہی حضرت مسیح کے اس فیصلے سے جو ایلیا کے آسمان سے نازل ہونے کے بارہ میں ہے یہ بھی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی خبریں کبھی حقیقت پر محمول نہیں ہوتیں لیکن یہ خبر مسیح موعود کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزارہا سے کچھ کم نہیں ہوں گی۔ ہاں یہ بات اس شخص کو سمجھانا مشکل ہے کہ جو اسلامی کتابوں سے بالکل بے خبر ہے۔ ایسے اعتراض کرنے والے اپنی بد قسمتی کی وجہ سے کچھ ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ انہیں یہ بصیرت حاصل ہی نہیں ہوتی کہ فلاں واقعہ کس قدر قوت اور مضبوطی کے ساتھ اپنا ثبوت رکھتا ہے۔

کیا احادیث ظنوں کا ذخیرہ ہیں؟

پس ایسا ہی صاحب معترض نے کسی سے سن لیا ہے کہ احادیث اکثر احاد کے مرتبہ پر ہیں اور اس سے بلا توقف یہ نتیجہ پیدا کیا کہ بجز قرآن کریم کے اور جس قدر مسلمات اسلام ہیں وہ سب کے سب بے بنیاد و مشکوک ہیں جن کو یقین اور قطعیت میں سے کچھ حصہ نہیں۔ لیکن درحقیقت یہ ایک بڑا بھاری دھوکہ ہے جس کا پہلا اثر دین اور ایمان کا تباہ ہونا ہے۔ کیونکہ اگر یہی بات سچ ہے کہ اہل اسلام کے پاس بجز قرآن کریم کے جس قدر اور منقولات ہیں وہ تمام ذخیرہ کذب اور جھوٹ اور افترا اور ظنون اور اوہام کا ہے۔ تو پھر شاید اسلام میں سے کچھ تھوڑا ہی حصہ باقی رہ جائے گا۔ وجہ یہ کہ ہمیں اپنے دین کی تمام تفصیلات احادیث نبویہ کے ذریعہ سے ملی ہیں۔

دین کی تفصیلات احادیث میں

مثلاً یہ نماز جو پنج وقت ہم پڑھتے ہیں اگرچہ قرآن مجید سے اس کی فرضیت ثابت ہوتی ہے مگر یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ صبح کے وقت دو رکعت فرض اور دو رکعت سنت ہیں اور پھر ظہر کی چار رکعت فرض اور چار اور دو سنت اور مغرب کی تین رکعت فرض اور پھر عشاء کی چار ایسا ہی زکوٰۃ کی تفاصیل معلوم کرنے کے لئے ہم بالکل احادیث کے محتاج ہیں اسی طرح ہزارہا جزئیات ہیں جو عبادات اور معاملات اور عقود وغیرہ کے متعلق ہیں اور ایسے مشہور ہیں کہ ان کا لکھنا صرف وقت ضائع کرنا اور بات کو طول دینا ہے۔

احادیث اسلامی تاریخ کا مبداء ہیں

علاوہ اس کے اسلامی تاریخ کا مبداء اور منبع یہی احادیث ہی ہیں اگر احادیث کے بیان پر بھروسہ نہ کیا جائے تو پھر ہمیں اس بات کو بھی یقینی طور پر نہیں ماننا چاہیئے، کہ درحقیقت حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے جن کو بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب سے خلافت ملی۔ اور اسی ترتیب سے ان کی موت بھی ہوئی۔ اگر احادیث کے بیان پر اعتبار نہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان بزرگوں کے وجود کو یقینی کہہ سکیں۔ اور اس صورت میں ممکن ہوگا کہ تمام نام فرضی ہی ہوں اور دراصل نہ کوئی ابوبکر گذرا ہو نہ عمر نہ عثمان نہ علی کیونکہ بقول میاں عطا محمد معترض یہ سب احادیث احاد ہیں اور قرآن میں ان ناموں کا کہیں ذکر نہیں پھر بموجب اس اصول کے کیونکر تسلیم کی جائیں ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ اور دادا کا نام عبدالمطلب ہونا اور پھر آنحضرت صلعم کی بیویوں میں سے ایک کا نام خدیجہ رضؓ اور ایک کا نام عائشہ رضؓ اور ایک کا نام حفصہ رضی اللہ عنہا ہونا اور دایہ کا نام حلیمہ ہونا اور غار حرا میں جا کر آنحضرت کا عبادت کرنا اور بعض صحابہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد بعثت دس سال تک مکہ میں رہنا اور پھر وہ تمام لڑائیاں ہونا

جن کا قرآن کریم میں نام و نشان نہیں، اور صرف احادیث سے یہ تمام امور ثابت ہوتے ہیں۔ تو کیا ان تمام واقعات سے اس بنا پر انکار کر دیا جائے کہ احادیث کچھ چیز نہیں۔؟

آنحضرت صلعم کی سوانح احادیث میں

اگر یہ سچ ہے تو پھر مسلمانوں کے لئے ممکن نہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سوانح میں سے کچھ بھی بیان کر سکیں، دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے مولیٰ و آقا کی سوانح کا وہ سلسلہ کہ کیونکر قبل از بعثت مکہ میں زندگی بسر کی اور پھر کس سال دعوت نبوت کی اور کس ترتیب سے لوگ داخل اسلام ہوئے، اور کفار نے مکہ کے دس سال میں کس کس قسم کی تکلیفیں پہنچائیں اور پھر کیونکر اور کس درجہ سے لڑائیاں شروع ہوئیں۔ اور کس قدر لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس حاضر رہے اور آنجناب کے زمانہ زندگی تک کن کن ممالک تک حکومت اسلام پھیل چکی تھی۔ اور شاہان وقت کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے خط لکھے تھے یا نہیں اور اگر لکھے تھے تو ان کا کیا نتیجہ ہوا تھا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت کیا کیا فتوحات اسلام ہوئیں۔ اور کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور حضرت فاروقؓ کے زمانہ میں کن کن ممالک تک فتوحات اسلام ہوئیں۔ یہ تمام امور صرف احادیث اور اقوال صحابہ کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر اگر احادیث کچھ بھی چیز نہیں تو پھر اس زمانہ کے حالات دریافت کرنا صرف ایک امر مشکل بلکہ محالات میں سے ہوگا۔ اور اس صورت میں واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت مخالفین کو ہر یک افترا کی گنجائش ہوگی۔ اور ہم دشمنوں کو بے جا حملہ کرنے کا بہت سا موقعہ دیں گے اور ہمیں ماننا پڑے گا کہ جو کچھ ان احادیث کے ذریعہ سے واقعات اور سوانح دریافت ہوتے ہیں وہ سب ہیچ اور کالعدم ہیں یہاں تک کہ صحابہ کے نام بھی یقینی طور پر ثابت نہیں۔ غرض ایسا خیال کرنا کہ احادیث کے ذریعہ سے کوئی یقینی اور قطعی صداقت ہمیں مل ہی نہیں سکتی۔ گویا اسلام کا بہت سا حصہ اپنے ہاتھ سے نابود کرنا ہے۔ بلکہ اصل اور صحیح امر یہ ہے کہ جو کچھ احادیث کے ذریعہ سے بیان ہوا ہے جب تک صحیح اور صاف لفظوں میں قرآن اس کا معارض نہ ہو تب تک اس کو قبول کرنا لازم ہے کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ طبعی امر انسان کے لئے راست گوئی ہے اور انسان جھوٹ کو محض کسی مجبوری کی وجہ سے اختیار کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے لئے ایک غیر طبعی ہے۔

احادیث کو چھوڑنے سے اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا

پھر ایسی احادیث جو تعامل اعتقادی یا عملی میں آکر اسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ٹھہر گئی تھیں ان کی قطعیت تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے۔ مثلاً آج اگر کوئی شخص یہ بحث کرے کہ یہ پنج نمازیں جو مسلمان پنجوقت ادا کرتے ہیں ان کی رکعات کی تعداد ایک شکی امر ہے کیونکہ مثلاً قرآن کریم کی کسی آیت میں یہ مذکور نہیں کہ تم صبح کی دو رکعت پڑھا کرو اور پھر جمعہ کی دو اور عیدین کی بھی دو دو۔ رہی احادیث تو وہ اکثر احاد ہیں جو مفید یقین نہیں تو کیا ایسی بحث کرنے والا حق پر ہوگا۔ اگر احادیث کی نسبت ایسی ہی رائیں قبول کی جائیں تو سب سے پہلے نماز ہی ہاتھ سے جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن نے تو نماز پڑھنے کا کوئی نقشہ کھینچ کر نہیں دکھلایا صرف یہ نمازیں احادیث کی صحت کے بھروسہ پر پڑھی جاتی ہیں اب اگر مخالف یہی اعتراض کرے کہ قرآن نے نماز کا طریق نہیں سکھلایا اور جس طریق کو مسلمانوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ مردود ہے کیونکہ احادیث قابل اعتبار نہیں تو ہم ایسے اصول پر آپ ہی پابند ہونے سے کہ بیشک احادیث کچھ بھی چیز نہیں اس اعتراض کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ بجز اس کے کہ اعتراض کو قبول کر لیں، بلکہ اس صورت میں اسلام کی نماز جنازہ بھی بالکل بیہودہ ہوگی۔ کیونکہ قرآن میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ کوئی ایسی نماز بھی ہے کہ جس میں سجدہ اور رکوع نہیں اب سوچکر دیکھ لو کہ احادیث کے چھوڑنے سے اسلام کا کیا باقی رہ جاتا ہے۔

احادیث سلسلہ تعامل کی فرع ہیں

اور خود یہ بات قلت تدبر کا نتیجہ ہے کہ ایسا خیال کر لیا جائے کہ احادیث کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ محض ایک دو آدمی کے بیان کو معتبر سمجھ کے اس کی روایت کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیال کر لیا جائے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ احادیث کا سلسلہ تعامل کے سلسلہ کی ایک فرع اور اطراد بعد الوقوع کے طور پر ہے مثلاً محدثین نے دیکھا کہ کروڑہا آدمی مغرب کے فرض کی تین رکعت پڑھتے ہیں اور فجر کی دو اور علاوہ اس کے ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ ضرور پڑھتے ہیں اور آمین بھی کہتے ہیں گو بالجہر یا بالسر اور تعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھتے ہیں اور ساتھ اس کے درود اور کئی دعائیں ملاتے ہیں۔ اور دونوں طرف سلام دے کر نماز سے باہر ہوتے ہیں۔ سو اس طرز عبادت کو دیکھ کر محدثین کو یہ ذوق اور شوق پیدا ہوا کہ تحقیق کے طور پر اس وضع نماز کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے اس کو ثابت کریں اب اگرچہ یہ بات سچ ہے کہ انہوں نے اپنے سلسلہ کی بہم رسانی کے لئے یہ کوشش نہیں کی کہ ایک ایک حدیث کے مضمون کے لئے ہزار ہزار یا دو دو ہزار طرق اسناد بہم پہنچا دیں مگر کیا یہ بھی سچ ہے کہ اس نماز کی بنیاد ڈالنے والے وہی محدث تھے اور پہلے اس سے دنیا میں نماز نہیں ہوتی تھی اور دنیا نماز سے بالکل بے خبر تھی۔ اور کئی صدیوں کے بعد صرف ایک دو حدیثوں پر اعتبار کرنے سے نماز شروع کی گئی۔ پس میں زور سے کہتا ہوں کہ یہ ایک بڑا دھوکا ہوگا۔ اگر یہ خیال کر لیا جائے گا کہ صرف مدار ثبوت ان رکعات اور کیفیت نماز خوانی کا ان چند حدیثوں پر تھا جو بنظر ظاہر احاد سے زیادہ معلوم نہیں ہوتیں اگر یہی سچ ہے تو سب سے پہلے فرائض اسلام کے لئے ایک سخت اور لاعلاج ماتم درپیش ہے۔ جس کی فکر ایک مسلمان کہلانے والے ذی غیرت کو سب سے مقدم ہے۔ مگر یاد رہے کہ ایسا خیال فقط ان لوگوں کا ہے جنہوں نے کبھی بیدار ہو کر سوانح اور واقعات اور رسوم اور عبادات اسلام کی طرف نظر نہیں کی کہ وہ کیونکر اور کس طریق سے یقینی امور کا ان کو مرتبہ حاصل ہوا ہے۔

زکوٰۃ ——— حامد الوارثی

اگر چاہتے ہو تم اپنی نجات
تو ہو جاؤ پابند صوم و صلوٰت
کرو صرف نیکی میں تم اپنا مال
کہ اعمال پر منحصر ہے نجات
ہمیشہ رہے فکر زادِ سفر
کہ ہے چند روزہ بہارِ حیات
خدا کی طرف سے ہے یہ سخت حکم
اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ
عمل کام آئیں گے حامد وہاں
ہے سو بات کی بس یہی ایک بات
یہاں سے ہے جانا فقط خالی ہاتھ
جو دو گے وہی ایک جائیگا ساتھ

۲+۱+۷=۱۰ (حشر میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہوگا)

حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام

(۱)

مکرم محترم مولانا مرتضیٰ خان حسن نے "بینات" کے نام سے ایک کتاب حال ہی میں تصنیف فرمائی ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں اور نشانات پر بالوضاحت روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب ابھی زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔ ذیل میں ہم اس کا ایک باب جو مشہور معاند اسلام و مدعی نبوت ڈاکٹر ڈوئی سے تعلق رکھتا ہے قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لئے مولانا ممدوح کے شکریہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ڈوئی کا دعوےٰ

جس طرح ہندوستان میں لیکھرام اور عبد اللہ آتھم ایسے دشمنان اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کی بیخ کنی اور حضرت سید المعصومین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور ہتک کو اپنا ناپاک مشن قرار دیا اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں امریکہ میں ایک بہت بڑا دشمن اسلام پیدا ہوا جس کا نام ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی تھا۔ کیوں کہنا چاہیئے کہ یہ شخص دوسرے تمام دشمنوں سے خطرناک تھا کیونکہ اس کا اثر صرف امریکہ اور یورپ پر ہی نہیں بلکہ تمام دنیا پر تھا۔ وہ بہت بڑی حیثیت کا مالک، بہت بڑا متمول اور صاحب رسوخ انسان تھا وہ نبی اور رسول ہونے کا مدعی تھا اور لاکھوں انسان اس کے مرید اور تابع تھے۔ اس کا دعوےٰ تھا کہ جس طرح مسیح کی آمد اول سے پہلے یوحنا یعنی یحیٰی کے وجود میں ایلیا آیا تھا اسی طرح مسیح کی آمد ثانی سے پہلے وہ ایلیا بن کر آیا ہے اور خدا نے اس کو خبر دی ہے کہ پچیس سال کے اندر مسیح آسمان سے نازل ہو جائیگا۔

اسلام کا بہت بڑا دشمن

یہ شخص اسلام کا بہت بڑا معاند تھا اور اس نے بار بار اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ وہ اسلام کو دنیا سے نیست و نابود کر دے گا۔ اور تمام دنیا پر عیسائیت پھیلا دے گا اس کے ساتھ ہی وہ بہت بڑا گندہ دہن تھا اور حضرت نبی کریم صلعم کو گالیاں دینے میں سب سے آگے نکل گیا۔ اور حضرت سید المطہرین پر اس نے ایسے ایسے گندے الزامات لگائے کہ تہذیب کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہو جاتی ہے۔

حضرت جری اللہ کا چیلنج اور ڈوئی کی ہلاکت

جب حضرت جری اللہ کو اس شخص کے حالات کا علم ہوا اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ نبوت کا مدعی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا اور اسلام کا دشمن ہے، تو آپ اس کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اُسے بڑے زوردار الفاظ میں مباہلہ کا چیلنج دیا اور تحریر فرمایا کہ "اگر وہ مباہلہ نہیں کرے گا تو بھی وہ فنا ہو جائے گا اور اسکے شہر صیحون پر جسے اس نے لاکھوں کروڑوں روپے سے آباد کیا ہے آفت نازل ہو گی"۔

ڈوئی نے اس چیلنج پر گستاخی اور شوخی کا اظہار کیا آخر خدا کے غضب نے اس کو پکڑا اور وہ چار سال کے عرصہ کے اندر اندر نہایت ذلت کے ساتھ دنیا سے سدھار گیا۔ اس کے اسلام کو مٹانے کے تمام عزائم خاک میں مل گئے۔ اور اس کا وہی انجام ہوا جو ایسے مفتریوں اور کذابوں اور دشمنان محمد صلعم کا ہوتا ہے۔

اسلام کی فتح کا نشان

ڈوئی کا عبرتناک انجام اسلام کی فتح کا ایک بہت بڑا نشان ہے۔ یہ دنیا کے دو بڑے مذاہب کے دو پہلوانوں کا مقابلہ تھا جس میں اسلام کا پہلوان خدا کے فضل سے غالب آیا اور عیسائیت کا پہلوان شکست کھا کر ذلت کی موت مرا۔ لیکھرام اور عبد اللہ آتھم کے نشان محض ایک ملک ہندوستان تک ہی محدود تھے مگر ڈوئی کا نشان تمام دنیا کے لئے نشان تھا۔ اور اس نے پورا ہو کر تمام دنیا پر واضح کر دیا کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ چونکہ اس نشان کو ایک عالمگیر اور دائمی اہمیت حاصل ہے اس لئے ہم اس کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ اور کچھ ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد اصل واقعہ پر روشنی ڈالیں گے۔ و باللہ التوفیق۔

ڈوئی کے ابتدائی حالات[1]

ڈوئی ۲۵ مئی ۱۸۴۷ء میں سکاٹ لینڈ کے ایک شہر ایڈن برا میں پیدا ہوا کہا جاتا ہے کہ اس کے والدین خدا پرست تھے مگر ڈوئی کا اپنا بیان اس کے خلاف ہے۔ ڈوئی غیر معمولی طور پر ذہین تھا چھ سال کی عمر میں وہ سارا انجیل پڑھ سکتا تھا اور سات سال کی عمر میں وہ عیسائیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ چودہ سال کی عمر میں وہ فارغ التحصیل تھا ان دنوں میں اس کے باپ کی مالی حالت اچھی نہ تھی ڈوئی کا ایک چچا آسٹریلیا میں تجارت کا کام کیا کرتا تھا ڈوئی اور اس کا والد آسٹریلیا چلے گئے ڈوئی چچا کے ساتھ تجارت کے کام میں لگ گیا۔ اس عمر میں بھی ڈوئی اپنی خشونت طبع اور بدمزاجی کی وجہ سے مشہور تھا ایک دفعہ

---

[1] ماخوذ از کتاب (Zions Holy war) بحوالہ "امریکہ کے ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام" (معنفہ مسٹر خلیل احمد ناصر ایم۔ اے)

چچا سے بگڑ گیا اور دکان سے لوہے کا اوزار لے کر چچا پر حملہ آور ہوا۔ وہ بے چارہ سخت ڈرا اور دکان کا کام چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ڈوئی کی طبیعت میں استقلال تو تھا وہ متلون مزاج واقع ہوا تھا۔ تجارت کا کام چھوڑ کر وہ ایک کمپنی میں کلرک لگ گیا تھوڑا عرصہ وہاں کام کرنے کے بعد وہ ایک . . . .

Handwear فرم میں حصہ دار بن گیا۔

اس نے اس فرم سے خوب روپیہ کمایا اس کے بعد وہ واپس سکاٹ لینڈ چلا گیا۔ اب چونکہ اس کے پاس کافی روپیہ تھا اس لئے اڈنبرا کی یونیورسٹی میں دو سال تک اس نے پادری بننے کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد جنوبی آسٹریلیا میں Congregational Church کے ماتحت ایک جگہ (Alma) مقرر ہوا۔ ڈوئی فن خطابت میں خاص ملکہ رکھتا تھا اس کی شہرت بطور ایک مقرر کے اور پادری کے بہت جلد پھیل گئی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ سڈنی میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو گیا۔ اس زمانہ میں اس نے اپنی چچا زاد بہن جینی (Jeanne) سے شادی کر دی جس پر اس نے بقول اس کے اپنے عشق کے زمانہ میں سب کچھ نثار کر دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مسمریزم اور ہپناٹزم میں بھی کافی مہارت حاصل کر لی تھی اسی بنا پر اس نے روحانی شفا کا پرچار شروع کیا۔ اور دعویٰ کیا کہ اس کو مسیح کی طرح امراض سے شفا دینے کی طاقت دی گئی ہے سڈنی چھوڑ کر ۱۸۸۲ء میں آسٹریلیا کے دوسرے شہر ملبورن میں چلا گیا اور اس نے وہاں اپنا الگ چرچ قائم کیا۔ مگر ۱۸۸۸ء میں اس نے ملبورن بھی چھوڑ دیا۔ اور فیصلہ کیا کہ وہ دنیا کا چکر لگا کر روحانی شفا کے خیال کو پھیلائے چنانچہ پہلے وہ نیوزی لینڈ گیا اور پھر سان فرانسسکو۔

سان فرانسسکو سے زائن

سان فرانسسکو پہنچ کر پہلے پانچ سال ڈوئی نے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں گھومنے اور تقریریں کرنے پر صرف کئے۔ اور روحانی شفا کے خیال کی خوب تبلیغ کی۔ عجوبہ پرست اور ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے روحانی شفا کے خیال سے متاثر ہو کر اس کے گروہ میں شریک ہو جاتے اور اس کی مالی مدد بھی کرتے۔ اس دوران میں ڈوئی مارمن چرچ کے مرکز سالٹ لیک سٹی بھی گیا اور وہاں پہنچ کر مارمنوں کے پراپیگنڈے کے طریق کا بھی مطالعہ کیا۔ اسی زمانہ میں ڈوئی نے پادری کے ساتھ اپنے آپ کو ڈاکٹر بھی لکھوانا شروع کر دیا۔ تاکہ لوگوں پر اس کے علم و فن کا سکہ جم جائے اور وہ صاحب علم اور معزز سمجھا جائے۔

جون ۱۸۹۰ء میں ڈوئی نے اپنا کام شکاگو کے شمال کی طرف شہر کے مضافات میں ایونسٹن کے امیرانہ علاقوں میں شروع کیا۔ لیکن ۱۸۹۳ء میں اپنی تمام سرگرمیاں خاص شکاگو شہر میں منتقل کر دیں اس وقت شکاگو میں کولمبین نمائش کے لئے جیکسن پارک کے پاس ہی عمارات کی تعمیر و تکمیل ہو رہی تھی اور کچھ عرصہ کے بعد یہاں پر لاکھوں انسانوں کا اجتماع ہونے والا تھا ڈوئی نے اپنا گرجا اس جگہ کے پاس ہی

۲۵۱ ایسٹ ۶۲ اسٹریٹ میں کھولا (اس جگہ سے دو میل کے فاصلہ پر اب وہاں قادیانی جماعت کی مسجد واقع ہے) یہ مکان لکڑی کا بنا ہوا تھا اور اس میں تین چار سو افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ یہ مکان اس کی ذاتی تھا مگر قریب ہی ایک اور دو منزلہ مکان اس نے کرایہ پر لے لیا جس کا نام Zion Home رکھا۔ ڈوئی نے سالٹ سٹی لیک کے قیام کے دوران میں یہ محسوس کیا کہ مارمن لوگ لفظ زائن کا خوب استعمال کرتے ہیں اور احیائے عیسویت کا مترادف ہونے کی وجہ سے عوام پر اس کا خاص اثر پڑتا ہے۔ ڈوئی نے بھی اس خیال کو اپنا لیا۔ عالمگیر کولمبین نمائش کئی ماہ تک جاری رہی اور مختلف شہروں اور ملکوں سے ہزاروں لوگ شکاگو کے اس حصہ شہر میں آئے۔ ان میں سے ایک کافی تعداد ڈوئی کے چرچ کے پاس سے بھی گذرتی۔ بائیبل میں ہر قسم کی فتوحات کا زائن کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ اس لئے عیسائی عوام کی توجہ کو یہ لفظ خوب کھینچتا تھا۔ اس طریق سے ڈوئی کو بہت جلد شہرت حاصل ہو گئی جو بیمار شفا حاصل کرنے کے لئے آتے تھے ان کے کھانے پینے اور رہائش کا انتظام بھی ڈوئی خود ہی سرانجام دیتا تھا۔ مریضوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ اس لئے اس کو بجائے ایک کے چار زائن ہوم جاری کرنے پڑے۔ علاوہ چندوں کے ہر مریض ۲۵ ڈالر کے قریب ہفتہ وار اپنے قیام کے سلسلہ میں ادا کرتا تھا۔ کاروبار کے بڑھ جانے سے قریب ہی ایک اور بلڈنگ ٹونی آئی لینڈ یونیو پر خرید لی گئی۔ یہاں زائن پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس کھولا گیا۔ یہاں سے ڈوئی کی اخبار لیوز آف ہیلنگ Leaves of Healing نکلنا شروع ہوا۔ جلدی ہی اس نے اپنے جلسوں کے انعقاد کے لئے آڈیٹوریم خرید لیا جس میں کئی ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی کثرت سے لوگوں کا رجحان ڈوئی کی طرف ہو گیا۔ اور اس کے جلسے بہت بھرپور ہوتے تھے آخر ۲۲ فروری ۱۸۹۶ء میں اس نے اپنے نئے فرقہ کی بنیاد رکھ دی جس کا نام اس نے Christian Catholic Church رکھا اور جب اس نے پیغمبر ہونے کا دعوے کیا تو اس نام کو Christian Catholic Apostolic Church میں تبدیل کر دیا۔

ڈوئی کے دعاوی

۱۸۹۹ء کے آخر یا سن ۱۹۰۰ء کی ابتدا میں ڈوئی نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اعلان کیا:۔

"جو کچھ میں تمہیں کہوں گا اس کی تعمیل کرنی ہو گی
کیونکہ میں خدا کے وعدہ کے مطابق پیغمبر ہوں"

اس کے بعد اس نے "مصلح یوحنا" ہونے کا بھی دعوے کیا اور پھر ۵ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو باقاعدہ طور پر رسول اوّل ہونے کا دعویٰ کیا[1] اس دعوے کے بعد پھر اس نے نہایت تعلّی سے اعلان کیا کہ

"صیحون کا طلوع ہو گیا ہے یہ بادشاہت خدائی بادشاہت ہے جس کو کوئی بھی ہلا نہ سکے گا"[2]

شہر صیحون

شکاگو میں ڈوئی کو اس قدر طاقت حاصل ہو چکی تھی کہ اب وہ ایک نیا شہر آباد کرنے اور اپنا ایک الگ مرکز قائم کرنے کی خواہیں دیکھنے لگا۔ اس کے پاس کافی روپیہ جمع ہو چکا تھا اور اس کے مرید مالی قربانیوں کے لئے ہمہ تن مستعد رہتے تھے۔ اس نے اس نئے شہر کو آباد کرنے کے لئے شکاگو کے قریب ایک نہایت پر فضا جگہ کو چنا جو مستقبل قریب میں بہت بڑا صنعتی حرفتی اور تجارتی مرکز بننے والی تھی۔ اس زمین کو خریدنے کے لئے ڈوئی نے اپنے چند مشیروں کے ساتھ بھیس بدل کر اس سارے علاقے کا خود معائنہ کیا۔ پھر اس خیال سے کہ اس کا نام پبلک میں آ جانے کی وجہ سے زمین کی قیمت بڑھا دی جائے گی۔ اس نے اپنی طرف سے غیر معروف ایجنٹ مقرر کئے جنہوں نے آہستہ آہستہ سارے چھ ہزار ایکڑ زمین معمولی قیمت پر خرید لی۔ اب شہر بسانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

۳۱ دسمبر ۱۸۹۹ء کو ڈوئی نے شکاگو کے بڑے ہال کا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ سٹیج پر ایک مخملیں پردہ تھا پچیس فٹ بلند اور تیس فٹ چوڑا آویزاں تھا۔ ڈوئی نے پہلے سے اعلان کر دیا تھا کہ یہ جلسہ ساری رات جاری رہے گا۔ اور دنیا کی تاریخ میں اس کی خاص اہمیت ہو گی۔ ہر آنے والا اس مخملیں پردے کو دیکھتا اور حیرت سے سوچتا کہ آخر اس پردے کے پیچھے کیا ہے رات کے بارہ بجے جب نئے سال کا اعلان ہوا ڈوئی نے اس پردے کی رسّی کھینچی۔ اور لوگوں کی نگاہیں اس پچیس فٹ لمبے اور اتنے ہی چوڑے ایک نقشہ پر پڑیں یہ ایک رہ میں مرلہ کا نقشہ تھا جو ڈوئی کمال ہوشیاری سے بنوایا تھا ڈوئی ایک بہت بڑا فن کار تھا وہ اپنے مریدوں کو کبھی اور طرح بھی مرعوب کرنا چاہتا تھا خطۂ زمین کے نقشے کو تو ایک طرف سرکا دیا۔ اور اب لوگوں کے سامنے اس کی جگہ پر ایک اور نقشہ آ گیا یہ زائن شہر کا نقشہ تھا۔ جو اس زمین پر تعمیر ہونے والا تھا۔ یہ ایک عظیم الشان شہر کا ایک نہایت شاندار نقشہ تھا۔ اس مجوزہ شہر کے درمیان ایک خوبصورت پارک دکھایا گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی گرجا کے مینار اور برج ایسے دلکش انداز سے دکھائے گئے تھے کہ لوگوں کے دل مسحور ہو رہے تھے۔ یہ نقشہ دیکھ کر بڑے بڑے متمول اور کمپنیوں کے مالک اور تجار محو حیرت رہ گئے کیونکہ اس شان و شوکت کا شہر بسانا کوئی معمولی کام نہ تھا اور نہ کوئی معمولی شخص ایسا شہر بسا سکتا تھا۔ شہر کے ڈیزائن سے ڈوئی کی حیثیت کا پتہ چلتا تھا۔ مریدوں کے جذبات کو اس نقشہ نے اس قدر ابھارا کہ انہوں نے لاکھوں ڈالر تھوڑی سی مدت میں ڈوئی کے قدموں میں نچھاور کر دیئے تاکہ وہ اس عظیم الشان شہر اور گرجا کی تعمیر بلا توقف عمل میں لا سکے۔ اب زائن شہر کی تعمیر شروع ہوئی۔ تعمیر کے ہر ہر مرحلے پر اس کی تصویریں لیوز آف ہیلنگ میں شائع ہوتی رہیں جس سے لوگوں کی دلچسپی اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ اس اخبار کی اشاعت اس قدر بڑھ گئی کہ زائن پریس کے لئے سات نئی مشینیں خریدی گئیں تعمیر کا کام اس سرعت سے ہوا کہ ڈیڑھ سال کے عرصہ کے اندر اندر نئے شہر کے دروازے پر تکلف تقاریب کے لئے کھول دیئے گئے۔ یہ ایک بہت بڑا شہر تھا۔ اس میں تمام قسم کی فیکٹریاں، کارخانے، مختلف قسم کے ادارے اور دکانیں تھیں۔ تمام قسم کی صنعت، حرفت اور پریس تھے۔ جو سب ڈوئی کی ملکیت تھے۔ اس قدر جلدی اور ایسے خوبصورت اور شاندار شہر کا آباد ہونا ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ ڈوئی وہاں کا حاکم اعلیٰ تھا اور سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا وہ ایک رئیس اعظم تھا اور اس کی شان بڑے بڑے نوابوں سے کم نہ تھی۔ وہ کروڑوں روپے کا مالک، لاکھوں مریدوں کا پیر اور صیحون کا مطلق العنان حاکم تھا ہزاروں انسان اس کے مطیع و منقاد تھے اور وہ ایک شاہانہ زندگی بسر کرتا تھا۔

سفر یورپ

ڈوئی کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ امریکہ سے نکل کر بحر الکاہل کے پار آسٹریلیا میں اور بحر اوقیانوس کے دوسری جانب یورپ میں اس کا نام پھیل گیا۔ اور اس کی عظیم الشان شخصیت اور اس کی دولت اور حشمت کے گن گائے جاتے تھے۔ اور اکثر اخبارات میں اس کا چرچا ہوتا رہتا تھا۔ اب ڈوئی نے سفر یورپ اختیار کیا۔ جہاں جہاں وہ گیا اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ دنیا دولت کے آگے جھکتی ہے اکثر لوگ ڈوئی سے مرعوب تھے۔ لندن ایڈنبرا، بلفاسٹ، پیرس اور زیورچ میں اس کے عقیدتمندوں اور دوسرے لوگوں نے بڑی سرگرمی اور خلوص سے اس کا استقبال کیا۔ اور اس کے جلسوں کی رونق بڑھائی۔ ان دنوں کے لیوز آف ہیلنگ کے پرچے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کے اخبارات نے ڈوئی کو بہت بڑی پبلسٹی دی۔ اور مدت تک اس کے حالات اخبارات میں شائع ہوتے رہے جس سے ڈوئی کی ہر دلعزیزی اور شہرت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا اور اس کو دنیا کی ایک ممتاز ترین ہستی سمجھا گیا۔

کتب برائے فروخت

مکرمی دام زاد الطافہٗ

سلام و تحیتہ! بندہ مسمی میاں گل محمد کا پوتا مسمی محمد انور جو بوجہ ٹی۔ بی حال ہی میں ایبٹ آباد سینیٹوریم میں انتقال کر گیا ہے اس کی مندرجہ ذیل کتب میرے پاس ہیں اگر کوئی صاحب مناسب قیمت پر خریدنا چاہیں، تو تربا سکتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی وساطت سے یہ عقدہ حل ہو سکے گا۔

۱۔ **مجدد اعظم** ۔ مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد سنہ ۱۹۴۰ء مجلد حصہ اوّل، دوم، سوم، ۱۹۴۴ء اچھی حالت میں ہیں۔

۲۔ **بیان القرآن** ہر سہ جلد علیحدہ علیحدہ

۳۔ **نور الدین** معہ واقعات صحیحہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی ضمیمہ۔ رسالہ ریویو آف ریلیجنز، جلد ۳ نمبر ۱ جنوری ۱۹۰۴ء و بابت فروری ۱۹۰۴ء۔ صرف ایک ایک)

۴۔ **ایام الصلح** شائع کردہ حکیم فضل الدین صاحب یکم جنوری ۱۸۹۹ء

[1] نیو کرمب صفحہ ۳۳۶

[2] لیوز آف ہیلنگ جلد ۸ نمبر ۲۶ صفحہ ۸۵۸

مجاہد یورپ

از محمد سلطان اختر نظامی

اس سے پہلے مقالہ نگار کا ایک مضمون "اسلام کے روحانی کمالات اور بزرگان دین کے تبلیغی کارنامے" کے عنوان سے گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے۔ ذیل کا مقالہ اسی کی ایک کڑی ہے جو نفس مضمون کے پیش نظر الگ عنوان سے شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت مجدد وقت کے ساتھی

حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تبلیغی تڑپ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے گرد ایسے نیک لوگوں کا اجتماع کر دیا جو آپ کے فیوض سے کفر و الحاد کی تاریکیوں سے نکل کر نور ایمان سے منور ہو گئے۔ ان لوگوں نے اسلام کی عظمت اور سربلندی کو اپنا نصب العین بنایا۔ اور آپ کے ادنیٰ اشارے پر اپنا تن من دھن قربان کرنے کو سعادت سمجھنے لگے یہ وہ بزرگ تھے اور ہیں جنہوں نے صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد حضور کے دست مبارک پر حضوری قلب سے کیا۔ وہ دنیا کے مصائب و آلام کا نہایت ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے اور کوئی بڑی سے بڑی مصیبت اور دنیوی مفاد انہیں تبلیغ دین کے مقدس فریضہ سے ہٹا نہ سکا۔

مبلغین دین حق کی اس جماعت میں حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ حضرت مولانا محمد احسن حضرت مولانا عبد الکریم حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ حضرت خواجہ کمال الدین حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور لا تعداد ایسے بزرگ شامل ہیں جو حضرت اقدس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور دور جدید میں پھیلتے ہوئے کفر و الحاد کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر انہوں نے اپنے امام کے ہر حکم کے ماتحت تبلیغ دین کو اپنا شعار بنایا۔ اور اپنے اقوال و افعال سے ثابت کر دیا کہ وہ فی الحقیقت مجدد و آخر الزمان کو اپنا پیشرو اور امام تسلیم کرتے ہیں۔ آخر ان کے اس جذبہ، قربانی، ایثار اور سعادت مندی کو خالق کائنات نے قبولیت بخشی اور انہیں خادم سے مخدوم کے درجہ سے نوازا۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کا عزم تبلیغ

اسی باسعادت جماعت میں ایک نہایت ہی بزرگ ہستی شامل ہے جن کا اسم گرامی حضرت خواجہ کمال الدین ہے یہ وہ نیک سیرت بزرگ تھے جنہوں نے اپنے اعمال صالح اور اخلاق فاضلہ سے کل دنیا پر اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ وہ صرف نام ہی کے کمال الدین نہ تھے بلکہ فی الحقیقت دین حق کی تبلیغ کے فرائض کو درجہ کمال تک پہنچانا انہیں کا کام ہے انہوں نے ثابت کر دیا کہ والدین نے ان کا جو نام رکھا تھا وہ اس کے اہل ہیں ہر نفسانی خواہش شخصی برتری اور دنیاوی جاہ و حشمت کو ٹھکراتے ہوئے اہل و اولاد اور وطن عزیز کی محبت کو قربان کرتے ہوئے اور دوست و احباب اور عزیز و اقارب کے رشتوں کے بندھن توڑتے ہوئے خواجہ صاحب مرحوم و مغفور دین کی تبلیغ ہی کی خاطر یورپ تشریف لے گئے اور مجاہدین اسلام کی طرح اس دور کی سب سے بڑی حکومت کے صدر مقام یعنی انگلستان کو انہوں نے اپنا تبلیغی مرکز قرار دیا۔ اور ایک ایسی قوم کے سامنے پرچم توحید انہوں نے لہرایا جو اس وقت عیسائیت کا دم بھرتی تھی ایک طرف اس قوم کا دنیوی اور مادی اقتدار اور دوسری طرف اسلام کی غربت و شکست ایک طرف ان کے علوم و فنون، ان کا فلسفہ و سائنس اور دوسری طرف مسلمانوں کی جہالت اور علم سے دوری، دین حق کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ اور انگلستان میں اسلام کی تبلیغ کے لئے جانا خود مسلمانوں اور اچھے پڑھے لکھے مسلمانوں کی نظروں میں ایک بڑی اچنبھا بات تھی، تاہم مشیت ایزدی نے اسی ملک اور اسی قوم کو اسلام کے روحانی تاثرات کے جذب و کشش کی اہل قرار دیا۔ اور حضرت مجدد وقت نے اسی قوم میں سے سورج کے مغرب سے نکلنے کا خواب دیکھا اسی لئے خواجہ صاحب نے بھی اسی طرف رخ کیا۔

عیسائیت کا مطالعہ

خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مناسب وقت پر انگلستان بھیجا آپ نے صبح و شام ان کی کتب کی ورق گردانی میں صرف کر دیئے۔ عیسائیت کی غرض و غایت، اس کی تعلیم و اصول، اصل مذہب و موجودہ مذہب میں فرق، عیسائیت کی کتب ہائے مقدسہ، ان کی اصل زبان، ترجمہ اور تحریف وغیرہ کے متعلق کافی معلومات حاصل کیں۔ مختصر یہ کہ عیسائیت کے متعلق ہر قسم کی معلومات حاصل کرنے کے بعد خود عیسائیوں پر اس کا انکشاف کیا کہ ان کے مذہب کی اصل غرض کیا تھی اور اب وہ کہاں بھٹکے پھرتے ہیں۔ اور مسلمانوں اور اہل یورپ پر اس حقیقت کی وضاحت کی کہ موجودہ عیسوی مذہب حضرت عیسیٰ کا مذہب نہیں بلکہ بت پرستوں اور قدیم مشرکین کے عقائد و اعمال کا چربہ ہے۔

اسلام پر خواجہ صاحب کی تقاریر

خواجہ صاحب برطانیہ کے شہروں اور دیہات میں تشریف لے گئے۔ اہل برطانیہ کے جلسوں میں بلائے گئے اور ہر جگہ انہوں نے صداقت اسلام اور سیرت نبوی پر نہایت ہی موثر تقاریر کیں، عیسائیوں کو دین حق کی تبلیغ کی۔ برطانیہ کے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں نے اس مرد مجاہد کو اپنے ملک سے نکالنے کی کوشش کی مگر آپ نے ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا۔ جہاں کہیں ان کا مناظرہ ان پادریوں سے ہوا انہوں نے اسلام پر اعتراضات کا خواجہ صاحب نے دندان شکن جواب دیا۔ رسول مقبول صلعم کی پاک سیرت اور اسلامی اصولوں کی برتری ان پر واضح کر دی اور اس حقیقت کا انہیں قائل کر دیا کہ عیسائیوں نے اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام پر جو خواہ مخواہ جھوٹے بہتان تراش رکھے ہیں وہ ان کی سراسر زیادتی ہے۔ اسلام قرآن اور بانی اسلام کے متعلق غلط فہمی سب ان کے مذہبی رہنماؤں کا تعصب ہے۔

جب اہل انگلستان نے آپ کے ان حقیقت افروز لیکچروں کو سنا تو ان پر واضح ہو گیا کہ ان کے مذہبی رہنماؤں نے انہیں مذہب کی حقیقت سمجھنے سے بہت دور رکھا ہے اصل مذہب تو اسلام ہے چنانچہ خواجہ صاحب کے دست مبارک پر لا تعداد انگریز مرد و عورت حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں لارڈ ہیڈلے کے علاوہ کئی اور معزز انگریز بھی شامل ہیں۔ آپ نے برطانیہ کے علاوہ یورپ کے کئی اور ممالک کی بھی سیاحت کی اور تبلیغ دین کے فرض کو انجام دیا۔ علاوہ یورپ کے آپ افریقہ، ملایا، جاوا اور سماٹرا وغیرہ میں بھی تشریف لے گئے۔ اور لاکھوں انسانوں کے سامنے دین حق کو پیش کیا۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی دھاک بٹھائی۔ قرآن پاک کی سیدھی سادھی اور حقیقت پر مبنی تعلیم کو پیش کیا۔ آپ کے حسن بیان نے دو دھاری تلوار سے بھی کہیں زیادہ کام کیا۔ طارق بن زیاد سلطان صلاح الدین ایوبی اور دیگر اسلامی جرنیل اپنی تلواروں کی دھاک سے جس اسلام کی دھاک یورپ میں نہ بٹھا سکے اس مرد مجاہد اور مبلغ اسلام نے اپنی تقریروں، تحریروں اور افعال و کردار سے اہل انگلستان کو خصوصاً اور اہل یورپ کو عموماً اس کا گرویدہ اور شیدائی بنا دیا۔ آج یورپ اور امریکہ تشنہ ہیں کہ آپ جیسا کوئی اور مبلغ آئے اور دین حق کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔

خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کے کارہائے نمایاں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں آپ نے یورپ کو صحیح معنوں میں اسلام کا پیغام دیا۔ آپ وہ فاتح ہیں جس کے نام کا ڈنکا قیامت تک یورپ کے شرق و غرب میں بجتا رہے گا اور جو بھی مبلغ یورپ میں جائے گا انہیں اپنا مخدوم سمجھے گا۔ (باقی)

سرحدی حادثات

کراچی ۱۹ مارچ۔ آج قومی پارلیمنٹ میں وزیر اعظم پاکستان نے سرحدی حادثات کا جائزہ لیتے ہوئے تجویز کیا۔ کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں اعلان کریں کہ وہ آپس میں کبھی جنگ نہیں کریں گے اور باہمی تنازعات بات چیت اور مصالحت سے طے کریں گے اور اگر بات چیت اور مصالحت ناکام ہوئی تو تنازعوں کا فیصلہ ثالث کے ذریعہ کرائیں گے۔ مسٹر محمد علی نے کہا کہ ہندوستان سرحدی جھڑپیں اسلئے کر رہا ہے کہ پاکستان کو امریکی امداد ملنا بند کرا سکے اور پاکستان کو کمزور کرے۔

انہوں نے کہا کہ سرحدی حادثات میں ہندوستان نے جارحانہ کارروائی کی ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے نیر و زپور ڈسٹرکٹ کے علاقہ میں دیپالپور نہر کے کنارے قریب بیلا کے تازہ ترین سرحدی حادثہ کا حوالہ دیا اور بتایا کہ اس حادثہ میں دس پاکستانی ہلاک اور انیس مجروح ہوئے ہیں۔

تنظیم جماعت

ہمارے عزیز نوجوان مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب گزشتہ ہفتہ اور اتوار رخصت پر سیالکوٹ گئے ان دنوں انہوں نے شہر اور چھاؤنی کے متعدد احباب جماعت سے ملاقات کی۔ اور ان سے مقامی جماعت کی تنظیم اور اس میں حرکت پیدا کرنے اور دیگر امور پر گفتگو کی نماز جمعہ شہر میں پڑھانے کے بعد بٹ صاحب نے محترم شیخ غلام حسین صاحب (پریذیڈنٹ مقامی جماعت) اور محترم خواجہ محمد اصغر صاحب سیکرٹری سے جماعت کے جملہ احباب کو اتوار کے دن ایک جگہ جمع کرنے کے لئے مشورہ کیا۔ چنانچہ طے پایا کہ اتوار بوقت چار بجے تمام احباب کو محترم ماسٹر سراج الدین کی صاحب کے مکان پر جمع ہونے اور چائے نوش کرنے کی دعوت دی جائے اس اجتماع میں کافی احباب نے شرکت کی اور مختلف احباب نے حضرت امام الزمان اور حضرت مولانا مولوی نور الدین علیہ الرحمۃ کے اخلاق فاضلہ کا ذکر کیا۔ جس سے احباب بڑے محظوظ ہوئے۔ اس دوران میں محترم بٹ صاحب نے مقامی جماعت میں باہمی میل ملاقات کے بڑھانے اور ان میں سلسلہ کے لٹریچر سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے چند عملی تجاویز پیش کیں۔

چھاؤنی میں محترم شیخ انعام الحق صاحب اور میاں بشارت احمد صاحب سرگرم رکن سے کافی دیر گفتگو ہوئی شہر اور چھاؤنی کے جملہ احباب نے مقامی جماعت میں زندگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں مرکز سے بعض امور کا مطالبہ کیا ہے۔ یہ مطالبات بٹ صاحب موصوف نے مجھ سے بیان کر دیئے ہیں۔ میں انشاء اللہ ان ضروریات کو حتی الوسع جلد پورا کرنے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں مقامی جماعتوں کے تمام نوجوانوں اور سلسلہ کے درد مند قلب رکھنے والے احباب سے گزارش کروں گا کہ وہ وقت کی نزاکت کے پیش نظر اپنی مساعی کو پہلے سے زیادہ کر دیں اور خود اپنے اندر اعتماد پیدا کر کے جماعت میں باہمی رابطہ کو بڑھاتے اور اپنے اندر ایک زندہ جماعت کی خصوصیات کو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

سیکرٹری

اظہار تشکر

یہ امر موجب اطمینان ہے کہ ماہ فروری میں چندہ ماہوار میں خصوصیت سے زیادتی ہوئی ہے۔ جو احباب کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

علاوہ ازیں سوا سینچری فنڈ کے تمام مواعید کی ادائیگی بھی ہوئی ہے، زکوٰۃ کی اپیل کے جواب میں بھی رقوم وصول ہو رہی ہیں اور حضرت امیر کی اپیل کی موعودہ رقوم بھی بتدریج احباب ادا کر رہے ہیں۔ جزاهم اللہ احسن الجزا۔ ہم تمام مخیر احباب کی خدمت میں اپنا شکریہ پیش کرتے ہیں۔

مرتضیٰ خان، انچارج دفتر تحصیل

انوار القرآن حصہ اول

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تیسویں پارہ کی یہ عجیب و غریب تفسیر ایک عرصہ سے ختم تھی جسے انجمن نے دوبارہ طبع کروایا ہے قیمت کا فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ ضرورتمند دوست جو اس تفسیر کے بارہ میں پوچھتے رہتے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ دفتر کو اپنے نام اور موجودہ پتہ سے اطلاع دیں نیز جتنے نسخے درکار ہوں وہ بھی تحریر کر دیں۔

- غلبۂ قرآن ——— ۲
- ضرورت حدیث ——— ۸—۱
- جمہوریت اسلامیہ ——— ۸—۱

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی مندرجہ بالا تین تصانیف دور حاضرہ کے کئی ایک مسائل کا باثبات مدلل اور جامع حل پیش کرتی ہیں۔ آپ کے گھر میں ان کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جمہوریت اسلامیہ کے صرف چند نسخے باقی ہیں۔

دار الکتب اسلامیہ
احمدیہ بلڈنگس لاہور

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل جن کا تعلق ایمان و ایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے جو اصحاب دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے مفت منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ۵۰ پیسے سے لیکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کریں۔ تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

- حقیقت قسمت ۔ ۔ ۔ ۔ از حضرت مسیح موعودؑ
- شان محمد مصطفیٰ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- عزت انبیاء ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- امام الزمان ۔ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- حقیقت اسلام ۔ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- (۱) دعوت عمل ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ
- نزول مسیح ۔ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- جماعت قادیان ۔ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- نماز اور ترقی کی تین راہیں ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- رد تکفیر اہل قبلہ ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- زمانہ کے امام کو پہچانو ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- دو تقریریں ۔ ۔ ۔ ″ ″ ″ ″
- (۳) درس قرآن ۔ ۔ ۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ
- کشف الظنون عن المراق والجنون ″ ″ ″
- (۴) ہمارے عقائد ۔ ۔ جناب مولانا صدر الدین صاحب
- (۵) دعوت فکر ۔ چوہدری شکر اللہ خان صاحب
- (۶) اسلامی جماعت اور یہ نظریئے ۔ حافظ محمد حسن صاحب چیمہ
- (۷) کافر ۔ شیخ محمد طفیل صاحب
- (۸) احمدیت کیا ہے (۹) تحقیق حق
- (۱۰) محمد مصطفیٰ اور دوسرے نبی (۱۱) عزت انبیاء
- (۱۲) اسلام نبی نوع کی سرگردی کا مذہب (۱۳) حقیقت نماز
- (۱۴) شعار مسلم۔

انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam (2) Islam the Religion of Humanity (3) Death of Jesus Christ (4) The Charge of Heresy (5) Christ is Come (6) Quest after God (7) What's in a name (8) True Conception of Ahmadiyyat (9) Facts about Ahmadiyya Movement (10) Phenomena of Revelation

ہندوستان کے مغل بادشاہوں کا نظامِ عدل

ڈاکٹر پی سرن، ایم، اے، پی، ایچ، ڈی (ہندو یونیورسٹی، بنارس) نے اپنی کتاب "مغلوں کی صوبائی حکومت" میں ایک باب قانون، عدل، پولیس اور جیل کے عنوان سے بھی لکھا ہے، ذیل میں اس کے کچھ اقتباسات معاصر "معارف" کے شکریہ کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں:

مغلوں کے زمانے میں عدل کا عام نظام تین افراد پر خاص طور پر مشتمل تھا، بادشاہ، صدر اور دیوانِ اعلیٰ، بادشاہِ وقت کے بعد محکمۂ عدل و انصاف کا سب سے بڑا عہدہ دار صدر ہوتا تھا۔ وہ قاضی القضاۃ کے فرائض بھی ادا کرتا تھا۔ اس کے فرائض کی ادائیگی میں دیوانِ اعلیٰ مدد دیا کرتا تھا، مفتی کا ذکر برابر آتا ہے، مگر یہ کوئی سرکاری عہدہ نہ تھا، بلکہ وہ غیر سرکاری طور پر فتوے دیا کرتا تھا، صدر کے پاس جب کاموں کی زیادتی ہو جاتی تھی تو وہ میرِ عدل کا تقرر کر کے کام کا بار ہلکا کرتا تھا، لشکر کے ساتھ جو قاضی ہوتے تھے وہ بھی میرِ عدل کہلاتے تھے۔

سرکار کا نظامِ عدل

عام طور سے علاقے، صوبے، سرکار اور پرگنوں میں منقسم تھے، ہر سرکار کے نظم و نسق کے لئے چار عہدیدار ہوتے تھے، فوجدار، کوتوال، عامل اور قاضی، فوجدار اس کی نگرانی کرتا تھا، کہ قانون کی پابندی ہو رہی ہے، امن قائم ہے سرکاری حکام اپنے فرائض صحیح طور پر انجام دے رہے ہیں اور کہیں فتنہ و فساد کا احتمال نہیں ہے، وہ بادشاہِ وقت کے تمام احکام کو نافذ کرتا، لیکن اس کا محکمۂ عدل و انصاف سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا، کوتوال کی حیثیت مجسٹریٹ، پولیس کے سربراہ اور بلدیہ کے صدر کی ہوتی تھی، سرکار میں جو جرائم ہوتے ان کے مقدمات اسی کے پاس ہوتے، کوتوال اور قاضی کی عدالتوں کے مقدموں کی تصریح تو نہیں ملتی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر مذہبی مقدمے کوتوال کے سامنے پیش ہوتے تھے اور مذہبی شرعی معاملات مثلاً نکاح، طلاق وراثت، یا شہری جھگڑے کے مقدمات قاضی کی عدالت میں طے ہوتے تھے، عدل و انصاف کا محکمہ کوتوال اور قاضی دونوں کے ذمہ ہوتا تھا، عامل بھی ان دونوں سے تعاون کرتا تھا، کیونکہ رہزنوں، چوروں اور فسادیوں کو اسی کے ذریعہ سزا ملتی تھی، کوتوال کی کچہری چبوترہ کہلاتی تھی۔ اورنگ زیب نے اپنے حکام کے لئے جو ہدایات جاری کی تھیں، ان میں کوتوال کو خاص طور پر اس کی تاکید تھی کہ وہ تمام جھگڑوں کی نگرانی خود کرے جس کا تعلق شرعی مسائل سے ہو، اس کو قاضی کے پاس بھیجدیا جائے، اگر مال سے متعلق ہو تو صوبہ دار کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی سلسلہ میں ایک فرنگی سیاح منرتی نے یہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ وہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ کشتی کے ذریعہ ہگلی سے گذر رہا تھا ایک گاؤں کے کچھ لوگ ان کو دریائی قزاق سمجھے، کیونکہ چاٹگام کے کچھ فرنگی بحری لٹیروں نے غارتگری کر کے اس علاقہ میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ اس لئے منرتی اور اس کے ساتھی گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے۔ گاؤں کے شقہ دار کو ان کے مقدمہ کے فیصلے کا اختیار نہ تھا، اس لئے اس نے اس کی روداد لکھ کر ان کو محافظوں کی نگرانی میں مدناپور کے کوتوال کے پاس بھیجدیا، وہاں ان کا مقدمہ پیش ہوا، اور وہ بری کر دیئے گئے۔

پرگنہ کی عدالت

پرگنہ میں عدل و انصاف کی نگرانی قاضی کیا کرتا تھا اس کے سامنے شرعی اور شہری دونوں قسم کے قضیے پیش ہوتے تھے۔ شقہ دار پرگنہ میں فوجدار اور کوتوال کی طرح نظم و نسق قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوتا تھا، اگر کوئی غیر مذہبی مقدمہ ہوتا تو شقہ دار اس کا بھی فیصلہ کرتا تھا، منرتی نے اس سلسلہ میں عجیب و غریب واقعہ ذکر کیا ہے، وہ ایک رات سرکار نرائن پور (بنگال) کے ایک گاؤں میں مقیم تھا، اس کے ایک ساتھی نے گاؤں کے کسی آدمی کے دو پالتو مور مار ڈالے، ہندوؤں نے شقہ دار کے پاس جا کر شکایت کی۔ اس نے مجرم کو پکڑ بلوایا۔ منرتی نے اس کی صفائی میں بہت کچھ کہا اور سفارش بھی کرائی، لیکن اسکو سزا دی گئی۔ ایسے جرم کی سزا تو ہاتھ کاٹ دینے کی تھی، مگر منرتی کی کوشش سے مجرم کا ہاتھ تو نہیں کاٹا گیا، مگر کوڑے لگائے گئے، گاؤں کی حفاظت کے لئے پرگنے میں مختلف تھانیدار مقرر ہوتے تھے، مگر ان کو مقدمات کے فیصلے کا اختیار نہ تھا، ہر قصبہ بلکہ ہر بڑے گاؤں میں ایک قاضی بھی رہتا تھا، ضلع کا علیحدہ قاضی ہوتا تھا جو ضرورت کے مطابق اپنا مددگار مقرر کر دیتا تھا، مثلاً اکبر کے عہد میں بھی ضلع بھاگلپور (بہار) میں، بھاگل پور، کہل گاؤں، بیہپور اور گوگری میں چار نائب تھے، پھر بھاگلپور کے نائب کے ماتحت پانچ نائب اور کہل گاؤں، بیہپور اور گوگری کے نائب کی نگرانی میں تین تین قاضی تھے اس طرح ایک ضلع میں ۱۹ قاضی مختلف مقامات میں متعین تھے۔

مغل حکمرانوں کی عدل پسندی

مغل بادشاہوں نے اپنے نظامِ عدل سے عوام کو پورے طور سے مطمئن کر رکھا تھا، وہ دیوانِ عام میں عوام کی شکایتوں کو سنتے، اور انصاف کرنے کی خاطر روزانہ دربار منعقد کرتے، انصاف کا طریقہ اتنا آسان تھا کہ ادنیٰ سا ادنیٰ آدمی بادشاہ کے پاس آسانی سے پہنچ سکتا تھا، جو بھی چاہتا دربارِ عام کے سامنے حاضر ہو کر خود اپنا استغاثہ پیش کر دیتا، دربار کے عہدیدار اس کو لیکر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے، بادشاہ اسے پڑھوا کر سنتا، دقت سے جرح کرتا، اور پھر مناسب کارروائی کے لئے فیصلہ صادر کر دیتا، ابو الفضل کا بیان ہے کہ اکبر نے روزانہ ۱½ پہر عدل و انصاف کے لئے وقت مقرر کر رکھا تھا، جہانگیر اور بھی سخت تھا۔ وہ دو گھنٹے روزانہ عوام کی شکایتیں سنتا تھا۔ اس نے تو اپنے محل میں ایک زنجیر لگا رکھی تھی تاکہ ہر شخص کسی روک ٹوک کے بغیر براہ راست اس سے فریاد کر سکے، اورنگزیب کی عدل پسندی میں اس کے اخلاص کی دلیل تھی، وہ اپنے تیرہویں سال جلوس میں جب احمد آباد گیا تو اس کا لحاظ خاص طور پر رکھا کہ شاہی لشکر کا کوئی فرد وہاں کے باشندوں پر ظلم نہ کرنے پائے۔ چنانچہ روزانہ تین گھنٹے جھروکہ میں بیٹھ کر مظلوم کی فریاد سنتا اور ظالموں کو سزا دیتا تھا، احمد آباد میں وہ علیل ہو گیا تھا، لیکن علالت کے زمانہ میں بھی جھروکہ کی نشست ختم نہیں کی، وہ ایسے موقع پر جسمانی راحت کو حرام سمجھتا تھا۔

اہم مقدمات کی سماعت کے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر تھا، اکبر ایسے مقدمات جمعرات کو، جہانگیر منگل کو اور شاہجہان بدھ کو سنا کرتا تھا، یہ عدالت دیوانِ خاص میں منعقد ہوتی تھی اور وہاں صرف منصبداران عدالت مفتی، فقہا، علماء یا بعض امراء طلب کئے جاتے تھے، برنیر نے بھی مغلوں کے عدل و انصاف کی تعریف کی ہے۔

جب مغل بادشاہ سفر یا کسی مہم میں ہوتے اس وقت بھی ان کی عدالت برابر منعقد ہوتی رہتی تھی۔ جب ان کا لشکر کوچ کرتا تھا تو اس کی نگہداشت بھی کرتے تھے کہ کسی کاشتکار کی کھیتی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے شاہجہان ایسے موقع پر کھیتوں کی حفاظت کے لئے عہدیدار مقرر کر دیتا تھا۔ اور اگر کسی کی کھیتی کو نقصان پہنچ جاتا تو اس کی سماعت کے لئے ایک خاص عدالت طلب کی جاتی۔

اپیل

مقدمہ کی اپیل کے لئے موجودہ دور کے طریقے تو نہ تھے لیکن اس سے عدل و انصاف میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے پاتی تھی، ماتحت عدالتوں سے اوپر کی عدالتوں میں مقدمے لے جانے کی اجازت تھی، پھر بادشاہ وقت تک رسائی بھی آسان تھی، مال کے مقدمے سرکار اور پرگنوں میں قاضی کے یہاں طے ہوتے تھے لیکن ان کی اپیل کی سماعت دیوانِ صوبہ اور دیوانِ اعلیٰ کے یہاں ہوتی تھی سرکار اور اس سے نیچی عدالتوں میں ایسے دیوانی اور فوجداری کے مقدمات کا فیصلہ جن کا تعلق مذہب سے ہوتا تھا، قاضی ہی صادر کرتا تھا، لیکن ان کی اپیل صوبہ کے صدر قاضی یا میرِ عدل اور پھر وہاں سے صدر الصدور کے یہاں ہو سکتی تھی، پرگنے میں چھوٹے چھوٹے جرائم کے مقدمے شقہ دار ہی طے کر دیتا تھا۔ مگر اس کی اپیل سرکار میں کوتوال کے یہاں ہوتی رہتی تھی، پھر اس سے اوپر ناظم صوبہ اور بادشاہ کے یہاں بھی مدعیوں کو اپیل کرنے

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران "پیغام صلح" میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو آن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ر اپریل ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر پانچ اپریل ۱۹۵۶ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ر اپریل ۱۹۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جاوے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سُرخی سے گول دائرہ بنا دیا ہے۔ (مینجر پیغام صلح)

۱۹	۶	۲۸۶	۶
۲۲	۶	۲۸۹	۳۰
۲۴	۶	۲۹۵	۱۸
۳۵	۶	۳۰۴	۲۴
۳۹	۱۲	۳۷۴	۱۲
۴۷	۱۲	۵۶۸	۶
۵۹	۶	۵۷۱	۱۲
۶۳	۱۸	۶۱۱	۱۲
۷۲	۶	۶۹۱	۱۸
۷۵	۶	۶۹۲	۱۲
۸۵	۶	۶۹۳	۱۸
۸۶	۶		
۹۶	۶	۶۹۴	۱۸
۱۰۶	۱۲	۷۰۴	۶
۱۲۸	۶	۷۱۶	۶
۱۴۲	۱۶	۷۱۷	۶
۱۴۳	۱۲	۷۲۱	۶
۱۵۴	۶	۷۲۲	۶
۱۵۵	۶	۷۲۷	۶
۱۷۳	۱۲	۷۲۸	۶
۲۳۰	۱۸	۷۳۰	۶
۲۹۱	۴۲	۷۳۲	۶

۷۳۵	۱۲	۹۴۳	۶
۷۳۹	۱۲	۹۴۶	۶
۷۵۵	۶	۹۶۰	۳
۷۵۷	۶	۹۶۱	۶
۷۵۸	۶	۹۶۲	۶
۹۴۰	۶	۹۶۳	۶

رعایتی

۷۹۰	۴	۸۴۶	۱۶
۸۰۰	۴	۸۴۷	۸
۸۰۱	۴	۸۵۴	۹
۸۳۹	۳	۸۷۹	۱۸
۸۴۲	۱۲	۹۸۳	۲۰

خاص رعایت کا اعلان

مندرجہ ذیل کتب کی قیمتیں نصف کر دی گئی ہیں تعداد کتب محدود ہے۔ اس خاص رعایت سے اوّلین فرصت میں فائدہ اُٹھائیں:

(۱) فتح اسلام (انگریزی ترجمہ) اصل قیمت ۴ر رعایتی ۲ر
(۲) FUTUR OF ISLAM " " " ۸ر " ۴ر
(۳) بھگوت گیتا (انگریزی) " " " ۸ر " ۴ر
(۴) النبوۃ فی الاسلام (انگریزی) " " " ۶ر " ۳ر
(۵) جیلبہ " " " ۲ر " ۱ر
(۶) المنطق " " " ۴ر " ۲ر
(۷) اعجاز القرآن " " " ۲ر " ۱ر
(۸) اظہار النصائح " " " ۲ " ۱ر
(۹) جامع الدعوات " " " ۳ر " [illegible]
(۱۰) کامران " " " ۱۲ " ۶ر
(۱۱) غذا و صحت " " " ۲ " ۱ر
(۱۲) اسلامی عقائد " " " ۱۰ر " ۵ر

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

رشتہ

ایک بہت پرانے مخلص اور متوسط الحال احمدی گھرانے کی قبول صورت سلیقہ شعار پابند صوم و صلوٰۃ پڑھی لکھی مہذب لڑکی بعمر ۲۰ سال کے لئے برسرروزگار معقول آمدنی والے احمدی نوجوان کے رشتہ کی ضرورت ہے۔ المشتہر:۔ ش۔ ا۔ لودھی موضع و براہ ڈاکخانہ ڈنڈوت ضلع جہلم

پیغام صلح مورخہ ۲۱ر مارچ ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰ صفحہ ۱۱

قیمتی کتب نصف قیمت پر

از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

انگریزی ترجمہ قرآن معہ متن عربی فسٹ کوالٹی جو انڈیا پیپر پر لندن میں نہایت خوبصورت چھپا ہوا ہے۔ جلد بندی بھی انگلستان میں ہی ہوئی ہے اصل ہدیہ ۳۰ روپے ہے۔ اب رعایتی قیمت ۱۵ روپے میں دیا جا رہا ہے۔

سیکنڈ کوالٹی۔ اصل ہدیہ ۲۰ روپے۔ رعایتی دس روپے میں دیا جا رہا ہے۔

احادیث العمل اس میں سات سو کے قریب ایسی احادیث جمع ہیں جن کا تعلق ہر مسلمان کی روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ اصل قیمت دس روپے ہے رعایتی قیمت پانچ روپے۔

زندہ نبیؐ کی زندہ تعلیم سیرت النبیؐ پر اپنے طرز کی اچھوتی تصنیف ہے جو انگریزی، فرانسیسی اور ڈچ زبانوں میں بھی شائع ہو کر قبولیت عامہ کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ نہایت سادہ اور سلیس زبان ہے۔ گھر میں بچوں کو ضرور پڑھائیں تاکہ وہ مسموم فضا سے محفوظ رہ سکیں۔

اصل قیمت چار روپے۔ رعایتی دو روپے

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

صرف ٹائیٹل اور گرین پر چھپا ہیں روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ر شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۸ر مارچ ۱۹۵۶ء | نمبر ۱۲

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے:- چھ روپے سالانہ
ممالکِ غیر سے:- پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں

مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں

ہر نبوت را برو شد اختتام
ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
وہ کتابِ حق جس کا نام قرآن ہے

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
ہماری معرفت کا پیالہ اسی کی شراب سے ہے

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دُوری بھی

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
(مسیح موعود)

ارشاداتِ مسیح موعود

دو قسم کے مخالف ——— انگریز اور مُلّاں

۲۸ر اگست ... صبح - حضرت مسیح موعود نے فرمایا "ہمارے مخالف دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو مسلمان مُلّا مولوی وغیرہ، دوسرے عیسائی انگریز وغیرہ۔ دونو اس مخالفت میں اور اسلام پر ناجائز حملہ کرنے میں زبانی کرتے ہیں۔ آج ہمیں ان دونوں قوموں کے متعلق ایک نظارہ دکھایا گیا ہے اور الہام کی صورت پیدا ہوئی۔ مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔ انگریزوں وغیرہ کے متعلق اس طرح سے تھا کہ ان میں بہت لوگ ہیں جو سچائی کی قدر کریں گے۔ اور مُلّا مولویوں کے متعلق یہ تھا۔ کہ ان میں سے اکثر کی قوت مسلوب ہو گئی ہے"

دُعا کے متعلق

حضرت مسیح موعود کی مجلس میں دُعا کے متعلق ذکر تھا۔ آپ نے فرمایا:- دُعا کے لئے رقت والے الفاظ تلاش کرنے چاہئیں۔ یہ مناسب نہیں۔ کہ انسان مسنون دُعاؤں کے پیچھے اس طرح پڑے۔ کہ ان کو جنتر منتر کی طرح پڑھتا رہے اور حقیقت کو نہ پہچانے۔ اتباعِ سنت ضروری ہے مگر تلاشِ رقت بھی اتباعِ سنت ہے۔ اپنی زبان میں جس کو تم خوب سمجھتے ہو۔ دعا کرو۔ تاکہ دُعا میں جوش پیدا ہو۔ الفاظ پرست مخذول ہوتا ہے۔ حقیقت پرست بننا چاہیئے۔ مسنون دُعاؤں کو بھی برکت کے لئے پڑھنا چاہئے مگر حقیقت کو ضرور پاؤ۔ ہاں جس شخص کو زبانِ عربی سے موافقت اور اس کا فہم ہو وہ عربی میں پڑھے۔"

حقہ نوشی

حقہ نوشی کے متعلق حضرت مسیح موعود نے فرمایا:-

"اس کا ترک اچھا ہے۔ یہ ایک اچھا ہے۔ یہ ایک بدعت ہے۔ اس کے پینے سے منہ سے بدبُو آتی ہے۔ ہمارے والد صاحب مرحوم اس کے متعلق ایک شعر اپنا بنایا ہوا کرتے تھے۔ جس سے اس کی بُرائی ظاہر ہوتی ہے۔" (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۳)

ہمارے عقائد

● ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

● ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ:- "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

● ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گا۔

● ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہونگے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے رجال یکلمون غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)

● ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔

● ہم اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔

● ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں، نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ میں:- "نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔
(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

مسیح موعودؑ کے وفادار حواری

۲۵ فروری بروز سنیچر:—

سویرے پیغام صلح ملا۔ برائے مطالعہ اُٹھایا۔ صفحہ ۹ پر ایک اور مردِ مجاہد (بابو امام الدین صاحب جہلمی) کی وفات کے عنوان پر نظر پڑی۔ بسترِ علالت پر کمزور دل نے اس الم انگیز خبر کو جس طرح محسوس کیا اس کا اظہار بذریعہ قلم ممکن نہیں، آہ مسیح محمدی کے وفادار حواری ایک ایک کر کے ہم سے جدا ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ جماعت کو ان "دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والوں" کا نعم البدل عطا فرمائے۔ مرحوم کی زندگی کے قابلِ قدر حالات پڑھکر زبان سے بے ساختہ یہ فقرہ نکل جاتا ہے کہ عصر حاضرہ میں رضی اللہ عنہم کے یہی تو حقیقی مصداق ہیں۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی نمونہ

مرحوم کی زندگی کے دو واقعات جو اخبار میں درج ہوئے ہیں اس قابل ہیں کہ ہر ایک احمدی نوجوان ہر وقت اسے اپنے سامنے رکھے ایک تو یہ کہ جب مرحوم ایک دفعہ ہزاروں کے مقروض ہو گئے اور افریقہ تشریف لے گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو مال عطا فرمایا تو آپ نے اپنے ایک عزیز کے ذریعہ قرضہ کی رقمِ خطیر واپس فرمائی اس پر ان کے عزیز نے لکھا کہ قرضہ کی ادائیگی کی ضرورت نہیں کاغذات زائد المیعاد ہو گئے ہیں اس پر اس مردِ حق کا یہ جواب کہ "مسلمانوں کا قرضہ زائد المیعاد نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کا پیسہ پیسہ ادا کرو" سنہری حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے۔ دوسرا واقعہ گذشتہ الیکشن میں اپنے لڑکے مسٹر عبدالمجید صاحب ڈار بیرسٹر کو الیکشن میں کھڑا کرنے کا ہے ووٹروں کی درخواستوں پر ڈی ایم صاحب کی عدالت میں افسر متعلقہ کے اس سوال پر کہ "بابو صاحب کیا آپ ان درخواست دہندوں کو جانتے اور ذاتی طور پر تصدیق کرنے کو تیار ہیں" تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اس سے جو ظاہری نقصان ہوا وہ ظاہر ہے۔ لیکن یہ ہے صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔

مسیحِ وقت کا نشانِ صداقت

یہ واقعات جہاں اخوانِ سلسلہ کے لئے قابلِ تقلید ہیں وہاں مخالفین سلسلہ کے لئے بھی سرمۂ بصیرت کا کام دیں گے، یہ بھی مسیح وقت کے اُن ہزارہا دلائل و نشانات میں سے ایک دلیل اور اس مردِ مجاہد کا وجود ایک نشان ہے کہ اس کی پاک صحبت میں امام الدین حقیقی معنوں میں امام الدین ثابت ہوا، جھوٹوں اور مفتریوں کی صحبت میں ایسا عظیم انقلاب طبائع میں پیدا نہیں ہو سکتا، یہ فیض صادقوں کی پاک صحبت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ آج زمانہ اقوال کی بجائے کردار اور نمونہ کو دیکھنا چاہتا ہے اسلئے اخلاق عمل صالح کی ضرورت ہے اس کا پیدا ہونا کو نوا معہ انصار اللہ کی آواز پر عملاً لبیک کہنے میں مضمر ہے۔

الاستاذ السید شاکر سمارہ سے ملاقات

قبل الظہر دکان سے فرزند ابراہیم کو ساتھ لے کر استاذ السید شاکر سمارہ گھر تشریف لائے۔ ایک مصری پروفیسر کی تقریر پر اس نے جمعرات کو جو گفتگو ہوئی اس کا ماحصل سنایا۔ آدھا گھنٹہ بیٹھے تبلیغی سلسلہ میں گفتگو رہی۔ نیو ورلڈ آرڈر اور ٹیچنگز آف اسلام کے مطالعہ سے کہتے تھے کہ بہت سی باتیں معلوم ہوئیں آج انہیں ایک نسخہ انگریزی ترجمۃ القرآن معہ متن از قسم اول۔ اور کتاب "جیسس ان ہیون آن ارتھ" اور کتابچہ "فاونڈر آف احمدیہ موومنٹ" ہدیۃً دیا۔ استاذ موصوف دکان سے اسلامی کیلنڈر کا ایک نسخہ بھی ساتھ لے گئے۔

ملکہ وکٹوریہ کو تبلیغ

۲۷ فروری ۱۹۵۶ء بروز پیر:—

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول مرے گھر تشریف لائے، ڈیڑھ گھنٹہ پرلطف صحبت رہی صوفی صاحب آج کل حضرت اقدس علیہ السلام کی چند کتابوں کا مجموعہ ایک جلد پڑھ رہے ہیں ان میں کسی جگہ ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کو تبلیغ کا ذکر آیا ہے اس پر گفتگو رہی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ہندوستان میں بڑے بڑے نواب ایک معمولی سپاہی سے کانپتے تھے ان کا حکم اٹل تھا اس زمانہ کے تمام علمائے کرام اپنی عافیت مساجد کے حجروں اور خانقاہوں میں سمجھتے تھے یا پھر دولت برطانیہ کی خوشامد اور چاپلوسی برائے حصول رضا پیش نظر تھی، اسلام کی تبلیغ اور وہ بھی فرنگی حکمران قوم کو بہت دُور کی بات تھی ایسے پُرخطر زمانہ میں یہ مردِ ربّ جلیل امبراطورۃ البریطانیہ وکٹوریہ کو اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے فرماتا ہے: "توبہ کر توبہ کر اے عورت تو اپنے جیسے انسان کو پوجتی ہے" یہ کہتے ہوئے امن و سلامتی کے شہزادہ محمد عربی صلعم کی غلامی میں آنے کی دعوت دیتا ہے۔ مخالفین سلسلہ ذرا تقویٰ سے اثر اختیار کرتے ہوئے غور کریں فکر و تدبر سے کام لیں کیا انگریزوں کے خود ساختہ پودا "کو محافظ دین مسیحی" کی باجبروت ملکہ سلطنت کے مفاد کی خاطر اور ریت کی طرح بکھرے ہوئے نام نہاد مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا کرنے کی غرض سے اپنے خدا کے بیٹے یسوع مسیح کو ذلیل کرنے کی اجازت دیگی؟ اللہ تعالیٰ اپنے حقیقی خیر خواہ کو سمجھنے اور مردانِ خدا کے ساتھ [illegible] کرنے والوں اور [illegible] بھیڑیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید سرور شاہ گیلانی کا جواب

۲ مارچ ۱۹۵۶ء بروز جمعہ:—

پیغامِ صلح ملا۔ "ایک نئی شرارت" کے عنوان سے مقالہ افتتاحیہ شائع ہوا ہے جس میں "الجماعت" کے مدیر محترم سید سرور شاہ گیلانی کے ایک مضمون (جس میں انہوں نے مجلس دستور ساز کو مخاطب کر کے قادیانی جماعت کو غیر قانونی قرار دینے کی تجویز پیش کی ہے) کے چند اقتباس دیتے ہوئے مدیر پیغام صلح نے سید سرور شاہ صاحب کے مقالہ کا جو جواب باصواب دیا ہے وہ نہایت قابل قدر و لائق تحسین ہے لیکن اس جواب میں اگر یہ بھی بتلا دیا جاتا تو نہایت مناسب تھا کہ اگر قادیانی حضرات ایک نئے نبی کو پیش کرتے ہیں اور وہ اس لئے قابل سزا ہیں تو الجماعت کے مدیر محترم اور ان کے ہمخیال لوگ ایک پرانے نبی کو رسول مقبول صلعم کے بعد لا کر ختم نبوت کی مرصوص دیوار کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں، لہٰذا ہر دو فریق اسی سزا کے مستحق ہیں جو سزا سرور شاہ صاحب نے تجویز کی ہے، حقیقی معنوں میں ختم نبوت کو دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ کیساتھ شیر بیشۂ اسلام مسیح دوراں علیہ السلام نے ثابت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بعد محمد رسول اللہ صلعم کے نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا نبی؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بروشد اختتام

ایک دفعہ محترمی حافظ شریف حسین صاحب کہتے تھے کہ سرور شاہ صاحب اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ مرزائیوں کے کندھوں پر بندوق چلانا جلب منفعت کے لئے آسان سودا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

برنی کی آنکھ کا شہتیر

۳ مارچ ۱۹۵۶ء بروز سنیچر:—

مرکز لاہور کو برائے معلومات اخبار الیقظہ کا تراشہ (مشتمل بر معلومات آثار قدیمہ اسلامیہ فی بلاد ترکیہ) اور پمفلٹ "قادیانیت کا آغاز و انجام" مؤلفہ جناب پروفیسر الیاس برنی صاحب مقیم حیدر آباد دکن ڈاک سے بھجوایا۔ پمفلٹ مذکور خاکسار نے پڑھا۔ پروفیسر صاحب موصوف کو غلط حوالجات پیش کرنے اور نہایت ہی ہوشیاری کے ساتھ کتر بیونت کرنے میں یدطولیٰ حاصل ہے۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو دیکھتے ہیں وہ اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتے۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ذرا اپنی حالت ملاحظہ نہیں کرتے۔ بقول اقبال خود ان کی اپنی یہ حالت ہے؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ وہ مسلم ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

نعرہ تو یہ "کہ ہم مسلمان ہیں" لیکن بقول شاعر مشرق "مگر ہم میں مسلمان نہیں" یا روفادار دولتِ برطانیہ کے چوکھٹ۔

مولانا ابوالکلام آزاد اور احمدیت

مولانا عبدالمجید سالک نے "یارانِ کہن" کے نام سے ایک کتاب حال ہی میں لکھی ہے، جس میں انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے، کہ

"وہ مرزا غلام احمد قادیانی سے متاثر تھے اگر اتفاقاتِ زمانہ حائل نہ ہو جاتے تو وہ قادیان جا کر مرزا صاحب سے ملتے اور کچھ عجب نہیں کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے راسخ العقیدہ قادیانی ہو جاتے"

اور یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"مولانا ابوالکلام آزاد مرزا صاحب کے دعوائے مسیحیت موعود سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے"

مگر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"وہ مرزا صاحب کی غیرتِ اسلامی اور حمیت دینی کے قدردان ضرور تھے یہاں تک کہ جب مرزا صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا نے وکیل امرتسر میں ایک مرثیہ لکھا اور انکی اسلامی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین ادا کیا امرتسر سے لاہور پہنچے اور وہاں سے مرزا صاحب کے جنازے کے ساتھ بٹالہ تک گئے"

مولانا عبدالمجید سالک کی وہ کتاب جس سے یہ اقتباسات لئے گئے ہیں ہمارے سامنے نہیں، یہ تمام الفاظ ہم نے موودہ دی اخبار "ایشیا" (۲۵ فروری ۱۹۵۶ء) سے نقل کئے ہیں، "ایشیا" نے اس پر جو تبصرہ کیا ہے، اس پر ہم کسی دوسری صحبت میں نظر ڈالیں گے، فی الحال ہمیں یہ بتانا ہے کہ "یارانِ کہن" میں مولانا سالک کے اس بیان کو دیکھ کر مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری ڈاکٹر محمد اجمل خاں نے ذیل کا بیان شائع کرایا ہے:-

"مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے ایک کتاب "یارانِ کہن" کے نام سے لکھی ہے جس میں بعض بے بنیاد باتیں مولانا کے متعلق درج ہیں مثلاً یہ کہ مولانا - مرزا غلام احمد کی کتب سے متاثر ہوئے یا جنازے کے ساتھ قادیان گئے وغیرہ مناسب یہ ہے کہ سالک صاحب خود اس کی تردید کر دیں"

"وکیل میں مرزا غلام احمد کی وفات پر جو مقالہ چھپا تھا وہ منشی عبدالمجید کپور تھلوی کا لکھا ہوا تھا مولانا کا اس اداریہ سے کوئی تعلق نہ تھا"

ڈاکٹر محمد اجمل خان کے اس بیان کے شائع ہونے پر سالک صاحب کی طرف سے ذیل کا خط ہفت روزہ "چٹان" لاہور مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا ہے:-

"عزیز مکرم حضرت آغا - السلام علیکم

میں نے آج مولوی اجمل خان صاحب پرائیویٹ سکرٹری مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں ایک مکتوب بھیجا ہے - جس کی نقل آپ کو بھیجتا ہوں - ازراہ کرم چٹان کے آیندہ پرچے میں درج کر دیجئے -

میں نے تو محض چند باتیں جو میرے حافظہ میں محفوظ تھیں بے تکلف لکھ دی تھیں، ورنہ احمدیت کی حمایت یا احمدیت کی طرف مولانا کے رجحان کا اظہار رحاشا وکلا مقصود نہ تھا - بہرحال اس مختصر مکتوب کی اشاعت کے بعد یہ قصہ ختم ہو جانا چاہیئے - والسلام - (سالک)

مکرم محترم اجمل صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مجھے آپ کے ایک مکتوب کا اقتباس "چٹان" میں پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا - اس لئے کہ حضرت مولانا کی خدمت اقدس میں ۱۹۱۵ء سے نیاز حاصل ہے - اور چالیس اکتالیس سال کی اس طویل مدت میں ایک لمحے کے لئے بھی حضرت کے ساتھ میری عقیدت کبھی کم نہیں ہوئی اور انشاء اللہ تادمِ مرگ اس جذبے میں کوئی فرق نہیں آئے گا مذکورہ مکتوب سے مجھ پر حضرت مولانا کی شان میں غلط بیانی کا الزام عائد ہوتا ہے - جو میرے لئے شدید کرب واذیت کا باعث ہے --- مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال پر ۴۸ برس گذر چکے ہیں، اور احمدیوں نے سینکڑوں دفعہ اس شذرے کو جو مرزا صاحب کے انتقال پر "وکیل" میں چھپا تھا شائع کر کے فائدہ اٹھایا ہے - لیکن نصف صدی کی اس مدت میں مولانا کی طرف سے کبھی یہ ارشاد نہ ہوا کہ یہ شذرہ آپ کا لکھا ہوا نہ تھا - اور چونکہ حضرت مولانا اس زمانے میں "وکیل" کے مدیر تھے - اس لئے اخبار بینوں کے نزدیک اس کے ادارتی مندرجات کی مسئولیت بھی آپ پر ہی تھی -

اس کے علاوہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، احمدیوں نے ایک دو موقعوں پر بعض رواداراور ہمدرد غیر احمدیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا کے متعلق لکھا ہے کہ مولانا نے مرزا صاحب کے انتقال پر ہم سے ہمدردی کا اظہار کیا اور جب مرزا صاحب کا جنازہ قادیان لے جایا جا رہا تھا تو مولانا ابوالکلام امرتسر سے بٹالہ تک اس کے ساتھ گئے تھے،

ہو سکتا ہے کہ ان امور میں میرے حافظے نے میرا ساتھ نہ دیا ہو اور حضرت مولانا ہی کے وہ ارشادات درست ہوں، جن کی بنا پر آپ نے شورش صاحب کو خط لکھا، بہرحال مجھے "یارانِ کہن" میں بیان کردہ واقعات کی صحت پر اصرار نہیں ہے اور میں آپ کی تردید کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں،

میں دہلی کلاتھ مل کے مشاعرے میں ۲۵ فروری کو دہلی آ رہا ہوں، انشاء اللہ آستانۂ عالی پر حاضر ہو کر اعتذار پیش کروں گا - حضرت مولانا کی خدمت میں آداب نیاز - (سالک)

اس خط میں سالک صاحب نے جن حقائق کا ذکر کیا ہے ان پر کسی تبصرہ کی حاجت نہیں، ایک دو فقروں میں ہی انہوں نے بتا دیا ہے کہ "وکیل" کا مضمون فی الحقیقت مولانا ابوالکلام ہی کا لکھا ہوا تھا:-

۱- "مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال کو ۴۸ برس گذر چکے ہیں اور احمدیوں نے سینکڑوں دفعہ اس شذرے کو جو مرزا صاحب کے انتقال پر "وکیل" میں چھپا تھا شائع کر کے فائدہ اٹھایا ہے لیکن نصف صدی کی اس مدت میں مولانا کی طرف سے کبھی یہ ارشاد نہ ہوا کہ یہ شذرہ آپ کا لکھا ہوا نہ تھا"

۲- "اور چونکہ حضرت مولانا اس زمانے میں "وکیل" کے مدیر تھے اس لئے اخبار بینوں کے نزدیک اس کے ادارتی مندرجات کی مسئولیت بھی آپ پر ہی تھی"

ان واضح حقائق کے ہوتے ہوئے مولانا ابوالکلام یا ان کے پرائیویٹ سکرٹری کے کہدینے سے وکیل کے محولہ مضمون سے ان کی برأت نہیں ہو سکتی، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مولانا کا اسسٹنٹ ایک مضمون لکھے اور وہ مقالہ افتتاحیہ کے طور پر شائع ہو، جو چیف ایڈیٹر (یعنے خود مولانا) کی طرف منسوب ہوتا ہے، اور مولانا اس سے بری الذمہ قرار پائیں، اگر فی الواقعہ وہ مضمون منشی عبدالمجید کپور تھلوی کا لکھا ہوا تھا، اور مولانا کو اس سے اتفاق نہ تھا، تو اول تو وہ اسے مقالہ افتتاحیہ کے طور پر شائع نہ ہونے دیتے اور اگر شائع ہو ہی گیا تھا تو کم از کم اتنا تو اعلان کر دیتے کہ یہ مضمون فلاں شخص کا لکھا ہوا ہے اور مولانا کو اس سے اتفاق نہیں، اب جبکہ ۴۸ برس کے طویل عرصہ میں ایک مرتبہ بھی انہوں نے اس کی تردید یا اظہار برأت نہیں کیا

اور منشی عبدالمجید صاحب کپورتھلوی بھی اس دنیا میں موجود نہیں کہ اصل حقیقت پر روشنی ڈال سکیں تو اب مولانا یا ان کے پرائیویٹ سیکرٹری کا اظہار برأت کہاں تک قابل پذیرائی ہو سکتا ہے۔

نہ صرف یہی بلکہ مضمون کا سٹائل اور اس کے طرز تحریر کو اگر دیکھا جائے تو وہ خود اس بات کا شاہد ہے کہ وہ منشی عبدالمجید کپورتھلوی کے قلم سے نکلا ہوا نہیں بلکہ خود مولانا ابوالکلام کے سحر نگار قلم کی پیداوار ہے، ملاحظہ ہوں اس کے حسب ذیل الفاظ:۔

"وہ شخص وہ بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو، جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا، جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے، اور دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو تیس برس تک دنیا میں زلزلہ اور طوفان بنا رہا جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا"

کیا یہ فقرات مولانا ابوالکلام آزاد کے سوائے کسی اور کے قلم سے نکل سکتے ہیں یقیناً نہیں، ہر وہ شخص جس نے "الہلال" اور ان کی دوسری تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے، اس بات کی شہادت دے گا کہ یہ طرز نگارش مولانا ابوالکلام کے سوائے اور کسی کی نہیں ہو سکتی، الفاظ خود بول رہے ہیں کہ وہ کس کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں، اب اگر مولانا اس سے انکاری ہیں، تو ہمیں اصرار نہیں کہ زبردستی ان سے منوایا جائے لیکن کم ازکم سالک صاحب کی اس بات کا تو وہ کوئی جواب نہیں دے سکے کہ مضمون خواہ کسی کا لکھا ہوا تھا ذمہ داری تو مولانا ہی پر عائد ہوتی ہے اور وہ ۳۴ سال کے طویل عرصہ میں اس مضمون کا بار بار ان کی طرف منسوب کیا جانا اور ان کا ایک مرتبہ بھی تردید نہ کرنا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ مضمون منشی عبدالمجید کپورتھلوی کا نہیں بلکہ خود مولانا ہی کا لکھا ہوا ہے اب اگر وہ کسی مصلحت سے اس سے انکاری ہیں تو انکی مرضی۔

آہ! ملک عبدالقیوم

ملک عبدالقیوم صاحب پرنسپل لاکالج لاہور اگرچہ جماعت احمدیہ میں شامل نہ تھے، تاہم ووکنگ مسلم مشن سے ایک عرصہ تک ان کی وابستگی اور ووکنگ میں آج سے تیس پینتیس برس پہلے تبلیغ اسلام کے کام میں عملی حصہ لینا اور اس کے بعد ہمیشہ جماعت احمدیہ سے ہمدردی اور اس کی خدمات اسلام کا کھلے بندوں تذکرہ کرتے رہنا انہیں اس بات کا حقدار قرار دیتا ہے کہ انکی وفات پر ہم تمام جماعت کی طرف سے دلی تاسف اور رنج اندوہ کا اظہار کریں، مرحوم نہ صرف قانون کے بہت بڑے ماہر اور لاکالج کے پرنسپل ہونے کی وجہ سے بہت بڑی عزت اور حیثیت کے مالک تھے بلکہ اپنی نیکی، حسن اخلاق

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

حضرت امیر قوم کا دورہ کراچی

کراچی سے سلطان محمد صاحب لکھتے ہیں:۔

قاضی احمد میں:۔

چوہدری امجد خان صاحب کے فرمانے کے مطابق "محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اور میاں مقصود احمد صاحب اور خود چوہدری صاحب، ۱۰ مارچ کو بذریعہ کار حیدرآباد پہنچے، پروگرام کے مطابق حضرت امیر قوم، میاں عطاء اللہ صاحب و میاں فاروق احمد صاحب کی معیت میں وہاں تشریف لے آئے تھے یہ سب اصحاب (سوائے میاں مقصود احمد صاحب کے جو سامان لے کر واپس کراچی آ گئے) اراضی انجمن واقعہ قاضی احمد۔ جادو پور۔ گوٹھ ام مری کے معائنہ کیلئے پہنچے۔ وہاں چوہدری سلطان علی صاحب ڈیویلپمنٹ آفیسر موجود تھے۔ اراضی انجمن کو دیکھنے کے بعد ان کے ساتھ ڈیویلپمنٹ سکیم پر تبادلہ خیال ہوا۔ اور ایک ٹریکٹر و متعلقہ سامان سے کام شروع کرایا گیا۔ قاضی احمد میں احباب جماعت و کارکنان اراضی کے علاوہ جو غیر مقدم کمیٹی موجود تھے جگہ کے رئیس رسول بخش صاحب نے خاص طور پر خاطر تواضع کی۔ اتوار کی شام کو قاضی احمد سے روانہ ہو کر یہ تمام اصحاب حضرت امیر قوم کے ہمراہ رات کو ایک بجے کراچی پہنچے۔"

کراچی میں:۔

کراچی میں حضرت امیر قوم اتوار سے جمعہ تک میاں مقصود احمد صاحب کے ہاں ٹھہرے۔ اس دوران میں مختلف امور کی سرانجام دہی کے علاوہ احباب جماعت سے ملاقات ہوتی رہی۔ جمعہ کو تمام احباب جماعت سے ملاقات ہوئی۔ خطبہ جمعہ کا اقتباس آئندہ درج ہوگا۔ جمعہ سے پیر تک ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی درخواست پر حضرت امیر قوم ان کے ہاں ٹھہرے وہاں پر احباب جماعت کے علاوہ غیر از جماعت اصحاب نے بھی ملاقات کی۔ خصوصاً ڈائرکٹر انجینئر جناب محمد شریف صاحب بھٹی۔ اور محمد یوسف صاحب مغل خاص طور پر متاثر ہوئے۔ اور انہوں نے وعدہ کیا کہ انجمن کو ماہوار چندہ دیں گے۔ اتوار کی صبح کو حضرت امیر قوم چند احباب جماعت کے ہمراہ اراضی ملیر کی ڈیویلپمنٹ دیکھنے گئے۔ اسی روز شام کو ان کے اعزاز میں ایک دعوت عصرانہ کا اہتمام کیا گیا جہاں حاضرین نے ایک مؤثر لیکچر سنا، جس کی رپورٹ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔ پیر کی شام کو احباب جماعت نے حضرت امیر قوم کو رخصت کیا۔

حضرت امیر قوم کا یہ دورہ اگرچہ مختصر اور فوری تھا تاہم کافی مفید رہا۔ بالمشافہ گفتگو اور ملاقات کے بہت فوائد ہوتے ہیں۔ خصوصاً غیر از جماعت

مولانا عبدالسلام صاحبزادہ حضرت مولانا نورالدینؓ کی وفات

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج اندوہ سے سنی جائے گی کہ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر مولانا عبدالسلام صاحب ۲۴، ۲۵ مارچ کی درمیانی شب کو میو ہسپتال لاہور میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، مرحوم مدت سے سندھ میں اپنی اراضیات پر سکونت پذیر تھے، اور ذیابیطس میں مبتلا چلے آتے تھے، معمولاً انسولین کا ٹیکہ کرایا کرتے تھے، یہی ٹیکہ آخری مرتبہ زہر بن گیا اور بخار کی صورت اختیار کر کے وفات کا موجب ہو گیا۔ اسی مرض الموت میں وہ سندھ سے لاہور آ گئے اور ڈاکٹری مشورہ کے مطابق میو ہسپتال میں انہیں داخل کیا گیا۔ جہاں علاج معالجہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی، لیکن قضائے الٰہی نے زندگی کی مہلت نہ دی، اور جس دن داخل ہوئے اسی شب کو فوت ہو گئے، ان کی لاش دوسرے روز ربوہ لے جا کر سپرد خاک کی گئی۔

مرحوم بہت نیک، پارسا اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ علیگڑھ یونیورسٹی سے بی اے ایل ایل بی پاس کیا ہوا تھا لیکن قانونی پریکٹس کبھی نہیں کی اپنے والد مرحوم کی طرح ہمیشہ درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے، ان کی عمر ۶۱ سال تھی ہوس لڑکے اور تین لڑکیاں انکی یادگار ہیں۔

افسوس ہے کہ ان کی وفات کی خبر احمدیہ بلڈنگس میں بہت دیر کے بعد ملی، اور اسی وجہ سے جنازہ میں شمولیت نہ ہو سکی، خبر ملنے پر حضرت امیر ایدہ اللہ اور بعض اور احباب ان کے بھائی مولوی حکیم عبدالوہاب کے پاس تعزیت کے لئے گئے، جو پاؤں میں چوٹ آ جانے کیوجہ سے لاہور میں صاحب فراش ہیں۔

ہم اس حادثہ میں مرحوم کے دونوں بھائیوں مولانا عبدالوہاب صاحب و مولانا عبدالمنان صاحب اور خاندان کے تمام دیگر افراد بالخصوص مرحوم کے صاحبزادگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، تمام احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

نو اصحاب اس وقت ایسی جماعت کے متلاشی ہیں۔۔۔ جو اسلام کو صحیح معنوں میں پیش کرتی ہو۔ اس ضمن میں حضرت امیر قوم کے مختلف جماعتوں میں ایسے دورے نہایت مفید ثابت ہوں گے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

منیجر

مجاہدِ یورپ

از محمد سلطان صاحب نظامی

(۲)

خواجہ صاحب کی ابتدائی زندگی

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور ۱۸۷۰ء میں لاہور کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ عزیز الدین تھا۔ آپ کے دادا خواجہ عبدالرشید صاحب ایک مشہور شاعر اور لاہور کے قاضی تھے۔ آپ کے برادر بزرگوار خواجہ جمال الدین صاحب ریاست جموں و کشمیر میں انسپکٹر آف سکولز کے عہدہ پر سرفراز تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کا خاندان علم و حکمت کی دولت سے مالامال تھا۔ ابتدائی تعلیم مقامی سکول سے حاصل کرنے کے بعد آپ فورمین کرسچین کالج میں داخل ہوئے مذکورہ کالج پنجاب کی قدیم ترین انگریزی درسگاہ ہے۔ یہ کالج ایک مدت تک کلکتہ یونیورسٹی سے منسلک رہا ہے اس زمانہ میں مذکورہ درسگاہ عیسائیت کا تبلیغی مرکز بھی تھا۔ ۱۸۹۳ء میں خواجہ صاحب نے بی اے پاس کیا۔ اور پنجاب یونیورسٹی سے اقتصادیات کا تمغہ بھی حاصل کیا۔

عیسائیت کا اثر

مسلمانوں کے ایک ایسے گھر میں پرورش پانے کے باوجود جہاں تعلیم کا دور دورہ تھا اسلامی روایات زندہ تھیں جن کے وہ سختی سے پابند تھے۔ مگر پھر بھی کرسچین کی تعلیم اور عیسائی مبلغین کے درس و تدریس ان کے دل و دماغ پر اثر پیدا کئے بغیر نہ رہ سکے۔ آپ کو بائیبل اور عیسائیت سے دلچسپی سی پیدا ہو گئی۔ یہ لگن اور شغف اس قدر بڑھا کہ ان کے عیسائی ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ عیسوی اعتراضات اور اس دور کے مسلمانوں کی کس مپرسی اور دین سے دوری کا جائزہ لیتے ہوئے خواجہ صاحب کا رجحان طبع دن بدن مسیحیت کی طرف تیزی سے بڑھتا چلا گیا۔ آپ اکثر علمائے اسلام کے پاس اسلامی تعلیمات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے پہنچے مگر کوئی ایک بھی ان کی اس دینی تشنگی و پیاس کو نہ بجھا سکا۔

نگاہِ مردِ مومن

مگر قبل اس کے کہ خواجہ صاحب عیسائیت قبول کرتے ان کے کسی ہمدرد دوست نے انہیں مشورہ دیا کہ جہاں اس قدر علمائے دین اسلام کی چوکھٹوں پر مارے مارے پھر رہے ہو، وہاں ایک آدھ دن کے لئے قادیان بھی ہو آؤ۔ آخر مرزا صاحب نے جو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ اسلام کی معقولیت اور برتری کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح موعود کہتے ہیں آپ ان کے پاس ضرور رہا ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کی دینی تشنگی کو دور کر سکیں۔ اس دوست کے مشورہ پر خواجہ صاحب نے بادل ناخواستہ قادیان کا رخ کیا۔ ان کے دل میں یہ خیال جاگزین تھا کہ جب لاہور اور پنجاب کے دیگر شہروں کے علماء انہیں اپنا قائل نہیں کر سکے تو قادیان جیسے گاؤں میں کون ایسا عالم و فاضل ہوگا جو ان کی رہبری کر سکے۔ لیکن جب آپ اس روحانی مسند کی چوکھٹ پر پہنچے اور ان سے بات چیت کی تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت خواجہ صاحب کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ دیکھنے والوں نے اتنا ضرور دیکھا کہ جب آپ مہدی آخر الزمان سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے بعد لاہور واپس پہنچے ہیں تو خواجہ صاحب وہ نہ تھے جو لاہور سے گئے تھے۔ وہ کسی اور ہی رنگ میں رنگے ہوئے آئے۔ اب ان کے خیالات میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ کہاں ان کے دل و دماغ میں اسلام سے کنارہ کشی اور عیسائیت سے رغبت تھی اور کہاں اب اسلام سے محبت اور عیسائیت سے بیزاری ان کے قلب و دماغ میں سرایت کر چکی تھی۔ اور وہ خواجہ جو عیسائی مشنری بننے والا تھا، اسلام کا خادم بننے کے لئے تیار ہو گیا

اک نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام کی اک نگاہ نے خواجہ صاحب کے تمام وساوس کو دور کر دیا۔ ان کے قلب کو نورِ ایمان سے منور کر دیا۔ انہیں نفسِ امارہ و لوامہ سے بچاتے ہوئے مطمئنہ کے درجہ تک پہنچا دیا، انہیں یقین ہو گیا کہ خدا ایک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری نبی ہیں اسلام ہی سچا مذہب ہے، اور صرف قرآن مجید کی تعلیم ہی نسلِ انسانی کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر سکتی ہے۔

وکالت اور امام زمان کی صحبت

کالج سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر لگ گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مذکورہ کالج میں آپ پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے ۱۸۹۸ء میں انہوں نے ایل ایل بی کی ڈگری بھی لے لی اور وکالت کا کام شروع کر دیا ایک عرصہ تک آپ پشاور میں کامیاب قانونی پریکٹس کرتے رہے۔ اس دوران میں اکثر اوقات حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہو کر دینی و روحانی سیر و سلوک کی منازل طے کرتے رہے اور کئی مرتبہ بیوی بچوں کو تکلیف کی حالت میں چھوڑ کر گورداسپور رہیں ان مقدمات کی پیروی کیلئے جاتے رہے جو حضرت امام الزمان پر بنائے گئے تھے، حضرت امام الزمان کی صحبت میں انہوں نے بہت کچھ پایا اور حضرت صاحب انہیں خاص عزت و وقار سے دیکھتے تھے اور ان کے مؤثر طریق خطابت کی وجہ سے الہاماً انہیں "حسن بیان" کا خطاب ملا۔

عزمِ انگلستان

ربّ العزت نے ہر انسان کے ذمہ کچھ کام مقرر کیا ہے۔ خواجہ صاحب کے فرائض میں وکالت اور دنیاوی جاہ و حشمت کے لئے تگ و دو نہ تھی، بلکہ انہیں تبلیغ دین کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ ان کے ذمہ یورپ اور بالخصوص انگلستان کے عیسائیوں کو مسلمان کرنا تھا۔ آپ کے ذہن میں یہ خیال تھا جو حضرت امام الزمان کی صحبت اور آپ کی تحریرات سے پیدا ہوا کہ اسلام دنیا کا معقول ترین مذہب ہے اسے سرزمین انگلستان میں پھیلایا جائے اور مغرب کے معقول پسند لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کر کے انہیں خدائے واحد کا پرستار، نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ اور قرآن پاک کا عاشق اور شیدائی بنایا جائے یہ ایک بہت بڑا کام تھا جو اس زمانہ میں لوگوں کی نظروں میں انہونا سمجھا جاتا تھا عام طور پر پڑھے لکھے مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ انگلستان کی نئی دنیا میں اسلام کی کامیابی مشکل ہے۔ اسی وجہ سے خواجہ صاحب کے اس ارادہ پر لوگوں نے پھبتیاں اڑائیں مذاق کئے، لیکن وہ اسلام کا عاشق زار کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ستمبر ۱۹۱۲ء میں انگلستان تشریف لے گیا

مغرب میں تبلیغِ اسلام

جب آپ انگلستان پہنچے تو چار پانچ ماہ تک آپ نے عیسائیت کے متعلق ان کی لاتعداد کتب کا مطالعہ فرمایا۔ ان کی چھان بین کی۔ وہاں کے حالات کا جائزہ لیا۔ اور پھر تبلیغ دین کے کام میں لگ گئے۔ چونکہ تائید غیبی ان کے شامل حال تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائی۔ ابتداء میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن بہت بڑی جرأت و حوصلہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ودیعت کر رکھا تھا اور وہ بڑے بڑے انگریزوں کے سامنے بات کرنے سے ذرا نہ جھجکتے تھے، انہی ابتدائی ایام میں ایک بہت بڑے انگریز نے جو بڑا قوی ہیکل اور طاقتور تھا خواجہ صاحب سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے کشتی لڑو، خواجہ صاحب نے فوراً آستینیں چڑھا لیں اور کشتی کے لئے تیار ہو گئے جس پر وہ انگریز کہنے لگا کہ تم فی الواقعہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے کیونکہ جھوٹے آدمی میں یہ جرأت نہیں ہوتی

لارڈ ہیڈلے کا قبولِ اسلام

اسی اثناء میں لارڈ ہیڈلے سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی اور وہ آپ کے تیر نظر کا شکار ہو گئے چنانچہ لارڈ موصوف لکھتے ہیں:۔

" مجھے خواجہ صاحب سے سب سے پہلے کچھ ...

ملنے کا اتفاق ہوا۔ میرے ایک دوست کرنل جارج مالک برن نے یہ کہکر تعارف کرایا کہ میں بھی ہندوستان سے دلچسپی رکھتا ہوں۔ خواجہ صاحب کی خوش مزاجی اور سنجیدگی سے میں بہت متاثر ہوا اور جب میں گذشتہ بیس سالوں پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے کوئی تعجب نہیں ہوتا کہ اُن کی شخصیت کا میرے اوپر گہرا اثر ہوا ہے۔

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس طویل عرصہ میں کبھی میں نے انہیں کوئی ناگوار بات کہتے نہیں سنا۔ ان کی شخصیت بڑی جاذب تھی، دوران گفتگو میں بسا اوقات ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان سے اختلاف رائے رکھنے والے انہیں اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔ لیکن دراصل وہ خود آخر میں خواجہ صاحب کے ہم خیال ہو جاتے تھے۔ اور ان کے پہلو کو اختیار کر لیتے تھے۔

وہ تمام اصحاب جن کا میں نے خواجہ صاحب سے تعارف کرایا۔ اس بات سے بڑے متاثر تھے کہ ان میں کوئی تعصب یا تنگدلی نہیں پائی جاتی تھی وہ دوسروں کے خیالات کو بغور سنتے تھے اور ظرافت کو بھی پسند کرتے تھے۔ میرے بہت سے انگریز دوست خواجہ صاحب کی شخصیت سے متاثر ہوئے وہ اپنے سامعین کے سامنے صرف حقائق رکھ دیا کرتے تھے۔ اور اس طرح انہوں نے اسلام کی اشاعت کی، اور جہاں گئے لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا۔

یہ بات قدرے حیرت انگیز ہے کہ جب میں نے اسلام کا اعلان کیا تو بعض دوستوں نے کہا کہ اب میری نجات کا کوئی سامان نہیں ہو سکتا میں نے عذاب ابدی خرید لیا ہے دوسروں نے کہا کہ میں خواجہ صاحب کی پُر فریب باتوں کا شکار ہو گیا ہوں، کیونکہ خواجہ صاحب اور ان کے رفقا نے بھولے بھالے عیسائیوں کو گمراہ کرنے کا انتظام کیا ہے۔ مگر میری نظر میں خواجہ صاحب فطرةً کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے تھے۔ اور وہ ہمیشہ اپنی معلومات دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے تھے......"

لارڈ ہیڈلے ...... کے مندرجہ بالا الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کی شخصیت کیا تھی۔ آپ کن خوبیوں کے مالک تھے۔ عیسائی کس طرح آپ کے گرویدہ ہوئے، اور اسلام کو کس طرح آپ کے وجود سے تقویت حاصل ہوئی۔

اسلامک سوسائٹی

۱۸۸۶ء میں لندن میں ایک سوسائٹی بنام "انجمن اسلام" قائم ہوئی تھی جس کا یہ نام ۱۹۰۳ء میں بدل دیا گیا اور اسے "پین اسلامک سوسائٹی" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ مگر اس نام نے یورپین طبائع میں بہت بڑا اثر پیدا کیا اور انہوں نے اس سے غلط مفہوم لیا۔ اس لئے ۱۹۰۸ء میں اس نام کو بھی بدل کر اس کا نام "اسلامک سوسائٹی" رکھا۔

اس سوسائٹی کا مقصد مسلمانوں کی دینی، سیاسی اور علمی خدمات سرانجام دینا تھا۔ خواجہ صاحب سے پیشتر اس سوسائٹی کی کارگذاری برائے نام ہی تھی مگر آپ کے جانے اور شمولیت کے بعد اس سوسائٹی کی کارکردگی میں دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہوئی۔

پین اسلام ازم پر لیکچر

شروع شروع میں اس سوسائٹی کے جلسہ میں لارڈ ہیڈلے خواجہ صاحب کو بھی لے گئے اور اپنی تقریر کے دوران میں حاضرین سے ان کا تعارف کرایا اور ان کے بعض لیکچروں کا حوالہ بھی دیا۔ بعد ازاں خواجہ صاحب نے بھی "پین اسلام ازم" کے موضوع پر تقریر کی اور فرمایا:۔

"ہاں اگر "پین اسلام ازم" کے معنی یہ لئے جائیں کہ روئے زمین کی تمام انسانی روحیں مسلمان ہو جائیں۔ اور پیغمبر عرب صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لے آئیں تو یاد رہے کہ میں سب سے اوّل "پین اسلام ازم" کا مؤید اور حامی ہوں اور میں اسلام کی محبت کے لئے تمام قسم کی سزائیں بھگتنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ اسلام کی محبت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے۔ ...."

(باقی دارد)

(بقیہ از صفحہ ۲)

اور ہر دلعزیزی کی وجہ سے ہر طبقہ میں عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔

افسوس ہے کہ ان کی وفات یکایک ایسی حالت میں ہوئی جبکہ اس کا وہم و گمان نہ ہو سکتا تھا، مرحوم کشمیر لیبریشن کانفرنس میں شمولیت کے لئے ۱۲ مارچ کی صبح کو نہایت ہشاش بشاش ڈھاکہ جانے کے لئے ہوائی جہاز پر سوار ہوئے ابھی ہوائی جہاز کو روانہ ہوئے پینتیس منٹ ہی ہوئے تھے، کہ یکایک دل کا حملہ ہوا اور دم حیات ختم ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون، جہاز اسی وقت ان کی لاش کو لئے ہوئے واپس لاہور پہنچا، جہاں کنٹونمنٹ ملٹری ہسپتال میں معائنہ کے بعد نعش ان کے خاندان کے حوالہ کر دی گئی۔ اور اسی دن سہ پہر کو انہیں قبرستان میانی میں سپرد خاک کر دیا گیا، مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور ایک تیرہ سالہ بچی چھوڑی ہے، اللہ تعالےٰ ان کا حافظ و ناصر ہو، ہمیں ان سے اور خاندان کے دیگر افراد سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کو جنت نصیب کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

ہندوستان کے مغل بادشاہوں کا نظامِ عدل

(۲)

بعض اوقات جب ان کارروائیوں کی پابندی ہوتی تو ناظم صوبہ مداخلت کرتا۔ لب التواریخ کے مؤلف کا بیان ہے کہ مجرم جہاں گرفتار ہوتا، پہلے وہاں کی مقامی عدالت میں پیش کیا جاتا، اور اگر کوئی شخص کسی فیصلہ سے مطمئن نہ ہوتا تو وہ ناظم صوبہ یا قاضی دیوان صوبہ کے یہاں اپیل کرتا۔ جہاں مقدمہ کی تفتیش اور سماعت بڑی احتیاط اور توجہ سے کی جاتی، کیونکہ ہر شخص کو خوف یہ رہتا کہ کہیں بادشاہ تک یہ خبر نہ پہنچے کہ انصاف کرنے میں کوتاہی ہوئی۔ گر فریقین پھر بھی مطمئن نہ ہوتے تو وہ دیوان اعلےٰ کے یہاں اپیل کرتے، اگر شرعی مقدمہ ہوتا تو اس کی اپیل قاضی القضاۃ کے پاس ہوتی، یہ دونوں پوری سرگرمی سے مقدمے کی تفتیش کرتے اگر مقدمے مشکل ہوتے تو بادشاہِ وقت کے پاس بھیج دیئے جاتے۔ ٹیورنیر نے بھی ایسی اپیل کا ذکر کیا ہے، احمد آباد کی ایک بیوہ بڑی متمول تھی، اس کے رشتہ دار اس کی جائداد پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ کوشش کی کہ اس کے ایک نوزائیدہ لڑکے کو جو اپنے باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا، ناجائز ثابت کردیں۔ چنانچہ انہوں نے بیوہ کو بہت تنگ کیا تو اس نے احمد آباد کے ناظم کے پاس فریاد کی، ناظم نے اطباء کو بلاکر مشورہ کیا، انہوں نے بیوہ کی موافقت میں رائے دی، اور ناظم جائیداد کا وارث نوزائیدہ بچہ ہی کو قرار دیا۔ لیکن بیوہ کے رشتہ دار مطمئن نہیں ہوئے اور انہوں نے آگرہ بادشاہ کے یہاں اپیل کی، بادشاہ نے بیوہ اور بچہ دونوں کو طلب کیا یہ پوری کارروائی ہونے کے بعد ناظم صوبہ کا فیصلہ صحیح قرار دیا گیا، اس طرح بیوہ اپنے حریص رشتہ داروں کے ظالم پنجوں سے بچ گئی۔

جہانگیر نے بھی اسی طرح کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے، ایک شخص عبدالوہاب بن حکیم علی نے لاہور کے کچھ سادات کے خلاف اسی ہزار روپے کا جھوٹا دعویٰ دائر کیا، اور اس کے ثبوت میں ایک دستخط شدہ کاغذ اور کچھ گواہ بھی پیش کر دیئے، لیکن سادات لاہور نے اس کاغذ کو بالکل جعلی بتلایا، مدعی حلفیہ بیان دینے کے لئے تیار ہوگیا، قاضی اور صدر دونوں کو اس کا بیان مشکوک معلوم ہوا، انہوں نے جہانگیر کے پاس یہ مقدمہ بھیجدینا چاہا۔ جہانگیر نے پہلے تو کہلا بھیجا کہ ضروری شہادتیں لے کر اس کا فیصلہ کردیا جائے۔ لیکن جب معتمد خاں لاہور کے سادات سے ملا تو اس نے جہانگیر سے کہا کہ اس مقدمہ میں خاص شاہی توجہ کی ضرورت ہے۔ جہانگیر نے آصف خاں کو اس کی تفتیش کے لئے مامور کیا۔ جب آصف خاں نے فریقین کو طلب کیا تو عبدالوہاب کے ہوش و حواس خطا ہوگئے اس نے سادات لاہور کو آصف خاں کے پاس جانے سے روکا اور مقدمہ اٹھا لینے کا وعدہ کیا لیکن آصف خاں نے اسکو زبردستی پکڑوا بلایا، اس وقت اس نے اعتراف کیا کہ اس کا دعوےٰ جھوٹا ہے۔ اس کی سزا میں عبدالوہاب سے شاہی جاگیر اور منصب چھین لیا گیا اور سادات لاہور بری کر دیئے گئے۔

پنچایتی نظام

عدل و انصاف کا جو نظام تھا، اور اس کی جو سہولتیں حاصل تھیں، اس کی وجہ سے مقدمات کی تعداد زیادہ نہ ہونے پاتی تھی، اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی، کہ گاؤں کا پنچایتی نظام بدستور سابق قائم رکھا گیا تھا۔ برطانوی عہد کے حکام نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ گاؤں میں انیسویں صدی عیسوی تک پنچایتی عدالتیں برابر کام کرتی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے قضیئے ان ہی عدالتوں میں طے پاتے تھے اس لئے آج کل کی طرح بڑی عدالتوں میں مقدمات کا انبار نہ لگنے پاتا تھا۔ گاؤں کی پنچایتوں میں پوری دیانت اور غیر جانبداری سے جھگڑے چکا دیئے جاتے اور فریقین کو مالی تباہی میں مبتلا نہ ہونا پڑتا، گو ان کو اس کا پورا اختیار تھا کہ وہ اپنے مقدمات کی اپیل اونچی عدالتوں میں کریں مقدمات کی کمی کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ ان کا فیصلہ جلد سے جلد کر دیا جاتا تھا، اور پرگنوں کی عدالتوں میں جو مقدمات پیش ہوتے ان کے لئے فریقین کو لامتناہی مدت تک انتظار نہ کرنا پڑتا تھا۔

عدل نوازی کی اعلیٰ مثالیں

مغل بادشاہ منصفانہ فیصلے کرنے میں بہت سخت تھے، اگر مجرم کوئی بڑا عہدیدار یا بادشاہ کا رشتہ دار بھی ہوتا تو بھی اسکو سخت سے سخت سزا دینے میں تامل نہ کیا جاتا تھا، اور غلط قسم کے وقار اور رعب کو انصاف میں حائل ہونے نہیں دیا جاتا تھا، اور ہر حالت میں حکومت کی نیک نامی کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ مغل حکمران عوام کا اعتماد حاصل کرکے اپنا وقار قائم کرنا زیادہ بہتر سمجھتے تھے۔ وہ بیجا رعب بٹھانے کے قائل نہ تھے، ان کو جب کبھی کسی حاکم کے ظلم اور غیر منصفانہ رویہ کی خبر ملتی تو اس کو سخت سزا دینے میں مطلق تامل نہ کرتے۔ تمام مغلیہ سلاطین کا یہی طریقہ رہا۔ پادری مونسریٹ نے عہد اکبری کا حال لکھا ہے، کہ جب کوئی حاکم غلطی یا بری مثال پیش کرتا تو بادشاہ اس سے پورا مواخذہ کرتا، جن باتوں سے عوام کے اعتماد کو نقصان پہنچتا، ان کے انسداد میں بادشاہ کوئی رورعایت نہ کرتا اس لئے تمام حکام اس کی سختی سے خوف زدہ رہتے اور اس کے حکم کی تعمیل پوری تن دہی سے کرتے بادشاہ کو انصاف اور عوام کے حقوق کا بڑا لحاظ تھا، اگرچہ جہانگیر اور شاہجہان نے حکومت کے نظم و نسق میں اکبر جیسی مستعدی ظاہر نہیں کی لیکن عدل پروری میں کسی قسم کی کمی نہیں کی۔ اس میں شک نہیں کہ اچھی سے اچھی حکومتوں میں بھی بے انصافی اور بدمعاملگی کی مثالیں پائی جاتی ہیں، کوئی حکومت برائیوں کا پورا استیصال نہیں کرسکتی، لیکن مغلوں کے عہد میں جب نظم و نسق میں کچھ انتشار بھی پیدا ہوگیا تھا، اس وقت بھی عوام کے مفاد کی پوری نگہداشت کی گئی۔ اسکی شہادت ملکی اور غیر ملکی اہل قلم کی تحریروں سے ملتی ہے۔ سنہ ۱۵۸۴ء میں حاجی ابراہیم سرہندی گجرات کا صدر اور قاضی تھا۔ احمد آباد کے لوگوں نے اس کے خلاف درخواست دی ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ حاجی رشوتیں لیا کرتا تھا جب اس کی تفتیش کی گئی اور جرم صحیح ثابت ہوگیا تو قاضی کو نہ صرف برطرف بلکہ رنتھنبور کے قلعہ میں قید بھی کر دیا گیا، اکبر ہی کے عہد میں سید سلطان کھا تیسر کا کروڑی مقرر ہوا۔ اس نے وہاں بڑے مظالم ڈھائے تو اس کو موت کی سزا دی گئی، مرزا قلی کا واقعہ اوپر لکھا جا چکا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے، کہ وہ اڑیسہ میں جالیسر سے نراین گڑھ جا رہا تھا کہ ایک گاؤں میں اس کے ساتھی نے دو مور مار ڈالے، مرزا قلی کے تمام ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔ اور جب مجرم شقہ دار کے پاس پیش کیا گیا تو شقہ دار نے اس سے پوچھا کہ اس کو ہندوؤں کے گاؤں میں جاندار چیز مار ڈالنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ شقہ دار مسلمان تھا، اس لئے مرزا قلی نے یہ کہکر متاثر کرنا چاہا کہ اسلام میں جانوروں کو مارنے کی ممانعت نہیں ہے۔ شقہ دار نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے، لیکن ہمارے بادشاہ نے جب اس علاقہ کو فتح کیا تو وعدہ کیا تھا کہ وہ اور اس کے جانشین یہاں کے لوگوں کو ان کے قوانین اور مراسم کے مطابق زندگی بسر کرنے دیں گے۔ اس لئے وہ کسی قسم کی وعدہ شکنی پسند نہیں کرسکتا۔ شقہ دار نے مرزا قلی سے سزا کو ہلکا کر دینے کا وعدہ کیا، بشرطیکہ مدعی بھی راضی ہوجائے۔ کیونکہ وہ مدعی کو ناراض کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس جرم کی سزا ہاتھ کاٹ دینے کی سزا تھی۔ شقہ دار نے صرف انگلیاں کاٹ دینے کا حکم دیا لیکن مرزا قلی نے اس سزا کی بھی عذر داری کی، بالآخر مدعی کی خواہش پر مجرم کو اس کے سامنے کوڑے لگوا کر بری کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دارالسلطنت سے دور دراز مقامات میں بھی رائے عامہ کا کس طرح لحاظ رکھا جاتا تھا، پایۂ تخت کے قریب و جوار میں تو اور بھی حالات اطمینان بخش رہے ہوں گے۔ جہانگیر اور شاہجہان نے کبھی کبھی غیر جانبدارانہ پالیسی ضرور اختیار کی، لیکن انہوں نے عوام کی روایات کا لحاظ برابر رکھا اور پھر وہ ان کے مطالبات کے سامنے جھکتے بھی رہے شاہجہان نے بنگال کے ناظم کو محض اس لئے عہدہ سے

جلد ۴۵ || یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۴ شعبان ۱۳۷۵ھ - مطابق ۴ مارچ ۱۹۵۶ء || ۱۳

زرِ مبادلہ

پاکستان و ہندوستان سے - چھ روپے سالانہ

ممالک غیر سے - پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں

مصطفٰے ما را امام و پیشوا

حضرت محمد مصطفٰے ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں

ہر نبوت را برو شد اختتام

ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں

خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے

جان و دل اس راہ پر قربان ہے

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

(مسیح موعودؑ)

ارشاداتِ مسیح موعودؑ

معجزاتِ نبی کریمؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کر وڑ معجزوں سے بڑھکر معجزہ تو یہ تھا کہ جس غرض کے لئے آئے تھے اسے پورا کر گئے یہ ایسی بے نظیر کامیابی ہے کہ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی میں کامل طور سے نہیں پائی جاتی حضرت موسےٰ بھی رستے ہی میں مر گئے۔ اور حضرت مسیحؑ کی کامیابی تو ان کے حواریوں کے سلوک سے ہویدا ہے۔ ان آپکو ہی یہ شان حاصل ہوئی کہ جب گئے تو رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا یعنی دین اللہ میں فوجوں کی فوجیں داخل ہوتے دیکھ کر۔

دوسرا معجزہ - تبدیل اخلاق ہے کیا تو وہ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ چار پایوں سے بھی بدتر تھے یا یبیتون لربھم سجدا و قیاما۔ رات نمازوں میں گذارنے والے ہوئے۔

تیسرا معجزہ - آپ کی غیر منقطع برکات ہیں۔ کل نبیوں کے فیوض کے چشمے بند ہو گئے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ابد تک جاری ہے چنانچہ اسی چشمہ سے پی کر ایک مسیح موعود اس امت میں ظاہر ہوا۔ چوتھی یہ بات بھی آپ ہی سے خاص ہے کہ کسی نبی کے لئے اس کی قوم ہر وقت دعائیں نہیں کرتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کے کسی نہ کسی حصہ نماز میں مشغول ہوتی ہے اور پڑھتی ہے اللّٰھم صل علی محمد اس کے نتائج برکات کے رنگ میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے سلسلہ مکالمات الٰہی ہے جو امت کو دیا جاتا ہے۔

پیشگوئیوں کا ظاہری رنگ ۱۱ اپریل ۱۹۰۷ء۔ خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے سے کسی نے سوال کیا کہ ہم میں وہ سب پیشگوئیاں ظاہری طور پر پوری نہیں ہوتیں تو انہوں نے کیا اچھا جواب دیا کہ کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہودیوں کے خیال کے مطابق سب باتیں پوری ہو گئی تھیں وہ تو کہتے تھے کہ بنی اسحاق میں سے ہو گا۔ تو کیا پھر وہ نبی انہی میں سے آیا ایسا ہی مسیح کی نسبت جو کچھ لوگ خیال کئے بیٹھے تھے کہ پہلے ان سے ایلیاہ آئے گا تو کیا الیاس آسمان سے اترا آیا تھا ہرگز نہیں پس اسی طرح ضرور نہیں کہ مسیح موعود کے بارے میں سب نشان ان لوگوں کی خواہشات کے مطابق ہی ظہور میں آتے۔ ایسی غلطیاں ہر ایک قوم میں پڑ جاتی ہیں آخر مامور من اللہ آکر ان غلط عقائد و خیالات کی اصلاح کر دیتا ہے اصل میں جب کسی شخص کے منجانب اللہ ہونے کو اللہ تعالیٰ اپنے نشانوں سے ثابت کر دے تو پھر اسکی ہر بات اختلافی مسئلہ میں قول فیصل ہوتی ہے اور سب پیشگوئیوں کے معنے وہی کئے جانے چاہئیں جو وہ کہے۔ (بدر ۹ مئی ۱۹۰۷ء)

ہمارے عقائد

- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔
- ہم آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔" "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"
- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنیکے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہوں گے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے رجال یکلمون غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)
- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ میں:- "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام ۴۲۱)

مسیح موعودؑ کا ذکر احادیث اور قرآن کریم میں

کیا احادیث ظنیات کا مجموعہ ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب شہادۃ القرآن سے

احادیث نے سلسلہ تعامل کو قوی کر دیا

سو واضح ہو کہ اس یقین کے بہم پہنچانے کے لئے تعامل قولی ... کا سلسلہ نہایت تسلی بخش نمونہ ہے مثلاً وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز فجر کی اس قدر رکعت اور نماز مغرب کی اس قدر رکعات ہیں اگرچہ فرض کرو کہ ایسی حدیثیں دو یا تین ہیں اور بہرحال احاد سے زیادہ نہیں۔ مگر کیا اس تحقیق اور تفتیش سے پہلے لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے اور حدیثوں کی تحقیق اور راویوں کا پتہ ملنے کے بعد پھر نمازیں شروع کرائی گئی تھیں بلکہ کروڑہا انسان اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ اور اگر فرض کے طور پر حدیثوں کے اسنادی سلسلہ کا وجود بھی نہ ہوتا۔ تاہم اس سلسلہ تعامل سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت تھا کہ نماز کے بارے میں اسلام کی مسلسل تعلیم وقتاً بعد وقتٍ اور قرناً بعد قرنٍ یہی چلی آتی ہے۔ ہاں احادیث کی اسناد مرفوعہ متصلہ نے اس سلسلہ کو نورٌ علیٰ نور قرار دیا۔ پس اگر اس قاعدے سے احادیث کو دیکھا جائے تو ان کے اکثر حصہ کو جس کا معین اور مددگار سلسلہ تعامل ہے۔ احاد کے نام سے یاد کرنا بڑی غلطی ہوگی۔ اور درحقیقت یہی ایک بھاری غلطی ہے جس نے اس زمانہ کے نیچریوں کو صداقت اسلام سے بہت ہی دُور ڈال دیا وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا اسلام کی وہ تمام سُنن اور رسوم اور عبادات اور سوانح اور تواریخ جن پر حدیثوں کا حوالہ دیا جاتا ہے، وہ صرف چند حدیثوں کی بناء پر ہی قائم ہیں، حالانکہ یہ انکی فاش غلطی ہے بلکہ جس تعامل کے سلسلہ کو ہمارے نبی صلعم نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا تھا وہ ایسا کروڑہا انسانوں میں پھیل گیا تھا کہ اگر محدثین کا دنیا میں نام و نشان بھی نہ ہوتا تب بھی اس کو کچھ نقصان نہ تھا۔

جمع احادیث سے پہلے دین پر عمل

یہ بات ہر ایک کو ماننی پڑتی ہے کہ اس مقدس معلم اور مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی باتوں کو ایسا محدود نہیں رکھا تھا کہ صرف دو چار آدمیوں کو سکھلائی جائیں اور باقی سب اس سے بے خبر ہوں، اگر ایسا ہوتا تو پھر اسلام ایسا بگڑتا کہ کسی محدث وغیرہ کے ہاتھ سے ہرگز درست نہیں ہو سکتا تھا۔ اگرچہ آئمہ حدیث نے دینی تعلیم کی نسبت ہزارہا حدیثیں لکھیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ وہ کونسی حدیث ہے کہ جو ان کے لکھنے سے پہلے ان پر عمل نہ تھا اور دنیا اس مضمون سے غافل تھی۔

تعامل میں نہ آنیوالی حدیثیں

اگر کوئی ایسی تعلیم یا کوئی ایسا واقعہ یا ایسا عقیدہ ہے جو اس کی بنیادی اینٹ صرف آئمہ حدیث نے ہی کسی روایت کی بناء پر رکھی ہے اور تعامل کے سلسلہ میں جس کے کروڑہا افراد انسانی قائل ہوں اس کا کوئی اثر و نشان دکھائی نہیں دیتا اور نہ قرآن کریم میں اس کا کچھ ذکر پایا جاتا ہے تو بلاشبہ ایسی خبر، احادیث کا پتہ بھی سو ڈیڑھ سو برس کے بعد لگا یقین کے درجہ سے بہت ہی نیچے گری ہوگی، اور جو کچھ اس کی ناقابل تسلی ہونے کی نسبت کہا جائے وہ بجا ہے، لیکن ایسی حدیثیں درحقیقت دین اور سوانح اسلام سے کچھ بڑا تعلق نہیں رکھتیں، بلکہ اگر سوچ کر دیکھو تو آئمہ حدیث نے ایسی حدیثوں کا بہت ہی کم ذکر کیا ہے جن کا تعامل کے سلسلہ میں نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ پس جیسا کہ بعض جاہل خیال کرتے ہیں یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ دنیا نے دین کے صدہا ضروری مسائل یہاں تک کہ صوم و صلوٰۃ بھی صرف امام بخاری اور مسلم کی احادیث سے سیکھے ہیں، کیا سو ڈیڑھ سو برس تک لوگ بے دین ہی چلے آتے تھے کیا وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے حج نہیں کرتے تھے اور ان تمام اسلامی عقائد کے امور سے جو حدیثوں میں لکھے ہیں بے خبر تھے حاشا و کلا ہرگز نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرے اس کا محض ایک تعجب انگیز نادانی ہے۔

آئمہ حدیث کا احسان

پھر جب کہ بخاری اور مسلم وغیرہ آئمہ حدیث کے زمانہ سے پہلے بھی اسلام ایسا ہی سرسبز تھا جیسا کہ ان اماموں کی تالیفات کے بعد تو پھر یہ خیال کس قدر بے تیزی اور نافہمی ہے کہ سراسر تحکم کی راہ سے یہ اعتقاد کر لیا جائے کہ صرف دوسری صدی کی روایتوں کے سہارے سے اسلام کا وہ حصہ پھولا پھلا ہے جس کو حال کے زمانہ میں احادیث کہتے ہیں اور افسوس تو یہ ہے کہ مخالف تو مخالف ہمارے مذہب کے بے خبر لوگوں کو بھی یہی دھوکا لگ گیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ گویا ایک مدت کے بعد صرف حدیثی روایات کے مطابق بہت سے مسائل اسلام کے ایسے لوگوں کو تسلیم کرائے گئے ہیں کہ جو ان حدیثوں کے قلمبند ہونے سے پہلے ان مسائل سے بکلی غافل تھے بلکہ حق بات جو ایک بدیہی امر کی طرح ہے کہ آئمہ حدیث کا اگر لوگوں پر کچھ احسان ہے تو صرف اس قدر کہ وہ امور جو ابتدا سے تعامل کے سلسلہ میں ایک دنیا ان کو مانتی تھی، ان کی اسناد کے بارے میں ان لوگوں نے تحقیق اور تفتیش کی اور یہ دکھلا دیا کہ اس زمانہ کی موجودہ حالت میں جو کچھ اہل اسلام تسلیم کر رہے ہیں یا عمل میں لا رہے ہیں یہ ایسے امور نہیں جو بطور بدعات اسلام میں اب مخلوط ہو گئے ہیں۔ بلکہ یہ وہی گفتار و کردار ہے جو آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمائی تھی۔

حدیث سے نفرت بصیرت ایمانی کے خلاف ہے

افسوس کہ اس صحیح اور واقعی امر کے سمجھنے میں غلط فہمی کر کے کوتہ اندیش لوگوں نے کس قدر غلطی کھائی جس کی وجہ سے آج تک وہ حدیثوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اگرچہ یہ تو سچ ہے کہ حدیثوں کا وہ حصہ جو تعامل قولی و فعلی کے سلسلہ سے باہر ہے اور قرآن سے تصدیق یافتہ نہیں یقین کامل کے مرتبہ پر مسلم نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آگیا اور کروڑہا مخلوقات ابتدا سے اس پر اپنے عملی طریق سے محافظ اور قائم چلی آئی ہے اس کو ظنی اور شکی کیونکر کہا جائے۔ ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک اور باپوں سے دادوں تک اور دادوں سے پردادوں تک بدیہی طور پر مشہود ہو گیا اور اپنے اصل مبدء تک اس کے آثار اور انوار نظر آ گئے اس میں تو ایک ذرہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی اور بغیر اس کے انسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عملدرآمد کو اوّل درجہ کے یقینیات میں سے یقین کرے۔ پھر جبکہ آئمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد راستگو اور متدین راویوں کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی اس پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ (باقی)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۴ اپریل ۱۹۵۶ء

جماعت احمدیہ اور مسئلہ جہاد

جہاد کے مسئلہ پر ان کالموں میں بے شمار مرتبہ لکھا جا چکا ہے، اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ جماعت احمدیہ یا اس کے مقدس بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ..... جہاد کو اس رنگ میں کبھی منسوخ یا حرام قرار نہیں دیا کہ دشمن دین اسلام کو مٹانے یا مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے لئے تلوار یا توپ و تفنگ سے حملہ آور ہوں اور اس کا دفاع نہ کیا جائے۔ جس جہاد کو آپ نے حرام قرار دیا وہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کفار کو بغیر اس کے کہ وہ تلوار سے حملہ آور ہوں تہ تیغ کر دیا جائے، اس قسم کا جہاد نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا اور نہ قرآن نے اس کی اجازت دی، قرآن نے جس جہاد کی اجازت دی ہے وہ یہی ہے کہ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا، خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ لڑو، جو تم سے مقاتلہ کریں اور زیادتی مت کرو، اس جہاد کی اجازت مسلمانوں کو اس وقت دی گئی جب وہ انتہائی ظلم و ستم کا شکار ہو رہے تھے۔ تیرہ سال تک مکہ میں کفار کے مظالم برداشت کرنے کے بعد جب وہ مدینہ آ گئے تو وہاں بھی انہیں چین نہ لینے دیا گیا اور مشرکین عرب بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ ان پر چڑھائی کر کے آ گئے اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے، وہ لوگ جن کو اپنے گھروں سے بغیر کسی صحیح وجہ کے نکالا گیا۔ سوائے اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا دفاع بعض سے نہ کراتا... تو یقیناً صومعے اور راہبوں کی کوٹھڑیاں اور عبادتگاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے، گرا دی جاتیں اور اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے، یقیناً اللہ تعالیٰ طاقتور اور غالب ہے۔

برٹش حکومت اور مسلمان

یہ ہے وہ جہاد جس کی اجازت مسلمانوں کو اس وقت دی گئی جب وہ انتہائی خطرناک حالات میں گھر چکے تھے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے وقت میں یہ حالات کہاں تھے، سلطنت انگلشیہ اگرچہ اس ملک میں مسلمانوں کی حامی اور خیر خواہ نہ تھی، اور اس نے سلطنت مغلیہ کی انتہائی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر برصغیر ہند میں اپنے قدم جمائے اور جو لوگ ان کے مقابلہ میں آئے انہیں تہ تیغ کیا گیا اور ان کی فوجی طاقت کا مقابلہ کرنے سے مسلمان عاجز آ گئے، لیکن جہاں تک مذہب اور دین کا تعلق ہے برٹش حکومت نے اپنا تسلط پورے طور پر قائم کر لینے کے بعد برصغیر ہند کے تمام باشندوں کو پوری مذہبی آزادی دے دی، اور یہ اعلان کر دیا کہ کسی شخص کے مذہبی عقیدہ میں کسی قسم کی مداخلت حکومت کی طرف سے نہ کی جائے گی۔ اس اعلان کے بعد مسلمان اور تمام دوسرے مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب اور عقائد پر پوری آزادی کے ساتھ نہ صرف خود عمل پیرا ہوئے بلکہ ایک دوسرے کو اپنے مذاہب اور عقائد کی تبلیغ بھی کھلے طور پر کرتے رہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مناظرات ہوتے رہے یہاں تک کہ مسیحی عقائد کی بھی کھلے طور پر تردید ہوتی رہی اور مسیحی منادوں کے ساتھ تحریر و تقریر کے ذریعہ سے بحث و مباحثات ہوتے اور خود حضرت مرزا صاحب نے نہایت سختی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا لیکن حکومت نے کبھی اس میں دخل نہ دیا نہ کسی ایک یا دوسرے مذہب کو بجبر دبانے کی کوشش کی، سوائے اس کے کہ حفظ امن کے لئے جہاں ضرورت پیش آئی مناسب اقدام کیا گیا۔

جہاد بالسیف اور حضرت مرزا صاحب

ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں جہاد بالسیف کو جائز قرار دینا یا ایسی حکومت کے ساتھ دینی وجوہ کی بناء پر جنگ کرنا قرآن سے کھلا انحراف اور اس کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہے، اسی لئے انگریزی عملداری کے قیام کے بعد اس وقت کے جید علماء اور مسلم زعماء نے حکومت کی وفاداری کے وعظ لوگوں کو کئے اور انگریزی حکومت کی اطاعت کر کے عملاً اس کے ساتھ جہاد کو حرام قرار دیا۔ اسی بات پر حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں زیادہ وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے حکومت انگلشیہ کی مذہبی رواداری کی تعریف و توصیف کی اور ایسی عادل گورنمنٹ کی اطاعت و وفاداری کو اپنا جزو مذہب قرار دیا، اور جہاد بالسیف کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ ایسے امن و امان کے عہد میں جب مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہے اور سیاسی اور اخلاقی پہلو سے وہ اب اس قابل نہیں کہ تلوار کے ذریعہ سے اقتدار حاصل کر سکیں جہاد کا خیال ترک کر دینا چاہیئے، آپ کے یہ الفاظ اس حقیقت پر پوری روشنی ڈالتے ہیں وجوہ الجهاد معدومة في هذا الزمن وهذه البلاد جہاد کے شرائط اس زمانہ اور اس ملک میں مفقود ہیں پس جب شرائط ہی موجود نہ تھے جن کو اوپر آیات قرآنی میں واضح کیا جا چکا ہے تو جہاد کا جواز کہاں باقی رہ گیا ...... اور ان حالات میں اگر حضرت مرزا صاحب نے جہاد کو حرام قرار دیا تو کیا گناہ کیا؟ انہوں نے وہی بات کہی جو تمام مسلمان علماء اور دوسرے لوگوں نے عملاً کر کے دکھائی۔ کون مسلمان مولوی تھا جو برٹش حکومت کے مقابلہ میں علم جہاد لے کر اٹھا، کس نے برطانوی عہد میں جہاد کو ضروری اور جائز قرار دیتے ہوئے اس پر عمل کر کے دکھایا، اگر جہاد حرام نہیں تھا تو ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو ایسا عقیدہ رکھتے ہوئے حکومت کی اطاعت میں سرگرم رہے، کیا وہ منافقانہ زندگی بسر کرتے تھے؟ خدا کا شکر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایسی منافقانہ زندگی کو اپنا شعار نہیں بنایا بلکہ وہی بات کہی جو دل میں تھی، اور وہی عمل کر کے دکھایا جو آپ کا عقیدہ تھا اور قرآن اس عقیدہ کا مؤید ہے۔

الجماعت کا مضمون

افسوس ہے کہ ان واضح حقائق کے ہوتے ہوئے جن پر بے شمار مرتبہ روشنی ڈالی جا چکی ہے آج بھی بعض لوگ حضرت مرزا صاحب پر طعنہ زن ہیں کہ انہوں نے جہاد کو حرام قرار دیا، انگریز کی اطاعت ضروری قرار دی، اسی قسم کا ایک مضمون کراچی کے ہفت روزہ اخبار "الجماعت" نے لکھا ہے، جس میں حضرت مرزا صاحب کی بعض تحریرات کی کتر بیونت کر کے اور غلط حوالے دے کر جماعت احمدیہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم آئندہ اشاعت میں اس پر مفصل روشنی ڈالیں گے کہ اس پس منظر کے ہوتے ہوئے جس کا ذکر اوپر ...... کیا گیا ہے، "الجماعت" کی غلط بیانیوں کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

گرنتھی صاحب کا پتہ۔

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

"ملتان میں دو ڈاک خانے ہیں ایک سٹی پوسٹ آفس اور ایک ہیڈ پوسٹ آفس۔ میرے پتہ پر ملتان سٹی لکھ دینے سے ڈاک دیر میں پہنچتی ہے کیونکہ پہلے سٹی جاتی ہے پھر ہیڈ آفس جس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، آئندہ کے لئے جملہ احباب میرا پتہ نوٹ کر لیں جو حسب ذیل ہے:۔

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر کا ورود کراچی

محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لکھتے ہیں :۔

گذشتہ چند ایام میں حضرت امیر قوم کا یہاں ورود پُر رونق رہا۔ امید قوی ہے زمین کا انتظام کچھ بہتر ہو جائے میں بھی چوہدری امجد خان صاحب کے ساتھ حیدر آباد اور پھر وہاں سے قاضی احمد گیا تھا جب سب احباب .... متعلقہ بندوبست کے لئے وہاں گئے تھے اس زمین کی خاطر خواہ آبادکاری سے خدا تعالےٰ نے چاہا تو بہت سی مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ ایک نئے صاحب جو اپنی تحقیق سے داخل سلسلہ ہوئے ہیں ان کا فارم بیعت ارسال ہے۔ ان صاحب نے گزشتہ جمعہ بالمشافہ بھی حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کی کچھ تحقیق وغیرہ کا مختصر خاکہ اخبار میں بھی چھپ جائے گا۔ انہوں نے گذشتہ اتوار پبلک جلسہ میں کچھ بیان کیا تھا۔ ان کا نام سید عبد اللطیف ہے۔

—— حیدر آباد دکن سے محترم شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں :۔

"دکن کے بہت سے نوجوان طالب علم بھی حیدر آباد مشن کے زیر تبلیغ ہیں۔ ان میں سے بعض عمدہ ہونہار بھی اور جذبۂ اسلامی رکھتے ہیں۔ ان کو وقتاً فوقتاً لٹریچر ارسال کرتا رہتا ہوں اور وہ قیمتاً بھی کتابیں منگاتے رہتے ہیں۔ سلسلہ خط و کتابت ان سے جاری ہے۔ بطور نمونہ مڈل اسکول کے ایک طالب علم کا کارڈ برائے ملاحظہ منسلک ہذا ہے۔ ہائی کلاسوں اور کالجوں کے طلباء کی بھی فرمائشیں اور خطوط آتے رہتے ہیں۔ متذکرہ بالا کارڈ میں لکھا ہے :۔

از گلبرگہ شریف۔

بخدمت جناب بھائی انعام الحق صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی روانہ کردہ قرآن کی تفسیر کو دیکھ کر میرے ایک اور دوست کو بھی خواہش ہوئی ہے جو کہ طالب علم ہیں ۵ روپے ہر آنے فی جلد میرے نام روانہ کریں تو مہربانی ہوگی۔ دوسری چیز یہ ہے کہ میرے لئے دیگر مذہبی کتب ہیں تو معلوم کرائیں تاکہ میں روپیہ روانہ کرکے کتابیں لے کر کچھ دین کی خدمت کر سکوں، اس بڑھتے ہوئے جذبے کو بڑھانا آپ جیسے علم دین والوں کا کام ہے۔ اس کے علاوہ اردو میں محمد علی صاحب مرحوم کی تفسیر کیا قیمت میں ملتی ہے۔ دیگر حضرت مسیح الزمانؑ کی لکھی ہوئی کتابیں ہوں تو معلوم کرائیں تاکہ میرا بھی صدر کھل جائے مجھے بھی دین کی خدمت کرنے کا بڑا شوق ہے دعا کریں امید۔ آپ مرزا صاحب کا لٹریچر معلوم کرائیں گے۔ اور آپ کا سالانہ جلسہ کب ہے مرزا صاحب سے مجھے دلی محبت ہے جو کام آپ کر رہے ہیں خدا مجھ سے بھی دین کا کام جلد از جلد لے"۔

آپ کا دوست ۔ محمد عبید الرحیم طالب علم

—— مس قدسیہ رحمان صاحبہ مونگھیر اور مس زرینہ تاج رحمان صاحبہ جمونی (ضلع مونگھیر۔ صوبہ بہار) ہماری جماعت کی دو مخلص و دیندار نوجوان بچیاں ہیں۔ خدمت دین کے کاموں میں شوق سے حصہ لیتی رہتی ہیں، وہ چندہ ماہوار باقاعدہ ادا کرتی ہیں۔ دونوں کا امتحان ماہ مارچ ۵۶ء کے اول ہفتہ میں ہو رہے ہیں۔ وہ جملہ بزرگان و خواتین جماعت سے کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں ؎

سانحۂ ارتحال

شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی ملتان سے لکھتے ہیں :۔

مؤرخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۵۶ء کو چھنگی (ملتان) میں چوہدری سلطان علی صاحب کے برادر خورد چوہدری ناصر علی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جماعت ملتان اس نوجوان کی وفات پر اظہار افسوس کرتی ہے اور جناب سلطان علی صاحب اور چوہدری نبی بخش صاحب اور مرحوم کی اہلیہ محترمہ سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام بخشے اور اس کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

مؤرخہ ۲۳ر مارچ۔ جمعہ کے روز جماعت ملتان نے مرحوم چوہدری ناصر علی صاحب اور مرحوم مولانا عبد السلام صاحب خلف حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ کا جنازہ غائبانہ پڑھا جملہ احباب اور جماعتوں سے درخواست ہے کہ چوہدری ناصر علی صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ ادا کریں۔

پیغامِ صلح :۔ ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

—— نیروبی سے محمد صدیق لان کی طرف سے ماہ جنوری میں مبلغ -/۲۵ روپے اور بلقیس زمانی کی طرف سے مبلغ -/۲۵ روپے بمد چندہ ماہوار شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی کی معرفت خزانہ انجمن میں وصول ہوئے جزاہما اللہ خیراً

غلط فہمیوں کا ازالہ

ذیل کا خط میاں چنوں سے سیکرٹری صاحب کو موصول ہوا ہے۔

مکرمی محترمی جناب سیکرٹری صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ ہماری درخواست کے مطابق "غلبۂ قرآن" اور "جمہوریت اسلامیہ" آپ کے دفتر سے موصول ہوئے۔ جزاک اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر الجزاء۔ ہم بخلوص قلب آپ کی انجمن کے شکر گذار ہیں۔ آپکی مرسلہ تمام کتابوں کو اولاً اس ہیچمدان نے پڑھا۔ یقیناً میری غلط فہمیوں کا بڑی حد تک ازالہ ہو گیا اور مجھے افسوس ہے کہ آپ حضرات کو بہت

۴۴

زیادہ غلط اور قطعاً خلاف اصلیت سمجھا گیا ہے۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ے دین ملاں فی سبیل اللہ فساد مجھے یقین ہے کہ میرے اور یہاں کے خطیب جامع مسجد کی طرح جو کوئی بھی آپ کی گرانقدر علمی کتابوں کا تخلیۂ قلب کے ساتھ مطالعہ کرے گا وہ اپنے خیالات کی اصلاح کرنے پر مجبور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات دین کو شرف قبول سے نوازے اور اللہ تعالیٰ آپکو زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آپکی حسب ذیل کتب ہم کو وصول ہوئی ہیں (۱) ضرورت حدیث (۲) غلبۂ قرآن (۳) زندہ نبی کی زندہ تعلیم (۴) جمہوریت اسلامیہ۔ ان کے علاوہ سلسلہ کے تبلیغی کتابچے۔ اور ہم ان سب کے لئے نہایت مشکور ہیں۔

مخلص ....

مولٰنا آفتاب الدین کی یاد میں

شیخ غلام ربانی صاحب امریکہ

چھین کے ہم سے لے گئی موت وہ رجلِ خوش نوا
جس کا وجودِ باسعود تھا شبِ تار میں ضیا

اے میرے ساتھیو سنو پھیل چلی ہیں ظلمتیں
سائے طویل ہو چلے خوف کی چاپ ہے ہوا

گُل ہو گئی ہیں مشعلیں تند ہے بادِ سخت تر
محفلِ شب بکھر گئی کون یہ ہم سے چل دیا

گہنا گیا ہے آفتاب۔ ڈوب گئی ہے زندگی
بڑھ کے خزاں نے توڑ لی شاخِ بہارِ جانفزا

یہ ہے بجا کہ ہم سے آج ایک عزیز چھن گیا
ایک رفیق چھن گیا۔ اُف یہ جہانِ غم کُشا

ساتھیو وہ رفیق تھا جس نے طویل رات میں
خون سے شمعِ عشق کو پہلے سے سوا کیا

اس کی وہ شمع دلفریب۔ ارضِ حجاز کی ضیاء
سوگ شریک ساتھیو جلتی رہے گی اب بھی کیا؟

—— پوچھ رہی ہے سوگوار تم سے رفیق کی وفا

ملفوظاتِ احمدیہ یعنی حضرت مسیح موعود کی تقاریر جو دسمبر ۱۹۰۸ء تک سات جلدوں میں جمع کی گئی ہیں، عرصہ سے ختم تھیں، اب ایک دوست سے ان کے چند سٹ مل گئے ہیں۔

ساتوں حصوں کی قیمت گیارہ روپے۔ محصولڈاک علاوہ

قرآن اور حدیث کی حفاظت کا سامان اور دین کی امامت کے بارہ میں اسلام کا پیدا کردہ انقلاب

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ .... فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ——— (سورۃ توبہ آیات ۱۲۲ تا ۱۲۹)

قرآن اور حدیث کی حفاظت

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حفاظت کا سامان کیا ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے بھی ایک اعلان کیا ہے چنانچہ فرمایا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ وہ آیت جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ الخ۔ اس کے اندر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات کی جس کو حدیث کہتے ہیں حفاظت کا سامان فرمایا ہے۔

سابق آسمانی کتابوں میں تحریف

آپ جانتے ہیں کہ جس قدر آسمانی کتابیں قرآن سے پہلے نازل ہوئیں ان کے ماننے والے تو اعتراف کرتے ہیں کہ وہ محفوظ نہیں رہیں۔ انجیل کے متعلق بیشمار مفسرین نے لکھا ہے کہ ان میں انسانی ہاتھ کا بہت بڑا دخل ہے۔ توریت کے متعلق بھی یہودی مفسرین مانتے ہیں کہ اس میں تحریف ہوئی ہے، اور عیسائی مفسرین نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے، کہ توریت اور اناجیل انسانی دستبرد سے محفوظ نہیں ہیں، ایسا بھی ہوا کہ دشمن نے توراۃ کے تمام صحیفے جلا دیئے اور عزرہ نے اپنی یادداشت سے ان کو دوبارہ لکھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے سو سال بعد ان کی زندگی کے حالات موجودہ اناجیل کی شکل میں لکھے گئے۔ اسی طرح وید کے مفسرین نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ بے شمار لوگوں نے اپنی باتیں ان میں درج کر دی ہیں۔

قرآن کا محفوظ ہونا مسلمہ امر ہے

لیکن قرآن کے متعلق تمام جہان یہ مانتے ہیں کہ قرآن کریم بالکل محفوظ ہے۔ اور یہی قرآن جو بین الدفتین ہمارے پاس موجود ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ بہر صورت مسلمان تو اس کے قائل ہیں بلکہ یورپ کے اعلیٰ پایہ کے فضلاء بھی اس بات کے معترف ہیں اور قرآن کا من و عن محفوظ رہنا ان کے نزدیک ایک مسلم امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس کتاب کو محفوظ فرمایا۔

حدیث کی حفاظت کا سامان

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی جو تفسیر فرمائی .... اور اس کو حدیث کہتے ہیں۔ اس کی بھی حفاظت کا سامان اللہ تعالیٰ نے فرما دیا، فرمایا کہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام کے تمام مومن دین سیکھنے کے لئے نکل پڑیں، اس واسطے ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ کیوں نہ ایسا ہو کہ تمام قبائل میں سے کچھ لوگ ان کے نمائندے بن کر آئیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بیٹھیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تفسیر اور قرآن کریم کے احکامات کی تفصیلات سے آگاہ ہوں۔ نبی کریم صلعم وَيُزَكِّيْهِمْ ان کا تزکیہ بھی کر دیں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور انہیں قرآن کریم سکھائیں اس کے علوم اور حکمت بھری باتوں سے انہیں بہرہ ور کریں یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ ہے، اور قوم کا فریضہ یہ ہے کہ تمام اطراف اور قبائل سے لوگ نکل آئیں تا کہ دین کو سیکھ سکیں، وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا الخ جب اپنی قوم کے پاس واپس جائیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر ان کے سامنے بیان کریں۔

اسی اہتمام کی وجہ سے تمام عرب میں اسلام پھیل گیا۔۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ کے یعنی صرف مسلمان ہی نہیں ہوئے بلکہ نبی کریم صلعم کے بتائے ہوئے احکام پر عملدرآمد کر کے خالص مسلم بن گئے۔ اس کے دقائق کو انہوں نے سمجھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا، پینا، نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، تہجد پڑھنا غرضیکہ دین کے تمام امور آپ سے سیکھ کر اسی پر عمل پیرا ہوئے، حضور کے تمام اعمال اور حرکات و سکنات انہوں نے دیکھیں، الغرض حضور کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ سے فیضیاب ہونے کے بعد وہ لوگ ملک کے تمام حصوں میں چلے گئے اور ہر جگہ جا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیلایا۔

تمام ممالک میں مسلمانوں کا ایک ہی دین ہے

یہی وجہ ہے کہ آج تمام ممالک میں ایک ہی دین پایا جاتا ہے، تیونس، الجیریا، مصر، شام، عرب، ہندوستان، پاکستان، چین وغیرہ تمام ممالک میں ایک ہی نماز، ایک ہی روزہ اور تمام احکام دین وہی ہیں جو ہندوستان اور پاکستان اور عرب میں ہیں، مختصر یہ کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کا دین ایک ہے۔ یہ کتنا بڑا انتظام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اس انتظام کی برکت سے آج ایک مسلمان جس ملک میں بھی جاتا ہے دین اسلام کو ہر جگہ ایک ہی پاتا ہے، کسی پہاڑ پر چلے جائیں یا جنگل میں نکل جائیں، ہر جگہ دین یہی ملے گا، ایک عالم فاضل کی نماز میں اور ایک غیر تعلیم یافتہ آبادی سے دور مویشی چرانے والے کی نماز میں کوئی فرق آپ نہیں پائیں گے۔ غرض دنیا کے کسی حصہ میں آپ چلے جائیں، کسی طبقہ میں جا کر دیکھ لیں، آپ کو مشاہدہ ہو جائیگا کہ دنیا کی متمدن یا غیر متمدن مسلمان اقوام میں خواہ وہ پاکستان میں بستی ہوں یا افغانستان یا افریقہ یا یورپ اور امریکہ وغیرہ میں سب کا دین ایک ہے۔

عیسوی دین میں اختلاف

پچھلی جنگ میں اٹلی نے حبشہ پر قبضہ کر لیا (کیونکہ ان مہذب اقوام کو دوسری قوموں یا ملکوں پر قبضہ و اقتدار کا حق حاصل ہے) وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اٹلی کا رومن کیتھولک مذہب اور ہے اور حبشہ کا اور، یہی حال دوسری عیسائی اقوام اور ممالک کا ہے۔ ارکان دین ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔

اسلام کا فخر

یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ سب جگہ اور سب اقوام میں خیالات اور عمل ... ایک ہی پایا جاتا ہے یہ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کا وعدہ فرمایا، جس طرح یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا، اسی طرح حدیث کی بھی حفاظت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے سب سے پہلے حافظ ہیں، اور ان کے ساتھی بھی کثیر تعداد میں قرآن کریم کے حافظ ہوئے اور آج کثیر تعداد میں دنیا کے ہر خطہ میں حافظ قرآن موجود ہیں۔

جمع حدیث کا ولولہ

اسی طرح حدیث جمع کرنے کا ولولہ بھی مسلمانوں کے دلوں میں موجزن تھا، انہوں نے حدیث جمع کرنے اور اس کی بڑی بڑی شرحیں لکھنے میں محنتیں کیں اور بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ انہوں نے علم حدیث کو مدون کیا، بڑے بڑے عالم فاضل، عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے والے، خدا کے کلام اور خدا کے رسول

کے کلام کی انہوں نے بڑی اہم خدمتیں کیں، جس طرح قرآن کی تفسیر لکھنے والے بڑے بڑے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے بہت محنت کے ساتھ بڑی بڑی ضخیم جلدوں میں تفاسیر لکھیں، اسی طرح حدیث کی شرحیں لکھنے والے اور اس کی حفاظت کا اہتمام کرنے والے اس کی صحت اور عدم صحت کو جانچنے والے بھی ہوئے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کی تفصیلات محفوظ ہیں

الغرض قرآن اور حدیث کی خدمت مسلمانوں نے بڑی محنت اور بڑی لذت کے ساتھ کی، اور انہوں نے اس رنگ میں اپنے ایمان کا ثبوت دیا، اور یہ ہمارے لئے بڑے فخر اور شکریہ کی بات ہے کہ خدا نے قرآن اور حدیث کی حفاظت کا ایسا سامان کیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئیں۔ کسی دوسرے پیغمبر کی زندگی کی تفصیلات محفوظ نہیں رہیں اس کے برعکس حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی تفصیلات کامل اور مکمل طور پر تاریخ میں موجود ہیں۔

اسلام نے غلامی کی زنجیریں کاٹ دیں

اس کے بعد اس آیت میں ایک اور رنگ میں نسل انسانی پر احسان کیا ہے، عام طور پر لوگوں میں مطلق العنانی پائی جاتی تھی، انسانیت پر بڑا ظلم ہوتا تھا، انسان انسان کو اپنا ماتحت اور غلام بنائے ہوئے تھا اور دنیا اور دین ہر دو میں اسے آگے بڑھنے سے روکتا تھا، اس کا بھی خدا نے اسلام کے ذریعہ علاج کیا اور جمہوریت میں پیدا کر کے لوگوں کے حقوق محفوظ کر دیئے اور ان کی غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں۔

پنڈتوں، پروہتوں اور پادریوں کی غلامی

اسی طرح ایک اور غلامی بھی نسلِ انسانی پر مسلط چلی آتی ہے۔ مدتوں پنڈتوں اور پروہتوں نے بڑی بڑی سلطنتوں اور بادشاہوں پر راج کیا۔ بڑے بڑے لشکروں اور عوام الناس پر انہوں نے حکومت کی، اسی طرح عیسائی دنیا نے بھی اربابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ بنا رکھے ہیں، پوپ اور پادری جس طرح ان پر حکمران چلے آتے ہیں، اس کی نظیر نہیں ملتی، پوپ کی پرستش کی جاتی ہے، اس کے احکام کو خدا کے احکام یقین کیا جاتا ہے، اس کی نافرمانی گناہ عظیم ہے، ابھی پونے دو سال ہوئے ہیں، پوپ نے ایک بہت بڑے اجتماع میں یہ اعلان کیا کہ آج سے ہم مسیح کی ماں کو بھی اسی طرح آسمان پر زندہ سمجھیں گے جس طرح مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں، اسی دن سے رومن کیتھولک کا یہ اعتقاد ہو گیا کہ حضرت عیسٰیؑ کی ماں آسمان پر زندہ موجود ہیں، اسی طرح ہندوستان کا حال ہے، پنڈت کے بغیر ہندو کی زندگی نہیں، پنڈت کے بغیر کوئی عبادت نہیں ہو سکتی، اور اسی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں پنڈت کی ضرورت ہے۔

اسلام نے ایسی غلامی سے نجات دی

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو لوگو یہ ہاشمی، فاطمی، عباسی اور اموی لوگوں کی بنائی ہوئی تقسیمیں ہیں، دین میں کسی کا اجارہ نہیں، ہر شخص دین سیکھ سکتا اور اپنے دین پر عمل کر سکتا ہے۔ پس چاہئے کہ دین سیکھنے کے لئے تمام قوموں اور قبیلوں کے نمایندے آئیں، اور وہی دین سیکھنے کے بعد واپس جا کر اپنی قوموں اور قبیلوں میں دین پھیلائیں، کتنا بڑا انقلاب آپ نے پیدا کیا کہ وہ غلامی جو علماء اور پنڈتوں، پروہتوں اور راہبوں، اور پادریوں کی وجہ سے دنیا پر مسلط تھی، اس کو یک قلم دور کر دیا۔ توریت میں جہاں احکام بتائے گئے ہیں کہ یہ کام کرو، فلاں بات پر عمل کرو وہاں یہ بھی بتایا کہ ہارون کی اولاد کے ذریعہ سے یہ کام ہوں گے، اسی طرح نصرانیوں میں پادری کے بغیر عبادت نہیں ہو سکتی، اور ہندوؤں میں تو پنڈت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا، صرف اسلام ہی ہے جس نے ہر قوم اور ہر نسل اور وطن کے لوگوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ دین سیکھ سکتے اور دین کو بیان کر سکتے ہیں۔ اور دینی فرائض ادا کر سکتے ہیں۔ مسلمان خواہ کسی قوم اور قبیلہ کا ہو جب قرآن پڑھ لے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے، اسی طرح شروع سے عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ ابتدا میں مصعب بن عمیرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ بھیجدیا کہ وہاں جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، وہ گئے اور انہوں نے اوس اور خزرج کے قبائل کو مسلمان کیا، یہی لوگ تھے جنہوں نے عقبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔

صہیب رومی کی امامت

ایک شخص صہیب رومی ہیں، وہ ہاشمی یا فاطمی یا عباسی یا اموی نہیں، مہاجر اور انصاری بھی نہیں، وہ تو روم کے رہنے والے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو ہزاروں قریشی اس وقت نماز جنازہ کے لئے جمع تھے۔ اس نماز جنازہ کی امامت کے فرائض ادا کرنے والے یہی صہیب رومی تھے۔ کیا انقلاب اور کیا مساوات ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کمال کیا کہ ایک غیر وطن اور غیر قوم کا آدمی آتا ہے اور اپنے علم اور تقوےٰ کی وجہ سے امام بن جاتا ہے، دیکھنے والے حیران تھے کہ ان قریشیوں کا امام صہیب رومی کیسے بن گیا۔ وہ اکڑ فوں اور وہ شیخی جو سرداران عرب میں تھی کہاں چلی گئی۔

کعبۃ اللہ کی چھت پر حضرت بلالؓ کی اذان

اسی طرح مکہ کے لوگ فتح مکہ کے دن حیران تھے کہ بلال ایک حبشی کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیتا ہے دنیا حیران ہے کہ اسلام نے یہ مساوات تمام قوموں میں پیدا کر دی، ایک بادشاہ، ایک قاضی، ایک تاجر یا ایک عامی آدمی علم دین حاصل کر کے رہبر اور امام بن سکتا ہے۔

سپاہی اور کمانڈر کا دینی مرتبہ

ایک دفعہ دو بڑے بڑے سرداروں میں بحث ہو گئی، عمرو بن العاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا سردار بنا کر بھیجا، بعد میں انہیں کمک کی ضرورت پیش آئی، حضرت ابوعبیدہ بن جراح کمک لے کر گئے وہ اس وقت عساکر اسلامی کے کمانڈر انچیف تھے جب نماز کا وقت آیا تو ابوعبیدہ نماز پڑھانے لگے، عمرو بن العاص نے کہا کہ نماز میں پڑھاؤں گا کیونکہ اس لشکر کا سردار میں ہوں۔ ابوعبیدہ نے کہا ہم کمانڈر انچیف ہیں نماز ہم پڑھائیں گے، عمرو بن العاص نے جواب دیا بیشک آپ کمانڈر انچیف ہیں لیکن اس وقت آپ میرے لئے کمک لے کر آئے ہیں، اس لئے یہاں میں کمانڈر انچیف ہوں اور نماز پڑھانے کا حق مجھ ہی کو ہے۔ ابوعبیدہ یہ کہکر خاموش ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ [illegible] نہ کرنا اس لئے میں آپ کے پیچھے نماز ادا کروں گا۔ اس سے ڈسپلن کا بھی کمال ظاہر ہوا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سپاہی اور کمانڈر تمام کے تمام دین کو جانتے تھے۔

اسلام کا پیدا کردہ انقلاب

یہ وہ انقلاب ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کیا اور کیا مفید انقلاب پیدا کیا۔ جو بھی کوشش کرے دین سیکھ لے اور امام بن جائے، اس سے ظاہر ہے کہ آج بیسویں صدی کے لئے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے جو دنیا میں امن اور مساوات پیدا کر سکتا ہے۔ جہاں جہاں اور دین کے جس حصہ پر آپ غور کریں گے اس کو ایک کامل اور مکمل دین پائیں گے۔

صرف محمد رسول اللہ صلعم کا دین محفوظ ہے

قرآن سے پہلے جتنی کتابیں تھیں وہ سب منسوخ ہو گئیں۔ آج دنیا کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت عیسٰیؑ نے کس بولی میں نماز پڑھی تھی۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے تمام حالات حدیثوں میں محفوظ ہیں، کس طرح آپ بیٹھتے اٹھتے، کھاتے پیتے، دوستوں سے کس طرح ملتے اور کس طرح اپنے ساتھیوں اور گھر والوں کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جنگ کس طرح کرتے دشمن سے کیا سلوک کرتے قیدیوں کے لئے کس قدر رحم بھرا سلوک روا رکھتے تھے، بادشاہ ہو کر عبادت میں سرشار تھے۔ حضورؐ نے اپنے عمل سے پہلے دینوں کو مٹا دیا، اور ایک دین کو محفوظ رکھا۔ وہ دین دینِ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم ٭

قرآن اور حدیث کی حفاظت کا سامان اور دین کی امامت کے بارہ میں اسلام کا پیدا کردہ انقلاب

خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ .... فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ——(سورۃ توبہ آیات ۱۲۲ تا ۱۲۹)

قرآن اور حدیث کی حفاظت

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حفاظت کا سامان کیا ہے، ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کے لئے بھی ایک اعلان کیا ہے چنانچہ فرمایا إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ وہ آیت جو میں نے ابھی تلاوت کی ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ الخ۔ اس کے اندر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات کی جس کو حدیث کہتے ہیں حفاظت کا سامان فرمایا ہے۔

سابق آسمانی کتابوں میں تحریف

آپ جانتے ہیں کہ جس قدر آسمانی کتابیں قرآن سے پہلے نازل ہوئیں ان کے ماننے والے خود اعتراف کرتے ہیں کہ وہ محفوظ نہیں رہیں۔ انجیل کے متعلق بیشمار مفسرین نے لکھا ہے کہ ان میں انسانی ہاتھ کا بہت بڑا دخل ہے۔ توریت کے متعلق بھی یہودی مفسرین مانتے ہیں کہ اس میں تحریف ہوئی ہے، اور عیسائی مفسرین نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے، کہ توریت اور اناجیل انسانی دستبرد سے محفوظ نہیں ہیں، ایسا بھی ہوا کہ دشمن نے توراۃ کے تمام صحیفے جلا دیئے اور عذرہ نے اپنی یادداشت سے ان کو دوبارہ لکھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے سو سال بعد ان کی زندگی کے حالات موجودہ اناجیل کی شکل میں لکھے گئے۔ اسی طرح وید کے مفسرین نے بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ بے شمار لوگوں نے اپنی باتیں ان میں درج کر دی ہیں۔

قرآن کا محفوظ ہونا مسلمہ امر ہے

لیکن قرآن کے متعلق صرف مسلمان ہی یہ مانتے ہیں کہ قرآن کریم بالکل محفوظ ہے۔ وہی قرآن جو بغیر کسی تبدیلی کے ہمارے پاس موجود ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ نہ صرف مسلمان ہی اس کے قائل ہیں بلکہ یورپ کے اعلیٰ پایہ کے محققین بھی اس بات کے معترف ہیں۔

اور قرآن کا من وعن محفوظ رہنا ان کے نزدیک ایک مسلم امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس کتاب کو محفوظ فرمایا۔

حدیث کی حفاظت کا سامان

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی جو تفسیر فرمائی .... اور اس کو حدیث کہتے ہیں۔ اس کی بھی حفاظت کا سامان اللہ تعالےٰ نے فرمادیا، فرمایا کہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام کے تمام مومن دین سیکھنے کے لئے نکل پڑیں، اس واسطے ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ کیوں نہ ایسا ہو کہ تمام قبائل میں سے کچھ لوگ ان کے نمائندے بن کر آئیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیٹھیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کی تفسیر اور قرآن کریم کے احکامات کی تفصیلات سے آگاہ ہوں۔ نبی کریم صلعم وَيُزَكِّيهِمْ ان کا تزکیہ بھی کر دیں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اور انہیں قرآن کریم سکھائیں اس کے علوم اور حکمت بھری باتوں سے انہیں بہرہ ور کریں یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ ہے، اور قوم کا فریضہ یہ ہے کہ تمام اطراف اور قبائل سے لوگ نکل آئیں تاکہ دین کو سیکھ سکیں، وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا اور جب اپنی قوم کے پاس واپس جائیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفسیر ان کے سامنے بیان کریں۔

اسی اہتمام کی وجہ سے تمام عرب میں اسلام پھیل گیا۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھنے کے بعد صحابہ صرف لفظی مومن نہیں ہوئے بلکہ نبی کریم صلعم کے بتائے ہوئے احکام پر عملدرآمد کر کے خالص مسلم بن گئے۔ اس کے دقائق کو انہوں نے سمجھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، کھانا، پینا، نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، تہجد پڑھنا غرض دین کے تمام امور آپ سے سیکھ کر اسی پر عمل پیرا ہوئے، حضور کے تمام اعمال اور حرکات وسکنات انہوں نے دیکھیں، الغرض حضور کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ سے فیضیاب ہونے کے بعد وہ لوگ ملک کے تمام علاقوں میں چلے گئے اور ہر جگہ جا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیلایا۔

تمام ممالک میں مسلمانوں کا ایک ہی دین ہے

یہی وجہ ہے کہ آج تمام ممالک میں ایک ہی دین پایا جاتا ہے، یونس، الجیریا، مصر، شام، عرب، ہندوستان، پاکستان، چین وغیرہ تمام ممالک میں ایک ہی نماز، ایک ہی روزہ اور تمام احکام دین وہی ہیں جو ہندوستان اور پاکستان اور عرب میں ہیں، مختصر یہ کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کا دین ایک ہے۔ یہ کتنا بڑا انتظام کیا ہے اللہ تعالےٰ نے۔ اس انتظام کی برکت سے آج ایک مسلمان جس ملک میں بھی جاتا ہے دین اسلام کو ہر جگہ ایک ہی پاتا ہے، کسی پہاڑ پر چلے جائیں یا جنگل میں نکل جائیں، ہر جگہ دین ہی ملے گا، ایک عالم فاضل کی نماز میں اور ایک غیر تعلیمیافتہ آبادی سے دور مویشی چرانے والے کی نماز میں کوئی فرق آپ نہیں پائیں گے۔ غرض دنیا کے کسی حصہ میں آپ چلے جائیں، کسی طبقہ میں جا کر دیکھ لیں، آپ کو مشاہدہ ہو جائیگا کہ دنیا کی متمدن یا غیر متمدن مسلمان اقوام میں خواہ وہ پاکستان میں بستی ہوں یا افغانستان یا افریقہ یا یورپ اور امریکہ وغیرہ میں سب کا دین ایک ہے۔

عیسوی دین میں اختلاف

پچھلی جنگ میں اٹلی نے حبشہ پر قبضہ کر لیا (کیونکہ ان مہذب اقوام کو دوسری قوموں یا ملکوں پر قبضہ واقتدار کا حق حاصل ہے) وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اٹلی کا دین کیتھولک مذہب اور ہے اور حبشہ کا اور، یہی حال دوسری عیسائی اقوام اور ممالک کا ہے۔ ارکان دین ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔

اسلام کا فخر

یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ سب جگہ اور سب اقوام میں خیالات اور عمل ... ایک ہی پایا جاتا ہے یہ اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کا وعدہ فرمایا، جس طرح یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا، اسی طرح حدیث کی بھی حفاظت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے سب سے پہلے حافظ ہیں، اور ان کے ساتھی بھی کثیر تعداد میں قرآن کریم کے حافظ ہوئے اور آج کثیر تعداد میں دنیا کے ہر خطہ میں حافظ قرآن پائے جاتے ہیں۔

جمع حدیث کا ولولہ

اسی طرح حدیث جمع کرنے کا ولولہ بھی مسلمانوں کے دلوں میں موجزن تھا، انہوں نے حدیث جمع کرنے اس کی بڑی بڑی شرحیں لکھنے میں محنتیں کیں اور بڑی ذہانت اور جانفشانی کے ساتھ انہوں نے علم حدیث کو مدون کیا، بڑے بڑے عالم فاضل، محقق محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے والے، خدا کے کلام اور خدا کے رسول

حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام

(۳)

ڈوئی کی اسلام دشمنی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس کی گندہ دہنی

اس حقیقت سے ہر دانا واقف ہے کہ عیسائیت کو اسلام کی طرف سے ہمیشہ خطرہ لاحق رہا، عیسائی لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ ان کا مقابلہ اگر کسی مذہب سے ہے تو وہ اسلام ہے، اور اگر کوئی مذہب عیسائیت کو نیچا دکھا سکتا ہے تو وہ اسلام ہے - ڈوئی بھی اس حقیقت سے آگاہ تھا وہ ایک بہت بڑا قابل عیسائی تھا اور عیسائیت پر اسکو زبردست یقین اور ایمان تھا - اس لئے بار بار وہ اسلام کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا، اور عیسائی دنیا کو یقین دلاتا رہتا تھا کہ وہ اسلام کو تباہ و برباد کر دیگا اور اس کی جگہ ساری دنیا میں عیسائیت کو پھیلا دے گا دولت اور حکومت کے نشہ میں سرشار ہو کر اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قدر دریدہ دہنی سے کام لیا اور حضور کو اس قدر گالیاں دیں کہ ایک مسلمان کا خون کھولنے لگ جاتا ہے - چنانچہ نقل کفر کفر نہ باشد ایک دفعہ اس بدبخت مفتری نے اپنے مریدوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا :-

میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جھوٹوں کا نفرت سے تصور کرتا ہوں -

(نعوذ باللہ من ذالک)

اگر میں ان جھوٹوں کو تسلیم کر لوں تو مجھے یہ ماننا پڑیگا کہ اس مجمع میں یا خدا کی زمین کے کسی قطعہ پر ایک عورت بھی ایسی نہیں جو غیر فانی روح رکھتی ہو مجھے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ تم عورتیں محض وحشی جانور ہو جو ایک گھنٹہ یا ایک رات کے کھلونے کے طور پر استعمال ہو سکیں اور کہ تمہارے وجود کو کوئی ابدیت حاصل نہیں اور جب وحشیانہ شہوت والے درندے تم سے اپنی خواہش پوری کر لیں تو تم کتوں کی موت مر جاؤ پس یہ تمہارا انجام ہے - یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب ہے -

(فلعنۃ اللہ علی الکاذبین).

پھر اسی لیکچر میں آگے چل کر کہتا ہے :-

" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب میں عیسائی ایک شرک کا درجہ رکھتا ہے (اس کے بعد ڈوئی نے ایک نہایت وحشیانہ گالی دی اور پھر حضرت سرور کائنات کے متعلق طعن کیا) وہ دودھ اور شراب پینا چاہتا ہے - اور زندگی کے دریا پر لیٹے رہنا اور عشرت کرنا چاہتا ہے "[۱]

(نعوذ باللہ من ذالک)

ڈوئی کو اسلام کی طاقت کا بھی اعتراف تھا - ایک دفعہ اس نے لکھا :-

" میں امریکہ اور یورپ کی عیسائی اقوام کو خبردار کرتا ہوں کہ اسلام مردہ نہیں ہے - اسلام طاقت سے بھرا ہوا ہے اگرچہ اسلام کو ضرور نابود ہونا چاہیئے - محمڈن ازم کو ضرور تباہ ہونا چاہیئے مگر اسلام کی بربادی نہ تو مضمحل لاطینی عیسویت کے ذریعہ سے ہو سکے گی نہ ہی بے طاقت یونانی عیسویت کے ذریعہ سے اور نہ ہی ان لوگوں کی تھکی ماندی عیسویت کے ذریعے سے جو مسیح کو صرف برائے نام مانتے ہیں اور بیٹھو لوگوں، اور بدمستوں اور بدکاروں اور دیوثوں .... کی زندگی بسر کرتے ہیں "[۲]

پھر ایک دفعہ اس نے لکھا :-

" محمڈن ازم ایک بہت بڑی طاقت ہے یہ زبردست مقابلہ کرے گی ۔ مگر اس کا استیصال ضروری ہے "[۳]

پھر اس نے اپنے ایک لیکچر میں کہا کہ :-

" زائن کے لئے محمڈن ازم کو تباہ کرنا ضروری ہے - آج مشرق کے دشمنوں میں سے محمڈن ازم بھی ہے ۔ محمڈن ازم کا لب لباب عورت کی تذلیل اور اس کے لئے ابدی روح سے محرومیت ہے - مسلمانوں کا مذہب عورت کو ابدیت نہیں دیتا .... اس کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ وہ جنت کا تصور ایک تخیہ خانہ یا حرم سرا کی حیثیت میں کرے ، جہاں پر وہ ان عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرے گا جو اس کی ہوس رانی کی خاطر پیدا کی جائیں گی ، زائن کے لئے ضروری ہے کہ وہ انسانیت کے دامن سے اس گھناؤنے دھبے کو دھو ڈالے "

[۱] لیوز آف ہیلنگ جلد ۷ نمبر ۵ مئی سنہ ۱۹۰۰ء

[۲] لیوز آف ہیلنگ ۲۵ اگست سنہ ۱۹۰۰ء

[۳] لیوز آف ہیلنگ جلد ۸ نمبر ۱۲ صفحہ ۔۔۔

" یروشلم سے اس ملعون جھنڈے کو ہمیں ہٹانا ہوگا - ہمیں مستقبل قریب میں مسلمانوں کے دروازے کھٹکھٹانے کی توفیق دے - مسلمان مقابلہ ضرور کریں گے کیونکہ وہ کئی سو ملین کی تعداد میں ہیں ہلال اور صلیب کے درمیان ایک جنگ عظیم قریب نظر آ رہی ہے "[۱]

اس قسم کے کئی اقتباسات اس کی اخبار لیوز آف ہیلنگ سے پیش کئے جا سکتے ہیں - ایک جگہ حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق اس نے لکھا کہ :-

" سینکڑوں ملین مسلمان جو اس وقت ایک جھوٹے نبی کے قبضے میں ہیں انہیں یا تو خدائی آواز سننی پڑے گی یا وہ تباہ ہو جائیں گے "[۲]

غرضکہ یہ شخص اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا ، وہ اسلام کو صفحۂ زمین سے مٹانا چاہتا تھا ۔ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ایک جھوٹا نبی تصور کرتا تھا - اور حضور صلعم کی شان میں نہایت دریدہ دہنی سے کام لیتا ... اور بے باکانہ گالیاں دیتا تھا اور اس طرح سے دنیا میں اسلام کے متعلق زہر پھیلا کر دین حنیف سے لوگوں کو متنفر کر کے عیسائیت پھیلانا چاہتا تھا - اس کا وجود اسلام کے لئے فی الواقعہ خطرناک تھا - وہ عیسائیت کا فروغ چاہتا تھا اور عیسائیت کا فروغ بالبداہت اسلام کے ضعف کا باعث تھا - اس نے بار بار اعلان کیا کہ :-

" میرا کام یہ ہے کہ میں مشرق و مغرب ، شمال و جنوب سے لوگوں کو جمع کر دوں اور مسیحیوں کو اس شہر (صیحون) میں آباد کر دوں یہاں تک کہ وہ دن آ جائے کہ محمدی مذہب دنیا سے مٹایا جائے - اے خدا ! ہمیں وہ دن دکھا "

بالبداہت اسلام کا مٹانا اس نے اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ ایک زبردست جمعیت تیار کر کے اسلام کے خلاف محاذ قائم کرے کیونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ :-

ہلال اور صلیب میں جنگ ہونے والی ہے "[۳]

وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ :-

" اس کی توجہ اور دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے ، اسلام نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ ویران ہو جائے گا "

جب ڈوئی ایسے لوگ عیسائیوں کی پیٹھ ٹھونکنے والے ہوں تو ظاہر ہے کہ ان میں اسلام کی اشاعت کے امکانات کہاں تک پیدا ہو سکتے ہیں - اور یہ عیسائی دنیا دین حنیف کے قبول کرنے کے لئے کیسی طرح

[۱] لیوز آف ہیلنگ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۰۳ء

[۲] لیوز آف ہیلنگ ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء

[۳] لیوز آف ہیلنگ ۱۵ اگست سنہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۔۔۔

آمادہ ہوسکتی ہے۔ ڈوئی خواہ مفتری ہی ہو مگر اس کا وجود عیسائیت کے لئے بہت بڑی تقویت کا باعث تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے دعوتِ مباہلہ اور ڈوئی کی ہلاکت اور تباہی کی پیشگوئی

جب حضرت مسیح موعودؑ کو اس شخص کے حالات کا علم ہوا تو آپ نے اس کا اخبار لیوز آف ہیلنگ خریدنا شروع کیا۔ اور جب اس نے اپنے دعاوی نبوت میں اس قدر تحدی کرنی شروع کر دی اور ایک دفعہ یہ لکھدیا کہ :۔

"اگر میں بھی نبی نہیں ہوں تو روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو خدا کا نبی ہو"

اور جب وہ حضرت نبی کریمؐ کی ہتک اور توہین میں حد سے گذر گیا اور اس کی اسلام دشمنی کے متعلق حضرت اقدس کو ذاتی طور پر پختہ یقین ہو گیا تو آپ برداشت نہ کر سکے۔ آپ اسلام کے لئے اور بالخصوص حضرت نبی کریم صلعم کی ذات مقدس کے لئے از حد غیرت مند واقع ہوئے تھے۔ حضرت نبی کریم صلعم کی توہین سن کر آپ خاموش رہتے یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا۔ آپ نے اس کو ایک کھلی چٹھی لکھی جس میں آپ نے اس کو کھلے لفظوں میں مباہلے کا چیلنج دیا۔ پہلے آپ نے یسوع مسیح کی موت بادلائل سے ثابت کی اور پھر لکھا کہ ان کی قبر کشمیر میں موجود ہے غرضکہ عیسائیت کے متعلق آپ نے پوری تبلیغ کر دی اور پھر تحریر فرمایا :۔

"ڈوئی بار بار لکھتا ہے کہ عنقریب یہ سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے بجز اس گروہ کے جو یسوع کی خدائی مانتا ہے اور ڈوئی کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے۔ تو اس صورت میں یورپ اور امریکہ کے تمام عیسائیوں کو چاہیئے کہ وہ بہت جلد ڈوئی کو مان لیں تا کہ ہلاک نہ ہو جائیں اور جبکہ انہوں نے ایک نامعقول امر کو مان لیا ہے یعنے یسوع مسیح کی خدائی کو تو چلو یہ دوسرا نامعقول امر بھی مان لو کہ اس خدا کا ڈوئی رسول ہے رہے مسلمان سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنائیں۔ بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا مانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندۂ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔ چاہیئے کہ وہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم از کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے، اور جب وہ اخبار میں شائع ہو کر میرے پاس پہنچے تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کروں گا اور انشاءاللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھدوں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی۔ میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی۔ بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھکر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا ہے۔ اور یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی انسان نہیں ہوں۔ میں وہی مسیح موعود ہوں جس کا ڈوئی انتظار کر رہا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائے گا اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں، صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے۔ ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے۔ ڈوئی بیہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزارہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھا نہ کر سکا اور وہ مرگئی اور اب تک اس کے فراق میں روتا ہے۔ اور کیونکر اپنے مرید کی عورت کو اچھا نہ کر سکا جو بچہ جن کر مرگئی۔ اور اس کی بیماری پر بلایا گیا مگر وہ گذر گئی، یاد رہے کہ اس ملک کے صدہا لوگ اس قسم کے عمل کرتے ہیں اور سلب امراض میں بہتوں کو مشق ہو جاتی ہے۔ اور کوئی ان کی بزرگی کا قائل نہیں ہوتا پھر امریکہ کے سادہ لوحوں پر نہایت تعجب ہے کہ وہ کس خیال میں پھنس گئے۔ کیا ان کے لئے مسیح کو ناحق خدا بنانے کا طریقہ کافی نہ تھا کہ یہ دوسرا بوجھ بھی انہوں نے گلے ڈال لیا۔ اگر ڈوئی اپنے دعوے میں سچا ہے اور درحقیقت یسوع مسیح خدا ہے، تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہو جائے گا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے۔ لیکن اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا۔ اور یا اپنے لاف و گزاف کے مطابق دعا کر دی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہوگا مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو۔ اور ہم اس جواب کے لئے کوئی تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو۔ آمین"

پھر آگے چل کر ایک چٹھی میں آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"میں ایک آدمی ہوں جو پیرانہ سالی تک پہنچ چکا ہوں۔ میری عمر غالباً چھیاسٹھ سال سے بھی کچھ زیادہ ہے اور ذیابیطس اور اسہال کی بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں اور دوران سر اور کمی دوران خون کی بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میری زندگی میری صحت سے نہیں بلکہ میرے خدا کے حکم سے ہے۔ پس اگر ڈوئی کا مصنوعی خدا کچھ طاقت رکھتا ہے تو ضرور میرے مقابل اس کو اجازت دے گا اگر تمام مسلمانوں کے ہلاک کرنے کے عوض میں صرف میرے ہلاک کرنے سے کام ہو جائے تو ڈوئی کے ہاتھوں میں بہت بڑا نشان آجائے گا۔ پھر لاکھوں انسان مریم کے بیٹے کو خدا مان لیں گے۔ نیز ڈوئی کی رسالت کو بھی۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا کے مسلمانوں کی نفرت عیسائیوں کے خدا کی نسبت ترازو کے ایک پلہ میں رکھی جائے اور دوسرے پلہ میں میری نفرت رکھی جائے تو میری نفرت اور بیزاری عیسائیوں کے بناوٹی خدا کی نسبت تمام مسلمانوں کی نفرت سے وزن میں زیادہ ہوگی"

بڑے غیرت میں لانے والے الفاظ تھے جن میں حضرت مسیح موعودؑ نے ڈوئی کو مباہلہ کی دعوت دی آپ نے لکھا کہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں یعنے مرنے کے قریب ہیں اور مختلف عوارض میں مبتلا ہیں مگر ڈوئی تو عمر میں بھی بہت کم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ جوان ہے اور اس کی صحت بھی بہت اچھی ہے اور وہ ایک مضبوط اور تنومند شخص ہے پھر اسے مباہلہ کرنے میں کیا باک ہو سکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی لکھا کہ دنیا میں مجھ سے بڑھ کر عیسائی عقائد کا کوئی مخالف نہیں۔ عیسائیوں کے مصنوعی خدا کی نسبت میری نفرت ہند کے تمام مسلمانوں کی نفرت سے کہیں زیادہ ہے۔ پس اگر تمام مسلمانوں میں سے دعا کے ذریعے ہلاک کرنے کے قابل ہے تو وہ میں ہوں۔ پھر اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی

(باقی بر صفحہ [illegible])

مجاہدِ یورپ

محمد سلطان صاحب نظامی

(۳)

رسالہ "مسلم انڈیا" کا اجرا

خواجہ صاحب انگلستان کے ماحول پر نظرِ غائر ڈال چکے تھے اور آپ سمجھ چکے تھے کہ اس تہذیب یافتہ قوم کو کس طریقہ پر تبلیغ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ایک انگریزی رسالہ "مسلم انڈیا" جاری کیا۔ مذکورہ رسالہ کے ذریعہ آپ نے اسلامی خیالات کی ترویج اور تعلیم و عقائد اسلام کی اشاعت فرمائی۔ سالہا سال تک مبلغین و داعیانِ دین مسیحی اسلام کے متعلق من گھڑت باتیں کہتے رہے تھے۔ اور بڑے زور شور سے شیخیاں بگھارتے رہتے تھے کہ انہوں نے دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام کی ترقی کو روک دیا ہے۔ مگر اس رسالہ کی نشر و اشاعت اور خواجہ صاحب کے موثر لیکچروں نے انگلستان کے لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا اور اب خود انگلستان میں اسلام کی رفتارِ ترقی کو روکنا ان کے لئے بہت دشوار ہو گیا۔

اسلامک ریویو

بعد میں اسی رسالہ "مسلم انڈیا" کا نام بدل کر "اسلامک ریویو" رکھا گیا کیونکہ اس کا کام تمام مسلمانوں کی ترقی اور اسلام کی ترویج تھا، ہندوستانی مسلمانوں کی سیاست اس کا نصب العین نہ تھا۔ فروری ۱۹۱۳ء میں اس کا پہلا نمبر شائع ہوا۔ اسی رسالہ کے ذریعہ انگلستان اور یورپ کے طول و عرض میں اسلام کے پیغامات پہنچنے لگے، روزانہ لاتعداد خطوط موصول ہونے لگے جن میں طرح طرح کے سوالات درج ہوتے، جن کے جوابات خواجہ صاحب نہایت مدلل تحریر فرماتے۔ اس وقت تک یہ تمام تگ و دو اور سعی لندن ہی میں ہوتی رہی جس میں رب العزت نے خواجہ صاحب کو کافی کامیابی عطا فرمائی۔ اس رسالہ میں خواجہ صاحب خود ہی مضمون لکھتے خود ہی چھپواتے اور پھر خود پیکٹ بنا کر ڈاک خانہ میں لے جاتے۔

سب سے پہلی مسلمان خاتون

اسلامک ریویو کے اجراء کے تین ماہ بعد یعنی اپریل ۱۹۱۳ء میں سب سے پہلی خوشخبری ایک خاتون کے اسلام لانے کی تھی جس کا نام مسز وایولٹ ابراہیم تھا اور لندن کے انتائیے کارکردگی میں ہی ایک خاتون مسلمان ہوئیں۔

مسجد ووکنگ میں

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اسباب مہیا فرمائے کہ ووکنگ میں ایک مسجد جو مدت سے ویران پڑی تھی۔ بیگم شاہجہان صاحبہ والئے بھوپال۔ سر عباس علی بیگ صاحب۔ سید امیر علی صاحب۔ سر عبد القادر صاحب اور دیگر معززین اسلام کے تعاون اور مساعی سے مسلمانوں کو مل گئی اور خواجہ صاحب نے ووکنگ مسجد کو جو آج شاہجہان مسجد کے نام سے مشہور ہے اسلام کا تبلیغی مرکز قرار دیا اور لندن کے بجائے ووکنگ میں سکونت اختیار کر لی۔ تبلیغ دین کا جو بیج خواجہ صاحب نے لندن میں بویا تھا وہ ووکنگ میں پھوٹا۔ پھلا اور اس کی شاخیں بڑی سرعت سے پھیلنے لگیں۔

لارڈ ہیڈلے کے قبول اسلام کی دعوت اسلام پر اثر

یہاں سب سے پہلے لارڈ ہیڈلے نے ۱۶ نومبر ۱۹۱۳ء کو اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اس اعلان نے خواجہ صاحب اور ووکنگ مشن کے ذکر کو اخبارات کے ذریعہ انگلستان اور یورپ کے طول و عرض میں شہرت دوام بخشی اور تثلیث کے پرستاروں کی توجہ خواجہ صاحب، ووکنگ مسلم مشن اور اسلامک ریویو کی طرف مبذول ہو گئی۔ اور عرصہ قلیل میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوا کہ لاتعداد انگریز مردوں اور عورتوں نے دعوتِ اسلام پر لبیک کہتے ہوئے خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

نامور شخصیتوں کا قبول اسلام

چنانچہ دسمبر ۱۹۱۳ء میں کپتان سینٹ کلیئر ممبر لیدہ آئیکورٹ کا ٹیڈیو نیز ڈیلن یورکیوچ اور خواتین میں سے لیڈی کیوبولڈ اور مسز کانفورڈ ایسی نامور شخصیتوں نے اسلام قبول کیا اور پھر تقریباً ہر ہفتہ کسی نہ کسی نو مسلم کا اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دو سال کے عرصہ میں نو مسلمین کی تعداد ایک سو دس تک پہنچ گئی۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی جو رب العالمین نے خواجہ صاحب کو اس قلیل عرصہ میں مرحمت فرمائی، یہ شاندار کامیابی اپنے اندر ایک اعجازی نشان رکھتی ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تائید غیبی خواجہ صاحب کے شامل حال تھی۔

اسلام کے خلاف ناپاک پروپیگنڈا

صدیوں سے انگلستان میں اسلام کے خلاف پروپیگنڈا ہو رہا تھا۔ اسلام کے متعلق بہت سے گندے اور فرضی قصے بنا کر مشتہر کئے جا چکے تھے اسلام کے زرین اصولوں کو غلط پیرایہ میں پیش کیا گیا تھا اس سے بڑھ کر اور بھیانک تصویر کیا ہو سکتی تھی کہ اسلام کو بت پرستی کا مذہب سمجھا جاتا تھا۔ خود خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کو بگاڑ کر "ماہوند" بنا دیا گیا تھا جسے وہ ایک بت تصور کرتے تھے۔ اسلام کا غلبہ محض تلوار کی بدولت سمجھا جاتا تھا۔ معاذ اللہ اسلام پیغمبر اسلام اور مذہب اسلام کی یہ گندی۔ بھیانک اور قابل نفرت تصاویر بچہ بچہ کے ذہن میں نقش ہو چکی تھیں۔ انہیں دکھایا گیا تھا کہ ایک بدصورت شخص ایک ہاتھ میں برہنہ تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن لئے کھڑا ہے اور لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو تمہارے سر تلوار سے قلم کر دیئے جائیں گے۔ مزید براں طبقۂ نسواں کو اس طرح متنفر کیا گیا کہ اسلام عورت میں روح تصور ہی نہیں کرتا اور اسے غلام اور جانور کا درجہ دیتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نیک سیرت اور پاک ہستی کے متعلق نعوذ باللہ من ذالک مشہور کیا گیا تھا کہ وہ ایک شہوانی انسان ہیں، عیسائی پادری اور مبلغین نے اسی میں اپنی نجات سمجھ رکھی تھی کہ خدائے اسلام، ہادی اسلام اور مذہب اسلام کے متعلق گندہ اور غلط پروپگنڈہ کر کے لوگوں کو متنفر کیا جائے۔ ان حالات کے اندر دو سال کے قلیل عرصہ میں خواجہ صاحب کو جو کامیابی نصیب ہوئی وہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے نصرت الٰہی اور دستِ غیب سے ان کی امداد خود اللہ تعالیٰ فرما رہا تھا۔

اسلام کے روحانی اثرات

خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے جو کامیابی نصیب ہوئی وہ سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔ ایک وقت تھا جب عیسائی دنیا میں یہی منادی ہو رہی تھی اب اسلام کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے کیونکہ وہ اس کی کامیابی کو اس کی ملکی طاقت کا نتیجہ خیال کرتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ اور اب جبکہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے آہستہ آہستہ تمام مملکت چھن چکی تھی۔ تلوار ان کے ہاتھوں سے گر چکی تھی وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کا بھی خاتمہ ہونے والا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر خواجہ صاحب کے خلوص۔ تقوے زبانی اور جد و جہد نے ان کے اس خیال خام کو باطل کر دیا ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

خواجہ صاحب کا طریق تبلیغ

خواجہ صاحب نے توحید پر نہایت مدلل لیکچر دیئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو نہایت ہی پاکیزہ صورت میں پیش کیا۔ اسلامی تعلیمات کو موثر پیرایہ میں بیان فرمایا اور اس قوم کو جن کو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا حقائق اسلام کا مداح، پیغمبر آخر الزمان کا شیدائی اور خالق کون و مکان کا پرستار بنا دیا۔ انہیں اب یقین ہو گیا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔

بلکہ اسلام کی تعلیم بالکل سادہ اور سچائی پر مبنی ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصولوں پر گامزن ہو کر نسل آدم حقیقی طور پر

چین اور آرام کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔ ان پر یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام اپنے اندر ایک روحانی طاقت رکھتا ہے اور ایسی روحانی طاقت کہ وہ اس کیلئے کسی ملکی طاقت کا محتاج نہیں۔ نہ ہی اس کیلئے شمشیر بکف ہونے کی ضرورت ہے۔ بلکہ جس قدر اسلام تہذیب اور ترقی یافتہ قوموں کے لئے موزوں ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

اسلام کا اثر اعلیٰ طبقہ پر

خواجہ صاحب کے ہاتھ پر جن انگریزوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ اکثر معمولی طبقہ کے ہوتے، مزدور پیشہ ہوتے یا درمیانی طبقہ ہی سے متعلق ہوتے۔ جن کو کارو بار کے سوا علم سے چنداں دلچسپی نہیں ہوتی تو شاید پبلک کو دھوکا ہوتا کہ کسی لالچ کی بنا پر انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور مسیحی مبلغین اس چیز کو اور بھی نمک مرچ لگا کر بیان کرتے۔ مگر اس قلیل مدت میں باوجود ہر قسم کی مخالفتوں کے اعلیٰ طبقہ کے معزز ین حلقہ بگوش اسلام ہوئے جس سے متوسط طبقہ اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں پر کافی اثر پڑا۔ اور اس کے بعد جوق در جوق لوگ قبولِ ہدایت سے اپنے قلوب کو منور کرنے کے لئے اسلام کے نام پر لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے لگے۔

قیمتی کتب نصف قیمت پر

(از حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

انگریزی ترجمۃ القرآن معہ متن عربی { فسٹ کوالٹی جو انڈیا پیپر پر لندن میں نہایت خوبصورت چھپا ہے۔ جلد بندی بھی انگلستان میں ہی ہوتی ہے۔ اصل ہدیہ ۳۰ روپے۔ اب رعایتی قیمت ۱۵ روپے میں دیا جا رہا ہے۔ سیکنڈ کوالٹی۔ اصل ہدیہ ۲۰ روپے رعایتی دس روپے میں دیا جا رہا ہے۔

احادیث العمل { اس میں سات سو کے قریب ایسی احادیث جمع ہیں جن کا تعلق ہر مسلمان کی روزمرہ کی زندگی سے ہے۔ اصل قیمت دس روپے رعایتی قیمت پانچ روپے۔

زندہ نبی کی زندہ تعلیم { سیرت النبیؐ پر اپنے طرز کی اچھوتی تصنیف ہے جو انگریزی، فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں بھی شائع ہو کر قبولیت عامہ کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ نہایت سادہ اور سلیس زبان ہے۔ گھر میں بچوں کو ضرور پڑھائیں تاکہ وہ مسموم فضا سے محفوظ رہ سکیں۔

اصل قیمت چار روپے رعایتی دو روپے

ملنے کا پتہ

دار الکتب اسلامیہ

احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک دار الشفاء

کے لئے ماہ مارچ ۵۶ء میں مزید عطیہ جات

۱۔ ظاہرہ سلیم صاحبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵

۲۔ مرزا مسعود بیگ صاحب پسرور ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵ سالانہ

۳۔ شیخ حفیظ اللہ صاحب سیالکوٹ صدر ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵

۴۔ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵

۵۔ اقبال احمد صاحب دو کنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵

۶۔ شیخ غلام قادر صاحب لاہور ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱ سالانہ

سابقہ عطیہ جات ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۰۰

کل میزان ۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴

دار الشفاء کی سہ ماہی مختصر رپورٹ

ماہ جنوری ۱۹۵۶ء میں استفادہ کرنے والے مریضوں کی تعداد ۳۱۰

ماہ فروری 〃 〃 〃 〃 〃 ۵۵۴

ماہ مارچ 〃 〃 〃 〃 〃 ۶۸۹

دوسرے جو دوست اس کارِ خیر میں حصہ لینا چاہیں وہ اپنے عطیہ جات شیخ محمد حسین صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور کو بھجوا دیں۔ کنوینر انتظامیہ کمیٹی

ڈوئی کا عبرتناک انجام بقیہ صفحہ ۸

وضاحت فرما دی کہ خواہ ڈوئی مباہلہ کی دعوت منظور کرے یا نہ کرے اور اس نوٹس کا جواب دے یا نہ دے تب بھی وہ ہلاک ہو گا اور یہ اسلام کی صداقت اور مسیحیت کے بطلان پر ایک روشن نشان ہو گا۔ یہ چٹھی انگریزی زبان میں ترجمہ کروا کر حضرت اقدس نے ڈوئی کو بھجوائی۔ نیز ستمبر ۱۹۰۲ء کے ریویو آف ریلیجنز میں بھی شائع کروایا۔ اور یہ رسالہ امریکہ کے تمام مشہور اخبارات کو بھیجا گیا۔ چونکہ ڈوئی کا فوٹو شائع ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت نے اپنا فوٹو بھی امریکہ کے اخبارات میں شائع کروایا۔ غرضکہ جہاں تک ممکن تھا مباہلہ کے اس چیلنج اور مباہلہ نہ کرنے کی صورت میں بھی ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی کو امریکہ اور یورپ میں خوب نشر کیا گیا تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

غلبۂ قرآن ۔۔۔۔ ۴

ضرورتِ حدیث ۔۔۔۔ ۸۔۔۔ ۳

جمہوریت اسلامیہ ۔۔۔۔ ۸۔۔۔ ۱

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی مندرجہ بالا تین تصانیف دورِ حاضرہ کے کئی ایک مسائل کا نہایت مدلل اور جامع حل پیش کرتی ہیں۔ آپ کے گھر میں ان کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جمہوریت اسلامیہ کے صرف چند نسخے باقی ہیں۔

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان و ایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب اس رسالے کے ساتھ ایک روپیہ کے ٹکٹ برائے محصول ڈاک ارسال فرما دیں تو شکریہ کیسا قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ۔۔۔۔ از حضرت مسیح موعود
شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
ضرورت انبیاء ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
قد افلح المؤمنون ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
امام الزمان ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
حقیقت اسلام ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
دعوتِ عمل ۔۔۔۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب رح
نزول مسیح ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
جماعت قادیان ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
نماز اور ترقی کی تین راہیں ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
ردّ تکفیر اہل قبلہ ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
زمانہ کے امام کو پہچانو ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
دو تقریریں ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
درس قرآن ۔۔۔۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
کشف الظنون عن المراق والجنون ۔۔۔۔ 〃 〃 〃
ہمارے عقائد ۔۔۔۔ جناب مولانا صدر الدین صاحب
دعوتِ فکر ۔۔۔۔ چوہدری شکر اللہ خان صاحب
اسلامی جماعت اور پرنظرئیے ۔۔۔۔ حافظ محمد حسن صاحب چیمہ
کافر ۔۔۔۔ شیخ محمد طفیل صاحب

احمدیت کیا ہے + تحقیق حق + محمد مصطفےٰ اور دیہوں کے لئے + اسلام بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب + حقیقت نماز + نماز مسلم۔

انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam. (2) Islam The Religion of Humanity (3) Death of Jesus Christ (4) The Charge of Heresy (5) Christ is coming (6) Quest after God (7) What is in a name (8) The true Conception of Ahmadiyyat (9) Facts about Ahmadiyya Movement (10) Phenomenon of Revelation.

سیکرٹری۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہندوستان کے مُغل بادشاہوں کا نظامِ عدل

(۳)

گجرات کے ناظم <u>۵۲-۱۶۴۸</u>ء حافظ محمد نصیر کو پٹنہ میں حبس دوام کی سزا دی گئی، کیونکہ بعض تاجروں نے اس کے خلاف شکایتیں کیں جو تحقیقات کے بعد صحیح ثابت ہوئیں۔ ایسی مثالیں مغلوں کی حکومت میں کافی ملیں گی، جس سے پتہ چلتا ہے، کہ اس زمانہ میں رائے عامہ موثر تھی، اور مغل سلاطین کو ظالم عہدیداروں کے مقابلہ میں عوام کے مفاد کا پورا پورا خیال تھا، شاہجہانی حکومت کے دَور میں عدل کے نظام میں کچھ بدعنوانیاں ضرور پیدا ہو گئی تھیں۔ اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ قاضی کا عہدہ قاضی کے خاندانوں میں موروثی ہو گیا، اور ایسا کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ یہ سمجھا گیا کہ تجربہ کار قاضی اس عہدے کے لئے اپنے لڑکے کو اچھی تعلیم و تربیت دے سکتے ہیں لیکن وراثت کی جب روایت قائم ہو گئی تو کچھ خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اورنگ زیب کے زمانے میں قاضی عبدالوہاب نے رشوتوں سے بڑی دولت جمع کر لی تھی۔ لیکن جب اس کا لڑکا قاضی ہوا تو اس نے بڑی دیانت اور صداقت سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ اگر قاضی ایماندار نہ ہوتا تو اس کے خلاف شورش ہوتی، اور لوگ اس کی مذمت کرتے۔ مآثر الامرا کے مصنف نے قاضی کی جہالت اور بددیانتی پر سخت نکتہ چینی کی ہے قاضی کی کوئی فیس نہ ہوتی، لیکن نکاح اور مہر کے وقت ان کے نذرانے مقرر تھے، جن کو وہ اپنا حق سمجھتے تھے۔

قانونی کارروائی

بادشاہ کے سامنے کوئی مقدمہ پیش کیا جاتا تو پہلے وہ مدعی کی درخواست پڑھوا کر سنتا، پھر فریقین کو طلب کر کے دونوں کے بیانات کی سماعت کرتا۔ اس کو سننے کے بعد قانونی مشیروں کے مشورہ سے فیصلہ صادر کرتا۔ فوجداری کے مقدمات میں قاضی اور صوبے کے ناظم بھی یہی طریقہ اختیار کرتے تھے۔ دیوانی کے مقدمات میں تحریری ثبوت کے لئے کاغذات پیش کئے جاتے، جن کی بڑی اہمیت ہوتی۔

شہادت دینے اور لینے کے مختلف طریقے تھے، یا گواہ پیش کئے جاتے، یا کاغذات سے ثبوت حاصل کیا جاتا، جسمانی اذیت کے ذریعہ جھوٹ اور سچ کا اقرار کرایا جاتا۔ اگر گواہ عیسائی ہوتا تو وہ انجیل ہاتھ میں لے کر حلف اٹھاتا، مسلمان کے ہاتھ میں کلام پاک دیا جاتا۔ اور ہندو گائے پر ہاتھ رکھ کر شہادت دیتے، اکبر نے مقدمے کی تفتیش کے سلسلہ میں کچھ اصول بھی مقرر......

کئے تھے، جن کی پابندی اس کے جانشینوں کے عہد میں بھی کی گئی، محکمۂ انصاف کے عہدیداروں کو ہدایت تھی کہ وہ شہادت اور حلفیہ بیانات پر کلی طور پر بھروسہ نہ کریں، بلکہ اپنے فہم اور ادراک سے بھی کام لیں، اگر ان کے خیال میں صحیح صورت واقعہ معلوم کرنے کا کوئی اور مناسب ذریعہ ہو تو اس کو بھی عمل میں لائیں، ابوالفضل کا بیان ہے کہ اکبر مقدمہ کی تفتیش میں شہادت یا حلفیہ بیان پر زیادہ بھروسہ نہ کرتا تھا، کیونکہ اس سے بعض چالاک مدعی اور مدعا علیہ ناجائز فوائد اٹھانے کی کوشش کرتے۔ بلکہ بادشاہ بیانات کے اختلافات، دعویداروں کے چہرے مہرے کے آثار اور اپنی فہم و فراست سے بھی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتا تھا، شہزادہ دانیال جب الٰہ آباد کا گورنر مقرر ہوا تو اس کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ مقدمات میں گواہوں کے بیانات، حلف اور تحریری شہادتوں پر بھروسہ نہ کرے، بلکہ اور مختلف ذرائع سے پوری تفتیش کر کے فیصلہ صادر کرے۔

عدالت کے لئے سرکاری عمارت ہوتی، جو خاص اسی کے لئے بنائی جاتی، آگرہ میں قاضی کی کچہری قلعہ کے پھاٹک کے باہر تھی، اسی لئے ایک پھاٹک کچہری دروازہ کہلاتا، کچہری کا نام ہندو بھی جانتا <u>۹۹۵</u>ھ (<u>۱۵۸۶</u>ء) میں یہ حکم جاری کیا گیا، کہ ہندوؤں کے مقدمات قاضی کے بجائے پنڈتوں کے یہاں پیش کئے جائیں، اور اس کے لئے پنڈت مقرر کئے گئے۔

مقدمات کے فیصلے عند از جلد صادر کر دئے جاتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے مقدمات تو گاؤں کی پنچایتوں ہی میں طے ہوتے تھے، کچھ ضلع کی عدالتوں میں آ جاتے، اس طرح دادرسی میں بڑی سہولتیں تھیں۔ مقدمے پیش کرنے میں موجودہ دَور کی طرح بہت سی غیر ضروری رسمی باتوں کی پابندی نہ کرنی پڑتی تھی۔ اس زمانہ میں کوئی وکیل نہ ہوا کرتا تھا اس لئے وکالت کی قابلیت کے اظہار میں وقت ضائع نہیں ہوا کرتا تھا، اس میں شک نہیں کہ عجلت کرنے میں کبھی کبھی صحیح عدل اور بے لاگ انصاف کرنے میں چوک ہو جایا کرتی تھی، لیکن ایسی چوک بہت کم ہوتی تھی، اور اگر ہوتی بھی تو ایک بہت بڑی سلطنت میں نظر انداز کئے جانے کے لائق ہے۔ اکبر کو اس کا بڑا خیال رہا کہ دادرسی میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو، اور اس تاخیر سے بچنے کی خاطر اس نے مذہبی اور غیر مذہبی عدالتوں کی علیحدہ علیحدہ تقسیم کر دی تھی۔

اکبر نے ستائیسویں سنہ الٰہی میں اپنے خاص خاص امرا کو بلا کر حکومت کے نظم و نسق کی ترقی اور بہتری کے لئے مشورے کئے تو راجہ بیربل نے اس موقعہ پر مشورہ دیا کہ کچھ ایماندار اور جفاکش افراد مقرر کئے جائیں کہ وہ اس کی نگرانی کریں کہ مقدموں کی فریاد صحیح طور پر سنی جاتی ہے اور عدل و انصاف میں غیر جانبداری برتی جاتی ہے، اور پھر ان معاملات کی تحقیقات کر کے بادشاہ کو باخبر رکھیں، اکبر نے اس مشورہ کو قبول کیا، اور پھر ایک مجلس کی تشکیل کی، جس کی صدارت راجہ بیربل کو دی گئی، اور حکیم ہمام، شمشیر خاں اور قاسم علی خاں اس کے ارکان بنائے گئے۔ اس مجلس کو ہدایت تھی کہ مظلوموں کے مقدمات کی تفتیش میں کوئی رو رعایت نہ کی جائے ظالم اور بے انصاف حکام کے خلاف جو بھی شکایتیں ہوں ان کو پوری توجہ سے سنا جائے۔ گویا یہ عدل و انصاف کی ایک خاص کمیٹی تھی۔

خاص خاص صورتوں میں عدل و انصاف کا ایک کمیشن بھی مقرر کیا جاتا تھا، خداداد برلاس کے لڑکے مرزا بولا د نے مذہبی جوش میں آ کر ایک شیعہ کا ہاتھ کاٹ لیا، مجرم گرفتار کیا گیا تو اس نے اپنے جرم سے انکار کیا، اکبر نے اس کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جس کے ممبر خان خاناں، آصف خاں، خداوند خاں، اور ابوالفضل تھے، مجرم کا جرم صحیح ثابت ہوا، اور اس کو سخت سزا دی گئی۔

اکبر کے رضاعی بھائی، خان اعظم مرزا عزیز کوکہ نے اپنے دیوان کو سزا دینے کے لئے ایک ملازم کو حکم دیا، ملازم نے دیوان کو اتنا مارا کہ وہ مر گیا، مرزا کوکہ نے اپنے ملازم کو بھی موت کی سزا دیدی۔ لیکن متوفی دیوان کا باپ مطمئن نہیں ہوا، اور اکبر کے پاس جا کر اس کی فریاد کی، اکبر نے قاضی جلال کو اس کی تحقیقات کے لئے مقرر کیا، مرزا کوکہ بے حد خوفزدہ ہوا، اور مستغیث کو قصاص دے کر اپنا مقدمہ اٹھا لینے کے لئے راضی کیا۔

جہانگیر کے گیارہویں سال جلوس میں گجرات کے ناظم عبداللہ خاں بہادر فیروز جنگ کے خلاف وہاں کے بخشی نے بادشاہ کے پاس کچھ شکایتیں لکھ بھیجیں اس پر ناظم گجرات نے بخشی پر مظالم ڈھائے۔ جہانگیر کو معلوم ہوا تو اس نے دیانت خاں کو اس کی تفتیش کے لئے مقرر کیا، عبداللہ خاں کو اس کی اطلاع پہنچی تو اس کے ہوش و حواس جاتے رہے اور اس نے اپنی تقصیر کا اعتراف کر لیا اور معافی مانگنے کے لئے احمد آباد سے پاپیادہ روانہ ہوا۔

جرائم کی سزا

سزائیں حسب ذیل تھیں:- (۱) جرمانے، ضبط جاگیر، منصب، اور خطابات سے محرومی، عہدہ سے برطرفی وغیرہ (۲) قید یا نظر بندی (۳) جلاوطنی (۴) کوڑے مارنا یا دوسری جسمانی اذیتیں (۵) جسم کے جس حصہ سے جرم کیا جاتا اس کا قطع کر دینا (۶) قتل (۷) شاہی عتاب وغیرہ۔ پہلی تین سزائیں تو سرکاری ملازموں کو دی جاتی تھیں......

سرگذشت عالم

—— پنڈت نہرو کے اس اعلان پر کہ کشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ ہو چکا ہے اس لئے اب استصواب کا سوال پیدا نہیں ہوتا، تمام پاکستان میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے اور ہر طبقہ و فرقہ کے ممتاز افراد سے لے کر حکومت کے اعلیٰ ترین ارکان تک سب نے اس پر نفرت کا اظہار کیا ہے اور ہر قیمت پر کشمیر کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کا اعلان کیا ہے۔

—— ۳۱ مارچ کو قومی اسمبلی میں ایک طویل تقریر میں وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے اعلان کیا کہ کشمیر پر بھارتی قبضہ غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے اور پاکستان ہر قیمت پر کشمیر کو حق خود ارادیت دلائے گا۔ انہوں نے کہا کہ بھارت نے کشمیر کے الحاق کی ساری کارروائی مکارانہ تھی بھارت نے نو آبادیاتی نظام کی بدترین روایات کا ثبوت دیا ہے اور کشمیری عوام کو فوجی طاقت کے بل بوتہ پر ہمیشہ کے لئے غلام نہیں رکھا جا سکے گا۔

—— حزب مخالف کے لیڈر مسٹر سہروردی نے اپنی پُرجوش تقریر میں اعلان کیا کہ جغرافیائی، ثقافتی اور تمدنی اعتبار سے کشمیر پاکستان کا جزو لاینفک ہے ایک بدنام کھگوڑے مہاراجہ کی مدد سے ریاست کا جو نام نہاد الحاق حاصل کیا گیا وہ بالکل غیر قانونی اور فریب کارانہ تھا۔

—— یکم اپریل۔ اسلامی جمہوریہ کے صدر میجر جنرل سکندر مرزا نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ پاکستان اپنے کشمیری بھائیوں کو کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، آپ نے کہا کہ کشمیری عوام کو مایوس اور بد دل نہیں ہونا چاہیئے، چاہے ہماری راہ میں کتنی ہی مشکلات کیوں نہ ہوں ہم کشمیر کا مسئلہ منصفانہ طور پر حل کرا کے دم لیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو اس عزم سے باز نہیں رکھ سکتی۔

—— ڈھاکہ یکم اپریل۔ وزیر اعظم محمد علی ۲ اپریل کو یہاں پہنچیں گے۔ وزیر داخلہ مسٹر عبدالستار اور وزیر خارجہ مسٹر حمید الحق چودھری بھی قریباً اس وقت یہاں پہنچیں گے وزیر اعظم نے ابھی یہ طے نہیں کیا۔ کہ وہ مشرقی پاکستان میں کتنے دن قیام کریں گے۔

—— مظفر آباد یکم اپریل۔ انڈونیشیا۔ مصر۔ ایران عراق اور شام کے انیس صحافیوں نے آج یہاں حکومت آزاد کشمیر کے صدر کو بتایا۔ کہ ساری اسلامی دنیا کشمیر کی تحریک آزادی کی حمایت کرتی ہے۔ اور یہ چاہتی ہے کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو جائے۔ صحافیوں نے کہا کہ ان کے ملکوں کے عوام دل و جان سے کشمیری مسلمانوں کی جد و جہد آزادی کی حمایت کرتے ہیں۔

—— لاہور یکم اپریل۔ پاکستان کے وزیر خارجہ مسٹر حمید الحق چودھری نے ہندوستانی پریس کے اس پروپیگنڈا کی پُرزور تردید کی ہے کہ پاکستان ہندوستان کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہا ہے اور اس مقصد کے لئے سرحد کے نزدیک پاکستانی فوجوں کا اجتماع ہو رہا ہے۔ آپ نے نمائندہ نوائے وقت سے کہا کہ ہندوستان کی طرف سے اسی نوعیت کا پروپیگنڈا امریکہ اور بعض دوسرے ممالک میں وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ امریکہ میں کسی نہ کسی طرح یہ تاثر پیدا کیا جائے کہ پاکستان ہندوستان کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتا ہے اس لئے فوجی امداد نہ دی جائے۔ چودھری صاحب نے یقین کیا کہ امریکہ اور معاہدۂ بغداد کے دوسرے رکن ممالک اس ہندوستانی پراپیگنڈا کے اصل پس منظر سے پوری طرح آگاہ ہیں، اس لئے ان کے متاثر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

—— لاہور یکم اپریل۔ پنجاب بورڈ ٹیچرز یونین نے آج اپنے سالانہ اجلاس میں حکومت مغربی پاکستان سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ بورڈ سکولوں کو اپنی تحویل میں لینے کے لئے ۳۱ مئی ۱۹۵۶ء تک ضروری اقدامات کرے اور یونین کو ان اقدامات کی نوعیت سے ۳۰ اپریل ۱۹۵۶ء تک مطلع کر دے، بصورت دیگر بورڈ اساتذہ اپنے مطالبات تسلیم کرانے کے لئے اپنی مرکزی مجلس عمل کی زیر ہدایت مناسب اقدام کریں گے۔

—— لاہور یکم اپریل معلوم ہوا ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے جوہر آباد میں ایک جیل تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس مقصد کے لئے اٹھاون ایکڑ زمین مخصوص کر دی گئی ہے۔ اس جیل میں تقریباً ایک ہزار قیدی رکھے جا سکیں گے۔

—— نئی دہلی یکم اپریل۔ کشمیر ڈیموکریٹک یونین نے بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے اس دعوے کو چیلنج کیا ہے کہ ریاست بھارت میں شامل ہو چکی ہے۔ یونین کی مجلس عاملہ نے آج یہاں ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ بھارتی وزیر اعظم کا دعوےٰ بھارت کے بین الاقوامی معاہدوں اور یقین دہانیوں کے بھی منافی ہے جو بھارت ریاست کے باشندوں کو دلاتا رہا۔ کشمیر کے عوام کو ابھی اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا ہے۔

—— لاہور یکم اپریل۔ آج لاہور میں ایک نوجوان لڑکی زینب نے گلے میں رسی ڈال کر خودکشی کر لی ہے۔ خودکشی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ زینب کے والدین اس کی مرضی کے خلاف شادی کرنا چاہتے تھے۔ خودکشی کی یہ افسوسناک واردات رحمان پورہ (اچھرہ) میں ہوئی، جہاں زینب کا معمر باپ ایک معمولی گوالا ہے۔

—— میجر جنرل سکندر مرزا صدر جمہوریہ پاکستان نے اپنی تقریر میں پاکستان کے دوسرے مسائل اور عوام کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"جب تک ہمارے غریب سے غریب شہری کو زندگی کی بنیادی ضروریات آسانی سے میسر نہیں ہوتیں اس وقت تک ہماری حکومت ہمارا آئین اور ہماری قوم کسی کامیابی کی مستحق نہیں ہو سکتی"۔

مرت نیشنل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں۔ باقی اخبار تعلیمی پریس بیڈن سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
(ایڈیٹر۔ دوست محمد)

پیغام صلح مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۵۶ء ۔ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۱۳

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۸ شعبان ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۵۶ء | نمبر ۱۴

زرِ مبادلہ
پاکستان و ہندوستان سے :- چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے :- پندرہ شلنگ سالانہ

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم مسلمان ہیں
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
حضرت محمد مصطفیٰؐ ہمارے امام اور پیشوا ہیں
ہست او خیر الرسل خیر الانام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں
ہر نبوت را بر او شد اختتام
ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پہ قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
(مسیح موعودؑ)

ارشاداتِ مسیح موعودؑ

جھوٹے پیر اور جھوٹی کرامتیں!

ایک شخص نے جس کے خاندان میں بکثرت پیری مریدی کا سلسلہ ہے اور اب اس نے حضرت مسیح موعود کی بیعت کر لی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ زمانہ پیری میں ہماری بہت سی جھوٹی کرامتیں مریدوں میں مشہور تھیں۔ جن کا ذکر انہوں نے اپنے بھائی سے کیا اور ان کے دل میں خیال گذرا کہ ان کے والد صاحب کی بھی اسی طرح کرامتیں ہوں گی۔ پھر اسی طرح شیخ عبد القادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر بزرگان دین کی بھی ہوں گی۔ قریب تھا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بدگمانی ہوتی اور خدا سے بھی منکر ہو جاتا، مگر اسی اثنا میں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نصیب ہو گئی اور حق مل گیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود نے فرمایا:۔

"بیشک ان گدی نشینوں اور اس قسم کے پیروں کے ایمان خطرہ میں ہیں۔ لیکن اس قسم کی جھوٹی کرامتوں کے دکھانے والوں اور جھوٹی کرامتوں کے مشہور ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے۔ کہ سب جھوٹے ہی ہیں، اور تمام سلسلہ اولیاء کا اور بزرگان دین کا سب مکاری اور فریب پر مبنی تھا۔ بلکہ ان جھوٹے ولیوں کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں سچے ولی بھی ضرور ہیں۔ کیونکہ جب تک کوئی سچی بات نہ ہو، تب تک جھوٹی بات نہیں بنائی جاتی۔ مثلاً اگر دنیا میں سچا اور اصلی سونا نہ ہوتا۔ تو کیمیا گر کبھی جھوٹا سونا نہ بناتا۔ اگر سچے ہیرے اور موتی کانوں سے نہ نکلتے تو جھوٹے ہیرے اور موتی بنانے کا کسی کو خیال پیدا نہ ہوتا۔ ان جھوٹوں کا ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ سچے ضرور ہیں۔" (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۳)

لولاک لما خلقت الافلاک

فرمایا۔ لولاک لما خلقت الافلاک میں کیا مشکل ہے۔ قرآن مجید میں ہے وخلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ زمین میں جو کچھ ہے وہ تمام آدمیوں کی خاطر ہے تو کیا خاص انسانوں میں سے ایسے نہیں ہو سکتے کہ ان کے لئے افلاک بھی ہوں۔ دراصل آدم کو جو خلیفہ بنایا گیا تو اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ اس مخلوقات سے اپنے منشاء کا خدا کی رضا مندی کے موافق کام لے اور جن پر اس کا تصرف نہیں تو خدا کے حکم سے انسان کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ سورج چاند ستارے وغیرہ۔

جامع دعا! ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء - ایک دوست نے کسی خاص چیز کے حصول کے واسطے عرض کیا۔ فرمایا کہ یہی دعا کرو کہ جو امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے وہی ہو۔ کیونکہ بعض دفعہ انسان ایک چیز کو اپنے لئے بہتر سمجھ کر خدا سے دعا مانگتا ہے لہ وہ حاصل ہو

ہمارے عقائد

● ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

● ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ:۔ "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا" "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

● ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گا۔

● ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوتے اور ہوں گے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے رجال یکلمون غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)

● ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

● ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔

● ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو جو دعویٰ میں مہدی کا مجدد مانتے ہیں، نبی ہرگز نہیں مانتے۔ انکے اپنے الفاظ میں:۔ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

مسیح موعودؑ کا ذکر احادیث اور قرآن کریم میں

کیا احادیث ظنیات کا مجموعہ ہیں؟

حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب شہادۃ القرآن سے

مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی

اب اس تمہید کے بعد یہ بھی واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیشگوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ جس کو صرف آئمہ حدیث نے چند روایتوں کی بناء پر لکھا ہو دبس بلکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیشگوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیشگوئی کی صحت پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ عقیدہ کے طور پر وہ اس کو ابتدا سے یاد کرتے چلے آتے تھے اور آئمہ حدیث امام بخاری وغیرہ نے اس پیشگوئی کی نسبت اگر کوئی امر اپنی کوشش سے نکالا ہے تو صرف یہی کہ جب اس کو کروڑہا مسلمانوں میں مشہور اور زبان زد پایا تو اپنے قاعدہ کے موافق مسلمانوں کے اس قولی تعامل کے لئے روایتی سند کو تلاش کر کے پیدا کیا اور روایات صحیحہ مرفوعہ متصلہ سے جن کا ایک ذخیرہ ان کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اسناد کو دکھایا علاوہ اس کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اگر نعوذ باللہ یہ افترا ہے تو اس افتراء کی مسلمانوں کو کیا ضرورت تھی اور کیوں انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور کس مجبوری نے ان کو اس افترا پر آمادہ کیا تھا۔

پیشگوئی کا ایک جزو پورا ہو گیا

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری طرف ایسی حدیثیں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں جن میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آخری زمانہ میں علماء اس امت میں یہودی صفت ہو جائیں گے اور دیانت اور خداترسی اور اندرونی پاکیزگی ان سے دور ہو جائے گی اور اس زمانہ میں صلیبی مذہب کا بہت غلبہ ہو گا اور صلیبی مذہب کی حکومت اور سلطنت تقریباً تمام دنیا میں پھیل جائے گی تو اور بھی ان احادیث کی صحت پر دلائل قاطعہ پیدا ہوتے ہیں کیونکہ کچھ شک نہیں کہ اس زمانہ میں یہ پیشگوئی پوری ہو گئی اور ہمارے اس زمانہ کے علماء درحقیقت یہودیوں سے مشابہ ہو گئے اور نصاریٰ کی سلطنت ایسی دنیا میں پھیل گئی کہ پہلے زمانوں میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ پھر جس حالت میں ایک جزء اس پیشگوئی کا صریح اور صاف اور بدیہی طور پر پورا ہو گیا تو پھر دوسرے کی صداقت میں کیا کلام۔

نازک پیشگوئی

یہ بات تو ہر ایک عاقل کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر ایک حدیث احادیث میں سے جو اور سلسلہ تعامل میں داخل نہ ہو مگر ایک پیشگوئی پر مشتمل ہو کہ وہ اپنے وقت پر پوری ہو جائے یا اس کا ایک جزء پورا ہو جائے تو اس حدیث کی صحت میں کوئی شک باقی نہیں رہے گا۔ مثلاً ناقہ سواری کی حدیث جو صحیحین میں درج ہے کچھ شک نہیں کہ احادیث میں سے ہے لیکن وہ پیشگوئی قریباً تیرہ سو برس گزرنے کے بعد پوری ہو گئی جس کے پورے ہونے کے بارے میں انگریزوں کو بھی اقرار ہے اور اس زمانہ میں پوری ہوئی کہ ..... جب صدہا سال ان کتابوں کی تالیف اور شائع ہونے پر بھی گذر چکے تھے تو کیا ان حدیثوں کی نسبت اب یہ رائے ظاہر کر سکتے ہیں کہ وہ احاد ہیں اس لئے یقینی طور پر قبول کے لائق نہیں کیونکہ جب ان کی صداقت کھل گئی تو کیا ایسا خیال دل میں لانا نہایت بری اور مکروہ نادانی ہے۔

مسیح موعود کے زمانہ کی علامات

پس ایسا ہی مسیح موعود کی پیشگوئی میں سوچ لو کہ اس میں بھی یہ الفاظ کہیں صراحتاً اور کہیں اشارۃً موجود ہیں کہ وہ مسیح موعود ایسے وقت میں آئے گا کہ جب حکومت اور قوت نصاریٰ کی تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہو گی اور ریل جاری ہو گی۔ اور اکثر زمین کے حصے زیر کاشت آجائیں گے۔ نوع کاشتکاری کی طرف لوگ بہت متوجہ ہوں گے یہاں تک کہ بیل بیکار ہو جائیں گے اور زمین پر نہروں کی کثرت ہو جائے گی۔ اور دنیوی حالت کی رو سے امن کا زمانہ ہو گا۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ پیشگوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئی کیونکہ عیسائی سلطنت کا ستارہ اس زمانہ میں ایسے عروج پر پہنچ گیا ہے کہ گویا اس کے سامنے تمام حکومتیں اور ریاستیں کالعدم ہیں اور ریل کی سواری اور نہروں کی کثرت کاشتکاری بھی ہم نے آنکھ سے دیکھ لی۔ اب سوچو کہ کیا اس پیشگوئی میں وہ غیب کی باتیں نہیں جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں، کیا اسلام کی یہ حالت تنزل اس زمانہ میں جبکہ اسلام کی شمشیر بجلی کی طرح کفار پر پڑ رہی تھی کسی کو معلوم تھی؟ کیا کوئی نوع انسان میں سے ایسے غیب پر قادر ہو سکتا ہے کہ ایسی نئی سواری کی تعریف کرے جس کا پہلے وجود ثابت نہیں ہوتا۔ نظراً لفاظ اور دیکھو اور خوب سوچو کہ کیا یہ پیشگوئی ان عظیم الشان پیشگوئیوں میں سے نہیں ہے جو اپنی حقیقت اور ان کے ظہور پر صرف خدا تعالیٰ کا علم ہی محیط ہوتا ہے اور انسان کی کارستانیاں اور مخلوق کے منصوبے اس پر مشتبہ نہیں ہو سکتے۔

اسلام کی ترقی کے متعلق

واضح رہے کہ ان پیشگوئیوں کا ایک عجیب سلسلہ ہے۔ اور ایک نہایت درجہ کی ترتیب ابلغ اور ترکیب محکم سے معارف لطیفہ اور نکات دقیقہ اور امور غیبیہ کے ساتھ مرصع کر کے ذکر فرمایا گیا ہے جس کی بلند بانگ شان تک ہرگز انسان کی رسائی نہیں مثلاً اول وہ پیشگوئیاں بیان فرمائیں جو اسلام کی ترقی کا زمانہ تھا اور انہیں پیشگوئیوں کے ضمن میں فرمایا کہ کسریٰ ہلاک ہو گا۔ اور پھر بعد اس کے کسریٰ نہیں ہو گا اور قیصر ہلاک ہو گا۔ اور پھر بعد اس کے قیصر نہیں ہو گا، اور اسلام ترقی کرے گا اور پھیلے گا اور ہر ایک قوم میں داخل ہو گا۔

آخری زمانہ کے مسلمانوں کے حالات حدیث میں

اور پھر فرمایا کہ اس امت پر ایک آخری زمانہ آئے گا کہ علماء اس امت کے یہود کی مشابہ ہو جائیں گے اور دیانت اور تقویٰ ان میں سے جاتے رہیں گے، جھوٹے فتوے اور مکاریاں اور منصوبے ان کا دین ہو گا اور دنیوی لالچوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔ اور یہود کے ساتھ شدت سے مشابہت پیدا کریں گے۔ یہاں تک کہ اگر کسی یہودی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو وہ بھی کریں گے۔ اور ایسا ہی اس زمانہ میں قوم نصاریٰ دنیا میں پھیل جائے گی اور دوسری قوموں کو مغلوب کرے گی اور دین کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو جائے گی اور زہرناک ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے دین اسلام ..... بسلسل اور لا غیر منقطع خطرات میں پڑ جائے گا۔ تب مصیبتیں پڑیں گی۔ اور فتنیں زیادہ ہوں گی اور مسلمانوں کے دلوں سے تقویٰ جاتا رہے گا۔ اور بہتر ہو گا کہ ایک شخص اکیلا زندگی بسر کرے اور بکریوں کے دودھ پر قناعت رکھے اور مسلمانوں کی جماعت کا نام نہ لیوے۔ اور فرمایا کہ جب تو ایسا حال دیکھے تو ان سب فرقوں کو چھوڑ دے اور کسی درخت کی جڑوں کو دانت مار یہاں تک کہ تیری جان نکل جائے۔

مسیح موعودؑ کی آمد کی پیشگوئی

پھر اسی ضمن میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی، اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے عیسائی دین کا خاتمہ ہو گا اور فرمایا کہ وہ ان کی صلیب کو توڑے گا۔ اور یہ فرمایا کہ وہ انکی حکومت کو پامال کرے گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مسیح موعود کی سلطنت روحانی ہو گی اور اس دنیا کی حکومتوں سے اس کو کچھ بھی سروکار نہ ہو گا بلکہ وہ اپنی برکات کے زور سے لڑے گا اور اپنے خوارق کے ہتھیاروں سے میدان میں آئے گا، یہاں تک کہ صلیب کی رونق اور عظمت کو توڑ دے گا۔ اور عیسائیت کے بے برکت اور منحوس عقیدوں کا پردہ کھول دیگا کیونکہ اس کا نور ایک تلوار کی طرح چمکے گا جس طرح بجلی گرتی ہے اسی طرح کفر کی ظلمت پر گرے گا۔ یہاں تک کہ حق کے طالب سمجھ جائیں گے کہ وہ زندہ خدا اسلام کے ساتھ ہے۔

(باقی صفحہ ...)

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۵۶ء

مسئلہ جہاد اور احمدیت

سابقہ شیوع میں مسئلہ جہاد کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جس جہاد کی حرمت کا فتویٰ دیا تھا وہ حالات و واقعات زمانہ کی وجہ سے فی الواقعہ حرام تھا، جہاد کی وجوہ و شرائط جو قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں انگریز کے زمانہ میں موجود نہ تھیں اسی وجہ سے اس زمانہ کے تمام علماء اور مسلم زعما نے کبھی انگریزوں سے جہاد کا نام تک نہ لیا تھا بلکہ ہمیشہ ان کی وفاداری کا دم بھرتے رہے، حیرت ہے کہ ان حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے کراچی کے اخبار "الجماعت" نے کس جرأت و دلیری کے ساتھ یہ لکھدیا ہے کہ :-

"مرزا غلام احمد نے صرف عارضی طور پر ہی جہاد کو حرام قرار نہیں دیا تھا بلکہ وہ جہاد کو مستقل طور پر حرام سمجھتے تھے ور اپنی امت کا بنیادی عقیدہ ہی یہ قرار دیا تھا کہ اب جہاد معاذ اللہ حرام ہو چکا ہے آپ نے اپنی کتاب تریاق القلوب مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۲ء) میں ضمیمہ نمبر ۳ بعنوان "حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست میں لکھا تھا :-

"....... اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھتے چلے جائیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے ......" (صفحہ ۱۳)

ہم سید سرور شاہ گیلانی ایڈیٹر "الجماعت" کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اس بات کو ثابت کریں کہ کہاں حضرت مرزا صاحب نے مستقل طور پر جہاد کو حرام ٹھیرایا ہے اور کونسی کتاب میں انہوں نے اس کو اپنی جماعت کا "بنیادی عقیدہ" قرار دیا ہے، جو حوالہ انہوں نے ضمیمہ تریاق القلوب نمبر ۳ کا دیا ہے ہم نے اسکو شروع سے آخر تک بالاستیعاب پڑھا اور دو تین مرتبہ غور سے اسے دیکھا اور دوسروں کو پڑھوایا، اس میں "الجماعت" کے پیش کردہ الفاظ کہیں بھی موجود نہیں، الجماعت نے صفحہ ۱۳ کا حوالہ دیا ہے ضمیمہ نمبر ۳ کے صفحات کے نمبر اعداد میں نہیں بلکہ حروف تہجی میں دیئے گئے ہیں، اور اس لئے صفحہ ۱۳ اس میں کوئی نہیں، ہم سید سرور شاہ صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان الفاظ کو تریاق القلوب کے ضمیمہ نمبر ۳ سے نکال کر دکھائیں اور انکی اگلی پچھلی عبارت نقل کریں تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ کس جگہ یہ الفاظ درج ہیں، اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو ہم امید کرتے ہیں کہ اپنی اس غلط بیانی کے لئے معذرت خواہ ہوں گے، ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ جہاد کی حرمت جماعت احمدیہ کے بنیادی عقاید میں سے نہیں، نہ حضرت مرزا صاحب نے اس کو کبھی بنیادی عقیدہ قرار دیا، یہ ایک وقتی فتویٰ ہے، جو حالات زمانہ کے پیش نظر دیا گیا، ہو سکتا ہے کہ حالات زمانہ کے بدل جانے پر اس کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اس لئے اس کو جماعت احمدیہ کا "بنیادی عقیدہ" قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

"الجماعت" کے اسی مضمون میں جو ۲۳ر مارچ کی اشاعت میں "افکار و حوادث" کے زیر عنوان شائع ہوا ہے "قادیانیوں کے اولی الامر انگریز" کے عنوان سے ایک شذرہ میں لکھا ہے :-

"۱۹۲۴ء کا واقعہ ہے کہ اسلامیہ کالج لاہور میں قادیانیوں کی لاہوری جماعت کے امیر سابق محمد علی صاحب کالج کے طلباء کے سامنے تقریر کر رہے تھے جس میں آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی :-

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

آپ نے اس کا ترجمہ کیا "مومنو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور حاکم وقت کی" اس تقریر کا مقصد یہ تھا کہ وہ حکومت جس نے ملک میں امن قائم کیا اس کی اطاعت بھی قرآن مجید کی رُو سے واجب ہے۔ راقم الحروف نے کھڑے ہو کر اعتراض کیا کہ قرآن کی آیت کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ صاحب صدر نے مجھے سٹیج پر آکر بولنے کی اجازت دی۔ میں نے کہا کہ خطاب یا ایھا الذین آمنوا سے ہے یعنی مخاطب مومنین ہیں اور اولی الامر کے ساتھ منکم کا ترجمہ مولوی صاحب نہیں کر رہے حالانکہ اطاعت ایسے اولی الامر کی واجب ہے جو مومنین کی جماعت سے ہو۔ قرآن مجید کے ساتھ یہ ظلم کیوں کیا جا رہا ہے۔ غلط ترجمہ کر کے مسلمان طلباء کو انگریزوں کی اطاعت قرآن مجید سے سکھائی جا رہی ہے۔ اس پر طلباء نے شور برپا کر دیا۔ سب نے کہا ٹھیک ہے ٹھیک ہے، قرآن کی رُو سے اطاعت صرف مسلمان اولی الامر کی واجب ہے۔ مولوی صاحب سے جو لاہوری جماعت کے امیر تھے، راقم سطور نے مطالبہ کیا کہ آیت کا لفظی ترجمہ کریں۔ جب آپ نے لفظی ترجمہ کیا تو ترجمہ وہی ٹھیک تھا جو میں نے کیا تھا۔ اس پر مولوی صاحب کو اپنی غلطی تسلیم کرنی پڑی اور طلباء نے وہ شور کیا اور اس قدر نعرے بلند کئے کہ جلسہ ختم ہو کر رہ گیا۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر اسلامیہ کالج لاہور میں ہوئی ہو اور راقم الحروف (جس کو ان کی تقاریر اور خطبات کو سننے اور نوٹ کرنے کا شرف حاصل رہا ہے) اس سے بے خبر ہو، یہ ہو نہیں سکتا۔ تو حضرت مولانا مرحوم نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی، اولی الامر منکم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"اولی الامر منکم میں جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے انبیاء، علماء، آئمہ دین، بادشاہ حکام شامل ہیں مگر چونکہ خطاب الذین آمنوا کو ہے اس لئے منکم کی قید سے صاف نظر آتا ہے کہ یہاں مراد مسلمان حکام ہی ہیں، ہاں یہ سوال علیحدہ ہے کہ آیا کسی جگہ مسلمان غیر مسلم حکام کے ماتحت ہوں تو اس کے احکام کی اطاعت کریں یا نہ بشرطیکہ وہ احکام خلاف قرآن و حدیث نہ ہوں اس کے لئے نبی کریم صلعم اور ان صحابہ کا جو حبش میں گئے نمونہ کافی ہے قرآن کریم سے اجتہاد کے رنگ میں اسی آیت سے ان کا حکم بھی مستنبط ہو سکتا ہے۔"

کیا حضرت مولانا کے اس بیان میں سید سرور شاہ گیلانی کی کھلی تردید نہیں؟ جو شخص ۱۹۲۲ء میں یہ لکھ چکا ہو، کہ اولی الامر منکم سے "مراد مسلمان حکام ہی ہیں" اور غیر مسلم حکام کی اطاعت کا صرف بطور اجتہاد اس آیت سے استنباط کرتا ہو وہ ۱۹۲۴ء میں اسلامیہ کالج میں جاکر اولی الامر منکم کے معنے کرتے ہوئے منکم کی قید کو کیسے نظر انداز کر سکتا ہے، ہاں اگر سید سرور شاہ گیلانی کا یہ مذہب تھا کہ انگریزوں کی اطاعت کا وعظ قرآن مجید سے کرنا قرآن کے ساتھ ظلم ہے، تو ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے کس کے حکم کے ماتحت انگریزوں کی اطاعت میں زندگی بسر کی؟ اور کیوں انہوں نے انگریز کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا؟ تعجب ہے کہ حضرت مرزا صاحب اور ان کی جماعت پر تو طعنہ زنی کی جاتی ہے، کہ انہوں نے انگریز کی وفاداری کی تلقین کی اور اس کی اطاعت کرتے رہے اور اپنا عمل یہ ہے کہ انگریز سے جہاد کا عقیدہ رکھتے ہوئے کبھی اس کے خلاف تلوار تو ایک طرف آواز بھی اٹھانے کی جرأت نہیں ہوئی، کیا اس کو منافقت کہیں گے یا کچھ اور؟

پھر ہم کہتے ہیں اگر غیر مسلم کی اطاعت جائز نہیں تو ان کروڑوں مسلمانوں کو کیا کہا جائے گا جو آج بھارت میں ہندو کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں، جہاں انہیں پوری مذہبی آزادی بھی حاصل نہیں، بلکہ مذہبی روایات پر کاربند

(باقی صفحہ پر)

اخبار احمدیہ

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کا خط :

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) چند دن کے لئے ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت تبدیل آب وہوا کے لئے Torquay تشریف لے گئے تھے، اسی مقام سے ان کا ۳۰ مارچ کا لکھا ہوا ایک خط موصول ہوا ہے، جس میں اپنی بیماری کے تمام سابقہ حالات بیان کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ :-

" شروع جنوری ۱۹۵۶ء میں مجھے اپنے فیملی ڈاکٹر نے کہا کہ اب میں معمولی کام وغیرہ کر سکتا ہوں اور دن میں دو تین دفعہ آہستہ آہستہ سیڑھیوں پر بھی جا سکتا ہوں، چنانچہ اس کی ہدایت کے مطابق عمل کرتا رہا، لیکن میں اندر اندر ہی محسوس کرتا تھا کہ ابھی کوئی نقص باقی ہے کیونکہ بالکل معمولی سی Exertion سے مجھے کچھ درد محسوس ہوتی تھی - رات کو نیند بھی ٹھیک طور پر نہ آتی تھی میں نے اس کا ذکر اپنے فیملی ڈاکٹر سے کیا تو اس نے مجھے تسلی دی کہ کوئی فکر والی بات نہیں اور میں دو تین ہفتہ کے لئے تبدیلی آب وہوا کی خاطر ووکنگ سے باہر چلا جاؤں - چنانچہ وسط فروری ۱۹۵۶ء کو میں نے ٹورکی مقام پر آنے کے لئے رہائش کا بندوبست کر لیا - لیکن شروع مارچ میں بھی میں یہ محسوس کرتا تھا کہ کسی جگہ کوئی نقص موجود ہے - لہذا میں نے اصرار کیا کہ ہارٹ سپیشلسٹ پھر ایک بار مجھے ضرور دیکھے - لیکن میرا فیملی ڈاکٹر اس پر رضامند نہ ہوتا تھا - بالآخر میں نے اس کو مجبور کیا کہ ہارٹ سپیشلسٹ مجھے ضرور دیکھے خواہ مجھے اس کی فیس ہی دینی پڑے جو -/۱/۲/۱۱ روپے ہے لہذا میرے اصرار پر ۲ ماہ مارچ یعنی پورے پانچ ماہ بعد مجھے ماہر قلب معالج نے دوبارہ دیکھا اور اس نے کہا کہ تا حال بیماری کے آثار موجود ہیں - اگرچہ نیا حملہ نہیں ہوا لیکن مجھے ابھی کافی محتاط رہنا ہوگا - البتہ اس نے مجھے سفر کرنے کی اجازت دے دی - اب میں یہاں اپنی اہلیہ کے ہمراہ آیا ہوں اور انشاء اللہ ۷ ماہ اپریل کو ووکنگ واپس جانے کا ارادہ کر رہا ہوں - اس تبدیلی آب وہوا نے میری صحت پر بفضل خدا اچھا اثر ڈالا ہے - فالحمد للہ علیٰ ذالک - لیکن مجھے فی الحال کافی محتاط رہنا ہوگا - اس عریضہ کی صرف ایک غرض ہے اور وہ اپنے بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت کی خدمت میں درخواست دعا ہے - میں بوجہ بیماری امسال ماہ رمضان کے روزے بھی نہ رکھ سکوں گا - میں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت میں بفضلہ ایسی بزرگ ہستیاں موجود ہیں جن کو میں مستجاب الدعوات سمجھتا ہوں، لہذا ان سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ مجھے اپنی نیم شبی دعاؤں میں ضرور ضرور یاد رکھیں بالخصوص ماہ رمضان المبارک میں جو قبولیت دعا کا مہینہ ہے اس عریضہ کی یہی ایک غرض ہے - والسلام - خاکسار - عبداللہ "

سانحۂ ارتحال :

منڈی بہاؤالدین میں محترم محمد شفیع صاحب علوی کی اہلیہ محترمہ (والدہ صاحبہ محترم محمد لطیف صاحب علوی) ۳۰ مارچ کو وفات پا گئیں، مرحومہ بہت نیک خاتون تھیں، ہمیں مرحومہ کے تمام لواحقین بالخصوص ان کے فرزند ارجمند محمد لطیف صاحب علوی سے (جنہیں ان کی وفات کا بہت صدمہ ہے) دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے، گذشتہ سے گذشتہ جمعہ لاہور میں ان کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا، دیگر جماعتوں سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے -

آہ منشی احمد دین خان برق :

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و اندوہ کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک پرانے خادم منشی احمد دین خان برق (مہاجر کیمبلپور) ۶ اپریل کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون - ان کے فرزند ارجمند عبدالرزاق خان درد ان کی وفات کی اطلاع دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

" آپ سلسلہ کے نہایت مخلص خادم تھے - آپ نے ۲۵ مارچ ۱۹۵۶ء کی صبح کو خواب میں دیکھا کہ آپ کسی نہایت خوبصورت باغ میں ہیں، وہاں پر نواب محمد علی صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب بھی موجود ہیں، اور ایک ایسے لباس میں ہیں - جو کبھی دنیا میں نہیں دیکھا گیا - ایک عجیب قسم کا گلستان تھا، پھول پھل اور درخت جنت والے ہیں وہاں دیوار ہے وہاں پر حضرت مسیح موعود بیٹھے ہیں اور نہایت لطیف ہوا چل رہی ہے اور وہ بزرگ ایسے ہیں کہ ان کی داڑھی نہایت سفید اور موتیوں کی طرح چمک رہی ہے مگر وہ جوان دکھائی دیتے ہیں - والد صاحب وہاں گئے اور پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں حضور نے فرمایا ہوا کھا رہا ہوں انہوں نے والد صاحب کو اشارہ کر کے دکھایا کہ یہ جگہ تمہاری نماز پڑھنے کی ہے - اس کے بعد والد صاحب جاگ پڑے - اسی دن والد صاحب کو فالج اور بلڈ پریشر کا حملہ ہوا، اور تیرہ دن کے بعد کل وفات پا گئے "

عبدالرزاق خان درد - مکان نمبر BB-49 محلہ کرشن پورہ - راولپنڈی

منشی صاحب مرحوم بہت نیک، اور صالح بزرگ تھے اور احمدیت کے لئے بڑا جوش رکھتے تھے، ہر جگہ اور ہر کام میں احمدیت کا ذکر اور سلسلہ کی تبلیغ ان کا مشغلہ تھا، اپنی گرہ سے قیمتیں دے کر پیغام صلح دوسروں کے نام جاری کراتے رہتے تھے، ہمیں ان کی وفات پر ان کے تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالےٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت نصیب کرے، احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے -

منشی صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے قبول احمدیت کے حالات لکھ کر بھیجے تھے، جو افسوس ہے ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکے - آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج کئے جائیں گے -

---- حیدر آباد دکن سے شیخ انعام الحق صاحب لکھتے ہیں :----

" میرا انجمن کی توسیع اشاعت کے علاوہ فروخت کتب کی جدوجہد بھی جاری ہے بفضلہ اس میں کامیابی ہو رہی ہے - تبلیغی نقطہ نظر سے یہ امر بہت زیادہ باعث مسرت ہے کہ نوجوان مسلم اور غیر مسلم صاحبان بھی ہماری دینی کتب منگا رہے ہیں - انگریزی ترجمہ قرآن کی بھی ماشاء اللہ اچھی خاصی مانگ ہے - میں اس کام کے لئے حتی الامکان کافی کوشش اور خط و کتابت کرتا رہتا ہوں -

شیخ صاحب نے مدراس کے ایک اسلامی کالج کے ایک مسلم نوجوان کا ایک خط بھیجا ہے جس میں انگریزی ترجمہ قرآن کی رسید دی ہے - اور لکھا ہے کہ اور بھی لوگ اس کے خواہشمند ہیں -

ایک اور کارڈ شولاپور کے ایک مرہٹہ جنٹلمین کا شیخ صاحب موصوف نے بھیجا ہے انہوں نے انگریزی ترجمہ قرآن کریم منگایا تھا - جس کے متعلق لکھا ہے کہ :-

" آپ کا ارسال کردہ انگریزی قرآن پاک ملا - دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا خدا مرحوم مولانا محمد علی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے حقیقی معنوں میں خدمت اسلام کی ہے - والسلام - نیازمند - اے جی ایچ - شولاپور

مسئلہ جہاد اور احمدیت ---- (بسلسلہ صفحہ ۳)

ہوتا ان کے لئے طرح طرح کے مصائب اور اذیتوں کا موجب ہو رہا ہے، یہاں تک کہ جبراً انہیں ہندو بنانے کے واقعات ہو چکے ہیں، کیا ان لوگوں کا ہندو کی غلامی میں رہنا قرآن کریم کی رُو سے جائز ہے اور انگریز کی اطاعت ناجائز تھی ؟ سید سرور شاہ صاحب کو چاہیئے کہ اولی الامر منکم کا وعظ سب سے پہلے ہندی مسلمانوں کو کریں اور انہیں ہندو کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے خود علم جہاد لے کر کھڑے ہو جائیں، ورنہ نری زبانی باتیں بنانا یا مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ پر طعن و تشنیع کرنا کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون کا مصداق ہے ؂

ضرورت ہے

الامنیات واقع ضلع نواب شاہ (سندھ) میں کام کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصحاب کی ضرورت ہے، دیانت دار اور تجربہ کار امیدوار مؤرخہ ۳۰ اپریل سے پہلے اپنی درخواستیں پتہ ذیل پر ارسال کریں - (۱) ٹریکٹر ڈرائیور (۲) ڈیزل انجن ڈرائیور (۳) مقدم زراعت (۴) کلرک -

پتہ :- کاٹن ڈیپارٹمنٹ آفیسر کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ - اسماعیل آباد

(ملتان)

حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام

(۴)

حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج پر امریکن اخبارات کا تبصرہ

حضرت مسیح موعودؑ کے اس چیلنج کے جواب میں ڈوئی نے تو خاموشی اختیار کی، البتہ امریکہ کے تمام مشہور اخبارات نے یہ سوال اُٹھایا کہ آیا ڈوئی اس چیلنج کا جواب دے گا؟ ان میں سے تقریباً ۳۲ اخبارات قادیان بھی پہنچے۔ ان سب اخبارات کی آراء کا نقل کرنا تو مشکل ہے البتہ ان میں سے تین اخبارات کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

(۱) لٹریری ڈائجسٹ نے جو امریکہ کا مشہور و معروف اخبار ہے ۲۰ر جون ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں "ایک مجوزہ دعا کے مقابلہ میں دو حریف" کے عنوان کے نیچے لکھا:۔

"مرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان (پنجاب ہندوستان) اپنی شائع شدہ تحریروں میں مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ انہوں نے اس ملک کے ڈاکٹر ڈوئی کو ایک مقابلہ کے لئے بلایا ہے جس میں ہتھیار صرف دُعا ہوگا اور ہر ایک فریق خدا تعالےٰ سے یہ دعا کرے گا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔ ریویو آف ریلیجنز کے بیان کے مطابق اس چیلنج کا پیش کرنے والا مسیح موعود ہے جو عین اس وقت پر دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہے جو بائیبل کی پیشگوئیوں کے حساب کے رو سے مسیح کی آمد کا وقت ہے اور اس کے پیرو ایک لاکھ آدمی ہیں جن کی تعداد بہت جلدی بڑھ رہی ہے۔ اس مسیح کی تعلیم یہ ہے کہ یسوع مسیح محض ایک انسان تھا ایک نیک انسان لیکن اس میں الوہیت کوئی نہ تھی"

اس کے بعد اس نے حضرت اقدس کے چیلنج کو نقل کیا ہے۔

(۲) اخبار برلنگٹن فری پریس نے ۲۷ر جون ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں "ایک دُعا کے مقابلہ کی تجویز" کے تحت میں لکھا۔

"ملک کے مختلف حصوں میں یہ بحث بڑے زور شور سے ہو رہی ہے کہ قحط کے دُور کرنے میں دعا مؤثر ہے یا نہیں؟ اور اس بحث میں دو فریق ہو گئے ہیں۔ .... دعا کے اثر کے متعلق ایک طریق تحقیق ابھی پیش ہوا ہے جس کا آخری نتیجہ ایسا قطعی ہوگا کہ اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں ہوگی الیاس ڈوئی شکاگو کے مفتری پیشوا کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک چیلنج دیا ہے کہ وہ ایک ایسی دعا سے جس کا نتیجہ ایک فریق کے لئے موت ہوگا ان کا مقابلہ کرے۔ ...... بلحاظ رواج کے ڈوئی کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ مقابلہ کے لئے خود ہتھیار تجویز کرے۔ لیکن مسیح موعود نے بڑی ہوشیاری سے ایک ایسا ہتھیار تجویز کر دیا ہے جس سے وہ انکار نہیں کرسکتا۔ اب اگر ڈوئی اس تجویز کو نہ مانے تو دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنے مقابلہ کو اس بڑے مقتدر عالم کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا جس کی طرف سے وہ ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اگر وہ سچا ہے۔ برعکس اسکے اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ڈوئی کا فریق مقابل کوئی معمولی آدمی نہیں ہے .... ڈوئی نے ابھی تک کوئی اظہار رائے نہیں کیا۔ لیکن اگر وہ اس نئی قسم کے چیلنج کو منظور کرنے سے انکار کر دے گا تو اس کے مریدوں کی تعداد میں ضرور کمی آنی شروع ہو جائے گی۔"

(۳) اخبار انٹر پیپر شکاگو نے ۲۸ر جون ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں "ڈوئی کو جو الیاس ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے دعا کے ایک مقابلہ میں بلایا گیا ہے جس کا نتیجہ موت ہوگا" کے عنوان کے نیچے لکھا ہے:۔

"مرزا غلام احمد ایک مسلمان ہے جو مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جھوٹا کون ہے۔ الیاس ڈوئی کو چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ دعا میں مقابلہ کرے۔ چیلنج کا دینے والا مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ مرزا صاحب اپنے چیلنج میں لکھتے ہیں کہ اے جھوٹے مدعی! دعا کو ہتھیار بنا کر میرے ساتھ مقابلہ کر، آ ہم دونوں زمین پر جھک جائیں اور خدا سے دعا کریں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو، ڈوئی نے چیلنج کو منظور نہیں کیا اور نہ ہی اب تک انکار کیا ہے غالباً پہاڑ کی خوشگوار فضا میں وہ جواب تجویز کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ بحیثیت فریق ثانی چیلنج کی شرائط میں وہ کچھ تبدیلی چاہے۔ اس صورت میں اس کی درخواست یہ ہوگی کہ بجائے دعا کے گالیوں میں مقابلہ کیا جائے۔ اور جو دوسرے کو زیادہ گالیاں دے وہی فتحیاب سمجھا جائے۔ .... شاید وہ چیلنج کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور مرزا غلام احمد کو کہے کہ پہلے تم ایسی شہرت حاصل کر لو۔ خواہ کچھ بھی ہو ڈوئی اس چیلنج کو یونہی رد نہیں کرسکتا۔ دعوے کے لحاظ سے خود مرزا صاحب کا دعوےٰ ہلکا نہیں ریویو آف ریلیجنز جس میں یہ چیلنج چھپا ہے کہتا ہے کہ مرزا صاحب وہ مسیح موعود ہیں جو دنیا کی اصلاح کے لئے عین اس وقت بھیجے گئے جو بائبل کی پیشگوئیوں کے حساب کے رو سے مسیح کے آنے کا وقت ہے۔ ان کی جماعت ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور زور سے ترقی کر رہی ہے۔ اس مسیح کی تعلیم یہ ہے کہ مسیح سابق ایک انسان تھا الوہیت سے خالی مگر راستباز ہے۔"

امریکہ کے اخبارات نے تو بہت کچھ لکھا اور ڈوئی کو حضرت مسیح موعود کے چیلنج کا جواب دینے کے لئے غیرت دلائی مگر ایک سال گذر گیا اور ڈوئی پھر بھی نہ بولا۔ آخر ۲۳ر اگست ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدس نے پھر اسی دعوت مباہلہ کو دوہرایا اور لکھا کہ ڈوئی عمر میں مجھ سے بہت کم ہے اور بہت اچھی صحت اور قوٰے کا مالک ہے۔ وہ ایک پُر فضا اور ایسے شہر میں رہتا ہے جو صحت کے لحاظ سے بہترین جگہ ہے۔ مگر میں پنجاب کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں جس صوبہ میں طاعون کا زور ہے۔ لیکن تاہم میں نے اس کو دعوت مباہلہ دی ہے کیونکہ اس مباہلہ کا فیصلہ جو ہوگی اسباب سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے اس کا فیصلہ کرے گا اور پھر آپ نے بطور پیشگوئی شائع فرمایا کہ اگر ڈوئی اس مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی وہ خدا کی سزا سے بچ نہیں سکتا اور اس کے آباد کردہ شہر صیحون پر آفت نازل ہوگی۔

ڈوئی کی طرف سے جواب

مندرجہ بالا اشتہار پھر امریکہ کے اخبارات میں شائع ہوا اور لوگوں نے ڈوئی سے جواب کا مطالبہ کیا اور بہت کچھ لے دے کی تو اس نے اپنے اخبار مؤرخہ ۲۶ر ستمبر میں اور پھر دسمبر ۱۹۰۳ء کے پرچہ میں نہایت استکبار سے لکھا۔

"ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب کیوں نہیں لکھتا ...... مگر کیا تم خیال کرتے ہو

کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر میں اگر میں ان پر پاؤں رکھدوں تو میں ان کو کچل کر رکھدوں ۔"

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک مصلح کی حیثیت میں ڈوئی کو امر حق کی تبلیغ کی، اسکو دلائل و براہین سے سمجھایا کہ یسوع مسیح خدا نہیں ہے ۔ وہ ایک عاجز انسان ہے اور وہ محض ایک نبی تھا، اور وہ دوسرے رسولوں کی طرح آیا اور آخر فوت ہوگیا، سرینگر میں اس کی قبر موجود ہے ۔ آپ نے اس پر عیسائی مذہب کے بطلان اور اسلام کی حقانیت کو واضح کیا اور پھر حق و باطل کے تصفیہ کے لئے آپ نے مباہلہ کی دعوت بھی دی اور مباہلہ نہ کرنے کی صورت میں بھی عذاب الہٰی سے اس کو ڈرایا ۔ ڈوئی نے اس دعوت کا جواب نہایت متکبرانہ اور باغیانہ انداز میں دیا ۔ اس دن سے ہی اس کے زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے، اور وہ روز بروز ذلیل و خوار ہوکر آخر اس جہان سے رخصت ہوگیا جس کی کیفیت آگے آتی ہے

ڈوئی کے زوال کی ابتدا

نیویارک کے جلسہ کی ناکامی اور ڈوئی کی ذلت

حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج جو امریکہ اور یورپ کے لاکھوں انسانوں نے پڑھا ۔ اس نے لوگوں کی آنکھیں کھول دیں اور وہاں کے اہل علم حلقوں کے اندر ایک ہیجان برپا ہوگیا، سب کی آنکھیں ڈوئی کے جواب پر لگ رہی تھیں مگر ایک سال کی خاموشی کے بعد جو جواب اس نے دیا ۔ اور اہل علم پر واضح ہوگیا تھا کہ ڈوئی کے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہے اور نہ وہ حق و باطل کے فیصلہ کے لئے میدان مقابلہ میں آنا چاہتا ہے ۔ اور نہ بالمقابل دعا کرنا چاہتا ہے جو صریح طور پر اس کے بطلان اور اس کے مفتری اور کذاب ہونے پر دلالت کرتا تھا ۔ ڈوئی خود اس کو محسوس کر رہا تھا ۔ اور وہ دیکھ رہا تھا کہ محمدی مسیح کے اعلان اور چیلنج نے دنیا میں اس کے متعلق ایسی صورت پیدا کردی ہے کہ وہ لوگوں کو منہ نہیں دکھا سکتا تھا ۔ اور عامۃ الناس میں اس کی صداقت پر شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور اس کی گرفت روز بروز ڈھیلی ہو رہی ہے ۔ اپنے اقتدار کو قائم رکھنے اور اپنی طاقت اور عظمت سے لوگوں کو مرعوب و مسحور کرنے اور ان کی توجہ کو اپنی طرف جذب کرنے کیلئے اس نے ایک اور ڈرامہ کھیلنا چاہا اور وہ یہ تھا کہ اسی پرچہ میں جس میں اس نے حضرت مسیح موعود کے متعلق کہا کہ :۔

"میں ان مچھروں اور مکھیوں کی کیا پروا کرتا ہوں، اگر چاہوں تو ان پر اپنا پاؤں رکھکر کچل ڈالوں "

اس نے بڑے زور دار اور تحدی کے الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ امریکہ کے عظیم الشان شہر نیویارک میں پندرہ روز کے لئے عظیم الشان اجلاس منعقد کر رہا ہے جو اپنی نوعیت اور شان میں بے نظیر ہوں گے ۔ یہ اجلاس اکتوبر ۱۹۰۳ء میں ہونے قرار پائے اور امریکہ کے عظیم الشان شہر نیویارک کے اخبارات میں یہ خبر بڑے جلی عنوانات سے امریکہ میں خوب حاشیہ آرائیوں سے شائع کی گئی ۔ یہ کوئی معمولی اقدام نہ تھا ۔ زائن سٹی سے نیویارک کا فاصلہ نو سو میل کے قریب ہے ۔ اس طویل سفر کے لئے آمد و رفت کا کرایہ، دو ہفتوں تک ان کا ہوٹلوں اور خورد و نوش کا خرچ، پھر میڈیسن اسکوئر گارڈن ایسی جگہ جہاں اجلاس منعقد ہونے تھے اس قدر گراں تھی کہ اس کا ایک رات کا کرایہ ہی ہزاروں ڈالروں سے کم نہ تھا ۔ پھر نیویارک کے ہر گھر میں لٹریچر تقسیم کرنے کے اخراجات ۔ الغرض یہ سب انتظامات لاکھوں ڈالروں کے متقاضی تھے ۔ ڈوئی کے اس اقدام پر دنیا انگشت بدنداں تھی اس قدر اخراجات ایک سلطنت ہی برداشت کرسکتی تھی ۔ مگر ڈوئی کا مقصد ہی یہی تھا کہ وہ دنیا پر اپنی شان و شوکت اور جاہ و حشم ظاہر کر کے لوگوں کو مرعوب کرے ۔ اس جلسہ میں شرکت کے لئے صرف امریکن صیہونیوں کو دعوت دی گئی اور خود ڈوئی نے اپنی اخبار میں اعلان کیا کہ :۔

"ہر وہ صیہونی جس نے احیائے علیسویت کی قسم کھائی ہے اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے بحیثیت ایلیا ہونے کے ہر ممبر کو ہدایت دی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نیویارک چلے ...... انہیں اس حکم کی تعمیل سے انحراف نہ کرنا چاہیئے ۔"

جلسہ میں دعوت دینے کے لئے دس لاکھ کارڈ ... دو ورقے ٹریکٹ اور پروگرام اور اشتہارات ہزاروں ڈالر خرچ کر کے چھپوائے گئے ۔ صیحونی بینڈ اور آرکسٹرا کے لئے نئی یونی فارمیں تیار ہوئیں ۔ گانے والوں کے لئے نئے لباس سینے ۔ جھنڈے اور علم، موسیقی کے آلات ۔ لوگوں کے کھانے پینے کے سامان ۔ زائن گارڈ کی یونی فارمیں اور دوسری سینکڑوں ہزاروں اشیاء پر لاکھوں ڈالر خرچ کئے گئے ۔ اور ان سب کی تفاصیل اخبارات میں شائع ہوتی رہیں تاکہ لوگوں کو مرعوب کیا جائے اس جلسہ کے انعقاد کی اس قدر شہرت بڑھی کہ ایک ریلوے کمپنی نے صیحون سے نیویارک جانے والوں کے لئے صرف پندرہ ڈالر میں واپسی کا رعایتی ٹکٹ جاری کیا ۔ اکتوبر کے شروع میں ہی ایک روز صیحون سے آٹھ ٹرینیں صیحونی لشکر سے لدی ہوئی نیویارک کے لئے روانہ ہوئیں تمام صیحونیوں کو ڈوئی کا حکم تھا کہ وہ اسٹیشن سے سیدھے میڈیسن اسکوائر پہنچیں ۔ ڈوئی نے اپنے قیام کا انتظام نہایت ٹھاٹھ کے ساتھ نیویارک کے خوبصورت پارک ایونیو ہوٹل میں کروایا نیویارک کے اخبارات دی سن دی ورلڈ ۔ دی امریکن ۔ دی ٹریبیون، دی جرنل وغیرہ نے ان مہمانوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا ۔ اور ان کی آمد کے پروگرام کی تفصیل کو خوب بڑھا چڑھا کر شائع کیا ۔

ماہ اکتوبر کی ایک اتوار کی شام کو ان دو ہفتوں کے اجلاس کا باقاعدہ افتتاح ہونے والا تھا ۔ یہ شام ڈوئی کے لئے ایک فیصلہ کن شام تھی ۔ کیونکہ اس کی کامیابی پر ڈوئی کا سکہ ساری دنیا پر بیٹھنے والا تھا ۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ آج اس کے اقبال اور فتح و ظفر کا سورج ساری دنیا پر نہایت آب و تاب سے چمکنے لگے گا ۔ میڈیسن اسکوائر گارڈن میں ہزاروں انسان موجود تھے اور ہزاروں انسان گارڈن سے باہر بھی کھڑے تھے لوگوں کا ایک سیلاب تھا جو عظیم ڈوئی کی شان و شوکت کا ملاحظہ کر رہا تھا ۔ اور اس کی عظمت اور مقبولیت دیکھکر لوگ حیرت زدہ ہو رہے تھے ۔ ایک طرف ڈوئی کے خاص زائن ہوسٹ کے تین ہزار سپاہی دوسری طرف پچاس مختلف قسم کے بینڈ تھے اس نظارہ کی شان کو بڑھا رہے تھے ۔ یہ ایسا پر شکوہ اور دلفریب نظارہ تھا کہ اب تک نیویارک میں دیکھنے میں نہیں آیا تھا ۔

اب جلسے کا پروگرام شروع ہوا ۔ پہلے بینڈز نے ترانے گائے ۔ پھر مغنیہ عورتوں نے گیت گائے اس کے بعد ڈوئی اپنی تقریر کے لئے ایک ڈرامائی انداز سے سٹیج پر آیا ۔ تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھے تھے اور ہمہ تن گوش ہو ... تھے ۔ نیویارک کی ساری تاریخ میں اتنے بڑے وسیع پیمانہ پر کسی نے اب تک اس شہر کو ... نہ کیا تھا ۔ ڈوئی تقریر کے لئے کھڑا تو ہوگیا ۔ مگر خدا جانے آج اس کو کیا ہوگیا کہ کھڑے ہوتے ہی بدن پر رعشہ طاری ہوگیا ۔ زبان لڑکھڑا گئی، ہاتھ پاؤں شل ہوگئے ۔ ڈوئی وہ ڈوئی جسے اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا، اور جسے اپنی جادو بیانی پر فخر تھا ۔ یہی ڈوئی کہ لوگ اس کی سحر بیانی سے انگشت بدنداں رہ جاتے تھے ۔ وہ ہزاروں لاکھوں کے مجمع پر اپنی زبان کی طلاقت سے چھا جایا کرتا تھا ۔ وہ سامعین کو اپنی جادو بھری تقریروں سے مسحور کر لیا کرتا تھا ۔ اس کی زبان بجلیاں گرایا کرتی تھی اس کا ایک ایک لفظ اثر میں ڈوبا ہوا اور ایک ایک فقرہ تیر و نشتر کا حکم رکھتا تھا ۔ آج وہی ڈوئی ہے کہ جو لفظ زبان سے نکلتا ہے وہ نامکمل اور جو فقرہ وہ بولتا ہے وہ ادھورا، اس کا سحر باطل ہو جاتا ہے ۔ اس کا جادو ٹوٹ چکا ہے ۔ آج اس کی آواز سے رس اور اسکے الفاظ سے اثر ہو چکے ہیں، وہ آواز جو جلسہ گاہوں میں نہایت زور و شور سے گونجا کرتی تھی ۔ آج گنگ ہوگئی ۔ وہ بہت سٹ پٹایا اور بولنے کے لئے اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر اللہ رے شامت اعمال سوائے بے معنی آواز ہاں ہاں کے اس کی زبان پر کچھ نہ تھا ۔ امریکہ کا ایک مؤرخ آرتھر نیوکومب اپنی کتاب کے صفحہ ۲۵۴ پر اس کی آواز کو بیل کے ڈکار سے تشبیہ دیتا ہے ۔ گویا وہ سامری کے بچھڑے کی آواز سے ملتی جلتی تھی، جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے عجلاً جسداً له خوار خدا جانے یہ کیا ماجرا تھا کہ وہ شخص جو دنیا کو مرعوب کرنے

مجاہد یورپ (قسط ۳)

(از محمد سلطان نظامی صاحب)

خواجہ صاحب کا پہلا خطبہ

خواجہ صاحب کی تبلیغ کا طرز نہایت ہی موثر تھا۔ چنانچہ ذیل میں ان کا سب سے پہلا خطبہ دیا جاتا ہے جس سے ووکنگ کا آغاز ہوا۔ یہ خطبہ اس وقت دیا جب کثرت سے لوگ اسلام اور اس کی تعلیمات سے ناآشنا تھے۔ آپ نے خطبہ کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک فقرہ انتخاب کیا۔ جو مصیبت کے وقت انکے منہ سے نکلا تھا۔ خواجہ صاحب نے اس پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی"

یہ مختصر سا فقرہ کیسا جامع، خوبصورت اور صداقت سے بھرا ہوا ہے۔ اور حق پوچھو تو یہی ایک فقرہ نشیب فراز زندگی میں ہر مرحلہ پر انسان کے لئے مشعل راہ ہو جاتا ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ یہی ایک فقرہ جامع طریق پر اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ جو لفظ اسلام میں مضمر ہے۔ اسلام کیا ہے رضائے الٰہی کے سامنے سر بسجود ہو جانا۔ انسانی ارادہ یا انسانی مرضی وہ زبردست قالب ہے جس میں ہر انسانی فعل اور سیرت ڈھل جاتی ہے۔ لیکن یہ ارادہ بالضرور انسان کو تباہی تک پہنچا دے گا۔ اگر یہ غلبیع الرسن ہو فی الواقعہ انسانی ارادہ تہذیب و تعدیل کا محتاج ہے اور ہر وقت اصلاح و ترتیب چاہتا ہے۔ اور اگر انسان رضائے الٰہی کو ہی پورا کرنے آیا ہے تو پھر یہ زرین قاعدہ زندگی جو جناب مسیح علیہ السلام نے فرمایا اس کی اہمیت ظاہر ہے۔ اس خدائے قدوس کی رضا ہی انسانی رضا پر غالب آنی چاہیئے۔ اس اصول کو جناب مسیح نے صلیب سے سکھایا۔ اپنی جان کی قربانی سے آپ نے ہمیں یہ تعلیم دی۔ اب اگر یہی اصول ایک صحیح اصول ہے تو ہمیں رضائے الٰہی کا علم ہونا از بس ضروری ہے۔ کیا اس رضائے الٰہی کو ہم مختلف مصائب تکالیف میں پڑ کر حاصل کریں۔ جیسے کہ فرقہ پوزیٹوسٹ ...... Positivist ہمیں تعلیم دیتا ہے یا اس رضائے الٰہی کا مطالعہ ہم عقیدہ کے مطابق مطالعہ فطرت سے کریں۔ اس کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ ہم حکمت الٰہی کو دوسروں کے نقصان پر حاصل کریں۔ انسان کی نسلوں کی نسلیں جہالت اور ناواقفی کے باعث طرح طرح کے نقصان اٹھائیں اور اس طرح تکالیف و نقصانات اٹھا کر ہماری ہدایت کے لئے سبق چھوڑ جائیں۔ کیا یہ خودغرضی نہیں۔ اور خدائے تعالیٰ کی ربوبیت پر ایک خطرناک حملہ نہیں۔ یہ باتیں ممکن ہے اُن کو پسند نہ آئیں جو رنگ دہریت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ لیکن جب ہم ایک دفعہ تسلیم کر لیں کہ ایک حکیم و فہیم خدا ہمارے چاروں طرف حکومت کر رہا ہے۔ وہ حکیم اور مدبر بالارادہ خدا ہے۔ جس کے علم میں کوئی خاص منشاء انسان کے پیدا کرنے میں ہے جس کو وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ اب اگر ہم یہ یقین کر لیں تو ہمیں اس منشاء الٰہی کا علم بھی ہونا چاہیئے۔ اور ان راستوں کا بھی علم ہونا چاہیئے جن سے وہ مشیت پوری ہوتی ہے اور اگر مذہب کی کوئی غرض ہو سکتی ہے تو یہی ہے۔ مذہب دنیا میں اسی لئے آیا ہے کہ وہ ہم پر ہمارے خالق کی منشاء ظاہر کرے۔ کہ ہمیں اس نے کیوں پیدا کیا۔ اور کیوں ہم اپنی غرض پوری کرنے کے لئے اپنی رضا کو اس کی رضا کے ماتحت کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جس طرح ہمارے حالات واقعہ ہوتے ہیں، ہر وقت ہم ایک نہ ایک مرضی کے تابع ہوتے ہیں۔ خواہ وہ ہماری مرضی ہو یا کسی اور کی۔ ہم روزمرہ کی زندگی میں ایک ایسی منشاء اور رضا کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ جس کو ہمارے رسم و رواج نے ہم میں معروف کار ٹھیک دے دیا ہے۔ مرضی کی ہم نے پیروی کرنی ہے اور جب یہ حالت ہے تو کیوں نہ اسے اس اعلیٰ و ارفع مرضی کے ماتحت لے آویں۔ جس کی کوئی نہ کوئی مرضی ہمارے پیدا کرنے میں تھی اور جس مرضی کو صرف وہی جانتا ہے اور وہی اس حقیقت سے واقف ہے، کہ وہ مرضی کس طرح پیدا ہو گی۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے مذہب جو دنیا میں نازل ہوا۔ تو اسی ربانی مرضی کو انسان پر ظاہر کرنے کے لئے پیدا ہوا۔ اس لئے مذہب خدا کی طرف سے ہر ایک فرد کو بلاتمیز قوم ہر وقت دیا گیا۔ دوسری طرف یہ بھی عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ یہ ساری کتب الہیہ جن میں خدا کی منشاء ظاہر ہوتی تھی اپنی اصلی شکل و صورت میں نہیں رہیں۔ ہاں قرآن کے متعلق بقین محکم ہے کہ وہ اپنی اصلی شکل و صورت میں موجود ہے۔ لیکن اس بات کو بھی جانے دو۔ چاہے جس شکل میں بھی کوئی کتاب الٰہی ہے۔ اسکا اٹھایا ہوا سوال یہ ہے کہ کیا یہ مروجہ کتب مقدسہ رضائے الٰہی کا آئینہ ہو سکتی ہیں۔ سب سے پہلے آؤ ان چار اناجیل کو لے لو۔

آج ہمارے خطبہ کا موضوع ہے "میری رضا نہیں بلکہ تیری رضا" تو اس قدر عظیم الشان مقصد ہے کہ جس کی تعلیم مسیح علیہ السلام نے پھانسی پر چڑھ کر دی ہمیں آپ کی زندگی میں اور آپ کے مقدس الفاظ میں تعلیم دی جاتی ہے ...... کہ خدا وند تعالیٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ جب ہمیں دشمنوں سے مقابلہ پڑے ہمیں کس طرح صبر کے ساتھ مصائب زندگی کو سہنا اور کسی تکلیف کی بھی ہمیں پرواہ نہ کرنی چاہیئے لیکن کیا یہی چند باتیں ہماری کل زندگی پر حاوی ہیں۔ یا ہماری کل ضروریات زندگی، ہمارے کاروبار اور ہمارے معاملات ان حدود سے باہر بھی چلے جاتے ہیں۔ جن کو مسیح علیہ السلام کے پیارے الفاظ گھیرے ہوئے ہیں۔ کیا ہمیں ہر معاملہ زندگی میں ربانی روشنی کی ضرورت نہیں، اور تو اور اپنے اعضاء و جوارح کو دیکھ لو۔ خدا نے ہمیں ہاتھ دیئے پاؤں دیئے آنکھیں دیں، دل و دماغ دیا ہے۔ ان چیزوں کے بنانے میں ضرور کوئی منشاء ایزدی ہو گی۔ ان کا کوئی خاص استعمال اس کی نگاہ میں ہو گا۔ کیونکہ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ اعضاء و جوارح کی بد استعمالی ہمیں ہلاکت کا منہ دکھاتی ہے، کیا انہی اعضاء و جوارح و دیگر اعضاء کے ناجائز استعمال کے لئے ہم خدا اور مخلوق خدا کے سامنے ذمہ وار نہیں۔ دیکھو اسی ذمہ داری کی طرف کس خوبصورتی سے کتاب اسلام یعنی قرآن مجید اشارہ فرماتی ہے کہ ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل آیت ۳۶) یعنی "اس بات پر مت چل جس کا تجھے علم نہیں۔ کیونکہ تجھ سے تیرے دیکھنے سننے اور دل کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

کیسی حکمت اور صداقت سے بھری ہوئی یہ نصیحت ہے۔ خدا کی کتاب میں یہاں صرف تین اعضاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہی تین اعضاء وہ زبردست اعضاء ہیں کہ جن کے زیر اثر تمام انسانی ارادے اور خواہشات مختلف شکلوں میں نمودار ہوتی ہیں، دراصل یہی اعضاء کل حواس انسانی کے قائم مقام ہیں۔ ہمارے علم کا زیادہ حصہ آنکھ اور کان کے ذریعہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور ہمارا قلب ہمارے ارادہ و مرضی کا سرچشمہ ہے "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی" کیسا پیارا فقرہ ہے۔ کیسی برمحل نصیحت کیسی برموقع ہدایت ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ آنکھ کان اور دل کے استعمال سے میری مرضی کا علم کہاں سے ہو۔ کیونکہ آنکھ اور کان سے میں اشیاء کا علم حاصل کرتا ہوں۔ اور دل کے ذریعہ ان پر محاکمہ کر کے اپنی مرضی اور ارادے کو استعمال کرتا ہوں۔ مجھ سے کہا جاتا ہے۔ کہ میں اپنے تمام امور زندگی میں ہادی راہ "تیری مرضی" رکھوں۔ اور اپنی مرضی کو تیری ہی مرضی کے ماتحت کر دوں۔ لیکن کوئی ذریعہ نہیں کہ جس سے مجھے تیری مرضی کا علم ہو، ہم آپس کے معاملات زندگی میں بھی ایک دوسرے کے بالمقابل فرائض و ذمہ داریاں رکھتے ہیں۔ اور انہی حقوق و فرائض کے توڑنے سے دنیا میں بدی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کو پیدا کرنے کا جو مقصد ربانی اور ...... خاص غرض تھی مفقود ہو جاتی ہے۔ کس طرح سے اس حکم "تیری مرضی" کی

میں ان مختلف فرائض و ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں پورا کروں - کیا میں اپنی زندگی کے ایک ایک قدم پر اندھیرے میں نہیں - کیا مجھے ہر مرحلہ زندگی کے لئے روشنی کی ضرورت نہیں - پھر اگر روشنی کی اشد ضرورت ہے، تو کیوں نہ ربانی روشنی ہی مشعل راہ ہو - مذہب دنیا میں اور بھی ہیں - اور ہر ایک اپنے اندر اس نور ربانی کو رکھنے کا مدعی ہے - لیکن میرے نزدیک کوئی بھی کتاب خاتم الہام الٰہیہ ہونے کی مدعی نہیں ہو سکتی جب تک اس میں ذیل کے امور نہ ہوں......... جن کا دعوے اسلام کی کتاب قرآن نے کیا ہے - اور ان امور کو اپنے اندر رکھا ہے اس کا دعوے ہے

(الف) ذالك الكتاب لاريب فيه هدًى للمتقين ٥

اس کتاب میں کوئی شبہ نہیں - یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا لحاظ رکھنے والوں کے لئے ہدایت نامہ ہے -

(ب) كتب انزلنه اليك لتخرج الناس من الظلمت الى النور باذن ربهم الى صراط العزيز الحميد ٥

"یہ قرآن ایک اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے - ہم نے تم پر اس غرض کے لئے اتارا ہے - کہ تو لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے (کفر کے) اندھیروں سے نکال کر (ایمان) کی روشنی میں لائے (یعنی) اس (ذات پاک) کے رستے پر لائے (جو سب سے) زبردست اور تعریف کے لائق ہے"

(ج) سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ـ

"(یہ ایک) سورت ہے جس کو ہم نے اتارا اور اس (دستور العمل) ہم لاہی باندھا ہوا ہے - اور ہم نے اس میں کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں - تاکہ یاد کرو"

اس قسم کی بہت سی آیات قرآن کریم میں ہیں - جن سے ہمارے روزمرہ کے معاملات زندگی پر روشنی پڑتی ہے - جس کو جناب مسیح علیہ السلام نے "تیری مرضی" کہکر پکارا ہے -

موجودہ کلیسا عملاً اپنے پیغمبر کے خلاف ہے لیکن مسیحی کلیسا جس کا ڈھانچہ پولوس نے بدل دیا ہے - در اصل یہ سکھاتا ہے کہ "تیری مرضی" دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اس کی تعلیم بالکل اس کے برعکس ہے "تیری مرضی" جس سے مراد وہ ربانی قوانین یا شرائع ہیں جن پر چلنا انسان کے لئے ضروری تھا - اور جن کے ماتحت انسانی مرضی کو رہنا تھا - ان پر پولوس کی تعلیم کے ماتحت انسان چل سکتا ہی نہیں، گناہ جس سے مراد "تیری مرضی" کا خلاف ہے - حسب تعلیم پولوس .... انسان کی فطرت میں آچکا ہے وہ کہتا ہے کہ انسان قوانین الٰہی پر چل سکتا ہی نہیں - "تیری مرضی" یعنی شریعت بقول پولوس لعنت ہے - اور لعنت کی طرف لے جاتی ہے - اس لئے ہم "تیری مرضی" یعنی شریعت پر عمل کر نجات پا ہی نہیں سکتے - اور اس لئے ہمیں نجات مسیح کے خون کے ذریعہ حاصل ہوئی - کیا عجیب انکشاف ہے ...... جناب پولوس کو ہوا - ہمہ یہ وہ انکشاف ہے جس کا پتہ جناب مسیح علیہ السلام کو نہیں چلا - اگر مسیح علیہ السلام بھی اس حقیقت سے آشنا ہوتے تو وہ پھر کیوں یہ سبق سکھاتے :-

"میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی"

اگر وہ جانتا تھا کہ ہم تو اس کی مرضی پر چل ہی نہیں سکتے تو پھر وہ ہمیں یہ سبق کیوں دیتا - پولوس اور اس کے ماتحت عیسائی کہتے ہیں - کہ وہ خدا ہے - لیکن جب وہ یہ سبق دیتے ہیں کہ وہ انسانی فطرت کو نہ سمجھ سکا تو پھر وہ خالق کس طرح ہو سکتا ہے -

پیرس کی مذہبی کانفرنس میں لیکچر

خواجہ صاحب کا طریقہ تبلیغ نہایت ہی عمدہ تھا اور ان کا ہر لیکچر اور خطبہ اپنے اندر ایک خاص جاذبیت رکھتا تھا - جسے سن کر اہل انگلستان اور اہل یورپ اسلام کے قائل ہو جاتے تھے - چنانچہ جولائی ۱۹۱۳ء کو پیرس میں ایک مذہبی کانفرنس ہوئی جس میں آپ کو شمولیت کی دعوت دی گئی - اس کانفرنس میں تمام فضلائے یورپ تشریف فرما تھے - خواجہ صاحب کی تقریر نے ان تمام علمائے یورپ کی توجہ اسلام کی طرف مبذول کر دی - چنانچہ آپ نے فرمایا :-

صاحبان! قبل اس کے کہ میں اپنے نفس مضمون پر بحث کروں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے دوبارہ اپنے مذہب پر کچھ بیان کرنے کا موقعہ دیا ہے - اس ...... کے لئے کہ آپ مذہب اسلام پر غور کریں، اور منصفانہ نگاہ سے اس کی تعلیم کو پڑھیں اور اس پر تدبر فرمائیں - صرف یہ امر ہی کافی باعث رغبت ہونا چاہیئے کہ اسلام ان محدود اور متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے - جس کی وجہ سے آج یورپ اپنی ضلالت اور تاریکی سے نکل کر روشنی اور تہذیب کا مرکز بن رہا ہے - اور رسول اکرم صلعم کے پیرو اسکی سچائی کی زندہ مثالیں ہیں، جن کی بدولت اور جن کی اقتداء سے یورپ اپنے موجودہ مراتب کو پہنچا ہے - افسوس کا مقام ہے کہ باوجود اس روشنی اور تہذیب کے جس کا اثر میں اس ملک کی زندگی پر عام طور پر مشاہدہ کر رہا ہوں اور جس کی وجہ سے ہر ایک قسم کی مشکلات کو حل کیا جاتا ہے ہر قسم کی ترقیات کا حصول ہوتا ہے ....

...... میں دیکھتا ہوں کہ اس ملک میں اس مذہب کی بابت سخت ناواقفیت اور لاعلمی پھیلی ہوئی ہے - جس نے ملک عرب میں اپنا جنم لیا ہے - اور تمام دنیا کو اپنی روشنی سے معمور کر دیا بحیرہ منجمد شمالی اور جنوبی کی تحقیقات میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے - زندگی کی قربانیاں کی جاتی ہیں - طرح طرح کی مشکلات کا سامنا آپ کر لیتے ہیں - لیکن وہ سمندر آپ کی نظروں سے چھپا ہوا ہے جس کے پانیوں پر کروڑوں زندگیوں کی کشتیاں پل رہی ہیں، وہ جس نے دنیا کی روحانی، اخلاقی اور تمدنی کایا پلٹ دی - تاہم مجھے آپ کے پروگرام سے یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی کہ آپ کو ایک ایسے مذہب کے اصول قائم کرنے کی خواہش ہے، جو دنیا کا مذہب قرار دیا جائے، اور نیز یہ کہ دنیا کے مختلف مذاہب پر تحقیقی اور تنقیدی نظر سے غور کیا جائے - لیکن پیشتر اس کے کہ مختلف مذاہب کے درمیان ایک مابین اصول کی راہ قائم کی جائے - اور اختلافات مذاہب کو جڑھ سے اکھیڑا جائے - ایک ایسے مذہب کی بابت جو ایک زندہ مذہب ہے جس کی حکومت دنیا کی تہذیب اور تمدن پر جاری ہے - جس کے اصول کو دنیا کا ایک کثیر التعداد طبقہ اپنا نصب العین قرار دیتا ہے - کیا ضروری نہیں کہ ...... اس کے متعلق معتبر ذرائع سے واقفیت بہم پہنچائی جائے - آپ کے تہذیب و تمدن کے ساتھ یہ امر بالکل متناقص واقع ہوا ہے کہ ایسے مذہب اور امم اتحہ کی بابت آپ کی واقفیت اور علم کے ذرائع ناقابل اعتبار ہوں اور یہ علم خاص کر ایسے لوگوں کے ذریعہ آپ کو پہنچے جو اصولاً اسلام کے معاند اور مخالف ہوں، مجھے اسلام کے متعلق کسی کو غلط فہمی یا دانستہ غلط تشریح کی کبھی شکایت نہیں ہوئی - افسوس اور شکایت کا مقام تو یہ ہے کہ ہم غلط بیانیوں کے شکار ہو رہے ہیں - اور اسلام کو نہایت ہی برے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے ایسی باتیں ہماری طرف منسوب کی جاتی ہیں جن کا وجود تک بھی ہماری تعلیم میں نہیں پایا جاتا ہے - جن کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں - یہاں تک کہ وہ تمام محاسن جو اسلام کی زیبائش اور فخر کا موجب ہیں، اس سے چھین لئے جاتے ہیں اور اس پر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا - بلکہ وہ تمام قباحتیں اسلام کی طرف منسوب کی جاتی ہیں - جن کی بیخ کنی کے لئے خود اسلام آیا - اور جن کے مقابلہ میں اس نے نہایت کامیابی سے جہاد کیا - کیا آپ کی اس آزاد خیال کانگرس کی تمام کارروائی میں توحید الٰہی اور مساوات انسانی قائم کرنے کی کوشش نظر نہیں آتی - تو پھر سب سے پہلے کیا آپ پر لازم نہیں - کہ آپ اس مذہب کا شکریہ ادا کریں جس نے نہایت کھلے طور پر توحید اور مساوات کی تعلیم دی -

قلت وقت اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ میں ایک نہایت ہی سرسری رنگ میں اسلام کو آپ کے سامنے پیش کروں - لیکن اس مہربانی سے فائدہ اٹھا کر جو آپ نے مجھے اس مجلس میں بولنے کی اجازت دی ہے میں صرف اسلام کی چند ایک ایسی امتیازی خصوصیات کا ذکر کروں گا - جن کی بابت میں اپنے بیس سالہ تجربہ و مطالعہ کی بنا پر بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اسلام ہی کا خاصہ اور اسلام ہی کی ذات سے مختص ہیں -

—— (باقی دارد) ——

ہندوستان کے مغل بادشاہوں کا نظام عدل

(۴)

منریق اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کا ذکر پہلے آچکا ہے، ان کے مقدمے کی سماعت جس طرح ہوئی اس سے مغلیہ سلطنت کی عدالتی کارروائی کے نظام کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ ان فرنگیوں کی تعداد چار تھی، وہ بحری قزاق سمجھے گئے۔ اس لئے حراست میں لے لئے گئے تھے۔ مدنا پور کے کوتوال کی عدالت میں چھ فوجیوں کی نگرانی میں لائے گئے اور عدالت میں جیسے ہی داخل ہوئے فوجیوں کے نگران اعلیٰ نے ان کو اپنا اپنا سر جھکا کر کوتوال کی تعظیم بجا لانے کا اشارہ کیا۔ پھر اسی نگران اعلیٰ نے خود بھی جھک کر تعظیم و تکریم کے مراسم ادا کئے اور آگے بڑھ کر کوتوال کے سامنے مدنا پور کے شقہ دار کا معروضہ پیش کیا۔ فرنگی قیدی اس کے پیچھے کھڑے رہے، کوتوال نے معروضہ پر نظر ڈالی تو ملزموں کو پیش کرنے کا حکم دیا، اور جب وہ سامنے آئے تو کوتوال نے شقہ دار کا معروضہ اپنے ایک ماتحت سے بلند آواز میں پڑھوایا، تاکہ ملزمین اپنے خلاف الزامات سن لیں۔ شقہ دار نے ان پر یہ جھوٹے الزامات عائد کئے تھے کہ وہ دریا کے کنارے قزاقی کرتے ہوئے پکڑے گئے۔ کوتوال نے ملزموں کو صفائی پیش کرنے کا حکم دیا، ان میں سے ایک فرنگی ہندوستانی جانتا تھا۔ اس نے اصلی واقعہ بیان کیا اور شقہ دار کی بدسلوکی کی بھی شکایت کی، کوتوال نے ان کے بیانات غور سے سنے، ان کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے کا وعدہ کیا۔ اور ان کو بیٹھ جانے کی اجازت دی۔ اس کے بعد فوجیوں کے نگران اعلیٰ کو ایک تحریر دی گئی اور وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ تحریر ملزموں کے عدالت میں حاضر ہو جانے کی گویا رسید تھی۔ ان کے جانے کے بعد ملزموں کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں۔ ان سے پوچھا گیا شہر میں کوئی ان کا واقف کار ہے جو انہوں نے نفی میں جواب دیا، کوتوال نے شہر کے تاجروں کو بلوا بھیجا، ان میں سے ایک نے بتایا کہ منریق بنجا کے پادری کا دوست ہے، تاجر کی مداخلت سے مقدمہ کی سماعت ملتوی کر دی گئی تو منریق نے بنجا کے پادری کو ایک خط لکھا۔ مؤخر الذکر نے اس کی دوستی کی تصدیق کی، تاجر مذکور نے پادری کا تعارفی خط کوتوال کے سامنے پیش کیا، اور منریق کے ساتھیوں کی ضمانت لی، اس کے بعد وہ رہا کر دیئے گئے، چبوترہ یعنی عدالت کے دو حاکم تاجر کے ساتھ قید خانے گئے اور فرنگی ملزموں کو رہا کیا۔

قید خانوں کی دو قسمیں تھیں۔ اول و دوم۔ اول درجہ کے قید خانوں میں شاہی خاندان کے افراد اور امراء کے لئے جیل خانے عموماً ملک کے مختلف حصوں کے قلعے ہوتے، کبھی کبھی ان قلعوں میں عام مجرم بھی قید کر دیئے جاتے، لیکن ان کے لئے کمرے علیحدہ ہوتے، ایسے مخصوص قلعے گوالیار، رنتھمبور، رہتاس، بھکر، جنیر اور بیانہ کے تھے۔ کبھی صوبہ کے دارالسلطنت کے قید خانے میں بھی بڑے بڑے عہدیدار قید کر دیئے جاتے مثلاً جب شاہ ابوالمعالی نے غداری کی اور وہ گرفتار کر لیا گیا تو اکبر نے اس کی جان تو بخش دی، لیکن لاہور میں کوتوال کی نگرانی میں اسکو محبوس کر دیا۔ اور جب اسکی خبر کابل کے صوبہ دار منعم خاں کو ملی تو ابوالمعالی کے دیوانی کھمرد کے جاگیردار محمد ہاشم کو مقامی جیل خانے میں قید کر دیا۔

دارالسلطنت اور دوسرے شہروں کے مرکزی جیلوں اور قلعوں کے علاوہ سرکار اور پرگنہ کے صدر مقامات میں بھی جیل ہوتے تھے جن کے معاینہ کے لئے کبھی کبھی بہ نفس نفیس خود بادشاہ چلا جاتا تھا اور مراحم خسروانہ سے بعض قیدیوں کو رہا کر دیتے .... کا حکم دیتا تھا۔ صوبہ کے صوبہ دار اور قاضی بھی وقتاً فوقتاً معائنہ کے لئے جایا کرتے تھے، ایسے چور ڈاکو اور قاتل جن سے امن عامہ میں خلل پیدا ہونے کا احتمال رہتا، پکڑ کر جیل میں بند کر دیئے جاتے۔

ضمانت

ملزموں کو ضمانت پر رہا کر دیتے .... کا بھی طریقہ جاری تھا۔ لاہور کے صوبہ دار خدا ایمن خاں نے مشہور فرنگی سیاح منوکی کو جب .... کے الزام میں قید کر دیا اور ایمن خاں کے جانشین فدائی خاں نے اس کی رہائی کا حکم دیا تو کوتوال نے قانوناً منوکی کی ضمانت لیکر اس کو رہا کر دیا۔

جیل کی زندگی

جب منریق اور اس کے ہمراہی گرفتار ہوئے، تو ایک تاجر کی وساطت سے یہ درخواست کی کہ وہ عام قیدیوں کے ساتھ جیل میں نہ رکھے جائیں۔ لیکن قانوناً ایسا نہیں ہو سکا۔ اس نے تاجر جیل کے نگران سے ملتا رہا۔ اور ان فرنگی قیدیوں کے لئے اس نے زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کیں، ان پر قزاقی کا الزام تھا، اس لئے قانون کے مطابق عام قیدیوں کی طرح ان کے ہاتھ باندھ دیئے گئے تھے اور گلے میں آہنی طوق ڈال دیا گیا تھا۔ تاجر کی سفارش سے ان کے ہاتھ کھول دیئے گئے اور طوق اتار لیا گیا۔ ان کے سونے کے لئے چارپائیاں بھی فراہم کر دی گئیں۔ اور تاجر کے یہاں سے کھانا بھی منگوانے کی اجازت دے دی گئی۔ ان کو ڈاکٹر کی ضرورت ہوئی تو وہ بھی بلوا دیا گیا جس نے اُن کے زخم کا علاج بڑی ہوشیاری سے کیا۔ تاجر اُن سے ملنے کے لئے روزانہ آتا تھا۔ اور ان کے آرام و آسائش کا پورا سامان مہیا کرتا رہتا تھا۔

پولیس کا نظام

عدل کے سلسلہ میں پولیس کے عہدیدار پورے طور سے معاون ہوتے تھے۔ پولیس کے نظام میں کوتوال کا عہدہ بہت اہم تھا جو محتسب کے بھی فرائض انجام دیتا تھا، جس علاقہ میں چوری یا ڈکیتی ہوتی تو اس علاقہ کے کوتوال اور فوجدار ذمہ دار ٹھہرائے جاتے، امن عامہ کے تحفظ اور مذہبی احتساب دونوں کی ذمہ داری انہی کے سپرد ہوتی تھی، سرکار میں پولیس کا نظام دو حصوں میں تقسیم تھا، فوجدار دیہی علاقوں کا نگران ہوتا تھا اور کوتوال شہری علاقوں کی نگرانی کرتا تھا، پرگنہ میں ان دونوں کے معاون شقہ دار اور عامل تھے۔ پرگنے بھی چھوٹے چھوٹے علاقوں میں تقسیم ہوتے تھے جن میں کچھ گاؤں ایک تھانیدار کے ذمے ہوتے تھے، ایسے علاقوں میں جہاں خطرناک قسم کے ڈاکو، رہزن اور چور ہوتے تھے مخصوص فوجدار متعین کئے جاتے تھے۔ ان کے ماتحت کچھ لشکری اور کچھ عہدیدار بھی ہوتے تھے۔ آگرہ اور دہلی کی نگرانی خاص طور پر کی جاتی تھی، متھرا، جہاین اور جالیسر فوجدار داؤد خاں قریشی کے ماتحت تھا اس شاہراہ کا محافظ تھا، دو ہزار سوار رہا کرتے تھے۔

امن اور حکومت کے استحکام کے زمانے میں ملک کی عام حالت پولیس کے نظام کی وجہ سے بڑی اطمینان بخش تھی۔ اس عہد میں جتنے فرنگی سیاح آئے سب نے ملک کے امن و خوش حالی، ضروریات بلکہ تعیشات زندگی کی فراوانی کی بڑی تعریف کی ہے، سڑکوں اور شاہراہوں پر کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ اور تجارتی سامان بڑی آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا تھا۔ دور دراز مقامات کی تجارت دریا یا لمبی سڑکوں کے ذریعہ ہوتی تھی اور راستہ میں جگہ جگہ تاجروں کے قیام کے لئے سرائیں اور منزلیں بنی ہوئی ہوتی تھیں جن میں اُن کے آرام و آسائش کی تمام چیزیں مہیا رہتی تھیں، ان سہولتوں کی وجہ سے تاجروں کے قافلے برابر آتے جاتے رہتے اور تجارت کو فروغ ہوتا رہتا تھا۔ سرائے کے کارندے جس محنت اور تندہی سے مسافروں کی خدمت کرتے تھے۔ منریق نے اس کی بڑی تعریف کی ہے۔ اس کو اس لئے اور بھی تعجب تھا کہ یورپ میں ایسا اخلاق کسی سرائے میں نظر نہیں آیا تھا۔ وہ یہاں کی خوشحالی پر بھی بہت متعجب تھا کہ یہاں کے لوگ اپنے گھوڑوں اور مویشیوں کو گھی، شکر اور مونگ کھلاتے ہیں۔ اس نے کچھ لوگوں کے کتوں کو روئی دار کوٹ بھی پہنے دیکھا۔ گجرات میں گائے اور بچھڑے کے جسم پر بھی اسی قسم کا لباس ہوتا تھا

باقی ــــ آئندہ

رفتارِ عالم

—— لاہور۔ ۷ اپریل۔ وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان ڈاکٹر خان صاحب نے یقین ظاہر کیا ہے کہ انہیں صوبائی اسمبلی کی اکثریت حاصل ہے آپ نے اعلان کیا ہے کہ میں رمضان کے ذرا بعد صوبائی اسمبلی میں اعتماد کا ووٹ پیش کروں گا اور اگر مجھے اکثریت کی تائید حاصل نہ ہوئی تو بلا تاخیر الگ ہو جاؤں گا۔

—— میڈرڈ ۷ اپریل۔ ہسپانوی آمر جنرل فرانکو اور سلطان مراکش سیدی محمد بن یوسف کی سہ روزہ بات چیت کے بعد آج ایک متحدہ اور آزاد مراکش کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دونوں حکومتوں کی طرف سے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا گیا ہے، جس کے تحت ہسپانوی مراکش پر سپین کا ۴۴ سالہ قبضہ ختم ہو گیا ہے۔ فرانسیسی مراکش پہلے ہی آزاد ہو چکا ہے۔ اب دونوں کو ملا کر ایک متحدہ اور آزاد مراکش قائم کر دیا گیا ہے۔

—— نئی دہلی۔ ۷ اپریل۔ آج بھوپال شہر میں خوفناک فرقہ وارانہ فساد ہوا۔ پولیس نے بدھواڑہ کے علاقے میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے فساد پر قابو پانے کے لئے گولی چلائی۔ ۴۰ اشخاص مجروح ہوئے۔ مسلمانوں کی دکانیں لوٹ لی گئیں۔

نئی دہلی ۸ اپریل۔ بھوپال میں ہندو مسلم فساد آج بھی جاری ہے۔ پولیس نے کل اور آج دس مرتبہ گولی چلائی اور متعدد بار لاٹھی چارج کیا جس سے کم از کم ۲۹ افراد ہلاک اور ایک سو بتیس زخمی ہو گئے۔ آج مسلمانوں کی ۲۹ دکانیں لوٹ لی گئیں۔ اور جہانگیر آباد کے قریب کچھ مسلمان خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ ہندوؤں کی فرقہ پرست تنظیم ہندو مہا سبھا کے زیر اہتمام متعدد جلوس نکالے گئے۔

—— لاہور۔ ۷ اپریل۔ آج گورنر مغربی پاکستان میاں مشتاق احمد گورمانی نے صوبائی کابینہ کے ارکان میں محکموں کی نئے سرے سے تقسیم کی منظوری دے دی۔ دریں اثنا ڈاکٹر خان صاحب کی کابینہ کے نئے وزیر ملک امیر محمد خاں آف کالا باغ ایک دو روز تک اپنے عہدے کا حلف لیں گے۔

—— لاہور۔ ۷ اپریل۔ ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ مغربی پاکستان کے گورنر نے صوبائی وزیر اعلیٰ کے مشورہ پر مغربی پاکستان کی کابینہ سے سردار بہادر خان، میاں ممتاز دولتانہ اور مسٹر ایم ایچ کھوڑو کے استعفے منظور کر لئے ہیں۔

—— وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان ڈاکٹر خان صاحب نے بتایا ہے کہ وہ اپنی کابینہ میں اور افراد بھی شامل کریں گے۔ آج صوبائی وزرا میں محکموں کی جس تقسیم کا اعلان کیا گیا ہے اس کے مطابق وزیر اعلیٰ کو ملازمتوں، عام نظم و نسق، ہوم اور قبائلی امور کے محکمے اور خان محمد دت کو محکمہ مال دیا گیا ہے۔ محکموں کی تفصیل یہ ہے:۔

ڈاکٹر خان صاحب:۔ سروسز، عام نظم و نسق، ہوم ڈیپارٹمنٹ اور قبائلی امور کا محکمہ۔

خان محمد دت:۔ محکمہ مال

سید عابد حسین:۔ مواصلات، تعمیرات، خوراک اور زراعت۔

قاضی فضل اللہ:۔ ترقیات، آبپاشی، صنعت، تجارت اور لیبر۔

مسٹر اردستی:۔ مالیات اور تعلیم

ارباب نور محمد خان:۔ صحت

سید حسن محمود:۔ سماجی فلاح و بہبود، بلدیات اور محکمہ اطلاعات

جمیل حسین رضوی:۔ قانون، مہاجرین اور بحالیات کا محکمہ۔

—— کراچی۔ ۷ اپریل۔ پاکستان مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری قاضی محمد عیسیٰ نے ان مسلم لیگیوں سے جواب طلب کر لیا ہے جو جماعت کے فیصلے کے خلاف ڈاکٹر خان صاحب کی کابینہ میں شامل ہو گئے ہیں۔

—— نئی دہلی۔ ۷ اپریل۔ موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پنڈت نہرو تین ارکان پر مشتمل ایک بھارتی وفد مشرقی پاکستان بھیجنے کے حامی ہیں۔ یہ وفد اقلیتوں کو مشورہ دے گا کہ وہ نقل وطن کر کے بھارت نہ آئیں۔ یہ تجویز عنقریب حکومت پاکستان کو روانہ کر دی جائے گی۔

—— لاہور۔ ۷ اپریل۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور نے دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت ایک حکم جاری کر کے سرکاری کرنسی نوٹوں سے مشابہ نوٹوں کی چھپائی، تقسیم، خرید و فروخت اور انہیں اپنے پاس رکھنے کی ممانعت کر دی ہے۔ ان میں سے بعض نوٹوں پر "عید مبارک" بھی لکھا ہوا تھا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ بعض نوسرباز ان نقلی نوٹوں کی وساطت سے سادہ لوح عوام کو لوٹنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

—— نئی دہلی۔ ۸ اپریل۔ مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد نے دھمکی دی ہے کہ ریاست کو آزاد کرانے کی تحریک سختی سے کچل دی جائے گی اور ان کی حکومت کے خلاف بڑھتی ہوئی ناراضگی اور مخالفت دبا دی جائے گی۔

—— کراچی۔ ۸ اپریل۔ مغربی پاکستان لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر سردار بہادر خان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ انہیں وزیر اعظم محمد علی کی قیادت پر مکمل اعتماد ہے۔ آج سردار بہادر خان نے وزیر اعظم اور صدر مسلم لیگ سردار عبدالرب نشتر سے ملاقات کی۔

—— راولپنڈی۔ ۸ اپریل۔ پاکستان میں جموں و کشمیر کے مختلف رہنماؤں نے اپنے تمام باہمی اختلافات کو ختم کر کے کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے متحدہ محاذ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ رمضان المبارک کے بعد کشمیری رہنماؤں کی ایک کنونشن میں تحریک آزادی کی رفتار تیز تر کرنے کا پروگرام تیار کیا جائے گا۔

—— نئی دہلی۔ ۸ اپریل۔ بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو نے حال ہی میں الٰہ آباد میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندی کے حامی اپنی زبان کی خدمت کے بجائے اردو کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں، ہندی کے حامی یہ خیال کرتے ہیں کہ جب تک اردو موجود ہے ہندی ترقی نہیں کر سکتی۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ موجودہ ہندی سنسکرت سے بھی مشکل ہے۔

—— لاہور۔ ۸ اپریل۔ مغربی پاکستان کے وزیر بلدیات مخدوم زادہ سید حسن محمود نے بتایا کہ صوبائی حکومت گداگری کے سدباب کے لئے صوبہ بھر میں محتاج خانے قائم کرنے کی ایک تجویز پر غور کر رہی ہے۔

—— شیخوپورہ۔ (ڈاک سے) پولیس نے ایک نوسرباز کو دھوکہ دہی کے الزام میں گرفتار کیا ہے۔ ملزم نے غلام رسول نامی ایک دیہاتی کی بھینس تین سو روپے میں خریدی مگر روپیہ کے طور پر نقلی نوٹ دیئے۔ گرفتاری کے وقت راجہ کے قبضہ سے اسی نوعیت کے چھ اور نقلی نوٹ بھی برآمد کئے گئے ہیں۔

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ (ایڈیٹر:۔ دوست محمد)

پیغام صلح مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۴۳۸ شمارہ ۱۴

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۶ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ - ۱۸ اپریل ۱۸۵۶ء | ۱۵

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں
ہست او خیر الرسل خیر الانام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں۔
ہر نبوت را برو شد اختتام
ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ او
وہ کتابِ حق جس کا نام قرآن ہے
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
ہماری معرفت کی شراب اسی پیالے سے ہے
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب

ہمارے عقائد

● ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

● ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانیٔ سلسلہ:—
"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

● ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔

● ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہوں گے جو نبی نہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ اُن سے کلام کرتا ہے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)

● ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

● ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔

● ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ ہیں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

توحید کی جامع تعلیم

سورۃ فاتحہ پر جو قرآن شریف کا باریک نقشہ ہے۔ اور ام الکتاب بھی جس کا نام ہے۔ خوب غور کرو۔ کہ اس میں اجمال کے ساتھ قرآن کریم کے تمام معارف درج ہیں۔ چنانچہ الحمد للہ سے اس کو شروع کیا گیا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ تمام محامد اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ تمام منافع اور تمدنی زندگی کی ساری بہبودیاں اللہ ہی کی طرف سے آتی ہیں۔ کیونکہ ہر قسم کی ستائش کا سزاوار جبکہ وہی ہے۔ تو معطی حقیقی

سورۃ فاتحہ میں قرآن کریم کے تمام معارف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات

بھی وہی ہو سکتا ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ کسی قسم کی تعریف و ستائش کا مستحق وہ نہیں بھی ہے۔ جو کفر کی بات ہے۔ پس الحمد للہ میں کیسی توحید کی جامع تعلیم پائی جاتی ہے۔ جو انسان کو دنیا کی تمام چیزوں کی عبودیت اور بالذات نفع رساں نہ ہونے کی طرف لے جاتی

ہے۔ اور واضح اور بیّن طور پر یہ ذہن نشین کرتی ہے۔ کہ ہر نفع اور سُود حقیقی اور ذاتی طور پر خدا تعالیٰ کی ہی طرف سے آتا ہے۔ کیونکہ تمام محامد اسی کے لئے سزاوار ہیں۔ پس ہر نفع اور سُود میں خدا تعالیٰ ہی کو مقدم کرو اس کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی

رضا کے اگر خلاف ہو تو اولاد بھی دشمن ہو سکتی ہے اور ہو جاتی ہے۔

چار اُم الصفات

پھر اسی سورۃ فاتحہ میں اس خدا کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ جو قرآن شریف منوانا چاہتا ہے اور جس کو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی چار صفات کو ترتیب وار بیان کیا ہے جو امہات الصفات کہلاتی ہیں جیسے سورۃ فاتحہ ام الکتاب ہے۔ ویسے ہی جو صفات اللہ تعالیٰ کی امہات ہیں (باقی دیکھئے کالم ۳)

منشی احمد دین صاحب برق مرحوم کی قبولِ احمدیت کی داستان

منشی احمد دین صاحب برق صاحب پونچھ کی وفات کی خبر گزشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے، انہوں نے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے اپنے قبول احمدیت کے حالات اپنے قلم سے لکھکر بھیجے تھے جو افسوس ہے ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکے، اب ان کی وفات کے بعد ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

احمدیت کے متعلق پہلی آواز

میرے والد صاحب مولوی رستم علی خان مرحوم ایک عالم باعمل خدا دوست بزرگ تھے اور مجدد اعظم مثیل مسیح کی ہمیشہ تعریف کیا کرتے تھے، جب ان کی روح نے پرواز کی تو مکان میں خوشبو ہی خوشبو ہو گئی تھی۔

میں پانچ سال کی عمر کا تھا تو والد صاحب کے ہمراہ پونچھ سے میرپور آیا میں باہر میدان میں کھیلنے کے لئے گیا تو چند آدمی راستہ میں باتیں کر رہے تھے ایک نے کہا کہ ایک شخص نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے دوسرا بولا کہ چار پانچ بوٹی کے علماء نے آپس میں مشورہ کیا ہے کہ آؤ ہم دنیا کمانے کا کوئی ڈھنگ بنائیں، چنانچہ مرزا غلام احمد نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور دوسرے مولویوں نے فوراً ان کو مان لیا یہ پہلی آواز تھی جو میرے کان میں پڑی۔

دوسری آواز

ایک دفعہ میرے والد صاحب مرحوم راجوری گئے اور میں بھی ساتھ تھا، راستہ میں جہاں درختوں کے سائے میں آرام کرتے اگر وہاں چند آدمی اور بھی بیٹھے ہوں تو قرآن شریف میں سے ایک اشتہار نکال کر بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا کرتے اس اشتہار کے اوپر جلی قلم سے لکھا تھا طاعون اور خاتمہ پر "مرزا غلام احمد عفی عنہ قادیان ضلع گورداسپور" لکھا تھا۔ یہ دوسری آواز تھی۔

تیسری آواز

جب میں دس گیارہ سال کا ہوا تو قاضی فضل الٰہی صاحب احمدی راولپنڈی سے پونچھ آئے شہر میں شور پڑ گیا کہ ایک مرزائی آیا ہے۔ میری برادری کے لوگ وہاں تھے وہ روزانہ برادری میں تلقین کرتے کہ کوئی شخص اس مرزائی کے پاس نہ جائے کیونکہ یہ لوگ جادوگر ہیں ان کی کتابوں میں بھی جادو ہے جو شخص بھی ان کی صحبت میں بیٹھتا یا ان کی کتابیں پڑھتا ہے وہ مرزائی ہو جاتا ہے۔ یہ تیسری آواز تھی جس نے میرے دل میں بڑی تڑپ پیدا کی کہ اس مرزائی کو دیکھنا چاہیئے۔

احمدی سے ملاقات

چنانچہ ایک شخص کے متعلق مجھ کو علم ہوا کہ وہ اس مرزائی کے پاس آتا جاتا ہے۔ میں نے اس کو کہا کہ میں اس مرزائی کو دیکھنا چاہتا ہوں، اس نے کہا رشتہ دار تم کو ماریں گے میں نے کہا پوشیدہ چلیں گے۔ ایک دن وہ سورج نکلتے ہی مجھ کو ملا اور کہا کہ چلو تم کو ملا لاؤں میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ جب میں نے قاضی فضل الٰہی صاحب کو دیکھا تو اس کو ایک معزز، شریف اور نیک مسلمان پایا۔ قاضی صاحب نے وفات مسیح کے دو رسالے مجھ کو دئیے مگر میرے رشتہ داروں نے وہ رسالے آگ میں جلا دئیے پھر میں قاضی صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے تین چار رسالے پھر مجھ کو دے دئیے۔ میرے رشتہ داروں نے وہ بھی چھین کر جلا دیئے۔

اظہار صداقت کیلئے دعا اور ایک خواب

پھر میں قاضی صاحب کے پاس گیا کہ وہ رسالے بھی رشتہ داروں نے جلا دیئے ہیں آپ مجھ کو کوئی آسان طریقہ بتائیں انہوں نے کہا کہ نمازوں میں دعا کرتے رہو کہ اے اللہ اگر مرزا غلام احمد صاحب واقعی مہدی ہیں تو مجھ پر ظاہر کر دے۔ چنانچہ میں نے اسی دن عشاء کی نماز کے بعد چارپائی پر سوتے ہی دعا شروع کر دی، اور دعائیں کرتا کرتا سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ مغرب کی طرف لوگ دوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ میں نے ایک آدمی سے دریافت کیا کہ یہ سب لوگ کس طرف بھاگ بھاگ کر جا رہے ہیں، اس نے کہا کہ تم کو علم نہیں کہ امام مہدی آ گیا ہے ان کی زیارت کے لئے لوگ جا رہے ہیں تم بھی بیعت کرنے کو چلو چنانچہ میں بھی اسی طرف چل پڑا کچھ فاصلہ پر ایک وسیع میدان میں نے دیکھا، اور وہاں چاروں طرف بے شمار لوگ گھیرا ڈالے کھڑے تھے میں نے دریافت کیا کہ امام مہدی کہاں ہیں تو کسی نے کہا کہ امام مہدی درمیان میں بیعت لے رہے ہیں۔ تب میں نے لوگوں کے گھیرے میں سے گذر کر اندر جانے کی کوشش کی۔ مگر آدمیوں کی بھیڑ تھی اور انہوں نے مجھ کو ایسا دبایا جس سے میں بیدار ہو گیا۔

بیعت کا خط اور رشتہ داروں کی مخالفت

صبح جا کر میں نے قاضی صاحب کو خواب سنایا اور کہا کہ میری بیعت کا خط لکھ دیں، چنانچہ خط لکھ دیا گیا یہ ۱۹۰۷ء کا واقع ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب آیا تو مخالفت رشتہ داروں کے ہاتھ میں آ گیا رات کے وقت ایک رشتہ دار کے گھر میں برادری نے جمع ہو کر مجھے بلایا اور درمیان میں بٹھا کر گھیرا ڈال دیا اور سوال کیا کہ کیا تم نے مرزے کی بیعت کر لی ہے۔ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا کہ تم کو کیسے علم ہو گیا کہ وہ سچا ہے میں نے اپنا خواب سنا دیا کہنے لگے کہ خواب آپ کا سچا ہے اور امام مہدی پیدا ہو چکا ہے، مگر ظاہر نہیں ہوا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو خواب میں بتایا گیا ہے کہ امام مہدی ظاہر ہو گیا ہے اور لوگ اس کی بیعت کر رہے ہیں تم بھی بیعت کرو۔ اس کے بعد کسی نے کلہاڑی پکڑ لی کسی نے چھری اٹھائی اور کسی نے چھری اور کسی نے چاقو کہنے لگے کہ اسکو قتل کر کے گھر کے اندر ہی دفن کر دو وہ بڑا شور و شر کرتے اور ڈراتے رہے مگر میں خاموش بیٹھا رہا۔ ایک آدمی نے کہا کہ یہ بچہ ہے اس وقت اس کو چھوڑ دو آہستہ آہستہ درست ہو جائے گا۔ چنانچہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

بھائیوں کی مخالفت اور گھر سے فرار

اس کے بعد میرے بھائیوں کو اکسایا گیا اور وہ میری مخالفت کرنے لگے آخر انہوں نے مجھکو گھر سے نکال دیا۔ والد صاحب مرحوم پنجاب میں آئے ہوئے تھے والدہ مجھ کو دو تین سال کا چھوڑ کر فوت ہو گئی تھیں میں پونچھ سے جہلم آ گیا تو مجھ کو جہلم کے ایک احمدی رشتہ دار نے ہری پور ہزارہ بھیجدیا کیونکہ وہاں اس کے رشتہ دار تھے۔

والد صاحب کی طرف سے حمایت اور میری واپسی

میری عدم موجودگی میں والد صاحب مرحوم پونچھ آئے تو میرے بھائیوں پر سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا کہ وہ تمہارا بھائی تھا تم نے کیوں اس کو گھر سے نکال دیا یاد رکھو تم بھی آخر کار مرزا صاحب کی بیعت کرو گے مرزا صاحب راستباز ہیں اس زمانہ میں اگر قرآن کو سمجھا ہے تو مرزا صاحب نے سمجھا ہے اگرچہ میں نے مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد ہیں۔ میرے بھائیوں نے مجھ کو خط لکھا کہ تم واپس گھر آ جاؤ چنانچہ میں واپس پونچھ چلا گیا اور میرے بھائیوں نے کہا کہ آپ بے شک احمدی رہیں۔ مگر دکان پر بحث مباحثہ نہ کریں۔

جماعت کی ترقی

اس وقت ایک قاضی فضل الٰہی مرحوم اور ایک میں صرف دو آدمی شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر دریائے بتیاڑ کے کنارہ پر جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد مرزا عبدالکریم مرحوم کاتب پونچھ آ گئے اور تبلیغ کا بازار گرم ہو گیا وہ میرے دونوں بھائی محمد دین خان اور منشی محمد خان بھی جماعت میں داخل ہو گئے اور ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جنازہ میں غالباً دس احمدی شامل ہوئے۔

میں اپنے خواب کے مطابق جماعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں شامل ہو گیا تھا۔ مگر ان کی زیارت نہ کر سکا حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین کے عہد خلافت میں شہر پونچھ کے احمدیوں کی تعداد ساٹھ تک ہو گئی تھی۔

(باقی دارد)

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۶ء

مجاہدۂ رمضان

رمضان کا مہینہ اپنے مخصوص فیوض و برکات کے ساتھ پھر اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہم پر آیا ہے، حدیث میں ہے کہ اس مہینہ میں اللہ تعالےٰ کی رحمت کے دروازے پہلے سے زیادہ کھل جاتے ہیں اور شیطان زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور دوزخ کی آگ ٹھنڈی کر دی جاتی ہے۔

ان فیوض و برکات کا ایک ظاہری نقشہ تو ہمیں اس بات میں نظر آتا ہے کہ اس مہینہ میں وہ لوگ بھی جو عام طور پر نماز روزہ کے پابند نہیں، پاک صاف ہو کر خدا تعالےٰ کی درگاہ میں جھک جاتے اور روزہ اور نماز اور قرآن خوانی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو کسی نہ کسی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور رہیں یا عمداً تساہل سے کام لیتے ہیں کم از کم احترام رمضان کسی نہ کسی رنگ میں ضرور ملحوظ رکھتے ہیں، پس جتنا جتنا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، جس قدر اس کا قدم آگے بڑھتا ہے اور آستانۂ الٰہی پر اس کا سر نیاز جھکتا چلا جاتا ہے، اسی قدر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازے وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں

روزہ محض کھانا پینا ترک کرنے کا نام نہیں، روزہ کی جو تعریف احادیث میں آئی ہے، بزرگان امت اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح روزہ رکھا ہے وہ ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے جو محض کھانے پینے کے ترک کرنے تک محدود نہیں، دل کی صفائی اور طہارت روزہ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے، ہر قسم کا غل و غش، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ، جھوٹ اور مکر و فریب تو ایسی باتیں ہیں جن کی ایک ادنےٰ مسلمان سے بھی زندگی کے کسی مرحلہ پر توقع نہیں کی جا سکتی، چہ جائیکہ روزہ کی حالت میں کسی ایسی حرکت کا ارتکاب ایک سچے مومن سے ہو سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ، جو شخص جھوٹ بولنے اور جھوٹی بات پر عمل کرنے سے پرہیز نہیں کرتا اس کے لئے اپنا کھانا پینا چھوڑنا اللہ تعالےٰ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا، یہی نہیں، آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص تم سے جھگڑا کرے یا تمہیں گالی دے اور تم روزہ دار ہو تو اسے کہدو کہ میں تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتا کیونکہ میں روزہ دار ہوں، یہ وہ ضبط نفس ہے ...... تہذیب اخلاق ہے، جو روزہ کے ذریعہ حاصل کرنا مقصود ہے، اور پھر اس کے ساتھ وہ تربیت روحانی جو رمضان کے مہینہ میں قیام لیل سے میسر آتی ہے

مجاہدۂ رمضان کی اصل حقیقت یہی ہے، نماز تہجد اور نماز تراویح اسی قیام لیل سے تعلق رکھتے ہیں جن میں قرآن کا پڑھنا اور سننا اسلامی شعار میں سے ہے، حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا پورا دور رمضان میں کیا کرتے تھے، اور حضرت جبرئیل آپ کے ساتھ دور کرتے تھے، اپنی زندگی کے آخری سال میں آپ نے جبرئیل کے ساتھ مل کر دو دفعہ قرآن کا دور کیا۔ آپ کے اسی عمل کی تقلید میں مسلمان بھی رمضان میں خصوصیت کے ساتھ قرآن کا دور کرتے اور سنتے پڑھتے اور سنتے ہیں، کاش اس پڑھنے اور سننے کے ساتھ قرآن کریم پر مسلمان کا عمل بھی ہو، اور ایک مسلمان کی عملی زندگی قرآن کریم کے سانچے میں ڈھل جائے، یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس کے احکام سے پورے طور پر واقفیت حاصل ہو، افسوس اس بات پر ہے کہ مسلمان قرآن پڑھتا تو ہے لیکن سمجھتا نہیں اور جب سمجھ ہی نہیں سکتا تو عمل کیسے ہو، پاکستان میں شاید دس فیصدی مسلمان مشکل سے ملیں گے جو قرآن کو سمجھ سکتے ہوں یا سمجھ کر پڑھتے ہوں، ہماری حکومت جہاں عام تعلیم کے لئے تدابیر کرتی ہے اور اس کے لئے لاکھوں اور کروڑوں روپیہ صرف کرنے سے دریغ نہیں کرتی وہاں قرآن کریم کی تعلیم دینے اس کا ترجمہ اور ضروری تفسیر لوگوں کو سکھانے کے لئے ضروری لائحہ عمل مرتب کرے تو یہ مسلمانوں کو عامل بالقرآن بنانے کا موجب ہوگا۔

احمدی جماعت کے لئے رمضان کا مہینہ خصوصیت سے بہت بڑے مجاہدہ، بہت سے روحانی فیوض و برکات کے حصول کا مہینہ ہے۔ ہم نے جن اہم ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا ہے وہ اس بات کی متقاضی ہیں کہ ہم سب سے بڑھکر اپنے دلوں کو ہر قسم کی آلائش سے پاک صاف کر کے صفائی قلب کے ساتھ آستانہ الٰہی پر گر جائیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ ..... ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی ہمیں توفیق مرحمت فرمائے، اسلام کی اشاعت کفرستانوں میں خدا کا نام بلند کرنا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بٹھانا اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کی پیشگوئی کو عملی رنگ میں پورا کرنا جس کے لئے حضرت امام وقت نے ہمیں ایک جماعت کی صورت میں کھڑا کیا اس بات کو چاہتا ہے کہ ہم سب مل کر اس مہینہ میں اللہ تعالےٰ کی خاص نصرتوں اور تائیدات کے لئے دست بدعا ہوں، سب سے پہلی بات جو اس کے لئے ضروری ہے وہ ہمارا باہمی اتحاد ہے، اپنے بھائیوں کے متعلق اپنے دلوں کو ہر قسم کی کدورت سے پاک کرنا ایک احمدی کا سب سے بڑا فرض ہے، حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

"میرا مذہب یہ ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ خود قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم کے اسے اٹھا کر لے آئیں گے عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اس کو آسانی سے ضائع نہ کر دینا چاہیئے اور دوستوں سے کیسی ناگوار بات پیش آوے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتار دینا چاہیئے"

کیا حضرت مسیح موعودؑ کے اس فرمودہ پر آج ہمارا عمل ہے؟ ہر شخص اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھ سکتا ہے اور اس عہد دوستی پر جو ہم سب نے حضرت مسیح موعود کے ساتھ اور پھر باہم ایک دوسرے سے باندھ رکھا ہے غور کر سکتا ہے کہ کہاں تک ہم اس کو نبھانے کی کوشش کرتے ہیں کہاں تک باہمی اتحاد و اتفاق کے ساتھ امور سلسلہ کی سرانجام دہی میں کوشاں ہیں، کہاں تک خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین انجمن کے ساتھ دلی وابستگی رکھتے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں اس کی امداد و اعانت کرتے ہیں

ضرورت ہے کہ ہر احمدی کم از کم رمضان کی راتوں میں دلی اخلاص کے ساتھ یہ دعا کرے کہ اے اللہ ہمارے دلوں کو ہر قسم کی کدورت اور غل و غش سے پاک و صاف کر دے ہمیں عہد دوستی کو نبھانے اور باہم مل کر اسلام کے غلبہ اور استحکام کی کوشش کرنے کی توفیق دے اور ہماری ناچیز کوششوں کو اپنی نصرت و تائید سے سرفراز فرما، اور اس کے ساتھ یہ بھی دعا کیجئے کہ مسیح موعود کے لئے لَا نُبْقِيْ لَكَ مِنَ الْمُخْزِيَاتِ ذِكْرًا (ہم تیری رسوائی کرنے والی باتوں کا ذکر بھی باقی نہ رہنے دیں گے) کا جو وعدہ ہے وہ بھی جلد از جلد پورا ہو، اور دنیا کو نظر آ جائے کہ خدا کا وہ پاک بندہ ان تمام الزامات سے بری الذمہ تھا جو آج اس پر لگائے جاتے ہیں، اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں محض دین اسلام کی حفاظت و اشاعت کے لئے مبعوث ہوا ... اور اس کے ساتھ ہو کر خدمت دین بجا لانا ہی آج ایک مسلمان کی دینی سعادت اور قرب الٰہی کا موجب ہو سکتا ہے؛

مولانا عزیز بخش و مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات پر ایک دور افتادہ بھائی کا اظہار تعزیت

ٹرینیڈاڈ گائنا۔ (جنوبی امریکہ) سے محترم عبدالرحیم جگو صاحب اپنے خط مورخہ ۱۲ مارچ میں جو حال ہی میں موصول ہوا ہے لکھتے ہیں:۔

مکرم و محترم مولانا صاحب ایڈیٹر پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نہایت رنج کے ساتھ یہ خبر یہاں پیغام صلح میں پڑھی گئی کہ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب کی وفات ہو گئی۔ یہاں جنوبی امریکہ میں پیغام صلح کچھ زمانہ کے بعد پہنچتا ہے اس لئے خبریں ایک زمانہ کے بعد پہنچتی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک دوست کے تازہ خط سے حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اچانک موت کی خبر پڑھ کر اور بھی رنج ہوا۔ ان دونوں مجاہدین اسلام کی موت کی خبر پڑھ کر نہ صرف مجھے ہی بلکہ ٹرینیڈاڈ گائنا کی تمام جماعت کو نہایت صدمہ ہوا ہے۔ مجھے ان دونوں بزرگوں کی زیارت و صحبت کا بھی شرف حاصل ہوا ہے۔ مولانا عزیز بخش صاحب کی امامت میں ایک سال نماز پڑھی ہے۔ حضرت مولانا کی عبودیت، پرہیزگاری اور تقویٰ نے مجھ پر اچھا اثر کر دیا۔ یہاں سے حضرت مولانا کی خدمت میں رہ کر دینداری کا اچھا سبق سیکھا۔ آپ پانچوں وقت مکان کی دوسری منزل سے اتر کر کافی ضعیفی کی حالت ہوتے ہوئے بھی مسجد کو جاتے تھے۔ لوگ آپ کو جاڑے اور بارش میں بھی نکلتے دیکھ کر عرض کرتے کہ آپ گھر ہی میں نماز پڑھ لیا کریں۔ کئی مرتبہ آپ گھر بھی جاتے تھے۔ لیکن ان باتوں کے باوجود آپ کو مسجد سے ایک عجیب محبت تھی اور آپ مسجد میں ہی نماز پڑھنے آتے تھے۔

حضرت مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اچانک موت کی خبر سن کر تمام جماعت کو ازحد صدمہ پہنچا ہے میں جب تک احمدیہ بلڈنگس لاہور میں رہا تھا مولانا صاحب ہمیشہ میری پڑھائی کے متعلق دریافت کرتے رہتے تھے۔ اور صبر اور تسلی کی نصیحت کرتے رہتے تھے۔ اپنے دونوں فرزندوں اقبال و ناصر صاحب سے ہمیشہ میری طبیعت کے متعلق دریافت کرتے رہتے تھے۔ اور میری رخصت کے وقت احمدیت کے متعلق مجھے کافی ہدایات دی تھیں۔ یہاں کے لوگ آپ کا انگلینڈ کا زمانہ تبلیغ اسلام یاد کرتے ہیں۔ ہماری جماعت نے ان دونوں مجاہدین اسلام کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل بخشے اور ہم سب کو ایسے احمدیوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

آپ کا مخلص۔ عبدالرحیم جگو۔ مبلغ جنوبی امریکہ

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر احباب و بزرگان دین بحمد اللہ بخیریت ہیں۔

—— رمضان شریف میں جو ۱۳ اپریل کی شام کو شروع ہوا ہے مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نماز تراویح روزانہ با جماعت ہوتی ہے جس میں قاری حافظ محمد یوسف خان صاحب قرآن کریم سناتے ہیں۔ اور نماز صبح کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ حسب معمول قرآن کریم کا درس دیتے ہیں، اس کے علاوہ نماز عصر کے بعد مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب روزانہ ایک پارہ کا درس دیتے ہیں۔

—— محترم ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ کی صحت ابھی پورے طور پر بحال نہیں ہوئی۔ ان کی درخواست ہے کہ رمضان شریف میں بزرگان جماعت اور دیگر تمام دوست خاص طور پر دعا فرمائیں۔

شکریہ تعزیت } محترم محمد لطیف صاحب علوی ان تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ان کی والدہ ماجدہ کی وفات پر تعزیت کے خطوط لکھے۔ ان کی درخواست ہے کہ احباب اور بزرگان ملت ان کے صبر و استقامت کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔

—— خانپور سے عبدالعزیز صاحب ریلوے گارڈ اطلاع دیتے ہیں:۔

میرے لڑکے محمود احمد کی طرف سے میٹرک اور یونیورسٹی کا وظیفہ امتحان میٹرکولیشن میں ملنے پر وظیفہ کی رقم سے مبلغ پانچ روپے برائے مرمت برلن مسجد اور مبلغ پانچ روپے برائے تعمیر مسجد سانفرانسسکو جو عزیز مذکور نے منت مانے ہوئے تھے۔ محاسب صاحب کے نام منی آرڈر کر دیئے گئے ہیں، اور پانچ روپے عزیز نے اپنی والدہ کی خواہش پر اسی وظیفے کی رقم میں سے ہومیو پیتھک شفاخانہ مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم کے لئے شیخ محمد حسین صاحب آفس سپرنٹنڈنٹ کے نام بھیجے ہیں۔ حضرت امیر قوم اور دیگر بزرگان و احباب جماعت سے عزیز محمود کی دینی و دنیوی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ میری اہلیہ بہت کمزور رہیں۔ نقاہت بہت زیادہ ہے۔ ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے بھی دعا فرمائی جائے۔ والسلام

سانحۂ ارتحال

منڈی بہاؤالدین سے مولوی فضل الرحمٰن صاحب قمر سابق [illegible] لکھتے ہیں کہ میری والدہ صاحبہ محترمہ طویل علالت کے بعد کل بروز جمعہ مورخہ ۲۰/۳/۵۶ کو رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جمیع احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ مرحومہ کیلئے غائبانہ جنازہ پڑھ کر دعائے مغفرت کریں۔ والسلام

پنڈی بھٹیاں ضلع [illegible] سے میں مولوی صاحب کے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور مولوی صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

سورۃ فاتحہ میں قرآن کریم کے تمام معارف

(بسلسلہ صفحہ اول)

بیان کی گئی ہیں، وہ بھی ام الصفات ہی ہیں، اور وہ یہ ہیں رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ ان صفات اربعہ پر غور کرنے سے خدا تعالیٰ کا گویا چہرہ نظر آ جاتا ہے۔

ربوبیت کا فیضان

ربوبیت کا فیضان بہت ہی وسیع اور عام ہے اور اس میں کل مخلوق کی کل حالتوں تربیت اور تکمیل کے تکفل کی طرف اشارہ ہے۔ غور تو کرو، جب انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر سوچتا ہے۔ تو اس کی امید کس قدر وسیع ہو جاتی ہے۔

رحمانیت کا تعلق

اور پھر رحمانیت یہ ہے کہ بدوں کسی عمل عامل کے ان اسباب کو مہیا کرتا ہے جو بقائے وجود کے لئے ضروری ہیں، دیکھو چاند، سورج، ہوا، پانی وغیرہ بدون ہماری دعا اور التجا کے اور بغیر ہمارے کسی عمل اور فعل کے اس نے ہمارے وجود کے بقاء کے لئے کام میں لگا رکھے ہیں۔

رحیمیت اور مالک یوم الدین

اور پھر رحیمیت یہ ہے کہ اعمال کو ضائع نہ کرے اور مالک یوم الدین کا تقاضا یہ ہے کہ بامراد کر دے۔ جیسے ایک شخص امتحان کے لئے بہت محنت سے تیاری کرتا ہے مگر امتحان میں دو چار نمبروں کی کمی رہ جاتی ہے تو دنیوی نظام اور سلسلہ میں تو اس کا لحاظ نہیں کرتے اور اس کو گرا دیتے ہیں، مگر خدا تعالیٰ کی رحیمیت اس کی پردہ پوشی فرماتی ہے اور اس کو پاس کرا دیتی ہے۔ رحیمیت میں ایک قسم کی پردہ پوشی بھی ہوتی ہے۔

شکریہ احباب

میری اہلیہ کے انتقال کی خبر معلوم ہونے پر بزرگان سلسلہ عالیہ احمدیہ لاہور۔ اور بیرونی جماعتوں کے اکثر بزرگ و احباب کے تعزیتی خطوط ہمدردی سے پُر میرے نام پہنچ رہے ہیں۔ میں تمام بزرگان و احباب کا اس محبت اور اخلاص بھری ہمدردی کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جزاک اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ خاکسار محمد شفیع علوی۔ وارڈ ۵ [illegible]

دو اور بزرگوں کا انتقال

اخبار کی آخری کاپی پریس میں جا رہی تھی کہ جہلم سے دو اور بزرگوں کے انتقال کی خبر ملی،

۱۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب جو ایک نہایت مخلص، دیندار اور تقوی شعار بزرگ تھے۔

۲۔ ماسٹر خدا بخش صاحب جو متقی و پرہیزگار اور سلسلہ کے پرانے بزرگوں میں سے تھے۔

ہم ان دونو بزرگوں کی وفات پر دلی رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے احباب سے مرحومین بزرگوں کے لئے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

روزہ میں تہذیبِ نفس اور اخلاقِ عالیہ کا سبق

پاکستان کے حکام میں دیانت و امانت کی صفات پیدا کرنے کی ضرورت

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر المومنین صدر الدین صاحب ایدہ اللہ مقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ...... لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ——— (البقرہ رکوع ۲۲)

روزہ کا حکم احکامِ جنگ میں

روزہ کا حکم احکامِ جنگ میں سے ہے مسلمانوں کو اللہ تعالےٰ نے مشقت کی زندگی کا سبق دیا ہے اس لئے کہ اس دنیا میں صرف وہ شخص کامیاب ہو سکتا ہے جو محنت اور مشقت سے کام لے اور اپنے آپ کو محنت اور مشقت کا عادی بنائے، سہل انگاری کی زندگی کامیاب نہیں بنا سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے جنگ کے احکام میں ہمیں سکھایا کہ مشقت کی زندگی، استقامت اور استقلال سے کام لینا، ایک کام کو عزم اور ارادہ کے ساتھ نبھانا ہی انسان کی کامیابی کا موجب ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ کھانے پینے کی مشکلات بھی ہر اس قوم کے سامنے آتی ہیں جو جنگ میں مبتلا ہو۔

جنگ میں اخلاقِ عالیہ اختیار کرنے کا حکم

ایسی حالت میں مسلمان قوم کو وہ سبق دیا گیا جو دوسری کسی قوم کو نہیں ملا، جنگ میں مشقت کو برداشت کرو اور اعلےٰ درجے کے اخلاق بھی سیکھو لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ، تقوےٰ، طہارت، ہر قسم کی برائی سے بچنا یہ تمہارا شعار ہونا چاہیئے، کسی غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھنا، دوسروں کا مال نہیں لوٹنا، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہیں کرنا، پھلدار درختوں کو نہیں کاٹنا، یہ جنگ کے احکام میں سکھایا گیا۔

اسلامی جنگ کی غرض

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگ شہرت حاصل کرنے یا مال لوٹنے یا بہادری دکھانے کے لئے جنگ کرتے ہیں یُقَاتِلُ الرَّجُلُ شُجَاعَۃً وَّحَمِیَّۃً وَّلِلْمَغْنَمِ فَاَیُّ ذَالِکَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

انسان کبھی مال لوٹنے یا بہادری دکھانے یا شہرت حاصل کرنے کے لئے جنگ کرتا ہے کونسی بات کے لئے جنگ کرنی چاہیئے؟ فرمایا لِتَکُوْنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا، اللہ تعالےٰ کا نام بلند کرنے، اس کے دین کو غالب کرنے کے لئے جنگ کرو۔

جنگ میں تقویٰ اللہ اور بلند اخلاق کی تعلیم

کیا میدانِ جنگ میں اس قسم کے احکام کبھی جرنیل یا کرنیل نے کبھی دیئے ہیں؟ وہ تو اپنے سپاہیوں کو کھلی چھٹی دیتے ہیں، اور کبھی ان کی حرکات شنیعہ پر انہیں تنبیہہ نہیں کرتے۔ یہ خصوصیت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ میدانِ جنگ میں ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور طمع ولالچ سے منع کیا، اور تقوےٰ اللہ اور بلند اخلاق اختیار کرنے کی تعلیم دی۔ ایک شخص کو میدانِ جنگ میں تیر لگا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے نعرے بلند کئے ھَنِیْئًا لَکَ الشَّھَادَۃُ تجھے شہادت مبارک ہو۔ حضرت صلعم نے فرمایا اس کی کوئی شہادت نہیں، اس نے خیبر میں مالِ غنیمت کی ایک چادر بیت المال میں داخل کرنے کے بجائے خود لے لی تھی، اب وہ آگ بن کر اس کے اوپر بھڑکے گی۔ اِنَّ الشَّمْلَۃَ الَّتِیْ اَخَذَھَا مِنَ الْمَغَانِمِ یَوْمَ خَیْبَرَ لَتَشْتَعِلُ عَلَیْہِ نَارًا

اخلاقِ عالیہ کا کالج میدانِ جنگ میں

کس قدر تقوےٰ سکھایا ہے۔ مالِ غنیمت میں سے ایک چادر لے لینا بھی ناجائز ہے۔ سپاہیوں کو تقوےٰ سکھانے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوئے ہیں۔ سعید (ایک صحابی) کے بھائی کو ایک شخص نے قتل کر دیا وہ تلوار لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور قاتل کو قتل کر کے اور اس کی تلوار چھین کر لے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اجازت ہو تو میں اس تلوار کو بطور یادگار کے اپنے پاس رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو کوئی اس قسم کا حکم نہیں کہ اپنے اختیار سے مالِ غنیمت میں سے کسی کو کچھ دے دوں، وہ کہتے ہیں کہ میں نے بیت المال میں تلوار تو پھینک دی لیکن میرے دل کو بہت صدمہ ہوا پھر کچھ دیر بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور کہا کہ اب مجھے اختیار دے دیا گیا ہے، اور تم وہ تلوار لے سکتے ہو، یہ وہ دیانت و امانت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی، جنگ حنین میں چالیس ہزار بکری، چھ ہزار اونٹنیاں، اور چھ ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ آئی، آپ نے اس موقعہ پر امانت و دیانت سکھانے کے لئے تلقین فرمائی اور ایسا کرتے وقت اونٹ کے سنام سے تھوڑی سی پشم لے کر فرمایا کہ میرے لئے حرام ہے کہ اس پشم کے برابر بھی اس میں سے خیانت کر کے لوں، اور جس کسی نے ایک رسی بھی اس میں سے لے لی وہ بد دیانت ہے۔ حضور کے ارشادات کا یہ اثر ہوا کہ اگر کسی نے اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی بھی اٹھائی تھی تو اس کو لا کر بیت المال میں رکھ دیا۔ یہ میدانِ جنگ کیا ہے؟

پاکستان میں دیانت و امانت کی ضرورت

یہ ہیں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور یہ ہے ان کا روزہ، اپنی قوم کو ایسے بلند پایہ اخلاق سکھائے جن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ میں پاکستان کی حکومت کا دشمن نہیں میں اسے خداداد نعمت سمجھتا ہوں، کہ اس نے ہمیں آزادی دی اور اتنی بڑی سلطنت کا مالک بنایا لیکن یہ میں کہوں گا کہ اس پاکستان میں ایسے نا ہنجار افسر موجود ہیں جو اپنے نفس کی خاطر بد دیانتی سے کام لیتے ہیں۔ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنا ان کا نصب العین ہے، اور اس کے لئے جو کچھ وہ کر سکیں کرتے ہیں یہ اچھا نہیں، تم بد دیانتی کر کے خدا ورسول کے حکم کو نہیں مانتے۔ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ تمہارے اس فعل سے پاکستان دنیا میں بدنام ہو جائے گا اور خود تمہارا بھی انجام اچھا نہ ہوگا۔ ہمارے حکام اپنے نفس کے لئے سب کچھ کر گذرتے ہیں، لیکن وہ نہیں جانتے کہ ان کو لوگ دیکھ رہے ہیں، اور کوئی نہ بھی دیکھے تو خدا تو انہیں دیکھ رہا ہے خدا کی گرفت سے بچنا بڑا مشکل کام ہے کوئی پتہ نہیں کس وقت کوئی شخص پکڑا جائے۔

خدا کی گرفت

ایک شخص امسی جماعت کا میرے پاس آیا۔ وہ ڈاکخانہ میں کام کرتا تھا کسی محکمانہ الزام میں وہ پکڑا گیا اور اسے سزا ہو گئی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جس الزام میں مجھے سزا ہوئی بالکل غلط تھا، میں نے کوئی بد دیانتی نہیں کی، نہ میری کسی غفلت کی وجہ سے پارسل گم ہوا، ہاں ایک جرم میرا تھا، جس کو خدا دیکھتا تھا وہ یہ ہے کہ جس گلی میں میں رہتا تھا اس میں ایک ہندو عورت تھی جس کو میں بد نظری سے دیکھتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اسی جرم میں اللہ تعالےٰ نے دوسرے الزام میں مجھے سزا دلا دی، آخر ڈیپارٹمنٹ تو سارے خدا کے ہاتھ میں ہیں تم ایک ڈیپارٹمنٹ میں قصور نہ کرو تو دوسرے ڈیپارٹمنٹ بھی تو اسی کے ہیں۔ وہ کسی اور ڈیپارٹمنٹ سے سزا دلا دے گا، تو اس پاکستان کی بہبودی، اس کے استحکام اور خود اپنی عزت و بہبود کے لئے بھی تقوےٰ اور طہارت سے کام لینا ضروری ہے۔

روزہ تربیتِ اخلاق کا ذریعہ ہے

یہاں یہی بات لکھی ہے فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ہمارے دوستو جو ہم پر ایمان لائے ہو

جنہوں نے ہمارے ساتھ تعلق لگایا ہے ہم تمہاری تربیت اخلاق کے لئے تمہیں تقوےٰ سکھانے کے لئے ایک بات کہتے ہیں کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ روزے تم پر فرض کئے جاتے ہیں۔ سال میں ایک ماہ تم روزے رکھا کرو۔ اس سے تمہارے اخلاق درست ہونگے اور تم نیکی اور تقوےٰ میں ترقی کرو گے، اور یہ وہ حکم ہے کہ تم سے پہلے لوگوں کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ جس قدر پیغمبر اس سے پہلے دنیا میں آئے، سب نے روزہ رکھنے کی تاکید کی،

روزہ کی تاریخی حیثیت

روزہ اپنے پیچھے ایک تاریخ رکھتا ہے ہر قوم میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے تقوےٰ و طہارت کے حصول کے لئے روزہ رکھنا ضروری سمجھا، روزہ اس لئے نہیں کہ چند گھنٹے بھوکا پیاسا رہ لیا، روزہ اخلاق سکھاتے تقوےٰ و طہارت پیدا کرنے کے لئے ہے۔ روزہ کی ایک تاریخ ہے وہی لوگ اس سے پہلے کامیاب ہوئے جنہوں نے خدا سے تعلق پیدا کیا جس کے لئے تقوےٰ طہارت کا پیدا کرنا ضروری ہے اور ان چیزوں میں سے جن سے تقوےٰ و طہارت پیدا ہوتا ہے ایک روزہ ہے

حضرت نبی کریم صلعم کے روزے غار حرا میں اور قرآن کا نزول

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں جا کر روزے رکھے اور اس درجہ اپنا تعلق اللہ تعالےٰ سے پیدا کیا، اس قدر تقوےٰ و طہارت اور دل کی صفائی اس سے پیدا ہوئی، کہ خدا کا پاک کلام قرآن کریم کی شکل میں آپ پر نازل ہوا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ رمضان کے مہینہ میں قرآن کا نزول ہوا، حضور نے روزہ کے ذریعہ اپنے دل کو اس قدر پاک و صاف کیا، کہ وہ شیشہ کی طرح ہو گیا۔ خدا کا کلام دل کی صفائی کے بغیر نازل نہیں ہوتا۔ خدا کا تعلق ان لوگوں کے سوا اور کسی سے نہیں ہو سکتا جن میں تقوےٰ و طہارت ہو۔

روزہ کی اصل غرض نفس پرستی سے بچنا ہے

نیکی اور خدا ترسی پیدا کرنا روزہ کی اصل غرض ہے ایک خدا کے ساتھ تعلق باندھنا اسلام کی اصل تعلیم ہے اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ خدا کے ساتھ وفاداری ایک خدا کے آگے جھکنے کا تم نے عہد کیا ہے لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں اسی عہد کا اقرار ہے کہ ہم خدا کے احکام پر چلیں گے اس کے رسول کا حکم مانیں گے، خدا کا حکم ہے کہ دیانت و امانت سے کام لو، نفس پرستی کو چھوڑ دو، نفس پرستی کا لازمی نتیجہ بد دیانتی ہے۔ اس سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ذلت ہے۔

روزہ میں نفس کو قابو میں رکھو

روزہ یہ تو نہیں کہ حسن اخلاق کو جواب دے دیا جائے، روزہ رکھنا اور دوسروں کو کاٹ کھانا ناجائز ہے۔ غیظ و غضب کو دبانا چاہیئے، انابت کا سبق نہ سیکھنا چاہیئے نفس پر قابو پانا روزہ ہے اسی طرح خواہشات نفسانی پر قابو پانا روزہ ہے، روزہ اس لئے تھا کہ حسن اخلاق پیدا ہوتا، قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا زبان پر خوبصورتی ہو، الفاظ میں خوبصورتی ہو، درندگی انسانیت کے خلاف ہے۔ رمضان کا مہینہ اس کی مشق کراتا ہے کہ انسان درندگی کو چھوڑ دے۔

رمضان میں قرآن کا نزول اور اس کی حفاظت

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ رمضان میں قرآن کا نزول ہوا۔ آج کروڑ مسلمان اپنے گھروں اور مسجدوں میں قرآن پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں۔ تراویح کی نماز میں قرآن سنا جاتا ہے مسلمانوں پر یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ قرآن کی حفاظت خدا نے اپنے ذمہ لی۔ اور آج دشمن بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جو بالکل اسی طرح محفوظ چلا آ رہا ہے جس طرح نازل ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو زبانی یاد کیا، صحابہؓ نے اس کو یاد کیا اور آج لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں، یہ اس کی حفاظت کا انتظام ہے۔

حدیث کی حفاظت

اسی طرح یہ بھی انتظام اللہ تعالےٰ نے کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات محفوظ کئے جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد ہر وقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع رہتے تھے۔ جو آپ کے کلمات کو سنتے اور انہیں یاد رکھتے تھے، ان کا حافظہ بھی بلا کا تھا، اس کے ساتھ یہ عشق اور ولولہ تھا کہ حضور کی باتیں سنیں اور انہیں دوسروں تک پہنچائیں، نہ حضرت نے خود قرآن کو لکھ کر صحابہ کے سپرد کیا اور نہ ہی حدیث۔ ہاں دونوں کی حفاظت کے سامان کر دیئے گئے چنانچہ دونوں ہی محفوظ ہیں۔

نبی کریم صلعم اور آپؐ کا دین زندہ ہے

یہ کمال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپؐ زندہ ہیں اور آپؐ کا دین بھی زندہ ہے دنیا کے ہر ملک میں وہی دین ہے جو چودہ سو سال سے چلا آتا ہے۔ ایک ہی دین سب ملکوں میں پایا جاتا ہے چین میں جائیں روس میں جائیں، الجیریا اور مراکش میں جائیں اسلام کی وہی شکل وہاں ملے گی جو ہمارے ملک میں اور مغرب میں پائی جاتی ہے۔ روس آج بدنام ہے کہ اس نے دین کو مٹا دیا، میں اس سے پہلے روسی مسلمانوں سے بھی ملا ہوں وہی دین ان میں بھی تھا جو ہم میں پایا جاتا ہے، یہ کیا بات ہے کہ جدھر جائیں اسلام کی شکل ایک ہی ہے، یہ اس لئے ہے کہ قرآن کی حفاظت بھی اللہ تعالےٰ نے کی اور حدیث کی حفاظت کا بھی سامان کیا۔

روزہ کے احکام و فوائد

تو روزہ کا حکم تہذیب نفس کے لئے دیا گیا ہے ہاں جو لوگ بیمار رہوں یا سفر پر ہوں، یا بچے والی عورتیں ہوں ان کے لئے فرمایا فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وہ دوسرے دنوں میں رکھ لیں وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ جو لوگ روزہ کی برداشت نہیں رکھتے بہت بوڑھے ہیں یا دائم المریض یا حاملہ عورتیں ہیں وہ ایک مسکین کو کھانا دے دیا کریں۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ روزہ رکھنا تمہارے بہت سی بھلائیوں کا موجب ہے، یہ صبر و استقامت سکھاتا، اور صبر و استقامت سے امداد الٰہی حاصل ہوتی ہے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ روزہ اور نماز کے ذریعہ جناب الٰہی سے امداد طلب کرتے رہو۔ اس میں تمہاری اپنی بھی بہبودی ہے اور قوم و ملک کی بہبودی بھی اسی میں مضمر ہے۔

ہندوستان میں:- شیخ انعام الحق صاحب مکان ۸/۱۰۰-۱۰
اعظم پورہ۔ ملک پیٹھ۔ حیدرآباد دکن
انڈیا

حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام

(۴)

(مرتضیٰ خاں حسن)

ڈوئی کی ذلت و رسوائی کی انتہاء

ڈوئی کی اس حالت کو دیکھ کر لوگوں نے جلسہ گاہ کو چھوڑنا شروع کر دیا۔ ڈوئی چلایا کہ بیٹھو بیٹھو مگر اب اس کی آواز سے اثر مفقود ہو چکا تھا۔ لوگوں نے ایک نہ سنی اور وہ باہر نکلتے جاتے تھے۔ ڈوئی نے اپنے گارڈوں کو حکم دیا کہ وہ اسکوائر گارڈن کے دروازے بند کر دیں مگر لوگ باہر جانے کے لئے بیتاب کھڑے تھے۔ ڈوئی کے گارڈ ان کو روک نہ سکے۔ دوسرے دن اخبارات میں اس جلسہ کی ناکامی اور ڈوئی کی ذلت و بے چارگی کی خبر تمام اخبارات میں جلی عنوانوں سے شائع ہوگئی جس سے ڈوئی کے وقار اور عزت کو اور بھی دھکا لگا اور اسے سخت ندامت حاصل ہوئی۔ نیویارک امریکن نے ۱۹/اکتوبر ۱۹۰۳ء نے لکھا:۔

"نیویارک ایلیا کے لئے واٹرلو کا میدان بن گیا۔ اس کی صلیبی جنگ ناکام ہوگئی جلسہ میں لوگوں کے باہر نکلنے کی کوششوں کی وجہ سے بھاگڑ پڑ گئی"

نیویارک ورلڈ مورخہ ۱۹/اکتوبر ۱۹۰۳ء نے لکھا:۔

"گناہ کے لشکروں نے صیحونی گارڈوں کی صفوں کو توڑ دیا۔ تین ہزار لوگوں نے کچھ دیر تک ڈوئی کی تقریر سنی پھر اس کے غصے بھرے حکموں کے باوجود گارڈن سے باہر نکل آئے"

اسی تاریخ کے نیویارک ٹائمز نے لکھا:۔

"جم غفیر نے ایلیا سے پیٹھ پھیر لی۔ گارڈوں کی کوششوں کے باوجود جلسہ کی نصف حاضری نے جلسہ گاہ خالی کر دی۔ درخواستوں اور طاقت کا استعمال ان لوگوں پر بالکل بے اثر رہا جنہوں نے ڈوئی کی تعلیمات سننے سے انکار کر دیا"۔

حاصل کلام ڈوئی کو اس جگہ سخت ناکامی ہوئی ہے سخت صدمہ ہوا، اور وہ یاس و حسرت کے آنسو بہاتا ہوا صیحون کی طرف چلا گیا۔ اور اس کی بیوی اور بیٹا پیرس چلے گئے۔

نیویارک کے جلسہ کی ناکامی ڈوئی کے لئے کچھ کم المناک صدمہ نہ تھا اور جو ذلت اور بدنامی اس کو اس جلسہ کی ناکامی سے ہوئی وہ کچھ کم حوصلہ شکن نہ تھی، اس نے تو اس کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ مگر مقدر میں اس سے بھی بڑھکر اس کی بدنامی اور ذلت لکھی تھی جس کو انتہائی ذلت و رسوائی کہنا چاہیئے۔ اور جو درحقیقت اس کے تمام دعاوی اور تقدس کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ اور وہ اس کا ولدالزنا ثابت ہونا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اخبار نیویارک ورلڈ نے اس کے سات عدد خطوط جو اس نے اپنے باپ "جان مرے ڈوئی" کو اپنی ولدیت کے متعلق تحریر کئے تھے شائع کر دیئے۔ ان خطوط کے شائع ہونے پر ڈوئی نے اپنے حسب و نسب کے متعلق اس طرح سے انکشاف کیا:۔

"یہ سات خطوط میں نے اس شریر بزدل کو لکھے تھے جو "جان مرے ڈوئی" (اس کا باپ) کے نام سے مشہور ہے۔ اب چونکہ ان خطوط کو نیویارک والوں نے شائع کر دیا ہے اب میں اپنی پیدائش اور ولدیت کی کہانی دنیا کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ میری ماں ایک اعلیٰ خاندان کی عورت تھی وہ خدا کے لشکر کی ایک سپاہی تھی، مگر جان مرے ڈوئی ہمیشہ ہی ایک بزدل بدبخت منافق شخص تھا۔ مجھے کبھی یہ سمجھ نہ آسکی تھی کہ میں جو کہ بے خوف آدمی ہوں ایسے شخص کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہوں۔ جان مرے ڈوئی کئی سال تک میرے گھر پر رہا .... اور اسکو کئی دفعہ چرچ کی عبادت کے وقت امامت کی اجازت بھی دی گئی۔ تین سال قبل وہ بیمار ہو گیا اور میری دعا کے باوجود اس کو شفا نہ ہوئی، اس پر میں نے اس کو بتایا کہ اس نے ضرور کوئی گناہ کیا ہے جس کا اس نے اب تک اعتراف نہیں کیا۔ تب اس نے مجھے بتایا کہ اس کی شادی میری ماں سے مارچ ۱۸۴۷ء میں ہوئی اور میں دو ماہ بعد مئی کے مہینے میں پیدا ہو گیا اس کے باوجود یہ شخص میرا باپ ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور اس طرح میری ماں کی عزت پر گند پھینکتا رہا۔ میں نے "جان مرے ڈوئی" کی کہانی پر یقین نہ کیا اور اپنے طور پر تحقیقات شروع کر دی، جس کے نتیجے میں مجھے معلوم ہوا کہ میری ماں ایک خوبصورت نوجوان عورت تھی اور وہ برٹش آرمی کے ایک افسر کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کے ساتھ اس کے گیریزن کے شہر میں جہاں اس کا باپ متعین تھا رہتی تھی۔ چونکہ وہ خوبصورت بھی تھی اس لئے وہ دختر رجمنٹ کے طور پر مشہور تھی اور اکثر لوگ اسے چاہتے تھے۔ آخر کار اس رجمنٹ کے ایک آفیسر کے ساتھ وہ کامن لا کی شادی میں پھنس گئی۔ یہ افسر میری پیدائش سے قبل جنگ کریمیا میں کام آیا۔ اس افسر کے خاندان اور میری ماں کے باپ نے میری ماں کو "جان مرے ڈوئی" سے شادی کرنے پر پھسلایا"

یہ تو ڈوئی کا اپنا بیان ہے۔ اس کے باپ کا بیان بھی سن لیجئے۔ حسب تحریر مورخ نیوکومب وہ کہتا ہے:۔

"جب جان الیگزینڈر ڈوئی پیدا ہوا تو میری عزیزہ بیوی کی عمر بیالیس سال کے قریب تھی۔ جب میں نے اس سے شادی کی تو وہ ایک بیوہ عورت تھی۔ یہ صحیح ہے کہ میری بیوی کا باپ ایک آرمی آفیسر تھا۔ مگر جب میں نے شادی کی تو اس وقت وہ پنشن پا چکا تھا اور ایڈنبرا میں ہی شراب کی دکان کرتا تھا۔ میں ان دنوں جوان تھا اور ان کے ہاں میرے کھانے پینے کا انتظام تھا۔ اس لئے مجھ سے یہ گناہ سرزد ہو گیا۔ مگر میں نے اس گناہ کو چھپانے کے لئے اپنا عیسوی فرض ادا کرتے ہوئے اس عورت سے شادی کر لی تاکہ "جان الیگزینڈر" کی ولادت ناجائز شمار نہ ہو"[1]

اب خواہ ڈوئی کے اپنے بیان کو صحیح تسلیم کیا جائے یا اس کے باپ کے بیان کو، دونوں حالتوں میں ڈوئی کے حسب نسب کا معاملہ ظاہر ہے۔ ڈوئی کے باپ کے بیان کے مطابق ڈوئی صریح ولدالزنا ثابت ہوتا ہے، اور باپ سے بڑھکر اور کس کی گواہی ثابت ہو سکتی ہے۔

ڈوئی کی ولادت کے متعلق ان بیانات کے شائع ہونے پر جو ڈوئی کی ذلت و رسوائی ہوئی اور اپنوں اور بیگانوں میں جو اس کی گت بنی وہ اظہر من الشمس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈوئی کی گرفت اپنے مریدوں پر روز بروز ڈھیلی ہوتی گئی اور وہ ان کی نظروں میں گرتا گیا، اور اس کے تقدس کا جامہ چاک چاک ہو گیا۔ نیویارک کے جلسہ کی ناکامی کے بعد یہ دوسرا صدمہ تھا جو ڈوئی کو پہنچا لیکن ابھی اور صدمات اس کے مقدر میں تھے اور ابھی اس کا وہ انجام آنے والا تھا جو ایسے مفتریوں اور کذابوں کے لئے خدا نے مقرر کر رکھا ہے۔ اور جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے قبل از وقت ہی اطلاع دے دی تھی۔

ڈوئی کی لڑکی کی موت، بیوی اور بیٹے سے انقطاع تعلق اور ڈوئی کا ابتر رہنا

ڈوئی کے دو بچے تھے۔ ایک تو گلیڈسٹون ڈوئی

[1] نیوکومب بحوالہ ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام مصنفہ خلیل احمد ناصر ایم اے۔

جو ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوا ڈوئی کے مرنے کے وقت اس کی عمر ۳۰ سال کی تھی۔ مگر اس وقت تک اس کی شادی نہ ہوئی تھی اور نہ ہی اپنی وفات تک جو ۱۹۴۵ء میں ہوئی اس نے کوئی شادی کی۔ اور وہ لاولد ہی مرا۔ دوسری مس ایستھر جو ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئی، ڈوئی کو اپنی بیٹی سے بہت محبت تھی۔ ۱۹۰۲ء میں جب حضرت مسیح موعود نے ڈاکٹر ڈوئی سے لیٹنے اخبار لیوز آف ہیلنگ میں کیا مس ایستھر کی عمر ۲۱ سال کی تھی، اور شکاگو کی یونیورسٹی میں تعلیم پاتی تھی۔ اور وہ صیحون میں نہیں بلکہ شکاگو میں تھی۔ مئی ۱۹۰۲ء کی ایک صبح کو لیمپ کی روشنی میں مس ایستھر اپنے خوبصورت سنہرے بالوں کو گھنگھریالے بنا رہی تھی، ان دنوں ابھی بجلی نہ آئی تھی۔ اور یہ عام طور پر لیمپوں میں الکحل استعمال کیا جاتا تھا۔ اور مس ایستھر آرائش میں مصروف تھی ادھر اس کے گاؤن کے ایک کونے کو آگ لگ گئی۔ مس ایستھر نے چیخ ماری۔ ملازمہ اس کے کمرے کی طرف دوڑی مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ شعلوں میں لپٹی ہوئی لڑکی نے دروازہ خود کھولا۔ خادمہ نے آگ بجھانے کی کوشش کی مگر وہ کافی جل چکی تھی۔ ڈوئی کو خبر ہوئی تو وہ فوراً صیحون سے شکاگو چلا گیا اور اس کی شفا کی کوشش کی مگر وہ اس کو شفا نہ دے سکا اور اسی روز شام کو وہ فوت ہو گئی جس سے ڈوئی کو سخت صدمہ ہوا۔ اور اس کے مرید بھی اس سے بدظن ہو گئے کہ اس کا دعوےٰ بیماروں کو شفا دینے کا کیا ہوا؟ یہ ۱۴ مارچ ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے۔ ڈوئی اپنے باپ سے نسلی بے تعلقی کا اعلان بھی کر چکا تھا۔ اس کے لڑکے گلیڈ سٹون نے بھی اپنے باپ سے قطع تعلق اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ ڈوئی کے مرنے کے بعد وہ عیسائیوں کے ایک دوسرے فرقہ میں شامل ہو گیا۔ اس نے عمر بھر شادی نہ کی۔ ڈوئی کی بیوی بھی اس کی زندگی میں ہی اس سے الگ ہو چکی تھی۔ مگر بعد میں بھی اس نے شادی نہ کی۔ غرض یہ بدبخت مفتری ہر طرح سے خائب و خاسر رہا، اس کا لڑکا لاولد مرا اور اس طرح سے ڈوئی ابتر رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حضرت رسول کریم کی شان میں فرمایا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ وہ اس زمانہ میں بھی اسی طرح پورا ہوا جس طرح خود حضور کے زمانہ میں بھی پورا ہوتا رہا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

ڈوئی کا دنیا کے گرد سفر اور اسکے عزائم میں ناکامی

اپنی سابقہ ذلتوں اور ناکامیوں کے داغ دھونے کے لئے ڈوئی نے جنوری ۱۹۰۴ء میں دنیا کے گرد سفر کر کے تمام بڑے بڑے ممالک میں نئے نئے زائن آباد کرنے کا شاندار پروگرام بنایا اور بڑے تزک و احتشام سے اس کی تیاری کی۔ اس سلسلے میں بعض منتظمین کو خاص طور پر پہلے ہی لندن۔ زیورچ، پیرس وغیرہ مقامات کی طرف بھیج دیا گیا تھا۔ ڈوئی کا خیال تھا کہ وہ اس سفر کے ذریعہ بہت بڑی کامیابی کا منہ دیکھے گا۔ اس کے مریدوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور وہ نئے نئے زائن آباد کر سکے گا مگر دیکھو اسے ﴿فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ﴾ اس کے تمام ارادے خاک میں مل گئے۔ عین اس سفر کے دوران میں ڈوئی کے قریبی مریدوں نے اس کی نفسانی خواہشات اور مال و زر کی حرص کو محسوس کر لیا۔ عیسائی مذہب میں تعدد ازدواج کی ممانعت ہے۔ مگر ڈوئی نے اس کے خلاف وعظ شروع کر دیا جس سے لوگوں پر واضح ہو گیا کہ ڈوئی خود اس پردہ میں خواہشات سفلی کی تسکین کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہونولولو پہنچا۔ اور اس نے جب نیم عریاں لڑکیوں سے تفریح اور دل لگی کی تو لوگوں کے شکوک اس کے متعلق اور بھی بڑھ گئے۔ اور اس سے نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ وہ ہونولولو سے نیوزی لینڈ اور پھر آسٹریلیا گیا۔ سب سے پہلا قیام ملبورن میں ہوا لیکن وہاں کے لوگ چونکہ اس سے بدظن تھے، اس شہر کے ہر ہوٹل نے ڈوئی کو اپنے ہاں ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ ایڈی لینڈ گیا۔ یہاں اس نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے جس سے شاہ انگلستان ایڈورڈ کی حقارت لازم آتی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ :-

"جب مسیح آئے گا تو زمینی بادشاہ جو
ناپاکی سے اس دنیا پر حکومت کرتے
ہیں ان کو پیچھے ہٹنا پڑے گا۔
ایڈورڈ کو اپنے تخت سے نیچے اترنا
پڑے گا۔" وغیرہ وغیرہ ؎

یہ الفاظ سن کر لوگ مشتعل ہو گئے اور وزیر اعظم آسٹریلیا نے ڈوئی کے جلسے بند کر دیئے۔ ڈوئی وہاں سے اپنا بوریا بستر باندھ کر کولمبو پہنچا۔ اس کا ارادہ ہندوستان میں بھی آنے کا تھا۔ مگر بعد میں منسوخ کر دیا۔ پھر وہ یورپ کی طرف گیا۔ اس کا مؤرخ نیو کومب کہتا ہے کہ تختہ جہاز پر ڈوئی کا محبوب مشغلہ ایک خوبصورت ایکٹرس کے ساتھ لہو و لعب تھا۔ ڈوئی مارسیلز پہنچا۔ یہاں پہنچ کر ڈوئی کو صیحون کے منتظمین کی جانب سے جو اس کی طرف سے اس کے جانشین تھے خطوط ملے جن میں انہوں نے ڈوئی سے بغاوت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی فضول خرچیاں اور ذاتی عیش و عشرت میں روپیہ برباد کرنے کی مذمت کی اور اسے بہت کچھ برا بھلا کہا۔ اصل میں یہ لوگ اس کے خلاف ہو چکے تھے اور ان پر سے اس کا رعب داب بھی اٹھ چکا تھا۔ ڈوئی کو ان خطوط کے ملنے پر سخت رنج اور صدمہ ہوا اور وہ غم و غصہ سے بھرا ہوا سوئٹزرلینڈ اور جرمنی کو روانہ ہو گیا۔ برلن جا کر اس نے قیصر جرمنی سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مگر امریکن سفیر نے ڈوئی کی اس خواہش کی تکمیل سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ڈوئی لندن گیا۔ ڈوئی کی طرف سے شاہ ایڈورڈ کی توہین کی خبر پہلے ہی یہاں پہنچ چکی تھی، ہوٹل والوں نے اس کو اپنے ہاں جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ ایک دفعہ وہ بھیس بدل کر ایک ہوٹل میں جا چھپا۔ مگر جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو اسے وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ ڈوئی مجبوراً فرانس بھاگ گیا اور جہاز کے چلنے سے ایک رات قبل واپس لورپول پہنچا۔ غرضیکہ آسٹریلیا اور یورپ دونوں براعظموں سے ڈوئی منہ کی کھا کر حسرت و یاس کے ساتھ نیویارک واپس روانہ ہوا۔

ڈوئی کے کیریکٹر کے متعلق لوگوں کو زبردست شکوک شبہات پیدا ہو چکے تھے۔ اب اس پر امریکہ کے لوگوں نے مختلف قسم کے سوالات شروع کر دیئے۔ اور خاص کر ان سوالات کا موضوع یہ تھا کہ انگلستان سے نیویارک تک جو خوبصورت دوشیزہ ڈوئی کے ساتھ ہے وہ کون ہے۔ مگر وہ ان سوالات کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا اور وہ اس دوشیزہ کے ساتھ رنگ رلیوں میں مشغول رہا، جب عشق سر پر سوار ہو تو انسان عزت و وقار کی پروا نہیں کرتا۔

آسٹریلیا اور یورپ میں تو یہ حال ہوا۔ صیحون میں حالات دگرگوں ہو چکے تھے وہاں کے منتظمین اس سے بدظن تھے، بیشتر آمد بند ہو چکی تھی اور جو مال پہلے خزانہ میں جمع تھا وہ ڈوئی اپنے سفروں اور تعیش نفس پر صرف کر چکا تھا۔ اب صیحون میں مالی پریشانی تھی۔ ڈوئی کا خیال تھا کہ اس سفر سے وہ بہت سا روپیہ جمع کر لے گا۔ مگر نتیجہ برعکس ہوا جس سے ڈوئی کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور وہ دن رات اسی غم میں گھلنے لگا۔ (باقی - باقی)

مجاہدِ یورپ

از محمد سلطان نظامی

دیگر مذاہب کے متعلق اسلام کا روّیہ

پیرس کی مذہبی کانفرنس میں جس کا ذکر سابقہ اشاعت میں آچکا ہے لیکچر دیتے ہوئے خواجہ صاحب نے فرمایا:-

قرآن کریم کے افتتاحی الفاظ ہی اس فراخ دلی کی تعلیم دیتے ہیں جو دیگر مذاہب کے متعلق اسلام نے روا رکھی ہے - یہ الفاظ مسلمان کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ دیگر مذاہب سے کیسا برتاؤ کریں - اسلام سے قبل تقریباً تمام مذاہب کا یہ شیوہ تھا - کہ وہ اپنی تعلیم کو تو خدا کی وحی و الہام پر مبنی خیال کرتے تھے - مگر دوسرے مذاہب کو اس نعمت سے محروم تصور کرتے تھے - یعنی ایک مذہب والے کے نزدیک دوسرے مذاہب کے پیرو سب کے سب خداوند خدا کے سوتیلے بیٹے تھے - یا یہ کہ رب العالمین نے انہیں پیدا کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھلا دیا تھا - اس تنگ خیالی نے اقوام عالم کو ایک دوسرے کا معاند اور مخالف بنا دیا اور خالق کائنات کی مخلوق میں ایک تفریق کا رنگ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ جنگ و جدال ہوا - اور جس نے بہت سی خیر و خوبی اور انعامات سے بنی نوع انسان کو محروم کر دیا - اسلام نے آکر اس خیال فاسد کی بیخکنی کی - اور اس نے آتے ہی فراخ دلی کا سبق سکھایا - اس نے فرمایا وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہر ایک قوم کے لئے ایک ہدایت کنندہ اور پیغمبر آیا - ہر مذہب کی بابت یہ تسلیم کیا کہ اس کی تعلیم خدا کی نازل کردہ ہے - لیکن سچ اور جھوٹ کی تفریق اور حق و باطل کی پہچان کے لئے ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت کی بھی وضاحت کر دی کہ اس تعلیم میں کہاں تک انسانی دست برد نے کام کیا - اور کہاں تک وہ قابل اعتبار ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ یہ قرآن کریم کے افتتاحی الفاظ ہیں - یعنی اللہ ہی کل کائنات کل انسانوں اور تمام دیگر مخلوقات اور سب قوموں کا رب اور پرورش کنندہ ہے، اس کی جسمانی ربوبیت کا دائرہ کالے گورے یا اسود و احمر سب پر محیط ہے - پھر کیا وجہ ہے کہ روحانی ربوبیت صرف ایک خاص طبقہ انسانی تک محدود ہے - اگر قدرت یا نیچر ہر ایک انسان کی ضروریات کو بلا تفریق و تخصیص پورا کرنے کے لئے خلق کی گئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ روحانی سلسلہ کا قانون اس کے خلاف ہو، اس حقیقت کا انکشاف خدا کی اس آخری الہامی کتاب کا کام تھا - جو دنیا کے تمام طبقات انسانی کے لئے ایک ہدایت اور روشنی لے کر آئی - اسلام نے تو اس حد تک اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اپنے لئے کسی جدید حیثیت کا دعوے ہی نہیں کیا - بلکہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کے دعوے پر ہی اپنی سچائی کی بنیاد رکھی - اور اس طرح اس پرانے عہد نامے کی تجدید کی جو آدم سے لے کر مسیح تک بنی اسرائیل کی ہر ایک قوم سے ہوتا رہا:-

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ -

"اے مسلمانو! تم لوگوں سے کہہ دو کہ ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل ہوا اور اس پر بھی جو ابراہیمؑ اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا - ہم وہ بھی مانتے ہیں جو موسٰی اور عیسٰی اور ان کے سوا کل دنیا کے انبیاء کو دیا گیا - ہم تو کسی رسول کے ساتھ کوئی فرق نہیں کرتے - ہم تو ماننے والے ہیں"

یہ آیات نہ صرف رسول اکرم صلعم کی اتباع کا سبق دیتی ہیں - بلکہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کا جوا مسلمانوں کی گردن پر رکھ دیتی ہیں اسلام ایک سچا مذہب ہے اور سچائی جہاں کہیں ملے - جس مذہب میں پائی جائے - ایک مسلمان اس کا حقیقی حقدار ہے -

مذہب اور عملی زندگی

دوسری خصوصیت جو لازماً اسلام ہی کا خاصہ ہے یہ ہے کہ اسلام مذہب کی حقیقت کو ایک نہایت ہی عجیب رنگ میں پیش کرتا ہے - اسلام نے چند رسومات اور چند عبادات اور قربانیوں کا نام مذہب نہیں رکھا - بلکہ ان پرانی مذہبی رسومات و عبادات کے انوکھے قواعد اور ان سب مشکلات سے نجات دے دی - ایک طرف اگر وہ رہبانیت کی عزلت پسند زندگی کے برخلاف ہے تو دوسری جانب وہ محض خشک دنیاداری کے اصول سے بھی نفور ہے - اسلام تو عملی زندگی کے سہل قواعد کا نام ہے - ایک مسلمان کا قول و فعل، تصور و تخیل بھی مذہبی رنگ میں رنگین ہونا چاہیئے - اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے اسلام نے انسانی زندگی کی ہر ایک راہ اور ہر ایک پہلو کے لئے قواعد مرتب کئے - کیا ہماری روزانہ زندگی ہماری اخلاقی اور روحانی زندگی سے کوئی علیحدہ ہے روحانیت کو اگر کسی نے اخلاقی جذبات میں تعدیل اور خواہشات میں اعتدال کے علاوہ کوئی اور چیز سمجھا ہو - تو وہ انسانی فطرت سے محض ناآشنا اور مذہب کے مفہوم سے بالکل بے بہرہ ہے ایک مسلم کی روحانیت اس کے معبد (مسجد) کی چار دیواری تک ہی محدود نہیں نہ ہی اُن خاص اوقات کی انتظار ہوتی ہے - جس میں وہ روحانی فیوض سے فیض یاب ہو سکے، بلکہ زندگی کے ادنےٰ سے ادنےٰ اور اعلےٰ سے اعلےٰ کاموں میں اسے تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ایک علیم و خبیر اور بصیر خدا کے زیر نگرانی ہمہ آن رہتا ہے -

رسول اکرم صلعم سے استفسار ہوا کہ اسلام کیا ہے - آپؐ نے ایک مختصر جملہ میں کیا ہی جامع تعریف فرمائی کہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور خلق اللہ سے شفقت ہی کا نام اسلام ہے (اَلتَّعْظِيْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ) اور میرے خیال میں یہی وہ دین ہے - جو آیندہ نسل انسانی کا مذہب قرار دیا جا سکتا ہے - اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کہ اسلام نے بھی چند ایک عقاید اور عبادات کی بھی تعلیم دی ہے لیکن اس لئے کہ ان احکام ہی کو غلطی سے اصل اسلام نہ سمجھ لیا جائے - ان کو ایک جدا نام دے دیا - اور ارکان اسلام سے انہیں موسوم کیا - ان کی ضرورت اور فوائد سے بھی انکار نہیں - کیونکہ سچے عقاید ہی عملی صورت اختیار کر کے انسان کے کمالات کا انکشاف کرتے ہیں - فی الحقیقت ایمان عمل صالح کے بغیر ایک بے حقیقت شے ہے - جس کی وضاحت قرآن پاک کی یہ آیت فرماتی ہے:-

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ....

اسلام میں عبادت کی حقیقت

اس مقام پر مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عبادت کی جو حقیقت بیان کی ہے - اس کا ذکر کر دوں - خدا کی ہستی اس سے بہت بالاتر ہے کہ اسے محض اس بات سے خوشی حاصل ہو کہ انسان اپنا کبر و غرور ترک کر کے اس کے حضور عجز و انکساری سے جھکے - اور تذلل اختیار کرے - انسان کی فرمانبرداری یا نافرمانی سے خدا کا کچھ بن یا بگڑ نہیں جاتا - وہ بے لوث ہستی اپنی ذات اور صفات میں کامل اور مکمل ہے - اس لئے اسلام کے نظریہ سے اِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ہے خداوند کریم کا جلال یا اس کی تقدیس اس میں نہیں - کہ اس کی جلالت اور خدائی سے لوگ ڈر جائیں - اور اس کے حضور میں سربسجود ہوں، بلکہ اسلام میں خدا کا جلال یہ معنی رکھتا ہے - کہ انسان کے کمالات کی تکمیل ہو - اس کی تقدیس سے یہ مطلب ہے کہ انسان کا تزکیہ ہو - قرآن میں عبادت کا لفظ ہی ان معانی پر دلالت کرتا ہے عبادت کے معنی راستہ کے ہیں - اور عمل کے بھی - یعنی یہ وہ راستہ ہے کہ جس پر چل کر انسان کے پوشیدہ کمالات کا اظہار ہوتا ہے - اس کے

قوائے ارتقاء کی صورت اختیار کر کے خارج میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کمالات پوشیدہ کو جس ہستی نے ہم میں ودیعت کر رکھا ہے، وہی ان کی تکمیل کی راہوں کا رازدان ہے، اسی سے ہم کو وہ راستہ (عبادت) اور طریق عمل سیکھنا ہے جس سے یہ مقصد عظمیٰ حاصل ہو۔ اس لئے اس کے حکموں پر چلنا ہی ہماری عبادت ہے۔ تعظیم لامر اللہ کا نام عبادت ہے۔ ہاں چاہئے ہیں یہ استعداد پیدا کرنے کے لئے کہ ہم اس کے اوامر کی عزت و تعظیم کریں، ہم طبعًا اس کے قوانین پر چلیں۔ ہم چند ایک ایسے عملیات کے محتاج ہیں جن کو اپنا شعار بنا کر ہم آہستہ آہستہ کامل عبودیت و فرمانبرداری اپنے اندر پیدا کر سکیں، اسی لئے چند شعار کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اور یہ شعار اسلام میں نماز۔ حج۔ روزہ اور زکوٰۃ ہیں۔ اس لئے ان شعار کا اختیار کرنا بھی عبادت ہو جاتا ہے اس لئے ...... عبادت کی جڑھ یہی ہے۔ کہ انسانی کمالات ظہور پذیر ہوں اور اس طرح انسان کے خالق کا جلال ظاہر ہو، اور اس کی تقدیس ہو، عبادت کے اس مفہوم کو مدنظر رکھ کر جو شخص ایسے تزکیہ سے قاصر رہا اس نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ یہ امر تعلیم توحید کی ضرورت کو بھی واضح کر دیتا ہے ہمارا اللہ کوئی حاسد خدا تو نہیں کہ جسے دوسروں کے معبود بن جانے سے کوئی گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ اسلام نے جو توحید پر اتنا زور دیا ہے تو صرف اس لئے کہ یہی ایک قانون ہے جو انسان کو کمال تک پہنچا سکتا ہے یہی ایک سحر ہے جو احسن تقویم کے سربستہ راز کو کھول دیتا ہے، وہ ذات حق جمیع مخلوق کی خالق ہے۔ اسی ذات والا صفات کو ان کمالات کا علم ہے جو اس نے انسان میں اور صحیفہ قدرت کے مادہ میں پوشیدہ کر رکھے ہیں اور وہی ارتقاء کے ان تمام قوانین کا عالم ہے جن کے ماتحت ان پوشیدہ کمالات کا خارج میں نشوونما اور ظہور ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے کمالات تک پہنچنے کے لئے وہ راہیں ایک ہی خدا سے لیں اور ایک ہی خدا کے احکام کی پابندی اپنے آپ پر لازم کر لیں، اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں جو ہمیں فلاح و بہبودی کی طرف لے جائے۔ چنانچہ قرآن حکیم اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا کہ اگر دو خدا ہوتے تو پھر فساد ہی ہوتا۔ اس صورت میں توحید کا عقیدہ نہ صرف فساد کو روکنے کا موجب ہے۔ بلکہ انسان اور نیچر کے درمیان ایک حقیقی تعلق قائم کر کے دونوں کے کمالات کے انکشاف کی ایک صحیح اور مستقیم راہ کھول دیتا ہے۔

زندگی کا ایک مکمل ہدایت نامہ

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عبادت کو واقعی ہماری تکمیل اور تزکیہ نفس میں اتنا بڑا دخل ہے تو معًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہمیں کسی ہدایت نامہ یا ضابطہ قانون کی ضرورت ہے یا نہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ہمارے جسمانی حالات ہمارے اخلاق پر بہت گہرا اثر ڈالتے ہیں اسی طرح ہماری تہذیب اخلاق اور تمدن کے اصول ہماری روحانی زندگی کو ڈھالتے ہیں۔ ماحول اور گردوپیش کے تاثرات سے بھی ہمیں گریز نہیں ہمیں ان سے اور انہیں ہم سے ایک وابستگی ہے جس سے دونوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پھر ان سب میں ایک اعتدال کی صورت قائم کرنا سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کا احساس پھر ایک مکمل ہدایت نامہ کو چاہتا ہے، جو شخص ایسے ہدایت نامہ کی ضرورت سے انکار کرے۔ اور روحانیت کے اصول کو بدنی اور خانگی تعلقات سے باہر تلاش کرے۔ وہ فی الحقیقت روحانیت کے اصل منشاء سے ناواقف اور زندگی کے اصول سے ناآشنا ہے۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے سے اسلام کو ایک اور خصوصیت حاصل ہوتی اور وہ یہ کہ زندگی کے ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لئے اس نے قواعد مرتب کئے ہر حیثیت کا انسان قرآن سے اپنی ہدایت کے لئے قوانین اخذ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اسلام نے اس مشکل کو حل کیا جس کے سامنے دوسرے مذاہب عاجز رہے قرآن میں ایک وحشی کی حالت سے لے کر تمدن کے اعلیٰ مراتب پر پہنچے ہوئے انسان تک ہر مرتبہ اور ہر حیثیت کے لوگوں کے لئے مختلف قوانین اور ہدایات موجود ہیں۔ خانہ داری کے ابتدائی حالات سے لے کر تہذیب کے اعلیٰ مراتب تک کے اصول اس میں درج ہیں۔ الغرض یہی ایک الہامی کتاب ہے جو انسان کو پستی سے بلندی کی طرف زمین سے آسمان کی طرف انسانوں سے خدا کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور بالآخر انسان اور خدا کے درمیان ایک محبت کا تعلق قائم کرا دیتی ہے اور انسان کو خدا سے ملا دیتی ہے۔ یہی تعلیم ضمنًا انسان کو اس الزام سے بھی بری کرتی ہے جو فطری گناہ کے رنگ میں انسان کے گلے کا ہار ہو رہا ہے۔ انسان کی فطرت سلیم ہے۔ اسیلئے اسلام نے مسلم کا نام دیا۔ وہ طبعًا قانون کا پابند ہے۔ وہ فطرتًا خدا کا فرمانبردار ہے۔ گناہ کیا ہے نافرمانی اور اس طرح ہر ایک مسلم یعنی ہر ایک فرمانبردار معصوم یعنی بے گناہ پیدا ہوتا ہے۔ گناہ ایک اکتسابی مرض ہے اور امراض کی مانند اس کی اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔ انسان فطرتًا معصوم ہے اسی لئے سورۃ فاتحہ میں ہمیں یہ سکھایا ہے کہ وہ اپنے ہی عمل سے منعم علیہ یا مغضوب علیہم ہو جاتا ہے۔ مجھے یہ بات ہرگز سمجھ نہیں آتی کہ انسان فطرتًا خطا کار ہو کر کس طرح منعم علیہ کے مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ اس گناہ کی غلامی سے بھی اسلام ہی نے انسان کو آزادی دی۔ یہ ایک احسان ہے جو قرآن کریم نے ہم پر کیا۔ کہ نہ صرف ہمیں معصوم ٹھیرایا، بلکہ ہمارے سامنے ترقیات کا ایک غیر منتہی سلسلہ پیش کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

یعنی ...... ہم نے انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ استعداد پر پیدا کیا۔ پھر اس میں اذل سے ارذل مقام پر پہنچنے کے لئے استعداد رکھ دی۔ لیکن جو لوگ صداقتوں کو قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہوں ان کی ترقی لامحدود ہے"

کیا یہ خیال کہ انسان لامحدود ترقیات کی قابلیت رکھتا ہے آج ریشنلزم کا مائیہ ناز نہیں ہے؟ مسٹر ڈکیلی اپنی ایک تصنیف میں رقمطراز ہے کہ:۔

"یہ لاانتہا اور غیر منقطع ترقیات کا خیال ہماری موجودہ زندگی کے تمام تخیل میں جاری ہے کسی مضمون پر کوئی مستند کتاب اٹھا لو یہی خیال کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہوگا۔ اس خیال نے لٹریچر کی تاریخ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے"

لیکن ترقی کے اس زرین اصول کو کس نے پہلی مرتبہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آؤ تمہیں ہم بتائیں۔ کہ ریشنلزم پر تو ابھی بچپن کا زمانہ بھی نہیں گذرا اور یہ خیال دنیا میں تیرہ صدیوں سے موجود ہے۔ اور جس شکل و صورت میں اسے قرآن کریم نے پیش کیا ہے وہ قرآن ہی کا خاصہ اور اسی کا حق ہے۔ فرمایا کہ ہم میں دونوں قسم کی استعداد موجود ہیں۔ احسن تقویم پر تو واقعی ہماری تخلیق ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی ایک متضاد امر کا ذکر بھی کر دیا اور وہ أَسْفَلَ سَافِلِينَ سے ظاہر ہے کیا یہ سچا اصول ہے۔ ہماری روزانہ زندگی نہایت کھلے طور پر اس کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ تمام انسان ایک ہی قسم کی استعدادیں پا کر دنیا میں آتے ہیں۔ تقریبًا مساوی حالات کے ماتحت ان کی پرورش ہوتی ہے۔ لیکن ایک دن بدن ترقی کرتا ہے اور دوسرا روز بروز گرتا چلا جاتا ہے، یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ ایک نے سیدھی راہ کو اختیار کیا اور دوسرے نے اس کے عکس کو ترجیح دی یہ خیال ریشنلزم کے خیال سے کہیں بڑھ چڑھ کر صفائی سے اس حقیقت کو کھولتا ہے۔ ریشنلزم صرف ترقی کی راہ کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اسلام اس کے مخالف رستہ اور مخربات سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ مقدم الذکر اس زرین اصول کی تہ کو نہیں پہنچ سکا اور اس لئے ناقص صورت میں اسے پیش کیا۔ مگر اسلام نے جو فطرت کے قوانین کا راز دان تھا۔ اس اصول کو کامل اور مکمل صورت میں کھول کر بیان کر دیا۔ اور اس کے حصول کی راہ بھی کھول کر بیان کر دی چنانچہ فرمایا:۔

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝

ہندوستان کے مغل بادشاہوں کا نظام عدل

(۵)

آگرہ سے لاہور کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے منرکی نے لکھا ہے کہ راستے میں جابجا سرائے کی بڑی بڑی عمارتیں تھیں، اور تجارتی قافلے اس کثرت سے آتے جاتے رہتے تھے کہ سرائے میں قیام کے لئے مشکل سے جگہ ملتی تھی۔ عام اشیاء کی قیمتیں بہت کم تھیں اور وہ فراوانی سے ملتی تھیں۔ سڑکوں اور بازاروں میں بڑی صفائی نظر آتی تھی، ہر جگہ امن تھا۔ مسافر اور راہ گیر اپنی بہترین جمال جانے بغیر خطرہ کے رکھ دیتے۔ رات کو پہرہ کا خاطر خواہ انتظام رہتا تھا۔ جب کوئی چور یا مجرم پکڑا جاتا تو اسی وقت جرم کی نوعیت کے مطابق اس کی سزا دیدی جاتی، اس سے پولیس کی کارکردگی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس زمانہ میں چوری اور رہزنی ہوتی ہی نہیں تھی کیونکہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ اس میں جنگلوں، پہاڑوں اور دریاؤں کی کمی نہیں، ان میں چور، مجرم، رہزن اور ڈاکو آسانی سے پناہ لے سکتے ہیں، اور اس عہد میں بھی ایسی جگہوں پر چوری، رہزنی اور غارتگری ہوتی رہی ہوگی، اور ایسے علاقے راہ گیروں کے لئے خطرناک ہوتے ہوں گے جیسا کہ آجکل بھی ہیں، مگر جس کثرت اور سہولت سے تجارتی کارواں آتے جاتے رہتے تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پولیس کا انتظام خاطر خواہ تھا، اگر کہیں چوری ہوتی تھی، تو حکومت اس کی ذمہ دار ہوتی تھی، اور فوجدار اور کوتوال کو نقصان پورا کرنا پڑتا تھا۔ مورلینڈ کا خیال ہے کہ یہ صرف نمائشی قانون تھا، اس نے ایک آرمنی تاجر کی مثال دی ہے، کہ اس کا سامان چوری ہو گیا، تو کوتوال نے اس کو ڈرا دھمکا کر معاوضے کا دعوے کرنے سے باز رکھا۔ ممکن ہے ایسی مثالیں بھی ہوں، لیکن کوتوال کا افسر صوبہ دار ہوا کرتا تھا اس لئے وہ ایسی حرکت اسی وقت کر سکتا تھا جب خود صوبہ دار اس کی چشم پوشی کرتا ہو جس کی توقع نہیں کی جا سکتی اور اس کی بھی مثال ہے کہ بہیرا شقہ دار نے منرکی اور اس کے ہمراہیوں کے ساتھ بدسلوکی کی تو کوتوال نے شقہ دار سے بازپرس کی، اور شقہ دار بڑی کوششوں کے بعد سزا سے بچ سکا، پھر بھی اسکو جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ ایسی مثالیں بھی ہیں کہ اگر چوری سے کسی کا غیر معمولی نقصان ہو گیا تو بادشاہ وقت نے اس کا بڑا حصہ خود اپنی جیب سے ادا کیا، پولیس کے عہدیدار بادشاہ کی بازپرس سے بہت خوفزدہ اور ہراساں رہتے تھے جس کا اعتراف خود مورلینڈ نے کیا ہے کہ جب ارمنی تاجروں سے بدسلوکی کا حال سورت کے صوبہ دار کو معلوم ہوا تو اس نے کوتوال کو یہ کہکر تنبیہہ کی کہ اگر بادشاہ کو معلوم ہو جائے گا تو ہم سب کے لئے بڑا وقت آ جائے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظام حکومت میں بے انصافی کا انسداد کرنے کی کوشش برابر جاری رہتی تھی۔

شہروں کی طرح مضافات میں بھی امن برقرار رکھنے کا انتظام قائم تھا۔ گاؤں کی پولیس کا انتظام فوجدار کے ذمہ ہوتا تھا۔ وہ ضرورت کے مطابق کھانیدار اور سواروں کا ایک دستہ اپنے ماتحت رکھا کرتا تھا۔ ایک یورپین اہل قلم کتھیو نوٹ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ جس طرح شہروں کی پولیس کا نظم کوتوال کے ذمہ تھا، اسی طرح گاؤں میں امن و امان برقرار رکھنے کا ذمہ دار فوجدار ہوا کرتا تھا۔

مذکورہ بالا سطروں میں صرف عدل اور پولیس کے نظام کا ایک ہلکا سا خاکہ ہے۔ مغلوں کے پورے نظام سلطنت کا اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اس عہد میں ہندوستان کی حکومت دنیا کی شاندار حکومتوں میں سے ایک تھی۔ اور اس کی تمام معاصر حکومتوں میں اس سے زیادہ وسیع اور مستحکم حکومت کوئی اور نہ تھی اور اس کے کارنامے صرف آرٹ اور کلچر ہی تک محدود نہ تھے بلکہ اس نے بڑی بڑی سیاسی شخصیتیں بھی پیدا کیں۔ ہندو مسلمان دونوں کو متحد کیا، اس کی کارکردگی ایسی تھی جس پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں سرجان شور، بہت بڑا مدبر گذرا ہے، جو حکومت کے نظم و نسق میں بڑا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب ایسٹ انڈیا کمپنی برسر اقتدار آئی، اس وقت صوبوں کے نظم و نسق میں ابتری پھیلی ہوتی تھی۔ لیکن اس کا جو نظام تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کی حکومت استحکام اور دانشمندی کی مضبوط بنیادوں پر قائم تھی جس میں مختلف فرقوں کے حقوق کی پوری حفاظت تھی، ہندوؤں کے لئے قوانین ان ہی کے بنائے ہوئے تھے، جن پر سختی سے عملدرآمد کرانے کی کوشش کی جاتی تھی، اور حکومت کی جتنی واجب الادا آمدنی ہوتی تھی وہ وصول کر لی جاتی تھی۔

مغلوں کا نظام حکومت ایک بڑا سیاسی تجربہ تھا، جس کے اثرات موجودہ نظام حکومت میں بھی باقی ہیں، اس زمانے میں جو سیاسی تجربے ہوئے۔ اور ان میں جو کامیابی یا ناکامی ہوئی وہ آئندہ نسلوں کے لئے سیاسی وراثت بنی اور سب سے بڑا سبق یہ حاصل ہوا کہ حکومت وہی قائم رہ سکتی ہے جس کو لوگوں کا اعتماد اور محبت حاصل ہو، اور یہ دونوں چیزیں اسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں جب ملک میں امن اور خوشحالی ہو۔ اکبر نے اپنی پالیسی سے یہ سب کچھ کر دکھایا، لیکن جب اس کی پالیسی پر عمل نہیں کیا گیا تو حکومت کی بنیاد کمزور ہونے لگی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس حکومت کی کامیابی حکمران کے تنہا اخلاق و کردار پر مبنی ہو، اس کی ترقی پائدار نہیں ہو سکتی، کیونکہ جب تک ایک اچھا حکمران ہے، اس وقت تک نظم و نسق اچھا رہ سکتا ہے۔ لیکن برے حکمران کے آ جانے سے سارے نظام میں انتشار و خلل پیدا ہو سکتا ہے۔ مغل حکومت اسی کا نمونہ ہے۔ اگرچہ ان مغلوں نے جو دیسی نظام قائم کیا تھا۔ اس سے لوگوں کو غیر معمولی فائدہ ہوا اور اوپر کے نظم و نسق کی ابتری سے نیچے کے نظام میں کم سے کم خلل پڑا اور عام طور سے لوگ پولیس کے مظالم سے محفوظ رہے۔ چور اور ڈاکوؤں سے ان کو کم سے کم نقصان پہنچا۔ آپس کے جھگڑوں میں ان کے ساتھ مناسب انصاف کیا جاتا تھا۔ گاؤں کے مکھیا اور قانون گو ان کے حقوق کی پوری نگہداشت کرتے تھے۔ کسانوں اور کاشتکاروں کے لئے یہ ایسا نظام تھا نہ اور نہ ماحول کہ وہ خواہ مخواہ تباہی اور بربادی کی طرف مائل ہوں، جیسا کہ موجودہ دور میں ہے کہ مہاجن ان کو قرض لینے کی ترغیب دلاتا ہے، وکلاء ان کو مقدمہ بازی کی طرف مائل کرتے ہیں، اور تاجران کو فضول خرچی کے لئے آمادہ کرتے ہیں ٭

آفتاب الدین احمد ہومیو پیتھک دار الشفاء

کے لئے ماہ اپریل ۵۶ء میں عطیہ جات

نام	رقم
شیخ محمد آصف صاحب لاہور	۵
چوہدری عبدالمجید صاحب لاہور	۱۰
محمد سلطان نظامی صاحب۔ لاہور	۵
گلاب علی صاحب۔ لاہور	۱
پروفیسر عبدالصمد صاحب پشاور	۲
عبدالغفور ثاقب صاحب لاہور	۳
بیگم صاحبہ چوہدری عبدالعزیز گارڈ۔ خانپور	۵
میاں سراج دین صاحب گوجرانوالہ	۵
ملک محمود انور صاحب ملک۔ لاہور	۱
ماسٹر عبدالغنی صاحب بادلھی	۵
چوہدری محمد زکی صاحب دہلی	۵
پیر مادھو شاہ بخاری صاحب پشاور	۵
خواجہ محمد اصغر صاحب ٹھیکیدار سیالکوٹ	۱۰۰
بیگم صاحبہ میاں غلام شبیر صاحب تمیم	۲۵
میاں عبدالرحمٰن صاحب مسلم ٹاؤن۔ لاہور	۲۰
زبیدہ بیگم صاحبہ لاہور	۵
میاں سعید احمد صاحب سیفی پنکھا (برقی)	۲۳۵
سابقہ عطیہ جات	۶۷۴
میزان کل	۹۰۹

کنوینر انتظامیہ کمیٹی

(۱۳/۴/۵۶)

رفتارِ عالم

لاہور ۱۴ اپریل - گورنر مغربی پاکستان نے آج گندم و آٹے کے نرخوں سے متعلقہ ایک حکم جاری کیا ہے، جس کی خلاف ورزی کرنے والے کو تین سال تک کی قید و جرمانہ کی سزا دی جاسکے گی۔ اس کے علاوہ عدالت کے حکم سے اس شخص کا گندم کا ذخیرہ بھی بحق سرکار ضبط ہوسکے گا۔ اس حکم کے مطابق منڈی یا کسی اور مقررہ علاقہ میں اوسط درجہ کی گندم کا نرخ دس روپے من اور آٹے کا نرخ دس روپے بارہ آنے مقرر کیا گیا ہے، البتہ سرکاری راشن ڈپوؤں پر ڈائرکٹر فوڈ کی ہدایت کے مطابق نرخوں میں کمی بیشی ہوسکے گی۔ اس حکم میں مزید اعلان کیا گیا ہے کہ جو دیہات منڈی سے پانچ میل کے فاصلہ تک واقع ہوں گے، ان میں گندم کا تھوک نرخ کنٹرول نرخ سے چار آنے فی من کم ہوگا، اور پانچ میل سے زائد فاصلہ پر واقعہ دیہات میں کنٹرول نرخ سے ۶ آنے فی من کم ہوگا۔ اس حکم کے موثر اطلاق کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ خود یا کسی اور شخص (جس کو باقاعدہ اختیار دیا گیا ہو) کی امداد سے کسی بھی جگہ میں داخل ہوکر وہاں کی تلاشی لے سکیں، اور کسی بھی شخص سے مناسب استفسارات کرنے کے علاوہ متعلقہ کاغذات کا معاینہ کرسکیں گے۔ اس حکم کا اطلاق آج سے کردیا گیا ہے۔ دریں اثنا مغربی پاکستان میں گندم کی سرکاری خریداری کے لئے متعدد احکام جاری کئے گئے ہیں جن کا مقصد آیندہ سال کے دوران میں سرکاری ذخائر کے لئے گندم کی خرید اور اس کے نرخوں کو مستحکم بنانا ہے۔

نئی دہلی - ۱۴ اپریل - مقبوضہ کشمیر میں محاذ رائے شماری کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد میں بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو کو بتایا ہے کہ کشمیر کے متعلق ان کے حالیہ بیانات مقبوضہ کشمیر کے عوام کو حق خود ارادیت کے مطالبہ سے دست برداری پر مجبور نہیں کرسکتے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ بخشی حکومت کے گزشتہ تین برس کے مظالم اور تشدد بھی کشمیریوں کو یہ مطالبہ ترک کرنے پر مجبور نہیں کرسکے۔

کراچی - ۱۴ اپریل - مسلم لیگ ہائی کمان کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ مغربی پاکستان کے سیاسی بحران کے بارے میں کسی مصالحت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ان حلقوں کا کہنا ہے کہ اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہوا ہے کہ مسلم لیگ کے دفتر کو ابھی تک مغربی پاکستان کی کابینہ کے چار مسلم لیگی وزراء میں سے کسی کی طرف سے اس نوٹس کا جواب موصول نہیں ہوا جس میں انہیں یہ وجہ بیان کرنے کو کہا گیا تھا کہ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے احکام کی خلاف ورزی پر ان کے خلاف انضباطی کارروائی کیوں نہ کی جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ اس مسئلہ پر غور کرے گی۔ عاملہ کا اجلاس ۲۲ اپریل کو منعقد ہو رہا ہے۔

کراچی - ۱۴ اپریل - وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی اور وزیر خارجہ مسٹر حمید الحق چودھری نے تقسیم کشمیر کے متعلق پنڈت نہرو کی تجویز مسترد کردی ہے وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے، کہ موجودہ خط متارکہ جنگ کی بنیادوں پر کشمیر کا تنازعہ طے کرنے کی تجویز احمقانہ اور لغو ہے۔

نئی دہلی - ۱۴ اپریل - آل انڈیا ریڈیو کی اطلاع کے مطابق بھارت کے وزیر دفاع ڈاکٹر کاٹجو نے آج سب پور کے قریب ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی سرحدوں سے ملحقہ بھارتی علاقہ میں آباد لوگوں کو ہر ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ آج پنڈت نہرو نے پارلیمنٹ میں بتایا کہ عینی والا کے تصادم میں جو پاکستانی اسلحہ ملا تھا اس کے معاینہ کے بعد معلوم ہوا ہے کہ یہ امریکی اسلحہ نہیں ہے۔

شیلانگ - ۱۴ اپریل - تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ اس وقت ناگا کی پہاڑیوں میں پانچ لاکھ سے زاید قبائلی بھارتی فوجوں کے خلاف سینہ سپر ہیں۔ اور ناگاؤں کی تحریک آزادی نے اب برما کی سرحدوں تک سارا علاقہ اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

گجرات ۱۴ اپریل - ڈاک سے ضلع گجرات میں قتل کی وارداتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر ہفتے ضلع میں دو اشخاص کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ پچھلے سال کے پہلے تیرہ ہفتوں کے دوران میں قتل کی کل سولہ وارداتیں ہوئیں مگر امسال ۱۲ اپریل ۱۹۵۶ء تک ضلع بھر میں پچیس افراد قتل ہو چکے ہیں۔ ۱۹۵۵ء کے دوران میں ضلع گجرات میں قتل کی ایک سو دس وارداتیں ہوئیں۔ اور اس سال ۱۲ اپریل تک گزشتہ سال کی نسبت قتل کی وارداتوں میں ۹ کا اضافہ ہوا۔ اور اس سلسلہ میں فراہم کردہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ان وارداتوں میں اضافہ کی وجہ زیادہ تر عورتوں سے ناجائز تعلقات ہیں۔ پرانی عداوتیں اور زمین کے تنازعے بھی قتل کے محرک بن رہے ہیں۔

لاہور - ۱۴ اپریل - کل شام لاہور سے قریباً پندرہ میل دور تحصیل مناواں کے موضع کیمباں میں ایک نوجوان اور شادی شدہ خاتون نے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کرلی پولیس کا خیال ہے کہ پچیس سالہ متوفیہ میراں نے زندگی کی پریشانیوں سے تنگ آکر خودکشی کی ہے۔

لاہور - ۱۴ اپریل - معلوم ہوا ہے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے اپنے زیر اہتمام تعلیمی اداروں میں تعلیم پانے والے طلباء کو فوجی تربیت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انجمن اور بری افواج کے جنرل ہیڈ کوارٹرز کے درمیان خط و کتابت جاری ہے۔

لاہور - ۱۴ اپریل - معلوم ہوا ہے کہ لاہور کارپوریشن اپنے اجلاس میں چیف ایگزیکٹو آفیسر کی اس سفارش پر غور کرنے والی ہے کہ لاہور کے شہریوں کو خالص دودھ مہیا کرنے کے لئے "ملک کالونی" کی تعمیر کے سلسلہ میں فوری طور پر ایک لاکھ روپے کی منظوری دی جائے۔

زرِ سالانہ

پاکستان و ہندوستان سے - چھ روپے سالانہ
ممالک غیر سے - پندرہ شلنگ سالانہ

صرف ٹائٹل ایور گرین پریس ایمپریس روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

پیغام صلح مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۵

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۳ر رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ر اپریل ۱۹۵۶ء | نمبر ۱۶

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ✿ مصطفٰے ما را امام و پیشوا

ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ✿ حضرت محمد مصطفٰے ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ✿ ہر نبوت را برو شد اختتام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ✿ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ✿ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے ✿ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالے سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ✿ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ✿ ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہمارے عقائد

● ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

● ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ:۔

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا نہ پرانا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی"۔ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

● ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔

● ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوتے اور ہوں گے جو نبی نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا ہے رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ (حدیث)

● ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

● ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔

● ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے ان کے اپنے الفاظ میں:۔ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کرلو اور آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو

جماعت کو حضرت مسیح موعود کی نصائح

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ مگر صالح بندوں کی آپس میں اخوت و محبت کو پیدا کرو۔ اور درندگی اور اختلافات کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دور کرکے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کرلو۔ اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے۔ اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر سارے گناہوں سے توبہ کرکے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے۔ اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے۔ تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کردے گا۔ اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے۔ اور اپنے کھیت کو خوشنما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے، مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں، ان کی مالک پرواہ نہیں کرتا کہ کوئی مویشی آکر ان کو کھا جاوے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں پھینک دیوے۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پرواہ نہیں، ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں، پر ان پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ اور اگر ایک آدمی مارا جاوے تو اتنی باز پرس ہوتی ہے، سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند بیکار اور لاپرواہ بناؤ گے، تو تمہارا بھی ویسا ہی حال ہوگا۔ چاہیئے کہ تم خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ۔ تاکہ کسی وبا کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو۔ کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کرکے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔

(اخبار الحکم ۲۴-۱۳ اگست ۱۸۹۸ء)

کیا خلیفۂ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ میں تبدیلی کر سکتا ہے؟

مسئلہ طلاق کے متعلق پرویز صاحب کا حضرت عمرؓ پر اتہام

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ

پرویز صاحب (مدیر طلوع اسلام) نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تین طلاق دینے کا طریق تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وقت میں تین طلاق کو طلاق بائن قرار دیا۔ اس سے پرویز صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلیفہ کو اختیار تھا کہ وہ اپنے اجتہاد سے آنحضرتؐ کے فیصلہ میں تبدیلی کر دے۔

پرویز صاحب نے جو واقعہ پیش کیا ہے اور جو نتیجہ نکالا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ طلاق کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم

مسئلہ طلاق کے متعلق خدا عز و جل کا یہ حکم ہے:۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ عورت کو علیحدہ کرنے کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ اس کو حالت طہر میں طلاق دی جائے اور تین قروء تک عورت کو گھر سے نہ نکالا جائے اور اس اثنا میں مرد و عورت دونوں کو مصالحت کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ کیونکہ طلاق خدا کو نہایت ناپسند ہے۔ اور اس کو صرف اسی حالت میں جائز رکھا ہے جب مصالحت نہ ہو سکتی ہو اور علیحدگی اختیار کرنا ناگزیر ہو جائے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد

حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ (ابوداؤد) نیز فرمایا مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ (ابوداؤد) اور اسی طرح حضورؐ نے عورت کے لئے فرمایا کہ بغیر شدید ضرورت کے جو عورت خاوند سے طلاق لینا چاہے اس پر جنت کی بو حرام ہو جاتی ہے (ترمذی و ابن ماجہ و ابوداؤد) چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کی آیہ کریمہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ پر عمل کرتے تھے اور اس کے خلاف کرنے والے پر سخت ناراض ہوتے تھے۔ نسائی میں لکھا ہے اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراتہ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عز و جل وانا بین اظہرکم حتی قام رجل فقال یا رسول اللہ الا اقتلہ یعنی ایک شخص نے ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیں اس پر حضورؐ غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کیا خدا کی کتاب کے حکم کو کھیل بنایا جاتا ہے ایسی حالت میں جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، یہ سن کر ایک شخص اٹھا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا میں اس شخص کو قتل کر دوں؟

حضرت عمرؓ خدا کے حکم کے خلاف نہ کر سکتے تھے

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ طلاق کے مسئلہ کے متعلق خود خدا نے حکم دیا ہوا ہے۔ یہ سنت نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ جو سنت کے خلاف بھی نہ کر سکتے تھے کیا ان کی نسبت یہ بات قابل قبول ہو سکتی ہے کہ انہوں نے خدا کے حکم کے خلاف ایک ہی وقت میں تین دفعہ طلاق کہنے کو تین ہی طلاقیں قرار دے کر عورت کو مرد سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا ہو، یہ صریحاً غلط ہے اس کے برخلاف حضرت عمرؓ کی نسبت حضرت انسؓ کی گواہی حسب ذیل ہے عن انس ان عمر کان اذا اتی برجل طلق امراتہ ثلاثا اوجع ظہرہ۔ یعنی اگر حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایسا شخص پیش کیا جاتا تھا جس نے اپنی بیوی کو ایک ہی وقت میں تین طلاق دے دی ہوں تو وہ اس کی پیٹھ پر کوڑے مارتے تھے۔

دو غلطیاں

حضرت عمرؓ کے متعلق یہ بیان کرنا کہ وہ اپنے اجتہاد سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تبدیلی کر لیا کرتے تھے۔ دو طرح سے غلط ہے۔ اول یہ کہ طلاق کا مسئلہ سنت رسول اللہ نہیں بلکہ یہ نہایت واضح اور صریح حکم خداوندی ہے اسکو سنت رسول اللہ کر کے بیان کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ اور نہایت ہی بے جا تصرف ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا عمل بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ قرآن سے سر مو انحراف نہ کرتے تھے، جو کچھ پرویز صاحب نے لکھا ہے اس سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمرؓ سنت رسول اللہ صلعم میں تبدیلی کر لیا کرتے تھے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ احکام قرآنیہ میں تبدیلی کر لیا کرتے تھے۔ یہ تو حضرت عمرؓ پر نہایت ہی خطرناک حملہ ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

تعجب ہے جن لوگوں کے نزدیک ایک متفق اور مستند حدیث بھی قابل حجت نہیں ہو سکتی وہ ایک ایسی روایت کو جو قرآن کریم کے صریح خلاف ہے قابل قبول سمجھتے ہیں اور نہیں دیکھتے کہ اس سے نہ تو قرآن کریم کی کوئی عزت باقی رہتی ہے اور نہ ہی اس عظیم الشان شخصیت کی جو شدت سے دین پر عمل پیرا تھا اور جس کا دین و ایمان حسبنا کتاب اللہ تھا۔

خلفاء سنت میں بھی تبدیلی نہیں کر سکتے

خلفاء راشدین مہدیین کے متعلق پرویز صاحب کا کہنا ہے کہ یہ خلفاء سنت میں حسب مناسب تبدیلی کرنے کے مجاز ہیں۔ اور چونکہ وہ مہدیین ہیں اس لئے وہ غلطی نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ خلفاء راشدین مہدیین اس لئے نہیں کہلاتے تھے کہ وہ سنت میں تبدیلی کر لیتے تھے بلکہ اس لئے کہ وہ قرآن اور سنت سے سر مو انحراف کرنا ناجائز جانتے تھے چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی اپنے مقام اور اپنے اختیار کا یوں اعلان فرمایا:۔ اطیعونی ما اطعت اللہ و رسولہ۔ و ان زغت فقومونی یعنی میری اطاعت اسی وقت تک کریں جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ اور اگر میں خدا اور اس کے رسول کے خلاف چلوں تو مجھے سیدھا کر دیا جائے اور ان کے ساتھیوں کا ایمان اس جواب سے ظاہر ہے جو انہوں نے اسی قیمتی اعلان پر خلیفۂ وقت کو دیا۔ و ان زغت قومناک بالسنتنا (؟) رماحنا۔ یعنی اگر تو خدا اور اس کے رسول کے خلاف چلے گا تو ہم تجھے سنان نیزہ سے سیدھا کر کے دکھلا دیں گے۔ یہ قرآن کریم کی ذیل کی آیت کریمہ پر عمل درآمد تھا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم و ان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ و الرسول خلیفہ ہو یا امیر ہو یا امام ہو اس سے پرسش کرنا ضروری ہے اگر وہ خدا اور اس کے رسول کے احکام کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے۔ یہ نہایت معقول اور مامون قانون ہے جو خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور جس پر خلفاء راشدین نے عمل درآمد کر کے دکھایا

معصیت الٰہی میں خلیفہ یا امیر کا حکم قابل قبول نہیں

جس طرح پرویز صاحب مہدیین کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا ہر فعل مہدی ہونے کی وجہ سے مبرا عن الخطاء ہے اسی طرح ان کا خیال ہے کہ من طاع امیری فقد اطاعنی والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ امیر کے کسی فعل پر پرسش نہیں ہو سکتی۔ جس طرح پرویز صاحب نے اس حدیث کا مطلب سمجھا ہے اسی طرح حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں ایک امیر لشکر نے اس کا یہی مطلب سمجھا تھا لیکن صحابہؓ نے اس امیر کو غلطی پر سمجھا، اور حضور نبی کریمؐ بھی اس امر پر ناراض ہوئے جس نے اپنے دستہ لشکر کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ تم جانتے ہو میں امیر ہوں، اور میری اطاعت کرنا تمہارا فریضہ ہے۔ انہوں نے جواباً کہا کہ یہ درست ہے لیکن جب اس امیر لشکر نے اپنے تمہیدی الفاظ کے بعد ان کو آگ میں کود پڑنے کو کہا تو لشکر نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم کو آگ سے نکالا ہے اور تو ہم کو آگ کے اندر داخل کرنا چاہتا ہے۔ جب اس واقعہ کی رپورٹ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچی تو انہوں نے امیر کے اس حکم کو ناجائز قرار دیا اور اس کی نافرمانی کرنے کو قابل ستائش قرار دیا اسی طرح سے جب حضرت خالد نے حکم دیا تھا کہ جس شخص کے پاس جو اسیر ہے وہ اپنے قیدی کو قتل کر ڈالے (باقی بر صفحہ ۳)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۲۵ راپریل ۱۹۵۶ء

عہدِ انگلشیہ میں قائدینِ ملت کا وفادارانہ اقدام

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

سابقہ دو اشاعتوں میں ہم نے مسئلہ جہاد کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے سید سرور شاہ گیلانی مدیر "الجماعت" کے ان غلط اتہامات کا جواب دیا تھا جو جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر انہوں نے لگائے، اسی ضمن میں ہم نے سید سرور شاہ گیلانی کے پیش کردہ ایک حوالہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ تریاق القلوب کے ضمیمہ نمبر۳ میں وہ الفاظ قطعًا موجود نہیں جو سید سرور شاہ نے پیش کئے ہیں اور یہ چیلنج کیا تھا کہ وہ ان الفاظ کی پہلی اور پچھلی عبارات نقل کر کے یہ ثابت کرے کہ وہ الفاظ اسی ضمیمہ میں پائے جاتے ہیں، ایسا ہی ہم نے اولی الامر منکم کے متعلق حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن میں سے منکم کا مفہوم نقل کرتے ہوئے یہ ثابت کیا تھا کہ وہ مفہوم اس بیان کے سراسر خلاف ہے جو سید سرور شاہ نے حضرت مولانا مرحوم کی طرف منسوب کیا ہے۔

بجائے اس کے کہ ان باتوں کا جواب معقولیت اور دلائل کے ساتھ دیا جاتا سید سرور شاہ صاحب گالیوں پر اتر آئے اور ۲۰ راپریل کے پرچہ میں پورے دو صفحات پر پھیلی ہوئی لمبی لمبی گالیاں نہ صرف عنوانات میں دی گئی ہیں بلکہ مضمون کے اندر بھی جماعت احمدیہ کے مقدس امام اور پیشوا کو گالیاں دے کر انہوں نے اپنا دل ٹھنڈا کیا ہے۔ بطور مثال دو طویل سرخیاں ملاحظہ ہوں:-

(۱) "مرزا غلام احمد قادیانی خانہ ساز روں سے بھی بڑھ کر انگریزی استعمار کا ایجنٹ تھا"

(۲) "نبوت" "مسیحیت" اور "مجددیت" تو ایک بہت بڑی بات ہے مرزا غلام احمد ایک شریف اور غیور مسلمان بھی نہ تھا"

ایسا ہی مضمون میں بھی کہیں "ایک خانہ ساز قسم کا ذلیل ٹوڈی انسان" قرار دیا ہے۔ کہیں "غلامی اور ذلت کی لعنت میں گرفتار" بتایا ہے کہیں "ایک کذاب نبی" "جھوٹے نبی" "جھوٹے مسیح" کے القاب عنایت فرماتے ہیں، کہیں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:-

"مرزا قادیانی میں تو اس لحاظ سے ایمان کی رمق بھی باقی نہیں رہ گئی تھی"۔

اور کہیں تمام جماعت احمدیہ پر یہ فتویٰ صادر کیا ہے کہ:-

"صرف بے عقل و شعور اور فریب خوردہ لوگ ہی اس کی غلامی کی دعوت قبول کریں گے کوئی غیور اور نجیب قوم مرزا غلام احمد قادیانی کی غلامی کی تعلیم سننا بھی برداشت نہیں کر سکتی"۔

اب بتائیے جس شخص کے اخلاق اس درجہ پر پہنچ چکے ہوں کہ دلائل کو چھوڑ کر گالیوں پر اتر آئے اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔ ہمیں تو ہمارے مقدس امام کا حکم نہیں کہ گالی کا جواب گالی سے دیں بلکہ آپ کا ارشاد ہے کہ

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار

گالیاں سن کر دعا دو، پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

ہم سید سرور شاہ صاحب گیلانی کی ان گالیوں کے جواب میں سوائے اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور اس کبر و نخوت اور بدظنی کو ان کے دل سے دور کرے جو ایک خادم اسلام اور راستباز انسان اور اس کے ہزارہا ساتھیوں سے متعلق جو خدمت دین میں منہمک ہیں ان کے دل میں پائی جاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم ان کی ایک بات کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں ہم نے لکھا تھا کہ جہاد بالسیف کی اجازت اسلام نے صرف ایک ہی حالت میں دی ہے، قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ۔ خدا کی راہ میں اُن لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو۔

اب سید سرور شاہ صاحب سوال کرتے ہیں:-

"کیا انگریزوں نے مسلمانوں کی سلطنت نہیں لوٹی تھی، کیا اسلامی آبادیوں کو تہ و برباد نہیں کیا تھا؟ کیا مسلمانوں کا قتل عام نہیں کیا تھا؟"

اور پھر اس پر خود نتائج مرتب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:-

"اگر مظلومی میں تلوار کا جہاد نہیں کیا جا سکتا تو زبان اور قلم سے تو اسلام کے دشمنوں کے ظلم اور استبداد پر احتجاج کیا جا سکتا تھا، اگر مرزا غلام احمد کو اتنی بھی توفیق نہیں ملی تو پھر دل سے ہی انگریزوں کے ظلم و استبداد کو برا سمجھا ہوتا"

اور آخر میں یہ فتوے صادر کرتے ہیں:-

"لیکن مرزا قادیانی میں تو اس لحاظ سے ایمان کی رمق بھی باقی نہیں رہ گئی تھی"

ہم ان کی خدمت میں بادب عرض کرنا چاہتے ہیں کہ انگریز نے مسلمانوں کی سلطنت بیشک لوٹی تھی، ان کا دین و ایمان نہیں لوٹا تھا۔ اس سلطنت کو بچانے کے لئے مسلمانوں نے اپنے حسب مقدرت بہتیرا زور مارا، بیشمار انگریزوں کو قتل و غارت کیا، لیکن تقدیر الٰہی نے ان کا ساتھ نہ دیا اور انگریزوں نے اپنا تسلط قائم کر کے عام اعلان کر دیا کہ مذہب کے بارہ میں ہر شخص کو مکمل آزادی ہے اور حکومت کسی کے دین و مذہب میں دخل انداز نہ ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انگریزوں کے عہدِ حکومت میں ہر مذہب و ملت کو اپنے عقائد کی تبلیغ و اشاعت بلکہ دوسرے مذاہب کے عقائد پر جرح و قدح کی کھلی آزادی تھی یہاں تک کہ خود انگریزوں کے مذہب پر بھی نکتہ چینی معیوب نہ سمجھی جاتی تھی، اور آج جس شخص کو آپ "انگریزوں کی غلامی اور ذلت کی لعنت" میں گرفتار قرار دیتے ہیں اسی نے انگریزوں کو دجال قرار دیتے ہوئے ان کے مذہبی عقائد کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا اور اس کے مقابلہ میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت صداقت کے ثبوت میں ایسے دلائل بینہ پیش کئے کہ پادری صاحبان ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔

باوجود اس کے اگر آپ یہ کہیں مرزا صاحب نے چونکہ انگریزوں کو برا نہیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی تعلیم دی اس لئے ان میں ایمان کی رمق باقی نہیں رہ گئی تھی، تو اس کے جواب میں ہم صرف اتنا دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے متعلق آپ کا کیا فتوے ہے جو مرزا صاحب سے بڑھکر انگریزوں کے لئے سرفروشی کو اپنا دین و مذہب قرار دے چکے تھے۔ سید سرور شاہ صاحب نے اپنے مضمون کے عنوان میں ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر نقل کیا ہے:-

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز

لیکن ڈاکٹر اقبال کا الہام بھی سن لیجئے جو ہے تو محکوم ہی کا الہام لیکن ان کے پیروؤں کے اندر ایمان کی رمق کا یہ حال ہے کہ اقبال کے اس الہام کو آج تک انہوں نے "غارت گرِ اقوام" اور "صورتِ چنگیز" قرار نہیں دیا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم میں جب شاہ برطانیہ نے اقوام ہند سے خراج عقیدت و وفا طلب کیا تو ڈاکٹر اقبال نے ایک نظم کی صورت میں یہ خراج ادا کیا جو بریڈلا ہال لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ کے اندر پڑھی گئی۔ اس نظم کا بسبب عدم گنجائش صرف ایک بند ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

اے تاجدارِ خطۂ جنت نشانِ ہند ؎ روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند
محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند ؎ تیغِ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند

ہنگامۂ وغا میں مرا سر قبول ہو
اہلِ وفا کی نذرِ محقر قبول ہو

دیکھا آپ نے؟ کس طرح اقبال مرحوم نے انگریز کے نظام اور اس کی تیغ جگر شگاف کی تعریف کی ہے اور اپنی اطاعت و وفاداری کے ثبوت میں اپنے سر کو بطور نذرِ محقر پیش کرنے کا اعلان اور انگریز سے اس کی قبولیت کی درخواست کی ہے، کیا انکو انگریز کے ظلم و استبداد کا علم نہ تھا، پھر کیوں اس کے خلاف احتجاج کرنے کے بجائے اس کے نظام محکم کی داد دیتے ہوئے اپنے سر کو بطور نذرِ محقر پیش کرنے کی جرأت انہوں نے کی؟ کیا اقبال کی غیوری اور شرافت میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس نظم میں انہوں نے انگریز کی وفاداری

کے گیت گاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ ان کے اندر ایمان کی رمق بھی باقی نہ رہ گئی تھی؟ معاذ اللہ یہ نہ کہئیے کہ یہ نظم اقبال نے دل سے نہ کہی تھی، اس قسم کی منافقت انکی طرف منسوب کرنا شرافت سے بعید ہے، خود اسی نظم میں انھوں نے اقرار کیا ہے ؎

اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض
خدمت بھی بے غرض ہے اطاعت بھی بے غرض
عہد ووفا و مہر ومحبت بھی بے غرض
تخت شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض
لیکن خیالِ فطرتِ انساں ضرور ہے
ہندوستاں پہ لطف نمایاں ضرور ہے

یہ تو اقبال کی نذرِ محقر تھی جو اس نے انگریز کی صداقت میں پیش کی اب لیجئے دوسرے قومی شاعر مولانا ظفر علی خاں کی بھی سُن لیجئے جن کے اخبار کی لوح پر برطانوی عہد میں ہمیشہ یہ شعر لکھا جاتا رہا ہے ؎ تم خیرخواہ دولت برطانیہ رہو
سمجھیں جناب قیصر ہند اپنا جاں نثار

مولانا نے اپنے اسی اخبار میں کھلے بندوں انگریزی حکومت کو "اسلامی سلطنت" قرار دیتے ہوئے اولی الامر منکم کے قرآنی ارشاد کے ماتحت اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو ضروری ٹھہرایا اور جو مسلمان اس سے سرکشی کرے اسے ڈنکے کی چوٹ کافر قرار دیا چنانچہ لکھا ہے ؎

"اس مذہبی آزادی اور امن وامان کی موجودگی
میں کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ (انگریزی) سے
سرکشی کی جرأت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ سے
کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں ہے"

اب یہ سید سرور شاہ صاحب گیلانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مولوی ظفر علی خاں میں ایمان کی رمق باقی نہیں رہی تھی یا مولوی ظفر علی خاں کے فتوے کے رُو سے سید سرور شاہ صاحب گیلانی مسلمان نہیں رہے۔ یہ ان کا باہمی معاملہ ہے اس کو خود سمجھ لیں کم از کم حضرت مرزا صاحب نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا کہ انگریز کی اطاعت سے سرکشی کرنے والا مسلمان مسلمان نہیں ہے ؏

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

فرقہ بندی کا دنگل

"پیغامِ صلح" مورخہ ۲۱ مارچ میں "فرقہ بندی کا دنگل" کے عنوان سے ایک مضمون "صدق جدید" سے نقل کیا گیا تھا، اس کے جواب میں ذیل کا مراسلہ ۶ اپریل کے "صدق جدید" میں شائع ہوا ہے جس کیساتھ مدیر صدق (مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی) نے حاشیہ میں جوابی نوٹ بھی لکھے ہیں، یہ مراسلہ ان نوٹوں اور حواشی سمیت درج ذیل ہے:

"پرچہ صدق ۴ مارچ میں ایک مضمون "فرقہ بندی کا دنگل" ایک غیر جانبدار کے قلم سے نکلا ہوا دراصل کسی قادیانی صاحب کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے[1]۔ جب وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لکھتا ہے کہ میں ختمِ نبوت کا منکر نہیں اور جو انکار کرے اسے کافر سمجھتا ہوں!! تو دراصل ان کا اشارہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جانب ہے جو ایک طرف تو واقعی یہ کہتے رہے کہ میں ختم نبوت کا منکر نہیں اور دوسری طرف خود ایسی نبوت پر تادم آخر اصرار کرتے رہے جس کا منکر کافر اور خارج از اسلام ہے عذاب الٰہی کا مستحق[۱]۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص زبان سے توحید کا دعوےٰ کرے اور عملاً بُت پرستی میں مبتلا رہے[2] تو اسے موحد سمجھنے[3] پر ہمیں مجبور کیا جائے اگر صاحب مضمون کو اس امر سے انکار ہے کہ مرزا غلام احمد نے صریحاً نبوت کا دعوےٰ نہیں کیا بالکل ایسی نبوت جیسے موسےٰ وعیسیٰ ودیگر انبیاء علیہم السلام کی تھی تو میں ان کی خدمت میں ایسے حوالے نقل کر کے پیش کر سکتا ہوں جن میں خود مرزا صاحب نے صاف اور واضح الفاظ میں ایسا دعوےٰ کیا ہے[4]۔ ہمارے علماء نے قطعًا ایسا نہیں کیا کہ ان پر کفر کا فتوےٰ لگا دیا ہو درآں حالیکہ وہ نبوت کے مدعی نہ تھے یہ ہمارے علماء پر بہتان ہے[5]۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائے قادیانی نے خود ایک نیا فرقہ ایجاد کیا جسے عبادات معاشرتی امور نکاح (نماز و جنازہ وغیرہ) میں بھی جمہور مسلمانوں سے الگ کر لیا اور پھر دوسرے مسلمانوں کو الزام دیا کہ وہ فرقہ پرستی کر رہے ہیں۔ یہ الزام تو فرقہ بنانے والے پر لگانا چاہیئے[6]۔

چونکہ ۱۹۵۳ء میں لاہور (پنجاب) کے فسادات میں قادیانی حضرات سے آپ نے بجا طور پر کسی قدر ہمدردی کا اظہار کیا تھا اس لئے ان حضرات کی طرف سے آپ کے حق میں یہ بات وسیع طور پر کہی جاتی ہے کہ آپ اس کے عقاید سے بھی ہمدردی رکھتے ہیں[7]۔ اور اسی وجہ سے ان حضرات میں صدق کے خریدار بھی کسی حد تک پیدا ہو رہے ہیں اسی وجہ سے اب وہ اپنی کتابیں اور رسالے بھی آپ کی خدمت میں ریویو کی غرض سے ارسال کرنے لگے ہیں[8]۔ امید ہے اس فتنہ کے سدباب کے لئے یہ سطور آپ درج اخبار فرما کر مشکور فرمائیں گے[9]

والسلام　　خالد احمد
محلہ اہل حدیث گجرانوالہ (پاکستان)

صدق: "ایک غیر جانبدار" کو صدق کے نوٹ کے بعد بھی قادیانی سمجھنا بدگمانی کی انتہا ہے ؎

بگذر ظن بد اے بدگمان
ان بعض الظن اثم را بخوان

اگر نام شائع کر دیا جائے، تو آپ کو حیرت ہی ہو کر رہے ——— صدق میں بحث کے آیندہ جاری رہنے کی گنجائش صرف اس صورت میں نکل سکتی ہے کہ گفتگو محض اصولی ہو کسی مخصوص فرقہ سے تعرض نہ ہو،

---

[1] ساری گفتگو اسی میں تو ہے۔ (صدق)

[2] اگر بُت پرستی بھی قطعی ثابت ہو جائے تو آگے گفتگو ہی کر لی چلے۔ ہو سکتا ہے کہ جسے دوسرے شرک سمجھتے ہیں ایک گروہ تاویل کر کے اسے توحید میں داخل سمجھتا ہو۔ (صدق)

[3] موحد نہ سمجھئے لیکن جب تک وہ تاویل کئے جا رہا ہے تکفیر پر اصرار بھی تو خلاف احتیاط ہے۔ آخر ایک مرتبہ سکوت کا بھی تو ہی (صدق)

[4] حوالے تو دونوں طرف سے پیش ہو رہے ہیں۔ اور شک کا فائدہ ملزم ہی کو ملنا چاہیئے۔ (صدق)

[5] نبوت کی تاویل کا قابل قبول ہونا اور شئے ہے اور "قبیلہ کی اس میں گنجائش نکلنا" اور شئے ہے۔ یہ فرق خفیف نہیں (صدق)

[6] بیشک اس حد تک وہ فریق بھی قابل الزام ہے (صدق)

[7] ہمدردی صدق کو ہر اس فرقہ سے ہے۔ جو اسلام سے برائے نام بھی لگاؤ رکھتا ہے (صدق)

[8] لیکن اسی طرح اہل قرآن، شیعہ، مہدویہ اسماعیلیہ، ہر فرقہ کی کتابیں موصول ہو رہی ہیں۔ (صدق)

[9] ہر فتنہ کے خلاف مہم چلانے کی بھی کچھ حدود وقیود ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ علاج خود ایک مرض بن جائے اور یہ بے اعتدالی اور عدم توازن کی وبا یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ پاکستان میں عام ہے۔ (صدق)

مجاہد یورپ ——— بقیہ صفحہ ۹

میں مشہور کر دیا۔ ووکنگ مسلم مشن اور مسجد ووکنگ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اہل یورپ کا رجحان یورپ کی طرف ہونے لگا اور عیسائی جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ خواجہ صاحب کا ہر لیکچر نہایت ہی مفصل، مدلل اور پُراثر ہوتا تھا۔ لوگ آپ کے طرز بیان کے دلدادہ تھے انگلستان اور یورپ کے جس کسی شہر میں خواجہ

روزہ طہارت نفس اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے فرض کیا گیا

اسلام میں سب قوموں سے زیادہ اولیاء اور مقربین الٰہی پیدا ہوئے

حضرت امام وقت کی روحانی تاثیرات ــ صاحبزادہ عبداللطیف کی قربانی

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ......
لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ــــــــــ (البقرۃ رکوع)

روزہ کی تاریخی حیثیت

روزہ فرض کرنے کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے ایک جملہ یہاں ہمارے غور کے لئے بیان فرمایا ہے وہ جملہ یہ ہے کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ اس میں بتایا کہ روزہ قوموں کی تاریخ میں پایا جاتا ہے ہر قوم کے بزرگوں نے روزہ کو تزکیہ نفس کا نسخہ یقین کیا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کی تلقین کی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص ہیں جو قوموں کے پیغمبروں کی تعریف کرتے ہیں، قرآن شریف نے سب نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر ان کی تفصیلات میں جاتے ہوئے بتایا کہ سب قوموں کے بزرگ اور نبی نفس کی طہارت کے لئے روزے رکھتے چلے آئے ہیں۔

نبی کریم صلعم کے متبعین کا تقویٰ اور طہارت نفس

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی تاریخ بھی ------- ہمارے سامنے ہے.... بالخصوص اس معاملہ میں کہ انہوں نے روزے رکھے اور اس ذریعہ سے تقویٰ و طہارت کی بلند منازل طے کیں اگر دنیا جہان کے بزرگوں اور رہنماؤں کا شمار کیا جائے جنہوں نے نیکی اور طہارت سے دنیا کو پاک کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ان بزرگ انسانوں کو دیکھا جائے جو اولیاء اللہ کے مقام پر پہنچے ہوئے تھے۔ تو مؤخر الذکر کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔

اسلامی حکومتوں میں اولیاء اللہ کا وجود

مسلمانوں نے جب سپین فتح کیا اور سات آٹھ سو سال وہاں حکومت کی، اور مشرق میں قسطنطنیہ پر ان کا قبضہ ہوا تو انہوں نے صرف حکومت اور سلطنت ہی نہیں کی، بلکہ مملکت کے دونوں حصوں مشرق اور مغرب میں ساتھ اولیاء اللہ بھی پیدا ہوئے، ان ملکوں میں تمام لوگوں کو وہی حقوق حاصل تھے جو فاتحین کو حاصل تھے، بادشاہ کا بیٹا بھی اسی سلوک کا مستحق سمجھا جاتا تھا جو رعایا کے کسی ادنےٰ فرد کے ساتھ روا رکھا جاتا تھا، رومیوں اور ایرانیوں اور دوسرے لوگوں نے تعجب کیا کہ اسلامی مملکت میں ایک شہزادہ اگر کسی جرم کا مرتکب ہو تو وہ بھی پٹ جاتا ہے اسلامی سلطنت میں لوگوں کی خوشحالی کے لئے ہر قسم کے سامان کئے گئے، زمینوں کی پیداوار کو ترقی دی گئی، کالج بنائے گئے، اور اس کے ساتھ دنیا، ابتدا میں پیدا ہوئے جن سے لوگوں کو نیکی، راستبازی اور تعلق باللہ کا سبق حاصل ہوا۔ یہ اصل چیز ہے جو اسلام سکھانا چاہتا ہے۔

آگ خدا کے بندوں کو نہیں جلاتی

محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ ایک جگہ آگ جل رہی تھی اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے یہ بحث کر رہے تھے، کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا اور وہ جلے نہیں، ایک صوفی نے کہا کہ مجھے اس آگ میں ڈال کر دیکھ لو، وہ مجھے نہیں جلائیگی، خدا اپنے بندوں کی ہر جگہ حفاظت کرتا ہے آگ اور سب چیزیں اسی کے حکم کے ماتحت کام کرتی ہیں، اور جب وہ چاہے تو اپنے بندوں کی خاطر آگ کو بھی ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک بزرگ کی پیشگوئی اور دعا

ایک بزرگ نے سلطان محمد ثانی سے کہا کہ تیرے ہاتھ پر قسطنطنیہ فتح ہوگا، سلطان نے کہا چلو ہمارے ساتھ، اور سلطانی فوجوں کے ساتھ وہ بزرگ بھی چل کھڑے ہوئے قسطنطنیہ سے باہر ان بزرگ کے لئے خیمہ نصب کیا گیا۔ جہاں وہ دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔ سلطانی فوجوں نے حملہ کیا، اور بہت سخت مقابلہ ہوا مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا، یہاں تک کہ شکست کے آثار پیدا ہو گئے، سلطان نے ان بزرگ کو کہلا بھیجا کہ آپ تو کہتے تھے کہ قسطنطنیہ فتح ہوگا، اور یہاں یہ حال ہے، معلوم ہوتا ہے آپ کو غلطی لگی ہے، سپاہی گیا اور وہ بزرگ سجدے میں تھے سر اٹھایا اور کہا کہ الحمدللہ قسطنطنیہ فتح ہو گیا، سپاہی نے کہا وہاں تو شکست ہو رہی ہے فتح کیسے ہو گی؟ بزرگ نے کہا جاؤ دیکھو تو فوجیں شہر میں داخل ہو رہی ہیں، وہ پلٹ کر گیا تو فی الواقعہ فوجیں شہر میں داخل ہو رہی تھیں

آسٹریا میں ایک ولی اللہ کی قبر

قسطنطنیہ سے ذرا آگے بڑھئے جرمنی کے پاس آسٹریا میں ایک جگہ بڈاپسٹ ہے، وہاں بھی ایک بزرگ کا مزار ہے جو اس وقت تک مرجع خاص و عام ہے، یہ وہ نیک مرد ہیں، جن کے پاک نمونے سے لوگوں نے نیکی اور ہدایت حاصل کی۔

مسلمانوں بادشاہوں کا نیک نمونہ

مسلمان بادشاہ بھی نیکیوں اور تعلق باللہ کا نمونہ پیش کرتے تھے، لوگ تعجب کرتے تھے کہ بادشاہ یہ ہوتا ہے، زاہد و عابد اور نیکیوں اور اخلاق کا مجسمہ، آپ اگر دیکھیں تو شام سے لیکر عرب اور مصر تک بے شمار ایسے نمونے ملیں گے جن کی وجہ سے دنیا نے ہدایت حاصل کی۔

صاحبزادہ سید عبداللطیف کی قربانی

ہمارے سامنے ہماری اس جماعت میں بھی وہ بزرگ ہوئے ہیں جن کا عملی نمونہ بہت بڑا سبق رکھتا ہے۔ ان میں سے ایک صاحبزادہ عبداللطیف ہیں جو کابل سے آئے تھے لاہور کے گمٹی بازار میں ایک مسجد گمٹی والی کہلاتی تھی، جہاں ہمارا جمعہ وغیرہ ہوتا تھا، اس مسجد میں میں نے ان کو منبر پہ دیکھا، بادشاہوں کا سا ان کا چہرہ تھا۔ جس پر نور برستا تھا، وہ کابل کے بادشاہ کے اُستاد تھے بادشاہ کی تخت نشینی کے موقعہ پر دستار بندی انہیں کے ہاتھ سے ہوتی تھی، وہ بہت بڑے رتبہ کے مالک تھے اور بہت بڑی جاگیر .... اور اراضیات رکھتے تھے۔ جب وہ قادیان گئے تو حضرت صاحب کو پہلی مرتبہ سیڑھیاں اُترتے ہوئے دیکھا، اسی وقت کہا کہ خدا کی قسم وہ جو احادیث مسیح کا حلیہ بیان ہوا ہے وہ ہوبہو آپ میں موجود ہے، جب وہ کابل واپس جانے والے تھے، تو حضرت مسیح موعود نے کہا کہ آپ وہاں نہ جائیں آپکی جان کا خطرہ ہے کہنے لگے وہ پتھریلی زمین ہے، وہاں سپاہی کا اشتہار کام نہیں کر سکتا، خون کا اشتہار ہی وہاں کام کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا، ان پر مقدمہ چلایا گیا اور بار بار مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے کہا گیا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ سُورج کو دیکھکر یہ کہنا کہ سُورج نہیں چڑھا، احمقوں کا کام ہے، میں دیکھ آیا ہوں کہ اس شخص کے اندر نور ہے میں اس کی کس طرح تکذیب کر سکتا ہوں، آخر تک زمین کے اندر انہیں گاڑ کر پتھراؤ کیا گیا، اور انہوں نے اُف تک نہ کی۔ اُن کے ایک مُرید نے میرے سامنے بیان کیا کہ میں نے ایک رات پتھروں کے نیچے سے ان کی لاش نکالی اور پیٹھ پر اٹھا کر لے گیا، خدا کی قسم اس میں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی، اور میری پیٹھ پر بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا

قریب کی تاریخ میں

یہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے اور ہمارے قریب کی تاریخ میں اسی ہندوستان کے اندر شاہ ولی اللہ ہوئے ہیں، مجدد الف ثانی ہوئے ہیں، جن کے اثر اور روحانیت سے بیشمار لوگ ہدایت یاب ہوئے۔

حضرت امام وقت کا بےنظیر نمونہ

اور اس زمانہ کے امام اور مجدد کی کرامات کس نے نہیں دیکھیں، ہندو، سکھ اور آریہ اور عیسائی، کون ان کی روحانی تاثیرات اور کرامات کا شکار نہیں ہوا، قادیان کے ہندو اس بات کے قائل تھے کہ وہ ایک مہاپرش ہے، ایک سکھ سے کسی نے پوچھا کہ تم کس طرح کہہ سکتے کہ وہ بزرگ

آدمی ہے اس نے کہا کہ مرزا صاحب کے باپ کے ساتھ درختوں کے متعلق ہمارا مقدمہ تھا، ہم نے گواہی میں مرزا صاحب کا بھی نام لکھوا دیا، سمن آئے اور انہوں نے لے لئے اور عدالت میں اپنے باپ کے مخالف سکھ کی حمایت میں پیش ہوئے، مخالف وکیل نے کہا کہ آپ تو ان دنیاداری کے جھگڑوں سے تعلق نہیں رکھتے، زمینداری وغیرہ آپ نہیں کرتے، زہد و عبادت میں مصروف رہتے ہیں، آپ کو کیسے علم ہو سکتا ہے کہ یہ درخت سکھوں کے ہیں، کہنے لگے ایک دفعہ میرے والد صاحب اس زمین پر گئے میں بھی ساتھ تھا، اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ یہ زمین اور درخت فلاں سکھ کے ہیں، یہ ہے خدا کے بندوں کی شہادت، جس سے ایک سکھ بھی متاثر ہوا۔

امام وقت کی کرامات

آریوں کو بھی مرزا صاحب کے معجزانہ کارناموں کا تجربہ ہے، لیکھرام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بد زبانی کی وجہ سے آپ کی دعا کے اثر سے ہلاک ہوا، اس کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے متنبہ کیا ہے

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بران محمد
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلامان محمد

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اسی لاہور کے ایک نہایت آباد محلہ میں دن دہاڑے ایک مکان کی اوپر کی منزل میں لیکھرام کو کسی نے چھری ماری اور ایسا ہوا کہ اس کا نام و نشان تک نہ ملا، ہر طرح جستجو ہوئی، خود مرزا صاحب کی تلاشیاں ہوئیں لیکن کوئی سراغ نہ مل سکا۔

اسی طرح دنیا نے دیکھا کہ جو بھی ان کے مقابلہ میں آیا ذلیل اور ہلاک ہو گیا۔

انسان میں ملکی اور بہیمی صفات

تو ہمارے زمانہ میں بھی قرآن پر عمل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق لگانے والوں کی روحانی تاثیرات لوگوں نے دیکھیں، جس سے ظاہر ہے کہ نماز اور روزہ وغیرہ یونہی عبث چیزیں نہیں، روزہ کے متعلق ساری قوموں کی تاریخ موجود ہے، قرب الٰہی پانے کے لئے ساری قوموں کے بزرگوں نے روزے رکھے، مسلمان بزرگوں نے لکھا ہے کہ انسان کے اندر تمام تمام جانوروں کے اخلاق و عادات موجود ہیں اس میں شیطان کی انانیت بھی ہے اور درندوں کا غضب بھی، جانوروں کی خواہشات بھی ہیں اور سؤر کی بدخصلتیں بھی اور ملائکہ کی صفات عالیہ بھی، اگر انسان عبادت اور روزے سے اپنی ملکی صفات کی پرورش کرے اور دوسری خواہشات کو اپنے ضبط میں لے آئے تو بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے ورنہ بہیمی خواہشات غالب آ کر اس کی انسانیت کو حیوانیت میں تبدیل کر دیتی ہیں۔

ہر خُلق کا با موقعہ استعمال انسانیت ہے

اگر انسان کو ایک فاختہ کی طرح معصوم ہی بنایا جاتا تو اس کی کیا خوبی تھی، اس قسم کے جانور تو پہلے ہی موجود ہیں، انسان کے بچے کے اندر سب اخلاق کا نمونہ بنایا ہے کہ ان کو موقعہ و محل کے مطابق استعمال کرنا چاہیئے اور کسی خُلق کو دوسرے اخلاق و عادات پر غالب نہیں آنے دینا چاہیئے، ہمارے سامنے ایسے بادشاہ ہوئے ہیں جن کا میں نے نام نہیں لیتا، انہوں نے بڑے بڑے ظلم کئے، اور سؤروں کی طرح بے حیائی کا طریق اختیار کیا، لیکن ان کے مقابلہ میں وہ بزرگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے دنیا پر لات ماری اور نیکی اور اخلاق کا بہترین نمونہ پیش کیا، انسانیت اس بات کا نام ہے کہ کسی خُلق کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دیں۔ نفس کی ہوا و ہوس پر اگر آدمی غالب آ جائے تو فرشتہ بن جاتا ہے، ہوا کے معنے گرنے کے ہیں، گویا بندۂ نفس اور ہوا و ہوس کا دلدادہ گر جاتا اور ذلیل ہو جاتا ہے۔ کتنے لوگ ہمارے سامنے خواہش نفس کے بندے بن کر ذلیل ہو گئے۔

قرب الٰہی کیلئے طہارتِ نفس کی ضرورت

تو روزوں کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ہم چاہتے ہیں کہ اپنے نفس اور خواہشات پر تم قابو پا لو، اس لئے روزہ تم پر فرض کیا گیا ہے، روزہ سے طہارت نفس حاصل ہوتی ہے اسی لئے فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ روزہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ قلب اس قدر صاف اور مصفا ہو گیا کہ نورِ الٰہی قرآن کی صورت میں آپ پر نازل ہوا، اسی لئے رمضان ہی کے ذکر میں فرمایا وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ جب میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں تو قریب ہی ہوں، پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے، احتیاج تو ہر ایک کو لگی ہوئی ہے، پیغمبر ہو یا بادشاہ، خواندہ ہو یا ناخواندہ سب کسی نہ کسی رنگ میں محتاج ہیں، احتیاجوں اور مصائب کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ ہی کو انسان پکارتا ہے۔ لیکن نفس کی طہارت کے بغیر دعائیں قبول نہیں ہو سکتیں، اور نفس کی طہارت کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے، متقی کو ہی قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ متقی ہی میرے قریبی ہو سکتے ہیں، مَنْ كَانُوْا خواہ وہ کوئی ہوں، عربی ہوں یا عجمی، حَيْثُ كَانُوْا مشرق، مغرب، افریقہ یا امریکہ کہیں کے رہنے والے ہوں، اگر متقی ہیں تو میرے ساتھ ہیں، اور جو متقی نہیں اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، ابو لہب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہتا تھا، چچا بھی تھا اور سردارانِ مکہ میں سے تھا، تاہم اس کے متعلق فرمایا تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ اور نجاشی جو دور افریقہ میں رہتا تھا وہ ایمان لا کر آپ کا قریبی ہو گیا۔

اصل انجیل قرآن ہے

تو فرمایا نیکی اور تقویٰ اختیار کرو، دل کو پاک صاف کر کے مجھے پکارو، میں سنتا ہوں، اگر میرے ساتھ تعلق لگاؤ تو سب حاجات رفع ہو جائیں گی۔ اس لئے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ چاہیئے میرے فرمانبردار بن جائیں، مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت اور نیکی کی برکات سے بہرہ ور ہوں، یہ بشارت ہے جو قرآن نے دی ہے فی الحقیقت اصل انجیل قرآن ہے، جو اس کو قبول کرے گا وہ خدا کا مقرب ہو جائے گا۔

حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام

(مرتضیٰ خان حسن)

(۵)

ڈوئی پر فالج کا حملہ

اب ڈوئی کے مریدوں اور دوسرے لوگوں پر واضح ہوگیا تھا کہ ڈوئی عیش و عشرت کا بندہ ہے۔ اور کنواری لڑکیوں سے اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ اللہ اللہ یہ وہ شخص ہے جو حضرت نبی کریمؐ جیسے پاک انسان پر عیش و عشرت کا الزام لگاتا تھا اور حضورؐ کی شان میں سخت گستاخانہ کلمات استعمال کرتا تھا۔ خدا نے ثابت کر دیا کہ عیش و عشرت کا بندہ کون ہے اور اس مفتری کے گند کو دنیا پر ظاہر کر دیا اس کا گھر برباد ہو چکا تھا۔ اس کی بیوی اس سے الگ ہو چکی تھی۔ بیٹا اسکو چھوڑ چکا تھا۔ صیحون پر یہ آفت آئی کہ مالی مشکلات کی وجہ سے ملازمین کی تنخواہیں بھی ادا نہ ہوسکتی تھیں اور فیکٹریوں کے کام کاج بند ہو رہے تھے۔ ڈوئی نے ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے میکسیکو میں زمین خریدنے کا ارادہ کیا اور اس کی خرید کے لئے مریدوں سے قرض لینے کی تحریک کی اور اس قرض کے لئے اس نے ستمبر ۱۹۰۵ء کی آخری اتوار کو صیحون کے مرکزی Tabernacle میں ایک غیر معمولی جلسہ کے انعقاد کا اعلان کیا گیا اس جلسہ کی تیاری بڑے اہتمام سے کی گئی۔ شیلو ٹیبرنیکل کے دروازے پر ڈوئی نے زائن گارڈ کے لمبے جلوس کا معائنہ کیا اور جلسہ کے ہال میں داخل ہو جانے کے بعد ڈوئی سٹیج پر اپنی خاص کرسی پر جا بیٹھا۔ ڈوئی اپنے زرق برق لباس میں جس کو وہ اپنا پیغمبرانہ لباس کہتا تھا ملبوس تھا۔ تمام آنکھیں اس کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے تھیں۔ اور تمام کان اس تاریخی اجتماع کا اہم اعلان سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھے۔

آخر ڈوئی نے اپنا وعظ شروع کیا۔ ریڈ نیو کو مب لکھتا ہے کہ ڈوئی اس روز اپنی فصاحت کے معراج پر تھا۔ وعظ کے بعد Lords Supper کی تقریب تھی۔ جس کے بعد ڈوئی سفید لباس پہنکر پھر اپنے مریدوں کے سامنے آیا۔ پہلے دعائیہ ترانہ گایا گیا۔ بائیبل سے بعض آیات کی تلاوت کے بعد مسیح کا خون اور گوشت روٹی اور شراب کی صورت میں خاص لباس میں ملبوس نائبین کے ذریعے سے تمام حاضر ارادت کیشوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور اصل تقریب قریب التکمیل تھی۔ ڈوئی کو چند افتتاحی الفاظ کہنا تھا جس کے بعد جلسہ برخاست ہونے والا تھا۔ ان آخری الفاظ کے لئے لوگ ہمہ تن گوش منتظر تھے۔

اچانک ڈوئی نے اپنے دائیں ہاتھ کو زور سے جھٹکا دیا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ کو زور زور سے کرسی پر مارا۔ لوگ اس غیر معمولی حرکت سے حیران ہو گئے۔ ڈوئی کا رنگ اچانک زرد پڑ گیا اور وہ گرنے ہی لگا تھا کہ اس کے مریدوں نے اس کو تھام لیا اور گھسیٹتے ہوئے اسے ہال سے باہر لے گئے۔ اس پر فالج کا زبردست حملہ ہوا۔ اور اس کی زبان بند ہوگئی۔ اللہ اللہ یہ ہے انجام اس شخص کا جو اصدق الصادقین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گندی گالیاں دیا کرتا تھا اور جس نے عزم کیا تھا کہ وہ حضورؐ کے دین کو روئے زمین سے مٹا دے گا۔ اور جس نے حضورؐ کے ایک سچے خادم کے متعلق کہا تھا کہ وہ کیا چیز ہے اگر میں چاہوں تو ایسے کیڑے مکوڑوں کو اپنے پاؤں سے مسل کر رکھ دوں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یہ وہ شخص تھا جسکو اپنی طاقت اپنے مال اور اپنے مریدوں کی تعداد پر بڑا فخر تھا۔ جسے اپنی صحت اور بدنی قوت پر بڑا ناز تھا اور وہ بڑے فخر سے کہا کرتا تھا کہ:-

"میں نہ تھکنے والے دماغ کا مالک ہوں۔
اور میرا جسم ایک صحتمند جسم ہے۔ مجھے
یقین ہے کہ دنیا میں ایسے اشخاص کم ہی
ہوں گے جو میرے ہم عمر ہوں اور میری طرح
کام کرتے ہوں اور پھر اتنے ہی قوی ہوں
جسقدر میں ہوں"[1]

کہاں گیا وہ اس کا نہ تھکنے والا دماغ اور کہاں گیا اس کا صحتمند جسم۔ کیا ہوئے وہ اس کے مضبوط قوے اور کیا ہوئیں اس کی کام کرنے کی طاقتیں۔ خدا کے مامور نے اسے وقت پر متنبہ کیا اور قبل از وقت اسکو خبردار کر دیا تھا کہ اس کا انجام سخت بُرا ہونیوالا ہے۔ وہ خدا کے عذاب کے نیچے آنیوالا ہے اور وہ اس کے سامنے ذلت کے ساتھ اس دنیا کو چھوڑے گا۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نہ صرف اس پر بلکہ اس کے شہر پر بھی آفت آنے والی ہے جس پر اس کو اس قدر فخر اور ناز ہے اور جسے اس نے اس قدر روپیہ خرچ کر کے بسایا ہے۔ اور جس پر اس کو کلی اقتدار حاصل ہے اور وہ اس پر نوابوں اور بادشاہوں کی طرح حکمرانی کرتا ہے آخر اس صیحون پر بھی آفت آئی۔

صیحون پر آفت

فالج کا حملہ ہونے کے بعد ڈوئی کو علاج کے لئے میکسیکو اور جمیکا کی طرف جانا پڑا۔ علاج معالجہ سے اس کی زبان کسی قدر کام کرنے لگ گئی۔ جس بات کے متعلق اسکو سب سے زیادہ فکر تھا وہ صیحون کے متعلق تھا۔ وہ جانتا تھا کہ صیحون کے لوگ اس کے خلاف ہیں۔ تو وہ لوگ جو کسی زمانہ میں اس کے دست راست تھے۔ اس سے برگشتہ ہو چکے تھے۔ حتیٰ کہ لیوز آف ہیلنگ کے ایڈیٹر کو جب ڈوئی نے ایک خط اشاعت کے لئے بھیجا تو اس نے پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینکدیا۔ مفلوج ڈوئی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے ایک معتمد علیہ نائب مسٹر ولبر گلین والوا کو آسٹریلیا سے بلوا بھیجا چنانچہ وہ ۱۲ر فروری ۱۹۰۶ء کو صیحون پہنچ گیا۔ لیکن بیچارے والوا کو کیا معلوم کہ جس ریاست کی زمام حکومت اس کے ہاتھ میں دی گئی ہے وہ دیوالیہ ہو چکی ہے اور اس کی حالت تباہ و خستہ ہو کر نہایت قابل رحم ہو چکی ہے۔ اخبار لیوز آف ہیلنگ فنڈز کی کمی کی وجہ سے بند ہو چکا تھا۔ ملازمین کی تنخواہیں ادا نہیں ہو رہی تھیں۔ ڈوئی کا خزانہ خالی ہو گیا تھا۔ سب سے زیادہ تکلیف میں بوڑھی عورتیں اور مرد اور نابینا و لولے لنگڑے تھے جو کسی وقت ہزاروں کی جائیداد کے مالک تھے جو وہ ڈوئی کی نذر کر کے صیحون میں آبسے تھے۔ ان کا کوئی پُرسان حال نہ تھا۔ یہ مصیبت زدہ دفتر خزانہ کے سامنے کڑکڑاتی سردی میں آ جمع ہوئے۔ اُن میں سے بعض ایسے تھے کہ اُن کے کئی ہزار ڈالر صیحون کمپنیوں میں سٹاکس کی صورت میں لگا ہوا تھا۔ مگر اب وہ نان شبینہ سے بھی محتاج تھے کیونکہ ریڈ نے منافع دینا بند کر دی تھی۔ فیکٹریاں اور کارخانے اور صنعتی ادارے بند ہو چکے تھے۔ گویا آمد کے تمام ذرائع مسدود ہوگئے۔ اور اس پر ستم یہ کہ ڈوئی نے والوا کو مزید روپیہ بھیجنے کے لئے لکھا کہ وہ علاج کے لئے جمیکا سے کیوبا اور کیوبا سے میکسیکو جانا چاہتا تھا۔ مگر غریب والوا اس حکم کی تعمیل نہ کر سکتا تھا۔ جس پر ڈوئی سخت برہم ہوا اور اس کی معزولی کا حکم لکھ بھیجا۔ مگر ان حکموں کی کون پروا کرتا تھا۔ والوا نے کیبنٹ کی ایک میٹنگ بلائی جس نے یہ فیصلہ کیا کہ مناسب طریق یہ ہوگا کہ مسٹر والوا ساری جائداد اور صیحون کو معمولی رقم مثلاً ایک ڈالر کے عوض بیچ ڈالے یہ ڈوئی کے خلاف سب ممبروں کی متفقہ بغاوت تھی۔ چنانچہ ایک ممبر ڈیکن سرینگر کے نام جملہ مکانات فیکٹریاں، زمینیں وغیرہ ایک ڈالر میں بیچکر باقاعدہ طور پر قانونی کاغذات مکمل کر لئے گئے۔ ڈیکن سرینگر نے اپنی تحریر میں اقرار کیا کہ وہ اس جائداد کی صیحون کے جملہ قرضخواہوں کے واسطے ٹرسٹ کے طور پر نگرانی کرے گا۔ یہ تمام کارروائی ۳۱ر مارچ ۱۹۰۶ء کو ہوئی۔ مگر یکم اپریل ۱۹۰۶ء عوام کے فیصلے کا دن تھا۔ جس میں تمام لوگ جمع ہوئے۔ والوا نے واقع کی تمام تفاصیل بیان کیں۔ اس دن ڈوئی کے مریدوں کو پہلی بار علم ہوا کہ ڈوئی اپنے ذاتی حساب میں چھ لاکھ حاصل کر چکا ہے۔ اور زائن کی انڈسٹریز میں اس تاریخ تک ۲۵ لاکھ ڈالر کے حصص بیچے مگر اس میں سے صرف پانچ لاکھ ڈالر کام پر لگائے گئے۔ مٹھائی بنانے کے کارخانے کے لئے ڈیڑھ لاکھ ڈالر سے زائد کے حصص فروخت کئے گئے۔ مگر صرف ستر ہزار ڈالر تجارت پر لگائے گئے۔ جب عام پبلک کو اس بات کا علم ہوا تو ان کی حیرت اور نفرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور

---

[1] لیوز آف ہیلنگ ۲۰ر دسمبر ۱۹۰۲ء

لوگوں نے ڈوئی کے خلاف نفرت اور غصّے کے نعرے لگائے
اس کے بعد والوا نے اعلان کیا کہ :-

"ڈوئی صیحون کی قیادت کے قطعاً نا اہل ہے
کیونکہ وہ غرور ۔ تعلّی ۔ فضول خرچی عیاشی
اور لوگوں کے پیسہ پر عیش و عشرت کی زندگی
بسر کرنے کا مجرم ہے"

لوگوں نے اس اعلان پر بھی خوشی کے نعرے لگائے اور آپس میں بغلگیر ہو رہے تھے کہ ایک ظالم مغرور کے ہاتھوں سے ان کی نجات ہوئی۔ اسی دن ایک تار ڈوئی کو بھیجی گئی جس کا مضمون یہ تھا :-

"کیبنٹ کے تمام نمائندگان ڈوئی کی فضول خرچی اور منافقت اور اس کے جھوٹ اور غلط بیانیوں اور مبالغہ آمیزیوں، لوگوں کی رقوم کے ناجائز استعمال اور اس کے ظلم اور ناانصافیوں کے خلاف زبردست احتجاج کرتے ہیں۔ ڈوئی کو صیحون کی قیادت بلکہ زائن کی نیری اور جملہ عہدوں سے برخاست کیا جاتا ہے اور اسے متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگر اس نے نئے انتظام میں مداخلت کی تو اس کے تمام اندرونی رازوں کا پردہ چاک کر دیا جائیگا"

رسالہ انڈی پنڈنٹ نے ۵۔ اپریل کی اشاعت میں اس کارروائی کے متعلق لکھا کہ :-

"اس وقت جبکہ صیحون کے قرضے بڑھتے جا رہے تھے اور اس کا دیوالہ نکلنے کو تھا لوگوں کے لئے ناممکن تھا کہ وہ ایک مفلوج کی غلامی کا جُوا گلے میں ڈال رکھیں"

رسالہ آؤٹ لک نے ۱۴ اپریل کی اشاعت میں لکھا :-

"جان الیگزینڈر ڈوئی کے شہر میں جو مشکلات کی آگ کئی ماہ سے سُلگ رہی تھی وہ آخر بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہو گئی ....
صیحون کے لوگوں کی ہمدردی ڈوئی سے نہیں رہی، اس کو تمام عہدوں سے برطرف کر دیا گیا ہے"

اب ڈوئی کی تباہی اور ذلت میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ وہ خود بیمار اور مفلوج ہو کر شہر بشہر علاج کے لئے پھر رہا تھا۔ اور اس کے شہر پر جو آفت آئی وہ بھی ظاہر ہے۔ غرضکہ وہ اپنے بیوی بچے اپنا صیحون۔ جائیداد مال و دولت۔ اپنے مرید۔ قیادت، عزت، حشمت، لیڈری اپنی صحت، غرضکہ سب کچھ کھو چکا تھا۔ لیکن ابھی اس کے پاس کچھ تھوڑا بہت روپیہ تھا۔ اس کے بل بوتے پر اس نے شکاگو میں پہنچکر والوا کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا مگر ناکامی ہوئی۔ اب صیحون کی ایک ایک اینٹ ڈوئی کی ذلت اور نکبت پر گواہی دے رہی تھی۔ ان دنوں شکاگو کے ایک اخبار نے صیحون کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے :-

"صیحون پر اب پردہ گرنے والا ہے۔ لیڈنگ سٹار اب سٹیج سے جا چکا ہے۔ براڈیٹر اپنی کتاب بند کر چکا ہے اور سین بدلنے والے اب ہال کے اطراف میں جا چکے ہیں۔ سٹیج منیجر نے دکھیل بند کر دینے کے لئے گھنٹی پر اپنی انگلی رکھدی ہے۔ اب صرف چند الفاظ بولے جانے والے ہیں جو حاضرین خود بھی بول سکتے ہیں، اس کے بعد ڈراپ سین ہو جائے گا اور ہم شہر صیحون کے سانحہ کو آخری بار دیکھ رہے ہوں گے۔ یہ شہر بالوس کن طور پر ہوا لیہ ہو جائے گا .... گویا یہ شہر ریت کی بنیادوں پر قائم تھا۔ صیحون کا خواب جو ڈوئی نے دیکھا تھا وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے۔ اس کا نظارہ اب دھندلا پڑ گیا ہے۔ اب صیحون کے انتظامی دفاتر کی بلڈنگ، فیکٹریاں، ہسپتال بنک، سب کی چابیاں سرکاری رسیور کے پاس ہیں۔ ڈوئی کی تجارتی جہات نے اس کے چرچ کو منہدم کر دیا۔ ڈوئی بیمار، مبتلائے ہذیان اب اپنے گھر میں معذور پڑا ہے ....
مگر درحقیقت اس کی آنکھیں اب دھنس چکی ہیں اور اس کی آواز مایوسی کے ساتھ کپکپاتی ہے"

یہ ہے ڈوئی اور اس کے نامی گرامی شہر صیحون کا انجام۔ کس صفائی سے خدا کے مسیح کے الفاظ پورے ہوئے کہ ڈوئی کے دارالحکومت صیحون پر آفت آئے گی۔ وہ آفت آئی اور یقیناً آئی اور اس پر ایک دنیا گواہ ہے۔ آج کا صیحون جاکر دیکھلو بالکل بے رونق اور بیکار۔ ڈوئی کا چرچ وغیرہ اور اس کے ادارے سب تباہ و برباد پڑے ہیں۔ غرضکہ اب ایک معمولی سی گمنام بستی ہے جس میں کوئی دلچسپی نہیں پائی جاتی اور نہ اب وہاں ڈوئی کے جانشینوں کا کوئی اثر و رسوخ ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(باقی آئندہ)

اخبار احمدیہ

—— محترم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام جامع ووکنگ اپنی صحت کے لئے درخواست دعا کی یاددہانی کراتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"بس دعاؤں پر ہی انحصار ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالے اپنے کسی عاجز بندے کی نیم شبی دعاؤں کو قبول فرماکر مجھ پر اپنی رضا کی راہیں کھول دے گا اور ان پر چلنے کی توفیق بھی عطا فرمائے گا۔ ما توفیقی الا باللہ۔ بخدمت حضرت امیر بالخصوص دعا کے لئے عرض ہے۔ عید قریب آ رہی ہے لہذا کام کافی بڑھ گیا ہے اور چونکہ اکیلا ہونے کے کافی سے زیادہ ہے۔ سال گذشتہ میں بھی تندرست تھا اور جناب ماسٹر صغر علی صاحب اور عزیزم اقبال احمد صاحب میرے دست و بازو تھے۔ اس دفعہ اکیلا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہو تو پھر کوئی فکر نہیں۔ نعم المولیٰ و نعم الوکیل۔

پیغام صلح :- امید ہے احباب کرام و بزرگان سلسلہ ڈاکٹر صاحب کی صحت کاملہ اور کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں گے۔

—— سیالکوٹ سے محترم بابو رحمت اللہ بیٹ صاحب اپنے دو بچّوں کی کامیابی پر (جو ہائی سکول میں زیر تعلیم ہیں) انجمن کو پانچ روپے بطور شکرانہ مرحمت فرماتے ہیں، انکی خواہش ہے کہ رمضان شریف کے مبارک مہینہ میں احباب جماعت انکے بچوں کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں علم کی دولت سے

کیا خلیفۂ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ میں تبدیلی کر سکتا ہے

(بسلسلہ صفحہ ۳)

تو حضرت عبداللہ بن عمرو نے اس کی مخالفت کی تھی اور اپنے ساتھیوں کو نہی کہا تھا کہ خالد کے اس حکم کی پابندی مت کرو، اس پر حضورؐ نے فرمایا لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق جس امر میں خدا کے حکم کی نافرمانی کرنا لازم آتا ہو اس میں کسی مخلوق یعنی امیر یا خلیفہ یا امام یا بادشاہ کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک واضح طریق ہے جس کی بنیاد قرآن کریم کے صریح حکم پر ہے اور جس کی تشریح حضور نبی کریم صلعم نے متعدد بار کر دی ہے۔ اور جو ظاہر کرتا ہے کہ خلیفہ یا امیر یا امام کسی وقت بھی قرآن کریم سے یا سنت رسول سے انحراف کرنے کا مجاز نہیں ہے۔

نئے حالات میں خلیفہ کا اجتہاد

ہاں حالات نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ان حالات میں نئے مسائل بھی رونما ہوتے رہتے ہیں ایسے حالات میں آئمہ دین کو اجتہاد کرنے کی اجازت ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی روشنی میں ان مسائل کا حل اپنے اجتہاد سے کر سکتے ہیں، جیسا کہ حضورؐ نے معاذ بن جبل اور ابو موسےٰ اشعری کو اجازت دی تھی کہ وہ معاملات کا فیصلہ اوّل تو قرآن کریم کے احکامات کے مطابق کریں اور اگر کسی معاملہ میں قرآن کریم سے حکم نہ ملے تو سنّت میں اس کا حل تلاش کریں اور اگر سنت میں بھی حل نہ ملے تو اجتہاد سے پیش آمدہ مسائل کو حل کر لیا جائے۔ اور فرمایا حکومت کرنے کا یہ نہایت صحیح طریق ہے لیکن حضور صلعم نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ خلیفہ یا امیر یا بادشاہ وقت جو چاہے فیصلہ دے دیا کرے۔ دین کے معاملہ میں یہ آزادی بڑے سے بڑے خلیفہ یا مجتہد کو بھی حاصل نہیں۔ اس قسم کے "مرکز ملت" کو منہاج نبوت کا مقام دینا سوء ادبی ہے "مرکز ملت" کا نام نہ قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی حدیث میں۔

قانون سب کے لئے ایک ہے

مقنن شخص واحد ہو یا قانون ساز مجلس ہو ان سب کے لئے ایک ہی قانون ہے کہ ان کو قرآن اور سنت کی پابندی کرنا ہوگی اور ان کا اجتہاد واجباً قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہوگا۔ اور اگر کسی سلطنت کے مجتہدین کا ہر فیصلہ منہاج نبوت پر سمجھا جائے تو امان اٹھ جائے گا اور ہر سلطنت کے مقنن اور مجتہد دوسری سلطنت سے مختلف اجتہاد کرنیکے مجاز ہونگے اور کوئی ایک سلطنت دوسرے کے اجتہاد کی پابند نہ ہوگی۔ اسلئے جتنی مسلمان سلطنتیں ہیں انکے اجتہادات کا مختلف ہونا قدرتی امر ہوگا پھر کیا ہوگا امت مرحومہ کا دستور العمل ایک دوسرے سے جداگانہ ہوگا جو ان کی دقت فکر اور حدت عمل کو برباد کر دے گا۔

صدر الدین - ۱۳-۵-۵۶

مجاہد یورپ

از محمد سلطان نظامی

خواجہ صاحب نے اپنا لیکچر جاری رکھتے ہوئے فرمایا:-

قرآن کی اصطلاح میں سب انعامات سے بڑا انعام یہ ہے کہ انسان خدا کا مقرب ہو جائے۔ اللہ اس کی دعا کو سنے۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالے۔ اور یہ کوئی ناممکن امر نہیں۔ خداوند کی صفات کبھی معطل نہیں رہیں۔ اگر خدا نے گزشتہ زمانے میں کبھی انسانوں سے کلام کیا۔ تو یہ گمان کہ اب وہ تکلم پر قادر نہیں ایک بیہودہ خیال ہے۔ اسی طرح اگر انسان کبھی اس قابل تھا کہ خدا کا کلام اس کے منہ میں ڈالا جاتا۔ تو کیا اب اس کی وہ استعدادیں سو گئی ہیں، اگر مادی دنیا آئے دن نیوٹن اور ایڈیسن جیسے انسانوں کو جنم دیتی ہے۔ تو کیا اس بات کے امکان میں کوئی روک ہو سکتی ہے۔ کہ مسیح۔ کرشن اور بدھ جیسے پاک انسان پیدا پیدا ہوں کیا جسمانی مساوات اس کی مقتضی نہیں۔ اس امکان کو بھی قرآن کریم نے کھول کر بیان کیا ہے اور قرآن کے علاوہ بھی ہمیں اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ کرشن، بدھ اور مسیح نے اپنے دوبارہ آنے کی پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر کیں۔ مسیح نے بھی کسی قدر وضاحت سے اس دوبارہ آنے کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ یوحنا کی بعثت کو ایلیاس کا دوبارہ آنا قرار دے کر ہمیں یہ سمجھایا کہ خود اس کی بازگشت بھی کسی اور انسان کی صورت میں زمانہ کی ضرورت کے مطابق ہوگی۔ چنانچہ جب کبھی میں سورۃ فاتحہ کا ورد کرتا ہوں مجھے کبھی بھی کسی ایسے انعام کی طرف توجہ نہیں ہوتی جس سے مجھے دنیاوی وجاہت، عزت اور بزرگی کا خیال ہو، میری خواہشات کا نصب العین ہرگز یہ نہیں۔ میں اس دعا میں انبیاء کی وراثت کا دعویدار ہوں۔ میں کسی چیز کا سائل نہیں میں تو ہدایت چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی استعدادوں پر اعتبار ہے۔ جو دعا کی قبولیت کی شرط ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا کلام ہر ایک انسان اپنی استعدادوں اور کمالات کے مطابق سن سکتا ہے۔

مذہب کی بناء عقل پر

اسلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنی تمام سچائیوں کی بناء عقل کے اصول پر قائم کرتا ہے۔ وہ کونسی بات ہے جو موجودہ تہذیب کو مذہب کے تعلق سے باز رکھتی ہے، صرف یہی کہ دنیا کے مذہب ایسے عقاید پر قائم نہیں جو عقل کو اپیل کریں۔ ہر ایک مذہب بعض امور کو عقائد کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ جیسے ہستی باری تعالیٰ۔ ملائک۔ جزا و سزا ایسے چند مسائل ہیں، جنہیں مختلف مذاہب نے مختلف صورتوں میں پیش کیا ہے۔ یہی مسائل اسلام نے بھی اپنے عقاید میں رکھے۔ کیونکہ یہی ہر ایک سچے مذہب کے اصل اصول ہیں۔ لیکن ایک امر میں اسلام اور مذاہب پر سبقت لے گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس نے تمام مسائل کو عقلی رنگ میں پیش کیا ہے منطقی دلائل بر ان کی سچائی کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دیا۔ اور اس پر بھی اکتفا نہیں کیا صحیفۂ قدرت سے زندہ مثالیں دے کر ان کی سچائی کو تمثیلی رنگوں میں ہمیشہ کے لئے دل نشین کر دیا۔ اس روش پر چل کر ہمیں ایک اور حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا۔ اور وہ یہ کہ آسمانی کتاب کو ہرگز اس بات کی ضرورت نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ اس کا مبلغ اس کے لئے دلائل ڈھونڈھتا پھرے۔ بلکہ الہامی کتاب کے لئے لازم ہے کہ اپنی سچائی کے لئے خود دلائل قاطعہ پیش کرے۔ اور اپنی سچائی کے ثبوت کے لئے کسی دوسرے کی دست نگر نہ ہو۔ یہ دولت بھی قرآن کریم ہی کا خاصہ ہے۔ انبیاء نے اپنے اپنے رنگ میں اپنی قوموں کو سمجھایا۔ مسیح نے بھی اپنی قوم سے علیٰ قدر عقولہم تمثیلی رنگ میں گفتگو کی۔ کیونکہ ان کی بابت لکھا ہے۔ کہ وہ ایک نادان قوم تھی لیکن اسلام نے انسان کو اپنے مقابل ایک معقولیت پسند اور مدلل باتوں کو قبول کرنے والی جماعت ٹھہرا کر ہر تعلیم کو معقولیت کا جامہ پہنایا۔

اسلام کی اخلاقی تعلیم

تہذیب و تمدن اور اخلاق پر ہر مذہب نے اپنے اپنے رنگ میں بہت کچھ سکھایا علمی مذاق کے مطابق بھی بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن انسانی فطرت کا جو باریک علم اسلام کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کسی اور کی تعلیم میں نہیں پایا جاتا۔ ہم بہت سی استعدادوں کے مالک ہیں۔ رحم، محبت حلم اور اسی قسم کی بہت سی خوبیاں ہمارے اندر موجود ہیں۔ ان تمام کو اکثر لوگوں نے غلطی سے اخلاقی محاسن سمجھ لیا ہے اسلام نے اس امر سے انکار کیا ہے اور یہ سکھایا ہے۔ کہ یہ طبعی تقاضے ہیں۔ اور فطری قوتیں ہیں۔ بذات خود کوئی خوبی یا برائی نہیں، اگر عقل اور ضمیر کے احکام کے ماتحت ان طبعی قوتوں سے کام لیا جائے۔ تو یہ محاسن ہو جاتے ہیں۔ بصورت دیگر یہی قوتیں جن کو بعض نے اخلاق سمجھ لیا ہے۔ ہماری ترقی کے راستے میں روک بن جاتی ہیں۔ اگر یہ اخلاق ہیں تو پھر بعض حیوانات میں بھی تو یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ پھر وہ تو محاسن نہیں کہلا سکتیں مثلاً کیا بکری میں کمال درجہ کی اطاعت، کمال درجہ کا حلم اور انکساری نہیں۔ پھر کیا یہ صفات بکری میں اخلاق حسنہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ لیکن یہی صفات میں عقل کی معیت سے ان روحانی ترقیات کے پیدا کرنے میں ممد معاون ہوتی ہیں، جن کا ذکر ہم انعمت علیہم کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ انسان کی ان طبعی قوتوں اور اخلاقی محاسن میں یہ باریک تفریق بھی اسلام ہی نے کی۔ اس نے اور کتب کی مانند صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ اخلاقی خوبیوں کی ایک لمبی فہرست تیار کر دی۔ بلکہ اس نے نہایت باریک بینی سے ایک جامع اصول قائم کر کے ان کے استعمال کا موقعہ اور محل ہمیں دکھایا۔ اور اس بات کو قرآن نے کھول کر بیان کیا۔ کہ ایک ہی امر ایک وقت میں نیکی اور دوسرے وقت میں متضاد حالات کے ماتحت بدی ہو جاتا ہے۔ ایک مجرم کو بعض حالات میں معافی دے دینا مفید اور دوسری حالت میں مکافات کو پہنچانا اصلاح اور امن کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور غلطی کا ازالہ قرآن کریم نے کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ بعض سخت اور کڑوی خصلتیں بھی انسان کی طبیعت میں داخل ہیں۔ جن کو اکثر نے بے جا طور پر بدیوں کے ضمن میں رکھا ہے۔ انہوں نے ان کے موقع اور بے موقع استعمال میں کوئی تفریق نہیں کی۔ گویا کہ خداوند کریم نے غلطی کی تھی کہ غصہ، حسد، بغض اور عداوت کو ہماری طبائع میں جگہ دے رکھی تھی۔ قرآن کریم نے جہاں سچائی، علم، احسان، مروت، سخاوت وغیرہ کی اخلاقی قدر و قیمت کو تسلیم کیا ہے وہاں ساتھ ہی غصہ، حسد، عداوت وغیرہ کے بامو قعہ استعمال کو بھی نیکیوں میں شمار کیا اور مستحسن قرار دیا ہے لیکن ان تیز مزاجیات کی تعدیل و تہذیب کے لئے بھی ہمیں قواعد کی ضرورت تھی۔ اور ان سے بھی قرآن کریم نے ہمیں محروم نہیں رکھا۔

دراصل جسمانی اور روحانی زندگی کو ایک دوسرے کے متبائن سمجھنا ایک بڑی غلطی کا ارتکاب ہے۔ کوئی اعلیٰ اخلاقی یا روحانی کیفیت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک روحانی اور جسمانی قوتوں کی باقاعدہ تربیت نہ ہو۔ یہ امر نہایت ہی تشریح طلب ہے۔ لیکن وقت اجازت نہیں دیتا۔ کہ اس پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کی جائے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں، کہ قرآن نے اس پر نہایت شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے۔

عورتوں کی حالت

عورتوں کی حالت کے متعلق میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں کچھ عرض کرونگا۔ قبل از اسلام عورت ہر قسم کے حقوق سے محروم تھی یہاں تک کہ اس کی شخصیت کو بھی تسلیم کرنے میں توقف تھا اسلام نے آکر عورت کو اس غلامی سے آزاد کیا۔ مساوات کی تعلیم دی۔ یہاں تک کہ ان کی حالت کو سنوارا۔ آج کل کی تہذیب بھی باوجود مہذب دور روشن اصولوں کے عورت کی اس منزلت اور مقام کو تسلیم نہیں کر سکی جو اسلام نے اسے دے رکھی ہے اگر عورت پر مرد کی طرف سے بعض فرائض کا بار ڈالا گیا ہے تو اس کے مقابل میں مرد پر بھی عورت کے حقوق کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔ اس طرح اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان مساوات قائم کر دی۔ عورت کے لئے ترقی کی تمام راہیں کھول دیں اسے جداگانہ حیثیت دی اور اس قعر مذلت سے اسے نکال دیا جس میں غلط عقائد کی غلامی کی وجہ سے وہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں سال تک کس مپرسی کی حالت میں پڑی رہی"

یہ وہ لیکچر ہے جو خواجہ صاحب نے پیرس کی مذہبی کانفرنس میں دیا۔ اس خطبے نے خواجہ صاحب کو تمام یورپ

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۳)

منشی احمد دین صاحب عارف مرحوم کی قبول احمدیت کی داستان

(۲)

مسیح موعودؑ کی دعا سے بیماری کو شفا

میں ۱۹۰۶ء میں آنکھوں کی بیماری میں مبتلا ہوا اور کئی ماہ تک علاج معالجہ کرانے کے بعد ہر طرف سے مایوس ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے خط لکھا تو ایک ہفتہ کے اندر ہی اللہ تعالےٰ نے مجھ کو شفا بخش دی۔

قادیان میں

حضرت مولوی نورالدین رح کے عہد میں میں تین دفعہ قادیان گیا مگر ۱۹۱۲ء میں ایک لمبا عرصہ تک حضرت مولوی صاحب کے مکان میں معہ عیال ... رہا، ان دنوں قادیان میں انصار اللہ کا بڑا زور تھا اور میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب صبح کو گھر میں درس دیا کرتے اور عصر کے وقت مسجد اقصیٰ میں اور جناب میاں محمود احمد صاحب بھی گول کمرہ میں درس دیا کرتے تھے

حضرت مولانا نورالدین رح کی دعا سے صحت

ایک دفعہ میں مع عیال .. . کالا گوجراں ضلع جہلم میں اپنے رشتہ داروں کی شادی پر گیا تو شادی کے بعد بھائی صاحب خوشی محمد خان مرحوم اور میں خود قادیان گئے میرا بڑا لڑکا جمعدار عبدالمالک خان ان دنوں غالباً دو سال کا تھا اور وہ سخت بیمار تھا اس کے لئے میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کی درخواست کی انہوں نے درس کے بعد دعا کی اور دوسرے دن ہم واپس کالا گوجراں واپس آ گئے تو معلوم ہوا کہ جس دن اور جس ٹائم پر حضرت مولوی صاحب نے دعا کی تھی اسی دن اور اسی ٹائم پر لڑکے کا بخار ٹوٹ گیا اور ہوش میں آگیا ورنہ پہلے وہ کئی دنوں سے بے ہوش تھا۔

پونچھ میں جماعت احمدیہ کا بائیکاٹ

غالباً ۱۹۱۰ء میں شیخ غلام احمد واعظ پونچھ گئے تو ان کا لیکچر شام کی نماز کے بعد ہوا دوسرے دن مولوی یاسین شاہ صاحب مفتی پونچھ کی طرف سے منادی کرائی گئی کہ مرزائی کافر ہیں اور ان کا حقہ پانی بند ہے کسی قسم کا ان سے برتاؤ اور تعلق نہ رکھا جائے، اس منادی والے کے ساتھ ساتھ سید محمد حسین شاہ ناظر محکمہ مال اپنا آپ دکھاتے چلا جاتا تھا کہ یہ سب کچھ میں ہی کر رہا ہوں۔ اس منادی کے بعد غیر احمدیوں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا۔

مخالفین کی رسوائی

اس امر کی نسبت پونچھ کے مجسٹریٹ شیخ عطاء اللہ صاحب گجراتی کو اطلاع ملی تو انہوں نے منادی کرنے والے کو بلایا اس نے بیان دیا کہ مجھے محمد حسین شاہ نے چار آنے دیئے اور کہا کہ اعلان کر دو تو میں نے منادی کر دی تھی۔ محمد حسین شاہ کو بلایا گیا تو اس نے بیان دیا کہ مجھ کو مولوی لیسین شاہ نے فتوی لکھکر دیا کہ اس کا شہر میں اعلان کرا دو تو میں نے بہاول خاکروب کو وہ اعلان کے لئے دے دیا تھا، پھر مولوی لیسین شاہ کو عدالت میں طلب کیا گیا تو مولوی لیسین شاہ نے بیان دیا کہ نہ میں نے ایسا کوئی فتوےٰ دیا ہے اور نہ اعلان کرایا ہے۔ مرزائی اب میرے گھر جلیں میں جا کے پلاؤں گا۔ شیخ عطاء اللہ جج پونچھ نے کہا کہ آپ جمعہ کے دن اعلان کر دیں کہ میں نے یہ منادی نہیں کرائی اس پر شہر پونچھ کے اکثر غیر احمدیوں نے مولوی لیسین شاہ کو گالیاں دیں کہ اس شخص نے عدالت میں جا کر جھوٹ بولا ہے۔ محمد حسین شاہ ناظر مال پر غبن کا مقدمہ حکومت نے چلایا جس میں اس کو ایک سال کی قید سخت اور جرمانہ کی سزا ہوئی احمدیوں کی مخالفت پر احمدیوں کے زندہ خدا نے اس کو ذلیل کر دیا۔

میرے بھائیوں پر جھوٹا مقدمہ

شہر پونچھ میں احمدیوں کا سب سے بڑا مخالف میری اہلیہ صاحبہ کا پھوپھی زاد بھائی سردار اللہ دتہ خان تھا اس نے میری اہلیہ صاحبہ کے حقیقی بھائی سے میرے حقیقی بھائی محمد دین خان اور خوشی محمد خان کے خلاف محض ان کی احمدیت کی وجہ سے اپنے گھر میں مداخلت بے جا بنیت مجرمانہ کا جھوٹا مقدمہ بنا دیا اور میں اب بھی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ مقدمہ صریح جھوٹ تھا مجھ کو ایک شخص نے بتایا کہ آپ کی برادری کے لوگ عدالت میں تھے کوئی درخواست عدالت میں دی ہے اور وہ درخواست اب پولیس میں لیکر گئے ہیں۔ مجھ کو علم تھا کہ پولیس والے سردار اللہ دتہ خان کے خاص دوست ہیں میں نے دونوں بھائیوں کو میاں شہاب الدین احمدی کے گھر بھیجدیا اتنے میں پولیس ہتھکڑیاں لیکر آ گئی میں نے ان کو اطلاع دی کہ آپ شفاخانہ کے راستے تھانہ میں حاضر ہونے کی کوشش کریں اور میں چند دوستوں کے ساتھ تھانہ میں چلا گیا اور ہم ضمانت دیکر ان کو لے آئے۔

ضمانت میں رکاوٹیں

پولیس نے شیخ عطاء اللہ جج کی عدالت میں چالان کر دیا دونوں بھائیوں کی طرف سے میں عدالت میں مختار تھا عدالت نے دو دو سو روپیہ کی ضمانت کا حکم دیا میں باہر عرضی نویس سے ضمانت نامہ لکھوا رہا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر کہا کہ سید بہاول شاہ نائب کورٹ انسپکٹر پولیس نے جج صاحب کو کہا کہ ان کی ضمانت دینے والا کوئی نہیں، اس لئے ان کو جیل میں لے گئے ہیں میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو پولیس والے ان کو ہتھکڑیاں لگائے جیل کی طرف لے جا رہے تھے ابھی گواہوں کے اور میرے دستخط کرانے باقی تھے کہ میں نے اسی حالت میں وہ ضمانت نامے اٹھا کر عدالت میں پیش کر دیئے۔ جج صاحب نے اپنے ریڈر منشی سید محمد کو دونوں ضمانت نامے دیئے منشی صاحب سردار اللہ دتہ خان کے یار غار تھے انہوں نے ان پر لکھدیا کہ تحصیلدار صاحب تصدیق کریں میں نے کہا کہ منشی صاحب آپ کو علم ہے کہ میں صاحب جائداد ہوں اور یہ چار سو روپیہ میں ابھی نقد داخل کر سکتا ہوں۔ مگر آپ نے اس لئے لکھدیا ہے کہ آج تصدیق نہ ہو سکے اور کل اتوار ہے تو دو تین دن ان کو جیل میں رہنا پڑے گا۔ جج صاحب نے دونوں ضمانت ناموں پر لکیر مار کر لکھدیا کہ ضمانت منظور ہے اور مجھ کو کہا کہ چٹھی لکھوا کر فوراً جیل میں جاؤ۔ چنانچہ میں چٹھی لکھوا کر فوراً جیل کی طرف بھاگا۔ ابھی وہ میرے بھائی دروازہ کے اندر ہی داخل ہوئے تھے کہ میں جا پہنچا داروغہ جیل نواب علی، سردار اللہ دتہ خان کا گہرا دوست تھا اس نے کہا کہ ہم بیڑیاں ڈال کر ان کو رہا کریں گے میں نے کہا آپ کے پاس عدالت کا حکم آ چکا ہے آپ اب بیڑیاں نہیں لگا سکتے مگر اس نے کہا کہ ہم بیڑیاں ڈال کر ہی پھر چھوڑیں گے۔ میں نے کہا اگر آپ ایسا کریں گے تو میں وزیر صاحب کے پاس جاتا ہوں میرے ساتھ چند ہندو اور سکھ بھی جیل تک گئے تھے جو مظلوموں کے حمایتی تھے میں نے ان کو کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ داروغہ جیل نے کیا کہا ہے میں یہ کہہ کر باہر نکل آیا تو داروغہ جیل نے پھر مجھکو بلایا اور کہا کہ آپ ناراض ہو گئے ہیں تو اپنے بھائیوں کو ساتھ لے جاؤ چنانچہ میرے بھائیوں کو چھوڑ دیا گیا۔

راضی نامہ

تاریخ مقررہ پر جج صاحب نے فریق مخالف کو کہا کہ اگر یہ مقدمہ سچا ثابت نہ ہوا تو میں تم کو جیل بھیجدونگا اور جھوٹے کیس کا مقدمہ تم پر بنایا جائے گا اور اگر ان پر یہ الزام ثابت ہو گیا تو میں ان کو سخت سزا دوں گا، اور ساری مسل کی نقل کر کے مولوی نورالدین صاحب کے پاس قادیان بھیجدوں گا، بہتر ہے کہ صلح کر لو اس پر فریق مخالف نے تو رضامندی کا اظہار کیا مگر میرے بھائیوں نے انکار کر دیا کیونکہ ان کو جھوٹے کیس کا صدمہ تھا۔ اتنے میں سردار اللہ دتہ خان نے ایک اظہار بذریعہ پولیس عدالت میں پیش کیا کہ یہ اظہار ان ملزموں نے ہمارے اندر ہم پر چوری کا مقدمہ کرنے کے لئے ڈالا ہے جج صاحب نے میرے اور میرے بھائیوں کے بیانات لیکر مسل داخل دفتر کر دی اور مجھ کو مخاطب کر کے جج صاحب نے فرمایا کہ آپ کے بھائی راضی نامہ کرنے سے انکاری ہیں اور یہ لوگ ہیں کہ ابھی کیس ختم نہیں ہوا تو دوسرا کیس لے آتے ہیں اور اس کے بعد تیسرا اور پھر چوتھا کیس آئیگا کیونکہ ان کا کام یہی ہے آپ اپنے بھائیوں کو سمجھائیں کہ راضی نامہ کر لیں۔ میں نے کہا کہ میں بحیثیت مختار ہونے کے راضی نامہ کرنے کو تیار ہوں چنانچہ عدالت نے دونوں طرف کے بیانات لیکر مقدمہ داخل دفتر کر دیا۔

ایک اور احمدی طالب علم کی مخالفت

سکول کا ایک طالب علم عبدالاول ولد مولوی الٰہی بخش عربی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول پونچھ آف بٹالہ میرے پاس آیا جایا کرتا تھا چند سالوں کی تبلیغ کے بعد اس نے بیعت کر لی اور میری معرفت ہی اس کا جواب

آیا ایک اور خط کا جواب بھی قادیان سے میری معرفت ہی آیا تھا۔ دو تین خط میرے پاس سے شیخ غلام احمد واعظ جب پونچھ آئے تو عبدالاول ان کے پاس آتا جاتا رہا بعض وہابیوں نے ان کے والد کے پاس شکایت کی کہ آپ کا لڑکا مرزائی مولوی کے پاس جاتا ہے مولوی الٰہی بخش نے بیٹے کو منع کیا مگر وہ بدستور آتا رہا پھر دوسری دفعہ شکایت کی تو مولوی الٰہی بخش نے اپنے لڑکے کو مارا اور گھر سے نکال دیا۔ بابو فضل کریم ملازم محکمہ پبلک ورکس اس کو ملا اور اس نے سب واقعہ اس کو سنا دیا اور کہا کہ میں قادیان جانا چاہتا ہوں مگر میرے پاس خرچ نہیں بابو فضل کریم نے اس کو کچھ روپیے دیئے اور وہ قادیان روانہ ہو گیا) مولوی الٰہی بخش پہلے وزیر صاحب پونچھ کے پاس درخواست دی کہ میرے نابالغ لڑکے کو مرزائی پھسلا کر لے گئے ہیں اور اس کو حبس بیجا میں رکھا ہوا ہے۔ پولیس نے سب پانچ احمدی مردوں کو تھانہ میں بلا کر بٹھا دیا اور تحقیقات شروع کر دی میں نے بیان دیا کہ عبدالاول بالغ ہے اور اس نے دو سال سے بیعت کی ہوئی ہے بیعت کا جواب بھی اور ایک خط کا جواب میرے پاس موجود ہے اس طرح سب کے بیانات ہوئے شام کو پولیس نے حکم دیا کہ شیخ غلام احمد واعظ کی تین صد روپیہ کی ضمانت داخل کرو۔ چنانچہ ضمانت داخل کر دی گئی ہم نے قاضی فیروزدین ساکن تیتری نوٹ کو قادیان بھیجا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت مولوی محمد علی مرحوم سے کہا کہ عبدالاول کو بٹالہ بھیجکر ڈاکٹری ملاحظہ کرایا جاوے چنانچہ اس کا ڈاکٹری ملاحظہ کرایا گیا اور بالغی کا سرٹیفکیٹ ہم کو روانہ کر دیا گیا اس کے بعد شیخ غلام احمد واعظ نے وزیر صاحب پونچھ کے پاس اس معاملہ کے متعلق درخواست دی تو وزیر صاحب نے پولیس سے درخواست منگا کر شیخ صاحب کو اجازت دے دی کہ آپ بڑی خوشی سے جا سکتے ہیں چنانچہ شیخ صاحب قادیان روانہ ہو گئے۔

راجہ صاحب پونچھ کے پاس شکایت

ایک دفعہ بعض مخالف لوگوں نے راجہ بلدیو سنگھ والئے ریاست پونچھ کے پاس شکایت کی کہ مرزائی اپنی جمعیت بنا کر بغاوت کرانا چاہتے ہیں وہ سرکار کے خلاف پروپیگنڈا کر رہے ہیں، راجہ صاحب نے کہا کہ جو ان میں با اثر اور مشہور آدمی ہیں ان کے نام لکھوا دو، سردار محمد اکرم خان سپرنٹنڈنٹ پولیس دورہ پر ہیں جب وہ واپس آئیں گے تو ان کو ملک بدر کر دیا جائیگا۔ ڈاک خانہ کے ایک کلرک نے آکر ہم کو اطلاع دی کہ دو چار دن کے اندر انتظام کر لو ورنہ تم میں سے پانچ آدمیوں کو ملک بدر کیا جاوے گا (جن میں ایک میں بھی تھا) اور انکی جائدادیں ضبط کر لی جاویں گی۔

حضرت مولٰنا نورالدین کا تار راجہ آف پونچھ کو

اس پر میں نے حضرت مولوی نورالدین مرحوم کے نام تار دے دی مولوی صاحب نے فوراً راجہ پونچھ کو تار دی کہ میں نورالدین ہوں جس نے چھ ماہ پونچھ رہ کر آپ کا مفت علاج کیا تھا آپ اس نیکی کا بدلہ دینا چاہتے ہیں کہ میری امن پسند اور وفادار جماعت کو ملک بدر کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ کو شبہ ہو تو گورنمنٹ برطانیہ سے دریافت کر لیں کہ میری جماعت امن پسند اور حکومت کی وفادار ہے یا نہیں۔ اس تار کا پتہ بھی ہم کو اسی کلرک نے دیا کیونکہ وہی تار ماسٹر تھا۔ ہم نے بھی راجہ صاحب پونچھ کے حضور ایک درخواست رجسٹر بھیجدی اور چند متفق اشخاص کے نام درج کر دیئے مگر وہ رجسٹری کھولی گئی اور پڑھی گئی اور بجائے تقسیم کرنے کے مجھکو واپس کر دی گئی کیونکہ پوسٹ مین ان میں سے ایک کا رشتہ دار تھا جن کے خلاف ہم نے درخواست دی تھی میں وہ رجسٹری لیکر پوسٹ ماسٹر کے پاس روانہ ہو گیا راستہ میں میرے بھائیوں نے مجھ کو واپس کیا اور کہا کہ پوسٹ مین نے اپنی پگڑی ہمارے پاؤں پر رکھی ہے اور وہ معافی مانگ رہا ہے اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہے اس کی شکایت نہ کرو، چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کی، اور ایک دوسری درخواست شامل کر کے دوبارہ رجسٹری کر دی جس میں رجسٹری کھولنے، پڑھنے کا مختصر سا ذکر کر دیا۔ راجہ صاحب کے پاس مولوی صاحب کا تار پہلے ہی آچکا تھا وزیر صاحب پونچھ نے ہم کو بلایا اور فرمایا کہ راجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ میں آپ لوگوں پر خوش ہوں آپ کو کسی قسم کا نقصان ہرگز نہیں پہنچے گا۔ باقی آپ کے ساتھ شرارت کرنے والوں کو بلا کر تنبیہہ کر دی جائے گی۔ چنانچہ وزیر پونچھ نے مخالفین کو بلا کر سخت الفاظ میں تنبیہہ کر دی

(باقی آئندہ)

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ مئی ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے، اگر ۵ مئی ۱۹۵۶ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ مئی ۱۹۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جاوے گا جس کا پھر آنا ان کی اخلاقی ذمہ داری ہو گا ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہو گا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے (مینیجر پیغام صلح)

سالم

نمبر	رقم
۱۲	۶
۲۸	۶
۸۲	۶
۹۶	۶
۱۲۲	۶
۱۳۱	۶
۱۳۲	۹۰
۱۵۱	۶
۱۹۶	۶
۲۱۲	۶
۲۱۹	۶
۲۲۹	۶
۲۳۵	۲۴
۲۳۹	۶
۲۴۴	۶
۲۴۶	۶
۲۶۲	۱۲
۲۸۷	۶
۲۸۹	۱۲
۲۹۹	۶
۳۰۵	۱۲
۳۳۲	۲۴
۳۴۴	۶
۳۷۰	۶
۳۳۵	۱۸
۳۴۲	۱۸
۳۴۳	۲۴
۴۴۴	۱۲
۴۵۰	۳۰
۴۵۶	۶
۴۷۷	۳۰
۴۷۹	۶
۴۸۵	۶
۴۹۴	۶
۴۹۹	۲۱
۵۷۸	۱۲
۵۸۸	۶
۵۹۸	۶
۶۱۸	۶
۶۱۹	۶
۶۲۱	۶
۶۲۲	۶
۶۳۱	۶
۶۵۱	۶
۶۵۳	۱۲
۶۸۴	۶
۶۹۸	۶
۷۱۰	۶
۷۳۲	۶
۷۴۳	۶
۹۳۰	۶
۹۶۵	۶
۹۶۶	۱۲

رعایتی

نمبر	رقم
۷۹۷	۳
۸۰۰	۴
۸۰۱	۴
۸۱۳	۶
۸۱۹	۳
۸۲۱	۱۵
۸۲۲	۱۲
۸۲۳	۱۲
۸۲۶	۳۰
۸۲۷	۹
۸۲۹	۸
۸۴۶	۱۶
۸۵۹	۱۲
۸۶۱	۴
۸۸۱	۶
۸۸۷	۱۲
۲۵۴	۶
۹۸۳	۲۰
۹۱۶	۴
۹۱۷	۶
۳۵۷	۱۶

پیغام صلح کا پتہ
ہندوستان میں :- شیخ انعام الحق صاحب ۸-۱۰۰
اعظم پورہ - ملک پیٹھ - حیدرآباد دکن
(انڈیا)

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۵۶ء | نمبر ۱۷

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ؛ مصطفٰے ما را امام و پیشوا
ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ؛ حضرت محمد مصطفٰے ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ؛ ہر نبوت را برو شد اختتام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ؛ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ؛ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے ؛ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالے سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ؛ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ؛ ہمارے نزدیک کفر اور باعثِ نقصان و ہلاکت ہے

ہمارے عقائد

* ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔
* ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانیٔ سلسلہ:۔

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا"
"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی" "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

* ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔
* ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہونگے جو نبی نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا ہے رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَآءَ (حدیث)
* ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہلِ سنت سے متعلق بزرگ ہوں یا اہل التشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
* ہم ہر اس شخص کو جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
* ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے ان کے اپنے الفاظ میں "دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

حلال طیب کھانا رضائے الٰہی کے لئے چھوڑنا اور حرام کمائی کھانا روزہ اور عبادت کے منافی ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ .... وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ رکوع ۲۲)

روزہ کا مقصد

یہ رکوع روزے کے مختلف پہلو بیان کرتا ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ روزہ کا مقصد تزکیہ نفس اور طہارت نفس ہے، نفس پر قابو پانے، خواہشات پر غالب آنے کا نام روزہ ہے، اور اس کے ثبوت میں فرمایا کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ تاریخ گواہ ہے کہ جس قدر بزرگ ہستیاں آئیں، انہوں نے روزہ کے ذریعہ تزکیہ نفس حاصل کیا۔ خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی غارِ حرا میں کافی عرصہ تک عبادت کرتے رہے اور وہاں آپ نے روزے بھی رکھے، اور اس قدر طہارت نفس اور تزکیہ نفس کیا کہ قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب آپ پر نازل ہوئی شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔

نبی کریم صلعم کے روزے اور نزول قرآن

اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت نفس کا پتہ لگتا ہے جس قدر کوئی شخص اپنے آپ کو پاک کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب کے نزول سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی کا پتہ لگتا ہے کہ کس درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ اس کتاب کے متعلق فرمایا ھُدًی لِّلنَّاسِ دنیا جہان کے لئے یہ ہدایت نامہ ہے، اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کی فراخی کا پتہ لگتا ہے، تمام دنیا کی ہدایت کی تڑپ آپ کے قلب میں موجزن تھی، اسی تڑپ اور سینہ کی فراخی کے مطابق قرآن کریم ہدایت عالم کے لئے نازل ہوا فرمایا تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل ہوا کسی خاص قوم یا خاص ملک کا وہ رب نہیں، تمام دنیا کی

ربوبیت اس کا مقصد ہے اور اسی لئے قرآن میں ایسی تعلیم دی جو ھدی للناس ہے۔

روزہ سے قرب الٰہی کا حصول

روزہ ایک تاریخی چیز ہے، ہمارا مشاہدہ ہے کہ روزہ رکھنا صلحاء کا طریق ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ رکھنا اور رمضان کے مہینہ میں قرآن کا نازل ہونا، پھر حضور صلعم کی اتباع میں اس امت کے اولیاء اور ابدال و اقطاب کا پیدا ہونا جو روزہ رکھنا ضروری سمجھتے تھے اس بات کا ثبوت ہے کہ روزہ سے تزکیہ نفس اور خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے چنانچہ فرمایا وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں ان کے قریب ہوں، مجھ سے ملنے کے لئے کسی ذریعہ یا واسطہ کی ضرورت نہیں میں چاہتا ہوں کہ میرے بندے مجھ سے براہ راست تعلق لگائیں، کیونکہ سب ہی میرے محتاج ہیں، میں ان کی ہر احتیاج دُور کر سکتا ہوں۔

مصائب کیوں آتی ہیں ؟

دنیا کے سارے انسان معہ پیغمبروں اور بادشاہوں اور طبیبوں کے محتاج ہیں، پیغمبروں پر بھی مصائب آتے ہیں، لوگ کہتے ہیں مصائب کیوں آتے ہیں، مصائب انانیت کو دُور کرنے اور یہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ تم محتاج ہو، اگر پیغمبروں کے تمام کام یونہی ہو جاتے اور انہیں کوئی تکلیف اُٹھانا نہ پڑتی تو معاملہ بگڑ جاتا اور شاید وہ سمجھتے کہ ہم ہی سب کچھ ہیں، اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ان کا معاملہ بھی اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے، اور انہیں مصائب میں سے گذار کر کامیابی عطا کرتا ہے۔

جنگِ بدر میں رسول اللہ صلعم کی دعائیں

بدر کے مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی جمعیت کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کے آگے گریہ و زاری کرتے رہے اَللّٰھُمَّ اِنْ تَھْلِكْ ھٰذِہِ الْعِصَابَةَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا، اے اللہ اگر اس چھوٹی سی مسلمان جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا تو روئے زمین پر کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا، اپنی جان کی فکر نہیں، مسلمانوں کی جانوں کی فکر ہے، عبادت الٰہی کرنیوالوں کی فکر ہے، روتے روتے آپ کے کندھوں سے چادر گر گئی، اور حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ اب بس کیجئے اللہ تعالےٰ نے آپ سے کامیابی کا وعدہ کیا ہوا ہے فرمایا میں اس کی بے نیازی سے ڈرتا ہوں۔

ہر بڑے سے بڑا آدمی اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے

غرض پیغمبر اور بادشاہ تک، اور ڈاکٹر اور طبیب تک، امیر اور غریب سب عاجز ہیں، اور سب اللہ تعالےٰ کے محتاج ہیں، ایک بہت بڑے آدمی لاہور میں رہتے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا ایک بیماری مجھے لاحق ہوئی اور وہی بیماری میرے بھائی کو بھی ہو گئی، تمام حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج کرائے، کوئی فائدہ نہ ہوا، کسی نے کہا آسٹریلیا میں جاؤ وہاں اس بیماری کا علاج ہوگا۔ چنانچہ میں اور میرے بھائی وہاں گئے، ڈاکٹر کو دکھایا اس نے کہا مسور کی دال کھاؤ، میں اور میرا بھائی دونوں ہوٹل میں آکر روئے کہ اتنی دولت خرچ کر کے آخر مسور کی دال کھانی پڑی، آٹھ دن تک کھائی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، پھر ڈاکٹر کے پاس گئے اس نے کہا ایک ہفتہ اور کھاؤ، چنانچہ پھر رو رو کر مسور کی دال کھانے لگے، آخر کار اسی سے آرام ہوا۔ ہمارے سامنے ہمارے ماں باپ، ہماری بیوی اور بچے مر جاتے ہیں اور ہم کچھ بنا نہیں سکتے محتاجی بڑی سخت ہو تو اس وقت جناب الٰہی کی طرف دیکھنا اور جھکنا ہی فائدہ کا موجب ہوتا ہے۔

دُعا اور ایمان باللہ

اسی لئے فرمایا وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ روزہ کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کرو، اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ مجھے پکارو، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کرونگا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ لیکن شرط یہ ہے کہ میری فرمانبرداری کریں۔ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ دل کے اندر ایمان بیٹھا ہوا ہو، کہ خدا ہے اور اس کی قدرت اس کے خزائن، اس کے افضال و اکرام اتنے بڑے ہیں کہ ہمارے تمام مصائب ان سے دُور ہو سکتے ہیں، اور وہ اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے

قرآن کا مقصد نیکی اور تقویٰ سکھاتا ہے

اور اسی رکوع کے آخر میں فرمایا وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ، قرآن کا مقصد نیکی اور تقوےٰ سکھاتا ہے، دو دفعہ اسی رکوع میں تقوےٰ کی تعلیم دی گئی ہے، روزہ کا مقصد یہی بتایا لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ، لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواہشات نفسانی پر قابو پایا جائے، خواہشات انسان کو نیچے گرا دیتی ہیں، خواہشات کے پیچھے لگ کر کبھی دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھاتا ہے، کبھی درندہ کی طرح لوگوں سے پیش آتا ہے اسی لئے روزہ کا حکم دیا کہ خواہشات پر قابو پا سکے، اور فرمایا میرے ساتھ تعلق لگاؤ میرے آگے گرو۔

دیانت و امانت روزہ کا بہت بڑا مقصد ہے

ان تمام عبادات اور صیام کا ایک بہت بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ تم دیانت و امانت کے پکے ہو جاؤ اگر خدا تعالےٰ سے تعلق لگانے ہو تو اپنا معاملہ خدا کی مخلوق کے ساتھ سنوارو، وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ، ایک دوسرے کے مال باطل طریق پر مت کھاؤ، حرام خوری چھوڑ دو، تمہاری عبادتوں کی خدا کو پرواہ نہیں، نہ کسی کی عبادت سے خدا کا کچھ بنتا یا سنورتا ہے، انسان کا اپنا ہی اس میں فائدہ ہے۔ لیکن عبادت کا کوئی نتیجہ ہونا چاہیئے، تمہارے اخلاق اور اعمال میں تمہاری عبادت کا اثر نظر آئے، جس دفتر، جس سوسائٹی جس مکان میں تم جاؤ، لوگ تمہاری شرافت، تمہارے اخلاق اور تقوےٰ کے قائل ہوں۔

حلال کھانا چھوڑ کر حرام کھانا روزہ کے منافی ہے

دوسروں کا مال ناجائز طریق سے کھانا روزہ اور عبادت کے منافی ہے، روزہ سے اپنا حلال طیب کھانا چھوڑ دیتے ہو، تو دوسروں کا حرام مال کس طرح کھاتے ہو، حلال طیب چھوڑنا اور پھر حرام خوری کرنا یہ کہاں کی نیکی اور کہاں کی شرافت ہے، جب خدا کے حکم سے حلال کھانا پینا بھی چھوڑ دیتے ہو، تو اسی خدا کے حکم سے حرام کیوں نہیں چھوڑ سکتے، جب روزہ میں تبرات شروع کر دی تو پھر دوسروں کا مال کھانا یہ کہاں کا روزہ ہے، مَنْ لَّمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ، جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور جھوٹ سے کام لینا نہیں چھوڑتا، اللہ تعالےٰ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت اور پرواہ نہیں۔ قرآن نے قوم کو دیانتدار بنانے کے لئے فرمایا جھوٹ بول کر اور ناجائز حیلوں سے دوسروں کا مال نہ کھاؤ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ، اس کا ایک طریق یہ ہے کہ رشوت دے کر حکام تک پہنچ جاتے ہو، لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ تاکہ لوگوں کے مالوں میں سے کچھ تم بھی گناہ کے ذریعہ کھا سکو وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور تم خود جانتے ہو کہ یہ بری بات ہے، اور خیال کرتے ہو کہ کسی طرح دوسروں کو پتہ نہ لگے برے کام کو چھپانا تمہاری فطرت میں ہے، جس قدر برا کام کرتے ہو رات کی تاریکی میں یا دوسروں سے چھپا کر کرتے ہو، اس سے ظاہر ہے کہ تمہاری فطرت خود اس کو ناپسند کرتی ہے۔

گناہ سے بچنے کی ایک اعلیٰ درجہ کی مثال

مسلمانوں میں بڑے بڑے پارسا انسان ہوئے ہیں جو گناہ سے بچنے کے لئے اپنا بڑا بڑا نقصان کر بیٹھے کچھ مدت ہوئی اس جماعت کا ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک ایسی مشین خریدی ہے جو بہت اعلیٰ درجہ کا مال تیار کرتی ہے، لیکن جب میرا مال حکام کے پاس جاتا ہے تو یہ کہکر رد کر دیا جاتا ہے کہ یہ گھٹیا قسم کا مال ہے آخر کار میں نے خود جا کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے، تو دفتر والوں نے بتایا کہ مال تو آپ کا سب سے عمدہ اور اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے، لیکن ہم جب تک یہاں ہیں انشاء اللہ اس کو پاس نہ ہونے دیں گے، کیونکہ آپ ہمیں کچھ نہیں دیتے جب آپ کو ایک بوری سے اتنا منافع ہوتا ہے تو اس میں سے ہمیں بھی تو ملنا چاہیئے، اس لئے اب میں آپ سے فتوےٰ پوچھنے آیا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے، میں نے کہا فتوےٰ کا ایک طریق تو یہ ہے کہ کسی مولوی سے فتوےٰ لینے جائیں تو جب آپ اس کو کچھ دے دیں تو کسی کتاب کے متن میں نہیں تو حاشیہ میں سے کوئی نہ کوئی جزئی وہ آپ کے حق میں نکال ہی دیگا، لیکن میں آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوےٰ سناتا ہوں، (باقی بر صـــ)

عہدِ انگلشیہ میں قائدینِ ملت کا وفادارانہ اقدام

(۱)

سابقہ اشاعت میں ہم نے "مدیر الجماعت" [illegible] جواب دیتے ہوئے بتایا تھا کہ اگر انگریزوں کے عہد حکومت میں ان کے عدل و انصاف اور مذہبی آزادی کی تعریف اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین کرنا ایک ایسا جرم تھا کہ اس کے مرتکب کو "وہ ایک شریف اور غیور مسلمان (جس کے اندر ایمان کی رمق بھی باقی رہ گئی ہو)" نہیں سمجھتے، تو ڈاکٹر اقبال کے متعلق ان کا کیا خیال ہے جنہوں نے پہلی عالمگیر جنگ میں انگریزوں کی "تیغ جگر شگاف" اور عدل و انصاف کی تعریف کرتے ہوئے ہنگامہ جنگ میں شاہ برطانیہ سے اپنے سر کی "نذر مختصر" قبول کرنے کی درخواست کی، اور مولانا ظفر علی خاں کے متعلق ان کا کیا فتوےٰ ہے، جو برطانوی عہد میں ہمیشہ "خیر خواہ دولت برطانیہ" رہنے کی تلقین لوگوں کو کرتے رہے اور ہر اس مسلمان کے مسلمان ہونے سے انکار کیا، جو انگریزی حکومت سے سرکشی کی جرأت کرے۔

اس سلسلہ میں ہم چاہتے ہیں کہ کچھ اور بزرگان و قائدین ملت کے بیانات بھی نقل کرکے مدیر "الجماعت" سے دریافت کریں کہ ان کی شرافت و غیوری اور رمق ایمان کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔

سب سے پہلے ہم ہندوستان کی مشہور مذہبی درسگاہ ندوۃ العلماء کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جس کی پالیسی میں یہ امر داخل رہا ہے کہ:۔

"ندوہ اگرچہ پالیٹکس سے بالکل الگ ہے لیکن چونکہ اس کا اصلی مقصد روشن خیال علماء کا پیدا کرنا ہے اور اس قسم کے علماء کا ایک ضروری فرض یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ کی برکاتِ حکومت سے واقف ہوں اور ملک میں گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں......"

(الندوہ ۵ جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱)

لیجئے ندوہ کے نزدیک علماء کا یہ فرض قرار پایا گیا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کی برکات حکومت سے نہ صرف خود واقف ہوں بلکہ ملک میں اس کی وفاداری کے خیالات پھیلائیں اب فرمائیے اراکین ندوہ کو آپ کیا کہیں گے "خان بہادر قسم کے ذلیل ترین انسان" جن میں ایمان کی رمق بھی باقی نہیں رہ گئی تھی" یا کچھ اور؟ اور سن لیجئے، دار العلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء میں اس وقت کے صوبہ یو۔ پی کے لفٹنٹ گورنر سر جان سکاٹ ہیوٹ کے سی۔ ایس۔ آئی کے ہاتھوں سے رکھوایا گیا اور علماء نے اس کی مثال یہ دی کہ مسجد نبوی کا منبر بھی ایک نصرانی نے بنایا تھا اور اس موقعہ پر جو ایڈریس عربی زبان میں پیش کیا گیا اس میں لکھا ہے کہ:۔

"مذہبی رواداری حکومت انگریزی کا خاصہ ہے (الندوہ دسمبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

پھر لکھا ہے:۔

"ہم اس یقین پر قائم ہیں جیسا کہ ان کی حکومت سے وفاداری مسلّم ہے ان پیدا ہونے والے علماء کے ذریعہ سے وہ حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری میں زیادہ ہو جائیں گے۔ اور اس وقت نہایت خلوص سے شکریہ ادا کرتے ہیں"

سُنا آپ نے؟ ندوہ میں علماء اس لئے پیدا کئے جاتے تھے کہ ان کے ذریعہ مسلمان حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری میں زیادہ ہو جائیں گے۔ ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ الجماعت کی لغت میں ایسے علماء کو کیا کہا جائے گا اور ندوہ کے متعلق کیا فتوےٰ صادر ہو گا؟

اور ندوہ اور اس کے علماء پر ہی کیا موقوف ہے ملک کا کونسا چوٹی کا لیڈر تھا جو عہدِ انگلشیہ میں حکومت کی وفاداری اور اطاعت کو ضروری نہ سمجھتا تھا، سر سید احمد خاں کی کتاب "اسباب بغاوت" کو پڑھ لیجئے اس میں برٹش گورنمنٹ کی وفاداری کی کس قدر تلقین کی گئی ہے اور ۱۷ جولائی ۱۸۷۱ء کو دیکھئے حضرت مرزا صاحب کے دعوئے مجددیت سے کم از کم سولہ سترہ سال پہلے سات بڑے بڑے علماء کی طرف سے اس مضمون کا ایک فتوےٰ شائع ہوا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد جائز نہیں، ان علماء کے نام یہ ہیں:۔

(۱) لکھنؤ کے مولوی علی محمد صاحب (۲) مولوی عبدالحی صاحب (۳) مولوی فضل اللہ صاحب (۴) مولوی محمد نعیم صاحب (۵) مولوی رحمت اللہ صاحب (۶) مولوی قدرت اللہ صاحب (۷) مولوی قطب الدین صاحب دہلوی۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ مدیر الجماعت، سر سید اور ان سات علماء کی شرافت اور غیوری اسلام کے قائل ہیں یا نہیں، لیکن اس کو وہ کیا کہیں گے کہ ہندوستان کے دار الاسلام ہونے کے متعلق مکہ معظمہ سے حنفیوں، شافعیوں اور مالکیوں کے فتاوےٰ منگوائے گئے کیا ان کو بھی انگریزی حکومت کی خوشنودی مدنظر تھی یا مکہ میں بستے ہوئے وہ اپنے ایمان کی رمق سے بھی عاری ہو چکے اور شرافت و غیوری اسلام کو کھو چکے تھے؟ معاذ اللہ ہم تو ایسا نہیں کہہ سکتے مدیر الجماعت کراچی کو خدا کا خوف کرنا چاہیئے کہ وہ حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرکے علماء و صلحاء امت کو کس گڑھے میں دھکیل رہا ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں کہ انگریزی عہد حکومت میں مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے لیڈر اور علماء اور مذہبی اداروں تک حکومت کی وفاداری و اطاعت کا علی اعلان دم بھرتے رہے، بلکہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے لیکر سید سرور شاہ گیلانی تک ایک بھی ایسا متنفس پیدا نہیں ہوا جس نے علی الاعلان انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوےٰ دیا ہو، یا کم از کم مذہبی بناء پر ان کی مخالفت کا جھنڈا بلند کیا ہو، آج حضرت مرزا صاحب کو اس وجہ سے بُرا بھلا کہنا کہ انہوں نے بلا خوف لومۃ لائم اور کسی قسم کی منافقت کے بغیر جہاد کے اس غلط مفہوم کی تردید کی اور اسے حرام قرار دیا، جو قرآنی احکام کے خلاف مسلمانوں کے دماغوں میں رچا ہوا تھا، ایک جاہلانہ تعصب کا نتیجہ ہے، اگر غور کرکے دیکھا جائے تو کوئی بھی بڑے سے بڑا عالم اس جہاد کو جائز قرار نہیں دے سکتا اور نہ کبھی انگریزوں کے عہد میں کسی نے ان کے خلاف جہاد کی تلقین کی سید سرور شاہ گیلانی اگر اس بات کے قائل تھے کہ انگریزی حکومت کے خلاف جہاد ضروری ہے، تو انہوں نے کیوں اس بات کا اعلان نہ کیا، کیوں اپنے ایمان کی کوئی رمق انہوں نے اس وقت ظاہر نہ کی، کیوں اپنی شرافت اور غیوری اسلام کا ثبوت نہ دیا؟

حضرت مرزا صاحب منافق نہ تھے، وہ جس بات کو صحیح سمجھتے تھے، اس کو علی الاعلان کہہ دیتے تھے۔ اور انگریزوں کی اطاعت و وفاداری تو وہ چیز ہے، جو شرعاً واجب تھی، کیونکہ امن و امان کے قیام اور پوری مذہبی آزادی کے ہوتے ہوئے سرکشی اختیار کرنا کھلی ہوئی بغاوت ہے جو مذہباً روا نہیں، اس بارہ میں جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی کا بیان بھی پڑھ لیجئے:۔

"ہندوستان اس وقت بیشک دار الحرب تھا جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی، اس وقت مسلمانوں کا فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑا دیتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دار الحرب نہیں رہا، اس لئے کہ یہاں اسلامی قوانین منسوخ نہیں کئے گئے ہیں نہ مسلمانوں کو سب احکام شریعت کے

اتباع سے روکا جاتا ہے یا ان کو اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی میں شریعت اسلامی کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے ایسے ملک کو دارالحرب ٹھیرانا اور ان رخصتوں کو نافذ کرنا جو محض دارالحرب کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہیں اصول قانون اسلامی کے قطعاً خلاف ہے اور نہایت خطرناک بھی۔"

(مولانا مودودی کی کتاب "سود" حصہ اول صفحہ ۷۷-۷۸)

اب فرمایئے کس کس کو آپ دائرہ ایمان سے عاری قرار دیں گے، کس کس کی شرافت اور غیوری اسلام کا جنازہ پڑھیں گے؟ جب عہدِ انگلشیہ میں ہندوستان (غیر تقسیم شدہ) دارالحرب ہی نہ رہا بلکہ دارالاسلام بن گیا تو اس میں جہاد کس طرح روا ہو سکتا تھا، اور اگر مرزا صاحب نے وہی بات کہدی جو تمہارے تمام علماء حتیٰ کہ مودودی صاحب بھی کہتے چلے آئے ہیں تو کونسا اندھیر آ گیا؟ کیا سید سرور شاہ گیلانی ان تمام حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے اپنی شرافت اور غیوری اسلام کا ثبوت دیں گے؟

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء کیلئے

ماہ اپریل ۱۹۵۶ء میں مزید عطیہ جات

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ووکنگ ـــــ ۴۰
شیخ محمد طفیل صاحب ہالینڈ ـــــ ۲۵
ظفر احمد صاحب عارف اینڈ کمپنی لاہور ـــــ ۲۰
بیگم صاحبہ شیخ محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹ صدر ـــــ ۵۰
محمود احمد ملنگ صاحب پشاور ـــــ ۶ سالانہ
شیخ الٰہی بخش صاحب بدوملہی ـــــ ۵ " "
سید احسان علی صاحب ڈھاکہ ـــــ ۵
ثمر بانو صاحبہ ڈھاکہ ـــــ ۵
شیخ انور حسین صاحب لاہور ـــــ ۱۰
شیخ عبدالعزیز صاحب اوکاڑہ ـــــ ۱۰
ملک کندل خان صاحب فنا سفید ڈھیری ـــــ ۶
پیر حسین شاہ صاحب " " ـــــ ۳
محمد زمان صاحب " " ـــــ ۱
سابقہ میزان ـــــ ۹۰۹

کل میزان ـــــ ۱۰۹۵

کنوینر انتظامیہ کمیٹی $\frac{۵}{۵۶}$ ۱

اعلان احباب جماعت سرینگر سے گذارش ہے کہ وہ آئندہ سے اپنے ماہوار چندے انجمن کے نمایندہ عبدالعزیز شورہ صاحب کو باقاعدہ ادا کر دیا کریں

سیکرٹری $\frac{۵}{۵۶}$ ۱

کیا خلیفۂ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ میں تبدیلی کر سکتا ہے؟

اس عنوان سے حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک مضمون گذشتہ اشاعت میں درج کیا جا چکا ہے اس کی آخری سطر میں ایک لفظ کی غلطی سے فقرہ کا مفہوم مہمل ہو گیا، اس کو واضح کرنے کے لئے مضمون کا آخری حصہ دوبارہ نقل کیا جاتا ہے:-

نئے حالات میں خلیفہ کا اجتہاد

"ہاں حالات نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور ان حالات میں نئے مسائل بھی رونما ہوتے رہتے ہیں ایسے حالات میں آئمہ دین کو اجتہاد کرنے کی اجازت ہے۔ کہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی روشنی میں ان مسائل کا حل اپنے اجتہاد سے کر سکتے ہیں، جیسا کہ حضور نے معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو اجازت دی تھی کہ وہ معاملات کا فیصلہ اول تو قرآن کریم کے احکامات کے مطابق کریں اور اگر کسی معاملہ میں قرآن کریم سے حکم نہ ملے تو سنت میں اس کا حل تلاش کریں اور اگر سنت میں بھی حل نہ ملے تو اجتہاد سے پیش آمدہ مسائل کو حل کر لیا جائے۔ اور فرمایا حکومت کرنے کا یہ نہایت صائب طریق ہے لیکن حضور صلعم نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ خلیفہ یا امیر یا بادشاہِ وقت جو چاہے فیصلہ دے دیا کرے۔ دین کے معاملہ میں یہ آزادی بڑے سے بڑے خلیفہ یا مجتہد کو بھی حاصل نہیں اس قسم کے "مرکزِ ملت" کو منہاجِ نبوت کا مقام دینا سوء ادبی ہے "مرکزِ ملت" کا نام نہ قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی حدیث میں۔

قانون سب کے لئے ایک ہے

مقنن شخص واحد ہو یا قانون ساز مجلس ہو ان سب کے لئے ایک ہی قانون ہے کہ ان کو قرآن اور سنت کی پابندی کرنا ہو گی اور ان کا اجتہاد واجباً قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہو گا۔ اور اگر کسی سلطنت کے مجتہدین کا ہر فیصلہ منہاجِ نبوت پر سمجھا جائے تو امان اٹھ جائیگا ایک سلطنت کے مقنن اور مجتہد دوسری سلطنت سے مختلف اجتہاد کرنے کے مجاز ہوں گے اور کوئی ایک سلطنت دوسرے کے اجتہاد کی پابند نہ ہو گی۔ اس لئے جتنی مسلمان سلطنتیں ہیں ان کے اجتہادات کا مختلف ہونا قدرتی امر ہو گا پھر کیا ہو گا امت مرحومہ کا دستور العمل ایک دوسرے سے جدا گانہ ہو گا جو ان کی **وحدتِ فکر** اور **وحدتِ عمل** کو تباہ کر دے گا۔"

صدر الدین $\frac{۴}{۵۶}$ ۱۳

منشی قاضی عبدالواحد صاحب لاہور چھاؤنی کئی ماہ سے بعارضہ فالج بیمار ہیں احباب اور بزرگان کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

خطبہ جمعہ

(بقیہ صفحہ ۲)

أستفتِ قلبك اپنے دل سے فتوے لو، اس پر اس نیک مرد نے کہا بس مسئلہ حل ہو گیا۔ اب میری مشینیں بے کار پڑی رہیں گی لیکن میں رشوت نہیں دوں گا ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں، اس ہمت کے مالک بھی دنیا میں رہتے ہیں، ان کے نمونہ سے سبق لو۔

بے تقوےٰ روزہ اور نماز

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الخ۔ لوگوں کا مال باطل اور ناجائز طریقوں سے کھاتے ہو، وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ اور جانتے ہو کہ یہ ناجائز طریق ہے، تف ہے تمہارے ایسے روزہ پر اور ایسی نماز پر فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ، ایسے بھی لوگ ہیں جو مسجدوں میں آتے ہیں، ارکان نماز بجا لاتے اور اذکار الٰہی بھی کرتے ہیں تاہم ان پر ویل بھی کیونکہ یہ نماز اُن کے اندر تقوےٰ اور نیکی پیدا نہیں کرتی۔ اسی طرح افسوس ہے ان روزہ رکھنے والوں پر جو اپنے نفس پر غالب نہیں آتے، خدا کے احکام کو لاپرواہی سے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیتے ہیں۔

قرآن عمل کے لئے ہے

قرآن بے نظیر کتاب ہے اس کے ایک ہی رکوع میں موتیوں میں جڑے ہوئے کتنے ہی مضمون ہیں جو اصلاح خلق کے لئے بیان کئے۔ ان پر عمل کرنے سے انسان نیکی اور تقوےٰ حاصل کرتا، اور کامیابی کی جڑ ہے۔ رمضان کے مہینہ میں قرآن بہت پڑھا جاتا ہے گھروں میں بھی اور مسجدوں میں بھی، اس قرآن خوانی کی غرض یہ ہونی چاہیئے کہ اس پر عمل کیا جائے قرآن عمل کے لئے ہے عمل کے بغیر کچھ نہیں بنتا۔

ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی درخواست دعا

ـــــ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں:-

"میری صحت کی رفتار ترقی کافی سست ہے لیکن احکم الحاکمین کے دروازہ سے نا امید نہیں ہوں۔ یہ خط آپ کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ملے گا۔ لہذا خاص طور پر دعا کی تحریک کریں۔ آج کل بوجہ قرب عید کام بھی کافی بڑھ گیا ہے۔ دفتر میں بیٹھ کر حسب معمول کام کر لیتا ہوں لیکن باہر آنا جانا تا حال ناممکن ہے ابھی اس ملک میں سردی بھی ہے۔ بہرکیف دعاؤں کی اشد اور بیحد ضرورت ہے۔ جمعہ کے روز بھی دعا کی جائے اور پھر عید پر بھی۔ بس دعا ہی ایک حربہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو۔ اور مجھ گنہ گار، عاصی، خطا کار پر اپنا رحم نازل فرمائے۔ آمین۔ والسلام

طالب دعا و خیریت

آپ کا مخلص بھائی۔ عبداللہ

اشاعت لٹریچر کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ہدایت اور احباب کرام سے میری مؤدبانہ گذارش

غفلت سرشت انسان کا قاعدہ ہے کہ جب وہ جستجوئے مقصود کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ عمل سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی حال قوموں اور جماعتوں کا ہے۔ جو قوم عمل سے محروم ہو جاتی ہے وہ مستقبل کی تعمیر کی بجائے اپنے اسلاف کی پارینہ روایات کا بار بار فخر و ناز سے ذکر کرتی ہے۔ اور جب وہ اپنے اردگرد دوسری جماعتوں کو ترقی کے میدان میں آگے بڑھتے دیکھتی ہے۔ تو اپنی بیکسی اور بے چارگی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے اپنے اسلاف کے کارناموں کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنے آپ کو تسلی دیتی ہے۔ لیکن وہ خود کیا ہیں اور مستقبل میں تعمیری کام کرنے کے لئے ان کا کیا نصب العین ہونا چاہیئے۔ ان چیزوں سے ان کو کچھ واسطہ نہیں رہتا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کے لئے جو لائحہ عمل خدا تعالےٰ کے حکم سے تجویز کیا تھا وہ "فتح اسلام" کے اندر موجود ہے۔ جماعت کی یاد دہانی کے لئے ذیل میں اس کو من وعن پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہم سب رمضان المبارک کے اس مبارک مہینہ میں اپنے دلوں کے اندر جھانک کر دیکھیں کہ کہیں ہم اپنے فرائض سے غافل تو نہیں ہو گئے (اسلام کی نامیدی) تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جو اس کے مطابق کر سکے کم وقت میں مفت یا کم سے کم قیمت پر زیادہ سے زیادہ ہاتھوں میں پہنچا کر **اس غرض کو پورا کیا جائے جس کے لئے آپ** ...... نے یہ جماعت تیار کی تھی۔ اس کام کی تکمیل میں جماعت کے ہر فرد کو حصہ لینا چاہیئے۔ اور حصہ لینے کا آسان ترین طریق یہ ہے۔ کہ ہر ایک دوست کم از کم چار مسلمانوں کے پتے جو ان کی دانست میں مذہب سے دلچسپی رکھتے ہوں سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا دیں اور اگر مناسب سمجھتے ہوں تو ۸ر سے لے کر ایک روپیہ کے ٹکٹ ڈاک کے خرچ کے لئے بھی ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ اب ذیل میں اس تحریر کو پڑھیئے جو سلسلہ احمدیہ کی پانچ شاخوں اور بالخصوص اشاعت لٹریچر کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے فتح اسلام میں لکھی ہے۔

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے۔ جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔ اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ اب چاہتا ہے۔ اور ضرور تھا۔ کہ اس مہم عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاح خلائق کے لئے بھیجکر ایسا ہی کیا۔ اور دنیا کو حق اور راستی کی طرف کھینچنے کے لئے کئی شاخوں پر امر تائید حق اور اشاعت اسلام کو منقسم کر دیا۔ **چنانچہ منجملہ ان شاخوں کے ایک شاخ تالیف اور تصنیف کا سلسلہ ہے۔ جس کا اہتمام اس عاجز کے سپرد کیا گیا۔ اور وہ معارف و دقائق سکھلائے گئے۔ جو انسان کی طاقت سے نہیں بلکہ صرف خدا تعالےٰ کی طاقت سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور انسانی تکلف سے نہیں۔ بلکہ روح القدس کی تعلیم سے مشکلات حل کر دئے گئے۔**

دوسری شاخ۔ اس کارخانہ کی اشتہارات جاری کرنے کا سلسلہ ہے۔ جو بحکم الٰہی اتمام حجت کی غرض سے جاری ہے۔ اور اب تک بیس ہزار سے کچھ زیادہ اشتہارات اسلامی حجتوں کو غیر قوموں پر پورا کرنے کے لئے شائع ہو چکے ہیں۔ اور آئندہ ضرورت کے وقتوں میں ہمیشہ ہوتے رہیں گے۔

تیسری شاخ۔ اس کارخانہ کے واردین اور صادرین اور حق کی تلاش کے لئے سفر کرنے والے اور دیگر اغراض متفرقہ سے آنے والے ہیں۔ جو اس آسمانی کارخانہ کی خبر پا کر اپنی اپنی نیتوں کی تحریک سے ملاقات کے لئے آتے رہتے ہیں۔ یہ شاخ بھی برابر نشو و نما میں ہے۔ اگرچہ بعض دنوں میں کچھ کم اور بعض دنوں میں نہایت سرگرمی سے اس کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان سات برسوں میں ساٹھ ہزار سے کچھ زیادہ مہمان آئے ہونگے اور جس قدر ان میں سے مستعد لوگوں کو تقریری ذریعوں سے روحانی فائدہ پہنچایا گیا۔ اور ان کی مشکلات حل کر دی گئیں۔ اور ان کی کمزوری کو دور کر دیا گیا۔ اس کا علم خدا تعالےٰ کو ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ زبانی تقریریں جو سائلین کے سوالات کے جوابات میں کی گئیں۔ یا کی جاتی ہیں۔ یا اپنی طرف سے محل اور موقع کے مناسب کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ طریق بعض صورتوں میں تالیفات کی نسبت نہایت مفید اور مؤثر اور جلد تر دلوں میں بیٹھنے والا ثابت ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام نبی اسی طریق کو ملحوظ رکھتے رہے ہیں۔ اور بجز خدا تعالےٰ کے احکام کے جو خاص طور پر قلمبند ہو کر شائع کئے گئے باقی جس قدر مقالات انبیاء ہیں۔ وہ اپنے اپنے محل پر تقریروں کی طرح پھیلتے رہے ہیں۔ عام قاعدہ نبیوں کا یہی تھا۔ کہ ایک محل شناس لیکچرار کی طرح ضرورتوں کے وقت میں مختلف مجالس اور محافل میں ان کے حال کے مطابق روح سے قوت پا کر تقریریں کرتے تھے۔ مگر نہ اس زمانہ کے متکلموں کی طرح جن کو اپنی تقریر سے فقط اپنا علمی سرمایہ دکھلانا منظور ہوتا ہے۔ یا یہ غرض ہوتی ہے۔ کہ اپنی جھوٹی منطق اور سوفسطائی حجتوں سے کسی سادہ لوح کو اپنے پیچ میں لا دیں۔ اور پھر اپنے سے زیادہ جہنم کے لائق کریں۔ بلکہ انبیاء دنیا میں سادگی سے کلام کرتے۔ اور جو اپنے دل سے اُبلتا تھا۔ وہ دوسروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔ اُن کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے تھے۔ اور مخاطبین کو شغل یا افسانہ کی طرح کچھ نہیں سناتے تھے۔ بلکہ ان کو بیمار دیکھ کر اور طرح طرح کے آفات روحانی میں مبتلا پا کر علاج کے طور پر ان کو نصیحتیں کرتے تھے یا حجج قاطعہ سے ان کے اوہام کو رفع فرماتے تھے اور ان کی گفتگو میں الفاظ تھوڑے اور معانی بہت ہوتے تھے۔ سو یہی قاعدہ یہ عاجز ملحوظ رکھتا ہے۔ اور واردین اور صادرین کی استعداد کے موافق اور ان کی ضرورتوں کے لحاظ سے اور ان کے امراض لاحقہ کے خیال سے ہمیشہ باب تقریر کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ برائی کو نشانہ کے طور پر دیکھ کر اس کے رد کرنے کے لئے نصائح ضروریہ کی تیر اندازی کرنا اور بگڑے ہوئے اخلاق کو ایسے عضو کی طرح پا کر جو اپنے محل سے ٹل گیا ہو۔ اپنی حقیقی صورت اور محل پر لانا جیسے یہ علاج بیمار کے روبرو ہونے کی حالت میں متصور ہے۔ اور کسی حالت میں کماحقہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے چندیں ہزار نبی اور رسول بھیجے اور ان کی شرف صحبت میں مشرف ہونے کا حکم دیا۔ تا ہر ایک زمانہ کے لوگ چشم دید نمونوں کو پا کر اور ان کے وجود کو مجسم کلام الٰہی مشاہدہ کر کے ان کی اقتداء کے لئے کوشش کریں اگر صحبت صادقین میں رہنا واجبات دین میں سے نہ ہوتا تو خدا تعالےٰ اپنے کلام کو بغیر بھیجنے رسولوں اور نبیوں کے اور طور پر بھی نازل کر سکتا تھا۔ یا صرف ابتدائی زمانہ میں ہی رسالت کے امر کو محدود رکھتا اور آئندہ ہمیشہ سلسلہ نبوت اور رسالت اور وحی کا منقطع کر دیتا۔ لیکن خدا تعالےٰ کی عمیق حکمت اور دانائی نے ہرگز ایسا منظور نہیں رکھا۔ اور ضرورت کے وقتوں میں یعنی جب کبھی محبت الٰہی اور خدا پرستی اور تقوےٰ و طہارت وغیرہ امور واجبہ

میں فرق آتا رہا ہے ۔ مقدس لوگ خدا تعالےٰ سے وحی پاکر نمونہ کے طور پر دنیا میں آتے رہے ہیں ۔ اور یہ دونوں قضیئے باہم لازم و ملزوم ہیں ۔ کہ اگر خدا تعالےٰ کو ہمیشہ کے لئے اصلاح خلائق کی طرف توجہ ہے ۔ تو یہ بھی نہایت ضروری ہے ۔ کہ ایسے لوگ بھی ہمیشہ آتے رہیں کہ جنکو خدا تعالےٰ نے اپنی خاص توجہ سے بینائی بخشی ہو ۔ اور اپنی مرضیات کی راہ پر ثابت قدم کیا ہو ۔ بلاشبہ یہ بات یقینی اور امور مسلمہ میں سے ہے ۔ کہ یہ مہم عظیم اصلاح خلائق کی صرف کاغذوں کے گھوڑے دوڑانے سے روبراہ نہیں ہو سکتی ۔ اس کے لئے اس راہ پر قدم مارنا ضروری ہے ۔ جس پر قدیم سے خدا تعالےٰ کے پاک نبی مارتے رہے ہیں ۔ اور اسلام نے اپنا قدم رکھتے ہی اس موثر طریق کو ایسی مضبوطی اور استحکام سے رواج دیا ہے کہ اس کی نظیر دوسرے مذہبوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی ۔ کون اس جماعت کثیر کا دوسری جگہ وجود دکھلا سکتا ہے ۔ جو تعداد میں دس ہزار سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی ۔ اور کمال اعتقاد اور انکسار اور جانفشانی اور پوری محویت سے سچائی کے حاصل کرنے اور راستی کے سیکھنے کے لئے آستانہ نبوی پر دن رات پڑی رہتی تھی ۔ بے شک حضرت موسیٰ کو بھی ایک جماعت ملی تھی ۔ مگر وہ کیسی اور کس قدر سرکش اور متمرد اور روحانی محبت اور صدق قدم سے دور و مہجور رہنے والی تھی ۔ اس بات کو بائیبل کے پڑھنے والے اور یہودیوں کی تاریخ پڑھنے والے خوب جانتے ہیں ۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے اپنے رسول مقبول کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی ۔ کہ اسلامی اخوت کی رو سے سچ مچ عضو واحد کی طرح ہو گئی تھی اور ان کے روزانہ برتاؤ زندگی اور ظاہر و باطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تھے ۔ کہ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھیں ، سو یہ بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے محض بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے ۔ اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے ۔ کہ اس کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہایا ۔ یہ دراصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنیکا نتیجہ تھا ۔ سو اسی بناء پر یہ عاجز اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے مامور کیا گیا ہے ۔ اور چاہتا ہے ۔ کہ صحبت میں رہنے والوں کا سلسلہ اور بھی زیادہ وسعت سے بڑھا دیا جائے ۔ اور ایسے لوگ دن رات صحبت میں رہیں ۔ کہ جو ایمان اور محبت اور یقین کے بڑھانے کے لئے شوق رکھتے ہوں اور ان پر وہ انوار ظاہر ہوں ۔ کہ جو اس عاجز پر ظاہر کئے گئے ہیں ۔ اور وہ ذوق ان کو عطا ہو ۔ جو اس عاجز کو عطا کیا گیا ہے ۔ تا اسلام کی روشنی عام طور پر دنیا میں پھیل جائے ۔ اور حقارت اور ذلت کا سیاہ داغ مسلمانوں کی پیشانی سے دھویا جائے ۔ اسی کی بشارت دے کر خداوند تعالےٰ نے مجھے بھیجا ۔ اور کہا ۔ کہ

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد ۔

چوتھی شاخ ۔ اس کارخانہ کی وہ مکتوبات ہیں ۔ جو حق کے طالبوں یا مخالفوں کی طرف سے لکھے جاتے ہیں ۔ چنانچہ اب تک عرصہ مذکورہ بالا میں نوے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خطوط آئے ہوں گے ۔ جن کا جواب لکھا گیا ۔ بجز بعض خطوط کے جو فضول یا غیر ضروری سمجھا گیا ہے ۔ اور یہ سلسلہ بھی بدستور جاری ہے ۔ اور ہر ایک مہینہ میں غالباً تین سو سے سات سو یا ہزار تک خطوط کے آمدورفت کی نوبت پہنچتی ہے ۔

پانچویں شاخ ۔ اس کارخانہ کی جو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص وحی اور الہام سے قائم کی مریدوں اور بیعت کرنے والوں کا سلسلہ ہے ۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کے قائم کرتے وقت مجھے فرمایا ۔ کہ زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے ۔ اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہو گا ۔ وہ غرق ہونے سے نجات پائے گا ۔ اور جو انکار میں رہے گا ۔ اس کے لئے موت درپیش ہے ۔ اور فرمایا کہ جو شخص تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے گا ۔ اس نے تیرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ۔ اور اس خداوند خدا نے مجھے بشارت دی ۔ کہ میں تجھے وفات دوں گا ۔ اور اپنی طرف اُٹھا لوں گا ۔ مگر تیرے سچے متبعین اور محبین قیامت کے دن تک رہیں گے اور ہمیشہ منکرین پر انہیں غلبہ رہے گا ۔

یہ پانچ طور کا سلسلہ ہے ۔ جو خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا اگرچہ ایک سرسری نگاہ والا آدمی صرف تالیف کے سلسلہ کو ضروری سمجھے گا ۔ اور دوسری شاخوں کو غیر ضروری اور فضول خیال کرے گا ۔ مگر خدا تعالےٰ کی نظر میں یہ سب ضروری ہیں ۔ اور جس اصلاح کے لئے اس نے ارادہ فرمایا ہے وہ اصلاح بجز استعمال ان پانچوں طریقوں کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی ۔ اگرچہ تمام کاروبار خدا تعالےٰ کی خاص امداد اور خاص فضل پر چھوڑا گیا ہے ۔ اور اس کے انجام پہنچانے کے لئے وہی کافی اور اس کے مبشرانہ وعدے اطمینان بخش ہیں ۔ لیکن اسی کے حکم اور تحریک سے مسلمانوں کو امداد کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے ۔ خدا تعالےٰ کے تمام نبی جو گذر چکے ہیں ۔ مشکلات پیش آمدہ کے وقت پر توجہ دلاتے رہے ہیں ۔ سو اسی توجہ دہی کی غرض سے کہتا ہوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ ان پنجگانہ شاخوں کے احسن طریق اور وسیع طور پر جاری رہنے کے لئے کس قدر مسلمانوں کی جمہوری امداد درکار ہے ۔ مثلاً ایک تالیف ہی کے سلسلہ کو غور کر کے دیکھیں ۔ کہ اگر ہم پوری پوری اشاعت کی غرض سے اپنے ذمہ لیں تو اس کی تکمیل کے لئے کیا کچھ مالی وسائل کی ہمیں ضرورت پڑے گی ۔ کیونکہ اگر درحقیقت تکمیل اشاعت ہی ہماری غرض ہے تو ہمارا مدعا یہ ہونا چاہیئے ۔ کہ ہماری دینی تالیفات جو جواہرات تحقیق اور تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہ راست پر کھینچنے والی ہیں ۔ جلدی سے اور نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہنچ جائیں جو بری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں ۔ اور ہر وقت یہ امر ہمارے مدنظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سم قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر متلاشی حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آویں ۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس مدعا کو بوجہ اکمل و اتم اس طور سے حاصل ہونا ہرگز ممکن نہیں کہ ہم ہمیشہ یہی امر پیش نہاد خاطر رکھیں ۔ کہ ہماری کتابیں فروخت کے ذریعہ سے شائع ہوتی رہیں ۔ اور محض فروخت کے طور پر کتابوں کو شائع کرنا نفسانی ملونی کی وجہ سے دنیا کو دین میں گھسیڑ دینا نہایت نکما اور قابل اعتراض طریق ہے ۔ جس کی شامت کی وجہ سے نہ ہم جلدی سے اپنی کتابیں دنیا میں پھیلا سکتے ہیں ، اور نہ کثرت سے وہ کتابیں لوگوں کو دے سکتے ہیں ۔ بلاشبہ یہ بات سچ اور بالکل سچ ہے ۔ کہ جس طرح ہم مثلاً ایک لاکھ کتاب کو مفت تقسیم کرنے کی حالت میں صرف بیس روز میں وہ سب کتابیں دُور دُور ملکوں میں پہنچا سکتے ہیں ۔ اور عام طور پر ہر ایک فرقہ میں اور ہر ایک جگہ پھیلا سکتے ہیں ۔ اور ہر ایک حق کے طالب اور راستی کے متلاشی کو دے سکتے ہیں ۔ ایسی اور اس طرح کی اعلےٰ درجہ کی کارروائی قیمت پر دینے کی حالت میں شاید بیس برس کی مدت تک بھی ہم نہیں کر سکیں گے ۔ فروخت کی حالت میں کتابوں کو صندوقوں میں بند کر کے ہم کو خریداروں کی راہ دیکھنی چاہیئے کہ کب کوئی آتا ہے یا خط بھیجتا ہے ۔ اور ممکن ہے کہ اس انتظار دراز کے زمانہ میں ہم آپ کی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں ۔ اور کتابیں صندوقوں میں بند کی بند رہیں ۔ سو چونکہ فروخت کا دائرہ نہایت تنگ اور اصل مدعا کا سخت حارج اور چند سال کے کام کو صدہا برسوں پر ڈالتا ہے ۔ اور مسلمانوں میں سے ایسا کوئی فراخ حوصلہ اور عالی ہمت امیر بھی اب تک اس طرف متوجہ نہیں ہوا ۔ کہ ہماری تالیفات جدیدہ کے بہت سے نسخے خرید کر کے محض للہ تقسیم کیا کرتا ۔ اور اسلام میں عیسائی مشن کی طرح ایسی سوسائٹی بھی نہیں ۔ جو اس کام کے لئے مدد دے سکے ۔ اور عمر کا بھی اعتبار نہیں تا ہم لمبی عمر کی امید پر کسی دور دراز وقت کے منتظر رہیں ۔ لہٰذا میں اپنی تمام تالیفات میں سے التزامی طور پر یہی مقرر کر رکھا ہے کہ جہانتک بس چل سکتا ہے ۔ بہت سا حصہ کتابوں کا مفت تقسیم کر دیا جائے ۔ تا جلدی سے اور عام طور پر یہ کتابیں جو سچائی کے نور سے بھری ہوئی ہیں دنیا میں پھیل جائیں ۔"

پیغام صلح حضرت مسیح موعود کی یہ تحریر جیسا کہ سیکرٹری صاحب نے اپنے تمہیدی نوٹ میں لکھا ہے زمرف تمام احباب جماعت کی خصوصی توجہ کے قابل ہے بلکہ ان اراکین انجمن کو ہم بالخصوص اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جن کے ہاتھ میں سلسلہ کا نظم و نسق دیا گیا ہے ہم سیکرٹری صاحب کی

حضرت مسیح موعود اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام

ڈوئی کی حسرتناک موت

(مرتضیٰ خان حسن)

(۶)

ذٰلِكَ لَكَ وَلِاٰفَاكٍ اے مخالف! تجھے اور تیرے جھوٹ پر لعنت
انی نعیت میں نے ایک شخص کی موت کی خبر دی۔
انی انا اللہ ولا اللہ الّا انا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی اللہ نہیں
ان اللہ مع الصادقین اللہ سچوں کے ساتھ ہے

(الہامات حضرت مسیح موعود ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء از تذکرہ)

دکھوں اور مصیبتوں کا مارا ہوا ڈوئی اپنے محبوب شہر کی تباہی اور بربادی دیکھنے کے بعد بصد حسرت و یاس ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی صبح کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ بستر مرگ پر اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ حتیٰ کہ اس کی بیوی اور بچہ بھی اس کے پاس نہ آئے۔ اس کی تیمارداری کے لئے دو حبشی متعین تھے جو اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لے جاتے اور کبھی اس کا مفلوج اور بے حس جسم بھاری پتھر کی طرح ان کے ہاتھوں سے گر پڑتا، اور بے کس ڈوئی اور عیش و عشرت کا دلدادہ ڈوئی، نوابوں اور بادشاہوں کی طرح زندگی بسر کرنے والا ڈوئی نہایت بے بسی سے زمین پر گر پڑتا۔ یہ انجام ہے اس شخص کا جس کو اپنی صحت اور دولت پر بڑا ناز تھا۔ جس کا سر نخوت اور رعونت سے بھر پور تھا اور جس کے دماغ میں تکبر کی کوئی انتہا نہ تھی، جو اپنی طاقت اور شان و شوکت کے نشہ میں دوسروں کو مکھیاں اور مچھر بتاتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو ان کو اپنے پاؤں تلے مسل دوں۔ سچ ہے ؎

جوش میں جب آئے خاک کا پتلا
اپنی ہستی بھی بھول جاتا ہے

ڈوئی کا ایک عقیدتمند مصنف لنڈ زے لکھتا ہے کہ ان دنوں میں کوئی بیماری کسی قسم کی ایسی نہ تھی جو ڈوئی کو لاحق نہ ہوئی ہو، اور اخبار نار برہ نڈ ڈیلی نے اس کے متعلق لکھا:۔

"قدرت نے اس سے ترقی کے پنڈولیم کو واپس گھما دیا۔ اور وہ اپنے آپ پر قدرت سے بھی معذور ہے۔ شکاگو کی آمدہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو اس قدر طویل عرصہ تک اس قدر بے باکی کے ساتھ اپنے آپ کو ایلیا سوم کہتا رہا اب انتہائی بے بسی سے اپنے بستر مرگ پر پڑا ہے۔ وہ بالکل ناقابل ہے کہ اپنے آپ کو ادھر سے ادھر ہلا سکے اور وہ مجبور ہے کہ جہاں اس کے نیگرو ملازم اس کو لے جا کر ڈال دیں وہ پڑا رہے۔"

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کے ۱۹۱۵ء کے ایڈیشن میں ڈوئی کے متعلق لکھا ہے:۔

"اپریل ۱۹۰۶ء میں اس کے اقتدار کے خلاف شہر صیحون میں بغاوت ہو گئی اور اس پر سٹہ بازی اور تعدد ازدواج کا الزام لگایا گیا اور اس کی بیوی اور لڑکے کی رضامندی کے ساتھ اس کو معزول کیا گیا۔ اب ڈوئی کی صحت تباہ ہو چکی تھی، اور وہ بدیہی طور پر پاگل ہو گیا تھا، ایسی حالت میں اس پر فالج کا حملہ ہوا جس سے وہ ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو مر گیا۔"

اخبار شکاگو ٹربیون نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء میں ڈوئی کے متعلق لکھا:۔

"ڈوئی کل صبح ۷ بجکر چالیس منٹ پر شیلو ہاؤس میں مر گیا۔۔۔۔۔۔۔ خاندان کا کوئی فرد بھی موجود نہ تھا۔۔۔۔۔۔۔ یہ خود ساختہ پیغمبر بغیر کسی اعزاز کے بالکل کس مپرسی میں مر گیا۔۔۔۔۔۔۔ وہ آدمی جس نے دوسروں کو شفا دینے کا پیشہ اختیار کیا وہ خود کو شفا نہ دے سکا۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔ اس کا شفا دینے کا ایمان اس کے فالج۔ ڈراپسی اور دوسری امراض کے سامنے بالکل بے طاقت ثابت ہوا۔"

مرنے سے ایک روز قبل ڈوئی کا دماغ پراگندہ ہونا شروع ہوا اور اس نے اپنے تیمارداروں کے ساتھ اس طرح باتیں کرنی شروع کیں جس طرح وہ ہزاروں کے مجمع کو اپنے طاقت و عروج کے دوران میں ٹیبرنیکل میں خطاب کیا کرتا تھا۔

"سب لوگوں کو اندر بلاؤ"۔ ڈوئی ہذیان میں چلایا۔ یا کم از کم چلانے کی کوشش کی، کیونکہ اب اس کی آواز کمزور ہو چکی تھی "اے گارڈو! دروازوں۔۔۔۔۔۔ کی خوب نگہبانی کرو"۔ کوئی دھکا دھکی یا شور نہ ہونے پائے"

"اے جوانو! بیٹھ جاؤ، گارڈو ان کو باہر نکال دو"۔ معلوم ہوتا ہے کہ نیویارک کے جلسہ کی ناکامی آخر وقت تک اس کے لئے سوہان روح بنی رہی، جنون کی حالت میں بھی اس جلسے کا خیال اس کو آتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈوئی کی زندگی کے آخری لمحات میں اگر اس کے دماغ میں کوئی خیال باقی تھا تو اس شخص کا بھیانک خیال تھا جو ڈوئی کے خواب صیحون کو چکنا چور کرنے اور اس پر ذلت و زوال لانے کا موجب ہوا (یعنی والا) اسی طرح امریکہ کی دوسری اخبارات میں بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا اور انہوں نے ڈوئی کی ناکامی اور نامرادی اور حسرتناک موت کا ذکر بڑے صاف اور کھلے لفظوں میں کیا، ڈوئی کی تدفین کے متعلق شکاگو ٹریبون نے ۱۲ مارچ ۱۹۰۷ء نے لکھا ہے:۔

"تدفین کی تقریب کے وقت ڈوئی کا نہایت مختصر گروہ موجود تھا۔ باہر ہزاروں لوگ جو کسی وقت اس کے زائن یوسٹ کے ممبر تھے استہزا کرتے اور پھبتیاں اڑاتے رہے۔"

غرض یہ تھا انجام اس شخص کا جو اسلام کو دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لئے آیا تھا۔ جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو مٹانے کا عزم کیا تھا اور جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ایک غلام کو لکھا تھا کہ ایسے کیڑوں مکوڑوں کو میں پاؤں کے نیچے مسل کر رکھ دوں گا۔ حضرت مسیح موعود کا ایک مشہور الہام ہے انی مهین من اراد اهانتك۔ یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص آپ کی اہانت کرے گا، خدا اس کی اہانت کرے گا۔ ڈوئی نے حضرت کی اہانت کی حد کر دی کہ آپ کو کیڑوں مکوڑوں اور مکھی مچھروں سے تشبیہ دی، خدا نے اسکو ذلیل کیا، ایک دنیا اس کی گواہ ہے۔

۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو خداوند تعالےٰ نے دنیا پر روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ ڈوئی ایک جھوٹا اور مفتری انسان تھا۔ اس کا دعوےٰ نبوت سراسر افترا اور کذب پر مبنی تھا اس کے برخلاف حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمۃ خدا کا ایک سچا فرستادہ اور مامور تھا۔ جو کچھ اس نے اس مفتری کے متعلق کہا وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ ڈوئی کو ذلت پر ذلت نصیب ہوئی۔ وہ سخت ذلیل و رسوا ہوا جس کی تفصیل اوپر دی جا چکی ہے۔ وہ ناکام و نامراد مرا اور وہ ابتر رہا۔ ڈوئی کی موت ایک بہت بڑا روشن نشان ہے۔ یہ اسلام کی فتح ہے اور عیسائیت کی شکست، اس نشان نے تمام مغربی دنیا پر ثابت کر دیا کہ عیسائیت میں کوئی خیر و برکت نہیں، اسلام ہی سچا مذہب ہے اور حضرت محمد رسول اللہ خدا کے سچے نبی اور مرزا غلام احمد اسلام کا سچا متبع ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ڈوئی کی موت ۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو واقع ہوئی، اسکی اطلاع ہندوستان کے اخبارات میں ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی۔ ۱۳ مارچ کو ہی حضرت کو وہ الہامات ہوئے جو ہم شروع میں دے آئے ہیں، اور جو بالبداہت ڈوئی کے متعلق ہیں کیونکہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ ذٰلِكَ لَكَ وَلِاٰفَاكٍ

ان الفاظ میں ڈوئی کی موت و ہلاکت کی کھلی پیشگوئی ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ڈوئی عیسائیت کا بہت بڑا علمبردار تھا اور وہ اسلام کا اور حضرت محمد رسول اللہؐ کا بہت بڑا دشمن تھا، اور اسلام کا مٹانا اس کا مشن تھا جس کا وہ بار بار اعلان کر چکا تھا۔ ہمارا سوال ہے کہ ایسے بداندیش دشمن کا منہ توڑنے والا اور اس کو دندان شکن جواب دینے والا دنیا میں کون تھا۔ کیا دنیا علماء سے خالی تھی؟ کیا اسلامی ممالک میں اور پھر اسی ہندوستان میں بڑے بڑے مولوی صاحبان اور صوفی اور سجادہ نشین نہ تھے جنہیں حامیانِ دین متین اور حافظانِ شرع مبین ہونے کے بڑے دعاوی تھے۔ کیوں وہ ڈوئی کے مقابلہ پر نہ نکلے کیوں اس کے دانت کھٹے نہ کئے۔ اور کیوں اس کے باطل سحر کو نہ توڑا۔ یہ صرف مرزا غلام احمد ہی تھا جس نے مرد میدان بن کر ڈوئی کو للکارا اور کہا کہ سارے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، پہلے مجھ اکیلے سے ہی نپٹ لو۔ یہ مرزا غلام احمد ہی تھا جس نے اسکو چیلنج دیا کہ اگر مباہلے پر نکلو گے تو بھی اور اگر نہ نکلو گے تو بھی خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکو گے۔ تم ناکام و نامراد رہو گے اور میری آنکھوں کے سامنے ذلت کی موت مرو گے اور جس شہر پر تم کو اس قدر غرور و فخر ہے وہ بھی تباہ و ویران ہوگا اور اس پر آفت آئے گی۔

مرزا غلام احمد کو جھوٹا کہنے والو! ذرا سوچو کہ اس شخص کے ہاتھوں خدا نے اسلام کو عیسائیت پر فتح دی اس شخص کی بدولت خدا نے لاج رکھ لی، اور اس شخص کی دعا اور برکت سے خدا نے ڈوئی جیسے مفتری کو اپنے کیفر کردار کو پہنچا کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند کیا۔ کیا یہ شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اسکو کافر قرار دے کر رد کر دیا جائے یا اس قابل ہے کہ اس کو اپنا امام و مطاع قرار دے کر اس کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھ جائے۔

فتبینوا وتوبوا ایہا العاقلون!

امریکن اخبارات کے تبصرے

ڈوئی کی موت کے متعلق جو تبصرے امریکن اخبارات میں شائع ہوئے ان میں سے سب سے زیادہ واضح سنڈے ایڈیشن کا تبصرہ ہے۔ اس اخبار نے ۲۳ر جون سنہ ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں پورا ایک صفحہ اس پیشگوئی کی تفاصیل پر شائع کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کی تصویر کا بڑا عکس بھی شائع کیا ہے۔ اور اپنے مضمون کو مندرجہ ذیل دو جلی عنوانوں سے شروع کیا ہے۔

Great is Mirza Ghulam Ahmad The Messiah! Foretold pathetic end of Dowie.

And now he predicts plague, floods and earthquake.

"مرزا غلام احمد المسیح ایک عظیم الشان انسان ہے" "آپ نے پہلے ڈوئی کی حسرتناک موت کی پیشگوئی کی۔ اور اب پلیگ۔ طوفان اور زلزلے کی خبر دیتے ہیں"

اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

"۲۳ر اگست سنہ ۱۹۰۳ء کو مرزا غلام احمد آف قادیان انڈیا نے الیگزینڈر ڈوئی موسوم بہ ایلیا سوم کی موت کی پیشگوئی کی جو اس مارچ میں پوری ہو گئی" اور اب مرزا صاحب نے ۲۳ر جون کو یہ خبر دی ہے کہ اب اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ آنے والے زلزلے دنیا کی تاریخ میں اپنی مثال نہ رکھیں گے حتیٰ کہ دنیا قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ اور یورپ اور دوسرے مغربی ممالک میں ایک سخت قسم کی پلیگ ظاہر ہوگی۔ یہ سب اس لئے کہ میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے پوشیدہ تھے ظاہر ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تم نوح کا طوفان سے دیکھو گے اور لوط کے زمانہ کی تباہی تمہاری آنکھوں کے سامنے پھر جائے گی۔ آپ کے پیرو کہتے ہیں کہ آپ نے ڈوئی کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا......

یہ ہندوستانی صاحب مشرقی دنیا کے ممالک میں کئی برس سے مشہور ہیں۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ ہی وہ مسیح صادق ہیں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا۔ اور یہ کہ خدا نے آپ کو اپنی تائید سے توانا ہے۔ امریکہ میں آپ کا تعارف سنہ ۱۹۰۳ء میں ہوا جبکہ آپ نے ڈوئی سے مقابلہ کیا۔ اب ڈوئی کی موت کے بعد آپ کی شہرت بہت بڑھ گئی ہے، کیونکہ آپ نے نہ صرف ڈوئی کی موت کی پیشگوئی کی بلکہ یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ آپ کی زندگی میں مرے گا۔ اور بڑی حسرت اور درد اور دکھ کے ساتھ مرے گا۔ اس وقت ڈوئی ۵۹ سال کا تھا اور یہ بھی ۷۵ سال کا۔"

اس کے بعد مضمون نگار نے ڈوئی کے متعلق اشتہار ۲۳ر اگست کا قریباً پورا متن درج کیا ہے اور اس کے بعد لکھتا ہے کہ ڈوئی نے پہلے تو اس مشرق بعید سے آنے والے چیلنج کو کوئی توجہ نہ دی مگر ۲۶ر ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء کو اس نے شہر صیحون کے اخبار میں لکھا:۔

"لوگ بعض دفعہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے اس بات کا یا اس بات کا جواب دیا ہے یا نہیں؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دیتا رہوں گا اگر ان پر اپنا قدم میں رکھ دوں تو کچل کر رکھ دوں، مگر میں تو انہیں اڑ جانے کا اور زندہ رہنے کا موقعہ دیتا ہوں۔"

اس نے صرف ایک دفعہ اس امر کا اظہار کیا کہ گویا وہ میرزا غلام احمد کے وجود سے متعارف ہے۔ اس نے میرزا صاحب کے متعلق "بیوقوف محمدی مسیح" کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے ۱۲ر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کو لکھا:۔

"اگر میں خدا کا پیغمبر نہیں ہوں تو پھر دنیا کے تختے پر کوئی بھی خدا کا پیغمبر نہیں۔"

پھر ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء میں اس نے لکھا:۔

"میرا کام یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو لاؤں اور اس شہر صیحون اور دوسری صیحون بستیوں میں بساؤں۔ حتیٰ کہ محمڈن لوگ بالکل مر جائیں ...... خدا وہ وقت ہم کو جلدی عطا کرے۔"

اس پر مرزا صاحب نے اس کو چیلنج کیا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ دوسرے کی زندگی میں تباہ ہو جائے۔

ڈوئی ایسی حالت میں مر گیا کہ دوست اس کو چھوڑ چکے تھے اور اس کی جائداد تباہ ہو چکی تھی۔ اس پر فالج اور دیوانگی کا حملہ ہوا۔ اور وہ ایسی حالت میں ایک دردناک موت مرا کہ اس کا صیحون اندرونی تفرقات سے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔"

اس کے بعد اخبار مذکور نے پیشگوئی کی صداقت کا ذکر کر کے حضرت اقدس کی دوسری پیشگوئیوں کا ذکر کیا ہے، جو آپ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶ اور ۲۵۷ میں تحریر فرمائی ہیں اور جن میں دنیا پر مختلف آفات آنے کا ذکر ہے۔

امریکن اخبار ڈروتھ سیگار ۵ر جون سنہ ۱۹۰۷ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

"ڈوئی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مفتریوں کا بادشاہ سمجھتا تھا اس نے نہ صرف یہ پیشگوئی کی کہ اسلام صیحون کے ذریعہ سے تباہ کر دیا جائے گا۔ بلکہ وہ ہر روز یہ دعا بھی کیا کرتا تھا کہ ہلال جلد از جلد نابود ہو جائے۔ جب اس کی خبر ہندوستانی مسیح کو پہنچی تو اس نے اس ایلیا کو للکارا کہ وہ مقابلہ کو نکلے۔ اور دونوں دعا کریں کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ قادیانی صاحب نے پیشگوئی کی کہ اگر ڈوئی نے اس چیلنج کو قبول کر لیا تو وہ میری آنکھوں کے سامنے بڑے دکھ اور درد کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر جائے گا اور اگر اس نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا تو تب اس کا اختتام صرف توقف اختیار کر جائے گا۔ موت اس کو پھر بھی جلد پالے گی۔ اور اس کے صیحون پر تباہی آ جائے گی۔ یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ صیحون تباہ ہو جائے گا اور ڈوئی (حضرت) احمد (علیہ السلام) کی زندگی میں مر جائے گا۔ مسیح موعود کے لئے یہ ایک خطرے کا قدم تھا کہ وہ بھی زندگی کے امتحان میں اس ایلیا ثانی کو بلائیں کیونکہ چیلنج کرنے والا ہر دو میں سے کم و بیش پندرہ سال زیادہ عمر رسیدہ تھا۔ اور ایک ایسے ملک میں جو پلیگ اور مذہبی دیوانوں کا گھر ہو حالات اس کے مخالف تھے۔ مگر آخرکار وہ جیت گیا۔"

(باقی ــــ باقی)

مجاہدِ یورپ

از محمد سلطان نظامی

لیکچروں کا سلسلہ اور اسلام کی مقبولیت

ووکنگ مسجد میں شروع شروع تو خواجہ صاحب ہفتہ وار لیکچر دیتے رہے لیکن بعد ازاں ہفتہ میں دو بار لیکچروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ خصوصاً بدھ اور اتوار کے روز تو ووکنگ میں کافی ہجوم ہوتا۔

الغرض ووکنگ (انگلستان) میں اسلام کا جھنڈا نہایت ہی مضبوطی سے گاڑ دیا گیا۔ انگلستان کا شیر دل بادشاہ رچرڈ دیگر شاہانِ یورپ کی معیت میں بڑے شان و شوکت اور افواج کے ساتھ بیت المقدس پر مسیحیت کا جھنڈا گاڑنے کے لئے صلاح الدین ایوبی رح سے نبرد آزما ہوا تھا مگر شکست کھا کر بے نیل و مرام واپس انگلستان لوٹا۔ خواجہ صاحب جیسے مردِ مومن و مجاہد نے بغیر کسی لشکر و سامانِ حرب اور جنگ و جدال کے اپنی موثر اور حقائق پر مبنی تقاریر سے اسلام کا جھنڈا انگلستان میں گاڑ دیا۔

اگرچہ خواجہ صاحب کے بالمقابل بہت سے پادری اسلام پر طرح طرح کے الزامات تراش کر اور بیا دریا بہ بل. ڈنکے پر آنے کے اکھاڑ دینے کی از حد کوشش میں مصروف رہے لیکن خواجہ صاحب نے اہلِ انگلستان کو اسلام کا کچھ ایسا گرویدہ اور شیدائی بنا دیا تھا کہ ان عیسائی پادریوں کی تمام کوششیں ناکامیاب و نامراد رہ گئیں۔ اور اسلام کو دن دگنی رات چوگنی ترقی ہونا شروع ہو گئی۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب روانگی

چونکہ ووکنگ مشن اب مستقل صورت اختیار کر چکا تھا۔ اس کا کام اور اس کے اخراجات دن بدن بڑھتے جا رہے تھے۔ اس لئے خواجہ صاحب کے بار بار لکھنے پر حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قادیان سے مولانا شیر علی صاحب کو انگلستان جانے کا حکم دیا۔ لیکن اسی اثنا میں حضرت مولانا نور الدین صاحب فوت ہو گئے اور جماعت احمدیہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی اور مولانا شیر علی صاحب کی روانگی نہ ہو سکی۔ ان کی جگہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب ۱۶ر جون سنہ ۱۹۱۴ء کو انگلستان تشریف لے گئے۔ ان کے جاتے ہی خواجہ صاحب واپس ہندوستان چلے آئے تاکہ یہاں مشن کے استحکام کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔

مولانا صدر الدین صاحب کے پہنچنے کے بعد ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں اگرچہ انگلستان جرمنوں کے حملوں کا ہدفِ اول تھا اور بڑی مخدوش حالت پیدا ہو گئی تھی، لیکن حضرت مولانا نہایت عزم و استقلال اور جرأت و دلیری سے وہاں ڈٹ کر کام کرتے رہے نہ صرف اسلامک ریویو کی ادارت کا کام ہی ان کے ذمہ تھا بلکہ لیکچروں کا سلسلہ بھی وسیع ہوتا چلا گیا، اور اس کے علاوہ سب سے بڑا کام جو انہوں نے کیا وہ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی طباعت تھی، مولانا صدر الدین صاحب نے اس ترجمہ کو حضرت امیر مرحوم کی اجازت سے نہ صرف revise کیا بلکہ اس کے عربی متن اور انگریزی کی پروف ریڈنگ بھی بڑی محنت کے ساتھ خود ہی کی اور اس کی چھپوائی وغیرہ کا کام بھی اپنی نگرانی میں کرایا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ترجمہ کی پہلی ایڈیشن نہایت نفیس شکل و صورت میں نکلی جس کو ہر شخص نے سراہا اور خود حضرت امیر مرحوم نے ترجمہ کے دیباچہ میں مولانا صدر الدین صاحب کی محنت کی داد دی اس کے علاوہ دورانِ جنگ میں مرنے والے مسلمان سپاہیوں کے لئے انہوں نے حکومت برطانیہ کے بڑے بڑے حکام سے لڑ جھگڑ کر ووکنگ میں ایک علیحدہ قبرستان بھی بنوایا، اور زخمی سپاہیوں کی دیکھ بھال کا کام بھی کرتے رہے، مولانا ۱۹۱۶ء تک ووکنگ میں رہے اور اس عرصہ میں انہیں تبلیغی پہلو سے بھی نمایاں کامیابی حاصل ہوئی اور بہت سے بڑے بڑے انگریز مرد اور خواتین ان کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔

وطن میں خواجہ صاحب کا کام

خواجہ صاحب یکہ و تنہا اور پھر محدود ذرائع سے اس عظیم الشان مشن کو کیسے چلا سکتے تھے۔ انہیں خصوصاً مسلمانانِ ہند اور عموماً مسلمانانِ عالم کی مالی امداد اور تعاون کی سخت ضرورت تھی۔ چنانچہ اسی عزم کو لئے ہوئے آپ ۲۸ر اگست ۱۹۱۴ء کو ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں تشریف لانے کے بعد آپ آرام سے نہیں بیٹھے بلکہ مسلمانوں کو مالی امداد کے لئے تحریر و تقریر سے اُبھارتے رہے۔ انہیں ہر ممکن قربانی اور جذبۂ ایثار کی ہدایات فرماتے رہے اور خداوند تعالیٰ نے ان کی امداد بھی کی۔

دو ماہ ہی انہیں ہندوستان آئے ہوئے تھے کہ اطرافِ عالم سے خطوط موصول ہونا شروع ہوئے کہ آپ انگلستان پھر کب تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے ایک مضمون لکھا جس میں آپ فرماتے ہیں:—

"میں انگلستان کب واپس جاتا ہوں؟ یہ ایک سوال ہے جو بہت سے احباب مجھ سے دریافت کرتے ہیں۔ اگرچہ مجھے آئے ہوئے ابھی دو ماہ نہیں گذرے لیکن میرے دور و نزدیک کے سب دوست مجھے بہت جلد بے وطن دیکھنا چاہتے ہیں، میں انکی اس محبت کا شکر گذار ہوں۔ اگرچہ ان کا یہ تقاضا عام حالت میں خوش کن نہیں ہو سکتا لیکن الاعمال بالنیات۔ ان کی یہ خواہش اس نظرِ استحسان کا ایک ثبوت ہے۔ جس کے ساتھ وہ میرے کاروبار کو دیکھتے ہیں، ہاں در اصل میں دل سے خوش ہوں کہ میں جلد واپس جاؤں، میرے لئے یہاں کیا رکھا ہے۔ لیکن جو حالات مجھے یہاں لائے اور جو ممکن ہے مجھے چند ماہ یہاں اور رکھیں۔ میں ان سے اپنے دوستوں کو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ ووکنگ مشن کی شاخیں کچھ اس قدر اخراجات چاہتی ہیں۔ کہ ان کا اگر مناسب انتظام نہ ہو تو بہت جلد اس کام میں رکاوٹ کا احتمال ہے، میں کب چاہتا ہوں کہ میرا وقت روپیہ کے انتظام اور اخراجات کی فکر میں خرچ ہو، یہ وقت نہیں کہ مبلغ کا وقت ان امور میں ضائع جائے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ جلد مجھے ان امور سے فارغ البال کر دے۔ کہ میں ہمہ تن تبلیغ دین کے کام میں مصروف ہو جاؤں۔ جس میں میں حقیقی راحت پاتا ہوں، میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ اس نے میری ناچیز محنت کو میری امید کیا میرے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر قبولیت بخشی ہے اور مجھے روز روشن میں وہ کچھ دکھلایا جس کو خواب میں دیکھنا بھی میرے لئے ناممکن تھا۔ میں اخیر ستمبر ۱۹۱۲ء میں انگلستان پہنچا۔ میں نے چار ماہ وہاں کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد فروری سنہ ۱۹۱۳ء کو کام شروع کیا۔ آج اس پر پورے دو سال گذرے اور وہ در تبیر کھل گیا۔ جس کی کشائش پر اسلام کی مذہبیً فتح آخر کار یورپ میں ہونی ہے۔ مجھے وہ دن یاد ہیں جب میں یہاں سے انگلستان گیا، مجھ پر پھبتیاں کسی گئیں، ہنسی اُڑائی گئی، میرے کام کو ایک مجنون کا کام سمجھا گیا۔ آج خدا تعالیٰ نے کل کا کل نقشہ بدل دیا۔ آج ناممکن بھی ممکن ہو گیا۔ آج مایوسی امید میں بدل گئی، آج مردہ دلوں میں زندگی کے آثار نظر آنے لگے۔ آج ناامید دلوں میں امنگیں موجزن ہیں۔ کیا کوئی دنیا کا مذہب ایسی کامیابی کو پیش کر سکتا ہے جو اسلام کو خدا تعالیٰ نے عطا کی۔ دنیا میں مختلف مذاہب نے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا بعض قوموں نے لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ سالانہ اپنے مشنوں پر صرف کئے۔ پھر کیا وہ اس کامیابی کا عشر عشیر بھی اپنے ہاں دکھا سکتے ہیں۔ وہ کام جو وہاں روپوں سے نہ ہو سکا۔ یہاں کوڑیوں میں ہو گیا۔ اسلام کی فتح بذریعہ تبلیغ علی وجہ الاتم ہوئی۔ جس طرح اور مذاہب کے مقابل یہ ہمارا دین اپنی تعلیم اور اصولوں کے لحاظ سے گوئے سبقت لے گیا۔ آج تبلیغ کے معاملہ میں فتح و نصرت کا تاج اسلام کے سر پر ہی رہا آج دو سال میں ہی نو مسلمین کی تعداد ستر سے تجاوز کر گئی ہے۔

(باقی - باقی)

منشی احمد دین صاحب عارف مرحوم کی قبولِ احمدیت کی داستان

(۳)

میرا رشتہ

غالباً ۱۹۱۰ء میں غلام حسین میر لوڈی ساکن پونچھ نے مجھ کو بُلا بھیجا میں اس کے گھر گیا تو اس نے کہا کہ کیا آپ کا رشتہ آپ کے والدین نے کہیں کیا ہے میں نے کہا کہ نہیں پھر اس نے کہا کہ میں آپ کی بڑی تعریف سُنتا رہتا ہوں کہ بڑا نیک نماز روزے کا پابند اور محنتی ہے کسی قسم کی بُری عادت نہیں۔ دوسرے میں خود جانتا ہوں کہ آپ ایک اولیاء اللہ کے بیٹے ہیں اس لئے میں اپنی لڑکی کا رشتہ آپ کو دینا چاہتا ہوں آپ اپنے خاندان سے مشورہ کر کے جواب دیں میں نے اپنے بھائیوں سے ذکر کیا انہوں نے کہا کہ اس شخص نے صحابہ کا نمونہ دکھایا ہے اس لئے یہ رشتہ ضرور کرنا چاہیئے میں نے کہا کہ یہ شخص بڑا لالچی ہے انہوں نے کہا کہ جو نمونہ اس نے دکھایا ہے یہ لالچیوں والا نہیں، اس لئے ہم آپ کا رشتہ یہاں ہی کریں گے چند دن تبادلہ خیالات کرنے کے بعد میرے بھائیوں نے وہاں میرا ناطہ کر دیا۔

رشتہ کی منسوخی

دس ماہ گذرنے کے بعد غلام حسین مذکور نے میرے والد صاحب کو پیغام بھیجا کہ تمہارا لڑکا مرزائی ہے اور تمہاری ذات پٹھان ہے اس لئے اپنے لڑکے کا رشتہ یار محمد خان پٹھان وکیل کے گھر کر دیا کسی مرزائی کے گھر میں۔ اگر عدالت میں دعوےٰ کرنا چاہو تو جاؤ لالہ مکند لعل جج کی عدالت میں دعویٰ کر لو۔ والد صاحب میرے پاس آئے تو ان کا رنگ لال سُرخ تھا اور بار بار لاحول پڑھ رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے آپ غصّہ میں ہیں تو انہوں نے غلام حسین مذکور کا پیغام سنایا اور صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ میں خدا کے حضور دُعا کروں گا۔

جب میرے رشتہ داروں نے سُنا تو میرے ایک غیر احمدی رشتہ دار نے پیغام بھیجا کہ میں آپ کو اپنی دختر کا رشتہ دینا چاہتا ہوں جس کو منظور کر لیا اور چند دنوں کے بعد شادی کر لی۔

رشتہ منسوخ کرنیوالے کا حشر

اب غلام حسین مذکور کا حال سنئے۔ جس دن اس نے رشتہ سے انکار کا پیغام بھیجا اسی دن وہ بیمار ہو گیا اور تحصیل مہنڈا کے ایک منشی بدر دین کے لڑکے سے کچھ روپیہ لے کر رشتہ دے دیا منشی بدر دین کا گھر ریاست پونچھ کی تحصیل جھنڈ دریں تھا اور وہ اپنے لڑکے کی شادی کر کے لے گیا غلام حسین کا سارا جسم متورم ہو کر ڈھول کی طرح ہو گیا اور اس کے ہونٹ اتنے موٹے ہو گئے کہ جب وہ بات کرتا تو اونٹ کی طرح بڑبڑاتا مگر اس کی بات کی کوئی سمجھ نہ آتی ایک لمبا عرصہ تک اس کی دیہات میں پھیرتے پھراتے رہے آخر دو سال کے بعد وہ شخص ذلّت کی موت مرگیا اور اس کی لڑکی کی اپنی ساس کے ساتھ ان بن ہوگئی، اس لئے کہ مال بکریاں چراتا اور شام کو جنگل سے لکڑیوں کا ایک گٹھا لانا اس کے سپرد ہوا تھا۔ کپڑے اس کے سخت میلے اور گندے، اور پھٹے پُرانے ہوتے تھے۔ آخر ایک دن وہ لڑکی پہاڑ سے گری اور چُور چُور ہو کر مرگئی۔

نائب کورٹ انسپکٹر کا حشر

سیّد بہاول شاہ نائب کورٹ انسپکٹر پولیس کے خلاف رشوت کے اٹھارہ کیس ہوئے۔ یہ وہی نائب کورٹ انسپکٹر پولیس ہے جس نے عدالت میں جھوٹ بول کر میرے دونوں بھائیوں کو جیل بھجوایا تھا۔ سترہ مقدمات میں اس نے کافی روپیہ واپس کیا اور سفارشیں کرائیں جن کی وجہ سے وہ کیس داخل دفتر ہو گئے۔ مگر ایک کیس میں شاہ صاحب کو دو صد روپیہ جرمانہ اور برخاستگی کی سزا ہوئی۔

دیگر مخالفین کا انجام

پونچھ میں احمدیوں کے خلاف سردار اللہ دتہ خان سیّد بہاول شاہ۔ منشی دانشمند جو ان دنوں سارجنٹ پولیس تھے۔ میاں لال دین اور میاں چراغ دین جرمی سب مخالفین میں سے بڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور ان کی شرارتوں کی شکایت راجہ صاحب پونچھ کے حضور ہم نے کی تھی، سردار اللہ دتہ خان کی آخری عمر میں اچھی حالت تھی اور مخالفت چھوڑ دی تھی بلکہ لاہوری احمدیوں کے ساتھ نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور منشی دانشمند ملازمت سے برخاست ہونے کے بعد احمدی ہو گئے تھے۔

جماعت کے دو گروہ

جب حضرت مولوی نورالدین رحؓ کی وفات ہوئی تو اخبارات میں شور پڑ گیا کہ احمدیوں کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جس طرف مرزا صاحب کا لڑکا ہو گا میں اسی طرف ہوں گا۔ جب اعلان ہو گیا کہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ مقرر ہوئے ہیں تو میں نے، اور جماعت کی اکثریت نے بیعت کر لی مگر مرزا عبدالکریم صاحب اور چند اور دوستوں نے بیعت نہ کی اور انہوں نے کہا کہ میاں محمود احمد صاحب ساری دنیا کے غیر احمدی مسلمانوں کے مکفّر ہیں اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف ہے اس لئے ہم ایسے آدمی کی بیعت نہیں کر سکتے۔ حضرت مولوی نورالدین رح خلیفۃ المسیح کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف دعوےٰ نبی اور رسُول کا منسوب کرنا شروع کر دیا گیا ورنہ اس سے قبل ان کی طرف یہ دعوےٰ منسوب نہیں کیا جاتا تھا۔ اہل مکفّرا ور مکذّب علماء اس ہتھیار کو استعمال کر رہے تھے۔

ایک اور جھوٹا مقدمہ

پونچھ کے غیر احمدی رشتہ داروں نے میرے پلّہ سے ایک رشتہ دار کو بُلا کر میرے خلاف ایک دیوانی دعوےٰ لالہ مکند لال جج کی عدالت میں دائر کرا دیا اور خواہ مخواہ بن بیٹھے میں دن کو مقدمہ کی پیروی کرتا اور رات کو خدا کے حضور روتا تھا ایک دن میں خدا کے حضور دُعا کر رہا تھا کہ اے خدا میں سچّا ہوں مگر عدالت میں جھوٹا ثابت ہو رہا ہوں اور میرے مخالف جھوٹے ہیں اور وہ عدالت میں سچّے ثابت ہو رہے ہیں، میرے ساتھ یہ ظلم احمدی ہونے کی وجہ سے کیا جا رہا ہے تو اس میں میری مدد کر اور سچّے کو سچّا اور جھوٹے کو جھوٹا ثابت کرنے کے سامان کر دے تو اچانک میری زبان سے یہ لفظ نکل گئے کہ:۔

"صورت بدل گئی ہے وہ صورت نہیں رہی"

میں نے مرزا عبدالکریم کاتب کے پاس یہ ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اس سے قبل مقدمہ کی صورت آپ کے خلاف تھی اب آپ کے حق میں ہو گئی، چنانچہ اس کے بعد مجھ کو ایسے ثبوت مل گئے جن کو میں نے عدالت میں پیش کر دیا اور عدالت نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا اور میرے خلاف جو مقدمہ کرانے اور گواہیاں دینے والے تھے ان کے گھروں میں ایسی بیماری پڑی کہ ان کے گھر بیمار خانے بن گئے۔ شیخ دلیا شیعہ ہمارے پڑوس میں رہتا تھا، اس نے ان کو کہا کہ میاں احمد دین ساری رات روتا اور دعائیں کرتا رہتا ہے، یہ سب وبال آپ پر اسی کا پڑ رہا ہے کیونکہ آپ لوگ اس کو دُکھ دے رہے ہیں۔

ایک اور شرارت

غالباً ۱۹۲۰ء میں پونچھ کے بعض شریر غیر احمدیوں نے تین بدمعاشوں کو مجھے جان سے مار دینے پر مقرر کیا اور جب میں شام کو ایک سڑک پر آ رہا تھا تو انہوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مجھ کو گھسیٹ کر کھیت میں لے گئے تو شور سننے پر بعض اشخاص موقع پر پہنچ گئے وہ بدمعاش میری پگڑی اتار کر بھاگ گئے ان کے خلاف منشی احمد دین جج پونچھ آف گوجرانوالہ کی عدالت میں استغاثہ کیا گیا۔ ملزموں کی طرف سے ایک وکیل تھا۔ مگر میں خود ہی پیروی کرتا رہا۔ اس مقدمہ میں ہر سہ ملزمان کو چھ چھ ماہ قید سخت اور پچاس پچاس روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔

لاہور میں ملازمت

اسی طرح احمدیت کے دشمنوں کے ساتھ دیوانی اور فوجداری مقدمہ بازی میں میری دوکانداری برباد ہو گئی، میں مالی مشکلات میں آ گیا تو میں مجبوراً لاہور آ کر ملازم ہو گیا غالباً بیس سال تک میں نے بمبئی سوپ کمپنی اور پنجاب سوپ فیکٹری میں ملازمت کی اور اس عرصہ میں میرے اہل و عیال قادیان میں رہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ پردیس میں اس نے ہم کو عزت کی روزی دی۔ میں نے ملازمت میں دو۔

دوبارہ وطن میں

میں سال ۱۹۴۱ء میں ملازمت چھوڑ کر اپنے وطن چلا گیا کیونکہ میرا لڑکا جمعدار کلرک بابو عبدالرزاق خان درتد سرینگر کالج میں تعلیم پا رہا تھا اور میرا عیال بھی وہاں ہی تھا وہ سرینگر کے کالج سے فارغ ہو کر مع اپنی والدہ کے پونچھ آ گیا اور وہ فوج میں بھرتی ہو کر سمندر پار چلا گیا اس لئے میں نے پھر پونچھ میں جا کر اپنا دوبارہ تجارتی کاروبار شروع کر دیا۔

لاہوری جماعت میں شمولیت

میری دوکان پر قادیانی اور لاہوری احمدی آیا کرتے تھے۔ اور آپس میں ان کا تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ میں دیکھتا کہ لاہوری احمدیوں کے دلائل محکمات میں سے ہوتے۔ مگر قادیانی احمدیوں کے دلائل متشابہات میں سے۔ چونکہ سلسلہ کی طرف سے لاہوری احمدیوں کا اخبار یا لٹریچر پڑھنے کی ممانعت تھی اور میں سخت متعصب قادیانی تھا۔ مگر جب میں نے دونوں فریقوں کا بحث مباحثہ سنا تو میں نے لاہوری احمدیوں سے لٹریچر طلب کیا۔ لٹریچر پڑھنے سے میں نے لاہوری احمدیوں کو حق پر پایا اس لئے میں نے اپنے عقائد کی تبدیلی کا اعلان اخبار پیغام صلح میں کر دیا اور ساتھ ہی میرے سب سے بڑے لڑکے جمعدار عبدالمالک خان نے بھی لاہوری احمدیوں میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔

ایک قادیانی احمدی کا متعصبانہ رویہ

جہاد کشمیر کے موقعہ پر میں بار بار بابو عبدالکریم خان کو کہتا رہا کہ شہر سے باہر نکل چلو مگر اس نے ہر بار انکار ہی کیا۔ ایک دن سنا کہ ڈوگرہ فوج کے بعض آفیسر مارے گئے ہیں تو شہر میں جو ڈوگرہ فوج تھی سخت مشتعل ہو گئی انہوں نے منصوبہ کیا کہ ہم شہر کے مسلمانوں کا بچہ بچہ ختم کر کے ہی چھوڑیں گے۔ میں نے بابو عبدالکریم خان کو پیغام بھیجا کہ آج رات کو ہم آپ کے گھر میں سوئیں گے کیونکہ میرا مکان تو ہندوؤں اور سکھوں کے گھیرے میں ہے اور یہاں سخت خطرہ ہے مگر افسوس کہ بابو صاحب نے اور ان کی والدہ نے جواب دیا کہ ہمارے گھر میں جگہ نہیں۔ بابو عبدالکریم خان میرا چچا زاد بھائی تھا مگر سخت متعصب قادیانی تھا۔ جب شہر میں قتل عام کا سلسلہ شروع ہو گیا تو میں نے پھر بابو عبدالکریم خان کو پیغام بھیجا کہ تین ٹرنک ہمارے اپنے گھر میں رکھ لو ہم باہر دیہات میں جا رہے ہیں ہم بعد میں منگوا لیں گے۔ تو جواب ملا ہمارے گھر میں ایک صندوق کے لئے بھی جگہ نہیں ہے۔ یہ سلوک صرف لاہوری اور قادیانی اختلاف کی وجہ سے بابو عبدالکریم خان نے ہم سے کیا۔

پونچھ سے ہجرت

جب ہمارے محلہ کے غیر مسلموں کو ہمارے شہر سے نکلنے کا علم ہوا تو غیر مسلم مستورات میری اہلیہ کے پاس آئیں اور رونے لگیں اور انہوں نے کہا کہ ہم کو سارے شہر کے مسلمانوں میں سے صرف آپ کے گھر پر اعتبار تھا اور ہمارا خیال تھا کہ اگر شہر میں پٹھان آ گئے تو ہم میاں جی کے گھر میں داخل ہو جائیں گے اور میاں جی ہم کو بچانے کی کوشش کریں گے کیونکہ میاں جی بڑے نیک اور شریف آدمی ہیں اور ہر ایک مذہب کے انسانوں کی عزت اور ہمدردی کرنے والے ہیں مگر اب ہم کیا کریں گے اور کہاں پناہ لیں گے میری اہلیہ نے کہا کہ شہر کے ہندوؤں اور سکھوں سے ہم کو کوئی خطرہ نہیں مگر باہر سے جو سکھ آئے ہیں وہ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں اور ہم مجبور ہیں کیونکہ اس وقت ہماری اپنی جانوں کو خطرہ ہے ہمارا بھی اور آپ کا بھی خدا حافظ ہے۔ چنانچہ میں دوکان کا اور گھر کا مال اسباب سب چھوڑ کر اپنے خیال کوٹ کے موضع کھنیتر چلا گیا جو شہر سے دس میل کے فاصلہ پر تھا اور بعد میں دوکان اور مکان کے قفل توڑ کر سب مال لوٹ لیا گیا۔

پاکستان کو روانگی

شہر پونچھ میں تین دفعہ ڈوگرہ فوجیوں کو مجھے گولی مار دینے پر مامور کیا گیا کہ یہ پاکستان کا جاسوس ہے۔ مگر فوجی میری صورت دیکھ کر واپس چلے جاتے رہے جب میں شہر سے نکلا تو میرے پیچھے بھی سکھ گئے اور راستہ میں بھی چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے مگر میں ان کے سامنے سے گذر گیا۔ خدا نے ان کے شر سے مجھے بچایا تین ماہ تک دیہات میں رہنے کے بعد ہم پاکستان روانہ ہوئے تو تحصیل مینڈھر میں ہم پر ہوائی جہاز نے تین سو کے قریب گولیاں چلائیں مگر میں اور میرا عیال بال بال بچ گئے۔

جہاد کشمیر میں میرے لڑکے کی شمولیت

میرا لڑکا جمعدار عبدالمالک خان فوجی تربیت یافتہ تھا۔ وہ شہر سے نکلتے ہی جہاد کشمیر میں شامل ہو گیا اور جنگ کے خاتمہ تک بلا تنخواہ جنگی خدمات انجام دیں، جنگ کے خاتمہ کے بعد مستقل طور پر ملازم ہو گیا اور آج کل بھی وہ اے کے ۱۶ بٹالین میں فوجی خدمات انجام دے رہا ہے۔

بابو عبدالکریم خان کا افسوسناک انجام

افسوس ہے کہ بابو عبدالکریم خان شہر سے نہ نکلے اور وہ اور ان کے ساتھ تیرہ آدمی کل چودہ آدمیوں کو سکھوں نے قتل کر دیا اور ان کی ایک جوان بیوی اور لڑکی کو پکڑ کر لے گئے جن کو ذوبرسنت رام سپرنٹنڈنٹ پولیس نے برآمد کرا لیا اور شیخ عبداللہ وزیر اعظم جموں و کشمیر کے حکم سے ان کو پاکستان پہنچا دیا گیا۔

ہم لوگ شروع فروری میں کالا گوجراں ضلع جہلم میں پہنچے اور تب سے یہاں ہی گذر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرا اور میرے خاندان کا حافظ و ناصر ہو۔

آمین ثم آمین

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
مینیجر

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان و ایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ہم رسے لیکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کر دیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ——— از حضرت مسیح موعودؑ
ضرورت انبیاء ——— " " " "
شان محمد مصطفیٰ ——— " " " "
قد افلح المؤمنون ——— " " " "
امام الزمان ——— " " " "
حقیقت اسلام ——— " " " "
دعوت عمل ——— حضرت مولانا محمد علی صاحب رح
نزول مسیح ——— " " " "
جماعت قادیان ——— " " " "
نماز اور ترقی کی تین راہیں " " " "
ردِ تکفیر اہل قبلہ ——— " " " "
زمانہ کے امام کو پہچانو " " " "
دو تقریریں ——— " " " "
درس قرآن ——— حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رح
کشف الظنون عن المراق والجنون " " "
ہمارے عقائد ——— جناب مولانا صدر الدین صاحب
دعوت فکر ——— چوہدری شکر اللہ خان صاحب
اسلامی جماعت اور یہ نظریئے — حافظ محمد حسن صاحب چیمہ
ذکر ——— از شیخ محمد طفیل صاحب۔
احمدیت کیا ہے ؛ تحقیق حق ؛ محمد مصطفیٰ اردو بچوں کے لئے
اسلام بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب، حقیقت نماز، نماز مسلم

انگریزی لٹریچر

(1) Call of Islam (2) Islam The religion of humanity. (3) Death of Jesus Christ (4) The Charge of Heresy. (5) Christ is Come. (6) Quest after God (7) What's in a name (8) The true conception of Ahmadiyyat. (9) Facts about Ahmadiyya Movement (10) Phenomenon of Revelation

سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

رفتارِ عالم

لاہور - ۲۹ر اپریل - مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خاں صاحب نے آج شام پشاور سے واپسی پر اعلان کیا ہے کہ سابق صوبہ سرحد کے ۹۹ ارکان اسمبلی میں سے کم از کم ۵۲ یا ۵۳ ارکان ایوان میں ان کی حمایت کریں گے۔ آپ نے کہا کہ میں کئی ارکان اسمبلی سے ابھی تک رابطہ پیدا نہیں کر سکا اس لئے فی الحال ان کے رویہ کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نئی دہلی - ۲۹ر اپریل - نیپال کے وزیر اعظم ٹنکا پرشاد اچاریہ نے کہا ہے کہ اگر پاکستان نے نیپال سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میری حکومت اس تجویز پر یقیناً غور کرے گی۔ ابھی پاکستان نے باضابطہ طور پر یہ تجویز پیش نہیں کی وزیر خارجہ پاکستان مسٹر حمید الحق چودھری آج صبح دہلی روانہ ہو گئے دہلی میں ایک روز قیام کرنے کے بعد وہ کل کھٹمنڈو روانہ ہو جائیں گے تاکہ شاہ نیپال کی رسم تاجپوشی میں حصہ لے سکیں۔

چاٹگام - ۲۹ر اپریل - وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے آج صبح یہاں مشرقی پاکستان کے پہلے باقاعدہ بحری اڈے کا سنگِ بنیاد رکھا - یہ اڈہ شہر سے سات میل کے فاصلہ پر قائم کیا جا رہا ہے۔

پشاور - ۲۹ر اپریل - ڈاکٹر خان صاحب کی کابینہ سے مستعفی ہونے کے بعد ارباب نور محمد خان نے آج نمایندہ ڈان سے گفتگو کے دوران میں یہ اعتراف کیا کہ صوبائی لیگ اسمبلی پارٹی نے ڈاکٹر خاں صاحب کے خلاف فیصلہ کر کے جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔

لندن - ۲۹ر اپریل - برطانوی وزیر اعظم مسٹر ایڈن نے روسی وزیر اعظم مارشل بلگانن اور روسی کمیونسٹ پارٹی کے فرسٹ سکرٹری مسٹر خروشیف کو ایک تار بھیجا ہے جس میں کہا گیا ہے، ہماری بات چیت سے باہمی شکوک و شبہات ختم کرنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ ہماری دوستی اور تعاون قیام امن اور دنیا میں خیر سگالی پیدا کرنے کے لئے بڑی مفید ثابت ہو گی۔

سرینگر - ۲۹ر اپریل - سرینگر اسمبلی کے چھ ممبروں نے پنڈت نہرو کے اس دعوے کو چیلنج کیا ہے کہ اب کشمیر میں رائے شماری کے انعقاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسٹر محی الدین ہمدانی۔ مرزا غلام محمد، حکیم حبیب اللہ، سید علاؤالدین جیلانی، مسٹر غلام رسول، اور مسٹر غلام نبی وانی نے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ پنڈت نہرو گذشتہ آٹھ برس سے کشمیریوں سے جو وعدے کرتے چلے آ رہے تھے۔ اب وہ یک دم ان سے پھر گئے ہیں، حالانکہ انہوں نے جا ناپہ کے نیم نام نہاد مسودہ الحاق کے بل بوتے پر ریاست پر قبضہ جما رکھا ہے اس میں بھی رائے شماری کا ذکر موجود ہے۔ اگر یہ نہ بھی ہوتا تو بھی وہ سلامتی کونسل کے فیصلوں سے انکار نہیں کر سکتے - بیان میں پنڈت نہرو کے اس بیان کو بھی جھٹلایا گیا ہے کہ بھارتی تسلط کے تحت مقبوضہ کشمیر نے زبردست ترقی کی ہے۔

راولپنڈی - ۲۹ر اپریل - نارتھ زون کے کلیم کمشنر مسٹر خورشید الزمان نے اعلان کیا ہے کہ حکومت ہاے ہند و پاکستان کی بھارت میں متروکہ شہری املاک کے دعاوی کی تصدیق سے متعلقہ تمام کام ایک سال کے عرصہ میں ختم کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ جس کے بعد پاکستان میں ان کی مستقل آبادکاری کی سکیموں کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

ڈھاکہ - ۲۹ر اپریل - مشرقی پاکستان کے ۴۵ ہزار درجہ چہارم کے ملازموں کی ہڑتال کل ساتویں روز میں داخل ہو جائے گی۔ صوبائی حکومت ان ملازمتوں کو "ضروری ملازمت" قرار دینے کے بعد ہڑتالیوں کو متنبہ کر چکی ہے کہ اگر وہ پیر کے روز تک کام پر واپس نہ آئے تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

لاہور - ۲۹ر اپریل - مغربی پاکستان کے وزیر صنعت قاضی فضل اللہ نے صنعتی نمائشوں پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اس قسم کی نمائشیں ہر سال منعقد ہونی چاہئیں اس سے پہلے نمائش کے آرگنائزر مسٹر مسعود علی نے اپنے سپاسنامے میں اعلان کیا کہ عوام اور سٹال ہولڈروں کے اصرار پر نمائش کی میعاد دو ہفتے کے لئے بڑھا دی گئی ہے۔ اب یہ نمائش ۱۲ر مئی تک جاری رہے گی۔ وزیر صنعت نے ان سٹال ہولڈروں میں انعامات تقسیم کئے جنہوں نے بہترین اشیاء نمائش کے لئے پیش کی تھیں۔

سیالکوٹ - ۲۹ر اپریل - ڈاکخانہ کھڑکی کے سب پوسٹ ماسٹر محمد صدیق کو سرکاری روپیہ خورد برد کرنے کے الزام میں زیر حراست لے لیا گیا ہے۔ اس کے خلاف یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے اپنے ڈاکخانہ کے سیونگ بنک کی رقم کا ناجائز استعمال کیا۔

ڈیرہ غازیخان - ۲۹ر اپریل - معلوم ہوا ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے چوٹی، باطل، تنکانی اور رتیرہ کے چار ہسپتالوں کو اپنی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور ان چاروں کے لئے ڈاکٹر بھی مقرر کر دیئے گئے ہیں جو تنخواہ بھی لے رہے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحبان نے اپنے عہدے نہیں سنبھالے۔

لاہور - ۲۹ر اپریل - گورنمنٹ انجینیرنگ سکول رسول میں غریب و نادار طلباء کی امداد کے لئے "ڈیوٹی سوسائٹی" مفید کام کر رہی ہے اور ہر ماہ مستحق طلباء کو ۱۰۵/- روپے کے وظائف دیئے جا رہے ہیں۔ سوسائٹی نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اس کے رکن بن کر اس کی مالی امداد کریں تاکہ طلباء کو قرضِ حسنہ کا موجودہ سلسلہ جاری رکھا جا سکے چندہ عام رکنیت، دس روپیہ اور تاحیات رکنیت کے لئے ۵۰۰ روپیہ ہے۔

پشاور - ۲۹ر اپریل - مردان عوامی لیگ کے جلسہ میں طبقاتی منافرت پھیلانے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور ان کے خلاف سخت اقدام کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ جلسہ میں خان عبد الغفار خان کے رویہ کی بھی مذمت کی گئی ہے۔

عرف ٹائیکل ایورگرین پریس ٹمپرنس روڈ لاہور میں باقی اخبار تنظیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا (ایڈیٹر دوست محمد)

پیغام صلح مورخہ ۲ر مئی ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۳۸ شمارہ ۱۷

نمبر ۱۸	یوم چہارشنبہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۵۶ء	جلد ۴۵

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ٭ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ٭ حضرت محمد مصطفیٰ ہمارے امام و پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ٭ ہر نبوت را بروشد اختتام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ٭ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ٭ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے ٭ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ٭ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ٭ ہمارے نزدیک کفر اور باعثِ نقصان و ہلاکت ہے

ہمارے عقائد

★ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

★ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانیٔ سلسلہ:۔

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا"، "جو ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی"، "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

★ ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔

★ ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہونگے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ (حدیث)

★ ہم تمام صحابہ کرام اور ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

★ ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں، خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔

★ ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے نبی ہرگز نہیں مانتے۔ ان کے اپنے الفاظ میں:

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

عید کے دن

۱۔ عید کے دن صبح سویرے اُٹھ کر غسل کرنا، صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عیدگاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

۲۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یا ذکر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

۳۔ عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے خواہ غلہ کی شکل میں ہو خواہ نقدی کی شکل میں، جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائے گا وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا۔ اسے صدقہ عید الفطر نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ عید الفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو اناج مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے۔ مساکین محروم نہیں رہتے۔ صدقہ عید الفطر ہر ایک فرد پر واجب ہے خواہ وہ عید کی صبح کو ہی پیدا ہوا ہو، عورتوں اور بچوں، نوکر اور غلام کا صدقہ ان کے شوہروں، والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل ہیں۔ صدقہ فی کس تقریباً تین سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے۔ لاہور کی جماعت نے فی کس آٹھ آنے مقرر کیا ہے۔

۴۔ عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان و تکبیر اقامت کوئی نہیں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں ہیں۔ تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں قرات جہری ہوتی ہے۔

۵۔ نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے .... چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل و مہمات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے۔ کاغذ کا ایک رول لیکر جو دلوں لوگ پرانا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں۔ یہ نہایت لایعنی چیز ہے۔ اس سے لوگ سنتے سناتے کچھ نہیں، آپس میں معانقہ کرنے اور سینہ سے سینہ رگڑنے اور عید مبارک کہنے میں مشغول رہتے ہیں، بعض اس کے سر پر پگڑیاں باندھتے رہتے ہیں، یہ سب بدعت اور خطبہ کے آداب کے سخت خلاف ہے، خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اگر خطیب کو کچھ دینا ہے تو نماز سے قبل دے دے یا خطبہ کے بعد۔ صدقہ عید الفطر ہمیشہ نماز سے قبل دے دینا چاہیئے۔

۶۔ عید کے خطبہ میں درمیان میں خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہیئے جیسا کہ جمعہ کے خطبہ میں درمیان میں بیٹھا کرتے ہیں۔

۷۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اس میں ہے اس لئے جس راستہ سے آئے ہیں اس راستہ کی بجائے کسی دوسرے رستہ سے واپس ہونا بھی مستحسن ہے۔

۸۔ عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا تمدن ...

(باقی صفحہ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۹ رمئی ۱۹۵۶ء

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر

شیلوح حاضرہ میں مولانا مرتضیٰ خان حسن کے اس مضمون کی آخری قسط درج ہے، جو امریکہ کے جان الیگزینڈر ڈوئی کے عبرتناک انجام کے متعلق انہوں نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر ڈوئی کے حالات زندگی اور اس کا انجام جیسا کہ مولانا نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے فی الحقیقت ان عظیم الشان نشانات میں سے ہے، جو حضرت مسیح موعودؑ کو اسلام کی تائید میں دیئے گئے، غور کرنے کی بات ہے، کہ امریکہ میں بیٹھا ہوا ایک شخص جس کا حضرت مسیح موعودؑ سے کسی قسم کا کوئی واسطہ و تعلق نہ تھا اپنے آپ کو خدا کا نبی ایلیا بتاتا ہے، وہ جوان عمر تھا، فصیح اللسان تھا، ہزارہا لوگ اس کے خوشنما بیانات اور فصیح اللسانی سے متاثر ہو کر اس کے ساتھ ہو گئے، اور اس کو مسیحی کلیسا کا بہت بڑا آدمی سمجھنے لگے، اس نے ایک بہت بڑا شہر آباد کیا، جو ہر طرح کے ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ اور بے شمار لوگوں نے اپنا روپیہ بیدریغ اس کے قدموں پر نثار کر دیا اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود ایک گاؤں کا رہنے والا شخص جس کے چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہیں، عیسائی، آریہ اور خود اس کے ہم مذہب لوگ اس کے خون کے پیاسے ہیں ڈوئی کے مقابلہ میں آپ کی عمر بھی بہت زیادہ ہے، گویا یوں سمجھئے کہ ظاہری اثر و اقتدار کے لحاظ سے دونوں کا کوئی مقابلہ نہیں لیکن آپ اسے مباہلہ کا چیلنج دیتے ہیں، اس کی نامرادی و ہلاکت کی پیشگوئی کرتے ہیں جس کا پورا ہونا بظاہر حالات کے خلاف نظر آتا ہے یہ کیوں ہوا؟ کس چیز نے آپ کو اس کے مقابلہ کے لئے اُبھارا، تمام واقعات کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے، ایک ہی چیز نظر آتی ہے اور وہ اس کا یسوع مسیح کی الوہیت کو دنیا میں قائم کرنے کا عزم اور حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا اور اس بات کا ادعا کرنا ہے کہ اس کے ہاتھوں اسلام اور مسلمانوں کی تباہی مقدر ہے اور اس کے لئے

"محمڈن ازم کو تباہ کرنا ضروری ہے"

اپنے اس ادعا اور اس مقصد کو بیان کرتے ہوئے اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرناک سے خطرناک گالیاں دیں، اور طرح طرح کے افتراؤں سے لوگوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ:-

"ذائن کے لئے ضروری ہے کہ وہ انسانیت کے دامن سے اس گھناؤنے دھبے (اسلام) کو دھو ڈالے"

یہ وہ الفاظ تھے، جو ناموس الٰہی کی غیرت و حمیت کو جوش میں لانے کا موجب ثابت ہوئے، افسوس ہے کہ دنیا بھر کے ساٹھ کروڑ مسلمانوں میں سے کسی ایک کی بھی رگ حمیت ڈوئی کے ناپاک کلمات کو سن کر نہ پھڑکی، کسی ایک نے بھی اٹھ کر اتنا بھی نہ کہا کہ اس بدلگام شخص کی بیہودہ سرائیوں نے مسلمانوں کے دلوں کو سخت مجروح کیا ہے، کسی کو خیال تک نہ آیا کہ ایسے ناپاک کلمات کا کوئی جواب دینا اور کم از کم ڈوئی کی خبیث حرکات کے سدباب کی کوئی صورت ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی اس کے مقابلہ کے لئے اُٹھا تو تمام عالم اسلام میں سے صرف ایک میرزا ہی اُٹھا، جسے آج دشمن اسلام سمجھا جاتا ہے یہی ایک انسان ہے جس نے اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر آریوں، عیسائیوں اور تمام معاندین اسلام سے چومکھی لڑائی لڑی اور دلائل بینہ اور روشن نشانات کے ذریعہ سے اسلام کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ثابت کر دکھایا، یہی ایک شخص تھا جس نے ڈوئی جیسے معاند اسلام کے مقابلہ میں للکار کر کہا کہ:-

"اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا، وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سناویں، بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن میں رکھکر یہ دعا کریں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے"

پھر فرمایا:-

"اگر ڈوئی کا مصنوعی خدا کچھ طاقت رکھتا ہے تو ضرور میرے مقابل اس کو اجازت دیگا اگر تمام مسلمانوں کو ہلاک کرنے کے عوض میں صرف میرے ہلاک کرنے سے کام ہو جائے تو ڈوئی کے ہاتھوں میں بہت بڑا نشان آ جائے گا پھر لاکھوں انسان مریم کے بیٹے کو خدا مان لیں گے نیز ڈوئی کی رسالت کو بھی"

اور صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ اس چیلنج کو دعوت مباہلہ تک محدود رکھا ہو بلکہ یہ بھی آپ نے لکھ دیا کہ:-

"خواہ ڈوئی مباہلہ کی دعوت منظور کرے یا نہ کرے اور اس نوٹس کا جواب دے نہ دے تب بھی وہ ہلاک ہوگا اور یہ اسلام کی صداقت اور مسیحیت کے بطلان پر ایک روشن نشان ہوگا"

کتنا بڑا چیلنج ہے، کس قدر زبردست پیشگوئی ہے، کیا اس قسم کی پیشگوئی کوئی ایسا شخص کر سکتا ہے جس کا خدا کے ساتھ تعلق نہ ہو اور جس کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے خبر نہ دی گئی ہو کہ ایسا ہو کر رہے گا، یہی وجہ ہے کہ امریکن اخبارات نے آپ کی اس پیشگوئی کو بڑی اہمیت دی، اور ڈوئی کو بار بار اس کا جواب دینے کے لئے اُکسایا، جس پر اس نے نہایت نفرت انگیز تکبر اور رعونت کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ:-

"کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا اگر میں ان پر پاؤں رکھ دوں تو میں ان کو کچل کر رکھ دوں"

لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ ان واقعات کو پڑھ لیجئے جو اس متکبرانہ اعلان کے بعد ڈوئی کو پیش آئے، کس طرح سے میڈیسن اسکوائر کے عظیم الشان جلسہ میں جس کی کامیابی پر بقول امریکن اخبارات "ڈوئی کی کامیابی کا سکہ تمام دنیا پر بیٹھنے والا تھا" بھرے مجمع کے اندر جب وہ تقریر کے لئے کھڑا ہوا تو اس کی تمام فصاحت و بلاغت اور جادو بیانی دھری کی دھری رہ گئی، اس کے بدن پر رعشہ پڑ گیا اور۔۔۔ ۔۔۔ اس کے منہ سے بیل کی ڈکار سے مشابہ آواز کے سوا اور کوئی آواز نہ نکل سکی، جس کو سنتے ہی لوگ بھاگنا شروع ہو گئے، یہی نہیں بعد میں ایک اور جلسہ کے اندر جب وہ اپنے زرق برق پیغمبرانہ لباس میں "لارڈ سپر" کی مسیحی رسم انجام دے رہا تھا، یکلخت فالج کا حملہ اس پر ہوا جس نے ہمیشہ کے لئے اس کو ناکارہ کر دیا، اور بعد میں جو واقعات پیش آئے وہ اور بھی اس کے برے انجام اور ذلت و رسوائی کا موجب ثابت ہوئے، اس کے مریدوں نے اسے جواب دے دیا، اس کے بیٹے اور بیوی نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی، اس کا آباد کردہ صیحون تباہ و برباد ہو گیا، اس پر خائن ہونے کا الزام لگایا گیا، اور خود اس کو اپنے منہ سے اپنے ولد الحرام ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس سے بھی بڑھکر اس کی یہ حالت ہوئی کہ وہ دیوانگی کے عالم میں شہر بشہر پھرتا رہا اور کوئی اسے پوچھنے والا نہ تھا، اور آخر کار وہ ابتر ہو کر نہایت حسرت و یاس کے ساتھ ناکامی و نامرادی کی موت مر گیا جس پر امریکن اخبارات کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی سچی ثابت ہوئی۔

یہ کیا تھا؟ کیا مرزا غلام احمد کی کوئی جادوگری تھی؟ کیا یہ کسی انسانی طاقت اور انسان کے بس کی بات ہے؟ نہیں یہ اس زندہ خدا کا ہاتھ تھا جس نے ڈوئی جیسے صاحب اقتدار انسان کو اس ذلت کی موت مارا اور یہ ثابت کر دیا کہ

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا سچا فرستادہ اور اس کا سچا رسول ہے۔

(۲) اسلام حقیقی دین الٰہی ہے جس کو کوئی شخص مٹا نہیں سکتا۔

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

برکاتِ ارضی و سماوی کے متعلق ایک مسلمان کی بصیرت

اور عباد الرحمٰن کی خصوصیات

خطبہ جمعہ مورخہ ۴ مئی ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيرًا ....
وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ يَلْقَ اَثَامًا ——— (الفرقان)

نبی کریم صلعم کا عظیم الشان کارنامہ

اس رکوع میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشکل ترین کارنامہ کا ذکر کیا ہے، نبوت کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ بادشاہت کے متعلق کچھ اصول بتا دے یا لشکر کی کمان کے متعلق کچھ قوانین بیان کر دے نبوت کے مقاصد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کا بڑا اہم حصہ وہ ہے جس کا ذکر اس رکوع میں کیا ہے یعنی انسان کو انسانیت سکھانا، یہ بہت ہی مشکل کام ہے، جب تک کسی شخص کی قوتِ قدسی اتنی زبردست نہ ہو کہ وہ دوسروں پر اثر انداز ہو سکے، اس وقت تک اس چیز کا پیدا ہونا بہت مشکل ہے، انبیاء ایسے بھی ہوئے ہیں جنہوں نے سلطنت نہیں کی، فوجوں کی کمان اُن کے حصہ میں نہیں آئی، لیکن انہوں نے لوگوں کو انسانیت کے زیور سے آراستہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آخری اور کامل نبی تھے، اس لئے صرف سلطنت اور بادشاہت کا حصول ہی آپ سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ آپ کی قوتِ قدسیہ نے بہت سے قدسی نفس انسان پیدا کر دیئے اور یہ بڑا کارنامہ ہے۔

سورج اور چاند کی برکات

حضرت نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس رنگ کی قوم پیدا کی، اس کا ذکر اس رکوع میں کیا ہے، آپ غور کریں کہ کس قسم کے مسلمان قرآن چاہتا ہے۔ فرمایا تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيرًا۔ خدا نے زمین و آسمان کو بنایا صرف بنایا ہی نہیں اس کو برکات کا سرچشمہ بنا دیا، ان کی برکات اس سرچشمہ رحمت کی طرف سے ہیں، جو زمین و آسمان کا خالق ہے، وہ تمام خیرات، تمام برکات، تمام کرم اور فضل کا سرچشمہ ہے جو اس زمین و آسمان میں دائر و سائر ہیں، فرمایا اس پاک ذات نے آسمان میں ستارے اور سیارے پیدا کئے اور وہ موٹے نیّر بھی بنائے جو تمہیں نظر آتے ہیں، اس لئے فرمایا ہماری برکات کا کیا اندازہ لگا سکتے ہو، وہ ستارے تمہارے سامنے ہیں، سورج کی روشنی اور اس کی حرارت سے ہماری زندگی ہے۔ وہ ہمارے لئے گرمی مہیا کرتا ہے، ہمارے لئے بارش لاتا، زمین کو ہری بھری کر دیتا اور ہمارے کھانے پینے کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ سورج بھی اور چاند بھی دونوں انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، یہ بے جان چیزیں ان کو کون بتا گیا، کہ ان کے بغیر زمین میں زندگی نہیں ہو سکتی، کون انہیں بتا گیا کہ اس اندازہ سے حرارت پہنچانی ہے اور اس طریق سے پانی سمندر سے لے کر اسے خشکی پر برسانا ہے، یہ بے جان چیزیں ہیں کوئی ارادہ نہیں رکھتیں، کوئی علم ان کو نہیں، اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے اختیار میں رکھا ہے، اسی کے اختیار، اسی کی رہبری اور اسی کے حکم سے یہ خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

رات اور دن کے فوائد

یہ رات دن کا سلسلہ جس کے بغیر دنیا نہیں چل سکتی، کس نے پیدا کیا ہے وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ یہ تو خدا کی رحمت ہے کہ تم جب دن بھر کام کر کے تھک جاتے ہو، تو رات آ جاتی ہے، تاکہ تم آرام کر سکو، کیا رات کو علم ہے کہ میری ضرورت دنیا کو ہے؟ نہیں وہ جو رات کا پردہ لٹکا دیتا ہے اسی کو علم ہے کہ اس کی کس قدر ضرورت دنیا کو ہے، یہ لوہے کی مشینیں بھی ایک وقت آرام چاہتی ہیں، موٹریں اور کاریں بھی آرام چاہتی ہیں، لیکن انسان اور حیوان تو دن بھر کام کرنے کے بعد آرام کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ نیند نہ آئے تو کہتے ہیں آج رات بیقراری میں گذری، کام کرنے کو جی نہیں چاہتا، جسم کی بیٹریاں جو دن بھر کام کرنے کے بعد خالی ہو گئی تھیں دوبارہ پُر نہیں ہوئیں، اس لئے طبیعت بیقرار ہے، لِتَسْكُنُوا فِيهِ، رات تو اس لئے بنائی تاکہ تم اس میں سکون اور آرام پا سکو اور دن کو بنایا لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ تم کو اپنے کھانے پینے اور کپڑوں وغیرہ کی ضرورت ہے، اپنے اہل و عیال کے لئے ضرورت ہے، اس کے لئے تم دن کو فضل الٰہی کی تلاش کرتے ہو، فضل وہ ہے جس کو خود کوئی انسان پیدا نہ کر سکے انسان نہ چاہے پیدا کر سکتا ہے، نہ روٹی، کپڑا پیدا کر سکتا ہے، تمام کی تمام ضروریات کا خدا خالق ہے انسان کے ہاتھ ہلانے سے وہ اس کو مل جاتی ہیں۔

تمام افضال و برکات کا سرچشمہ صرف خدا ہے

فرمایا هُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُورًا۔ رات اور دن کو ہم ایک دوسرے کے پیچھے لاتے ہیں، اس پر غور کرو، اگر غور کرو گے تو اس کی قدرت کا باریک سے باریک علم حاصل کر لو گے، اور اس سے اس کی معرفت حاصل ہو گی، وہ شخص جو خدا تعالےٰ کی قدرت اور اس کی عظمت، اس کی کاریگری اور فضل کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اسے زمین اور آسمان کی چیزوں پر غور کرنا چاہیئے، اسے نظر آ جائے گا کہ خدا تعالےٰ سرچشمہ ہے افضال اور اکرام کا، اس کی قدرت بہت بڑی ہے اور ہر چیز کے اندر اس کی کاریگری اور حکمت نظر آتی ہے۔

ایک حقیر چیز سے بیماریوں کا علاج

میں نے ایک شخص کی کہانی سنی ہے کہ وہ کیڑوں کی کلچر کر رہا تھا، ایک صاف ستھری پلیٹ میں کچھ کیڑے رکھے ہوئے تھے اور یہ پلیٹ میز کی دراز میں رکھی ہوئی تھی، ایک دن جو دیکھا تو تمام کیڑے مرے پڑے تھے، حیرانی ہوئی کہ انہیں کیا ہو گیا، غور کر کے دیکھا تو پلیٹ میں پھپھوندی (اُلّی) لگی ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ پھپھوندی سے کیڑے مر جاتے ہیں، اور اسی خیال کی بنا پر پھپھوندی سے پنسلین بنائی، جو آج کئی بیماریوں کا علاج سمجھی جاتی ہے، یہ پھپھوندی یا اُلّی کس قدر حقیر چیز ہے، لیکن اسی کے اندر کس قدر اللہ تعالےٰ کی رحمت اور فضل کا سامان موجود ہے کہ تمام دنیا میں اسی سے بنی ہوئی پنسلین ملتی ہے۔

معمولی چیزوں کے زبردست اثرات

ایک مچھر میں اس کی قدرت نمائی ہے کہ آپ دیکھتے ہیں جہاں ایک مچھر نے انجکشن دیا تو پہلوان صاحب اٹھ بھی نہیں سکتے اور بخار میں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک ایٹم تمام دنیا کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور مسلمان کی بصیرت و معرفت

ان سب چیزوں میں اللہ تعالےٰ کی کبریائی نظر آتی ہے، اس کا علم، اس کا فضل اور اس کی قدرت اس قدر وسیع ہے کہ انسان اس کا احاطہ نہیں کر سکتا، اسی علم اور کبریائی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان کا ایمان بصیرت کے اوپر ہو، عَلٰى بَصِيرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي، بصیرت اور معرفت حاصل کر کے وہ ہماری عبادت کرے، فرمایا هُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُورًا۔ اسی لیل و نہار کے آگے پیچھے آنے اور ان کے فوائد و برکات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک خدا کا بندہ اگر چاہے تو خدا پر ایمان پیدا کر کے اس کا شکر گذار بندہ بن جائے۔

بندگانِ الٰہی کا تواضع اور انکسار

پھر فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ خدا کے بندے جب تفکر کرنے سے خدا کی معرفت حاصل کر لیں، جب انہیں بصیرت حاصل ہو جائے اور اس معرفت کو حاصل کر کے وہ عبادت الٰہی میں لگ جائیں یعنی ان کی عبادت اُن کے تفکر سے پیدا شدہ بصیرت کی وجہ سے ہو تو پھر ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اپنی معرفت و بصیرت یا عبادت پر اتراتے نہیں بلکہ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ زمین میں نہایت تواضع اور انکسار اختیار کرتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ کبریائی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سزاوار نہیں، کیا عجیب لفظ اختیار کیا ہے هَوْنًا تواضع، تحمل، انکسار کا طریق اختیار کرتے ہیں بعض وقت عبادت کرنے سے انسان کے اندر شیطان ایک غرور پیدا کر دیتا ہے کہ ہم بڑے عبادت گزار ہیں۔ ایسے لوگوں کو غور کرنا چاہیئے کہ کس چیز پر انہیں فخر ہے، کس وجہ سے رعونت اور تبختر ان کے اندر پایا جاتا ہے، کس وجہ سے دوسروں کے حقوق کو پامال کرتے ہیں، خدا کے بندے تو ایسا نہیں کرتے، ان کو جب خدا کی معرفت حاصل ہو جائے، تو مخلوق خدا کے ساتھ تواضع سے پیش آتے ہیں اور دوسروں کے حقوق کو پامال نہیں کرتے

جہلا سے سلوک

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ہاں کبھی کبھی اکھڑ طبیعت کے لوگ ان سے اُلجھتے ہیں ان کو اذیت پہنچاتے ہیں، زبان درازی کرتے اور طعن کرتے ہیں تو اس وقت وہ اُن سے کہتا ہے بہت اچھا جناب لانجاھدکم ہم آپ سے جھگڑا نہیں کرتے، آپ کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

راتوں کا قیام

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۔ دن کے وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے، اور راتوں کو وہ جاگتے اور جناب الٰہی سے گفتگو میں مصروف رہتے ہیں، اس کے سامنے ادب سے کھڑے رہتے ہیں اور اپنی جبینِ نیاز اس کے آگے زمین پر رگڑتے ہیں

بندگانِ الٰہی کا استغفار

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اور ایک بات بھی ان بندگانِ خدا میں ہوتی ہے، جب اللہ کی قدرتوں پر غور کرنے کے بعد انہیں معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اور اس معرفت سے وہ عبادت الٰہی بجا لاتے اور مخلوق خدا کے ساتھ تواضع اور عجز و انکسار سے پیش آتے اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر جناب الٰہی میں سجدہ ریز ہوتے ہیں تو اس کے باوجود یہ نہیں کہ تبختر اور تکبر ان کے دماغ میں

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

حضرت مجدّدِ زمان کی یادیں!

جماعتِ احمدیہ لاہور کا ایک خاص اجلاس

احمدیہ بلڈنگس لاہور کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت امام وقت مسیح موعود رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہاں آکر فروکش ہوئے اور یہیں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وصال الٰہی کا شربت شیریں نوشِ جان فرمایا۔ اسی سرزمین سے اعلائے کلمۃ الحق کی وہ آواز بلند ہوئی، جو آج یورپ امریکہ کے ہزاروں دہریہ منش لوگوں اور تثلیث پرستوں کو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت کا قائل کر چکی ہے۔

اسی احمدیہ بلڈنگس میں حضرت مجدّدِ وقت کے یوم وصال کی تقریب پر ۲۶ اور ۲۷ مئی ۱۹۵۶ء کو جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ایک جلسہ عام منعقد ہوگا، جس میں حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ۔ مولانا محمد یعقوب خان صاحب۔ مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔ محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ۔ مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب اور بعض دیگر حضرات حضرت مسیح موعودؑ کے حالاتِ زندگی، اُن کے مجددانہ کارناموں اور ان کی فتوحاتِ اسلامی پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

پروگرام حسب ذیل ہوگا:

۲۶ مئی۔ بوقت ۴½ بجے بعد نماز عصر "حضرت مسیح موعودؑ کے مجددانہ کارناموں پر ایک مقالہ"۔

۲۷ مئی بوقت ۸ بجے صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک "حضرت مسیح موعودؑ کے حالاتِ زندگی اور فتوحاتِ اسلامی پر تقاریر"

اس جلسہ کیلئے احباب جماعت لاہور کو بالخصوص اور عامۃ المسلمین کو بالعموم دعوتِ شرکت دی جاتی ہے، بیرونی احباب میں سے بھی، گوجرانوالہ، وزیرآباد، گجرات، لائل پور، اوکاڑہ وغیرہ سے جو دوست آسانی سے پہنچ سکتے ہوں وہ اس جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں، بہتر ہوگا اگر آنے سے پہلے اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیں تاکہ ان کے قیام و طعام کا خاطر خواہ انتظام کیا جا سکے۔

الداعی۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

"پیغامِ صلح" کا مجدّد نمبر

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر "پیغامِ صلح" کا مجدد نمبر حسب معمول ۲۳ مئی ۱۹۵۶ء کو شائع ہو رہا ہے جو دوست اس پرچہ کیلئے کچھ لکھنا چاہیں وہ ۱۵ مئی تک اپنے مقالات ایڈیٹر کے نام بھیجکر مشکور فرمائیں۔

حضرت مسیح اور سینٹ یہوداطاس کے متعلق حیرت انگیز نئی تحقیقات

از:- الحاج خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء

میں نے اپنی کتاب "جیسزان ہیون آن ارتھ" (حضرت مسیح درجنت بروزمین) کے باب موسومہ "سینٹ جوڈا طاس" میں لکھا تھا کہ سینٹ جوڈا حضرت مسیح کے توام بھائی تھے، اور اسی وجہ سے انہیں پہلی تین اناجیل میں طامس (یعنی توام) کے نام سے پکارا گیا، اور یوحنا کی چوتھی انجیل میں انہیں ڈیڈیمس کہا گیا ہے، جو توام کا یونانی ترجمہ ہے، میں نے دو قدیم ترین عربی کتب "اکمل الدین" اور "عین الحیات" کا حوالہ بھی دیا تھا، ان دونوں کتب میں حضرت مسیح کے ایک حواری کا ذکر ہے جو سری نگر میں آپ کی وفات کے وقت موجود تھا، اور جسے بابدBABAD کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اگر عربی صرف و نحو کے قواعد کے مطابق دوسری ب کو دال سے تبدیل کر دیا جائے تو یہ باددبن جاتا ہے، جس کے معنی ہیں توام۔ ان حوالہ جات پر عموماً اور خصوصاً ایکٹا طامس (Acta Thomas) کی بناء پر (جن کا حوالہ میری کتاب میں دیا گیا ہے) .... میں نے لکھا تھا کہ سینٹ جوڈا تھامس نے ٹیکسلا کے مقام پر شاہ گونڈافرس کے لئے ایک محل تعمیر کیا تھا، اور حضرت مسیح ان کے ساتھ وہاں شامل تھے، اور ۴۹ء میں دونوں بھائی گونڈافرس کے بھتیجے ابداگاسس کی شادی کی دعوت میں شریک ہوئے تھے۔ میں نے یہ بھی لکھا تھا کہ آخر کار سینٹ جوڈا طامس نے کشمیر کو خیرباد کہا اور سمندر کے راستہ جنوبی ہندوستان کو روانہ ہو گئے۔ جہاں انہوں نے رانی ترتسیا کو عیسائی بنایا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ مزدائی کے ایماء پر مقامی برہمنوں نے آپ کو مدراس کے نزدیک قتل کر دیا۔

مجھے اعتراف ہے کہ اس باب کو تحریر کرتے وقت مجھے علم نہ تھا کہ ان حقائق کی تصدیق میں ٹیکسلا کے مقام پر آثار قدیمہ سے کسی قسم کا مواد مل سکتا ہے۔ مسٹر پیٹ گرووز سکنہ ونکوور (کینیڈا) نے میری توجہ ایک بُت کے مجسمہ کی طرف مبذول کرائی ہے، جو حجرہ نمبر ۲۹ کے سامنے ایک گروہ میں ہے جو ۱۹۱۲ء میں ٹیکسلا میں حویلیاں کے مقام پر کھدائی سے برآمد ہوا تھا، اس مجسمہ کا ذکر سر جان مارشل سابق ڈائرکٹر جنرل محکمہ آثار قدیمہ ہند نے کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ:-

"ایک خاص عجیب قسم کے لباس اور باریش چہرہ سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے
کہ یہ کوئی غیر ملکی ہے۔"

اس کے بعد میں نے سر جان مارشل کی دو کتابوں کا مطالعہ کیا، ایک کا نام ہے "رہنمائے ٹیکسلا" (مطبوعہ دہلی، مطبوعات حکومت ہند ۱۹۳۶ء، صفحات ۱۵، ۱۲۸) اور دوسری کا نام ہے ٹیکسلا۔ جس کی تین جلدیں ہیں (کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۹۵۱ء، صفحات ۶۲ و ۳۸۸ جلد اول) میں نے سر آر۔ای۔ایم۔ وھیلر سابق ڈائرکٹر محکمہ آثار قدیمہ ہند و مشیر آثار قدیمہ حکومت پاکستان کی کتاب "پاکستان کے پانچ ہزار سال" (مطبوعہ لندن رائل انڈیا اینڈ پاکستان سوسائٹی ۱۹۵۱ء صفحہ ۴۲) بھی پڑھی ہے۔ ان تمام کتابوں میں سینٹ جوڈا طاس کا ۴۹ء میں ٹیکسلا میں شاہ گونڈافرس کے دربار میں آنا درج ہے۔ یہ واقعہ پروفیسر ای۔جے ریپسن نے اپنی "تاریخ ہند" (مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۲۲ء جلد پنجم صفحات ۵۵۸ تا ۵۸۰) اور آر بی وائٹ ہیڈ نے اپنی کتاب "عجائب خانہ لاہور پنجاب میں سکوں کی فہرست" (مطبوعہ آکسفورڈ کلیرنیڈن پریس، ۱۹۱۴ء جلد اول صفحہ ۹۴) میں بھی کچھ تفاصیل سے درج کیا ہے۔

یہ چیز قابل غور ہے کہ تقریباً تمام وہ مجسمے جو آج تک ہندوستان میں ٹیکسلا یا دیگر مقامات سے کھدائی پر برآمد ہوئے عام طور پر بے ریش ہیں، لیکن جب میں نے اس بے مثل ہستی کی تصاویر کو دیکھا جن کا ذکر اول الذکر دو کتب (پلیٹ نمبر XXIII و ۱۳۹، مجسمات نمبر ۱۸۱ و ۱۸۱ الف) میں کیا گیا ہے۔ تو میں حضرت مسیح کی اس اجتماعی شکل و صورت کیسا تھ جو ہالمن ہنٹ اور دیگر مشہور مغربی مصوروں نے کھینچی ہے...... اس کی مماثلت اور یکسانیت دیکھ کر اتنا حیران رہ گیا کہ میں یہ خیال کرنے سے باز نہ رہ سکا کہ آخر میں نے گمشدہ ثبوت پا لیا ہے، وہی چوڑے رخسار، ریش، مونچھیں اور دوسری چہرہ کی خصوصیات اس مجسمے میں موجود تھیں۔ اپنے مزید یقین کے لئے میں ٹیکسلا گیا تاکہ اس اصل تصویر کو دیکھوں۔ میں نے اسے ٹیکسلا کے آثار قدیمہ کے عجائب خانہ میں ایک گروہ میں موجود پایا، تمام تصاویر (جو تعداد میں بارہ بتائی جاتی ہیں) جو اس گروہ میں ہیں برہنہ پا ہیں، ماسوا اس کے کہ درمیانی بڑی تصویر نے (جو بے سر ہے) چپل پہنے ہوئے معلوم ہوتی ہے۔ اور اس خاص باریش تصویر نے بوٹ پہن رکھے ہیں۔ جو غیر معمولی شکل کے ہیں اور جن میں تسمے یا فیتے ہیں۔ نوک دار ٹوپی یقینی طور پر کسی شاہی پیرواسے یا شاہی خانہ بدوش مسافر کی ہے، غالباً یہ سفید اونی کپڑے کی بنی ہوئی ہے، جس کے لپٹے ہوئے سرے پر ملائم اون یا سمور ہے یہ لباس درحقیقت رومی سپاہیوں کی ایک مختصر سی وردی ہے جو ان دنوں شام میں پہنی جاتی تھی، جھالر کی جگہ ٹیٹنوں والا پاجامہ، مرصع کمربند بھی صاف طور پر بتا رہے ہیں کہ یہ تصویر نہ تو کسی ہندی کی ہے اور نہ ہی پارتھین کی...... بلکہ کسی شامی کی ہے۔ ان تمام کپڑوں سے مشرق و مغرب کا ایک نمایاں امتزاج ظاہر ہوتا ہے، جو صرف مشرق وسطیٰ میں رومی اثر کے ماتحت ہی ہو سکتا تھا، اور شام اس عہد میں سلطنت روما کے زیر نگیں تھا، ہو سکتا ہے کہ یہ شامی اور کشان ٹائپ کا مجموعہ ہو جن کی تجارت شاہ آگسٹس کے عہد میں بحر روم میں ہوتی تھی۔ اور جو اپنے ساتھ یونانی اور رومی اثرات لائی لیکن ان تمام امور کو ایک طرف رکھ دینا چاہیئے، کیونکہ ہم یہاں ایک ایسے انسان پر بحث کر رہے ہیں جو سامی نسل کا ہے۔ مخصوص ڈیکلی ریش، جو پہلوؤں پر سے ترتیب سے سجی ہوئی ہے۔ (یہودی کے لئے حکم تھا:-

"تم اپنے سر کے گوشوں کو بال کاٹ کر گول نہ بنانا اور نہ ہی تم
اپنی ڈاڑھی کے کونوں کو بگاڑنا"۔ احبار باب ۱۹ آیت ۲۷)

ظاہر کرتی ہے کہ یہ شخص یہودی تھا، علاوہ ازیں اس تصویر میں یہودی خد و خال کا ایک خاص اور امتیازی رنگ ہے۔

ملاحظہ ہو تصویر ذیل:

بائیں ہاتھ والی تصویر ایک "غیر ملکی" پارتھین انسان کی ہے، اور ہندوستان اور پاکستان کے محکمہ جات آثار قدیمہ کی تحقیقات اور نتائج کے مطابق یہ سن عیسوی کی دوسری صدی کے آغاز کی بیان کی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ یہ شخص ضرور اس زمانہ سے قبل ٹیکسلا میں آیا ہوگا۔ دائیں ہاتھ والی ایک کشمیری قصاب کی تصویر ہے جو سرینگر میں ۱۹۴۷ء میں اتاری گئی تھی، یہ تصویر میری کتاب کی اشاعت اول (۱۹۵۲ء) کے صفحہ ۲۴۳ پر موجود ہے، اُس وقت میرا مقصد یہ تھا کہ میں اس خاص شکل کے چھرے کو دکھاؤں جو کشمیر کے قصاب اور قدیم فلسطین کے قصاب استعمال کرتے تھے، اس وقت مجھے اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ یہ تصویر دس سال کے عرصہ کے بعد اتنی زبردست اہمیت حاصل کر لے گی یہ دونوں اشخاص باریک ترین تفاصیل میں بالکل ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ ان تصاویر سے علم الانسان کے ماہرین چکرا جائیں گے، اب وہ ۱۹۴۷ء میں سرینگر کے ایک قصاب کے خدوخال اور صورت سے ایک اور آدمی کے خدوخال اور صورت کا کھوج لگائیں گے جو دو ہزار سال کے قریب ہوئے فلسطین سے ٹیکسلا وارد ہوا تھا، اس چیز کی کوئی اور توضیح نہیں ہوسکتی، کم از کم مجھے تو نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ یہ دونو ایک ہی سامی نسل کے ہیں اور دونو بنی اسرائیل ہیں۔

اس گروہ کے سامنے والی تختی پر تحریر ہے: "نوک دار ٹوپی والا انسان اس گروہ کا معطی ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص کافی بارسوخ اور خوشحال تھا کہ سارے گروہ کے اخراجات برداشت کر سکتا تھا۔ ممکن ہے کہ اسے محل کی تعمیر کے لئے بادشاہ نے کافی روپیہ دیا ہو اور وہ یہ خرچ ادا کرنے کے قابل ہو، خواہ کچھ بھی ہو یہ شخص جو یہودی تھا، از حد مقدس، وجیہ، مقبول اور باعزت تھا، جسے مہاتما بدھ کے ساتھ جگہ دی گئی۔ (جیسا کہ بعض اصحاب آثار قدیمہ کا خیال ہے) بادشاہ گونڈافریس کے ساتھ جگہ دی گئی (جیسا کہ میرا خیال ہے) ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو سینٹ جوڈا تھامس کے شاہ گونڈافریس کے لئے ایک محل تعمیر کرنے کی یادگار قائم کرنے کے لئے بنایا گیا ہو، ٹیکسلا میں سرکپ کے مقام پر ایک "محل" کی جزوی طور پر کھدائی ہو چکی ہے، اور دتھیلہ اس "محل" کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: "ممکن ہے کہ اس جگہ پارتھین بادشاہ گونڈافریس نے کلیسا کے مبلغ سینٹ تھامس کا خیر مقدم کیا ہو" شاید مزید کھدائی اس موضوع پر روشنی ڈال سکے۔

اس بات میں مشکل سے کوئی شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ تصویر حضرت مسیح یا سینٹ جوڈا تھامس کی ہے، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دونوں کی پہچان مشکل تھی، ان میں سے ایک پر اکثر دوسرا ہونے کا شبہ ہونے لگتا تھا۔ ایکٹاس تھامس (Acta Thomas) جو سن عیسوی کی دوسری صدی میں لکھی گئی تھی، ۴۹۵ء میں گیلاسئیس نے بذریعہ حکم خاص اسے بدعت قرار دیتے ہوئے مسترد و ممنوع قرار دیا تھا لیکن یہ آج بھی شامی کلیساؤں میں پڑھی جاتی ہے، اس میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ ٹیکسلا میں طامس تقریبات کے اختتام پر محل سے چلا گیا۔ دولہا نے اس پردہ کو اٹھایا جو اس کے اور اس کی دولہن کے درمیان حائل تھا، اس نے طامس کو، اپنے خیال کے مطابق، دولہن سے مصروف گفتگو پایا، تب اس نے حیرت سے پوچھا تم یہاں کس طرح موجود ہو؟ کیا میں نے تمہیں سب لوگوں کے سامنے باہر جاتے نہیں دیکھا؟ اور خداوند (حضرت مسیح) نے جواب دیا "میں طامس نہیں ہوں بلکہ اس کا بھائی ہوں" (اینٹی نائیسن کرسچین لائبریری جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۴۶) اس بات سے ۴۹ء میں اس تاریخی شادی کے موقع پر ٹیکسلا میں حضرت مسیح اور سینٹ جوڈا طامس کی موجودگی قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے۔

یہ حقیقت کہ یہ تصویر ٹیکسلا کی جولین۔۔۔ خانقاہ میں پائی گئی ہے کوئی اہمیت نہیں رکھتی، کیونکہ بدھ مت والوں کے علاوہ اور لوگوں کے مجسمے بھی ایسی خانقاہوں میں سے کھود کر نکالے گئے ہیں، ایک محل کے تعمیر کنندہ یا کسی اور مشہور شخص کو ایک خانقاہ میں دکھایا جا سکتا تھا، خاص طور پر جبکہ وہ گروہ کا "معطی" ہو، ایسے موقعہ پر اس سے شاہی خاندان کے ایک یا زیادہ اراکین کی معیت بھی ہوتی تھی۔۔۔۔ جولین خانقاہ کے زمانہ کا سن عیسوی کی دوسری صدی کے آغاز تک کھوج لگایا گیا ہے۔ مگر جو آدمی جو غیر ملکی ہے وہ یقیناً اس عہد سے پہلے موجود ہوگا۔ ٹیکسلا کے بادشاہ گونڈافریس کے دربار میں حضرت مسیح اور سینٹ جوڈا تھامس کی آمد درحقیقت اس زمانہ سے پہلے تھی یعنی ۴۸ء میں وہ آئے۔

وسطی تصویر، جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، بے سر ہے اور اس کے دونوں بازو اور ہاتھ بھی معدوم ہیں، یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں ہنوں کے حملہ کے وقت یا تو توڑ دیا گیا یا انہیں ہٹا دیا گیا، یہ گچ کے مجسمات کے ایک ایسے گروہ میں کھڑا ہے، جو بلاشبہ اپنی حقیقت پسندانہ ترتیب اور تشکیل اور گروہ میں جمع شدہ اشخاص کی خصوصیات کے لحاظ سے بھی بہت بے مثل ہے، میں نے پہلے ہی "غیر ملکی" کی تشریح کر دی ہے کہتے ہیں کہ اس کے اوپر دونوں کونوں میں اپالو کشیرا اور بدھستوا میتریا کی تصاویر ہیں، لیکن بائیں ہاتھ میں امرت کا مروجہ پیالہ موجود نہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ فرشتے یا محض دیوتا ہوں، نیچے دائیں طرف ایک راہب ہے جو لنگوٹی میں ملبوس ہے، جس کا ایک بازو ننگا ہے، اور وہ خانقاہ کا منتظم ہو سکتا ہے، وسطی تصویر اور۔۔۔ "غیر ملکی" کے درمیان ایک چھوٹی سی تصویر ہے جس کا لباس ایک مکٹ اور بعض دیگر زیورات

کے سوا غیر ملکی ہی ہے۔ بعض ماہرین آثارِ قدیمہ کا قیاس ہے کہ یہ تصویر "غیر ملکی" زوجہ کی ہے، لیکن یہ تصویر کسی راجکمار یا راجکماری کی بھی ہوسکتی ہے، جو اس زمانے کے رواج
کے مطابق کسی معزز مہمان یا "حمل" کے تعبیر کنندہ کی ہو اور وہ اسے بدھی دھارا میں اپنے ساتھ لے گئے ہوں،
لیکن اس بڑی تصویر میں چند خصوصیات ہیں، اس کے کندھوں پر سے اس کے پہلوؤں پر ایک چُغہ عربوں کی عبا کی مانند بے آستین گاؤن لٹکا ہے، جو زمانہ قدیم میں شاہی
خاندان بالخصوص اور شرفا بالعموم پہنتے تھے، اس میں زیر جامہ اور چپل بھی ہیں، بعض ماہرین آثار قدیمہ کا خیال ہے کہ یہ بڑی تصویر مہاتما بدھ کی ہے اور وہ اپنی اس رائے کو مجسمہ
کے لباس پر مبنی کرتے ہیں، میں یہ خیال کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ قیاسات درست نہیں ہیں، یہ تصویر بغیر زیورات کے ہے اور اس لئے یہ درست ہے کہ یہ بدھستوا
میتریا کی نہیں ہے،

اُن کے ساتھ اس معاملہ میں متفق الرائے ہونے کے لئے عجائب خانہ پشاور میں اس شخصیت کے ایک مجسمہ، مجسمہ نمبر ۱۸۶۶ (پلیٹ ۷) پر ایک نظر ڈالنی چاہیئے جو
"رہنمائے عجائب خانہ پشاور" مصنفہ ایم اے شکور (مطبوعات حکومت سرحد ۱۹۵۴ء) میں موجود ہے، یا عجائب خانہ لاہور کے گندھارا ہال کے مجسمہ نمبر ۲۳۵۴ کو دیکھنا
چاہیئے، لیکن میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ تصویر زیر بحث مہاتما بدھ کی بھی نہیں ہے، کیونکہ اس کا لباس ایک سادھو کا نہیں ہے، مہاتما بدھ ہمیشہ ایک سادھو کا لباس زیب تن
کرتے تھے، اور تمام مجسموں میں وہ اسی طرح پیش کئے گئے ہیں، یہ سچ ہے کہ اس بڑی تصویر کے سر کے پیچھے ایک بہت بڑا ہالہ ہے، لیکن اس کا آدھا حصہ کٹا ہوا ہے، اور
ہالہ مذکور درمیان میں نہیں ہے، بلکہ زیادہ دائیں طرف ہے، جو غیر فطرتی معلوم ہوتا ہے، یہ ہالہ اتنا بڑا ہے کہ ... ہے اور یہ ہر طرح بعد کی ایزادی معلوم ہوتا ہے
اور ایک ناقص ترتیب کا نتیجہ ہے۔

بائیں ہاتھ والی مکمل تصویر "غیر ملکی" کی ہے اور دائیں ہاتھ والی مجسموں کے ..... اس گروہ کی تصویر ہے جو ٹیکسلا میں کھدائی کے بعد نکلا ہے، یہ سن عیسوی کی دوسری صدی کے
آغاز کی معلوم ہوتی ہے۔

بدھ مت والوں کے مہایانا یعنی بڑے چکر والے اس بات کے بڑے مشتاق اور آرزومند تھے کہ مہاتما بدھ کو ہر ممکن بہترین انداز میں پیش کریں، جب بھی مہاتما بدھ کو کسی گروہ میں دکھایا جاتا تھا
تو ان کے ارد گرد کے تمام لوگوں کو اس کی عزت کرتے اور پوجا کرتے دکھایا جاتا تھا، فرشتے یا دیوتا، آریائی دیوتا، برہما، اندرا اور دشترا دھتی کو راجے اور رانیوں کو بھی اس کی
پوجا کرتے، اظہار عقیدت کرتے اور عزت کرتے دکھایا جاتا تھا۔ مہاتما بدھ کو تمام فرضی کہانیوں کا محور بھی بنایا جاتا تھا، جو اُن کے عہد میں رائج تھیں یا اس سے پہلے موجود تھیں، اسی لئے
مہاتما بدھ کی والدہ کو جو یقیناً ایک شادی شدہ خاتون تھی، مہاتما بدھ کو اپنی پسلیوں میں سے جنم دیتے دکھایا جاتا تھا، کیونکہ اسے کسی نہ کسی طرح کنواری سمجھا جاتا تھا، اور ان تمام لوگوں کو
جو اس گروہ میں شامل تھے، اس کی تعریف کرتے اور استقبال کرتے دکھایا جاتا تھا، اسی طرح مہاتما بدھ کی موت کے بعد دوبارہ اُٹھنے کی تصویر بنائی جاتی تھی، جس میں دکھایا جاتا تھا کہ وہ ایک
تابوت میں سے برآمد ہو رہے ہیں، گو اُن کے وقت میں ہندوستان میں تابوتوں کو کوئی نہ جانتا تھا اور یہ خیال ہندی یونانی لوگوں یا بعد کے زمانہ کے اہل سفینہ سے تاریخ ہند میں لیا گیا تھا۔
بہرحال اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ بدھ مت کے قدمانہ میں راجاؤں اور بلند مرتبت لوگوں کے لئے یہ بات غیر معمولی نہ تھی بلکہ اسے پاکیزہ اور مستحسن سمجھا جاتا تھا کہ وہ
مہاتما بدھ کے لباس میں نظر آئیں اور وہ کام کریں جن کے متعلق فرض کیا جاتا تھا کہ مہاتما بدھ کرتے رہتے ہیں، اور یہ اس نظریہ سے کیا جاتا تھا تا کہ آبادی کی ایک کثیر تعداد کو جو بدھ مت
کی پیرو تھی خوش یا مطمئن کیا جائے۔

مہاتما بدھ کا وہ واحد مجسمہ جو استادہ حالت میں ہے اور جس میں "بلوری ظرف" ہے، اور جس میں انہوں نے زیر بحث بڑے مجسمہ کی طرح کا کچھ ملتا جلتا لباس زیب تن کر رکھا ہے
اور وہ عجائب خانہ پشاور میں موجود ہے (مجسمہ نمبر ۱۴۲۰) اور ایک ایسا ہی اور مجسمہ، مجسمہ نمبر ۲، عجائب خانہ لاہور میں گندھارا ہال میں موجود ہے۔ مگر ان دونوں مجسموں کے سر موجود
ہیں، لیکن ان میں سے کسی پر چغہ موجود نہیں ہے، نہ زیر جامے ہیں اور نہ چپل ہیں، زیورات اور چپل، جہاں تک میرا علم ہے، بدھستوا میتریا پہنتے تھے، مہاتما بدھ نہیں پہنتے تھے
ٹیکسلا کی کتاب جلد سوم کی پلیٹ ۱۰۶ والے جس مجسمہ کے متعلق سر جان مارشل کا دعوےٰ ہے کہ وہ مہاتما بدھ کا ہے، اس میں یقیناً ... معلوم ہوتا ہے، یہاں بھی سر مفقود ہے

اور ہم اس کے متعلق یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ مہاتما بدھ کا ہے۔

اس معاملہ میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہو۔ یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان کے سرکردہ ماہرین آثار قدیمہ کافی مدت تک غلط طور پر دعوے کرتے رہے، کہ ایک خاص قسم کے مجسمے بہت قدیم زمانہ کے ہیں، لیکن پھر ڈاکٹر ڈبلیو۔ ڈبلیو ٹارن نے اپنی کتاب "یونانی باختر اور ہندوستان" میں کئی صفحات میں توضیح کی اور ثابت کیا کہ وہ مجسمے درحقیقت ایک بہت زیادہ بعد کے عہد کے ہیں، بہرکیف ان کے نظریات کو بہت سے تامل اور مباحثہ کے بغیر قبول نہ کیا گیا، اس بڑے مجسمے کے معاملہ میں بھی لباس کے متعلق ایک سطحی نظریہ کو، جو چند پہلے سے سوچے سمجھے خیالات پر مبنی تھا، ان لوگوں کی رائے تبدیل کرنے کے لئے کافی سمجھا گیا، جو پہلے ہی یقین رکھتے تھے کہ یہ مجسمہ تو مہاتما بدھ کا ہے، مفقود سر نے بدقسمتی سے معاملہ کو اور پیچیدہ بنا دیا، اور انہیں لباس کے متعلق ان کی قیاسی تحقیقات کے لئے ایک موقعہ مہیا کر دیا، مگر یہ بڑی تصویر مہاتما بدھ کی عام وضع اور انداز کا اظہار نہیں کرتی، یہ تصویر نہ تو شکتا مدرا (دعا و برکت کی وضع) کی ہے اور نہ ابھایا مدرا (مدافعانہ وضع) کی ہے اور نہ دھرم چکر امدرا (بحث کرنے اور تبلیغ کرنے کی وضع) کی ہے۔ یہ دھیان مدرا (مراقبہ — بند کئے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے) جسے بعض دفعہ سمادھی مدرا کہا جاتا ہے، کی بھی نہیں ہو سکتی، اس مجسمے کے ہاتھ بھی بدقسمتی سے مفقود ہیں۔ اس لئے مہاتما بدھ کی مشہور وضع یا انداز سے اس بڑی تصویر کو مہاتما بدھ کی تصویر کے ساتھ ایک جیسا جانتے ہیں تھوڑی سی بھی یا بالکل مدد نہیں ملتی، یہ ایک اور اہم امر کو بھی نظر انداز کر لیتے ہیں، اس گردہ میں دو فرشتوں یا دیوتاؤں سمیت، کوئی بھی اس بڑی تصویر کی پوجا یا توصیف یا عزت میں منہمک نہیں دکھایا گیا، "غیر ملکی" کی "بیوی" بھی ایسا نہیں کر رہی، بلکہ "غیر ملکی" کی عزت افزائی کی علامت ہو سکتے ہیں، فرشتے یا دیوتا تو دونوں طرف دکھائے گئے ہیں، نہ پھول نچھاور کر رہے ہیں، نہ اسے دعائیں دے رہے ہیں، بلکہ مجسمے خود ایک چغہ کے ساتھ ہے، جیسے ان کپڑوں کے ساتھ خلط ملط نہیں کرنا چاہیئے جو مہاتما بدھ عام طور پر پہنا کرتے تھے، زیرجامہ کی موجودگی اور چپل بھی اہمیت کے بغیر نہیں ہیں، تصویر بذات ان تمام خصوصیات کی ایک معقول بنیاد پر تسلی بخش طریق سے وضاحت کرنی چاہیئے، یا یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ بڑی تصویر کسی اور شخص کی ہے جو زیادہ سے زیادہ مہاتما بدھ کے لباس میں ہے لیکن خود مہاتما بدھ کی نہیں ہے، چپل کی موجودگی پر اعتراض کیا جا سکتا ہے، لیکن اس تسمے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، جو پاؤں پر بہت زیادہ نمایاں ہے اور اس کے لئے مزید تشریح کی ضرورت ہے۔

ایک اور پہلو بھی ہے، کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا، یا ان معاملات کے لئے یقین دلا نہیں سکتا ہے، کہ گونڈافرنیس بذات خود بدھ مت کا پیرو نہ تھا، یا کہ بدھ مت کی طرف اس کا کوئی رجحان نہ تھا، ان وجوہات کی بناء پر جو پہلے بیان کی گئی ہیں، شاید اس نے رسومات کے موقعوں کے لئے مہاتما بدھ کا لباس اختیار کر لیا ہو، اور اس کے ساتھ چغہ زیرجامہ اور چپل کو بدستور قائم رکھا ہو، بڑی تصویر کا لباس ماہرین آثار قدیمہ کے نظریہ کے لئے صرف اسی بنیاد پر موزوں ہو سکتا ہے، کیونکہ لباس درویشانہ نہیں ہے بلکہ شاہانہ ہے حقیقت میں یہ لباس ان چند لباسوں سے مختلف نہیں جو پارتھین سکوں میں دیکھا جاتا ہے، جو مغربی پاکستان کے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں، میں موازنہ کی غرض سے "تاریخی نتائج" مصنفہ ایچ ٹی پرنسپ (مطبوعہ لندن - ڈبلیو۔ ایچ۔ ایلن اینڈ کمپنی ۱۸۴۴ء) کا حوالہ دیتا ہوں جس میں "شاہ ست ہان" کنسکا کا ... ۱۰ کا ایک سکہ کو چغہ میں دکھایا گیا ہے (پلیٹ نمبر XX) اسی طرح ڈاکٹر پرسی گارڈنر نے اپنی کتاب "برطانوی عجائب خانہ کے ہندوستانی سکے" (مطبوعہ لندن - لانگ مین گرین اینڈ کو ۱۸۸۶ء) میں متعلقہ عہد کے سکوں کی تصویریں دی ہیں اور حال ہی میں جے راجرسن نے اپنی کتاب "سکوں کی فہرست" (مطبوعہ کلکتہ بپٹسٹ مشن پریس ۱۸۹۵ء) میں بھی تصویریں دی ہیں۔ آر۔ بی۔ وائٹ ہیڈ نے بھی ان سکوں کی اپنی کتاب "عجائب خانہ پنجاب لاہور کے سکوں کی فہرست" (آکسفورڈ کلیرنڈن پریس ۱۹۱۴ء) میں تصویریں دی ہیں۔ ان سے اس عہد کے لباسوں کی یکسانیت اس بڑی تصویر کے لباس کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔

ان تمام حقائق کے پیش نظر یقین کی ایک خاص حد تک کہا جا سکتا ہے کہ وہ بڑی تصویر مہاتما بدھ کے لباس میں شاہ گونڈافرنیس کی ہے، جو حضرت مسیح یا سینٹ جوڈا تھامس کے ساتھ کھڑا ہے، لیکن میرے مقصد کے لئے یہ بات یقیناً غیر اہم ہے کہ آیا وہ بڑی تصویر مہاتما بدھ کی ہے، یا مہاتما بدھ کے لباس میں کسی اور کی ہے، بشرطیکہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت مسیح اور سینٹ جوڈا تھامس، شاہ گونڈافرنیس کے عہد حکومت میں ٹیکسلا میں موجود تھے۔ اور یہ وہ بات ہے جو کہ اکیلا تھامس اور "غیر ملکی" یا دلیس یہودی کے اس مجسمہ سے ثابت ہو گئی ہے (Acla Thomas) جو فی الواقع خود

میں امید کرتا ہوں کہ کوئی شخص جسے اس معاملہ میں دلچسپی ہو اس معاملہ کی مزید تحقیق کے لئے زیادہ وقت صرف کرے گا اور دونوں بھائیوں کی ٹیکسلا میں آمد کی تائید میں نئے حقائق ہمارے سامنے رکھے گا، اور میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ پاکستان کا محکمہ آثار قدیمہ "محل" کے باقی ماندہ حصہ کی کھدائی کرے گا جو ابھی تک ٹیکسلا میں ملبہ کے نیچے دبا ہوا ہے اور جس سے اس معاملہ پر مزید روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کا عبرتناک انجام

(مرتضیٰ خان حسن)

(آخری قسط)

ان تصرات پر ہماری کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے بطور پیشگوئی فرمایا تھا وہ بھی دنیا کے سامنے ہے اور جو ڈوئی کا انجام ہوا اس سے بھی دنیا واقف ہے صاحبانِ عقل خود دیکھ سکتے ہیں کہ کس طرح خدا کا پاک بندہ مرزا غلام احمدؑ سچا نکلا اس کی سچائی سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کی سچائی کا آفتاب آب و تاب سے چمکنے لگ گیا۔ مغرب کی ساری دنیا پکار اٹھی کہ اس مقابلہ میں محمدی مسیح جیت گیا۔ بالفاظ دیگر انہوں نے دبی زبان سے مان لیا کہ اسلام غالب آ گیا اور عیسائیت کو نیچا دیکھنا پڑا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

محض ڈوئی کی ایک پیشگوئی ہی کسر صلیب کے کارنامہ کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کے ایسے کارناموں کے باوجود آپ کو مسلمان تک کہنا جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ مقام تعجب نہیں کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی بکثرت موجود ہیں جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ایسے بزرگ اصحاب رسولؐ کو منافق اور غاصب قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ وہ ہستیاں ہیں جن سے اسلام کو نہایت عروج حاصل ہوا۔ ڈوئی کے حیرت انگیز عروج اور پھر جلد ہی اس کے زوال اور تباہی کا نقشہ کتاب ڈکشنری آف امریکن بائیگرافی میں بڑے موزوں الفاظ میں دیا گیا ہے۔ عروج کا ذکر کے مصنف کتاب آخر میں لکھتا ہے:۔

"۲۴ ستمبر ۱۹۰۵ء کو اس پر فالج کا حملہ ہوا جس پر اس کو جمیکا لے جایا گیا۔ جونہی یہ سفاک لیڈر مفلوج ہوا اس کے غلام بغاوت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ڈوئی کا سب سے زیادہ معتمد علیہ دوست ولبر گلین والو اجس کو اس نے تمام اختیارات دے رکھے تھے اس نے اس تحریک کی رہنمائی کی جس کے نتیجے میں اس کے ہاتھ سے ۲ اپریل ۱۹۰۶ء کو زائن سٹی کی تمام جائداد نکل گئی۔ اور چرچ میں اس کی رکنیت بھی معطل کر دی گئی کیونکہ وہ دوسروں کو تعدد ازدواج کی تعلیم دیتا تھا، اور اس کے خلاف دوسرے خطرناک الزامات بھی تھے۔ ڈوئی فوراً شکاگو واپس ہوا مگر اب اس کی صحت بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ اس بغاوت کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکا۔ مگر اس نے مقابلہ جاری رکھا تاوقتیکہ ایک سال سے بھی کم مدت میں موت نے اس کو آ لیا"

یاد رکھنا چاہیئے کہ ڈوئی چونکہ مدعی نبوت تھا اور اس نبوت کا ایک مقصد مسلمانوں کو دنیا سے مٹانا اور عیسائیت کی اشاعت تھا اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں بہت جوش تھا کہ یہ جھوٹا مدعی نبوت آپ کی زندگی میں ہی جلد ہلاک ہو تا کہ عیسائی دنیا پر ایک مستقل حجت قائم ہو جائے اور اسلام کو فتح حاصل ہو، اور اس وجہ سے آپ ہمیشہ دعا کرتے رہتے تھے، چنانچہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴ پر حضور اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور میں ہمیشہ اس بارے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا۔ چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب آئے گا اور دشمن ہلاک کیا جائے گا۔ اور پھر ڈوئی کے مرنے سے تقریباً پندرہ دن پہلے خدا نے اپنی کلام کے ذریعہ سے مجھے میری فتح کی خبر دی جس کو میں نے اس رسالہ میں جس کا نام ہے "قادیان کے آریہ اور ہم"۔ اس کے ٹائیٹل پیج کے پہلے ورق کے دوسرے صفحہ میں ڈوئی کی موت سے تقریباً دو ہفتے پہلے شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ ہے:۔

تازہ نشان کی پیشگوئی

"خدا فرماتا ہے کہ میں تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی وہ تمام دنیا کے لئے ایک نشان ہوگا (یعنے ظہور اس کا صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ ہوگا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا چاہیئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے۔ کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا، تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے۔ مبارک وہ جو اس سے فائدہ اٹھاوے"

(المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود مشتہرہ ۲۰ فروری ۱۹۰۷ء)

اب ظاہر ہے کہ ایسا نشان (جو فتح عظیم کا موجب ہے) جو تمام دنیا ایشیا اور امریکہ، یورپ اور ہندوستان کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہو سکتا ہے، وہ یہی ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے کیونکہ اور نشان جو میری پیشگوئیوں سے ظاہر ہوئے وہ تو پنجاب اور ہندوستان تک ہی محدود تھے۔ اور امریکہ اور یورپ کے کسی شخص کو ان کے ظہور کی خبر نہ تھی۔ لیکن یہ نشان پنجاب سے بصورت پیشگوئی ظاہر ہو کر امریکہ میں جا کر ایسے شخص کے حق میں پورا ہوا جس کو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا۔ اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی بذریعہ تاروں کے اس ملک کے انگریزی اخباروں کو خبر دی چنانچہ پائونیر (Pioneer) نے جو الہ آباد سے نکلتا ہے ۱۱ مارچ ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں اور سول ملٹری گزٹ نے جو لاہور سے نکلتا ہے پرچہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء میں اس خبر کو شائع کیا .... پس اس طرح پر قریباً تمام دنیا میں یہ خبر شائع کی گئی۔ اور خود یہ شخص اپنی دنیوی حیثیت کی رو سے ایسا تھا کہ عظیم الشان نوابوں اور شاہزادوں کی طرح مانا جاتا تھا۔ چنانچہ ویب نے جو امریکہ میں مسلمان ہو گیا ہے میری طرف اس بارے میں چٹھی لکھی تھی کہ ڈاکٹر ڈوئی اس ملک میں نہایت معززانہ اور شاہزادوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اور باوجود اس عزت اور شہرت کے جو امریکہ اور یورپ میں اسکو حاصل تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ہوا کہ میرے مباہلہ کا مضمون اس کے مقابل پر امریکہ کے بڑے بڑے نامی اخباروں نے جو روزانہ ہیں شائع کر دیا اور تمام امریکہ اور یورپ میں مشہور کر دیا اور پھر اس تمام اشاعت کے بعد جس ہلاکت اور تباہی کی اس کی نسبت پیشگوئی میں خبر دی گئی تھی وہ ایسی صفائی سے پوری ہوئی کہ جس سے بڑھکر اکمل اور اتم طور پر ظہور میں آنا متصور نہیں ہو سکتا۔ اس کی زندگی کے ہر پہلو پر آفت پڑی۔ اس کا خائن ہونا ثابت ہوا، اور وہ شراب کو اپنی تعلیم میں حرام قرار دیتا تھا۔ مگر اس کا شراب خور ہونا ثابت ہو گیا اور وہ اپنے آباد کردہ شہر صیحون سے بڑی حسرت کے ساتھ نکالا گیا جس کو اس نے کئی لاکھ روپیہ خرچ کر کے آباد کیا تھا۔ اور نیز سات کروڑ نقد روپے سے جو اس کے قبضہ میں تھا۔ اس کو جواب دے دیا گیا اور اس کی بیوی اور اس کا بیٹا اس کے دشمن ہو گئے اور اس کے باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔ پس اس طرح پر وہ قوم بہ ولد الزنا ثابت ہوا۔ اور یہ دعوےٰ کہ میں بیماروں کو اچھا کرتا ہوں یہ تمام لاف و گزاف اس کی محض جھوٹی ثابت ہوئی۔ اور ہر ایک ذلت اس کو نصیب ہوئی۔ اور آخر کار اس پر فالج گرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اس کو اٹھا کر لے جاتے رہے۔ اور پھر بہت غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے اور یہ دعوے اس کا کہ میری ابھی بڑی عمر ہے اور میں روز بروز جوان ہوتا جاتا ہوں اور لوگ بڈھے ہوتے جاتے ہیں محض فریب ثابت ہوا۔ آخر کار مارچ ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں ہی بڑی حسرت اور درد اور دکھ کے ساتھ مر گیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴)

درخواستِ دُعا

خواجہ غلام محمد صاحب خادم دوکاندار لکھا کھڑی ضلع ڈوڈہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ بھدرواہ کی جماعت کے دو نہایت مخلص بزرگ، چوہدری عبدالرزاق صاحب گنائی درد گردہ سے، اور جناب خواجہ عبدالکبیر صاحب ٹھول بعارضہ فالج سے عرصے بیمار چلے آ رہے ہیں وہ جملہ احباب جماعت سے استدعا کرتے ہیں کہ...

مقالہ ——— (بقیہ ص ——)

(۳) مرزا غلام احمد خدا کا مامور ہے جو دین اسلام کی حفاظت واشاعت کے لئے اس زمانہ میں مبعوث ہوا۔

یہ تین بین نتائج ہیں جو ڈوئی کے واقعات میں پائے جاتے ہیں، یہ عیسائیوں اور مسلمانوں پر حجت ملزمہ ہیں، جن پر اگر تعصب وعناد کی عینک اتار کر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو یقینی طور پر نظر آتا ہے کہ مرزا صاحب نے جو کچھ کہا خدا سے علم پا کر کہا، اور اللہ تعالےٰ کی نصرت وتائید آپ کے شامل حال تھی، ورنہ ایک انسان کی کیا مجال کہ ڈوئی جیسے صاحب اقتدار انسان کے متعلق ایسی پیشگوئی کرتا ... جو اس کی زندگی ہی میں عین طور پر پوری ہو جاتی کیا یہ صحیح نہیں کہ ڈوئی کی موت کے ساتھ عیسائیت کی موت ثابت ہوگئی اور مرزا غلام احمد کی پیشگوئی کے پورا ہونے سے نہ صرف مرزا صاحب کی سچائی بلکہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اظہر من الشمس ہوگئی۔

مرزا صاحب کو بُرا کہنے والو! غور کرو کہ کیا یہ بین نشان اُس کے مقرب الٰہی ہونے کا زندہ ثبوت نہیں؟ کیا اس ایک ہی نشان سے تمہارے تمام اعتراضات کا قلع قمع نہیں ہو جاتا؟ اور حضرت مرزا صاحب کا اس زمانہ کے لئے مسیح اور مجدد ہونا ثابت نہیں ہوتا؟

ہم مولانا مرتضیٰ خاں صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنی تصنیف کتاب "بینات" میں سے ڈوئی کے ان عبرت انگیز واقعات کو "پیغام صلح" میں نقل کرنے کی اجازت دے کر ہمارے ایمان میں ایک نئی زندگی اور تازگی پیدا کر دی، امید ہے اور بھی اسی قسم کے ایمان افروز نشانات قارئین "پیغام صلح" کے مطالعہ میں لا کر اس تازگی کو اور بڑھانے کا موجب ہوں گے۔

آخر میں ہم اپنی جماعت سے بھی یہ عرض کریں گے کہ مسیح وقت کے یہی نشانات ہیں جو دنیا میں ایمان وایقان پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں، عقلی دلائل سے اسلام کی صداقت تو ثابت ہو سکتی ہے، لیکن وہ زندہ ایمان جو خدا کی ہستی پر دلوں کے اندر پیدا ہونا چاہیئے وہ ان نشانات ہی سے پیدا ہو سکتا ہے جو مامورِ الٰہی کے ذریعہ ہم تک پہنچے، یہی وہ ایمان ہے، جو حضرت مسیح موعود ثریا سے اتار کر لائے، اس ایمان کو دلوں کے اندر پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف آپ خود ان نشانات کو بار بار پڑھیں بلکہ اپنے تبلیغی لائحہ عمل میں بھی ان کو شامل کریں اور یورپ اور امریکہ میں انہیں بار بار پیش کریں کم از کم ڈوئی کے نشان کو امریکہ میں اگر پیش کیا جائے، اور پرانے امریکن اخبارات کے حوالوں سے (جن کے اقتباسات مولانا مرتضےٰ خاں صاحب نے نقل کئے ہیں) بار بار لوگوں کے سامنے لایا جائے، تو ہمارے تبلیغی مشن کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ جس سے بہت سے دلوں میں ایمان والیقان کی ایک زبردست لہر پیدا ہو سکتی ہے، یقین رکھئے کہ مامورِ الٰہی کے پیش کردہ نشانات ہی ایک چیز ہیں جو خدا تعالےٰ پر سچا ایمان پیدا کر سکتے ہیں ان نشانات کو لوگوں کے علم میں لا کر تبلیغ واشاعت اسلام کے فرض کو صحیح رنگ میں سرانجام دیجئے کہ موجودہ دہریت زدہ دنیا کو راہ راست پر لانے کا سہل ترین رستہ یہی ہے ؎

بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشا نیست کبیر

خطبہ جمعہ ——— (بقیہ صفحہ ۲)

پیدا ہو جائے، بلکہ استغفار شروع ہو جاتا ہے، اور وہ اپنی تقصیروں کی معافی چاہتے ہیں، استغفار کے متعلق کئی قسم کی باتیں لوگوں نے کی ہیں، عیسائیوں نے بڑے زور شور سے اعتراض شائع کیا کہ مسلمانوں کا پیغمبر (نعوذ باللہ) گنہگار تھا۔ حالانکہ ہر نیک کام کے بعد استغفار کا حکم دیا ہے نماز کے بعد، روزہ اور حج کے بعد مسلمان استغفار کرتا ہے اور فرمایا اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ، عرب فتح ہو گیا اور جوق جوق لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور خدا کا مشن پورا ہو گیا تو اب استغفار پڑھو .... اپنے رب کی تسبیح وتحمید بھی کرو ......

- - - - ...... کیونکہ انتہائی کامیابی آجاتی ہے تو اس وقت دماغ فکر میں آجاتا ہے کہ شیطان ان لوگوں کو کچھ سبق نہ پڑھا دے اس لئے فرمایا کہ کامیابی اور عبادت کے بعد استغفار پڑھا کرو۔

اقتصادیات کا سبق

اور فرمایا کہ ہم اقتصادیات کا بھی سبق دیتے ہیں وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا جس امر میں خدا کی نافرمانی ہو، وہاں ایک چھدام خرچ نہیں کرتے اور جب خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، خدا کی نافرمانی کے موقعہ پر خرچ نہ کرنا اقتار نہیں نہ ہی خدا کے رستہ میں خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے لیکن امراء اپنی محفلوں میں تو بے دریغ خرچ کرتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ خدا کے رستہ میں بھی کچھ دو، اس کی مخلوق پر خرچ کرو تو منہ پھیر لیتے ہیں، مسلمان کا کام ہے کان بین ذالک قواما خدا کے بندے اس کے بین بین چلتے ہیں انکا کام یہ ہے کہ نہ اسراف کریں اور نہ اقتار سے کام لیں

شرک سے اجتناب

ان آیات میں مسلمان کے کرنے کی باتیں بتا دیں۔ اب کرنیوالی باتوں کا ذکر کرتا ہے وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ خدا کی معرفت انہیں نصیب ہے عبادت الٰہی اور خدمت مخلوق کی دولت انہیں حاصل ہے، اس کے ساتھ ہی شرک سے بچنا بھی انہیں نصیب ہے۔

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان وایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے، وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ہم آنے سے یکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کر دیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

از حضرت مسیح موعودؑ ——

ضرورت انبیاء ـ شان محمد مصطفیٰ ـ قد افلح المؤمنون امام الزمان ـ حقیقت اسلام ـ حقیقت نماز ـ

از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم :——

دعوت عمل ـ نزول مسیح ـ جماعت قادیان ـ نماز اور ترقی کی تین راہیں ـ ردّ تکفیر اہل قبلہ ـ زمانہ کے امام کو پہچانو ـ دو تقریریں ـ

از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم :——

درس قرآن ـ کشف الظنون عن الراق والجنون ـ

از جناب مولانا صدر الدین صاحب :—— "ہمارے عقائد"

از جناب چوہدری شکر اللہ خاں صاحب :—— "دعوت فکر"

از جناب حافظ محمد حسن صاحب چیمہ :——
"اسلامی جماعت اور نظر یئے"

از جناب شیخ محمد طفیل صاحب :—— "کافر"

احمدیت کیا ہے ÷ تحقیق حق ÷ محمد مصطفیٰ ÷ اُردو بچوں کیلئے اسلام ÷ نبی نوع کی ہمدردی کا مذہب ÷ حقیقت نماز ÷ نماز مسلم ÷

سیکرٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

عید کے دن

—— (بقیہ صفحہ اوّل) ——

کے لئے نہایت مستحسن چیز ہے، عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں گھس کر دن کاٹ دینا یہ قومی مُردگی کی علامت ہوتی ہے۔

۹۔ چونکہ آج کل اسلام سے بڑھکر کوئی غریب نہیں اس لئے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عید الفطر کا کل یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیجدیتے ہیں۔ اس لئے سب احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیئے کہ نماز عید سے قبل محاسب کو صدقہ ادا کر دیں۔

۱۰۔ صدقہ عید الفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ فی کس عید فنڈ بھی مقرر ہے، آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اسی طرح اس خوشی کے دن میں اسلام کا بھی کچھ حق ہے، لہذا احباب خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمائیں اور عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیجدیں، یہ حضرت صاحب کے حکم سے ہے اور ایک مالی جہاد ہے۔ اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھیں ٭

پکتھال کے قبولِ اسلام کی سرگذشت

صدقِ جدید (۶ اپریل) سے :۔

محمد مارماڈیوک پکتھال مرحوم (انگریز مترجم قرآن) کے نام سے لکھے پڑھے مسلمانوں میں کون ناواقف ہے۔ ان کی سرگذشت تو انہی کی زبان سے سُنی ہوئی حمید العلی خان صاحب (سابق مینیجر روزنامہ ہمدرد و ہمدرد پریس نے حال میں کراچی کے پندرہ روزہ "قومی زبان" میں شائع کرائی ہے۔ خلاصہ" سننے کے قابل ہے ــــ "پکتھال صاحب جب اپنے ملک میں گریجویٹ ہو چکے، تو برطانیہ نے انہیں اپنا جاسوس مقرر کیا، اور ترکی میں قسطنطنیہ کے سب سے بڑے عالم کی خدمت میں مامور کیا۔ ان عالم صاحب کا سیاسیات میں بھی بڑا اقتدار تھا۔ اور ان کے ہاں حاضر رہنے سے سیاسی حالات بہت کچھ معلوم ہو سکتے تھے۔ پکتھال نے جا کر عرض کیا، کہ میں آپ سے اصول اسلام سیکھنا چاہتا ہوں۔ استاد نے بڑی شفقت و اخلاص سے سکھانا شروع کیا، اور شاگرد پڑھنے کے ساتھ ساتھ جاسوسی کا کام بھی انجام دیتا رہا۔ لیکن ــــ اور سننے کی بات یہی ہے۔ یہ کب تک چلتا، قرآن مجید اور احادیث نبوی کی تعلیم اور سامنے ایک عالم با عمل، یہ چیزیں کب تک بے اثر رہتیں، ۵ سال کی مدت میں نفاق اخلاص میں تبدیل ہونے لگا اور دو سال مزید کے عرصہ میں، مسیحی جاسوس دل ہی دل میں پختہ مسلمان بن چکا تھا! اور جب شیخ سے با قاعدہ بیعت اسلام کی درخواست کی تو شیخ نے بجائے معاً قبول کر لینے کے یہ فرمایا کہ :۔

"ابھی جلدی نہ کیجئے، آپ کے والدین زندہ ہیں۔ وطن جا کر ان سے مشورہ کیجئے"۔

نو مسلم کے دل کو اور زیادہ بسمل کر ڈالنے کے لئے یہ کافی سے زائد تھا۔ بے چارہ کس تاثر کے ساتھ لکھتا ہے کہ :۔

"شیخ کے اس ارشاد کا میرے اوپر اور زیادہ اثر ہوا۔ میں نے تو یہ دیکھا تھا کہ عیسائی لوگ ایک ایک آدمی کو عیسائی بنانے میں روپیہ بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ اور اس آدمی کی طرح طرح سے ناز برداری کرتے ہیں۔ جب کہیں وہ عیسائی ہوتا ہے، اور میں بلا خرچ خود سے مسلمان ہوتا ہوں، تو شیخ یہ فرماتے ہیں کہ جلدی نہ کرو! بہر حال میں سچے دل سے مسلمان تو ہو ہی چکا تھا اور نماز پڑھتا اور روزے رکھتا تھا۔"

وطن پہنچکر اور اپنے والدین سے اجازت لے کر اپنے مسلمان ہونے کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیا، اور بقیہ ساری عمر اپنے آپ کو خدمت اسلام ہی کے لئے وقف رکھا۔

شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

دینِ فطرت کی کشش کی تازہ و موثر مثال آپ نے دیکھی! تو مخبری اور جاسوسی کی نیت سے آیا تھا، وہی دیکھتے دیکھتے کیسا مخلص حلقہ بگوش بن گیا! تاریخ تاتار سے مثال تو بیشتر بار ہا پیش کی جا چکی ہے، تازہ نظیر بھی کتنی موثر اور حوصلہ افزا ہے۔

جرم کے محرکات

سیشن جج لاہور نے ٹیکسی ڈرائیور کے مشہور مقدمہ قتل کا فیصلہ سنا دیا ہے، فاضل سیشن جج نے اپنے طویل فیصلے میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ غیر ملکی فلمیں ہمارے نوجوانوں کے اخلاق پر بری طرح اثر انداز ہو رہی ہیں۔ پچھلے دنوں لاہور میں ٹیکسی ڈرائیور فلم کی نمائش کی گئی، جس کی کہانی قتل کی موجودہ واردات سے ملتی جلتی ہے، یہ فلم ایک دوسرے ملک سے درآمد کر کے کچھ عرصہ پیشتر لاہور میں دکھائی گئی تھی اور اس میں مجرموں کے ایک گروہ کی سرگرمیاں نمایاں تھیں، اس مقدمہ کے ماخوذ ملزموں نے اسی کہانی کو دہرایا اور اس طرح ایک سنگین جرم کا ارتکاب کیا۔ آخر میں سیشن جج نے حکومت کو متنبہ کیا کہ ارباب اختیار کے لئے اب بھی موقع ہے، کہ وہ صورت حالات کی نزاکت کا جائزہ لیں اور ملک کے نوجوانوں کا اخلاق بچانے کیلئے غیر ممالک سے اس قسم کی مخرب اخلاق فلموں کی درآمد پہ پابندیاں عائد کر دیں۔

مسلمان، غیر مسلم اقلیتیں

ایک گذشتہ شمارہ میں چار سو چھیاسٹھ علماء کرام اور مفتیانِ عظام کا متفقہ شرعی فتویٰ شائع کیا گیا تھا جس میں جماعت اہل حدیث کو مقتیانِ شرع شریف نے از روئے قال اللہ و قال الرسول گروہِ دجالوں کذابوں قرار دیا ہے اور ملت کو ان سے قطعی اجتناب اور احتراز کی شرعی ہدایت فرما کر اپنا فرض ادا فرمایا۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ علماء کرام کی اس عظیم جماعت نے شاید "معروف شغل" کے ماتحت یہ فتویٰ صادر فرمایا ہو گا۔

لیکن جمعیت اہل حدیث کے ترجمان معاصر "الاعتصام" کے ایک اداریہ سے معلوم ہوا کہ بعض رہنمایانِ ملت کا کہنا تھا کہ

"مرزائیوں سے ہمیں فارغ ہو لینے دیجئے اس کے بعد وہابیوں کا قلع قمع کرنا ہے"۔

معاصر الاعتصام نے یہ انکشاف ان الفاظ میں کیا ہے کہ :۔

"تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران میں ذاتے پاکستان کے عملہ ادارت جس کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا آغا مرتضیٰ احمد خان میکش ہیں۔ جو مجلس تحفظ ختم نبوت کے روحِ رواں اور اس کی مجلس عمل کے فاضل وکیل تھے، ناقل ہے کہ وضع و قماش کے لوگ کہا کرتے تھے کہ مرزائیوں سے ہمیں فارغ ہو لینے دیجئے۔ اس کے بعد وہابیوں کا قلع قمع کرنا ہے۔

یہ اسی مکروہ اور شرمناک ذہنیت کے مظاہرے ہیں جو سامنے آ رہے ہیں۔ یعنی اب ان کی یہ کوشش ہے کہ کذب اور افترا اور دجل کے تمام اسلحہ سے مسلح ہو کر مرزائیوں اور اہل حدیث کو ایک سطح پر لانے کی کوشش کریں اور اس کے بعد شور مچائیں کہ مرزائی اور یہ سب ایک ہی ہیں اور ان سب کے ساتھ ایک ہی قسم کا سلوک کرنا چاہیئے۔

(مسلک اہل حدیث کا ترجمان اور داعی ہفت روزہ الاعتصام ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء)

مجلس تحفظ ختم نبوت جس کا نصب العین بصورت میرزائیوں کا قلع قمع کرنا ہے۔ اس کے سرگرم داعیوں حامیوں اور سرخیل بزرگوں میں جمعیت اہل حدیث کے کرتا دھرتا صدر محترم حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی کا اسم گرامی سرفہرست تھا شاید مولانا کو اپنے بعض رفقاءِ کار سے ہی اطلاع مل گئی ہوگی، کہ مرزائیوں کے بعد ان کی جماعت کا قلع قمع ہوگا۔ ازاں بعد۔ پھر، "قلع قمع بازیزدگ علماء" کس کا قلع قمع کریں گے؟

شیعہ معاصر "ذوالنجف" کو اندیشہ ہے کہ علمائے کرام کا رُخ شیعوں کی طرف ہوگا۔

پھر ــــ؟ مودودیوں۔ پرویزیوں وغیرہ اسلام کی دعویدار ایک ایک جماعت کو چن چن کر از روئے شرع شریف دائرۂ اسلام سے خارج کر کے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی مہموں کو سر کیا جائے گا۔ جب اس فتحیابی کا سہرا علمائے کرام کے سروں پہ سج جائیگا۔ تو حقیقی اور اصلی اسلام کا علم لہرانے لگے گا۔ لیکن اس مصیبت کا کیا علاج ہوگا۔ جب یہ سب "غیر مسلم" اقلیتیں نعرۂ تکبیر اور نعرۂ رسالت کی صداؤں کے غلغلوں میں "مسلمان، غیر مسلم کا فرقائی نارسے تیر" ون یونٹ یار جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کی اسلامی حکومت میں باضابطہ جمہوری انداز سے دخل و نفوذ حاصل کر لیں گے۔ ذریعہ یہ پاکستانی غیر مسلم کافر اقلیتیں اکثریت میں تبدیل ہو جائیں گی اور علمائے کرام اور مفتیانِ عظام سے منتقمانہ جوش میں حربۂ تکفیر سے کام لیں گی اور شرعی فتوے "کہ جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے"۔ کے مطابق ان محافظین ناموس اسلام کو قانوناً دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیں گی اور پھر ــــ اللہ تعالیٰ رحم کرے، اس وقت حضرت مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی تصنیف "مرتد کی سزا" میں مندرج شرعی اصول عملی صورت اختیار کر گئے تو کیا ہوگا؟

سردست مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگرم اراکین حضرت مولانا سید داؤد غزنوی اور حضرت مولانا حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ ایک فوری میٹنگ میں اس صورت حال پہ غور...

رفتارِ عالم

کراچی - ۴ رمئی - صدر جمہوریہ میجر جنرل سکندر مرزا نے امتیازی فوجی اور عوامی خدمات کے صلے میں دینے کے لئے تمغے مقرر کئے ہیں، یہ تمغے خواتین کو بھی مل سکیں گے۔

لاہور - ۳ رمئی - بیگم ثریا ارشاد محمد خاں مجسٹریٹ درجہ اول کی عدالت میں بھاٹی دروازہ کی بائیس سالہ شادی شدہ خاتون اصغری نے چوک وزیر خاں کے رہنے والے اپنے سسر سابقہ خاوند اور اس کے دیگر ساتھیوں کے خلاف زیر دفعہ ۴۲۰/۱۰۹ تعزیرات پاکستان استغاثہ دائر کیا ہے کہ انہوں نے مستغیث ملزم کو نوجوان ظاہر کرتے ہوئے دھوکہ سے شادی کر دی۔ عدالت نے سرسری شہادت قلمبند کرنے کے بعد سماعت آئندہ پیشی پر ملتوی کر دی۔

راولپنڈی - ۳ رمئی - آج چہڑا شریف اور جنڈ کے درمیان ڈاکوؤں اور پولیس میں تصادم ہوا جس میں ایک ڈاکو ہلاک، ایک مجروح اور ایک گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس کا بھی ایک آدمی مجروح ہوا۔

لاہور - ۵ رمئی - سابق صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ ملک فیروز خاں نون نے آج ری پبلکن پارٹی میں شامل ہونے کے فیصلہ کا اعلان کرتے ہوئے اپنے احباب اور تمام محب وطن پاکستانیوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ فوراً ری پبلکن پارٹی میں شامل ہو جائیں، ملک نون نے ایک طویل بیان میں کہا ہے کہ اگر اس مرحلہ پر ڈاکٹر خاں صاحب کے نظم و نسق کو ختم کیا گیا تو یہ ہماری بہت بڑی بدبختی ہوگی، آپ نے کہا کہ چند بے اصول مسلم لیگیوں کو کھل کھیلنے کا موقعہ نہیں ملنا چاہیئے اور ارکان اسمبلی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کریں۔

پشاور - ۵ رمئی - وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان ڈاکٹر خان صاحب نے سردار بہادر خاں کے اس الزام کو شرانگیز قرار دیا ہے، کہ بعض صوبائی پولیس افسروں کو محض اس لئے تبدیل کیا گیا ہے، کہ وہ اینٹی ون یونٹ فرنٹ کے مخالف تھے، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پولیس افسروں کے تبادلوں کا کوئی سیاسی مقصد نہیں، اصل مقصد یہ تھا کہ نظم و نسق کو اور بہتر بنایا جائے۔ سردار بہادر خان غلط فہمیاں پھیلا رہے ہیں، وہ خود جس علاقہ سے منتخب ہوئے ہیں وہاں کے لوگ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں، اور وہ غلط پراپیگنڈا سے کبھی متاثر نہیں ہوں گے۔

ڈاکٹر خاں صاحب نے بتایا کہ میاں انور علی نئی تعیناتی سے قبل قائم مقام آئی جی تھے، ان کے مقابلہ میں مسٹر عزت بخش اعوان مستقل آئی جی تھے۔

لاہور ۵ رمئی - وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خاں صاحب کی سفارش پر آج رات صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ سردار عبدالرشید کو مغربی پاکستان کی کابینہ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس طرح اب صوبائی کابینہ کے ارکان کی تعداد دس ہو گئی ہے۔

پشاور ۵ رمئی - سابق وزیر اعلیٰ سرحد سردار عبدالرشید نے آج لاہور روانہ ہونے سے قبل ری پبلکن پارٹی میں شرکت کا اعلان کر دیا۔ سابق صوبہ سرحد کے وزیر تعلیم میاں جعفر شاہ بھی ری پبلکن پارٹی میں شامل ہو گئے۔

لاہور - ۵ رمئی - ڈپٹی کمشنر لاہور شہزادہ عالمگیر نے ضلع لاہور کے تمام مال افسروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ہر نائب تحصیلدار کے حلقے میں ایک ماڈل دیہات، اور ہر پٹوار حلقے میں ایک ترقی یافتہ دیہات قائم کریں، اس کا فیصلہ مال افسروں کے ایک اجلاس میں کیا گیا جو ضلع کے ہر حصے سے اس اجلاس کے لئے یہاں آئے تھے۔

ڈھاکہ - ۶ رمئی - آج یہاں پاکستان اور ہندوستان کی دو روزہ کانفرنس ختم ہو گئی۔ کانفرنس کے خاتمے پر ایک مشترکہ اعلان میں کہا گیا ہے کہ دونوں ملک اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ اقلیتوں کے ترک وطن کے اسباب دور کرنے کے لئے ٹھوس قدم اٹھانا چاہیئے۔ مشترکہ اعلان میں کہا گیا ہے کہ دونوں حکومتیں اقلیتوں کو ترک وطن سے باز رکھنے کے لئے سچے دل سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گی۔ بیان میں اقلیتوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ مکمل طور پر ملک کے وفادار رہیں اور اپنی جائز شکایتوں کے ازالے کے لئے اپنی حکومتوں کی طرف رجوع کریں۔

نیویارک ۶ رمئی - ٹائمز آف انڈیا کی اطلاع کے مطابق اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب مسٹر میر خاں نے حفاظتی کونسل کے ارکان کو اطلاع دی ہے کہ پاکستان نے اس ماہ کے آخر یا اوائل جون میں کشمیر کا مسئلہ حفاظتی کونسل میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے، معلوم ہوا ہے کہ امریکہ اور دوسری مغربی طاقتیں پاکستان پر زور دیں گی کہ وہ جولائی میں صدر آئزن ہاور اور پنڈت نہرو کی ہونے والی ملاقات سے قبل کشمیر کا مسئلہ حفاظتی کونسل میں پیش نہ کرے، لیکن پاکستان اپنے موقف پر قائم ہے۔

لاہور ۶ رمئی - سرحد مسلم لیگ کے نائب صدر اور ہزارہ سے قومی اسمبلی کے رکن محمد جلال الدین خاں نے بھی آج مسلم لیگ کی رکنیت سے مستعفی ہو کر ری پبلکن پارٹی میں شمولیت کے فیصلہ کا اعلان کر دیا ہے۔ اس طرح قومی اسمبلی میں ری پبلکن پارٹی کے ارکان کی تعداد ۱۵ تک پہنچ گئی ہے۔

کراچی ۶ رمئی - پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن اس سال تینتیس کروڑ نوے لاکھ روپے کی لاگت سے مزید ستر کارخانے مکمل کرے گی۔ اس کے علاوہ انتیس اور کارخانوں کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے جس پر ۷۹ کروڑ تین لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔

سرینگر - ۶ رمئی مقبوضہ کشمیر پر بھارتی گرفت کو اور مضبوط کرنے کے لئے درہ بانہال کے ساتھ ساتھ آٹھ ہزار فٹ لمبی نئی سرنگ کھودی جا رہی ہے، جس کے مکمل ہو نے پر بھارت اور کشمیر کے درمیان سارے سال آمد و رفت جاری رہ سکے گی آج کل سردیوں میں صرف طیاروں کے ذریعہ ہی آمد و رفت ہوتی ہے۔

روم - ۶ رمئی - اٹلی میں آج کوئی اخبار شائع نہیں ہوا۔ کیونکہ کارکنوں نے تمام مقامی پبلشروں سے اجرتوں میں اضافہ کا مطالبہ کر رکھا ہے۔ ہڑتالیوں کے ایک ترجمان نے اعلان کیا ہے کہ اگر اجرتوں میں فوری طور پر اضافہ نہ کیا گیا تو ہڑتال جاری رہے گی۔

مطبوعہ ناظم الیکٹرک پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں، باقی اخبار تعلیمی پریس میکلوڈ روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

(ایڈیٹر - دوست محمد)

پیغام صلح مورخہ ۹ رمئی ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۸

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۵ رشوال ۱۳۷۵ھ - ۱۶رمئی ۱۹۵۶ء | ۱۹

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ٭ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ٭ حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ٭ ہر نبوت را بروشد اختتام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ٭ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ٭ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ کتاب حق کہ جس کا نام قرآن ہے ٭ ہماری معرفت کی شراب اسی جام سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ٭ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ٭ ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔
- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ بالفاظِ بانیٔ سلسلہ:-
  "اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا" "جو ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی"، "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"
- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالےٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں اور نہ آئندہ ہوگا۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہوں گے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالےٰ ان سے کلام کرتا ہے رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَآءَ (حدیث)
- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہلِ سنت کے مسلّم بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ہم اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلعم کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں، خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں:- "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

نہایت شاندار عید

۱۲ رمئی بروز ہفتہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں نہایت شاندار عید منائی گئی مسجد پُر رونق تھی مجمع میں ذی وجاہت لوگوں کی کثرت نے اس مجمع کی رونق کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ یہ نظارہ بے حد خوش کن تھا۔ چنانچہ لوگوں کے چہرے مسرت سے روشن تھے مسجد کا کمرہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ صحن میں سائبان لگے ہوئے تھے ایک حصہ مجمع کا سائبانوں کے نیچے بھی تھا۔

گیلری میں بھی بہت رونق تھی جہاں بعض نہایت ہی معزز خواتین رونق افروز تھیں، ان کی تعداد زیادہ تھی گیلری انکے لئے تنگ ہو گئی تھی نمازِ عید اور خطبہ کے بعد احباب ایک دوسرے سے نہایت تپاک سے اور نہایت اخلاص و محبت سے بغلگیر ہو رہے تھے اور ایک دوسرے کو ہدیہ تبریک پیش کر رہے تھے۔

عید کا خطبہ ایسا بلیغ اور پُر مغز تھا جیسا کہ اس فہمیدہ مجمع کی شان تقاضا کر سکتی تھی ٭

عید میلہ پر مسلمانوں کو خدا کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کرنا سکھایا گیا

پبلک ٹریژری میں غرباء کا حصہ رکھنے والی سب سے پہلی شخصیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

پاکستان کے عمال کو اپنی فکر کم کرکے غرباء کو اوپر اُٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے

خطبہ عید الفطر مورخہ ۱۲ر مئی ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ——— (الانفال آیت ۴۱)

مہذب قوموں کے میلے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات میں آپ لوگوں تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ آج کا دن حضور صلعم کی بڑائی کا دن ہے۔ اس وقت بھی مہذب قوموں کے میلے ہوتے ہیں، یورپ میں بھی ہم نے میلے دیکھے ہیں، ہندوؤں اور سکھوں میں بھی ہولی اور بیساکھی کے میلے دیکھے ہیں لیکن ان میلوں میں جو کچھ ہوتا ہے اسکو دیکھ کر طبیعت منغض ہو جاتی ہے، یورپ میں ایسٹر یا کرسمس کے موقعہ پر جو کچھ ہوتا ہے وہ بہت ہی شرمناک ہے، ایسا ہی ہولی اور بیساکھی میں بڑے شرمناک مظاہرے ہوتے ہیں،

اسلام کے دو میلے

حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دو میلے قوم کے لئے مقرر کئے ہیں، ایک میلہ آج کے دن منایا جاتا ہے اور دوسرا بقرعید کو۔ ان دونوں موقعوں پر آپ نے خدا کی عبادت کرنا اور اس کی مخلوق کی خدمت کرنا سکھایا ہے اور فرمایا اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ تم زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو، وہ جو آسمان والا ہے تم پر رحم کرے گا، حضور نے ساری زندگی اس پر عمل کیا، چنانچہ آج کے دن حضور نے ہر ایک مسلمان مرد، عورت بچے اور نوکر، لڑکے اور لڑکی پر فطرانہ دینا واجب ٹھہرایا ہے۔

فطرانہ کا مقصد

کہتے ہیں دنیا میں مسلمان پچاس کروڑ ہیں۔ اگر آٹھ آنے فی کس بھی فطرانہ ہو تو آج کم از کم پچیس کروڑ روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ یہ حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتصادیات ہیں کہ خدا کے ذکر کے ساتھ قوم کی فلاح کا بھی سامان کر دیا۔ فطرانہ نماز عید سے پہلے دینا ضروری ہے۔ گویا اس مجمع کا داخلہ یہ ہے کہ غرباء کے لئے خرچ کیا جائے، غرباء کی فکر نماز سے پہلے کی ہے۔ یہ ہیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، وہ قوم بنانا چاہتے ہیں اور وہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ امراء سے کچھ پیسے لیکر غرباء کو دیئے جائیں، آپ نے زکوٰۃ کی یہی تعریف کی ہے

تُؤْخَذُ مِنْ اُمَرَآءِهِمْ وَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَآءِهِمْ

قوم کے امراء سے مال لیا جائے اور غرباء کو دیدیا جائے

زکوٰۃ کا نظام

زکوٰۃ کا نظام اور بھی فائدہ مند ہے، اگر فطرانہ سے پچیس کروڑ روپیہ جمع ہو سکتا ہے تو یقیناً زکوٰۃ کے ذریعہ اس سے کئی گنا زیادہ جمع ہو سکتا ہے۔

مصائب کا علاج

یہ ہیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ نے قوم کو یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی ترقی اور مرفع الحالی کے ایسے سامان کئے ہیں کہ دوسری قوموں میں ملنے مشکل ہیں۔

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ

یہ ایسا نسخہ ہے جس سے تمام مصائب دور ہو سکتے ہیں ہر ایک شخص جو کسی مصیبت میں مبتلا ہے اس نسخہ کو آزما کر دیکھ لے۔ حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و مصدوق انسان ہیں۔ ان کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی، آپ نے ہر موقعہ پر قوم کی ترقی و استحکام کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ پیدا کیا ہے۔

پہلی پبلک ٹریژری

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے بتایا ہے کہ جنگ کے بعد جو مال غنیمت آئے اس میں بھی غرباء کا حصہ ہے۔ اس میں پبلک ٹریژری قائم کی ہے حکومت ملتے ہی سب سے پہلے جو فکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا وہ غرباء کی امداد کا فکر تھا۔

مخلوقِ خدا سے حضرت نبی کریم صلعم کی ہمدردی

آج کون شخص ہے جس کو ذرا سا اقتدار حاصل ہو اور وہ دوسروں کی فکر لے بیٹھے، ایک تھانیدار کو بھی اپنے نفس کی فکر ہوتی ہے، اور ایک ڈپٹی کمشنر اور وزیر اور بڑے سے بڑے عہدیدار کو بھی اپنے ہی گھر کی فکر لاحق ہوتی ہے، لیکن حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکومت سنبھالتے ہی اپنے گھر کی فکر لاحق نہیں ہوتی، فاطمہؓ کی فکر لاحق نہیں ہوتی، حسنؓ حسینؓ کی فکر نہیں ہوتی، علیؓ کی فکر نہیں ہوتی، فکر ہے تو اس بات کی کہ قوم کے غرباء کی امداد کس طرح کی جائے، قرآن میں تین مرتبہ یہ ذکر ہے کہ جو کچھ ملے وہ خدا کا ہے اور خدا کے رسول کا، خدا تو لیتا نہیں، اسکو تو مال کی حاجت نہیں، رسول بھی نہیں لیتا۔ حکومت حاصل ہونے کے بعد بھی وہی حجرہ آپ کا مسکن رہا جو پہلے تھا۔ کوئی محل نہیں بنوایا۔ کوئی باورچی نہیں رکھا۔

زکوٰۃ کے مصارف

ہاں غرباء کا خیال ضرور رکھا اور فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ زکوٰۃ کا جو مال آئے اس میں سے فقراء کو دیا جائے، مساکین کو دیا جائے، کام کرنے والوں کو دیا جائے، تالیف قلوب کے لئے دیا جائے، جن کی گردنیں غلامی میں پھنسی ہوئی ہیں ان کو آزاد کرایا جائے، قرضداروں کے قرض ادا کئے جائیں، اللہ کے رستہ میں خرچ کیا جائے۔ مسافر کی مدد کی جائے یہ فریضہ ہے جو خدا نے مقرر کیا ہے، اللہ تعالےٰ علم والا حکمت والا ہے۔

عمال پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ

یہ ہے اسلام اور یہ ہے خدا کا حکم جو حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہمیں ملا، پاکستان کے عمال کو بھی چاہیئے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں، وہ جو بڑے بڑے عہدوں پر ہیں انہیں چاہیئے کہ اپنی فکر کم کریں اور دیکھیں کہ غرباء کو کس طرح اوپر اٹھایا جا سکتا ہے اگر حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں گے تو یقیناً قوم زندہ ہو جائے گی۔

غرباء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک

آپ نے اپنے آپ کو بھلا کر قوم کا بوجھ اپنے سر پر اُٹھایا، فرمایا سنو لوگو! مَنْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ جو شخص مر جائے اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو وہ مال اس کے ورثاء کے لئے ہے، حکومت کو اس سے کوئی واسطہ نہیں، ہماری سلطنت لوگوں سے مال چھیننے کے لئے نہیں، وَمَنْ مَاتَ وَتَرَكَ دَیْنًا اَوْ ضَیَاعًا فَعَلَیَّ وَاِلَیَّ لیکن جو مر جائے اور اس کے سر پر قرضہ ہو یا اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو وہ قرض مجھ پر ہے اور اس کے بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے، کتنی بڑی ذمہ داری ہے جو غرباء کی طرف سے اپنے سر پر لی ہے اور فرمایا کیا تم نے پڑھا نہیں النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم۔ محمد رسول اللہ صلعم کا تعلق مومنوں کے ساتھ ان کی اپنی جانوں سے بڑھ کر ہے اور آپ نے فرمایا بئس الطعام

(باقی صفحہ پر)

ایک اور روشن نشان

گذشتہ اشاعت میں محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کا ایک مضمون "حضرت مسیح اور سینٹ یہودا طامس کے متعلق حیرت انگیز نئی تحقیقات" کے عنوان سے درج کیا گیا تھا، جس میں انہوں نے ٹیکسلا کے دو تین بتوں اور چند تاریخی کتب کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح اور اُن کے توام بھائی سینٹ یہودا طامس ٹیکسلا میں آئے تھے، اس سے پیشتر خواجہ صاحب اپنی کتاب.....

Jesus in heaven on earth

میں سیکے شمار تاریخی کتب اور وادی کشمیر کے متعدد مقامات اور زیارتوں کی تصاویر اور دیگر حوالجات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ فی الواقعہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد فلسطین سے ہجرت کر کے یہودیوں کے دس قبائل کی تلاش میں چلے آئے تھے اور وہیں انہوں نے بقیہ زندگی بسر کی اور بموجب حدیث ۱۲۰ سال کی عمر پا کر وہیں وفات پائی اور سرینگر کے محلہ خانیار میں دفن ہوئے جہاں انکی قبر اب تک موجود ہے اور یوز آسف یا شہزادہ نبی کی قبر کے نام سے مشہور ہے۔

یہ وہ تحقیقات ہے جس کی طرف سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی توجہ منعطف ہوئی، اور آپ نے اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں" کے اندر بعض اسرائیلی قبائل کے افغانستان اور ہندوستان بالخصوص کشمیر میں آنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی واقعہ صلیب کے بعد ان قبائل کی ہدایت کے لئے پنجاب اور سرینگر میں آئے تھے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"سو واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے فرض رسالت کے رُو سے ملک پنجاب اور اس کے نواح کی طرف سفر کرنا نہایت ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے جن کا نام انجیل میں اسرائیل کی گمشدہ بھیڑیں رکھا گیا ہے ان ملکوں میں آ گئے تھے جن کے آنے سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں ہے، اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک کی طرف سفر کرتے اور ان گمشدہ بھیڑوں کا پتہ لگا کر خدا تعالےٰ کا پیغام ان کو پہنچاتے"

(مسیح ہندوستان میں" صا۹)

حضرت مسیح موعودؑ نے اس نظریہ کی تائید میں بعض ایسی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں جن میں بدھ مذہب والوں کے ساتھ مسیح کے روابط کا ذکر ہے، اور اس بنا پر حضرت مسیح کا یہاں آنا ایک یقینی امر ثابت ہوتا ہے

لیکن یہ تحقیق ابھی تشنۂ تکمیل تھی، جو بحمداللہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحبؒ کے فرزند ارجمند خواجہ نذیر احمد صاحب نے اپنی بلند پایہ کتاب "جیسز ان ہیون آن ارتھ" میں تکمیل تک پہنچا دی، اور سات سال کی محنت شاقہ اور کشمیر اور دیگر مقامات کا سفر کر کے ایسا مواد بہم پہنچا دیا جس سے مسیح علیہ السلام کا یہاں آنا اور کشمیر میں وفات پانا روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ یہ تحقیقات عیسائیت کے لئے ایک ایسا دھکا ہے، جس سے اس کی تمام عمارت دھڑام سے نیچے آگرتی ہے، اس لئے خواجہ صاحب کی کتاب کے شائع ہونے پر عیسائیوں نے ان حقائق کو جو اس میں درج کئے گئے ہیں غلط ثابت کرنے کے بجائے کتاب کی ضبطی کا مطالبہ کیا اور حکومت پاکستان کے حکم سے اسے ضبط کر لیا گیا، لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب خواجہ صاحب کی اپیل پر سپریم کورٹ نے اس ضبطی کو اُٹھا دیا ہے اور اسلئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس کتاب کے مندرجہ حقائق کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

نہ صرف یہی بلکہ خواجہ صاحب کے تازہ مضمون نے جو گذشتہ اشاعت میں درج ہوا، اس تحقیقات کو چار چاند لگا دیئے ہیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا کہ حضرت مسیح کے تعلقات بدھ مذہب والوں کے ساتھ اس قدر گہرے تھے کہ ان کی کتابوں میں ان کا ذکر بڑی عظمت و توقیر کے ساتھ کیا گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے ٹیکسلا کے بتوں سے یہ ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح اور اُن کے توام بھائی یہودا طامس بدھ مذہب کے گڑھ ٹیکسلا میں بھی مقیم رہے۔ اس بارہ میں ایک خاص بات جو قابل ذکر ہے یہ ہے کہ خواجہ صاحب کے مضمون سے حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی حضرت مسیح علیہ السلام سے مماثلت اس رنگ میں بھی ثابت ہو گئی کہ جس طرح مسیح علیہ السلام توام پیدا ہوئے تھے، حضرت مرزا صاحب کی پیدائش بھی توام تھی، یہ الگ امر ہے کہ آپ کی توام ایک لڑکی تھی، جو جلدی فوت ہو گئی (مماثلت من کل الوجوہ نہیں ہوا کرتی) تاہم جہاں تک توام ہونے کا تعلق ہے مماثلت ثابت ہے، اور ہم خواجہ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اہم تشان کتاب اور اس مضمون کے ذریعہ سے ایک ایسے روشن نشان کی پردہ کشائی کی ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔

یہ صحیح ہے کہ مسیح علیہ السلام کی وفات کا مسئلہ ایسا نہیں جس کے بیان کرنے میں حضرت مرزا صاحب کو انفرادی حیثیت حاصل ہو، اور بھی لوگوں نے مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ مانا ہے، بالخصوص اس زمانہ میں سرسید نے بھی اس پر بہت کچھ لکھا ہے، لیکن اس کی تائید میں جو اسباب حضرت مرزا صاحب کو میسر آئے ہیں، یہاں تک کہ واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کا پنجاب اور کشمیر میں آنا اور وہیں فوت ہونا، اور اس کی قبر کا وہاں ملنا یہ ایسی باتیں ہیں جو اسی شخص پر کھلنی مقدر تھیں جو عیسائیت کا بطلان ثابت کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کو ان کی یورش سے بچانے کے لئے مبعوث ہوا، غور کرنے کی بات ہے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے مامور کی تائید میں نہ صرف آیات قرآنی سے، بلکہ تاریخی شہادتوں اور تاریخی مقامات و روایات سے بھی یہ ثابت کر دیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے، بلکہ واقعہ صلیب کے بعد فلسطین سے ہجرت کر کے پنجاب اور کشمیر میں چلے آئے اور وہیں لمبی عمر پا کر طبعی موت سے وفات پائی، یہ اتنا روشن نشان ہے جس کے ہوتے ہوئے عیسائیت کا کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا، کاش ہمارے مسیحی دوست اس پر غور کریں، اور جن واقعات و حقائق کو خواجہ صاحب نے اپنی کتاب اور محولہ بالا مضمون میں پیش کیا ہے ان کو اگر ممکن ہو تو دلائل کے ساتھ غلط ثابت کریں، اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے، تو انصاف اور صداقت کا تقاضا یہ ہے کہ کفارہ مسیح اور تثلیث کے عقیدہ کو (جو ان حقائق کی روشنی میں صحیح ثابت نہیں ہوتا) ترک کر کے توحید باری تعالیٰ پر ایمان لائیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کا اصل مذہب تھا، اور جس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل طور پر پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم ان مولوی صاحبان سے بھی، جو ابھی حیات مسیح کی رٹ لگائے جاتے ہیں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں، کہ واقعات و حقائق نے ثابت کر دیا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ صحیح نہیں، قرآن بھی ان کے اس عقیدہ کی تائید نہیں کرتا، اور متعدد آیات قرآنی سے مسیح علیہ السلام کا نہ صرف وفات یافتہ ہونا ثابت ہوتا ہے بلکہ آیہ کریمہ وَ اٰوَیۡنٰہُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیۡنٍ سے ان واقعات و حقائق کی کھلی تائید پائی جاتی ہے جو خواجہ نذیر احمد صاحب نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں، ان واقعات سے آنکھیں بند کر لینا اور ایک غلط عقیدہ کی تقلید میں آیات قرآنی پر غور نہ کرنا کسی عقلمند مسلمان کا کام نہیں، دن چڑھ چکا ہے، سورج نظر آرہا ہے اور بتا رہا ہے کہ مامور زمانہ نے جو کچھ کہا تھا وہ حق تھا، آج اسلام کی فتح اسی میں ہے کہ مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ مانا جائے، اسی میں اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے، پس آؤ اور ان حقائق کو تسلیم کر کے اپنی...

اخبارِ احمدیہ

جلسۂ یومِ وصال } حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب ۲۶، ۲۷ رمئی کو جو جلسہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہونے والا ہے اس میں بیرونی احباب کے بھی کثرت سے آنے کی توقع ہے، خان بہادر غلام ربانی خان صاحب اور دیگر سرکردہ اصحاب بھی اس جلسہ میں، امید ہے کہ ضرور شامل ہوں گے۔

جماعت جہلم کا انتخاب - جہلم سے حکیم عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ:-

بابو امام الدین صاحب اور بابو عبدالرحمٰن صاحب کی فوتیدگی کی وجہ سے صدر اور نائب صدر کے عہدے خالی ہو گئے، جنہیں پُر کرنے کے لئے ۲۰ اپریل کو مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا:-

- صدر:- مولوی عبدالحکیم صاحب بی اے
- نائب صدر:- سیٹھ عبدالمالک صاحب

انجمن خواتین احمدیہ جہلم کے عہدہ داروں کا بھی انتخاب عمل میں آیا جو حسب ذیل ہے:-

- صدر:- بہن فضل نور صاحبہ بیوہ میاں شمس الدین صاحب
- نائب صدر:- بہن ممتاز بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ محمد عاشق صاحب
- جنرل سیکرٹری:- امت دبیگم صاحبہ بنت بابو عبدالرحمٰن صاحب مرحوم
- جائنٹ سیکرٹری:- بہن فاطمہ بیگم صاحبہ بنت سیٹھ عبدالمالک صاحب مرحوم

احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن کے مندرجہ ذیل عہدیدار باتفاق رائے چنے گئے:-

- ✱ صدر:- شیخ محمد عبداللہ صاحب وزیر آبادی
- ✱ جنرل سیکرٹری:- بابو عبدالرؤف صاحب ابن بابو عبدالرحمٰن صاحب مرحوم
- ✱ سیکرٹری مال:- بابو وحید عزیز صاحب
- ✱ پراپیگنڈا سیکرٹری:- منور احمد صاحب

درخواستہائے دعا:

(۱) محترم ماسٹر صادق علی صاحب گوجرانوالہ چند دنوں سے گلے کی تکلیف کی وجہ سے بیمار ہیں اور بغرض علاج ملتان تشریف لے گئے ہیں، ان کی صحت کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

(۲) ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) سے ہمارے محترم بھائی عطاءالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ میں اپنی اراضی کے تصفیہ کے بارہ میں سخت تشویش میں مبتلا ہوں، جماعت کے بزرگوں اور بھائیوں سے میری درخواست ہے کہ اس بارہ میں دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

مجاہدِ برہما ڈاکٹر این اے خان صاحب

مجاہد برہما جناب ڈاکٹر این اے خان صاحب کے تازہ خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ آپ بفضلہ تعالےٰ دینی خدمات میں مصروف ہیں، کتابوں کی تصنیف و تالیف اور تراجم اور تقسیم لٹریچر کے علاوہ آپ ڈسپنسری کا کام بھی کرتے ہیں، جس کی آمد اشاعت اسلام کے لئے وقف ہے، ڈاکٹر صاحب کو ضعف قلب کا عارضہ ہے، باوجود پیرانہ سالی اور عوارض کے آپ اپنے دینی فرائض بجالاتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے اور ..... صحت اور عمر دراز عطا فرمائے تاکہ آپ دینی خدمات سرانجام دیتے رہیں۔

احباب کو چاہیئے کہ اس نادر وجود کی صحت و عافیت کے لئے دعا کرتے رہیں۔

(مرتضیٰ خان)

تا بکے!

مرتضیٰ خان حسن

بارشِ خوں روز و شب اے چشمِ گریاں تا بکے!
مغزِ جانم را بسوزی سوزِ پنہاں تا بکے!

تا بکے ایں رنج و محنت تا بکے ایں درد و غم
نالہ ہائے پُر الم در ہجرِ جاناں تا بکے!

چاکہائے سینہ را دو زم الٰہی تا بکے!
تا بکے چاکِ گریباں چاکِ داماں تا بکے!

مدتے شد ہمچو خاکے بر درت اُفتادہ ام
رُو بگردانی زمن اے شاہِ خوباں تا بکے!

وقت آں آمد کہ پنبہ بر دلِ زارم نہی
ایں تساہل در حقِ آشفتہ حالاں تا بکے!

بر تنعم ہا و عیشِ ایں جہاں نازاں مشو
ایں تنعم ہائے دُنیا عیشِ دوراں تا بکے!

سیرِ گلشن نغمہ ہائے عندلیبِ خوش نوا
صحبتے با گلرخاں با گلعذاراں تا بکے!

تا بکے ہرزہ سرائی در حقِ مردانِ حق
کجروی از راہِ حق اے طفلِ ناداں تا بکے!

خطبۂ عید الفطر

(بسلسلہ صفحہ ۲)

طعام الولیمۃ یدعی الیہ الاغنیاء و یترک الفقراء تم جانتے ہو کہ ولیمہ کی دعوت سنت ہے لیکن اسی ولیمہ کی دعوت کو آپ نے سب سے بڑا کھانا قرار دیا کیوں؟ فرمایا ولیمہ جس میں امیروں کو منت اور خوشامدیں کر کے بلایا جائے اور غربا کو شامل نہ کیا جائے سب سے بُرا کھانا ہے۔ یہ ہیں پیارے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان۔ بس میں اسی پر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں، حضورؐ نے اپنی قوم کی بڑی فکر کی ہے، اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی قوم کے بچوں کی، قوم کے یتیموں اور مسکینوں کی فکر کرو، ایسا کرنے سے خدا راضی ہوگا اور ایسا کرنے سے برکات کا نزول ہوگا۔

عبادتِ الٰہی اور اس کا اثر اعمال پر

خطبۂ جمعہ مؤرخہ ۱۱ اپریل ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یَاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۲۱)

قلب انسانی کا اثر اعمال پر

عبادت اور روزہ کا بڑا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا پرست ہو جائے اور مخلوق الٰہی کی خدمت کرنے کا سبق سیکھ لے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، فرمایا انسان کے پہلو میں جسم کا ایک قیمتی حصہ ہے، اگر وہ اچھا ہو تو سارا جسم اچھا ہوتا ہے، اور اگر وہ خراب ہو تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، وہ حصہ جسم کونسا ہے؟ وہ دل ہے، اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ۔ جس طرح سے ایک حصہ ہمارے جسم کا وہ ہے جو خون کو پمپ کر کے جسم میں پہنچاتا ہے، اور اس سے زندگی قائم رہتی ہے، اسی طرح ایک مرکز وہ ہے، جسے قلب کہتے ہیں، اگر انسان کا قلب صحیح ہو تو لازمی طور پر اس کے اُٹھتے بیٹھتے، اس کے معاملات اور اس کی گفتگو میں ایک تہذیب پائی جائے گی، اور اگر قلب ناپاک ہو تو انسان کے اندر ناپاکی پیدا ہو جاتی ہے، قلب ہی ہر قسم کے اعمال کا مرکز ہے: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات اگر تم لوگ اپنے اس قلب کو جو اعمال کا سرچشمہ ہے پاک کر لو تو تمہارے تمام اعمال پاک ہو جائیں گے۔

مذہب کا اثر اعمال پر

اور حضور صلعم نے فرمایا انسان کا مذہب اگر اس کے معاملات میں، لین دین میں نظر نہ آئے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، دو بادشاہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس بات کی تحقیق کی، کہ مذہب کے متعلق آپ کا خیال کیا ہے اور اعمال پر اس کا کیا اثر ہے۔

ہرقل کی تحقیقات

ایک بادشاہ ہرقل تھا جس نے دربار لگایا جس میں ان تجار کو بلایا جو اہل مکہ میں سے تھے۔ ان سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے مدعی نبوت کو قریب تر ہو کر دیکھا ہو، ابوسفیان نے کہا کہ میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے، اور یہ ابوسفیان وہ شخص تھا جو فتح مکہ تک حضرت کا مخالف اور دشمن رہا، فتح مکہ میں اس نے اسلام قبول کیا، اس وقت بھی جب وہ ہرقل کے دربار میں پیش ہوا مخالف ہی تھا ہرقل نے اسے کہا کہ تم آگے آ جاؤ اور دوسرے لوگوں کو اس کے پیچھے بٹھا دیا، اور کہا کہ جو کچھ میں پوچھوں گا اس کے جواب میں اگر یہ غلط بیانی کرے تو تم ٹوک دینا۔ وہ مکالمہ جو اس وقت ہوا بہت لمبا چوڑا ہے۔ لیکن اس میں سے صرف ایک بات بیان کی جائے گی اس پر غور کریں۔ ہرقل نے سوال کیا، محمد صلعم کیا تلقین کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَۃِ اس میں ایک حصہ تو الٰہیات کا ہے، وہ یہ کہ محمد صلعم کہتے ہیں کہ ایک اکیلے خدا کی عبادت کرو، اور ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں، دوسرا حصہ مخلوق سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ کہ وہ زکوٰۃ کا حکم دیتے ہیں اور کہتے ہیں راستبازی اختیار کرو، اور پاکیزگی اور عفت کی زندگی بسر کرو، تمہارا ظاہر بھی عفیف ہو اور باطن بھی دونوں طرح کی عفت کا وعظ کرتے ہیں، اور ایک وعظ یہ ہے کہ باہم محبت اور یگانگت پیدا کرو لڑائی جھگڑا چھوڑ دو، اور آپس میں مل کر رہو۔

اس لمبے چوڑے مکالمہ کے بعد ہرقل نے کہا کاش اگر مجھے موقعہ ملے تو اس کے قدموں کو جا کر چوموں۔

نجاشی شاہِ حبش کا مکالمہ

ایک اور اسی قسم کا مکالمہ نجاشی شاہ حبش کا ہے یہ مکالمہ اس وقت ہوا جب مکہ سے کچھ مسلمان بھاگ کر حبشہ چلے گئے تو پیچھے مشرکین مکہ کا بھی ایک وفد گیا اور انہوں نے نجاشی سے جا کر کہا کہ یہ ہمارے ملک سے بھاگ کر آئے ہیں، یہ بہت شریر اور بے دین ہیں، انہیں ہمارے حوالہ کر دیا جائے، اس وقت نجاشی نے ان مسلمانوں کو طلب کیا، اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے، وہ بھی بڑا لمبا چوڑا مکالمہ ہے جو حضرت جعفر طیار کے ساتھ ہوا، حضرت جعفر سے نجاشی نے پوچھا کہ وہ کیا تعلیم دیتے ہیں تو حضرت جعفر رض نے وہی بات کہی جو ابوسفیان نے ہرقل سے کہی تھی یَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَیَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَۃِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خدا کی عبادت کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، اور ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے اور راستبازی اختیار کرنے، اور عفت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے اور باہم میل ملاپ اور اتحاد سکھاتے ہیں، یہ سن کر نجاشی تو مسلمان ہو گئے کیوں؟ اس لئے کہ وہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ اس تعلیم کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ کیا عبادت گاہ تک ہی محدود ہے یا لوگوں کی زندگیوں پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

قلب پر سچائی کا اثر

لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی آگے گئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ انسان باخدا کس طرح ہو سکتا ہے مَنْ کَانَ صَدَقَهٗ تَنَوَّرَ قَلْبُهٗ جس نے ہمیشہ راستبازی سے کام لیا اس کا قلب نور الٰہی سے منور ہو گیا، یہی غرض نماز روزہ کی ہے کہ ان سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے جیسا کہ روزہ کا مقصد بتایا ہے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

تقوےٰ کیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں ابی بن کعب سے پوچھا کہ تقوےٰ کیا ہے، حضرت عمر رض رسول اللہ صلعم کے بزرگ ترین صحابی اور خلیفہ وقت تھے وہ جانتے تھے کہ حضور نبی کریم ابی بن کعب جیسے عالم فاضل کی قدر کرتے تھے، اس لئے انہوں نے دریافت کیا کہ تقوےٰ کے کیا معنے ہیں، ابی بن کعب نے جواب دیا، ما سلکت طریقا ذات شوک فرمایا نعم۔ پوچھا فما فعلت فرمایا شمرت ثیابی۔ جب تم جھاڑیوں میں سے ہو کر گذرو، جن میں کانٹے ہوں تو کیا کرتے ہو، حضرت عمر رض نے کہا میں اپنے کپڑے سمیٹ لیتا ہوں، اور کانٹوں سے بچ کر چلتا ہوں، ابی بن کعب نے کہا یہی تقوےٰ ہے، اگر عزت نفس کو بچانے کے لئے سنبھل کر چلو تو یہ تقوےٰ ہے۔

عبادت کا مقصد

عبادت کا اثر یہ ہونا چاہیئے کہ قلب کے اندر نور پیدا ہو، اگر قلب وسیع ہو، کسی کے متعلق منصوبے نہ باندھے کسی کی بُرائی نہ کرے، کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ نہ کرے، بلکہ دوسروں کی برائیوں کو معاف کر دے اور نیک ظن سے کام لے تو یہ تقوےٰ کی راہ ہے۔ اسی آیت میں بھی عبادت کی غرض یہی بتائی ہے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ عبادت کا مقصد یہی ہے کہ خدا ترسی سیکھا جائے، مخلوق کے ساتھ نیکی سے پیش آنا ہے، راستبازی اختیار کرنا ہے، اسی تقوےٰ کا نتیجہ ہے کہ مسلمان تاجر جہاں کہیں گیا، وہاں اسلام پھیلتا چلا گیا، اس کے نمونہ ہی کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا صدق و راستبازی اور خدیجہ سے شادی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب خدیجہ کا مال تجارت لے کر گئے تو اُن کے غلام میسرہ نے واپس آ کر خدیجہ رض کو بتایا کہ یہ عجیب انسان ہے کہ جھوٹ بول سکتا ہی نہیں، معاملات میں نہایت دیانت و امانت سے کام لیتا ہے، حضرت خدیجہ رض نے جب حضرت کی یہ تعریف سنی کہ آپ جھوٹ نہیں بول سکتے، بلکہ صدق و راستبازی آپ کا شیوہ ہے، تو انہوں نے اُن سے شادی

کرنے کا ارادہ کر لیا، چنانچہ حضرتؐ کو پیغام بھیجا، انہوں نے پیغام لانے والے سے کہا کہ تم کو غلطی لگی ہے، مجھ سے خدیجہ کیسے شادی کر سکتی ہے، میں ایک غریب ہوں اور وہ ایک امیر کبیر عورت، حضرت خدیجہ نے کہلا بھیجا کہ دیانت امانت وہ چیز ہے جس کی ہم خریدار ہیں۔

مسلمان کی زندگی

صدق اور دیانت وہ چیز ہے جس سے عزت و اکرام حاصل ہوتا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مسجد کے لئے دین نہیں سکھایا، مسلمان کی زندگی صدق اور راستبازی کی زندگی تھی، مسلمان اپنے طور و طریق، لین دین اور تعلقات میں سب قوموں سے اچھا تھا۔

پاکستان کی حقیقی ترقی صدق و دیانت پر

آج ہمارے پاکستان میں خبریں نکلتی ہیں کہ ہمارا ملک صنعتی میدان میں ترقی کر رہا ہے، بہت سے صنعتی کارخانے قائم ہو رہے ہیں، یہ بڑی خوشی کی بات ہے اور ہماری دعا ہے کہ پاکستان بہت زیادہ ترقی کرے لیکن پاکستان میں حقیقی ترقی اس وقت ہوگی، جب اس کے تمام عہدیدار دیانت و امانت کا سبق سیکھ لیں، اور اس کے حاکم اپنی نفس پروری کو مقصد نہ قرار دے لیں بلکہ ملک کی فلاح و بہبود کا خیال رکھیں، اس کی طرف توجہ بہت کم ہے پاکستان کا اصل مقصد یہ نہیں کہ محض صنعت و حرفت وغیرہ میں ملک کو ترقی ہو بلکہ مقصد یہ تھا کہ یہاں رہنے والے اسلامی زندگی بسر کریں، آج ترکی کے اندر ولولہ ہے کہ ہم اسلامی زندگی اختیار کریں گے۔ ایک وقت تھا کہ وہاں دین کو ملکی زندگی سے نکال دیا گیا، آج خیال ہے کہ یہ غلطی ہوئی، دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے اخلاق بلند نہ ہوں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کو صرف مسجد کا دین نہیں قرار دیتے، بلکہ ہر شعبہ زندگی کو اسلامی رنگ دینا چاہتے ہیں۔ جس سے اخلاق بلند ہوں اور صرف اپنے لئے روپیہ پیدا کرنا غرض نہ ہو، بلکہ دوسروں کا بھی فائدہ مدنظر ہو، اس میں اگر مشکلات پیش آئیں تو صبر سے کام لیا جائے، مصائب آیا کرتے ہیں، تنگی بھی آتی ہے، فاقے بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں، لیکن یہ نہ ہو کہ حرام کی روٹی کھاؤ،

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت الٰہی

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عبادت اور روزہ کے ذریعہ سے نیک اعمال کا سبق سیکھو، یہ حکم قرآن کے ذریعہ سے ہمیں ملا ہے، جس کے لئے قرآن دلائل بھی دیتے ہیں، وہ فرماتا ہے یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ خدا کی عبادت اس معرفت کی بناء پر کرو کہ وہ تمہارا خالق ہے اور اس معرفت کی بناء پر کرو کہ وہی تمہاری زندگی کے قیام کے لئے ہر طرح کے سامان پیدا کرتا ہے، اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً اس نے تمہارے لئے ایک رہائش گاہ بنائی ہے جس کا فرش زمین ہے اور جس کی چھت آسمان کا گنبد ہے اور جس میں زندگی کے بقا کے سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ پھر آسمان سے پانی اتارا اور تمہارے لئے پھلوں سے رزق پیدا کیا فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا پس خدا تعالیٰ کا کوئی شریک نہ بناؤ، جس خدا کے یہ احسانات ہوں، کسی دوسرے کو اس کا شریک بنانا ظلم ہے، تم پر کسی انسان کا ذرا سا احسان ہو، تو اس کے آگے فوراً جھکتے ہو، لیکن خدا تعالیٰ کے اتنے بڑے احسانات کے باوجود اسے بھول جاتے ہو، وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ تم خوب جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہ خالق ہے اور نہ ہی رب کی طرح کوئی دوسرا محسن ہے یہ صرف قرآن کریم کا ہی امتیازی اسلوب ہے کہ انسان کو معقول دلائل کے ذریعہ سے تعلیم دیتا ہے تاکہ دل اس کو قبول کریں اور اخلاص سے اس کی عبادت کریں، اور اخلاص سے اس کی مخلوق کی خدمت کریں اور ان کے حقوق کی حفاظت کریں۔

ضروری اعلان

بعض احباب جماعت دفتر انجمن سے متعلقہ امور میں براہ راست سکرٹری کو لکھنے کی بجائے دیگر دوستوں اور بزرگوں کی معرفت اپنی شکایات اور درخواستیں بھجواتے ہیں، یہ طریق نہ صرف انتظامی امور میں خلل انداز ہوتا ہے بلکہ دفتر کو دوہری خط و کتابت پر وقت اور روپیہ بھی ضائع کرنا پڑتا ہے، اور بعض اوقات اس سے غلط فہمیاں بھی پیدا ہوتی ہیں، لہذا جملہ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ہمیشہ دفتری امور سے متعلقہ جملہ خط و کتابت جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے کیا کریں تاکہ کاروبار انجمن میں الجھن پیدا نہ ہو اور کام بھی تیزی سے ہو سکے۔

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

تعلیم قرآن ۔۔۔ ۰ ۔۔۔ ۔۔۔ ۴

ضرورت حدیث ۔۔۔ ۰ ۔۔۔ ۸ ۔۔۔ ۳

جمہوریت اسلامیہ ۔۔۔ ۰ ۔۔۔ ۸ ۔۔۔ ۱

حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب کی مندرجہ بالا تین تصانیف دور حاضرہ کے کئی ایک مسائل کا نہایت مدلل اور جامع حل پیش کرتی ہیں۔ آپ کے گھر میں ان کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جمہوریت اسلامیہ کے صرف چند نسخے باقی ہیں۔

دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان و ایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ۱۳ آنے سے لیکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کر دیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ــــــــ از حضرت مسیح موعودؑ

ضرورت انبیاء ۔۔۔۔۔۔ " " " "

نشانِ محمد مصطفیٰ ۔۔۔۔۔۔ " " " "

قد افلح المؤمنون ۔۔۔۔۔۔ " " " "

امام الزمان ۔۔۔۔۔۔ " " " "

حقیقت اسلام ۔۔۔۔۔۔ " " " "

دعوت عمل ۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ

نزول مسیح ۔۔۔۔۔۔ " " " "

جماعت قادیان ۔۔۔۔۔۔ " " " "

نماز اور ترقی کی تین راہیں " " " "

رد تکفیر اہل قبلہ ۔۔۔ " " " "

زمانہ کے امام کو پہچانو " " " "

دو تقریریں ۔۔۔۔۔۔ " " " "

کشف الظنون عن المراق والجنون ۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ

درس قرآن ۔۔۔۔۔۔ " " " "

ہمارے عقائد :۔ جناب مولانا صدر الدین صاحب

دعوت فکر :۔ چوہدری شکر اللہ خان صاحب

کافر :۔ از شیخ محمد طفیل صاحب

احمدیت کیا ہے ۔ تحقیق حق ۔ محمد مصطفیٰ اردو ۔ بچوں کے لئے اسلام ۔ بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب ۔ حقیقت نماز ۔ نماز مسلم

انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam (2) Islam The religion of humanity (3) Death of Jesus Christ (4) The Charge of heresy (5) Christ is come (6) Quest of the God (7) What's in a name (8) The true conception of Ahmadiyyat (9) Facts about Ahmadiyya Movement (10) Phenomenon of Revelation

سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت مجدد زمان کی یاد میں!

جماعت احمدیہ لاہور کا ایک خاص اجلاس

احمدیہ بلڈنگس لاہور کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت امام وقت مسیح موعود رحمت اللہ علیہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں یہاں آکر فروکش ہوئے اور یہیں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وصال الٰہی کا شربت شیریں نوش جان فرمایا۔ اسی سرزمین سے اعلائے کلمۃ الحق کی وہ آواز بلند ہوئی جو آج یورپ و امریکہ کے ہزاروں دہریہ منش لوگوں اور تثلیث پرستوں کو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور عظمت کا قائل کر چکی ہے۔

اسی احمدیہ بلڈنگس میں حضرت **مجدد وقت** کے یوم وصال کی تقریب پر ۲۶ اور ۲۷ مئی ۱۹۵۶ء کو جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ایک **جلسہ عام** منعقد ہوگا جس میں حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ۔ مولانا محمد یعقوب خان صاحب۔ مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب، الحاج حافظ محمد حسن چیمہ صاحب۔ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب اور بعض دیگر حضرات **مسیح موعودؑ** کے حالات زندگی اور ان کے مجددانہ کارناموں اور انکی فتوحات اسلامی پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

پروگرام حسب ذیل ہوگا:

۲۶ مئی۔ بوقت ۴½ بجے بعد نماز عصر۔ "حضرت مسیح موعودؑ کے مجددانہ کارناموں پر ایک مقالہ"

۲۷ مئی۔ بوقت ۸ بجے صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک۔ "حضرت مسیح موعودؑ کے حالات زندگی اور فتوحات اسلامی پر تقاریر"

اس جلسہ کیلئے احباب جماعت لاہور کو بالخصوص اور عامۃ المسلمین کو بالعموم دعوت شرکت دی جاتی ہے، بیرونی احباب میں سے بھی گوجرانوالہ، وزیرآباد، گجرات، لائل پور، اوکاڑہ وغیرہ سے جو دوست آسانی سے پہنچ سکتے ہوں وہ اس جلسہ میں ضرور شرکت فرمائیں، بہتر ہوگا اگر آنے سے پہلے اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں تاکہ انکے قیام وطعام کا خاطر خواہ انتظام کیا جاسکے۔

الداعی
سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

پیغام صلح کا مجدد نمبر

حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال پر "پیغام صلح" کا مجدد نمبر حسب معمول ۲۳ مئی ۱۹۵۶ء کو شائع ہو رہا ہے۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

مسیحیت اور اسلام

۳ شعبان ۱۷ مارچ بروز جمعہ :-

کل نائیجیریا سے جو انگریزی اخبارات ملے ہیں ان میں "ویسٹ افریقن پائلٹ" کا ایک پرچہ بھی ملا ہے جس کے صفحات ملکہ الزابیتھ اور ان کے شوہر ڈیوک آف ایڈنبرا کی مختلف تصاویر سے مزین ہے (جبکہ ملکہ موصوفہ پچھلے ماہ جنوری میں نائیجیریا تشریف لے گئی تھیں) بعض کو کہا جاتا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے باشندوں کو مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں، وہ تمام تر مادیت پر گرے ہوئے ہیں، یہ بات کسی حد تک تو صحیح ہو سکتی ہے کلیۃً نہیں، اُن کے لوگ اور روساء الجمہوریات، بڑے بڑے زعماء وزراء اور عوام الناس کی بڑی تعداد یسوع مسیح کی الوہیت اور کفارہ کے ذریعہ نجات کے سختی سے قائل ہے اور اس کی اشاعت کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہے ملکہ الزابیتھ کا نائیجیریا کا یہ سفر سیاسی مقصد کے ماتحت تھا۔ لیکن موصوفہ وہاں کے عیسائی مشنوں میں گئیں۔ مذہبی رسوم ادا کی گئیں۔ آرچ بشپ سے ملاقات۔ گرجاؤں کا معائنہ۔ افریقن عیسائیوں کے جلسوں میں شمولیت، تبشیر عیسائیت کے لئے نئی تجاویز۔ ان کاموں میں بھی پورا حصہ لیا۔ جریدہ مذکورہ بالا میں کئی تصاویر "محافظ دین مسیحی" سب سے بڑی فرمانروا ملکہ الزابیتھ کی اس مشغولیت کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ ہمارے مسلمان حکمران بھی اپنے ملک میں یا غیر ممالک میں سفر کرتے ہیں۔ دعوتیں۔ جلسے جلوس تمام کچھ ہوتے ہیں لیکن مذہب حقہ دین اسلام کے متعلق ان کے سفرنامہ میں کہیں ذکر نہیں۔ پچھلے دنوں ہندوستان میں ملک الحجاز تشریف لے گئے عظیم الشان جلسے ہوئے، تقاریر ہوئیں لیکن اسلام کا نام کہیں نہیں لیا گیا۔ برعکس اس کے روس کے لادینی خروشیف نے کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا جس میں اپنی لادینی کمیونزم کی تبلیغ نہ کی ہو نہ معلوم مسلمان اسلام کا نام لیتے ہوئے کیوں شرماتے ہیں اور مزید لطف یہ ہے کہ یہ چند مٹھی بھر احمدی جو یورپ، امریکہ، افریقہ، ایشیا میں اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق اسلام کی تبلیغ کا مقدس کام کر رہے ہیں ان کے راستوں میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ اسی نائیجیریا ہی کو لے لو، ایک طرف یسوع مسیح کی پرستار ملکہ الزابیتھ اور تمام دنیوی ساز و سامان اور دوسری طرف چند غریب احمدی جن کی بے لوث جد و جہد اور کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا آج ہزاروں کی تعداد میں وہاں کے اصلی باشندے آغوش اسلام میں آ رہے ہیں اور دنیا جاءَ الحق و زھق الباطل کا نظارہ دیکھ رہی ہے کاش مسلمان بھائیوں کی آنکھیں کھلیں اور اس خادم اسلام جماعت کے ساتھ ہو کر خدمت اسلام کے کام میں لگ جائیں۔

سفیر امریکہ کو تبلیغی لٹریچر

جناب علی اکبر شاہ صاحب قبل ظہر برائے استفسار صحت گھر تشریف لائے، عصر کے بعد جناب عبد القادر ڈلمن اور ان کے بعد اخویم اسماعیل محمود صاحب بھی تشریف لائے۔ اور بعد نماز مغرب جناب محمد یوسف الدین خان صاحب آفریدی یکے از احباب ربوہ آئے۔ آپ تقریباً ڈیڑھ اڑھائی ماہ کے بعد تشریف لائے ہیں تبلیغی سلسلہ میں باتیں ہوتی رہیں۔ نئی معلومات بھی حاصل ہوئیں، ان کے مشورہ سے سفیر امریکہ مقیم بغداد ہز ایکسیلنسی .... J. Gallman کو کتابچہ Islam my only choice.

تالیف قیمہ حضرت خواجہ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ ہدیۃً بھیجنا طے پایا۔ اُن سے معلوم ہوا کہ سفیر موصوف کو اسلامیات سے اچھی دلچسپی ہے۔ تقریباً دو گھنٹہ صحبت رہی۔ آفریدی صاحب کو اٹھتے ہوئے اسلامک ریویو مجریہ جنوری فروری کے اعداد دیئے۔ یہ نوجوان اپنی مخصوص طرز میں اچھا کام کر رہا ہے۔ خدا کے فضل سے آج صحت بہتر ہے بللہ الحمد۔

امریکہ میں تبلیغ اسلام

۸ شعبان ۲۱ مارچ ۱۹۵۶ء بروز بدھ :-

پیغام صلح مجریہ ۲۹ فروری ۵۶ء کے صفحہ ۳ پر "مذاہب عالم کی پارلیمنٹ میں ہماری نمایندگی" کے عنوان سے جو مکتوب محترمی ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے اُسے پڑھ کر دل بہت مسرور ہوا۔ مذاہب عالم کی اس کانفرنس منعقدہ اورگن یونیورسٹی امریکہ میں اسلام کی نمایندگی کرتے ہوئے مولوی محمد عبد اللہ صاحب اور جناب مسٹر عبد الرحمن ساہو خاں صاحب جیسے بےلوث مجاہدین نے کانفرنس کی طرف سے پیش کردہ مضامین پر قرآن کریم ہی سے ثبوت بہم پہنچا کر اسلام کی فوقیت و برتری کا جو خوبصورت مظاہرہ پیش کیا اس کے لئے قابل صد تحسین و مبارکباد ہیں، اس وقت دنیائے جدید کی سرزمین میں یہ لافانی بیج ان مقدس ہاتھوں سے بویا جا رہا ہے وہ مستقبل قریب میں انشاء اللہ ایک تناور درخت کی شکل میں سارے امریکہ پر چھا جائیگا۔

یہ بادلوں میں سرخی سی آشکارا ہے یہ بہت بڑے کسی طوفان کا اشارہ ہے

خدا نے چاہا تو وہ دن دُور نہیں کہ امریکہ کی یونیورسٹیوں میں سائنس اور فلسفہ کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کا درس بھی دیا جا سکے۔ یہ "مکتوب امریکہ" ہر ایک شخص جو جماعت حقہ سے وابستہ ہے اپنے سامنے رکھے ممکن ہے آج یہ ایک معمولی چیز نظر آئے لیکن یہ آج کی معمولی چیز کسی دن اُس عظیم الشان عمارت کا سنگ بنیاد ثابت ہوگا جہاں سے سارے امریکہ میں آفتاب اسلام کی شعاعیں پھیل جاوینگی۔

مرکز کی باتیں

۹ شعبان ۲۲ مارچ ۱۹۵۶ء بروز جمعرات :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے العقل کے مصلح موعود نمبر پر گفتگو ہوتی رہی۔ صوفی صاحب موصوف رخصت ہو رہے تھے کہ اخویم عبد الصمد صاحب آ گئے، آپ پرسوں حبانیہ سے تشریف لائے ہیں۔ کل طبیعت سست رہنے کی وجہ سے گھر تشریف نہ لا سکے ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے مرکز کی باتیں ہوتی رہیں تبلیغی سلسلہ میں بھی کچھ دیر گفتگو ہوئی۔ بستر مرض پر بیٹھا ہوا جو تھوڑا بہت کچھ کر سکتا ہوں اس سے انہیں مطلع کیا۔ ان سے حبانیہ کے حالات معلوم کئے۔

صداقت کو پرکھنے کا معیار

۱۰ شعبان ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء بروز جمعہ :-

اخبار مدینہ بجنور۔ مجریہ ۲۸ فروری و یکم مارچ ۱۹۵۶ء ۱۶-۱۷ میں مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا ایک قابل غور و فکر قیمتی مضمون کی پہلی قسط شائع ہوئی ہے عنوان ہے "مودودی صاحب کی عبارتیں اور ان کا محمل" "قول کا مطلب مجموعی زندگی کے پیش نظر متعین ہوگا" یہ مضمون مولانا غلام نبی صاحب جالندھری کے ایک شکایتی مضمون بعنوان "علمائے دیوبند کی خدمت میں" جو اخبار "دعوت" دہلی مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا۔ کے جواب میں شائع ہوا ہے۔ مولانا غلام نبی صاحب کی شکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ "آپ حضرات کے سامنے جب آپ کے سلف کی کوئی مبہم یا موہوم عبارت آتی ہے جسے مخالفین نے کسی بڑے محمل میں اتار لیا ہو تو آپ اس کی توجیہہ و تاویل کر کے اسے بہرحال محمل حسن پر اتارنے کی کوشش کرتے ہیں...... لیکن مودودی صاحب کی اس قسم کی عبارتیں سامنے آنے پر یہ صورت اختیار نہیں کی جاتی ......" یہاں مولانا محمد طیب صاحب جواب دیتے ہوئے ایک اصول پیش کرتے ہیں جو بالکل درست ہے فرماتے ہیں "اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے قول کا مطلب اس کی مجموعی زندگی کو سامنے رکھ کر لیا جاتا ہے، اگر عقیدہ و عمل اور خلق و حال زندگی درست ہے تو اس کے موہم کلام کو بھی توجیہہ کر کے اسی زندگی کے مطابق بنایا جائے گا" آگے چل کر منصور اور فرعون کے "انا" امام شافعی رح اور حجاج۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رح، حضرت حسان بن ثابت کے اقوال پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "یہی اصول ہے جس کی روشنی میں علماء و صلحاء ہی نہیں انبیاء علیہم السلام کے کلام کے محملوں کے بھی فیصلے کئے جاتے ہیں اور ان کے متشابہ کلام کو ان کے محکم کلام سے اور محکم کلام کو ان کی برگزیدہ زندگی کے پیمانہ سے ناپ کر اس کے پاک معنی اور محمل کا تعین کیا جاتا ہے"

مجاہدِ یورپ

یورپ میں تبلیغ اسلام کے مواقع

از: محمد سلطان نظامی

انگلستان میں تبلیغ کیوں؟

اسی مضمون کے دوران میں خواجہ صاحب نے لکھا:-

مجھ پر اعتراض کیا گیا کہ میں نے کیوں اپنی عاجزانہ کوششوں کا جولانگاہ ہندوستان چھوڑ کر یورپ کو بنایا۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔ ہندوستان میں کام کرنے والے مجھ سے بہتر اور بہت بہتر موجود ہیں۔ لیکن انگلستان میں مذہبی معلومات کے علاوہ زبان انگریزی سے واقفیت بھی ضروری تھی۔ ہماری قوم میں تبلیغ کا کام اس وقت کہاں ہو رہا ہے۔ چہ جائیکہ انگلستان میں ہو۔ یہ تو ایک بچپن کا جنون ہے۔ جو آج حقیقت بن کر مجھے کشاں کشاں کہاں سے کہاں لے گیا۔ میں نے ایام وکالت میں کل ہندوستان کا دورہ کیا۔ لیکن میری بے چین طبیعت مجھے آخر کار یہاں سے نکال کر غیروں میں لے گئی۔ لیکن انگلستان میں میرے کام کرنے کی ایک خاص وجہ تھی میرا یہ خیال ہمیشہ سے ہے کہ حکمران اور فاتح قوموں کا اسلام قبول کرنا جس شوکت اور قوت کا موجب ہوتا ہے وہ مفتوح قوموں کو مذہب میں لانے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بالفرض اگر ان دو سالوں میں میں یہاں ایک ہزار بھی مسلمان کر لیتا تو کیا وہ ان ستر آدمیوں کے برابر ہوتے جن میں زیادہ تر تعلیمیافتہ کام کرنے کے قابل بینے بنائے مبلغ اور مشنری ہیں۔ کیا ہندوستان میں کوئی تبلیغی تحریک ایسے نتائج مرتب کر سکی۔ میں جس میدانِ جنگ میں ہوں اس کے لئے سیکھے سکھائے سپاہی اگر مل سکتے ہیں تو وہاں۔ یہاں نہیں"۔ آپ نے فرمایا:-

"آخر خدا کا مذہب کل مذاہب پر غالب آنا ہے۔ لیظھرہ علی الدین کلہ کے الفاظ پورے ہونے ہیں۔ ناقوس اور گھنٹیوں کی جگہ اذانوں نے ایک دن مغربی وادیوں میں گونج پیدا کرنی ہے۔ اور آفتاب نے مغرب سے طلوع کرنا ہے جس کے لئے ذرائع اب پیدا ہو چکے ہیں۔ جب ٹرکی، مصر، شام، ایران اور دیگر مسلم ممالک نے اس فرض کفایہ کی طرف توجہ نہ کی تو پھر اللہ تعالےٰ نے ہندوستانی مسلمانوں کو انگریزی زبان سے واقف کرنے کے سامان پیدا کر دیئے۔ ہاں ہندوستان ہی وہ مبارک جگہ ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"مجھے اس طرف سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے"

یہ حدیث بہت ہی مبشر حدیث ہے۔ اسلام کی اشاعت ہی وہ ٹھنڈی ہوا ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی روح پر فتوح کو خوش کر سکتی ہے۔ کیا عجب ہے کہ یہ ملک ہی ایسے اسباب پیدا کر دے جو آخر کار یورپ کے مسلمان ہونے کا موجب بن جائیں۔

میری ان ناچیز کوششوں نے یا تمر ہو کر کم از کم دو امور طے کر دیئے۔ ایک یہ کہ یورپ میں اسلام بہت جلد پھیل سکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اگر انسان تھوڑے سے ہاتھ پاؤں ہلائے تو بہت جلد خدا تعالےٰ کی طرف سے فتح و نصرت کے دروازے کھلنے والے ہیں۔ گذشتہ دو سال کی زبانی گفتگو اور خط و کتابت سے جو مجھ پر ظاہر ہوا ہے وہ یہی ہے کہ اس وقت انگلستان چھوڑ سب یورپ میں دو قسم کے فضلاء موجود ہیں ایک وہ ہیں جو تحقیق مذہب کرتے کرتے در اصل مسلمان ہو چکے ہیں۔ لیکن مقامی تعصبات کے خوف نے انہیں اعلان سے روک رکھا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے غور و فکر اور عقل سلیم نے ان کے لئے ایک مذہب تجویز کر دیا ہے۔ جو بالکل اسلام کے قریب ہے۔ ہماری تحریک نے ان دو قسم کی جماعتوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ مثال کے طور پر اول الذکر جماعت میں سے ڈاکٹر پی اون ایم اے۔ ایل۔ ایل ڈی ہیں۔ جو تیس سال سے مسلمان تھے۔ لیکن میں نے اُن سے قریباً ایک برس مو اخط و کتابت کی تھی۔ تو انہوں نے اپنے اسلام کی اطلاع تو مجھے دی تھی لیکن انہوں نے اس وقت اظہار سے تامل کیا۔ دوسرے آکسفورڈ کے مشہور فلاسفر ڈاکٹر ولیمنٹ پی۔ ایچ ڈی ہیں، جو میری غیر حاضری میں ووکنگ تشریف لائے اور کئی دن تک ہمارے مہمان رہے۔ اور جناب مولوی صدر الدین صاحب کی فیض صحبت نے انہیں سرچشمۂ اسلام تک پہنچا کر آبِ توحید سے سیراب کیا۔ آج یہ دونوں بزرگ اسلام کے زبردست وکیل ہیں۔ اور ان کی قلم کے جواہر نگار مضامین اسلامک ریویو کے زیب زینت ہوتے ہیں۔ ایسی نیک روحوں کی کافی تعداد انگلستان میں موجود ہے۔ جو اندر ہی اندر مسلمان ہو رہے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ہمارا بڑا کام یہ ہے کہ ان نفوس کو تلاش کریں۔ اور ان کے بقیہ مراحل اسلام کی تکمیل کرا کر انہیں حلقہ بگوش اسلام بنا لیں۔ یہی ایک بہت بھاری وجہ ہے کہ میں اسلامک ریویو کو کثرت سے مفت تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ سال دو اور اڑھائی ہزار کے درمیان یہ رسالہ اس طرح تقسیم ہوا۔ اس مفت تقسیم کے کفیل علی الخصوص بمبئی حیدرآباد اور رنگون کے چند دوست تھے۔ انہوں نے اس مفت تقسیم کا بہت حد تک خرچ اپنے ذمہ لیا۔ وہ گذشتہ سال کے لئے تھا۔ جو دسمبر ۱۹۱۴ء کو ختم ہو گیا۔ اب نیا سال شروع ہے اب بھی انشاء اللہ العزیز جن جن محبان اسلام کے دل میں اللہ تعالےٰ توفیق ڈالیگا وہ میری مدد کو تیار ہو جائیں گے۔ در اصل لٹریچر کی اشاعت ہی ایک ایسی چیز ہے جو مغربی ممالک کے لئے کسی اصول یا مذہب کو ترویج دے سکتی ہے۔

تصنیف و تحریر نے ہی آہستہ آہستہ عیسائیت کی بیخ دین یورپین دلوں سے ہلا کر اُن کو اسلامی صداقت کے قبول کرنے کے لئے تیار کر دیا۔ اور اب تصنیف و تالیف ہی آیندہ اُن صاف زمینوں میں اسلامی تخم لگادیگی اس لئے اسلامک ریویو کو مفت تقسیم کرنے کا انتظام گذشتہ دو سال میں ہوتا رہا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کرنے کے بعد اگر چند ایک افراد بھی مسلمان ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ ہمارا کام ہو گیا۔ اسلامک ریویو پڑھنے پر بعض لوگ استفسار اور تحقیق کی طرف لگ جاتے ہیں انہیں میں سے آخر کار بعض مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اسلامک ریویو ایک بیج ہے جو بعض زمینوں میں شگوفے اور کونپلیں لگا دیتا ہے۔ جن کی آبیاری مختلف طریقوں سے ووکنگ میں کی جاتی ہے۔ پھر انہیں کو آخر کار اللہ تعالیٰ پھل دار درخت بنا دیتا ہے۔ اس وقت اسلام کی اشاعت کے لئے پانچ طریق ہیں:-

۱- اسلامک ریویو کی مفت اشاعت
۲- خط و کتابت
۳- لنگر خانہ
۴- اتوار کا جلسہ اور مہمانداری
۵- جمعہ کا خطبہ

یہی پانچ طریق ہم نے اشاعت اسلام کے لئے اختیار کر رکھے ہیں، انگلستان میں یہ پانچوں امور بہت سے اخراجات کا موجب ہو جاتے ہیں، جس وقت میں یہاں سے چلا تھا تو قریباً اسی پونڈ ماہوار خرچ تھا۔ لیکن جیسے کہ مولانا صدر الدین صاحب کے خطوط سے جو مختلف اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں ظاہر ہوتا ہے مہمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ اور اسلامی تبلیغ کے اور سامان بھی ہوتے جاتے ہیں۔ اس وقت وہاں کا خرچ ۱۰۰ پونڈ سے متجاوز ہے۔ جیسے کہ مولوی صاحب موصوف کے ایک تازہ خط سے ظاہر ہوتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر ہم سے بہت جلد ان اخراجات کا مناسب انتظام نہ ہو سکا تو کہیں اس چلتے کام میں رکاوٹ نہ پیدا ہو جائے۔ مجھے خدائے تعالےٰ پر بھروسہ ہے کہ وہ میری محنت کو ضائع نہیں کرے گا۔ اس نے

اس نے آج تک جو کچھ کیا اپنے فضل سے کیا۔ اور آیندہ جو کرے گا وہ بھی اسی کے فضل سے ہوگا۔

"یہی ایک بات ہے جو مجھے یہاں لائی۔ اس کے علاوہ اور میرے لئے یہاں کیا رکھا ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ میں لوگوں کے تیرِ ملامت سے نہیں بچا۔ مختلف قسم کے طعن اور طرح طرح کی رقابتیں بہت سے احباب کا دل تنگ کرا کر ان کی قلم و زبان سے وہ باتیں نکلوا رہے ہیں جو اُن کی شان کے شایاں نہیں۔ کاش کہ ان کو یہ علم ہو جائے کہ مجھے ان کی گالیوں سے تکلیف نہیں ہوتی۔ میرا جنون مجھے کچھ اس طرح اپنی طرف متوجہ کر چکا ہے کہ میں ان کی دشنام دہی کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہیں پاتا۔ ہاں ان کی ان گالیوں سے مجھے اپنے کام کی اہمیت اسکے نیک اور مفید ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ کوئی نیک اور مفید کام گالیوں اور نکتہ چینیوں سے نہیں بچا۔ تو میں کیوں ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے بچوں۔ جیسے تبلیغ اسلام کا کام رُوحانی طور پر آج مجھے ورثہ میں ملا ہے۔ (اللہ تعالیٰ اسے قائم رکھے) ویسے گالیاں کھانا بھی ہمارا ایک ورثہ ہے۔ بہرحال میں ان امور اِلا کی بنیاد پر ان اصحاب سے اور صرف ان اصحاب سے اپیل کرتا ہوں جن کو مجھ پر حسنِ ظن ہے۔ حرام ہے اس شخص پر جو مجھ پر نیک ظن نہیں رکھتا۔ یا اس نیک کام کو میرے ہاتھ میں مفید نہیں سمجھتا کہ وہ ایک کوڑی کی بھی مدد کرے۔ میرا روئے سخن صرف انہیں اصحاب کی طرف ہے جو میرے کام کو اچھا اور مجھے اس کام کا اہل اور مجھے اپنے مالوں کو صحیح مقام پر خرچ کرنے کے لئے امین سمجھتے ہیں۔ ہاں انہیں اصحاب کو خواہ وہ تھوڑے ہوں یا بہت۔ میں یہ خطاب کرتا ہوں۔ وہ میری مدد کو آئیں۔ اور میری مالی مشکلات کے دفعیہ پر کمربستہ ہوں۔ میرے اس سفر ہند کی یہی وجہ ہے۔

اے اسلام سے محبت کرنے والو! اے اسلام کے نام پر مٹنے والو! خدارا قرآن کھولو۔ دیکھو قرآن رب العالمین کی طرف سے آیا ہے۔ اور نذیر للعالمین اور رحمت للعالمین پر نازل ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے ذکراً للعالمین کہا تو پھر بتلاؤ اسلام کو عالمین میں پہنچانا تمہارا بھی فرض ہے کہ نہیں۔ تم پر یہ فرض کفایہ واجب ہے یا نہیں۔ کیا اسلام کا دنیا کے چاروں اطراف میں پہنچانے کا حکم تمہیں خدا نے نہیں دیا۔ کیا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کی آیت اشاعت اسلام کی اہمیت تم پر ظاہر نہیں کرتی کیا اشاعت دین ہی بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل غرض نہیں کیا یہی وہ چیز نہیں جس کی اشاعت میں تیرہ سال آپ نے دردناک تکالیف ...... برداشت فرمائیں۔ اور ہزاروں اصحاب کی جانیں تلف ہوئیں۔ آج خدا کے فضل سے سہولتوں کا زمانہ ہے۔ جس میں ہر قسم کی تکالیف تم سے دور کر دی گئیں۔ آج تو صرف چند پیسوں کا سوال ہے ...... اگر اور کسی قسم کی امداد تم نہیں کر سکتے تو کیا اس رسالہ اسلامک ریویو کے لئے خریدار بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور پھر اس اصل قیمت کے عوض ہم تم کو ایک قیمتی لٹریچر دیتے ہیں۔ یہ وہ لٹریچر ہے جس نے یورپ کے فضلاء کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ یہ وہ لٹریچر ہے جسکو ہندوستانی اعلیٰ تعلیمیافتہ مسلمانوں نے پڑھ کر مجھے خطوط لکھے اور اعتراف کیا کہ وہ از سرِ نو مسلمان ہوئے ہیں

"انگلستان میرے نزدیک ایک مسلم خیز جگہ ہے ہمارا یہ تجربہ بھی ہماری آیندہ امیدوں کا کفیل ہو سکتا ہے میں آیندہ دکھاؤں گا کہ کن کن وجوہ سے اسلام ہی مغرب کے لئے موزوں مذہب ہے۔ میرے نزدیک بہت مفید و مناسب امر یہ ہوگا کہ نو مسلم انگریزوں میں سے اہل لوگ اس نیک کام میں اپنے ساتھ شریک کر لئے جائیں۔ گذشتہ سال میں مسٹر خالد شیلڈرک صاحب کو ووکنگ سٹاف میں لے لیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوّل تو اس نے خود اسلام کو ہم سے سیکھا۔ اور پھر وہ دوسروں کی ہدایت کا موجب ہوا۔ اس وقت دو اور بزرگ نو مسلم بھی اس سٹاف میں لئے جا سکتے ہیں۔

ہاں یہ ساری باتیں وسیع اخراجات چاہتی ہیں۔ الغرض میرا واپس جانا یا کسی وقت جانا۔ میری اس تحریر کے متعلق مسلم توجہ پر بہت کچھ منحصر رکھتا ہے۔"

خواجہ صاحب کی یہ تحریر آج بھی اسی طرح قابل غور ہے جیسی ۱۹۱۵ء میں تھی آج بھی یورپ اور بالخصوص انگلستان میں تبلیغ کے مواقع ویسے ہی بلکہ اس سے بڑھکر موجود ہیں اور خواجہ صاحب کا جاری کردہ رسالہ اسلامک ریویو حسب استطاعت ان مواقع سے فائدہ اُٹھا رہا ہے لیکن ضرورت ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں پھیلا کر ان مواقع سے پوری طرح فائدہ اُٹھایا جائے۔

دفتر ووکنگ مشن سے مالی امداد کی اپیل

۱۹۱۵ء کے شروع میں خواجہ صاحب نے لاہور میں ایک دفتر کی بنیاد رکھی اور اسے ووکنگ مسلم مشن کا نام دیا گیا۔ اسی دفتر کے ذریعہ خواجہ صاحب ہندوستانی مسلمانوں کو خصوصی اور دیگر اسلامی ممالک کے مسلمانوں کو عمومی طور پر تحریر و تقریر سے ترغیب دیتے رہے کہ ممکن طریقہ سے اس مشن کی امداد کی جائے تاکہ انگلستان میں تبلیغ اسلام کے جس کام کو شروع کیا گیا ہے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے۔ علاوہ اس کے خواجہ صاحب ہندوستان کی مختلف ریاستوں اور بڑے بڑے شہروں میں دورے کرتے رہے اور دن رات اس جستجو میں لگے رہے کہ کسی طرح مسلمان قوم خواب غفلت سے جاگے، اور اشاعت اسلام کے لئے ان کا ہاتھ بٹائے۔

دوبارہ انگلستان میں

اگست ۱۹۱۴ء سے لے کر اکتوبر ۱۹۱۶ء تک خواجہ صاحب ہندوستان میں ہی مقیم رہے۔ یہاں وہ نہ صرف مشن کے لئے روپیہ فراہم کرکے انگلستان بھیجتے رہے بلکہ کئی ایک مفید کتب بھی تحریر فرمائیں۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ آپ کی اس غیر حاضری میں جناب مولانا صدرالدین صاحب ووکنگ مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور انکے ہاتھ پر سینکڑوں انگریز مرد۔ خواتین۔ اور بچے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ۱۹۱۶ء کے اخیر میں خواجہ صاحب انگلستان تشریف لے گئے۔

اشاعت لٹریچر اور اس کا اثر

ہندوستان میں ووکنگ مشن کے تبلیغی کام کے لئے ان کی کوشش سے تقریباً تیس ہزار روپیہ فراہم ہوا جو انگلستان ارسال کر دیا گیا۔ وہاں پر اس روپیہ سے تصنیف و تالیف کے ذریعہ مغربی دنیا میں اسلام کے متعلق مفت لٹریچر تقسیم کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بلادِ غربیہ میں اس اسلامی لٹریچر کو پڑھکر جہاں لاکھوں انسان عیسائیت سے بیزار ہو گئے وہاں دوسری طرف مذہب حقیقی کی جستجو انہیں اسلام کی طرف راغب کرنے لگی۔ علاوہ بریں سوشلسٹوں۔ فری تھنکروں، سپرچولسٹوں تھیاسوفسٹوں۔ نیو تھاٹ سنٹر اور نیو لائٹ سرکل وغیرہ میں خواجہ صاحب نے اپنے مؤثر لیکچروں سے عیسائیت سے لوگوں کو بیزار اور اسلام کا دلدادہ بنا دیا۔ ہر جگہ قرآن ہی کو پیش کیا۔

کام کا بوجھ

خواجہ صاحب نے ہر جگہ اور ہر موقعہ پر قرآن حکیم سے تلوار اور ڈھال کا کام لیا۔ چونکہ مولانا صدرالدین صاحب واپس لاہور تشریف لے آئے تھے۔ آپ یکہ و تنہا کئی کام سرانجام دیتے تھے۔ مثلاً ہر جمعہ لندن میں نماز جمعہ اور خطبہ کے لئے جاتے۔ ہفتے میں ایک شام درس قرآن کے لئے بھی لندن جاتے تھے۔ پھر اتوار کو اسلام پر لیکچر دینے کے لئے لندن ہاؤس تشریف لے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں ہفتہ میں ایک آدھ لیکچر دیگر مضافاتِ برطانیہ میں بھی دیتے تھے۔ مزید برآں اسلامک ریویو کے لئے مضامین لکھنا، اسے مرتب کرنا۔ مالی مشکلات کا حل سوچنا اور ان پر عامل ہونا بعض دفعہ ایک ایک ماہ میں بیس یا اس سے زیادہ تقریریں بھی انہیں کرنا پڑیں۔ اور چونکہ آپ کے لیکچروں میں بڑے بڑے ادیب، فلاسفر اور صاحب علم و ادب احباب شریک ہوتے تھے اس لئے ان لیکچروں میں سوال و جواب کا سلسلہ بھی جاری ہو جاتا تھا۔ ان لیکچروں کے لئے خاص خاص مضامین ہوتے تھے جن کے لئے خواجہ صاحب کو کافی سے زیادہ مطالعہ بھی کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ خواجہ صاحب تن تنہا ان تمام فرائض کو نہایت ہی جوش، محبت، اخلاص اور خوش اسلوبی سے ادا فرماتے تھے۔ اور یہ مرد مجاہد صبح و شام جہاد فی سبیل اللہ میں بدستور لگا رہا۔

ہز میجسٹی کنگ ظاہر شاہ کے نام

ایک پٹھان کی طرف سے

حال ہی کا واقعہ ہے، داؤد جان ایک کابلی پٹھان کابل سے چل کر ربوہ آیا اور وہاں سے جلسہ سالانہ کے بعد جب واپس کابل پہنچا تو اس پر کفر کا فتوے لگایا گیا اور ایک مشتعل ہجوم نے اسے جیل دیا اس کے گھر کی کھڑکیاں توڑ کر گھسیٹ کر باہر نکالا اور برسر عام پتھر مار کر شہید کر دیا یہ چوتھی شہادت ہے جو سرزمین کابل میں احمدیت کو دینی پڑی۔ ذیل میں ایک احمدی پٹھان نے اپنے جذبات شاہ کابل کے نام مراسلہ کی صورت میں پیش کرتے ہوئے حکومت افغانستان کو اس جبر و استبداد اور ظلم و ستم کے جن نتائج سے آگاہ کیا ہے وہ ہر طرح قابل غور ہیں کاش کابل کی حکومت اس سے عبرت حاصل کرے۔

یور میجسٹی:۔ آپ کابل یعنی افغانستان کے بادشاہ ہیں اور میں اسد آباد کا باشندہ ہوں۔ اُس اسد آباد کا جسے پٹھانوں کے مشہور حریت پسند شاعر اور لیڈر کے پوتے اسد خاں نے آباد کیا۔ اس قصبے سے، جہاں سے پٹھانوں نے جمہوریت کی بحالی کے لئے مغلوں، سکھوں، اور انگریزوں سے لڑائیاں لڑیں۔ میں آپ کو ایک مظلوم کی حیثیت سے یہ خط لکھ رہا ہوں ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

عالی جاہ! آپ کی حکومت اور ریڈیو دن رات پٹھانوں کی فلاح و بہبود اور مرفہ الحالی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ مگر حقیقت کچھ اس کے برعکس ہی ہے۔ ذیل کا واقعہ (جس نے مجھے حضور کے نام اس مراسلہ کے لکھنے پر مجبور کیا ہے) بتا رہا ہے کہ یہ محض سٹنٹ ہے اور آپ کی حکومت میں جبر و استبداد اور ظلم و ستم کے سوائے اور کچھ نہیں۔

آپکی پالیسی پر مجھے نکتہ چینی مقصود نہیں اور نہ احتجاج غرض ہے کیونکہ اس کا نتیجہ مایوسی کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ میرے اس خط کی غرض صرف یہ ہے کہ میں آپ کو داؤد جان شہید کی موت کے نتائج سے آگاہ کروں! یہ وہ شخص تھا جسے موت کے گھاٹ صرف اس لئے اتارا گیا کہ اُس نے:۔

مسیح محمدی علیہ السلام کی غلامی قبول کر کے دنیا میں اسلام کا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو سربلند کرنے کا عہد کیا!

جس نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا!

جس نے مسیح موسوی علیہ السلام کی وفات کو تسلیم کر کے صلیب کو توڑنے کا عہد کیا!

بتائیے اے شہنشاہ عالی! کیا "اختلاف عقیدہ" جرم ہے؟

"کیا محمدؐ کی عظمت کو قائم کرنے کا عہد جرم ہے؟

کیا دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد جرم ہے؟

کیا عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ تسلیم کرنا جرم ہے جبکہ آپ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سرور کائنات افضل الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سرزمین پر فوت ہو کر زیر زمین دفن ہوئے، اور جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا عقیدہ اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کی تقویت کا موجب ہوا ہے۔

حضور والا۔ حق و صداقت کو جہاں مٹانے کی کوشش بنی اسرائیل کا شیوہ ہے وہاں حق و صداقت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینا بھی بنی اسرائیلیوں کا ہی حصہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کی سلامتی ہو داؤد جان پر کہ اُس نے اس دور کے پٹھانوں (آل اسرائیل) کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اور اہل دنیا کے سامنے سرخرو کیا اور دنیا پر یہ ثابت کر دیا۔ کہ پٹھان آج بھی حق و صداقت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے میں سب سے آگے ہیں ؎

چہ خوش رسمے بنا کردند بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضور والا۔ جمہور کی آواز کو دبانا اس جمہوری دور میں صرف کابل کو زیب دیتا ہے۔

مگر یہ آواز اب نہیں دب سکتی جماعت احمدیہ خدا کی قائم کردہ جماعت ہے۔ اور خدا ہی اسے مٹانے اور بڑھانے پر قادر ہے۔ دنیا کی کوئی مادی طاقت احمدی جماعت کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ ہو سکتا ہے کہ جوش میں آکر ایک داؤد جان نہیں اس جیسے سینکڑوں حق پرست شہید کر دیئے جائیں۔ مگر یاد رکھئے احمدیت ان کے خون شہادت سے اور بھی پھلے گی اور پھولے گی۔ جو قوم جتنی زیادہ قربانی دیتی ہے۔ اتنی زیادہ بڑھتی ہے اور ہمیں احمدیت کے ان مایہ ناز سپوتوں پر فخر ہے۔

شہنشاہ والا۔ آپ سے قبل امیر حبیب اللہ خاں نے صاحبزادہ سید عبد اللطیف جیسے عالی مرتبت ولی اللہ کو اسی جرم میں شہید کیا، امیر مذکور کا جو حشر ہوا آپ کو معلوم ہے، کنگ امان اللہ کے خاندان نے نعمت اللہ خان کو شہید کر دیا اور اُس کا نتیجہ بھی آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح انہیں کابل چھوڑ کر بلاد یورپ کی طرف بھاگنا پڑا اور آج خدا جانے کہاں گمنامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں آپ کے والد بزرگوار کو کابل کا تخت نصیب ہوا۔ اور آج آپ کی حکومت بھی اسی جبر و استبداد سے کام لے کر اپنے لئے ایسا کنواں کھود رہی ہے جو باعث تکلیف ثابت ہوگا۔

اے شہنشاہ آپ اس لمحے کا تصور کریں۔ کہ جب داؤد جان شہید کو کھڑکیاں توڑ کر گھر سے نکالا گیا اور پھر اس لمحہ کا تصور کریں جب اسے میدان میں کھڑا کر کے اس پر پتھروں کی بارش کی گئی، کیا اس وقت محمد مصطفےٰ صلعم کی رُوح بے چین نہ ہوتی ہوگی، کہ آج میرا ایک امتی دوسرے امتی کو محض اختلاف عقیدہ کی وجہ سے پتھروں سے شہید کر رہا ہے جس طرح مشرکین مکہ مسلمانوں کو صحابی کبکر شہید کرتے تھے۔ لیکن یاد رکھئے نہ اُس وقت پتھروں سے مارنے سے اسلام ختم ہوا اور نہ آج پتھروں کی بارش سے احمدیت ختم ہوگی۔

احمدیت کا نام اس کی زندگی کی ضمانت ہے کیونکہ احمد اس بزرگ ترین ہستی کا نام ہے جس کے لئے دونوں جہان اور تمام کائنات پیدا کی گئی ہے۔ اور فرشتوں نے بھی اس نام کے راگ الاپے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے شہنشاہ

تو دنیا کے لالچ اور سلطنت کے نشہ میں غریبوں پر ظلم کر کے بے پرواہ ہے۔

مگر یاد رکھ

کہ خدا دیکھتا ہے اور اس کا انجام تیرے حق میں کسی طرح اچھا نہیں ہو سکتا۔

نیاز مند:۔ اکمل اسد آبادی معرفت رکن الدین ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر محلہ کھڑکی۔ ٹیری (TERI) ضلع کوہاٹ

لاہور ۱۳ مئی - قومی اسمبلی میں حزب مخالف کے قائد مسٹر حسین شہید سہروردی نے آج لاہور میں اعلان کیا کہ وہ وحدت مغربی پاکستان کے استحکام اور منصفانہ انتخابات کرانے کی ضرورت کے پیش نظر ڈاکٹر خان صاحب کے وزارت اعلیٰ کے عہدہ پر فائز رہنے کی حمایت کرتے ہیں، آپ نے کہا، کہ وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے قومی اسمبلی میں یہ وعدہ کیا تھا کہ ڈاکٹر خان صاحب کو وزارت اعلیٰ کے عہدہ سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔

لاہور - ۱۳ مئی - وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے اعلان کیا ہے کہ مرکز میں ری پبلکن پارٹی اور عوامی لیگ میں کولیشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ عوامی لیگ اپوزیشن میں ہے اور ری پبلکن پارٹی وزیر اعظم کی حمایت کا اعلان کر چکی ہے۔

گجرات - ۱۳ مئی - عید الفطر کے موقع پر گجرات کے مختلف علاقوں سے قتل کی متعدد وارداتوں کی اطلاع موصول ہوئی ہے، جن میں سے تا دم تحریر سات وارداتوں کی سرکاری طور پر تصدیق ہو چکی ہے، گجرات سے دو میل دور موضع اڈہ وال میں ایک مسلح پارٹی نے حملہ کر کے محمد حسین وارث اور میاں خان کو قتل کر دیا اور محمد خان کو سخت مجروح کیا۔ موضع جگو میں دو مختلف پارٹیوں نے عید سے ایک روز قبل ایک دوسرے پر گولیاں چلا کر تین اشخاص کو ہلاک اور متعدد کو سخت مجروح کر دیا۔ تھانہ جلالپور جٹاں کے موضع بھلیسر میں موچی احمد کو قتل کر دیا گیا، اس نے نمبردار سے "سیب" طلب کیا تھا۔ ایک اور موچی کو مجروح کیا گیا۔

یکم جنوری سے ۱۳ مئی تک ضلع گجرات میں چالیس اشخاص قتل ہو چکے ہیں۔

لاہور ۱۳ مئی - مغربی پاکستان لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر سردار بہادر خان نے آج لاہور پہنچکر یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہیں اب بھی سابق صوبہ سرحد کے میدانی اضلاع میں ارکان اسمبلی کی بھاری اکثریت کی حمایت حاصل ہے اور ان اضلاع میں پارٹی پوزیشن اطمینان بخش ہے۔

لاہور ۱۲ مئی - عید کے دن لاہور میں آتشزدگی کی دو وارداتیں ہوئیں - پہلی واردات لوہاری دروازہ کے اندر کوچہ رادھا کرشن میں ہوئی، جہاں بارہ بجے دن کو ایک مقفل متروکہ مکان میں آگ بھڑک اٹھی۔ اس آگ پر آدھ گھنٹے کے اندر اندر قابو پا لیا گیا۔ جس کے باعث بہت کم نقصان ہو سکا۔ دوسرا واقعہ مال روڈ پر آسٹریلیشیا بینک کے قریب ہوا، جہاں ساڑھے بارہ بجے کے قریب دو جھونپڑیوں میں آگ لگ گئی۔ اس پر بھی نصف گھنٹے میں قابو پا لیا گیا لیکن نقصان کا اندازہ چار پانچ سو روپے کے لگ بھگ بیان کیا جاتا ہے۔

الجزائر - ۱۲ مئی - الجزائر سے موصول ہونے والی تازہ ترین اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ دو ہزار سے زائد حریت پسندوں نے صوبہ اوران کے ایک شہر طلیسن پر دھاوا بول دیا ہے اور وہ برابر پیش قدمی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ مجاہدین کا ایک اور لشکر قسطنطین شہر کی جانب بھی بڑھ رہا ہے۔

طلیسن کی آبادی ساٹھ ہزار کے قریب ہے۔ اور قسطنطین الجزائر کا سب سے بڑا شہر ہے۔ فرانسیسی فوجوں کے بھاری دستے حریت پسندوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے روانہ کر دیئے گئے ہیں اور ایک دو مقامات پر ہراول دستوں میں ٹکراؤ بھی ہوا ہے، سڑکوں پر فوجی گاڑیاں گشت کر رہی ہیں جن پر مشین گنیں نصب ہیں۔

کراچی ۱۳ مئی - صدر جمہوریہ پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا کو کابل جانے کے لئے شاہ افغانستان کی دعوت موصول ہو گئی ہے۔ شاہ ظاہر شاہ کا ذاتی مکتوب افغان مدار المہام مقیم کراچی مسٹر محمد یونس نے صدر سکندر مرزا کے حوالہ کیا۔

کراچی ۱۳ مئی - مرکزی وزیر خوراک مسٹر عبد اللطیف بسواس نے آج یہاں ایک پریس کانفرنس میں بتایا ہے کہ حکومت باہر سے خوراک خریدنے کے لئے ایک خوراک کمیشن مقرر کرنے پر غور کر رہی ہے۔

لاہور - ۱۳ مئی - کل دو نوجوانوں نے لاہور کے دیوالی سینما کے جنرل منیجر آغا نذیر حسین پر چاقو سے حملہ کر کے انہیں شدید زخمی کر دیا اور پھر لوگوں کو پستول سے ہراساں کر کے راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب ہو گئے - میو ہسپتال میں آغا نذیر حسین کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔

کراچی ۱۳ مئی - یہاں پرائمری نصاب پر ایشیا کی جو علاقائی مجلس مذاکرہ منعقد ہونے والی ہے اس کے لئے غیر ملکی نمائندے پہنچنے شروع ہو گئے ہیں - آج تھائی لینڈ اور بھارت کے نمائندے یہاں پہنچے، افغانستان اور برما کے نمائندے کل آئیں گے - یہ مجلس مذاکرہ پاکستان میں اپنی نوعیت کی پہلی ہے، اس کا افتتاح وزیر تعلیم مسٹر عبد الستار کریں گے - اس کے لئے خاص طور پر ایک سکرٹریٹ قائم کر دیا گیا ہے اور دوسرے تمام انتظامات بھی کر دئے گئے ہیں - اس مذاکرہ کا اہتمام پاکستان کے محکمہ تعلیم اور اقوام متحدہ کے تعلیمی ثقافتی اور سماجی ادارے نے مشترکہ طور پر کیا ہے۔

بیت المقدس - ۱۳ مئی - اردن اور اسرائیل کے مشترکہ نگران کمیشن کے سب کمیٹی کی سب کمیٹی نے کل یہاں اردن کی اس شکایت پر غور کیا جس میں کہا گیا تھا کہ اسرائیلی دستوں نے بیرھکی دات کو اردن کے ایک گاؤں کے کسانوں پر گولیاں چلائیں، اور نیز اردنی فوج نے اسرائیلی بسوں پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ یروشلم روڈ سے گزر رہی تھیں

خاص رعایت کا اعلان

مندرجہ ذیل کتب کی قیمتیں نصف کر دی گئی ہیں - تعداد کتب محدود ہے - اس خاص رعایت سے اولین فرصت میں فائدہ اٹھائیں۔

۱- فتح اسلام (انگریزی ترجمہ) .. اصل قیمت ۴ر رعایتی ۲ر
۲- FUTURE OF ISLAM // // ۸ر // ۴ر
۳- بھگوت گیتا (انگریزی) .... // ۸ر // ۸ر
۴- حبلیہ .... // ۲ر // ۱ر
۵- التبلیغ فی الاسلام (انگریزی) // ۶ر // ۳ر
۶- المنفق .... // ۴ر // ۲ر
۷- اعجاز القرآن .... // ۲ر // ۱ر
۸- اظہار النصائح .... // ۲ر // ۱ر
۹- جامع الدعوات .... // ۲ر // ۱ر
۱۰- کامران .... // ۱۲ر // ۶ر
۱۱- غذا اور صحت .... // ۲ر // ۱ر
۱۲- اسلامی عقائد .... // ۱ر // ۵ر

ملنے کا پتہ
دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

طب یونانی کی مایہ ناز مرکب ادویات

حقانی ٹانک :- پٹھوں کی کمزوری چاہے کتنی ہو اور کسی سبب سے ہو، خواہ کتنی پرانی ہو۔ علاوہ ازیں ضعف دل و دماغ، دل کی دھڑکن پیشاب کی کمزوری، چہرہ کی زردی بیماری کے بعد کی کمزوری کا زود اثر علاج۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصول ڈاک۔

نوٹ :- طب یونانی کے انجکشن اور مرکبات اور طب ہومیوپیتھی کی ادویات اور انجکشن بھی ہم سے خرید فرماویں۔ نیز فہرست ادویہ ہم سے مفت حاصل کریں۔

احمد میڈیکل ایجنسی پارک آباد ڈاکخانہ خاص ضلع شیخوپورہ

صرف تاج میں ایور گرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا
(ایڈیٹر :- دوست محمد)

پیغام صلح مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۱۹

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۲ شوال ۱۳۷۵ھ–۲۳ مئی ۱۹۵۶ء (مسیح موعود نمبر) | نمبر ۲۰

حضرت امام زمان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود مجدد صد چہار دہم رحمۃ اللہ علیہ

رسید مژدہ زغیبم کہ من ہماں مردم — کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد
منم مسیح ببانگ بلند مے گویم — منم خلیفۂ شاہے کہ برسما باشد

ہمارے عقائد

ایک خدا۔ ایک رسول۔ ایک کتاب

۱۔ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں

۲۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور بالفاظ بانی سلسلہ:۔

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں اور آنجناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا"۔ (نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

"جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ (مجموعہ اشتہارات حصہ چہارم صفحہ ۲۳۲)

"میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد مصطفےٰ صلعم پر ختم ہو گئی۔ (")

"ہم نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں"۔

۳۔ ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت اور جہنم حق ہے"۔ (ایام الصلح صفحہ ۸۶)

۵۔ ہم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو اسلام کے ان ارکان میں سے مانتے ہیں جن پر دین کی بنا رکھی گئی ہے۔

۶۔ ہم تمام انبیا اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ایمان لاتے ہیں۔

۷۔ ہم تمام صحابہ کرام۔ تمام ائمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے **مسلمہ بزرگ** ہوں یا اہل تشیع کے۔ اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

۸۔ ہم بالفاظ بانی سلسلہ ایمان لاتے ہیں کہ "جو شخص اس شریعت اسلام میں سے **ایک ذرہ** کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنا ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے"۔

۹۔ ہم حسب ارشاد بانی سلسلہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہیں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالحہ کا اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا۔ اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض سمجھتے ہیں۔

ے ایام الصلح صفحہ ۸۶، ۸۷

مفت انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam (2) Islam the religion of humanity (3) Death of Jesus Christ (4) The charge of heresy (5) Christ is come (6) Quest after God (7) What's in a name (8) The true conception of Ahmadyyat (9) Facts about Ahmadiyya movement (10) Phenomenon of Revolution.

سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان و ایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنیکا بندوبست کیا ہوا ہے۔ وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ۴ آنے سے لیکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کر دیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ــ از حضرت مسیح موعود

ضرورت انبیاء ــ ، ، ،

شان محمد مصطفیٰ ــ ، ، ،

قد افلح المومنون ــ ، ، ،

امام الزمان ــ ، ، ،

حقیقت اسلام ــ ، ، ،

دعوت عمل ــ حضرت مولانا محمد علی صاحب

نزول مسیح ــ ، ، ،

جماعت قادیان ــ ، ، ،

نماز اور ترقی کی تین راہیں ــ

رد تکفیر اہل قبلہ ، ، ،

زمانہ کے امام کو پہچانو ،

دو تقریریں ــ ، ،

کشف الظنون عن المراق والجنون ــ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

درس قرآن ــ ، ، ،

ہمارے عقائد :ــ جناب مولانا صدرالدین صاحب

دعوت فقر :ــ چوہدری شکراللہ خان صاحب

کافر :ــ از شیخ محمد طفیل صاحب

احمدیت کیا ہے۔ تحقیق حق۔ محمد مصطفیٰ اردو۔

بچوں کے لئے اسلام ہمدردی بنی نوع کا مذہب

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— ۲۳ مئی ۱۹۵۶ء

مسیح موعودؑ کے دو عظیم الشان کام

حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید دین کا جو کام سرانجام دیا اور اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات آپ سے ظہور میں آئیں ان کی تفصیل اس مختصر مقالہ میں تو بیان نہیں کی جا سکتی، خلاصتہً دو تین باتوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

(۱) سب سے بڑا کام جو حضرت مرزا صاحب نے سرانجام دیا وہ کسر صلیب ہے، حدیث میں یہ کام مسیح موعود کے ذمہ لگایا گیا ہے، حضرت مرزا صاحب کا دعوے بھی مجددیت کے علاوہ مسیح موعود ہونے کا تھا اور آپ نے کسر صلیب کا عظیم الشان کام سرانجام دے کر یہ ثابت کر دیا کہ آپ فی الواقعہ مسیح موعود کے منصب پر فائز ہیں، اور حدیث میں جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے فی الواقعہ اسی امت میں سے آنیوالا تھا۔

کسر صلیب کا کام آپ نے کس رنگ میں سرانجام دیا؟ عیسوی مذہب کی بنیاد اس عقیدہ پر ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں جو نسل آدم کے گناہوں کی پاداش میں مصلوب ہو کر تین دن (معاذاللہ) دوزخ میں رہے اور تیسرے دن دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اُٹھائے گئے جہاں وہ ہزار سال سے بغیر کھائے پیئے خدا تعالےٰ کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں اور آخری زمانہ میں اصلاح عالم کے لئے نازل ہوں گے، بدقسمتی سے مسلمانوں کا بھی یہ عقیدہ چلا آرہا تھا کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اُٹھائے گئے، اور دو ہزار سال سے وہیں بیٹھے ہیں، اور آخری زمانہ میں اصلاح عالم کے لئے دوبارہ نازل ہوں گے، اگرچہ حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب اور نسل انسانی کے کفارہ ہونے کے مسلمان قائل نہیں تاہم ان کے آسمان پر جانے اور دوبارہ نزول کے بارہ میں ان کا عقیدہ مسیحی عقیدہ کے عین مطابق ہے، اور اس لئے عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں پر حجت قائم کی جاتی تھی کہ جب تم خود مانتے ہو کہ مسیح دو ہزار سال سے بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں، جہاں وہ نہ کھاتے پیتے ہیں اور نہ ان کے جسم پر تغیر وارد ہوتا ہے حالانکہ قرآن نے رسولوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ تو اس سے ثابت ہے کہ وہ رسولوں میں سے نہ تھے بلکہ ابن اللہ تھے، اور ان کا آخری زمانہ میں اصلاح عالم کے لئے آنا بتاتا ہے کہ وہی دنیا کے حقیقی نجات دہندہ ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے دعوے مسیحیت سے پہلے ...... عیسائی اس پیغام کو لے کر گھر گھر پھر رہے تھے، جس کوشش کر کئی پڑھے لکھے مسلمان، کئی عالمان دین، کئی سید اور مغل عیسائی ہوتے جا رہے تھے اس وقت حضرت مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ مسیح ناصری آسمان پر نہیں اُٹھائے گئے، نہ صلیب پر فوت ہوئے بلکہ صلیب سے زندہ اتار لئے گئے اور اس کے بعد لمبی عمر پا کر طبعی موت سے فوت ہوئے، وہ اب دوبارہ نہیں آسکتے اور صرف حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلعم ہی زندہ اور کامل نبی ہیں جن کی قوت قدسی سے مستفیض ہو کر میں منصب تجدید یا اصلاح عالم کے لئے کھڑا ہوں مبعوث ہوا ہوں، یہ اعلان ہونا تھا کہ عیسائیت کے گھر میں ماتم پڑ گیا۔ مسلمان علماء نے اگرچہ وفات مسیح اور حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں آپ کی شدید مخالفت کی، لیکن واقعات نے ثابت کر دیا کہ اسی عقیدہ میں عیسائیت کی موت اور اسلام کی زندگی ہے۔ اس کے بعد عیسائیت کی یورش ختم ہو گئی اور مسلمان مرتد ہونے سے بچ گئے، یہ وہ کسر صلیب ہے جو حضرت مرزا صاحب نے کی، کہا جاتا ہے کہ سرسید بھی وفات مسیح کے قائل تھے یہ صحیح ہے لیکن وہ کام جو حضرت مرزا صاحب نے اس بارہ میں کیا اس کی توفیق کس کو میسر آئی؟

(۲) دوسرا عظیم الشان جو مسیح موعودؑ کے ذمہ لگایا گیا وہ قتل خنزیر ہے جس طرح کسر صلیب سے مراد یہ نہیں کہ مسیحی گرجوں میں لکڑی کی بنی ہوئی صلیبوں کو توڑا جائے بلکہ جیسا کہ شارحین حدیث نے لکھا ہے اس سے صلیبی مذہب کا ابطال مراد ہے، جو حضرت مرزا صاحب نے ... من کل الوجوہ کر دکھایا اسی طرح قتل خنزیر کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ سوروں کو پکڑ پکڑ کر ذبح کیا جائے بلکہ اس سے خنزیر صفت انسانوں کو قتل کرنا یا کم از کم خنزیری صفات یا ناپاک عقاید کا قلع قمع کرنا ہے، یہ کام کس طرح سرانجام پایا؟ ایک تو آریہ سماج کے ناپاک عقائد کا آپ نے قلع قمع کیا اور لیکھرام جیسے گندہ دہن کی ہلاکت نے قتل خنزیر کی پیشگوئی کو جسمانی رنگ میں بھی پورا کر دیا لیکن اس سلسلہ میں آپ کا سب سے بڑا کام وہ ہے جو یورپ کے ناپاک فلسفہ اور مادہ پرستی کے قلع قمع کی صورت میں آپ نے کیا اور یہ ثابت کر دکھایا کہ قرآن کریم نے جو اصول بیان کئے ہیں وہ ایسی ابدی صداقتیں ہیں جو حال کے دھوکہ دینے والے فلسفہ پر غالب آکر رہیں گی، چنانچہ فرماتے ہیں:—

"یہ ضرور تھا کہ کلام الٰہی میں وہ سچا فلسفہ بھرا ہوا ہوتا جو حال کے دھوکہ دینے والے فلسفہ پر غالب آجاتا کیونکہ وہ ابدی اصلاحوں کے لئے آیا ہے وہ نہ تھکے گا اور نہ ماندہ ہوگا جب تک کہ ہر ایک سلیم طبیعت میں اپنی سلطنت نہ قائم کر لے"

یہ اس زمانہ کی بات ہے، جب مسلمانوں کے بڑے بڑے اکابر یورپین فلسفہ سے اس قدر مرعوب ہو چکے تھے، کہ یہ خیال انکے دلوں میں مرکوز ہو گیا تھا کہ موجودہ فلسفہ اسلام کو کھا جائیگا اسی لئے اُن میں سے کئی ایک اسلام سے ہاتھ دھو کر دہریت کا شکار ہو گئے اور جو لوگ اپنے ایمان کو کسی نہ کسی طرح قائم رکھنا چاہتے تھے وہ قرآن کو فلسفہ کے ماتحت اور اس کے مطابق کرنے کی کوششوں میں لگ گئے لیکن آج ہم کیا دیکھ رہے ہیں حضرت مرزا صاحب نے یورپ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھ کر اور ان کے شاگردوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ شائع کر کے نہ صرف یورپین فلسفیوں کو اسلام کا قائل کر دیا، بلکہ دہریہ منش مسلمانوں کے دلوں میں بھی ایمان کا نور پیدا کر کے انہیں اسلام کا والہ و شیدا بنا دیا، یورپ و امریکہ کے وہ نومسلمین جو جماعت احمدیہ کے قائم کردہ مشنوں کے ذریعہ نور ایمان سے منور ہو رہے ہیں کون لوگ ہیں کیا انہی ...... لوگوں کا حصہ نہیں جنہوں نے فلسفہ کو اپنا خدا بنا رکھا تھا؟ اور ہم میں سے مولانا عبدالماجد دریابادی کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے جن کا قول ہے کہ:—

"۱۹۲۰ء میں جب میں انگریزیت کے پھیلائے ہوئے الحاد (ریشنلزم اور ایگناسٹزم) میں غرق تھا مرحوم (مولانا محمد علی) کے انگریزی ترجمہ قرآن ہی نے دستگیری کی وہ اگر اتفاق سے ایک عزیز کے پاس دیکھنے کو نہ مل جاتا تو خدا معلوم کتنی اور مدت تک میں بھٹکتا رہتا، اور میری ہی طرح خدا معلوم اور کتنوں کے حق میں وہ شمع ہدایت ثابت ہوا ہوگا"

کیا اس سے بڑھکر کسی اور شہادت کی ضرورت ہے؟ کیا حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا یہ عظیم الشان کارنامہ نہیں کہ انہوں نے دہریوں میں نور ایمان پیدا کر کے انہیں اسلام کا والہ و شیدا بنا دیا؟ کیا کسر صلیب اور قتل خنزیر کے یہ دو عظیم الشان کارنامے ان کے مسیح موعود ہونے کی زبردست شہادت نہیں؟

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

اسلام کا حامی اور مؤید آریوں اور عیسائیوں کا دشمن یورپ اور امریکہ میں اسلام کے جھنڈے گاڑنے والا کون ہے؟

مخالف علماء اس وقت کہاں تھے جب آریہ اور عیسائی اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے؟

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ .... وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

(آل عمران رکوع ۱۱)

مسلمان کی حیاتِ اجتماعیہ

اس دنیا میں اللہ تعالے نے حیاتِ اجتماعیہ کو قائم کرنے کا ایک اصول باندھا ہے، حیاتِ اجتماعیہ کیا چیز ہے؟ جماعت بندی کو جتھہ بنانے کو مسلمانوں کی تنظیم کو حیاتِ اجتماعیہ کہا جاتا ہے، حیات اجتماعیہ کے اندر قوت اور عزت ہے، ان آیات کو مدنظر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت بندی کی ضرورت، اس کے فوائد اور برکتیں اور اس کے ساتھ اللہ تعالے کے افضال کا ہونا بہت کچھ بیان فرمایا اور فرمایا حیاتِ اجتماعیہ کو نہ چھوڑنا، تفرقہ نہ کرنا، باہم مل کر رہنا اور ایک دوسرے سے محبت وارتباط قائم رکھنا، حیات اجتماعیہ پر اس قدر زور دیا ہے کہ اسکو مسلمانوں کی عبادات میں داخل کر دیا، یہ نماز با جماعت کیا ہے؟ یہ حیاتِ اجتماعیہ کو پیدا کرتی ہے، اور یہ زکوٰۃ کیا چیز ہے یہ ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا ایک دوسرے کے دکھ درد میں کام آنا اور باہم مل کر رہنا سکھاتی ہے، اور وہ بہت بڑا مظاہرہ جو کعبۃ اللہ میں حج کے موقعہ پر ہر سال کیا جاتا ہے، کیا معنے رکھتا ہے؟ یہ مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعیہ کا زندہ ثبوت ہے۔

اہل طرابلس اور ترکی سے مسلمانوں کی ہمدردی

آپ میں سے بعض لوگوں کو طرابلس کی جنگ کا زمانہ یاد ہوگا جب ان پر دشمن نے حملہ کیا تو دنیا بھر کے مسلمانوں نے ان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا طرابلس کے مسلمانوں سے ہمارا رنگ کا اختلاف، نسل کا اختلاف بولی کا اختلاف، وہ ہم سے ہزارہا میل دور لیکن وہ مسلمان ہیں اس لئے ان کی تکلیف سے ہم کو تکلیف پہنچی حضور رسول مقبول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں نے مسلمانوں میں سے رنگ ونسل اور بولی وغیرہ کی تمیز اٹھا دی ہے یہی وجہ ہے کہ جب طرابلس پر اٹلی نے حملہ کیا اور وہاں کے مسلمانوں پر گولی چلی، تو یہاں کے مسلمان تڑپ اٹھے، اور ان کی امداد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، وہ ان کے لئے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرتے، ان کی امداد کے لئے روپیہ دیتے اور دشمن کے مظالم کے خلاف احتجاج کرتے تھے۔ اسی طرح ترکی کے ساتھ جب جنگ چھڑی تو یہاں کے مسلمان بے قرار ہو گئے آج بھی الجیریا میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور ہم پاکستانی مسلمان اتنی دور رہتے ہوئے ان کے لئے تڑپ رہے ہیں۔

مسلمانوں کا اتحاد توڑنے کی کوشش

مسلمانوں کے اس جذبہ کو یورپ نے دیکھا اور اس کو کمزور کرنے کی کوشش کی، انہوں نے کہا کہ کعبہ کو توڑ دو، جس سے مسلمانوں کا اتحاد وابستہ ہے، خلافت کو اڑا دو، جو مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کا موجب ہے، ان کو پتہ تھا کہ اگر خلیفہ کا حکم ہو جائے تو تمام دنیا کے مسلمان اس پر لبیک کہیں گے اگر خلیفہ جہاد کا حکم دے دے تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے، ٹیپو سلطان سے مراعات حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کو خلیفۃ المسلمین کے پاس جانا پڑا کہ وہاں سے ان کا فرمان لائے تو ان مراعات کے حاصل کرنے میں دقت نہ ہوگی، ان کو پتہ تھا کہ حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تنظیم کی ہے ان کو علم تھا کہ اس تنظیم کے ہوتے ہوئے ہم مسلمانوں پر غلبہ نہیں پا سکتے۔

امام وقت کی جماعت کی اساس تقویٰ پر

اس زمانہ کے امام نے بھی اس چیز کو پھر زندہ کیا جس کو حیاتِ ملی یا حیاتِ اجتماعیہ کہتے ہیں، اور اس زمانہ کے امام نے جماعت کی اساس قرآن کے حکم کے مطابق اتقوا اللّٰہ پر رکھی اور یہ سبق پڑھایا کہ تقوےٰ کو ہر حال میں قائم رکھو، اگر قوت حاصل ہو جائے تو خدا سے ڈر کر اسے استعمال کرو یہ حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ طاقت ہو لیکن اس کی اساس اتقوا اللّٰہ پر ہو حضرت مسیح موعودؑ نے یہی تلقین ہمیں کی ہے۔ اور آخری حصہ عمر میں آپ اندر جاتے باہر نکلتے اٹھتے بیٹھتے، خلوت میں اور جلوت میں ہر وقت یہی فکر آپ کو دامنگیر رہتا کہ ہم نے دلائل کے ذریعہ سے تو مخالفین پر فتح حاصل کر لی، لیکن اگر جماعت میں تقوےٰ پیدا نہیں ہوا تو ہماری تمام کوششیں عبث ہیں، اور ہمارے آنے کی غرض پوری نہ ہوئی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شخص کامیاب ہوا اور اس کے فیض صحبت سے لوگ مستجاب الدعوات بن گئے۔ ان کی نمازیں خشوع وخضوع سے بھری ہوئی ہوتی تھیں، وہ کچہریوں اور عدالتوں میں اپنے عزیزوں، اپنے بیٹوں کے خلاف سچی گواہی دینے سے دریغ نہ کرتے تھے، اس سے بڑھ کر ان کے تقوےٰ کی گواہی اور کیا ہو سکتی ہے اور کسی آدمی کی کامیابی کا معیار یہی ہے کہ وہ خود خدا پرست ہو، اور اس کے پاس بیٹھنے والے بھی خدا پرست بن جائیں، یہ پیشگوئیوں اور کرامات سے بڑھ کر ہے، حضرت مرزا صاحب کو اس میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی، ان کے پاس بیٹھنے والے متقی بن گئے انکو نمازوں میں لذت آتی تھی، ان کو دعاؤں میں لذت آتی تھی، بے شمار لوگوں نے دیکھا کہ اس جماعت کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، مخالف بھی اس بات کے معترف تھے کہ اس جماعت کے لوگوں کی نمازیں ایک امتیازی شان رکھتی ہیں۔

اتحاد کا سبق

دوسری بات جو اس امام وقت نے بیان کی وہ یہ تھی کہ ساری کی ساری جماعت مل کر کام کرے، باہم تنازع نہ ہو، تفرقہ نہ ہو، یہی بات یہاں ان آیات میں بھی ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا۔ تم تفرقہ پردازوں کی طرح نہ ہو جانا حضرت صاحب نے جماعت کے اتحاد پر بڑا زور دیا ہے اور اپنی حین حیات میں جماعت کے نظام کے لئے ایک انجمن بنا دی کہ کسی ادارہ کا کام صحیح طور پر نہیں چل سکتا جب تک ایک منظم صورت میں اسکو نہ چلایا جائے۔ اور تلقین فرمائی کہ انجمن کے ... مل کر کام کرنیکا اصول اور مالی ایثار

تیسری بات جس پر آپ نے زور دیا، وہ

قرآن کی ایک آیت ہے کہ جب تک تم اپنے اموال خرچ نہ کرو، مومن ثابت نہیں ہو سکتے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے، ہر ایک مسلمان یقین کرے کہ قرآن کے رُو سے حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی رو سے اس کے ایمان پر مہر نہیں لگتی، جب تک وہ اپنے مال کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا، حضرت مسیح موعودؑ نے بھی حکم دیا کہ تمام افرادِ جماعت پر چندہ دینا واجب ہے یہی ہماری زندگی کا باعث ہے، اس غریب جماعت کے چندوں نے جو انقلاب پیدا کیا ہے وہ بہت بڑا ہے، ہم نے دیکھا کہ یہ جماعت کبھی خزانے لے کر نہیں بیٹھی، مل کر کام کرنے کا اصول ہی ہمیشہ کام آیا ... کا خزانہ خالی، لیکن خدا نے ہمیشہ خالی خزانہ والی قوم کی قربانیوں کو نوازا اور اس کے تھوڑے تھوڑے چندوں نے وہ برکت پیدا کی کہ دنیا اس پر حیران ہے۔

غرض حضرت امامِ وقت نے بہت بڑا کارنامہ کیا کہ جماعت میں اجتماعی زندگی پیدا کی، تقویٰ پیدا کیا، اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کیا، انہوں نے اپنے مال دیکر اپنے ایمان پر تصدیق کی مہریں لگا دیں، انہوں نے اپنی جائیدادیں دے دیں، اپنی غریبانہ کمائیوں میں سے کاٹ کاٹ کر چندے دیئے، یہ بہت بڑا کارنامہ ہے، یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔

لیکھرام کی ہلاکت کی پیشگوئی

اس مشکل کام کی سرانجام دہی میں حضرت نے پیشگوئیاں بھی کیں اور اس بارہ میں کسی سے ڈرے بھی نہیں، لیکھرام بہت بڑا دشمن اسلام، بڑا دریدہ دہن تھا، دشنام دہی چھوڑتا نہیں تھا، کبھی دہلی میں کبھی لاہور میں، کبھی پشاور میں پھر پھر کر بُرا بھلا کہتا اور اسلام کے خلاف دریدہ دہنی سے کام لیتا تھا اس کے متعلق اس کے بار بار مطالبہ پر حضرت نے ۱۸۹۳ء میں پیشگوئی کی کہ یہ دشمن دین چھ سال کے اندر عید کے دوسرے دن مارا جائیگا آریہ قوم بہت بڑی متمول قوم تھی اور انگریزی راج کا بہت بڑا رعب تھا تاہم حضرت نے لیکھرام اور اس کے ساتھیوں کو متنبہ کیا کہ؎

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

ان کو الہام ہوا عِجْلٌ یہ تو ایک بچھڑا ہے جس کی پرستش آریہ قوم کر رہی ہے جَسَدٌ لَهٗ وہ ایک جسم ہی جسم ہے جس کے اندر کوئی روح نہیں لَهٗ خُوَارٌ اس میں آواز ہے جس کے معنے .... کوئی نہیں لَهٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ اس پر دکھ کی مار ہوگی اور عذاب آئے گا۔ پھر لکھا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک عجیب شکل کا آدمی مجھ سے پوچھتا ہے کہ لیکھرام پشاوری کہاں ہے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لیکھرام کو سزا دینا چاہتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں انگریز کے راج میں کسی کو یہ طاقت تھی کہ ایسی ہولناک پیشگوئیاں کرے لیکن یہ شخص اسلام کی حمایت میں کسی سے ڈرتا نہیں اسی لیئے ایسے لوگ امام بنائے جاتے ہیں، اسی لئے انہیں منصبِ امامت پر مقرر کیا جاتا ہے۔ ایک کتاب میں ہے عید آنے والی ہے، اور وہ عید یا اس کے دوسرے دن مارا جائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، یہ لاہور کا شاہ عالمی بازار تقسیم سے پہلے سارا کا سارا علاقہ ہندوؤں کا تھا، اور بڑی گنجان آبادی تھی، لیکن اس گنجان آبادی میں دن دہاڑے ایک مکان کی اوپر کی منزل پر عید کے دوسرے دن کسی نے لیکھرام کے پیٹ میں چھرا مارا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ آج تک پتہ نہیں لگ سکا۔ بتایئے یہ کس کی طاقت ہے، انگریز کا راج ہو، متمول قوم ہو، بھری آبادی میں ایسا قتل ہو جائے اور کسی کو قاتل کا پتہ نہ لگ سکے، ہندو بھی حیران ہو گئے، انگریز بھی حیران ہو گئے۔ لاہور کے بڑے بڑے مسلمان گھروں کی تلاشیاں لی گئیں، ہندوؤں نے کہا قاتل مرزا صاحب کا ایجنٹ تھا، اس کو انہوں نے بعد میں قتل کر کے اپنے مکان کے اندر دفن کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب کا مکان کھودا گیا لیکن کوئی سراغ نہ ملا، غور کیجئے اس قدر ہولناک واقعہ کی پیشگوئی کرنے کی جُرأت کس کو ہو سکتی ہے یہی راستبازوں کا طریق ہے کہ وہ کسی سے ڈرتے نہیں، ان کا ایمان تھا کہ ایسا ہو کر رہے گا۔ چنانچہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو دنیا نے دیکھ لیا کہ اس کا کہنا سچ تھا۔ بتایئے خدا کا ہاتھ اور اس کی قدرت، پیشگوئی کرنے والے کا خدا سے تعلق اس میں نظر آتا ہے کہ نہیں۔

بشپ لیفرائے اور حضرت مرزا صاحب

اسی طرح ایک دو اور بھی باتیں ہیں، ہیں تو بہت لیکن میں ایک دو کا ذکر کروں گا۔ ایک پادری صاحب یہاں سن ۱۹۰۰ء میں آگئے، میری اُن سے ملاقات ۱۹۰۷ء میں ہوئی، جب میں ایک انگریز کی کوٹھی میں بیٹھا ہوا تھا وہ وہاں آ گئے اور صاحب مکان نے میرا تعارف ان سے کرایا اور میرا نام لے کر کہا یہ قادیان سے تعلق رکھتے ہیں، یہ پادری بشپ لیفرائے تھا، نہایت خوبصورت چہرہ نہایت لسّان اور فصیح لیکچرار، اس شخص نے سن ۱۹۰۰ء میں انارکلی کے گرجا میں لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ نبی معصوم صرف حضرت عیسیٰؑ ہے۔ ان دنوں مفتی محمد صادق صاحب لاہور میں اکونٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم تھے، یہ بھی اس لیکچر میں چلے گئے، اور دو چار باتیں اُن سے پُوچھیں، بشپ لیفرائے ان کے جواب دینے سے عاجز آگئے اور گھبرا گئے۔ اس نے کہا کہ میں ۲۵ رمئی کو رنگ محل سکول میں "زندہ رسول" پر لیکچر دوں گا، مفتی صاحب اس کے لیکچر کے اعلان کو سن کر قادیان گئے اور حضرت صاحب کو بتایا، حضرت صاحب نے کہا لاؤ میں جواب لکھ دوں! غور کیجئے ابھی لیکچر کا اعلان ہی ہوا ہے معلوم نہیں وہ کیا بیان کرے اور حضرت صاحب پہلے ہی جواب لکھنے بیٹھ گئے۔ چنانچہ جب بشپ لیفرائے کا لیکچر ہوا تو اس کے بعد مفتی صاحب نے حضرت صاحب کا مضمون پڑھ کر سنایا۔ لوگ حیران رہ گئے کہ اس میں اس کی سب باتوں میں دندان شکن جواب موجود تھا، بشپ لیفرائے اور تو کچھ نہ کہہ سکا، صرف ایک جملہ کہا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، مسلمانوں کے نزدیک یہ کافر ہیں، اس لئے یہ مسلمانوں کے نمائندے نہیں ہو سکتے، اس وقت اہلِ مجلس نے شور مچا کر کہا کہ نہیں کہ یہ مسلمان ہیں اور یہی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں، اس کے بعد حضرت صاحب کی طرف سے ایک اشتہار بھی شائع ہوا جس میں بشپ موصوف کو زندہ اور معصوم نبی کے موضوع پر مناظرہ کا چیلنج دیا گیا، اور مسلمانوں کا ایک وفد بھی پادری صاحب کے پاس گیا کہ وہ مناظرہ کو منظور کریں لیکن اس نے کہا کہ میں شملہ جا رہا ہوں۔ اس لئے مناظرہ نہیں کر سکتا، مسلمانوں نے بہت زور دیا کہ شملہ جانا فی الحال ملتوی کر دیں کیونکہ یہ اہم مذہبی معاملہ ہے جس کی تبلیغ کے لئے آپ آئے ہیں لیکن انہوں نے نہیں مانا، پھر انہیں کہا گیا کہ بہت اچھا مناظرہ شملہ ہی میں ہو جائے تو بشپ نے کہا کہ وہاں جا کر جواب دوں گا، اور وہاں سے جا کر انکار کر دیا۔ اس پر انگریزی اخبارات پائنیر وغیرہ نے بھی اظہار افسوس کیا اور پادری صاحب کو غیرت دلائی۔

گالیاں دینے والے علماء اس وقت کہاں تھے

کیا مسلمان ہے کیا مرد ہے، یہ علماء جو آج گالیاں دیتے ہیں اور ختم نبوت کو بہانہ بنا کر مرزا صاحب کو کوستے اور ان کی جماعت کو قتل و غارت کرنا چاہتے ہیں، کیا مر گئے تھے اس دن جب عیسائی پادری اسلام پر یورش کر رہے تھے۔ کہتے ہیں لوگوں کا حافظہ چھوٹا ہوتا ہے کیا ہو گیا تھا ان لوگوں کو جب بشپ لیفرائے زندہ اور معصوم نبی پر لیکچر دے رہے تھے کیا اس دن مرزا صاحب کے سوائے کسی اور کو ان کے مقابلہ کی جرأت ہوئی تھی؟

جلسۂ اعظم مذاہب میں لیکچر

پھر ۱۸۹٦ء میں ایک جلسہ مذاہب لاہور میں ہوا جس میں تمام مذاہب کے لوگ اور مذاہب کے نمایندہ لیکچرار جمع ہوئے تھے۔ ایک ہندو کی طرف سے اس جلسہ کی تجویز ہوئی، اور شیرانوالہ دروازہ میں انجمن حمایت اسلام کے مدرسہ میں تین دن جلسہ ہوتا رہا، دو دن حضرت مرزا صاحب کا مضمون پڑھا جاتا رہا یہ مضمون اس قدر اعلیٰ تھا، کہ دوسرے لوگ بھی اپنا وقت دیتے چلے گئے، اور سب لوگوں نے اعتراف کیا کہ یہ مضمون سب سے اعلیٰ تھا۔ ایک بڑا قابل ہندو ہنسراج جو اس وقت ڈی ایم اے انسپکٹر مدارس پنجاب تھا اس نے میرے سامنے کہا

It was an eye opener for me

یہ لیکچر میری آنکھیں کھولنے کا موجب ہے۔

"مضمون بالا رہا"

اس لیکچر سے پہلے حضرت صاحب نے ایک اشتہار دیا جس میں اپنا الہام شائع کیا کہ "مضمون بالا رہا" چنانچہ وہی ہوا، ہندوؤں، سکھوں، مسلمانوں نے مل کر اس مضمون کی تعریف کی، اور متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ یہ مضمون سب سے بالا رہا۔ یہ وہ حجتیں ہیں جو اس لاہور پر قائم ہو چکی ہیں، باوجود اس کے مرزا صاحب کو گالیاں دیتے ہیں۔

مجدد وقت کے کارنامے

یاد رکھو مرزا صاحب وہ شخص تھے جنہوں نے اسلام کی لاج رکھ لی، پادریوں نے سرکلر جاری کئے کہ احمدیوں کے ساتھ مناظرہ نہ کیا جائے، کتنی خدمات مرزا صاحب نے کیں، اس شخص نے یورپ میں اسلام کے جھنڈے گاڑے، ہم کیا ہیں اور ہمارے کارنامے کیا، مرزا صاحب کا یہ کارنامہ ہے کہ یورپ میں اسلام کی تبلیغ کا سامان ہو گیا، اور بھی مسلمان یہاں رہتے ہیں انہوں نے کیوں اس کام کو نہیں کیا اس شخص نے اسلام پر لٹریچر پیدا کیا ہم نے نہیں یہ مرزا صاحب کا کارنامہ ہے دنیا میں کئی ایم اے اور پی ایچ ڈی مسلمان ہیں بڑے بڑے قابل ہیں کیوں انہوں نے اس کام کو نہیں کیا۔

مہدی کے دو نشان جو آسمان پر ظاہر ہوئے

ایک بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی، آپ نے فرمایا ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینخسف القمر لاول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منہ۔ مہدی کے دو نشان ہیں جو جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کبھی واقع نہیں ہوئے، وہ نشان کیا ہیں سورج اور چاند کا کسوف خسوف رمضان کے مہینہ میں ہوگا اور آپ نے تاریخیں بھی بتا دیں، چاند گرہن ہمیشہ چاند کے مہینہ کی ۱۳-۱۴-۱۵ میں سے کسی تاریخ کو ہوتا ہے اور سورج گرہن ہمیشہ چاند کے مہینہ کی ۲۷-۲۸-۲۹ میں سے کسی تاریخ کو ہوتا ہے، تو آنحضرت صلعم نے بتایا کہ رمضان کے مہینہ میں پہلی تاریخ کو (۱۳ کو) چاند گرہن ہوگا۔ اور درمیانی تاریخ کو (یعنی ۲۸ کو) سورج گرہن ہوگا، اور یہ دونوں ہمارے مہدی کے نشان ہوں گے چنانچہ مارچ اپریل ۱۸۹۴ء میں جو رمضان آیا اس میں یہ کسوف خسوف واقع ہوا، کس قدر روشن کشف رسول اللہ صلعم کا تھا، آپ نے بتایا کہ یہ اس شخص کی علامت ہے جو مہدی ہو کر آئے گا، آسمان پر اس کے دو گواہ گزرے ہیں

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تائید من استادہ اند

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ ہے، جو ہمارے سامنے پورا ہوا، مسلمانوں کے لئے جشن کا موقعہ تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس کی قدر نہ کی اس سے رسول اللہ صلعم کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور آپ کی حدیث کی بھی، اور اس مدعی مجددیت اور مہدویت کی بھی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی سے ان اللہ یبعث علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کی پیشگوئی بھی صحیح ثابت ہوتی ہے۔

کیا خوف خدا نہیں آتا؟

ایک غور کرنے والا حیران رہ جاتا ہے کہ اس شخص کے خلاف برا بھلا کہا جاتا ہے جو اسلام کا مؤید، اسلام کا حامی، آریوں اور عیسائیوں کا دشمن، یورپ اور امریکہ میں اسلام کے جھنڈے گاڑنے والا ہے اس کو جھوٹا اور دشمن اسلام کہنا؟ کیا لوگوں کو خوف خدا نہیں آتا؟

منکہ مستم بلبلے از گلستان میرزا

مرتضیٰ خان حسن

از دو چشم خون حسرت میچکد اے ہمنشیں! ٭ اندراں وقتیکہ یاد آید زمان میرزا
تو چہ دانی او چہ سرے داشت با یار ازل ٭ او بداند یا خدائے رازدان میرزا
صد ہزاراں چشمۂ حکمت رواں شد از لبش ٭ عالمے سیراب از فیض روان میرزا
گوئمت صد جلوۂ نور خدا آید نظر ٭ چشم تو گر بنگرد حسن نہان میرزا
در تو تابد آفتاب عشق رب لم یزل ٭ گر شوی از جان و دل از عاشقان میرزا
از جمال و حسن او گر آگہی بودے ترا ٭ کے بماندی دور تر از آستان میرزا
اے خوشا وقتیکہ کردم دل نثار حسن او ٭ اے خوشا جانم کہ شد قربان جان میرزا

صد ہزاراں نغمۂ تر در گلویم ریختند
منکہ مستم بلبلے از گلستان میرزا

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دُعائیں

مولانا مرتضیٰ خان حسن

میری زیرِ تصنیف کتاب "بیّنات" کا ایک باب "حضرت مسیح موعود کی اعجازی دعاؤں" پر مشتمل ہے اس باب کا ایک حصہ قارئین "پیغامِ صلح" کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ ——— (مرتضیٰ خان)

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں ✤ ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند
می درخشم چوں قمر تابم چوں قرصِ آفتاب ✤ کور چشم آنانکہ در انکار ہا افتادہ اند
صادقم و ز طرفِ مولیٰ با نشانہا آمدم ✤ صد درِ علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کی خارقِ عادت شفایابی

۱۹۰۲ء کا ذکر ہے کہ ملک میں طاعون کی وبا نے تباہی مچا رکھی تھی۔ اور قادیان کے ہر چہار طرف بھی طاعون کا زور تھا۔ جس سے سینکڑوں گھر تباہ و برباد ہو رہے تھے۔

حضرت مسیح موعود کے ساتھ جن کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حجۃ اللہ علی الارض بنا کر بھیجا تھا، خدائے بزرگ و برتر کا وعدہ تھا کہ انّی احافظ کلّ من فی الدار۔ یعنے خدا کہتا ہے کہ میں ہر ایک شخص کی جو دار کے اندر ہے (یعنے اپنے مکان کی چار دیواری کے اندر ہے) حفاظت کروں گا، اور طاعون سے بچائے رکھوں گا مگر اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ بھی تھے اِلّا الّذین علوا باستکبار یعنے یہ وعدہ حفاظت اُن کے لئے نہیں ہے جو سرکشی اور تکبّر اختیار کریں۔ خاص حفاظت کا وعدہ محض حضورؑ کی ذات سے متعلق تھا جیسا کہ الہام احافظک خاصۃً کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

انہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کو سخت بخار چڑھ گیا۔ اور آپ کو غالب گمان ہو گیا کہ یہ طاعونی بخار ہے۔ جو مہلک ہے اگرچہ مولانا صاحب موصوف اُن دنوں میں دار کے ایک حصہ میں مقیم تھے۔ لیکن اس خیال سے کہ شاید ان کے اندر کوئی کمزوری ہو ان کو گمان ہوا کہ انہیں طاعون ہو گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے گھبراہٹ میں مفتی محمد صادق صاحب کو بلوا کر اپنی وصیت بھی لکھوا دی۔ جب حضرت اقدس کو آپ کی بیماری کا علم ہوا اور آپ کو بتایا گیا کہ مولانا صاحب کو خیال ہے کہ انہیں طاعون ہو گئی ہے اور انہوں نے مرنے والے لوگوں کی طرح اپنی وصیت بھی لکھوا دی ہے تو آپ فوراً اُٹھے اور مولوی صاحب موصوف کے پاس تشریف لے گئے اور نہایت محبت بھرے الفاظ میں حال دریافت فرمایا۔ مولوی صاحب نے عرض کی "حضور مجھے طاعون ہو گئی ہے۔ دیکھئے کس شدت کا بخار ہے کہ جسم پھنکا جاتا ہے" تب حضرت حجۃ اللہ علی الارض نے نہایت جذبہ کے ساتھ فرمایا:—

"اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو
پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ
الہام غلط ہے۔"[1]

یہ فرما کر آپ نے جو ہاتھ مولوی صاحب کی نبض پر رکھا تو عجیب کرشمہ قدرت خداوندی کا ہے کہ بخار کا نام و نشان نہ رہا۔ اور مولوی صاحب کا بدن تندرست آدمیوں کی طرح ایسا سرد پڑ گیا کہ گویا کبھی تپ تھا ہی نہیں سبحان اللہ و بحمدہٖ ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیرِ رفتہ باز گردد ز راہ

جنہیں خدا نے غور کرنے والا دماغ اور دیکھنے والی آنکھیں دی ہیں۔ وہ تو غور کر سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں کہ کتنی حقیقت یہ ایک خارقِ عادت امر تھا جو وقوع میں آیا۔ یہاں انسانی عقل جواب دے جاتی ہے، اور انسانی علوم ختم ہو جاتے ہیں۔ کیا دنیا کا کوئی فلاسفر، کوئی حکیم کوئی دانا، اس راز کو کھول سکتا ہے۔ کہ آگ کی طرح پھنکتا ہوا جسم طرفۃ العین میں کس طرح سرد پڑ گیا؟ کیا دنیا کا کوئی ڈاکٹر کوئی طبیب جس نے ساری عمر علم طب کی چھان بین میں گذار دی ہو۔ اور دنیا کی کوئی دوا، کوئی علاج اس کے تجربہ سے باہر نہ رہا ہو بتا سکتا ہے کہ اس شدّت کا بخار آناً فاناً کس طرح غائب ہو گیا؟ وہ شخص جو اپنے آپ کو مُردہ سمجھ رہا ہے کس طرح چشم زدن میں تندرست آدمیوں کی طرح اُٹھ کر بیٹھ گیا؟ گویا مردہ زندہ ہو گیا۔ اس کا جواب صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ یہ قدرت الٰہیہ کا ایک کرشمہ ہے۔ یہ اس مردِ خدا کی توجہ اور جذبہ کا نتیجہ ہے جس کو خدا نے اپنی جناب سے اعجازی طاقتیں عطا فرمائی تھیں۔ ہو لا محالہ اس حقیقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا کہ انبیاء اور اولیاء کو اپنے خدا سے خاص خاص اسرار ہوتے ہیں جن کا ہم سطحی نظر کے لوگ احاطہ نہیں کر سکتے خدائے بزرگ و برتر خالق کائنات ان کو وہ طاقتیں اور وہ حواس دیتا ہے جن کا ہم وہم و گمان بھی نہیں کر سکتے ؎

فلسفی کو منکر از حنانہ است
از حواس انبیاء بیگانہ است

پہلے اولیاء اللہ کے خوارق و کرامات پر امتدادِ زمانہ کی وجہ سے شکوک و شبہات کے غبار پڑے ہوتے ہیں لیکن یہ واقعہ تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کا انکار کس طرح کیا جا سکے۔ اور اس کے متعلق کس طرح کوئی شک و شبہ دل میں لایا جا سکے؟ یہ تو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے، اور اس کے سچا ہونے میں تو ذرا بھی شک شبہ نہیں۔ لازماً ماننا پڑے گا کہ اولیاء اللہ کو خدا اعجازی طاقتیں دیتا ہے، جن کا دنیا کی طاقتیں مقابلہ نہیں کر سکتیں، یقیناً حضرت میرزا علیہ الرحمۃ ان بزرگ اولیاء میں سے تھے جو خالق کائنات کی طرف سے ایسی طاقتیں لے کر آتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف علمی دلائل سے ہی بلکہ اپنے خوارق و کرامات سے اس وراء الوریٰ کے وجود کو منوایا جو غیب حد غیب کے پردوں میں نہاں اور جس کی تلاش میں ایک دنیا سرگرداں ہے ؎

فلسفی کز عقل میجوید ترا دیوانہ است
ہر کہ شد آگاہ شد از احسانِ بے پایانِ تو

ایسے بین نشانات ایسے خوارق ایسے کرامات سے کیا ہو سکے۔ کیا حضرت میرزا کے خدا رسیدہ ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ؎

ہماں ز نوعِ بشر کامل از خدا باشد
کہ با نشانِ نمایاں خدا نما باشد

یہ واقعہ نظم میں

خاکسار نے کچھ عرصہ ہوا اس واقعہ کو منظوم کیا تھا۔ چنانچہ قارئین کرام کی ضیافتِ طبع کے لئے ہم وہ نظم ذیل میں درج کرتے ہیں:—

مشہور رہے جہاں میں محمد علی کا نام
اس محرمِ رموزِ خفی و جلی کا نام
بے مثل و بے نظیر مفسّرِ قرآن کا
ممتاز اک مرید مسیح الزماں کا
اک دن تپِ شدید سے وہ مردِ باصفا
بیمار سخت ہو گیا۔ اللہ کی رضا
پھیلی ہوئی تھی ان دنوں طاعون کی وبا
طاعون کیا تھی گویا اجل کا پیام تھا
سمجھا کہ ہو رہا ہوں میں طاعون کا شکار
جینے کی اب نہیں مجھے امید زینہار

---

[1] یہ حضرت اقدس کے اپنے الفاظ ہیں جو حضور نے حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمائے (مؤلف)

بے چین دل تھا کرب تھا اور اضطراب تھا
رگ رگ میں اس کی گویا تھا نشتر چبھا ہوا
جب زندگی سے اپنی وہ مایوس ہو گیا
بُلوا کے دوستوں کو وصیت بھی دی لکھا
جاکر کسی نے حضرت اقدس کو دی خبر
اے حضرت آپ ہے حالت بیمار خستہ تر
چہرہ پہ اُس کے یاس کے آثار ہیں عیاں
گویا وہ ہونے والا ہے سوئے عدم رواں
سُوئے مریض جلدی آخر روانہ ہو گئے
اور یوں لسانِ صدق سے گوہر فشاں ہوئے
تیرے حبیب کیوں ہے تجھے اتنی بے کلی
طاعون تجھے چھو سکے ممکن نہیں کبھی
محفوظ ہے جو **دار** میں میرے مقیم ہے
ایسا ہی مجھ سے وعدۂ ربِ رحیم ہے
طاعون ہو اگر تجھے اے مردِ نیک نام
جھوٹا ہے میرا سلسلہ جھوٹا میرا کلام
کہکر یہ ہاتھ نبض پہ رکھا امام نے
اس مرد برگزیدہ علیہ السّلام نے
رکھتے ہی ہاتھ نبض پہ تپ دُور ہو گیا
یہ معجزہ مسیحؑ کا مشہور ہو گیا

اپنے نبی متبوع صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت اقدس نہایت رحیم و کریم واقع ہوئے تھے، کوئی شخص کسی مذہب و ملت کا ہو اگر اسے تکلیف میں دیکھتے تو اس پر رحم فرماتے اور اس کی تکلیف کے ازالہ کی کوشش فرماتے۔ اپنے دوستوں پر تو حضور غایت درجہ کی شفقت فرماتے تھے۔ جب کسی دوست کو بیمار سنتے بے چین ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا ہمارے لئے راحت کہاں ہے؟ کبھی کسی دوست کے بیمار ہونے کی خبر آ جاتی ہے اور کبھی کسی کے فوت ہونے کی۔ جس قدر کسی دوست سے تعلق ہوتا اسی قدر آپ اس کے لئے دردِ دل سے دعا فرماتے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ کا آناً فاناً شفا پانا میرے نزدیک حضور کی دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا کا نتیجہ ہی تھا۔ شفا کے متعلق قبولیت دعا کے نمونے حضور کی زندگی میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ کے محب خاص حکیم مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ سخت بیمار ہو گئے حتٰی کہ وہ بات چیت بھی اشاروں ہی سے کرتے تھے۔ اس حالت میں انہوں نے اپنی وصیت بھی تحریر کر دی۔ حضرت کو جو تعلق محبت مولانا صاحب سے تھا وہ ایک مسلّم حقیقت ہے۔ نہایت دردِ دل سے آپ نے دعا فرمائی اور دعا کرنا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فی الفور آپ کو عربی میں الہام ہوا جس کا ترجمہ ہے کہ ہم نے اپنے بندے کو شفا دے دی ہے اگر تم کو شک ہو تو کوئی ایسا شفا یافتہ بتاؤ۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے مولانا صاحب موصوف کو شفائے کلّی عنایت فرمائی اور وہ حضور کی مسندِ خلافت پر تقریباً ۸ سال متمکن رہ کر ۱۹۱۴ء میں رہ گرائے عالمِ بقا ہوئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

میر محمد اسحاق صاحب کا حضرت مسیح موعودؑ کی دعا سے مرض طاعون سے خارقِ عادت طور پر شفا پانا

طاعون کے دنوں میں ہی ایک دن حضرت اقدس کے چھوٹے نسبتی بھائی میر محمد اسحاق جو اس وقت نوعمر لڑکے ہی تھے طاعون میں مبتلا ہو گئے۔ شدت کا بخار چڑھ گیا، دونوں طرف بُن ران میں طاعون کی خطرناک گلٹیاں نمودار ہو گئیں۔ تیز بخار اور گلٹیاں یہ طاعون کا سخت مہلک حملہ تھا جس سے جانبر ہونا بظاہر سخت مشکل تھا۔

میر محمد اسحاق اپنے والدین کے ہمراہ حضرت کی **دار** کے اندر مقیم تھے جس کی حفاظت کا وعدہ خدا نے آپ سے فرمایا ہوا تھا۔ اگرچہ اس وعدہ حفاظت کے ساتھ ایک استثناء بھی تھا اور وہ یہ کہ **الا الذین علوا باستکبار** یعنی جو لوگ سرکش ہوں اُن کے لئے یہ وعدہ نہیں۔ تاہم اگر **دار** کے اندر رہنے والوں میں سے کوئی طاعون کا شکار ہو جاتا تو سخت شماتتِ اعدا کا باعث تھا۔ اس لئے حضرت کو سخت فکر لاحق ہوا۔ آپ نے برگزیدگانِ الٰہی کے طریق پر لڑکے کے والدین کو توبہ اور استغفار اور صدقہ و خیرات کی طرف توجہ دلائی اور خود قلبِ مضطر لے کر آستانہ الٰہیہ پر گر پڑے۔ خدا جانے کس اضطراب اور اضطرار سے دُعا کی اور کیا اور کس رنگ اور کن الفاظ میں اپنے مولا مشکلکشا کے حضور میں گریہ و زاری کی کہ تھوڑی دیر کے بعد ہی لڑکے میں شفا کے آثار نمایاں ہو گئے اور وہ دو تین گھنٹوں کے اندر اندر ہی بالکل شفایاب ہو گیا۔ کہاں گیا بخار اور کہاں گئیں طاعون کی گلٹیاں۔ لڑکا تو بچہ ہو گیا اور تندرستوں کی طرح اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ہنسی خوشی کھیلنے . . . . بلکہ دوڑنے اور بھاگنے لگ گیا کہ گویا کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا فالحمد للہ علیٰ ذالک

ہم نے طاعون کے مریضوں کو دیکھا ہے۔ گلٹیوں کے ساتھ بخار والی طاعون بہت خطرناک ہوتی ہے۔ ایسی طاعون سے ایک مریض کا شفا پانا بہت مشکل امر ہوتا ہے۔ اس میں گلٹیوں کا چیرنا اور پھاڑنا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ حکمائے سلف کہہ گئے ہیں ؎

طاعون چو شود عارضت اے غمخوارہ
صبرت ز دلِ خستہ شود آوارہ
خواہی کہ شود پرتو درصحت بازہ
بشگافت کہ غیر ازیں نہ باشد چارہ

قصہ مختصر یہ کہ اگر شفا ہو بھی تو اس کے لئے کئی کئی ہفتے لگ جاتے ہیں۔ اور کافی عرصہ کے بعد مریض چلنے پھرنے اور کام کاج کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن یہاں یہ عالم ہے کہ دو تین گھنٹوں کے اندر اندر مریض شفا پا گیا . . . . . اور بالکل تندرست ہو گیا . . . .

کیا کوئی دنیا کا ڈاکٹر یا حکیم ایسے مریض کو اسی تھوڑی مدت کے اندر شفا دینے پر قادر ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ کے عجائبات ہیں یہ وہ خوارق ہیں جو خدا اپنے اولیاء کے ذریعہ دکھلا کر اپنی قدرت اور ہستی کا ثبوت دیتا ہے۔ اگرچہ دعا کی قبولیت اور مریض کا تھوڑی سی مدت کے اندر شفائے کلی حاصل کر لینا فی نفسہٖ ایک بہت بڑی کرامت ہے لیکن اس کرامت کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے متعلق حضور کو پہلے ہی سے بذریعہ رؤیائے صادقہ علم دیا گیا تھا۔ اس رؤیائے صادقہ کا پورا ہونا بجائے خود ایک کرامت ہے چنانچہ اس رؤیا کا ذکر اور اس نشان کی مفصل کیفیت ہم حضرت کے قلم سے ہدیہ قارئین کرام کرتے ہیں فرماتے ہیں :-

"ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن اس چوبارہ کے پاس باہر کی طرف جو کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑا ہے جس میں میں رہتا ہوں، تب کسی شخص نے مجھ کو کہا کہ عبدالحکیم خان کو والدہ محمد اسحاق نے گھر کے اندر بلایا ہے (والدہ اسحاق میر ناصر نواب کی بیوی ہیں اور اسحاق ان کا لڑکا ہے اور وہ سب ہمارے گھر میں ہی رہتے ہیں) تب میں نے یہ بات سُن کر جواب دیا کہ میں عبدالحکیم خان کو ہرگز اپنے گھر میں آنے نہ دوں گا اس میں ہماری بے عزتی ہے۔ تب وہ آنکھوں کے سامنے سے گم ہو گیا۔ اندر داخل نہیں ہوا۔ یاد رہے کہ علم تعبیر میں معبرین نے یہ لکھا ہے جس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ اگر کسی کے گھر میں دشمن داخل ہو تو اُس گھر میں کوئی مصیبت یا موت آتی ہے اور چونکہ آجکل عبدالحکیم سخت دشمن جانی اور ہمارے زوال کا دن رات منتظر ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس کو خواب میں دکھلایا۔ کہ گویا وہ ہمارے گھر میں داخل

ہونا چاہتا ہے - اور والدہ اسحاق یعنے میر ناصر نواب کی بیوی اسکو بلاتی ہیں - اور بلانے کی تعبیر یہ لکھی ہے کہ ایسا شخص محض اپنی غفلتوں کی وجہ سے جن کا علم خدا تعالےٰ کو ہے مصیبت کو اپنے گھر بلاتا ہے یعنے اسکی موجودہ حالت اس بات کو چاہتی ہے کہ کوئی بلا نازل ہو...... پس اس خواب کے یہی معنے تھے کہ ان کی کسی لغزش نے دشمن کو گھر بلوانا چاہا - مگر شفاعت نے روک لیا - میں نے خواب میں عبد الحکیم خاں کو اندر داخل ہونے سے روک دیا - یعنے وہ فضل خدا تعالیٰ کا جو میرے شامل حال ہے اس نے دشمن کو شماتت کے موقع سے باز رکھا .... جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے کو تیز تپ چڑھ گیا اور سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی، اور دونوں طرف بن ران میں گلٹیاں نکل آئیں - اور یقین ہو گیا کہ طاعون ہے .... تب معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا خوابوں کی تعبیر یہی تھی، اور دل میں سخت غم پیدا ہوا - اور میں نے میر صاحب کے گھر کے لوگوں کو کہہ دیا کہ میں تو دعا کرتا ہوں - آپ توبہ و استغفار بہت کریں کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے دشمن کو اپنے گھر میں بلایا ہے، اور یہ کسی لغزش کی طرف اشارہ ہے اور اگرچہ میں جانتا ہوں کہ موت فوت قدیم سے ایک قانون قدرت ہے لیکن یہ خیال آیا کہ اگر خدانخواستہ ہمارے گھر میں کوئی طاعون سے مر گیا تو ہماری تکذیب میں ایک شور قیامت برپا ہو جائیگا اور پھر میں گو ہزار نشان بھی پیش کروں تب بھی اس اعتراض کے مقابل پر کچھ بھی ان کا اثر نہیں ہوگا - کیونکہ میں صدہا مرتبہ لکھ چکا ہوں اور تبلیغ کر چکا ہوں، اور ہزارہا لوگوں میں بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے گھر کے تمام لوگ طاعون کی مضرت سے بچے رہیں گے - غرض اس وقت جو کچھ میرے دل کی حالت تھی میں بیان نہیں کر سکتا میں فی الفور دعا میں مشغول ہو گیا اور بعد دعا کے عجیب نظارہ قدرت دیکھا کہ دو تین گھنٹہ میں خارق عادت کے طور پر اسحاق کا تپ اتر گیا اور گلٹیوں کا نام و نشان نہ رہا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ پھرنا چلنا، کھیلنا، دوڑنا شروع کر دیا گویا کبھی کوئی بیماری نہیں آئی تھی، یہی ہے احیائے موتیٰ“

(حقیقۃ الوحی نشان ۱۴۳)

اسی ضمن میں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا جو کہیں تحریر میں نہیں آیا - اور وہ یہ ہے کہ میرے (خاکسار مؤلف کے) چچا خیر الدین مرحوم کا ایک لڑکا محمد حیات نامی قادیان میں پڑھتا تھا اور بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا - طاعون کے ایام میں اس پر بھی طاعون کا حملہ ہوا اس کی چارپائی باغ میں کھلی ہوا میں ڈلوا دی گئی، لڑکے کے والد کو بھی تار دے دی گئی اور جو علاج معالجہ ہو سکتا تھا شروع کیا گیا حضرت کو جب علم ہوا تو آپ کو بچے کی بیماری کی سخت تشویش ہوئی - دور سے آیا ہوا - ماں باپ سے الگ - طاعون جیسی مہلک بیماری - حضرت نے حسب دستور خدا کی طرف توجہ کی اور تضرع سے دعا شروع کر دی - چچا صاحب فرماتے تھے کہ گھر کی خادمہ کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت بچے کی وجہ سے رات بھر بےچین رہے - تہجد کے وقت بڑے مجاہدہ سے دعا مانگی - نماز فجر کے لئے جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو آتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس لڑکے کو میگنیشیا پلا دو - چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی - خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میگنیشیا دیئے جانے کے بعد بچے میں اسی دن شام کے وقت صحت کے آثار نمودار ہو گئے - اور اس کے بعد بتدریج خدا نے اس کو کلی صحت عطا فرما دی - لڑکے کے والد بھی اسی دن قادیان پہنچ گئے - بچے کی حالت دیکھ کر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا - وہ کہا کرتے تھے کہ دراصل حضرت کو الہام میں بتلایا گیا تھا کہ لڑکے کو میگنیشیا دیا جائے یعنے یہ ایک الہامی دوا تھی جس سے خدا نے بچے کو شفا عطا فرمائی - فالحمد للہ علیٰ ذالک

نوابزادہ عبدالرحیم خان کی خطرناک علالت اور ان کا حضرت مسیح موعود کی دعا سے شفا پانا

عبدالرحیم خان نواب محمد علی صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کے چھوٹے فرزند تھے - ایک دفعہ تپ محرقہ سے سخت بیمار ہو گئے - نواب صاحب موصوف حضرت اقدس کے نہایت عزیز مریدوں میں سے تھے ایک لحاظ سے مہاجر بھی تھے کہ قادیان میں مکان بنوا کر وہاں ہی رہائش اختیار کر لی تھی - حضرت کو ان سے اور ان کو حضرت سے کمال درجہ کی محبت تھی شفقت علیٰ خلق اللہ تو حضرت کی جبلت میں ہی تھا - مگر نواب صاحب اور نواب صاحب کے اہل و عیال پر آپ بوجہ تعلقات خصوصیت سے شفقت فرماتے اور ہر طرح سے ان کی دلجوئی ملحوظ رکھتے تھے - اور ان کے ایثار اور تقویٰ کی وجہ سے حضور کے دل میں ان کی بڑی عزت اور قدر تھی - عبدالرحیم خاں کو نہایت تیز بخار لازم حال رہتا تھا اور کسی وقت نہیں اترتا تھا - حواس میں فتور اور سخت بے ہوشی طاری رہتی تھی - یہ ایک خطرناک قسم کا ٹائیفائڈ تھا - اس زمانہ میں تو اس بخار کے علاج نکل آئے ہیں مگر اس وقت اس کا کوئی موثر علاج نہ تھا - تاہم اس وقت جو بہترین طبی مشورہ ہو سکتا تھا وہ عبدالرحیم خان کو میسر تھا - کیونکہ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ ایسے جید علم طب میں ید طولیٰ رکھنے والے تجربہ کار اور قابل حکیم ان کے معالج تھے مگر باوجود بہترین علاج کے مریض کی حالت میں کوئی افاقہ نہ ہوا - مرض شدت اختیار کرتا گیا - مولانا موصوف کو اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا جائے

اب ظاہری اسباب اور زمینی علاج ناکام ہو چکے تھے - اب روحانی علاج ضرورت تھی - دنیوی تدابیر اور دنیوی ادویات تو ختم ہو چکی تھیں - اب روحانی تدبیر ہی کارگر ہو سکتی تھی، اور اب آسمانی دوائی کی ضرورت تھی - ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۳ء کو حضرت کی خدمت میں بڑی بیتابی سے عرض کیا گیا کہ عبدالرحیم کی حالت خراب ہو چکی ہے اور بچنے کے آثار نظر نہیں آتے - پوری توجہ سے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم بچے پر رحم فرمائے اور اس کو از سر نو زندگی عطا فرمائے - حضرت کو بہت ہی غم لاحق ہوا - اور آپ نے نہایت درد دل سے تہجد میں دعا کی صبح کے وقت آپ نے ذکر فرمایا کہ جب میں نے بچے کے لئے دعا کی تو مجھ پر یہ کھلا کہ

تقدیر مبرم ہے اور ہلاکت مقدر[1]

---

[1] علامہ اقبال کہتے ہیں کہ ع نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں - اور مولانا روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کو خدا نے اس قدر طاقت دی ہے کہ کمان سے چھوٹا ہوا تیر بھی واپس لے آتے ہیں - درحقیقت یہ ان احادیث کا ترجمہ ہے جن میں حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ دعا تقدیر مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے - چنانچہ کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۶۷ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الدعا فان الدعا یرد القضاء المبرم - یعنے جناب رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہے کہ دعائیں بہت کیا کرو کہ دعا قضائے مبرم کو بھی ٹال دیتی ہے - پھر ایک دوسری حدیث میں آتا ہے :- روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الصدقۃ لتدفع البلاء المبرم النازل من السماء - روض الریاحین (حاشیہ قصص الانبیاء صفحہ ۲۶۴) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوب ۲۱۷ دفتر اول میں تقدیر معلق و مبرم پر نہایت پُر از معلومات بحث کی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں ہم ہدیہ ناظرین کرام کرتے ہیں - فرماتے ہیں :-

(باقی آئندہ صفحہ پر)

اور میرے منہ سے نکل گیا کہ لے باری تعالیٰ اگر یہ دُعا کا موقعہ نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں۔ اس کا موقعہ تو ہے۔ اس پر معًا وحی الٰہی نازل ہوئی:۔

یسبح لہ من فی السمٰوات ومن فی الارض، من ذالّذی یشفعُ عندہٗ الّا باذنہٖ

یعنے وہ سب جو زمین یا آسمان میں ہیں خدا کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور کون ہے جو اس کے حضور میں شفاعت کرے، مگر اس کی اجازت کے ساتھ[1]۔ اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ اُٹھا اور مجھ پر سخت خوف اور مصیبت وارد ہوئی۔ کہ میں نے بلا اذن شفاعت کی۔ ایک دومنٹ کے بعد پھر وحی ہوئی:۔

انك انت المجاز

یعنے تجھے اجازت ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے بعد عبدالرحیم پر صحت و تندرستی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو گئے۔ بخار اُتر گیا۔ بے ہوشی دُور ہو گئی۔ حواس جو مختل ہو رہے تھے بجا ہو گئے۔ اور بتدریج طاقت آتی گئی اور بالآخر عبدالرحیم صاحب خدا کے فضل و کرم سے بالکل تندرست و توانا ہو گئے۔ گویا مردہ زندہ ہو گیا سچ ہے ؎

ہزار سر فنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بروی کار یک دعا باشد

جب دنیوی اسباب کارگر نہ ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے ایک مرد کامل کی توجہ اور دُعا سے مشکل حل کر دی۔

(فالحمد للہ علےٰ ذٰلك)

---

[1] مصنف مجدد اعظم نے اس موقعہ پر دعا اور شفاعت میں فرق پر ایک دلچسپ بحث کی ہے جسے ہم من وعن ذیل میں درج کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

واضح ہو کہ دعا اور شفاعت میں ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا عام ہے ہر ایک شخص کو خواہ وہ گنہگار ہے یا نیکوکار خدا کے سامنے اسے اپنی غرض معروض کرنے کی اجازت ہے، کوئی روک نہیں کوئی تخصیص نہیں۔ لیکن شفاعت جو دعا ہی کی ایک قسم ہے بجائے خود ایک حقیقت رکھتی ہے اور وہ یہ کہ اس میں شفاعت کرنے والا اپنے وجود کو جناب الٰہی میں پیش کر کے سفارش کرتا ہے کہ میری خاطر اس شخص کو معاف کر دیا جائے یا اسے شفا دے دی جائے۔ گویا اس میں اپنی وجاہت اور قبولیت اور اپنا خاص تعلق جو اللہ تعالےٰ سے اس کو ہے اسے درمیان میں لا کر سفارش کی جاتی ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کی وجہ سے کہ اسلام میں شفاعت بلا اذن جائز نہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ۔ کہ کون ہے کہ جو خدا کے حضور میں سفارش کرے مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔ شفاعت بغیر اذن کے اس لئے جائز نہیں کہ بندہ کی خواہ وہ کتنا ہی مقرب کیوں نہ ہو یہ مجال نہیں کہ وہ خدا کے سامنے اپنے وجود کو اس رنگ میں پیش کر کے سفارش کرے کہ میری خاطر فلاں شخص کو معاف کر دیا جائے، یا فلاں کام کر دیا جائے۔ یہ خدا کی صفت غنیٌ عن العالمین کے خلاف ہے وہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ اس کو کسی کی پرواہ یا ضرورت نہیں۔ اور اپنے وجود کو پیش کرنے والا اور اپنی خاطر کوئی کام کرانے والا گویا اپنے تعلق کی اہمیت کو خدا کے سامنے جتاتا ہے۔ حالانکہ خدا سے تعلق کی اہمیت اگر ہے تو بندہ کے لئے ہے نہ خدا کے لئے۔ وہ صمد ہے یعنے سب اس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں اس کے ساتھ تعلق کی بندہ* کو ضرورت ہے نہ کہ خدا کو۔ پس شفاعت بغیر اذن کے اسلام میں جائز نہیں۔ شفاعت بالاذن یعنے اجازت کے ساتھ شفاعت فقط عفو کی ایک شکل اور بندہ کی عزت افزائی کے لئے ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی مصلحت اور حکمت اور عدل اور رحم کو مدنظر رکھتے ہوئے جب کسی بندہ کو معاف کرنے میں مضائقہ نہ دیکھے گا اور اس کا رحم اس امر کا متقاضی ہوگا کہ اس بندہ کو معاف کر دیا جائے تو جس مقرب بندہ سے اس بندہ کا روحانی جوڑ ہوگا اسے اجازت دی جائے گی کہ اگر تم اس کی سفارش کرو تو ہم تمہاری خاطر اسکو معاف کر دیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس طریق سے شفاعت درحقیقت عفو اور مغفرت الٰہی کی ایک شکل باقی رہ جاتی ہے۔ جس میں اپنے اس بندہ کی عزت افزائی مدنظر ہوتی ہے جس کی خاطر معافی دی جاتی ہے۔ یا کسی رنگ میں بھی رحم کر دیا جاتا ہے۔ پس یہی وہ شفاعت ہے جو اسلام میں جائز ہے، نہ وہ غیر۔ پس حضرت مرزا صاحب کی زبان سے جو بیقراری کی حالت میں یہ الفاظ نکل گئے کہ اگر دعا کا وقت نہیں تو شفاعت ہی سہی۔ ان الفاظ پر فوراً تنبیہہ کی گئی کہ یہ خلاف آداب ہے پس حضرت اقدس کو سخت خوف طاری ہوا۔ کہ یہ سوئے ادب ہو گیا۔ اور آپ کے استغفار کرنے پر الہام ہوا کہ اچھا تم کو اس شفاعت کی اجازت دی جاتی ہے گویا اجازت دے کر پھر اس شفاعت کو جائز ٹھہرایا گیا اور ایک ایسی خطرناک حالت سے مریض کو نکالا گیا جس میں موت مقدر ہو چکی تھی۔ گویا ایک مردہ زندہ کر دیا گیا۔"

(مجدد اعظم حصہ دوم صفحہ ۹۳۵)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اللہ تعالےٰ تجھے رشد و ہدایت نصیب کرے۔ جان لے کہ قضا یعنے تقدیر دو قسم کی ہے۔ (۱) ایک قضائے معلق (۲) اور دوسری قضائے مبرم۔ قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے۔ اور مبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما یبدل القول لدی (میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا) یہ قضائے مبرم کے بارہ میں ہے۔ اور قضائے معلق کے بارہ میں فرماتا ہے یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت وعندہٗ ام الکتاب (جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے) میرے حضرت قبلہ گاہی یعنے والد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کی تبدیلی کی مجال نہیں مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کر دوں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔ یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں بھی رہی یہاں تک کہ حضرت حق تعالےٰ نے فقیر کو اسی دولت عظمیٰ (یعنے اپنے قرب) سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیّہ کے دفع کرنے کے درپے تھا جو کسی دوست کے حق میں مقدر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کیا تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے متعلق اور کسی شرط سے مشروط نہیں۔ اس بات سے بڑا یاس اور ناامیدی حاصل ہوئی۔ اور حضرت سید محی الدین قدس سرہ کی بات یاد آ گئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ پر ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دے دی جاتی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالےٰ کے پاس ہی ہوتا ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رہتی ہے اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہٗ کی بات بھی اس آخر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ تو اس قضا پر[2]

[2] جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف اور تبدیلی عقلی اور شرعی طور پر محال ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے۔ اور اس آفت اور مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی، قسم آخر میں پایا اور معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ نے اس بلیہ کو دُور فرما دیا ہے۔ فالحمد للہ علےٰ ذٰلك۔

(مکتوب ۲۱۷ دفتر اوّل)

اسلام پر عقاید باطلہ اور فلسفۂ جدیدہ کے حملے اور ان کا دفاع

قرآن کریم میں تمام زمانوں کی ضرورت کے مطابق نور اور ہدایت موجود ہے

حضرت مسیح موعود کی کتاب آئینہ کمالات اسلام سے

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ اس عاجز نے خدا تعالٰے سے توفیق پا کر تین رسالے تائید اسلام میں تالیف کئے تھے۔ جن میں سے پہلے کا نام **فتح اسلام** اور دوسرے کا نام **توضیح مرام**۔ اور تیسرے کا نام **ازالہ اوہام** ہے۔ ان رسالوں میں حسب ایما اور الہام اور انقاء ربانی اس مرتبہ مثیل مسیح ہونے کا ذکر بھی تھا۔ جو اس عاجز کو عطا کیا گیا۔ ایسا ہی ان دقائق و حقائق و معارف عالیہ کا بیان تھا جو اسلام اور قرآن کریم کی اصلی حقیقتیں اور مسلمانوں کے لئے بمقابلہ مخالفین جائے فخر تھیں۔ اور نیز اسلامی توحید کے انتہائی مرتبہ کی خوبصورتی جن حقائق سے ظاہر ہوتی تھی اور نیز وہ سب معارف بیرونی حملوں کے کافی و شافی جوابات تھے جو موجودہ زمانہ کے لوگ سراسر اپنے تعصب اور کوتاہ نظری سے تعلیم اسلام پر کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے لیا گیا تھا اور گذشتہ اکابر کی سچائیوں پر شہادتیں بھی موجود تھیں۔ اور امید تھی کہ عقلمند لوگ ان کتابوں کو شکر گذاری کی نظر سے دیکھیں گے اور خدا تعالٰے کی جناب میں سجدات شکر بجا لائیں گے۔ کہ عین ضرورت کے وقت میں اس نے یہ رُوحانی نعمتیں عطا فرمائیں لیکن افسوس کہ بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہوا۔ اور بجائے اس کے لوگ خدا تعالٰے کا شکر ادا کرتے ایک شور اور غوغا سخت ناشکری کا ایسا برپا کر دیا گیا۔ کہ وہ تمام حقائق اور لطائف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور نکات اور معارف الٰہیہ کلمات کفر قرار دئے گئے۔ اور اسی بنا پر اس عاجز کا نام بھی کافر اور ملحد اور زندیق اور دجال رکھا گیا، بلکہ دنیا کے تمام کافروں اور دجالوں سے بدتر قرار دیا گیا۔ اس فتنہ اندازی کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں، جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں۔ اور جیسے اس زمانہ کے اکثر لوگ تکفیر میں مستعجل ہیں۔ اور قبل اس کے جو کسی قول کی تہہ تک پہنچ سکیں۔ اس کے قائل کو کافر ٹھہرا دیتے ہیں۔ یہ عادت شیخ صاحب موصوف میں اوروں کی نسبت بہت بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور اب تک جو ہم پر ثابت ہوا ہے، وہ یہی ہے۔ کہ شیخ صاحب کی فطرت کو تدبر اور غور و فکر اور حسن ظن کا حصہ قسام ازل سے بہت ہی کم ملا ہے۔ اسی وجہ سے سب سے پہلے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر ایک طرف یہی صاحب دوڑے چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین دہلوی نے قلم اٹھائی۔ اور بٹالوی صاحب کے استفتاء کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا۔ اور میاں نذیر حسین نے جو اس عاجز کو بلا توقف و تامل کافر ٹھہرا دیا۔ باوجود اس کے جو میں پہلے اس سے ان کی طرف صاف تحریر کر چکا تھا کہ میں کسی عقیدۂ متفق علیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے منحرف نہیں ہوں اس کی بہت سی وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے۔ کہ میاں صاحب موصوف اب ارذل عمر میں ہیں۔ اور بجز زیادتِ غضب اور طیش اور غصہ کے اور کوئی ممدد قوت غور اور خوض کی ان میں باقی نہیں رہی۔ بلکہ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو میری رائے میں اب بباعث پیر فرتوت ہو جانے کے ان کے حواس بھی کسی قدر قریب الاختلال ہیں، ماسوا اس کے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتداء سے ایک سطحی خیالات کے آدمی ہیں اور ان کی فطرت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے۔ کہ حقائق عالیہ اور معارف دقیقہ سے ان کی طبیعت کو کچھ مناسبت نہیں۔ غرض بانی استفتا بٹالوی صاحب اور اوّل المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں، جو اکثر بٹالوی صاحب کی دلجوئی اور دہلوی صاحب کی حق اُستادی کی رعایت سے ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے ہیں تو ان علماء کا کسی کو کافر ٹھہرانا کوئی نئی بات نہیں، یہ عادت تو اس گروہ میں خاصکر اس زمانہ میں بہت ترقی کر گئی ہے اور ایک دوسرے فرقہ کو دین سے خارج کر رہے لیکن اگر افسوس ہے تو صرف اس قدر کہ ایسے فتوے صرف اجتہادی غلطی کی ہی وجہ سے قابلِ الزام نہیں بلکہ بات بات میں خلاف امانت اور تقوے عمل میں آتا ہے۔ اور نفسانی حدوں کو درپردہ مدنظر رکھکر دینی مسائل کے پیرایہ میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ کیا تعجب کا مقام نہیں۔ کہ ایسے نازک مسئلہ میں کافر قرار دینے میں اس قدر دلیری دکھائی جائے۔ کہ ایک شخص بار بار خود اپنے اسلام کا اقرار کرتا ہے۔ اور ان تہمتوں سے اپنی بریت ظاہر کر رہا ہے۔ جو موجب کفر ٹھہرائی گئی ہیں۔ مگر پھر بھی اسکو کافر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو تلقین کی جاتی ہے کہ باوجود اقرار کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور باوجود توحید اور ماننے عقائد ضروریہ اسلام اور پابندی صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ ہونے کے بھی کافر ہے اور دیگر مشرکین اور کفار کی طرح ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اور کبھی اس سے باہر نہیں ہو گا۔

ایکہ دجالم بخشمت نیز ضال
چوں نترسی از خدائے ذو الجلال
مومنے را نام کافر می نہی
کافرم گر مومنی با ایں خیال

اور عموماً تمام علمائے مکفرین پر یہ افسوس ہے کہ انہوں نے بلا تفتیش و تحقیق بٹالوی صاحب کے کفرنامہ پر مہریں لگا دیں اور اوّل سے آخر تک میری کتابیں نہ دیکھیں اور بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت نہ کیا گیا۔ اگر وہ نیک نیتی سے مہریں لگاتے۔ تو ان کا نورِ قلب ضرور ان کو اس بات کی طرف مضطر کرتا کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے اور میرے الفاظ کے حل معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے۔ پھر اگر بعد تحقیق وہ کلمات درحقیقت کفر کے کلمات ہی ثابت ہوتے، تو ایک بھائی کی نسبت افسوسناک دل کے ساتھ کفر کی شہادت لکھ دیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے اور عجلت سے کام نہ لیتے۔ تو ان الزاموں سے بری ٹھہرتے۔ جو عند اللہ ایک تکفیر کے شتاب باز پر عائد ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور جو کچھ وہ کھانے لگتی ہے۔ اس کو یہ بھی دانت مارتی ہے۔ یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے بعض علماء نے بھی اختیار کر لیا **فما اشکوا الا الی اللّٰہ**۔ اس بات کو کون نہیں جانتا۔ کہ ایک مسلمان موحد اہل قبلہ کو کافر کہہ دینا نہایت نازک امر ہے! بالخصوص جبکہ وہ مسلمان بار ہا اپنی تحریرات و تقریرات میں ظاہر کرے۔ کہ میں مسلمان ہوں، اور اللہ اور رسول اور اللہ جلشانہٗ کے ملائک اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں **بعث بعد الموت** پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اللہ جلشانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں ظاہر فرمایا ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ ان تمام احکام صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہوں۔ جو اللہ اور رسول صلعم نے بیان فرمائے ہیں۔ تو ایسے مسلمان کو کافر قرار دینا اور اس کا نام اکفر اور دجال رکھنا کیا یہ ان لوگوں کا کام ہے جن کا شعار تقوے اور خدا ترسی اور نیک ظنی عادت ہو۔ اگرچہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ یہ بات تو سچ ہے کہ قدیم سے علماء کا یہی حال رہا ہے۔ کہ مشائخ اور اکابر اور آئمہ وقت کی کتابوں کے جب بعض بعض حقائق اور معارف اور دقائق اور نکات عالیہ ان کو سمجھ نہیں آئے۔ اور ان کے زعم میں وہ خلاف کتاب اللہ اور آثار نبویہ پائے گئے تو بعض نے علماء میں سے ان اکابر اور آئمہ کو دائرہ اسلام سے خارج کیا۔ اور بعض نے نرمی کر کے کافر تو نہ کہا۔ لیکن اہل سنت الجماعت سے باہر کر دیا۔ پھر جب وہ زمانہ گذر گیا اور دوسرے قرن کے علماء پیدا ہوئے تو خدا تعالٰے نے ان پچھلے علماء کے سینوں اور دلوں کو کھول دیا۔ اور ان کو وہ باریک باتیں سمجھا دیں۔ جو پہلوں نے نہیں سمجھی تھیں۔ تب انہوں نے گذشتہ اکابر اور اماموں کو ان تکفیر کے فتووں سے بری کر دیا۔ اور نہ صرف بری بلکہ ان کی قطبیت اور غوثیت اور اعلٰے مراتب ولایت کے قائل بھی ہو گئے

اور اسی طرح علماء کی عادت رہی اور ایسے سعید ان میں سے بہت ہی کم نکلے۔ جنہوں نے مقبولان درگاہ الٰہی کو وقت پر قبول کر لیا۔ امام کامل حسین رضی اللہ عنہ سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان ظاہر پرست مدعیان علم کی چلی آئی ہے۔ کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا۔ خدا تعالے نے یہودیوں کی نسبت قرآن کریم میں بیان فرمایا تھا اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُکُمْ یعنی اسے بنی اسرائیل کیا یہ تمہاری عادت ہو گئی۔ کہ ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آیا۔ تو تم نے بعض کی ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا۔ سو یہی خصلت اسلام کے علماء نے اختیار کر لی، تا یہودیوں سے پوری پوری مشابہت پیدا کریں، سو انہوں نے نقل اتارنے میں کچھ فرق نہیں رکھا، اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا کہ تا وہ سب باتیں پوری ہو جاتیں جو ابتداء سے رسول کریم ؐ نے اس مشابہت کے بارہ میں فرمائی تھیں، ہاں علماء نے مقبولوں کو قبول بھی کیا۔ اور بڑی ارادت بھی ظاہر کی، یہاں تک کہ ان کی جماعت میں بھی داخل ہو گئے۔ مگر اس وقت کہ جب وہ اس دنیا ناپائیدار سے گذر گئے۔ اور جبکہ کروڑہا بندگان خدا پر ان کی قبولیت ظاہر ہو گئی۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ الْقَائِل۔

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم تیرے اس پیار پر

اور میری حالت جو ہے۔ وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے۔ اس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں۔ اور اتباع نبوی میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے۔ کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں، اور ان کو اس علمی و عملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ کم توجہی ان پر محیط ہو رہی ہے۔ میں اس بات کا دعوے نہیں کرتا۔ کہ میری روح میں کچھ زیادہ سرمایہ علوم کسبیہ ہے۔ بلکہ میں اپنی ہیچمدانی اور کم لیاقتی کا سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اقرار کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی اس کے میں اس امر کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ میرے جیسے ہیچ اور ذلیل اور امی کو خداوند کریم نے اپنے کنار تربیت میں لے لیا اور ان سچی حقیقتوں اور کامل معارف سے مجھے آگاہ کر دیا۔ کہ اگر میں تمام غور و فکر کرنیوالوں میں سے ہمیشہ زیادہ غور و فکر کرتا رہتا۔ اور باایں ہمہ ایک لمبی عمر بھی پاتا۔ تب بھی ان حقائق اور معارف تک ہرگز پہنچ نہ سکتا۔ میں اس مولٰے کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں۔ کہ اس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھ کو اس قدر بخشا ہے۔ کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے۔ تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ میں اس دنیا کے لوگوں سے تمام امیدیں قطع کر چکا ہوں۔ مگر خدا تعالے پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں، سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں، مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں۔ وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے۔ اور کوئی بڑھ کر اس سے مجھ سے قریب تر نہیں ہے۔ اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے۔ کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں۔ اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمامتر انجام دوں۔ اس کام پر اس نے آپ مجھے مامور کیا ہے۔ اب کسی کے کہنے سے میں رک نہیں سکتا۔ اور نہ نعوذ باللہ اس کے الہامی احکام کو بنظر استخفاف دیکھ سکتا ہوں۔ بلکہ ان مقدس حکموں کی نہایت تکریم کرتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں۔ کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو۔ اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو، ورنہ اگر انسان ساری دنیا کا بھی مالک ہو جائے۔ اور اس قدر وسعت معاش حاصل ہو۔ کہ تمام سامان عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے لئے ممکن ہیں۔ وہ سب عیش اسے حاصل ہوں۔ پھر بھی وہ عیش نہیں۔ بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں کھلتی ہیں۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ ہمارے اکثر علماء کی توجہ اکثر ظاہری اور پست اور موٹے خیالوں کی طرف کھینچی ہوئی ہے۔ اور وہ ان باریک حقیقتوں کو سمجھتے نہیں۔ کہ جو خداوند کریم نے کتاب عزیز میں لکھی ہیں۔ اور جو ہمارے سید و ہادی علیہ السلام نے بیان فرمائی ہیں، اور نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ ایسے عارف کو جو خدا تعالے سے معارف حکمیہ کا انعام پا کر ان دقائق کو کھولے۔ جو ضرورت وقت نے ان کا کھولنا فرض کر دیا ہے۔ زندیق اور ملحد اور محروم اور دین سے برگشتہ قرار دیتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ وہ حقیقتوں سے اکثر ناواقف اور صرف ظاہر اور مجاز پر قناعت کرنے والے ہیں اور سر درحقیقی کی طرف ان کی طبیعتوں کو میل ہی نہیں۔ اور نہ کچھ مناسبت ہے۔ جو اسرار غامضہ پر اطلاع پانے سے حقانی عارفوں کو حاصل ہوتا ہو، مشرقی بت پرستی کا اثر اگرچہ کَمَا ھُوَ ھُوَ تو ان پر پڑا نہیں۔ مگر پھر بھی ان کے دلوں میں وہم پرستی کے ایسے بت مخفی ہیں کہ وہ قبلہ حقیقت تک پہنچنے میں سد راہ ہو رہے ہیں۔ میں کامل یقین رکھتا ہوں کہ ان بتوں کے توڑنے کے لئے خدا تعالے نے ارادہ کیا ہے اور میں کسی دلیل سے شبہ نہیں کر سکتا۔ کہ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ ان بتوں کو بکلی توڑ دیا جائے۔ اور خدا پرست لوگ گم گشتہ حقیقتوں کو پھر پا لاویں۔ خدا تعالے جو تمام بھیدوں سے واقف ہے۔ خوب جانتا ہے۔ کہ یہ لوگ حقیقت اسلامیہ سے دور جا پڑے ہیں، اور حقانیت کی مبارک روشنی کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔

ادھر تو اندرونی طور پر یہ آفت ہے۔ جس کا میں نے مجمل طور پر ذکر کیا ہے اور مخالف قوموں کا کیا حال بیان کیا جائے کہ وہ اعتراضات اور شبہات سے ایسے لدے ہوئے ہیں، کہ جیسے ایک درخت کسی پھل سے لدا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے کینے ہمارے ذمانہ میں اسلام کی نسبت ... بہت بڑھ گئے ہیں۔ اور ہر ایک نے اپنی طاقت اور استعداد کے موافق اسلام پر اعتراض کرنے شروع کئے ہیں، اگر ہمارے مخالفوں میں سے کوئی شخص علم طبعی میں دخل رکھتا ہو تو وہ اس طبیعانہ طرز سے اعتراض کرتا ہے۔ اور یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ اسلام علم طبعی کی ثابت شدہ صداقتوں کے مخالف بیان کرتا ہے۔ اور اگر کوئی مخالف طبابت اور ڈاکٹری میں کچھ حصہ رکھتا ہے تو وہ انہی تحقیقاتوں کو سراسر دھوکہ دہی کی راہ سے اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے پیش کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے۔ کہ گویا اسلام ان تجارب مشہودہ محسوسہ کے مخالف بیان کر رہا ہے جو نئی تحقیقاتوں کے ذریعہ سے کامل طور پر ثابت ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حال کے علم ہیئت پر جسکو کچھ نظر ہے وہ اسی راہ سے اسلام پر اپنے اعتراضات وارد کر رہا ہے۔ غرض جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے تین ہزار (۳۰۰۰) کے قریب اعتراضات اسلام اور قرآن کریم کی تعلیم اور ہمارے سید و مولیٰ کی نسبت کوتہ بینوں نے کئے ہیں۔ اور اگرچہ بظاہر ان اعتراضات کا ایک طوفان برپا ہونے سے ایک سرسری خیال سے قلق اور غم پیدا ہوتا ہے مگر جب غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ اعتراضات اسلام کے لئے مضر نہیں ہیں۔ بلکہ اگر ہم آپ ہی غفلت نہ کریں۔ تو اسلام کے مخفی دقائق و حقائق کے کھلنے کے لئے حکمت خداوندی نے یہ ایک ذریعہ پیدا کر دیا ہے۔ تا ان معارف جدیدہ کی روشنی سے جو اس تقریب کے غور کرنے پر کھلیں گے۔ اور کھل رہے ہیں۔ حق کے طالب ان ہولناک تاریکیوں سے بچ جائیں۔ جو اس زمانہ میں رنگا رنگ کے پیرایوں میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ ہاں یہ اعتراضات غفلت کی حالت میں سخت خوف کی جگہ ہیں۔ اور ایک ضلالت کا طوفان برپا کرنے والے ہیں۔ اور مجرد اسلامی عقائد کا یاد رکھنا یا پرانی کتابوں کو دیکھنا ان سے محفوظ رہنے کے لئے کافی نہیں۔ اور حقیقت شناس لوگ سمجھتے ہیں کہ اس زمانہ کے ان اعتراضات سے ایک بھاری ابتلاء مسلمانوں کے لئے پیش آ گیا ہے۔ اور اگر مسلمان لوگ اس بلا کو تغافل کی نظر سے دیکھیں گے۔ تو رفتہ رفتہ ان میں اور ان کی ذریت میں یہ زہریلا مادہ اثر کریگا۔ یہاں تک کہ ہلاکت تک پہنچائے گا۔ معاذ اللہ

جو تجربے ارادوں اور لغزشوں پر قابض آتا ہے۔ بجز عرفان کی آمیزش کے کبھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ پس ایسے لوگ کیونکر خطرات لغزش سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جو قرآن کریم کی خوبیوں سے ناواقف اور بیرونی اعتراضات کے دفع کرنے سے عاجز اور کلام الٰہی کے حقائق اور معارف عالیہ سے منکر ہیں بلکہ اس زمانہ میں ان کا وہ خشک ایمان سخت معرض خطر میں ہے۔ اور کسی ادنیٰ ابتلا کے تحمل کے قابل نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ پر اس شخص کا ایمان مستحکم ہو سکتا ہے۔ جس کا اس کتاب پر ایمان مستحکم ہو۔ اور اس کی کتاب پر تبھی ایمان مستحکم ہو سکتا ہے۔ کہ جب بغیر حاجت منقولی معجزات کے کہ جو اب آنکھوں کے سامنے بھی موجود نہیں ہیں۔ خود خدا تعالیٰ کا پاک کلام اعلیٰ درجہ کا معجزہ اور معارف و حقائق کا ایک ناپیدا کنار دریا نظر آوے۔ پس جو لوگ ایک مکھی کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اس میں بے شمار عجائبات قدرت نادرہ ایسے موجود ہیں۔ کہ کوئی انسان خواہ وہ کیسا ہی فلاسفر یا حکیم ہو، ان کی نظیر نہیں بنا سکتا۔ اور ایک جَو کی نسبت ان کو یہ اعتقاد ہے۔ کہ اگر تمام دنیا کے حکیم قیامت کے دن تک اس کے عجائبات اور خواص مخفیہ کو سوچیں۔ تب بھی یقیناً نہیں کہہ سکتے۔ کہ انہوں نے وہ تمام خواص دریافت کر لئے ہیں۔ لیکن یہی لوگ مسلمان کہلا کر اور مسلمانوں کی ذریت کہلا کر قرآن کریم کی نسبت یہ یقین رکھتے ہیں۔ کہ وہ بجز موٹے الفاظ اور سرسری معنوں کے اور کوئی باریک حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور کلام الٰہی کے نکات اور اسرار اور معانی کو اس حد تک ختم کر بیٹھے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر ضرورت و بلحاظ موجودہ استعدادات کے فرمائے تھے۔ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باستیفا ضبط میں بھی نہیں آیا۔ اور نہ جیسا کہ چاہیئے محفوظ رہا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے اسرار جدیدہ قرآنیہ کے دریافت کرنے سے بکلی فارغ اور لاپرواہ ہیں۔

یاد رہے کہ اسرار جدیدہ سے ہمارا یہ مطلب نہیں۔ کہ ایسی باتیں قرآن کریم سے روز بروز نکل سکتی ہیں جو اس کی مقررہ مصرحہ شریعت کی تمام باتوں کو مسلم رکھ کر ان کی پوری پوری شکل کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت کاملہ کو منصۂ ظہور پر لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ منقول کو معقول کر دکھاتے ہیں۔ سو انہیں اسرار کی اس معقولیت کے زمانہ کو ضرورت تھی۔ جہاں تک نظر اٹھا کر دیکھو۔ یہی سنت اللہ پاؤ گے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اپنے دین کی مدد کرتا رہا ہے اور جس قسم کی روشنی دیکھنے کے لئے زمانہ کی حالت نے بالطبع خواہش کی وہی روشنی اپنے کلام اور کام میں اپنے کسی برگزیدہ کی معرفت دکھلاتا رہا ہے۔ تا اس بات کا ثبوت دے۔ کہ اس کا کلام اور کام ناقص نہیں۔ اور نہ کمزور اور ضعیف ہے۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں سانپوں کے مقابلہ پر سانپ کی ضرورت پڑی اور حضرت مسیح کے مقابلہ پر طبیبوں اور افسوں خوانوں کے مقابل پر روحانی طبابت کے دکھلانے کی حاجتیں پیش آئیں۔ سو خدا تعالیٰ نے زمانہ کے تقاضا کے موافق اپنے نبیوں کو مدد دی اور ہمارے سید و مقتداء ختم المرسلین کے زمانہ کی ضرورتیں درحقیقت کسی ایک نوع میں محدود نہ تھیں اور یہ زمانہ بھی کوئی محدود زمانہ نہ تھا۔ بلکہ ایسا وسیع تھا جس کا دامن قیامت تک پھیل رہا ہے۔ اس لئے خداوند کریم و قدیر نے قرآن کریم کو ایسے نہایت کمالات پر مشتمل کیا۔ اور قرآن کریم کو جو اپنے ان کمالات کے جن میں سے کوئی دقیقہ تحریر کا باقی نہیں رہا۔ ہر ایک زمانہ کے فساد کا کامل طور پر تدارک کرتا رہا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑا کام قرآن کریم کا خلق اللہ کے اصولوں کی اصلاح تھی۔ سو اس نے تمام دنیا کو صاف اور سیدھے اصول خداشناسی اور حقوق عباد کے عطا کئے۔ اور گم گشتہ توحید کو قائم کیا۔ اور دنیا کے پر ظلمت خیالات کے مقابل پر وہ پر حکمت اور پر نور اور باایں ہمہ اعلیٰ درجہ کا بلیغ و فصیح کلام پیش کیا، جس نے تمام اس وقت کے موجود خیالات کو پاش پاش کر دیا۔ اور حکمت اور معرفت اور بلاغت اور فصاحت، اور تاثیرات قویہ میں ایک عظیم الشان معجزہ دکھایا۔ پھر ایسا ہی ہر ایک وقت میں جب کسی کی ظلمت جوش میں آتی گئی۔ تو اسی پاک کلام کا نور اس ظلمت کا مقابلہ کرتا رہا۔ کیونکہ وہ پاک کلام ایک ابدی معجزہ اور مختلف زمانوں کی مختلف تاریکی کے اٹھانے کے لئے ایک کامل روشنی اپنے اندر لایا تھا۔ لہذا وہ ہر ایک قسم کی تاریکی کو اپنے نور کی قوت سے دفع دفع کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا۔ کہ جس میں ہم ہیں۔ اور جیسا کہ قرآن کریم نے پیشگوئی کی تھی۔ زمین نے ہمارے زمانہ میں وہ تمام تاریکیاں جو زمین کے اندر مخفی تھیں، باہر رکھ دیں۔ اور ایک سخت جوش ضلالت اور بے ایمانی اور بد استعمالی عقل کا برپا ہو گیا۔ یہ وہی طبائع زائغہ کا جوش ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں دجال کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں خبر دی تھی۔ کہ وہ عالی شان اور کامل کلام اس طوفان پر بھی غالب آئے گا۔ سو ضرور تھا۔ کہ کلام الٰہی میں وہ سچا فلسفہ بھرا ہوا ہوتا۔ جو حال کے دھوکہ دینے والے فلسفہ پر غالب آ جاتا۔ کیونکہ وہ ابدی اصلاحوں کے لئے آیا ہے۔ وہ نہ تھکے گا۔ اور نہ ماندہ ہوگا۔ جب تک کہ ہر ایک سلیم طبیعت میں اپنی سلطنت قائم نہ کر لے۔ اور فلسفہ کی زہر کھانے والے اس تریاق کے منتظر تھے، سو خدا تعالیٰ نے اس کو ظاہر کر دیا۔ اور ناپاک معقولیت کا غلبہ توڑنے کے لئے اس نے یہی چاہا۔ کہ قرآنی معقولیت کا غلبہ ظاہر کرے۔ اور مخالفوں کی باطل معقولیت کو پیس ڈالے مگر افسوس ان لوگوں پر جو وقت کو شناخت نہیں کرتے انہیں اس بات کا بھی خیال نہیں، کہ مسلمانوں کی ذریت کو بیرونی حملوں اور فتنوں کی وجہ سے کیسی کیسی ہر روز ناقابل برداشت تکلیفیں پیش آ رہی ہیں، اور کس قدر اسلام کو فلسفیانہ وساوس سے صدمہ پہنچ گیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بڑا حصہ نو تعلیم یافتہ مسلمانوں کا اپنا اسلام سے دور جا پڑا ہے۔ کہ گویا اس نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ ایسا ہی بہت سے نادان اور کم عقل اسلام کی روشنی کو ترک کر کے عیسائی عقائد کی ظلمت میں داخل ہو گئے۔ اور ایک قابل شرم عقیدہ جو جائے ننگ و عار ہے اختیار کر لیا ہے۔ اس کا یہی سبب ہوا۔ کہ زمانہ حال کے بیہودہ اعتراضات جو دھوکہ اور سفسطہ سے بھرے ہوئے تھے۔ ان کی نظر ناقص میں باوقعت معلوم ہوئے۔

ایک بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ بعض باتوں میں اس زمانہ کے علماء خود ہی عیسائیوں وغیرہ کو ان کی مشرکانہ تعلیم پر مدد دیتے ہیں۔ مثلاً حال کے عیسائیوں کے عقائد باطلہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جو حضرت عیسیٰ کو خدا بنانے کے لئے گویا عیسائی مذہب کا یہی ایک ستون ہے۔ لیکن زمانہ حال کے مسلمان ایک طرف تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور زمین میں مدفون ہونے کا اقرار کر کے پھر اس بات کے بھی اقراری ہو کر کہ مسیح اب تک زندہ ہے۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک تحریری اقرار اپنا دے دیتے ہیں۔ کہ مسیح اپنے خواص میں عام انسانوں کے خواص بلکہ تمام انبیاء کے خواص سے مستثنیٰ اور نرالا ہے۔ کیونکہ جبکہ ایک افضل البشر جو مسیح سے چھ سو برس پیچھے آیا، تھوڑی سی عمر پا کر فوت ہو گیا۔ اور تیرہ سو برس اس نبی کریم کے فوت ہونے پر گزر بھی گئے۔ مگر مسیح اب تک فوت ہونے میں نہیں آیا۔ تو اس سے یہی ثابت ہوا۔ یا کچھ اور کہ مسیح کی حالت لوازم بشریت سے بڑھی ہوئی ہے۔ پس حال کے علماء بظاہر صورت شرک سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں مگر مشرکوں کو مدد دینے میں کوئی دقیقہ انہوں نے اٹھا نہیں رکھا۔ غضب کی بات ہے، کہ اللہ جلشانہ نے تو اپنی پاک کلام میں مسیح کی وفات ظاہر کرے۔ اور یہ لوگ اب تک اس کو زندہ سمجھ کر ہزارہا اور بیشمار فتنے اسلام کے لئے برپا کر دیں۔ اور مسیح کو آسمان کا حی و قیوم اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم زمین کا مردہ ٹھہرا دیں

اک قطرہ اسکے فضل نے دریا بنا دیا

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قریباً پون صدی کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے قادیان میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے مجدد و مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا تھا

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

وہ مرد مومن حضرت مرزا غلام احمد ہیں جو کہ ایک گمنام شخص تھے اور وہ بستی جہاں وہ پیدا ہوئے، پرورش پائی، جوان ہوئے اور بڑھاپے کی عمر کو پہنچے شاہراہ سے ہٹ کر ایک غیر معروف چھوٹا سا گاؤں تھا جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں ؎

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

کچھ علم طب اپنے والد بزرگوار سے پڑھا اور کچھ دینی تعلیم دو تین ملاؤں سے جنہیں آپ کے والد ماجد نے مقرر فرمایا تھا حاصل کی۔

زمانہ کے سرد و گرم برداشت کرتے ہوئے اور اللہ تعالےٰ کی سچی اطاعت اور زہد و عبادت اور فنا فی اللہ کی منازل میں سے گزرتے ہوئے ایسی منزل پر پہنچے جہاں اللہ تعالیٰ کے رحم و فضل اور انعامات آپ کے منتظر تھے اور تجدید دین اور اصلاح خلق کا کام آپ کے سپرد کیا جانا تھا ؎

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
(مسیح موعودؑ)

براہین احمدیہ کی تصنیف

۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک آپ نے ایک معرکۃ الآرا کتاب موسومہ بہ براہین احمدیہ چار حصص میں تالیف فرمائی اور ابتدا میں ایک اشتہار بقلم جلی شائع فرمایا جس کے چند ابتدائی الفاظ یہ ہیں :—

"میں جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کرکے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے اُن سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے در بارہ حقیقت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلا دے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبروار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیے تھا ظہور میں آ گیا میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذر و حیلہ اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ کا قبض و دخل دیدوں گا۔"

ان شرائط کو پورا کر کے کسی نے انعام تو کیا حاصل کرنا تھا ہاں منہ چڑانے کو پنڈت لیکھرام آریہ لیڈر نے ایک لغو کتاب تکذیب براہین احمدیہ لکھ ڈالی جس کا منہ توڑ جواب حضرت مولانا نور الدین رحمہ نے تصدیق براہین احمدیہ کی شکل میں دے دیا۔

بٹالوی صاحب کا ریویو

اس کتاب یعنی براہین احمدیہ کو جو قبولیت حاصل ہوئی وہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مندرجہ ذیل ریویو سے ظاہر ہے :—

"یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً.......... اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ اور مشاہدہ کرے۔ اور اس کے تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو"

دعوےٰ مجددیت اور الہامات

اسی کتاب میں اپنے مجدد ہونے کا دعوےٰ کیا اور وہ الہامات بھی درج فرمائے جو آپ کی آئندہ زندگی اور عظیم الشان مشن (یعنی تبلیغ اسلام) سے متعلق تھے۔ در اصل یہ الہامات ایسی اہم اور عظیم الشان پیشگوئیوں پر مشتمل تھے جس کی نظیر سوائے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے تاریخ مذاہب پیش کرنے سے عاجز ہے۔

ان الہامات اور پیشگوئیوں پر خالی بالطبع ہو کر غور کرنے سے اللہ تعالےٰ کی ہستی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کے افاضۂ روحانی کی قوت اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوےٰ کی سچائی پر ایمان کامل پیدا ہوتا ہے اور اس آتشیں ایجاد کا جو اس دور پر مسلط ہے آپ ہی مداوا نظر آتے ہیں ؎

ایں آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت
از بہر چارہ اش بخدا انہر کوثرم
(مسیح موعودؑ)

الہامات مذکورہ حسب ذیل ہیں :—

اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق ولا تیئسوا من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب الا ان نصر اللہ قریب یاتیک من کل فج عمیق۔ ینصرک اللہ من عندہ ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء انک باعیننا یرفع اللہ ذکرک ویتم نعمتہ علیک فی الدنیا والآخرۃ و .... انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔ فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً۔ وبشر الذین امنوا ان لھم قدم صدق ...... عند ربھم واتل علیھم ما اوحی الیک من ربک ولا تصعر لخلق اللہ ولا تسئم من الناس۔ اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ۔ تری

اعینھم تفیض من الدمع۔ یصلّون علیک ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان۔ اٰمنوا۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۲ سے صفحہ ۲۴۲ تک)

ترجمہ از حضرت مسیح موعود:۔

جس وقت خدا تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے گی اور زمانہ ہماری طرف رجوع کرے گا اس وقت کہا جائے گا کہ کیا یہ کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ تھا اور خدا تعالیٰ کی رحمت سے تو ناامید مت ہو یعنی یہ خیال مت کر کہ میں تو ایک گمنام اور اکیلا اور احد من الناس آدمی ہوں۔ یہ کیونکر ہوگا کہ میرے ساتھ ایک دنیا جمع ہو جائے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ارادہ کر چکا ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور اس کی مدد قریب ہے اور جن راہوں سے وہ مالی مدد آئے گی اور ارادت کے خطوط آئیں گے وہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی اور گہری ہو جائیں گی یعنی بکثرت ہر ایک قسم کا مال آئے گا اور دور دور سے آئے گا اور دور دور سے مریدانہ خطوط آئیں گے اور نیز اس قدر لوگ کثرت سے آئیں گے کہ جن راہوں پر چلیں گے ان راہوں پر گڑھے پڑ جائیں گے۔ خدا تعالیٰ اپنے پاس سے تیری مدد کرے گا۔ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم خود آسمان سے الہام کریں گے۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ تیرے ذکر کو خدا تعالیٰ اونچا کرے گا اور دنیا و آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کر دے گا۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت چلا آتا ہے کہ تیری مدد کی جائے گی۔ اور دنیا اور جہان میں تیرے نام کو شہرت دی جائے گی۔ اور تو اس سے کیوں تعجب کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا کرے گا۔ کیا تیرے پر وہ وقت نہیں آیا کہ تو محض معدوم تھا اور تیرے وجود کا دنیا میں نام و نشان نہ تھا۔ پھر کیا خدا تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ تیری ایسی تائید کرے اور یہ وعدے پورے کر کے دکھلائے اور تو ان لوگوں کو جو ایمان لائے یہ خوشخبری سنا کہ ان کا قدم خدا تعالیٰ کے ...... کے نزدیک صدق کا قدم ہے سو ان کو وہ وحی سنا دے جو تیری طرف تیرے رب سے ہوئی۔ اور یاد رکھ کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ لوگ کثرت سے تیری طرف رجوع کریں گے سو تیرے پر واجب ہے کہ تو ان سے بدخلقی نہ کرے۔ اور تجھے لازم ہے کہ تو ان کی کثرت کو دیکھ کر تھک نہ جائے اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آ کر آباد ہوں گے۔ وہی ہیں جو خدا تعالیٰ کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں اور تو جانتا ہے کہ وہ کس شان اور کس ایمان کے لوگ ہوں گے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہیں۔ وہ بہت قوی الایمان ہیں۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ سو ہم ایمان لائے۔ ان تمام پیشگوئیوں کو تم لکھ لو کہ وقت پر واقع ہوں گی۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

پیشگوئیوں کا وقوع

حضرت مسیح موعود ان الہامات اور پیشگوئیوں کو براہین احمدیہ حصہ پنجم میں دوبارہ لکھ کر لوگوں کو ان پر غور کرنے کے لئے اس طرح دعوت دیتے ہیں:۔

"لیکن وہ لوگ جو حق کے طالب ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے گمنامی کے زمانہ میں جس کو قریباً پچیس برس گذر گئے جبکہ میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور کسی قسم کی شہرت نہ رکھتا تھا اور کسی بزرگ خاندان پیرزادگی سے نہ تھا تا رجوع خلائق سہل ہوتا اس قدر کھلے طور پر آئندہ زمانہ کے عروج اور ترقیات کی خبر دینا اور پھر ان چیزوں کا اسی طرح بعد زمانہ دراز وقوع میں آ جانا کیا کسی انسان سے ہو سکتا ہے اور کیا ممکن ہے کہ کوئی کذاب اور مفتری ایسا کر سکے۔ میں باور نہیں کر سکتا کہ جو شخص پہلے انصاف کی نظر سے اس زمانہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے جبکہ براہین احمدیہ تالیف کی گئی تھی اور ابھی شائع بھی نہیں ہوئی تھی اور ایک ہوشیار تحقیقات کی طور سے خود موقع پر آ کر دریافت کرے کہ اس زمانہ میں کیا چیز تھا اور کس قدر مجہول اور گمنامی کے زاویہ میں پڑا ہوا تھا اور کیسے مجہول اور مخذول کی طرح لوگوں کے تعلقات سے الگ تھا اور پھر ان پیشگوئیوں کو جو حال کے زمانہ میں پوری ہو گئیں غور سے دیکھے اور تدبر سے ان پر نظر ڈالے تو اس کو ان پیشگوئیوں کی سچائی پر ایسا یقین آ جائے گا کہ گویا دن چڑھ جائے گا۔"

کام دکھلائے جو تو نے میری نصرت کے لئے
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار

باوجود اس اعلیٰ مقام کے جس پر آپ فائض ہوئے اور باوجود خدا تعالیٰ کی عظیم الشان نصرتوں کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حاصل ہوئیں ہمیشہ آپ نے اپنے آپ کو خادم اسلام سمجھا اور تمام الٰہی فیوض و برکات کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کی طرف منسوب کیا چنانچہ آپ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۶۲ پر رقمطراز ہیں:۔

"سو میں نے محض خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الورٰی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس کی پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔"

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

بعثت کی غرض

پھر اپنی بعثت کی غرض ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"اب میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس صدی پر میں تجدید دین کے لئے بھیجا گیا ہوں صاف ہے میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے اور اس پر ۲۲ برس سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے اس قدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہوتا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر۔ کیونکہ میں نے جو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے۔ اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے۔ وہ میری نہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے۔ ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش نہ کریں۔ کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیئے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے۔ پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں

ہیں - یا کوئی اور مصلح پیش کیا جائے یا ان وعدوں کی تکذیب کی جاوے۔"

(الحکم ۷ رجنوری ۱۹۰۳ء)

تقویٰ کی زندگی

پھر فرمایا کہ :-

" ہمارے مبعوث ہونے کی اصل غرض یہی ہے کہ پھر تقویٰ کی زندگی بحال ہو یہی قرآن شریف بتاتا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اس کا وعدہ اسی طرح موجود ہے اور قرآن شریف بھی تازہ بتازہ محفوظ ہے اور احادیث کا بھی اسی قدر حصہ جو قرآن اور سنت کے خلاف نہیں موجود ہے مگر جو چیز نہیں رہی وہ یہی تقویٰ ہے کلام الٰہی پر ایمان لانا اور اس کے موافق عملی حالت کو درست کرنا نہیں رہا ہے

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر تقویٰ رہا سب کچھ رہا ہے

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی اس کا نام لینے والا اور اخلاص اور پاکیزگی سے عبودیت کا اظہار کرنے والا نہیں رہا، تو اس کی الوہیت تقاضا کرتی ہے کہ ایک مردہ قوم کی بجائے ایک زندہ قوم کو کھڑا کر دیتا ہے - اسی غرض کے لئے اسی سنت کے موافق اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔"

(الحکم ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

مخالفین کو خطاب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا - کفر کے فتوے شائع کئے جا رہے تھے - احمدیوں کو مصائب و مشکلات میں مبتلا کیا جا رہا تھا - مقدمات میں حضرت صاحب اور آپ کے دوستوں کو کھینچا جا رہا تھا - الغرض بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور سلسلہ کو مٹانے کی ہر طرف کوشش جاری تھی مگر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی غرض کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا تھا ایسی مخالفتوں کی کیا پروا کرتا تھا - اپنے مخالفین کو ایک موقعہ پر مخاطب کر کے فرمایا :-

" اے نادانو! اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا کس سچے وفادار کو خدا تعالیٰ نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کریگا یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں ہے اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں وہ مجھے ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں - میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا - میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا تعالیٰ مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا - دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا تعالیٰ اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا - میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے - کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو - کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلاء نہیں کروڑ ابتلاء ہوں ابتلاؤں کے میدان اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

(الحکم ۱۷ رجون ۱۹۰۳ء)

جماعت سے خطاب

پھر اپنے مریدوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں :-

" پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے - پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں - جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں - کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال اُن کے پہلے سے بدتر ہو گا - کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے - مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے - پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں - ان کو وداع کا سلام - لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہو گی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں - کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت بڑا داغ ہے۔"

(الحکم ۱۷ رجون ۱۹۰۳ء)

مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا
میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

جو دین کو ثریا سے لایا تمہیں تو ہو

مرتضیٰ خاں حسن

مُردہ دلوں کو جس نے جِلایا تمہیں تو ہو
جو دین کو ثریا سے لایا تمہیں تو ہو

ہے جس کی ذات مہبطِ انوارِ ایزدی
ہے جس کی شان ارفع و اعلیٰ تمہیں تو ہو

نوکِ قلم سے دجّال کا سر کر دیا قلم
پشت و پناہِ ملّتِ بیضا تمہیں تو ہو

حافظ خدا کے دین کے ملّت کے پاسباں
اسلامیوں کے ملجا و ماویٰ تمہیں تو ہو

کہتی ہے ایک دنیا کہ جس نے بصد کمال
نورِ خدا کا جلوہ دکھایا تمہیں تو ہو

کعبہ میں جس کو دیکھا رسولِ امین نے
وہ مردِ باوقار مسیحا تمہیں تو ہو

ایک زندہ تحریک

از حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ

ممالکِ اسلامی کی پسماندگی

آئے دن ہمارے کان ہر قسم کے نعروں کے سننے کے عادی ہوچکے ہیں کہ:

اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے
نظام معیشت ہے، طریقۂ
معاشرت ہے، ایک مستقل
اجتماعی آئیڈیالوجی ہے جو
تمام دنیا پر چھا جانے کی استعداد
رکھتی ہے، جس کے خمیر میں
یہ خصوصیت ودیعت کی جا
چکی ہے کہ وہ تمام دنیا کی
آئیڈیالوجیز پر غالب آجائے

ہم یہ بھی سنتے چلے آرہے ہیں کہ توحیدِ الٰہی کا بلند ترین نظریہ جو اسلام نے پیش کیا ہے اسکی نظیر کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ ہمیں خطبوں اور وعظوں میں بتایا جاتا ہے کہ اسلام امن کا پیامبر اور سلامتی کا نقیب ہے جس کی رو سے تمام انسانیت بلالحاظِ رنگ وخون وآب وہوا ایک کنبہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر عملی دنیا میں مسلمانانِ عالم کا نمونہ ان تمام بلند بانگ دعووں کی تکذیب کرتا ہے۔ اگر کوئی غیر جانبدار مبصر ممالکِ اسلامیہ کی سیاحت کرے اور عرب ممالک میں اس کا گزر ہو تو وہ وہاں یہ کیفیت دیکھے گا کہ عوام مفلوک الحال اور علم سے تہی دست ہیں اخلاق سے ناآشنا ہیں اور طرح طرح کی اخلاقی و روحانی بیماریوں میں مبتلا ہیں یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے قطعۂ ارض میں آباد شدہ مختصر سی یہودی آبادی ان تمام ممالک کے لیے خوفناک خطرہ بنی ہوئی ہے۔ اگر وہ ایران میں جائے تو وہاں کی حالت اور بھی دگرگوں دیکھے گا۔ سیاسی اختلافات ہیں، اخلاقی گراوٹ ہے اور مالی پستیوں نے ایرانیوں کو دوسرے ممالک کا دست نگر بنا دیا ہے۔ یہ خطۂ زمین ایک ایسی لاش ہے جس کے گرد یورپین اقوام گدھوں کی طرح منڈلا رہی ہیں۔ افغانستان کی حالت تو حد سے زیادہ خراب اور ناگفتہ بہ ہے وہاں استبداد اور مطلق العنانی ہے۔ ہوسِ اقتدار ہے۔ ہر قسم کی بے اعتدالیاں ہیں، عوام افلاس اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کے لئے ترقی کی راہیں مسدود ہیں وہاں آزادیٔ فکر مفقود ہے۔ چوری اور ڈاکہ زنی عام ہے۔ رشوت کا بازار گرم ہے۔ چند ایک افراد خوشحال ہیں، مگر ان کی خوشحالی بھی عوام کا خون چوسنے پر منحصر ہے۔ تقریباً یہی حال دوسری مشرقِ بعید کی اسلامی سلطنتوں کا ہے۔

ایک نئی اسلامی سلطنت

دُنیا نے پہلی دفعہ ایک ہزار برس کے بعد سنا کہ اسلام کے نام پر ایک سلطنت قائم کی جارہی ہے ایک نہایت خوبصورت و دلآویز رنگ میں رنگین قرار دادِ مقاصد کا اعلان کیا گیا، اور آخر کار ایک عظیم الشان دستور معرضِ وجود میں آگیا جس میں یہ دعوے کیا گیا کہ:

"پاکستان کے خطۂ زمین پر
حکومت قرآن وسنت کے اصولوں
کے مطابق ہوگی، دنیوی قوانین
قوانینِ الٰہیہ کے سرچشمہ سے
پھوٹیں گے اور عوام کی زندگیاں
صحیح اسلامی ڈھانچے میں ڈھالی
جائیں گی۔"

خوبصورت کاغذ پر یہ دلفریب اور خوبصورت الفاظ بہت زیب دیتے ہیں۔ مگر وہ سیاح جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اگر اس اسلامی سلطنت کی سیر کرے گا تو اسے یہاں کی کیفیت بھی کچھ زیادہ امید افزا نظر نہیں آئے گی۔ کہیں دولتانے اور کھوڑو ہیں، تو کہیں ان کے حریف ممدوٹ و ڈاکٹر خانصاحب نظر آتے ہیں۔ شدت کی گرمی میں ان سب کی تگ و دو بھی شدت پکڑتی جارہی ہے اور سیاسی کشمکش تو اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ ہر ایک کو وہی ہوسِ اقتدار ہے، وہی خواہش کبریائی ہے اور حکمرانی کے وہی خواب ہیں۔ عوام کو طرح طرح کے فریب دئے جارہے ہیں جھوٹے وعدوں پر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مگر نظامِ حکومت تمام کا تمام ڈھیلا ہے۔ اس اسلامی سلطنت کے صرف ایک ضلع کی یہ حالت ہے کہ یومیہ ایک قتل اس کی نارمل کارگزاری ہے۔ ہمارے ان سیاسی اکابر کی آنکھوں کے سامنے رشوتیں لی جارہی ہیں اور دی جارہی ہیں، لوگوں کے اخلاق خطرناک حد تک بگڑ چکے ہیں اور دن بدن زیادہ بگڑتے چلے جارہے ہیں لوٹ مار کا بازار گرم ہے، رشوت ستانی، چور بازاری کنبہ پروری، دوست نوازی اس قدر عام ہوگئے ہیں کہ یہ ہمارا روزمرہ کا معمول بن گئے ہیں۔ نہ کسی کو عوام کے اخلاق کی فکر ہے اور نہ ہی کسی کو ان کی اصلاح کا خیال۔ روحانی طور پر تمام قوم مائل بہ انحطاط ہے۔ صنعتیں بے شک زیادہ وجود میں آگئی ہیں مگر صنعت گر بدستور عوام کی جیبوں پر ڈاکہ زنی کر رہے ہیں۔ پیداوار بڑھانے کے طریقے بھی زیادہ مروج ہو رہے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ قحط سالی بھی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ہمارا تاجر بددیانت ہے اور سوداگر خائن۔ ہمارے اہل کار ظالم و جفاکار ہیں۔ ہمارے حکام خودغرض اور طامع ہیں اور ہمارے صنعت کار صرف اپنے پیٹ کے پجاری ہیں۔ ملک کی اس کیفیت اور اس میں بسنے والی انسانیت کی اس افتادِ طبع کو دیکھ کر ہمارا سیاح ضرور یہ خیال کرے گا کہ یہاں جس تفصیل سے آئین بنایا گیا ہے۔ اسی تفصیل سے اس کے ایک ایک جزو کے خلاف تمام قوم انحراف کرتی نظر آتی ہے۔

مختلف تحریکوں کا جائزہ

ہمیں اس ملک میں کچھ اسلام کے نام پر چلائی ہوئی تحریکیں بھی نظر آتی ہیں۔ ان کا منظم اور پرزور پروپیگنڈا بھی ہورہا ہے ان کے پیروؤں کی مستقل جماعتیں بھی قائم ہیں۔ ان کے جرائد صحائف بھی ہیں، ان کے واعظین خوش الحان اور خطیبان شعلہ مقال بھی ہیں۔ مگر جس طرح سمندر کی سطح پر کبھی کبھی لہریں اُٹھتی ہیں۔ مگر سطح کے نیچے مکمل سکون وجمود طاری ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح یہ تحریکیں وقتی طور پر جوش و خروش دکھاتی ہیں اور پھر ٹھنڈی ہوکر سسکیاں بھرنے لگتی ہیں۔ کبھی احرار کا یہاں زور تھا۔ مگر وہ اب سوائے فتنہ انگیزی کے کسی ٹھوس اور تعمیری کام کے اہل نہیں رہے اور نہ کسی کو اس سے زیادہ ان سے کچھ توقع ہے۔ اور نہ ہی ان کا کوئی تعمیری پروگرام ہے۔ وہ تخریب کے علمبردار ہیں، یہی حالت خاکساروں کی ہے، ہاں! اربابِ فتنہ فساد کے روپ میں ان کا کبھی کبھی ظہور ہو جاتا ہے۔ وگرنہ ان کا کہیں کھوج تک نہیں ملتا۔ جماعت اسلامی متانت و سنجیدگی کا علم لیکر اُٹھی تھی۔ مگر جلد ہی فتنہ و فساد کی نذر ہو گئی۔ اب اس کا جسد تو باقی ہے۔ مگر روح مفقود ہے۔ وہ ایک لاش ہے جسے چند ادیب سروں پر اُٹھائے پھر رہے ہیں۔ طلوعِ اسلام کا پرویز نئے اسلام کا منادی بن کر اُٹھا تھا مگر جونہی یہ اعلان ہوا کہ اس ملک کی حکومت قرآن و سنت پر مبنی ہوگا۔ تو اس کی منقار زیر پر ہو کر رہ گئی۔ سنت ہی کے خلاف اس نے علم بغاوت بلند کیا مگر دستور نے اسے سرنگوں کر دیا۔ اب طلوعِ اسلام کے صفحات اخلاص و قوت و حرکت سے خالی ہیں۔

احمدیت کی انقلاب انگیز تحریک

یہ یاس انگیز اور حسرتناک نظارہ ہمارے معروف سیاح کو کسی گہری فکر میں منہمک کر دے گا۔ مگر ہم اسے ایک ایسی تحریک سے آشنا کرتے ہیں۔ جس میں ہنگامہ پروری اور غوغا آرائی نہیں اور نہ ہی بلند بانگ نعروں کی شوراشوری ہے۔ نہ خطیبانہ سحر انگیزی ہے نہ زبان کی فسوں کاری اور نہ قلم کی آتش نگاری ہے۔ بلکہ کچھ ٹھوس حقائق ہیں۔ حقیقت پسندانہ نظریئے ہیں۔ متانت

سنجیدگی کے بول ہیں۔ ٹھنڈی منطق۔ مناسب حال اور ناقابل تردید دلائل ہیں، اب ہم اسے قصر احمدیت میں لاتے ہیں۔ اور اس کے نقش و نگار کی سیر کراتے ہیں۔ سب سے پہلی بات جس سے ہم اس کی آنکھوں کو اولاً آشنا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ارتباط قول و فعل ہے۔ احمدیت کے ہاں عمل ہے جدوجہد ہے۔ احمدی جو کچھ کہتا ہے اس کی عمل سے شہادت دیتا ہے۔ احمدیت نے جب جنم لیا۔ تو دنیا میں آزاد اسلامی سلطنتوں کی کمی نہ تھی۔ مطلق العنان بادشاہ موجود تھے۔ امراء بھی تھے۔ علماء بھی تھے مفتیانِ کرام و خطیبانِ خوش بیان اور حافظانِ خوش الحان بھی تھے۔ فضلاء بکثرت موجود تھے۔ مگر تبلیغ اسلام کا عظیم فریضہ جس کی ادائیگی نے کبھی تمام دنیا کو زیر و زبر کر دیا تھا۔ اب یکسر فراموش ہو چکا تھا۔ تحریک احمدیت ایک ہزار سال کے جمود کے بعد پہلی منظم تحریک تھی۔ جس نے اشاعت اسلام کو اپنا مقصد قرار دیا۔ اور اس میں ہمہ تن مصروف ہو گئی۔ اس نے اپنی تمام قوتیں۔ استعدادیں وسائل و ذرائع صرف اسی ایک فریضہ کی ادائیگی میں صرف کر دیئے۔ وہ آندھی بن کر اٹھی اور طوفان بن کر تمام عالم پر چھا گئی۔

ایک فقیر منش دیہاتی کا نسخۂ تسخیر عالم

ہمارا سیاح یہ بات حیرت سے سنے گا کہ ایک دیہاتی فقیر منش انسان کو جو دنیا کی تہذیب سے الگ علوم مغربیہ سے نابلد ایک گاؤں میں پڑا ہوا تھا۔ اسے یہ بات بجلی کی طرح سوجھ گئی کہ اسلام ایک سچائی ہے۔ قرآن ایک صداقت ہے اور محمد رسول اللہ صلعم ایک حقیقت ہے۔ اور ان سب میں کائنات کو مسخر کرنے کی ایک زبردست طاقت موجود ہے۔ اسے قرآن کی آیات میں برقی طاقتیں نظر آنے لگیں اور سنتِ رسول میں اس نے تسخیر عالم کا نسخہ پڑھا۔ وہ ایک کی اقلیت میں تھا۔ اور باقی تمام انسانیت اس کے مقابل صف آرا تھی اس کا قلب نصرت الٰہی سے آسمانی نور سے منور ہو گیا۔ اس کی پیشانی نور الٰہی سے چمک اٹھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ظلمات کے پردے چاک ہو گئے اور وہ حقیقت کو دیکھنے لگا۔ اور اس کے کان خدا کی باتوں کو سننے لگے۔ اس کا دل ایمان سے لبریز ہو گیا۔ وہ زمین سے اٹھا اور ثریا سے معلق ایمان کو زمین پر لے آیا جو اس کے ساتھ منسلک ہوا۔ وہ بھی پارس بن گیا۔ خدا کی ہستی پر ایمان اس نے دلوں میں گاڑ دیا۔ لوگوں کے دلوں پر اس کے توسط سے تجلیاتِ الٰہیہ ضو فگن ہونے لگیں اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ خدا خود براہ راست مرزا غلام احمدؑ کی فوجوں کی کمانڈ کر رہا ہے۔

احمدیت کی تبلیغی افواج

اس کی فوج کے سپاہی ادیان باطلہ کو فتح کرنے لگ گئے۔ وہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور بڑے چھوٹے شہر میں انکی شاخیں قائم ہو گئیں۔ وہ ممالک غیر میں گئے۔ اور وہاں بھی اشاعت اسلام کے مرکز قائم کر دیئے۔ اس وقت وہ برما، ملایا میں سنگاپور میں، چین میں جاپان میں، اور جاوا سماٹرا وغیرہ میں کام کر رہے ہیں۔ اور یہ سب ممالک ان سے متاثر ہیں۔ تمام ممالک اسلامیہ میں بھی ان کے مبلغین کام کر رہے ہیں۔ افریقہ کے صحرا ان کی اذانوں سے گونج اٹھے ہیں۔ اور اس براعظم کی اچھی خاصی آبادی انکے زیر اثر ہے۔ امریکہ بھی ان سے خالی نہیں، تمام یورپ میں ان کے مشنری کام کر رہے ہیں۔ جرمنی کے پایۂ تخت میں ان کی مسجد بھی ہے، مشن بھی ہے۔ انگلستان میں بمقام ووکنگ ان کا عظیم الشان اسلامی مشن قائم ہے جو اس وقت دنیا میں اسلام کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ ان کی طرف سے شائع کردہ لٹریچر اتنا موثر ثابت ہوا ہے کہ اس سے دنیا کا نقطہ نگاہ بدل گیا ہے۔ یورپ میں انقلاب کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ان کا سب سے بڑا مفکر اس لٹریچر کو پڑھکر پکار اٹھا۔ کہ دنیا کا آئندہ مذہب لازماً اسلام ہو گا۔ تھوڑے سے عرصہ میں اس تحریک کا اس قدر پھیل جانا بذاتہٖ ایک معجزہ ہے۔

شدید مخالفت اور احمدیت کی فتحمندی

اگر دوسری طرف اس کی مخالفت پر نگاہ ڈالی جائے تو اس کی بھی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مذاہب عالم نے اگر کسی مذہب کی سب سے زیادہ اور منظم مخالفت کی ہے۔ تو وہ اسلام ہے۔ اور اسلام کا اعجاز ہے کہ مخالفوں کا تشدد جوں جوں بڑھتا گیا اسکی قوت تسخیر میں اضافہ ہوتا گیا۔ بعینہٖ یہی کیفیت احمدیت کی ہے اپنوں نے اور بیگانوں نے جس شدت سے مخالفت اس تحریک کی کی ہے۔ اس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اور یہ سب کچھ اس حالت میں ہوا۔ کہ احمدیت کے پاس کوئی مادی طاقت نہ تھی۔ اور احمدیت سخت بیکسی کی حالت میں چند ایک اصولوں کو لے کر اٹھی اور نہایت جابر و قہار طاقتوں سے ٹکرا گئی۔ جب کشمکش زبردست تصادم کی صورت اختیار کر گئی۔ تو مخالفوں نے بصد حسرت و حیرت یہ انجام دیکھا کہ مخالفت پاش پاش ہے۔ اور احمدیت مظفر و منصور۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا۔ کہ احمدیت کی تعلیمات میں صحیح اسلامی اصولوں کی تجلیاں ہیں اور جس طرح اسلامی اصولوں کی تقدیر میں غلبہ و فتحمندی ازل سے لکھی جا چکی ہے۔ اسی طرح احمدیت کی کامیابی میں بھی کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ ماضی اس پر گواہ ہے۔ حال اس پر شاہد ہے، اور مستقبل اس کی مزید فتحمندیوں کا منتظر ہے۔

تحریکِ احمدیت کا مطالعہ

آؤ ذرا اس تحریک کو اور نزدیک سے دیکھیں اور پرکھیں۔ کہ اس کے اصول کیا ہیں جس سے کیونکر دوسرے اسلامی فرقوں پر فوقیت حاصل ہے۔ ہم اب اپنے سیاح کے سامنے تفوقِ تحریک کے چند وجوہات پیش کرتے ہیں نتیجہ وہ خود اخذ کر لیگا۔

ہستی باری تعالیٰ پر زندہ ایمان

نمبر ۱۔ احمدیت خدا تعالیٰ کی وحدت پر کھلم کھلا ایمان پیدا کرنے کے لئے صرف منطق و استدلال سے کام نہیں لیتی۔ بلکہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ استدلال کی آخری منزل صرف یہی ہے کہ اس کائنات کا کوئی خدا ہونا چاہیئے، احمدیت انسانیت کی رہنمائی اس طرح کرتی ہے کہ وہ انسان کو "خدا ہونا چاہیئے" کے مقام سے بلند اٹھا کر "خدا ہے" کے مقام پر پہنچا دیتی ہے۔ احمدیت انسانیت کو روحانی تجربہ گاہ میں لے جاتی ہے۔ اور زندہ خدا دکھا دیتی ہے۔ . . . .

. . . .

احمدیت یہ ثابت کرتی ہے، کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے حی و قیوم ہے۔ وہ جیسے سمیع و بصیر ہے ویسے ہی مجیب الدعوات بھی ہے۔ وہ نہ صرف ہماری حالت کو دیکھتا اور فریاد کو سنتا ہے بلکہ ہمیں اس کا جواب بھی دیتا ہے اور ہم سے ہمکلام بھی ہوتا ہے جب قرآن نے یہ کہا۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔ ترجمہ: "اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو کہو کہ بیشک میں قریب ہوں میں دعا کرنیوالے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ تو میں جواب دیتا ہوں پس چاہیئے کہ میری فرمانبرداری کریں۔ اور چاہیئے کہ مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ ہدایت پائیں۔"

احمدیت قرآن کی اس دل لبھانے والی آیت کو پڑھ کر اپنے پیروؤں کو ایک ایسی وادی میں لے گئی جہاں مولویوں کا گذر نہیں، ادیبوں اور واعظوں کا دخل نہیں، یہ وہ جگہ ہے جہاں جبریل کے پر جلتے ہیں۔ جہاں روحانی کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ روح رقص میں اور عقل سلیم وجد میں آجاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خدا اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ ان کی باتیں سنتا ہے اُن سے گفتگو کرتا ہے۔ اور بندے اسکو دیکھتے ہیں۔ اور اسکی سنتے ہیں اور اس کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے . . . . جہاں پہنچ کر کوئی پکار اٹھا تھا ؎

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو
چوں نمی گوئم چوں مرادلدار میگوید بگو

یہاں ایسی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں ، من دیگرم تو دیگری

کے ترانے الاپے جاتے ہیں۔

نبوّت محمّدیہ کی جلوہ آرائیاں

یہ حقائق ہم کس طرح متشدد قسم کے اور خشک مزاج مُلّاؤں اور مودودیوں کو سمجھائیں۔ ان لوگوں نے تو صرف نبوّت کو ختم کیا بلکہ خود محمد صلعم کی نبوت کو ناپید کر دیا۔ حالانکہ وہ نبوّت موجود ہے۔ زندہ ہے اور اس کے فیوض کے چشمے جاری و ساری ہیں، اور قیامت تک اس کی جلوہ آرائیاں دنیا کو منور کرتی رہیں گی۔ نبوّتِ محمدیہ انسان کو خدا سے ملاتی ہے اور روح انسانی روح کُلی سے ہم آغوش ہو جاتی ہے اسی مرحلہ پر پہنچ کر حضرت مرزا غلام احمد نے دعوےٰ کیا۔ کہ میں علیٰ وجہ البصیرت خدا کی ہستی کو دیکھتا ہوں۔ اور وہ کہتا ہے کہ وہ مجھ سے ہمکلام ہو کر اپنی زندہ ہستی کا ثبوت دیتا ہے خدا نے مرزا کو کہا۔ کہ تمام دنیا کو قرآنی حکومت کے جھنڈے کے نیچے لے آؤ۔ قرآن کی تعلیمات کو عام کرو۔ قرآن کے پیغام کو پھیلاؤ، اسلام کی اشاعت کرو۔ اس قسم کے کلام کو سن کر خود مرزا صاحب اور ان کی جماعت نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

"اگر کوئی اور ہستی ہمکلام ہوتی"

اگر مرزا صاحب سے خدا کے سوا کوئی اور ہستی ہمکلام ہوتی۔ تو وہ اس کو قرآن سے منحرف کر دیتی، اسلام سے برگشتہ کر دیتی اور نئی کتاب اور نئی شریعت معرضِ وجود میں لے آنے پر ابھارتی۔ اسی دنیا میں وہ بھی آیا جس نے قرآن کو منسوخ کر دیا حضور نبی کریم صلعم کی نبوّت کو ختم کر دیا۔ اور نئی شریعت نبوت دنیا کو دی اور ایک اباحتی مذہب دنیا کو بخشا۔ انسانوں کے اخلاق کو بگاڑ دیا۔ ان میں کئی اقسام کی اخلاقی اور روحانی بیماریاں پیدا کر دیں۔ پس زندہ خدا کی زندہ تعلیم کو پھیلانے والے زندہ لوگ کبھی بھی مردہ دین اور مردہ دل لوگوں کے مرعوب یا خائف نہیں ہو سکتے۔

بشنوید اے مردگان من زندہ ام ؛ اے شبانِ تارِ من تابندہ ام

قرآن سے نورِ ہدایت

۲۔ احمدیت نے قرآن کو جو مسلمانوں نے جزدانوں میں بند کر رکھا تھا۔ یا اس کا استعمال صرف عدالتوں میں حلف اُٹھانے تک محدود کر رکھا تھا۔ دنیا کے سامنے پیش کیا اور مذاہب عالم کو چیلنج کیا کہ وہ محض اپنی الہامی کتابوں کی بنا پر اسلامی تعلیمات کا مقابلہ کریں۔ اور ہم مقابلہ میں صرف قرآن مجید کو پیش کریں گے۔ مسلمانوں کے پہلے تین سو برس چھوڑ کر باقی ہزار برس جو گذرے اس میں قرآن طاقِ نسیان پر پڑا رہا۔ اور یہ صرف احمدیت کی برکت ہے۔ کہ آج ان کی دیکھا دیکھی اکثر مساجد میں قرآن کے درس ہوتے ہیں اور احمدیت کی تیار کردہ تفسیروں سے لوگ نورِ ہدایت حاصل کر کے قرآن کے مضامین تو بیان کر رہے ہیں۔ جہاں کہیں کوئی مشہور عالم درس قرآن کا سلسلہ شروع کرتا ہے۔ وہاں مولانا محمد علی کی تفسیر اس کے زیر مطالعہ رہتی ہے۔ احمدیت کی وجہ سے قرآن کا گھر گھر چرچا ہو رہا ہے، یہ تو سب کچھ اس تحریک کی عظیم الشان فتح کی نشانی ہے۔ زبانیں مخالفت کرتی ہیں مگر دل اندر سے کھائے گئے ہیں۔

عیسائیت کا مقابلہ

۳۔ زمانۂ حاضرہ میں اگر کوئی مذہب اسلام کے بالمقابل تبلیغی مذہب ہے تو وہ عیسائیت ہے۔ اور قرآن نے عیسائیوں کے متعلق نرم الفاظ رقم کئے ہیں

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

عیسائیوں کے سرگرم کارکن دنیا میں دور دور تک پھیل کر پھیل گئے۔ افریقہ کے صحراؤں تک کو انہوں نے پامال کر دیا۔ ملایا۔ چین، جاپان تک وہ پہنچے۔ اور یہ سمجھا جانے لگا۔ کہ عنقریب تمام دنیا عیسائیت کے قدموں پر جھک جائے گی۔ اسلامی ممالک میں بھی ان کی تازہ دم یورشیں ہوئی۔ اور لوگ دھڑا دھڑ اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت میں شامل ہونے لگے۔ اس نازک وقت پر احمدیت کا نقیب اُٹھا اور اس نے ببانگ دہل "وفاتِ عیسیٰ" کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہونے پر عیسائیت کا قصرِ عالیشان دھڑام سے نیچے آگرا۔ اور کفارہ کے مسئلہ کی نامعقولیت بھی واضح کر دی گئی۔ عیسائیوں کے خدا کی وفات جب ثابت ہو گئی۔ تو ساتھ ہی عیسائیت بھی لقمۂ اجل بن گئی حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی وجہ سے تاریخ میں انہیں ایک بہت اعلیٰ اور ارفع مقام حاصل ہو چکا ہے اور یہ ایک ہی وجہ انہیں مجدد و مہدی و مسیح موعود قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

مہدی اور مسیح کے کارنامے

وہ عیسائیوں کے لئے مسیح ہو کر آئے۔ وہ مسلمانوں کے مہدی بنے اور ان کو بتایا کہ فولاد کی تلوار سے نہیں بلکہ دلیل کی شمشیر سے مخالفوں کو فتح کرنا مہدی کا اصل کام ہے۔ انہوں نے ان دونوں عہدوں کو نہایت کامیابی اور کامرانی سے اور بطریق احسن انجام دیا۔ یہ اس مذہب کے متعلق اسلام اور اس کے مبلغین کے کارنامے ہیں۔ جس کو وہ سب سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں دوسرے مذاہب تو ان کی ایک ضرب بھی کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اسلام مذاہب عالم کے مقابلہ میں تازہ دم ہے۔ اور اسی لئے تو زبردست قوت کا مالک ہے۔ اس راز کو اس زمانہ میں صرف احمدیت نے آشکارا کیا۔

بعثت مجددین

نبوّت کے ختم ہونے سے انسان کا تعلق خداوند تعالیٰ سے ختم نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے انسانوں میں دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے۔ اس نے جو نظام اخلاق قرآن کریم کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ وہ تازہ بتازہ اور نو بنو پیش کرتا رہتا ہے اور اپنی جانب سے ایسے آدمی مقرر فرماتا ہے۔ جو آسمانی نور سے منور ہو کر اخلاقِ الٰہی کے قوانین پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ اور رسول اکرم صلعم کے نقش پا پر چل کر اسی نمونہ کا ایک نیا پیکر بن کر اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ انکو اصطلاح اسلام میں مجددین کہتے ہیں۔ اور حضرت محمد صلعم کی ایک صحیح حدیث جو متفق علیہ ہے ان الفاظ میں موجود ہے۔ ان اللّٰہ یبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها گذشتہ تیرہ صدیوں میں مجددین کا باقاعدہ ظہور ہوتا رہا۔ اور لازمی تھا کہ اس صدی کے آخر میں بھی ہوتا۔ اور ہوا۔

الہام سے رازہائے سربستہ بتانے کا اعلان

یاد رہے یہ وہ زمانہ ہے۔ جس میں علی الاعلان ہستیِ خدا کا انکار کیا گیا۔ علماء دہر و فضلاء زمانہ نے کیا۔ سائنس نے انوکھے اور نئے نئے انکشافات کئے۔ اور انسان کو سربستہ رازہائے قدرت سے آگاہ کیا۔ مذہب کو محض ایک خوش اعتقادی کا درجہ دیا جانے لگا۔ اخلاق کے اقدار بدل گئے۔ اور الہام کو ایک افسانہ اور ایک خاص دماغی کیفیت ظاہر کیا جانے لگا۔ ایسے حالات میں اس صدی کے مجدد نے ان بزعم خود ترقی یافتہ عناصر کو چیلنج کیا۔ اور کہا کہ رازہائے غیبیہ مجھ پر ظاہر ہوتے ہیں اور میں اللہ تعالےٰ سے علم پاکر وہ کچھ بتا سکتا ہوں جو تمہاری سائنس اپنا زیادہ سے زیادہ زور لگا کر بھی نہیں بتا سکتی۔ اس نے یہ چیلنج پس ماندہ اور جاہل علاقوں میں نہ دیا بلکہ یورپ کے مراکز میں اس روحانی فلسفہ کو بیان کیا۔ اور وہاں کے روشن خیال طبقہ کو متاثر کر کے انہیں دائرہ اسلام میں شامل کرنا شروع کیا۔ سائنس کے دلدادہ احمدیت کے سامنے ادب سے جھک گئے۔

نسل انسانی کی خدمت کرنیوالی جماعت

۵۔ دنیا کی اصل بیماری جس سے توازن انسانیت بگڑ چکا ہے۔ اور جس کی وجہ سے جنگ کے تباہ کن شعلہ جات بھڑک رہے ہیں جس کی وجہ سے قوم سے قوم، ملک سے ملک اور فرد سے فرد تک ٹکرا رہا ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے۔ کہ لوگوں کا خدا سے ایمان اُٹھ گیا ہے۔ اگر دوبارہ خدا پر ایمان قائم ہو جائے اور اس کے احکام کی پیروی شروع

کردی جائے۔ تو اس عالم فانی میں امن قائم ہو سکتا ہے اور ملک الموت جنگ کا بھوت جس کے خوف سے دنیا کا ہر فرد لرزہ براندام ہے اور جس کی وجہ سے ہر ملک امن امن پکار رہا ہے۔ ہلاک کیا جا سکتا ہے قرآن کریم نے تمام انسانیت کا منبع نفس واحدہ کو قرار دیا ہے اور اسی کو جوڑے کی شکل میں پیدا کر کے نسل انسانی کی افزائش کا انتظام کیا ہے، رنگ اور زبان علیحدہ کا اختلاف اور تہذیبوں کا تباین آب و ہوا کے اختلاف سے ظہور پذیر ہوا نسل کے لحاظ سے کسی قوم کو دوسری قوم پر برتری نہیں، تہذیب کا ایک چکر چلتا ہے۔ جو کبھی کسی قوم کو بلندی پر لے جاتا ہے اور کبھی کسی قوم کو منازل ترقی طے کرا کے اعلیٰ وارفع مقام پر پہنچا دیتا ہے صحیفہ قدرت کو بار بار دیکھو اس کے قوانین کا تجزیہ کرو، اسکے قوانین کے فلسفہ کو سمجھو تمہیں اس بات پر یقین آ جائیگا کہ خدا رب العالمین ہے۔ وہ اب تک ہماری جسمانی تربیت کے سامان پیدا کر رہا ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ ہمارے روحانی مفاد سے غافل ہو۔ یہ کائنات اسکے عمل کا ایک پیکر ہے۔ اور قرآن مجید اس کے قول کا منشور ہے۔ جس طرح اس صفحۂ ہستی پر قوانین قدرت عمل کرتے نظر آتے ہیں اسی طرح صحیفۂ آسمانی میں روحانی قوانین بیان کر دیئے گئے ہیں ان سب قوانین کا تذکرہ مجملاً قرآن میں موجود ہے۔ اس میں ابدی صداقتیں بیان کر دی گئی ہیں، جو ہر وقت عمل کی کسوٹی پر پرکھی جا سکتی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے انہی صداقتوں کی طرف انسانی توجہ مبذول کی اور انہی پر لوگوں کو عمل کرنے کی دعوت دی۔ تا کہ انسانی کردار استوار ہوں۔ اور انسان انسان سے محبت کرنے لگ جائیں اور قوم قوم کی غمگسار ہو۔ تنگدلی، کم ظرفی، عناد، لالچ، خود غرضی اور ظلم وغیرہ وغیرہ یعنی ہر قسم کی برائیاں دور ہو جائیں اور اس قسم کی خباثتوں کا سد باب جبھی ہو سکتا ہے۔ جب انسانوں میں اعلیٰ ملکوتی صفات پیدا ہوں، اور وہ ایک دوسرے کیلئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے پر قادر ہو جائیں۔ اس نے ایک بے غرض اور بے لوث خدمت کرنے والی جماعت پیدا کی جو جرمنوں، اٹالویوں، انگریزوں، فرانسیسیوں غرض سب کی غمگساری کرنے لگی اور انکو راہ ہدایت کی طرف لانے کے لئے مصیبتیں برداشت کرنے لگ گئی۔ اس قدر ایثار اور قربانی صرف زندہ خدا پر محکم ایمان سے پیدا ہو سکتی ہے۔

قبولیت اسلام کے آثار

حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کا نسل انسانی پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ کہ انہوں نے عیسائیت کے دجالی فتنہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور انسانیت کی نفسیاتی و روحانی فضا میں ایک وسیع خلا پیدا کر دیا جس کی طرف قانون فطرت کے تحت اسلام کی تیز اور پرزور ہوائیں اور فیوض و برکات ہوائیں اس خلا کو پُر کرنے کے لئے چل پڑیں چشم فلک اب یہ نظارہ دیکھنے لگی ہے۔ کہ دنیا کے تمام گوشوں اور کونوں میں قبولیت اسلام کے آثار پیدا ہو رہے ہیں، خود نوجوانان ممالک اسلامیہ کے سینوں میں بیداری اور ترقی کرنے کی امنگیں موجزن ہیں۔ اور وہ نہ صرف جسمانی آزادی کے خواہاں ہیں بلکہ انکے قلوب میں روحانی و اخلاقی ترقی کے لئے بھی روز افزوں شوق و ولولہ پیدا ہو رہا ہے تحریک احمدیت کیساتھ ساتھ اور متوازی اور بعض دفعہ اسکی مخالفت کا ادعا کرتے ہوئے بھی جو تحریکیں اٹھ رہی ہیں ان کا سرچشمہ بھی احمدیت ہی ہے۔

اپنی قوم سے خطاب

ایک حسرتناک نظارہ

ہمارا سیاح جہاں دنیا میں ایک طرف قبولیت اسلام کے آثار دیکھ رہا ہے وہاں دوسری طرف اسے خود جماعت احمدیہ میں قدرے غفلت اور جمود کے آثار نظر آئیں گے، جس سے اسے سخت حیرت ہوگی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب

پوری طاقت صرف کرنے کا کام کرنے کا وقت آیا تو ہمارے کارکن سست پڑ گئے۔ یہ وقت تو وہ تھا کہ ہم میں سے ایک ایک فرد اپنی اپنی جگہ پر روحانیت کا اخلاق اور تحقیق کا اور دانشمندی کا مظہر و مرکز ہوتا۔ لوگ ہم سے ہر مسائل میں مشورہ لیتے اور ہم ہدایت کا سرچشمہ ہوتے۔ اور اپنے ماحول کو اس خوبصورتی اور دلآویزی سے متاثر کرتے کہ لوگ احمدیت کی طرف کھنچے چلے آتے۔ اور احمدیت کی تقدیر میں دنیا کی تسخیر رقم ہو جاتی۔ ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ زود یا بدیر ایسا ہی ہوگا۔ ہاں! اگر ہم نے اپنے فرض کو دیانتداری اور وفا شعاری سے ادا نہ کیا تو کسی دوسری جگہ کوئی اور جماعت کھڑی ہو جائیگی، جو ہم سے زیادہ حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کی شیدائی ہوگی اور زیادہ مستعدی اور زیادہ سرگرمی سے اس پر عمل پیرا ہو کر تمام انسانیت کو دعوت اسلام دیگی۔ اور اس وقت ہم حرمان نصیب ہوں گے۔ اور اپنے کئے پر پچھتاویں گے اور اپنی قسمت پر روئیں گے۔

اتحاد و اتفاق کا وقت

عزیزو! یہ کام کرنیکا وقت ہے۔ آپس میں اتحاد و اتفاق کا وقت ہے۔ تقاضات کو دور کر دینے کا وقت ہے انسانیت کی امامت کا منصب خالی ہے۔ آسمان کی طرف سے یہ تحفہ آپکو دیا جا رہا ہے۔ اور آپ اسکو ٹھکرا رہے ہیں۔ قریب ہے کہ آسمان و زمین غضبناک ہوں جب غضب کے شعلے بھڑک اٹھے تو بتاؤ تمہارا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ اسباب زوال کی تاریخ ایک یاس انگیز اور حسرتناک داستان ہے، اسکو پڑھو اور اس سے سبق حاصل کرو تم تو خیر امۃ ہو اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر آپکا فریضہ ہے اس غفلت اور انحراف نے ہمیں قعر مذلت میں گرا دیا۔ بیماری کی ساری قوم تشخیص کر چکا ہوں کہ ہمارے لچھن اچھے نہیں ہیں جو آثار نظر آ رہے ہیں وہ امید افزا نہیں ابھی وقت ہے کہ ہم اس سفر حیات کے گرد و پیش پر نگاہ ڈالیں اپنے اعمال کا محاسبہ کریں اور اپنے مشن کی اہمیت کو محسوس کریں اپنے فرض کی نزاکت کو سمجھیں۔

ہماری ذمہ داریاں

یاد رکھو! جتنی بلندی سے کوئی چیز گرتی ہے اتنا زیادہ صدمہ اسکو پہنچتا ہے۔ اور اس کے پاش پاش ہو جانیکا اندیشہ ہوتا ہے، اگر تم تحریک احمدیت کو ایک الٰہی تحریک سمجھتے ہو اور مرزا صاحب کو خدا کا مامور تو اس جماعت میں داخل ہو کر آپنے ایک بہت بڑی ذمہ داری اپنے سر اٹھائی ہے، جو کام خدا آپ سے لینا چاہتا ہے اس کے لئے بالکل مطیع و فرمانبردار بن کر تیار ہو جاؤ۔ اور نتائج سے لاپروا ہو کر اپنے مشن کی کامیابی میں لگ جاؤ۔ اس تحریک کی ابتدا آسمان سے ہوئی تھی، اس کی کامیابی کی علامات یقیناً مستقبل قریب میں ظاہر ہو جائیگی، اگر آپنے غفلت و کسالت اختیار کی تو یاد رکھئے سہ ایں قضاء آسمان است و بہرحالت شود پیدا۔ خدا کے کام ضرور ہوں گے وہ کبھی نہیں رکے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے احکام الٰہی کی تابعداری کر کے ان کام کو سرانجام دیدیا اس میں ان کا اپنا ہی نفع تھا۔

احمدیت کی تائید میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مخالفتیں جس قدر زور سے اٹھتی ہیں اسی زور سے ٹھنڈا ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ساٹھ ستر سال کے زمانہ میں جسقدر مخالفت کی آندھیاں اٹھیں اور طوفان چلے وہ سب کے سب مردہ ہو کر رہ گئے کیا اس میں آپکو خدا تعالیٰ کے نشانات نظر نہیں آتے میں جماعت کی حالت دیکھ کر افسردہ خاطر ہو جاتا ہوں چاہئے تو یہ تھا کہ تخریبی طاقتوں کے اس طرح رسوا ہو جانے سے احمدی قوت پکڑتے .....

..... انکے ایمان تازہ ہوتے انکے کاموں میں زیادہ سرگرمی اور تسلسل پیدا ہوتا۔ مگر میں کچھ پژمردگی کے آثار دیکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ یہ ایک عارضی دور ہو اور خدا اسے پھر کبھی اسی آن بان سے کھڑا کر دے، قرآن ہمارے پاس موجود ہے اسکی تفسیر مرزا صاحب کے مریدِ خاص کی تیار کردہ ہمارے پاس موجود ہے تبلیغ کی کٹھن منزلیں طے ہو چکی ہیں مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ چکے ہیں، سفر کے لئے شاہراہیں تیار ہیں، زادِ سفر مہیا ہے لٹریچر کی کمی نہیں، دلائل کے انبار لگے ہوئے ہیں، صرف انکی اشاعت کیلئے کارکن چاہئیں اگر جماعت کی تنظیم

از سر نو صحیح راہوں پر استوار کر دی جائے تو کامیابی ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ فتح و نصرت آپکے قدموں کو چومنے کیلئے تیار ہے۔

مقام اعتدال پر کھڑی ہوئی جماعت

آپ ہی دنیا میں ایک جماعت ہیں جو عالمگیر اخوت اسلامی کے علمبردار ہیں۔ یہ انسانیت کے تمام منتشر عناصر کو اسلام پر اکٹھا کر سکتے ہیں تم ہی اسلام کے تمام فرقوں میں سے قدر مشترک کی حیثیت رکھتے ہو تمہارے اعلان کی یہ گونج کہ قائلین کلمہ طیبہ مسلمان ہیں۔ اور انہیں دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا ابھی تک اکناف عالم میں سنی جا رہی ہے۔ اور تم ہی مقام اعتدال پر کھڑی ہوئی جماعت ہو جو حضور نبی کریم کی ختم نبوت کے دلی یقین اور قلبی اعتقاد سے قائل ہو۔ تمہارے ہاں کوئی ایچ پیچ نہیں تم امتی کو امتی کہتے ہو۔ اور نبی کو نبی۔ تمہارے ہاں انبیاء کے متعلق نئے اور پرانے کا کوئی امتیاز نہیں۔ تم صحیح معنوں میں صاف صاف اور نہایت بین طریقہ سے اعلان کرتے ہو۔ کہ محمد صلعم کے بعد کوئی نیا نبی آ سکتا ہے نہ پرانا۔

کوئی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا

پس جن ہتھیاروں سے تم مسلح ہو۔ اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی جماعت نہیں کر سکتی۔ ہاں! اگر ان ہتھیاروں کو تم خود ہی استعمال نہ کرو۔ اور مسلمانوں کے عام جمود میں گم ہو کر ختم ہو جاؤ تو پھر تمہارے لئے سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا مرثیہ پڑھا جا سکتا ہے۔ یاد رکھو تمہارے مقابل پر مودودی کوئی طاقت نہیں، وہ تو اختلاف رائے کی بناء پر قتل کا فتویٰ دیتا ہے، اسکے ہاں ارتداد کی سزا موت ہے، وہ اختلاف رائے کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس معاملہ میں وہ بڑا سخت گیر ہے۔ مگر دوسری طرف اسکی یہ کیفیت ہے کہ وہ اجازت دیتا ہے کہ تم بغیر نکاح کے لاتعداد لونڈیوں سے جنسی تعلقات پیدا کر سکتے ہو۔ یہ افراط و تفریط کے طریقے اسلام کے صریح خلاف اور قرآن سے واضح انحراف ہے۔ تم اعتدال پر ہو۔ تم امت وسطیٰ کے نام کے صحیح مصداق ہو پرویز بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ بندۂ قال ہے کشتۂ حال نہیں یہ قیل و قال کی مجلس اور خشک استدلال کی بحثیں انسانوں کو بھول بھلیوں میں تو پھنسا سکتی ہیں مگر ساحل مراد تک نہیں پہنچا سکتیں۔ وہ اسلام کی شاندار روایات کو مٹانا چاہتا ہے اسکو تاریخ اسلام کے رنگین باب محو کرنے میں لذت محسوس ہوتی ہے اسے سنت رسول سے کد ہے۔ وہ فطرت اسلام کا شناس نہیں اسکے علم کا خمیر کسی غیر اسلامی فلسفہ کی مٹی سے تیار ہوا ہے وہ نہ مسلمانوں کو اپیل کر سکتا ہے نہ اس سے عام انسانیت متاثر ہو سکتی ہے اس کے قلم میں چابکدستی ضرور ہے، مگر حقیقت پسندی مفقود ہے، باقی رہے عام ملا لوگ تو یہ ایک وسیع قبرستان میں مدفون ہیں ان میں زندگی کے آثار نہیں۔

ہم یہ مضمون لکھ رہے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ یونہی لکھتے چلے جائیں گے یہ مضمون اس قدر وسیع ہے۔ اور اسکے متعلق اس قدر شدید احساسات ہمارے اندر موجود ہیں۔ کہ ہم سمجھتے ہیں، کہ اس انداز میں ہم ایک طویل عرصہ تک گفتگو کر سکتے ہیں۔ ہمارے دل کی یہ کیفیت کسی کی قلبی کیفیت کا ایک ادنیٰ سا عکس ہے جس کے ہاتھ میں جب قلم آتا تھا تو ہزاروں صفحات سیاہ ہو جاتے تھے۔ مگر خیالات کی روانی نہ رکتی تھی۔ ہم اس عظیم الشان سلطان القلم کے دامن سے وابستہ ہیں جس نے اسی سے زیادہ کتب لکھیں اور شائع کیں۔ اور وہ حقیقت و صداقت کی بار بار منادی کرتا تھا۔ اسکے کلام میں اعادہ بھی تھا اور تکرار بھی تھا۔ نوید و تبشیر بھی تھی اور تنبیہ و انذار بھی تھا، جوش تبلیغ بھی تھا۔ اور ولولۂ تسخیر

۴۴۔ بھی۔ امید تغلب بھی تھی، اور قوت تسخیر بھی۔ وعظ کی رعنائی بھی تھی۔ اور ہم لطیبر بھی، وہ ایک ایک حقیقت کو بار بار بیان کرتا تھا۔ اور نہ تھکتا تھا۔ وہ دلوں کی زمین کو ہر وقت کریدتا تھا اور اس میں سچائی کے بیج بوتا تھا۔ اور کاشت

قرآن کریم کے وہ دعاوی جو اس زمانہ میں

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود باجود کے ذریعہ پایہ ثبوت کو پہنچے

شیخ عبد الرحمن صاحب مصری احمدیہ بلڈنگس لاہور

مجددین میں ایک نمایاں ہستی اور اس کے مختلف ناموں کی وجہ تسمیہ

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ امت محمدیہ میں خدا تعالےٰ سے الہام پاکر ایسے لوگ ماموریت کے مقام پر کھڑے ہوتے رہینگے جن کو قرآن کریم خلفاء، آئمہ ربانی اور صدیق کے نام سے پکارتا ہے اور احادیث انہیں "مجدد" اور "محدث" کا نام بھی دیتی ہے، قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان مجددین اور خلفاء میں ایک ایسا مجدد اور خلیفہ بھی ہوگا جو حضرت مسیح ناصری نبی اللہ کے ساتھ بعض اہم مشابہتوں کی وجہ سے "مسیح" کے لقب سے ملقب کیا جائے گا اور اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ اس کے تمام کمالات حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلعم کے کمالات کا عکس اور ظل ہوں گے اور اپنے مخصوص فرض منصبی کے ادا کرنے کے لئے جس قدر قوت قدسیہ اور علوم روحانیہ اور معارف قرآنیہ سے اس کو حصہ ملے گا وہ آنحضور صلعم کی قوت قدسیہ اور علوم روحانیہ اور معارف قرآنیہ کا ہی ورثہ ہوگا، وہ مہدی کے اسم سے بھی موسوم ہوگا اور اس لحاظ سے کہ تجدید دین کی جو خدمت اس کے سپرد ہوگی وہ دیگر تمام مجددین کے مقابلہ میں نہایت ہی اہم ہوگی اور جس کو سرانجام دینے میں اسکو اس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ کسی اور مجدد کو ان کا عشر عشیر بھی پیش نہیں آئی ہوں گی وہ خاتم الخلفاء اور رسول کریم صلعم کا کامل بروز قرار پائے گا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہی دعوےٰ تھا کہ وہ امت محمدیہ کے موعود مسیح اور معہود مہدی اور خاتم الخلفاء اور نبی کریم صلعم کے کامل بروز ہیں۔

مجدد کا کام

مجددین کا جو کام شروع سے چلا آرہا ہے وہی اسلام میں مجددین کا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ از سر نو اپنے نبی متبوع کے دین کی صداقت کو مبرہن کرکے دکھلادے اور اس کے متعلق تمام مخالفین پر اتمام حجت کردے اور دنیا پر یہ ثابت کردے کہ اس کا نبی متبوع زندہ نبی ہے اور اس کا لایا ہوا دین زندہ دین ہے اس کی کامل پیروی کرنے والے کو جن برکات اور انعامات کے وعدے خدا تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے ہیں وہ سچے اور پورے ہونے والے وعدے ہیں جو کبھی خطا نہیں جا سکتے۔ اور اپنوں اور بیگانوں کی طرف سے شکوک شبہات کے جو پردے اس کے نبی متبوع اور اس کے لائے ہوئے دین کے خوبصورت اور روشن چہرہ پر ڈال دیئے گئے ہیں ان کو پاش پاش کرکے اس کو اس کی اصلی شکل میں نمایاں کردے اور خود مسلمانوں کے دلوں میں دین کے متعلق جو وساوس راہ پاگئے ہوں اور ان کے ایمانوں میں جو کمزوری پیدا ہو گئی ہو ان کو دور کرکے ان کے دلوں کو یقین، بصیرۃ، اطمینان اور سکینۃ سے لبریز کردے اور دشمنان اسلام اور معاندین ملت خیر الانام کی دائمی شکست کے جو وعدے حضرت سرور کائنات صلعم کو قرآن پاک میں دیئے گئے ہیں اور اسی طرح آنحضور صلعم کی دائمی فتح اور کامیابی اور آپ کی لازوال تائید و نصرت اور حفاظت دین اور مسلمانوں کی مدد کے جو وعدے خدا کی کتاب میں دیئے گئے ہیں ان کو عملی جامہ پہنا کر دکھلا دے، غرضیکہ اسلام کی برتری دیگر ادیان پر اور حضرت نبی کریم صلعم کی فضیلت تمام مصلحین عالم پر ہر پہلو سے اس طرح ثابت کردے کہ کسی منصف مزاج کو انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

اس زمانہ میں اسلام پر یورش کی کیفیت اپنی نظیر آپ ہے

یہ وہ خدمت ہے جو حضرت نبی کریم صلعم کے خلیفہ اور آپ کی امت میں مبعوث ہونے والے مجدد کے سپرد کی جاتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ۱۳۰۰ برس میں کسی مجدد کے وقت میں مخالفین اسلام اور معاندین نبی کریم صلعم کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام کی ذات پر اعتراضات کی اس قدر بوچھاڑ نہیں ہوئی جتنی کہ اس زمانہ کے مجدد کے وقت میں ہوئی ہے اور کسی زمانہ میں بھی اسلام اور بانئے اسلام کے چہرہ مبارک کو اتنا [illegible] اتنا سیاہ اور بھیانک کرکے نہیں دکھلایا گیا جتنا کہ اس زمانہ کے مجدد کے وقت میں دکھلایا گیا ہے اور کسی زمانہ میں بھی مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور بانی اسلام کے خلاف وساوس کو اس شدت سے پیدا نہیں کیا گیا جس شدت سے اس زمانہ میں کیا گیا ہے۔ بموسم اندازی کی شدت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے ایمان کی بنیادیں ہل گئیں اور ان کے قصر ایقان میں ایسا زلزلہ آیا کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور ان کے دلوں میں یہ خیال جاگزین ہونا شروع ہو گیا کہ اسلام اپنی طاقت ختم کرچکا ہے اب یہ جسم بے جان ہے۔ اس میں زندگی پیدا ہونے کی اب کوئی امید نہیں۔ اگر اب ہمیں آب حیات مل سکتا ہے تو یورپ کے چشمہ سے مل سکتا ہے۔ اب ہم اگر ترقی کر سکتے ہیں تو قرآنی اصولوں پر چل کر نہیں بلکہ ان اصولوں پر عمل کرکے کر سکتے ہیں جو یورپ کے فلاسفروں اور سیاستدانوں نے ایجاد کئے ہیں یہ خیالات پہلے دلوں میں پیدا ہوئے پھر آہستہ آہستہ زبانوں پر آنے لگے آخر کار پھر انہوں نے مسلمانوں کے عمل میں آنا بھی شروع کردیا کمزوری ایمان کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض مسلمان کہلانے والوں نے کھلم کھلا اعلان کردیا کہ اسلام کا دور ختم ہوچکا ہے۔ قرآن پاک کی شریعت اب قابل عمل نہیں رہی بلکہ یہ مسلمانوں کی ترقی کے راستہ میں روک بن کر کھڑی ہوگئی ہے اس کی جگہ نئی شریعت کی ضرورت ہے اور نبی کریم صلعم بھی نعوذ باللہ اب قابل پیروی رسول ---- نہیں رہے بلکہ آن سے بڑھکر کسی مظہر اللہ کی ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے صرف اعلان پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ نئی شریعت اور نیا مصلح بھی پیش کردیا ---- دشمنوں کے حملوں کا یہ حال مسلمانوں کے ایمانوں کی یہ کیفیت اور اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں کی ظاہری شان و شوکت کا چراغ بھی گل ہوگیا جو کسی قدر اسلام کے لئے سپر کا کام دے رہی تھی۔ دوسرے نمبر پہ کسی دین کی حفاظت کے لئے ظاہری و باطنی علماء کا گروہ ہوتا ہے لیکن ان کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہورہی تھی نہ کوئی ظاہری عالم ایسا تھا کہ دشمنان اسلام کے علمی حملوں کی روک تھام کرسکتا اور نہ کوئی باطنی عالم ایسا تھا جو اسلام کی باطنی خوبیوں کو اجاگر کرکے دکھلا سکتا تا اسی ذریعہ سے مخالفین اسلام پر حجت تمام ہو جاتی غرضیکہ عالم اسلام پر چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی روشنی کی کوئی کرن کہیں نظر نہ آتی تھی، ہر سو مایوسی کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے جو امید کی جھلک سے چھٹتے نظر نہ آتے تھے مزید تفصیل کے لئے مولانا حالی کے مرثیہ کا مطالعہ کافی ہوگا۔

مجدد کی مشکلات

ہر عقلمند انسان خود ہی غور کرسکتا

ان حالات میں جس شخص کے سپرد تجدید دین کی خدمت سپرد کی جائے گی اس کو کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا حکومت غیر اسلامی جسکو اسلام کی ترقی ایک آنکھ نہیں بھاتی - اسلامی حکومتیں بے جان تمام مسلمانوں میں نہ ہمت، نہ ایمان نہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ پر یقین تو تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کو اپنی راہ میں روک سمجھ رہا ہے، امراء اپنی عیاشیوں میں مست اور دنیا کی محبت میں منہمک غرباء بے بس، اس کی مدد کے لئے اٹھے تو کون اٹھے اس کے علاوہ سب سے بڑی مشکل اس کی راہ میں یہ تھی کہ خود مسلمانوں نے اسلام کا جو نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہوا تھا وہ ایسا بھیانک تھا کہ اس کی طرف کشش پیدا ہونی تو کجا دلوں کو اس سے متنفر کرنے کا موجب بن رہا تھا اور اس پر طرہ یہ کہ مسلمان اسے ہی صحیح اسلام یقین کئے بیٹھے تھے اور اس کی صحت پر انہیں اس زور سے اصرار تھا کہ اس میں اصلاح کرنے والے کو وہ کافر اور اسلام کا دشمن یقین کرتے تھے نہ صرف یہ بلکہ اس کے قتل کرنے کے درپے تھے۔ اور اس دشمنی میں اس حد تک غلو کو اختیار کرتے ہیں کہ وہ عیسائیوں اور ہندوؤں کو اس سے بڑھ کر ہدایت یافتہ قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور جب وہ دشمنان اسلام کے سامنے اسلام کی خوبیوں اور اس کے کمالات کو پیش کرتا ہے تو وہ انہیں کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان نہیں اور جس اسلام کو یہ شخص پیش کر رہا ہے یہ اسلام ہے ہی نہیں اور اس طرح انہیں اسلام سے دور بھگا دیتے ہیں، دشمن دل میں یقین تو کرتا ہے کہ جو تصویر اسلام کی یہ مدعی مجددیت پیش کر رہا ہے وہ ایسی دلکش ہے کہ اس کی دلکشی دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی لیکن ظاہری طور پر وہ دوسرے مسلمانوں کے پیش کردہ اسلام کی آڑ لے کر اسلام پر اعتراضات کے تیر چلانا شروع کر دیتا ہے جس سے مجدد وقت کی راہ میں مشکلات کے ایسے پہاڑ کھڑے ہو جاتے ہیں جن کو عبور کرنا کوئی آسان کام نہیں ایک طرف تو سب سے پہلے ایسے مجدد کو اپنی قوم سے ہی نپٹنا ہوگا اور ان کے دلوں سے ان غلط اور خلاف واقع خیالات کو نکالنا ہوگا، جو اسلام کے متعلق صدیوں سے ان کے قلوب میں راسخ ہو چکے ہوتے ہیں، اور اس کے بعد صحیح اور حقیقی اسلام کا انہیں عاشق بنانا ہوگا اور پھر مسلمانوں میں سے ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کی صداقت اور اس کے زندہ مذہب ہونے اور تمام ادیان پر اس کی آخری فتح کا یقین پیدا کرنا ہوگا جو اسلام کو ایک مردہ مذہب یقین کئے بیٹھے ہیں اور دوسری طرف معاندین اسلام کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اسلام کا دفاع اس خوبصورتی اور مضبوطی سے کرنا ہوگا کہ دشمن کے تمام حملے پسپا ہو جائیں نہ صرف یہ بلکہ ان کے مذاہب پر ایسا زبردست حملہ کرتا ہوگا جس سے ان کا مردہ دین ہونا نمایاں ہو جائے اور پھر دلائل عقلیہ کی رو سے بھی اور برکات سماویہ کی رو سے بھی اسلام کی برتری ان کے مذاہب پر ایسے رنگ میں ثابت کرنی ہوگی کہ کسی کو چون و چرا کی گنجائش باقی نہ رہے، اب تاریخ اس پر شاہد ناطق ہے کہ ۱۳۰۰ برس کے عرصہ میں کسی مجدد کو نہ دشمنان اسلام سے ایسا مقابلہ پیش آیا ہے اور نہ ایسی شدید اندرونی خرابیوں سے اسے دوچار ہونا پڑا ہے اس لئے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے مفاسد کے لحاظ سے اس زمانہ کے مجدد پر وہ علوم و حقائق قرآنی کھولے جاتے جو پہلے کسی مجدد پر نہیں کھولے گئے اور اتمام حجت کے لئے اس قدر برکات سماویہ شامل حال کی جاتی۔ جو کسی اور مجدد کے شامل حال نہیں کی گئیں اور اس قدر نشانات اور خوارق اسلام کی برکات روحانیہ ثابت کرنے کے لئے اس کے ہاتھ پر دکھلائے جاتے کہ جس کی نظیر پہلے زمانوں میں تلاش کرنا عبث ہے اور مفاسد زمانہ کو دور کرنے کے لئے نبی کریم صلعم کے نور اور آنحضور صلعم کی قوت قدسیہ سے اس حد تک کامل اور وافر حصہ اس کو ورثہ میں ملتا کہ جس حد تک ایک امتی کو ملنا ممکن ہو سکتا ہے اور یہی معنی کامل بروز ہونے کے ہیں پس اگر پہلے مجددوں کو اتنا کامل حصہ نہیں ملا تو محض اس لئے کہ ان کے زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لئے اس قدر کامل حصہ کی ضرورت نہ تھی، یاد رہے کہ جس طرح نبیوں کو نبوت کے کمالات ضرورت زمانہ کے لحاظ سے ملتے ہیں اسی طرح کمالات انبیاء کا ورثہ بھی امتیوں کو ضرورت زمانہ کے لحاظ سے ہی ملا کرتا ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ صرف اس زمانہ کے مجدد کو ہی مسیح اور مہدی کے نام سے پکارا گیا ہے اور اسی کو ہی موعود قرار دیا گیا ہے نہ کسی اور کو۔

امام الزمان کے انکار کے نقصانات

پس اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جنہیں مسیح موعود اور مہدی معہود اور نبی کریم صلعم کے کامل بروز ہونے کا دعوٰے ہے زمانہ کے مفاسد کا صحیح علاج قرآن کریم کے بتلائے ہوئے طریق پر کر دیا ہے اور اسلام کی برتری کے متعلق قرآن کریم کے تمام دعاوی کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے تو وہ یقیناً اپنے دعوے میں سچے ہیں اور ان کا انکار یقیناً بڑے خسران کا موجب ہے کیونکہ ایک طرف تو قرآن کریم کے ارشاد کونوا مع الصادقین کی مخالفت اس سے لازم آتی ہے اور دوسری طرف حدیث الامام جنة یقاتل من ورائه کو مدنظر رکھنے کی وجہ سے اسلام کی حقیقی خدمت سے انسان محروم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ حدیث کھلے الفاظ میں اعلان کر رہی ہے کہ امام وقت کے بتلائے طریق کو چھوڑ کر اسلام کے دفاع کے لئے اعداء اسلام کا مقابلہ کسی اور طریق سے کرنا ناکامی کو دعوت دینا ہے، چنانچہ واقعات نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ امن اور صلح و آشتی کا جو طریق امام الزمان نے اسلام کی اشاعت کے لئے اختیار کیا گو شروع میں مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی لیکن اب ساری اسلامی دنیا اسی کی تائید میں آواز اٹھا رہی ہے، اسی طرح دوسرے مسائل جن میں مسلمانوں نے غلط طریق اختیار کیا ہوا تھا ان میں جو اصلاح امام الزمان نے کی وہی آہستہ آہستہ اختیار کی جا رہی ہے، اگرچہ شروع میں ان اصلاحات کی بناء پر ہی آپ پر کفر کا فتوے لگایا گیا۔

قرآن کے دعاوی اور انکا پورا ہونا

اب میں ذیل میں قرآن کریم میں بیان کردہ دعاوی کا ذکر کرتا ہوں اور بتلاتا ہوں کہ وہ کس طرح صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود باجود کے ذریعہ ہی پورے ہوئے پیشگوئیوں کے ماتحت اگر آپکا ظہور اس زمانہ میں نہ ہوتا تو قرآن شریف کے ان دعاوی کی صداقت کا قطعاً کوئی ثبوت نہ مل سکتا تھا۔ اور دشمنان اسلام تو رہے ایک طرف خود مسلمانوں کے دلوں میں بھی قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے۔

پہلا دعوی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن شریف کا یہ دعوٰے ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما (الاحزاب ع۵) اس آیت میں نبی کریم صلعم کی ذات مبارک کے متعلق دو دعوے کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ آنحضور صلعم گو جسمانی طور پر کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ رسول اللہ ہیں اور رسول ہونے کے لحاظ سے تمام مومنین کے باپ ہیں اور تمام مومنین آپ کی روحانی اولاد ہیں گویا ایک دعوے تو آپ کے متعلق یہ کیا گیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ جو کام دنیا میں رسول کرنے آئے ہیں وہ آپ سے بھی سرانجام پائینگے اس لئے اس دعوے کے متعلق جائزہ لینے سے قبل ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ رسالت کے عہدہ کے ساتھ کونسے کام وابستہ ہیں سو قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش کی اصل غرض خدا سے تعلق پیدا کرنا ہے اور اسی دنیا میں اس کے لقاء کے شربت سے سیراب ہونا ہے، جیسا کہ آیت ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا اور آیت یا ایها الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملاقیه اس پر دال ہیں[1]، پس رسول

[1] اس مضمون کی قرآن شریف میں متعدد آیات ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے صرف دو آیتوں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے انشاء اللہ اس موضوع پر کسی اور موقع پر تفصیل سے بحث ...

چونکہ خدا اور بندے کے درمیان واسطہ ہوتا ہے، اور چونکہ اس واسطہ کے بغیر خدا کے کسی انعام کو بھی حاصل کرنا ناممکن ہے اس لئے ہر رسول کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کا تعلق خدا سے پیدا کرائے اور وہ تمام علامات اُن میں پیدا کر دے جو خدا سے تعلق رکھنے والوں کی قرآن شریف میں بیان کی گئی ہیں۔ پھر اس خدا سے تعلق پیدا کرنیوالوں کے مختلف مدارج بیان کئے گئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا درجہ صدیقین اور ربانیین کا ہے اس کے نیچے شہداء اور صالحین کا درجہ ہے پس تمام رسول اپنے پیرؤں کو ان کی صالحیت کے مقام سے لیکر صدیقیت اور ربانیت کے مقام تک پہنچاتے رہے جیسا کہ آیات مندرجہ ذیل اس پر وضاحت سے دلالت کر رہی ہیں۔

(۱) والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم (الحدید ع ۲) یہ آیت بتلا رہی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی

مقام صدیقیت کا حصول۔ اطاعت میں فنا ہو جاتے ہیں (یہی ایمان حقیقی کا مفہوم ہے) وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں صدیقوں اور شہداء کا رتبہ پاتے ہیں وہ اپنے اپنے درجۂ اخلاص کے تناسب سے اجر پاتے رہتے ہیں اور وہ اجر والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کے ماتحت یہی ہے کہ قرب الٰہی کی راہیں ان پر کھلتی رہتی ہیں اور ان کے دل نور سے بھرتے جاتے ہیں اور یہ نور بھی ان کے اخلاص اور محبت الٰہی کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہتا ہے اور یہاں تک ان کا ساتھ دیتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی ان کی رفاقت ترک نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا (التحریم ع ۲) اس دنیا میں بھی وہ اس نور کی روشنی سے خدا کی رضا کی راہیں دیکھنے اور ان پر چلنے اور اس کی ناراضگی کی راہوں کا علم پا کر ان سے الگ رہتے ہیں اور آخرت میں بھی یہ نور ان کا ساتھ دیتا ہے۔

(۲) ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولٰکن کونوا ربانیین (اٰل عمران ع ۸) جس بشر کو بھی اللہ تعالےٰ کتاب دے اور پھر اس کتاب کا ایسا روشن اور مکمل فہم دے جس کی بناء پر وہ اس

اصلاح قلوب کے تین ذرائع کتاب پر عمل کرنے کے طریقوں کا فیصلہ دے سکے اور اس کے ساتھ نور نبوت عطا کرے اس کی یہ شان نہیں ہوتی کہ وہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف دعوت دے بلکہ ان تینوں چیزوں کے ذریعہ وہ لوگوں کو ربانی یعنی رب سے تعلق رکھنے والے بندے بنانے کی سعی کرتا اور انہیں اس بلند مقام کی طرف پرواز کرنے والے بنا دیتا ہے اس آیت سے جہاں ہمیں یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ قلوب میں روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے اول کتاب دوم اس کتاب پر عمل کرنے کا طریق جو نبی بتلائے سوم نبوت، جو لوگ محض کتاب کو اس غرض کے حصول کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اس آیت پر غور کریں۔

(۳) انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شھداء (المائدۃ ع ۶) ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور تھا بنی اسرائیل میں جو نبی مبعوث ہوتے رہے وہ خود بھی کامل فرمانبردار رہے اور یہود کو بھی وہ تورات پر چلنے کے طریق کی طرف رہنمائی کرتے رہتے تھے کیونکہ وہی حکم یعنی قوت فیصلہ اور روشن فہم جو ہر نبی کو کتاب کے ساتھ ساتھ ملتا ہے اور جس کا ذکر آیت نمبر ۲ میں آیا ہے انہیں بھی دیا جاتا تھا اور نبیوں کی عدم موجودگی میں ربانی لوگ اور احبار یعنی علماء ظاہری ذریعہ ہدایت ہوتے تھے۔ اور ان لوگوں کا وجود اس کتاب کی صداقت اور اس کے زندہ کتاب ہونے پر مجسم عملی ثبوت ہوتا تھا۔

حفاظت کتاب کے تین ذرائع۔ یہ آیت اس بات پر صریح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کتاب لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے اس کی حفاظت تین قسم کے رہنماؤں کے سپرد کی جاتی ہے، حفاظت سے مراد صرف لفظوں کی حفاظت ہی نہیں بلکہ اس کے حقائق و علوم اور اس کے ذریعہ روحانی انقلاب پیدا کرنے کے وعدوں کی حفاظت بھی شامل ہے اول انبیاء کا گروہ دوم ربانی لوگوں کا گروہ سوم علماء ظاہری کا گروہ جب تک یہ دونوں موخر الذکر گروہ تو اس کتاب پر اور اپنے نبی کے بتائے ہوئے طریق پر ٹھیک طرح چلتے رہتے ہیں تو کسی مامور کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن جب یہ بگڑ جاتے ہیں یا ان کے کلام میں تاثیر نہیں رہتی یا یہ کلمۂ حق کہنے سے ڈرتے ہیں تو پھر مامور من اللہ کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ پہلی امتوں میں تو یہ مامور نبی اور غیر نبی دونوں قسم کے ہوتے تھے لیکن امت محمدیہ میں نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے صرف غیر نبی ہی مامور ہو سکتے ہیں اس کی بحث آگے آئے گی۔ قرآن کریم کی آیت لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون بتلا رہی ہے کہ قوم پر ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ وہ بدکاریوں کی دلدل میں اس قدر گہرے دھنسے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کو وہاں سے نکالنا عام ربانی اور احبار کے بس کا بھی روگ نہیں ہوتا، کیونکہ قرآن طنزاً کہتا ہے کہ اگر تم اس وقت نبی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تو تمہارے ربانی اور احبار تمہیں کیوں تمہارے گناہوں اور تمہاری حرام خوری سے تمہیں باز نہیں رکھ سکتے معلوم ہوا کہ یہ بھی تمہاری اصلاح سے عاجز ہیں اور ادھر نبی تم میں کوئی مبعوث نہیں ہوا جو ہمیشہ ایسے حالات میں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مبعوث ہو جایا کرتا تھا اب سوائے اس کے کہ جو نبی آیا ہے اسکو مانو تمہارے لئے اور کوئی چارہ نہیں۔ اب اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ربانی لوگ اور علماء ظاہری بھی قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور قوت الٰہیہ کے سوا قوم کو گند سے کوئی نکال نہیں سکتا اور سنت اللہ یہی ہے کہ وہ قوت مامور کے واسطے سے ہی ہمیشہ کام کرتا ہے۔

احبار و رھبان میں بگاڑ کا وجود اس بات پر کہ قوم پر ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ نہ صرف عوام میں ہی بگاڑ رونما ہو جاتا ہے بلکہ احبار اور رھبان بھی طمع دنیا کا شکار ہو جاتے اور اموال دنیا کے مردار پر گدھوں کی طرح گر جاتے ہیں، یہ آیت بھی دلالت کر رہی ہے فرمایا یا ایھا الذین اٰمنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (التوبہ ع ۵) اے مومنو! یاد رکھو کہ بہت سے احبار اور رھبان بھی لوگوں کے اموال کو باطل ذرائع سے ہضم کر جاتے ہیں اور بجائے اس کے کہ وہ خدا کی طرف رہنمائی کریں جو ان کا اصل کام ہے وہ خدا کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اس لئے تم ان کی ظاہر شکلوں اور ظاہری علم سے دھوکہ نہ کھا جانا بلکہ ان کے عمل سے ان کو پرکھا کرو۔

اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ احبار اور ربانی لوگ بھی یا تو خود بگڑ جاتے ہیں اور یا وہ قوم کی اصلاح سے عاجز آجاتے ہیں تو کیا قرآن کریم اور احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اصلاح قوم کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے الہام سے کسی کو کھڑا کرتا اور اس کو ایسی قوت قدسیہ عطا کرتا ہے جس کی تاثیر سے وہ دلوں کو پاک کرتے اور نشانوں اور خوارق اور قبولیت دعا کے نمونوں سے خدا کی ہستی اور جزا و سزا کے دن پر دلوں میں یقین پیدا

کا دیتے ہیں۔ پچھلی امتوں کے متعلق تو مسلم ہی ہے کہ ان میں دونوں قسم کے مامور یعنی نبی اور غیر نبی مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ نبیوں کا ذکر تو قرآن میں صراحت سے ہے اور غیر نبیوں کا ذکر حدیث رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء میں بالصراحت موجود ہے۔

قرآن اور حدیث سے امت محمدیہ میں غیر نبی ماموروں کے مبعوث ہونے کا ثبوت

لیکن امت محمدیہ میں بھی ایسے ماموروں کے مبعوث ہونے کا ثبوت جو رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء کا مصداق ہوں گے، قرآن اور حدیث دونوں سے ملتا ہے۔ حدیث مجدد جس کے الفاظ یہ ہیں ان اللہ یبعث علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا تو بالصراحت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ اسی طرح وہ حدیث بھی اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے جس میں لکھا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے رہے ہیں اور میری امت میں بھی ضرور ہوں گے اور عمرؓ ان میں سے ایک ہے۔ لیکن قرآن کریم بھی اس بارے میں خاموش نہیں وہ بھی واضح الفاظ میں اس امت میں ایسے ائمہ کے ظہور کی پیشگوئی فرماتا ہے جو خدا کی طرف سے روح پا کر انذار کا کام کریں گے جیسا کہ ذیل کی آیت اس پر صاف دال ہے۔

(۱) رفیع الدرجات ذو العرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق (المومن ع ۲)

خدا بہت بلند ہے وہ وراء الورا مقام میں ہے جب اس کا چہرہ اسباب کے پردوں میں چھپ جاتا ہے اور اہل دنیا کی نظر اسباب تک ہی محدود ہو جاتی ہے ان کے پیچھے ان کے خالق حقیقی تک نہیں پہنچتی تو پھر اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ دکھلانے کے لئے اپنے بندوں میں سے کسی کو چن لیتا ہے اور اس پر اپنی روح یعنی زندگی بخش کلام ڈالتا ہے جس کی وجہ سے اس کے اندر اتنی طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بغیر خوف لومۃ لائم دنیا کو بدی سے روکتا اور نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے، اور مشکلات کے پہاڑوں اور مصائب کے سمندروں کو جو اس کے راستہ میں حائل ہوتے ہیں، ذرہ بھر بھی خاطر میں نہیں لاتا بلکہ صبر اور استقلال اور ثبات جاٗش سے ان کو عبور کرتا چلا جاتا ہے آخر اس کی کوششیں پھل لاتی ہیں اور لوگ اس کے پاکیزہ انفاس سے اثر پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ایک جماعت پاک لوگوں کی اس کے گرد جمع ہو جاتی ہے جو اس کے انوار سے منور ہو کر دنیا کو منور کرتی چلی جاتی ہے خدا ایسا کیوں کرتا ہے اس لئے کہ ہدایت دینے کا کام اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے ان علینا للھدیٰ اس کا اعلان ہے اما یاتینکم منی ھدی اس کا وعدہ ہے۔ پس رسول کی پیروی سے جو لوگ ربانی اور صدیق بنتے ہیں ان میں سے بعض ضرورت کے وقت خدا سے الہام پا کر اصلاح خلق کے لئے ماموریت کے مقام پر بھی کھڑے کئے جاتے ہیں۔

ہدایت میں تین امور کی شمولیت

اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ان علینا للھدیٰ تو اس کے معنے صرف اتنے ہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ انسانوں کی ہدایت کے لئے صرف تعلیم نازل کر دیتا ہے بلکہ لفظ ہدایت میں اس تعلیم پر چلانا اور اس پر قائم رکھنا بھی شامل ہے اور اس غرض کی تکمیل کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو اس تعلیم پر چلانے کے لئے نمونہ کا کام دے اور اس پر قائم رکھنے کے لئے اس کی سچائی پر دلائل اور نشانات کے ذریعہ بصیرت کاملہ پیدا کر دے تا اس پر عمل کرنے کے لئے دلوں میں رغبت اور شوق پیدا ہو، اور ایسی شخصیتوں کو ہی مجدد کہتے ہیں اور ان کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب کہ علماء ظاہری اور ربانی لوگوں میں بھی خرابیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ اور وہ محض نام کے ربانی رہ جاتے ہیں۔

رسول کے مزید کام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم (البقرہ ع ۵) رسول کے چار کام بتلا رہی ہے

(۱) تلاوت آیات

(۲) کتاب کی تعلیم دینا۔

(۳) کتاب کی حکمت سے آگاہ کرنا۔

(۴) دلوں میں پاکیزگی پیدا کرنا۔

علم اور حکمت انبیاء کا خاصہ ہے ہر نبی کے متعلق قرآن میں آتا ہے کہ اسے علم اور حکمت دی گئی اور اسی علم اور حکمت کا انبیاء علیہم السلام اپنے امتیوں کو وارث بناتے ہیں جو انہیں تزکیہ قلوب کے لئے دی جاتی ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام اصالتاً ان نعماء الٰہی کو حاصل کرنے والے ہوتے ہیں اور امتی خواہ ان کا کتنا ہی بلند مقام کیوں نہ ہو وہ وراثتاً ہی ان نعماء کو حاصل کر سکتے ہیں اس لئے امتی کا نبی ہونا محال ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے امام نے فرمایا کہ نبوت اور امتیت دو متضاد حقیقتیں ہیں جو ایک وجود میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں یعنی جو نبی ہے وہ امتی نہیں ہو سکتا اور جو امتی ہے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

تمام رسولوں کا فیض ایک ہی نوعیت کا ہے

رسول کریم صلعم کو جہاں اللہ تعالےٰ نے "رسول اللہ" کا خطاب دیا ہے وہاں آں حضور صلعم کے متعلق اس حقیقت کا بھی اظہار فرما دیا ہے کہ آپ کے وجود میں رسالت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جیسا کہ فرمایا ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل یعنی محمد صلعم صرف صفت رسالت سے ہی متصف ہیں اس سے بڑھ کر کوئی چیز آپ میں نہیں پائی جاتی اسی طرح فرمایا قل ما کنت بدعاً من الرسل یعنی ان کو کہہ دو کہ میں کوئی نئی قسم کا رسول نہیں بلکہ ویسا ہی رسول ہوں جیسے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ ان آیات سے ثابت ہے کہ آپ کی رسالت کی نوعیت وہی ہے جو دوسرے رسولوں کی ہے جب نوعیت ایک جیسی ہے تو فیض رسالت بھی ایک جیسا ہی ہو سکتا ہے۔ پس آپ کو "رسول اللہ" کہنے کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہوا کہ آپ بھی انبیاء سابقین کی طرح اپنے امتیوں کو صدیق کے اوپر کسی مرتبہ کا وارث نہیں بنا سکتے مجددیت سے اوپر کسی کو نہیں پہنچا سکتے اپنے امتیوں کی طرف اپنی کتاب قرآن کریم کا علم اور اس کی حکمت وراثتاً منتقل کر سکتے ہیں اپنے کامل متبع کے اندر وہ قوت قدسیہ وراثتاً ودیعت کر سکتے ہیں جو دلوں کو پاک کرنے کے لئے ضروری ہے۔ پس جہاں تک فیض رسالت کی نوعیت کا تعلق ہے اس میں آپ میں اور دیگر رسولوں میں سر مو فرق نہیں فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ انبیاء سابقین کو محض رسول اللہ کہکر پکارا گیا ہے لیکن ہمارے رسول اللہ صلعم کو "رسول اللہ" کے علاوہ "خاتم النبیین" کے معزز لقب سے بھی ملقب کیا گیا ہے۔ اور یہی مابہ الامتیاز ہے جو آنحضور صلعم کو انبیاء سابقین سے جدا کر دیتا ہے ہم کو نظر آ رہا ہے کہ تمام انبیاء سابقین مختص القوم و مختص الزمان نبی تھے، اگر ہمارے نبی پاک صلعم کی شان میں بھی لفظ "رسول اللہ" کے استعمال پر ہی اکتفا کیا جاتا تو آپ کے متعلق بھی یہ شبہ کیا جا سکتا تھا کہ آپ کی رسالت بھی کسی خاص قوم اور خاص زمانہ تک محدود ہے نہ اس نے اپنی آغوش میں سارے عالم کو لیا ہوا ہے اور نہ اس کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے لیکن آیت میں لفظ "خاتم النبیین" کی ایزادی نے نہ صرف مندرجہ بالا شبہ کو دور کر دیا ہے بلکہ یہ بھی ساتھ ہی واضح کر دیا ہے کہ گو فیض کی نوعیت سب رسولوں کی یکساں ہے لیکن کمیت اور کیفیت میں کسی نبی کا فیض آپ کے فیض کا مقابلہ نہیں کر سکتا،

خاتم النبیین کے متعلق دو غلط نظریے

"خاتم النبیین" جیسے صاف اور سیدھے عقیدہ کے اردگرد بدقسمتی سے الجھنوں کا ایک جال بُن دیا گیا ہے جس سے یہ مسئلہ اس زمانہ میں ایسا پیچیدہ بن گیا ہے کہ مدّت دراز سے موضوع بحث بنا ہوا ہے اگرچہ اس موقعہ پر اس کی پوری تشریح تو نہیں کی جاسکتی لیکن بغیر توضیح اسے چھوڑا بھی نہیں جاسکتا اس لئے مقام کے مناسب حال مختصراً اس پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے جس سے میرے مندرجہ بالا دعوے کی وضاحت ہوجائے۔ تمام مسلمان اس بات پر تو متفق ہیں کہ آیت میں لفظ "خاتم النبیین" مقام مدح میں آیا ہے لیکن مدح کی کیفیت بیان کرنے میں اختلاف ہے۔

جناب میاں محمود صاحب کا نظریہ

جناب میاں محمود احمد صاحب اور ان کے ہم خیال دوست اس مدح کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ انبیاء سابقین میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جو اپنی پیروی کرنے والے کو مقام نبوّت پر پہنچائے یہ خصوصیت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ کہ آپ کی پیروی کرنے والا آپ کی پیروی کی برکت سے مقام نبوّت کو حاصل کرلیتا ہے اور آیت میں لفظ "خاتم النبیین" اسی خصوصیت پر دلالت کرتا ہے اور یہی آپ کا امتیازی نشان ہے جو دوسرے انبیاء سے آپ کو ممتاز کرتا ہے اور اسی امتیاز کو ظاہر کرنے کے لئے آیت میں خاتم النبیین کا لفظ زاید کیا گیا ہے ان کا سوال ہے کہ اگر اسی خصوصیت کا اظہار منشاء الٰہی نہیں تو کوئی اور خصوصیت اس لفظ کی بتلائی جائے اس میں شک نہیں کہ لفظ "خاتم النبیین" میں رسول اکرم صلعم کی امتیازی شان کا بیان ہی مقصود ہے لیکن وہ شان وہ نہیں ہوسکتی جو آپ کو رسولوں کے دائرہ سے باہر کردے میں اُوپر قرآنی آیات کے حوالے سے یہ ثابت کرچکا ہوں کہ آنحضور صلعم میں رسالت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں پائی جاتی اور نہ ہی آپ نئی قسم کے رسول ہیں پس اس لفظ کے اندر آپ کی امتیازی شان وہی ہوسکتی ہے جو آپ کو رسولوں کے دائرہ کے اندر بھی رکھے اور ان سے آپ کو ممتاز بھی کردے اور وہ وہی ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی شان کے بارے میں پہلے "رسول اللہ" کا لفظ استعمال کرکے پھر "خاتم النبیین" کا لفظ استعمال کیا ہے تا آپ کے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ آپ نوعیت کے لحاظ سے رسولوں سے بڑھ کر کوئی کام کرسکتے ہیں، ورنہ رسول اللہ کے لفظ کو آیت میں حشو قرار دینا پڑے گا ولکن خاتم النبیین کہنا ہی کافی تھا کیونکہ رسول اللہ کا مفہوم تو خاتم النبیین میں آجاتا ہے گو رسول اللہ میں خاتم النبیین کا مفہوم نہیں آتا۔ کیا آپ کی دیگر انبیاء پر برتری ثابت کرنے کے لئے آپ کی یہ خصوصیت کافی نہیں کہ جہاں دیگر انبیاء کے فیوض ختم ہوگئے وہاں آپ کا فیض قیامت تک جاری ہے، اور گو پہلے انبیاء بھی صدیق بناتے تھے۔ لیکن آپ کے بنائے ہوئے صدیق درجہ اور تعداد میں پہلے صدیقوں سے بہت بڑھ کر ہیں پس "خاتم النبیین" کا لفظ اس خصوصیت کے اظہار کے لئے ہے نہ کہ اس امر کے اظہار کے لئے کہ پہلے نبی اپنے پیرو کو نبی نہیں بنا سکتے تھے اور آنحضور صلعم بنا سکتے ہیں مزید وضاحت خاتم النبیین کی تشریح میں کی جائے گی۔

عام مسلمانوں کا نظریہ

عام مسلمان مدح کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کے بعد کسی نئے نبی کا مبعوث ہونا ممتنع ہے اور یہی بات آپ کی عظمت شان کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ اگر انبیاء سابقین میں سے کوئی نبی دوبارہ آجائے جیسا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ دوبارہ آئیں گے تو اس کا آنا ختم نبوّت کے منافی نہیں افسوس ان دوستوں نے اس نظریہ کو قائم کرتے ہوئے یہ نہ سوچا کہ اس نظریہ کی رُو سے نہ تو آنحضرت صلعم کے لئے تاخر زمانی کی فضیلت باقی رہتی ہے اور نہ ہی حقیقت نبوّت کے اعتبار سے جو عظمت آپ کو حاصل ہے وہ قائم رہتی ہے تاخر زمانی کی فضیلت تو اس لئے ہاتھ سے جاتی ہے کہ موٹی سے موٹی عقل کا آدمی بھی اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ جو سب سے آخر میں آئے گا وہ آخری نبی کہلائے گا۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نے نبی کریم صلعم کے بعد آنا ہے تو تاخر زمانی انہیں حاصل ہوگا نہ کہ نبی کریم صلعم کو دوسری فضیلت آپ کی اس لئے ہاتھ سے جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جو نور نبوّت اور جو قوت قدسیہ اصلاح خلق کے لئے ملی ہوئی ہے وہ مستقل طور پر براہ راست خدا کی طرف سے ملی ہوئی ہے نبی کریم صلعم کے نور نبوّت اور آنحضور کی قوت قدسیہ سے انہوں نے کوئی حصہ وراثتاً نہیں لیا ہوا اس لئے جب وہ آئیں گے تو اپنے ہی نور نبوّت سے دنیا کو منور کریں گے اور اپنی ہی قوت قدسیہ سے دنیا کے مفاسد کو دُور کرکے پاکیزگی کو پھیلائیں گے، یہاں تک کہ دجّال جیسے مفسد کے فتنہ کا مقابلہ بھی وہ اسی قوتِ قدسیہ سے کریں گے جس کے معنے یہ ہیں کہ ان کی قوتِ قدسیہ تمام انبیاء بشمول نبی کریم صلعم کی قوتِ قدسیہ سے بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ یہ قوتِ قدسیہ مفاسد کے اعتبار سے ہی دی جاتی ہے، اور دجّال کے فتنہ کے متعلق یہ مسلم ہے کہ شروع دنیا سے لے کر قیامت تک اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ پس جس فتنہ کا مقابلہ نبی کریم صلعم اصالتاً یا نیابتہً نہیں کرسکے اس کا مقابلہ کرنے والا یقیناً آپ سے افضل ہوگا اور اس کی قوتِ قدسیہ یقیناً آپ کی قوتِ قدسیہ سے بڑھ کر ہوگی اور یہ بات جس قدر آپ کی شان و عظمت کو گھٹانے کا موجب ہوسکتی ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں ہر باغیرت مسلمان تو اس کی اہمیت کو بآسانی سمجھ سکتا ہے اس لئے یہ نظریہ بھی نہ صرف یہ کہ مدح کے منافی ہے بلکہ مذمت کے پہلو کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

تیسرا اور صحیح نظریہ

تیسرا اور صحیح نظریہ وہی ہے جو اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا نبی اگر آئے تو یا وہ مستقل حیثیت رکھنے والا ہوگا یا نبی کریم صلعم کی پیروی سے بنے گا، مستقل حیثیت رکھنے والا تو پرانے کی طرح آپ کی نبوّت کو ہی ختم کردیگا اس لئے ایسے نبی کا مبعوث ہونا ختم نبوّت کے صریح منافی ہے اور پیروی سے نبوّت مل سکتی ہی نہیں کیونکہ آیت ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے ماتحت نبوّت پیروی سے نہیں بلکہ براہ راست ہی خدا سے ملتی ہے اور یہی وہ نظریہ ہے جس کی تائید خاتم النبیین کی صحیح تشریح کرتی ہے۔

قرآن کریم کا دوسرا دعویٰ اور خاتم النبیین کی صحیح تشریح

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ اس موضوع پر اس موقعہ پر میں مفصل بحث نہیں کرسکتا اس کے متعلق جو کچھ میں بیان کروں گا وہ اختصار کے ساتھ ہوگا انشاءاللہ کسی اور فرصت میں اس موضوع پر مفصّل بحث کی جائے گی یاد رہے کہ لفظ "خاتم النبیین" کے صاف اور سیدھے معنی یہ ہیں کہ من ختم بہ النبیون یعنی وہ جس کے ذریعہ سے تمام انبیاء سابقین کو بغیر کسی استثناء کے ختم کردیا گیا "النبیین" پر جو الف لام ہے اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی معنی حدیث میں بھی بیان کئے گئے ہیں جیسا کہ آنحضور صلعم نے فرمایا ختم بی النبیون یعنی میرے ذریعہ سے نبیوں کو ختم کردیا گیا اور نبیوں کے ختم کرنے کا مفہوم صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ان کی فیض رسانی کی صفت کو ختم کردیا ہوا ہے کیونکہ اسی صفت کے ذریعہ ہی وہ زندہ نبی کہلاتے ہیں۔ یاد رہے کہ نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں ایک بشر ہونے کی حیثیت اور ایک نبی ہونے کی اسی لحاظ سے بشر ہونے کی حیثیت سے ان کی عمر اس وقت ختم ہوجاتی ہے جب ان کی روح اس جسم عنصری سے پرواز کرتی ہے لیکن اس عمر کے ختم ہونے کے ساتھ ان کی نبوّت کی عمر ختم نہیں ہوتی وہ اس وقت تک چلتی رہتی ہے جب تک کہ ان کی نبوّت کا فیض دنیا میں جاری رہتا ہے۔ اس لئے نبی ہونے کے

حیثیت سے ان کی عمر اس وقت ختم ہوتی ہے جب انکی فیض رسانی کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلعم کی بعثت کے ساتھ ختم ہوا اس لئے آپ کو قرآن کریم میں "رسول اللہ" کے لقب کے ساتھ "خاتم النبیین" کا لقب بھی دیا گیا ...... اور یہی معنی اس آیت کے ہیں۔

علی فترۃ من الرسل کے معنی } یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر فقد جاءکم بشیر و نذیر واللہ علی کل شئی قدیر (المائدہ ع ۳) اے الہامی کتب کے ماننے والو خود کرو کہ یہ ہمارا رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو کس وقت آیا ہے کیا اس کا ظہور ایسے وقت میں نہیں ہوا جبکہ تمہارے مسلمہ رسولوں پر فترۃ کا زمانہ آچکا تھا یعنی اُن کے فیض سے تم فیضیاب نہیں ہو رہے تھے اور یہ مسلم ہے کہ دنیا میں الٰہی فیوض انبیاء کے واسطہ ہی سے دوسرے لوگوں تک پہنچتے ہیں اور جب تمہارے رسولوں کے ذریعہ ان فیوض کا پہنچنا بند ہو گیا تو یہ لازمی نتیجہ ہے کہ کوئی اور رسول مبعوث ہوتا اس کے ذریعہ الٰہی فیوض پہنچنے شروع ہو جاتے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو اندھیرے میں رکھے اور ان کے لئے روشنی کے سامان مہیا نہ کرے سو اس لئے خدا نے تمہارے لئے بشیر و نذیر بھیجدیا تا تم خدا کے سامنے یہ عذر نہ کر سکو کہ ہمارے رسولوں کی رسالت کا چراغ تو گل ہو گیا تھا اور دیگر کوئی شمع ہدایت روشن نہ ہوئی تھی اس لئے ہم ہدایت پانے تو کس طرح پاتے سو تمہارے پاس وہ شمع ہدایت محمد رسول اللہ صلعم کے وجود میں روشن ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے جو ہر چیز پر قادر ہے اپنی قدرت کاملہ سے اس پاک انسان کو سراج منیر بنا کر تمہارے قلوب کو بھی روشن کرنے کی طاقت عطا کر دی اب اگر فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ اور اس کی تربیت کی آغوش میں اپنے آپ کو ڈال دو۔

اسی مضمون کی ایک اور آیت } قرآن کریم میں ایک اور آیت بھی ہے جو اسی مضمون پر وضاحت سے روشنی ڈالتی ہے اور وہ آیت سورۃ الحدید ع ۴ کی ہے فرمایا یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و آمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ و یجعل لکم نوراً تمشون بہ و یغفر لکم واللہ غفور رحیم لئلا یعلم اھل الکتاب الا یقدرون علی شئی من فضل اللہ و ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف اپنے نبی اکرم صلعم کی حقیقی پیروی کرنے والے کو یہ وعدہ دیا ہے کہ وہ اسے اپنی دگنی رحمت سے نوازے گا اور اس کو ایسا نور عطا کرے گا جو اس کی زندگی میں ہی اس کے لئے شمع ہدایت ثابت ہوگا اور اس کو اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے گا اور دوسری طرف صاف الفاظ میں فرما دیا کہ دیگر کتابوں کے ماننے والوں اور دیگر رسولوں کی پیروی کرنے والوں کو یہ علم ہو جانا چاہیئے کہ اب وہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ فضل تو اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے وہی جس کو دینا چاہیگا دیگا اور جس کو وہ دیگا اس کو اپنے فضل عظیم کا ہی وارث کرے گا کیونکہ وہ فضل عظیم والا خدا ہے اب چونکہ اس کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ فضل صرف محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید کی پیروی سے ہی مل سکتا ہے اس لئے کوئی لاکھ زور لگائے کسی اور ذریعہ سے اس فضل کو حاصل نہیں کر سکتا۔

قطعی فیصلہ } کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے کھلے الفاظ میں فرما دیا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام کہ دین خدا کے نزدیک اب صرف اسلام ہی ہے اور پھر فرمایا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین یعنی جو شخص اب اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور انجام کار وہ خائب و خاسر ہی رہے گا اور منزل مقصود تک ہرگز نہ پہنچ سکے گا وجہ یہ کہ دنیا میں اسلام ہی کامل مذہب ہے اور اہل دنیا کو جو اللہ کی نعمتیں مل سکتی ہیں وہ اسی دین کی پیروی سے مل سکتیں ہیں اور کامل طور پر مل سکتی ہیں جیسا کہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اب کامل کو چھوڑ کر ناقص کی طرف رُخ کرنا عقل کو خیرباد کہنا نہیں تو کیا ہے۔

نبیوں کو ختم کرنے کا لازمی نتیجہ } اب جب لفظ خاتم النبیین کا مفہوم واضح ہو گیا اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم کے ذریعہ تمام انبیاء سابقین کی فیض رسانی کو ختم کر دیا گیا ہے اور قرآن کریم اور حدیث دونوں اس مفہوم کی تصدیق کر رہے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم تمام ...... انبیاء سابقین کی قوموں کی روحانی تربیت کو اپنے ہاتھ میں لیں اور ان کی فیض رسانی کا جو کام تھا اُسے خود سرانجام دیں کیونکہ جیسا کہ میں بتلا چکا ہوں کہ الٰہی فیوض کو اہل دنیا تک پہنچانے کا "نبی" ہی واحد ذریعہ ہے اور یہ بھی خدا کی سنت ہے اور اس نے اپنے اوپر یہ لازم کیا ہوا ہے کہ وہ اس ذریعہ کو دائمی طور پر قائم رکھے گا تا دنیا کسی وقت بھی ہدایت سے محروم نہ رہے اور تمام قوموں کی تربیت آپ کر نہیں سکتے جب تک کہ ان قوموں کے انبیاء کے کمالات آپ کے اندر موجود نہ ہوں اس لئے لفظ "خاتم النبیین" میں یہ مفہوم بھی مضمر ہے کہ آپ جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں اور یہ واضح دلیل ہے اس بات پر کہ آپ سب انبیاء سے افضل اور سب سے زیادہ کام کرنیکے اہل ہیں اور سب سے زیادہ آسان طریق سے کر سکتے ہیں اور اپنے متبعین کو سب سے زیادہ کمالات کا وارث بنا سکتے ہیں اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آپ میں تمام انبیاء کے کمالات پائے جاتے ہیں اور قرآن کی آیت وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر قوم میں نبی آئے ہیں ......

...... تو یہ بھی ساتھ ہی ثابت ہو گیا کہ سطح زمین پر کوئی قوم ایسی نہیں جس کی اصلاح آپ نہ کر سکتے ہوں تو یہ سب امور ہمیں لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں کہ آپ ساری قوموں کے لئے رسول ہیں اور آپ کی کتاب ساری قوموں کے لئے ہدایت نامہ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا اور آپ کی کتاب کو ذکر للعالمین قرار دیا اور یہ کہ آپ ہی کامل نبی ہیں اور آپ کی کتاب ہی کامل کتاب ہے اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ آپ کامل نبی ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہیں تو قیامت تک دوسرا نبی آ ہی کس طرح سکتا ہے کیونکہ اگر وہ آئے گا تو تین حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ آپ سے ناقص ہوگا یا آپ کے برابر ہوگا یا آپ سے بڑھ کر ہوگا کامل کی موجودگی میں ناقص بھیجنا عبث فعل ہے مساوی بھیجنا بھی بے معنی بات ہے اور بڑھ کر بھیجنا دعوے کمال کے منافی ہے چوتھی کوئی صورت نبی کے ظہور کی ہو ہی نہیں سکتی۔

واقعات کی شہادت } یہ محض زبانی دعوے ہی نہیں کہ نبی کریم صلعم نے تمام انبیاء سابقین کے فیض رسانی کے سلسلہ کو ختم کر دیا ہے بلکہ واقعات اس دعوے کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ رسول کریم صلعم کے ظہور کے بعد آج تک مسلمانوں کے سوا باقی تمام قوموں میں مقربان الٰہی کے پیدا ہونے کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے ان قوموں میں نہ کوئی صدیق پیدا ہوتا ہے نہ کوئی محدث نہ کوئی مجدد۔ اور اس کے برخلاف مسلمانوں میں بے شمار اولیاء اللہ اور محدثین مجددین پیدا ہو گئے ہیں نہ صرف عرب میں بلکہ ہر قوم میں اہل اللہ کا وجود پایا جاتا ہے جس قوم میں اسلام گیا ہے اور ان میں سے جن لوگوں نے اسے قبول کیا ہے ان میں ہزاروں اولیاء پیدا ہوئے یہ واقعاتی شہادت ہے جس کا انکار متعصب سے متعصب آدمی بھی نہیں

کرسکتا کیا صداقت بھرے قرآن کے یہ الفاظ ہیں قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی اگر تم خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہزاروں

ہمارے موجودہ زمانہ میں اس دعویٰ کی صداقت پر زبردست شہادت

رسول کریم صلعم کی اس عظمت شان کے متعلق قرآن کریم نے جو دعوے کیا ہے کہ اب خدا کا قرب صرف آپ کی پیروی سے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے اس کی صداقت کے شاہد ہر زمانہ میں ہمیں نظر آتے ہیں لیکن* یہ زمانہ ہمیں ایسے شاہدوں سے بالکل خالی نظر آتا ہے کہ رسول اکرم صلعم کی اطاعت اور قرآن کریم کی پیروی سے میں نے محبوب الٰہی بننے کا شرف حاصل کر لیا ہے اور محبوب الٰہی بننے کی جس قدر علامات قرآن کریم نے بیان کی ہیں وہ سب مجھ میں موجود ہیں جس نے آزمانا ہو آزما لے۔

۱۸۹۶ء میں لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں شرکت کے لئے تمام مذاہب کے چیدہ چیدہ علماء کو دعوت دی گئی تھی اس جلسہ کا نام جلسہ مذاہب اعظم رکھا گیا تھا اس میں تقریر کرنے کے لئے پانچ سوال مقرر کئے گئے تھے ہر مذہب کے نمائندہ کو یہ ہدایت تھی کہ وہ ان سوالوں کا جواب اپنی الہامی کتاب سے دے اس جلسہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی جو اہل حدیث کے سردار تھے اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنا مضمون پڑھا تھا۔ . . .

- - - - - - - - - - - - - - اس مضمون میں انہوں نے صاف الفاظ میں اقرار کر لیا تھا کہ اس وقت ہمارے پاس کوئی ولی اللہ نہیں جس کو ہم بطور نمونہ پیش کرسکیں، مسلمانوں میں جو ولی اللہ تھے وہ سب زیر زمین جاچکے ہیں اس واقعہ پر قریبًا ۶۰ سال گذرنے لگے ہیں۔ لیکن ایک مسلمان بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے قرآن کے اس دعوے کی تصدیق کے لئے آواز اٹھائی ہو کہ محمد صلعم سارے زمانوں کے لئے اور ساری قوموں کے لئے رسول ہیں اور بحیثیت رسول اللہ ہونے کے جس طرح انہوں نے اپنی زندگی میں عربوں کا تزکیہ قلوب کیا اور ان کو علم و حکمت کی دولت سے مالا مال کردیا اور ان کو زمینی سے آسمانی بنادیا یہاں تک کہ ان میں سے ہزاروں صاحب الہام اور صاحب کشف بن گئے اسی طرح بحیثیت خاتم النبیین ہونے کے ان کا یہ بھی فرض ہے کہ آپ واخرین منہم لما یلحقوا بہم وھو العزیز الحکیم کی پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے ہر زمانہ میں اپنے نور نبوت سے اپنے کامل متبعین کے سینوں کو منور کرتے رہیں اور انکو قرب الٰہی کی علامتوں سے ایسے نمایاں طور پر مزین فرماتے رہیں کہ وہ دنیا کے سامنے اپنے آپ کو آیت کریمہ

مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین (یعنی کلمہ طیبہ کی مثال پاکیزہ درخت کی مانند ہے جو کبھی تباہ و برباد نہیں ہوسکتا کیونکہ آسمان و زمین دونوں اس کی حفاظت میں لگے ہوئے ہیں اس کی تباہی اس لئے ناممکن ہے کہ وہ اپنا پھل ہر وقت دیتا رہے گا) کے ماتحت شجرۃ اسلام کے پھل کے طور پر پیش کرسکیں اور آیت ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین کی تعمیل میں اسلام کے پیش کردہ خدا کی طرف دعوت دیتے ہوئے اپنے عملی نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ چیلنج کرسکیں کہ سچے مسلمان کی علامات اگر دیکھنی ہوں تو ہم میں دیکھ لو کیونکہ ہم سچے مسلمان ہیں۔

اگر مسلمان اس زمانہ میں کوئی ایسا نمونہ پیش نہیں کرسکتے اور پدرم سلطان بود کی ضرب المثل کو زندہ کرتے ہوئے اپنے آبا و اجداد پر ہی فخر کافی سمجھتے ہیں تو یہ کوئی مسلمانوں کی خصوصیت نہیں ہر مذہب کے پیرو اپنے آبا و اجداد پر فخر کر رہے ہیں وہ بھی اپنے مذہب کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اپنے بزرگوں کے نمونوں سے ہی کام لیتے ہیں، اسلام تو زندہ نمونہ کا قائل ہے اور اسی کو پیش کرنے کو اپنا امتیازی نشان بتلاتا ہے اگر اسلام پر بھی کوئی زمانہ ایسا آتا ہے کہ وہ کوئی نمونہ پیش نہ کرسکتا ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دیگر مذاہب کی طرح اسلام کے باغ پر بھی خزاں آگئی ہے اور وہ بھی مردہ مذاہب کی صف میں جا کھڑا ہوا ہے اور اس کے تمام یہ دعاوی کہ وہ زندہ مذہب ہے اور اس کا رسول زندہ رسول ہے باطل قرار پانے کے قابل ہوں گے لیکن اس قادر خدا نے جس نے اپنے دین کو کامل دین قرار دیا اور جس نے اپنے رسول کو خاتم النبیین بنایا جس نے فرمایا کہ اس کے درخت کے پھل ہمیشہ ظاہر ہوتے رہیں گے اور جس نے فرمایا کہ کوئی زمانہ بھی محمد رسول اللہ صلعم کے نائبین سے خالی نہیں رہے گا اس زمانہ کو بھی ایسے نمونہ سے خالی نہیں رہنے دیا اور ایک ایسے شخص کو پیدا کر دیا۔ کہ گو مسلمانوں نے اسے کافر قرار دیا لیکن خدا نے اسے اپنے فضلوں سے نوازا اور اسے توفیق دی کہ اسلام کے ان تمام دعاوی کی سچائی کو اس صفائی کے ساتھ ثابت کردے کہ کسی معقول انسان کو قبول کئے بغیر چارہ نہ رہے اس شخص کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ یہ شخص اس زمانہ میں اٹھا اور اس نے ڈنکے کی چوٹ اس بات کا اعلان کیا کہ محمد رسول اللہ صلعم نے ارشاد خداوندی واخفض جناحک للمؤمنین کی تعمیل میں مجھے اپنی آغوش تربیت میں لیا اور یزکیھم کے ماتحت میرے قلب کا ایسا تزکیہ کیا کہ اس میں انوار الٰہی کا نزول شروع ہوگیا اور میں رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء میں داخل ہو کر مکالمہ الٰہیہ کی نعمت سے مشرف ہوگیا اس تربیت کے نتیجہ میں تمام علامات مجھ میں نمایاں ہوگئیں جو اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہیں جس جلسہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے یہ اعلان کیا کہ اسلام میں اب کوئی ولی نہیں اسی جلسہ میں اس شخص نے یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کا پھل ہوں مجھے خدا نے اپنی ولایت سے نوازا ہے اور مجھے ان تمام نعمتوں سے وافر حصہ دیا ہے جو وہ اہل اللہ کو دیا کرتا ہے یہی وہ شخص ہے جس نے تمام دنیا کو بدیں الفاظ دعوت دی ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

یہی وہ شخص ہے جس نے تمام مذاہب کے روحانی پیشواؤں کو کھلا چیلنج دیا کہ اسلام کے سوا باقی سب مذاہب اس وقت بے نور ہیں اگر نور ہے تو صرف اسلام میں ہے اگر آسمان کے نیچے کوئی رسول ہے جس کی پیروی خدا تک پہنچاتی ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے تم سب روحانی نعمتوں سے تہیدست ہو، اگر میرے اس دعوے میں کسی کو شک ہو تو وہ میرے پاس آکر ایک سال تک رہے میں اس کی حیثیت کے مطابق ۲۰۰ ماہوار اسے ادا کروں گا شرط صرف یہ ہوگی کہ اسلام کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی حقیت واضح ہونے کے بعد اسے اسلام قبول کرنا ہوگا لیکن کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی، اب جاننے غور ہے کہ اس شخص یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کا مسلمانوں پر کس قدر بڑا احسان ہے کہ اس نے اسلام کی برتری اور نبی کریم صلعم کے خاتم النبیین ہونے کے تمام قرآنی دعاوی کو عملی رنگ میں سچا کردیا اور مسلمانوں کی عزت رکھ لی۔ آج مسلمان تحفظ ختم نبوت کے نام پر لاکھ انجمنیں بنالیں لیکن ختم نبوت کی جو حقیقت ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے ان میں سے ایک بھی آگے نہیں بڑھ سکتا اس غرض کے لئے اگر کوئی آگے بڑھا تو وہی شخص آگے بڑھا جس کو اپنی بدقسمتی سے مسلمان ختم نبوت کا دشمن اور کافر قرار دے رہے ہیں، محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ جو عشق حضرت مرزا صاحب کو تھا وہ کسی دوسرے مسلمان کے دل میں پیدا ہی کس طرح ہوسکتا ہے۔ آپ نے تو آنحضور صلعم کے کمالات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے جو دوسروں کو نصیب نہیں مثل مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ اسی لئے آپ نے فرمایا ؎

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ان واقعات کو پیش کر کے میں اہل دانش اور غیور مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ شخص اس قابل ہے کہ اس پر کفر کے تیروں کی بوچھاڑ کی جائے یا اس قابل ہے کہ اس سے دلی محبت کی جائے اور اس کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے اس کا ساتھ دیا جائے - - - - - - -

- - - - - - - - - - اور اس کے رفیق بن کر اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنے کی کوشش کی جائے۔

قرآن کے بعض دیگر دعاوی۔ قرآن کریم نے یہ دعوے بھی کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم اپنے کامل متبعین کو خواہ وہ آپ کے زمانہ کے ہوں یا بعد میں آنے والے ہوں۔ قرآن کریم کے علم اور اس کی حکمت کی دولت سے مالا مال کر دے گا یہ دعوے بھی بے دلیل رہتا اگر حضرت مرزا صاحب کا ظہور اس زمانہ میں نہ ہوتا یہ زمانہ علمی زمانہ تھا تمام مذاہب خطرناک تنقید کے نیچے آئے ہوئے تھے اسلام بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھا بلکہ سب سے زیادہ اعتراضات اسلام پر ہی ہو رہے تھے مسلمان اس خطرناک یورش کے سامنے عاجز اور بے بس انسان کی طرح کھڑے محض تماشا دیکھ رہے تھے کہ یکایک ایک شخص اس میدانِ کارزار میں نمودار ہوتا ہے اور بہادر پہلوان کی طرح اسلام کے دفاع کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور ان حملہ آوروں کو بدیں الفاظ للکارتا ہے دیگر استاد را نامے ندانم کہ خواندم در دبستان محمد۔

تبارک من علم و تعلم اس لئے تم میرے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتے لو میں تمہارے سامنے اپنی کتاب براہین احمدیہ رکھتا ہوں جس میں قرآن کی صداقت اور نبی کریم صلعم کی رسالت کی حقیقت کو براہین ساطعہ سے ثابت کیا گیا ہے اگر تم ایسے ہی دلائل اپنی کتابوں کی سچائی ثابت کرنے کے لئے پیش کر سکو یا اگر ایسا نہ کر سکو تو میری اس کتاب میں پیش کردہ دلائل کو ہی توڑ کر دکھلا دو تو میں تمہیں دس ہزار روپیہ انعام دوں گا اس چیلنج کا جواب کسی سے بھی بن نہ سکا اور سب کے سب اس علمی میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور میدان محمد رسول اللہ صلعم کے غلام اور شاگرد کے ہاتھ رہا۔ جانتے ہو یہ شخص کون ہے یہ شخص وہی مرزا غلام احمد قادیانی ہے جسے تم گالیاں دیتے اور کافر کافر کہہ کر پکارتے ہو سوچو اور اپنی عاقبت کو سامنے رکھتے ہوئے سوچو کہ تم کس شخص کو کافر کہہ رہے ہو کیا کافر ایسے ہی ہوتے ہیں جو ہر آڑے وقت میں مسلمانوں کے کام آتے اور اسلام کا پرچم لہراتے ہوئے اس کی شان کا سکہ دلوں میں

بٹھاتے چلے جاتے ہیں۔ یہ صرف ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ ساری عمر آپ اس علم اور حکمت کے ذریعہ جو آپ نے اپنے آقا محمد رسول اللہ صلعم سے ورثہ میں پایا تھا دشمنانِ اسلام کو شکست دیتے رہے اور اسلام کی خوبیوں اور اس کے کمالات کو اجاگر کرتے رہے۔ جلسہ مذاہب اعظم میں بھی جو مضمون آپ کا پڑھا گیا اس کو سن کر تمام دنیا نے تسلیم کر لیا کہ یہ مضمون سب سے بالا رہا یہ مضمون کیا تھا قرآن کی تفسیر تھی جس میں علم و حکمت کے دریا بہہ رہے تھے۔

رسول اللہ صلعم کے متعلق بعض مزید دعاوی اوپر یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ رسول کریم صلعم کی رسالت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے یعنی ہر زمانہ کے مفاسد کا دور کرنا آپ کا ہی فرض ہے اور ہر زمانہ کے لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنے کا کام بھی آپ کے ہی سپرد کیا گیا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ آپ کی جسمانی زندگی قیامت تک ممتد نہیں کی گئی لیکن قرآن کہتا ہے اما ماینفع الناس فیمکث فی الارض یعنی جو چیز لوگوں کے لئے نفع رساں ہوتی ہے اس کو زمین میں رکھا جاتا ہے اور یہ مسلم ہے کہ نبی کریم صلعم سے بڑھ کر دنیا کے لئے کوئی نافع وجود نہیں ہو سکتا اس لئے آیت مندرجہ بالا کی رُو سے آپ کا دنیا میں رہنا ضروری ہے لیکن آپ کی وفات نے بتلا دیا کہ ایسے پاک اور نافع الناس لوگ اس دنیا میں اپنے جسم عنصری کے ساتھ نہیں رکھے جاتے بلکہ اُن کے رکھنے کا کوئی اور ہی ذریعہ ہے اور وہ ذریعہ قرآن نے مندرجہ ذیل آیات میں بتلایا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو اصولی طور پر آیت ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد (یعنی یقیناً وہ خدا جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے واپس لاتا رہیگا قیامت تک) میں دنیا میں آپ کے بار بار آنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی کی طرف آیت واخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم بھی اشارہ کر رہی ہے۔

واپس لانے کی صورت اس قیامت تک واپس لانے کی صورت نہ تو تناسخ کے ذریعہ اور نہ ہی پہلے جسم عنصری کے ذریعہ ہو سکتی ہے کیونکہ یہ دونوں صورتیں قرآن کریم کے خلاف ہیں اس کی ایک ہی صورت ممکن ہے اور وہ وہی ہے جسے قرآن نے سورۃ نور کی آیت استخلاف میں بیان کیا ہے فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم و لیمکنن لهم دینهم

الذی ارتضی لهم و لیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذالک فاولئک هم الفاسقون۔ یعنی خدا کا حتمی وعدہ ہے کہ کامل مومنین کو اسی طرح نبی کریم صلعم کے خلیفہ بنائیگا جس طرح پہلے نبیوں کے بناتا رہا اور ان کے ذریعہ دین کو تمکنت بخشتا رہے گا جو ان کے لئے اس نے پسند کیا ہے اور دین کے مٹنے یا اس پر زوال آنیکا جو خوف طاری ہوگا اس کو امن سے بدل دے گا یہ خلفاء میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں گے، اتنے بڑے نشان اور اتنے بڑے انقلاب کو دیکھ کر بھی جو ان خلفاء کے ذریعہ رونما ہوا کریگا جو لوگ قرآن کی صداقت اور محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت کی سچائی کے متعلق انکار پر مصر رہیں گے وہی حقیقی نافرمان قرار پائیں گے اور بوجہ اتمام حجت ہو جانے کے مستحق سزا ہوں گے، اس آیت میں نبی کریم صلعم کا بار بار دنیا میں آنا جہاں خلفاء کی شکل میں معین کیا گیا ہے کہ یہ آنا صرف اسی وقت ہوا کرے گا جب دین خطرہ میں پڑ جائیگا وہ تمکین اور از سر نو قائم کرنے کا محتاج ہوگا ورنہ عام حالات میں تو علماء ظاہری و ربانی کے ذریعہ دین قائم رہتا ہے اُن کے بگاڑ کے بعد ہی خلفا کی شکل میں نبی کریم صلعم کے آنے کی ضرورت پیش آیا کرے گی۔ ایسے خلفاء کو ہی نبی کریم صلعم کا بروز کہا جاتا ہے انہی خلفاء اور بروزوں کے ذریعہ ہی نبی کریم صلعم اپنے فرائض تبلیغ جو آیت وما علی الرسول الا البلاغ المبین و بلغ ما انزل الیک کی رُو سے آپ پر عائد کئے گئے ہیں سر انجام دیتے رہیں گے اور ہر زمانہ کے کفار پر اتمام حجت کرتے رہیں گے کیونکہ خلفاء کا کام درحقیقت رسول کا ہی کام ہوتا ہے کیونکہ نائب اپنے اصل سے الگ نہیں ہو سکتا اور ان خلفاء کے واسطے سے ہی آپ قیامت کے دن ہر زمانہ کے متعلق وجئنا بک علی هؤلاء شهیدا کے ماتحت شہادت دیں گے اسی لئے قرآن میں قیامت کے دن کے متعلق صاف الفاظ میں فرمایا گیا ہے وجیئ بالنبیین والشهداء یعنی قیامت کے دن نبیوں اور شہداء کو شہادت کے لئے لایا جائے گا اگر یہ واسطہ نہ ہو تو نبی کریم صلعم وفات کے بعد ہر زمانہ کے کفار پر کس طرح گواہ ہو سکتے ہیں اور کس طرح بتلا سکتے ہیں کہ ان پر اتمام حجت ہو گیا تھا، حضرت عیسیٰؑ کے متعلق قرآن شریف میں صاف آتا ہے کہ جب قیامت کے دن ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے ان لوگوں کو کہا تھا کہ میری اور میری والدہ کی پرستش کیا کرو تو وہ جواب میں یہی کہیں گے کنت

علیھم شھیدًا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علٰی کل شئ شھید۔ اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلعم بعض لوگوں کو دیکھیں گے کہ فرشتے ان کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں انہیں دیکھ کر فرمائیں گے اصیحابی اصیحابی تو فرشتے کہیں گے لاتدری ما احدثوا بعدک تو آپ وہی جواب دیں گے جو حضرت عیسٰیؑ کا قرآن میں منقول ہے اس سے پتہ لگا کہ نبی وفات کے بعد لوگوں کے اعمال سے آگاہ نہیں رہتا اس لئے ضرور ہے کہ اس کے نائبین اس فریضہ کو ادا کریں۔

اس مضمون کی ایک اور آیت } اس مضمون کی آیات تو کثیر التعداد ہیں لیکن مضمون چونکہ طول پکڑتا جاتا ہے اس لئے صرف ایک ہی اور آیت کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے :۔ یا ایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا فریقًا من الذین اوتوا الکتاب یردوکم بعد ایمانکم کافرین وکیف تکفرون وانتم تتلٰی علیکم اٰیات اللہ و فیکم رسولہ ومن یعتصم باللہ فقد ھدی الٰی صراط مستقیم (اٰل عمران ع) اے وہ لوگو! جو دعوٰے ایمان کرتے ہو اگر تم اہل کتاب کے ایک فریق کی بات مان لوگے اور اس کی اطاعت کروگے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف واپس لوٹا دیں گے لیکن تم کفر کی طرف جا کس طرح سکتے ہو، جبکہ تم پر اللہ کی آیات پڑھی جا رہی ہیں اور تمہارے اندر اللہ کا رسول موجود ہو، اس آیت کا مضمون جس صفائی کے ساتھ اس زمانہ پر چسپاں ہو رہا ہے ایسی صفائی کے ساتھ کسی اور زمانہ پر چسپاں نہیں ہوا۔ اہل کتاب کے مشہور دو ہی گروہ ہیں ایک یہودی اور دوسرے عیسائی۔ ان میں سے مؤخر الذکر گروہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی جس قدر کوشش کر رہا ہے اور اس غرض کے لئے جس قدر اموال وہ پانی کی طرح بہا رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں اس کی نظیر کسی گذشتہ زمانہ میں تلاش کرنا ہی عبث ہے اور ان کی ان کوششوں کا بد اثر جو مسلمانوں پر پڑا ہے وہ بھی عیاں ہے، ہزاروں مسلمانوں نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں جا پناہ لی ہے توحید خالص کو چھوڑ کر شرک کے دامن سے وابستہ ہو گئے ہیں، ارتداد کی اس خطرناک اور تند رَو کو روکنے کے لئے اگر آیت استخلاف میں بیان کردہ وعدہ کے مطابق اللہ تعالےٰ نبی کریم صلعم کے کسی خلیفہ اور بروز کو کھڑا کر کے عیسائیت کے طلسم کو پاش پاش نہ کرتا تو شاید مسلمانوں کا خاتمہ ہی ہو جاتا لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق عین وقت پر مسلمانوں کی مدد کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ایک نائب رسول کو مبعوث کر دیا جس کے پاک انفاس نے اور دلائل قاطعہ نے ارتداد کی اس رَو کو فورًا روک لیا۔ و فیکم رسولہ سے اسی بروز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اگر بروز کو تسلیم نہ کیا جائے تو اس زمانہ کے مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہم کفر کی طرف جائیں تو ہم معذور ہیں، آیت بتلاتی ہے کہ کفر کی طرف جانے سے دو چیزیں ہی روک سکتی ہیں ایک آیات کا پڑھا جانا دوسرا رسول کا موجود ہونا۔ ہمارے سامنے نہ تو آیات ہی اس طریق پر پڑھی جاتی ہیں جو اپیل کر سکیں اور نہ ہی رسول موجود ہے۔

ارتداد کی اس رَو کے پیدا ہونے کا ذکر اس آیت میں بھی ہے فرمایا :۔ یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم (المائدہ ع) اس آیت میں بھی بتلایا گیا ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے لوگ مرتد ہو جائیں گے اس ارتداد کے وقت اللہ تعالےٰ اس کی روک تھام کے لئے ایک جماعت پیدا کرے گا جس کی صفات یہ ہونگی :۔ (۱) خدا ان سے محبت کرے گا (۲) وہ خدا سے محبت کریں گے (۳) مسلمانوں کے لئے وہ بڑے نرم اور ان کے لئے رحمت ہوں گے (۴) کفار پر ان کا حملہ سخت ہوگا اس لئے ان کا وجود ان پر گراں ہوگا (۵) وہ اللہ کی راہ میں یعنی اسکے دین کے پھیلانے میں پوری تندہی سے کوشاں رہیں گے (۶) اس کام سے ان کو روکنے کے لئے بڑی کوشش کی جائے گی یہاں تک کہ ان کو ملامت اور لعن طعن کا نشانہ بھی بنایا جائے گا لیکن وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے اس مقدس کام میں لگے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کا فضل ان کے شامل حال ہو جائے گا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے، یہ جماعت جس کی چھ صفات آیت میں بیان کی گئی ہیں کس طرح قائم ہوگی اس کا ذکر پہلی آیت کے الفاظ فیکم رسولہ میں موجود ہے یعنی نبی کریم صلعم کے خلیفہ اور بروز کے ذریعہ ایسی جماعت قائم کی جائے گی۔

ان دعاوی کی صداقت کا ثبوت } قرآن کریم کے ان دعاوی کی صداقت کا ثبوت اس زمانہ میں اگر مل سکتا ہے تو وہ محض حضرت مرزا صاحب کے وجود میں ہی مل سکتا ہے آپ نے ہی نبی کریم صلعم کے کامل بروز اور خلیفہ ہونے کا دعوٰے کیا آپ کے ہی ذریعہ وہ ضعف جو دین میں پیدا ہو چکا تھا اور جس کی وجہ سے مسلم اور غیر مسلم سب اسلام کو مردہ یقین کر بیٹھے تھے اور جس کی وجہ سے اس کے مٹ جانے کا خوف پیدا ہو رہا تھا قوت میں بدل گیا اور دین میں وہ مضبوطی پیدا ہو گئی کہ دشمن بھی اس کے مٹ جانے سے مایوس ہو گیا اور مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس کی کامیابی کا یقین پیدا ہو گیا اور یہ کام آپ نے دلائل اور نشانات کے ذریعہ سرانجام دیا اس کام کو جاری رکھنے کے لئے جو جماعت آپ نے تیار کی اگر کوئی غور سے دیکھے تو قرآن میں بیان کردہ چھ صفات اس میں نمایاں طور پر نظر آئیں گی۔

غلبۂ اسلام اور مخالفین کی ناکامی کی پیشگوئیاں } مضمون کے طویل ہو جانے کی وجہ سے میں بقیہ دعاوی کو سردست ترک کرتا ہوں البتہ اختصار سے اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلعم کے لئے دائمی مدد و نصرت اور آپ کے دشمنوں کے لئے دائمی ناکامی کا وعدہ قرآن کریم میں کیا ہوا ہے اور بتلایا ہوا ہے کہ دشمن جو تدابیر بھی اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کرے گا انہیں ناکام بنا دیا جائے گا، صلیبی جنگوں کے بعد سے عیسائی دنیا نے اسلام کو وسوسہ اندازی کے ذریعہ مٹانے اور نبی کریم صلعم کی محبت و عظمت کو مسلمانوں کے دلوں سے محو کرنے کی زبردست مہم شروع کی جو ہمارے موجودہ زمانے میں اپنے عروج کو پہنچ گئی اور اس کا اثر نمایاں طور پر محسوس ہونا شروع ہو گیا تو خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کو مبعوث کیا جس نے دشمنان اسلام کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا اور اسلام کو مضبوط بنیادوں پر از سر نو قائم کر دیا۔ جن پر ایک مضبوط عمارت استوار ہوتی چلی جا رہی ہے جس کی بلندی اور مضبوطی دشمن کو حیرت میں ڈال رہی ہے۔

ماحصل کلام } یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے انکار سے قرآن شریف کے بے شمار دعاوی کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ قرآن کے بے شمار دعوے آپ کے ہی ہاتھ پر پورے ہوئے ہیں جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے اس لئے آپ کا ساتھ دینا ہر سچے مسلمان کا فرض ہے انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں ان تمام امور پر نہایت بسط سے مزید روشنی ڈالی جائے گی۔

والسلام علٰی من اتبع الھدٰی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خودنوشت حالاتِ زندگی

من بہر جمعیتے نالاں شدم ❊ جفتِ خوش حالان و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظنِّ خود شد یارِ من ❊ وز درونِ من نجست اسرارِ من

"میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضےٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے (سترہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالےٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں۔ وہ تمام حالات میں نے انہی دنوں براہین احمدیہ حصہ دوم میں درج کر دیئے تھے جن میں سے میری نسبت ایک الہام یہ ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ پھر دوسرا الہام میری نسبت یہ ہے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من فارس۔ یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہاں جا کر اس کو لے لیتا۔ اور پھر ایک تیسرا الہام میری نسبت یہ ہے ان الذین کفروا ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ۔ یعنی جو لوگ کافر ہوئے اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذاہب کو ردّ کر دیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکرگذار ہے۔ یہ تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے آباء اوّلین فارس تھے والحق ما اظہرہ اللہ۔ منہ)

اور میرے بزرگوں کے پُرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے اور ان کے ساتھ قریباً دوسو آدمی ان کے توابع اور خدام اور اہل وعیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس مُلک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں جو اس وقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشہ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام اسلام پور رکھا جو پیچھے سے اسلام پور قاضی ماجھی کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر قادیان بن گیا۔ اور قاضی ماجھی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھا کہلاتا تھا۔ غالباً اس وجہ سے اس کا نام ماجھا تھا کہ اس ملک میں بھینسیں کثرت ہوتی تھیں اور ماجھ زبان ہندی میں بھینس کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس مُلک کو چھوڑنا پڑا تھا۔ پھر اس ملک میں آکر بادشاہِ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیران کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل ریاست ان کی ہو گئی۔

سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت پچاسی گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے ان کے قبضہ سے نکل گئے تاہم ان کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انھوں نے مروّت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جو اب تک ان کے پاس ہیں۔ غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خودمختار رئیس تھے ہمیشہ قریب پانچ سو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دسترخوان پر روٹی کھاتے تھے۔ اور ایک سو علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کے اُن کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکّی پیسنے والی عورتیں بھی پانچ وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں۔ اور گرد و نواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا مکّہ کہتے تھے۔ کیونکہ اس پُرآشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی۔ اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں اسلام اور تقوےٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی میں نے خود اس زمانہ سے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے۔ اور اس نواح میں یہ واقعات نہایت مشہور ہیں کہ میرزا گل محمد صاحب مرحوم مشائخ وقت کے بزرگ لوگوں میں سے اور صاحب خوارق و کرامات تھے جن کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صلحا اور فضلاء قادیان میں جمع ہو گئے تھے اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی مشہور ہیں جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفان دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقوےٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے۔ اور ان کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دُور رہنے والے اور بہادر اور بارعب آدمی تھے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد مرحوم سے سُنا ہے کہ اُس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنت مغلیہ کا قادیان میں آیا جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا اور اس نے میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقوےٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور ان کے اس مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پُر پایا تب وہ چشم پُرآب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفاتِ ضروریہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں تو اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوک چغتیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جاوے۔

اس جگہ اس بات کا لکھنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ میرے پردادا صاحب موصوف یعنی میرزا گل محمد نے ہچکی کی بیماری سے جس کے ساتھ اور عوارض بھی تھے وفات پائی۔ بیماری کے غلبہ کے وقت اطباء نے اتفاق کر کے کہا کہ اس مرض کے لئے اگر چند روز شراب استعمال کرایا جائے تو غالباً اس سے فائدہ ہوگا۔ مگر جرأت نہیں رکھتے تھے کہ ان کی خدمت میں عرض کریں۔ آخر بعض نے ان میں سے ایک ... نرم تقریر میں عرض کر دیا۔ تب انہوں نے کہا کہ اگر خدا تعالےٰ کو شفا دینا منظور ہو تو اس کی پیدا کردہ اور بھی بہت سی دوائیں ہیں میں نہیں چاہتا کہ اس پلید چیز کو استعمال کروں اور میں خدا کی قضا و قدر پر راضی ہوں۔ آخر چند روز کے بعد اسی مرض سے انتقال فرما گئے۔ موت تو مقدر تھی مگر یہ ان کا طریق تقوےٰ ہمیشہ کے لئے یادگار رہا کہ موت کو شراب پر اختیار کر لیا۔ موت سے بچنے کے لئے انسان کیا کیا کچھ نہیں کرتا۔ لیکن انہوں نے معصیت کرنے سے موت کو بہتر سمجھا۔ افسوس ان بعض نوابوں اور امیروں اور رئیسوں کی حالت پر کہ اس چند روزہ زندگی میں اپنے خدا اور اس کے احکام سے بکلی لاپرواہ ہو کر اور خدا تعالےٰ سے سارے علاقے توڑ کر دل کھول کر ارتکاب معصیت کرتے ہیں اور شراب کو پانی کی طرح پیتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو نہایت پلید اور ناپاک کر کے اور عمر طبعی سے بھی محروم رہ کر اور بعض ہولناک عوارض میں مبتلا ہو کر جلد تر مرجاتے ہیں

اور آیندہ نسلوں کے لئے نہایت خبیث نمونہ چھوڑ جاتے ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد فرزند رشید انکے گدی نشین ہوئے (ہمارا شجرۂ نسب اس طرح پر ہے۔ میرا نام غلام احمدؐ ابن مرزا غلام مرتضیٰ صاحب، ابن مرزا عطا محمدؐ صاحب ابن مرزا گل محمدؐ صاحب ابن مر[illegible] صاحب ابن مرزا محمدؐ قاسم صاحب ابن مرزا محمدؐ اسلم [illegible] ابن مرزا محمدؐ دلاور صاحب ابن مرزا الہ دین صاحب ابن مرزا جعفر بیگ صاحب ابن مرزا محمدؐ بیگ صاحب ابن مرزا عبد الباقی صاحب ابن مرزا محمدؐ سلطان صاحب۔ ابن مرزا ہادی بیگ صاحب مورث اعلیٰ۔) ان کے وقت میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آ گئے۔ دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت سی تدبیریں کیں مگر جبکہ قضا و قدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی۔ اس لئے ناکام رہے اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے ... گئے یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیان رہ گیا۔ اور قادیان اس وقت ..... ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا۔ اور اس کے چار برج تھے۔ اور برجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے اور چند توپیں تھیں۔ اور فصیل ۲۲ فٹ کے قریب اونچی اور اس قدر چوڑی تھی۔ کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے تھے۔ اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا۔ اول فریب کی راہ سے اجازت لیکر قادیان میں داخل ہوا۔ اور پھر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے۔ اور ان کے مال و متاع سب لوٹے گئے۔ کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کئے گئے اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے۔ دھرم سالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔ اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا۔ جس میں پانچسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا۔ جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا۔ اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد انہی دشمنوں کے منصوبہ سے میرے دادا صاحب کو زہر ... دی گئی۔ پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم میرزا غلام مرتضیٰ قادیان میں واپس آئے۔ اور میرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے پانچ گاؤں ملے۔ کیونکہ اس عرصہ میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر ایک بڑی ریاست اپنی بنالی تھی۔ سو ہمارے تمام دیہات بھی رنجیت سنگھ کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ اور لاہور سے لیکر پشاور تک اور دوسری طرف لدھیانہ تک اس کی ملکداری کا سلسلہ پھیل گیا تھا غرض ہماری پرانی ریاست خاک میں مل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔ پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔ گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گذاری میں پچاس گھوڑے معہ پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عند الضرورت وعدہ بھی دیا اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے بصلہ خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔ چنانچہ سر لیپل گریفن صاحب نے بھی اپنی کتاب تاریخ رئیسان پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہر دلعزیز تھے۔ اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر ان کے مکان پر آ کر ان کی ملاقات کرتے تھے .. یہ مختصر میرے خاندان کا حال ہے۔ میں ضروری نہیں دیکھتا کہ اس کو بہت طول دوں۔

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں۔ کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔ ---- (میں توام پیدا ہوا تھا۔ ایک لڑکی جو میرے ساتھ تھی وہ چند دنوں کے بعد فوت ہو گئی تھی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدا تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا۔) میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترہ برس میں تھا۔ اور ابھی ریش بُرودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ ایک دفعہ ہندوستان کا پا پیادہ سیر بھی کیا۔ میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کی رحمت ہے۔ کہ میں نے ان کے مصائب کے دنوں سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا۔ اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملکداری سے کچھ حصہ پایا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤد کی نسل سے ہونیکی تھی۔ اور ملکداری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے۔ ایسا ہی میرے لئے بگفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملکداروں کی اولاد میں سے ہوں۔ شاید یہ اس لئے ہوا۔ کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔ اگرچہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میرے لئے سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ مگر تاہم میں جانتا ہوں۔ کہ وہ تمام صفت ہمارے اجداد کی ریاست اور ملکداری کی بیٹھ گئی۔ اور وہ سلسلہ ہمارے وقت میں آ کر بالکل ختم ہو گیا اور ایسا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے نیا سلسلہ قائم کرے۔ جیسا کہ براہین احمدیہ میں اس سبحانہٗ کی طرف سے یہ الہام ہے۔ سبحان

اللّٰہ تبارك وتعالیٰ زاد مجدك ينقطع اٰباءك ويبدء منك یعنی خدا جو بہت برکتوں والا اور بلند اور پاک ہے۔ اس نے تیری بزرگی کو تیرے خاندان کی نسبت زیادہ کیا۔ اب سے تیرے اباء کا ذکر قطع کیا جائے گا۔ اور خدا تجھ سے شروع کرے گا۔ اور ایسا ہی اس نے مجھے بشارت دی۔ کہ میں تجھے برکت دوں گا۔ اور بہت برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

پھر میں پہلے سلسلہ کی طرف عود کر کے لکھتا ہوں کہ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی۔ کہ جب میں چھ سات سال کا تھا۔ تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی۔ تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔ جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی۔ اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے۔ اور میں نے "صرف" کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا۔ تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا۔ اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔ اور وہ فن طبابت میں بہت حاذق طبیب تھے۔ اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کو دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی۔ کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔

میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے۔ کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے۔ کہ صحت میں فرق نہ آوے اور نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا۔ کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے ہموم و غموم میں شریک ہو جاؤں آخر ایسا ہی ہوا میرے والد صاحب اپنے بعض آباء اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا۔ اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا۔ اس لئے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ بنتا رہا۔ انکی ہمدردی اور مہربانی میرے پر نہایت درجہ پر تھی مگر وہ چاہتے تھے۔ کہ دنیا داروں کی طرح مجھے رو بخلق بنا دیں۔ اور میری طبیعت اس طریق سے سخت بیزار تھی۔ ایک مرتبہ ایک صاحب کمشنر نے قادیان میں آنا چاہا۔ میرے والد صاحب نے بار بار مجھ کو کہا کہ ان کی پیشوائی کے لئے دو تین کوس جانا چاہیئے۔ مگر میری طبیعت نے نہایت کراہت کی۔ اور میں بیمار بھی تھا اس لئے نہ جا سکا۔ پس یہ امر بھی ان کی ناراضگی کا موجب ہوا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ میں دنیوی امور میں ہر دم غرق رہوں جو مجھ سے نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر تاہم میں خیال کرتا ہوں، کہ میں نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل

کرنے کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کے لئے دعا میں مشغول رہتا تھا - اور وہ مجھے دلی یقین سے برًا بالوالدین جانتے تھے، اور بسا اوقات کہا کرتے تھے - کہ میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں ورنہ میں جانتا ہوں، کہ جس کی طرف اس کی توجہ ہے (یعنی دین کی طرف) صحیح اور سچ بات یہی ہے - ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں - ایسا ہی ان کے زیر سایہ ہونے کے ایام میں چند سال تک میری عمر کراہت طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی - آخر چونکہ میرا جدا رہنا والد صاحب پر بہت گراں تھا - اس لئے ان کے حکم سے جو عین میری منشاء کے موافق تھا - میں نے استعفا دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی سبکدوش کر دیا اور پھر اپنے والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا، اس تجربہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اکثر نوکری پیشہ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں - ان میں سے بہت کم ایسے ہوں گے جو پورے طور پر صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں، اور جو ان ناجائز حظوظ سے اپنے تئیں بچا سکیں - جو ابتلاء کے طور پر ان کو پیش آتے رہتے ہیں میں ہمیشہ ان کے منہ دیکھ کر حیران رہا - اور اکثر ایسا پایا - کہ ان کی تمام دلی خواہشیں مال و متاع تک خواہ حلال کی وجہ سے ہو یا حرام کے ذریعے سے محدود تھیں اور بہتوں کی دن رات کی کوششیں صرف اسی مختصر زندگی کی دنیوی ترقی کے لئے مصروف پائیں - میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ حلم اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکساری اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدق مقال اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں - بلکہ بہتوں کو تکبر اور بدچلنی اور لاپرواہی دینی اور طرح طرح کے اخلاق رذیلہ میں شیطان کے بھائی پایا - اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ حکمت تھی، کہ ہر ایک قسم اور ہر ایک نوع کے انسانوں کا مجھے تجربہ حاصل ہو - اس لئے ہر ایک صحبت میں مجھے رہنا پڑا - اور بقول صاحب مثنوی رومی وہ تمام ایام سخت کراہت اور درد کے ساتھ میں نے بسر کئے ؎

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت خوشحالاں و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
وز درونِ من نجست اسرارِ من

اور جب میں نے حضرت والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور انہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا - مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں صرف ہوتا تھا - اور بسا اوقات حضرت والد صاحب کو وہ کتابیں بھی سنایا کرتا تھا - اور میرے والد صاحب اپنی ناکامیوں کی وجہ سے اکثر مغموم اور مہموم رہتے تھے - انہوں نے پیروی مقدمات میں ستر ہزار روپیہ کے قریب خرچ کیا تھا جس کا انجام آخر ناکامی تھی کیونکہ ہمارے بزرگوں کے دیہات مدت سے ہمارے قبضہ سے نکل چکے تھے اور ان کا واپس آنا ایک خیال خام تھا - اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن و اضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے - اور مجھے

ان حالات کو دیکھ کر ایک پاک تبدیلی کرنے کا موقع حاصل ہوتا تھا - کیونکہ حضرت والد صاحب کی تلخ زندگی کا نقشہ مجھے اس بے لوث زندگی کا سبق دیتا تھا - جو دنیوی کدورتوں سے پاک ہے - اگرچہ حضرت مرزا صاحب کے چند دیہات ملکیت باقی تھے - اور سرکار انگریزی کی طرف سے کچھ انعام بھی سالانہ مقرر تھا - اور ایام ملازمت کی پنشن بھی تھی - مگر جو کچھ وہ دیکھ چکے تھے، اس لحاظ سے وہ سب کچھ ہیچ تھا - اسی وجہ سے وہ ہمیشہ مغموم اور محزون رہتے تھے اور بارہا کہتے تھے کہ جس قدر میں نے اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے - اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شاید آج قطب وقت یا غوث وقت ہوتا - وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عمر بگذشت و نماند است جز ایامے چند
بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

اور میں نے کئی دفعہ دیکھا - کہ وہ ایک اپنا بنایا ہوا شعر رقت کے ساتھ پڑھتے تھے اور وہ یہ ہے ؎

از درِ تو اے کسِ ہر بیکسے
نیست امیدم کہ روم نا امید

اور کبھی دردِ دل سے یہ شعر اپنا پڑھا کرتے تھے ؎

بآب دیدہ عشاق و خاکپائے کسے
مرا دلے است کہ در خون تپد بجائے کسے

حضرت عزت جلشانہٗ کے سامنے خالی ہاتھ جانے کی حسرت روز بروز آخری عمر میں ان پر غلبہ کرتی گئی تھی - بارہا افسوس سے کہا کرتے تھے کہ دنیا کے بیہودہ خرخشوں کے لئے میں نے اپنی عمر ناحق ضائع کر دی - ایک مرتبہ حضرت والد صاحب نے یہ خواب بیان کیا - "کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا - کہ ایک بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں - جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے - تو میں اس وقت آپ کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا - جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا - کہ کچھ نذر و نیاز پیش کرنی چاہیئے - یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا - جس میں صرف ایک روپیہ تھا - اور جب غور سے دیکھا - تو معلوم ہوا - کہ وہ بھی کھوٹا ہے یہ دیکھ کر میں چشم پُر آب ہو گیا - اور پھر آنکھ کھل گئی" اور آپ ہی تعبیر فرمانے لگے - کہ دنیاداری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپیہ کی طرح ہے - اور فرمایا کرتے تھے - کہ میری طرح میرے والد صاحب کا بھی آخری حصہ زندگی کا مصیبت اور غم اور حزن میں ہی گذرا - اور جہاں ہاتھ ڈالا آخر ناکامی تھی اور اپنے والد صاحب یعنی میرے پردادا صاحب کا ایک شعر بھی سنایا کرتے تھے جس کا ایک مصرع راقم کو بھول گیا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ ؎

کہ جب تدبیر کرتا ہوں - تو پھر تقدیر ہنستی ہے

اور یہ غم اور درد ان کا پیرانہ سالی میں بہت بڑھ گیا تھا - اسی خیال سے قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی - جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے - اور وصیت کی - کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو - تا خدائے عزوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے - کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو - چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی، اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں - کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہو گئے، اور اسی مسجد کے اسی گوشہ میں

جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا - دفن کئے گئے -
اللّٰھم ارحمہ وادخلہ الجنۃ - آمین - قریباً اسی یا پچاسی برس کی عمر پائی -

ان کی یہ حسرت کی باتیں کہ میں نے کیوں دنیا کے لئے وقت عزیز کو کھویا - اب تک میرے دل پر دردناک اثر ڈال رہی ہیں - اور میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو دنیا کا طالب ہوگا آخر اس حسرت کو ساتھ لے جائے گا - جس نے سمجھنا ہو سمجھے - میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا - مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا - کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے - میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا - تب میں جلدی سے قادیان میں پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا - لیکن یہ امید ہرگز نہ تھی - کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے - کیونکہ مرض کی شدت کم ہو چکی تھی - اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے - دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے - کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا - کہ اس وقت تم ذرا آرام کر لو کیونکہ جون کا مہینہ تھا، اور گرمی سخت پڑتی تھی - میں آرام کے لئے ایک چوبارہ میں چلا گیا - اور ایک نوکر پَیر دبانے لگا - کہ اتنے میں تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا - والسماءِ والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء و قدر کا مبدء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا - اور مجھے سمجھایا گیا - کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا - سبحان اللہ - کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور پر بیان فرماتا ہے - اس بات سے اکثر لوگ تعجب کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی عزا پرسی کیا معنے رکھتی ہے - مگر یاد رہے کہ حضرت عزت جلشانہ جب کسی کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے - تو ایک دوست کی طرح ایسے معاملات اس سے کرتا ہے - چنانچہ خدا تعالیٰ کا ہنسنا بھی جو حدیثوں میں آیا ہے انہی معنوں کے لحاظ سے ہے -

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جلشانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے - تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا - کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں - پھر نامعلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا - تب اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا - الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے اور اس الہام نے عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح میرے دل میں دھنس گیا - پس مجھے اس خدائے عزوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا - کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا - میرا وہ ایسا متکفل ہوا - کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفل نہیں ہوگا - میرے پر اس کے وہ متواتر احسان ہوئے - کہ بالکل محال ہے - کہ میں ان کا شمار کر سکوں - اور میرے

والد صاحب اسی دن بعد غروب آفتاب فوت ہو گئے۔ یہ ایک پہلا دن تھا۔ جو میں نے بذریعہ خدا کے الہام کے ایسا رحمت کا نشان دیکھا جس کی نسبت میں خیال نہیں کر سکتا۔ کہ میری زندگی میں کبھی منقطع ہو۔ میں نے اس الہام کو انہی دنوں میں ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگشتری بنوائی۔ جو بڑی حفاظت سے اب تک رکھی ہوئی ہے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گذری ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھایا جانا تھا۔ اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کونسا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی، صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رک نہیں سکتی، سو یہ اسی کی عنایت ہے۔ میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں، اور نہ زمانہ حال کے صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا ہے اور نہ گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلہ کشی کی، اور نہ خلاف سنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا جس پر خدا تعالیٰ کے کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ میں ہمیشہ ایسے فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا۔ جو انواع و اقسام کی بدعات میں مبتلا ہیں۔ ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا۔ کہ میں اس سنت اہل بیت رسالت کو بجا لاؤں، سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا۔ مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا۔ کہ اس امر کو مخفی طور پر بجا لانا بہتر ہے۔ پس میں نے یہ طریق اختیار کیا۔ کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں اپنا کھانا منگواتا۔ اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو میں نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے تاکید کر دی تھی۔ دے دیتا تھا۔ اور اس طرح تمام دن روزہ میں گذار دیتا۔ اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ کہ ایسے روزوں سے جو ایک وقت میں پیٹ بھر کر روٹی کھا لیتا ہوں۔ مجھے کچھ بھی تکلیف نہیں۔ بہتر ہے۔ کہ کسی قدر کھانے کو کم کروں سو میں اس روز سے کھانے کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ میں تمام رات دن میں صرف ایک روٹی پر کفایت کرتا تھا۔ اور اسی طرح میں کھانے کو کم کرتا گیا یہاں تک کہ شاید صرف چند تولہ روٹی میں سے آٹھ پہر کے بعد میری غذا تھی۔ غالباً آٹھ یا نو ماہ تک میں نے ایسا ہی کیا۔ اور باوجود اس قدر قلت غذا کے کہ دو تین ماہ کا بچہ بھی اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا۔ اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے۔ وہ لطیف مکاشفات ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں، اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہم و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی۔ بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اسی طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں، جن کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے۔ اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر برنگ ستون سبز و سرخ ایسے دلکش و دلستان طور پر نظر آتے تھے۔ جن کا بیان کرنا طاقت تحریر سے باہر ہے، وہ نورانی ستون جو سیدھے آسمان کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جن میں سے بعض چمکدار سفید اور بعض سبز اور بعض سرخ تھے۔ ان کو دل سے ایسا تعلق تھا کہ ان کو دیکھ کر دل کو نہایت سرور پہنچتا تھا۔ اور دنیا میں کوئی بھی ایسی لذت نہیں ہو گی۔ جیسا کہ ان کو دیکھ کر دل اور روح کو لذت آتی تھی۔ میرے خیال میں ہے کہ وہ ستون خدا اور بندہ کی محبت کی ترکیب سے ایک تمثیلی صورت میں ظاہر کئے گئے تھے۔ یعنی وہ ایک نور تھا۔ جو دل سے نکلا۔ اور دوسرا وہ تھا۔ جو اوپر سے نازل ہوا۔ اور دونوں کے ملنے سے ایک ستون کی صورت پیدا ہو گئی۔ یہ روحانی امور ہیں۔ کہ دنیا ان کو نہیں پہچان سکتی کیونکہ وہ دنیا کی آنکھوں سے بہت دور ہیں۔ لیکن دنیا میں ایسے بھی ہیں جن کو ان امور سے خبر ملتی ہے۔

غرض اس مدت تک روزہ رکھنے سے جو میرے پر عجائبات ظاہر ہوئے۔ وہ انواع و اقسام کے مکاشفات تھے ایک اور فائدہ مجھے یہ حاصل ہوا۔ کہ میں نے ان مجاہدات کے بعد اپنے نفس کو ایسا پایا۔ کہ میں وقت ضرورت فاقہ کشی پر زیادہ سے زیادہ صبر کر سکتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ خیال کیا، کہ اگر موٹا آدمی جو علاوہ فربہی کے پہلوان بھی ہو، میرے ساتھ فاقہ کشی کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو قبل اس کے کہ مجھے کھانے کے لئے کچھ اضطرار ہو۔ وہ فوت ہو جائے۔ اس سے مجھے یہ بھی ثبوت ملا۔ کہ انسان کس حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے میرا یقین ہے۔ کہ ایسا تنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا۔ کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا۔ میں نے کئی جاہل درویش ایسے بھی دیکھے ہیں جنہوں نے شدید ریاضتیں اختیار کیں۔ اور آخر یبوست دماغ سے وہ مجنون ہو گئے۔ اور بقیہ عمر ان کی دیوانہ پن میں گذری یا دوسرے امراض سل، دق میں مبتلا ہو گئے۔ انسانوں کے دماغی قوٰی ایک طرز کے نہیں ہیں۔ پس ایسے اشخاص جن کے فطرتاً قوٰی ضعیف ہیں ان کو کسی قسم کا جسمانی مجاہدہ موافق نہیں پڑ سکتا۔ اور جلد تر کسی خطرناک بیماری میں پڑ جاتے ہیں۔ سو بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو۔ اور شریعت غرا اسلام کے منافی نہ ہو۔ تو اس کو بجا لانا ضروری ہے۔ لیکن آج کل کے اکثر نادان فقیر جو مجاہدات سکھلاتے ہیں، ان کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ پس ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یاد رہے کہ میں نے کشف صریح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جسمانی سختی کشی کا حصہ آٹھ یا نو مہینہ تک لیا۔ اور بھوک اور پیاس کا مزہ چکھا۔ اور پھر اس طریق کو علی الدوام بجا لانا چھوڑ دیا۔ اور کبھی کبھی اس کو اختیار بھی کیا۔ یہ تو سب کچھ ہوا۔ لیکن روحانی سختی کشی کا حصہ ہنوز باقی تھا۔ سو وہ حصہ ان دنوں میں مجھے اپنی قوم کے مولویوں کی بدزبانی اور بدگوئی اور تکفیر اور توہین اور ایسا ہی دوسرے جہلا کی دشنام دہی اور دل آزاری سے مل گیا اور جس قدر یہ حصہ بھی مجھے ملا۔ میری رائے ہے کہ تیرہ سو برس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کم کسی کو ملا ہوگا۔ میرے لئے تکفیر کے فتوے تیار ہو کر مجھے تمام مشرکوں اور عیسائیوں اور دہریوں سے بدتر ٹھہرایا گیا۔ اور قوم کے سفہاء نے اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے مجھے وہ گالیاں دیں کہ اب تک مجھے کسی دوسرے کے سوانح میں ان کی نظیر نہیں ملی، سو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں۔ کہ دونوں قسم کی سختی سے میرا امتحان کیا گیا۔

اور پھر جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا۔ اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا، تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی۔ کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا الرحمٰن علّم القراٰن لتنذر قوماً ما انذر اٰباءھم ولتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین۔ یعنی خدا نے مجھے قرآن سکھایا اور اس کے صحیح معنے مجھ پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا تو ان لوگوں کو بد انجام سے ڈراوے۔ کہ جو بباعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول نہیں کرنا چاہتے ان کو کہدے۔ کہ میں مامور من اللہ ہوں۔ اور اول المؤمنین ہوں، اور یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپ چکا ہے۔ جو انہی دنوں میں (جس کو اٹھارہ سال کا عرصہ ہوا ہے) میں نے تالیف کر کے شائع کی تھی۔ اس کتاب الہامات پر نظر غور ڈالنے سے ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا نے کیوں اور کس غرض سے مجھے اس خدمت پر مامور کیا۔ اور کیا حالت موجودہ زمانہ کی اور صدی کا سر اس بات کو چاہتا تھا۔ یا نہیں کہ کوئی شخص ایسے غربت اسلام کے زمانہ میں اور کثرت بدعات اور سخت بارش پیشرفی سالوں کے دنوں میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تائید اور تجدید دین کے لئے آوے۔

اور اس جگہ یہ بات بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ تک اس ملک کے اکثر علماء میرے دعوے مجدد ہونے کی تصدیق کرتے تھے اور کم سے کم یہ کہ نہایت حسن ظن سے میرے الہامات پر بڑے سے بڑے سخت متعصبوں کو بھی کوئی جرأت نہ تھی۔ اور اکثر ان میں سے بڑی خوشی سے کہتے تھے۔ کہ خدا نے اسلام کیلئے چودھویں صدی ۔ ۔ ۔ ۔ مبارک کی۔ کہ اپنی طرف سے ایک مجدد بھیجا۔ اور بعض نے ان میں سے نہایت اخلاص سے براہین احمدیہ کا ریویو بھی لکھا۔ اور اس میں اس قدر میری تعریف کی۔ جس قدر انسان کسی کامل درجہ کے راستباز اور پاک طینت

اور خدا رسیدہ اور ہمدرد اسلام کی تعریف کر سکتا ہے۔ حالانکہ اس مولوی صاحب کو یہ معلوم تھا۔ کہ براہین احمدیہ میں وہ الہام بھی ہیں۔ جن میں خدا تعالےٰ نے میرا نام عیسےٰ اور مسیح موعود رکھا ہے۔ غرض اس وقت تک کہ تصریح کے ساتھ میری طرف سے دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں ہوا تھا۔ اور صرف مجدد ..... چودھویں صدی ہونا تمام لوگوں میں مشہور تھا۔ کوئی بڑی مخالفت علماء کی طرف سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ان میں اکثر مصدق اور مطیع رہے۔ مگر اس دعوےٰ مسیحیت کے وقت میں عجیب طور کا شور علماء میں پھیلا۔ اور ان میں سے اکثر لوگوں نے انواع و اقسام کی خیانت سے عوام کو دھوکہ دیا۔ اور بعض نے ان میں سے میری تکفیر کے بارہ میں استفتاء تیار کیا۔ اور بڑی کوشش کر کے صدہا کم فہم اور موٹی عقل والے لوگوں کے اس پر دستخط کرائے۔ مگر جیسا کہ پہلے آثار نبویہ میں لکھا تھا کہ اس آنے والے امام موعود کی تکفیر ہو گی۔ اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ کیونکہ ان پاک نوشتوں کا پورا ہونا ضروری تھا۔ اور تعجب کہ مسیح موعود ہونے کے دعوےٰ میں کوئی ایسی نئی بات نہیں تھی۔ کہ جو براہین احمدیہ میں اس وقت سے اٹھارہ برس پہلے درج نہیں ہو چکی تھی۔ مگر پھر بھی نادان مولویوں نے اس دعوےٰ پر بڑا شور برپا کیا۔ آخر ان کی فتنہ انگیزیوں کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ گھر گھر میں عداوت پڑ گئی۔ مسلمانوں کا ایک گروہ میرے ساتھ ہو گیا۔ اور ایک گروہ کج فہم مولویوں کے پیچھے لگا۔ اور ایک گروہ ایسا رہا۔ کہ نہ موافق اور نہ مخالف۔ اور اگرچہ ہمارا گروہ ابھی باکثرت دنیا میں نہیں پھیلا۔ لیکن پشاور سے لے کر بمبئی اور کلکتہ اور حیدرآباد دکن اور بعض دیار عرب تک ہمارے پیرو دنیا میں پھیل گئے۔ پہلے یہ گروہ پنجاب میں بڑھتا پھولتا گیا۔ اور اب میں دیکھتا ہوں، کہ ہندوستان کے اکثر حصوں میں ترقی کر رہا ہے۔ ہمارے گروہ میں عوام کم اور خواص زیادہ ہیں اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدیدار ہیں، جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیلدار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیردار اور اکثر تعلیمیافتہ ایف۔ اے بی۔ اے، اور ایم۔ اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے۔ یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے۔ یا رئیس اور جاگیردار اور تعلقہ دار اور نوابوں کی اولاد تھے، اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے۔ جن کے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلےٰ درجہ کے ولی اور قطب سمجھتے تھے۔ وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوئے۔ اور ہوتے جاتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل .... اور قدرت نے مولویوں کو ان کے ارادہ سے نامراد رکھ کر ہماری جماعت کو فوق العادت ترقی دی ہے اور دے رہا ہے۔ وہ لوگ جو درحقیقت پارسا طبع اور خداترس اور نوع انسان سے ہمدردی کرنے والے اور دین کی ترقی کے لئے بدل و جان کوشش کرنے والے اور خدا تعالےٰ کی عظمت کو دلوں میں بٹھانے والے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم اور خدا اور رسول سے سچی محبت رکھنے والے ہیں۔ وہ اس جماعت میں بکثرت پائے جائیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم اس بات کا ارادہ کر رہا ہے، کہ اس جماعت کو بڑھا دے۔ اور برکت دے۔ اور زمین کے کناروں تک سعادتمند انسانوں کو کھینچکر اس میں داخل کرے۔

درخواست دُعا

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم

عرض خدمت ہے کہ ہمارے ایک نیک و معزز بھائی عبدالغنی صاحب کئی دنوں سے بیمار ہیں۔ دوا کے ساتھ دعا بھی بہت لازمی ہے لہذا عرض ہے پیغام صلح میں صرف اس قدر دے دیں کہ تمام بھائی ان کی صحت کیلئے دعا کریں۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ رجون ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں، یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ رجون ۱۹۵۶ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۱۰ رجون ۱۹۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا، ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

۵۵	۶	۳۶۵	۶	۷۴۵	۶
۵۹	۶	۳۶۶	۱۲	۷۴۷	۶
۶۵	۶	۳۷۵	۶	۷۴۸	۶
۷۵	۱۲	۳۷۴	۶	۹۳۲	۶
۸۵	۶	۴۹۹	۲۱	۹۶۲	۶
۸۷	۲۴	۵۰۶	۶	۹۶۶	۱۲
۹۵	۶	۵۰۷	۱۸	۱۰۰۶	۶
۲۸	۱۲	۵۱۲	۱۲	۱۰۰۷	۶
۱۳۱	۶	۵۲۵	۶	۱۰۱۵	۶
۱۴۲	۱۲	۵۵۵	۶	۱۰۱۷	۶
۱۴۸	۶	۵۵۸	۶	رعایتی	
۱۵۴	۶	۶۰۹	۴	۸۱۰	۴
۱۶۰	۶	۶۱۹	۶	۸۱۳	۶
۱۶۹	۶	۶۲۰	۲۴	۸۱۴	۹
۲۰۱	۶	۶۳۰	۶	۸۱۷	۶
۲۰۶	۶	۶۳۲	۱۲	۸۸۹	۶
۲۲۰	۶	۶۴۸	۶	۸۷۳	۱۶
۲۳۰	۱۸	۶۴۹	۶	۸۷۵	۱۲
۲۴۲	۱۲	۶۵۶	۶	۸۷۹	۱۸
۲۴۳	۶	۷۰۴	۶	۹۱۷	۱۶
۲۵۰	۶	۷۱۶	۶	۹۱۹	۸
۲۵۵	۶	۷۱۷	۶	۹۲۰	۸
۲۷۶	۶	۷۲۱	۶	۹۲۵	۴
۳۲۲	۳۶	۷۳۹	۶		
۳۵۳	۶	۷۴۴	۶		

ہمارا کام

اعلائے کلمۃ اللہ ــــ جہاد بالقرآن

۱- تین یورپین زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے اس کی قریبًا پچاس ہزار کاپی دنیا میں شائع کی۔ انگریزی ترجمہ کی قریبًا دس ہزار کاپی مفت تقسیم کی ہے۔ اسے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچا کر لاکھوں انسانوں تک دین اسلام کا پیغام پہنچایا ہے۔ جرمن ترجمہ کی دو ہزار کاپی مفت شائع ہو رہی ہے۔ اور ڈچ ترجمہ بھی جہاں ضرورت تھی مفت پہنچایا ہے۔ اُردو ترجمہ اور تفسیر ۵ ہزار کی تعداد میں شائع کی۔

۲- سیرت نبوی جس میں یورپ کے تمام اعتراضات کو صاف کیا گیا ہے سترہ مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے جن میں سے چھ یورپ کی زبانیں ہیں۔ قریبًا پندرہ ہزار کاپی اب تک مفت شائع کرکے دنیا کی بہت سی لائبریریوں میں پہنچائی گئی ہے۔

۳- اسلامی تعلیم پر کتابیں اور رسالے قریبًا تیس زبانوں میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ اور مختلف زبانوں میں پچاس ہزار سے زیادہ تعداد میں مفت تقسیم کئے ہیں۔

۴- دو مشن یورپ میں کھولے گئے۔ ایک برلن دار الخلافہ جرمنی میں اور دوسرا ہالینڈ میں۔ اس کے علاوہ آسٹریلیا ٹرینیڈاڈ، فجی اور امریکہ میں بھی تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے انجمن کے مشن کام کرتے رہے ہیں۔ اور سپین میں ایک مشن کھولنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

۵- آج تک ان مشنوں کے ذریعہ سے ایک اور ڈیڑھ ہزار کے درمیان یورپین داخل اسلام ہو چکے ہیں جن میں بڑے بڑے لارڈ اور مشہور اہل قلم ہیں۔ اور لاکھوں انسانوں کا نقطہ خیال اسلام کے متعلق تبدیل ہو چکا ہے۔

۶- برلن (دار الخلافہ جرمنی) میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی ہے۔

۷- ہندوستان کے مختلف مقامات پر اسلامی مشن قائم کئے گئے جن کے ذریعہ چار اور پانچ ہزار کے درمیان غیر مسلم داخل اسلام ہو چکے ہیں۔

۸- دو ہائی سکول قائم کئے گئے ہیں۔ ایک خاص لاہور میں اور دوسرا بھی ضلع سیالکوٹ میں۔ دونوں کے ساتھ بورڈنگ ہاؤس بھی ہیں۔

۹- ایک درسگاہ مبلغین تیار کرنے کے لئے قائم ہے۔

علبہ قرآن ۰ــ۴

ضرورت حدیث ۰ــ۸ــ۳

جمہورت اسلامیہ ۰ــ۸ــ۰

حضرت امیر مولانا صدر دین صاحب کی مندرجہ ذیل بالا تین تصانیف دور حاضرہ کے کئی ایک مسائل کا نہایت مدلل اور جامع حل پیش کرتی ہیں۔ آپ کے گھر میں ان کتب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جموریت اسلامیہ کے صرف چند نسخے باقی ہیں۔

دارلکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

کتب از حضرت مولانا محمد علی صاحب (مرحوم)

		آنہ	روپے
بیان القرآن مکمل مجلد تفسیر اعلیٰ			
جلد	...	۰	۱۸
محصول ڈاک	...	۰	۳
فضل الباری اردو ترجمہ و مفصل حواشی صحیح بخاری قیمت ہر دو			
جلد	...	۰	۲۰
محصول ڈاک وغیرہ	...	۰	۳
حمائل شریف مترجم مجلد	...	۴	۳
زندہ نبی کی زندہ تعلیم	....	۰	۳
زندہ نبی کی زندہ تعلیم (انگریزی)	...	۸	۳
احادیث العمل	...	۰	۱۰
تاریخ خلافِ راشدہ	....	۰	۲
مقام حدیث	...	۰	۱۲

تصنیفات حضرت مرزا غلام احمد صاحب

مجدد صد چہاردہم

سلسلہ تصنیفات احمدیہ حصہ چہارم

(اس میں یہ کتب ہیں)

الحق مباحثہ لدھیانہ ۔ الحق مباحثہ دھلی ۔

آسمانی فیصلہ ۔ قیمت : دو روپے آٹھ آنے

حمامۃ البشریٰ (عربی) " دو روپے

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہفتم

(اس میں یہ کتب شامل ہیں)

ضیاء الحق ۔ شہادت القرآن ۔ انوار الاسلام ۔

نور القرآن حصہ اول ۔ نور القرآن حصہ دوم ۔

ست بچن ۔ آریہ دھرم ۔ قیمت دو روپے بارہ آنے

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ہشتم

(اس میں یہ کتب شامل ہیں)

تعلیم اسلام ۔ انجام آتھم ۔ سراج منیر ۔ تحفہ قیصریہ ۔ حجۃ اللہ ۔ سراج دین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۔ قیمت : دو روپے بارہ آنے

نور القرآن حصہ اول ... ۸ ۔ اتمام حجت .... ۲ ۔

نور القران حصہ دوئم... ۸ ۔ سرالخلافۃ ... ۸ ۔

در ثمین کامل ... ۸ ۱

آنے روپے آنے روپے

تحفہ بغداد ... ۴ ۔ سراج منیر ... ۶ ۔

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ... ۴ ۔ توضیح مرام ... ۶ ۔

فتح اسلام ... ۰ ۔

کرامات صادقین ... ۶ ۔

حقیقہ الوحی ... ۱۲ ۔ ازالہ اوہام ہر دو حصہ مجلد ...

استفتاء ... ۲ ۔

حجۃ اللہ ... ۲ ۔ ملفوظات احمدیہ حصہ اول ... ۱۲ ۱

ملفوظات احمدیہ حصہ دوئم ... ۲

تعلیم اسلام یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی.... ۴

کشتی نوح .... ۱۰ ۔

ملفوظات احمدیہ حصہ سوئم تا ہفتم فی حصہ ... ۸ ۱

آریہ دھرم ... ۳

فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک اور مایۂ ناز فرزند اپنے مولا سے جا ملا

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی وفات حسرت آیات

تار آمدہ از ووکنگ

ووکنگ ۱۹ مئی۔ نہایت رنج و اندوہ سے اطلاع دی جاتی ہے کہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب آج شام کو حرکت قلب بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ اقبال

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ان مایۂ ناز فرزندوں میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں راہ الہٰی میں صرف کر دیں ڈاکٹر صاحب مرحوم ۱۹۲۸ء میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے یورپ تشریف لے گئے اور گیارہ سال برلن مسجد کے امام کی حیثیت سے تبلیغ اسلام کا فرض سر انجام دیتے رہے ۱۹۳۹ء میں جنگ شروع ہونے پر آپ واپس لاہور آگئے اور ۱۹۴۶ء تک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جنرل سکرٹری کی حیثیت سے دفتر انجمن میں کام کرتے رہے اختتام جنگ پر آپ دوبارہ یورپ تشریف لے گئے اور انگلستان میں ووکنگ مسلم مشن کا کام سنبھالا اور بطور امام شاہ جہان مسجد ووکنگ دس سال انگلستان میں تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ ۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو درد دل کا شدید عارضہ ہو جانے کیوجہ سے کئی ہفتوں تک آپ صاحب فراش رہے۔ عارضی افاقہ ہونے پر ڈاکٹروں نے کام کرنے کی اجازت دیدی اور وہ پھر جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہوگئے۔ ۱۹ مئی ۱۹۵۶ء کو بوقت دو بجے پھر دورہ پڑا اور شام کے نو بجے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا انا للہ و انا الیہ راجعون ہمیں ڈاکٹر صاحب ممدوح کے اہل و عیال سے جو انگلستان ہی میں ہیں اس صدمہ جانکاہ میں دلی ہمدردی ہے اللہ تعالے انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور ڈاکٹر صاحب ممدوح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انہیں ۲۳ مئی کو بروز بدھ انگلستان کے قبرستان واقعہ بروک وڈ (Brook wood) میں دفن کیا جائیگا' مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں انکا جنازہ غائبانہ ۲۵ مئی کو بعد نماز جمعہ پڑھا جائیگا تمام بیرونی جماعتیں بھی امید ہے اسی دن نماز جنازہ ادا کرینگی۔ ڈاکٹر صاحب کے متعلق پیغام صلح کا ایک خاص نمبر چند ہفتوں میں شائع کیا جائیگا۔

(مدیر پیغام صلح)

ایور گرین پریس - ۴ چمبرلین روڈ لاہور

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۹ شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۵۶ء | نمبر ۲۱

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا * مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں * حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام * ہر نبوت را برو شد اختتام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں * ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست * بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے * ہماری معرفت کی شراب اسی جام سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب * نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی * ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔
- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ:۔

"اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔" "جو ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوتے اور ہوں گے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ (حدیث)
- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے، اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں، خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے ان کے اپنے الفاظ ہیں:۔ "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

لاہور میں جلسہ یوم وصال

۲۶ اور ۲۷ مئی کو حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کی تقریب پر مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک نہایت پر رونق جلسہ منعقد ہوا جس میں احباب لاہور کے علاوہ بعض اور دوست بھی جو دور و نزدیک سے آئے ہوئے تھے شامل ہوئے۔

۲۶ مئی کو ۵½ بجے زیر صدارت جناب شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی جلسہ شروع ہوا، جس میں تلاوت قرآن کریم کے بعد جناب عبدالغفور صاحب ثاقب اور راقم الحروف (ایڈیٹر پیغام صلح) نے حضرت مسیح موعود کی سیرت طیبہ اور تجدیدی کارناموں پر مقالات پڑھے، بعدازاں صاحب صدر نے اسی موضوع پر برجستہ تقریر فرمائی جو بہت سی مفید معلومات پر مشتمل تھی۔

دوسرے دن ۲۷ مئی کو ۸½ بجے صبح جلسہ زیر صدارت حضرت امیر ایدہ اللہ شروع ہوا جس میں مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب، مولوی احمد یار صاحب، مولانا محمد یعقوب خان صاحب، شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، خانبہادر غلام ربانی خان صاحب، مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی، محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب، اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کے فضائل آپ کی سیرت، آپ کے تجدیدی کارناموں اور خدمات دین پر اپنے اپنے رنگ میں روشنی ڈالی، ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اس امر کی طرف بالخصوص توجہ دلائی کہ حضرت مسیح موعودؑ کا حقیقی مشن یہ تھا جماعت میں تقوی و طہارت پیدا کی جائے اور اس پر آپ نے ہمیشہ اپنی تحریرات اور تقاریر میں بہت زور دیا، اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنے نفس میں غور کریں کہ آپ کی اس بعثت کی غرض کو ہم کہاں تک پورا کر رہے ہیں۔

مولانا یعقوب خان صاحب نے اپنی تقریر میں بہت سی دیگر مفید باتوں کے علاوہ اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ آج حدیث کا انکار اس لئے کیا جاتا ہے کہ حدیث کو ماننے سے مسیح موعود کی صداقت ثابت ہوتی ہے، گویا ہمارے مخالفین کے نزدیک حدیث حضرت مرزا صاحب کی تصدیق کرتی ہے، اس لئے اسے چھوڑ دینا چاہیئے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا وجود حدیث کی صداقت پر شاہد ہے۔ بالفاظ دیگر حدیث کی تصدیق مرزا صاحب کے وجود سے ہوتی ہے، آپ نے فرمایا جو لوگ حدیث کو چھوڑتے ہیں وہ گویا رسولؐ کو چھوڑتے ہیں اور اس لئے حضرت مرزا صاحب کا یہ قول صحیح ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ رسول کو نہیں مانتا اور

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی مجددیت پر ایک طویل تقریر فرمائی جو دوسری جگہ درج ہے۔

آہ! ڈاکٹر محمد عبداللہ

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) کی وفات کی خبر گذشتہ اشاعت میں ہدیہ قارئین کرام ہو چکی ہے۔

یہ خبر جماعت احمدیہ کے ہر طبقہ اور ہر فرد کے لئے جس قدر رنج اور ماندہ کا موجب ہوئی ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ ہمارے پاس ہر طرف سے تعزیتی پیغامات اور ریزو لیوشن وغیرہ آرہے ہیں جن میں ان کی نیکی و تقوے اور ان کی سیرت و اخلاق اور ان کے تبلیغی انہماک کی بہت ہی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ اور ان کی موت کو ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا ہے۔

ہمارا ارادہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب ممدوح کی یاد میں عنقریب پیغام صلح کا ایک خاص نمبر شائع کریں ...... جس میں ان تمام پیغامات کی اشاعت کے علاوہ ان کے حالاتِ زندگی اور تبلیغی کارناموں کا بالتفصیل ذکر کیا جائے۔ اس نمبر کی تیاری کے لئے ہمیں ان اہل قلم اصحاب کی جو ڈاکٹر صاحب ممدوح کے حالات سے واقفیت رکھتے ہیں قلمی معاونت کی ضرورت ہے۔ ووکنگ سے بھی اُن کے حالات زندگی لعل امام ہے کی منتقی بنگ بیگم صاحبہ کے مضمون کی انتظار ہے جو امید ہے کہ جلد آ جائے گا اور ہم اس نمبر کو امید ہے جلد سے جلد شائع کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

فی الحال ہم حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطبہ کے جو دوسری جگہ درج ہے، آخری حصہ کی طرف قوم کو توجہ دلاتے ہیں جس میں یہ اپیل کی گئی ہے کہ بیرونی مشنوں میں کام کرنے کے لئے مستطیع اصحاب اپنی خدمات پیش کریں اور وہ اصحاب جن کو اللہ تعالےٰ نے مال وافر عطا فرمایا ہے، ان مشنوں کے استحکام کے لئے زیادہ سے زیادہ رقوم عطا فرمائیں۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی یہ اپیل خاص توجہ کے قابل ہے۔ ہماری جماعت میں کچھ عرصہ سے بیرونی مشنوں میں تبلیغی کام کرنیوالوں میں نمایاں کمی ہوتی جا رہی ہے اور مولانا آفتاب الدین احمد اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی وفات نے اس کمی کو بہت بڑھا دیا ہے، ضرورت ہے کہ اس طرف خاص طور پر توجہ کی جائے اور جماعت کے وہ گریجوایٹ نوجوان جو فی الحال کسی ملازمت یا کاروباری سلسلہ میں شامل نہیں اپنی زندگیاں یا زندگی کے کچھ سال اس دینی خدمت کے لئے پیش کریں۔ اس سے انہیں دینی و دنیوی دونوں فائد حاصل ہوں گے، خدمت دین اور دعوت الی اللہ کے کام کو اللہ تعالےٰ نے بہت بڑی عظمت عطا فرمائی ہے، وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ بات کرنے میں اس شخص سے بہتر کون ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا اور نیک عمل بجا لاتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

یہ خدا تعالےٰ کا فرمان ہے جس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دعوت الی اللہ کا کام سب کاموں سے بہتر اور اس کا کرنیوالا تمام دوسرے لوگوں سے بڑھ کر ہے، اور دیکھ لیجئے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ خدا کے رستہ میں کام کرنے والے کس قدر عزت و عظمت کے مالک ہوئے اور ان کی آخرت کس قدر بلند مراتب کا موجب ہوئی۔ حضرت خواجہ کمال الدین رح۔ حضرت مولانا محمد علی رح۔ مولانا آفتاب الدین احمد رح اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ رح کی زندگیاں آپ کے سامنے ہیں، ان کی جو عزت دلوں کے اندر ہے اور جو دعائیں ان کے لئے کی جا رہی ہیں کیا وہ رشک کے قابل نہیں؟ ضرورت ہے کہ ہماری قوم میں ایسے کئی کمال الدین، کئی آفتاب الدین، کئی محمد علی، اور کئی ڈاکٹر محمد عبداللہ پیدا ہوں۔ جو دین کے لئے اپنی زندگیاں دے کر اس عزت و عظمت اور اس اُخروی ثواب کے مالک ہوں جو تمام ان بزرگوں کے حصہ میں آیا۔ کیا ہمارے گریجوایٹ نوجوان اس طرف متوجہ ہوں گے؟

ووکنگ کی عید

ذیل کی رپورٹ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی طرف سے انگریزی میں لکھی ہوئی ان کی وفات کے بعد ملی اس کے ساتھ ان کا ۱۴ مئی کا لکھا ہوا ایک پیغام ہے جو بجنسہٖ درج ذیل ہے۔

[illegible] ترجمہ شائع کر دیں۔ [illegible] مسجد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] محمد عبداللہ [illegible]

دو ہزار آدمیوں کی شمولیت

۱۲ مئی ۱۹۵۶ء کو بروز ہفتہ تقریباً دو ہزار آدمی دور و نزدیک سے سفر کرتے ہوئے ووکنگ میں آ جمع ہوئے، جو لندن سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہ لوگ تیس دن کے روزوں کی سخت ترین مشقت اٹھانے کے بعد عید منانے کے لئے آئے، یہ تقریب مغرب میں اسلام کے قدیم ترین اور مشہور ترین مرکز شاہجہان مسجد ووکنگ میں منائی گئی۔

موسم

موسم کے بارہ میں پیشگوئی تھی کہ زیادہ تر بارش کے چھینٹے پڑیں گے اور بعض وقت دھوپ بھی نکلتی رہے گی، ایک عیسائی خاتون نے جو گذشتہ ۴ سال سے ووکنگ کی عید میں شامل ہو رہی ہیں، جب اس پیشگوئی کو سنا تو اپنے خاوند کو بجا طور پر کہا کہ عید کے دن کبھی بارش نہیں ہوتی، اور ایسا ہی ہوا، اگرچہ صبح کے وقت کسی قدر ہوا خنک چل رہی تھی لیکن فضا کو خوشگوار بنانے کے لئے سورج تمام دن چمکتا رہا۔

ایک برطانوی نو مسلم نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا

اس عید میں ایک فاضل برطانوی مسلمان الحاج پروفیسر داؤد کووٹ جو لندن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا، پروفیسر کووٹ نے قریباً بیس سال ہوئے ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ اسلام قبول کیا تھا اس وقت سے مشن کے ساتھ ان کا تعلق برابر چلا آ رہا ہے، ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ امام شاہجہان مسجد ووکنگ نے پروفیسر صاحب کا تعارف کراتے ہوئے .... کہا کہ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے اندر ایسے فاضل برطانوی مسلمان موجود ہیں۔

حسب معمول پروفیسر داؤد کووٹ نے نماز عید میں اللہ اکبر کے الفاظ میں بارہ تکبیریں دوہرائیں اس مسیحی ملک میں توحید الٰہی کا یہ اسلامی نشان اب کوئی عجیب چیز نہیں سمجھا جاتا۔

خطبۂ عید

خطبۂ عید میں پروفیسر داؤد کووٹ نے فرمایا کہ میں آپ کی توجہ اسلام کی بعض ان خوبیوں کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں جن کو اگر ہم مسلمان اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں تو اس سے ہماری اخلاقی اور مادی پوزیشن اتنی بلند ہو جائے، جو مسلمانوں نے تہذیب اسلامی کے خوشگوار ایام میں حاصل کر لی تھی، وہ تہذیب جس نے دنیا میں اپنی چمک اس وقت دکھائی جب باقی تمام انسانیت وحشت و بربریت اور توہم پرستی کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی،

آپ نے فرمایا کہ خدا خوفی ہر انسانی قلب میں داخل ہونی چاہیئے کیونکہ یہ خدا خوفی ہی ہے جو انسان کے اندر یہ احساس پیدا کر سکتی ہے کہ اس کے اعمال کی ذمہ داری اس پر عاید ہوتی ہے اور اس کی جزا و سزا اس کو مل کر رہے گی، ہر ایک ملک کو اس بات کی ضرورت ہے، اور اسلامی ممالک کے لئے بھی بہر ویسا ہی ضروری ہے کہ فرض شناسی اس کے اندر پیدا ہو، اور اس حقیقت کا احساس ہر فرد کے دل و دماغ میں جاگزین ہو جائے کہ خدا تعالےٰ ہمارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ چند سال ہوئے میں نے ایک عید کے خطبہ میں اس خوبی پر زور دیا تھا کہ

باقی صـ ۸

قومی صدمات میں رضا بالقضا اور صبر و شکر کے نظارے

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ کی موت ایک عظیم قومی صدمہ ہے

قوم دین کیلئے مالی اور جانی قربانیاں پیش کرے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ○

ایک قومی صدمہ

چند دنوں سے ہماری قوم صدمہ زدہ ہے، کوئی دل نہیں جس نے اس صدمہ کو محسوس نہ کیا ہو۔ اور کوئی آنکھ نہیں جو اس صدمہ کی وجہ سے اشکبار نہ ہوئی ہو۔ تمام کی تمام قوم صدمہ زدہ ہے کہ ایک ایسا شخص ہم میں سے جدا ہو گیا جو عالم باعمل تھا، نہایت نیک تھا، متقی اور پارسا تھا۔ جس نے تیس بتیس سال دین کی خدمت میں صرف کئے اور بائیس سال تک غیر وطن میں اشاعت اسلام کا کام سر انجام دیتے رہے اور وہیں غریب الوطنی میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر فوت ہو گئے۔ ہم سارے صدمہ زدہ ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا کرے، اور اس غریب الوطنی میں ان کا حافظ و ناصر ہو۔

صدمات میں حضرت نبی کریمؐ کا نمونہ

قومی مصائب کا ذکر قرآن میں آتا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بڑے بڑے قومی مصائب برداشت کرنے پڑے، حضور کی تعلیمات اور نمونہ ہمارے لئے رہبری کا موجب ہے، حضور کو اپنے دوستوں اور ساتھیوں اور اپنے عزیزوں اور قریبیوں کی موتیں دیکھنی پڑیں، چھوٹے چھوٹے بچے بھی اور بڑے بڑے بزرگ بھی آپ کے سامنے فوت ہوئے۔ ان سب موقعوں پر حضور کا عمل ہمارے لئے نمونہ ہے، ایک دفعہ مجلس میں بیٹھے تھے کہ صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ میرا بچہ مر رہا ہے، فرمایا میری بیٹی کو میرا سلام علیکم پہنچا کر کہو لله ما اخذ ولہ ما اعطی۔ کل شیء عندہ باجل مسمّی ولتصبر ولتحتسب یعنی جو اللہ تعالیٰ نے واپس لے لیا وہ بھی اسی کا تھا اور جو اللہ تعالیٰ نے ہم کو دے رکھا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور ہر چیز کی اس کے ہاں اجل مقرر ہے۔ آپ صبر سے کام لیں۔ اور آپ اس میں رضائے الٰہی حاصل کریں۔ یہ سن کر صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ حضور خود تشریف لائیے، آپ اٹھے اور آپ کے ساتھ ابی بن کعب اور سعد بن عبادہ بھی ہو لئے، صاحبزادی کے پاس پہنچے تو انہوں نے بچہ آپ کی گود میں دے دیا، اس وقت بچہ دم توڑ رہا تھا، یہ دیکھ کر حضور کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ سعد نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے ما هذا یا رسول الله یا رسول اللہ یہ کیا؟ ہم کو تو آپ نے وہ قوم بنا دیا ہے کہ خدا کی طرف سے جو کچھ بھی آئے اس پر راضی بالقضا ہو جاتے ہیں اور آپ خود اس موقعہ پر آنسو بہانے لگے ہیں، فرمایا هذه رحمة جعلها الله فی قلوب عباده یہ وہ رحمت ہے جو بندوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ڈال رکھی ہے، یہ جامع تلقین ہے جو ایک ہی وقت میں کر دی، سب کچھ خدا ہی کا ہے اگر وہ ہم سے کچھ لیتا ہے تو شکایت کوئی نہیں لیکن جدائی کا صدمہ ضرور ہوتا ہے، دل رقت سے بھر آتا ہے اور آنکھیں نمناک ہو جاتی ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال رکھی ہے۔

احد کی جنگ میں

احد کی جنگ میں ذرا سی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت بڑا نقصان پہنچا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہوئے، ہندہ آئی اور اس نے ان کا کلیجہ نکال کر دانتوں میں چبایا اور ناک کان کاٹ کر ہار بنایا، جنگ کے خاتمہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسد اللہ کی لاش کی تلاش کی، تو لاش ایسی حالت میں ملی جس کو دیکھ کر بے حد صدمہ زدہ ہوئے، آپ کی پھوپھی صفیہ بھی آگئیں وہ بھی بھائی کی لاش کو دیکھ کر نہایت مغموم ہوئیں، آنحضرت صلعم کے بہادر چچا کی لاش ایک المناک اور اندوہناک صورت میں ان کے سامنے پڑی تھی، نہایت صدمہ زدہ ہیں لیکن پورے طور پر راضی بالقضا ہیں۔ اسی جنگ میں آپ خود بھی زخمی ہو کر گر گئے۔ یہ خبریں جب مدینہ پہنچیں تو عورتیں دوڑتی ہوئی آئیں، بنی دینار کی عورت نے پوچھا ما فعل النبیؐ یعنی رسول اللہ کا کیا حال ہے اسے بتایا گیا کہ تیرا خاوند مارا گیا، اس نے کہا ما فعل النبیؐ مجھے رسول اللہ صلعم کا حال بتاؤ۔ اسے کہا گیا تیرا بھائی مارا گیا اس نے پھر کہا ما فعل النبی؟ جب اسے بتایا گیا کہ نبی صلعم زندہ ہیں وہ کہنے لگی ارونیہ لانظر الیہ مجھے دکھلاؤ تا ان کو دیکھ کر اپنی آنکھ کو ٹھنڈک پہنچاؤں۔ یہ الفاظ اس کی زبان پر تھے کل مصیبة بعدك جلل، تیرے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں آسان ہیں۔ یہ وہ نمونے ہیں جو عورتوں نے دکھائے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے مردوں اور عورتوں کو کتنا بلند کر دیا تھا ایک عورت کے تین بیٹے شہید ہو گئے۔ اس نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا الحمد لله الذی اکرمنی بشهادتهم اللہ تعالیٰ کی حمد ہو جس نے میرے بیٹوں کی شہادت سے میری عزت افزائی کی۔

قادیان میں صبر و شکر کے نظارے

میں قادیان تھا وہاں ایک عظیم القدر انسان ...... مولانا عبدالکریم صاحب فوت ہوئے، حضرت مسیح موعود کو ان سے بیحد محبت تھی، ان کی موت تمام جماعت اور خود حضرت کے لئے بڑے صدمہ کا موجب تھی، ثاقب صاحب نے مولانا صاحب کا مرثیہ پڑھ کر قوم کو خوب رلایا۔ صدمہ کا یہ عالم تھا اور امام الزمان باوجود انتہائی محبت کے جو ان کو اپنے لاڈلے مولانا عبدالکریم صاحب سے تھی رضا بالقضاء کا نمونہ تھے۔

اسی طرح ایک اور موقعہ پر میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود نے رضا بالقضا کا نمونہ دکھایا، صاحبزادہ مبارک احمد ایک بلور کی طرح شفاف جسم رکھتے تھے، بیمار ہوئے ان کی تیمارداری میں حضرت نے کسی قسم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور بڑی دعائیں کیں، ایک دن صبح کی نماز ہو رہی تھی کہ اندر سے رونے کی آواز آئی، سب نے سمجھ لیا کہ مبارک احمد فوت ہو گئے، بڑے اطمینان اور سکینت سے نماز پڑھی گئی۔ نماز کے اختتام پر حضرت اندر تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد باہر تشریف لے آئے اور صبر و شکر پر نہایت موثر تلقین فرمائی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کو کوئی صدمہ ہی نہیں، یہ ہوتے ہیں خدا کے بندے۔

فرمایا ایک حدیث بخاری میں ہے کہ ایک عورت کا خاوند رات کو مسافرت سے آیا، اس کا بیٹا اس کے آنے سے پہلے فوت ہو چکا تھا، لیکن اس نے خاوند پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ کہ مسافرت سے آئے ہوئے اسے تکلیف نہ ہو، جب صبح ہوئی تو کہنے لگی ایک مسئلہ پوچھتی ہوں، خاوند نے کہا کیا مسئلہ ہے، کہا کہ ہمسایہ کی کوئی چیز ہمارے ہاں امانت ہو اور واپس طلب کرے تو کیا خوشی سے اسے دے دینی چاہیئے یا اس پر جزع فزع کرنی چاہیئے، خاوند نے کہا وہ تو خوشی سے دے دینی چاہیئے جزع فزع کا کیا موقعہ ہے، اس پر عورت نے کہا کہ پھر خدا نے ہمیں جو بیٹا دیا تھا، اس کی امانت تھی اس نے ہم سے واپس لے لی ہے، اب ہمیں شکر اور صبر کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کرنی چاہیئے، یہ حدیث جو بخاری میں ہے حضرت صاحب نے مبارک احمد کی وفات کے موقعہ پر سنائی تھی۔

ڈاکٹر عبداللہ کی بے نظیر قربانی

ڈاکٹر عبداللہ نہایت متقی، نہایت بااخلاق اور

اور پارسا انسان تھے، ان کی نیک شہرت دور دراز اسلامی ملکوں میں پہنچی ہوئی ہے اس لئے تمام لوگ آج ان کی موت کی وجہ سے پریشان خاطر ہیں،

فی سبیل اللہ موت کی اہمیت

ان کی قربانی بے عدیل ہے، وہ خدا کی راہ میں کام کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں اور ان آیات میں جو میں نے پڑھی ہیں ایسی ہی موت کا ذکر ہے فرمایا لَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ۔ خدا کی راہ میں دو طرح موت آتی ہے یا تو دشمن کی تلوار سے یا فی سبیل اللہ کام کرتے کرتے طبعی موت آتی ہے، دونوں حالتوں میں فرمایا لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ ۔ ۔ ۔ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو مغفرت اور رحمت حاصل ہوتی ہے، اس کے سامنے دنیا کی تمام دولتیں جو جمع کی جاتی ہیں سب ہیچ ہیں، اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو ان کی قربانیوں پر اسی قسم کے انعامات عطا فرماتا ہے، ڈاکٹر عبداللہ یقیناً اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسے ہی انعام کے مستحق ہیں۔ یہ معمولی موت نہیں ہے، بلکہ شہادت ہے۔

قربانیوں کی قدر افزائی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ بھی اپنے دوستوں کی قربانیوں کی بہت قدر کیا کرتے تھے، جب سعد بن معاذ نے وفات پائی تو اس پر فرمایا اهتز عرش الرحمٰن لموت سعد یعنی سعد کی موت سے رحمٰن کا عرش کانپ اٹھا۔ حضرت نے جذبات کی پرورش کی ہے، جذبات کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں، ایک طرف وہ جذبات تھے جو اپنے دوستوں اور عزیزوں کے لئے آپ رکھتے تھے، اور دوسری طرف یہ بھی آپ کا طریق تھا کہ جو مصیبت خدا کی طرف سے آجائے اسے نہایت حوصلہ اور صبر و شکر سے برداشت کرتے تھے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود کو حضور نبی کریمؐ کے نقش قدم پر چلتے دیکھا ہے۔

افراد مرتے ہیں قوم زندہ رہتی ہے

ایک اور آیت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں تو کیا تم ان اصولوں اور عقائد کو چھوڑ دو گے جو انہوں نے تلقین کئے ہیں، فرمایا ہم ایسا خیال مومنین کے متعلق نہیں رکھ سکتے دین اسلام صحیح نظریات تلقین کرتا ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے باعث دین متین پر قائم رہنا چاہیئے یاد رکھئے کہ افراد تو مرتے ہی رہتے ہیں لیکن اصول نہیں مرتے، افراد مرتے ہیں لیکن قومیں زندہ رہتی ہیں، حضرت مسیح موعود نے اسی لئے قوم بنائی تھی کہ قوم افراد سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور قوم زندہ رہتی ہے، افراد مرتے ہیں مرتے جائیں گے لیکن جماعت نہیں مرتی جو زندہ رہتی ہے، میں آپ سے قربانی چاہتا ہوں مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا ۔۔۔ مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ۔ مومنوں میں سے وہ عظیم الشان لوگ ہیں جو اس عہد کو سچا کر دکھاتے ہیں جو انہوں نے اللہ سے کیا۔

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کرو

میں بھی اس قوم کو اس کی بیعت، اس کے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد، اس کے کارناموں اور اس کے امام کا واسطہ دے کر کہوں گا کہ کیا ان موتوں اور صدمات سے تمہارے دلوں میں کمزوری ہونی چاہیئے، یا دین کے رستہ میں بڑھ چڑھ کر قدم مارنا چاہیئے۔ اس وقت چاہیئے کہ ایسے لوگ ہم میں سے اٹھیں جو اپنے آپ کو خدمت دین کے لئے پیش کریں، ڈاکٹر نذیر الاسلام نے کہہ دیا ہے کہ وہ برلن جا کر خدمت دین کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انگلستان کے لئے بھی کچھ لوگ اپنے آپ کو پیش کریں ہماری قوم کو چاہیئے کہ قربانی کے جذبہ کو زیادہ بڑھائیں، مجھے خوشی ہے کہ آپ کی اولادیں بڑی تعلیم یافتہ ہیں، بڑے بڑے عہدوں پر ہیں، لیکن ایک ایک اپنا قابل بچہ دین کے لئے بھی پیش کریں، پھر وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن کے متعلق فرمایا ہے مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ، ہماری قوم میں خدا کے فضل سے بہت سے پڑھے لکھے، اور صاحب اقتدار لوگ ہیں، اگر وہ اپنی عمر کا کچھ حصہ دین کے لئے دیں تو بہت بڑا کام ہو سکتا ہے، مصیبت کے وقت مایوس نہ ہونا چاہیئے، ہمت کرو اور قوم کو زندہ رکھو کہ اسی میں دین کی زندگی ہے، میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ اٹھو اور کہو کہ ہم حاضر ہیں (اس پر خان عبداللہ خان اٹھے اور انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا، بعض اور اصحاب نے بھی آمادگی ظاہر کی اس پر فرمایا) جزاکم اللہ اب قوم کو چاہیئے کہ ان لوگوں کو بھیجنے کے لئے تھوڑا سا پیسہ پیش کریں۔

مالی امداد

خدا کے فضل سے ہمارے دوست دین کے لئے خرچ کرنے میں بہت دلیر ہیں ہمارے خواجہ کمال الدین صاحب نے اس مشن کو قائم کر کے اس کے لئے اپنی جان قربان کر دی، ان کے صاحبزادہ خواجہ نذیر احمد صاحب نے بھی اس مشن کو زندہ رکھ کر ہزاروں روپے صرف کئے ہیں، اب بھی وہ اس پر صرف کرنے کے لئے تیار ہیں۔

ہماری اراضی کی آمد

ہماری اراضی کے ٹھیکہ تیس پینتیس ہزار روپیہ میں بک چکے ہیں اور آئندہ اراضی کی پیداوار کو ترقی دینے کے لئے جو بورڈ بنایا گیا ہے اس نے یقین دلایا ہے کہ اس انجمن کی موجودہ آمدنی میں ایک لاکھ روپے کا مزید اضافہ ہوگا، یہ خدا کے افضال ہیں کہ اس نے آپ کو قیمتی افراد بھی دے رکھے ہیں اور روپے بھی عطا کرتا رہتا ہے، امید ہے اس بورڈ کی کوششوں پر اللہ تعالےٰ بہت بڑے افضال نازل کرے گا اور انجمن کو بہت بڑا مالی فائدہ حاصل ہوگا۔ اس سلسلہ میں میاں فاروق احمد صاحب اور میاں عطاء اللہ صاحب بہت محنت اور کوشش سے کام لے رہے ہیں، آپ لوگ دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالےٰ ان کی سعی میں برکت ڈالے۔

ڈاکٹر عبداللہ کی قیمتی جان

یہ سب کچھ ہوگا لیکن لاکھوں اور کروڑوں روپے بھی اس قیمتی انسان کو پیدا نہیں کر سکتے جو ڈاکٹر محمد عبداللہ کے نام سے ہم لوگوں سے چھن چکی ہے۔ آج ہم نماز جمعہ کے بعد غائبانہ جنازہ میں اس شہید کی روح پر فتوح کے لئے دعا کریں گے۔

نوٹ:- نماز جمعہ کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا۔

مامورِ الٰہی کی بیعت کی اہمیت

ابوالمظفر فخر الدین، راولپنڈی

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ

اگرچہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے اوائل ۱۸۸۵ء میں مجددیت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ مگر آپ نے بیعت لینے یا جماعت بنانے کا ارادہ نہ کیا تاوقتیکہ آپ کو اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہ ملا۔ یہ حکم آپ کو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو ملا اور آپ نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ کو اس بارہ میں جو الہام ہوا ۔۔۔۔۔ جوا وہ یہ تھا۔

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا

یعنی خدا پر بھروسہ کر اور ہماری آنکھوں کے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر۔ اس الہام میں کشتی کے متعلق یہ تفہیم ہوئی کہ اس سے مراد جماعت ہے۔ ایک اور الہام جو اسی بارے میں ہوا ان پر شکوہ الفاظ میں تھا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ

یعنی بے شک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں خداوند علیم وحکیم کے یہ دونوں قول معاملہ اور وقت کی اہمیت اور نزاکت کے اعتبار سے صحیح اور درست تھے۔ انیسویں صدی عیسوی کے اس حصے میں اسلام کی بے کسی اور مظلومیت۔ ہجوم حوادث اور کفر و الحاد کے سیل بے پایاں کی وجہ سے ؟۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس طوفان کا مقابلہ کرنا بڑی جوانمردی کا کام تھا اور کوئی سبکسار بھی اس کشتی میں سوار ہونے کی جرات نہ کر سکتا۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنا ہاتھ مامور کے ہاتھ میں دے کر اس کشتی میں پناہ گزین ہونے والے تھے۔ انہی الفاظ سے یاد کیا جو بیعت رضوان کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے والوں کے لئے نازل ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے بھی یہ بیعت کوئی معمولی اور عام بیعت نہ تھی۔ بلکہ یہ اس بیعت کے رنگ میں تھی جو صحابہ کرام ؓ سے حدیبیہ کے مقام پر لی گئی۔

بیعت کی اہمیت

نہ صرف اس لئے کہ حضرت مجدد اعظم نے یہ بیعت لی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس بیعت کے کرتے وقت مبائع گویا خدا کی بیعت کرتا تھا۔ اس عہد و پیمان سے وفاداری نہایت ضروری تھی۔ عام طور پر عہد کی پختگی اور راسخ ہونا عہد لینے والے کی حیثیت اور مرتبہ کے اعتبار سے درجہ بدرجہ کم و بیش ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے چونکہ یہ بیعت فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت تھی۔ اس لئے اس کا ایفائے عہد اشد ضروری ہے۔ نقض عہد کی سزا کم و بیش ہر سوسائٹی اور ہر قوم میں شروع سے چلی آتی ہے۔ مگر خدا کی بادشاہت میں نقض عہد کی سزا سب سزاؤں سے سخت ہے۔ کہیں تو عہد کی خلاف ورزی کرنے والوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے اور کہیں ظالم۔ اس لئے قبل اس کے کہ ہم خدا کے دربار میں اس کے مامور سے بیعت کرنے کے بعد جو دراصل اللہ کی بیعت تھی۔ اس پر قائم نہ رہنے کے جرم میں مجرم ٹھہرائے جائیں۔ ہم کو چاہئے کہ اپنے اپنے اقوال اور اعمال کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہم نے کہاں تک اس عہد کی پابندی اختیار کی اور اسے پورے طور پر نبھایا۔ یہ جائزہ لینے سے قبل ہمیں اس عہد کے الفاظ کو پھر سے دہرانا ہے۔

اقرار بیعت اور دس شرائط اہمیت

بیعت کا طریق جو سلسلہ کی کتب میں مرقوم ہے۔ اس طرح ہے:۔

"بیعت کرنے والے کو کلمہ شہادت پڑھایا جاتا تھا۔ اس کے بعد گناہوں سے توبہ کرا کے آئندہ گناہوں سے بچنے کا اقرار لیا جاتا تھا اور اس کے بعد ایک ایسا عہد لیا جاتا تھا جو بطور جان اور اصل کے تھا اور وہ یہ تھا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔" اس کے علاوہ حضرت نے ہر بیعت کنندہ کے لئے یہ ضروری قرار دیا کہ وہ ذیل کی دس شرائط بیعت پر عمل پیرا ہو:۔

۱ ۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

۲ ۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

۳ ۔ یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول صلعم کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلعم پر درود بھیجنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔

۴ ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

۵ ۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا۔ بلکہ قدم آگے بڑھائے گا۔

۶ ۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کر لے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول ؐ کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

۷ ۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

۸ ۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

۹ ۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے۔ اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

۱۰ ۔ اس عاجز (یعنی حضرت اقدس) سے عقد اخوت محض اللہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔"

آیئے اب ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس اور اعمال کا محاسبہ ان شرائط کی روشنی میں کر کے دیکھیں کہ ہماری جماعت یا اس کشتی کی جو خدا کے حکم سے بنائی گئی تھی موجودہ سست رفتاری کا باعث ہمارے اعمال اور افعال ہی تو نہیں اور آیا ہمارے نقض عہد کی سزا کے طور پر ہمیں خداوند تعالیٰ نے بھلا تو نہیں دیا ہے۔ اور ان نصرتوں اور برکات کو ہم سے روک تو نہیں لیا۔ جن کا وعدہ اس نے اپنے مامور سے کیا تھا۔ اگر ایسا ہی ہے تو چاہئے کہ آج جو ہمارے پیارے امام ہمام کا یوم وصال ہے ہم ایک مرتبہ پھر اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہتے ہوئے آئندہ ان سے بچنے اور اس مقدس عہد و پیمان کو پورا کرنے کا اقرار کریں۔ تاکہ ہماری زندگیوں میں بھی انوار و برکات الٰہیہ نازل ہو کر ہمارے ازدیاد ایمان اور ایقان کا موجب ہوں۔ آمین

شرائط بیعت پر ایک نظر

سب سے پہلی شرط کو لیجئے۔ اور اپنی تاریخ پر نظر ڈالئے اس خدا نما امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے ایمان اور اپنے ایمان کا موازنہ کیجئے۔ کتنا نمایاں فرق ہمیں نظر آتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے جس طرح اقرار توحید کیا ہم سے اس کا عشر عشیر بھی نہ ہو سکا۔ آج ہم دولت۔ منصب۔ جاہ اور عزت کے پجاری ہیں۔ خدا اور توحید کا اقرار محض ہمارے زبانی اقرار تک محدود ہے۔ کیونکہ ہم میں سے کئی لوگ طرح طرح کے شرکوں میں مبتلا ہیں۔ کہیں ہم دولت سمیٹنے کی فکر میں ہیں۔ کہیں سرکار میں رسائی پانے کے لئے شب و روز تدابیر کر رہے ہیں۔ مگر خدا کے نام کو بلند کرنے کے لئے ہمیں ایک لحظہ خیال نہیں آتا اور ہم اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں صرف کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ کیا موحدوں اور شرک سے مجتنب رہنے والوں کا یہی نمونہ ہوتا ہے۔

اسی طرح دوسری شرط کو لیجئے۔ ہم میں سے کتنے ایسے پاک نفوس ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ ہر ایک خیانت اور

فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچے ہوئے ہیں اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کے مغلوب نہیں ہوئے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج ہم شیطان کے بہکانے میں آکر چھوٹی چھوٹی باتوں پر جماعت کے شیرازہ کو منتشر کرنے سے نہیں بچتے۔ ہم ذاتی رنجشوں کی بنا پر جماعت سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اکابر جماعت و بزرگان دین کی اہانت سے باز نہیں آتے۔ اپنے رہنماؤں کی معمولی کمزوریوں کو بڑھا چڑھا کر تشہیر کرتے ہیں۔ ان کی معصومیت کو داغدار کرکے قوم میں خیانت، فساد اور بغاوت کے بیج بوتے ہیں۔ ذاتی اختلافات کی بنا پر ہم جماعت کے سواد اعظم کو چھوڑنے میں دیر نہیں کرتے۔

تیسری شرط کے متعلق ہماری مساجد اور ہماری اولاد کے اعمال و افعال زبان حال سے جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر قلم اٹھانے کی ضرورت نہیں۔

چوتھی شرط کی طرف آیئے۔ عام خلق اللہ تو درکنار ہم نے اپنی جماعت کو بھی عموماً ناجائز تکلیف دہی سے معاف نہیں کیا۔ ہمارے سب و شتم اور ہماری ایذا رسانی کا سب سے پہلا شکار ہمارے اپنے محب ہمارے اپنے دوست اور ہمارے اپنے احباب، سلسلہ ہی ہوئے۔ کیا ہم ایسا سلوک کرنے میں حق بجانب تھے۔ یا اب ہیں۔ جہاں تک مذ بالقضا کا سوال ہے اور عسر و یسر میں اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا تعلق ہے۔ ہم اس امتحان میں بھی پورے نہ اترے۔ یسر اور فراخی میں ہم نے اپنے رب سے وفاداری بھلا دی۔ انفاق فی سبیل اللہ سے دولت مند ہونے پر ہم نے گریز کرنا شروع کر دیا اور تنگی کی حالت میں ہم نے میسر نہ آنے کا بہانہ ڈھونڈا۔

قال اللہ و قال الرسول نے تو ہمیں حضرت امام کے احکام کی متابعت کے لئے پابند کیا تھا۔ مگر ہم اپنی ہوا و ہوس کا شکار ہو گئے۔ خدا کے خلیفہ کی جانشین انجمن کے فیصلوں کو ہم نے پس پشت ڈال دیا اور اپنی دل پسند تدبیروں سے کام نکالنا چاہا۔ خدا کے مامور نے ہمیں مل کر کام کرنے کی ہدایت کی تھی اور یہ اس کی وصیت تھی۔ مگر ہم نے جماعت میں تفرقہ ڈالا۔ معمولی معمولی ذاتی اختلافات کی بنا پر ہم نے گروہ بندی کرکے اس مقدس امام کی مقدس جماعت کے مقدس مشن کو ضعف پہنچایا۔ تکبر اور نخوت اور خود پسندی نے ہمیں محاسبہ نفس کی توفیق نہ دی۔ ہم دوسروں کی عیب شماری میں غرق ہو گئے۔ ہمارے دماغوں میں ہماری قرآن دانی نے عجب پیدا کر دیا۔ ہماری عبادت نے ہمارے دلوں میں تکبر پیدا کر دیا۔ اور ہم اپنے آپ کو برگزیدہ شمار کرنے لگے۔ ہم دوسروں کو اپنی خواب بینی سے مرعوب کرنے لگے۔

۔۔۔ اور اپنے تھوڑے سے تعلق باللہ کا بھی ڈھنڈورا پیٹنے لگے۔ حالانکہ حضرت اقدس نے فرمایا تھا:

در عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست

مگر عمل کی بجائے ہم نے نمود و نمائش زبانی دعووں سے ہی کام لیا۔

دین سے ہمدردی اور غیرت کا اندازہ ہمارے موجودہ عمل سے لگایا جا سکتا ہے۔ ہمارے مشن اور ہماری تبلیغی سرگرمیاں کب سے اس جوش اور ولولہ سے خالی ہیں۔ جو اس جماعت کا طرۂ امتیاز تھا۔ علم و معرفت کے اس چشمہ کو جو حضرت اقدس نے اپنے پیشوا کے فیض سے جاری کیا تھا ہم نے خلق اللہ سے چھپائے رکھا۔ نہ خود اس سے سیراب ہوئے نہ تشنگان ہدایت کو اس سے فیض یاب ہونے دیا۔ اسلام کے اس نامور جرنیل کے نام اور کام سے ہم نے دنیا کو روشناس نہ کیا اور دینی مشاغل سے کنارہ کشی اختیار کرکے اپنی اولادوں کو دنیوی جاہ و حشم اعلیٰ مناصب اور دنیوی علوم و ہنر کے اکتساب اور حصول کے لئے ہی تیار کرنا ضروری سمجھا۔ اور دین اور اس کی خدمت کا جذبہ ان کے دلوں میں پیدا نہ کیا۔

دسویں شرط حضرت اقدس مامور الٰہی مسیح موعود سے ایسا عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھنے سے متعلق ہے۔ جس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور خادمانہ حالتوں میں نہ پائی جاتی ہو۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج ہم اس عقد اخوت کو پس پشت ڈال کر غیروں کا سا طریقہ اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں اور اس مامور الٰہی کا نام تک لینے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کے پیدا کردہ لٹریچر کو فروغ نہیں دیتے۔ اس کے ذکر کو اختیار نہیں کرتے مامور الٰہی کے دشمنوں پر تو احسان کرتے ہیں۔ مگر اس کے دوستوں اور ساتھیوں سے بھی بے مروتی سے پیش آتے ہیں۔ ہمارے امام نے اپنا جینا اپنا مرنا دین کے لئے وقف کر دیا۔ اپنے اوپر راتوں کی نیند دن کا چین حرام کر لیا۔ اسے عدالتوں میں گھسیٹا گیا۔ اور وہ کئی کئی ماہ دشمنوں کے بنائے ہوئے مقدمات کی پیروی کرتا رہا۔ کسی جائداد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ اپنے ہادی و پیشوا حضرت رسول مقبول صلعم کی عزت کے لئے اور اس کے دین کی نصرت کے لئے یہ تمام تکالیف اس نے اٹھائیں۔ اور اس خدمت پر وہ دامے درمے سخنے کمربستہ رہتا تھا۔

اس جائزہ کے بعد ہمیں اپنے نفسوں کو ٹٹولنا چاہئے۔ ہم سب نے ایک جری اللہ کی بیعت کی ہے۔ ہمارا مقصد کسی دنیوی فائدہ کا حصول نہ تھا۔ ہماری جماعت کا نصب العین نہایت بلند، ارفع و اعلیٰ تھا۔ معمولی معمولی سیاسی جماعتیں بھی اپنے اندر نظم و ضبط کا بڑا لحاظ رکھتی ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی کمزوریوں کو دور کرکے اس عہد کی پابندی کرنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارا عہد خدا کے مامور سے ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے ہے۔ اس لئے اس کا ایفا اشد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مبارک ہے وہ احمدی جو آج بھی اپنے زنگ آلودہ قلب کو صیقل کرنے کی فکر میں لگ جائے۔ اور اس عہد کو اور ان شرائط کو جو اس نے حضرت امام الزمان یا اس کے جانشینوں سے کیا تھا پورا کرنے کی فکر کرے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو۔ ایسے ہی خوش نصیبوں کے لئے حضرت اقدس نے بشارت دی ہے اور دعا فرمائی ہے:۔

اگر امروز فکر عزت دیں در شما جوشد

شما را نیز از اللہ رتبت و عزت شود پیدا

اگر دست عطا در نصرت اسلام بکشائید

ہم از ابر خدا ناگہ پئے قدرت شود پیدا

کرا ہمدم کرم کن بر کسے کو ناصر دین است

بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

چناں خورسند دار او را اے خدائے قادر مطلق

کہ در ہر کار و بار و حال او جنت شود پیدا

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان و ایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر تمام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے وہ احباب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں اگر ذی استطاعت احباب ۸ آنے سے لے کر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کر دیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ——— از حضرت مسیح موعودؑ
ضرورت انبیاء ۔۔۔۔۔۔ " "
شان محمد مصطفےٰ ۔۔۔۔۔۔ " "
قد افلح المومنون ۔۔۔۔۔۔ " "
امام الزمان ۔۔۔۔۔۔ " "
حقیقت اسلام ۔۔۔۔۔۔ " "
دعوت عمل ——— حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ
نزول مسیح ۔۔۔۔۔۔ " "
جماعت قادیان ۔۔۔۔۔۔ " "
نماز اور ترقی کی تین راہیں " "
رد تکفیر اہل قبلہ ۔۔۔۔۔۔ " "
زمانہ کے امام کو پہچانو " "
دو تقریریں ۔۔۔۔۔۔ " "
کشف الظنون عن الراق والجنون ۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
درس قرآن ۔۔۔۔۔۔ " "
ہمارے عقائد :۔ جناب مولانا صدر الدین صاحب
دعوت فکر:۔ چوہدری شکر اللہ خاں صاحب
کافر :۔ از شیخ محمد طفیل صاحب ؛ احمدیت کیا ہے، تحقیق حق، محمد مصطفےٰ اردو۔ بچوں کے لئے۔ اسلام بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب ؛ حقیقت نماز ؛ نماز مسلم ؛

انگریزی لٹریچر

(1) Call of Islam (2) Islam The Religion of Humanity (3) Death of Jesus Christ (4) The Change of heresy (5) Christ is come (6) Quest after God (7) Whats in a name (8) The true Conception of Ahmadiyyat (9) Facts about Ahmadiyya movement - (10) Phenomena of Revelation

ملنے کا پتہ

سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جلسہ یوم وصال میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعود کی مختصر کیفیت دوسری جگہ درج ہے اس موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو تقریر فرمائی اس کا خلاصہ ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود ایک جماعت بنانے میں، اور اس جماعت کو قرآن وسنت کا پیرو بنانے میں کامیاب ہو گئے، اور یہ بہت بڑا مقصد ہے ایک مجدد کی بعثت کا اور یہ سب سے مشکل کام ہے، احمدیوں کی نمازوں کو دیکھ کر غیر لوگ پکار اُٹھے تھے کہ یہ احمدی ہیں جو اس قدر بنا سنوار کر نماز ادا کرتے ہیں، یہ لوگ سچ بولتے اور سچی گواہی دیتے ہیں، یہ لوگ رشوت نہیں لیتے، یہ معاملات میں امانت و دیانت سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے عیسائیت اور آریہ سماج کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اُن کی فتوحات سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور مسلمان علماء کو یقین ہو گیا کہ ہم عیسائیوں اور آریوں کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت اسی صورت میں کامیاب ہو سکتے ہیں جب ہم مجدد زمان کی کتابوں سے فیضیاب ہوں، چنانچہ علماء کو ایسے موقعوں پر اپنے عمل سے اعتراف کرنا پڑا کہ ہمارے دل تو گواہی دیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب امام الزمان ہیں اگرچہ ہماری زبانوں سے ان کی تکفیر ہو۔ یہ تو مشرق کا حال ہے اب مغرب کا حال سنئے گا۔

آپ نے فرمایا کہ برلن میں میرے ہاں ایک جسیم شحیم روسی عالم جن کا نام طلعی ہے آئے اور آکر استفسار کیا کہ آپ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں۔ میں نے کہا ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اس پر اس نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور پورے زور سے دونوں ہاتھ پھیلا کر اپنی چھاتی پر مارے اور کہا کہ یہ عجیب ماجرا ہے مجھے برلن کے مسلمانوں نے یقین دلایا تھا کہ آپ ان کو نبی مانتے ہیں اور غیض و غضب سے مشتعل ہو کر آپکے پاس آیا تھا اچھا ہوا کہ کچھ کر نہیں بیٹھا۔ پھر اس نے کہا اپنا انگریزی قرآن دکھائیے گا۔ دیکھ کر کہا الحمد للہ اس میں تو ۱۱۴ سورتیں ہیں اور مجھے بتایا گیا تھا کہ آپ نے سورتوں کی سورتیں نکال دی ہیں۔ اس نے کہا مرزا صاحب کی کوئی کتاب مجھے دکھائیے گا۔ میں نے آئینہ کمالات کا آخری حصہ دکھایا جو عربی زبان میں ہے۔ تھوڑے اوراق پڑھنے کے بعد اس نے کہا واللہ اس کتاب کے اندر تو نور ہے، یہ حضرت صاحب کا معجزہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اس شخص پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے برلن مسجد کے افتتاح پر یہ سارا ماجرا سنایا اور مجمع کے سامنے قسم کھا کر کہا مرزا صاحب کی کتابوں کے اندر نور ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ایک دوسرے شخص کا حال بھی سنئے گا۔ یہ شخص شکیب ارسلان ہیں جو دولت کے لحاظ سے نواب تھے اور علم کی دولت کے لحاظ سے علامہ محمد عبدہ مصری کے ہم رتبہ تھے۔ ان کے ساتھ میری پہلی ملاقات لوزان کانفرنس کے موقعہ پر ہوئی (تھی) انہوں نے وہاں میرے اعزاز میں ایک پارٹی بھی دی تھی جب یہ برلن میں آئے تو میں اُن کی ملاقات کے لئے انکی فرودگاہ پر گیا لیکن انہوں نے نہ تو نگاہ اُٹھا کر میری طرف دیکھنا پسند کیا اور نہ ہی سلام کا جواب دینا جائز سمجھا انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ آپ مرزا صاحب کو چونکہ نبی یقین کرتے ہیں اس لئے میں آپ کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں ہوں، اس پر میں نے التماس کیا کہ آپ ایک بلند پایہ عالم دین ہیں آپ کے لئے مناسب تھا کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرتے کہ فتوے دیتے وقت متعلقہ پارٹی کو صفائی کا موقع دینا چاہئے۔ اس پر وہ نادم ہو گئے اور پوچھا آپ مرزا صاحب کو کیا مانتے ہیں، میں نے عرض کیا مجدد، اس پر وہ فرمانے لگے یہ تو اسلامی تعلیم کے موافق ہے آپ تو قابل مواخذہ نہیں، پھر کہا میں آپ کی اس بات پر یقین کرتا ہوں لیکن اطمینان حاصل کرنے کی خاطر چاہتا ہوں کہ آپ یہ اعتقاد ان کی اپنی لکھی ہوئی کتاب میں دکھا دیں چنانچہ وہ کتاب دیکھنے کی غرض سے میرے مکان پر آگئے وہاں انہوں نے آئینہ کمالات اسلام کا عربی حصہ پڑھا اور کہا کہ بیشک وہ مجدد ہیں۔ اور اُن کے کارناموں کی وجہ سے میں بھی ان کو مجدد مانتا ہوں اور واپس جا کر ترکیہ کے اخباروں میں اس پر مضامین لکھوں گا، یہ بھی حضرت صاحب کا معجزہ تھا، پھر میں نے اُن سے کہا کہ آپ تو بہت بڑے ادیب ہیں، آپ اس کتاب کی بلاغت و فصاحت پر توجہ دیں اور مجھے بتائیں کہ آپ ایسی فصیح بلیغ زبان میں قرآن کریم کے مطالب بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں؟ اس پر انہوں نے اعتراف کیا کہ فصاحت، و بلاغت کے لحاظ سے مرزا صاحب کی کتاب معراج پر پہنچی ہوئی ہے، یہ بھی حضرت صاحب کا معجزہ ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت امیر نے بھوپال کے مولنا برکت اللہ صاحب کا ذکر کیا جو برلن آئے تھے اور جرمن مسلمانوں کے ساتھ تقدیر کھنچوا کر خوش ہوئے تھے اور کہا کہ میں نے ساری عمر انگلستان میں وعظ کیا امریکہ اور جاپان میں وعظ کیا روس میں تبلیغ اسلام کی لیکن میں کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکا۔ برلن کے جرمن مسلمانوں کو دیکھ کر میں باغ باغ ہو گیا ہوں اور اس کو اپنی کامیابی سمجھتا ہوں، یہ حضرت مرزا صاحب کے متبعین کے حصہ میں لکھا ہے کہ وہ اشاعت اسلام کے کام میں کامیاب ہوں، جب مولنا برکت اللہ صاحب واپس پیرس میں آئے تو انہوں نے اس کامیابی کا ذکر مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب سے کیا جب میں پیرس میں آیا تو حکیم صاحب موصوف نے اس کامیابی پر اظہار مسرت کیا اور کہا آپ نے انگلستان میں مسلمان کئے اور جرمنی میں مسلمان کئے یہ تو بڑا کام ہے، لیکن اس سے بڑا کام جو آپ کی جماعت نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام اسلامی دنیا میں آپ نے تموج پیدا کر دیا ہے کہ اسلام سچا دین ہے اور آج بھی یورپ پر غالب آ سکتا ہے، یہ چوتھی گواہی تھی حضرت مسیح موعود کے حق میں۔

حضرت امیر نے اس ضمن میں حضرت مولنا محمد علی صاحب امیر مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمہ قرآن اور ان کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ترجمہ اور تصنیفات آج یورپ میں اسلام پر سند سمجھی جاتی ہیں، اور ان کی وجہ سے اسلام کے متعلق لوگوں کے خیالات اور آراء میں بہت انقلاب پیدا ہوا ہے اور کئی لوگ دہریت و الحاد سے نکل کر اسلام کی آغوش میں آ گئے ہیں۔ یہ حضرت مرزا صاحب کی مجددیت کا ایک کھلا ثبوت ہے، کہ آپکے شاگرد آپکے فیوض روحانیہ سے مستفیض ہو کر دوسروں کی ہدایت کا موجب ہوئے حضرت مولانا محمد علیؒ صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدینؒ صاحب کی خدمات ٹھوس اور روشن ہیں اور ان کا پیدا کردہ لٹریچر مقبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔ وہ شخص بڑا بدبخت اور متعصب ہے جو ان بزرگوں کا استخفاف کرتا ہے۔ ان کتابوں اور اس ترجمہ کی اشاعت ہم سب کا فرض ہے، جس قدر انکی اشاعت ہوگی اسی قدر اسلام کا نور پھیلتا چلا جائے گا اور حضرت مرزا صاحب کی مجددیت دنیا پر آشکارا ہوتی چلی جائے گی۔

اس تقریر کے بعد قریبًا ½ ۱ بجے دعا پر جلسہ ختم ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک

تفصیل آمد بر موقعہ عید الفطر واہ چھاونی

نام	فطرانہ	عید فنڈ
میاں محمد یعقوب بٹ صاحب	2/-/-	1/-/-
میاں شریف احمد صاحب	4/-/-	1/-/-
میاں نذیر احمد صاحب	3/-/-	1/-/-
میاں بشارت احمد صاحب	-/8/-	-/8/-
میاں ممتاز احمد صاحب	-/8/-	-/8/-
میاں بشیر احمد صاحب	3/-/-	[illegible]
الرشاد احمد صاحب	-/8/-	-/8/-
میزان	13/8/-	4/8/-

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۹ رشوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۶ رجون ۱۹۵۶ء | نمبر ۲۲

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ؛ مصطفٰے ما را امام و پیشوا

ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ؛ حضرت محمد مصطفٰے ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ؛ ہر نبوت را برو شد اختتام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ؛ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے۔

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ؛ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے ؛ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ؛ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ؛ ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان ہلاکت ہے۔

ہمارے عقائد

- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔
- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانیٔ سلسلہ:-

"اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔" "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔" "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہوں گے جو نبی نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا ہے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)
- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ میں "میں نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

مکتوب امریکہ

سانفرانسسکو میں نمازِ عید

مکرمی مخدومی جناب .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خداوند کریم کے فضل و کرم سے ہماری عید کی تقریب پر کافی حاضری تھی۔ تین پاکستانی یبول آفیسر عید منانے کے لئے ۱۳۰ میل کا سفر کر کے یہاں ایک دن پہلے شہر میں پہنچ گئے تھے۔ اور عید کے دن ٹھیک وقت پر نماز کی ادائیگی کے لئے مسلم سوسائٹی کے ہیڈ کوارٹرز پر پہنچ گئے۔ نماز عید خاکسار نے پڑھائی۔ لیکن خطبہ ہمارے ایک نومسلم بزرگ مسٹر میکولی نے (Mr. MCCAULY) جن کی عمر ۸۴ برس کے قریب ہے۔۔۔ پڑھا اور خطبہ میں اسلام کی فوقیت۔ اسلام کے اصولوں اور مساوات پر روشنی ڈالی۔ عید کی نماز اور خطبہ کے بعد حسب دستور مصافحے شروع ہوئے، اس وقت اسلامی برادری اور اخوت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ فطرانہ ۲۴ ڈالر ۶۰ سینٹ وصول ہوئے۔

اس بار کھانے کا بندوبست تو نہیں ہو سکا۔ لیکن حلوا اور سویاں تیار کر لی گئی تھیں۔ سینڈوچ اور چائے بھی تیار کی گئی ہے۔ اس کے لئے فیجی کے طالب علم مسٹر احمد حسین خان مسٹر حیدی حسین اور مسٹر محمد اسلم کی خدمات قابل تعریف ہیں، ہمارے ایک البانوی مسلم مسٹر محمد متولی اور ان کی بیگم صاحبہ جو نو مسلم ہیں، اپنے اندر خاص اسلامی جذبہ رکھتے ہیں، وہ دونوں امداد کے لئے ایک ڈیڑھ گھنٹہ قبل از نماز پہنچ گئے تھے بیگم مسٹر متولی نے میزوں کی سجاوٹ اور اشیائے خوردنی کی تیاری میں بڑی امداد کی۔ خداوند کریم ان کو جزائے خیر دیوے۔

عید سے پہلے ایک ہفتہ فیجی کے طلباء مسلم سوسائٹی کے مکان کی صفائی کے لئے پہنچ گئے۔ اور اس پر دن بھر صرف کیا۔ مسٹر حیدی حسین نے کچن کے سینک (SINK) کا پرانا بورڈ اور لینولیم نکال کر نیا فٹ کیا۔ اس پر اُس کے دو دن خرچ ہو گئے۔ اگر کسی اور سے بنوایا جاتا تو سوسائٹی کے پچاس ساٹھ ڈالر خرچ ہو جاتے۔ اس کے لئے سامان حیدی حسین صاحب اپنی جیب سے خرچ کر کے لے آئے تھے۔

مانٹرے سے مسٹر جارج بک Mr. George H. Book عزیزی رحمت اللہ۔ اور فیجی کے پرنود رام سنگھ، امیک پرشاد کو لیکر رات کے ڈیڑھ بجے پہنچ گئے تاکہ وہ صبح نماز عید میں شریک ہو سکیں۔

ریفریشمنٹ کے بعد مسٹر پال سمتھ فوٹوگرافر نے گروپ فوٹو لئے۔ اور یہ مجلس ۱۲½ بجے برخواست ہوئی۔ مسٹر محمد متولی، خاکسار اور عزیزی رحمت اللہ کو سمندر کے کنارے اپنی موٹر پر لے گئے۔ اور اس طرح دن کا باقی حصہ سیر و تفریح میں گذارا۔ والسلام۔ خاکسار محمد عبداللہ

ہفتہ وار میٹنگ کا باقاعدہ سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ ۵ مئی ۱۹۵۶ء اتوار کو میری تقریر اسلام کے ...

قرآن کی خوبیوں پر ہوئی۔ جس کو عام طور پر پسند کیا گیا۔ مسلم ادپی نین کی عید اور مسجد نمبر کی تیاری ہو رہی ہے ؛

مشائخ و صوفیائے زمانہ اور حضرت مسیح موعود

از محمود احمد خان صاحب داؤد زئی

ذیل کا مضمون مسیح موعود نمبر کے لئے موصول ہوا تھا لیکن بسبب عدم گنجائش اس میں درج نہ ہو سکا۔

حضرت مسیح موعود نے اپنے زمانہ کے علماء اور سجادہ نشینوں کو اپنے مشن کے متعلق جب دعوت دی تو معاندت اور ارادت کا وہ ہنگامہ پیدا ہوا جس کا اگر بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو اس کی ادنیٰ سی جھلک سے دلچسپ نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ آپ کے دعویٰ مسیح موعود کے بعد **مشائخ و صوفیا** کے اندر بھی تین طرح کے تاثرات پیدا ہوئے:۔ ایک وہ لوگ تھے۔ جو اپنے آپکو طریقت کے بلند مقام پر سمجھتے ہوئے کسی دوسرے کی بیعت سے مستغنی سمجھتے تھے۔ جیسے **خواجہ اللہ بخش** سجادہ نشین **تونسہ** ۔۔۔ ان کے پاس جب براہین احمدیہ پہنچی، اور پیر سراج الحق صاحب نعمانی کا خط گیا تو خط کا تو کوئی جواب نہ دیا اور براہین احمدیہ کو پھاڑ کر واپس کر دیا، اور اس کے گوشہ پر لکھ دیا کہ ہمیں کسی مجدد اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے لئے بزرگوں کے ملفوظات کافی ہیں۔

دوسری قسم کے لوگوں نے سکوت کا طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ جب حضرت خواجہ نظام الدین حسین صاحب بریلوی چشتی کو خط روانہ کیا گیا تو انہوں نے پیر سراج الحق صاحب کو حسب ذیل جواب ارسال کیا:۔

"فقیر میں تو اتنی قوت نہیں ہے کہ جو ظاہری باطنی اور روحانی طور پر حضرت مرزا صاحب کے مقابل کھڑا ہو سکے۔ یہ کام تو مولویوں اور علماء کا ہے۔ آپ بھی صوفی درویش چہار قطب تونسوی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے پوتے ہیں۔ ہمیں آپ پر حسن ظن ہے اور جیسا کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ ہو کر رہے گا۔ مجھے آپ معاف فرمائیں"۔

والسلام۔

ایک مجذوب کی شہادت

تیسری قسم ان اہل دل اور صاحب حال حضرات کی ہے جنہوں نے اپنی تحقیقات کا ذریعہ خود جناب باری تعالیٰ کو بنایا اور بذریعہ کشف حقائق کا انکشاف کیا۔ ایک مجذوب فقیر جن کا نام فقیر محمد ؒ تھا اور سیالکوٹ میں ایک ندی کے کنارے رہا کرتے تھے، اور گرد و نواح میں اپنے کشف و کرامت کی بدولت زبردست شہرت کے مالک تھے، ان کے نعرۂ حق نے تمام فقرا کی توجہات کو حق بینی کی طرف مائل کر دیا۔ انہوں نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا اصل مضمون حسب ذیل ہے:۔

اشتہار واجب الاظہار

خدا کے فضل اور الہام سے روح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، روح کل شہداء سے، روح کل ابدالوں سے، روح کل اولیاء سے جو زمین پر ہیں اور ان روحوں سے جو چودہ طبقوں کی خبر رکھتے ہیں میں نے ان سب سے الہام کی گواہی پائی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ جل شانہ نے بھیجا ہے۔ رسول مقبول کے دین میں سخت فتنے پیدا ہو گئے ہیں، وہ حد درجہ کا ضعیف ہو گیا ہے، ہزاروں ملعون فرقے نصاریٰ اور رافضی پیدا ہو کر ہزاروں کی گمراہی کا باعث بن گئے ہیں۔ اس لئے مسیح موعود کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت چونکہ رسول مقبول کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا، خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو جو رسول مقبول کی دستار مبارک ہیں بھیجا۔ جو لوگ خیال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اس جسم سے زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، وہ جھوٹے ہیں۔ کوئی آسمان پر موت کا مزا چکھے بغیر اس جسم کے ساتھ نہیں گیا۔

اے علماء گدی نشینو، اے فقراء گدی نشینو! سُن رکھو، عنقریب آسمان سے جلالی گواہی اس سلسلے میں ظاہر ہونے والی ہے، خود خدا بڑے زور سے گواہی دے گا، پھر تم اس مخالفت میں بہت ذلیل اور شرمندہ ہوگے۔ یہ میرا اشتہار سچا ہے۔ یہ لوح محفوظ کی نقل ہے۔ میں دیکھتا ہوں اس مخالفت سے خدا تعالیٰ تم پر سخت ناراض ہے اور رسول مقبول تم سے حد درجہ بیزار ہیں"۔

یہ تھی آواز ایک مجذوب کی کسی عالم کی نہیں، فقیہہ کی نہیں، فلاسفر کی نہیں، منطقی کی نہیں بلکہ ایسے قلندر کی گواہی ہے جسے لباس پوشاک کی بھی خبر نہیں تھی۔ جذب کے عالم میں دریا کے کنارے مشاہدات کی محویت میں غلطاں تھے۔ ہوش اگر آیا تو صرف امام وقت کے استقبال کے لئے آیا اور وہ بھی ایسی ندرت کے ساتھ کہ کائنات کے تمام سید روحوں کو گواہ بنا لیا۔ اس سے عظیم تر کسی مامور کی شناخت کے لئے اور کیا شہادت ہو سکتی ہے۔

پیر سید اشہد الدین صاحب کا کشف

ایک اور اہل اللہ پیر سید اشہد الدین صاحب جھنڈے والے کا انکشاف بھی ملاحظہ فرمایئے:

پیر صاحب تحصیل ہالہ ضلع حیدر آباد (سندھ) میں رہتے تھے، آپ کے لاکھوں مرید تھے۔ اور سندھ کے لوگ آپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ کے مرید حاجی عبداللہ صاحب عرب تھے جو ایک امریکن نومسلم الیگزینڈر رسل ویب کے ذریعے امریکہ میں اشاعت اسلام کا جذبہ رکھتے تھے مسٹر الیگزینڈر ویب حضرت مرزا صاحب سے خط و کتابت کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ لیکن حاجی عبداللہ عرب اور ان کے ساتھیوں نے ہر چند کوشش کی مگر وہ مسلمانوں سے تعاون حاصل کر کے مشن قائم کرنے میں ناکام رہے۔ مجبور ہو کر اپنے مرشد سید اشہد الدین صاحب کی طرف رجوع کیا، جس پر انہوں نے استخارہ کے بعد فرمایا:

"روحانی طور پر معلوم ہوا ہے کہ یورپ امریکہ میں حضرت غلام احمد صاحب کے روحانی تصرفات کی وجہ سے اشاعت اسلام ہو رہی ہے، ان سے دعا منگوانے سے کام ٹھیک ہوگا۔"

اس پر حاجی عبداللہ عرب صاحب نے کہا کہ ان کی تو علمائے پنجاب اور ہند نے تکفیر کی ہے، ان سے کیونکر اس بارے میں کہا جائے۔ اس بات کو سن کر شاہ صاحب نے بہت تعجب کیا اور دوبارہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"اس زمانے میں مرزا غلام احمد میرا نائب ہے، وہ جو کہے وہ کرو"۔

اس کے بعد سید اشہد الدین صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو عربی میں حسب ذیل خط لکھا:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم کشف میں دیکھا۔ پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں اور اس کے بعد ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے، اور آپ کی شان میں ہمیں کوئی شبہ نہیں ہوگا"۔

غور کیجئے کہ ایک طرف مسٹر ویب حضرت مرزا صاحب کے

باقی صفحہ ۱۰ پر

پاکستان میں تبلیغِ مسیحیت اور جماعت احمدیہ کا فرض

مذہبی آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے، جس پر اسلام نے خاص طور پر زور دیا ہے، اور اس حق کو منوانے اور جبر و استبداد کو دور کرنے کے لئے ہر طرح کی جد و جہد کرنے اور اگر ضرورت پڑے تو جنگ بھی لڑنے کا حکم دیا ہے، لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ وہ چارٹر ہے جو تاریخ مذہب میں صرف اسلام ہی نے نافذ کیا ہے اور اسکو عملی صورت دینے کے لئے حکم دیا ہے کہ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔ مذہبی جبر و استبداد کے فتنہ کو دور کرنے کے لئے جنگ کرو، تاکہ دین کا قبول کرنا محض اللہ کے لئے ہو جائے اور ایسا کوئی فتنہ باقی نہ رہے جس میں کسی دین کو جبراً منوایا جائے، پھر یہاں تک صفائی کے ساتھ کہا کہ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا اگر اللہ تعالےٰ بعض لوگوں کا دفاع بعض لوگوں سے نہ کراتا تو راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے گرا دیئے جاتے۔

یہ وہ اسلام ہے جس کو آج جبر و تعدی کا مذہب سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ قرآن کریم کی انہی آیات کو جن میں مذہبی آزادی کے قیام کے لئے جد و جہد اور جہاد و مقاتلہ کا حکم دیا گیا ہے غیروں کے بغض و تعصب اور خود مسلمان علماء کی کم فہمی نے جبر و تعدی کے احکام قرار دے۔

لیکن تاریخ اس پر گواہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے عقاید مذہب کے بارہ میں کسی قوم و ملت پر کوئی جبر و تعدی روا نہیں رکھی، آج بھی اسلامی سلطنتوں میں غیر مذاہب کے لوگ پوری آزادی کے ساتھ ...... زندگی بسر کرتے ہیں اور پاکستان نے تو اپنے آئین کی دفعہ ۱۸ میں ہر شہری کو یہ تحفظ دیا ہے :-

"جس مذہب کا چاہے اقرار کرے اس پر عمل اور اس کی اشاعت کرے اور ہر مذہبی فرقہ اور ہر گروہ کو مذہبی ادارے بنانے اور چلانے اور ان کا انتظام کرنے کا حق حاصل ہے۔"

ایسا ہی بنیادی حقوق کے تحت فقرہ ۴ (۵) میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ :-

"قانون کی نگاہ میں تمام شہری مساوی ہیں اور ان سب کو قانون کی مساوی حفاظت کا استحقاق ہے"

یہ پاکستان کا آئین ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ اس آئین کے بنانے میں اس نے اسلامی رواداری کی سپرٹ کو پورے طور پر ملحوظ رکھا ہے جس سے متاثر ہو کر مسیحی کلیسا کو بھی پاکستان میں تبلیغ مسیحیت کے مواقع سے فائدہ اٹھانے اور اپنے دائرہ تبلیغ کو وسیع کرنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔

اس بارہ میں پادری ای ڈی ایم شفیع "پاسبان مرکزی گرجہ میتھوڈسٹ شہر لاہور و ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ حلقہ لاہور میتھوڈسٹ کلیسا" کا وہ بیان ہمارے سامنے ہے جو انہوں نے حال ہی میں کلیسا کی عالمی جنرل کانفرنس منعقدہ امریکہ میں پاکستانی کلیسا کے مندوب کی حیثیت سے دیا ہے یہ بیان مسیحی رسالہ المائدہ (۱۳ مئی ۱۹۵۶ء) میں شائع ہوا ہے اور اس میں پاکستانی آئین کی مندرجہ بالا ضمانت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے :-

"ان آئینی حقوق کے تحت کلیسا کو انجیل کی اشاعت کرنے اور مسلمانوں کو مسیح کا پیرو بنانے کا بہت بڑا موقع حاصل ہے حکومت پاکستان تبلیغی انجمنوں کے جاری کردہ تعلیمی اور طبی اداروں کو خوش آمدید کہتی ہے اس وقت کی ضرورت کے لحاظ سے مسلمان استادوں ڈاکٹروں اور سرجنوں کی تعداد کافی نہیں اور مجھے یقین ہے کہ بہت سالوں تک سرکار کو ان کے لئے مسیحی مشنوں پر انحصار کرنا پڑے گا۔ پس مسلمانوں کے دلوں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے سکول، کالج اور ہسپتال بھاری ذرائع ہیں بلکہ واجب یہ ہے کہ ہمارا میتھوڈسٹ بورڈ کو اب مشرقی پاکستان میں بھی اسی قسم کے ادارے قائم کرنا اور مشن کے کام کی بنیاد رکھنا چاہیئے، اس ضمن میں یاد رکھنا چاہیئے کہ مشرقی بنگال میں جس کا نام اب مشرقی پاکستان ہو گیا ہے مسلمانوں میں بشارتی کام کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں اور اس میں اس قدر مسلمان مسیحی ہو گئے کہ اتنے پاکستان یا ہندوستان کے اور کسی صوبہ میں نہیں ہوئے۔"

پھر لکھا ہے :-

"اگر پاکستان میں خدمت کو پُر اثر بنانا ہو تو کلیسا کا یہ فرض ہے کہ وہ مستورات میں بھی خدمت کو سر انجام دے، اب جو سکول کالج اور ہسپتال موجود ہیں ان کی خدمت کے تبلیغی پہلو کو مضبوط کرنے کے لئے اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ ایسے مرد اور عورت استاد اور ڈاکٹر ان میں رکھے جائیں، جو اسلام سے بھی واقف ہوں، ان کے دلوں میں تبلیغی جذبہ بھی ہو اور ان کو بائبل کا اعلیٰ اور وسیع علم بھی ہو۔"

یہ ہیں ہمارے مسیحی بھائیوں کے عزائم .... اگرچہ ہمسایہ ملک ہندوستان میں ان کی جو درگت بن رہی ہے اور سیکولر حکومت ہونے کے باوجود مسیحیت کی اشاعت پر جو پابندیاں وہاں عاید کر دی گئی ہیں اور غیر ممالک کے پادریوں اور ان کے اداروں پر جو بندشیں اور سختیاں روا رکھی گئی ہیں ان پر خود المائدہ کے صفحات گواہ ہیں، لیکن پاکستان کے اسلامی آئین سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسیحیت کی اشاعت کا جو لائحہ عمل انہوں نے تجویز کیا ہے وہ جہاں اُن کے مذہبی جذبہ اور تبلیغی جوش کا پتہ دیتا ہے وہیں اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی رواداری کا ایک شاندار نمونہ بھی پیش کرتا ہے، اگرچہ پادری شفیع کو یہ دھڑکا بھی لگا ہوا ہے کہ :-

"آئین کی تمہید میں یہ مرقوم ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو فردی اور اجتماعی دونوں طور پر مدد دی جائے گی کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کی تعلیمات و فرائض کے مطابق ڈھال سکیں جیسے کہ وہ قرآن و سنت میں معین ہیں"۔

"اس امر کا امکان موجود ہے کہ ... اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ کسی مسلمان کے لئے مذہب تبدیل کرنا از روئے قانون ناجائز ہے یہ سچ ہے کہ اب ہم ان مشکلات سے عملی طور پر دوچار نہیں تو بھی یہ مشکلات موجود ضرور ہیں"۔

ہم پادری صاحب کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر پاکستان کی آئین انہی صحیح اسلامی بنیادوں پر قائم رہا جن پر اب اس کی عمارت بنائی گئی ہے تو اس قسم کا کوئی امکان موجود نہیں اور ہر شخص کو تبدیل مذہب کی پوری آزادی حاصل ہو گی، ہاں ملاؤں اور مودودیوں کے ہاتھ میں یہ آئین آ گیا تو اس کا امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ وہ تبدیلی مذہب کے بارہ میں جبر و تعدی سے کام لے کر اسلام کو بدنام کرنے میں کوئی

خیر یہ تو بعد کی باتیں ہیں جو ممکن ہے غلط ثابت ہوں، فی الحال ہمیں اپنے مسیحی بھائیوں کے عزائم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں اور بالخصوص احمدی نوجوانوں سے یہ پوچھنا ہے کہ مسیحیت کے اس حملہ سے جو سکولوں، کالجوں

اور ہسپتالوں کے ذریعہ سے اور انفرادی وعظ و تبلیغ کی صورت میں ہونے والا ہے، مسلمانوں کو بچانے اور کسر صلیب کے اس فرض کو بجا لانے کا کیا انتظام انہوں نے کیا ہی جو مسیح موعود کے ذریعہ سے اُن پر عائد کیا گیا ہے، اس میں شک نہیں کہ جہاں تک عقاید کا تعلق ہے، حضرت مسیح موعود کے پیش کردہ دلائل نے مسیحی عقائد کی عمارت کو پاش پاش کر دیا لیکن سکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کے ذریعہ سے دجالیت کا جال بچھانے کا جو انتظام کیا جا رہا ہے، اس سے مسلمانوں کو بچانا بھی ایک کام ہے جس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ ان کے مقابلہ پر ویسے ہی سکول، کالج اور ہسپتال قائم کر سکیں اور بقول پادری تسفیبع مسلمان اُستادوں ڈاکٹروں اور سرجنوں کی تعداد بھی کافی نہیں، اس لئے اس رنگ میں ان کا مقابلہ ناممکن ہے تاہم مسلمانوں کو اسلام سے پورے طور پر واقف کرنا، ان کے دلوں میں نور ایمان پیدا کرنے کی کوشش کرنا اور مسیحیت کی اصل حقیقت سے انہیں واقف کرنا بھی ایک کام ہے جو مسیحی کالجوں اور ہسپتالوں کے اثرات کو بہت حد تک زائل کرنے کا موجب ہو سکتا ہے، اس لئے ہر احمدی مرد و عورت کا فرض ہے کہ وہ مسیحیت کے پھیلائے ہوئے ہمہ رنگ زرین جال سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرے، نہ صرف یہی بلکہ مسیحی حضرات کے قلوب تک رسائی حاصل کرنے اور اسلام کی صحیح تصویر ان کے دلوں میں بٹھانے کے لئے پوری جد و جہد سے کام لیں پاکستان کے آئین نے جہاں مسیحیوں کے لئے تبلیغ عیسائیت کے مواقع پیدا کئے ہیں وہاں اسلام کے لئے یہ مواقع بدرجہ اولیٰ حاصل ہیں، بشرطیکہ مسلمان، بالخصوص احمدی نوجوان اُن سے کام لینے کے لئے تیار ہوں، ہمیں چاہیئے کہ مسیحی اداروں کے حالات، ان کے عزائم اور ان کے کاموں پر پوری طرح نگاہ رکھیں اور ایسا طریق اختیار کریں، کہ مسیحیت کا قدم مسلمانوں کے اندر بڑھنے کے بجائے اسلام کا قدم مسیحی حلقوں میں بڑھتا چلا جائے، حکومت پاکستان سے بھی ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ اپنی مذہبی رواداری کو قائم رکھتے ہوئے ایسا انتظام کرے کہ مسلمان قوم کو مسیحی مشنوں اور ان کے اداروں پر انحصار نہ کرنا پڑے اور استادوں، ڈاکٹروں اور سرجنوں کی کمی کو اگر ممکن ہو تو دوسرے اسلامی ممالک کے استادوں، ڈاکٹروں اور سرجنوں کی خدمات حاصل کر کے پورا کر لیا کرے، کیا ان معروضات پر ہمارے احمدی بھائی، عام مسلمان اور حکومت پاکستان توجہ کرے گی؟

اخبار احمدیہ

ڈچ گیانا کے ایک بزرگ کراچی میں

اخویم سلطان محمد صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۵ر مئی کو P.A.A کے جہاز سے جماعت ڈچ گیانا کے ایک معزز احمدی بزرگ جناب سلطان بہوے صاحب کراچی پہنچے۔ وہ کراچی سے چند دنوں میں حج کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے جائیں گے۔ اسی دن نماز جمعہ کے بعد تمام احباب جماعت نے ان سے ملاقات کی اور انہوں نے اپنے اور جماعت ڈچ گیانا کے حالات سے جماعت کو آگاہ فرمایا۔ جماعت کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک دعوت عصرانہ بھی دی گئی۔ جس میں انہوں نے تقریر فرماتے ہوئے فرمایا کہ انسان جس قدر خدا کو پکارتا ہے، خدا تعالے اس کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔ جس پر ان کے اپنے حالات زندگی شاہد ہیں، آپ نے فرمایا نبی کریم صلعم دعا کو بہت بڑی اہمیت دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود کے مشن کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ آپ کے آنے سے پہلے لوگ حتیٰ کہ مولوی صاحبان بھی عیسائی اور آریہ بنتے چلے جا رہے تھے مگر حضرت موصوف کے آنے سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے اور غیر مذاہب کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ ہمارے معزز نوجوان مسٹر فاضل رمضان جو ڈچ گیانا سے علم دین سیکھنے کی غرض سے تشریف لائے ہوئے ہیں، لاہور سے خاص طور پر اپنے ان بزرگ کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے اسی میٹنگ میں جناب سلطان بہوے صاحب کا مزید تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ ان بزرگ کی کوششوں سے جماعت ڈچ گیانا کو بہت ترقی ہوئی ہے۔ مسٹر فاضل رمضان نے اس بات پر زور دیا کہ ہر احمدی ایک پہلوان ہے۔ جیسے پہلوان اکھاڑہ میں اترنے سے پہلے بڑی پریکٹس (ورزش) کرتا ہے اسی طرح ہر احمدی کو بھی مذہبی طور پر علمی اور عملی مشق کی بہت ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے چوروں کو قطب بنایا اور مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے نکال کر ایک بلند مقصد پر لگایا۔

کراچی میں جلسہ یوم وصال

کراچی سے سلطان محمد صاحب لکھتے ہیں کہ ۲۶ر مئی کو بعد نماز عصر زیر صدارت جناب خواجہ عبد الغنی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے یوم وصال کے سلسلہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مرزا ولی احمد بیگ صاحب، شیخ عبد الحق صاحب۔ بشیر بٹ صاحب اور مسٹر فاضل رمضان نے حضرت مسیح موعود کے مشن، اور تجدیدی کارناموں پر تقاریر کیں۔

راولپنڈی میں جلسہ یوم وصال

مکرمی ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔ کل بروز اتوار مورخہ ۲۷ر مئی ۱۹۵۶ء بعد نماز مغرب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یوم وصال کی تقریب پر جناح گرلز ہائی سکول کے صحن میں ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں جماعت کے اکثر احباب نے شرکت کی۔ مرزا معصوم بیگ صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب منشی نے حضرت ممدوح کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ مقامی جماعت احمدیہ قادیان کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ مولوی محمد صدیق شاہد صاحب اپنے چند احباب کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت اقدسؑ کے اخلاق حسنہ اور خصائل پر ایک مختصر تقریر کی، جلسہ کے اختتام پر ملک فضل کریم صاحب نے حاضرین کی چائے سے تواضع کی۔ قریباً دس بجے رات یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

نتیجہ امتحان میٹریکولیشن مسلم ہائی سکول بدوملہی

اللہ تعالے کے لا انتہا احسان کے ماتحت امسال بھی ہمارے سکول (مسلم ہائی سکول بدوملہی) کا نتیجہ امتحان جماعت دہم حسب سابق شاندار رہا ہے۔ اس علاقہ بھر میں یعنی شاہدرہ نارووال لائن پر ہمارے سکول کو ہی خدا کے فضل سے باقی تمام سکولوں سے بہتر نتیجہ دکھانے کی توفیق ملی ہے الحمد للہ۔ ۳۸ طلباء میں سے ۲۷ طلباء کامیاب ہوئے۔ جن میں سے ۱۰ طلباء فرسٹ ڈویژن ۱۳ سکینڈ ڈویژن اور صرف چار طلباء تھرڈ ڈویژن میں آئے یعنی کل نتیجہ ۷۱٪ فیصدی رہا۔ مزید برآں خدا کا خاص فضل یہ ہے کہ طلباء کے نمبر خاص طور پر زیادہ ہیں اور تین چار طلبہ کا وظیفہ یقینی ہے الحمد للہ علی ذالک۔ الراقم عبد الغنی۔ سیکنڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول بدوملہی۔

عبد اللہ نمبر

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب مرحوم و مغفور کی یاد میں "پیغام صلح" کا عبد اللہ نمبر عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے متعلق جن اصحاب کے خطوط اور ریزولیوشنز وغیرہ آئے ہیں وہ سب اس خاص نمبر میں درج ہوں گے اور ان کے حالات (زندگی)، ان کی سیرت اور ان کی خدمات اسلام پر ان کے عزیزوں، رشتہ داروں اور بزرگان جماعت کے لکھے ہوئے مضامین درج ہوں گے، جن دوستوں نے اپنے مضامین ابھی نہیں بھیجے وہ مہربانی کر کے جلد بھیجدیں تاکہ اس نمبر میں درج ہو سکیں،

سانحہ ارتحال

محترم چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ کی ہمشیرہ صاحبہ جو عرصہ سے بیمار تھیں، گذشتہ ہفتہ فوت ہو گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہمیں اس سانحہ میں مکرم چوہدری صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ گذشتہ جمعہ کو لاہور میں پڑھا گیا، دیگر جماعتوں سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اسلامی ضابطۂ حیات جو دنیا کیلئے امن اور برکت کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ یکم جون ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ...... وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ —— (انعام رکوع ۱۹) ——

اسلامی زندگی کا کوڈ

قرآن کریم کے متعلق آپ نے بار بار سُنا ہوگا کہ یہ کتاب مسلمانوں کی ساری زندگی کے لئے ایک کوڈ ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ مسلمان کی زندگی کیا ہے؟ مسلمان کی زندگی حکومت کے متعلق ہو یا تجارت کے متعلق، غیر قوموں کے تعلقات کے بارہ میں ہو یا غیر قوموں کو اپنی سلطنت میں رکھنے کے متعلق ہو، ان سب کے بارہ میں قرآن کریم نے ہدایات دی ہیں، تمام امور سیاسی ہوں یا تمدنی یا معاشرتی، جو بھی انسان کو اپنی زندگی میں پیش آسکتے ہیں ان سب کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔

حرام حلال اشیاء

اس رکوع میں کچھ حصہ اسی بارہ میں ہے، فرمایا:—

تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ

پچھلے رکوع میں حرام حلال چیزوں کا ذکر کیا تھا، بعض دوسری کتابوں میں حرام حلال چیزوں کی لمبی لمبی فہرستیں دی گئی ہیں، قرآن کریم نے اس بحث کو بہت مختصر کر دیا ہے اور فرمایا کہ مردہ نہ کھاؤ، درندہ کا گوشت نہ کھاؤ، سؤر کا گوشت نہ کھاؤ، اور شراب نہ پیو، فرمایا حلال حرام کے متعلق زبان کھولنا کسی انسان کے لئے جائز نہیں۔ خدا ہی ہر شے کے خواص سے واقف ہے۔ اور وہی بتا سکتا ہے کہ کونسی چیز حلال ہے اور کونسی حرام، اس نے مختصر طور پر بتا دیا ہے کہ یہ چند چیزیں حرام ہیں۔

سب بڑی حرام چیز

اور فرمایا کہ سب سے بڑی حرام چیز گناہ ہے، گناہ چھپا ہوا ہو یا ظاہر بہت بڑی چیز ہے، اسے چھوڑ دو، چیزوں کی حلت و حرمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:—

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ۔ گناہ کو چھوڑ دو، ظاہر ہو یا چھپا ہو، یہاں بھی فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ بدی کے قریب نہ جاؤ اپنے آپ کو ہر قسم کی بدی سے پاک کرو۔ باطن میں بدی کا نام و نشان نہ ہو، کسی کا مال کھانے یا کسی کی عزت برباد کرنے کی تدبیر تمہارے دماغ میں نہ آنے پائے۔

شرک سب سے بڑا گناہ ہے

فرمایا حرام حلال کی بات پوچھتے ہو، آؤ ہم تمہیں بتائیں، یہ طوطے اور کوے کی حلت و حرمت پر بحث کرتے رہنا بے فائدہ ہے، آؤ ہم تمہیں بتلاتے ہیں حرام کیا چیز ہے اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدا کی توحید پر قائم ہو جاؤ، اس کی ذات میں اس کی صفات میں کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ یہ تم کس چیز میں پھنسے ہوئے ہو کہ طوطا حرام ہے یا حلال کوا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ یہ بحث تو دو چار باتوں میں ختم ہو جاتی ہے جو شریعت نے سکھا دی ہیں، اصل بات جو خدا نے حرام کی ہے وہ شرک ہے، ہر قسم کی بت پرستی، انسان پرستی، شجر پرستی حرام ہے، اس کو چھوڑ دو اور ایک خدا کو اپنا مقصود و مطلوب بناؤ اور اسی کے آگے اپنا سر جھکاؤ۔

والدین اور قریبیوں کے ساتھ حسن سلوک

دوسری چیز جو توحید الٰہی کے بعد ضروری ہے وہ ہے وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، تمہارا مکان ایک یونٹ ہے، اس کے سردار تمہارے ماں باپ ہیں، اس کے اندر رہ کر سیکھو کہ فرمانبرداری کیا چیز ہے؟ دعا کیا ہے؟ قربانی کس کو کہتے ہیں؟ ایثار کس طرح ہونا چاہیئے والدین کے ساتھ رہ کر ان کی فرمانبرداری میں اپنے آپ کو لگا کر ان کے لئے قربانی و ایثار کرنا اور وفا کا ثبوت دینا یہ سب سے بڑا فرض ہے جو قرآن شریف نے توحید الٰہی کے بعد انسان پر عائد کیا، حضور نے ماں باپ کی عزت کرنا سکھایا، چچا اور پھوپھی اور خالہ کی تعظیم کرنا سکھایا اور ان سب کے ساتھ حسب مراتب حسن سلوک کا برتاؤ کرنا سکھایا ہے۔

اولاد کا اکرام کرو

ایک طرف یہ ہے اور دوسری طرف ماں باپ کو بھی ہدایت کی کہ ان کے بھی کچھ فرائض ہیں، اولاد کا یہ فرض ہے کہ ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں ان کی پوری خدمت بجا لائیں تو ماں باپ کا بھی یہ فرض ہے کہ اولاد کو ہلاک نہ کریں، لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو، تمہارے پاس مال نہیں تو نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ہم ہی تم کو بھی رزق دیتے ہیں، ان کو بھی رزق دینے والے ہم ہی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک طرف والدین کی خدمت و اطاعت پر بڑا زور دیا ہے۔ فرمایا والدین کی انتہاء درجہ کی تعظیم بجا لاؤ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ماں باپ کو بھی حکم دیا کہ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ اپنی اولاد کا اکرام کرنا سیکھو، ادب تو سے کرنا شرافت نہیں، حضرت نے اپنی لڑکیوں کا بہت بڑا احترام کیا ہے جب کوئی صاحبزادی آجاتی تو فرماتے مرحبًا لابنتی میری بیٹی آپ آئی ہیں، میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں، ان کے لئے کپڑا بچھاتے اور عزت سے انہیں بٹھاتے مرحبا بام ھانی۔ ام ہانی آپ کے چچا ابوطالب کی لڑکی تھیں، باوجودیکہ چچا مسلمان نہیں ہوئے لیکن اس کے ساتھ بھی جیتے جی ادب ہی سے پیش آتے رہے اور چچا کی اولاد کا بھی عزت و اکرام ملحوظ رکھا۔

معاشرہ کو پُر امن بنانے کا طریق

بعض لوگ ماں باپ پر بڑا احسان کرتے ہیں کہ انہیں پچیس روپیہ ماہوار دیتے ہیں، لیکن منہ سے ان سے بات کرنے کے روادار نہیں، حالانکہ روپیہ دینے سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے محبت اور ادب سے پیش آئیں ایسے لوگوں کی اولاد ان کی عزت نہیں کرسکتی اور نہ ہی اولاد کی عزت نہ کرنیوالے ماں باپ کے لئے اولاد کے دلوں میں احترام پیدا ہوتا ہے، حضرت نبی کریم نے ایک خاندان اور مکان کو یونٹ بنایا ہے جس میں بڑوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت کا قانون رائج ہو، قرآن اس میں پڑھا جائے، ماں باپ کی فرمانبرداری اور اولاد کا اکرام ہو، اگر ہر گھران اخلاق کا نمونہ بن جائے تو معاشرہ پُر امن اور بابرکت ہو جائے۔

تمام بنی آدم کا اکرام کرنیکی تعلیم

قرآن کریم نے اس سے آگے بھی ایک بات کہی ہے، وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ، ہم نے بنی آدم کا اکرام کیا ہے، تم بھی بغیر اس لحاظ کے کہ کوئی ہندو ہے یا مسلمان، یا اچھوت یا عیسائی ہے ہر ایک کی عزت کرو، ہر ایک سے عزت و احترام سے پیش آؤ۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا، تمہارا ایک خاندانی یونٹ ہے اس سے باہر آجاؤ اور مسلمان تو مسلمان کسی بھی دوسری قوم کا کوئی فرد ملے تو اس کے ساتھ بھی خوش گفتاری کا رنگ اختیار کرو، تمہاری بول چال، تمہارے اُٹھنے بیٹھنے اور میل جول سے پتہ لگے کہ یہ ایک مہذب قوم کے افراد ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کا غیروں سے سلوک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادشاہ ہو گئے تو آپ کا بہت بڑا امتحان ہوا، ویسے تو آپ وعظ کرتے رہے کہ ساری قوموں کا خدا ایک ہے، سب ایک ہی آدم کی اولاد ہیں، اور ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں لیکن امتحان کا وقت اب آیا، جب چاروں طرف سے وفود آنے شروع ہوگئے، ان کو کہاں رکھا جائے، کس طرح ان سے برتاؤ کیا جائے، کوئی ہوٹل نہیں جس میں ان کو ٹھہرایا جائے، کوئی ریسٹورنٹ نہیں جس میں ان کے کھانے پینے کا انتظام ہو بادشاہ بن گئے لیکن کوئی

تاج اور تخت نہیں، وہی عمامہ آپکا تاج ہے اور مسجد کی چٹائی آپکا تخت، عیسائیوں کا وفد آیا، مسجد میں ہی انہیں ٹھہرایا، کتنی وسعت قلبی ہے، مسجد خدا کا گھر اور اس میں عیسائی آکر ٹھہریں، آج بھی کسی عیسائی گرجا میں دوسرے کا جانا مشکل ہے اور کسی ہندو مندر میں غیر ہندو داخل نہیں ہو سکتا، تھوڑا عرصہ ہوا یہ جو سلطنت برطانیہ کی موجودہ ملکہ ہیں، وہ لنکا میں ایک مندر کو دیکھنے چلی گئیں، انگلستان کے پادریوں نے شور مچا دیا کہ ہماری ملکہ ایک ہندو مندر میں کیوں چلی گئیں، آج اس زمانہ میں بھی ان لوگوں کے اندر یہ تنگدلی پائی جاتی ہے، اور اس زمانہ میں جب یہ تہذیب اور علمی بلندیاں نہ تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر بلندی اور کتنی وسعت قلبی کا نمونہ دکھایا، انہی عیسائیوں کو اتوار کے دن آپ نے گھبرائے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیا سبب ہے تو معلوم ہوا کہ حیران ہیں کہ گرجا کہاں کریں، فرمایا یہ خانۂ خدا ہے، اسی میں گرجا کر لیں، یہ سن کر انکے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہوگی، عمل کے اندر بڑی طاقت ہے زبانی وعظ اس قدر موثر نہیں ہوتا جس قدر عملی نمونہ۔

گھر کے اندر اور باہر مسلمان کا طریق عمل

تو حضور نے فرمایا۔ تمام بنی آدم ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں، گھر کے یونٹ سے جب باہر جاؤ تو سوسائٹی میں سب کے ساتھ اکرام سے پیش آؤ۔ اور سوسائٹی تمہاری وجہ سے پاک رہے، اور فرمایا۔ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، بدی کے قریب مت جاؤ، سوسائٹی میں بھی نہیں، اور علیحدہ ہو کر بھی نہیں، نہ اعلانیہ بدی کا ارتکاب کرو اور نہ چھپ کر، کس قدر جامع جملہ ہے، تم رشوت خوری اور مفسدہ بازی نہیں کر سکتے اور کوئی ایسا فعل چھپ کر بھی تم سے سرزد نہ ہو جو بدی اور برائی سے ملوث ہو، وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ کوئی ایسا کام نہیں کرنا کہ ناجائز طور پر کسی کو قتل کرتے پھرو اور خواہ مخواہ کسی کی جان لے لی جائے ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ہم وصیت کے طور پر بات کر رہے ہیں کہ گھر کے یونٹ کے اندر بھی تمہارا اچھا برتاؤ ہونا چاہیئے اور باہر بھی تمہارا تمدن اور معاشرت دوسروں سے بڑھکر اور اعلےٰ درجہ کا ہونا ضروری ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں، المومن من امن الناس مومن وہ ہے جو لوگوں کے لئے امن کا موجب ہو لوگوں کی جان بھی محفوظ رہے اور مال بھی محفوظ رہے، اور ایک اور بھی بات فرمائی وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا مسلمان کے ہاتھ سے لوگوں کی عزت بھی محفوظ رہے ....

....

لین دین میں دیانت و امانت کی ضرورت

اور ایک ہمارے زمانہ کی بھی بات کہی، وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ، تمہارا ناپ اور تول صحیح ہونا چاہیئے، یہ ایک بنیادی چیز ہے۔ آج لوگ دہائی دے رہے ہیں کہ پاکستان میں وہ چیز اچھی نہیں اور وہ چیز اچھی نہیں ملتی اور اکثر دکاندار بے ایمانی سے کام لیتے ہیں، لین دین کی ابتدا انہی چیزوں سے ہوتی ہے اگر یہ چیزیں درست نہ ہوں اور صحیح قیمت پر نہ ملیں، تو انسانی اخلاق پر یہ ایک بدنما دھبہ ہے لا ايمان لمن لا امانة له جو شخص دیانتدار نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں، لا دين لمن لا عهد له جو شخص عہد و پیمان کا سچا نہیں اس کا کوئی دین نہیں، یہ ہے اسلامی ضابطۂ حیات جو دنیا کے لئے برکات کا موجب ہے۔

اپنے دل سے فتوےٰ لو

فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ہم کوئی ایسا حکم آپ کو نہیں دیتے جو تمہاری طاقت اور وسعت سے باہر ہو، اپنے دلوں سے فتوےٰ لو کہ جو کچھ نیکی اور بدی کے بارہ میں ہم نے حکم دیا ہے، وہ کہاں تک صحیح ہے واستفت قلبك ولو افتاك المفتون۔ مولوی اور مفتی تو دو چار روپے لے کر حسب منشاء فتوےٰ دے دیگا کتاب میں نہیں تو کہدے گا کہ حاشیہ میں ایک جزئی نکل آئی ہے، لیکن خدا نے جو کتاب تمہارے دل کے اندر رکھی ہے اس کا فتوےٰ سب سے بڑھکر صحیح ہے، سارے جہان کے مفتی اگر ایک فتوےٰ دیں اور تمہارا دل اس کو پسند نہ کرے تو وہ فتوےٰ صحیح نہیں۔

مقدمات میں غلط فیصلہ ناحق کو حق نہیں بنا دیتا

ایک موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما انا بشر مثلكم و تختصمون الی ولعل بعضكم الحن بحجته من بعض فاقضي على نحو ما اسمع فمن قضيت له بحق اخيه فلا تاخذن انما اقضي له قطعة من النار۔ دیکھو لوگو میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، میرے سامنے جو مقدمات آتے ہیں اگر ایک فریق اپنی فصیح اللسانی سے مقدمہ جیت لے اور میں اس کے حق میں فیصلہ دیدوں۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ وہ حق پر نہیں تو اسے نہیں چاہیئے کہ جو چیز اسے فیصلہ میں دلائی گئی ہے لے۔ کیونکہ وہ قطعہ نار ہے۔ جو قیامت کے دن اس پر بھڑکے گا، یہ نبی کریم صلعم کا فرمان ہے۔ لیکن آج کیا حال ہے۔ آج اگر کوئی عدالت کسی کے حق میں کوئی فیصلہ دے دے تو کیا ہوتا ہے کہتے ہیں زمین ہے تو فریق مخالف کی، لیکن فیصلہ ہمارے حق میں ہوا ہے، اس لئے اب یہ ہماری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فلا تاخذن فانه قطعة من النار۔ دیکھو ہرگز اسے نہ لینا، یہ ایک قطعہ نار ہے یہ دوزخ میں لے جانیوالی چیز ہے۔

مسلمان کی عملی زندگی اشاعت اسلام کا موجب ہوئی

اس حد تک حضور نے مسلمان کو بلند کیا تو اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان افریقہ میں جاتے ہیں تو وہاں بھی ان کا نمونہ دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں، ایک سودا بیچنے والا سودا بھی بیچتا ہے اور اپنے عمل سے مشنری کا کام بھی کرتا ہے، کوئی مشنری باہر تبلیغ کے لئے جایا نہ کرتے تھے۔ یہی تاجر صاحبان جاتے، ان کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہو جاتے، آج بھی انگریز کبھی کبھی ڈائریوں میں اس قسم کے واقعات لکھ بھیجتے ہیں، ایک امریکن جج نے لکھا ہے کہ میں مصر میں جج تھا، وہاں میرے ساتھ جو مسلمان جج کام کرتا تھا، اس کو اور اس کی بیوی کو دیکھ کر میرے دل پر اسلام کی صداقت بیٹھ گئی۔ کوئی کہتا ہے میں روم میں گیا، یا مصر میں گیا، یا ایران اور فلسطین میں گیا، تو وہاں مسلمانوں کی تہذیب، انکے اخلاق اور مہمان نوازی نے مجھے مسلمان بنا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ مسلمان اخلاق اور شرافت کا جامہ پہن لے تو سب سے بہتر ہے۔

بات کرنے میں عدل سے کام لو

پھر ایک اور بات فرمائی وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ جب بات کرو تو عدل اور انصاف کو ملحوظ رکھو اگرچہ اپنے قریبیوں ہی کے خلاف کہنا پڑے اگر ایک شخص کی بات میں عدل نہیں پایا جاتا تو وہ ذلیل سمجھا جاتا ہے کسی کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے عدل کو چھوڑ دینا اپنی رذالت کا ثبوت دینا ہے، وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ اپنے قریبیوں کے خلاف کہنا پڑے تو بھی ایمانداری اسی میں ہے کہ عدل اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔

عہد کی پابندی

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ أَوْفُوا خدا کے عہد کو پورا کرو، جس قدر تم نے خدا اور رسول اور قرآن کے ساتھ عہد کر رکھے ہیں ان کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کرو، حضرت عمرؓ نے مرتے وقت وصیت کی، فرمایا جس قدر ہماری سلطنت میں غیر قومیں رہتی ہیں ان کی حفاظت کرنے کا ہم نے عہد کر رکھا ہے، ان کی جان و مال اور عزت کو محفوظ کرنے کے لئے اگر جنگ بھی کرنی پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں، عہدوں کا پورا کرنا ایک مسلمان کی خصوصیت ہے جس کو کسی طرح نہ چھوڑا جائے، ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ ہم تاکید کے طور پر وصیت کرتے ہیں کہ اس پر کاربند رہو

صراطِ مستقیم

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا یہ ہمارا سیدھا راستہ ..... فاتبعوه اسی رستہ پر چلو ولا تتبعوا السبل (باقی صفحہ ۳ کالم ۳ پر)

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دعائیں

لاعلاج مریض قبول کا حضرت مسیح موعودؑ کی دعا سے شفایاب ہونا

مولانا مرتضیٰ خان حسن کی غیر مطبوعہ کتاب "بیّنات" کا ایک باب ـ بسلسلہ اشاعت ۲۴ رشیحی بر مسیح موعود نمبر

باؤلے کتے کا کاٹا ہوا لاعلاج مریض شفا پا گیا

ایک دفعہ ایک نوجوان عبدالکریم نامی کو جبکہ وہ قادیان میں اقامت پذیر تھا دیوانے کتے نے کاٹ کھایا۔ اس کو طبی مشورہ کے لئے کسولی بھیجا گیا۔ جہاں سگ گزیدگان کا علاج کیا جاتا تھا ـ وہاں وہ چند دن علاج کرا کر واپس آ گیا۔ اور خیال تھا کہ اب وہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن کچھ دن گزرنے پائے تھے کہ اس میں دیوانگی کے آثار نمودار ہو گئے اور جو علامتیں سگ گزیدوں کے بیماروں میں پائی جاتی ہیں وہ اس میں ظاہر ہو گئیں۔ وہ پانی سے ڈرتا تھا۔ اور دیوانہ وار ادھر ادھر بھاگتا تھا جس سے لوگوں میں دہشت اور وحشت پھیلتی تھی۔ کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر کسولی کے ڈاکٹروں کو پھر لکھا گیا اور مریض کی حالت بیان کر کے ان سے طبی مشورہ طلب کیا گیا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا:

Sorry, nothing can be done for Abdul Karim.

یعنے افسوس ہے کہ عبدالکریم کے متعلق اب کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یعنے وہ لاعلاج ہے اور اس کا جانبر ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ ان علامتوں کے پیدا ہو جانے پر کوئی ایسا مریض بچ نہیں سکتا ـ یہ تجربہ شدہ اور متحقق امر ہے۔ یہ معلوم کر کے حضرت حجۃ اللہ کو جو سراپا رحم و کرم تھے اس غریب الوطن پر بڑا رحم آیا۔ اور دعا کے لئے ایک خاص توجہ پیدا ہو گئی۔ چنانچہ حضور خود فرماتے ہیں: "میرا دل اس کے لئے سخت درد اور بیقراری میں مبتلا ہوا اور خارق عادت توجہ پیدا ہو گئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض خدا تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہو جائے۔ غرض اس کے لئے اقبال علی اللہ کی حالت میسر آ گئی اور جب وہ توجہ انتہا کو پہنچ گئی۔ اور درد نے اپنا پورا تسلط میرے دل پر کر لیا تب اس بیمار پر جو درحقیقت مردہ تھا اس توجہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ...... یہاں تک کہ چند روز تک صحت یاب ہو گیا۔"

(حقیقۃ الوحی نشان ۵)

کیا ایلوپیتھی والے اور کیا یونانی طب والے اس پر متفق ہیں کہ جب ایسے مریض میں اس قسم کی علامتیں ظاہر ہو جائیں تو اس کا شفا پانا عموماً امر محال ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں کچھ اور ہی نقشہ نظر آتا ہے۔ یہاں ایک مرد کامل کی [illegible] دعا اور اس کی توجہ کام کر جاتی ہے۔ اور وہ جو [illegible] ناممکن سمجھا جاتا تھا وہ ممکن ہو جاتا ہے۔ جب طبی [illegible] نے جواب دے دیا تو آسمانی تدبیر نے وہ کام کیا کہ عقل حیران رہ گئی۔

حضرت اس بات کو سخت ناپسند فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ڈاکٹر کسی مریض کو لاعلاج بتائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کیا ان لوگوں نے خدائی اختیارات اپنے ہاتھ میں لے رکھے ہیں کہ مریضوں پر موت کا فتوے لگا دیتے ہیں۔

نمونیا کا لاعلاج مریض شفا پا گیا

ایک دفعہ ایک بچہ نمونیہ سے بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اس کی حالت کو دیکھ کر کہا کہ ڈبل نمونیا ہے اور اب مرض اس قدر شدت پکڑ گیا ہے کہ کوئی دوا یا علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ والدین بیچارے مایوس ہو کر بچے کو گھر لے آئے۔ جب حضرت کو اس بات کا علم ہوا اور آپ سے کہا گیا کہ ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے آپ نے سخت اظہار ناراضی فرمایا اور ڈاکٹر کو بلا کر تنبیہہ فرمائی کہ آپ کا کام علاج کرنا ہے اور شفا منجانب اللہ ہے فاذا مرضت فھو یشفین ـ پھر فرمایا کہ جس بچے کو آپ نے لاعلاج قرار دیا ہے ممکن ہے کہ خدا اس کو ہماری دعا سے شفا دے دے۔ چنانچہ حضور نے دعا فرمائی اور وہی بچہ جو ڈبل نمونیا سے بیمار تھا اور جو لاعلاج ظاہر کیا گیا تھا خدا کے فضل سے شفا پا گیا۔

ایسی بیسیوں اور سینکڑوں مثالیں ہیں کہ لاعلاج مریض حضور کی دعا اور توجہ سے شفا پا گئے۔ لیکن وہ معرض تحریر میں نہیں آئیں۔

دق کا لاعلاج مریض شفا پا گیا

ایک دفعہ سنّور کے ایک احمدی دوست نے مجھ سے ذکر کیا کہ ضلع انبالے کا ایک نوجوان (جس کا نام میں بھول گیا ہوں۔ مؤلف) عین عالم شباب میں مرض دق کا شکار ہو گیا۔ اب تو اس مرض کے علاج نکل آئے ہیں اس وقت یہ مہلک مرض جس کو لاحق ہو جاتی قبر تک لے جاتی ہے۔ حکمائے سلف نے بھی لکھا ہے ؎

تپ دق بجوان و فالج بہ پیر

فلاطوں گر بیاید نیست تدبیر

وہ بیچارہ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے ہاں بھٹکتا پھرا اور بہت روپیہ خرچ کر کے اور خراب و خستہ ہو کر پھر بھی ناکام کا ناکام ہی رہا۔ آخر جب مرض شدت پکڑ گئی تو ڈاکٹروں اور طبیبوں نے جواب دے دیا۔ اور کہا کہ اب علاج معالجہ بے سود اور بے فائدہ ہے۔ اور تمہاری حالت ایسی ہو چکی ہے کہ اب تم چند دنوں کے مہمان ہو۔ اس پر اس نوجوان کی جو حالت ہو سکتی تھی وہ ظاہر ہے۔ اس نے سوچا کہ اب مرنا تو ہے ہی کیوں نہ قادیان میں اپنے مرشد کے قدموں میں جا کر مروں۔ چنانچہ وہ گھر سے کفن وغیرہ لے کر قادیان پہنچ گیا۔ عصر کی نماز کے بعد حضور سے ملنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس وقت اس پر کچھ ایسی رقت طاری ہوئی کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ حضرت نے تسلی دی اور وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ میں مرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ [illegible] کفن بھی ساتھ لے آیا ہوں۔ حکیموں اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ محض چند روز زندگی کے باقی ہیں۔ حضرت کو اس نوجوان کی گریہ و زاری پر رحم آیا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور نہایت شفقت سے فرمایا کہ مایوس نہیں ہونا چاہئے ـ میں دعا کروں گا۔ خدا کے فضل کی امید رکھنی چاہیئے ـ اور ظاہر اسباب کے مدنظر آپ نے کچھ ادویات کے استعمال کا بھی انتظام فرمایا اور خود دعا میں لگ گئے۔ آپ برابر اس کے لئے بیت الدعا کے اندر اور تہجد کے وقت دعا فرماتے تھے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دو ہفتہ کے اندر اندر مریض کی حالت روبصحت ہونے لگ گئی۔ اور دو تین ماہ کے اندر اندر خدا نے اسکو پوری صحت عطا فرما دی۔ سب لوگ حیران تھے کہ وہ مردہ زندہ ہوا ہے۔ غالباً ۱۹۳۴ء کا ذکر ہے کہ وہ صاحب انبالہ میں جماعت قادیان کے امام نماز تھے۔ خدا نے نہ صرف ان کو صحت ہی دی بلکہ لمبی عمر بھی عطا فرمائی۔ جن لوگوں نے حضور کے ایسے ایسے اعجازی کارنامے دیکھے ہوں وہ حضور کی صداقت اور کاملیت کا کب انکار کر سکتے ہیں؟ قابل رحم ہیں وہ لوگ جو ایسے کامل انسان سے الگ ہیں اور آپ کے متعلق طرح طرح کی بدظنیوں سے کام لے رہے ہیں ؎

بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب کی شفایابی

ایک دفعہ سید غلام مصطفےٰ شاہ صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ ان دنوں میں جبکہ وہ قادیان میں تھے ان کو گھر سے خط ملا کہ ان کا بڑا بھائی سید طفیل حسین سخت بیمار ہے۔ ان کو فوراً پہنچنا چاہیئے۔ شاہ صاحب فرماتے تھے کہ اس خط کے پڑھنے سے مجھے سخت

تشویش ہوئی۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سے اس خط کے آنے اور بھائی صاحب کی تشویشناک علالت کا ذکر کیا اور حضور سے گھر جانے کی اجازت مانگی سید صاحب کہتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر کا تو تھا ہی، جب حضرت کی خدمت میں یہ گذارش کی تو میری آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ حضرت کو مجھ پر بڑا رحم آیا۔ اور کچھ دیر توقف فرما کر فرمایا کہ تم فکر نہ کرو تمہارے بھائی کو خدا نے صحت دے دی ہے یوں تم ان کو ملنے کے لئے چلے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے مگر تم کو تشویش کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا نے فضل کر دیا ہے۔ سید صاحب کہتے ہیں میں جب گھر پہنچا تو دیکھا کہ بھائی صاحب بخیرو عافیت چارپائی پر بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ اور گھر والوں نے مجھے بتایا کہ یہ تو سخت بیمار تھے اور حالت خطرناک تھی۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ کل عصر کے وقت یک بیک ان کی طبیعت ٹھیک ہو گئی اور اب یہ بھلے چنگے ہیں۔ میں نے گھر والوں سے حضرت کی بات کا ذکر کیا اور کہا کہ کل عصر کے وقت ہی حضور نے فرمایا تھا کہ تمہارے بھائی بالکل اچھے ہیں، خدا کی شان یہ اسی وقت تندرست ہو گئے۔

ملاوامل کی مرض دق سے شفا یابی

قادیان کا ایک ہندو لالہ ملاوامل جو اکثر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا جبکہ اس کی عمر بیس بائیس برس کی تھی مرض دق میں مبتلا ہو گیا۔ وہ حضرت سے دعا کا ملتجی ہوا۔ حضور نے اس کے حق میں دعا فرمائی خدا نے حضور کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ چنانچہ اس سے پہلے اسکو اطلاع دی گئی۔ اور وہ خدا کے فضل سے شفایاب ہو گیا۔ اس واقعہ کو خود حضرت نے اپنی کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۷ و ۲۲۸ میں تحریر فرمایا ہے۔ کہتے ہیں:—

"رفتہ رفتہ اس کی مرض انتہا کو پہنچ گئی اور آثار مایوسی کے ظاہر ہو گئے۔ ایک دن وہ میرے پاس آ کر اور اپنی زندگی سے ناامید ہو کر بہت بیقراری سے رویا۔ میرا دل اس کی عاجزانہ حالت پر پگھل گیا اور میں نے حضرت احدیت میں اس کی صحت مقدر تھی۔ اس لئے دعا کرنے کے ساتھ ہی الہام ہوا:—

قلنا یا نار کونی بردا و سلاما

یعنے ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ سرد اور سلامتی والی ہو جا چنانچہ اسی وقت اس ہندو اور نیز کئی اور ہندوؤں کو جو اب تک اس قصبہ میں موجود ہیں اور اس جگہ کے باشندے ہیں اس الہام سے اطلاع دی گئی اور خدا پر کامل بھروسہ کر کے دعوے کیا گیا کہ وہ ہندو ضرور صحت پائے گا اور اس بیماری سے ہرگز نہیں مرے گا۔ چنانچہ اس الہام کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ہی اندر وہ شفا پا گیا۔"

براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۷–۲۲۸

لالہ ملاوامل اور شرمپت رائے قادیان کے دو آریہ آپ کے ملنے والوں میں سے تھے۔ جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو کوئی خبر ملتی تو آپ ان دو آریوں کو بالخصوص اور بہت سے اور آریوں کو بالعموم سنا دیتے تاکہ وہ اسلام کی صداقت پر گواہ ٹھہریں۔ چنانچہ ان نشانات کو حضرت نے اپنی کتابوں میں درج کر کے لالہ ملاوامل اور شرمپت کو چیلنج دیا کہ وہ قسم کھا کر ان نشانات کا انکار کریں مگر انہیں انکار کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی قسم کا یہ نشان دعا کا تھا جو ملاوامل کو دکھایا گیا جس کا وہ قطعاً انکار نہ کر سکا۔ یہ گویا دشمن کی شہادت تھی۔ ہندوؤں کا آپ سے دعا کا ملتجی ہونا ظاہر کرتا ہے کہ ان تک آپکی ولایت اور آپ کا مستجاب الدعوات ہونا مسلم تھا۔ الفضل ما شهدت به الاعداء

آفتاب الدین ہومیوپیتھک دار الشفاء

کے لئے ماہ مئی ۱۹۵۶ء میں عطیہ جات

نام	رقم
محمد فاضل رمضان صاحب	۵
میاں فاروق احمد صاحب ملتان	۵۰
شیخ فضل الرحمان ملتان	۵۰
رحمت اللہ صاحب	۵
محمد لطیف علوی صاحب بجانب والدہ مرحومہ	۲۰
مریم دوستی صاحبہ ڈنڈوت	۲
مولوی احمد سعید صاحب لاہور	۲
ماسٹر عبد الحمید صاحب لاہور	۵
فیض الرحمان صاحب لاہور	۱
شیخ عبد الرحمن صاحب ناظر کراچی	۱۰۰
نذیر الدین صاحب آف چمبہ	۵۰
صلاح الدین ناصر صاحب	۱
جماعت سعید ڈھیری	۷
خانہا در میاں محمد صادق صاحب	۵
سابقہ میزان	۱۰۹۵
کل میزان	۱۳۲۸

کنوینر- انتظامیہ کمیٹی ۱-۶-۵۶

مشائخ وصوفیائے زمانہ (از صفحہ ۲)

نہ لیے مسلمان ہوتے ہیں، دوسری طرف وہ ان کے مخالفوں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں، ان کو ملازمت سے سبکدوش کرکے سارے ہندوستان کا دورہ کرایا جاتا ہے جگہ جگہ روپے کی اپیل کرائی جاتی ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ کہیں حضرت مرزا صاحب کا نام سنکر مولوی مخالفت نہ بن جائیں اور مشن قائم کرنے میں ناکامی ہو، مسٹر دب کو ان سے دُور رکھا جاتا ہے۔ انسانی طاقت جب مجبور ہو جاتی ہے تو وہی جماعت سید اشہد الدین جیسے عارف باللہ کی طرف دعا کے لئے متوجہ ہوتی ہے جہاں سے جواب ملتا ہے کہ اس وقت تو یورپ وامریکہ میں حضرت مرزا صاحب کا روحانی تصرف ہے، ان سے دعا کراؤ۔ اس سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود کی صداقت اور کیا نشان ہوسکتا ہے؟

خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف کی شہادت

خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں شریف والے ایک زبردست عارف تھے۔ امام زماں نے جب ان کو بھی خط اور رسائل بھیجے تو انہوں نے عربی میں حسب ذیل جواب دیا:

" اللہ کے دروازے کے فقیر غلام فرید سجادہ نشین کی طرف سے

بخدمت جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے جو رب الارباب ہے اور درود آپ کے رسولِ مقبول پر جو یوم النجات کے شفیع ہیں۔ نیز آپ کے اصحاب پر۔ اور پھر سلام ہر ایک پر جو راہِ ثواب میں کوشش کرے۔

آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے۔ اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کے ایک جزو کو جو حسنِ خطاب اور طریقِ عتاب پر مشتمل تھا پڑھا۔ تو اے میرے ہر ایک حبیب سے زیادہ عزیز تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیری تعظیم کے مقام پر کھڑا ہوں، تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے حال کا معترف ہوں اور میں یقین کرتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عند اللہ قابلِ شکر ہے جس کا اجر ملے گا۔ اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے اوپر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بخیر کی دعا کرو۔"

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (چاچڑاں شریف) کے صاحبزادے صاحب نے اپنے والد کے ملفوظات کو ارشاداتِ فریدی کے نام سے شائع کر دیا تھا۔ ان میں بھی ذکر ہے کہ مریدین کے سامنے آپ عموماً تعجب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب کا اکثر روز وشب کا وقفہ ذکر وفکر اور قرآن خوانی میں گزرتا ہے۔ وہ دشمنانِ دین سے لڑ رہے ہیں اور یورپ وامریکہ میں اسلام پھیلانا چاہتے ہیں۔ علماء کیوں دشمنانِ دین کو چھوڑ کر اس خادمِ اسلام کے پیچھے پڑ گئے ہیں!

یہ ہیں انکشافات ان اہل اللہ کے جنہوں نے تقوے اور تبتل الی اللہ سے حقائق کو سمجھنے کی کوشش کی اور ضد حسد سے کنارہ کرکے نتیجہ نکالا کہ جو شخص مسیح موعود کے مقام پر کھڑا ہوا ہے وہ اپنے ساتھ ایک عظیم الشان مقصد رکھتا ہے۔ وہ تمام دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا ڈنکا بجانا چاہتا ہے۔ اس کو بُرا کہنا اور کافر قرار دینا خطرناک غلطی ہے۔

صوفیائے کرام سے خطاب

میرے عزیز صوفیو اور درویشو! حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ

"بہترین انسان وہ ہے جو اپنے عیبوں پر
نظر رکھے اور دوسروں کی خوبیوں کو
نظر انداز نہ کرے"

پس آپ لوگوں کا یہ منصب نہیں کہ اہلِ ظواہر کے ہم نوا ہوکر اندھی تقلید میں شامل ہو جائیں۔ ان فقیہوں نے تو آج تک کسی اہل اللہ کو اتہام لگائے بغیر نہیں چھوڑا اور صوفیا نے ہر ایک پر حسنِ ظن کیا۔ درویش کا اصل مذہب ہی یہ ہے کہ ؎

کفر است در طریقتِ ما کینہ داشتن
آئین ما ست سینہ چو آئینہ داشتن

پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے مسلک کو چھوڑ دیا ہے۔ اور علمائے ظواہر کی تقلید میں اس مردِ حق پرست کی تکفیر پر کمربستہ ہیں جو اس زمانہ میں مملکتِ طریقت وشریعت دونوں کا امام ہوکر آیا ہے اور جس کے انفاسِ قدسیہ سے ہزاروں میلوں تک اسلام کا نور پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ یاد رکھیے اس امامِ وقت کی مخالفت سے اسلام کو جو نقصان پہنچ رہا ہے، اس میں آپ پر بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی سے اس بارہ میں ضرور آپ سے بازپرس ہوگی ؏

" ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا "

اظہارِ تشکر میری والدہ صاحبہ مرحومہ کی وفات کی خبر سن کر بہت سے معزز احباب اور محترم بزرگوں کے اظہارِ ہمدردی کے بہت سے خطوط آئے۔ ان سب کا فرداً فرداً جواب عرض کرنا میرے لئے مشکل ہے اسلئے بذریعہ اخبار اپنے جملہ بزرگوں کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ احقر قمر سانوی خند کا ہاہلپور

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان وایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کرسکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ہر آنے سے لیکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کردیں تو شکریہ کیساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ——— از حضرت مسیح موعود
ضرورت انبیاء . . . . . " " " " "
شانِ محمد مصطفیٰ . . . . . " " " " "
قد افلح المؤمنون . . . " " " " "
امام الزمان . . . . . " " " " "
حقیقت اسلام . . . . . " " " " "
دعوت عمل ——— حضرت مولانا محمد علی صاحب
نزول مسیح . . . . . " " " " "
جماعت قادیان . . . . " " " " "
نماز اور ترقی کی تین راہیں " " " " "
ردِ تکفیر اہل قبلہ . . . " " " " "
زمانہ کے امام کو پہچانو . . " " " " "
دو تقریریں ——— " " " " "
کشف الظنون عن المراق والجنون - حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب
درس قرآن . . . . . " " " "
ہمارے عقائد :- جناب مولانا صدر الدین صاحب
دعوتِ فکر :- چوہدری شکر اللہ خان صاحب
کافر :- از شیخ محمد طفیل صاحب: احمدیت کیا ہے؛ تحقیق حق، محمد مصطفیٰ اردو۔ بچوں کے لئے۔ اسلام بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب؛ حقیقت نماز؛ نماز مسلم؛

انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam
2. Islam The Religion of Humanity
3. Death of Jesus Christ
4. The Charge of Heresy
5. Christ is Come
6. Quest after God
7. Whats in a name
8. The True Conception of Ahmadiyyat
9. Facts about Ahmadiyyat
10. Phenomenon of Revelation

پتہ: سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

رفتار زمانہ

بمبئی۔ ۳ر جون۔ متحدہ مہاراشٹر کے سوال پر گزشتہ جمعرات سے شہر میں جو کشیدگی پھیلی ہوئی تھی آج اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔ تشدد اور لاقانونیت کے جوالامکھی نے ایک بار پھر بمبئی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آج شام پولیس نے تین مقامات پر فائرنگ کی جس سے تین افراد ہلاک اور تین مجروح ہو گئے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں لاٹھی چارج اور اشک آور گیس کے استعمال سے پچاس افراد کے مجروح ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔

کراچی۔ ۳ر جون۔ وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی آرام اور صحت یابی کے لئے آج دوپہر بولان ایکسپریس سے کوئٹہ روانہ ہو گئے۔ ریلوے اسٹیشن پر صدر سکندر مرزا کراچی میں موجود مرکزی وزراء، اعلیٰ سرکاری افسروں اور کئی مداحوں نے وزیر اعظم کو الوداع کہی۔

لاہور۔ ۳ر جون۔ آج رات لاہور میں کوئی ایک گھنٹہ تک زبردست آندھی چلتی رہی۔ آندھی ساڑھے آٹھ بجے کے قریب شروع ہوئی اور ساڑھے نو بجے تک پوری شدت سے جاری رہی۔ اس آندھی کی رفتار ۴۰ میل فی گھنٹہ تھی۔ شدید گرمی اور حبس کے بعد یہ آندھی اچانک آئی۔ کہ لوگوں کے لئے سنبھلنا مشکل ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا شہر گرد و غبار سے اَٹ گیا۔ شہر کے بیشتر حصوں کی بجلی اور بیشتر ٹیلیفون بھی خراب ہو گئے۔ بجلی کا عملہ رات گئے تک بجلی بحال کرنے میں مصروف رہا۔

پیکنگ۔ ۳ر جون ڈپلومیٹک حلقوں کا خیال ہے کہ روس اور یوگوسلاویہ کی بات چیت میں پاکستان کا ذکر آنے کا بھی امکان ہے۔ موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ روس نے یوگوسلاویہ کے صدر مارشل ٹیٹو سے کہا ہے کہ وہ فوجی معاہدات میں پاکستان کی شرکت پر احتجاج کریں لیکن مارشل ٹیٹو اس تجویز سے متفق نہیں ہیں۔

لندن۔ اس سال پاکستان اور معاہدہ بغداد کے دوسرے ممالک کو برطانیہ پچاس ہزار پونڈ سٹرلنگ کی امداد دے گا۔ بغداد میں ایٹمی طاقت کے مرکز کو مزید تیس ہزار پونڈ دیئے جائیں گے۔

کراچی۔ ۳ر جون۔ سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ صدر سکندر مرزا اور بیگم سکندر مرزا ۲۸ر جولائی کو ترکیہ جائیں گے۔

لاہور۔ ۳ر جون۔ حکومت مغربی پاکستان کے گزٹ میں آج ایک مسودہ قانون شائع کیا گیا ہے جس کی منظوری کی صورت میں ہر ایک رکن اسمبلی کو سیشن میں شرکت کرنے کی بناء پر ۲۵ روپے روزانہ کے حساب سے الاونس ملے گا۔ ماہوار الاونس تین سو روپے مقرر کیا گیا ہے اور سیشن کے لئے لاہور تک، آمد و رفت کا کرایہ سرکاری ملازمین کے متعلقہ قواعد کے مطابق ملے گا۔ یہ مسودہ قانون اسمبلی کے موجودہ سیشن میں پیش ہو گا۔

کراچی۔ ۳ر جون۔ پنجسالہ قومی منصوبے کے تحت بیس فیصد رقم ٹرانسپورٹ اور مواصلات پر خرچ کی جائے گی۔ آئندہ پانچ سال میں ان محکموں پر ایک عرب چونسٹھ کروڑ بیس لاکھ روپیہ صرف ہو گا۔ ریل کی پرانی پٹڑیاں بدل کر نئی پٹڑیاں ڈالی جائیں گی، نئی لائنیں قائم کی جائیں گی سڑک کو چوڑا کیا جائے گا۔ ان کی مرمت کی جائے گی اور نئی سڑکیں تعمیر کی جائیں گی، اور مشرقی پاکستان میں دریائی جہاز رانی کو بہتر بنایا جائے گا۔

بمبئی ۳ر جون۔ بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہرلال نہرو نے کل رات کانگریس کمیٹی کی مجلس عاملہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بھارت میں کمیونگی اور غنڈہ گردی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اور حکومت اسے سختی کے ساتھ کچل دینے کا تہیہ کر چکی ہے۔

کراچی۔ ۳ر جون۔ آج یہاں سے ایک جہاز چھ ہزار ٹن سے زائد چاول لے کر مشرقی پاکستان کی بندرگاہ چالنا روانہ ہو گیا۔ مارچ ۱۹۵۶ء سے اب تک مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان کو ۸۱ ہزار ٹن چاول بھیجا جا سکا ہے بھارت نے مشرقی پاکستان کو پانچ ہزار ٹن چاول کا جو تحفہ دیا ہے اس کی آخری کھیپ منگل کو ڈھاکہ پہنچ جائے گی۔

پیرس۔ ۳ر جون۔ وزیر اعظم فرانس مسٹر گائی مولے نے کہا ہے کہ الجزائر کے عرب یا مسلمان مملکت بننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ تونس اور مراکش کے مسائل حل کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ الجزائر پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

ماسکو۔ ۳ر جون۔ روس کی مرکزی حکومت نے اپنے کئی محکموں (وزارتوں) کے فرائض مختلف آزاد روسی جمہوریتوں کو منتقل کر دیئے ہیں۔ سوویٹ یونین کی کئی وزارتیں انتقالِ اختیارات کی ضرورت کے پیش نظر توڑ دی گئی ہیں، ان میں وزارت انصاف بھی شامل ہے۔ کئی دوسرے محکموں کی جداگانہ حیثیت ختم کر دی گئی ہے اور انہیں ایک دوسرے میں مدغم کر دیا گیا ہے۔

سیالکوٹ۔ ۳ر جون صوبائی وزیر چودھری عبدالغنی گھمن نے سیالکوٹ پہنچ کر اخباری نمائندوں کو بتایا کہ حکومت مغربی پاکستان اناج کے نرخوں میں اضافہ سے پیدا شدہ صورت حال پر غور کر رہی ہے اور وہ ایسی صورت حال پیدا نہیں ہونے دے گی کہ عوام کے لئے اناج خریدنا ناممکن ہو جائے، چودھری صاحب نے ذخیرہ اندوزوں اور چور بازاری کرنے والوں کی شدید مذمت کی اور کہا کہ ان سماج دشمن عناصر کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ چودھری گھمن نے بتایا کہ چند دن تک پچیس سے زائد ایم ایل اے ریپبلکن پارٹی میں شامل ہو جائیں گے۔

مائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور اور باقی اخبار تعلیمی پریس بیڈن سرکلر روڈ لاہور سے چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

پیغام صلح مورخہ ۶ر جون ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸۔ شمارہ ۲۲

جلد ۴۵ || یوم چہارشنبہ مورخہ ۳ ذیقعد ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۳ جون ۱۹۵۶ء || نمبر ۲۳

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ؂ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ؂ حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں
ہست او خیر الرسل خیر الانام ؂ ہر نبوت را بروشد اختتام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ؂ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے
آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست ؂ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
وہ کتابِ حق جس کا نام قرآن ہے ؂ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ؂ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ؂ ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہمارے عقائد

- ہم اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔
- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانیٔ سلسلہ:۔
"اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ پرانا نہ نیا"۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"۔
- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہو گا۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہوں گے جو نبی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)
- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے ان کے اپنے الفاظ ہیں:۔ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

مسٹر حسن نے جو برلن مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتے ہیں، مشن کی تبلیغی سرگرمیوں کی تین ماہ (فروری، مارچ، اپریل ۱۹۵۶ء) کی رپورٹ بھیجی ہے جو ذیل میں ہدیہ قارئین کرام ہے:۔

ماہ فروری ۱۹۵۶ء:۔

جمعہ ۳ فروری کو امام ...... نے خطبہ جمعہ میں بتایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نسلِ انسانی کے لئے بہترین نمونہ ہیں اور آپ ہی ایک ایسے پیغمبر ہیں جنہوں نے ان تمام اصولوں پر عمل کر کے دکھایا جن کو آپ تلقین کرتے تھے۔

جمعہ ۱۰ فروری کو امام ...... نے خطبہ میں بتایا کہ اسلامی تعلیمات کا مقصود منشاء الہامِ الٰہی کا حصول ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں الوہیت کا صحیح تصور بتایا ہے۔

منگل ۱۴ فروری کو امام ...... نے اسلام کے سب سے بڑے فلاسفر امام غزالیؒ پر لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا، جس میں ان کے حالات زندگی کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی بڑھتی ہوئی تکالیف و مشکلات کا ذکر کیا گیا، امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم الدینیہ میں سے کچھ سنایا۔

جمعہ ۱۷ فروری۔ امام ...... نے ...... نماز جمعہ کے متعلق خطبہ دیا اور بتایا کہ اخوتِ اسلامی کے قیام میں نماز جمعہ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

منگل ۲۱ فروری۔ امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم الدینیہ پر دوسرا لیکچر دیا گیا۔

جمعہ ۲۴ فروری، خطبہ میں بتایا گیا کہ تمام الہامی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس بات کو واضح کیا گیا کہ قرآن کریم آخری اور کامل الہامی کتاب ہے۔

منگل ۲۸ فروری کو امام غزالی کے متعلق لیکچروں کا سلسلہ جاری رہا۔

جمعرات ۲۳ فروری کو ایک خاتون Frau Elga Dittman کے ہاں جو ماہ جنوری میں مسلمان ہوئی تھیں۔ بچہ پیدا ہوا انہوں نے اس کا نام ...... Halidwand رکھا۔

سخت ترین سردی کے باوجود منگل کی شام کا جلسہ نہایت پُر رونق ہوتا ہے اور سامعین میں عموماً نئے لوگ بھی آتے رہتے ہیں۔

ترکی سے ہمیں اطلاع ملی ہے کہ قرآن کریم کا ترکی ترجمہ زیر طبع ہے۔

(باقی آئندہ)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

ایک ناقابل فراموش واقعہ

جریدہ آزاد نوجوان مدراس مجریہ ۱۰ ر مارچ نے رفتار زمانہ کے حوالہ سے علامہ ملا واحدی صاحب کے اثرات کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں ایک غیر مسلم کے اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان اور یقین اور اطمینان قلب کا ذکر کیا ہے اس کا ایک حق درس و عبرت قابل تقلید اقتباس بغرض افادۂ عام و خاص درج ذیل ہے:۔

"مولانا شبلی اور آرنلڈ دونوں علیگڈھ میں پروفیسر تھے۔ مولانا شبلی ممالک اسلامیہ کی سیاحت کرنے جا رہے تھے اور آرنلڈ اپنے وطن لندن۔ دونوں کا سفر سویز تک ساتھ ہوگیا۔ راستہ میں ایسا سخت طوفان آیا کہ سارے مسافر گھبرا گئے لیکن مولانا شبلی مسٹر آرنلڈ کے کمرہ میں پہنچے تو دیکھا کہ آرنلڈ صاحب کتاب بینی میں مصروف تھے۔ مولانا شبلی سمجھے انہیں طوفان کی خبر نہیں ہے۔ مطالعہ میں اتنے مستغرق ہیں کہ طوفان کے جھکولے محسوس نہیں کرتے۔ فرمایا جناب طوفان آ رہا ہے۔ جہاز عنقریب ڈوبنے والا ہے اور آپ کتاب بینی میں مشغول ہیں مسٹر آرنلڈ نے جواب دیا "مجھے علم ہے کہ طوفان آ رہا ہے۔ اور طوفان اس قدر زوردار ہے کہ شاید جہاز ڈوب جائے۔ میرا دماغ پریشان کرنے یا میری کسی ترکیب سے طوفان رُک سکتا تو میں طوفان کو روک دیتا مگر طوفان خدا کے روکے رُکے گا لہذا میں یہ لمحات فرصت کیوں ضائع کروں علم حاصل کرنے کا موقع پھر کہاں سے ملے گا۔ اس عرصہ میں اور جتنا علم حاصل کر لوں اچھا ہے"

مسٹر آرنلڈ کا یہ غیر فانی کلام ہر مسلمان کو عموماً اور احمدی مجاہد کو خصوصاً دعوت فکر دے رہا ہے۔ یہ قیمتی چیز نہ مہادے اسلاف ہی سے مسٹر موصوف نے حاصل کی اس کے صدقے وہ اور اس کی قوم دنیا میں سربلندی کی آخری منزل پر پہنچ گئی تم آرام سے سو گئے۔ اللہ نے تمہیں بیدار کرنے کے لئے زمانہ کے امام کو مبعوث فرمایا۔ اس نے یہ بھولا ہوا سبق پھر یاد دلایا۔ خوش قسمت ہیں وہ جنہوں نے اس آواز پر لبیک کہا۔ اور ان صفات حسنہ کے اسلحہ سے مسلح ہو کر دعوت الی اللہ کے مقدس کام میں اپنے آپ کو لگا دیا۔

آستانہ کا فتوےٰ

ماہواری جریدہ آستانہ دہلی مجریہ مارچ پیش نظر ہے اس کے صفحہ ۸ پر باب الاستفسار کے عنوان کے تحت جناب الحاج مولانا زاہد القادری مفتئ اعظم مجلہ آستانہ کا "مرزائیوں" کے متعلق ایک استفتاء کا جواب دیا گیا ہے ڈربن افریقہ سے عمر حاجی آدم صاحب نامی شخص نے مندرجہ ذیل استفسار کیا۔

(استفتاء)

"یہاں پر مرزا غلام احمد قادیانی کی لاہوری جماعت کے مبلغین آتے ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب مسیح موعود تھے۔ مجدد تھے۔ انہوں نے دعوےٰ نبوت کا نہیں کیا تھا اور وہ عام مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے تھے وہ اعلیٰ درجہ کے ہادی تھے۔ مرزائیوں کا یہ دعوےٰ کس حد تک صحیح ہے؟ کیا مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھے؟ کیا مرزائیوں کے جلسوں میں شریک ہونا درست ہے؟ اور کیا اُن کے ساتھ مناکحت جائز ہے؟"

مفتئ اعظم کا فتوےٰ "مرزائیوں" کے متعلق دیگر "مفتیان عظام" سے مختلف تو ہو ہی نہیں سکتا۔ خوب جی بھر کر دل کی بھڑاس نکالی ہے بلکہ اپنے معصروں سے ایک قدم آگے ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ مجھے جہاں ان مفتیان عظام کی ان تفرقہ خیز حرکات پر جس سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور ان کی ہوا اُکھڑ چکی ہے رنج و افسوس ہے وہاں اس بات سے خوشی اور مسرت بھی ہے کہ مسیح محمدی کے یہ جاں نثار شیدائی مجاہد باوجود اندرونی و بیرونی سخت ترین مخالفت کے اسلام کا روح پرور سرمدی پیغام اور پیارے مسیح و مہدی اور اس کے آقا سرور دوجہاں محمد مصطفےٰ صلعم کا نام ان شاندار الفاظ اور اس کے صحیح مفہوم میں

"برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

"دنیا کے کناروں تک" پہنچا کر خدا کے پاک کلام کی تصدیق کا باعث ہو رہے ہیں۔ نیز مجھے یقین ہے کہ مفتی صاحب کا یہ قیمتی فتوےٰ گلستان احمدیت کے لئے کھاد کا کام دے گا۔ اور کئی ایک متلاشیان حق و صداقت کے لئے نشان راہ ثابت ہوگا۔ کہتے ہیں مجلہ آستانہ کثیر الاشاعت ہے اس کے ناظرین سب کے سب عقل سے کورے تو نہ ہوں گے ان میں صاحب عقل و فہم اہل انصاف و عدل لوگ بھی ضرور ہوں گے فتویٰ ہذا انشاء اللہ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے اور احمدی علم الکلام کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کا سبب بھی ہوگا۔ مخالفین کے یہاں یہ تو مشہور ہی ہے کہ احمدی لٹریچر میں جادو بھرا ہوا ہے ملاں لوگ کا تجربہ ظاہر ہے۔ کئی ایک سعید روحوں کی کشش کا باعث ہوگا۔

ایک پُرلطف صحبت

۴ ر اپریل بروز بدھ۔ تمام رات طوفان باد کا زور رہا۔ رات کے آخری وقت میں غبار نے فضائے بغداد کو گھیر لیا۔ تنفس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی۔ آٹھ بجے انجکشن لیا گیا۔ ۹ بجے کے قریب اخویم ابراہیم آدم صاحب سیجوانی فرزند ابراہیم کے ساتھ گھر تشریف لائے۔ انجکشن لگنے پر نقاہت بڑھ جاتی ہے۔ لیٹا ہوا تھا۔ اخویم موصوف کو دیکھ کر یکایک ...... فرط مسرت سے تکان دُور ہوگئی، بڑی گرم جوشی سے مصافحہ اور معانقہ عمل میں آیا آنکھوں میں فرط محبت سے آنسو ڈبڈبا آئے۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ یہ پُرلطف صحبت رہی۔ بصرہ کے تبلیغی حالات سن کر گونہ خوشی ہوئی۔ مرکز کا ذکر بھی آیا۔ ووکنگ سے متعلقہ بھی گفتگو رہی، غرض کہ وقت اچھا صرف ہوا۔ اللہ تعالےٰ عزیز موصوف کو اپنی حفاظت میں رکھے اور دنیوی ترقیات کے ساتھ ساتھ اپنے دین متین کی خدمت کی مزید توفیق دے۔ موصوف کل بصرہ واپس ہو گئے۔

استاذ السید شاکر ساره کا کل دکان پر فون آیا تھا انہیں کتاب "مینول آف حدیث" رسالہ "فیکٹ اباؤٹ احمدیہ موومنٹ" اور جریدہ لائٹ بدست دستی بھجوایا۔ بعد از ظہر جناب مرزا برکت علی صاحب از احباب قادیان برائے استفسار صحت گھر تشریف لائے۔ اس وقت تنفس کا دوبارہ دورہ پڑا ہوا تھا، بڑی مشکل سے تھوڑی سی بات چیت ہوئی، ڈھائی بجے تکلیف زیادہ بڑھ گئی۔ دوسرا انجکشن لیا گیا۔ پانچ بجے کے قریب طبیعت ذرا سنبھلی، الحمد للہ ساڑھے پانچ بجے کے قریب اخویم سیجوانی صاحب بصرہ کے خلف اکبر عبدالرحیم صاحب معہ اپنی دو ہمشیرہ اور دختر کے بغرض مزاج پرسی آئے۔ ایک گھنٹہ بیٹھے پیاری بچیوں کو قرآن کریم کی تلاوت اور ترجمہ کی تلقین کی اور روزانہ کچھ نہ کچھ پڑھنے کی تلقین کی جسے بچیوں نے قبول کیا۔ سیجوانی صاحب کی یہ ہر دو بچیاں عزیزہ عائشہ اور عزیزہ خدیجہ اپنے والدین کے ہمراہ پانچ سال ہوئے ہیں فریضہ حج بھی ادا کر چکی ہیں میں پیار سے بچیوں کو "حجیانی اماں" پکارتا ہوں اللہ تعالےٰ صحت و تندرستی کے ساتھ خدمت دین کی مزید توفیق بخشے۔

ایک تاریخی دستاویز

۸ ر اپریل - بروز اتوار - جریدۃ الحیاۃ بیروت کی یکم اپریل کی اشاعت میں "نص الحکم علی السید المسیح" کے عنوان تلے وہ تاریخی دستاویز شائع ہوئی ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیلاطوس حاکم بیت المقدس نے پھانسی کا حکم دیا تھا۔ یہ دستاویز نپولین نے "مذبح دیرا لکبوشیہ" فی ضواحی قدس میں دیکھ کر وہیں محفوظ رکھنے کا حکم صادر کیا نص عبرانی زبان میں ہے۔ برازیل میں اس کا ترجمہ جرمنی زبان میں چھپا اور اس سے عربی زبان میں ترجمہ ہو کر الحیاۃ میں شائع ہوا۔

دشمنوں کے شدید ترین حملے سے کعبۃ اللہ کی حفاظت

اور محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھیوں کی امداد

جماعت احمدیہ مسیحا کی جماعت ہی جو مر نہیں سکتی - برلن مشن اور ووکنگ کے لئے دو جلیل القدر اصحاب کی نامزدگی

خطبہ جمعہ مورخہ ۸ر جون ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ - اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ - وَاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ - تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ - فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ -

(سورۃ الفیل)

قرآن کریم میں مصائب کا ذکر

قرآن شریف کے اندر مصیبتوں کا ذکر بھی بہت ہے اور ان مصیبتوں کے دُور کرنے والے کا ذکر بھی بہت ہے، مصیبتیں افراد پر بھی آتی ہیں اور قوموں پر بھی آتی ہیں، بادشاہوں اور پیغمبروں پر بھی مصیبتیں آتی ہیں، اس لئے مصیبتوں کا ذکر قرآن شریف میں بہت آتا ہے تاکہ مومنوں کو جن پر مصیبتیں آئیں انہیں تسلی دلائی جائے اور یقین دلایا جائے کہ خدا ہے وہ مصیبتوں کو دُور کر سکتا ہے - جب وہ مصیبت دُور کر دیتا ہے تو اس پر ایمان بڑھتا ہے -

کعبۃ اللہ کو ماند کرنے کیلئے عیسائی بادشاہ کا عزم

ایک بہت بڑی مصیبت کا ذکر اس سورت میں کیا ہے اس میں ہاتھیوں کا ذکر ہے، کوئی انعام کی صورت میں نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مصیبت کے رنگ میں ہاتھیوں کا ذکر کیا ہے، حبشہ کے عیسائی بادشاہ نے یمن کو فتح کیا اور ابرہہ نامی ایک شخص کو گورنر بنا کر وہاں بھیجا، اور جیسا کہ عیسائی بادشاہوں کی گھٹی میں ہے کہ وہ اموال فراہم کرنے کے لئے دوسروں کی تباہی کے درپے ہو جاتے ہیں - ابرہہ نے دیکھا کہ مکہ معظمہ تجارت کا بڑا بھاری مرکز ہے اور اس کی تجارت کی وجہ کعبۃ اللہ ہے جس کے باعث لوگ وہاں کھنچے چلے آتے ہیں -

صنعا میں ایک عظیم الشان گرجا کی تعمیر کعبۃ اللہ کو ماند کرنے کے لئے ......

...... اس نے سب سے پہلے صنعا میں ایک گرجا کی تعمیر کرنے کا حکم دیا، اس نے پوچھ لیا تھا کہ مکہ میں لوگوں کی کشش کا سبب کیا ہے؟ اسے بتایا گیا کہ وہاں ایک معمولی سا کوٹھا ہے جس کو خدا کا گھر کہا جاتا ہے، محض ایک چار دیواری ہے، کوئی اس کی شان نہیں، اس کی کوئی بلندی نہیں، اور اس کی کوئی زیب و زینت نہیں - تاہم لوگ اس کی طرف چلے آتے ہیں، اس نے حکم دیا کہ ایک بڑا شاندار گرجا تعمیر کیا جائے، اور اس کی تعمیر پر اس نے دولت اور خزانے انڈیل دیئے، تمام قسم کے سنگ مرمر یعنی سفید اور سُرخ اور سیاہ اور زرد پتھر فراہم کئے گئے اور ان سے وہ عمارت تیار کی گئی - تمام قسم کی اعلیٰ سے اعلیٰ لکڑی اس میں لگائی گئی - علاوہ ازیں سنہری اور روپہلی منبت کاری سے اس کی شان کو بڑھایا گیا - اس نے حکم دیا کہ اس گرجا کی بلندی اتنی ہو کہ اوپر دیکھنے سے ٹوپی اُتر جائے، الغرض بڑا عالی شان گرجا تعمیر کیا گیا -

ہاتھیوں والے لشکر کی کعبۃ اللہ پر چڑھائی

اس کا خیال تھا کہ گرجا کی شان اور عظمت کو دیکھ کر لوگ اس کی طرف کھنچے ہوئے چلے آئیں گے اور مکہ کی بجائے صنعا تجارت کی منڈی بن جائے گا - اور کعبۃ اللہ کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں لیکن کعبۃ اللہ کی رونق میں کوئی فرق نہ آیا اور صنعا کی طرف لوگوں کا رجوع نہ ہوا، یہ دیکھ کر وہ جھلا اُٹھا اور کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے کے درپے ہو گیا - چھ ہزار کا لشکر تیار کیا، اور افریقہ سے ہاتھی منگوائے ہاتھی تو یوں بھی دہشت پیدا کرنے والا مہیب جانور ہے لیکن جس نے کبھی اس گرانڈیل بلا کو دیکھا نہ ہو اُسے تو یہ گھبرا دینے والی آفت نظر آتی ہے -

ہاتھیوں کے ساتھ چھ ہزار سپاہیوں کا لشکر تیار کر کے ابرہہ نے خود مکہ معظمہ پر چڑھائی کی - اہل مکہ دہشت زدہ ہو کر بال بچوں کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا چڑھے، ابرہہ کو یقین تھا کہ ان ہاتھیوں کی طاقت سے مکہ معظمہ بالکل تباہ کر دیا جائے گا، جس کے بعد صنعاء خود بخود تجارت کی منڈی بن جائے گا -

کعبۃ اللہ اور حضرت نبی کریم صلعم کا شرف و لحاظ

اس واقعہ کا ذکر اس سورت میں ہے اور اسی وجہ اس کا نام سورہ الفیل ہے، فرمایا اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ - کیا ہم نے ان لوگوں کے خطرناک منصوبے کو تباہ کر کے نہ رکھ دیا تھا، اور پہلے جملہ میں فرمایا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کے ساتھ کیا کیا؟ تیری نبوت تو اب شروع ہوئی، اس واقعہ پر چالیس سال گذر چکے ہیں اس وقت تیری پیدائش ہوئی تھی تیری پیدائش کے وقت دجال نے ایک ایسا سخت حملہ کیا کہ اگر تیرے رب کی ربوبیت کام نہ کرتی تو توحید کا وہ نشان جو ھدی للعالمین ہے جس کو تو مضبوط کرنے آیا ہے مٹ گیا ہوتا، فرمایا کیا تیرے علم میں نہیں کہ کعبۃ اللہ پر کیسا خطرناک وقت آیا تھا، بربادی اور تباہی اس کے سامنے کھڑی تھی، سارا عرب کعبۃ اللہ کو نہ بچا سکتا تھا لیکن تیرے رب نے اس کی حفاظت کی فَرَبُّكَ جس نے تیرے لئے کعبہ کو بچایا اور اسے توحید کا مرکز بنایا، وہی ایسا ہی تیری نصرت کرے گا، خدا کو اس کعبۃ اللہ کا اور تیرے شرف کا لحاظ ہے -

حملہ کی شدت اور عبد المطلب کے اونٹ

جب تو پیدا ہوا اس وقت افریقہ سے ہاتھی اس گھر کو تباہ کرنے کے لئے آئے، اور اس گھر کو مسمار کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا، افریقہ کے ہاتھی، چھ ہزار کا لشکر اور حبشہ کا لاڈلا گورنر خود ساتھ آیا کہ اپنی آنکھوں سے اس تباہی کا حال دیکھے، اس نے آتے ہی عبد المطلب کے دو سو اونٹ پکڑ لئے کہ ان کو ذبح کر کے اور بھون کر لشکر کو کھلایا جائے تاکہ لشکر کو یقین ہو جائے کہ ہم ایسے طاقتور اور غالب ہیں کہ ہمارے مقابلہ پر کوئی نہیں آ سکتا - ہاتھیوں کو دیکھ کر مکہ کی تمام وادی خالی ہو گئی - چھ ہزار لشکر بہت بڑا لشکر تھا، پہلی لڑائی جو اہل عرب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑی اس میں وہ صرف ایک ہزار کا لشکر لے کر آئے تھے، اور یہاں چھ ہزار اور اس کے ساتھ ہاتھی، کس قدر ڈر اور خوف پیدا ہوا ہوگا، لوگ بھاگ گئے، اور عبد المطلب کی بڑی ہتک ہوئی، قوم کا سردار اس کے اونٹ دشمن لے جائے؟ ہمارے اس ملک میں بھی بڑے آدمیوں کی گائے بھینس یا گھوڑی کوئی نکال لے جائے تو یہ ان کی ہتک حرمت کا موجب ہوتا ہے -

عبد المطلب کی وجہ تسمیہ

عبد المطلب بہت بڑے آدمی تھے، ان کا اصل نام تھا شَيْبَةُ الْحَمْد، یہ ہاشم کے بیٹے تھے ہاشم کا ایک بھائی مطلب تھا، لکھا ہے ہاشم فوت ہونے لگا تو اس نے مطلب کو بُلا کر اپنے بیٹے شیبۃ الحمد کو اس کے سپرد کیا اور کہا اَدْرِكْ عَبْدَكَ - میں تو مرنے لگا ہوں یہ میرا بیٹا تیرا غلام ہے تیرے سپرد ہے اسی سے ان کا نام عبد المطلب ہو گیا، ہمارے ملک میں بھی کبھی کبھی اپنے لڑکے کو دوسرے کے آگے پیش کرتے ہوئے غلام زادہ کہہ دیا جاتا ہے -

عبد المطلب کا اصل نام اور انکی صفات و کارنامے

عبد المطلب کا اصل نام شَيْبَةُ الْحَمْد تھا - اس نام میں تفاؤل تھا - اور اس میں دعا اور تمنا تھی کہ اتنی لمبی عمر پائے کہ شیبۃ یعنی بڑھاپے کو پہنچے، اور حمد کا یہ مطلب ہے کہ اس کے اخلاق، اس کی صفات، اس

کے کمالات اور کارنامے ایسے اعلیٰ درجہ کے ہوں کہ وہ موجب حمد ہوں، شیبۃ الحمد نہایت ہی خوبصورت تھے اور بہت بڑی غیرت و عظمت کے مالک تھے اور ان کے اخلاق نہایت بلند تھے، وہ شجاعت اور سخاوت کے لئے مشہور تھے، تمام لوگ جو مکہ میں حج کے لئے جاتے تھے، وہ عبد المطلب .... کے مہمان ہوتے تھے، سب کا کھانا ان کے ہاں پکتا تھا، اور ایسا وافر کھانا پکاتے تھے کہ چرند اور پرند بھی کھاتے تھے، کبھی مکہ میں قحط پڑ جاتا تو ان کے ہاں قحط زدہ لوگوں کے لئے دن رات کھانا پکتا رہتا تھا، ہاشم کے خون کے اندر سخاوت، اخلاق اور خوبصورتی مرکوز تھی شیبۃ الحمد سخاوت اور اخلاق کے علاوہ فصیح اللسان بھی تھے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی صفاتِ عالیہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیبۃ الحمد کے پوتے تھے جیسے چہرے والے رسیلی زبان والے فصاحت و بلاغت کے لئے اور شجاعت و سخاوت کے لئے مشہور ہوئے شیبۃ الحمد نے حضور کا نام محمد رکھا تھا جو اسم بامسمیٰ ثابت ہوا۔

عبد المطلب اور ابرہہ کی ملاقات اور گفتگو

غرض شیبۃ الحمد کی بڑی ہتک ہوئی کہ ان کے دو سو اونٹ ابرہہ پکڑ کر لے گیا، ہتک کا انسداد کرنے کے لئے شیبۃ الحمد ابرہہ کی ملاقات کے لئے خود چل پڑے ابرہہ کالا کلوٹا حبشی انسان، اور عبد المطلب نہایت خوبصورت اور وجیہہ آدمی، انہیں دیکھ کر ابرہہ تخت سے نیچے اُتر آیا اور ان کے پاس جا بیٹھا اور ترجمان کے ذریعہ پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ انہوں نے کہا اپنے اونٹ لینے آیا ہوں، یہ سن کر ابرہہ نے کہا آپ کی بہت بڑی شہرت سنی تھی، اور ہمارے دل میں آپ کی قدر اور عزت تھی، آپ کو دیکھ کر آپ کی اور بھی عزت میرے دل میں .... پیدا ہو گئی، لیکن آپ کی یہ بات سن کر میری نگاہ سے آپ کی قدر و قیمت گر گئی، بھلا میں تو آپ کے خانہ کعبہ کو گرانے آیا ہوں، اس کی حفاظت کا آپ کو خیال نہ آیا اور اپنے اونٹوں کی فکر پڑ گئی۔ شیبۃ الحمد یعنی عبد المطلب نے جواب دیا انا رب الابل وللبیت ربا سیمنعہ میں ان اونٹوں کا مالک ہوں، خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، ابرہہ نے کہا انہ لا یمنعہ منی۔ آج میرے مقابلہ پر کعبۃ اللہ کا خدا اپنے گھر کی حفاظت نہ کر سکے گا۔

کعبۃ اللہ کی حفاظت کیلئے عبد المطلب کی دُعا

اس کے جواب میں یہ کہکر اُٹھ آئے کہ انت وذاك، اب تیرا اور خدا کا معاملہ ہے، اور واپس آکر خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ کو پکڑ لیا اور نہایت اضطراب کے ساتھ یہ دعا کی:-

لاھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع حلالک وانصر علیٰ آل الصلیب و عابدیہ الیوم آلک لا یغلبن صلیبھم ومحالھم ابدا محالک - مجھے کیا فکر ہو میں جانتا ہوں انسان بھی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے اے ہمارے مولا تو اپنے گھر کی حفاظت فرما اور ہم کو نصرت عطا فرما آل صلیب پر اور صلیب کے پرستاروں پر میری دعا ہے ان کی صلیب اور ان کی طاقت کبھی تیری طاقت پر غالب نہ آنے پائے۔

دعا کی قبولیت اور ابرہہ اور اسکے لشکر کی تباہی

یہ شیبۃ الحمد ہیں کیا ایمان ان کے دل میں ہے اور کیا رقت ان کی .... دعا میں ہے جو قبول ہوئی ارسل علیھم طیرا ابابیل اللہ تعالےٰ نے ابرہہ کے لشکر پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیئے، انہوں نے ان کو کھائے ہوئے بھُس کی طرح کر دیا، لکھا ہے کہ تمام لشکر میں چیچک کی وبا پھیل گئی جس سے لشکر تباہ ہو گیا - خود ابرہہ کا جسم بھی پھوڑوں سے بھر گیا اور جسم کا ذرہ ذرہ رستا تھا، جس کی وجہ سے اس کو بڑا قلق اور اضطراب پیدا ہوا اور یہ بھی اسے قلق تھا کہ میں کس آن بان کے ساتھ آیا، کیسی شان کے ساتھ چڑھائی کی کس قدر تکبر اور تبختر کا اظہار کیا اور نتیجہ کیا ہوا تباہ ہو کر رہ گیا۔

کمزوروں کی امداد کا معجزہ

تو فرمایا یہ ایک وقت تھا جب خانہ کعبہ پر مصیبت آئی، اس وقت بھی تیرا لحاظ تھا، اور تیری وجہ سے اہل مکہ کو ابرہہ کے حملہ سے بچا لیا گیا۔ خدا تعالےٰ جب چاہتا ہے اسی طرح اپنے کمزور بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین، کہاں ہاتھی اور کہاں پرندے یہ خدا کے کام ہیں کہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی مخلوق سے بڑے بڑے طاقتوروں کو گرا دیتا ہے، یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، اہل عرب اس عظیم الشان مشاہدہ کو کبھی فراموش نہ کر سکتے تھے اس لئے الم تر کے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ کیا یہ آپکا مشاہدہ نہیں ہے

جنگ بدر میں مسلمانوں کی کمزوری اور نصرت الٰہی

جس طرح مکہ والوں کو ہاتھیوں اور لشکر کو دیکھ کر اپنی کمزوری کا خیال پیدا ہوا اور خدا نے ان کی امداد کی ....

.... اسی طرح جنگ بدر میں حضرت نبی کریم صلعم کو بھی اپنی انتہائی کمزوری کا احساس تھا، آپ کفار کو دیکھتے تو ہزار آدمیوں کا لشکر نظر آتا تھا - ادھر مسلمانوں کو دیکھتے تھے تو صرف ۳۱۳، ادھر دیکھتے ..... تو ہر قسم کے سامان جنگ سے آراستہ اور اور ادھر دیکھتے تو چند شکستہ تلواریں، اور کوئی سامان جنگ نہیں، ادھر کفار بلند جگہ پر اور مسلمان نچلے نشیبی میدان میں، ایسی حالت میں زبان پر یہ لفظ آ گئے اللھم ان تھلك ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدا اے اللہ اگر اس چھوٹی سی جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا تو پھر روئے زمین پر تیرا پرستار کوئی نہ رہے گا، اس وقت اللہ نے مدد کی - اور اس کمزور جماعت کو فتح حاصل ہوئی۔

جنگِ احزاب اور احد میں مصائب کی شدت اور نصرت الٰہی

جنگِ احزاب میں دس بارہ ہزار تک بڑا بھاری لشکر چڑھ آیا، تمام کے تمام قبیلے اکٹھے ہو کر آ گئے، کس قدر مصیبت کا دن تھا، اور کس طرح خدا نے انہیں ناکام واپس کیا، اور جنگ احد میں جب حضرت نبی کریم صلعم زخمی ہو گئے، خود کی کڑیاں ان کی پیشانی میں گھس گئیں، بیہوش ہو کر گر گئے، اپنوں نے بھی اور دشمن نے بھی یقین کر لیا کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے - کئی مسلمانوں نے تلوار پھینک دی، کہ اب کیا لڑنا ہے، ایک صحابی نظر بن انس نے یہ دیکھ کر لوگوں سے کہا فقاتلوا علیٰ ما قاتل علیہ، تلوار کیوں چھوڑ دی، تم بھی اسی مقصد کے لئے لڑو جس مقصد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے تھے، پھر رسول اللہ صلعم کو بھی ہوش آ گئی اور آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور آخر کار مسلمانوں کو فتح ہوئی، کس قدر مصائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آئیں -

امام وقت اور جماعت احمدیہ کی مخالفت

اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود پر بھی بڑے بڑے مصائب آئے، جب سے ہم ...... اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں بڑی بڑی مخالفتیں ہم نے دیکھیں اور گالیاں سنیں - ڈیڑھ دو سال ہوئے کتنا بڑا طوفان ہمارے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا، بعض وقت مصائب اور ابتلا اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ قوم ختم ہو گئی لیکن عذاب اور شدید ترین مخالفت کے وقت اس کی نصرت اترتی ہے، حیرت ہے چودہ سو سال سے جس شخص کو بڑے بڑے اولیا اسلام کہتے آئے وہ مسیحا جب آیا اور اس لئے آیا کہ مسلمانوں کو دوبارہ زندہ کرے تو اس کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

مسیحا کی بنائی ہوئی جماعت مر نہیں سکتی

کیا وہ اس لئے آیا تھا کہ یہ جماعت جو اس نے بنائی مر جائے نہیں یہ جماعت زندہ رہے گی، یہ مسیحا کی بنائی ہوئی جماعت ہے کبھی مر نہیں سکتی، اس امام کو دیکھ کر، اس کے الہامات کو دیکھ کر، اس کے نشانات اور استجابت دعا کو دیکھ کر، اس کے کارناموں اور کامیابیوں کو دیکھ کر جماعت کبھی مایوس نہیں ہو سکتی۔

بیگم عبد اللہ کا توکل علی اللہ

ہمارے ایک نہایت عظیم الشان آدمی (ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب) اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں -

(باقی صفحہ کالم پر)

حضرت مسیح علیہ السلام اور سینٹ جوڈا طامس ٹیکسلا میں

الحاج خواجہ نذیر احمد صاحب - بیرسٹر ایٹ لاء

حضرت عیسٰی علیہ السلام اور سینٹ جوڈا طامس کے ٹیکسلا میں آنے کے متعلق جو مضمون میں نے لکھا تھا اس کی اشاعت کے بعد مختلف اطراف سے مجھے خطوط موصول ہوئے ہیں - ان میں سے بعض توصیفی ہیں ، بعض تنقیدی اور بعض مخالفانہ ، جن سے ایک صاحب نے لکھا کہ ٹیکسلا میں پھر جاؤ اور اس بات کی تصدیق کرو کہ آیا "ابنی" کے سر کے بال گھنگریالے ہیں ؛ اس صورت میں مسیح علیہ السلام کے اس علیہ سے اس کا تطابق ہو جائے گا جو احادیث میں دیا گیا ہے ، میں نے اس مشورہ پر عمل کیا ، لیکن نہایت نزدیک سے دیکھنے پر بھی مجھے "ابنی" کے سر کے بال نظر نہ آسکے ، کیونکہ اس کی ٹوپی کانوں تک لمبی ہے ، داڑھی کے بال گھنگریالے معلوم ہوتے ہیں لیکن کوئی پختہ رائے قائم نہیں کی جاسکتی ، جن سے لکھنے والے دوست کے استفادہ کے لئے میں یہاں سینٹ جوڈا طامس کے بالائی حصہ جسم کا فوٹو دیتا ہوں ۔

اس فوٹو میں "ابنی" کے نشت سے بعض عجیب مشابہتیں پائی جاتی ہیں ، اس کے بال گھنگریالے ہیں ، چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اس کے توام بھائی تھے ، اس لئے ایک شخص یہ خیال کرنے میں حق بجانب ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بال بھی ضرور ایسے ہی ہوں گے ، کیونکہ اگر وہ مختلف ہوں تو دونوں بھائی ایک جیسے نظر نہ آئیں اور ایک کو دیکھکر دوسرے کا دھوکہ نہ ہو ،

ایک اور صاحب نے ڈھاکہ سے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ میں پھر ایک دفعہ وہ دلائل بیان کروں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سینٹ جوڈا طامس حضرت عیسٰی علیہ السلام کے توام بھائی تھے ، میرے نزدیک تو اتنا ہی کافی ہے کہ ایکٹا طامس میں ایسا ہی لکھا ہے اور کروڑہا عیسائی اس کو ایک حقیقت اور امر واقعہ سمجھتے ہیں ، جوڈا کو طامس یا ڈیڈیمس کیوں کہا گیا ؟ یہ وہ دو الفاظ ہیں جن کے لغوی معنے توام کے ہیں ۔ اس امر واقع کی جرح قدح کرنا اب بعد از وقت بات ہے ، تاہم میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ پروفیسر L. Salvatorelli نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ۔

Significato di Nazareno

میں اس بات کے متعلق اور دیگر امور پر لکھتے ہوئے یہ ظاہر کی ہے کہ مسیح علیہ السلام اگر دوبارہ آئیں تو ضروری ہے کہ وہ توام ہوں ، اور نذیر کہلائیں ، میں اس پر کوئی رائے زنی نہیں کرنا چاہتا ۔

اب کی دفعہ ٹیکسلا جانے پر بعض اور عجیب انکشافات معلوم ہوئے ، جن بتوں کے متعلق میں نے اپنے سابقہ مضمون میں لکھا تھا وہ ایک خانقاہ سے کھود کر نکالے گئے تھے جس کا نام ملحقہ گاؤں کے نام پر جولیاں تھا ، میں نے کئی مشہور ماہرین آثار قدیمہ سے اس نام کا ماخذ دریافت کیا ، لیکن ان میں سے کوئی بھی میرے سوال کا جواب نہ دے سکا ، میں نے انہیں بتایا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہندوستانی نام ہو اور نصیبین واقعہ عراق کے جودیاں کے نام پر یہ نام رکھا گیا ہو جو ایک نوشتہ روایت کے مطابق سینٹ جوڈا طامس کیساتھ ٹیکسلا آیا تھا وہ ماہرین اس بات کے امکان سے انکار نہ کر سکے ٹیکسلا کے عجائب خانہ میں ایک کتبہ بھی میرے دیکھنے میں آیا جو سرکاپ (ٹیکسلا)

سے کھودا گیا تھا - یہ کتبہ ٹوٹا پھوٹا مسخ شدہ اور غیر مکمل ہے ، سر جان مارشل کے بیان کے مطابق یہ کتبہ پہلی صدی عیسوی کا ہے[1] اور ایک سنگ مرمر کے ہشت پہلو یادگاری ستون کا حصہ ہے جو بلاک الیف کے ایک مکان کی ایک دیوار میں نصب تھا ، اس ستون پر جو کتبہ کھدا ہوا ہے وہ عبرانی زبان کی ایک شاخ ارامی میں ہے جو حضرت مسیح اور ان کے شاگرد بولتے تھے ، اس کتبہ کا ارامی زبان میں ہونا ایک عجیب معنی خیز بات ہے لیکن حضرت مسیح اور سینٹ جوڈا طامس کی ٹیکسلا میں موجودگی کے نظریہ کے علاوہ اس کی اور کوئی تشریح نہیں ہو سکتی اس کو واضح کرنے کی کوشش ابتک نہیں ہوئی - اگرچہ اس کے دریافت ہونے کے بعد جلد ہی اس کا ترجمہ کرانے کی کوشش کی گئی - اس ریکارڈ کی نقلیں ڈاکٹر ایل ڈی بارنٹ L. D. Barnet اور پروفیسر ایف اے کاؤلے نے جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں شائع کیں[2] - اور اس وقت کئی ایک دوسرے مغربی مستشرقین کی توجہ اس کی طرف منعطف ہو گئی ، ایف ، سی اینڈریس (F. C. Andreas) آنجہانی کی حاشیہ آرائیوں نے جو ڈاکٹر ڈبلیو ایچ ونکلر (W. H. Winckler) نے شائع کیں اس کے سمجھنے میں مزید الجھن پیدا کر دی ، اس کتبہ کا غیر مکمل اور مسخ شدہ ہونا اور پہلے سے اس کے متعلق قیاسات اور دلائل قائم کر لینا بغیر اس کے کہ حقیقی پس منظر کا علم ہو ، اس الجھن کو بڑھانے اور بدترین شکل دینے کا موجب ہوا ہے ، ان کا بیان ہے کہ اس کتبہ میں ایک حاکم اعلےٰ کا ذکر ہے جس کا نام Romadotu تھا - اور اس میں دو اور ناموں Priyadarsia اور Naggruda کا بھی ذکر ہے - باقی تمام ترجمہ فرضی اور بے معنی ہے - میں پھر اس بات کو دوہراؤں گا کہ یہ لوگ صحیح علم نہ رکھنے کی وجہ سے اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ ہو سکتا ہے کہ تینوں الفاظ ذاتی نام نہ ہوں بلکہ صفاتی ہوں ، انہوں نے مولوی محمد حامد قریشی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا کی کتاب رہنمائے ٹیکسلا[3] سے فائدہ نہ اٹھایا جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کتبہ میں ایک محل کا ذکر ہے جو ٹیکسلا میں دیودار اور ہاتھی دانت سے بنایا گیا تھا - مغربی فضلاء اس امر کو بھی نظر انداز کر گئے ہیں کہ آرامی زبان میں Naggruda کے لغوی معنے نجاری (بڑھئی کا کام) کے ہیں اور Romadala کا لفظ اصل میں Rudradena ہے جس کے معنے "بیٹا خدا" کے ہیں اور Priyadarsia

---

[1] اے گائیڈ ٹو ٹیکسلا مصنفہ سر جان مارشل صفحہ ۹۹

[2] ۱۹۱۵ء صفحہ ۳۴

[3] "رہنمائے ٹیکسلا" مصنفہ مولوی محمد حامد قریشی کلکتہ مطبوعہ گورنمنٹ آف انڈیا پریس ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۴۴

اصل میں Pandasana (پردیسیا) ہے جس کے معنے ہیں "اجنبی" سرجان مارشل کو اس بات کا اعتراف ہے کہ مغربی فضلاء صرف ممکنات کی طرف گئے ہیں انہوں نے اس حقیقت نفس الامری کو نظر انداز کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان میں ہر نیک اور مقدس آدمی کو بلا امتیاز "بیٹا خدا" یا دوسرے دیوتاؤں میں سے کسی ایک کا بیٹا کہہ دیا جاتا تھا۔

لیکن اگر ہم تمام واقعات کو یکجائی طور پر ان کے صحیح تناسب سے دیکھیں تو ہمیں ٹیکسلا میں ایک ایسے اجنبی کو تلاش کرنا پڑے گا جو بڑھئی تھا اور جو ٹیکسلا میں ایک محل کی تعمیر میں مصروف رہا تھا، اور جو ایک نیک اور مقدس انسان سے تعلق رکھتا تھا جس کو ...... Rudradeva (بیٹا خدا) کہا جاتا تھا یعنی طامس فی الحقیقت ایک اجنبی، ایک بڑھئی اور بڑھئی کا بیٹا تھا، اس نے ٹیکسلا میں ایک محل بنایا اور وہ ٹیکسلا میں حضرت مسیح علیہ السلام کے (جو رسول اللہ تھے) ساتھ رہتا تھا۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ M. Sylvan نے اپنی تشریحات میں جن کا ترجمہ مسٹر ڈبلیو ایچ فلپس نے کیا اور ۱۹۰۳ء میں Indian Antiquary میں شائع ہوا ایک اور نمایاں واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تشریحات کا تتمہ بھی ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا، اس نے بتایا ہے کشمیر کے واسدیو کا جو گونڈ فریس کا ہم عصر تھا ایک ٹامس میں کسی قدر مختلف رنگ میں ذکر کیا گیا ہے اور کہ وہ سینٹ جو ڈا ٹامس سے کشمیر میں ملا تھا، اس بیان سے اکمال الدین اور عین الحیات کی تائید ہوتی ہے جو دو نہایت پرانی عربی کتابیں ہیں اور جن میں سرینگر میں مسیح علیہ السلام کی وفات کے وقت اُن کے توام بھائی کی موجودگی کا ذکر ہے۔

س

س

ضرورت رشتہ

(۱) ایک معزز اور شریف احمدی گھرانہ کی تعلیمیافتہ دستکاری اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف، پابند صوم و صلوٰۃ، اوصاف حمیدہ کی حامل دوشیزہ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

(۲) ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ احمدی نوجوان کے لئے جو ایک معقول مشاہرہ پر مستقل ملازم ہے۔ اور اس کی ملازمت کلاس III میں ہے۔ موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

خواہشمند احباب معرفت ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح خط و کتابت کریں۔ یہ خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جائے گی ؂

(خطبہ بقیہ صفحہ ۱)

ان کی بیگم فاطمہ کو میں نے خط لکھے۔ ان کا خط بھی میرے پاس آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے وہ بڑی خدا رسیدہ خاتون ہیں، بہت بڑے توکل کی مالک ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ میں اللہ تعالےٰ کی رضا پر راضی ہوں، یہ اس کی حکمت ہے کہ اس نے ڈاکٹر صاحب کو اپنے پاس بلا لیا، میرا ایمان ہے کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، معلوم ہوا یہ قوم مرتی نہیں، اس کی عورتیں بھی ایسے ایمان کی مالک ہیں اور مردوں کے اندر بھی قربانی کا جذبہ موجود ہے۔

ڈاکٹر نذیر الاسلام کی پیشکش

پچھلے جمعہ کے دن ڈاکٹر نذیر الاسلام نے یہاں کھڑے ہو کر کہا کہ وہ جرمنی جانے کے لئے تیار ہیں، وہ علی گڑھ کے ایم اے ہیں، دلی کے مولوی فاضل بھی ہیں جرمنی کے پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں، برلن مسجد کے امام بھی رہ چکے ہیں اور نہایت مخلص، نہایت با اخلاق، اور نہایت قابل اعتماد شخص ہیں۔ ہمارے لئے کس قدر تسلی کا سامان ہے کہ ایسے لوگ ہمارے ساتھ موجود ہیں۔

خانبہادر غلام ربانی دوکنگ کے لئے

اور پچھلے جمعہ خانبہادر غلام ربانی خان کے متعلق انجمن نے ریزولیوشن پاس کیا کہ وہ دوکنگ جائیں، وہ بڑے قابل ایڈووکیٹ اور جج ہیں، پہلے اپنے خرچ پر دو سال دوکنگ میں نہایت کامیابی کے ساتھ کام کر چکے ہیں۔ اب بھی وہ اپنے خرچ پر جانے کے لئے تیار ہیں، انہوں نے کہا کہ میرے والد صاحب جو بیمار ہیں، مجھے اجازت لے دو۔ خواجہ نذیر احمد صاحب نے کہا کہ آپ کے والد بڑے نیک اور مخلص انسان ہیں، وہ ضرور یہ قربانی کریں گے ہم ان سے آپ کو اجازت لے دیں گے۔

باہمی اتفاق اور قربانی کی روح پیدا کرو

یاد رکھئے افراد کی نسبت قوم زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ افراد مرتے ہیں لیکن قوم نہیں مرتی۔ حضرت مسیح موعود نے اسی لئے یہ قوم بنائی، کہ یہ زندہ رہے گی اور دین کا کام جاری رہے گا، اس لئے نہیں بنائی کہ یہ جماعت مر جائے اور دین کا کام ختم ہو جائے قوم کا فرض ہے کہ وہ باہمی اتحاد سے اور قربانی سے حضرت مسیح موعود کی توقعات کو پورا کرتی رہے ؂

ضرورت رشتہ

میرا ایک لڑکا میٹرک پاس ہے اور تنخواہ -/200 ماہوار ہے دوسرا لڑکا حافظ قرآن پاک معمولی تعلیم تنخواہ -/150 ماہوار ہے یہ دونوں لڑکے کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد ملتان میں کام کرتے ہیں دونوں کیلئے کسی شریف اور غریب گھرانہ میں رشتہ مطلوب ہے، خط و کتابت ذیل کے پتہ پر کی جائے جو صیغہ راز میں رہے گی۔ پتہ:۔

ع۔ ق۔ معرفت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

مُفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان و ایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے، وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ہر آنے سے لیکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کر دیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ——— از حضرت مسیح موعود
ضرورت ابتلاء " " " " " "
شان محمد مصطفیٰ ...... " " " " "
قد افلح المومنون " " " " "
امام الزمان ...... " " " " "
حقیقت اسلام " " " " "
دعوت عمل ——— حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نزول مسیح " " " "
جماعت قادیان " " " "
نماز اور ترقی کی تین راہیں " " " "
رد تکفیر اہل قبلہ ... " " " "
زمانہ کے امام کو پہچانو " " " "
دو تقریریں ...... " " " "
کشف الظنون عن الرأی والجنون ۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم
درس قرآن ...... " " " " "
ہمارے عقائد :۔ جناب مولانا صدر الدین صاحب
دعوت فکر :۔ چوہدری شکر اللہ خان صاحب
کاش :۔ از شیخ محمد طفیل صاحب ؛ احمدیت کیا ہے
تحقیق حق، محمد مصطفیٰ اردو بچوں کے لئے۔ اسلام بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب ؛ حقیقت نماز ؛ نماز مسلم ؛

انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam.
2. Islam The Religion of Humanity
3. Death of Jesus Christ
4. The Charge of Heresy
5 Christ is Come.
6 Quest after God.
7. What's in a name?
8. The True Conception of Ahmadiyyat
9. Facts about Ahmadiyyat
10. Phenomenon of Revelation

پتہ: سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دُعائیں

لا علاج مریضوں کی حضرت مسیح موعود کی دُعا سے شفایابی

مولانا مرتضیٰ خان حسن کی غیر مطبوعہ کتاب بیّنات کا ایک باب۔ بسلسلہ اشاعت ۱۶؍جون ۱۹۵۶ء

حضرت مسیح موعودؑ کی خطرناک علالت

خدا کی طرف سے تلقین دُعا اور شفایابی

یہ ۱۸۸۱ء کا واقعہ ہے، ایک دفعہ حضرت خود بیمار ہوگئے، اور آپ کا آخری وقت سمجھ کر آپ کو مسنون طریق پر سورہ یٰسین بھی سنادی گئی۔ ایسی حالت میں آپ کو الہاماً ایک دعا سکھلائی گئی جس کے پڑھنے سے خداوندکریم نے آپ کو شفائے کلی عطا فرمائی اس کی تفصیل حضرت کی زبان سے سُنئے فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ میں ایسا سخت بیمار ہوا کہ میرا آخری وقت سمجھ کر مجھ کو مسنون طریقہ سے تین دفعہ سورۃ یٰسین سُنائی گئی اور میری زندگی سے سب مایوس ہوچکے تھے اور بعض عزیز دیواروں کے پیچھے روتے تھے تب اللہ نے الہاماً مجھے یہ دُعا سکھلائی سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد اور القا ہوا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ وھو ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ اور اپنے سینہ اور پشت اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ تو اس سے شفا پائے گا۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور ابھی پیالہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ مجھے بکلی صحت ہوگئی اور پھر یہ الہام ہوا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بشفاء من مثلہ۔ یعنے اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو ہم نے شفا دے کر دکھایا ہے تو تم اس کی نظیر پیش کرو۔"

(نزول المسیح صـ ۲۰۸)

ایک اور واقعہ

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت کی بیماری اور شفا پانے کا مذکور ہے کہ ایک دفعہ آپ کی حالت ایسی بگڑی کہ جانبر ہونے کی توقع نہ رہی۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو الہام ہوا ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔ واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے وعدہ کے موافق عین ناامیدی کی حالت میں شفا بخشی اور یوں تو ہزارہا لوگ شفا پاتے ہیں مگر ایسی یاس کی حالت میں سینکڑوں انسانوں میں دعوے سے یہ پیش گوئی کرنا کہ شفا ضرور حاصل ہوگی، یہ انسان کا کام نہیں بلکہ خدائے علیم وخبیر ہی اگر ایسا حکم دے تو ممکن ہو سکتا ہے۔

(نزول المسیح صفحہ ۲۲۱)

ان دونوں واقعات کو پڑھو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ تعالےٰ اپنے بندوں سے خاص معاملہ کرتا ہے، خطرناک سے خطرناک حالت کے باوجود بھی خدا ان کو صحت کی بشارت دیتا اور ان کو شفا دیتا ہے اور اس طرح اپنی قدرت کا کرشمہ دکھاتا ہے، جنہوں نے خدا کی قدرت کے ایسے کرشمے دیکھے ہیں کیا اُن کے ایمانوں میں کوئی تزلزل واقع ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ایسے لوگوں کے ایمان چٹان کی طرح مضبوط ہوتے ہیں۔

حضرت کی اپنی بینائی کے متعلق دعا اور اسکی قبولیت

اس دعا اور اس کے اثر کی تفصیل حضرت کی زبان فیض ترجمان سے سنئے فرماتے ہیں:۔

"مجھے مرض ذیابیطس کی وجہ سے آنکھوں کا بہت اندیشہ تھا، کیونکہ اس مرض کے غلبہ سے آنکھوں کی بینائی کم ہوجایا کرتی ہے اور نزول الماء ہوجاتا ہے، اس اندیشہ کی وجہ سے دعا کی گئی تو الہام ہوا . . . .

. . . . یعنے رحمت تین اعضاء پر نازل ہوگی۔ ایک تو آنکھ اور دو اور عضو ہیں اس جگہ آنکھ کا ذکر تو کردیا لیکن دو باقی اعضا کی تصریح نہیں فرمائی مگر لوگ کہا کرتے ہیں کہ زندگی کا لطف تین عضو کی بقا میں ہے آنکھ، کان اور پیران اس الہام کے پورا ہونے کی کیفیت اس سے معلوم ہوسکتی ہے کہ قریباً اٹھارہ سال سے یہ مرض جلا حق ہے اور ڈاکٹر اور حکیم لوگ جانتے ہیں کہ اس مرض میں آنکھوں کو کیسا اندیشہ ہوتا ہے، پھر کونسی طاقت ہے جس نے پہلے سے خبر دے دی کہ یہ قانون تجھ پر توڑ دیا جائے گا۔ اور بعد میں ایسا ہی کر کے دکھا دیا، کیا یہ انسان کا کام ہے؟ ایسی مرض کی حالت میں دعوے کرنا تو درکنار کون ہے جو عین تندرستی اور جوانی کی حالت میں بھی دعوے کرسکے کہ میری آنکھیں فلاں وقت تک محفوظ رہیں گی۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۱۴ - ۲۱۵)

حضور نے ۷۵ سال کی عمر پائی۔ ساری عمر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے رہے اور ہزاروں صفحات لکھ ڈالے۔ عام طور پر لکھنے پڑھنے والے لوگ کم از کم آخری عمر میں تو عینک کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، علاوہ ازیں حضرت کو جیسا کہ حضور نے لکھا ہے ذیابیطس کا عارضہ بھی لاحق تھا، جو انسان کی بینائی کو تباہ کر دیتا ہے۔ مگر باوجود اس کے آپ نے آخر وقت تک عینک کا استعمال نہیں کیا، جس سے ظاہر ہے کہ حضور کی بینائی کے تحفظ کا وعدہ اس قادر ذوالجلال کی طرف سے تھا جو علیٰ کل شئی قدیر ہے۔

حضرت کے بھائی میرزا غلام قادر صاحب کی خطرناک علالت اور حضور کی دعا سے شفایابی

اس واقعہ کے متعلق حضرت اپنی کتاب نزول المسیح صفحہ ۲۲۷ پر رقم فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے بھائی غلام قادر صاحب سخت بیمار ہیں۔ یہ خواب بہت سے آدمیوں کو سنایا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ سخت بیمار ہوگئے۔ تب میں نے اس کے لئے دعا شروع کی۔ تو دوبارہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے ایک بزرگ فوت شدہ ان کو بلا رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر بھی موت ہی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ ان کی بیماری بہت بڑھ گئی۔ اور وہ ایک مشت استخوان رہ گئے۔ اس پر مجھے سخت قلق ہوا اور میں نے ان کی شفا کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کی جس سے میری تین غرضیں تھیں:۔

(۱) میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میری دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں۔

(۲) میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اللہ تعالےٰ ایسے بیمار کو بھی تندرست بھی کرتا ہے یا نہیں۔

(۳) میں یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ ایسی منذر خواب جو ان کی موت کی نسبت تھی رد ہوسکتی ہے یا نہیں۔

سو جب میں دعا میں مشغول ہوا تو میں نے کچھ دنوں کے بعد خواب میں دیکھا کہ برادر مذکور پورے تندرست کی طرح بغیر سہارے کے مکان میں چل رہے ہیں: چنانچہ بعد میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو شفا بخشی اور اس واقعہ کے بعد پندرہ سال تک وہ زندہ رہے۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۱۷)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سب باتوں پر قادر ہے۔ وہ اپنے عاجز بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور کمزور سے کمزور اور خطرناک سے خطرناک بیمار کو بھی شفا دینے پر قادر ہے۔ اور دعا کرنے پر منذر خوابوں کو اللہ تعالےٰ رد کر دیتا ہے۔ پس انسان کو کسی صورت میں اس کی درگاہ سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت کے

اس قسم کے اعجازی نشانات تھے جن کی وجہ سے حضور کے مریدوں کے دلوں میں خدا پر زبردست ایمان پیدا ہو گیا، اور اُن میں سے بعض ولایت کے رتبہ تک پہنچے جیسے فرمایا تھا مخبر صادق علیہ السلام نے کہ آنیوالا موعود ثریا سے ایمان کو واپس لائے گا اور اس میں کلام نہیں کہ آپ دلائل کے ذریعہ بھی ثریا سے ایمان لائے اپنے نمونہ سے بھی اور اپنے عظیم الشان نشانات سے بھی۔ کیا دنیا اس زمانہ میں ایسی رجل عظیم کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت کے فرزند مبارک احمدؐ کی خطرناک علالت اور حضور کی دعا سے شفایابی

حضرت نے اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب نزول مسیح صفحہ ۲۲۰ میں اس طرح فرمایا ہے:۔

"ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد میرا چھوٹا لڑکا فوت ہو گیا ہے اس سے چند دنوں کے بعد مبارک احمد کو سخت تپ ہوا اور آٹھ دفعہ غش ہو کر آخری غش میں ایسا معلوم ہوا کہ جان نکل گئی ہے۔ آخر دعا شروع کی اور ابھی میں دعا میں ہی تھا کہ سب نے کہا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے تب میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو نہ دم تھا نہ نبض۔ آنکھیں میت کی طرح پتھرا گئیں تھیں۔ لیکن دعا نے خارق عادت اثر دکھایا اور میرے ہاتھ رکھنے سے جان محسوس ہونے لگی۔ یہاں تک کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور زندگی کے علامات پیدا ہو گئے تب میں نے بلند آواز سے حاضرین سے کہا کہ اگر عیسیٰ بن مریم نے کوئی مردہ زندہ کیا ہے تو اس سے زیادہ ہرگز نہیں یعنی اسی طرح کا مردہ زندہ ہوا ہوگا نہ کہ وہ جس کی جان آسمان پر پہنچ چکی ہو اور ملک الموت نے اس کی روح کو قرار گاہ تک پہنچا دیا ہو۔"

حضرت مسیح علیہ السلام کے مردے زندہ کرنے کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں جو حضرت اقدس نے الفاظ بالا میں بیان فرمائی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کا اصل کام تو روحانی مُردے زندہ کرنا ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی دعاؤں کے ذریعے ایسے خطرناک مریضوں کو شفا دینا، جن کی زندگی کی امید منقطع ہو چکی ہو، مردے زندہ کرنے کے ہی مترادف ہے۔ لیکن یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایسے مردے زندہ کرتے تھے جن کی روح جسد عنصری سے پرواز کر گئی ہو، صریحاً غلط ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں صریح الفاظ میں

انھم لا یرجعون وارد ہے جس کے معنے ہیں کہ مردے پھر اس دنیا میں واپس نہیں آتے۔ یہ خدا کے مقرر کردہ اصول اور قانون اور اس وعدہ کے خلاف ہے ....

حضرت کے نصف حصہ بدن کا بے حس ہونا اور پھر دُعا کے بعد شفا پانا

اس واقعہ کو حضرت اقدس نے خود اپنے قلم سے حقیقۃ الوحی میں زیر نشان ۴۸ اس طرح سے تحریر فرمایا ہے:

"۲۵؍اگست ۱۹۰۶ء کو یکدفعہ نصف حصہ اسفل بدن کا میرا بے حس ہو گیا۔ اور ایک قدم چلنے کی طاقت نہ رہی۔ اور چونکہ میں نے بہت سی طبابت کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں۔ اس لئے مجھے خیال گزرا کہ یہ فالج کی علامات ہیں۔ ساتھ ہی سخت درد تھی۔ دل میں گھبراہٹ تھی۔ کروٹ بدلنا مشکل تھا رات کو جب میں بہت تکلیف میں تھا تو مجھے شماتت اعدا کا خیال آیا۔ مگر محض دین کے لئے نہ کسی اور امر کے لئے۔ تب میں نے جناب الٰہی میں دُعا کی کہ موت تو ایک امر ضروری ہے مگر تو جانتا ہے کہ ایسی موت اور بے وقت موت میں شماتت اعدا ہے۔ تب مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ الہام ہوا ان اللّٰہ علیٰ کل شیئ قدیر۔ ان اللّٰہ لا یخزی المؤمنین۔ یعنے خدا ہر چیز پر قادر ہے اور خدا مومنوں کو رسوا نہیں کیا کرتا۔ پس اس خدائے کریم کی مجھے قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جو اس وقت بھی دیکھ رہا ہے کہ میں اس پر افترا کرتا ہوں یا سچ بولتا ہوں کہ اس الہام کے ساتھ شاید آدھ گھنٹہ تک مجھے نیند آگئی اور پھر یکدفعہ جب آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ مرض کا نام و نشان نہ رہا تمام لوگ سوئے ہوئے تھے۔ اور میں اُٹھا اور امتحان کے لئے چلنا شروع کیا تو ثابت ہوا کہ میں بالکل تندرست ہوں۔ تب مجھے اپنے قادر خدا کی قدرت عظیم کو دیکھ کر رونا آیا کہ کیسا قادر ہمارا خدا ہے۔ اور ہم کیسے خوش نصیب ہیں کہ اس کی کلام قرآن شریف پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی پیروی کی اور کیا بد نصیب وہ لوگ ہیں جو اس ذوالعجائب خدا پر ایمان نہیں لاتے۔"

حضرت کی اہلیہ محترمہ مکرمہ کی علالت حضور کی دُعا اور شفا کے متعلق الہام

حضرت حقیقۃ الوحی میں زیر نشان ۱۲۱ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جن دنوں میں ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ واقع ہوا تھا۔ اس وقت چونکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے مجھ کو خبر ملی تھی کہ اسی زلزلہ پر حصر نہیں اور بھی زلزلے آئیں گے اس لئے میں مع اپنے عیال و اطفال اور کثر اپنی جماعت کے لوگوں کے باغ میں چلا گیا تھا اور وہاں ایک بڑے میدان میں دو خیمے لگا کر ہم بسر کرتے تھے، انہی دنوں میں میرے گھر کے لوگ سخت بیمار ہو گئے تھے کسی وقت تپ مفارقت نہیں کرتا تھا اور کھانسی ساتھ تھی میرے مخلص دوست مولوی حکیم نورالدین صاحب علاج کرتے تھے مگر فائدہ محسوس نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ نشست و برخاست سے عاری ہو گئی چارپائی پر بٹھا کر خیمہ میں شام کے وقت عورتیں لے جاتی تھیں۔ اور صبح چارپائی پر باغ میں لے آتی تھیں اور دن بدن جسم لاغر ہوتا جاتا تھا۔ آخر میں نے توجہ سے دعا کی۔ تب الہام ہوا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَہْدِیْنِ۔ یعنے میرا رب میرے ساتھ ہے۔ عنقریب وہ مجھے بتلا دے گا کہ مرض کیا ہے اور علاج کیا ہے اس الہام سے چند منٹ بعد میں میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ بیماری بباعث حرارت جگر ہے اور دل میں ڈالا گیا کہ کتاب شفاء الاسقام کا نسخہ اس کے لئے مفید ہوگا۔ سو وہ نسخہ بنایا گیا اور وہ قرص تھے۔ جب تین یا چار قرص کھائے گئے تو ایک دن صبح کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ جبرائیل نام ایک شخص ہمارے مکان میں آیا ہے اور وہ کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ بخار ٹوٹ گیا اور یہ عجیب قدرت الٰہی ہے کہ ایک طرف یہ خواب دیکھی گئی اور دوسری طرف جب میں نے نبض دیکھی تو بخار کا نام و نشان نہ تھا پھر یہ الہام ہوا:۔

تو در منزل ما چو بار بار آئی۔ خدا ابر رحمت ببارید یا نے۔ اس پیشگوئی کی بھی ایک جماعت گواہ ہے جس کا جی چاہے دریافت کر لے۔"

سانحۂ ارتحال

لائلپور سے میاں محمد امین صاحب پر دپرائٹر لائلپور ڈائری فارم لکھتے ہیں کہ:۔ "نہایت افسوس کے ساتھ مطلع کیا جاتا ہے کہ میرے قبلہ والد صاحب شیخ الٰہی بخش ولد شیخ علی محمد صاحب (جموں والے) مؤرخہ ۳؍جون کو اچانک بعارضہ فالج بیمار ہو کر بقضائے الٰہی فوت ہو گئے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ جنازہ غائبانہ ادا فرماویں یہاں پر سب دوست جنازہ میں شریک ہوئے اور پھر جمعہ ۸؍جون کو مسجد میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

پیغام صلح ہمیں اس سانحہ میں شیخ محمد امین صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

روانگی انگلستان

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہمارے بھائی میاں عبدالشکور بٹ کا لڑکا شجاع الدین بٹ کرکٹ میں مزید تربیت حاصل کرنے کیلئے حکومت

حیات مسیح کا فتنۂ عظیم

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ مے فہمند ٭ مگر مدفون یثرب را ندادند ایں فضیلت را

مقامی اخبار "خدام الدین" نے حیات مسیح اور نزول مسیح کی تائید میں مضامین کا ایک لا طائل سلسلہ شروع کر رکھا ہے، قبل اس کے کہ ان نام نہاد دلائل پر نظر ڈالی جائے جو اس بارہ میں پیش کئے جا رہے ہیں ہم ذیل میں حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر کا اقتباس آپکی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں سے نقل کرتے ہیں:-

مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشراً برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے . . . .

مرنے کے بعد آئے گا - اور نام اس کا احمد ہوگا - پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے - کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے - کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا - تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم جسمانی میں تشریف لاویں گے - وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے - اور ضرور ہے کہ آنا اور جانا دونوں ایک ہی رنگ کے ہوں - یعنی ایک اس عالم کی طرف چلا گیا - اور ایک اس عالم کی طرف آیا - پھر دوسری گواہی حضرت مسیح کی ان کی وفات کے بارے میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ - میں صریح صریح درج ہے - اور یاد رہے کہ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ - میں اسی وعدہ کے پورا ہونے کی طرف اشارہ ہے - جو آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں کیا گیا ہے - اور تَوَفِّیْ کے ان معنوں کے سمجھنے کے لئے جو مراد اور منشاء اللہ جلشانہٗ کا ہے - ضرور ہے - کہ ان دونوں آیتوں کے وعدہ اور تحقیق وعدہ کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے - مگر افسوس کہ ہمارے علماء کو ان تحقیقوں سے کچھ سروکار نہیں - یہی تَوَفِّیْ کا لفظ جو قرآن کریم کے دو مقام میں حضرت مسیح کے بارے میں درج ہے - ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی یہی لفظ قرآن کریم میں موجود ہے جیسا کہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ اگر ہمارے علماء اس جگہ بھی تَوَفِّیْ کے معنے یہی لیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، تو ہمیں ان پر کچھ افسوس نہ ہوتا - مگر ان کی بے باکی اور گستاخی تو دیکھو - کہ تَوَفِّیْ کا لفظ جہاں کہیں قرآن کریم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے تو اس کے معنی وفات کے کئے جاتے ہیں اور پھر جب وہی لفظ حضرت مسیح کے حق میں آتا ہے تو اس کے معنی زندہ اٹھائے جانے کے بیان کرتے ہیں - اور کوئی ان میں سے نہیں دیکھتا کہ لفظ تو ایک ہی ہے - اندھے کی طرح ایک دوسرے کی بات کو مانتے چلے جاتے ہیں - جس لفظ کو خدا تعالےٰ نے پچیس مرتبہ اپنی کتاب قرآن کریم میں بیان کر کے صاف طور پر کھول دیا - کہ اس کے معنے روح کا قبض کرنا ہے - نہ اور کچھ، اب تک یہ لوگ اس لفظ کے معنی مسیح کے حق میں کچھ اور کے اور کر جاتے ہیں - گویا تمام جہان کے لئے تَوَفِّیْ کے معنی توقبض روح ہی ہیں - مگر حضرت ابن مریم کے لئے زندہ اٹھا لینا اس کے معنے ہیں - اگر یہ طریقہ شرک کی تائید نہیں تو اور کیا ہے - ایک طرف تو نالائق متعصب عیسائی ہمارے سید و مولےٰ کو صاف اور کھلے طور پر گالیاں دیتے ہیں - اور مسیح کو آسمان کا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا قرار دیتے ہیں، اور دوسری طرف یہ علماء اس نازک زمانہ میں ان کو مدد دے رہے ہیں اور عیسائیوں کے مشرکانہ خیالات کو تسلیم کر کے اور بھی ان کے دعوے کو فروغ دے رہے ہیں -

کاش یہ لوگ ایک منٹ کے لئے اپنے تعصبوں سے خالی ہو کر ذرہ سوچتے کہ شرک کیا چیز ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے - اور اس کی مبادی اور مقدمات کیا ہیں - تا ان پر کھل جاتا کہ خدا تعالےٰ کی ذات یا صفات یا اقوال و افعال یا اس کے استحقاق معبودیت میں کسی دوسرے کو شریکانہ دخل دینا گو مساوی طور پر یا کچھ کم درجہ پر ہو - یہی شرک ہے جو کبھی بخشا نہ جائیگا -

اور اس کے مقدمات جن سے یہ پیدا ہوتا ہے یہ ہیں کہ کسی بشر میں کوئی ایسی خصوصیت اس کی ذات یا صفات یا افعال کے متعلق کر دی جائے - جو اس کے بنی نوع میں ہرگز نہ پائی جائے - نہ بطور ظلّ اور نہ بطور اصل - اب ہم اگر ایک خاص فرد انسان کے لئے یہ تجویز کر لیں - کہ گویا وہ اپنی فطرت یا لوازم جبلت میں تمام بنی نوع سے منفرد اور مستثنیٰ اور بشریت کے عام خواص سے کوئی ایسی زاید خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہو - جس میں کسی دوسرے کو کچھ حصہ نہیں - تو ہم اس بیجا اعتقاد سے ایک تودہ شرک کا اسلام کی راہ میں رکھ دیں گے - قرآن کریم کی صاف تعلیم یہ ہے کہ وہ خداوند وحید و حمید جو بالذات توحید کو چاہتا ہے - اس نے اپنی مخلوق کو مشارک الصفات رکھا ہے - اور بعض کو بعض کا مثیل اور شبیہ قرار دیا ہے - تا کسی فرد خاص کی کوئی خصوصیت جو ذات و افعال و اقوال اور صفات کے متعلق ہے - اس دھوکہ میں نہ ڈالے - کہ وہ فرد خاص اپنے بنی نوع سے بڑھ کر ایک ایسی خاصیت اپنے اندر رکھتا ہے - کہ کوئی دوسرا شخص اصلاً و ظلاً اس کا شریک نہیں اور خدا تعالےٰ کی طرح کسی اپنی صفت میں واحدہٗ لا شریک ہے، چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ اخلاص اسی بھید کو بیان کر رہی ہے - کہ احدیت ذات و صفات خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے - دیکھو اللہ جلشانہ فرماتا ہے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ -

اور جبکہ واقعی یہی بات ہے - کہ مخلوق کی شناخت کی بڑی علامت یہی ہے - کہ بعض بعض سے مشارکت و مشابہت رکھتے ہیں - اور کوئی فرد کوئی ایسی ذاتی خاصیت اور خصوصیت نہیں رکھتا، جو دوسرے کسی فرد کو اس سے حصہ نہ ہو خواہ اصلاً یا ظلاً تو پھر اگر اس صورت میں ہم کوئی ایسا فرد افراد بشریہ سے تسلیم کر لیں - جو اپنی بعض صفات یا افعال میں دوسروں سے بکلی ممتاز اور لوازم بشریت سے بڑھ کر ہے - اور خدا تعالےٰ کی اپنے اس فعل یا صفت میں یگانگت رکھتا ہے تو گویا ہم نے خدا تعالےٰ کی صفت وحدانیت میں ایک شریک قرار دیا - یہ ایک دقیق راز ہے - اس کو خوب سوچو - خدا تعالےٰ نے جو اپنی کلام میں کئی دفعہ حضرت مسیح کی وفات کا ذکر کیا ہے - یہاں تک کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے ساتھ جو باتفاق فوت شدہ ہیں ان کے ذکر کو ملا کر بیان کیا - کہ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ - کہ وہ دونوں جب زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے - اس تاکید کی یہی وجہ تھی - کہ وہ اپنے علم قدیم سے خوب جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں لوگ بباعث خیال حیات مسیح سخت فتنہ میں پڑیں گے - اور وہ فتنہ اسلام کے لئے سخت مضر ہوگا - اس لئے اس نے پہلے ہی سے فیصلہ کر دیا - اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ مسیح فوت ہو گیا - بعض نادان خیال کرتے ہیں - کہ آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں صرف حضرت مسیح کی وفات کا وعدہ ہے - جس سے صرف اس قدر نکلتا ہے - کہ کسی وقت خدا تعالےٰ مسیح کو وفات دیگا - یہ تو نہیں نکلتا - کہ وفات دے بھی دی - مگر یہ لوگ نہیں سوچتے کہ خدا تعالےٰ نے اس وعدہ کے پورا ہونے کی بھی تو خبر دے دی - جبکہ خود حضرت مسیح کی زبان سے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کا ذکر

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۳ پر)

رفتارِ عالم

کراچی - ۱۰ر جون - گزشتہ دو دن سے کراچی کے ساحلی علاقے میں زبردست طوفان آیا ہوا ہے - آج سمندر کے مد و جزر کے باعث کئی کھرب ٹن کھارا پانی شہر کے نشیبی علاقوں تک پہنچ گیا - جس سے ماری کوارٹرز نیو کاری - انجام کوارٹر - کلفٹن اور ناظم پور کی بستیوں میں سیلاب آ گیا ہے -

ڈھاکہ - ۱۰ر جون معلوم ہوا ہے کہ بھارت سے سولہ سو ٹن زاید چاول ٹرینوں کے ذریعہ براہ راست مشرقی پاکستان کے مختلف شہروں کو روانہ کیا گیا ہے - گزشتہ ماہ چار جہاز چالیس ہزار ٹن امریکی چاول لے کر یہاں پہنچے ہیں اور دو ہفتے کے اندر مزید اٹھارہ ہزار ٹن چاول چاٹگام اور کھلنا کی بندرگاہوں پر پہنچ جائے گا - برما سے بھی چھ ہزار ٹن چاول کی ترسیل کے انتظامات کئے جا رہے ہیں - دریں اثنا مغربی پاکستان سے مزید چار ہزار ٹن چاول مشرقی پاکستان بھیجا جاوے گا -

ڈھاکہ - ۱۰ر جون - حکومت مشرقی پاکستان نے سٹیمر بدورا کے حادثے میں ہلاک ہونے والوں کے بال بچوں کی امداد کے لئے ۲۵ ہزار روپیہ کی منظوری دی ہے - یہ سٹیمر گزشتہ ہفتے چاٹگام سے کچھ دور جزیرہ لنڈوپ کے قریب غرق ہو گیا تھا - اس میں دو سو مسافر سوار تھے جن میں سے صرف دو زندہ بچ سکے -

مشرقی پاکستان اسمبلی کے تین ارکان مسٹر آموتوش سنہا - مسٹر ہارون الرشید اور مسٹر پرکاش چندرا نے آج ایک مشترکہ بیان جاری کیا ہے - جس میں کہا گیا ہے کہ کومیلا کے مغرب میں دریائے گومتی کا ایک کنارہ آٹھ مقامات سے ٹوٹ گیا ہے جس سے وسیع علاقے میں سیلاب آ گیا ہے - دریائے گومتی کی سطح اس سال غیر معمولی طور پر بلند ہو گئی -

بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ گزشتہ دو سال کی طرح اس مرتبہ بھی ضلع تپرا میں سب سے زیادہ تباہ کن سیلاب آیا ہے یہاں مسلسل کئی روز سے بارش ہو رہی ہے جس کے ساتھ خوفناک طوفان آیا ہے - تری پورہ کی پہاڑیوں میں بھی زبردست بارشیں ہوئی ہیں، اور دیبی دوار تھانہ کا علاقہ زیر آب ہو گیا ہے - کومیلا کے شمال میں بھی دریائے گومتی کے کنارے کئی مقامات پر بند ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہے اور کئی جگہ پانی کناروں سے باہر نکل چکا ہے - اس علاقہ میں فوج کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں، جو ریت اور مٹی کے تھیلوں سے شگافوں کو پُر کرنے کی کوشش کر رہی ہیں - کومیلا کے نواحی علاقے مکمل طور پر زیر آب ہو چکے ہیں - جن سے پندرہ ہزار خاندانوں کے بے گھر ہونے کا اندیشہ ہے - ان لوگوں میں اکثریت غریبوں اور نادار افراد کی ہے - شدید بارشوں کے باعث تپرا ضلع کے تقریباً پندرہ نالوں میں غیر معمولی پانی چڑھ گیا ہے -

بیان میں بتایا گیا ہے کہ دریائے سلدا میں انسانوں اور مویشیوں کی لاشیں بہتی ہوئی دیکھی گئی ہیں - کومیلا شہر کے پندرہ میل شمال میں مانی باغ ریلوے سٹیشن کے قریب ایک ریلوے پل سیلاب میں بہہ گیا ہے - دریائے میگھنا اور دریائے تی تاش کی سطح بھی بہت بلند ہو چکی ہے جس سے دھان اور پٹسن کی فصلوں کو بے اندازہ نقصان پہنچا ہے - اور اگر سیلاب کی سطح میں اور کچھ دن کمی نہ ہوئی تو پھر انتہائی تباہ کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا صوبہ کے دوسرے مقامات سے جو خبریں موصول ہوئی ہیں، ان کے مطابق اکثر مقامات پر فصلوں کو شدید نقصان پہنچا ہے -

یونس - یونس آئرس - ۱۰ر جون گزشتہ شب ارجنٹائن میں سابق صدر پیرون کے حامیوں نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا - لیکن اس بغاوت کو کچل دیا گیا ہے - نائب صدر مسٹر آئزک راجس کے اعلان کے مطابق للیا کروڈا اور لا پلاٹا کے شہروں میں جو باغیوں کے آخری گڑھ تھے تمام مزاحمت ختم کر دی گئی ہے - اور اب لڑائی بند ہو چکی ہے -

کراچی - ۱۰ر جون - سرکاری حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ صدر سکندر مرزا کوئٹہ جائیں گے، خیال ہے کہ وہ زیارت، مستونگ اور فورٹ سنڈیمن کا بھی دورہ کریں گے - بیگم سکندر مرزا بھی آپ کے ہمراہ ہوں گی -

کراچی - ۱۰ر جون مقامی پولیس نے کل شام کراچی میونسپل کارپوریشن کے ریونیو اکاؤنٹنٹ مسٹر جی ایچ شیخ کو دو لاکھ ۵۷ ہزار روپے کے مبینہ غبن کے سلسلے میں گرفتار کر لیا ہے ادھر سابق خزانچی حمید خان کی لاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ابھی تک شائع نہیں کی گئی ہے ان کی لاش قبر کھود کر نکالی گئی تھی - کیونکہ پولیس کو شبہ تھا کہ یا تو انہوں نے خودکشی کر لی ہے یا انہیں قتل کر دیا گیا ہے -

نئی دہلی - ۱۰ر جون - دہلی کے بعض اخبارات میں شائع ہونے والی اطلاعات مظہر ہیں کہ گزشتہ عید کے موقعہ پر مقبوضہ کشمیر کے عوام نے سرکاری نمایندوں کی تقریریں سننے سے انکار کر دیا اور عید ملاپ کی تقریبات سے واک آؤٹ کر کے بخشی حکومت کے خلاف شدید نفرت اور غم و غصہ کا اظہار کیا ان اطلاعات میں بتلایا گیا ہے کہ بخشی غلام محمد نے سرینگر میں نماز عید کے بعد عوام سے خطاب کرنے کی کوشش کی - لیکن لوگ فوراً منتشر ہونے لگے اور بخشی صاحب نے صرف یہ کہکر اپنی تقریر ختم کر دی کہ میں تو آپ لوگوں کو صرف عید مبارک کہنا چاہتا ہوں -

---

حیاتِ مسیح کا فتنۂ عظیم بقیہ صفحہ ۱۱

بیان فرما دیا - ماسوا اس کے یہ بھی سوچنے کے لائق ہے - کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ کہ میں ایسا کرنے کو ہوں - خود یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں - کہ وہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے - اور اس میں کچھ توقف نہیں - نہ یہ کہ رفع کا وعدہ تو اسی وقت پورا ہو گیا لیکن وفات دینے کا وعدہ ابھی تک جو دو ہزار برس کے قریب گزر گئے - پورا ہونے میں نہ آوے -

اے ناظرین! اس وقت بیانات مذکورہ بالا سے میرا یہ مطلب نہیں کہ میں زمانہ حال کے علماء کی غلطیاں لوگوں پر ظاہر کروں - کیونکہ جو کچھ ان کی بدفہمی اور بداندرونی اور بدگمانی اور بدزبانی کی حالت مجھ پر کھلی ہے - وہ عنقریب انہیں کے سوالات کے جواب میں بیان کروں گا - اور اس مقدمہ میں مجھے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہمارے علماء نے اس نازک وقت کو جو اسلام پر وارد ہے شناخت نہیں کیا - انہوں نے بجائے اس کے کہ اسلام کی مدد کرتے - عیسائیوں کو ایسی مدد دی - کہ خود اپنے ہی اقرار سے ایک حصہ نبوت کا انہیں دے دیا - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دلیل بلکہ بارہ مستحکم دلیلوں اور قرآن قطعیہ سے ہم کو بتلا دیا - کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہو چکا ہے - اور آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہے - لیکن زمانہ حال کے علماء نے ایک ذرہ اس طرف توجہ نہ کی - اور بہت سی خرابیوں کو اسلام کے لئے قبول کر لیا - اور بیرونی آفات کو اندرونی افترا آت سے قوت دے دی -

---

عطیہ راولپنڈی سے مرزا معصوم بیگ صاحب لکھتے ہیں کہ میرا لڑکا امتحان میٹریکولیشن میں پاس ہوا ہے اس خوشی میں مبلغ پانچ روپے اشاعت اسلام کے لئے انجمن کی نذر کرتا ہوں - جزاہ اللہ خیراً -

---

تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا -
ایڈیٹر دوست محمد

پیغام صلح مورخہ ۱۳ر جون ۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۲۸ شمارہ ۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نورِ ہدیٰ از مشرقِ رحمت بر آر ۔ گمرہاں را چشم کن روشن ز آیاتِ مبیں

فون نمبر ۳۷۳۷
تار کا پتہ ۔

ہفت روزہ

پیغامِ صلح

لاہور پاکستان

جلد ۴۵	یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ ذیقعد ۱۳۷۵ھ ۔ مطابق ۲۰ جون ۱۹۵۶ء	نمبر ۲۴

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ۞ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ۞ حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ۞ ہر نبوت را بر و شد اختتام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ۞ ہر قسم کی نبوت آپؐ پر ختم ہو گئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست ۞ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے ۞ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ۞ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ۞ ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہمارے عقائد

- ہم اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں ۔
- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ ۔

"اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا" ۔ "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی" "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا آخری کلام اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا ۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنے کے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس امت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہوں گے جو نبی اللہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)
- ہم تمام صحابۂ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے، کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔
- ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو ۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے ان کے اپنے الفاظ میں "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے" (ازالہ اوہام)

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

مارچ ۱۹۵۶ء

جمعہ ۲ مارچ کو امام صاحب نے خطبہ میں اس حقیقت کو واضح کیا کہ "ہم مسلم ہیں" "محمڈن" نہیں ہمارا مذہب اسلام ہے "محمڈنزم" نہیں، یہ دونوں نام (اسلام اور مسلم) خود قرآن کریم کے سلسلہ اپنے مذہب اور اس کے پیروؤں کو دیتے ہیں، مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتا اور تمام پیغمبروں پر ایمان لاتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری پیغمبر ہیں جن کے تقاضا میں تمام مذاہب کی تعلیم شامل ہے ۔

اتوار کے روز ہم نے سنئے مہمانوں کا خیر مقدم کیا جن میں سے ایک ورلڈ مسلم کانگرس کے فرسٹ سیکرٹری مسٹر سعید رمضان تھے اور دوسرے استنبول کے دو ترک تھے جنہوں نے ہمیں امداد دینے کا وعدہ کیا ۔

اتوار ۴ مارچ کو برلن یونیورسٹی Freie Universität Berlin میں عیسائیوں اور یہودیوں کے مابین دوستانہ تعلقات قائم ہونے کا ہفتہ منایا گیا ۔ جس میں مسجد برلن کے نمایندے بھی مدعو تھے ۔

منگل ۶ مارچ کو امام غزالی پر لیکچر کا سلسلہ جاری رہا جس کے بعد قرآن کریم کی سورت یوسف کا درس دیا گیا ۔

جمعہ ۹ مارچ کو خطبہ میں حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کی وجوہات بتائی گئیں اور اس بات کو واضح کیا گیا کہ عربوں کا سخت ترین جہالت سے نکل کر ایک مہذب قوم بن جانا حضرت نبی کریم صلعم کی سخت ترین مشقت اور جد و جہد کا نتیجہ تھا جس کی اساس اس ناقابل متزلزل ایمان پر تھی جو آپ کو اپنے مشن کی صداقت پر تھا ۔

منگل ۱۳ مارچ کو امام غزالیؒ پر لیکچر کا سلسلہ جاری رہا اور قرآن کریم کی سورۃ یوسف کا درس دیا گیا ۔

جمعہ ۱۶ مارچ کو خطبہ میں لا الٰہ الا اللہ کا مطلب سمجھایا گیا اور یہ واضح کیا گیا کہ ہماری عبادت الٰہی کی بنیاد توحید الٰہی پر ہے ۔ اس ضمن میں شرک بت پرستی کی کئی شکلیں بیان کی گئیں اور بتایا گیا کہ انسان کی ذہنی اور اخلاقی ترقی کا موجد حضرت نبی کریم صلعم کی یہ تعلیم ہے کہ ہمیں اپنی استعدادوں کو صرف ایک خدا کی خدمت میں لگانا چاہیئے ۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

زندہ قوموں کے زندہ کارنامے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ جون ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا .... (سورۃ احزاب)

کمزور اور بے ہمت لوگوں کو عتاب

ان آیات میں مسلمانوں کے اندر جو کمزور اور بے ہمت لوگ تھے اُن کے لئے عتاب اترا ہے ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ، ہمارا علم تقاضا کرتا ہے کہ رسول اللہ ہماری بات کو مانیں، لیکن یقولون ھل لنا من الامر شئی رسول اللہ صلعم ہماری بات تو مانتے ہی نہیں، ہمیں تو کسی امر میں اختیار ہی حاصل نہیں لو کان لنا من الامر شئی ما قتلنا ھھنا اگر ہم جانتے کہ اس قسم کی لڑائی ہے تو ہرگز یہاں آکر مار نہ کھاتے، بھلا یہ بھی کوئی لڑائی ہے اور اس سے سوائے ہلاکت کے کیا نتیجہ نکلے گا۔ یا اھل یثرب لا مقام لکم اے مدینہ والو اس لشکر کے سامنے تم نہ ٹھہر سکو گے، اپنے تجربہ اور علم کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ سوائے بربادی کے اور کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔

یہ بے ہمت لوگ اپنے علم اور تجربہ پر گھمنڈ رکھنے والے خود تو نقصان اٹھاتے ہیں اور قوم کو بے ہمت کرتے ہیں ان کو عتاب کرتے ہوئے فرمایا لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو دیکھو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جان دینے کے لئے نکلیں اور یہ لوگ باتیں کرتے ہیں کہ یوں نہیں ہونا چاہئے تھا، یوں ہونا چاہیئے تھا، اسی قسم کے وہ لوگ بھی ہیں جو سنت رسول کا مطلب صرف اتنا سمجھتے ہیں کہ شانے کا گوشت کھا لینا اسکے بعد حلوہ کھا لینا اس کے بعد قیلولہ کر لینا سنت ہے۔ ان کو کبھی خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ یہ سنتیں ہیں لیکن لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے ماتحت خدا کے رستہ میں جان دے دینا بھی سنت ہے حضور نے فرمایا لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل میرا دل چاہتا ہے کہ خدا کے رستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، اس سنت کو تو بھلا بیٹھے، لیکن شانہ کا گوشت کھا کر دوپہر کو قیلولہ کرنا یاد رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جنگ میں اپنے قریبیوں اور عزیزوں کو آگے کرتے تھے آپ کے بھائی علی اور جعفر اور آپ کے چچا حمزہ سب جان دینے کے لئے نکلے تھے۔

حضور کے نمونے کے علاوہ حضور کے ساتھیوں کے نمونہ کا بھی ذکر کیا چنانچہ فرمایا من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ مومنوں میں ایسے رجال ہیں مردانہ صفت لوگ ہیں جنہوں نے اپنا عہد جو اللہ سے کیا تھا جانیں پیش کر کے پورا کر دکھایا۔ کوئی قوم زندہ رہنے کے قابل نہیں، اگر جان دینے کے لئے تیار نہیں، جو قوم جان دینے کے لئے تیار رہے وہی زندہ رہتی ہے خشک منطق بھانٹنے سے قومیں زندہ نہیں ہوتیں

رسول کریم صلعم کا نمونہ

یہ آیت لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الخ سورہ احزاب میں ہے، اس میں اس جنگ کا ذکر ہے جس میں تمام قبائل مسلمانوں پر چڑھ دوڑے کوئی دس پندرہ ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھ آیا ایسی خطرناک حالت میں اس اسوہ حسنہ کا ذکر ہے کہ جب دشمن برباد کرنے کے لئے تل گیا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسوہ دکھایا۔ آپ کی لاجواب شجاعت اور استقلال اور آپ کے جاں نثار صحابہ کا نمونہ قوم کی زندگی کا باعث ہوئے، حضور جنگ کے دوران میں خدا پرستی بھی سکھاتے تھے لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر میدان جنگ میں بھی آپ نمونہ ہیں اور ان لوگوں کے لئے بھی نمونہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ملنا اور یوم آخر کی امید رکھتے ہیں وذکر اللہ کثیراً اور جو خدا کی یاد کثرت سے کرنا چاہتا ہے اُن کے لئے بھی محمد رسول اللہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہیں۔

صحابہ کرامؓ کا نمونہ

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جو دیکھتے ہیں کہ لشکر بہت بڑا ہے لیکن انہیں اس کا کوئی خوف نہیں، یہ بھی نہیں کہ خدا انہیں کوئی منتر سکھا دیتا جس سے تمام لشکر بھاگ جاتا، نہیں وہ اس مصیبت کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ خدا کے وعدے ضرور پورے ہوں گے دشمن کے ارادوں کو پاکر ما زادھم الا ایماناً و تسلیماً ان کے ایمان بڑھ گئے اور فرمانبرداری میں آگے نکل گئے۔ یہ وہ رجال ہیں جو اپنی قربانیاں دے چکے۔ اپنے گلے خدا کے رستہ میں کٹوا چکے اور وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں کہ کب ان کی نوبت آتی ہے وما بدلوا تبدیلاً دوستوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں دشمنوں کی یورش ہے، لیکن اُن کے عہد میں فرق نہیں آیا خدا کے رستہ میں جان دینے کا ارادہ ذرا بھی تبدیل نہیں ہوا، نضر بن انس نے جب حضرت صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھے احد کی طرف سے جنت کی خوشبو آرہی ہے تو تلوار چلاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے، بہت آدمیوں کو قتل کیا، خود ان کو بھی اسّی زخم آئے۔ اور سعد بن ربیعہ کو جب جنگ کے بعد تلاش کیا گیا، تو انہوں نے خود آواز دی، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام پہنچا دو، اور آپ کی تائید اور نصرت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو سعد بن وقاص نے جب آپ کی حفاظت کرتے ہوئے دو کمانیں توڑیں تو فرمایا بابی انت و امی یا سعد، اے سعد میرا باپ اور ماں تجھ پر قربان ہوں، طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کو دشمن کے حملہ سے بچاتے ہوئے اپنا بازو کٹوا لیا، ایک دن فرمایا من احب ان ینظر الی شھید یمشی علی الارض فلینظر الی طلحۃ۔ مسجد میں داخل ہو رہے تھے، حضرت نے فرمایا جس نے زندہ شہید زمین پر چلتا ہوا دیکھنا ہو وہ طلحہ کو دیکھ لے، اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے تو حضرتؐ کو بچانے کے لئے اپنا سر کٹا لیا تھا صدقوا ما عاھدوا اللہ۔ یہ وہ مردانِ صدق و صفا تھے جنہوں نے اس عہد کو جو خدا سے باندھا تھا پورا کر کے دکھا دیا لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم یہ وہ صادق لوگ ہیں جن کے صدق و صفا کی جزا اللہ تعالیٰ نے انہیں دی، اللہ تعالیٰ صدق و صفا کی بہت قدر کرنے والا ہے ولئن قتلتم فی سبیل اللہ او متم لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ خیر مما یجمعون۔ اگر تم اللہ کے رستہ میں قتل کئے جاؤ یا تمہیں موت آجائے تو اللہ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔ یہ ایمان تھا ان لوگوں کا، اس ایمان کی وجہ سے اسلام زندہ رہا، ورنہ اسلام آج تک باقی نہ رہتا۔

حضرت مرزا صاحب سے عہد بیعت

یہ وعظ قرآن نے اس لئے کیا ہے کہ مسلمان کے سامنے خدا اور رسول کے احکام آجائیں، خدا اور رسول کے ان احکام کی پابندی کے لئے حضرت

(باقی صفحہ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۰ جون ۱۹۵۶ء

سپین کی عیسائی حکومت میں مذہبی آزادی کا فقدان

گذشتہ سے گذشتہ اشاعت میں ہم نے انسانوں کے اس بنیادی حق کا ذکر کرتے ہوئے جو مذہبی آزادی سے تعلق رکھتا ہے یہ بتایا تھا کہ اسلام نے ہر شخص کو آزادی دی ہے کہ من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کوئی ایمان لائے یا کفر کرے اس بارہ میں اس پر کوئی جبر نہیں کیا جا سکتا، اختلاف مذہب و عقائد کی پرسش اللہ تعالے ہی کے دربار میں ہوگی، اس دنیا میں سوائے اس کے کہ کوئی مذہب دلائل کے ساتھ اپنی حقانیت کو منوائے اور دوسروں کو اپنے دائرہ میں لانے کی کوشش کرے کسی کو یہ حق نہیں کہ جبر سے دوسروں کو اپنے مذہب کا قائل کرے، نہ یہ حق کسی کو حاصل ہے کہ کسی مذہب کی تبلیغی جد وجہد کو جبراً روک دے۔

اسلام کے اس جمہوری اصول کے مطابق حکومت پاکستان نے اپنے آئین کی دفعہ ۱۸ میں ہر شہری کو یہ حق دیا ہے کہ:-

"جس مذہب کا چاہے اقرار کرے، اس پر عمل اور اس کی اشاعت کرے اور ہر مذہبی فرقہ اور گروہ کو مذہبی ادارے بنانے اور چلانے کا انتظام کرنے کا حق حاصل ہے"

پاکستان کی اسی آئینی دفعہ سے متاثر ہو کر ہمارے ملک کے عیسائیوں کو اس بات کا حوصلہ ہوا ہے کہ وہ اپنی تبلیغی جد وجہد کو زیادہ وسعت دیں اور ملک کے چپہ چپہ میں عیسائی مشنوں، عیسائی سکولوں اور کالجوں اور ہسپتالوں کا جال بچھا دیں۔

لیکن دوسری طرف عیسائی ممالک کا کیا حال ہے سپین کا ملک جہاں پورے آٹھ سو سال تک اسلامی حکومت کا پرچم لہراتا رہا اور ہر شخص کو پوری مذہبی آزادی حاصل رہی، مسلمان، یہودی اور عیسائی اپنے اپنے معتقدات پر عمل کرتے اور کراتے رہے، اور یہی نہیں اس زمانہ میں جب تمام یورپ جہالت اور استبداد کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں گھرا ہوا تھا، اسی ملک کی اسلامی اکاڈمیوں نے علم و حکمت کی مشعلیں جلا کر تمام یورپ کو منور کر دیا یہاں تک کہ آج بھی یورپ کے علمی ادارے اسلام کے علمی اکتشافات کے معترف ہیں اور اس کے بار احسان سے گردنیں نہیں اٹھا سکتے، اسی سپین میں آج ایک مسلمان کے لئے یہ ممنوع ہے کہ اپنے معتقدات کو دوسروں کے سامنے پیش کر سکے، چنانچہ حال ہی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک قادیانی مبلغ کو حکومت سپین نے پاکستانی سفیر کی وساطت سے یہ نوٹس دیا ہے کہ وہ اس ملک میں تبلیغ اسلام کا مجاز نہیں ۔۔۔ حکومت سپین کی یہ روش بتا رہی ہے کہ اسے اسلام کے خلاف کس قدر بغض اور تعصب ہے، اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے اس کے دل میں کس قدر خوف و ہراس پیدا ہو چکا ہے اس روشنی اور علم کے زمانہ میں جبکہ دنیا کی ہر قوم مذہبی آزادی کو انسان کا بنیادی حق سمجھتی ہے حکومت سپین کا یہ اقدام بتا رہا ہے کہ وہ ابھی تک تنگ خیالی اور مذہبی تعصب کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی ہے، سپین کی ہمسایہ سلطنت انگلستان میں ۵۰ سال سے اسلام کے تبلیغی مشن قائم ہیں جرمنی اور ہالینڈ میں تبلیغی مشن موجود ہیں، مساجد بھی وہاں بن چکی ہیں، امریکہ میں جگہ جگہ تبلیغ اسلام کے ادارے کام کر رہے ہیں، اور بڑی بڑی عظیم الشان مساجد بن رہی ہیں، ان تمام مقامات میں نہ وہاں کے عوام کو کوئی خوف و ہراس لاحق ہوا ہے، نہ وہاں کی حکومتوں کو ان مشنوں کے بند کرنے کا خیال پیدا ہوا ہے، سپین کی تنگدلی بتا رہی ہے کہ اس کی تہ میں محض وہ بغض و تعصب اور نفرت و ہراس کام کر رہا ہے، جو صدیوں کے پراپیگنڈا سے وہاں اسلام کے متعلق پیدا ہو چکا ہے، ضرورت ہے کہ اس تعصب اور خوف کو دور کرنے کا مناسب سامان کیا جائے اس میں شک نہیں کہ وہاں کی حکومت رومن کیتھولک مذہب رکھتی ہے جو تعصب و تنگدلی سے آزاد نہیں، تاہم اس تعصب و تنگدلی کو دور کرنے کا سامان ہونا چاہیئے، اور وہ یہی ہے کہ فی الحال وہاں کے عوام کو اسلامی لٹریچر بھیج کر رائے عامہ کو بیدار کیا جائے اور مذہبی آزادی کی ضرورت و اہمیت کو عوام کے ذہن نشین کرایا جائے اور بتایا جائے کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے، جس کے اصول دنیا میں امن و سلامتی پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ۔۔۔ اور سپین کو آئے دن کی اندرونی خلفشار سے بچا سکتے ہیں۔

اس بارہ میں سب سے پہلا فرض حکومت پاکستان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے سفارت خانوں کے ذریعہ سے مناسب طریق سے اسلام کے خلاف بغض و تعصب کو دور کرنے کی کوشش کرے اور تبلیغ اسلام کے خلاف جو بندش حکومت سپین نے عائد کی ہے اس کو دور کرنے کی مؤثر تدابیر عمل میں لائے۔

اس ضمن میں ہم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے شعبہ تبلیغ بلاد غیر کو بالخصوص متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خط و کتابت اور اسلامی لٹریچر کے ذریعہ سے سپین میں تبلیغ اسلام کی بندش کو دور کرنے اور اسلام کے لئے رستہ ہموار کرنے کا بندوبست کرے، اگر اسلامی لٹریچر کو سپینی زبان میں ترجمہ کرکے اسے وہاں پھیلانے کا انتظام کیا جائے تو یہ نہایت مناسب اور بہترین صورت ہوگی۔

افغانستان میں تباہی خیز زلزلہ

افغانستان آج کل تباہی خیز زلزلوں کا شکار ہو رہا ہے، ۱۰ جون کو وہاں نہایت سخت زلزلہ آیا جس سے ملک کے مختلف حصوں میں تباہی و بربادی پھیل گئی، کابل ریڈیو کی اطلاع کے مطابق زلزلہ سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد ۲۰۰۰ افراد تک پہنچ چکی ہے، اور جو مال و املاک تباہ ہوئی اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا، زلزلہ اس شدت کا تھا کہ اس کی وجہ سے دریاؤں نے اپنا رُخ بدل لیا اور آبادی کے لئے مزید تباہی کا موجب ہو گئے، بعض جگہوں پر نئے دریا نکل آئے بینگلہ دل میں کا علاقہ مواصلات کا سلسلہ منقطع ہو جانے کی وجہ سے طبی اور غذائی امداد سے محروم ہو چکا ہے۔

یہ حالات اس قدر لرزہ خیز ہیں کہ انہیں پڑھ اور سن کر انسان دہشت زدہ ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، ابھی تھوڑے دن ہوئے اسی افغانستان میں ایک غریب احمدی کو محض اس جرم میں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا گیا کہ اس نے احمدی عقائد کیوں اختیار کئے۔ ہمیں افغانستان کی تباہی پر جو زلزلہ کی وجہ سے ہوئی کوئی خوشی نہیں ہے بلکہ رنج اور افسوس ہے لیکن ہمیں شبہ ہے کہ یہ عذاب اسی ظلم کی پاداش میں تو اللہ تعالے کی طرف سے نہیں آیا جو کابلی پٹھان داؤد خان پر کیا گیا؟ اس سے پیشتر بھی تین چار احمدیوں پر اسی قسم کے مظالم کئے گئے جس کے نتیجہ میں اس وقت کی افغان حکومتوں اور عوام کو عذاب الٰہی کا مزا چکھنا پڑا، خدا کرے موجودہ عذاب افغانستان کے لئے ایک تازیانہ عبرت ثابت ہو اور وہ آئندہ اس قسم کے مظالم سے باز آجائے ؎

اس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور داد گر
پھر شریر النفس ظالم کو کہاں جائے فرار

اسلامی ملکوں کی کانفرنس

کراچی ۱۸ جون - وزیر خارجہ مسٹر حمید الحق چودھری نے آج یہاں کہا کہ حکومت پاکستان اسلامی ملکوں کی ایک کانفرنس طلب کرنے پر غور کر رہی ہے جس میں الجزائر فلسطین اور کشمیر جیسے مسائل پر وزارتی سطح پر غور و خوض کیا جائے گا۔ (باقی بر صفحہ ۲ کالم ۳)

انگریزی ترجمہ قرآن

مکرمی ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
"پیغام صلح" مؤرخہ ۱۲ مئی صفحہ ۹ پر "مجاہد یورپ" کے عنوان سے محمد سلطان صاحب نظامی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں ووکنگ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا صدر الدین صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ :-

" اس کے علاوہ سب سے بڑا کام جو انہوں نے کیا وہ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کی طباعت تھی - مولانا صدر الدین صاحب نے حضرت امیر مرحوم کی اجازت سے اس ترجمہ کو نہ صرف Revise کیا بلکہ اس کے عربی متن اور انگریزی کی پروف ریڈنگ بھی بڑی محنت کے ساتھ خود ہی ادا کی " وغیرہ وغیرہ

جہاں تک مولانا صدر الدین صاحب کی پروف ریڈنگ روم کا سوال ہے اس کا ذکر اور شکریہ حضرت امیر مرحوم نے دیباچہ[1] میں لکھ کر کیا ہے - مگر کسی کتاب کی پروف ریڈنگ کرنا اور اس کی خوبصورت طباعت کروانا اور چیز ہے اور اس کتاب کو Revise کرنا ایک بالکل مختلف چیز ہے - میرے پاس وہ اصلی پروف اس ترجمہ قرآن کے موجود ہیں جن پر مولانا صدر الدین صاحب اور حضرت امیر مرحوم دونوں کے ہاتھوں کی اصلاحیں ہیں - اور اس کے علاوہ حضرت امیر مرحوم کی اپنی تحریر میں اس خط کی نقل موجود ہے جو انہوں نے مولانا صدر الدین صاحب کو انگلستان بھیجا تھا - اور جس میں یہ فقرہ موجود ہے :-

" اس ترجمہ میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کی آپ کو اجازت نہیں سوائے لفظی اصلاح کے جس کی ضرورت پروف پڑھنے کے دوران میں پیش آئے "

غرضیکہ اس بات کا مکمل تحریری ثبوت موجود ہے کہ مضمون نگار صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا صدر الدین صاحب نے علاوہ پروف ریڈنگ کے اس ترجمہ کو Revise کیا، درست نہیں ہے -

چونکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا اخبار میں غلط طور پر چھپنا معیوب ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس خط کو اخبار میں چھاپ کر مضمون نگار صاحب اور قارئین کی غلط فہمی کا ازالہ فرمائیں گے -

والسلام
محمد احمد از چیٹا گانگ

پیغام صلح :

[1] انگریزی ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں حضرت امیر مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں :-

I CANNOT, HOWEVER, BRING THIS PREFACE TO A CLOSE WITHOUT ACKNOWLEDGING THE HEAVY DEBT OF GRATITUDE I OWE TO MY LEARNED FRIEND AND BROTHER, THE MAULVI SADR-UD-DIN, B.A., B.T., AT PRESENT IMAM OF THE MOSQUE AT WOKING (ENGLAND), WHO HAS, WHILE PRESSED WITH HEAVY WORK IN CONNECTTON WITH THE WOKING MUSLIM MISSION, HELPED ME WITH UNTTRING ENERGY AND ZEAL IN BRINGING OUT THIS WORK. HE HAS NOT ONLY THOROUGHLY REVISED AND CORRECTED THE PROOFS, WHICH WORK WOULD HAVE BEEN IMPOSSIBLE FOR ME AT SUCH A DISTAHOE, BDT HE HAS, IN FACT, BEEN SOLELY RESPONSIBLE FOR GETTTNG THIS WORK THROUGH THE PRESS, LOOKYNG CAREFULLY TO THE MTNUTEST DETAILS OF THE WORK.

عبداللہ نمبر

"پیغام صلح" کا آئندہ پرچہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور کی یاد میں "عبداللہ نمبر" سے موسوم ہوگا جس میں ڈاکٹر صاحب کے حالات زندگی، انکی سیرت و اخلاق، ان کی خدمات اسلام اور ایثار و قربانی پر کئی بزرگوں اور دوستوں کے مضامین درج ہوں گے، یہ نمبر ۲۷ جون ۱۹۵۶ء کو شائع ہوگا :

اسلامی ملکوں کی کانفرنس (بقیہ صہ ۳)

وزیر خارجہ نے یہ بات سات ارکان پر مشتمل آل پارٹیز مغربی کمیٹی کے ایک وفد سے ملاقات کے دوران میں کہی، وفد نے الجزائر کے حریت پسندوں کی جدوجہد آزادی میں حکومت پاکستان کی طرف سے جرأت مندانہ اور عملی حمایت کے لئے بعض تجاویز پیش کی تھیں -

وزیر خارجہ نے وفد کو یقین دلایا کہ حکومت پاکستان الجزائر کی آزادی کے لئے کسی ممکنہ اقدام سے دریغ نہیں کرے گی، آپ نے کہا کہ ہمیں الجزائر اور فلسطین کے مسلمانوں کے مفادات بھی کشمیریوں کی طرح عزیز ہیں پاکستان عزم کر چکا ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے مسائل کو ہر بین الاقوامی اجلاس یا کانفرنس میں پیش کرے گا -

ضرورت رشتہ

(۱) ایک معزز اور شریف احمدی گھرانہ کی تعلیمیافتہ، دستکاری اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف، پابند صوم و صلوٰۃ اوصاف حمیدہ کی حامل دوشیزہ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے -

(۲) ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ احمدی نوجوان کے لئے جو ایک معقول مشاہرہ پر مستقل ملازم ہے اور اس کی ملازمت کلاس III میں ہے - موزوں رشتہ مطلوب ہے -

خواہشمند احباب معرفت ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح خط و کتابت کریں - یہ خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جائے گی ؛

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دعائیں

لاعلاج مریضوں کی حضرت مسیح موعودؑ کی دعا سے شفایابی

مولانا مرتضیٰ خان حسن کی غیر مطبوعہ کتاب بیّنات کا ایک باب (بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کو کاربنکل کی بیماری اور حضرت کی دعا سے شفایابی

اس واقعہ کی کیفیت ہم حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۵ سے ذیل میں درج کرتے ہیں زیر نشان ۲۰۴ حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں :-

"میرے ایک صادق دوست اور نہایت مخلص جس کا نام ہے سیٹھ عبدالرحمٰن تاجر مدراسی، ان کی طرف سے ایک تار آیا کہ وہ کاربنکل یعنے سرطان کی بیماری سے جو ایک مہلک پھوڑا ہوتا ہے - بیمار ہیں - چونکہ سیٹھ صاحب موصوف اول درجہ کے مخلصین میں سے ہیں - اس لئے ان کی بیماری کی وجہ سے بڑا فکر ہوا اور بڑا تردّد ہوا - قریبًا نو بجے دن کا وقت تھا کہ میں غم اور فکر میں بیٹھا ہوا تھا کہ یک دفعہ غنودگی ہوکر میرا سر نیچے کی طرف جھک گیا - اور معًا خدائے عزّ وجل کی طرف سے وحی ہوئی کہ آثارِ زندگی بعد اس کے ایک اور تار مدراس سے آیا کہ حالت اچھی ہے کوئی گھبراہٹ نہیں لیکن پھر ایک اور خط آیا جو اُن کے بھائی صالح محمد مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اس کا یہ مضمون تھا کہ سیٹھ صاحب کو پہلے اس سے ذیابیطس کی بھی شکایت تھی - چونکہ ذیابیطس کا کاربنکل اچھا ہونا محال ہوتا ہے - اس لئے دوبارہ غم اور فکر نے استیلا کیا - اور غم انتہا تک پہنچ گیا - اور یہ غم اس لئے ہوا کہ میں نے سیٹھ عبدالرحمٰن کو بہت ہی مخلص پایا تھا - اور انہوں نے عملی طور پر اپنے اخلاص کا اوّل درجہ پر ثبوت دیا تھا - اور محض دلی خلوص سے ہمارے لنگرخانہ کے لئے کئی ہزار روپیہ سے مدد کرتے رہے تھے - جس میں بجز خوشنودی خدا کے اور کوئی مطلب ہرگز نہ تھا - اور وہ ہمیشہ صدق اور اخلاص کے تقاضا سے ماہواری ایک رقم کثیر ہمارے لنگرخانہ کے لئے بھیجا کرتے تھے - اور اس قدر محبت سے بھرا ہوا اخلاص رکھتے تھے کہ گویا محبت اور اخلاص میں محو تھے - اور ان کا حق تھا کہ اُن کے لئے بہت دعا کی جائے، آخر دل نے ان کے لئے نہایت درجہ جوش مارا - جو خارق عادت تھا - اور کیا رات اور کیا دن میں نہایت توجہ سے دعا میں لگا رہا - تب خدا تعالیٰ نے بھی خارق عادت نتیجہ دکھایا اور ایسی مہلک مرض سے سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب کو نجات بخشی - گویا ان کو نئے سرے سے زندہ کیا - چنانچہ وہ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا سے ایک بڑا معجزہ دکھلایا ورنہ زندگی کی کچھ بھی امید نہ تھی - اپریشن کے بعد زخم مندمل ہونا شروع ہوگیا - اور اس کے قریب ایک نیا پھوڑا نکل آیا جس نے پھر خوف اور تہلکہ مچادیا تھا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کاربنکل نہیں ہے آخر چند ماہ کے بعد بکلی شفا ہوگئی - اور میں یقینًا جانتا ہوں کہ یہی مردہ کا زندہ ہونا ہے - کاربنکل اور پھر اس کے بعد ذیابیطس اور عمر پیرانہ سالی اس خوفناک صورت کو ڈاکٹر لوگ جانتے ہیں کہ کس قدر اس کا اچھا ہونا غیر ممکن ہے - ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے اور اس کی صفات میں ایک حیا کی صفت بھی ہے -

سال گذشتہ یعنے ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اسی بیماری کاربنکل یعنے سرطان سے فوت ہوگئے تھے - اُن کے لئے بھی میں نے بہت دعا کی تھی مگر ایک بھی الہام ان کے لئے تسلّی بخش نہ تھا - بلکہ بار بار یہ الہام ہوتے رہے - کہ کفن میں لپیٹا گیا - ۴۷ برس کی عمر - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ - اِنَّ الْمَنَایَا لَاتَطِیْشُ سِہَامُہَا - یعنے موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے - جب اس پر بھی دعا کی گئی تو الہام ہوا یَا اَیُّہَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ - تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا یعنے اے لوگو تم اس خدا کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے یعنے اس کو اپنے کاموں کا کارساز سمجھو اور اس پر توکل رکھو - کیا تم دنیا کی زندگی اختیار کرتے ہو - اس میں یہ اشارہ تھا کہ کسی کے وجود کو ایسا ضروری سمجھنا کہ اس کے مرنے سے نہایت درجہ کا حرج ہوگا ایک شرک ہے - اور اس کی زندگی پر نہایت درجہ کا زور لگا دینا ایک قسم کی پرستش ہے - اس کے بعد میں خاموش ہوگیا اور سمجھ لیا کہ اس کی موت قطعی ہے - چنانچہ وہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بروز چہار شنبہ بوقت عصر اس فانی دنیا سے گزر گئے - وہ درد جو ان کے لئے دعا کرنے میں میرے دل پر وارد ہوا تھا - خدا نے اس کو فراموش نہ کیا اور چاہا کہ اس ناکامی کا ایک اور کامیابی کے ساتھ تدارک کرے - اس لئے اس نشان کے لئے سیٹھ عبدالرحمٰن کو منتخب کر لیا - اگرچہ خدا نے عبدالکریم کو ہم سے لے لیا، تو عبدالرحمٰن کو دوبارہ ہمیں دے دیا - وہی مرض ان کے دامنگیر ہوگئی آخر وہ اس بندہ کی دعاؤں سے شفایاب ہوگئے فالحمد للہ علیٰ ذالک - میرا صدہا مرتبہ تجربہ ہے کہ خدا ایسا کریم و رحیم ہے - کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْہَا اَوْ مِثْلِہَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ -

خود حضرت کو درد گردہ کی بیماری حضور کی دعا اسکی قبولیت کا الہام اور حضور کی شفایابی

حضرت صاحبزادہ معظم جناب مولانا عبداللطیف صاحب کے شہید ہونے پر حضرت نے کتاب تذکرۃ الشہادتین لکھنے کا ارادہ فرمایا - جس میں علاوہ حضرت صاحبزادہ مرحوم کی شہادت کے مولانا عبدالرحمٰن صاحب کے حالات بھی درج کئے جانے تھے جو صاحبزادہ صاحب سے پہلے سرزمین کابل میں شہید کئے گئے تھے - ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو آپ نے گورداسپور ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے تشریف لے جانا تھا - آپ چاہتے تھے کہ اس سے قبل کتاب ختم ہو جائے لیکن اتفاقًا درد گردہ سے آپ بیمار ہوگئے - اس سے پہلے ایک دفعہ آپ کو درد گردہ اس قدر شدید ہوا کہ دس دن تک آپ تکلیف اٹھاتے رہے - اور اس سے آپ سخت مضمحل ہوگئے تھے - اس نے حضور کو تشویش لاحق ہوئی - کہ ایسا نہ ہو کہ تکلیف بڑھ جائے اور کتاب کی تصنیف کا کام رہ جائے - تب آپ نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ یا الٰہی میں شہید مرحوم عبداللطیف کے حالات قلمبند کرنا چاہتا ہوں اور مجھے درد گردہ شروع ہوگئی ہے - مجھے اپنے فضل و کرم سے شفا بخش - اور اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہتے جاؤ - آپ نے درد کی حالت میں ہی دعا کی اور گھر کے لوگوں نے آمین کہی - حضرت فرماتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی قسم ہر ایک گواہی سے زیادہ اعتبار کے لائق ہے - ابھی میں نے دعا تمام نہیں کی تھی کہ میرے پر غنودگی طاری ہوئی اور الہام ہوا سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ - میں نے اسی وقت یہ الہام اپنے گھر کے لوگوں کو اور ان سب کو جو حاضر تھے سنا دیا - اور خدا نے علیم جانتا ہے

کہ صبح کے چھ بجے سے پہلے ہی بکلی صحتیاب ہوگئی اور اسی دن میں نے آدھی کتاب تصنیف کرلی فالحمد للہ علیٰ ذالک"۔

(حقیقۃ الوحی نشان ۱۵۶)

ایک دوست کے لڑکے کی بیماری اور حضور کی دعا سے اس کی شفایابی

یہ ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹر نور محمد صاحب مالک کارخانہ ہمدم صحت کا لڑکا سخت بیمار ہوگیا۔ اس کی والدہ سخت بے تابی کی حالت میں حضرت سے دعا کی ملتجی ہوئی۔ حضرت تو سراپا رحم و کرم تھے۔ آپکو اس خاتون کی حالت پر بڑا رحم آیا اور حضور نے پوری توجہ سے بچے کی صحت کے لئے دعا کی۔ اللہ نے حضور کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور الہام ہوا:۔

"اچھا ہوجائے گا"

چنانچہ اس الہام الٰہی سے لڑکے کے والدین اور دوسرے لوگوں کو اطلاع دی گئی اور اس کی والدہ کو بالخصوص تسلی دی گئی کہ یہ خدا کا وعدہ ہے کہ لڑکا شفا پاجائیگا چنانچہ وہ لڑکا خدا کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہوگیا۔ (نزول المسیح صفحہ ۲۳)

دعائیں تو اور لوگوں کی بھی مقبول ہوتی ہیں، مگر دعا کی قبولیت کی اطلاع اور بیمار کے متعلق خبر دے دینا کہ وہ شفا پائے گا یہ خاصان خدا سے ہی مخصوص ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اس قسم کی دعائیں ایک دو نہ تھیں بلکہ سینکڑوں تھیں۔ سینکڑوں بیمار حضور کی دعا سے شفایاب ہوئے۔ آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح احیائے موتیٰ کا معجزہ دیا گیا تھا۔ اس معجزہ کے ظہور کے سینکڑوں ہزاروں انسان گواہ ہیں۔

حضور کی اہلیہ محترمہ کی بیماری کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع اور پھر شفا کی بشارت

یہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت نزول المسیح کے صفحہ ۲۳۵ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے چوتھے لڑکے مبارک احمد کی پیدائش سے دو ماہ پہلے یہ الہام ہوا تھا "ربّ اصحّ زوجتی ھذہٖ" یعنے اے میرے رب میری اس زوجہ کو بیمار ہونے سے بچا۔ اور بیماری سے شفا دے جس وقت الہام ہوا اس وقت میری بیوی بالکل تندرست تھی، گویا اس الہام میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ کسی بیماری کا اندیشہ ہے لیکن بعد میں شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ دو ماہ کے بعد یہ الہام ہر دو پہلو سے پورا ہوا یعنی میری بیوی کو ایک سخت مرض نے گھیرا اور خطرناک حالت ہوگئی، لیکن آخر اللہ تعالےٰ نے شفا دی۔" (نزول المسیح صفحہ ۲۳۵)

حضور کے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد کی آنکھوں کی خرابی اور حضور کی دعا سے شفایابی

ایک دفعہ آپ کے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی آنکھیں سخت خراب ہوگئیں پلکیں گر گئیں آنکھوں سے پانی بہنا شروع ہوگیا اور بینائی کے جانے کا اندیشہ لاحق ہوگیا حضرت نے دعا فرمائی تو الہام ہوا:۔

"برق طفلی بشیر"

یعنے "میرے لڑکے بشیر کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں" چنانچہ اس الہام سے ایک ہفتہ بعد اللہ تعالےٰ نے صاحبزادہ کو شفائے کلی عطا فرمائی، اور آپ کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہوگئیں، یہ حضور کی ہی دعا کا نتیجہ تھا، ورنہ قبل ازیں انگریزی اور یونانی علاج ناکام ہوچکے تھے۔ (نزول المسیح)

حضور پر مرض ذیابیطس کا حملہ اور دعا کرنے پر شفا کی بشارت

حضور کو ذیابیطس کی مرض تھی، کئی دفعہ آپ کو کثرت پیشاب کا دورہ ہوتا تھا، جس سے حضور بہت کمزور ہوجاتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضور کو کثرت پیشاب کا سخت دورہ ہوا اور دن میں سو سو مرتبہ پیشاب آنے لگا اور دونوں شانوں میں حضور کو ایسی تکلیف محسوس ہوئی کہ گویا کاربنکل نکلنے والا ہے۔ جو ایک مہلک چیز ہے۔ تب حضور نے اپنے خدا کے حضور دعا کی۔ اس پر آپ کو الہام ہوا:۔

والموت اذا عسعس

یعنے قسم ہے موت کی جب وہ ہٹائی جائے۔ اس بشارت کے مطابق اللہ تعالےٰ نے حضور کو ذیابیطس کے مہلک نتائج سے محفوظ رکھا، اور آپ نے خدا کے فضل سے لمبی عمر پائی۔

(نزول المسیح صفحہ ۲۳۵) (باقی باقی)

دعائے صحت

(۱) محترم مرزا خلیل الرحمٰن ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ر ۲ کچھ عرصہ سے ٹانگ کی بیماری کی وجہ سے میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں احباب سے انکی صحت کے لئے دعا کی استدعا ہے

(۲) ہالینڈ کے ایک نومسلم بشیر احمد صاحب جو کچھ عرصہ سے ادارہ لائٹ میں منسلک ہیں عارضہ قلب کی وجہ سے میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں انکی صحت کے لئے بھی احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان وایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر تمام مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت تقسیم کرنیکا بندوبست کیا ہے، وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت ہر آنے سے لیکر ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول ڈاک آرڈر کیساتھ روانہ کردیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ——— از حضرت مسیح موعود

ضرورت انبیاء . . . . " " " "

شان محمد مصطفیٰ . . . . . . " " " "

قد افلح المومنون . . . . . . " " " "

امام الزمان . . . . " " " "

حقیقت اسلام . . . . . " " " "

دعوت عمل ——— حضرت مولانا محمد علی صاحب رح

نزول مسیح " " " " "

جماعت قادیان " " " " "

نماز اور ترقی کی تین راہیں " " " " "

رد تکفیر اہل قبلہ " " " " "

زمانہ کے امام کو پہچانو " " " " "

دو تقریریں " " " " "

کشف الظنون عن المراق والجنون حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رح

درس قرآن . . . . " " " "

ہمارے عقاید:۔ جناب مولانا صدر الدین صاحب۔

کاقص:۔ از شیخ محمد طفیل صاحب: احمدیت کیا ہے۔

تحقیق حق۔ محمد مصطفیٰ اردو۔ بچوں کے لئے۔ اسلام بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب حقیقت نماز۔ نماز مسلم

انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam.
2. Islam The Religion of Humanity
3. Death of Jesus Christ
4. The Charge of Heresy
5. Christ is come
6. Quest after God.
7. What's in a name.
8. The true Conception of Ahmadiyyat
9. Facts about Ahmadiyyat
10. Phenomenon of Revelation

پتہ:۔ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

جیسس ان ہیون آن ارتھ

پیغام صلح مورخہ ۱۴ مارچ میں یہ خبر مسرت کا باعث ہوئی کہ محترمی خواجہ نذیر احمد صاحب کی بلند پایہ کتاب "جیسس ان ہیون آن ارتھ" والذار ہوگئی۔ فیڈرل کورٹ کا یہ عادلانہ فیصلہ قابل تحسین و مبارکباد ہے۔ اس قیمتی گرانقدر تصنیف نے عیسائی دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہے، اسلام پر عیسائیت کی جارحانہ یورش اور شدید حملوں کا نہایت ہی خوش اسلوبی اور مدلل پیرایہ سے سدباب کیا گیا ہے۔ بلاد عربیہ کے اہل قلم مفکرین اسلامی اس نادر کتاب سے بے حد متاثر ہوئے ہیں اور اس "اختراع جدیدہ" سے کام بھی لے رہے ہیں۔ لبنان میں جہاں عیسائی مشنریوں کا ایک لامتناہی جال بچھا ہوا ہے، اس "اسلحہ جدیدہ" سے وہاں کے درد اسلام رکھنے والے اہل علم نے بہترین کام لیا ہے۔ عراق میں بھی کئی ایک نامور پادریوں کو اس کتاب نے تشویش میں ڈال دیا ہے۔ اس کے لاتردید دلائل قاطعہ نے ان کے دل و دماغ پر ایک زلزلہ ڈال دیا ہے۔ لبنان میں اس کے عربی ترجمہ کی تجویز زیر غور ہے۔ غرض کہ وقت کی ایک اشد ضرورت کو کتاب پورا کر رہی ہے، مجاہد باپ کے مجاہد فرزند کا یہ شاہکار ہزاروں نیک دلوں کو آغوش اسلام میں لانے کا باعث ہوگا اور اس کا ثواب دارین میں اسے حاصل ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی اس مجاہدانہ کاوش اور جدوجہد کو شرف قبولیت بخشے۔

ایک امریکن سیاح

قبل الظہر اخویم اسمٰعیل محمود صاحب گھر آئے وہ ابھی بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ سید ارتضاد حسین صاحب رضوی ایک امریکن نوجوان سیاح کو ساتھ لئے ہوئے تشریف لائے ان کا نام بنجامین ہے۔ اخبار ... Colle... کے نامہ نگار بھی ہیں امریکہ سے نکل کر شرق اوسط کے اکثر بلاد دیکھتے ہوئے تین روز ہوئے شرق الاردن سے بغداد پہنچے ہیں یہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد ایران و پاکستان ہوتے ہوئے آسٹریلیا تک جانے کا ارادہ ہے ان سے کوئی پندرہ بیس منٹ گفتگو رہی، انہوں نے بتلایا کہ امریکہ میں اسلام کے متعلق صحیح معلومات نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں نے اس قلیل وقت میں اسلام اور دیگر مذاہب کے متعلق کچھ باتیں بتلائیں رضوی صاحب ترجمان تھے۔ اٹھتے ہوئے انہیں "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی" اور "پرافٹ آف اسلام" ہر دو رسالے دیئے جنکے مطالعہ کا وعدہ کرتے ہوئے شکریہ سے لئے۔

اطمینان قلب کا سامان

۹ اپریل۔ حسب معمول جناب صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے۔ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے کہ بستان کے ایک مضمون "قطب جنوبی کا سفر" پر دیر تک گفتگو رہی، ایک امریکن اپنی نئی دنیا سے ہزارہا میل دور بحر منجمد کو پیروں میں روندتا ہوا اور ایک نئی دنیا کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہے۔ اسے یقین ہے کہ جہاں آفتاب سال میں ایک مرتبہ اپنا چہرہ دکھاتا ہے وہاں آدم کی اولاد بود و باش اختیار کر سکتی ہے۔ یہ سب مصائب اپنی ذات کے لئے نہیں جھیلے جاتے ہیں مقصد خدمت قوم و ملت اور انسانیت ہے خیال آیا کہ ایسی جانباز قوم جن کے عزم و ارادہ کے سامنے کائنات کی کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی کن ہتھیاروں سے زیر کی جا سکتی ہے۔ مادی ساز و سامان !! یہ تو ان کے پاس بے حساب موجود ہے۔ ہاں انہیں ایک چیز کی ضرورت تلاش ہے اور وہ ہے دنیا میں امن و سلامتی اور اطمینان قلب۔ اسکا علاج مسلمانوں کے پاس موجود ہے لیکن خود انہیں اس علاج پر کچھ دسترس نہیں۔ ہاں عصر حاضرہ میں اس دارو کے نسخہ کی طرف خدا سے علم پاکر امام وقت نے توجہ دلائی نسخہ کا استعمال اپنے سابقوں پر کیا، مخالفوں نے شفایاب ہوکر یورپ اور امریکہ کے بھٹکے ہوئے متلاشیان حق کے سامنے پیش کیا، صحت کے آثار نظر آ رہے ہیں، وہ دن دور نہیں کہ یہ قطب ہائے جنوب و شمال کی تلاش کرنے والی قوم قرآن کریم کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ ضرورت ہے کہ اس سرمدی پیغام کو قولوا للناس حسنا کے طریق پر پیش کیا جائے۔ یہ کام امام وقت کی سرفروش جماعت کا ہے۔ مزاج اور جان کو مسخر کرنے والوں کے قلوب کو فتح کرکے انہیں آغوش اسلام میں لانے کی توفیق خدا کی جانب سے آج انہیں ملی ہوئی ہے۔

جامعہ ازہر کے دو استادوں کو تبلیغ

اخبار الیقظہ ماشیہ میں استاذ محمد عبدالماجد صاحب کے قلم سے ایک مضمون بعنوان "نیذۃ عن دار العلوم بدیوبند بالہند" شائع ہوا کہ پچھلے سال السید (نور السادات وزیر الدولۃ) المصری والسکریتر العام للموتمر اسلامی دیوبند تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے اس دارالعلوم کو پسند فرمایا اور اس کے لئے جامعۃ الازہر سے دو فاضل اساتذہ (۱) الشیخ عبدالمنعم النمر اور الشیخ عبدالمتعال العقیاوی کو بھجوایا۔ یہ ہر دو حضرات دیوبند پہنچ گئے ہیں دل نے چاہا کہ اسلام کے دھڑکتے ہوئے دل جامعۃ الازہر سے آئے ہوئے فضلاء کو خادم اسلام مسیح وقت کے روحانی فرزند محمد علی رح کا تعارف کرایا جائے جس کی موہوبہ قلم کا لوہا خود جامعۃ الازہر و دیگر اہل علم و قلم حضرات نے مانا ہے چنانچہ ہر دو فاضل کو ذکری مولانا محمد علی ہدیۃً ڈاک سے بھجوایا۔ شام کو تنفس کا زور بڑھ گیا۔ مجبوراً انجکشن لینا پڑا۔ اللہ رحم کرے۔

تبلیغی گفتگو

عصر کے بعد تنفس کا زور بڑھنے لگا۔ اس دوران میں کرمی حاجی عبداللطیف صاحب بیگ از احباب ربوہ اور جناب مرزا برکت علی صاحب قادیانی بغرض استفسار صحت گھر تشریف لائے کچھ دیر کے بعد جناب عبدالقادر صاحب ڈہین آگئے ان حضرات کی موجودگی میں ڈسپنسر نے آکر انجکشن دیا۔ انجکشن کے بعد تنفس کا زور کم ہوتا گیا۔ حاجی صاحب موصوف اور مرزا صاحب سے تبلیغی گفتگو رہی اخویم اسمٰعیل محمود صاحب بھی ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کی مزاج پرسی کے بعد بغرض اطلاع تشریف لائے۔ حاجی صاحب کو پیغام صلح ... اور مرزا صاحب کو اسلامک ریویو مجریہ مارچ برائے مطالعہ دیا۔ ان ہر دو حضرات کے رخصت ہونے کے بعد جناب عبدالقادر صاحب نومسلم سے ایک گھنٹہ اسلام و دیگر مذاہب اور حضرت مجدد وقت اور سلسلہ احمدیہ و احادیث نبوی میں موجودہ زمانہ کے حالات کا نقشہ علمائے وقت۔ دجال۔ یاجوج ماجوج وغیرہ پر سیر کن باتیں رہیں عبدالقادر صاحب نہایت غور سے سنتے رہے۔ آٹھ بجے کے قریب رخصت ہوئے۔ انکے جانے کے بعد پھر طبیعت بگڑ گئی رات بھر کرب اور بے چین رہی۔ جو اللہ کی مرضی۔

خطبہ جمعہ

(سلسلہ از صفحہ ۲)

مرزا صاحب نے بیعت لی کہ قرآن کو پڑھو، سیکھو اور سکھاؤ، اور اس پر عمل کرو، قربانی اور ایثار سے کام لو، اور اقرار کرو کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے، اور اس کے لئے جان کی قربانی، مال کی قربانی اگر دینی پڑے تو اس سے دریغ نہ ہوگا چندہ دینا اپنے اوپر لازم ٹھہرا لو، میں اس قوم کو اس کا عہد یاد دلانا چاہتا ہوں، اپنے عہد کی تجدید کرو، مصیبت آ جائے تو بڑھ چڑھ کر قربانی پیش کرو۔

زندہ جماعت کا نمونہ

میں نے پچھلے جمعہ ان لوگوں کا ذکر کیا تھا، جنہوں نے خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، یہ ایک زندہ جماعت ہے، ابھی ایک خط ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا آیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو میں ووکنگ جانے کے لئے تیار ہوں، ڈاکٹر صاحب بڑے قابل، بڑے مخلص آدمی ہیں، بڑے معزز عہدہ پر فائز ہیں بڑی تنخواہ پاتے ہیں، اور آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں، باوجود اس کے..... وہ سب کچھ چھوڑ کر خدمت دین کے لئے ووکنگ جانے کو تیار ہیں، کیا شان ہے اس قوم کی، کیا کیا مردان خدا اس قوم میں پیدا ہوئے ہیں، جن کے اندر جذبہ ہے، ایثار ہے، خدمت دین کا شوق ہے۔ یہ نہایت اعلےٰ درجہ کا جذبۂ خدمت دین ہے جس کا اظہار ڈاکٹر صاحب موصوف نے کیا ہے کہ میں حاضر ہوں، خدا تعالےٰ ایسے لوگوں کو اجر عظیم دے گا، ایسے لوگوں کا نام ہی زندگی کا پیغام ہے اور ہمارے لئے شکریہ کا مقام ہے کہ ایسی جماعت میں ہمیں شامل کیا، جو جماعت اس زمانہ میں دین کے لئے جانی اور مالی قربانیاں دیتی ہے، ان لوگوں نے اپنی قربانیوں سے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔

دینی کالج کی ضرورت

اپنی اس عزت کو قائم رکھنے اور خدمت دین کرنے والے اور نفوس تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک کالج بنائیں اور اس میں اچھے گھروں کے قابل اور فہمیدہ لڑکے جن کی آنکھیں سیر ہوں، جن کے پیٹ بھرے ہوئے ہوں، داخل کریں، یہ قوم اگر زندہ رہنا چاہتی ہے تو ضروری ہے، کہ ایک دینی کالج ان کے اندر ہو جس میں قرآن پڑھایا جائے، حدیث پڑھائی جائے، سیرت نبوی پڑھائی جائے۔ اگر ایسا کریں گے تو آپ زندہ رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ؛

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

نماز جمعہ کے بعد جس میں بہت سے مسلمان شریک ہوئے مسجد کے متعلق ایک سکول کلاس بنائی گئی اور اس میں اسلام کے بارہ میں معلومات فراہم کی گئیں۔

اتوار ۱۸ مارچ کو ایک فرنچ ڈاکٹر DEVRIENT نے ایران اور مشرق قریب میں سفر کے حالات بیان کئے اور تصاویر دکھائیں۔

منگل ۲۰ مارچ کو امام غزالی پر لیکچر ہوا اور سورۂ یوسف کا درس دیا گیا۔

جمعہ ۲۳ مارچ کو اس غلط بیانی کی تردید کی گئی کہ اسلام کی اشاعت آگ اور تلوار سے ہوئی ہے۔ بتایا گیا کہ اسلام نے اپنے پیرودں کو رواداری سکھائی ہے انبیاء میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی، اور مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ تمام عبادتگاہوں کو لوگوں کی دستبرد سے بچائیں، اور ان کی حفاظت کریں، حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے محض قیام امن کے لئے عہدنامہ حدیبیہ کو منظور کیا حالانکہ وہ آپ کے حق میں نہ تھا۔

منگل ۲۷ مارچ مشہور مصنف Erich Berger جو لمبے عرصہ تک مشرقی ممالک کا سفر کر چکے ہیں ہینوور (Hannover) سے کلمہ طیبہ پڑھنے اور قبول اسلام کا اعلان کرنے کے لئے آئے۔

جمعہ ۳۰ مارچ - ۳۵ مسلمان نماز جمعہ میں شامل ہوئے۔ امام صاحب نے خطبہ میں قرآن کریم سے مکڑی کی تمثیل بیان کرتے ہوئے بتایا کہ جس طرح مکڑی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے اسی طرح انسان کے وہ تمام افعال ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی منشاء اور اس کے ابدی قوانین کے مطابق نہ ہوں۔

ہفتہ ۳۱ مارچ ایک کلیسائی حلقہ کے بیس لڑکے مسجد دیکھنے کے لئے آئے، انہیں اسلام کے متعلق معلومات دی گئیں۔

اپریل ۱۹۵۶ء

منگل ۳ اپریل - امام غزالی پر لیکچر اور قرآن کریم کی سورہ یوسف سے درس دیا گیا۔

جمعہ ۶ اپریل - خطبہ میں امام نے اس بات کو واضح کیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم واحد نبی ہیں جنہوں نے ان تمام اصولوں کی عملی تصدیق کی جن کی تلقین وہ دوسروں کو کرتے تھے۔

منگل ۱۰ اپریل - امام غزالی پر لیکچر اور قرآن کریم کی سورہ یوسف سے درس دیا گیا۔

جمعہ ۱۳ اپریل - خطبہ میں امام صاحب نے رمضان شریف کے آغاز اور اسلام میں روزہ کی اہمیت کا ذکر کیا، آپ نے بتایا کہ اسلام سے پہلے روزہ کا مطلب یہ لیا جاتا تھا کہ اس سے گناہوں پر ندامت اور توبہ کا اظہار ہوتا ہے اور یہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کرنے اور خدا کی رحمت کو جوش میں لانے کا ذریعہ ہے، اسلام میں روزہ ایک مستقل فریضہ ہے، جو روحانی، اخلاقی اور جسمانی ضبط پیدا کرتا ہے۔

پیر ۱۶ اپریل Frauenhilfe سے چالیس خواتین ایک پراٹسٹنٹ پادری کے ساتھ مسجد کی زیارت کے لئے آئیں انہیں اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچائی گئیں۔

منگل ۱۷ اپریل کو امام غزالی پر لیکچر اور سورہ یوسف سے درس دیا گیا۔

بدھ ۱۸ اپریل ایک احمدی مسلمان کراچی سے تشریف لائے اور پاکستان کے حالات بتائے۔

جمعہ ۲۰ اپریل - امام صاحب نے خطبہ میں روزہ کی اجتماعی اور جسمانی قدر و قیمت کو واضح کیا۔

منگل ۲۴ اپریل کو امام غزالی پر لیکچر اور سورہ یوسف سے درس دیا گیا۔

بدھ ۲۵ اپریل Schmargendorf سے ایک پادری صاحب ۲۵ آدمیوں کے ساتھ مسجد دیکھنے آئے۔ ہم نے انہیں اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں اور کتابیں تقسیم کیں، اس کے بعد مسجد کے متعلق ایک سکول کلاس لگائی گئی۔ ہیمبرگ سے مسٹر عبدالکریم آئے۔

جمعہ ۲۷ اپریل - امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں رمضان کے انتخاب اور روزہ رکھنے کے فوائد بتائے۔

اکا دُکا آدمی ہر روز مسجد دیکھنے کے لئے آتے ہیں - انہیں اسلام کے متعلق معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں اور لٹریچر دیا جاتا ہے ؛

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیڈن سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ؛

ایڈیٹر - دوست محمد

پیغام صلح مورخہ ۲۰ جون ۱۹۵۶ء - رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت بر آر
گمرہاں را چشم کن روشن ز آیات مبیں

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور پاکستان

ٹیلی فون نمبر ۳۰۷۳
تار کا پتہ تبلیغ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۸

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۴ ذیعقد ۱۳۷۵ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۵۶ (ڈاکٹر عبداللہ نمبر) | نمبر ۲۵

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم ایس سی - پی ایچ ڈی - مبلغ اسلام جرمنی و انگلستان امام شاہ جہان مسجد ووکنگ (انگلستان) جو ۱۹ مئی ۱۹۵۶ھ کو راہ الہی میں جہاد کرتے ہوئے حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے

انا للہ و انا الیہ راجعون

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

بائیں جانب :- مسجد شاہ جہان ووکنگ
جہاں ۱۹۱۲ھ میں حضرت امام زمان مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے ووکنگ مسلم مشن کی بنیاد رکھی جسکے ذریعہ آجتک ایک ہزار سے زائد انگریز مسلمان ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب اسی مشن کے انچارج اور اسی مسجد کے امام تھے۔
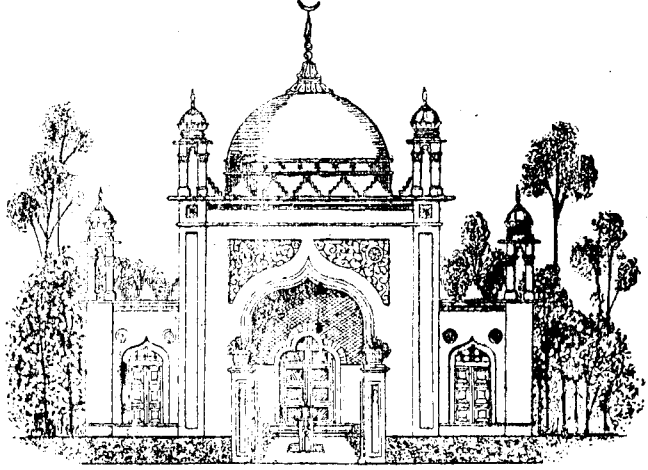
بائیں جانب :- برلن مسجد (جرمنی)
یہ مسجد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے خرچ سے ۱۹۲۴ء میں برلن دارلخلافہ جرمن میں بنوائی جماعت احمدیہ کے موجودہ امیر مولنا صدر الدین صاحب نے جو اسوقت جرمن مسلم مشن کے انچارج تھے۔ اس مسجد کی بنیاد رکھی اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔
ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم گیارہ سال اس مسجد کے امام رہے اور انکی تبلیغ سے کئی جرمن دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۴ر جولائی ۱۹۵۶ء

سانحۂ عظیم

جماعت احمدیہ کو اس سال پے درپے ایسے حوادث کا شکار ہونا پڑا ہے۔ جو ساری قوم کے لئے صدمۂ عظیم کا موجب ہیں۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ اور ان سے پہلے مولنا آفتاب الدین احمد اور مولنا عزیز بخش صاحب کی وفات ایسے قومی حادثات ہیں جن کی تلافی بظاہر حالات ناممکن نظر آتی ہے، تبلیغ دین کا کام جس علمی اور دینی قابلیت، جس جذبہ خدمت دین اور خلوص نیت، جس جوشِ عمل اور تقوے طہارت کو چاہتا ہے، اس کے حامل کتنے لوگ ہیں، اور کتنے ہیں جو علم و قابلیت رکھتے ہوئے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کے لئے تیار ہوں، اس زمانہ کی دنیوی چکا چوند نے دین کی طرف سے لوگوں کی آنکھوں کو اس قدر خیرہ کر رکھا ہے کہ ادھر توجہ کرنا بھی مشکل نظر آتا ہے چہ جائیکہ خدمت دین کے لئے کوئی شخص اپنی زندگی وقف کرنے کے لئے تیار ہو، حضرت مجدد وقت کو اس کا بہت شدید احساس تھا جس کا اندازہ اس مرثیہ سے ہو سکتا ہے جو اسلام کی پریشان حالی کے متعلق انہوں نے لکھا ؎

سرزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہل دیں
بر پریشاں حالیٔ اسلام و قحط المسلمیں

اور اس مرثیہ میں دشمنوں کی یورش اور مسلمانوں کی غفلت و لاپرواہی اور عیش پرستی کا رونا روتے ہوئے اپنی دلی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے ؎

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت
کثرتِ اعدائے ملت قلتِ انصارِ دیں

اسی شدت احساس اور فکر و تشویش نے حضرت امام کو مجبور کیا کہ وہ ایک ایسی جماعت پیدا کریں جو نیکی و تقوے میں بلند مقام حاصل کرنے کے علاوہ خدمت دین کو اپنا مطمح نظر بنائے یہ جماعت خدا کے فضل اور آپ کی دعاؤں سے پیدا ہوئی اور اس نے دین کی تائید و حمایت میں وہ کار ہائے نمایاں کر دکھائے جو تاریخ اسلام کا ایک نہایت شاندار باب ہیں، اسی جماعت میں سے خواجہ کمال الدین، مولانا محمد علی، مولانا صدر الدین، مولانا آفتاب الدین احمد، ڈاکٹر محمد عبداللہ، مولنا عبدالمجید اور میاں بشیر احمد منو وہ چند ہستیاں ہیں جنہوں نے خدمت دین کے اس عظیم الشان کام کو ہاتھ میں لیکر ایسا انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے، جس کی نظیر گذشتہ صدیوں میں ملنی مشکل ہے وہ چھوٹی سی جماعت جس کے سہارا پر یہ کام چل رہا ہے، کوئی متمول لوگوں کی جماعت نہیں، تاہم اس نے وہ کام کر دکھایا جو بڑی بڑی اسلامی سلطنتوں سے نہ ہو سکا، ووکنگ مسلم مشن، برلن مشن امریکن مشن، انگریزی ترجمہ قرآن، اور وہ شاندار اسلامی لٹریچر جس نے نہ صرف کئی یورپین فضلاء کو حلقہ اسلام میں داخل ہونے کا شرف عطا کیا بلکہ اسلام کے متعلق رائے عامہ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا، اسی غریب جماعت کا کارنامہ ہے ——— دنیا حیرت زدہ ہے کہ یہ چند غریب لوگوں کی جماعت کس طرح اتنے بڑے عظیم الشان کام کی متحمل ہو سکی، لیکن یہ تائید ایزدی تھی جس نے یہ کامیابیاں عطا کیں، حضرت امام کی دعائیں تھیں جنہوں نے ان خادمانِ دین کو اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق عطا فرمائی

اس قحط الرجال کے زمانہ میں ان لوگوں کا ایک ایک کر کے گذرتے چلے جانا کوئی معمولی حادثہ نہیں، یہ وہ عظیم الشان نقصان ہے جو تمام دنیائے اسلام کے لئے رنج واندوہ کا موجب ہونا چاہیئے۔ ڈاکٹر عبداللہ اور مولنا آفتاب الدین احمد کی وفات جماعت احمدیہ ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے باعث نقصان عظیم ہے، کیونکہ جو کام وہ کر رہے تھے، وہ اسلام کے استحکام اور دنیا میں اسلام کی عزت و وقار کا باعث تھا۔ انہوں نے اپنے حاصل کردہ علوم سے دنیا پیدا کرنے کے بجائے دین پر اپنی جانیں نثار کر دیں، لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی وفات نے دنیائے اسلام میں اتنا بھی احساس پیدا نہیں کیا جتنا پانی پر بلبلا ہوتا ہے، اسلامی جرائد و اخبارات نے معمولی خبر شائع کرنے کے علاوہ اس سانحۂ عظیم پر رنج و افسوس تک کا اظہار نہیں کیا، اگر یہ لوگ کوئی وزیر ہوتے، کوئی بہت بڑے سیاسی لیڈر ہوتے، کوئی شاعر اور افسانہ نگار ہوتے تو ان کی تعریف میں اخبارات کے کئی کئی صفحات سیاہ کر دیئے جاتے لیکن آہ! دین کی خدمت کرنے والوں کا حال آج بھی وہی ہے، جس کا حضرت امام وقت نے ماتم کیا تھا ؎

فکرِ ایشاں غرق ہر دم در رہِ دنیائے دوں
حالِ ایشاں غارت اندر راہِ نسوان و بنین

ہاں جماعت احمدیہ ..... کے لئے یہ نقصان بڑے دکھ کا موجب ہوا ہے۔ جیسا کہ ان مضامین اور پیغامات سے ظاہر ہے جو زیر نظر پرچہ میں قارئین کرام کے سامنے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس جماعت کو اس بات کا احساس ہے کہ خادمانِ دین کا اس طرح یکے بعد دیگرے اُٹھتے چلے جانا دین کے لئے بہت بڑے نقصان کا موجب ہے، اس میں شک نہیں کہ افراد مرتے ہی رہتے ہیں، لیکن قوم زندہ رہتی ہے، تاہم قوم کی زندگی افراد ہی سے وابستہ ہے اگر ایک مرنے والے فرد کی جگہ کوئی دوسرا لینے کے لئے تیار نہ ہو تو قوم زندہ نہیں رہ سکتی قوم اور دین اسی طرح زندہ رہ سکتے ہیں کہ ایک مرے تو کئی دوسرے اس کی جگہ لینے کے لئے تیار ہوں۔ ڈاکٹر عبداللہ ....

.. کی خدمات کا اعتراف اور ان کی وفات پر اپنے دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے ہم یہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ پے در پے حادثات ہمارے لئے ایک تازیانہ عبرت ہیں اور ضرورت ہے کہ ایک جماعت ایسے لوگوں کی تیار کی جائے جو خدمت دین کے اس کام کو سنبھالنے کے اہل ہوں۔ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے کئی گریجوایٹ ایسے ہیں جو علم دین سے بہرہ وافر رکھتے ہیں ایسے لوگ اگر آگے آئیں اور اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کریں تو یہ قومی زندگی کا ایک بہترین ثبوت ہوگا۔

ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ نے اس سانحۂ عظیم میں صبر و استقلال کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ بہت ہی قابل قدر اور لائق استحسان ہے، انہوں نے اپنے شوہر محترم کی یاد قائم کرنے کے لئے ایک فنڈ کھولنے کی تجویز کی ہے جس کا مقصد تبلیغ اسلام کے کام کو مستحکم کرنا اور توسیع دینا ہے اس فنڈ میں انہوں نے خود بھی دو صد روپے پیش کئے ہیں یہ ایک نہایت مبارک تجویز ہے اور ہمارے خیال میں اس فنڈ کو بلاد غربیہ کے لئے مبلغ تیار کرنے کے کام پر وقف کر دیا جائے تو بہتر ہوگا، امید ہے قوم کے ارباب حل و عقد اس تجویز پر اپنی فوری توجہ مبذول فرمائیں گے۔

آخر میں ہم دوبارہ اس سانحۂ عظیم پر اپنے دلی رنج و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر عبداللہ اور دیگر مجاہدین اسلام کی روحوں پر اپنی رحمتوں کی بارش نازل فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ خدمت دین کے اس عظیم الشان کام کو بیش از بیش قوت و استقلال کے ساتھ جاری رکھ سکیں جس کے لئے انہوں نے اپنی جانیں نثار کیں۔

اخبار احمدیہ

——— حضرت امیر ایدہ اللہ ۱۲ر جون کو کوہ مری تشریف لے گئے، اور ۲۲ر جون کو مسجد احمدیہ بلڈنگس میں نماز جمعہ مکرم محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے پڑھائی، آپ کا خطبہ اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے، چار پانچ روز بعد حضرت امیر مری سے واپس تشریف لائے اور دوبارہ اہل و عیال ...

——— ووکنگ میں ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور کی جگہ فی الحال میاں بشیر احمد صاحب منو مبلغ امریکہ کو بھیجنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ امید ہے میاں صاحب موصوف بہت جلد روانہ ہو جائیں گے۔

——— ڈھاکہ سے عطاء الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب سخت بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

——— مرزا خلیل الرحمان صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول ... اور ایک یورپین نومسلم بشیر احمد صاحب جولائٹ کے حملہ سے مبتلا ہیں میو ہسپتال لاہور میں صاحب فراش ہیں ان کے لئے اور دوسرے احباب کے لئے بھی جو یا تو بیمار ہیں یا دیگر مشکلات میں

امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

شیخ محمد طفیل صاحب۔ از ایمسٹرڈم (ہالینڈ)

متوسط قد۔ رنگ گندمی مائل سیاہ، آنکھوں پہ چشمہ، چہرے پہ فرنچ کٹ ڈاڑھی۔ سر پہ کبھی ہیٹ کبھی ٹوپی، ایک ہاتھ میں سفید دستے والی چھتری، دوسرے ہاتھ میں چرمی بیگ۔ ایسے ایک شخص کو سٹیشن سے مسجد اور مسجد سے اسٹیشن جاتے ہوئے اورینٹل روڈ (ووکنگ) پہ بہت سے لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ یہ تھے ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ۔ امام شاہجہان مسجد ووکنگ جو ۱۹ر مئی ۱۹۵۶ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ باہر کے لوگوں میں امام کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ دوستوں اور عزیزوں میں ڈاکٹر صاحب یا پروفیسر صاحب پکارے جاتے تھے۔

اسلامیہ کالج لاہور میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے جب تبلیغ اسلام کے لئے انہوں نے برلن مسجد کا کام سنبھالنے پر آمادگی ظاہر کی۔ پس اس وقت سے زندگی کی شاہراہ مختلف ہوگئی۔ اور پھر عمر دفتری نظم و نسق اور وعظ و نصیحت میں گذری۔

مزاج ٹھیٹھ پنجابی۔ یعنی طبیعت سادہ اور بے تکلف دھیما لہجہ۔ دھیمی گفتار۔ سوچنے کا انداز بھی دھیما لیکن جب سوچ کر کوئی فیصلہ کر لیں تو اس پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ خیالات میں اچانک تبدیلی کا امکان بہت کم۔ رہن سہن میں سلیقہ و شرافت، لباس و خوراک میں سادگی لیکن نفاست۔ کام کاج اور میل ملاقات میں اوقات کی پابندی۔ بس کچھ اسی قسم کے تھے ڈاکٹر صاحب۔ فرق یہ تھا کہ ان کی زندگی کے کم و بیش ۲۵ سال مغربی ماحول میں گزرے تھے۔ جس سے ان خصوصیات میں بنیادی رنگ و آہنگ کے اعتبار سے تو کوئی تبدیلی پیدا نہ کی تھی شخصیت میں ایک ایسا جلا ضرور آ گیا تھا جو اُن کے ملنے والوں کو متاثر کرتا تھا، چاہے وہ مغرب کے رہنے والے ہوں یا مشرق کے۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی بات پیدا کن ہوجائے تو اس کی ہر حرکت پر عیب بین اور عیب جو نگاہ پڑتی ہے۔ اس کے محاسن عیوب بن کر دکھائی دیتے ہیں اس کے نیک کاموں میں بدنیتی اور بدگمانی سے محاسبہ کیا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کی طبیعت کا انداز مختلف تھا جب کسی سے اختلاف پیدا ہوا تو اکثر وہ اسی معاملہ میں اختلاف تک محدود رہتے۔ اس کی لپیٹ میں یکایک اس شخص کی تمام شخصیت نہ آ گئی، اس کی خوبیوں کے ڈاکٹر صاحب بہرحال معترف ہی رہتے۔

کسی سے کام لینا ہوتا تو میل جول کو مشورہ سے کوئی راہ نکال لیتے۔ اختلاف رائے پر لڑ جھگڑ کر علیحدہ نہ ہو جاتے مد نظر اصل کام رہتا نہ کہ اپنی بڑائی یا چھوٹائی کا احساس اس طریق سے وہ بہت سے ناخوشگوار مسائل کو مزید ناخوشگوار ہونے سے بچا لیتے۔

بچوں پر انتہائی شفیق کام کاج میں بیوی کے مددگار کئی بار دیکھا رات کو گیارہ بجے برتن دھوتے یا خشک کرانے میں اپنی اہلیہ کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔

دوستوں کے عیوب سے حتی الوسع چشم پوشی کرتے، لیکن معاملہ جب حد سے گزر جاتا اور بات ان کے اختیار میں ہوتی تو پھر سختی برتتے اور کسی کی رورعایت نہ کرتے۔

گرمیاں سردیاں صبح پانچ بجے اٹھنے کے عادی تھے تہجد باقاعدہ پڑھتے تھے نماز صبح ادا کرنے کے بعد اپنا ناشتہ خود ہی تیار کر لیتے کپڑے پہن کر تیار ہونے تک صبح کی ڈاک آ جاتی۔ اسے کھول کر دفتر کے لئے ضروری ہدایات لکھ دیتے اور خود تھوڑی دیر کے لئے کھانے کے کمرے میں اہلیہ۔ بچوں اور دیگر دوستوں سے ملنے جلنے کے لئے پہنچ جاتے۔ اور پھر شام تک دفتر کے کاموں میں مصروف رہتے۔

ان کا جینا بھی کامیاب تھا اور مرنا بھی۔ افسوس تو ہمیں یہ ہے کہ ہماری محفل کا ایک اور درخشندہ چراغ بجھ گیا ؎

فروغِ شمعِ محفل تو رہے گا صبحِ محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

آہ! ڈاکٹر عبداللہ صاحب مرحوم

محمد یوسف خان صاحب[1] ابن مولانا یعقوب خان صاحب

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

مجھے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اچھی طرح جاننے کا موقع انگلستان آنے کے بعد ملا۔ ڈاکٹر صاحب ان لوگوں میں سے تھے جو ایک سچے اور سیدھے راستہ کو اپنی سعید فطرت سے قبول کر لیتے ہیں اور لمبی چوڑی تفتیشوں اور موشگافیوں سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نہ ملہم تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ایسا دعوے کیا۔ لیکن انکی زندگی میں متقیوں کی ایک سب سے بڑی نشانی جو اللہ تعالے نے قرآن شریف کے شروع میں بیان فرمائی ہے یعنی ایمان بالغیب بڑے روشن رنگ میں نظر آتی ہے۔ ملہم ہونا بذات خود کوئی بڑی بات نہیں جب تک کہ اس کیساتھ تقوی نہ ہو، گویا تقوے ہی اصل چیز ہے۔ خدا تعالے کی ہستی پر بغیر کسی نشان کو دیکھے ہوئے ایمان رکھنا اور پھر اس زندہ ایمان کو ساری عمر اپنے عمل سے ثابت کر دینا یہ تھا ڈاکٹر صاحب مرحوم کی زندگی کا شاندار اور قابل تقلید کارنامہ۔ اس ضمن میں نبی کریمؐ کا ایک ارشاد ہے، اپنے صحابہ سے فرمایا جانتے ہو کہ سب سے بڑھ کر ایمان کس کا ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ حضور آپ کا۔ آپؐ نے فرمایا میرا کس طرح ہوسکتا ہے میں تو ہر روز جبرائیل اور اللہ تعالے کے نشانات کو دیکھتا ہوں پھر صحابہ رضو نے کہا کہ کیا ہمارا ایمان؟ فرمایا تم بھی تو نشانات دیکھتے ہو تمہارا ایمان کس طرح؟ پھر فرمایا کہ جو لوگ صدہا سال میرے بعد آئیں گے اُن کا ایمان عجیب ہے، کیونکہ وہ کوئی بھی ایسا نشان نہیں دیکھتے جیسے تم دیکھتے ہو۔ مگر پھر بھی اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہیں۔ یقیناً ڈاکٹر[2] صاحب اپنے تقوے سے ان لوگوں میں شامل ہو گئے جن کے ایمان کی نسبت نبی کریم صلعم نے اتنی عزت سے اشارہ کیا تھا۔ پھر نبی کریم کا بتایا ہوا ایک معیار آنے والے مسیح کے متعلق ہے فرمایا "لو کان الایمان معلقًا بالثریا لنالہ رجل من فارس"

کیا ڈاکٹر صاحب کی زندگی یہ ظاہر نہیں کرتی کہ واقعی حضرت مرزا صاحب اپنے مریدوں میں اس دہریت اور مادیت کے زمانہ میں ایک مضبوط ایمان خدا تعالے کی ہستی پر پیدا کر گئے اور وہ یقیناً نبی کریم صلعم کے بتائے ہوئے ایک ٹھوس معیار پر پورے اُترے۔

والسلام

یوسف۔ از ووکنگ

---

[1] محمد یوسف خانصاحب آجکل انگلستان میں مقیم ہیں وہیں سے انہوں نے یہ مضمون لکھ کر بھیجا ہے۔ ایڈیٹر پ۔ ص۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی کامیاب زندگی

حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی زندگی اور خدا کے راستے میں جان دے دینا قوم کے لئے نہایت ہی قیمتی سبق ہے۔ یہ موت جو شہادت کا رتبہ رکھتی ہے قابل رشک موت ہے، اور یہ سعادت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کے لئے پختہ ایمان کی ضرورت ہے۔ ایسے پختہ ایمان کی جو انسان کو خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کوئی بتیس سال خدمات دینیہ سرانجام دی ہیں۔ جن میں سے بیس سال تک وہ غیر وطن میں اشاعت اسلام کے کام میں مصروف و مشغول رہے۔ اور اتنی مدت کے لئے اپنے وطن عزیز کو ترک کئے رکھا اور اپنے عزیز و اقارب سے جدائی اختیار رکھی، جو ان کی مضبوطی ایمان اور اخلاص اور ہمت و استقلال اور قربانی پر روشن دلیل ہے۔

نیکی اور اخلاص اور محبت و اکرام

انہوں نے جس جگہ بھی کام کیا وہاں کے لوگوں کو اپنے اخلاق سے گرویدہ بنا لیا۔ برلن مسجد کے امام ہوئے تھے تو جرمنوں نے ان کا احترام کیا اور ووکنگ مسجد کے امام ہوئے تو وہاں پر نہ صرف انگریز ان کے اخلاق اور ان کی عادات سے متاثر ہوئے بلکہ تمام اسلامی ممالک کے باشندے ان سے خوش ہوئے۔ ان کی شہرت اور خوشبو دور دور تک پھیلی اور جس شخص نے بھی ان کا ذکر کیا نہایت محبت و اکرام سے کیا۔

کامیابی کا راز

ان کے برلن مسجد کے قیام کے دوران میں مجھے خود برلن جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ جرمن مسلمان ان کی اور ان کی بیگم صاحبہ کی دل سے تعظیم کرتے تھے جب تک عادات و اخلاق اعلیٰ درجے کے نہ ہوں لوگ تعظیم و تکریم نہیں کر سکتے اور اس کے بغیر کسی مبلغ کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر صاحب کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ عالم باعمل تھے۔ خندہ پیشانی سے لوگوں سے پیش آتے، اور معاملات میں نہایت صفائی اور اخلاص برتتے تھے۔

وہ نہایت درجے عبادت گزار، شب بیدار اور بارگ طور پر پرہیزگار تھے اور امانت و دیانت میں اپنی مثال آپ تھے۔ انکی یہ خوبیاں انکی کامیابی کی ضامن تھیں۔

مرحوم کے ساتھ میرے تعلقات

ڈاکٹر صاحب کے اور میرے تعلقات بہت پرانے تھے۔ جب مسلم ہائی سکول وجود میں آیا تو اس کے ساتھ دو ہوسٹل بھی کھولے گئے تھے۔ ایک تو سکول کے بچوں کے لئے تھا۔ دوسرا ہوسٹل کالج کے طالبعلموں کے لئے تھا۔ اس موخرالذکر ہوسٹل میں ڈاکٹر صاحب بطور طالب علم کے داخل ہوئے تھے۔ پھر وہ سلسلہ عالیہ میں بھی داخل ہو گئے۔ اس وقت سے لے کر اس وقت تک ان کے اور میرے تعلقات بڑھتے چلے گئے۔ ان کی خوبیوں کی وجہ سے میرے دل پر ان کے نقوش گہرے ہوتے چلے گئے۔ نقوش کی گہرائی کے تناسب سے ان کی وفات سے میں بہت صدمہ زدہ ہوں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بیگم صاحبہ کی نیکی اور خدمات اسلام

میں ان کی بیگم صاحبہ کی خوبیوں کا بھی دل سے قائل ہوں، وہ ایک سادگی پسند خاتون ہیں، نہایت ہی بلند اخلاق کی مالک ہیں، انہوں نے بیس پچیس سال تک برلن اور ووکنگ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ان کے دوش بدوش کام کیا ہے اور اپنے جوش ایمان اور سرگرمی اور مستعدی سے ایک عالم کو متاثر کیا ہے میں نے ان کو ہمدردی کے خط لکھے جن کے جواب میں جو کچھ انہوں نے تحریر کیا وہ سوائے خدا رسیدہ اور متوکل خاتون کے دوسرا شخص نہیں لکھ سکتا۔

بیگم صاحبہ اور دیگر اعزا سے تعزیت

میں دست بدعا ہوں اللہ تعالےٰ ان کا خود غمگسار ہو اور وہ خود ان کا اور ان کی اولاد کا حامی و ناصر ہو۔ ڈاکٹر صاحب کے دیگر اعزہ و اقارب کے ساتھ اور بالخصوص عزیزم ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب کے ساتھ اس جانکاہ سانحہ میں دلی ہمدردی رکھتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کی وفات ان کے اقرباء کے لئے المناک صدمہ اور اندوہ کا باعث ہوئی ہے اللہ تعالےٰ ان پر اپنا رحم و کرم کرے اور ان کو ان کے بزرگ بھائی کی عظیم الشان قربانی کا اجر عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اس موقعہ پر ساری قوم نے ان کے متعلق ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ ہر جگہ سے دور اور قریب سے لوگوں نے بذریعہ خطوط اظہار رنج و غم کیا ہے اور کئی ایک صاحب نے ان کی موت کو شہادت قرار دیا ہے جو یقیناً درست ہے۔

قومی زندگی کا ثبوت

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس موقعہ پر قوم نے اپنی زندگی کا ثبوت بھی پیش کیا ہے۔ ابھی عزیزم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل ایگزامینر کا خط آیا ہے کہ میں ووکنگ مشن کے لئے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں اسی سلسلہ میں اس سے پیشتر خان بہادر غلام ربانی خان صاحب، ڈاکٹر نذیر الاسلام۔ خان عبداللہ خان انجنیئر جو گریجوایٹ ہونے کے علاوہ مولوی فاضل، منشی فاضل بھی ہیں کا ذکر آ چکا ہے، علاوہ ازیں میاں بشیر احمد ایم اے کے متعلق بھی اسی قسم کی تجویز انجمن کے سامنے آ چکی ہے۔ یہ روح سوائے مسیح موعود کی جماعت کے اور کہاں نظر آتی ہے۔ یقیناً یہ جماعت جو ایثار پیشہ ہے خدا اس کی قدر کرے گا، اور اس کو زندہ رکھے گا۔

صدرالدین - ۱۲ جولائی ۱۹۵۶ء

بروک وڈ میں جنازہ

"ڈان" کراچی کے لندنی نامہ نگار کے قلم سے

ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ مرحوم کے جنازہ میں جنہیں بروک وڈ قبرستان کے اسلامی حصہ میں دفن کیا گیا برطانیہ کے مختلف حصص سے آئے ہوئے ایک سو سے زیادہ مسلمانوں اور ان کے انگریز مداحوں نے شرکت کی، شاہجہان مسجد ووکنگ کے امام کی حیثیت سے انہوں کئی مواقع پر عید کی نمازیں پڑھائیں، اور کئی ایک مسلمان مردوں اور عورتوں کے نکاح بھی پڑھائے۔

ڈاکٹر عبداللہ کا گھر اتوار کو ہمیشہ کھلا رہتا تھا، جب کئی زائرین وہاں آتے اور دوپہر کے کھانے میں شریک ہوتے اور ان کے مسجد سے ملحقہ گھر میں سہ پہر کی چائے تک ٹھہرے رہتے۔ اگرچہ ان کی آمدنی کے ذرائع محدود تھے تاہم میں جانتا ہوں کہ ڈاکٹر عبداللہ ضرورت مند مسلمان طلباء اور دوسرے لوگوں کی جو ان سے مالی امداد کے طالب ہوتے مدد کرتے رہتے تھے، وہ ہمیشہ بڑے مہربان اور مددگار ہوتے تھے۔ انہوں نے کئی برطانوی اشخاص کو جن میں سے بعض بہت بڑے متمول اور اہم شخصیت کے مالک ہیں حلقۂ اسلام میں داخل کیا۔ اور یہ کام کسی پرجوش وعظ و تبلیغ سے نہیں **بلکہ ایک باعمل مومن کی حیثیت سے اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ انہوں نے کیا۔**

بیگم عبداللہ .... اپنے بچوں کی تعلیم کی تکمیل کے لئے فی الحال یہیں رہیں گی، برطانیہ اور ہر جگہ کے مسلمان جو ان کے اس صدمہ میں ان سے دلی ہمدردی رکھتے ہیں، ان تمام تدابیر میں جو وہ مرحوم امام ووکنگ کے پسماندہ تین لڑکوں اور ایک لڑکی کے لئے کریں گی ان کے لئے ہر قسم کی کامیابی کی دعا کرتے ہیں۔

نوٹ: "ڈان" کا یہ تراشہ کراچی سے ہمارے دوست منیر احمد صاحب نے بھیجا ہے جس کے لئے ہم ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر پ۔ ص)

ڈاکٹر عبداللہ احمدیہ جماعت کے مایۂ ناز فرزند تھے

جنہوں نے فرنگستان کی پیاسی انسانیت کو اسلام کا جامِ شیریں پلایا

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ کا تعزیتی خط ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب کے نام

از گجرات ۵۶-۶-۳

مکرمی و معظمی جناب ڈاکٹر صاحب۔ السلام علیکم

جس دن حضرت مجاہد ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب مبلغ اسلام کی وفات کی خبر مجھے گجرات پہنچی اسی دن میری ہمشیرہ صاحبہ کا اچانک انتقال ہو گیا۔ اور ان کی میت لاہور سے ہمارے گاؤں میں لائی گئی۔ مجھے مع جملہ فیملی مہران گاؤں جانا پڑا۔ اور چند دن وہاں اقامت پذیر ہونا بھی ضروری ہو گیا۔ واپسی پر میرا ننھا سا بھیرہ بیمار ہو گیا اور اس کے لئے سخت بے چینی اور اضطراب گھر میں پیدا ہو گیا۔ اس کا علاج معالجہ شروع ہوا۔ اور میری تمامتر توجہ اس کی طرف مبذول رہی۔ آج خدا کے فضل سے اسے آرام ہے اور میں آپ کو خطاب کر رہا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور آپ کے بھائی تھے۔ بہت مہربان اور شفیق بھائی تھے آپ کے والدین کی نشانی تھے، اور آپ سے انہیں بے حد محبت تھی۔ آپ کا صدمہ طبعی طور پر ایک جانکاہ صدمہ ہے۔ مگر آپ کے بھائی احمدیہ جماعت کے ایک مایۂ ناز فرزند تھے۔ ان کی ذات سے احمدیہ جماعت کا وقار اور احترام قائم تھا۔ وہ مغرب میں اسلام کے نمائندہ تھے۔ انہوں نے جس خوبصورتی، اخلاص اور قابلیت سے اسلام کی نمائندگی کی اس پر تمام عالم اسلامی کو فخر ہے اور جماعت احمدیہ تو ان کی گرویدہ تھی۔ وہ احمدی تھے اور بہت بڑے احمدی تھے۔ وہ رجل عظیم تھے۔ انہوں نے فرنگستان کی پیاسی انسانیت کو اسلام کا جامِ شیریں پلایا، انہوں نے گرتی اور بلکتی آدمیت کو گود میں لیا اور اسلام کا سہارا دے کر اسے کھڑا کیا۔ انہوں نے فضلاء یورپ کے سامنے اسلام کی چمکتی تہذیب کو پیش کیا اور ظاہراً متمدن مگر بباطن وحشی انسان کو اخلاق اور روحانیت کے گر سکھائے۔ وہ سادہ طبع اور ہشاش بشاش انسان تھے۔ انسانوں کے غمخوار اور گنہگاروں کے ہمدرد تھے، انہوں نے مشرق اور مغرب کے اختلافات کو مٹایا اور تمام اقوام اور جملہ ملل کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا۔ ابھی تاریخ نے ان کے زریں کارناموں کو ضبطِ تحریر میں لانا ہے۔ ان کی موت سے آپ کا بھائی آپ سے چھن گیا اور ہم سے ہمارا قائد جدا ہو گیا۔ وہ تحریکِ احمدیت میں ایک بہت بڑا خلا چھوڑ گئے ہیں جس کو پُر کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ ہر وقت جواں ہمت اور تازہ دم رہتے تھے۔ صحت کی خرابی کے باوجود ان کے دل و دماغ سے تازہ مضامین پھوٹتے تھے وہ اسلام کے شیدائی اور پیغمبر اسلام کے فدائی تھے۔ ان کی احمدیت ایک کھلا راز تھا۔ وہ ہر وقت اور ہر آن احمدی تھے۔ وہ اسلام کی اس تعبیر کے مناد تھے جس کا اس صدی کا مجدد نقیب تھا۔ وہ حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کی روح کو اخذ کئے ہوئے تھے اور ان کے کلام اور کردار میں وہ تعلیم عمل بن کر ظاہر ہوتی تھی۔ وہ انسان بھی بڑا تھا اور مسلمان بھی بڑا وہ احمدی بھی بڑا تھا اور مبلغ بھی بڑا۔

گذشتہ سے گذشتہ سالانہ جلسہ پر میرے لیکچر کے بعد انہوں نے مجھے نہایت خوبصورت اور حوصلہ افزا الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ ایسے ہی لوگ اپنے دوستوں کے قدردان ہوتے ہیں اور ان کے حوصلوں کو بلند کرتے ہیں۔ مجھے ان کے وہ پیارے الفاظ کبھی نہیں بھولیں گے "حافظ صاحب! آج آپ نے ہمیں سیاست اسلامی کے بالکل انہوں نے اصول قرآن سے نکال کر بتائے ہیں خدا جانتا ہے کہ ہم ان سے بہت محظوظ ہوئے ہیں"۔

وہ میرے دوست تھے، میرے شفیق اور مہربان روحانی بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں صبر کی توفیق بخشے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب۔

یہ مجاہد یہ داتہ وادشمن اسلام پر نثار ہو گیا۔ آپ صبر کریں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

تحریکِ احمدیت میں میری شمولیت

از ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم مغفور

"پیغام صلح" کے حضرت امیر نمبر مؤرخہ ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء میں مجاہد اسلام شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور نے حضرت امیر مرحوم کے متعلق اپنے عقیدتمندانہ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اپنی شمولیت احمدیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:—

حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور سے میری پہلی ملاقات سنہ ۱۹۱۴ء میں ڈلہوزی میں ہوئی جب میری ۱۶ سال کی عمر تھی اور حضرت مولانا وہاں لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مجھے ابھی تک آپ کے لیکچر کا وہ عنوان یاد ہے جس پر آپ نے حاضرین جلسہ کو خطاب کیا تھا۔ "حسن اسلام" آپ کے لیکچر کا عنوان تھا۔ آپ کے لیکچر نے مجھے بہت ہی متاثر کیا اور میرے دل میں مزید مذہبی علوم حاصل کرنے کی امنگ پیدا کر دی۔ بعد ازاں جب میں لاہور میں پنجاب یونیورسٹی کے طالب علم کی حیثیت سے مقیم تھا۔ تو مجھے آپ سے متواتر ملنے کا موقع میسر آیا۔ لاہور میں چھ سالہ قیام کے دوران میں جو سنہ ۱۹۱۵ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک رہا میں اکثر اوقات نماز جمعہ پڑھنے کے لئے احمدیہ بلڈنگس میں جایا کرتا تھا۔ جہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فاضلانہ اور روح پرور خطبات سننے میں آتے تھے۔

تحریکِ احمدیت میں میری شمولیت اور قریبی تعلقات

یہی وہ زمانہ ہے جب میں تحریک احمدیت کی طرف دن بدن زیادہ سے زیادہ کھنچتا چلا گیا۔ اور اسی زمانہ میں میں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صد چہاردہم کی اصل کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں میں نے حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم مغفور کے دست مبارک پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا اور اسی وقت سے آپ کے ساتھ کم و بیش قریبی تعلقات کا شرف حاصل ہوا۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں آپ سے شملہ میں ملاقات ہوئی اور قریباً ایک ہفتہ میں وہاں ٹھہرا رہا۔ اس اثنا میں آپ کو بہت قریب سے مطالعہ کرنے کا مجھے موقع ملا۔ اسلام کے لئے آپ کی فدائیت اور آپ کا جوش مجھے بہت ہی متاثر کرنے کا موجب ہوا۔

آپ سے علمی استفادہ

سنہ ۱۹۲۲ء میں اس عظیم رہنما اور معلم دین سے مزید علم حاصل کرنے کے لئے میں ایک سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر لاہور چلا آیا۔ سنہ ۱۹۲۲ء کی گرما کی تعطیلات میں جب میں اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر تھا۔ مجھے آپ کے ساتھ ڈلہوزی میں دو ماہ گذارنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور میں نے اس بہت بڑے خادم اسلام اور عالم دین سے اس عرصے میں بہت کچھ سیکھ لیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۲۴ء میں جب آپ ماہ رمضان میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے، ہمیں میں بھی شامل ہوا کرتا تھا جس سے میرے علم قرآن و حدیث میں بہت بڑا اضافہ ہوا۔ .... ان تمام ملاقاتوں میں سچی اسلامی سپرٹ کی روح میرے اندر پیدا ہو گئی جس سے میرا قدم خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

یہ اقتباس بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم نے "پیغام صلح" سے نقل کر کے ہمیں بھیجا ہے جس کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر پیغام صلح)

موت میں حیات کا پیغام

مولٰنا محمد یعقوب خان صاحب

وو کنگ مشن کا واحد ستون گر گیا

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی اچانک موت نے قوم کو ایک ایسے صدمہ سے دوچار کیا کہ جس نے ہر ایک دل کو ہلا دیا اور ہر ایک آنکھ کو اشکبار کر دیا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور انگلستان میں ہماری تبلیغی سرگرمیوں کے لئے بمنزلہ ایک ستون کے تھے۔ اور آج ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ گویا ووکنگ مشن جیسا عظیم الشان ادارہ جس واحد ستون پر کھڑا تھا وہ زمین پر دھڑام سے آ گرا ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی وفات کا صدمہ اس خیال سے بھی دوبالا ہو جاتا ہے کہ قوم کو امید بندھ گئی تھی کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ اور دل کے جس عارضہ کا ڈاکٹر صاحب شکار ہوئے تھے وہ جاتا رہا ہے۔

ایک شدید زلزلہ

مولانا آفتاب الدین صاحب کے بعد چند ماہ کے اندر ایسی بلند پایہ ہستی کا ہم سے یک بیک چھن جانا ایک معمولی واقعہ نہیں ہے۔ اس وقت ہماری قومی زندگی جمود کی جس موت سے گزر رہی ہے کیا منشاء الٰہی یہ تو نہیں کہ قوم کو جھنجھوڑ کر اس طرف متوجہ کیا جائے یہ مردو واقعات ہمارے لئے یقیناً زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا کی حیثیت رکھتے ہیں۔

قوموں کی موت و حیات

قومیں وہی زندہ رہنے کی حقدار ہوتی ہیں جو مرنا جانتی ہیں۔ جو قوم مرنا نہیں جانتی وہ زندہ رہنا بھی نہیں جانتی۔ کیا تحریک کی زندگی ہم سے یہی قیمت مانگتی تھی؟ اگر اتنی بڑی قیمت دے کر بھی (جو ان دو قیمتی جانوں کی شکل میں ہمیں دینی پڑی) ہم زندگی حرارت سے بے بہرہ رہے تو اس سے بڑھ کر محرومی کیا ہو گی؟

دو خاموش کارکن

ڈاکٹر عبداللہ اور مولٰنا آفتاب الدین میں ایک چیز مشترک تھی۔ دونوں خاموش کارکن تھے۔ جو کرتے تھے محض رضا الٰہی کے لئے کرتے تھے۔ لوگوں کی واہ واہ سے بے نیاز ہو کر کرتے تھے۔ ڈھنڈورا پیٹنے والوں میں سے نہ تھے۔ بے نفسی اور پاکیزہ کرداری کے باوجود تقدس کا لبادہ اوڑھنے سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ دونوں نے اپنے دوران قیام یورپ میں بڑے معرکۃ الآرا میدان سر کئے مگر کبھی کسی طمطراق سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ شیخی بازی اور تصنع سے کوسوں دور رہتے مسکین مزاجی۔ انکسار۔ غریب امیر سے یکساں دلچسپی جو سچی خدا ترسی کی روح ہے ان دونوں بزرگ ہستیوں کا شعار تھا۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ مصلحت خداوندی نے انہی دو کو واپس بلانے کے لئے چن لیا؟

قوم کو جمود کی موت سے اٹھانے کا مقصد

ممکن ہے یہ میرا وہم ہو مگر مجھے بار بار یہی خیال آتا ہے کہ یہ ہماری قوم کو جگانے اور جمود کی موت سے اٹھانے کا کوئی منصوبہ ہے۔ مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ ہم زندگی کے راستوں سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ بقول امام زمان زندگی کے فیشن سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ احمدیت ایک انقلابی تحریک تھی، ایک تموج حیات تھا جو جمود کے اس سمندر میں اٹھی جو مسلمانوں پر طاری تھا۔ مگر جہاں تک میں دیکھتا ہوں اس جمود کا ہم خود شکار ہو رہے ہیں۔

اس جمود کے اسباب کچھ ہی ہوں اس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ ایک امر ہے اور ہمیں اس کا علاج کرنا چاہیئے۔

ہمارا حقیقی مقصد

اسلام زندگی کا نام ہے اگر زندگی نہیں تو ساری کی ساری تصانیف، ساری لیکچر بازی، ساری کی ساری مناظرہ سازیاں ہیچ ہیں، یہ چیزیں اپنی جگہ مفید ہیں مگر مقصود بالذات نہیں ہیں، خدا شناسی اور ایمانی زندگی کے لئے مختلف آلات ہیں، حقیقی مقصد زندگی کی حرکت کو تیز تر اور پاکیزہ تر بنانا ہے۔ مسیح موعود ترا سے کتابیں یا خطبے یا مناظرے یا وعظ یا قصے کہانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ زندگی کی ایک گرم گرم چنگاری لے کر آئے جو ایمان کا دوسرا نام ہے اور جس کی صحیح جھلک ہمارے انفرادی اور اجتماعی کردار میں نظر آنی چاہیئے۔ اگر دوسروں کی طرح ہمارا سرمایۂ اسلامیت بھی اسلاف پرستی اور افسانہ گوئی اور ظاہری قیل و قال پر مشتمل ہو جسے استخوانیت کہنا بجا ہو گا تو ہم یقیناً اپنے توہمات اور خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں اور اس شاہراہ سے بھٹک گئے ہیں جو زندگی کی شاہراہ ہے اور جس پر چلانا در حقیقت اسلام کا صحیح مقصد و منشا رہا ہے۔

ایک ناقابل انکار حقیقت

جو انتشار، گروہ بندیاں، سازشیں، جوڑ توڑ ہمیں عام اسلامی معاشرہ میں نظر آ رہے ہیں۔ ایک مجدد اور مسیح موعود کے پیدا کردہ معاشرہ میں ان کی کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیئے۔ ایک وقت تھا کہ اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ دیکھنے کے لئے اگر برصغیر ہند و پاکستان میں انگلی اٹھتی تھی تو اسی تحریک کی طرف اٹھتی تھی جو سرزمین قادیان سے اٹھی اور ہر ایک احمدی ایک چلتی پھرتی تصنیف۔ تبلیغ اور لیکچر تھا۔ اور کیا یہ بھی حقیقت نہیں کہ جو تحریک کسی وقت جاذب توجہ خاص و عام تھی وہ اب احمدیہ بلڈنگس کی چار دیواری میں سکڑتی جاتی ہے؟

گراں خوابی سے بیدار کرنیوالا زلزلہ

موت کے سایہ میں نگاہیں تیز ہو جاتی ہیں، (فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ)۔ قوم کے ارباب فکر کو سنجیدگی سے اس صورت حال پر غور کرنا چاہیئے مولٰنا آفتاب الدین کے بعد ڈاکٹر عبداللہ کی یک بیک موت یقیناً ایک زلزلہ ہے اور بڑا شدید زلزلہ ہے جو قوم کو اس گراں خوابی سے بیدار کرنے کے لئے آیا ہے جس میں ہم یقیناً مبتلا ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ احمدیہ تحریک اب ایک چلا ہوا کارتوس ہے۔ اس کے لئے یقیناً ایک روشن مستقبل ہے۔ اس لئے کہ یہی وہ اسلامی آب حیات ہے جس کے لئے ایک دنیا کو پیاس لگی ہوئی ہے۔ اگر اس کا بڑھتا ہوا قدم رک گیا ہے تو اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس کی زمام ہمارے جیسے نااہل ہاتھوں میں ہے۔

ایک تازیانہ

ڈاکٹر عبداللہ اور مولٰنا آفتاب الدین کی پے در پے اموات ہمارے لئے ایک تازیانہ ہیں کہ ہم اپنے توہمات اور خواہشات کی دنیا سے باہر نکل کر اپنا محاسبہ کریں اور جائزہ لیں اور اپنے آپ کو اس اعلیٰ ترین مشن کا اہل بنا دیں جس کے لئے مشیت ایزدی نے اس مختصر سی قوم کو کھڑا کیا ہے۔ قوم میں عام طور پر یہ احساس موجود ہے کہ احمدیت کا حقیقی ولولہ ہمارے اندر ٹھنڈا پڑتا جا رہا ہے، اور اس سچی نیکی اور تقوے کا معیار جو احمدیت نے قائم کیا تھا ہم سے گرتا جا رہا ہے یہ بجائے خود ایک نیک فال ہے اور قومی ضمیر کی زندگی کی ایک علامت ہے۔

جماعت کا سواد اعظم

اس میں بھی شک نہیں کہ جماعت کا سواد اعظم اپنے اندر (دینی اور دنیوی) زندگی کے لئے سچی تڑپ رکھتا ہے، مگر ساتھ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم کسی آسیب یا بد روح کے پنجہ میں گرفتار ہیں، اور باوجود احساس اور سچی تڑپ کے افتراق اور انتشار کے اس شیطانی چکر سے نکل نہیں پاتے جس نے ہمیں کسی نہ کسی طرح دبوچ رکھا ہے۔

ہمارے لئے حقیقی اخروی سرمایہ

ڈاکٹر عبداللہ اور مولٰنا آفتاب الدین دو روحانی پہاڑوں کا یکدم گر جانا ہر ایک اس دوست کے لئے تازیانۂ عبرت ہونا چاہیئے خواہ وہ بڑا ہے یا چھوٹا جو اس آسمانی تحریک کو اسلام کے نشاۃ ثانیہ کا علمبردار

آخری لمحات زندگی اور مرنے کے بعد

بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب گرامی اپنے بھائی ڈاکٹر یوسف احمد صاحب کے نام

از ووکنگ۔ ۲۵/۵/۵۶

عزیزم برادرم یوسف احمد۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بھائی! آپ کا تعزیتی خط ملا، آہ اس جانکاہ صدمہ کے لئے ہم سب مطلق تیار نہ تھے اب تو دن بدن پروفیسر صاحب کی صحت بہتر ہو رہی تھی، عید سے قبل تمام انتظامات عید کے انہوں نے خود کروائے عید پر دو ہزار کا مجمع ہوا اور تمام لوگ اُن سے مل کر بڑے خوش ہوئے سارا دن بڑا اچھا گذرا تو شام کو کھانے کی میز پر فرمانے لگے کہ خدا کی خاص نصرت ہمارے مشن کو ہے کہ اتنا مجمع ادھر ہوا۔۔۔ اور اس دفعہ بھی ٹیلیویژن پر عید دکھائی جائے گی ساتھ ہی کہنے لگے کہ یہ خدا کا کتنا فضل ہے کہ باوجود لوگوں کو ملنے ملانے کے میں کوئی خاص تھکا نہیں ہوں، چونکہ پروفیسر صاحب اور میجر فارمر کمزور تھے اس لئے اقبال احمد اور یوسف خان ہی کام کے انچارج رہے اور دیگر ہم سب ان کے مددگار رہے، تو بہت خوش۔۔۔ کہ آپ سب کے سر پر بڑا اچھا کام ہو گیا ہے عید کے بعد کام سمیٹنے کے کاموں کی نگرانی کرتے رہے، بلکہ عید کے دوسرے دن بس پر ہمارے ساتھ ووکنگ پارک کی سیر کو گئے اور واپس آہستہ آہستہ پیدل آ گئے، ازاں بعد حسب معمول دفتر میں کام کرتے رہے عید کے تین ہفتہ بعد ۱۹ رمئی بروز ہفتہ صبح دفتر میں کام کیا دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھایا۔ کھانے کے بعد کہنے لگے کہ آج اوپر سونے کے کمرے میں آرام کرنے جاتا ہوں کہ بچوں کے گھر پر ہونے سے شور ہوگا۔ اوپر جا کر لیٹ گئے تو تھوڑی ہی دیر کے بعد ۲½ بجے کے قریب مجھے بلایا کہ مجھے کچھ درد ہے تو میں درد کی ٹکیہ کھا کر آرام کرتا ہوں ایسی درد ان کو کئی بار ہوتی تو درد کی ٹکیہ کھانے اور آرام کرنے سے ٹھیک ہو جاتی، حسب معمول ایک گھنٹہ آرام کر کے سوٹ پہن کر نیچے آنے لگے تو درد پھر شروع ہو گئی، ایک ٹکیا درد کی اور کھالی، اب میں اُن کے کمرے میں بیٹھ کر بچوں کی جرابیں رفو کرنے لگی تو کہنے لگے کہ درد ابھی بند نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر کو فون کر دو کہ کیا میں درد کی ٹکیاں کھاتا ہی جاؤں یا کیا کروں، میں نے ڈاکٹر کو فون کیا تو اس نے کہا کہ وہ تیسری ٹکیا بھی کھا لیں اور وہ تھوڑی دیر میں آ رہا ہے، ڈاکٹر آیا تو اس نے ایک مکسچر کی خوراک پلائی جس سے انہیں بڑی نیند آیا کرتی تھی۔۔۔ لیٹے چنانچہ کچھ غنودگی محسوس کی تو مجھے کہنے لگے کہ بچوں کو نیچے جا کر کہدو کہ وہ شور بالکل نہ کریں میں نے سب کو کہا کہ بہت آہستہ چلیں پھریں کہ پروفیسر صاحب شاید سو جائیں۔ شام نو بجے مجھے بلا کر کہنے لگے کہ ایک خوراک اور پلا دو کہ ابھی بھی کچھ درد ہے میں نے کہا آپ کو دس بجے پینی چاہیئے، کہنے لگے کہ خیر پہلے ہی پلا دو۔ میں نے دوائی کی خوراک پلا دی اور ایک منٹ کے لئے ساتھ کے کمرے میں آئی تو زور زور سے سانس لینے کی آواز آئی فوراً ہی پاس جا کر بیٹھ گئی تو بس ایک منٹ کے اندر اندر ان کا دم رخصت ہو گیا اور بے اختیار میری چیخیں نکلیں تو رشیدہ، خالد، یوسف اور اقبال اندر آ گئے انہوں نے خیال کیا کہ شاید درد سے بے ہوش ہیں، ڈاکٹر کو بلایا تو اس نے آ کر دیکھا اور کہا کہ وہ تو فوت ہو چکے ہیں، دل سخت بیقرار ہو گیا اور آنسو تھمتے میں نہ آئیں آہ ہم میں سے کسی کو توقع نہ تھی کہ آج یہ مرد مجاہد ہم سے رخصت ہونے والا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، دل سخت بیقرار ہو گیا لیکن زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے تھے۔

”بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر“

رات ہی غسل دلا کر کفن پہنا دیا تو چہرے پر ایسی سکینت تھی کہ وہ گویا بڑی میٹھی نیند سو رہے ہیں، ان کو دیکھ کر دل کہتا تھا کہ ماتم نہ کرو وہ تو خدا کی راہ میں شہید ہیں، دل نے یہ آرزو کی کہ اے خدا میرا بھی خاتمہ اسی رستہ پر کیجیو، میں کیا اگر میرے سارے بچے بھی تیری راہ میں قربان ہوں تو مجھے خوشی ہوگی، آنکھیں آنسو بہاتی رہیں لیکن دل خدا کی رضا پر راضی ہے دل کہتا ہے اے خدا!

مجھ کو عطا کر وہ قلب سلیم
جو ہو تیری رضا وہ ہو میری رضا

میں قوی ایمان کے ساتھ توکل کر لیا ہے کہ وہی ہمارا رہبر و رہنما ہے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ طفیل صاحب ۲۱ رمئی سے ادھر آ گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

طفیل صاحب، مولوی مجید صاحب، کریو، اقبال احمد اور یوسف خان سب نے بڑی ہمدردی اور مدد کی ہے۔ پروفیسر صاحب کو ۲۳ رمئی ساڑھے تین بجے بروک وڈ میں دفن کیا گیا، بہت لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور ان کی قبر پھولوں سے لاد دی گئی جب دفن کر رہے تھے تو میرے دل سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ خدایا جس مقصد کے لئے وہ شہید ہوئے ہیں اس کو پورا کر۔

آپ سب زیادہ غم نہ کریں، مجھے خدا نے وہ ہمت اور حوصلہ عطا کیا ہے کہ جس کی مجھے خود توقع نہ تھی، اللہ تعالے میرے پیارے رفیق حیات پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے آمین۔

بہت بڑا قومی حادثہ

حضرت ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم امام مسجد ووکنگ لندن کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے آپ نے زندگی کا زیادہ حصہ جرمنی اور ووکنگ میں تبلیغ و اشاعت اسلام میں گذارا ہے آپ کے دل میں۔۔۔۔ اشاعت اسلام اور ترقی احمدیت کے لئے بے حد جوش تھا۔ آپ نہایت مخلص کارکن تھے۔ جماعت احمدیہ کے اندر ان کی انتھک کوششوں کی وجہ سے بے حد عزت اور تکریم تھی۔ آپ کے اخلاق فاضلہ کی وجہ سے سینکڑوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ ہر شخص کے لئے ان کے دل میں بیحد تکریم ہے جب کبھی رخصت پر وطن تشریف لاتے اپنے اور بیگانے ان پر فدا ہوتے وہ بھی سب سے محبت فرماتے۔ مجھے یاد ہے کافی عرصہ ہوا وہ تشریف لائے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔ جماعتوں کا دورہ کرتے ہوئے، تو لائل پور تشریف لائے وہاں انہوں نے خطبہ جمعہ دیا۔ ان دنوں قبلہ جناب حاجی میاں مولا بخش صاحب ملزادہ تر زندہ تھے انہوں نے فرمایا جماعت کے اندر ایسے ایسے اہل علم نوجوان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملے ہیں جن میں علم کے علاوہ عمل بھی ہے۔ یہ خدا کا خاص فضل اور احسان ہے۔ ایسی جماعت انشاء اللہ پھولے اور پھلے گی۔ وہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی بہت دیر تعریف فرماتے رہے اور بہت خوش ہوئے۔ حضرت میاں مولا بخش صاحب بھی ہمارے سلسلہ کے اہل کشف بزرگ تھے مال و دولت کے علاوہ دینداری میں بھی لاثانی تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات ایک بہت بڑا قومی حادثہ ہے جس کا پُر ہونا ظاہری شکل میں نظر نہیں آتا۔ اگر جماعت کو ترقی کرنا ہے تو احباب کو چاہیئے کہ حضرت مرحوم کی خوبیوں کو اپنائے اور ان کے نقش قدم پر چل کر اشاعت دین میں لگ جائے اللہ تعالے سے دعا ہے کہ وہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس میں اعلےٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام۔ محمد عبداللہ۔ ولد شیخ محمد جان صاحب

مجاہد و مخلص شیخ محمد عبد اللہ صاحب مرحوم

میرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول پسرور

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب مرحوم و مغفور سے پہلی بار اس وقت ملاقات ہوئی جب میں مسلم ہائی سکول لاہور میں طالب علم تھا اور مرحوم ایم ایس سی کے متعلم تھے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم اور ان کے برادر خورد ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب اور ان کے عزیز ڈاکٹر شیخ فضل الرحمن صاحب بیرسر انجمن کے قائم کردہ مسلم ہوسٹل میں قیام رکھتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اس ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ کے فرائض بھی عرصہ تک سرانجام دیتے رہے۔ ایک نوعمر کے ذہن پر رتحفص... ابتدائی ملاقات کے بعد کچھ نقوش قائم ہو جاتے ہیں اور پر وفیسر صاحب مرحوم کے متعلق ابتدائی اثرات یہ تھے کہ وہ ایک نہایت متین اور سنجیدہ مزاج، با اخلاق، سادہ طبیعت اور دیندار انسان تھے۔ دینی امور اور نوجوانان جماعت کی تنظیم، ہوسٹل میں قیام پذیر طلبہ کی تربیت اور ینگ مینز ایسوسی ایشن کی کارروائیوں میں دلچسپی ان کی خصوصیات تھیں۔ آپ کافی عرصہ اس ایسوسی ایشن کے پریزیڈنٹ بھی رہے۔

کامیاب اور نیک مزاج پروفیسر

جب میں اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوا تو ڈاکٹر صاحب مرحوم وہاں کیمیا کے پروفیسر تھے۔ میں چونکہ آرٹس کا طالبعلم تھا اس لئے موصوف کی شاگردی کا فخر حاصل نہ ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ مجھے ان کے ٹیوٹوریل گروپ میں رہنے کا موقعہ ملا۔ کالج کے اندر ڈاکٹر صاحب ایک کامیاب پروفیسر اور اپنے مضمون کے ماہر استاد کے لحاظ سے بھی اور خوش خلق اور متین، اصول پسند اور دیندار مبرشاف کے لحاظ سے بھی بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

وقف زندگی اور انچارج جرمن مشن

حضرت امیر قوم مرحوم و مغفور کی طرف سے جب اشاعت اسلام کے لئے زندگی وقف کرنے کی تحریک ہوئی تو ڈاکٹر عبد اللہ صاحب مرحوم نے کالج کی ملازمت کو خیرباد کہکر اپنی زندگی تبلیغ دین کے لئے وقف کر دی۔ کچھ عرصہ تو آپ انجمن کے سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے اور پھر غالباً ۱۹۲۸ء میں جرمنی تشریف لے گئے برلن مسجد کے امام اور مشن کے انچارج اور رسالہ مسلمش ریویو کے ایڈیٹر کے فرائض بڑی محنت اور کامیابی سے آپ گیارہ سال تک انجام دیتے رہے، قیام جرمنی کے دوران میں آپنے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اور ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہو جانے پر جب جرمنی میں آپ کا قیام ممکن نہ رہا تو آپ لاہور واپس تشریف لے آئے۔...

. . . .

بحیثیت سکرٹری انجمن

لاہور واپس پہنچکر انہوں نے انجمن کے جنرل سکرٹری کا عہدہ سنبھالا اور میرا اور ان کا براہ راست تعلق قائم ہوا اور انہیں بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ چھ سال تک میں نے مرحوم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بطور اسسٹنٹ سیکرٹری کام کیا اور ان کے محاسن اور ذاتی خوبیوں کا گہرا اثر لیا۔

انجمن کے سکرٹری کا کام بڑا مشکل کام ہے اور کئی وجوہ سے مشکل ہے۔ لیکن مرحوم نے چھ سال تک پوری جانفشانی اور اخلاص سے یہ کام نبھایا۔ مرحوم بڑی محنت سے کام کرتے تھے۔ وقت کی پابندی اور کام میں باقاعدگی اور روز کا کام روز ختم کرنا ان کا اصول تھا۔ البتہ چھٹی کا دن وہ سیر و تفریح میں گذارنے کے قائل تھے جو اہل مغرب کی معقول عادت ہے۔ جنرل سکرٹری کی حیثیت سے آپ ہر کس و ناکس سے اخلاق و شرافت سے پیش آتے تھے اور انجمن کے معمولی حیثیت کے کارکن کو بھی اپنا بھائی سمجھتے تھے۔ دفتر کے کارکنوں میں آپکے نیک اثر کی وجہ سے احساس فرض اور امانت و دیانت اور دین کے لئے قربانی کرنے کا جذبہ ترقی پر تھا۔ آپ ایک صاف گو اور سیدھی بات کرنے والے انسان تھے اور ہمیشہ قولوا قولاً سدیداً پر عمل پیرا رہے۔ طبیعت میں انکسار اور عباد الرحمٰن کی سی فروتنی تھی۔ کوئی شیخی، بڑائی اور تکبر آپ کی طبیعت میں نہ آتا تھا۔

ایک مبلغ کی حیثیت سے

ایک مبلغ کی حیثیت سے آپ کے کام میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت ڈالی اور آپ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اس میدان میں ان کا سہارا صرف اللہ تعالیٰ سے دعا پر تھا۔ مرحوم چونکہ عمر بھر سائنس کے طالب علم رہے اس لئے انہیں علوم عربیہ اور علوم دینیہ کا باستیعاب مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ مگر ایک مبلغ کا اصلی ہتھیار اخلاص اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر محکم ایمان ہے۔ مرحوم نے کئی بار خود یہ فرمایا کہ بعض وقت کسی مضمون کی تیاری کے لئے یا کسی اہم موقعہ پر لیکچر کے لئے پورا مواد ان کے سامنے نہیں ہوتا تھا تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی فرماتا اور ان کے سینہ کو کھول دیتا تھا۔ غیر ملک میں غیر لوگوں کے اندر غیر زبان میں تبلیغ کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ مبلغ اسلام کو خود اسلام کی مکمل تصویر بن کر دوسروں کے سامنے پیش ہونا ہوتا ہے۔ اور تمام احباب جماعت اس بات کی گواہی دیں گے کہ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے اس اہم اور مشکل کام کو بڑی کامیابی سے سرانجام دیا۔

ووکنگ مسلم مشن میں

جرمنی میں گیارہ سال کام کرنے کے بعد آپ ۱۹۳۹ء میں لاہور آئے اور دوسری عالمگیر جنگ کے ختم ہونے پر ۱۹۴۶ء میں آپ ووکنگ تشریف لے گئے اور آٹھ سال کام کرنے کے بعد چند ماہ کی رخصت پر وطن تشریف لائے۔ ووکنگ کی امامت بہت اہمیت رکھتی ہے اور یہاں بھی ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنی نیکی اور پارسائی، تہجد گذاری اور اخلاص اور قربانی کے جذبہ کی ایسی مثال قائم کی جو دوسروں کے لئے لائق تقلید اور موجب رشک ہوگی۔ ۱۹۵۴ء کے آخر میں جب آپ رخصت پر تشریف لائے تو اپنی پوری رخصت سے استفادہ کئے بغیر ہی... واپس تشریف لے گئے اور اپنے کام کو اپنے آرام پر ترجیح دیتے ہوئے صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا نمونہ پیش کیا۔

آخری ایام زندگی اور شہادت کا مرتبہ

گذشتہ چند ماہ سے دل کی بیماری کے سخت حملوں کے باوجود آپ اپنے کام میں مصروف رہے اور خدمت دین کی جانب سے غافل نہیں ہوئے تاآنکہ سخت محنت اور کثرت کار کو آپ کے اعضاء برداشت نہ کر سکے اور آپ نے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے یقیناً شہادت کا مرتبہ پایا ہے کیونکہ خدا کی رضا کی خاطر اور خدا کے دین کی اشاعت میں اور اس کی توحید کے غلبہ کے لئے آپنے جان کی بازی لگائی اور اپنے آرام اور ذاتی مفاد کی پروا نہ کی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور ان کی اہلیہ محترمہ اور بچوں کا حافظ و ناصر ہو۔ انکے بچے ابھی چھوٹے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل سے انکا دستگیر ہوگا اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آہ! ڈاکٹر محمد عبد اللہ!

مولانا مرتضیٰ خان حسن

عزیزاں را دل از ہر تو خون است
دلِ خویشاں نمی دانم کہ چون است

بین الامائل خصوصیت

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب مرحوم و مغفور بہت بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ میں ان کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ اسلامیہ کالج میں لیکچرار تھے۔ ان دنوں میں کئی بار آپ سے ملاقات اور گفتگو کا اتفاق ہوا۔ وہ اس زمانہ میں بھی شرافت نفس، اخلاص اور تواضع میں بین الامائل نمایاں خصوصیت رکھتے تھے۔ وہ ایک سعید الفطرت انسان تھے اور مبدء فیوض سے نہایت اعلیٰ طبیعت لے کر آئے تھے۔

دنیا کو دین پر قربان کر دیا

انہیں مذہب سے کمال شغف تھا۔ اور دین کی محبت انکے دل کی گہرائیوں میں اتری ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کالج کی ملازمت ترک کر کے خدمت دین کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔ گویا دنیا اور دنیا کی بہترین توابشات کو آستانۂ اسلام پر قربان کر دیا۔ دنیوی لحاظ سے آپ بہترین قابلیتوں کے مالک اور اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں رکھتے تھے اگر چاہتے تو دنیوی لائن میں بہت کچھ ترقی کر سکتے تھے۔ مگر اللہ دے محبت دین سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر درویشانہ زندگی پر قناعت کی ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

جرمنی میں تبلیغ اسلام

آپ نے مختلف حیثیتوں میں انجمن کی قیمتی خدمات سرانجام دیں۔ برلن میں کئی سال تک آپ جرمن مشن اور برلن مسجد کی امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اور وہاں کی مشکلات کا جو غیر از جماعت لوگوں کی طرف سے پیدا ہوتی رہیں آپ نے پورے عزم کے ساتھ مقابلہ کیا اور مشن کو پورا پورا استحکام بخشا۔ جرمن پبلک آپ کے اخلاق اور علم کی معترف تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں کئی ایک سعید روحیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔ جرمن مشن کا زمانہ آپ کا ایک کامیاب زمانہ تھا۔

بیرن عمر کے ساتھ دورہ

برلن سے واپس آکر بیرن عمر کے ساتھ آپ نے ملک کے مختلف حصص کا دورہ کیا۔ بیرن عمر انگریزی میں تقریر فرماتے اور ڈاکٹر صاحب مرحوم اس کے اردو ترجمہ سے پبلک کو روشناس کرتے تھے۔ اللہ اللہ! وہ دن بھی ہماری قوم کے لئے کس قدر عروج کے دن تھے، جب حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ اور دوسرے بڑے بڑے بزرگان سلسلہ زندہ تھے۔ حضرت مولانا صدر الدین سلمہ اللہ تعالیٰ اور بیرن عمر اور ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب مرحوم مانگرول تشریف لے گئے۔ میں ان دنوں وہیں تھا۔ خدا بخشے دلی عبد سیادر شیخ عبد الخالق مرحوم دور تک استقبال کے لئے تشریف لے گئے۔ معزز مہمانوں پر پھولوں کی بارش کی گئی اور انہیں شاہی محلات میں فروکش کیا گیا پبلک ہال اور پھر جامع مسجد میں برسر اصحاب کی تقاریر ہوئیں۔ نواب صاحب مرحوم نے ان کی تشریف آوری پر اظہار مسرت فرماتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی تبلیغی خدمات کی دل کھول کر داد دی۔ ان دنوں میں مانگرول کے در و دیوار پر احمدیت لمعہ افگن ہو رہی تھی اور پبلک کے دل اس طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔ کاٹھیاواڑ کے کامیاب دورے کے بعد ڈاکٹر صاحب معہ رفقاء واپس لاہور تشریف لے آئے۔

بطور جنرل سیکرٹری انجمن

کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر صاحب مرحوم واپس برلن چلے گئے، لیکن دوسری جنگ عظیم چھڑنے پر آپ کو واپس آنا پڑا اور اب وہ دفتر میں جنرل سیکرٹری لگائے گئے۔ میں مانگرول سے واپس آچکا تھا اور ان دنوں دفتر میں سیکرٹری شپ کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی تشریف آوری پر میں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بطور پرسنل اسسٹنٹ چلا گیا لیکن تیو درلڈ آرڈر کی اشاعت کے سلسلہ میں پھر مجھے دفتر میں لے لیا گیا جب اس کام سے فراغت ہوئی تو حضرت امیر علیہ الرحمۃ نے پھر مجھے واپس لینا چاہا مگر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے فرمایا کہ میرا دفتر میں رہنا زیادہ مناسب ہے، چنانچہ مجھے تبلیغ و تحصیل کا اسسٹنٹ سیکرٹری لگایا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقعہ ملا اور میں اپنے ذاتی مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم ایک نہایت متدین، محنت پسند، نہایت مخلص اور فرض شناس بزرگ تھے۔ وہ نہایت مہذب اور با اخلاق انسان تھے آپ کی انتظامی قابلیت بھی بڑی اعلیٰ تھی۔ دفتر کے نظم و نسق کو آپ نے چاند لگا دیئے۔ آپ تمام کام کی پوری پوری نگرانی کرتے .... اور محنت شاقہ سے کام کرتے رہتے۔

کام کرنیوالوں کی قدر افزائی

آپ کے متعلق بعض اوقات یہ شکایتیں پیدا ہوتی رہی کہ ماتحتوں پر سختی کرتے ہیں، مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ سختی واجبی ہوتی تھی۔ اور اگر وہ کام پر سختی کرتے تھے تو کام کرنے والوں کی قدر بھی کرتے تھے۔ جب خدا کے فضل سے نہ میری کسی کوشش سے وصایا کی رقوم کے علاوہ ماہوار چندہ کی رقم ۲۵ ہزار سے ۳۵ ہزار تک پہنچی تو آپ نے بار بار خوشنودی کا اظہار فرمایا اور ایک دفعہ فرمایا کہ ہاؤس میں بھی آپ کے کام کی بہت appreciation ہوئی ہے۔ یہ تھے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے اخلاق اور انکی قدر دانی مگر بعد میں آنے والے واقعات نے کچھ اور ہی رنگ دکھایا۔ خیر۔ مضائقہ نہیں ہے

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

قومی اتحاد و اتفاق کی روح کو قائم کرنا

ایک بڑی خوبی جو ڈاکٹر صاحب میں پائی گئی وہ یہ تھی کہ آپ نے ہمیشہ انجمن اور جماعت کے استحکام کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھا۔ وہ اخوت کے راز کو خوب سمجھتے تھے۔ اور اس رشتہ کو مضبوط کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ انجمن میں اختلافات کا ہونا ایک طبعی اور لازمی امر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے وقت میں بھی اختلافات رونما ہوتے رہے، اور بعض اوقات یہ اختلافات بہت کچھ حوصلہ شکن ہوتے اور انشقاق کا خطرہ لاحق ہو جاتا تھا مگر آفرین ہے ڈاکٹر صاحب کے حسن تدبر اور اخلاص پر کہ کبھی یہ اختلافات باہمی افتراق کا موجب نہ ہونے پائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈاکٹر صاحب کی نیت نہایت نیک اور طبیعت نہایت صالح تھی اور ان کا دلی مقصد یہ ہوتا تھا کہ باہمی مصالحت اور انجمن کی سالمیت کو صدمہ نہ پہنچے۔

انہوں نے اپنے وقت میں انجمن کے وقار پر کبھی ٹھیس نہ لگنے دی۔ اور اپنی صالحیت اور حسن قابلیت سے قومی اتحاد و اتفاق کی روح کو ہمیشہ قائم رکھا۔

حقیقی خیر خواہ قوم

درحقیقت ایک انسان کے خلوص کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ قومی اتحاد کو کسی قیمت پر ہاتھ سے نہیں دیتا۔ وہ خود تباہ ہو جائے مگر قوم کے اتحاد کو تباہ نہیں کرتا۔ اور جو شخص قومی وحدت کو توڑتا اور افتراق کی خلیج کو وسیع کرتا ہے وہ قوم کا خیر خواہ نہیں بلکہ دشمن ہے، قوم کی سالمیت اور اتحاد کو توڑنا غداری ہے جو ایک سچے مومن کی شان سے بعید ہے۔ فی الجملہ ڈاکٹر صاحب کی سیکرٹری شپ کا زمانہ بھی نہایت کامیاب زمانہ تھا۔ اور وہ خدا کے فضل سے ایک کامیاب سیکرٹری تھے۔

آخری ملاقات

مرحوم اب کئی سال سے ووکنگ مشن کی خدمات

(باقی صد ۱۳ پر)

ایک کامیاب موت

اقبال احمد صاحب ابن مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

تنظیمی قابلیت

کسی نے کیا ٹھیک کہا ہے کہ پیدا تو ایک ہر توحت بھی ہوتا ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اپنی دانش مندی اور محنت سے کامیابی کی موت مرتے ہیں ایسے نفوس دنیا میں چند ہی پیدا ہوتے ہیں انہی میں سے ایک ڈاکٹر عبداللہ صاحب تھے۔ احمدیہ بلڈنگز میں ان کے ساتھ بچپن کے چند سال میں نے گزارے ہیں۔ لیکن انہیں زیادہ قریب سے دیکھنے کا اتفاق ووکنگ میں ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ میں جس کام کو شروع کرتا ہوں اس کو فروغ دینے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں۔ برلن مشن کے کام کو انہوں نے نہایت خستہ حالت میں شروع کیا اور اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں کامیاب ہوئے اسی طرح سے دوسری جنگ عظیم کے بعد ووکنگ مشن کے کام کو ایسے وقت میں ہاتھ میں لیا جبکہ یہاں ایک آدمی کے لئے بھی کام کافی نہ تھا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ ۵-۶ افراد اپنے کام میں منہمک رہتے ہیں اور پھر بھی کام ختم نہیں ہوتا۔ مالی تنگی کی وجہ سے کام کو کم سے کم رکھا ہوا ہے، ورنہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی محنت اور قابلیت نے اس مشن کو اتنی استطاعت بخشی ہے کہ اگر ہمارے پاس ذرائع ہوں تو ایک بڑی بھاری تنظیم تھوڑے عرصہ میں شروع کر سکتے ہیں۔ ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خوبی اور نمایاں خصوصیت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ کی شخصیت کی نمایاں خصوصیت انکی تنظیمی قابلیت تھی۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ ایک تجویز شدہ ضابطہ کے مطابق بسر ہوتا تھا۔ کبھی کبھی مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ بہت زیادہ مشین کی مانند کام کرتے ہیں۔ لیکن پھر یہاں کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہوں تو ان کے اس رویہ کو درست ماننا پڑتا ہے۔ ایک سال کے بعد یہاں رہتے ہوئے میری اپنی یہ حالت ہو گئی ہے کہ اس مضمون کو لکھنے بیٹھا ہوں تو پہلے طے کر لیا ہے کہ ایک گھنٹہ میں اسے ختم کرنا ہے ورنہ یہ بھی مکمل نہ ہو گا اور پھر مولانا ...... دوست محمد صاحب کا ایک اور شکایتی خط موصول ہو گا۔ اگر اس وقت میں اسے ختم نہ کروں تو یہاں کی زندگی ایسی تیز رفتار ہے کہ جو کام رہ جائے وہ پھر رہ ہی جاتا ہے۔

مغربی طرز زندگی اور ڈاکٹر صاحب کی بیماری

جس طرح ہر بات کا ایک اچھا اور برا پہلو ہوتا ہے اسی طرح وقت کو منظم طور پر گزارنے میں فائدے بھی ہیں اور نقصان بھی، ہاں فائدے زیادہ ہیں۔ نقصان یہ ہے کہ مغربی ممالک میں جہاں زندگی اسی طرز پر گذرتی ہے اعصاب پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ ۵۰ سال کے بعد دل کا مریض ہونا تعجب کی بات نہیں۔ یہاں کے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ دل کے امراض پہلے ۶۰ سال کے بعد ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب ۵۰ سال کے بعد ہی ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو Coronary Thrombosis کا پہلا حملہ گذشتہ سال اکتوبر میں ہوا تھا اور جو ان کے لئے مرض الموت ثابت ہوا اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ ایک لمحہ اپنے آپ کو فکر سے آزاد نہ رہنے دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب انہیں دل کا حملہ ہوا اور مجھے مشن کا کام سنبھالنا پڑا تو باوجودیکہ ڈاکٹروں نے انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ کسی قسم کا فکر نہ کریں اور مکمل آرام کریں۔ پھر بھی وہ سارا دن مشن کے مختلف معاملات کے متعلق سوچتے رہتے تھے اور ایک کاغذ پر نوٹ کرتے رہتے تھے۔ شام کو جب میں لندن سے واپس آتا تو مجھ سے ان تمام امور کے متعلق دریافت کرتے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ انہیں ان تفکرات سے بالکل آزاد کر دوں لیکن میں نے دیکھا کہ اس سے ان کی طبیعت میں زیادہ بیقراری پیدا ہوتی تھی۔ اور مجھے اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ اس سلسلہ میں مجھے بہت ناکامی ہوئی۔ ایک مہینہ کے بعد جب ڈاکٹروں نے ذرا بیٹھنے کی اجازت دے دی تو کیا کرتے کہ جب میں لندن چلا جاتا تو دفتر کے کارکنوں کو بلا کر مختلف دفتری امور کے متعلق کاغذات اور کتابیں منگواتے اور کام کرتے رہتے۔ شام کو جب میں آتا تو کہتے تم تھکے ہوئے آتے ہو میں نے سوچا کہ میں بیکار بیٹھے بیٹھے کچھ تمہاری مدد کر دوں۔

دینی کام سے عشق

میں نے بارہا انہیں ایسا کرنے سے منع کیا لیکن جس شخص نے اپنی عمر کا ایک کثیر حصہ تبلیغی کام سے عشق اور دلی لگاؤ میں بسر کیا ہو اس سے کام کو چھڑانا بالکل ناممکن تھا۔ میں بغیر کسی جذباتی تعریف کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم کو مشن کے کام سے اس قدر عشق تھا کہ انہوں نے اس کام میں مرنا گوارا کیا لیکن اس کی فکر کو چھوڑ کر صحت کو تندرست بنانا پسند نہ کیا۔

اعصاب اور مزاج کی پختگی

جب مجھے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب پر دل کا حملہ ہوا ہے۔ تو مجھے حیرانی ہوئی۔ اس لئے کہ ڈاکٹر صاحب بہت مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ میں نے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اکثر گھبرا جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو میں نے تقاضہ بشری کے ماتحت غلط فیصلہ کرتے دیکھا اور غصہ میں بھی کئی دفعہ دیکھا ہے بڑے ٹھنڈے مزاج سے ہر مشکل پر غور کرتے اور اس کا عمدہ حل نکال ہی لیتے۔

وزیر خارجہ کی طرح معاملات کا حل

ان کی یہ خوبی مجھے بہت پسند تھی کہ وہ کسی مصیبت سے شکست نہیں کھاتے تھے اور جاہلوں کی طرح مصیبت سے اندھا دھند ٹکر لینے کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ ان کو فطرت نے یہ خوبی بخشی تھی کہ وہ معاملات کو سلجھانے کا کوئی نہ کوئی طریقہ نکال ہی لیتے۔ ایک دفعہ ہنس کر کہنے لگے کہ ووکنگ کے امام کو وزیر خارجہ کی طرح کام کرنا پڑتا ہے۔ ہر معاملہ کو اسے اس طرح حل کرنا پڑتا ہے کہ جذبات بھی مجروح نہ ہوں اور کام بھی ہو جائے۔

ووکنگ مشن کی اہمیت اور ڈاکٹر صاحب کو خراج عقیدت

ووکنگ مشن کی اہمیت اور اس کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی گہری وابستگی اس بات کی متقاضی تھی کہ وہ اس میں اپنے دل و دماغ کو پورے طور پر لگائے رکھیں وہ چاہتے تھے کہ اسے پورے عروج تک پہنچایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ انگلستان میں بہت سے اسلامی ادارے موجود ہیں لیکن ووکنگ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی کو نہیں۔ صرف مسجد ووکنگ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی عیدین کو ٹیلی ویژن پر دکھایا جاتا ہے۔ اور یہاں کا اہم ترین روزنامہ جو واحد روزنامہ ہے جسے British Museum میں ریکارڈ کیا جاتا ہے یعنی ٹائمز (Times) اس نے بھی ان کی موت پر نہ صرف تعزیتی خبر شائع کی بلکہ سر ہیرلڈ فشوپرٹ کا ایک خط ڈاکٹر صاحب کی مدح میں شائع کیا۔

چار نمایاں خصوصیات

میں گذشتہ ایک سال اور چند مہینوں پر نظر ڈالتا ہوں۔ اس عرصہ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دفتر میں کام بھی کیا بڑے بڑے جلسوں میں گیا۔ ان کا ہم سفر ہوا۔ کھیلیں کھیلیں، خوش گپیاں کیں، انہیں ناراض بھی کیا، ان سے ناراض بھی ہوا۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے ان کے ساتھ رہنا پسند کیا، ان کی چار نمایاں خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے میں انہیں پسند کرتا ہوں، ایک تو ان کی وقت کی پابندی اور باقاعدگی تھی۔ ان کے متعلق ہمیں ہمیشہ معلوم تھا کہ وہ اب کیا کر رہے ہیں۔ دوسری خوبی انکی تنظیمی قابلیت اور معاملہ فہمی تھی، تیسری خصوصیت بقول ایک جرمن خاتون کے یہ تھی کہ آپ ان پر اعتماد کر سکتے تھے۔ اگر وہ کسی معاملہ میں ہاں کر دیتے تھے تو پھر آپ کو یقین ہوتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اس کام کو ضرور کر دیں گے اور اگر وہ اس کام کو نہ کرنا چاہیں تو شاید ذرا بے رخی سے ہی سہی لیکن کہہ دیتے کہ "یہ میں نہیں کروں گا"۔ ان کے ساتھ کام کرنے میں آپ کو یقینی طور پر معلوم ہوتا تھا کہ کس حد تک ڈاکٹر صاحب امداد کریں گے یہ بظاہر چھوٹی سی بات معلوم ہوتی تھی لیکن زندگی کی تگ و دو میں یہ بہت کارآمد بات ہے اگر پاکستان ترقی نہیں کر رہا تو اس کی تہ میں یہی بات ہے

کہ ہر آدمی کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ اور ہے۔ چوتھی بات جو مجھے ان کی بہت پسند آئی اور جو میں نے بہت کم پاکستانی مسلمان گھروں میں دیکھی وہ ان کا اپنی بیوی سے سلوک تھا۔ اپنی اہلیہ کے ساتھ انہوں نے جو رویہ اور طریق عمل روا رکھا وہ ہم سب کے لئے قابل تقلید ہے، اس کو بیان کرنا تفصیل طلب ہے، اس لئے صرف اتنا ہی کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ انہوں نے شادی کے تصور اور مقصد کو صحیح طور پر سمجھا تھا۔

مجھ سے دلی محبت اور لگاؤ

آج جب ان سطور کو لکھ رہا ہوں تو میرے سامنے ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر ہے، جو زرد رنگ کے ایک کاغذ پر سرخ سیاہی سے انہوں نے لکھی۔ یہ خط انہوں نے ۷-۱۰-۵۵ کو مجھے لندن میں لکھا جہاں مجھے رہائش اختیار کئے ہوئے ابھی ایک دن ہی گذرا تھا۔ اس رقعہ کا مضمون درج ذیل ہے :-

عزیزم اقبال احمد صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم۔ آپ یہاں سے چلے گئے ہیں۔ پہلا شاک (SHOCK) آپ کے ملازمت ترک کرنے پر ہوا۔ اور اب دوسرا یہاں سے چلے جانے پر۔ اچھا سب کا خدا ہی مالک ہے اور وہی کارساز ہے۔ نئی اکاؤنٹنٹ بھی نہیں آئی اور نہ آدمی ہے۔ لہٰذا کسی کی تلاش میں ہوں۔ ماسٹر صاحب (اصغر علی صاحب) جانے کی تیاری میں مصروف ہیں، اللہ ان کو بخیریت لے جائے اور ان کی اور آپ کی اور ہم سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے ......

.... والسلام۔ خاکسار عبداللہ

یہ پہلی مرتبہ تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ انہیں مجھ سے لگاؤ ہے۔ اور میرے چلے جانے کو انہوں نے محسوس کیا ہے۔ اس کے چند ہی روز بعد وہ بیمار ہو گئے، مجھے ووکنگ واپس آنا پڑا۔ اس کے بعد تو ان کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی روز میں ڈاکٹر صاحب سے نہ مل سکتا تو دوسرے روز میرے کمرے میں آجاتے اور کہتے کہ دو روز سے تمہاری زیارت نہیں ہوئی تو میں ملنے آیا۔ کہ میں نے کہا کہ میں خود ہی مل آؤں۔

بیماری کی حالت میں

ڈاکٹر صاحب مندرجہ بالا خط کے چار روز بعد یعنی ۲۱-۱۰-۵۵ کو دل کے عارضہ سے بیمار ہوئے۔ انہوں نے تقریباً ۶ ہفتے بستر میں ہی گذارے۔ اس لئے کہ اس بیماری کا علاج سوائے مکمل آرام کے اور کچھ نہیں اس کے بعد انہیں ۱۸-۱۲-۵۵ کو نمونیا ہو گیا۔ اس سے بھی خدا نے انہیں شفا دی۔ انہیں کبھی کبھی درد کی شکایت ہو جایا کرتی تھی۔ لیکن ایسے موقعوں کے لئے ڈاکٹر نے انہیں کچھ گولیاں دی ہوئی تھیں، جن کے کھانے سے انہیں تھوڑی دیر کے بعد آرام آجایا کرتا تھا۔ جب بھی انہیں معمول سے زیادہ تکلیف ہوتی تو اپنی اہلیہ کو اور مجھے سب سے پہلے بلاتے۔ ان کی چارپائی کے پاس ایک بٹن لگا دیا گیا تھا جس کو دبانے سے سیڑھیوں کے پاس ایک گھنٹی بجتی تھی اور پھر فوراً کوئی نہ کوئی ان کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ غالباً دو تین ماہ کی بات ہے ایک روز ڈاکٹر صاحب کو رات کے ۱۰½ بجے کے قریب درد شروع ہوا۔ اس دن ان کی اہلیہ کی طبیعت بھی ناساز تھی۔ درد نے ان کی کیفیت یہ کر دی کہ سانس میں خرخراہٹ شروع ہو گئی۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید ڈاکٹر صاحب اس درد سے جانبر نہ ہو سکیں گے۔ انہیں بھی شاید کچھ ایسا ہی خیال تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ آج رات تم میرے کمرے میں ہی سو جاؤ۔ چنانچہ میں بھی زمین پر ان کی چارپائی کے پاس بستر بچھا کر لیٹ گیا۔ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد میں ڈاکٹر صاحب کا حال پوچھتا رہا لیکن اکثر نیند ہی مجھ پر غالب رہی۔ صبح کے قریب کچھ درد ہلکا ہوا اور دوسرے دن ڈاکٹر نے آکر دوائی دی۔ اس سے مکمل آرام ہو گیا۔

بیماری کا آخری حملہ

اسی طرح ۱۹؍مئی کو ڈاکٹر صاحب دوپہر تک بالکل ٹھیک تھے۔ دفتر میں کام کرتے رہے، ہمارے ساتھ باتیں کرتے رہے کھانا کھایا۔ نماز پڑھی۔ اور حسب معمول آرام کرنے کے لئے اوپر کمرے میں تشریف لے گئے ہفتہ کا دن تھا۔ ہم نے کرکٹ کھیلنا شروع کیا۔ کوئی ساڑھے ۳ بجے ان کی اہلیہ صاحبہ نے مجھے آواز دی کہ ڈاکٹر صاحب بلاتے ہیں۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو کہنے لگیں کہ انہیں درد شروع ہو گئی ہے اور انہوں نے تمہیں بلانے کو کہا ہے میں گیا تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب کو درد کافی تھی۔ شدت درد کی وجہ سے وہ اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے اور کھینچتے تھے میں نے پوچھا کہ درد کب شروع ہوئی تو کہنے لگے کوئی ۱½ بجے سے۔ میں نے پوچھا آپ نے درد کی گولیاں کھائی ہیں؟ کہنے لگے تین کھا چکا ہوں اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، ان کی اہلیہ صاحبہ نے ڈاکٹر کو بلانے کی کوشش کی لیکن وہ گھر پر نہیں تھا۔ ڈاکٹر کی انتظار میں درد زیادہ ہو گیا۔ اور اس سارے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کی زبان پر یہ کلمات تھے "اے خدا میں تیرا عاجز بندہ ہوں میرے گناہوں کو معاف فرما۔ ارے میرے لئے دعا کرو۔ اے خدا رحم کر۔ میرے مولا رحم کر........"

۵ بجے تک ہم ٹیلیفون کرتے رہے۔ لیکن ہفتہ کا روز ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر نہ مل سکا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کہنا شروع کیا کہ میرا سر ٹھنڈا ہونے لگا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے ڈاکٹر کو بلاؤ میں تو گردن تک سرد ہو گیا ہوں۔ اس پر میں فوراً ٹیلیفون پر لپکا۔ ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا تو اس نے کہا کہ میں ابھی مریضوں کو دیکھ کر آرہا ہوں۔ میں فوراً آتا ہوں۔" اس نے آکر ڈاکٹر صاحب کو ایک دوائی پینے کے لئے دی۔ اس کو پینے کے بعد انہیں درد میں کچھ افاقہ ہو گیا۔ ڈاکٹر چلا گیا۔ اور اشارۃً ان کی اہلیہ صاحبہ کو کہہ گیا کہ اس درد سے ڈاکٹر صاحب جانبر نہ ہو سکیں، اس کے تھوڑی دیر بعد ان کی اہلیہ محترمہ نے ہم سب سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو نیند آ رہی ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ ہم سب بہت احتیاط سے چلیں پھریں تاکہ ان کی نیند میں خلل نہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہیں درد نہیں رہا۔ ہم اس رپورٹ سے بہت مطمئن ہو گئے۔

وفات

بیٹھک میں ہم نو بجے کی خبریں سننے لگے تو ڈاکٹر صاحب نے اپنے کمرے سے گھنٹی بجائی۔ ان کی اہلیہ محترمہ گئیں چند منٹ تک کچھ نہ ہوا۔ ہم نے سمجھا سب کچھ ٹھیک ہے۔ پھر یک دم ان کی اہلیہ اور رشیدہ کی چیخ سنائی دی "اقبال۔ یوسف۔ ڈاکٹر کو بلاؤ"۔ یوسف خاں صاحب ان کے کمرے کی طرف دوڑے اور میں چیخ کے تاثر سے ٹیلیفون کی طرف گیا۔ اگرچہ مجھے معلوم نہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی کیا کیفیت تھی لیکن میں نے ٹیلیفون پر ڈاکٹر سے یہی کہا کہ وہ دم توڑ رہے ہیں۔

ڈاکٹر کو آتے ہوئے چند منٹ لگ گئے۔ اس لئے کہ وہ ذرا فاصلے پر رہتا ہے۔ اس لئے میں ٹیلیفون کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب کے کمرے میں گیا۔ ڈاکٹر صاحب تکیہ سے پیٹھ لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور ایک طرف کو ان کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اُن کے چہرے سے ظاہر تھا کہ فوت ہو چکے ہیں، ان کی اہلیہ ان کے پاس بیٹھی ہوئی اُن کے دل کی دھڑکن کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھیں اور ان پر قدرتی طور پر پریشانی کا عالم طاری تھا۔ ایک طرف یوسف خاں صاحب کھڑے ان کو دلاسا دینے کے لئے کہہ رہے تھے کہ دل کے مریض پر کبھی کبھی غشی کی حالت طاری ہو جایا کرتی ہے۔ اور اس حالت میں نبض وغیرہ بھی غائب ہو جاتی ہے۔ اتنے میں ڈاکٹر آگیا۔ اس نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ ڈاکٹر صاحب چل بسے ہیں۔

ڈاکٹر کی کیفیت

اس کے بعد ڈاکٹر پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ قابل ذکر ہے۔ وہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی چارپائی کے ساتھ دو زانو ہو کر ان کی روح کے لئے اور ان کے اہل و عیال کے لئے دعا کرتا رہا۔ پھر نیچے آکر اس نے فوراً ایک نرس کا انتظام کیا تاکہ اس کی امداد سے ہم ڈاکٹر صاحب کو نہلا سکیں۔ پھر اُس نے ہم سب سے اس طرح ہاتھ ملایا کہ اس سے ظاہر تھا کہ اسے بڑا صدمہ ہوا ہے۔ اس کے ہاتھ ملانے کا ایک انداز تھا۔ کہ فوراً دل پر اثر کرتا تھا۔ حتیٰ کہ دوسرے دن جب وہ پھر آیا اور مولانا مجید صاحب سے اس نے ہاتھ ملایا تو اُن کے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ غرضیکہ اس نے بے حد ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور جاتے ہوئے کہنے لگا کہ ہم (یعنی امراض دل کا ماہر اور وہ خود) جانتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب زیادہ

دیر زندہ نہ رہیں گے۔ اس لئے کہ انہیں پہلا حملہ اس شدت کا ہوا تھا کہ وہ اس سے کبھی صحتیاب نہ ہوئے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ ممکن ہے اگر وہ احتیاط وغیرہ کریں تو چند ایک سال نکال جائیں۔ لیکن ہمیں امید نہ تھی کہ اتنی اچانک ان کی موت واقع ہو جائے گی۔

اہلیہ صاحبہ کی خدمت اور گھریلو زندگی

ڈاکٹر صاحب کی بیماری میں ان کی اہلیہ صاحبہ نے ان کی اتنی خدمت کی ہے کہ وہ قابل تعریف اور لائق ستائش ہے اور ان کی موت پر ان کے اہل و عیال نے جماعت احمدیہ کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے قطعاً واویلا نہیں کیا۔ ڈاکٹر صاحب جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں اس..... لحاظ سے بہت خوش قسمت تھے کہ ان کی گھریلو زندگی محبت اور خوشی سے پُر تھی۔

جنازہ اور تدفین

۲۰ر مئی کو ڈاکٹر صاحب کی نعش کو برڈ وڈ میں لے جایا گیا جہاں ۲۳ر مئی تک انہیں رکھا گیا۔ ۲۳ر مئی کو مولانا عبدالمجید صاحب نے بروک وڈ قبرستان کے مسلم سیکشن میں نماز جنازہ پڑھائی اور دس ترک سپاہیوں کی قبروں کے ساتھ اس مجاہد اسلام کو بھی سپرد خاک کیا گیا۔

شرکائے جنازہ

جنازے میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں نے حصہ لیا۔ یہ اصل میں week day تھا یعنی کام کا دن تھا اس لئے لوگ زیادہ تعداد میں نہ آئے اور جو لوگ آئے وہ لمبے فاصلے طے کر کے آئے یعنی کارڈف اور برمنگھم کی طویل مسافت طے کر کے لوگ آئے۔ کارڈف سے علویہ الصوفیہ فرقہ کے چند مولوی بھی اپنے جبوں میں ملبوس ہو کر آئے۔ اور انہوں نے جنازہ کے جلوس کی قیادت کی اور مختلف دعائیہ کلمات زور زور سے اونچی آواز میں پڑھتے رہے۔ قبر میں دفن کرنے کے بعد انہوں نے اور یوگوسلاویہ کے ایک مسلمان دوست نے ڈاکٹر صاحب کی قبر پر بھی دعائیں پڑھیں۔ بی۔ بی۔ سی کا ایک خاص [illegible] آیا ہوا تھا جس نے مولانا عبدالمجید صاحب کی ایک مختصر تقریر ریکارڈ کی جو غالباً اگلے روز نشر کی گئی اور جہاں موقعہ ملا انہوں نے پاکستان میں بھی۔

جنازے میں حصہ لینے والوں میں سے چیدہ چیدہ اصحاب کے نام ذیل میں درج ہیں:

(۱) ملایا کے ہائی کمشنر

(۲) اے بی بٹ صاحب۔ [illegible] پاکستان ہائی کمشنر

(۳) مسٹر صلاح الدین [illegible] ہندوستانی سفارت خانہ۔

(۴) سر ہیرلڈ سٹوبرٹ۔ آنریری سیکرٹری پاکستان سوسائٹی۔ اس سوسائٹی کے پیٹرن ملکہ انگلستان کے شوہر ہیں۔

مذاہب عالم کی کانگریس میں خراج تحسین

چند ماہ پہلے ڈاکٹر صاحب کو ورلڈ کانگرس آف فیتھس کی طرف سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ لندن میں ہونے والے ایک بہت بڑے جلسہ میں اسلام کی نمائندگی کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب لکھا کہ وہ وعدہ نہیں کرتے۔ اگر ان کی صحت نے اجازت دی تو وہ آجائیں گے نہیں تو ان کی طرف سے خاکسار بھیجا جائے گا۔ یہ جلسہ ۲۳ر مئی کو ہونا قرار پایا تھا۔ اپنی موت سے دو ہفتے پہلے انہوں نے مجھ سے کہہ دیا کہ "میرے لئے جانا تو بہت مشکل ہے اس لئے گو پروگرام میں میرا نام چھپ گیا ہے۔ لیکن تم چلے جاؤ۔ چنانچہ میں نے اس جلسہ کے لئے تیاری کر لی۔ مجھے عرصہ سے خیال آرہا تھا کہ ہماری منطقی باتوں کا عیسائیوں پر اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ مذہب کے متعلق ان کا نظریہ اور تصور مختلف ہے۔ (اس جلسہ میں اپنی اپنی مذہبی کتب سے چند آیات پڑھکر ان کا ترجمہ سنانا تھا۔ اور خطبہ ایک ممتاز یہودی نے دینا تھا جو ہاؤس آف لارڈز کے ممبر ہیں) چنانچہ میں نے چند آیات قرآن کریم میں سے چن لیں۔ اور ان کا ترجمہ میں نے عیسائیوں کے طرز کلام میں آزادانہ طریق پر کیا۔ ترجمہ کرنے کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب کو دکھایا اور ان کا فتویٰ طلب کیا۔ میں نے انہیں کہا کہ عام مسلمان تو مجھ پر کفر کا فتویٰ عائد کر دیں گے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ قرآن کو زیادہ سے زیادہ ان عیسائیوں کے لئے سہل بنایا جائے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ انہوں نے نہ صرف اجازت دی بلکہ بہت حوصلہ افزائی فرمائی چنانچہ دفتر میں انہوں نے آخری کام اپنی موت سے قبل یہی کیا تھا کہ مجھے کہا کہ اسے جلسہ کے پروگرام میں چھپنے کے لئے بھیجدو۔ ۲۳ر مئی کی دوپہر کے [illegible] ڈاکٹر صاحب کو دفنایا گیا۔ اور اس کے بعد میں لندن چلا گیا۔ اور اس جلسہ میں میں نے قرآن کا ترجمہ سنایا۔ اس جلسہ کی روئداد پھر کبھی انشاء اللہ تحریر کروں گا۔ اتنا لکھ دیتا ہوں کہ [illegible] نے خاص طور پر اپنے پروگرام میں تبدیلی کی اور ڈاکٹر صاحب کو اس جلسہ میں جس میں حاضرین کی تعداد کم از کم ۵۰۰ تھی۔ نہایت عمدہ [illegible] خراج تحسین ادا کیا۔

کیسا ڈاؤن سے ترجمہ قرآن پڑھنے کی دعوت

[illegible] ترجمہ کی بات تو بیچ میں ہی رہ گئی میں نے قرآن کریم کا ترجمہ [illegible] کانگرس آف فیتھس کے [illegible] سنایا ہے۔ لیکن [illegible] کے [illegible] ....

Baroness Ravendale

کا خط ملا جس میں انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب کی موت کا بھی افسوس کیا۔ پھر آج ہی مجھے ایک اور گرجے سے خط ملا ہے جس میں انہوں نے مجھ سے پوچھا ہے کہ میں ۱۵ر جولائی کو ان کے گرجے میں آکر اسی طرح قرآن پڑھ سکتا ہوں یا نہیں۔

اگر ڈاکٹر صاحب مجھے اس رنگ میں قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ کرنے کی اجازت نہ دیتے تو میں یہ اثر پیدا نہ کر سکتا۔ غرضیکہ ڈاکٹر صاحب کا اپنی زندگی میں آخری کام دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں مزید رابطہ اور دوستی پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ خدا اس مجاہد کی روح پر اپنی رحمت اور سلامتی کی بارش نازل کرے۔

آہ! ڈاکٹر محمد عبداللہ

(بقیہ صفحہ ۱)

سرانجام دیتے رہے تھے۔ تقریباً تین سال ہوئے آپ ایک دو ماہ کے لئے وطن تشریف لائے۔ لاہور اور بیرونی دوستوں کو ان کے گھر جا کر ملنے۔ اور قومی اخوت کا ثبوت دیتے رہے۔ غریب خانہ بھی تشریف لائے میں نے دیکھا کہ ان کا دل جذبات محبت سے لبریز تھا۔ میں ان دنوں خانہ نشین تھا۔ مجھ سے کمال محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا جب ان کا خیال آتا ہے تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آہ! ایسے مخلص انسان اب کہاں ملیں گے؟ وو کنگ مشن میں شب و روز کی محنت شاقہ نے آپ کی صحت پر اثر ڈالا۔ قلب کا عارضہ ہو گیا۔ اور آخر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہید ملت

ڈاکٹر صاحب شہید ملت ہیں کیونکہ آپ نے جہاد کی حالت میں اپنی جان دی۔ حضرت مسیح موعود نے بھی ایک جگہ لکھا ہے کہ جو تبلیغ [illegible] سفر کرتا ہو اور فوت ہو گا وہ شہادت کا درجہ [illegible] اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے [illegible] آپ کی اولاد پر [illegible] فضل و کرم کی بارش ہو اور وہ دینی و دنیوی [illegible] سیر [illegible] اللہ تعالیٰ ان کو [illegible] اپنے [illegible] نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ڈاکٹر صاحب کی موت [illegible] بہت بڑا قومی نقصان ہے جس کی تلافی بظاہر [illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible] کے لئے [illegible] [illegible] [illegible]

میرے شوہر کی موت ایک شہید کی موت ہے

خدمتِ اسلام کیلئے ایک یادگاری فنڈ کا قیام

بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور نے انگریزی زبان میں ایک اپیل مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے کی ہے، جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

عزیز بھائیو اور بہنو! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔

مَیں افسوس کے ساتھ آپ سے عرض کرتی ہوں کہ میرے شوہر ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ مسجد شاہجہان ووکنگ کے امام کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے ۱۹ رمئی ۱۹۵۶ء کو اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے، ان کی وفات جو حرکتِ قلب بند ہونے کی وجہ سے ہوئی ایک اچانک اور غیر متوقع تھی، ہمیں فی الواقع اس کا بہت بڑا صدمہ ہوا، لیکن ایک مسلمان ہونے کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ رضائے الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کریں اور صبر و استقامت سے کام لیں، مَیں نے ایسا ہی طریق اختیار کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہے، مَیں نے اپنے آپ سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی ایک عظیم الشان مقصد کے لئے دی ہے اور اللہ تعالےٰ دوسری دنیا میں نہایت خوشی اور راحت کے مقام پر انہیں جگہ دے گا. میرے اس عزم صمیم اور بہت سے لوگوں کی دعاؤں نے جو ہمارے لئے کی گئیں مجھے اور میرے بچوں کو اس صدمۂ عظیم کے برداشت کی طاقت دی ہے فی الحقیقت میرے شوہر کی موت ایک شہید کی موت ہے اور ایسی موت کا کوئی افسوس اور اور ماتم نہ ہونا چاہیئے، ایک شہید کی موت قوم کی زندگی کا موجب ہوتی ہے، وقت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اسلام کی بلند تعلیمات کو دنیا میں پھیلائیں، اسلام جو اللہ تعالےٰ کا سچا دین ہے اور جلدی یہ مذہب دنیا میں سب سے زیادہ مقبول ہو گا، بدقسمتی سے یہ ہم مسلمانوں کی کمزوریاں ہیں، جو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی سدِ راہ ہو رہی ہیں

گذشتہ ماہ رمضان میرے لئے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا، میری وہ اعصابی تکلیف رفع ہو گئی جس میں گذشتہ آٹھ ماہ سے مبتلا تھی، ماہ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں میرے شوہر پر .... Coronary Thrombosis کا حملہ ہوا اس کی وجہ سے میری یہ اعصابی تکلیف زیادہ بڑھ گئی، میں اعصابی کھچاؤ کی وجہ سے بہت سخت تکلیف زدہ تھی، ہمیشہ مجھے یہ خیال آتا تھا کہ کسی ایسی جگہ چلی جاؤں جہاں کوئی پریشانی نہ ہو، گذشتہ ماہ رمضان میں دو خیالات میرے دل میں آئے، پہلا خیال یہ تھا کہ زندگی ایک جدّ و جہد کا نام ہے اور ہم استقلال و استقامت ہی کے ذریعہ کامیابی حاصل کر سکتے ہیں دوسرا یہ خیال تھا کہ اسلام کے معنی یہ نہیں کہ اسلام کا صرف نظری علم ہمیں حاصل ہو، بلکہ اسلام کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ کے احکام کی ہم کس قدر متابعت کرتے اور اس کی خوبیوں اور پاک صفات کو اپنے اندر لیتے ہیں، مَیں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے رستہ میں جدوجہد کرنے کی ہمیں پوری طاقت حاصل ہو۔ آخر میں مَیں ان تمام مسلمانوں سے جو خدمتِ اسلام کا جذبہ اپنے اندر رکھتے ہیں ایک اپیل کرتی ہوں کہ ہمیں حسب ذیل فنڈز کی ضرورت ہے :-

۱- مسجد شاہجہان کے گنبد کی فوری مرمت کی ضرورت ہے، ورنہ خطرہ ہے کہ وہ کسی دن گر جائے گا۔

۲- ہمیں اپنے کام کو وسعت دینے کے لئے بھی فنڈز کی ضرورت ہے۔

۳- ہمیں اسلامک ریویو کے لئے بہت زیادہ خریداروں کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ فضلائے اسلام اسلامی مسائل حاضرہ پر اس رسالہ میں مضامین لکھیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے ہمیں تمام اسلامی دنیا کی تائید و حمایت کی ضرورت ہے۔

اس لئے مَیں خدمتِ اسلام کے لئے اپنے شوہر مرحوم کے نام پر ایک یادگاری فنڈ کھولتی ہوں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ میرا ساتھ دیں۔

آپکی مخلص - محمودہ عبداللہ

نوٹ :- اس فنڈ کے لئے بیگم صاحبہ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے اپنی طرف سے پچاس پونڈ نذر کئے ہیں۔

توفیقِ صبر دے ہمیں پروردگار آج

مُرتضیٰ خان حسن

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام - سلام مسنون - اس مرثیہ کے اشعار تو بہت سے ہیں لیکن آپکی اخبار کے لئے محض چند اشعار ارسال ہیں۔ (مرتضیٰ خاں حسن)

عبداللہ! تیری یاد میں روتے ہیں اہلِ درد
پڑتا نہیں قرار انہیں زینہار آج

تصویر تیری پھرتی ہے آنکھوں کے سامنے
آتی ہے یاد شکل تری بار بار آج

مشرق بھی سوگوار ہے مغرب بھی سوگوار
دنیا ہے ایک غم میں ترے اشکبار آج

تجھ سا کہاں ملے گا ہمیں نعل بے بدل
تجھ سا کہاں ملے گا دُرِ شہوار آج

وہ صدق وہ خلوص وہ علم اور اتقا
کیونکر کریں صفات کا تیری شمار آج

اللہ رے! یہ جذبہ پئے دینِ مصطفےٰ
جاں بھی جگر بھی کر دیا اس پر نثار آج

شمعِ ہدیٰ و رُشد سرِ شام بجھ گئی
دنیا پہ چھا گئی شبِ تاریک و تار آج

یہ غم وہ غم نہیں کہ جسے بھول جائیں ہم
توفیقِ صبر دے ہمیں پروردگار آج

شہید کی زندگی

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللہ مرحوم

ابتدائی حالاتِ زندگی

میرے شوہر محترم ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے اپنا بچپن کا زمانہ لائل پور میں گذارا۔ ان کے والد بزرگوار شیخ محمد حسین صاحب کا تجارتی کاروبار تھا۔ خدا کے فضل سے نیکی اور شرافت ان کو والد صاحب اور والدہ صاحبہ ہر دو کے خاندان سے بطور وراثت ملی تھی۔ ابھی کم سن ہی تھے کہ شفیق والدہ کا سایہ اُٹھ گیا۔ اس طرح یہ تین بھائی شیخ عبدالحق صاحب، شیخ محمد عبداللہ صاحب اور شیخ عطاء اللہ صاحب کم سن رہ گئے۔ ان کے والد صاحب نے دوسری شادی کی لیکن سوئے قسمت سے وہ بیوی بھی چھوٹے چھوٹے چار بچے چھوڑ کر وفات پا گئیں۔ اس دوران میں ان کے والد صاحب نے لائلپور چھوڑ کر سیالکوٹ میں اپنی رہائش اختیار کر لی۔ ان کے بڑے بھائی تو تعلیم حاصل کر کے اپنے والد صاحب کے ہمراہ رہنے لگے، لیکن میرے شوہر اور ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب بغرض تعلیم لاہور میں کافی عرصہ مقیم رہے۔ ان کے والد صاحب نے دوسری بیوی کی وفات پر اپنا کاروبار چھوڑ دیا اور بچوں کی دیکھ بھال خود کرنے لگے۔ اسی اثنا میں ان کے بڑے بھائی شیخ عبدالحق صاحب کی شادی ہو گئی تو بڑے بھائی اور بھاوجہ نے بھی چھوٹے بھائی بہنوں کی پرورش میں والد صاحب کا بہت ہاتھ بٹایا۔ لیکن یہ دونوں بھائی بھی چھٹیوں میں گھر آتے اور اپنے والد صاحب اور بھائی بھاوجہ کو چھوٹے چھوٹے کم سن بھائی بہنوں کی مدد میں مصروف پاتے تو ہر طرح ان کی مدد اور ہمدردی کرتے۔ ان کے والد صاحب نے جن کی اب کوئی معقول آمدنی نہ تھی بلکہ صرف اپنے پس انداز پر گذارہ تھا ہر طرح تنگی اُٹھا کر ان دونوں بھائیوں کی تعلیم کو جاری رکھا۔ ان دونوں کو بھی اپنے والد صاحب کی اس پدرانہ ہمدردی کا بڑا احساس تھا چنانچہ انہوں نے اپنا تعلیمی زمانہ نہایت محنت جانفشانی اور کفایت شعاری سے بسر کیا۔

دینی شغف

قیام لاہور میں ہی ان کو جماعت احمدیہ کے بزرگوں کی صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا اور یہ دونوں بھائی یکے بعد دیگرے جماعتِ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اس اثنا میں مذہب سے دلی لگاؤ ہونے کی وجہ سے وہ ہر اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے جہاں انہیں کوئی دینی علم حاصل ہوتا۔ چنانچہ احمدیہ مسجد میں کوئی جلسہ یا درس تدریس ہوتا تو وہ بڑی باقاعدگی سے اس میں شریک ہوتے۔ مجھے بتایا کرتے تھے کہ جن دنوں بی اے کا امتحان دے رہے تھے اسوقت سخت گرمی کے روزے تھے لیکن روزے رکھکر امتحان دیتے رہے تو خدا نے یہ برکت دی کہ امتحان میں فرسٹ آئے اور آنرز حاصل کیا۔ پھر ایم ایس سی پاس کیا تو ایک سال کے لئے انڈسٹریل سرویئر لگ گئے جو ایک بڑی اچھی پوسٹ تھی۔ انہی دنوں ماہ رمضان آ گیا تو حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر مرحوم روزانہ ایک پارہ کا درس قرآن دیا کرتے تھے پروفیسر صاحب بھی روزانہ اس سے مستفید ہوتے بلکہ اگر کبھی سفر پر جانا پڑتا تو ایک پارہ سفر ہی میں مولانا صاحب کی اُردو تفسیر سے پڑھ لیتے۔ مجھے بتایا کرتے تھے کہ انڈسٹریل سرویئر کی پوسٹ ایک سال کے بعد خود ہی چھوڑ دی کہ اس میں سفر کرنا پڑتا ہے اور دینی علوم حاصل کرنے کا موقعہ کم ملتا ہے۔ اس ملازمت کو چھوڑ کر اسلامیہ کالج کی پروفیسری شروع کی جہاں چار پانچ سال متواتر کام کرتے ..... رہے اور مولانا محمد علی صاحب اور دیگر بزرگان جماعت سے علم دین حاصل کرنے کا اچھا موقعہ ملتا رہا اور اس منبع سے علم حاصل کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک سچے خادم کی حیثیت سے اپنی زندگی کو ڈھالنا شروع کر دیا۔

جرمن مسلم مشن میں

۱۹۲۷ء میں انجمن نے ان کو برلن مشن میں کچھ عرصہ کام کرنے کو بھیجا جہاں شروع میں کافی مشکلات تھیں، لیکن خدا کے فضل سے نہایت تندہی سے اس جرمن مسلم مشن میں گیارہ سال تک کام کرتے رہے۔ شروع میں ان کا خیال تھا کہ جرمنی میں پی ایچ ڈی کر کے پھر اپنی تعلیمی خدمات پر لگ جائیں لیکن ۱۹۳۳ء جب وہ چھٹی پر پاکستان آئے تو انجمن نے ان کو پھر جرمنی جانے اور ساری زندگی اس کام کے لئے وقف کرنے کے لئے کہا۔ مذہب سے دلی لگاؤ ہونے کی وجہ سے انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد پورا کیا اور اپنی ساری زندگی اس مقصد عظیم کے لئے وقف کر دی۔

پہلی بیوی کی وفات!

میرے شوہر محترم کی پہلی شادی میری سب سے چھوٹی پھوپھی سکینہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جو نہایت ہی پاک باطن اور حد درجہ نیک اور خوش اخلاق خاتون تھیں، شادی کے کچھ سال بعد وہ وفات پا گئیں تو میرے شوہر کو ایسی پاک باطن بیوی کے وفات پا جانے کا نہایت ہی رنج ہوا۔ اور خیال تھا کہ دوسری شادی کریں گے ہی نہیں۔ چنانچہ جب پہلی بار جرمنی گئے تو اکیلے گئے کیونکہ شادی کرنے کا ارادہ ہی نہ تھا۔ برلن میں پانچ سال گذارے اور اس اثنا میں انجمن کی اجازت سے پی ایچ ڈی کر کے وطن واپس آئے تو خیال تھا کہ اب اپنے تعلیمی مشاغل میں لگ جائیں گے لیکن چند ماہ بعد ہی انجمن نے ان کو پھر برلن مشن میں جانے کی ترغیب دی۔ اس پر انہوں نے بخوشی لبیک کہا۔

دوسری شادی

دوبارہ برلن جانے سے پہلے دوسری شادی بھی ہو گئی کیونکہ وہ اکیلے برلن رہ کر دیکھ چکے تھے کہ امام کے لئے بغیر شادی شدہ ہونے کے بہت سی مشکلات ہوتی ہیں جن میں بیوی خاصہ ہاتھ بٹا سکتی ہے۔ چنانچہ ہماری شادی ۱۹۳۳ء میں ہوئی اور مجھے اس مرد مجاہد اور نہایت ہی پاک باطن شوہر کی صحبت میں ۲۳ سال گذارنے کا موقعہ ملا۔

سیرت و اخلاق

وہ بڑے باوفا اور ہمدرد شوہر تھے۔ بچوں کے شفیق اور دلی ہمدرد باپ بہن بھائیوں کے دلی خیرخواہ بھائی، اور اپنی جماعت کے تمام بزرگوں کی دل سے عزت اور قدر کرنیوالے تھے۔ جماعت کے فیصلوں اور مشوروں پر چلنا ضروری ہی نہیں بلکہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اگر کسی موضوع پر اختلاف رائے ہو تو مناسب طریقہ پر انجمن کو اپنے خیال سے اطلاع دے دیتے۔ جو بھی زندگی میں کوئی اہم معاملہ ہوتا آپ سب کے مشورہ سے طے کرتے بلکہ گھر اور دفتر کے بعض معمولی کاموں میں بھی گھر کے تمام افراد سے مشورہ لیتے۔ باوجود معاملہ فہم اور زیرک طبع ہونے کے اپنی لیاقت اور قابلیت پر بالکل گھمنڈ نہ تھا بلکہ ان کی زندگی عجز و انکساری کا نمونہ تھی اور وہ صحیح معنوں میں اسم بامسمٰی تھے یعنی اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کا ایک ادنےٰ غلام ہی تصور کرتے تھے۔ خدا پر بڑا توکل اور ایمان تھا اور دُعا پر بڑا یقین۔

فراست مومنانہ

بیرونی مشنوں میں قیام کے دوران میں بے شمار قسموں کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا تھوڑی سی ملاقات کے بعد وہ ہر شخص کا اندازہ لگا لیتے تھے کہ وہ کس قماش یا کیریکٹر کا انسان ہے۔ بسا اوقات ہم سب اکٹھے مل کر بیٹھے ان کی گفت و شنید لوگوں سے سنتے ہوتے اور ہمارا قیاس بعض لوگوں کے متعلق بڑا اچھا ہوتا، لیکن جب ہم ان کی رائے بعض ایسے اشخاص کے متعلق پوچھتے تو وہ فوراً کہتے کہ وہ تو باتونی ہے اخلاص اس میں نہیں۔ خصوصاً ایک واقعہ جو تقریباً سال بھر کا ہے لکھے دیتی ہوں۔

ایک مصری مسلمان جن کی انگریز بیوی تھی ایک اتوار ان سے ملنے آیا۔ بڑا خوش شکل اور خوش مزاج تھا۔ دوران گفتگو میں بتایا کہ اس کا لندن کے باہر ائر پورٹ کے قریب ایک رستوران ہے لیکن اسے یہ کام پسند نہیں ہے اور اس کو تبلیغ اسلام کا بڑا شوق ہے۔ اس نے کہا کہ مسلمان ابھی تک ان لوگوں میں صحیح طریق پر پیغام اسلام

پہنچا نہیں سکے اور وہ اس کام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ووکنگ مشن کے مالی حالات کے متعلق تمام باتیں سنیں اور آخر پر کہا کہ وہ ہمیں اپنے گھر پر بلائے گا اور پھر مشورہ دے گا کہ کس طریق پر یہ کام شروع کیا جائے گا۔ یہ سب کچھ سُن کر ہم سب بہت متاثر ہوئے کہ سبحان اللہ خدا خود ہی غیب سے سامان کر رہا ہے کہ بنا بنایا مبلّغ بھیج رہا ہے۔ جب وہ چلا گیا تو پروفیسر صاحب اور اقبال احمد نے یک زبان ہو کر کہا کہ یہ شخص باتونی لگتا ہے اور مخلص نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب اسے پتہ چلا کہ ہمارے پاس تو کوئی مال و دولت نہیں ہے، بلکہ لوگوں کی قربانی سے یہ مشن چل رہا ہے اور دنیوی فائدہ اس میں بہت کم ہے تو چلا گیا اور پھر کبھی خط تک نہیں لکھا غرض ایسے بیسیوں واقعات ہیں کہ انہوں نے اپنی مومنانہ فراست و بصیرت سے دھوکہ نہیں کھایا۔

مسلمانوں کی ہمدردی و خیر خواہی

ہر ایک امیر غریب سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتے۔ اگر نیک مسلمانوں سے ملتے تو دلی راحت محسوس کرتے لیکن اگر نام نہاد مسلمانوں سے واسطہ پڑتا تو بڑا درد او قلق محسوس کرتے۔ ان کی دلی تڑپ اور خواہش ہوتی کہ خدا مسلمانوں کی اصلاح کر دے اور اس کے لئے کوشاں بھی رہتے۔

بیوی بچوں کی اصلاح

اپنی زندگی کے آخری دو تین سالوں میں انہیں اپنی ذاتی اصلاح اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی طرف سب سے بڑھ کر توجہ رہی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے لیکچر بازی سے قدر حجاب محسوس ہوتا ہے کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم میں بہت سی کمزوریاں ہیں، جب تک وہ دور نہ ہونگی ہماری تبلیغ میں کوئی اثر نہ ہوگا۔ جب بھی مجھ میں یا بچوں میں کوئی نقص دیکھتے تو فوراً نہایت مؤثر طریقہ سے اس کی اصلاح کی کوشش کرتے اور اکثر کہتے کہ جو چیز میں صحیح سمجھتا ہوں اس کی طرف آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کب میری باتوں کا آپ لوگوں پر اثر ہوگا۔ مجھے اکثر نصیحت فرماتے کہ کھانے پکانے کم کرو اور وہی قیمتی وقت بچوں کی تعلیم و تربیت پر صرف کرو۔

طریقِ زندگی اور عادات

انہوں نے اپنی زندگی کے بیس سال یورپ میں گزارے یہاں کی اچھی چیزوں کا نمایاں اثر اپنے اندر لیا، لیکن کسی ایسی عادات سے ہمیشہ اجتناب کیا جو ہمارے اسلامی تمدن کے خلاف ہوں، مثلاً رات کو دس گیارہ بجے سو جاتے اور صبح پانچ بجے اُٹھ بیٹھتے بلکہ حج کے بعد سے برابر تہجد کی نماز کے لئے اُٹھتے۔ صبح کی نماز پڑھ کر ضرور کچھ تلاوت کرتے پھر تھوڑی سی ورزش بھی معمول میں تھی۔ تندرستی کی حالت میں ۹½ بجے دفتر میں بیٹھے ہوتے صبح ہی صبح سوچ لیتے کہ آج کیا ضروری کام کرنے ہیں۔ آتے ہیں۔ دفتر میں خود بھی بہت کام کرتے اور دوسرے کارکنوں سے بھی خوب کام لیتے لیکن ہر کام کو ایک پلان بنا کر بروقت اور صحیح طریقہ سے کرتے۔ فرمایا کرتے کہ میں تو عمر بھر وقت کا پابند رہا ہوں اور میرے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور تم سب کو بھی اسی کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

جماعتی تفرقہ میں اتحاد کی راہ

کچھ عرصہ سے جو جماعت میں قدرے تفرقہ بازی دیکھی تو اس سے بہت تکلیف محسوس کرتے۔ فرماتے رنجشیں جب ہوتی ہیں تو قصور دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ اصلاح کی صورت یہی ہوتی ہے کہ ہر گروہ یہ سمجھے کہ ہم بھی کسی نہ کسی حد تک قصوروار ہوں، ہر دو پارٹیاں اپنی اپنی اصلاح کریں تو تب ہی صلح ہوتی ہے۔

زندگی کا پیغام

سب سے آخر پر میں اپنی جماعت کے تمام افراد سے اپیل کرتی ہوں۔ کیا ہی خوب یہ شعر ہے ؎

چھٹیں جو چند ڈالیاں تو پود ہو ہری بھری
کٹیں جو چند گردنیں تو قوم کی ہو زندگی
شہید کی بھی زندگی کیا ہی عجیب ہے یہ زندگی

اے میرے پیارے بزرگو! اور عزیز بھائی بہنو! پروفیسر عبداللہ صاحب کی یہ شہیدانہ موت ہم سب کے لئے ایک زندگی کا پیغام ہے۔ اے خدا تو ہم میں اتفاق اور محبت پیدا کر۔ ہم میں صلہ رحمی عفو اور درگزر کی صفات پیدا کر دے۔ ہم اپنی زندگیوں میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس چیز کا نام نہیں کہ ہم کتنے بڑے عالم دین ہیں بلکہ اسلام خدا کے حکموں کے آگے جھکنے اور اس کی پاک صفات کو اپنے اندر لینے کا نام ہے آہ! ہماری بدبختی ہے کہ ہم مسلمان اس وقت اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اسلام کے سورج کے سامنے بطور بادل چھائے ہوئے ہیں کیا ہی دلبر ہے شعر حضرت مسیح موعود کے ہیں ؎

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

اور پھر خدا سے علم پاکر کہ اسلام کی طرف دنیا کا رُخ پھیرنے والا ہے یہ خوشخبری دی کہ ؎

آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

اسلام قربانی چاہتا ہے

بے شک دینِ اسلام سچا ہے اور باقی تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ لیکن ہم سے وہ قربانی چاہتا ہے۔ پہلے سچے دل سے خود اس پر عامل ہوں اور پھر دوسروں کو پہنچانے کی فکر ہو جیسے ہمارے بزرگوں اور اسلاف کا طریق تھا، اے خدا تو ہم میں مولانا محمد علی صاحب جیسے برگزیدہ خادمِ دین اور ڈاکٹر بشارت احمد جیسے عالم دین اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب جیسے نیک اور پاک بزرگ پھر سے پیدا کر دے، اے خدا تو ہمیں خواجہ کمال الدین جیسے مجاہد فی سبیل اللہ اور مولانا عزیز بخش صاحب جیسے پارسا عطا کر جنہوں نے تیرے دین کے لئے مالی و جانی قربانیاں دیں اور تیری راہ میں شہید ہو گئے ؎

ہاں لئے تصور پھر دکھا دے وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو

اے خدا تو ہمیں مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اور ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کے نعم البدل عطا کر آمین۔ ہم تیری رحمتوں اور فضلوں سے مایوس نہیں۔

نوجوانوں سے خطاب

اے میرے نوجوان بھائیو! جنہیں آپ میں سے علم و عمل کی وراثت ملی ہے وہ اُٹھیں اور اپنے بزرگوں کی اس وراثت کو سنبھالیں۔ آپ سب سے میری درخواست ہے کہ مجھ ناچیز کو اور میرے بچوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں میری یہی تمنا ہے کہ جس راہ میں میرے عزیز شوہر نے اپنی زندگی دی ہے میرا اور میری اولاد کا اسی پر خاتمہ ہو اور میرا ہر بچہ دین اسلام کا سچا خادم اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ آمین۔ آخر میں دعا ہے کہ اے خدا اس مرنے والے پر اپنی ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرما۔ آمین۔ ؏

اے شہید ملت تیری موت سے حیات ہو قوم کی

خاکسار
محمودہ عبداللہ

موت میں حیات کا پیغام

(بقیہ صفحہ ۷)

یقین کرتا ہے۔ آؤ ہم مل کر اس میں زندگی کی وہ حرارت اور وہ آب و تاب پیدا کریں جو ایک صحیح اسلامی زندگی کے نمایاں نشان ہو۔ قوم کے ذمہ دار اصحاب کو جو زندگی کے آخری مرحلہ پر کھڑے ہیں بالخصوص اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ زندگی ختم ہوتی جاتی ہے اور ہم میں سے ہر ایک کو کسی وقت بھی بلاوا آسکتا ہے جو ہمارے ان دو عزیز دوستوں کو آیا۔ اس لئے اگر ہمارے ہاتھ سے موجودہ جمود و انتشار دور کرنے کے لئے کچھ ہو سکے تو وہی ہمارے لئے حقیقی اخروی سرمایہ ہوگا جو ہم ساتھ لے کر جائیں گے۔

محمد یعقوب خان ۱۱/۶/۵۶

اسلام کا سچا جاں نثار

از ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی

پروفیسر صاحب سے میرا تعارف

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم سے میرا تعارف مسلم ہوسٹل بیڈن روڈ لاہور میں ۱۹۲۶ء میں ہوا تھا۔ اس زمانے میں وہ اسلامیہ کالج لاہور میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے اور حضرت امیر مرحوم نے ان کو ہمارے ہوسٹل کا سپرنٹنڈنٹ مقرر فرمایا تھا۔ اس دوران میں ہمارا ان کے ساتھ دن رات کا تعلق رہتا رہا ہے۔ ہم لوگ ان کو صرف پروفیسر صاحب کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے مجھے تو یہ معزز تخاطب خاص طور پر اتنا بھایا۔ کہ میں آج تک ان کو اسی خطاب سے مخاطب کرتا رہتا ہوں۔

ہوسٹل کی زندگی

ہمارے ہوسٹل میں مختلف طبیعتوں کے لڑکے داخل کئے گئے جو مختلف کالجوں میں داخل ہونے کے بعد آئے تھے۔ انجمن کے مدنظر کوئی مالی فائدہ نہ تھا بلکہ یہ سلسلہ صرف یہ چاہتے تھے کہ جو طلباء اس ہوسٹل میں رہیں وہ اپنی زندگیوں کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اور اس کوشش میں ہوسٹل کے منتظمین ان کی معاونت کریں گے۔ ہم سے چاہا جاتا تھا کہ ہم سادہ زندگی بسر کریں، لغویات سے پرہیز کریں، احکام و ارکان اسلام کو بجا لانے میں مستعدی دکھائیں۔ دین کو سمجھنے اور سیکھنے کی کوشش کریں، عسر و یسر میں خدا تعالے کی رضا کو مدنظر رکھیں۔ اپنی تعلیم اور صحت کے خود محافظ بنیں۔ اس مقصد کے لئے ہمارے ہوسٹل میں پانچوں نمازیں باقاعدگی سے پڑھی جاتی تھیں صبح یا شام کو درس ہوتا تھا باقاعدہ لان میں ٹینس اور بیڈمنٹن کا انتظام تھا۔ کبھی کبھی دوسرے ہوسٹلوں کے طلباء سے میچ بھی ہوتے تھے۔ ان سب امور میں پروفیسر صاحب ہماری رہنمائی کرتے تھے۔

سادہ اور بے تکلف طرز رہائش

ہمارے ہوسٹل کا خرچ اس زمانے میں سب سے کم تھا...... کھانا سادہ اور نہایت اعلےٰ ملتا تھا۔ غذا ہر لحاظ سے بہترین ہوتی تھی۔ ہر لڑکے کو ہوسٹل کے انتظام میں دلچسپی لینی ہوتی تھی۔ اس پر مزید یہ کہ پروفیسر صاحب خود اس طرح غور و پرداخت کرتے تھے۔ جس طرح یہ ان کے اپنے گھر کا انتظام ہو۔ جب وہ اکیلے ہوتے تو ہمارے ساتھ عموماً کھانا کھایا کرتے۔ بازار میں اگر ان کو کوئی شے پسند آتی۔ تو وہ لے آتے۔ اور ہمارے ساتھ ہم سب میں بانٹ کر کھاتے۔

شیر کشمیر حلقۂ بیعت میں

پروفیسر صاحب طلباء میں بڑے مقبول تھے۔ کتنے ہی مخالف خیالات رکھنے والے لڑکے صرف پروفیسر صاحب کی وجہ سے اس ہوسٹل میں داخل ہوئے شیخ محمد عبداللہ شیر کشمیر اس ہوسٹل میں دو سال رہے اور ان پر اسلامی رنگ یہاں ہی آکر چڑھا۔ حتیٰ کہ وہ بیعت کرکے جماعت احمدیہ میں داخل بھی ہوگئے۔ اس زمانے میں شیخ محمد عبداللہ پروفیسر صاحب کی زندگی کو اپنے لئے ایک شمع ہدایت سمجھتے تھے۔

اسلام کے لئے غیرت

فرعون سے فرعون طالب علم کو سیدھا راستہ دکھلانے میں پروفیسر صاحب کو کمال حاصل تھا۔ میں نے کبھی ان کو غصہ میں نہیں دیکھا۔ کیسا ہی معاملہ کیوں نہ ہو وہ کبھی گرم نہیں ہوتے تھے۔ ایک ہی شئے جس کو وہ ناپسند کرتے تھے وہ اسلام یا بانی اسلام کے بارے میں گستاخانہ روش تھی۔ مجھے یاد ہے کہ انہوں نے ایک احمدی طالب علم کا اس ہوسٹل سے چلا جانا گوارا کرلیا۔ مگر قرآن کے بارے میں اس کی گستاخانہ حرکت کی وجہ سے اس کو وہاں رکھنا منظور نہ کیا۔

عادات و خصائل

پروفیسر صاحب خود کم خور مگر خوش خورد تھے۔ لباس کے بارہ میں قناعت پسند تھے۔ گفتگو میں تناسب متانت۔ تحمل اور بردباری بدرجہ اولےٰ موجود تھی۔ جو کام بھی ان کے سپرد ہوتا اس کو نہایت انہماک سے سرانجام دیتے۔ تنظیم کے بے حد قائل تھے۔ حفظ مراتب ان کے نزدیک سنت کا درجہ رکھتی تھی اگر کسی امر میں اپنے سے بزرگ سے اختلاف ہو جاتا اور اس کا پاٹنا دونا ممکن سمجھتے تو ان کا طریق کار یہ تھا۔ کہ وہ اس کے راستے سے ہٹ جاتے تھے۔ اور اس میں ان کا تعاون حاصل کرنا کبھی ممکن نہ ہوتا عموماً یہ دیکھا گیا کہ اس طریقۂ کار میں وہ درستی پر ہوتے۔ مہینوں یا سالوں کے بعد ان کے اقدام کا جائزہ لیا جاتا تو یہی دیکھنے میں آتا کہ ان کی نگاہ عمیق تھی، اور وہ بہت جلد دور رس عواقب پر عبور حاصل کرلیتے تھے۔ ان کا طرز تخاطب نہایت پسندیدہ ہوتا تھا۔ طلباء تو رہے ایک طرف وہ کسی نوکر کو بھی تحقیر کے لہجہ میں مخاطب نہ کرتے تھے۔

اسلام دل کی گہرائیوں میں

پروفیسر تو تھے وہ علم کیمیا کے۔ مگر ان کے دل دماغ پر اسلام کی حقانیت اس طرح چھائی ہوئی تھی۔ کہ کتنی دفعہ دوران گفتگو میں کیمیا کی جگہ اسلام لے لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ اسی زمانے میں راقم میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا اور اس کے ساتھ ہی گوردوت بھون میں جاکر وہاں کی لائبریری سے علوم ادیان پر مختلف کتابیں کھنگالتا تھا۔ ایک دن باتوں باتوں میں اس کا ذکر آیا۔ میں نے وہاں کے لائبریرین کا جو ایک آریہ سماجی اور نہایت اعلےٰ تعلیم یافتہ شخص تھا نہایت اعلےٰ الفاظ میں ذکر کیا۔ تو پروفیسر صاحب میرے ساتھ جاکر اس کو ملنے کے لئے تیار ہوگئے۔ جب یہ دونوں آپس میں ملے تو معلوم ہوا کہ کسی زمانے میں یہ دونوں ہم جماعت رہ چکے ہیں۔ اس شخص نے ان سے استفسار کیا۔ کہ کیا اب بھی وہ دوسرے علوم کے فارمولوں کو اسلام کی سچائی میں استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس پر پروفیسر صاحب نے کہا کہ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے اس عمل نے ہی ان کو احمدی ہونے پر مجبور کیا ہے۔ اور اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے پھیلانے کے لئے اپنی زندگی وقف کردیں گے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی تڑپ ان کے دل میں دبی تھی نہ کہ کسبی۔

استجابت دُعا

ایک دفعہ دُعا کی قبولیت کے بارے میں ان سے گفتگو ہوئی۔ میں نے جب ان کو دعا کے بارے میں اس قدر مصر پایا تو ان سے کہا۔ کہ پروفیسر صاحب کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ بیٹھے بٹھائے بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے مجھے بیس پچیس روپے ماہوار مل جایا کریں، ہنس کر کہنے لگے عمل کی کیا ضرورت ہے۔ آپ بھی دُعا کریں اور میں بھی دُعا کرتا ہوں۔ اس کا نتیجہ اچھا برآمد ہوگا۔ اور واقعی ایسا ہوا۔ کہ کچھ عرصہ کے بعد ایسی ہی ایک رقم مجھے غیب سے ملنے لگی۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ یہی رقم مجھ تک پروفیسر صاحب کے ذریعہ پہنچتی تھی۔ مگر ایک لمبے عرصہ تک میں اور پروفیسر صاحب اندھیرے میں رہے کہ اس رقم کا اصل منبع کہاں تھا۔ بہرحال ہم اس کے بعد جب کبھی اکٹھے ہوتے دعا کی قبولیت کا یہ نتیجہ ہم میں ہمیشہ معرض بحث بنا رہا۔ پروفیسر صاحب اس زمانے میں خود بھی پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ میں نے ان کو تہجد کی نماز پر مداومت کرتے ہوئے پایا۔ چاہے یہ نماز دو رکعت ہی کیوں نہ ہوتی۔ ان کی تڑپ یہ تھی کہ ہم طلباء بھی نماز تہجد باجماعت ادا کرنے کا بندوبست کریں۔ جو ممکن نہ ہوا۔

تنگی میں دوسروں سے حسن سلوک

ایک وقت آیا۔ کہ غیر احمدی...... طلباء کی اخلاقی گراوٹ کی وجہ سے اور احمدی طلباء کی بے اعتنائی سے انجمن کو ہوسٹل بند کرنا پڑا۔ کوٹھی کا نصف حصہ ایک صاحب کو کرایہ پر دے دیا گیا۔ باقی نصف میں پروفیسر صاحب اور چند طلباء رہ پڑا۔ پروفیسر صاحب کے لئے مکانیت نہایت درجہ تک غیر مکتفی ہوگئی لیکن انہوں نے ان طلباء کو عزیزوں کی طرح اپنے ساتھ رکھا۔ اور کبھی ان کو تکلیف نہ ہونے دی۔ اس کا ان کو بڑا قلق تھا۔

نہایت مفید ادارہ غفلت اور بے پروائی کی نذر ہو گیا۔

تعلیمی نظریہ اور دارالاقامہ کی تجویز

جہاں تک ان کے تعلیمی نظریہ کا تعلق ہے۔ وہ اس بات میں مجھ سے سو فیصدی متفق تھے۔ کہ ہماری جماعت کو اپنے بچوں کے لئے ایک خاص طریق تعلیم اختیار کرنا چاہیئے اور ان کے لئے خاص خاص کورس تیار کرنے چاہئیں جو ایک طرف تو موجودہ تعلیمی ضروریات کو پورا کریں۔ اور دوسری طرف ہماری جماعتی اور تبلیغی منشاء کو پورا کریں۔ غریبوں اور امیروں کے بچے سب ایک جگہ پرورش پائیں اور تعلیم حاصل کریں اور ان کو تعلیم دینے والے نہایت اعلیٰ اخلاق کے اعلیٰ تعلیم یافتہ احمدی مرد و زن ہوں۔ اس ادارہ میں پانچ سال کا بچہ داخل کیا جائے اور ۲۵ سال کی عمر میں اسے دنیا اور دین کے کاروبار میں حصہ لینے کا اہل بنا کر نکالا جائے۔ اس مطلب کے لئے مسلم ٹاؤن کی زمین کو وہ بہترین خطہ سمجھتے رہے یہی وجہ تھی کہ جب میں نے یتیم خانہ کے بنانے کی مخالفت کی تھی اور چاہا تھا کہ اس کی جگہ دارالاقامہ تعمیر کیا جائے تو صرف ایک پروفیسر صاحب ہی تھے جنہوں نے سو فیصدی میرے ساتھ اتفاق کیا۔ یتیم خانہ کی سکیم کتنی دفعہ اُبھری اور کتنی دفعہ ختم ہوئی۔ ایک وقت صرف اسی ایک خیال نے اس کو تقویت دی کہ مسلمان یتیم خانہ کے نام پر دل کھول کر چندہ دیتے ہیں مگر کسی نے یہ نہ سوچا کہ اگر ..... صحیح معنوں میں دارالاقامہ قائم کر دیا جائے تو یتیموں کا مسئلہ یعنی جماعتی نظام پر حل ہو جائے گا اور یتیم و غریب بچوں کی نفسیاتی اسقام کا بہترین حل ثابت ہو گا۔

ایک اہم ادارہ قائم کرنے کا خیال

پروفیسر صاحب جب تک انجمن کے جنرل سیکرٹری رہے اور اس کے بعد جب انہوں نے ووکنگ مشن کا چارج لیا وہ یہاں احمدی احباب اور وہاں ووکنگ میں نومسلم اصحاب کو ایک جگہ اکٹھا دیکھنے کی تڑپ رکھتے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ سب اس طرح اکٹھے رہیں جس طرح ایک کنبہ کے افراد اور ان میں ہر ایک دوسرے کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی کرے بلکہ ہر ایک کا منتہائے زندگی صرف قربانی ہی قربانی ہو۔ لیکن یہ قوم کی بڑی بدقسمتی ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب اپنی اس سکیم کو ٹھوس لباس نہ پہنا سکے۔ کیونکہ عام افراد کو چھوڑ کر قوم کے بڑے بڑے افراد نے اس معاملہ میں ان کا ساتھ نہ دیا۔ اس کے بعد جب وہ انگلستان گئے تو اس خیال کو وہ ساتھ لے کر گئے تھے۔ کہ جس طرح ہو سکے گا۔ وہ اپنے شاگردوں سے اپیل کر کے خواہ تجارتی طریقہ پر کیوں نہ ہو ایک ایسا ادارہ وہاں قائم کریں گے جو ووکنگ کے ساتھ ایک کالونی اس مطلب کی تعمیر کرنے تاکہ ایسے نومسلم جو اسلام کی تبلیغ کی دلی تڑپ رکھتے ہیں وہاں رہیں۔ علم دین سیکھیں اور ۲۲

ص۲۲ اشاعت اسلام کا کام کریں۔ اس طرح وہ مبلغین کی اور روپیہ کی کمی کے سوال کو حل کرنا چاہتے تھے۔ اب یہ جماعت کا فرض ہے کہ جو کام وہ ادھورا چھوڑ گئے ہیں اس کو یہ پورا کرے۔

تشکریہ تعزیت اور ایک اہم تجویز

بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب

میرے شوہر محترم کی اچانک وفات سے جو صدمہ اور غم مجھ پر ٹوٹا وہ میری کمر ہمت کو توڑنے کے لئے کچھ کم نہ تھا خصوصاً مجھ جیسی حساس طبیعت کے لئے جس کو کسی غیر سے غیر کا غم بھی دل کو پگھلا دیتا تھا۔ لیکن پروفیسر صاحب مرحوم کو خدا انہیں غریق رحمت کرے جب کفن پہنایا گیا تو وہ سکینت ان کے چہرے پر تھی کہ دل کہتا تھا کہ وہ تو اپنے مالک حقیقی کے پاس جا کر بڑے خوش ہیں اور انہوں نے خدا کے رستہ میں کام کرتے ہوئے جان دے دی ہے تو اللہ تعالےٰ ان کو ضرور اس کا اجر دیگا۔ دعا ہے کہ اے پاک پروردگار انہیں بہشت بریں میں جگہ دیجیو۔ اور ہم سب پس ماندگان کو ان کے نقش قدم پہ چلائیو۔ آمین ثم آمین۔ میرے اس صدمہ میں تمام رشتہ داروں دوستوں اور بزرگان جماعت نے بذریعہ تاروں اور خطوط کے جس ہمدردی کا اظہار کیا اس کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں جن سے آپ سب کا شکریہ ادا کر سکوں یقین جانیئے کہ آپ سب کی مخلصانہ دعاؤں نے مجھے وہ حوصلہ اور ہمت عطا کی ہے جس کی مجھے ہرگز توقع نہ تھی۔ اس وقت جبکہ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب اور مولانا آفتاب الدین صاحب مرحوم ہماری جماعت میں ایک ناقابل تلافی خلا پیدا کر گئے تھے تو میرے شوہر محترم کی وفات نے اس خلا کو اور بڑا کر دیا ہے۔ اس وقت جبکہ بظاہر تاریکی نظر آتی ہے اور ہمیں ان کی جگہ پر کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا ..... ہمیں خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کہ دین اسلام برحق ہے اور تمام دینوں پر غالب آئیگا پورا ایمان رکھنا چاہیئے۔ میری اس وقت ان نوجوانوں سے جن کو خدا نے دین کا علم اور خدمت دین کا جذبہ عطا کیا ہے نہایت مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ اس وقت خدمت دین کے لئے نکلیں اور اپنے جانے والے بزرگوں کی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ اب نوجوان کچھ ہمت کریں گے تو خدا کی نصرت بھی ہمارے ساتھ ہوگی۔ میں چاہتی ہوں کہ میرے شوہر محترم کی یاد میں ایک فنڈ کھولا جائے جس کا نام جو بھی بزرگان جماعت مناسب سمجھیں رکھیں لیکن اس کا مقصد تبلیغ اسلام کے کام کو مستحکم کرنا اور توسیع دینا ہو۔ چنانچہ میں اس فنڈ میں مبلغ دو صد روپیہ سب سے پہلے دینا چاہتی ہوں اور اپنے سب عزیزوں رشتہ داروں اور جماعت کے لوگوں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ بحیثیت مجموعی حسب استطاعت اس فنڈ میں حصہ لیں۔ سب مال و دولت اسی خدا تعالیٰ کا دیا ہوا ہے تو اس کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایسی تجارت ہے جس میں ہرگز خسارہ نہیں آؤ ہم سب تبلیغ اسلام کی کوئی ایسی مستحکم بنیاد ڈالیں جس سے اس کی نصرتوں کے وارث ہوں۔ آمین ثم آمین

راقمہ۔ محمودہ عبداللہ

ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب کا اظہار تشکر

مکرم بندہ جناب مولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف امید ہے آپ بخیریت تمام ہونگے۔ معروض ہوں کہ مجھے حضرت قبلہ ڈاکٹر ایس۔ ایم عبداللہ صاحب برادرم معظم کی وفات حسرت آیات کے موقع پر جماعت کے بہت سے بزرگوں اور دوستوں کے تعزیت کے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں سے میں نے بہت سے دوستوں اور بزرگوں کو فرداً فرداً جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر میرے لئے یہ ناممکن ہے کہ میں تمام احباب اور دوستوں کا شکریہ ادا کر سکوں جنہوں نے میرے اس عظیم صدمہ اور غم میں ہمدردی کا اظہار کیا ہے لہذا آپ سے استدعا ہے کہ آپ اپنے جریدہ پیغام صلح میں میری طرف سے ان تمام احباب اور بزرگان کا شکریہ ادا کر دیں جنہوں نے اس صدمہ عظیم میں ہمدردی کا اظہار کیا ہے "میں ممنون و مشکور ہوں گا، مرحوم کی بلندی درجات کے لئے بھی دوستوں اور بزرگوں سے اخبار میں دعا کی اپیل کر دیں۔ مجھے ابھی تک دور دور سے خطوط آ رہے ہیں مگر میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اب میں آپ کو تکلیف دوں۔ والسلام

خاکسار غمزدہ ۔ عطاء اللہ

لشکرِ اسلام کا ایک جانباز مجاہد

میاں فخر الدین احمد صاحب ایم اے

این سرائے زوال و موت و فنا است ٭ ہر کہ بنشست اندریں برخاست
(مسیح موعودؑ)

عام الحزن

سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ہماری انجمن کا سال رواں عام الحزن کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ دسمبر ۱۹۵۵ء یعنی انجمن کے آغاز سال سے لیکر اب تک تین جلیل القدر ہستیوں کا یکے بعد دیگرے داغ ہائے مفارقت دے جانا اس کمزور اور غریب قوم کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ حضرت مولانا عزیز بخش صاحب، مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مسکراتے ہوئے ہم سے رخصت ہو گئے ان بزرگان نے زندگی نے دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھایا۔ مرتے دم تک یہ برگزیدہ لوگ خدمتِ دین میں مصروف رہے دنیا کی گوناگوں دلچسپیاں اور دلفریبیاں ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہ کر سکیں۔ خدمت دین کے جذبہ سے سرشار ہونے کے بعد کوئی دوسرا رنگ اُن پر غالب نہ آ سکا الحمدللہ کتنا بڑا انعام ہے کہ یہ تینوں اپنی کوششوں اور اپنے مقاصد میں کامیاب گئے حضرت اقدسؑ نے اسلام کا بول بالا کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ کرنے کا جو علم اپنے ان شاگردوں کے ہاتھ میں دیا تھا اسے انہوں نے کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا۔ اس منصب علمبرداری سے ان روحوں کے سعید ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
کلاہ فتح و ظفر ہیچ سر نمی یابد
مگر سرے کہ پئے حفظِ دین خدا باشد

لیکن ان کی کامیاب موت جہاں ان تینوں اصحاب کے لئے باعث صد عزو افتخار ہے، وہاں ان کے فیوض حسنہ اور خدمات سے ہماری محرومی ایک بہت بڑا قومی صدمہ ہے جس کی وجہ سے ہم یہ کہنے میں حق بجانب کہ ہمارا یہ سال عام الحزن ہے۔

جانباز مجاہدین

دین مبین کی فتح و نصرت کو قریب لانے والوں کے لئے شرط اولین یہ ہے کہ وہ سعید روحیں ہوں اور انہوں نے اپنی زندگیاں خدا کے دین کے لئے وقف کر دی ہوں۔ حضرت مولانا عزیز بخش رح صاحب اور حضرت مولانا آفتاب الدین احمد رح صاحب کی سوانح حیات تو احباب کی نظروں سے گذر چکی ہیں۔ آج ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور کے حالات زندگی مختصر طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ نفوس جو ان جانباز مجاہدوں کے نقش قدم پر چل کر خدا اور خدا کے نام اور کلام کو پھیلانے کے لئے قدم آگے بڑھاتے ہیں تا کہ ان شہداء کی قوم کی جگہ لے سکیں جن پر ابدالآباد تک خداوند ذوالجلال کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی اور جن کے کارہائے نمایاں سلسلہ احمدیہ کی خدمات اسلامی کی تاریخ کو روشن کئے رکھیں گے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ابتدائی حالات

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ضلع گوجرانوالہ کے قصبہ رسول نگر میں ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے اس قصبہ کو باکمال شاعروں نے اپنے مولد و منشا ہونے کے باعث شہرت دوام بخشی ہے۔ آپ کے والد الحاج شیخ محمد حسین رح ایک معروف تاجر تھے۔ خدایاد۔ پرہیزگار۔ متقی اور متدین اہلحدیث ہونے کی وجہ سے آپ نے اپنی اولاد کی تربیت دینی ماحول میں کی۔ مگر ان کو مروجہ تعلیم سے روشناس کرانے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا بچوں کی مناسب تعلیم کے لئے انہیں لائلپور سکونت اختیار کرنی پڑی۔ آپ وہاں بڑے پایہ کے تاجر تھے۔ اپنی شرافت اور نیک طبیعت کی وجہ سے وہ اس غریب الوطنی میں بھی جھٹ اُٹھے۔ نہ صرف یہ کہ قومی، ملی اور مذہبی اداروں اور مجالس میں آپ شریک ہوتے بلکہ ان کے روح رواں بن کر سرگرم کار رہتے۔ سر شیخ عبدالقادر مرحوم ان دنوں لائل پور میں مقیم تھے۔ دیگر مذہبی اور قومی تحریکوں میں الحاج ان کے دست راست تھے۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب ان دنوں ہائی کلاسز میں پڑھتے تھے مگر اپنے والد بزرگوار کی خدمت اسلامی کی اسپرٹ اور شیخ عبدالقادر صاحب کے جذبۂ خدمت ملی نے اُن کے قلب و دماغ پر گہرے نقوش چھوڑے جن کو بعد میں بزرگانِ سلسلہ احمدیہ کی صحبت نے جلا دے کر اجاگر کر دیا۔

قیام لائل پور کے دوران میں شیخ محمد حسین صاحب حکام اور محکوم دونوں طبقوں میں عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ یہیں اُن سے سر جیفری ڈی مونٹ مورنسی ملاقی ہوئے جن سے اُن کے تعلقات برابر بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ سر موصوف صوبہ پنجاب کے گورنر مقرر ہو گئے۔

انٹرنس کا امتحان شیخ محمد عبداللہ صاحب نے نہایت اعزاز کے ساتھ لائل پور سے پاس کیا۔ پھر یہ خاندان مستقل طور پر سیالکوٹ میں منتقل ہو گیا۔ آپ کے والد ماجد نے اپنے بڑے صاحبزادے شیخ عبدالحق صاحب قبلہ کو اپنے ساتھ کاروبار میں شریک کر لیا۔ اور دونوں چھوٹے صاحبزادگان یعنی شیخ محمد عبداللہ اور شیخ عطاء اللہ صاحب کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے لاہور بھیجدیا۔ الحاج مرحوم کی خواہش تھی کہ میرے بیٹے ایسے مشاغل اختیار کریں جن میں خدمتِ خلق کا موقع زیادہ ہو۔ چنانچہ شیخ عطاء اللہ صاحب (اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیلتھ سروس) اپنے والد بزرگوار کی اسی دلی خواہش کا مظہر ہیں۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب نے فورمن کالج لاہور سے بی ایس سی کا امتحان دیا اور صوبہ بھر میں اوّل نمبر پر پاس ہوئے۔ الحاج کی ہدایات کے مطابق آپ اسی کالج میں ایم ایس سی میں داخل ہو گئے اور ۱۹۱۲ء میں نمایاں حیثیت سے اس امتحان کو بھی پاس کر لیا۔

احمدیت میں

ان دنوں آپ کو اور آپ کے برادر اصغر کو ڈاکٹر محمد یوسف صاحب وزیرآبادی مرحوم سے ملنے کا اکثر موقعہ ملتا رہا۔ ان کی صحبت نے ان دونوں سعید بھائیوں کو حضرت مسیح موعودؑ کے خدام میں داخل ہونے کا موقعہ دیا تا کہ ان کے سینوں میں جو چنگاری سلگ رہی ہے وہ اس طور تسلی سے روشن تر ہو جائے جس کی طرف زمانے کے امام ہمام نے لوگوں کو دعوت دی تھی۔ الحاج شیخ محمد حسین صاحب کو جب اپنے فرزندوں کی قبولِ احمدیت کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے کہ الحمدللہ حضرت مسیح موعودؑ کے شناخت کرنے اور قبول کرنے کی سعادت سے ان کا خاندان محروم نہیں رہا۔

دنیوی مراتب سے کنارہ کشی

سلسلہ بیعت میں منسلک ہونے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد نے آپ کو زیادہ عرصہ تک سلسلہ کی خدمت سے باہر نہ رہنے دیا ایم ایس سی پاس کر لینے کے بعد آپ کچھ عرصہ سرکاری ملازمت میں رہے اور پھر اسلامیہ کالج میں پروفیسر ہو گئے گو یہ ملازمت تھوڑا عرصہ آپ نے کی۔ مگر اس وقت سے لے کر آج تک آپ اپنے رشتہ داروں اور احباب قدیمی میں پروفیسر صاحب کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ان دنوں مسلمان نوجوان سائنس کی طرف راغب نہ تھے اور ایم ایس سی تو شاذ ہی ہوتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار اگر دنیادار انسان ہوتے تو اپنے اثر رسوخ سے کام لے کر شیخ صاحب کو کوئی اعلیٰ سرکاری ملازمت دلا سکتے تھے سر جیفری ڈی مونٹ مورنسی سے جو بعد میں گورنر پنجاب کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے ان کے گہرے مراسم تھے۔ فقط حرف مطالب پر آنے کی دیر تھی مگر ان کی دینداری اور پارسائی نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹے کو دینی امور اور سرگرمیوں سے ہٹا کر دنیا میں ڈال دیں سلسلہ

معلوم ہوتا ہے کہ اس خدا یا داتسان کی دُور بین نگاہوں سے دیکھ لیا تھا کہ اس کا ایثار پیشہ فرزند سرکاری حلقوں سے کئی درجہ بلند مراتب پاسکے گا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام پورا ہو کر رہے گا:۔

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

جیسا کہ پچھلے چند سالوں میں وقوع پذیر ہونے والے حقائق نے ثابت کر دیا جب اسلامی سلطنتوں سے برطانیہ عظمیٰ میں اپنے سفرا سے حلف وفاداری لینے کی ذمہ داری مرحوم ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو تفویض کر دی ہوئی تھی۔

انجمن کی ملازمت میں

سنہ ۱۹۲۷ء میں آپ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جائنٹ سیکرٹری مقرر کئے گئے۔ انجمن ان دنوں ابتدائی دور میں تھی اور اس ثمردار شجرہ طیبہ کی دیکھ بھال اور آبیاری کے لئے ان تھک ایثار پیشہ۔ اور جاں سپار بزرگ شبانہ روز مصروف عمل تھے۔ انجمن میں ان کے مختصر سے قیام کے دوران میں بزرگانِ دین نے آپ کو جوہر قابل پا کر مارچ سنہ ۱۹۲۸ء میں برلن مشن میں بھجوا دیا۔

برلن میں کارہائے نمایاں

تبلیغ اسلام۔ برلن مشن کے استحکام اور برلن مسجد کو آباد رکھنے میں آپ نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ آپ کے پُراثر خطبات سمجھنے میں جرمن نومسلموں کو آپ کے اخلاق و اوصاف حمیدہ سے کافی مدد ملتی تھی۔ خلوص اور محبت کا یہ پیکر مجسم جرمن قوم کو فتح کئے بغیر نہ لوٹا۔ بڑے بڑے فلاسفر۔ ڈاکٹر۔ قانون دان اور عالم آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہوئے اور انہوں نے قرآن اور سیرت نبوی سے نور پایا۔ بیرن عمر رائٹ ایرن فلز علاوہ دنیوی وجاہت کے بڑے پایہ کے عالم تھے ان کو بھی ڈاکٹر صاحب نے اسلام سے روشناس کرایا۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں چند ماہ کی رخصت پر آپ وطن واپس آ گئے مگر پانچ مہینے کے بعد اسی سال اکتوبر میں پھر برلن مسجد کے امام کی حیثیت سے یورپ چلے گئے۔ جاتے ہوئے آپ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ اسی دوران میں آپ نے جرمن تفسیر اور ترجمۃ القرآن کی طباعت کی خدمت بڑے شوق اور محبت سے سرانجام دی۔ آپ ابھی خدمات دینیہ میں مصروف تھے کہ وسطی یورپ میں دوسری جنگ عظیم کے شعلے بھڑک اٹھے۔ آپ ان دنوں اہل و عیال سمیت برلن میں مقیم تھے۔ مسجد کی حفاظت اور مشن کے بقا کی خاطر آپ نے برلن سے نکلنا گوارا نہ کیا اور بال بچوں سمیت دندناتی توپوں میں گھر کر رہنے کو ترجیح دی مگر حکومت کے اصرار پر آپ کو اپنے محبوب مشن سے بچشم نم رخصت ہونا پڑا نومبر سنہ ۱۹۳۹ء میں آپ مراجعت فرما ہے .... وطن ہوئے۔

جنرل سکرٹری انجمن

لاہور میں سنہ ۱۹۴۰ء میں آپ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جنرل سکرٹری مقرر کئے گئے۔ اور اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء تک آپ اس منصب جلیلہ پر فائز رہے تنظیم و استحکام جماعت کے سلسلہ میں۔ انجمن کی انتظامی اور مالی حالت کو بہتر بنانے میں آپ نے گرانقدر ...... خدمات ...... سرانجام دیں حضرت امیر مرحوم ہمیشہ آپ کی پُرخلوص خدمات کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔

ووکنگ مسلم مشن میں

جب جنگ کے بادل چھٹے تو انجمن کو بلاد مغربیہ میں قائم کردہ مشنوں کی طرف توجہ دینے کا موقع ملا۔ ادھر ووکنگ مشن نے جو کچھ عرصہ ... انجمن سے الگ ہو کر کام کر رہا تھا پھر سے انجمن سے الحاق کی آمادگی ظاہر کی چنانچہ ووکنگ مسلم مشن کی باگ ڈور پھر سے ..... انجمن کو تفویض ہوتی وقت کے تقاضوں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خواہش کے مطابق ڈاکٹر صاحب کو ووکنگ مسجد میں امام بنا کر بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اکتوبر سنہ ۱۹۴۶ء میں ڈاکٹر صاحب عازم انگلستان ہو گئے۔

ووکنگ میں جلیل القدر خدمات

ووکنگ پہنچ کر ڈاکٹر صاحب نے نئی سرگرمیوں کو کچھ اس طرح جاری رکھا کہ دن بدن ووکنگ مسلم مشن کی شہرت بڑھتی چلی گئی۔ تھوڑے سے عرصہ میں مغربی نصف کرہ میں ووکنگ نے اسلامی ثقافتی اور مذہبی مرکز کی حیثیت حاصل کر لی۔ ووکنگ مسلم مشن کی اس نشاۃ ثانیہ میں ڈاکٹر صاحب کی مساعی جمیلہ کو کافی دخل حاصل ہے۔ یورپ۔ امریکہ۔ جزائر غرب الہند۔ مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید تک اس مشن کی سرگرمیاں پھیل گئیں۔ اسلامی ممالک سے جو وفود بھی برطانیہ عظمیٰ میں آتے وہ ووکنگ مسجد اور مشن کی زیارت کئے بغیر نہ جاتے۔ مذہب اسلام اور اسلامی مسائل سے واقفیت پیدا کرنے کے لئے انگریزی خواں طبقے ووکنگ سے خط و کتابت کرتے۔ جزائر برطانیہ میں ڈاکٹر صاحب نے دورہ کر کے مختلف اسلامی اداروں اور انجمنوں کو ایک (لڑی میں) پرو دیا پاکستان سے جانے والے زیر تربیت طلباء اور صنعت کاروں اور آفیسروں کی دینی تعلیم کے لئے حکومت .... نے ووکنگ مشن کی خدمات حاصل کیں۔ اس کے علاوہ اسلامک ریویو اپنی موجودہ مقبول ترین شکل میں بھی ڈاکٹر صاحب کے ووکنگ جانے کے بعد جاری ہوا۔ اس کی اشاعت میں غیر معمولی اضافہ ہوا اور اس کے ذریعہ ممالک غیر میں تعلیم اسلامی کا بڑا موثر پرچار ہوا۔ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ اور تفسیر کی حالیہ طباعت میں بھی ڈاکٹر صاحب نے بڑی تندہی اور محنت سے کام کیا جس کا اعتراف امیر مرحوم نے بھی کیا ہے۔ الغرض ووکنگ مسلم مشن اب ایک ایسا مضبوط اور معروف ادارہ بن گیا ہے جہاں سے نہ صرف کتب اسلامی اسلامی رسائل اور جرائد ہزاروں کی تعداد میں اشاعت پذیر ہوتے ہیں بلکہ دنیائے اسلام میں اسے ایک مذہبی مرکز کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے عیدین کے پُرشکوہ اجتماعات نے دنیا کو جتلا دیا ہے کہ بالآخر اسلام کا نیّر درخشاں افق مغرب سے اپنی پوری تابانی کے ساتھ طلوع پذیر ہو کر رہے گا۔

وطن کا آخری سفر

سنہ ۱۹۵۳ء کے اواخر میں ڈاکٹر صاحب آخری بار پاکستان تشریف لائے۔ اور اس سال ہمارے سالانہ قومی اجتماع میں شریک ہوئے۔ آپ کی صحت کمزور تھی جلسہ سالانہ کے ایام میں بھی آپ بیمار رہے۔ دو ماہ تک قیام کرنے اور احباب و اعزا سے ملنے کے بعد آپ پھر عباد پر تشریف لے گئے اور خلوص و وفا کا یہ پیکر مجسم اسی ووکنگ مشن کی مسجد کے نواح میں ۱۹ر مئی سنہ ۱۹۵۶ء کو ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے برادرانِ محترم

مرحوم کے برادر اکبر شیخ عبدالحق صاحب اور برادران اصغر ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب اور شیخ عزیز اللہ صاحب بفضلہ تعالیٰ خدام سلسلہ میں داخل ہیں۔ ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب کے ایثار اور خلوص سے جماعت کا بچہ بچہ آگاہ ہے۔ مگر بہت کم احباب جانتے ہیں کہ آپ کے برادر اکبر شیخ عبدالحق صاحب نے سنہ ۱۹۳۰ء اور سنہ ۱۹۵۲-۵۳ء کے طوفان مخالفت میں بڑی جوانمردی سے شریروں کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قریباً ہر ایک سالانہ جلسہ میں وہ شریک ہوتے ہیں۔

اہلیہ محترمہ ڈاکٹر صاحب کا صبر جمیل

ڈاکٹر صاحب کے ایثار اور خلوص کا تذکرہ نامکمل رہ جائے گا اگر میں ان کی اہلیہ محترمہ کی جوانمردی اور خلوص کا ذکر نہ کروں۔ اپنے نامور شوہر کی مفارقت کا صدمہ انہوں نے بڑے صبر سے برداشت کیا اور جس نمونہ کو پیش کیا وہ دختران اسلام کے لئے قابل تقلید ہے حضرت امیر قوم ایدہ اللہ کے تعزیت نامہ کے جواب میں آپ تحریر فرماتی ہیں:۔

"میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوں۔ یہ اسکی حکمت ہے کہ اس نے ڈاکٹر صاحب کو اپنے پاس بلا لیا۔ میرا ایمان ہے کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا"

پردیس میں۔ وطن سے ہزاروں میل دُور جہاں کوئی رشتہ دار پاس نہیں ۔۔ اس خاتون کے یہ کلمات اس کی خدا پرستی اور توکل پر شاہد ہیں۔ زبان سے کہہ دینا اور بات ہے اور عمل سے ثابت کرنا بڑا مشکل امر ہے

یہ واقعات بتلاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم تو دینی جذبہ خدمتِ دین سے سرشار تھے بلکہ ان کے برادران اور ان کی اہلیہ محترمہ بھی اسی جذبہ سے سرشار ہیں۔ محترمہ بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے قیام پاکستان کے دوران میں انجمن احمدیہ خواتین اسلام کی خدمت سرانجام دی اور ووکنگ میں بھی اپنے شوہر کی دست راست

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی حیاتِ طیبہ

ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب (برادر ڈاکٹر عبداللہ) کے قلم سے

میرے لئے یہ ایک بہت مشکل کام ہے کہ میں برادرم معظم ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی زندگی کے حالات قلمبند کروں۔ مگر ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح کا ارشاد ہے کہ میں بھی ڈاکٹر صاحب کے حالات اور ان کی سیرت کے متعلق اپنے تاثرات زیرِ تحریر لاؤں اس لئے ذیل میں چند سطور حوالۂ قلم ہیں۔

پیدائش اور ابتدائی زندگی

برادرم مرحوم ۴ نومبر ۱۸۹۸ء کو بمقام رسول نگر (رام نگر) تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے، قبلہ والد صاحب مرحوم جلدی ہی کاروبار کے سلسلہ میں رسول نگر سے لائل پور چلے گئے اور برادرم مرحوم کی ابتدائی تعلیم لائل پور میں ہوئی اور گورنمنٹ ہائی سکول لائل پور سے ہی انہوں نے ۱۹۱۵ء میں پنجاب یونیورسٹی کا امتحان میٹرک پاس کیا۔ شروع سے ہی ان کو سائنس سے خاص رغبت تھی بلا میٹرک میں بھی انہوں نے عربی کے علاوہ سائنس کا اختیاری مضمون لیا ہوا تھا اس زمانہ میں جہاں بھی لائل پور میں کوئی مذہبی جلسہ ہوتا برادرم مرحوم قبلہ والد صاحب کے ساتھ اس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ قبلہ والد صاحب مرحوم اہلِ حدیث خیالات کے تھے اور مولوی محمد ابراہیم صاحب مرحوم سیالکوٹی کے مداح تھے، دوسری طرف ہمارے تینوں ماموں صاحبان پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کے خاص الخاص مرید تھے۔ اس کے برعکس ہمارے خالو جان قبلہ حافظ غلام رسول صاحب حضرت مسیح موعود کے ساتھیوں میں اول بیعت کنندگان میں سے تھے۔ یہ وہ ماحول تھا جس میں برادرم مرحوم کی پرورش ہوئی تھی۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میرے دونوں بڑے بھائی اور میں خود تینوں ایک دفعہ علی پور بھی پیر جماعت علی شاہ صاحب کے عرس پر گئے تھے۔ اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی مسجد میں ہم ہمیشہ نماز پڑھنے جایا کرتے تھے بلکہ عیدین بھی اکثر ان کی اقتداء میں قبلہ والد صاحب مرحوم کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ کیونکہ والد صاحب مرحوم پہلی جنگ عظیم کے شروع میں ہی لائل پور سے سیالکوٹ چلے آئے تھے جہاں ہمارے ننھیال تھے۔

کالج کی تعلیم

برادرم پروفیسر صاحب نے دسویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد فورمین کرسچین کالج لاہور کی ایف ایس سی کلاس میں داخلہ لیا اس وقت ہمارے خالو زاد بھائی ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم بھی وہیں پڑھتے تھے اور برادرم پروفیسر صاحب سے ایک سال آگے تھے قبلہ والد صاحب مرحوم کا برادرم پروفیسر صاحب کو ڈاکٹری کی تعلیم دینے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ جب ۱۹۱۷ء میں برادرم مرحوم ایف ایس سی پاس کر چکے تو ان دنوں میڈیکل کالج میں داخلہ کا ایک خاص امتحان ہوتا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے تیاری شروع کر دی، مگر اس امتحان میں برادرم مرحوم کو کامیابی نہ ہوئی اور وہ میڈیکل کالج میں داخلہ نہ لے سکے اور انہوں نے بی ایس سی میں داخلہ لے لیا بی ایس سی کے امتحان میں جو ۱۹۱۹ء میں ہوا برادرم کیمسٹری آنرز سکول میں صوبہ بھر میں اوّل رہے اور گولڈ میڈل بھی حاصل کیا۔ قبلہ والد صاحب کی اتنی استطاعت نہ تھی کہ آگے تعلیم دلا سکیں۔ مگر برادرم کو صوبہ بھر میں اوّل رہنے کی وجہ سے وظیفہ مل گیا اور وہ ایم ایس سی میں کیمسٹری کا مضمون لے کر داخل ہو گئے۔ وہ شروع سے ہی بہت محنتی واقعہ ہوئے تھے۔ لہٰذا انہیں فورمین کرسچین کالج میں ڈیمانسٹریٹر کی ملازمت بھی مل گئی۔ اور اس طرح پر وہ گویا اپنے تعلیمی اخراجات سے مستغنی ہو گئے۔ فورمین کرسچین کالج میں پروفیسر ڈاکٹر Sheaks اور ڈاکٹر Banade کے وہ خاص شاگرد رشید تھے۔ یہ دونوں صاحبان اس وقت کے مشہور پروفیسر اور ساتھ ہی زبردست عیسائی مشنری بھی تھے۔

احمدیت کی طرف رجحان

۱۹۱۹ء میں میں نے بھی میٹرک پاس کر لیا اور میں بھی لاہور فورمن کرسچین کالج میں داخل ہو گیا۔ اس وقت سے برادرم کی زندگی کا اثر مجھ پر پڑنا شروع ہوا اور میں نے انہیں نزدیک سے اور بہت نزدیک سے دیکھا اور نیکی تقویٰ اور اخلاص کا بہترین نمونہ پایا۔ اس وقت سے برادرم کا رجحان احمدیت کی طرف شروع ہوا۔ جس کی بڑی وجہ ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم سے ان کا تعلق تھا یہ دونوں خالہ زاد بھائی لاہور میں اکٹھے رہا کرتے تھے اور چونکہ ڈاکٹر صاحب نہایت ہی متدین اور نیک اور پاک صحابی یعنی حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کے فرزند تھے اور ان میں احمدیت کی روح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لئے ضروری تھا کہ اس نئی دوستی کے سائنسدان برادرم مرحوم پر بھی اس کا اثر ہوتا۔ اس زمانہ میں ہم دونوں بھائی اور ڈاکٹر محمد یوسف جو ہمارے خالہ زاد بھائی تھے اور ایک ماموں زاد بھائی اکٹھے لاہور میں رہا کرتے تھے۔ ماموں زاد بھائی چونکہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے مرید تھے اس لئے وہ تو احمدیت سے پرہیز ہی کرتے رہے مگر مخالفت نہ کرتے تھے لیکن ہم تینوں بھائی احمدیہ بلڈنگس میں جایا کرتے تھے۔

احمدیہ ہوسٹل میں

جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے احمدیہ ہوسٹل کا اجرا کیا تو ہم چاروں بھائی اس میں اقامت پذیر ہو گئے۔ اس وقت ہوسٹل دیال سنگھ کالج لاہور کے قرب میں واقعہ تھا اور ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم جو کہ میڈیکل کالج کے آخری سالوں میں تھے ہوسٹل کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ تھے اور اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کچھ عرصہ کے لئے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔

احمدیہ بلڈنگس کی شان اور اس کے تاثرات

اس زمانہ میں ہم تینوں بھائی احمدیہ بلڈنگس میں مولانا صدر الدین صاحب کے درسوں میں شامل ہوا کرتے تھے اور حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کے درس اور خطبات سے بھی مستفید ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ احمدیہ بلڈنگس اپنے عروج پر تھی اور مسجد میں کافی رونق نمازوں میں بھی ہوا کرتی تھی اور حضرت امیر مرحوم احمدیہ بلڈنگس میں رہائش پذیر تھے اور قبلہ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب ... بھی یہیں پر رہائش پذیر تھے، اور جناب بابو منظور الٰہی صاحب اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب بھی وہاں کی مجالس کی زینت ہوا کرتے تھے۔

بیعت اور جماعت میں شمولیت

ان سب بزرگ ہستیوں کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ برادرم بزرگوار نے غالباً ایم ایس سی کرنے سے پیشتر ہی بیعت کر لی اور شاید ۱۹۲۱ء میں باقاعدہ طور پر جماعت مسیح موعود میں شامل ہو گئے۔ مگر مجھ سے انہوں نے اس بات کو پوشیدہ رکھا۔ دل تو میرا بھی اندر سے کھایا جا چکا تھا مگر برادرم نے مجھ سے بالمشافہ کبھی نہ کہا۔ بلکہ مجھے خود فیصلہ کرنے کی مہلت دی۔

سرکاری ملازمت میں

آخر میں نے ۱۹۲۱ء ایف ایس سی میڈیکل گروپ پاس کر لی اور ادھر برادرم مرحوم نے ایم ایس سی کی ڈگری لے لی جس کے بعد وہ سرکاری ملازمت (انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ میں بطور سرویر ملازم ہو گئے اور اس طرح پر کچھ عرصہ کے لئے لاہور سے ان کا تعلق کم ہو گیا۔

اسلامیہ کالج میں بطور پروفیسر

مگر غالباً ان کا دل اس ملازمت سے جس کی وجہ سے انہیں احمدیہ بلڈنگس سے دور ہونا پڑا مطمئن نہ

تھا۔ اس لئے جب ۱۹۲۲ء میں اسلامیہ کالج میں پروفیسری کی جگہ خالی ہوئی تو حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کی کوششوں سے اور اپنی قابلیت کی بنا پر وہ اس اسامی پر تعینات ہو گئے۔

دینی امور میں دلچسپی

بس پھر کیا تھا۔ ان پر دینی رنگ چڑھتا گیا اور وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ میں نے بھی غالباً ۱۹۲۲ء میں بیعت کر لی جس کے بعد ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم نے ایک مضمون پیغام صلح میں دیا جس میں انہوں نے ہم دونوں بھائیوں کے شمول جماعت پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ مرحوم ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب اچھے انشاء پرداز تھے اور انہیں موجودہ مسائل پر کافی عبور تھا اور بہت غور و فکر کیا کرتے تھے۔ غرضیکہ برادرم پروفیسر صاحب نے بیعت کر لینے کے بعد اپنا دینی شغف اور زیادہ کر دیا اور سلسلہ کی کتب اور خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو بغور دیکھا اور ان سے بہت متاثر ہوئے۔

انجمن کی ملازمت میں

آخر یہ اثر اتنا بڑھا کہ کالج کی پروفیسری کو بھی چھوڑ دیا اور ۱۹۲۶ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ملازمت اختیار کر لی، موجودہ زمانہ میں شاید اس کو کوئی اہمیت نہ دی جائے مگر اس زمانہ میں جبکہ اعلےٰ تعلیمیافتہ مسلمان خاص طور پر سائنس کے تعلیمیافتہ مسلمان خال خال تھے ان کا یہ قدم اٹھانا انکی پختگی ایمان پر دلالت کرتا ہے۔

دینی تعلیم

اس ضمن میں میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مرحوم کی پہلی شادی ہماری خالہ زاد بہن سے ۱۹۲۱ء میں ہو گئی تھی، یہ خاتون بھی بہت سلیقہ شعار اور دیندار تھیں، ۱۹۲۳ء میں جبکہ برادر مرحوم اسلامیہ کالج میں پروفیسر تھے تو محض حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے قرب سے مستفید ہونے کے لئے موسم گرما میں برادرم معہ اپنی بیگم صاحبہ ڈلہوزی چلے گئے۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ حضرت امیر مرحوم سے قرآن اور حدیث پڑھا کرتے تھے اور اپنی دینی تعلیم کو پورا کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ ہم کوئی دو مہینے مولانا مرحوم کے قرب میں رہے اکٹھے سیر کو جاتے تھے اور سیر میں دینی مسائل پر گفتگو ہوا کرتی تھی اور اس طرح پر مرحوم نے اپنی دینی تعلیم کی توسیع کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اس کے علاوہ جماعت کی دو قابل ترین ہستیوں یعنی مولانا احمد صاحب مرحوم اور مولانا عبدالستار صاحب مرحوم سے برادرم نے حدیث پڑھی۔ اس طرح یہ مجاہد اسلام اپنی دنیوی تعلیم سے فارغ ہوتے ہی نہیں نہیں بلکہ اسی دوران میں اپنی دینی تعلیم کو بھی پورا کرتا گیا۔

زندگی کا موڑ

جولائی ۱۹۲۵ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی زندگی کو موڑنے میں بے حد موثر ثابت ہوا۔ اس سال میں برادرم کو اللہ تعالےٰ نے ایک فرزند عطا فرمایا مگر چند یوم بعد ہی ان کی بیگم صاحبہ اور ان کا بیٹا دونوں یکے بعد دیگرے وفات پا گئے۔ میں اس وقت اپنے خالو زاد بھائی ڈاکٹر شیخ محمد یوسف صاحب مرحوم کے پاس قلات گیا ہوا تھا۔ مجھے بھاوجہ صاحبہ کی بیماری کی خبر وہاں پہنچی تو میرا دل بے قرار ہو گیا۔ لاہور پہنچا تو معلوم ہوا کہ بھاوجہ صاحبہ وفات پا گئی ہیں اور ساتھ ہی میرا بھتیجا بھی اس جہان سے رخصت ہو گیا۔ یہ جانکاہ واقعہ وزیر آباد میں ہوا تھا۔ میں جو پہنچا تو برادرم کو حزیں اور مغموم پایا۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے اس واقعہ سے برادرم پر دنیا کی بے ثباتی کا بہت اثر ہوا اور انہوں نے اسی واقعہ سے متاثر ہو کر اپنی توجہ کو کلی طور پر دینی امور کی طرف پھیر دیا اور آخر کار حضرت امیر مرحوم کی خواہش پر برلن ۔۔۔۔ مسلم مشن میں خدمات دین بجا لانے کے لئے رضامند ہو گئے۔

میری ڈاکٹری تعلیم میں مرحوم کی امداد

میں نے بھی ۱۹۲۹ء میں میڈیکل کالج سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر لی۔ قبلہ والد صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ برادرم مرحوم چونکہ ڈاکٹر نہیں بن سکے اس لئے مجھے ضرور کوشش کرنی چاہیئے اور یہی بڑی وجہ ہوئی جو میں نے ڈاکٹری تعلیم حاصل کی۔ اور ڈاکٹری تعلیم حاصل کرنے میں جو امداد مجھے برادرم مرحوم سے ملی وہ میں ہی جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے۔ اس کا اعادہ کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

بطور سپرنٹنڈنٹ مسلم ہوسٹل

مرحوم جب اسلامیہ کالج میں پروفیسر تھے تو کچھ عرصہ کے ماسوا ہمیشہ مسلم ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ رہے اسی مسلم ہوسٹل میں مشہور کشمیری لیڈر شیخ محمد عبداللہ سابق وزیر اعظم مقبوضہ کشمیر بھی رہا کرتے تھے۔ غرض یہ مرد مجاہد اسی طرح مختلف خدمات دینیہ بجا لاتا اور تزکیہ نفس کرتا ہوا اعلےٰ سے اعلےٰ منازل ترقی طے کرتا چلا گیا۔

جرمنی میں تبلیغ اسلام

۱۹۲۸ء میں میں تو عرب جا چکا تھا، میرے جانے کے بعد برادرم مرحوم تبلیغ اسلام کے لئے برلن چلے گئے وہاں انہوں نے ۱۹۳۲ء تک قیام کیا اور اس دوران تبلیغی خدمات کے علاوہ برلن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کمسٹری میں حاصل کی۔ اسی دوران میں ایک آسٹریلین نواب بیرن عمر ایرنفلز ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے جو ۱۹۳۲ء میں برلن سے برادرم مرحوم کی واپسی پر ان کے ساتھ آئے یہ نو مسلم ۱۹۳۲ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے جلسہ سالانہ میں شریک ہوئے، مجھے برادرم مرحوم نے بتایا کہ انہوں نے بیرن صاحب کے لئے بہت بہت دعائیں کیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں اور بیرن عمر مشرف باسلام ہو گئے۔ بیرن صاحب ایک اعلیٰ پایہ کے مفکر اور علم Anthropology کے بین الاقوامی ماہر ہیں ان ۔۔۔۔۔۔ کے علاوہ اور بھی بعض جرمن مرد و خواتین برادر مرحوم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے

دوسری شادی

وطن واپس آ کر برادرم مرحوم نے اپنے خالہ زاد بھائی ڈاکٹر محمد یوسف صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے دوسری شادی کی، یہ خاتون بھی اپنی پھوپھی کی طرح نہایت سلیقہ شعار اور دیندار ہیں وہ برادر مرحوم کی نہ صرف گھریلو زندگی میں دست راست بنیں بلکہ ان کی مذہبی زندگی میں بھی بے حد ممد و معاون ثابت ہوئیں۔

دوبارہ جرمنی میں

شادی کے بعد برادرم مرحوم ۱۹۳۴ء میں دوبارہ معہ اہلیہ محترمہ برلن چلے گئے اور اپنی زندگی اشاعت اسلام کے لئے وقف کر دی، برلن سے ایک رسالہ مسلمش ریویو جاری کیا گیا اور برلن مسلم مشن اور مسلمش ریویو کو ان کے ذریعہ بہت فروغ حاصل ہوا اور اس وقت کی جرمن حکومت میں انہیں خاص قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا، حالانکہ حکومت برطانیہ کے ساتھ جس کی وہ رعیت تھے جرمن حکومت کی کھلی دشمنی تھی۔ مگر اسلام کی بے لوث خدمت ایمانداری، دیانتداری اور بلند اخلاق کی وجہ سے جرمن حکومت بھی ان سے بالکل تعرض نہ کرتی تھی،

فریضہ حج کی ادائیگی اور دوران جنگ میں واپسی

۱۹۳۷ء میں وہ پھر وطن آئے اور شروع ۱۹۳۸ء میں فریضہ حج ادا کرتے ہوئے تیسری مرتبہ پھر برلن پہنچے ۱۹۳۹ء میں جب دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوئی برادرم مرحوم ڈینمارک تھے، اس وقت بہت مصیبت پیش آئی، دوران جنگ میں ان کا برلن میں رہنا مشکل تھا اور برلن مسجد اور برلن مشن کا انتظام بھی ضروری تھا اس وقت اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا، برادرم مرحوم دوران جنگ میں برلن پہنچے اور مشن اور مسجد کا انتظام ایک جرمن نومسلمہ خاتون آمینہ موسلو کے سپرد کر کے اٹلی سے ہوتے ہوئے پھر مراجعت فرمائے وطن ہوئے اور نومبر ۱۹۳۹ء میں لاہور پہنچ گئے۔

انجمن کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے

دوران جنگ میں آپ لاہور احمدیہ انجمن اشاعت

اسلام کے جنرل سکرٹری کے عہدہ پر کام کرتے رہے اور جو بھی شخص اس عرصہ میں اُن سے ملا وہ ان کی پرہیزگاری اور تقوےٰ کا قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس وقت انجمن کی مالی حالت اچھی نہ تھی۔ کارکنوں کی تنخواہیں کئی کئی ماہ رُکی رہتی تھیں اور بھی کئی انتظامی خرابیاں تھیں جن کو انہوں نے اپنی قابلیت، محنت اور فراست سے نہایت عمدگی سے سلجھایا اور اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے کارکنوں کی تنخواہیں اور دیگر بلوں کی بروقت ادائیگی کا انتظام کیا جس سے انجمن کی عزت اور وقار بہت بلند ہو گیا۔

انگلستان کو روانگی

۱۹۴۶ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے اختتام پر آپ کو پھر بعزم برلین انگلستان جانا پڑا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کو اس وقت ان سے انگلستان ہی میں کام لینا منظور تھا۔ کیونکہ ملکی حالات کی وجہ سے انہیں ووکنگ میں ہی رُکنا پڑا اور اس وقت سے تادم مرگ ووکنگ ہی میں خدمت اسلام میں منہمک رہے اس دوران میں اس مرد مجاہد نے اپنے تقوےٰ، اخلاص، دینداری اور بے لوث خدمت سے ایک عالم پر اثر چھوڑا ہے۔ چونکہ ۱۹۴۶ء میں حالات کچھ سازگار نہ تھے اس لئے مرحوم اپنی بیوی بچوں کو پاکستان ہی میں چھوڑ گئے۔ اور وہ ۱۹۴۷ء میں ووکنگ گئے۔

وطن کو آخری سلام

۱۹۵۳ء میں مرحوم پھر پاکستان آئے اور فروری ۱۹۵۴ء میں پھر واپس چلے گئے۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ اس مرد مجاہد اور شہید اسلام کا اپنے وطن کو آخری سلام تھا جس کے بعد انہوں نے ووکنگ ہی میں خطرناک بیماری کے باوجود خدمت دین کا کام کرتے ہوئے اپنی جان عزیز جان آفرین کے سپرد کر دی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک سچے مومن کی زندگی

میں جب ان کی زندگی پر نگاہ ڈالتا ہوں تو اس میں ایک خاص خدائی تصرف نظر آتا ہے۔ ایک نوجوان دوسرے نوجوانوں کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کرتا ہے اس کا بوڑھا باپ ہے جو بالکل معمولی تابوہے۔ دنیا کی بے پناہ ترقیات اس کے سامنے ہیں۔ مگر وہ ان سب پر لات مار کر ۲۸ سال کی عمر میں ہی اپنے آپکو خدمت اسلام میں لگا دیتا ہے اور بالآخر اسی خدمت میں اپنی جان عزیز صرف کر دیتا اور شہادت کا مرتبہ حاصل کرتا ہے وہ ایک سچا مومن اور متقی انسان تھا، دیانت امانت کا پُتلا، محنت و مشقت کا عادی اور دین کے لئے ہر قسم کی مشکلات برداشت کرنے ہر قسم کی قربانی دینے میں سبقت کرتا تھا، اللہ تعالےٰ انکے حضور میں دعا ہے کہ وہ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں بھی انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

والد صاحب مرحوم کے خیالات

قبلہ والد صاحب مرحوم کو کبھی اپنے اس مجاہد بیٹے کے فیصلے پر افسوس نہیں ہوا۔ بلکہ وہ ہمیشہ اسے خاص فضل الٰہی سمجھتے رہے۔ گو انہوں نے سلسلہ احمدیہ میں بیعت نہیں کی تھی مگر وہ جماعت کی خدمات اسلامیہ کے معترف تھے اور حضرت مسیح موعود کو ایک سچا مسلمان سمجھتے تھے۔ احباب سلسلہ سے میری استدعا ہے کہ جہاں برادرم مرحوم کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں وہیں والد صاحب مرحوم کی مغفرت کے لئے بھی دعا فرمائیں اور میرے لئے بھی دعا کریں۔

برادر مرحوم سے میرے جسمانی و روحانی تعلقات

برادرم مرحوم کی فوتیدگی جہاں جسمانی رشتہ اور تعلقات کی وجہ سے میرے لئے موجب رنج و محن ہے وہیں ان روحانی تعلقات کی وجہ سے جو وہ میرے ساتھ رکھتے تھے ان کی مفارقت میرے لئے بہت بڑے نقصان اور صدمہ کا موجب ہے۔ وہ میرے لئے ہمیشہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ انہیں کی وجہ سے مجھے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور جو دینی ترقی مجھے حاصل ہوئی وہ بھی انہیں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے میرا رُواں رُواں اُن کے احسانات کا زیر بار ہے اور وہ حقیقی معنوں میں میرے ساتھی اور خیرخواہ تھے۔ ان کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی وہ اس دنیا سے کامیاب کامران گئے ہیں، وہ تو اس دنیا کے انسان نہ تھے اُن کا دل اگلے جہان سے لگا ہوا تھا۔ جوانی سے وہ تہجد گذار تھے اور ابھی اُن کی عمر ہی کیا تھی کہ اپنے مولا سے جا ملے اللہ تعالےٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے انکے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا تھا اسلئے اس بقایا کو شامل کر کے انکے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا بالاقساط علیحدہ جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپکے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے۔ بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ جولائی ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ جولائی تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو مجبوراً ۱۰ جولائی ۱۹۵۶ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جاویگا جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپکے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اُٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سُرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔ (مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۲۷	6/-/-	۶۰۴	6/-/-
۳۴	6/-/-	۶۰۹	4/-/-
۸۵	6/-/-	۶۱۸	6/-/-
۱۲۲	6/-/-	۶۲۲	6/-/-
۱۶۹	8/-/-	۶۲۶	5/-/-
۱۷۵	6/-/-	۶۳۱	6/-/-
۱۹۶	6/-/-	۶۳۵	6/-/-
۲۱۹	6/-/-	۶۳۶	6/-/-
۲۳۰	18/-/-	۶۵۶	6/-/-
۲۳۷	6/-/-	۶۶۹	6/-/-
۲۳۹	6/-/-	۷۱۰	6/-/-
۲۵۲	6/-/-	۷۲۸	12/-/-
۲۷۵	6/-/-	۷۲۹	6/-/-
۲۷۷	6/-/-	۷۴۸	4/-/-
۲۸۷	6/-/-	۷۴۹	6/-/-
۲۹۲	18/-/-	۷۵۰	6/-/-
۲۹۹	6/-/-	۷۵۱	6/-/-
۳۰۵	6/-/-	۷۵۴	6/-/-
۳۰۶	24/-/-	۹۹۲	6/-/-
۳۴۱	6/-/-	۹۹۴	6/-/-
۳۴۵	6/-/-	۹۹۵	6/-/-
۳۶۶	12/-/-	رعایتی ۷۹۰	8/-/-
۳۷۰	6/-/-	۸۰۰	4/-/-
۳۷۹	6/-/-	۸۰۶	4/-/-
۳۹۸	18/-/-	۸۱۴	12/-/-
۴۵۰	30/-/-	۸۱۹	3/-/-
۴۸۵	6/-/-	۸۲۱	15/-/-
۴۹۱	6/-/-	۸۲۳	12/-/-
۵۲۹	24/-/-	۸۲۷	12/-/-
۵۹۱	6/-/-	۸۳۵	6/-/-
۵۹۸	6/-/-	۸۵۳	4/-/-

۸۷۳ 6/-/- ؛ ۸۷۹ 18/-/- ؛ ۸۹۱ 16/-/- ؛

۸۹۲ 6/-/- ؛ ۸۹۹ 24/-/- ؛

۳۰۰ 12/-/- ؛

برطانوی اخبارات کے تبصرے

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی وفات پر لندن اور ووکنگ کے کئی اخبارات نے اظہار تعزیت کیا ہے۔ ان کے بیانات کا ترجمہ جو عزیزم محترم اقبال احمد صاحب کی وساطت سے ہمیں موصول ہوا ہے درج ذیل ہے:-

دی ٹائمز (لندن) مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۵۶ء

(یہ انگلستان کا سب سے مشہور روزنامہ ہے۔ یہ واحد روزنامہ ہے جو برٹش میوزیم میں ریکارڈ ہوتا ہے)

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ جو شاہجہان مسجد ووکنگ (سرے) کے امام تھے، ہفتہ کی رات کو ۷۵ سال کی عمر میں مسجد سے ملحقہ مکان میں فوت ہو گئے ہیں۔

وہ پنجاب میں پیدا ہوئے اور پنجاب یونیورسٹی میں اپنی تعلیم مکمل کی اور مذہبی تعلیم ایک پرائیویٹ ادارہ میں حاصل کی۔ چند سالوں کے لئے وہ برلن مسجد کے انچارج رہے لیکن جنگ شروع ہونے پر ۱۹۳۹ء میں وہ اس ملک میں واپس چلے گئے جسے اب پاکستان کہا جاتا ہے۔ دوران قیام برلن انہوں نے برلن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ ۱۹۴۶ء میں مسجد ووکنگ کے امام مقرر ہوئے ...... لیکن اس کے ساتھ ہی برلن مسجد کے معاملات کے بھی ذمہ دار رہے جو دوران جنگ میں شکستہ ہو چکی تھی وہ مکہ کے حاجی بھی تھے اور مسلمانان انگلستان کے سب سے ممتاز مذہبی لیڈر تھے۔

دی ٹائمز لندن مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۵۶ء

سر ہیرلڈ سٹوبرٹ کا ایک خط:-

"ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی موت اس ملک اور پاکستان میں دوستوں اور اعزا کے ایک وسیع حلقہ میں رنج و اندوہ کا موجب ہوئی ہے۔ میں انہیں پہلی مرتبہ آج سے چار سال پہلے ملا۔ میں یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ میں ان کے خاص جاننے والوں میں سے ہوں۔ لیکن میرے ذہن میں جو نقشہ رہ گیا ہے۔ وہ ایک نہایت اچھے آدمی کا نقشہ ہے۔ ہمیشہ وہ دوستانہ رنگ میں مہربان اور ملنسار ہوتے تھے اور غیر معمولی عقل و دانش کے مالک اور غیر مصنوعی وقار رکھتے تھے۔

پاکستان سوسائٹی کے ڈپٹی چیئرمین ہونے کی حیثیت سے پاکستان اور دولت مشترکہ کے دیگر ممبروں کے مابین دوستی پیدا کرنے میں وہ ہمیشہ ممد و معاون رہے۔ اپنی بیماری تک وہ سوسائٹی کے اجلاسوں میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں انکی خدمات ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔"

نوٹ:- پاکستان سوسائٹی کے سرپرست ملکہ انگلستان کے شوہر ڈیوک آف ایڈنبرا ہیں۔ اور سر ہیرلڈ سٹوبرٹ اس سوسائٹی کے آنریری سکرٹری ہیں۔

ڈیلی ٹیلیگراف - مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۵۶ء

(اموات کے کالم میں)

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ ووکنگ میں عمر ۷۵ سال ۱۹۴۶ء سے شاہجہان مسجد ووکنگ کے امام تھے۔ ۱۹۳۹ء کی جنگ سے پہلے وہ برلن مسجد کی تنظیم کے ذمہ دار تھے۔

ووکنگ اوپینین WOKING OPENION

مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۵۶ء

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ جو ۱۹۴۶ء سے شاہجہان مسجد ووکنگ کے امام اور مغربی یورپ میں مذہب اسلام کے ممتاز مبلغین میں سے تھے۔ گذشتہ ہفتہ کے روز ۷۵ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ ان کو کل بدھ کے دن بروک ووڈ کے قبرستان میں دفنایا گیا۔ ڈاکٹر عبداللہ اچھے لیکچرار تھے۔ اور تمام وہ لوگ جو گذشتہ دس سال سے انہیں جانتے تھے انہیں عزت کی نگاہوں سے دیکھتے اور پسند کرتے تھے۔ ان کی زندگی میں واحد مقصد یہ تھا کہ یورپ کے لوگوں کو اپنے مذہب کی نمایاں خوبیوں سے روشناس کرایا جائے۔

وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں تعلیم حاصل کی اور ۱۹۲۱ء میں حکومت پنجاب میں انڈسٹریل سرجن تھے (غلطی سے اس اخبار نے سروییر کو سرجن لکھ دیا) اس سے اگلے سال وہ اسلامیہ کالج لاہور میں کیمسٹری کے پروفیسر مقرر ہوئے جہاں وہ ۱۹۲۷ء تک رہے اس کے بعد وہ برلن میں گئے جہاں انہوں نے گیارہ سال گذارے۔ ۱۹۳۹ء میں وہ ہندوستان واپس چلے گئے۔ جہاں وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے وہ ورلڈ کانگریس آف فیتھس (مذاہب عالم کی کانگریس) کی مجلس منتظمہ کے ممبر تھے۔ برلن سے انہوں نے کیمسٹری میں ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی اور لاہور سے سائنس کا ایم اے کیا۔ اُن کے پسماندگان میں سے ان کی بیوہ، تین لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔

ووکنگ نیوز اینڈ میل مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۵۶ء

شاہجہان مسجد اورینٹل روڈ۔ ووکنگ کے امام (۱۹۴۶ء سے) ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مسجد کے ملحقہ مکان میں ۷۵ سال کی عمر میں گذشتہ ہفتے کے روز فوت ہوئے۔ وہ پنجاب میں پیدا ہوئے تھے پنجاب یونیورسٹی میں انہوں نے تعلیم پائی۔ اور ایک مذہبی ادارے میں دینی علم حاصل کیا۔ چند سالوں کے لئے وہ برلن مسجد اور برلن کی مسلمان جمعیت کے انچارج مقرر ہوئے۔ یہ عہدہ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے بحیثیت پروفیسر استعفےٰ دینے کے بعد سنبھالا جس پر ۱۹۲۷ء سے ۱۹۳۹ء تک فائز رہے لیکن جنگ شروع ہونے پر وہ واپس اپنے وطن لاہور چلے گئے۔ جہاں وہ ایک بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ادارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ہیڈکوارٹر میں جنرل سکرٹری مقرر ہوئے ڈاکٹر عبداللہ صاحب ۱۹۴۶ء میں مسجد ووکنگ کے امام بنے۔ لیکن اس کے باوجود وہ برلن مسجد کے معاملات کے بھی ذمہ دار تھے۔ برلن مسجد کو جنگ کے دوران میں کافی نقصان پہنچا انہوں نے مکہ کا حج بھی کیا تھا اور برطانیہ عظمیٰ میں مسلمانوں کے سب سے بڑے مذہبی سربراہ سمجھے جاتے تھے۔ ان کا جنازہ بدھ کے روز بروک ووڈ میں مسٹر عبدالمجید (ایڈیٹر اسلامک ریویو) نے پڑھایا۔

افسوس کرنے والوں میں ان کی اہلیہ، ان کے چار بچے، ہائی کمشنر پاکستان، ہائی کمشنر ملایا، ہائی کمشنر ہندوستان ہندوستان کے چارج ڈی افیرز، سر ہیرلڈ سٹوبرٹ سکرٹری انرگلو پاکستان سوسائٹی اور مختلف اطراف ملک سے آئے ہوئے مرحوم کے احباب و رشتہ دار اور نمائندگان شامل تھے۔ جنازہ کا انتظام NECROPOLIS COMPANY نے کیا۔

ماہنامہ ووکنگ ریویو جون ۱۹۵۶ء

ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ پی ایچ۔ ڈی جو گذشتہ دس سال سے شاہجہان مسجد ووکنگ کے امام تھے ......

Coronary Thrombosis کی بیماری سے Whitsun کے دوران میں فوت ہوئے۔ ڈاکٹر عبداللہ ایک مشہور شخصیت تھے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۷ء تک اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر رہے۔ اس عہدہ سے استعفیٰ دے کر انہوں نے برلن مسجد اور برلن مسلم جمعیت کا کام سنبھالا......

۱۹۴۶ء میں مسجد ووکنگ کے امام مقرر ہوئے۔

۱۹۵۰ء میں انہوں نے اس رسالہ (ووکنگ ریویو) کے لئے بھی ایک مضمون لکھا اور گذشتہ سالوں میں انہوں نے ووکنگ کی مختلف تنظیموں اور اداروں میں تقاریر کیں۔ اپنی موت سے ایک ہفتہ قبل انہوں نے رمضان کے اختتام پر جو میلہ ہوا اس کی نگرانی کی۔

کیوں تعجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

مجاہد شہید

از مسز رحمت الٰہی

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کے انتقال کی خبر ایسی اندوہناک تھی جس سے سننے والوں کے دل پارہ پارہ ہو گئے۔ ساری کی ساری قوم اس مجاہد بھائی کے لئے ماتم کناں نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں اور بے شمار اور رحمتیں نازل ہوں اس پاکیزہ روح پر جس کا نام آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ خداوند کریم اسے اپنے جوار رحمت میں فردوس بریں پر اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ وہ ایک بزرگ قابل صد تحسین و قابل رشک ہستی تھی، جو مجاہدین کی صف سے نکل کر شہداء کے مقام پر جا کھڑی ہوئی۔

مجاہدانہ اقدام اور شہادت

ڈاکٹر صاحب قبلہ کی زندگی ورس عمل، ان کی قربانی اور ایثار بے مثال اور ان کی خدمت دین کی تڑپ یادگار ہیں۔ یہ وہ مجاہد اسلام تھا جس کا نام اس کے بے لوث اور خالصتاً للہ کارناموں کے باعث تا ابد چمکتا رہے گا۔ اس نے سال ہا سال مسلسل اپنے وطن مالوف سے منہ موڑ کر اپنے عزیزوں اور بہنوں بھائیوں سے الگ ہو کر اپنے اللہ سے لو لگائی اور ہزارہا میل دور جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کر دیئے اس نے اپنی عمر کے بہترین حصہ میں خدمت دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا کام شروع کیا۔ اور اللہ کا نام لے کر پرچم اسلام تھا ہاتھ میں کفرستان میں جا کر سینہ سپر ہو گیا۔ جہاں کے لوگ مادہ پرست ہیں۔ دنیا دار ہیں جن کے دل محبت الٰہی سے خالی ہیں، ایک مجاہد ہی کا کام ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے دلوں کو آواز اللہ اکبر سے تھرا دے۔ ان میں وہ آگ لگا دے جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے۔

ہر جہت سے اسلام پر اعتراضات ہوتے نکتہ چینیاں کرنے والے بڑھتے اور قدم قدم پر ٹوکتے مگر یہ مجاہد نہایت پامردی و استقلال سے اسلام کا نام بلند کرتا رہا اسلام کی روشنی سے کفر کو خیرہ کرتا رہا۔ مغرب کی وادیوں میں اذان بار بار گونجتی رہی۔ بے شمار سفید پرندے اس نے پکڑے جو علم اسلام کے سائے میں جمع ہو گئے تھے حتیٰ کہ اس مجاہد اسلام نے اسی میدان کارزار میں شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

سیرت و اخلاق

یورپ کے ان مشنوں کی اہمیت کا مجھے کچھ ایسا اندازہ نہ تھا۔ لیکن کچھ عرصہ کے لئے انگلستان جانے اور پھر ووکنگ مشن کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ یہ مشن بہت پر اثر طریق پر مغرب کو اسلام کی پوری پوری واقفیت بہم پہنچا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ووکنگ مشن کے روح رواں تھے۔ ان کا ان کی بیگم صاحبہ کا (خدا ان کو سلامت رکھے) اخلاص بے نفسی، ایثار خدمت دین، خدمت خلق اور عبادت الٰہی میں مصروف رہنا ایسی صفات ہیں جن سے دیکھنے والوں پر ان کی عظمت طاری ہو جاتی تھی اسلام کے جو اعلیٰ سادہ اصول وہ سنتے ڈاکٹر صاحب ان کے سراپا عمل نظر آتے۔ سادگی عجز و انکساری خوف خدا نمایاں طور پر ان کے مزاج میں نظر آتا۔ میں نے بارہا ان کے خطبات سنے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ انداز بیان سادہ، موثر اور بے ساختہ ہوتا۔ خوف خدا، عظمت ذات باری۔ خدا پر بھروسہ و توکل ان سے مترشح ہوتے۔ کبھی اپنی بڑائی یا اپنے کارنامے بیان نہ کرتے۔ خاموشی سے اکثر وقت الگ عبادت میں بھی گزارتے۔

رات کو یاد خدا

چند در چند وجوہ سے مجھے کچھ عرصہ مسجد ووکنگ کے ملحقہ مکان میں رہائش کا اتفاق ہوا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ دفتر کے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے۔ سب بچے پانچ سمیت ساری نمازیں ادا کرتے۔ اتوار کو ووکنگ میں بہت ہی دلچسپ مجمع ہوتا تھا۔ مختلف قوموں اور مذاہب کے لوگ جمع ہوتے اور مذہب پر نہایت آزادانہ گفتگو ہوتی۔ ایک اتوار افریقہ کا ایک ڈیلیگیشن جو لندن آیا ہوا تھا۔ ووکنگ مسجد دیکھنے آ رہا تھا۔ بیگم صاحبہ کے ساتھ میں بھی کچھ ہاتھ بٹا رہی تھی کہ ڈرائنگ روم میں ایک سٹول پر سے کشن کو جھاڑنے کے لئے اٹھایا تو دیکھا کہ اس کے نیچے ایک دری کی معمولی سی جائے نماز اور ایک پرانی سی سرخ رومی ٹوپی رکھی تھی۔ میں نے بیگم صاحبہ سے از راہ تجسس پوچھا کہ یہ کس کی چیزیں ہیں۔ تب انہوں نے بتایا کہ دن بھر ڈاکٹر صاحب کاموں میں مصروف رہنے کے بعد رات کو تہجد کے لئے اٹھتے ہیں اور نیچے آ کر تنہائی میں یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتے تلاوت قرآن پاک اور نماز میں سکون قلب پاتے ہیں۔ اللہ اکبر اس مجاہد کو جرمنی۔ انگلستان اور سارے جہان کی دلچسپیاں ہیچ نظر آتی ہیں۔ اسکو سکون قلب پرانی سی جائے نماز سادہ سی ٹوپی میں یاد خدا سے اندر ملتا ہے، بہت بڑی عظمت اور بہت بڑی دولت ہے، جو بڑوں میسر آئے۔

خانگی زندگی

میں نے دیکھا کہ آپ بھائیوں کے ساتھ بڑے تپاک، مروت اور رواداری سے پیش آتے۔ بیوی بچوں کی نہایت عزت و احترام کرتے۔ دلجوئی اور شفقت سے پیش آتے۔ کوئی بات سمجھانا چاہتے تو نہایت موثر الفاظ میں نرمی سے سمجھاتے۔ کبھی ترش روئی یا سخت کلامی ہرگز نہ کرتے۔ ان کی خانگی زندگی میں بھی بہت سی سبق آموز خوبیاں تھیں، فضول بحث تمحیص، لمبی گفتگو، نصیحتیں اور ہدایتیں کچھ نہ ہوتیں۔

عمل پیہم

صرف عمل پیہم ان کے سارے کردار کی ترجمانی اور سبق آموزی کرتے۔ اگر کام زیادہ ہو جاتا ... یا بیگم صاحبہ کی طبیعت ناساز ہوتی تو ہر ممکن طریق سے زیادہ سے زیادہ مدد دیتے ہر قسم کا کام خود کر لیتے۔ حتیٰ کہ کھانا پکانے میں بھی مدد دیتے۔ کیسا بھی اہم کام درپیش ہوتا۔ چند منٹ میں فیصلہ کر کے سب اس پر کاربند ہو جاتے۔

باریک شرک سے اجتناب

ایک دفعہ بیگم صاحبہ کی طبیعت علیل تھی۔ تبدیل آب و ہوا کے لئے انہیں ووکنگ سے باہر بھیجنے کا انتظام کیا۔ کیونکہ کثرت کار کے باعث ان کی طبیعت درست نہ رہتی تھی۔ وہ اپنے چھوٹے بچے طارق کو ووکنگ چھوڑنے سے کچھ ہچکچاتی تھیں۔ اس ضمن میں ایک روز ڈاکٹر صاحب نے سب خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ درست نہیں کہ ماں یہ خیال کرے کہ میرے سوا بچے کی دوسرا کوئی دیکھ بھال نہیں کر سکتا۔ دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ بچوں کو الگ کرنا پڑتا ہے اس بات میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اسی کی چیز اسی کے سپرد ہے، یہ بھی ایک قسم کا باریک سا شرک ہے کہ ماں بچے کے لئے صرف اپنے تئیں نگہبان اور نگران خیال کرے اور خدا کو بھلا دے کہ وہ ہستی ہر جاندار کی مالک ہے۔ آپ کی یہ گفتگو ازدیاد ایمان کا باعث تھی۔ بیگم صاحبہ بھی پھر بخوشی بچے کو اللہ کے بھروسے پر ووکنگ چھوڑ کر تشریف لے گئیں۔

برلن مشن کے لئے پریشانی

میں نے آپ کو دو مرتبہ پریشان دیکھا۔ اول تو جب برلن مسجد کے امام صاحب کسی تکلیف میں تھے۔ اور وہ ڈاکٹر صاحب کو ہر بات کا ذمہ دار سمجھ کر بھی خود کتابت کرنے تھے۔ ایک روز ان کا کچھ دل آزار سا خط آیا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب بہت رنجیدہ ہو گئے رقت طاری تھی۔ بیان فرماتے رہے۔ کہ اسی برلن مسجد کے اسی مختصر سامان کے ساتھ اسی مکان کے اندر ایک عرصہ بڑی مشکلات کے دور میں ہم نے گزارا، پھر زمانہ جنگ میں مشکلات کے دن بسر کئے اور برلن سے نکل کر وطن پہنچنے کے لئے مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

جرمن مشن کا کام

اگرچہ برلن مشن کو چھوڑے ہوئے دیر ہو گئی تھی لیکن چونکہ وہاں بھی ایک لمبا عرصہ تبلیغ اسلام میں بسر کیا تھا۔ اس وجہ سے اس مشن کے ساتھ بھی دلی محبت تھی اور ہر وقت اس کا فکر لگا رہتا تھا۔ ووکنگ سے کئی مرتبہ برلن مسجد کو دیکھنے کے لئے اور جرمن نومسلموں

سے ملاقات کرنے کے لئے آپ گئے اور برلن مسجد کی مرمت مابعد مشن کے کاموں کی نگرانی میں پوری جانفشانی سے کام کیا۔ سالہا سال برلن میں تبلیغ اسلام کرتے رہے اور ہر طرح محنت و مشقت سے اس مشن کو فروغ دیا، اور انہیں فکر لگی رہتی تھی کہ کسی طرح مشن کا کام جاری رہے۔

ووکنگ مشن کی اہمیت

دوسرے بیان سے ایک تب قلق میں آپ دیدہ دیکھا جب اسی دوران میں مسئلہ زیر غور تھا۔ کہ ووکنگ مشن کو بند کر دیا جائے۔ بارہا یہ ذکر آتا اور آپ [illegible] کہ فرماتے کہ غیر مسلم دیکھتے ہیں کہ یہاں کس عقیدت اور اخلاص کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کا نام بلند ہوتا ہے۔ فرقہ بندی کے جھگڑے، گورے کالے کی تمیز نہیں سارے یورپ میں یہی ایک سب سے بڑا مرکز اسلام ہے۔ جو لوگ خود دیکھتے ہیں اعتراف کرتے ہیں کہ یہاں در اصل نہایت مفید کام ہو رہا ہے۔ اور یہ مرکز نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

ایک انگریز کارکن سے مروت کا برتاؤ

وہ اپنے تئیں ہمیشہ ایک معمولی عاجز انسان سمجھتے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی خدمت پر کمربستہ رہتے۔ ایک روز دفتر کے ایک کارکن انگریز نے اپنی مشکلات کا اظہار کر کے چاہا کہ اسے کچھ عرصہ مسجد میں رات بسر کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے پاس کچھ وقت کے لئے رہائش کا کوئی انتظام نہ تھا۔ دن بسر کرنے کا بندوبست اس کے لئے دشوار نہ تھا۔ مختصر سے مشورے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بخوشی اجازت دے دی کہ وہ رات مسجد کے اندر بسر کریں۔ اللہ اکبر۔ اس واقعہ سے رسول اکرمؐ کے زمانہ کے بعض واقعات کی یاد تازہ ہوتی ہے لیکن مسلمانوں کے علماء کی آج یہ حالت ہے کہ اپنی اپنی مساجد کے دروازے انہی کے لئے کھولتے ہیں جو ان کے ہمخیال ہوں اور ان مسلمانوں کو جو ان سے اختلاف رکھتے ہوں اپنی مسجد میں داخل نہیں ہونے دیتے اور ایک دوسرے کا خون بہانا روا رکھتے ہیں۔

ووکنگ کی عید

میں نے ۱۹۵۲ء کی عید الاضحیٰ ووکنگ میں دیکھی۔ ایسا روح پرور منظر اور اس قدر ایمان افروز نظارہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس سے بڑے اجتماعات اور شاہی مسجد کی عیدیں بھی دیکھی ہیں۔ مگر یہ اس سے مختلف ہی چیز تھی، ہندو، سکھ، عیسائی، انگریز، حبشی، فرانسیسی اور کئی اور ممالک کے باشندے سب وہاں آتے ہیں بڑی ہی دلکش اور پُر رونق عید ہوتی ہے، اور ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے۔ نماز عید خدائے ذوالجلال کے نام کو بلند کرتے ہوئے اور محمد رسول اللہ صلعم کے قائم کردہ اخوت و مساوات کے جھنڈے تلے جمع ہو کر ادا ہوتی ہے۔ بہت سے اسلامی ممالک کے جھنڈے وہاں لہراتے ہیں۔ کئی زبانوں میں وہاں دعائیں اور گانے سنائے جاتے ہیں۔ اس

تہوار کو اس عظمت و شان اور وقار سے منانے کے لئے ڈاکٹر صاحب کئی ہفتے پہلے سے منہمک رہتے تھے ان کی پوری کوشش ہوتی۔ کہ یہ تہوار زیادہ سے زیادہ کامیاب، بارونق اور دلکش ہو، زیادہ سے زیادہ مہمان آئیں مسلمان خدائے واحد کے آگے سربسجود ہوں، اور غیر مسلم اسلام کی عظمت و جبروت کا نظارہ اور اسلامی اخوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں، اور انہیں عملی طور پر نظر آ جائے کہ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

ڈاکٹر صاحب یہ سماں دیکھ کر پھولے نہ سماتے تھے۔ انکساری اور خوشی سے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے۔ یہ ساری شان و شوکت انہیں کی محنت شاقہ اور پیہم کوشش کا نتیجہ ہوتی تھی۔

جہاز میں نمازوں کا اہتمام

۱۹۵۵ء میں قریباً چھ سال کے بعد وہ بغرض وطن مالوف کو آ رہے تھے۔ اتفاق سے میں بھی اسی جہاز میں محو سفر تھی۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ بزرگانہ شفقت سے ہر کام میں از خود میری مدد فرماتے رہے اور مجھے اور میرے چھوٹے بچے کو ہر سہولت پہنچانے کی فکر کرتے رہے۔ جہاز میں سوار ہوئے تین دن ہوئے تھے کہ کھانے کی میز پر ہی تھے لاؤڈ سپیکر پر اچانک اذان کی آواز سُنی، اللہ اکبر کی روح پرور آواز۔ چند منٹ کے بعد معلوم ہوا کہ قبلہ ڈاکٹر صاحب نے جہاز کے کپتان سے مل کر نماز جمعہ کی اجازت لے لی ہے۔ سب لوگ نہایت مسرت سے نماز میں شامل ہوئے۔ یہاں بھی وہی نماز وہی اذان وہی رکوع وہی سجود۔ اللہ اللہ کیسا پرکیف منظر تھا اس مجاہد کے لئے یہ بھی میدان جہاد تھا۔ مجھے یاد ہے کہ خطبہ میں سورۃ العصر کی تلاوت کر کے نہایت مؤثر تشریح فرمائی نہایت رقت انگیز انداز بیان تھا۔ اس کے بعد بھی نماز جمعہ اس رواں نیلگوں کے ساتھ میں اسی سفینے پر ادا ہوتی رہی۔

وطن میں مشن کے کام کی فکر

ڈاکٹر صاحب اپنے قیام پاکستان کے مختصر زمانہ میں لاہور تشریف لاتے اور یہاں بیمار ہو گئے۔ ہم سب عیادت کے لئے گئے۔ سارا وقت ووکنگ کا ذکر مشن کا فکر اور اسی کا حال بیان کرتے رہے۔ مشن کو جاری رکھنے کا فیصلہ ہو چکا تھا اور اب وہاں کے متعلق کچھ امور طے کرنے تھے۔ یہی فکر تھا۔ کہ اللہ کا نام بلند کرنے کا کام جاری رہنا چاہئے کہیں رکنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر چند ہی روز بعد اس کمزوری کی حالت میں خود بنک گئے اور سب کام پایہ تکمیل کو پہنچا کر اطمینان ہوا۔

پاکستان اس ارادے سے آئے تھے۔ کہ چھ ماہ ٹھہریں گے مگر مشن کے فکر نے یہاں بھی چین نہ لینے دیا۔

اور صورت حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے تین ہی ماہ کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ سٹیشن پر رخصت کرنے والے بزرگوں اور عزیزوں اور دوستوں کو کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات اور ابدی جدائی ہے۔

وفات سے ایک دن پہلے

اس دار فانی سے رخصت ہونے سے صرف ایک دن پہلے کا تحریر کردہ ان کا اور ان کی بیگم صاحبہ کا خط ان کی وفات کے بعد ملا۔ اس میں درج تھا۔ کہ "میری طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ گو باہر جانا ناممکن ہے۔ مگر دفتر میں بیٹھ کر کام کر لیتا ہوں۔ میرے لئے خاص طور پر دعائیں جاری رکھیں" اللہ اکبر وہ افاقہ محسوس کر رہے تھے۔ اور آسمان پر فرشتے اس راضی برضا۔ انسان صورت ملک سیرت ہستی کے استقبال کی تیاری میں مصروف تھے۔

میرے چھوٹے بچے کا خواب

میرے چھوٹے بچے کو جو مذکورہ بالا سفر میں میرے ساتھ تھا ان سب سے بہت انس ہو گیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر صاحب کے انتقال کی خبر سُنی تو نہایت رنج محسوس کیا اور معصومانہ سوال کرتا رہا۔ چند دن بعد اپنا خواب سنایا اس نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب قبلہ فوت ہو چکے ہیں، اور انہیں قبر میں اتارنے سے پہلے کسی نے طلعت سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو دیکھ لو۔ اس نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ نہایت پُر نور اور انگریزوں جیسا (یہ اس بچے کے الفاظ ہیں) ہو گیا ہے، سر پر ایک چمکتا ہوا تاج ہے، سرہانے ایک ہرن رو رہا ہے۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہے پاس ہی ایک مچھلی پانی سے باہر پڑی ہے۔ وہ ڈاکٹر صاحب سے باتیں کرتی ہے اور بہت روتی ہے مگر وہ چپ ہیں۔ آخر تاج سمیت ان کو قبر میں اتار دیا گیا۔ اور سب کھڑے ہو کر رونے لگے۔ اور طلعت بھی رونے لگا۔ یہ چھوٹے سے معصوم بچے کا پُر معنی خواب ہے۔

میرا خواب

رمضان المبارک میں ڈاکٹر صاحب کی صحت اور درازئ عمر کے لئے خاص دعائیں ہوتی رہیں۔ آپ کے وجود کی بہت اہمیت اور برکت تھی ہم سب بھی بہت دعا کرتے رہے۔ میں نے ۲۷ رمضان المبارک کو نماز صبح کے بعد خواب دیکھا کہ میری خوشدامن صاحبہ مرحومہ بہت تکلیف میں ہیں اور میں ان کی خدمت کرتی ہوں تسلی دیتی ہوں اور وہ مجھے کہتی ہیں کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی قوی احساس ہوا کہ یہ اشارہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی طرف ہے اس لئے دل پر دہشت سی طاری ہو گئی۔ میں نے بیگم صاحبہ کو خط لکھا اور خیریت معلوم کی مگر ان کا جواب آنے سے پہلے قضا کا تیر نشانہ پر لگ چکا تھا۔ اور قوم اس بہت بڑے مجاہد۔ بے نفس کارکن سادہ دل اور نیک مزاج ہستی سے محروم ہو چکی تھی۔

بیگم عبداللہ

بیگم عبداللہ صاحبہ کے ذکر کے بغیر یہ سطور مکمل نہیں ہوں گی

(باقی صـ۳۲ پر)

ایفائے عہد اور عمل سے اپنی زندگی کا ثبوت دیں

از عمل ثابت کن آں نور کہ در ایمان تست (مسیح موعود)

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۵۵ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (سورۃ النحل آیت ۹۱)

ایفائے عہد کی ضرورت و اہمیت

ایفائے عہد شرافت اور صحت نیت کی نشانی ہے اگر ایک شخص کسی سے وعدہ کرتا ہے تو یہ شرافت کا تقاضا ہے اور اس کی صحت نیت کا بھی اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ اس عہد کو پورا کرے۔ جس کی نیت نیک ہو، اور وہ عہد کو پورا نہ کرے اس کے اس فعل کو کوئی شخص شریفانہ فعل قرار نہ دے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ آج دنیا میں بڑے بڑے معاہدے کئے جاتے ہیں جن میں الفاظ ایسے رکھے جاتے ہیں کہ ان کے کچھ کے کچھ معنے بن جاتے اور معاہدہ کالعدم ہو جاتا ہے قرآن نے اس کو جائز اور پسندیدہ قرار نہیں دیا، ایک مومن اور متقی کے اوصاف میں سے اس نے بڑا وصف یہ قرار دیا ہے کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرے،

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا

یعنے مومن وہ ہیں جو عہد کر لیں تو اس کو پورا کرتے ہیں، وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون رکوع ۱) مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ قرآن نے بار بار بتایا ہے کہ مومن اور متقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرے۔ اور اس کے مقابل پر فاسقین کا شیوہ بیان کیا ہے کہ وہ عہد کو توڑتے ہیں اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ۔

انسان کا فطری عہد اللہ تعالےٰ سے

عہد کی کئی قسمیں ہیں ایک تو وہ عہد ہے جو انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کی فطرت میں یہ چیز رکھی ہے کہ وہ ہستی باری تعالیٰ کا اقرار کرتی ہے کیونکہ جب ہر قسم کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تو ایک دہریہ بھی مجبور ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور اس کے آگے دست بدعا ہو۔ اگر خدا تعالےٰ نے اس کی فطرت میں یہ چیز مرکوز نہیں رکھی، تو مصیبت کے وقت کہاں سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جس میں اس کی امداد طلب کی جاتی ہے مجھے یاد ہے جب میں میڈیکل کالج میں تھا تو ایک پروفیسر میلول تھے۔ وہ دہریہ تھا، اس نے مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم مغفور کو سنایا کہ چترال کی لڑائی میں جب ہم پر گولہ باری ہو رہی تھی تو ایک ایک کرکے میرے ساتھیوں کو گولیاں لگتیں اور وہ مرتے چلے جاتے تھے، حتیٰ کہ میں اکیلا رہ گیا، اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ خدا تعالیٰ کی ہستی ہی ہو تو مجھے بچا سکتی ہے ورنہ میرے بچنے کی کوئی صورت نہیں، اس کے بعد کوئی گولی میرے ادھر سے گذر جاتی اور کوئی اُدھر سے اور مجھے کوئی گولی نہ لگی، اس سے میں خدا کی ہستی کا قائل ہو گیا، قرآن کریم نے اسی حالت کا نقشہ مختلف پیرایوں میں کھینچا ہے کہ جب انسان چاروں طرف سے مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے تو پھر خدا کے سوائے اسے کوئی اور نظر نہیں آتا اور اسی کو پکارتا ہے لیکن یہ بھی انسان کی بدقسمتی ہے کہ جب اس کی مصیبت دور ہو جاتی ہے تو پھر خدا کو بھول جاتا ہے۔

مامور الہٰی سے عہد بیعت

دوسرا عہد وہ ہے جو انبیاء اور ماموریں کے ذریعہ سے لیا جاتا ہے اور انسان عہد باندھتا ہے کہ میں اس پر قائم رہوں گا۔ اس وقت کے امام نے بھی ہم سے ایک عہد لیا ہے، اس عہد میں یہ الفاظ تو ہیں ہی کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا، لیکن اور بھی الفاظ ہیں میں وہ الفاظ آپ کو سناتا ہوں، جن میں آپ بیعت لیتے تھے، بیعت لیتے وقت بیعت کنندہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ اس سے کہلواتے تھے:۔

"آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام
گناہوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں
گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار
کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور
سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتا
رہوں گا اور دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"

اس کے بعد تین دفعہ استغفار پڑھواتے اور آخر میں یہ دعا کی جاتی رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْۢبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں، پس میرے گناہ بخش کیونکہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔ اس طرح بیعت لینے کے بعد بالآخر اس شخص کو خدا کے سامنے پیش کیا، گویا بیعت کرنے والا خدا سے بھی عہد کرتا ہے کہ میں اب گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔

اخلاق و اعمال میں تبدیلی کی ضرورت

اس عہد میں بڑا زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ ہم تمام گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ ہم ایک نیکی تبدیلی اور مابہ الامتیاز اپنے اندر پیدا کریں، اسی کی تفہیمت کرتے ہوئے ایک روایت حضرت صاحب نے بیان کی ہے، فرمایا ایک یہودی کو ایک مسلمان نے اسلام کی دعوت دی، یہودی اس کے حالات سے واقف تھا، اس نے کہا کہ صرف مسلمان کہلانے یا کوئی اور نام رکھ لینے کا فائدہ کوئی نہیں، جب تک اس کے مطابق انسان اپنے آپ کو نہ بنا لے، اس نے کہا کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا میں نے اس کا نام خالد رکھ دیا، یعنے ہمیشہ زندہ رہنے والا، لیکن وہ اسی دن ہی مر گیا، پس نام یا ظاہری صورت پر نازاں نہ ہو، جب تک اعمال درست نہ ہوں اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

آیت کا مفہوم

اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے، اس بات پر زور دیا ہے۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ اللہ تعالےٰ سے جب عہد باندھ لو تو پھر اس کو پورا کرو، وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا۔ قسموں کو پکا کر لینے کے بعد مت توڑو اس کو کھیل نہ بنا لو کہ عہد کیا اور اس کو توڑ دیا، قسم اٹھالی اور پھر توڑ دی وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم نے خدا کو ضامن ٹھیرایا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ خدا تو جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو، اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، تمہارے دلوں کی گہرائیوں تک سے وہ واقف ہے، انسان انسان سے اخفا کر سکتا ہے لیکن خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا نہ اس سے کسی چیز کو چھپا سکتا ہے۔

اقوال و اعمال کا ریکارڈ

غرض اس آیت میں بڑے زور سے اس طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ ہم نے اگر خدا تعالےٰ سے وعدہ کیا ہے تو اس عظیم الشان ہستی سے اپنے وعدہ کو پورا کرو۔ اس نے فرمایا ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کے نفس میں

کیا کیا خیالات گزرتے ہیں اور ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی قریب تر ہیں، مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ۔ کوئی بات جو اس کے منہ سے نکلتی ہے، اس کو ریکارڈ کرنے کے لئے ایک نگہبان تیار ہوتا ہے۔

ایمان کا اثر اعمال و کردار پر

ہمارے لئے یہ چیز بہت ہی غور کے قابل ہے ہم دنیا میں اس واسطے کھڑے کئے گئے ہیں کہ خدا کا نام بلند کریں، ایک ایسے شخص سے ہم نے تعلق باندھا جس کا دعوے تھا کہ میں اس صدی کا مجدد اور مامور ہوں آؤ میں تمہیں خدا تک پہنچاؤں، اصل غرض انسانی پیدائش کی یہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت تھوڑے مسلمان تھے، لیکن ایک چیز ان میں موجود تھی وہ تھی خدا اور جزا و سزا پر ایمان، اس ایمان نے ان کے اندر کس قدر تغیر پیدا کیا، وہ کسی مصیبت کو مصیبت نہ سمجھتے اور خدا پر ایمان رکھتے ہوئے اس کا مقابلہ کرتے تھے، وہ تمام مشکلات جن کے متعلق سمجھا جاتا تھا کہ وہ انہیں پیس ڈالیں گی ان کے اس ایمان کی وجہ سے ھباً منثورا ہو گئیں۔ پھر ان کے ایمان کا دوسروں پر بہت بڑا اثر تھا۔

محمد رسول اللہ صلعم کا ایمان

یہ تو واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے لیٹے ہوئے تھے تو ایک شخص آیا اور اس نے تلوار نکال کر آپ سے کہا کہ بتا کہ اب تجھے کون مجھ سے بچا سکتا ہے، آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ اَللّٰہ۔ اللہ کا لفظ آپ کی زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ اس شخص پر لرزہ طاری ہو گیا، اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، یہ کس طرح ہوا؟ یہ اس ایمان اور ایقان کا نتیجہ تھا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خدا تعالےٰ کے متعلق تھا، اور یہ بالکل صحیح ہے کہ جو چیز جتنے پیمانہ پر اپنے اندر ہوتی ہے، اسی قدر وہ دوسرے کے قلب پر اثر کرتی ہے۔ دنیا میں انسانی طبائع پر تغیر اسی سے پیدا ہوتا ہے اور یہی ایمان انسان سے وہ کام لیتا ہے جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتے ہیں۔

کوشش اور جدوجہد کے بغیر ثمرات نہیں ملتے

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاں ایک کام پہلے ہوتا تھا اور اب نہیں ہوتا اس کی وجہ کیا ہے ہم نے جو عہد کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے غور کرنا چاہیئے کہ ہم کہاں تک اس پر عمل پیرا ہیں، شاید ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ صرف نام کا لیبل لگا کر ہم اس کے ثمرات سے متمتع ہو سکتے ہیں یہ خدا کا قانون نہیں، ہم غلطی کھا رہے ہیں، کیا اس سے پہلے کتنی قوموں اور مسلمانوں نے یہی غلطی نہیں کھائی؟ خدا کے ہاں کسی کی رشتہ داری نہیں اس نے حکم دیا ہے وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ہر کام کا ایک دروازہ ہوتا ہے اسی دروازہ سے داخل ہو کر اس میں کامیابی ہو سکتی ہے، اگر غیر مسلم طالب علم محنت کرتا ہے اور مسلمان طالب علم کھیل کود میں وقت صرف کر دیتا ہے تو محض اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہے پاس نہیں ہو جائے گا، پاس وہی ہو گا جو محنت کرتا ہے خواہ وہ غیر مسلم ہی ہو وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ خدا نے یہی قانون بنا رکھا ہے کہ کسی کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے محنت اور کوشش ضروری ہے۔

اسلاف کی کوششیں اور ان کے ثمرات

پس ہم نے خدا سے جو عہد باندھ رکھا ہے اس کو پورا کرنا چاہیئے۔ خدا ہماری ہر حرکت کو دیکھتا ہے ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے لیں، لیکن خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے، میں آپ سے یہ کہوں گا کہ اپنے عہد پر قائم ہو جائیں تو ساری مشکلات حل ہو جائیں گی، محض تدابیر سے کچھ نہیں ہوتا، باتیں کر لینا آسان ہے، عمل مشکل ہے لیکن عمل ہی سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ دیکھئے صحابہ کرام میں سے کس طرح ایک ایک، اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دنیا کے مختلف گوشوں کی طرف نکل جاتا تھا، وہ کیا چیز تھی، جس نے ان کے اندر یہ روح پیدا کر دی، ہمارے ہاں ہندوستان میں خواجہ معین الدین چشتی کہاں سے چل کر آئے تھے، اور کن حالات میں انہوں نے یہاں تبلیغ کی۔ تمام لوگ مخالف تھے اور کوئی حق بات کو سننے والا نہ تھا، لیکن عمل بڑی چیز ہے، آخر انہیں کامیابی حاصل ہوئی اور اس ملک میں اسلام پھیل گیا۔

اپنے عمل سے زندگی کا ثبوت دو

میں حیران ہوں کہ کس چیز کو لے کر ہم اٹھے تھے اور آج ہماری حالت کیا ہے، خدا کے لئے اس پر غور کرو خدا بڑا رحیم ہے، اگر انسان توبہ کرے تو وہ بار بار رحم کرتا ہے، ہمیں چاہیئے کہ اس عہد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں جو ہم نے کر رکھا ہے، اگر اسے بار بار دیکھتے رہیں اور اپنے حالات پر غور کرتے رہیں تو بہت جلد تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے، حضرت مسیح موعود نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ تم زندہ قوم ہو، دوسروں کو آپ نے مردہ بنایا ہے، ہمیں چاہیئے کہ عمل سے اپنی زندگی کا ثبوت دیں اپنے اندر سچی تبدیلی پیدا کریں تا کہ ہم میں قوت پیدا ہو، اور ہم تبلیغ اسلام کے کام کو تکمیل تک پہنچا سکیں۔

ضرورت رشتہ

میرا ایک لڑکا میٹرک پاس ہے اور تنخواہ ۲۰۰/- روپے ماہوار ہے، دوسرا لڑکا حافظ قرآن پاک ہے معمولی تعلیم، تنخواہ ۱۵۰/- روپیہ ماہوار ہے۔ یہ دونوں لڑکے گورنمنٹ ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد ملتان میں کام کرتے ہیں۔ دونوں کے لئے کسی شریف اور غریب گھرانہ میں رشتہ مطلوب ہے، خط و کتابت ذیل کے پتہ پر کی جائے۔ پتہ: ع - ق - معرفت ایڈیٹر صاحب

مولانا آفتاب الدین کی یاد میں

(بقیہ صفحہ ۳۴)

رہا ہوں اور میں بحیثیت مرنا پسند کروں گا"

مولوی صاحب جلد چل دیئے۔ ابھی باتیں مکمل نہیں ہوئی تھیں۔ اور صحبت تشنہ ہی تھی۔ فرمانے لگے راتوں کو حدیث کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ اور کام کرنے کا ارادہ ہے

مجھے مولوی صاحب کی اچانک وفات کی خبر راولپنڈی میں ملی۔ پسماندگان کی مایوسی اور بے چارگی کا احساس ہوا۔ لیکن مولوی آفتاب الدین کی مراجعت صرف ان کے خاندان کے لئے ہی ناقابل تلافی نقصان نہ تھی یہ جماعت کے لئے بھی ایک نقصان عظیم تھا۔ مجھے ان کے اپنے نعرے یاد آ گئے۔ میرے منہ سے آہ نکل گئی۔ میں بے تحاشہ چیخنا چاہتا تھا۔ نعرے لگانا چاہتا تھا۔

صالح اور خدا دوست شخصیت

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بوجہ کمی بصارت کچھ عرصہ سے اخبارات پڑھنے سے معذور ہوں اور اخبار پیغام صلح بھی کبھی کبھی ملتا ہے۔ مزید برآں مارچ کے اواخر سے آنکھ کا اپریشن کروایا ہوا ہے اس لئے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات حسرت آیات سے دیر بعد واقف ہوا جبکہ ادارہ ہومیوپیتھک کے اجرا کے لئے امداد کی تحریک مرکز سے ہوئی۔ مجھے اس سانحہ جانکاہ سے بہت صدمہ ہوا ہے۔ مرحوم نہایت ہی صالح اور خدا دوست شخصیت تھی۔ دبلا پتلا اکہرا رنگ چہرہ پر روحانیت کی روشنی جھلکتی تھی بعض دفعہ خطبات جمعہ اور دیگر مضامین میں یہ رنگ ہمیشہ میری نظر میں پڑتا تھا۔ اخبار کے مسیح موعود نمبر میں بہت سے قابل اہل قلم بزرگوں کے مضامین نکلے تھے مگر میرے اپنے نقطہ نظر کے مطابق حقائق میں مولانا مرتضیٰ خاں اور روحانیت میں مولانا مرحوم کے مضامین بہترین تھے بعض دوست ہمارے اور اور بہترین رنگ تحریر رکھتے ہیں۔ لیکن مرحوم کا رنگ خاص طور پر روحانیت ہی تھا۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں بہت اعلےٰ جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یار زندہ کریم۔ ادارہ متذکرہ بالا کے کارکنوں کو واضح ہو کہ آشوب چشم سے فارغ ہو کر پنشن لینے کے موقعہ پر حسب توفیق خدمت کروں گا۔ براہ کرم ان سطور کو اخبار میں شائع کر دیں۔

الراقم۔ خان محمد سیال پنشنر سب انسپکٹر پولیس
احمد پور سیال۔ ضلع جھنگ

تعزیتی پیغامات اور قراردادیں

سیّد تصدق حسین صاحب قادری بغداد

بغداد - ۲۲ رمئی ۱۹۵۶ء -

قبلہ ام حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا -

کل عراق ٹائمز میں یہ خبر شائع ہوئی کہ امام جامع ووکنگ شیخ عبداللہ حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئے - اس غمناک خبر سے اس قلب کے مریض نے جو محسوس کیا اس کا اظہار قلم کی طاقت سے باہر ہے - آہ ایک بے لوث مجاہد - آپ کا وفادار سالک - میرا عزیز ترین روحانی بھائی جاھدوا فی سبیل اللہ حق جہادہ کے الٰہی فرمان کو کماحقہ پورا کرنے والا - ہم سے جدا ہو گیا - اس زمانہ قحط الرجال میں جبکہ چاروں طرف کثرت اعداء کے مقابلے قلتِ انصار دین کا نقشہ ہے - ایسے جانباز سپاہی کا عین میدان جنگ میں جاھدوا بہ جہادا کبیرا پر عمل کرتے ہوئے یکایک شہید ہو جانا ناقابلِ برداشت صدمہ ہے - اس مجاہد جس کی رودبار انگلستان کی ابھی اشد ضرورت تھی - ایسے سرتاپا ایثار و قربانی مردانِ حق بڑی مشکل سے ملتے ہیں - یہ اُن میں سے ایک تھا جنہوں نے دنیوی مال و دولت اور وجاہت کو ٹھکرا کر دین کو دنیا پر حقیقت میں مقدم کیا اور راہ حق میں اپنی جان تک لڑا دی خدا کی ہزار ہزار رحمتیں اس نفس مطمئنہ پر ہوں جو پُرمحبت ترین اور جو اس کے دل میں تھا رات دن اشاعت اسلام کی تجاویز سوچتا رہتا تھا - اس درد و غم ہی کا حملہ قلب پر پڑا - آخر ایّام میں عیدالفطر کے جلسہ کے کام کی وجہ سے زیادہ بوجھ پڑا - اس کی خدمات دینیہ کو دیکھ کر اس کی ادا اس کے رفیق اعلیٰ کو پسند آئی اور اس نے اسے اپنے قرب میں بلا لیا - انا للہ و انا الیہ راجعون

مجاہد مرحوم نے ۱۴ رمئی کو عیدالفطر کی روئداد بغرض ترجمہ و اشاعت ارسال کی تھی جس کے ساتھ چند سطور بھی تحریر کئے تھے - آہ! یہ اس کی آخری تحریر ہے جو ۱۹ رمئی کو مجھے ملی - تذکارًا درج ذیل ہے -

" امید ہے آپ بفضلہ ، بصحت ہوں گے - عید بڑی کامیاب رہی ، فالحمد للہ - میری صحت پہلے سے بہتر ہے لیکن آپ کی نیم شبی دُعاؤں کی اشد ضرورت ہے - اخویم ابراھیم سچوانی صاحب کا آج ہی خط آیا ہے - ان کو ایک دو روز میں جواب دوں گا - انشاء اللہ باللہ التوفیق - خاکسار عبداللہ "

اے میرے آقا امیر ہم بھی منھم من ینتظر کی صف میں بیٹھے ہوئے ہیں - نوجوانانِ سلسلہ ان مفاجعات و حوادث سے سبق حاصل کریں اور ان اللہ کے پیارے ہونے والوں کے کاموں کے بوجھ کو اپنے مضبوط و توانا کاندھوں پر اٹھا لیں - ووکنگ مولانا کے مرحوم کے نعم البدل کے لئے آپ کی طرف دیکھ رہا ہے اس کا بہت جلد انتظام ہو جانا چاہیئے -

یہ چند سطور پیغام صلح میں شائع فرما دیں تا اس کے ذریعہ لواحقین مرحوم مقیم پاکستان و ہندتک میرے قلبی جذبات پہنچیں ، ووکنگ[2] خط لکھ رہا ہوں - والسلام (دماغ کام نہیں کر رہا ، یہ سطور لکھ رہا تھا کہ تنفس کا زور بڑھ گیا - دعا فرمائیں) خاکسار تصدق حسین

اخویم ابراھیم سچوانی صاحب

بصرہ ۲۵ رمئی ۱۹۵۶ء

مکرمی شاہ صاحب[1] - السلام علیکم

خط مورخہ ۲۲ رکا کل ملا - ساتھ ہی عزیزم عبدالرحیم کا خط و عراق ٹائمس کا پرچہ بھی پہنچا - ان خطوں سے اور ٹائمس سے مجاہد یورپ مولانا شیخ محمد عبداللہ کا اس دار فانی سے کوچ کر جانے کی ناگہانی خبر پڑھ کر دل کو بے حد صدمہ ہوا - مرحوم نے مسلسل بیس بائیس برس تک بے لوث خدمات دین بڑی جانفشانی سے یورپ میں سرانجام دیں اور وہیں اللہ کو پیارے ہوئے - پروردگار ان کی قربانیوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور جوارِ رحمت میں رکھے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق دے - آمین -

انا للہ و انا الیہ راجعون -

شیخ صاحب مرحوم کی بے وقت وفات سے مرکز پر نئے سرے ذمہ داری آپڑی ہوگی - مرکز کو چاہیئے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی جگہ پُر کرنے کے لئے بزرگوں میں سے کسی ایسے عالم فاضل شخصیت کا تعین کریں کہ جسے علوم دینی کے علاوہ مغربی علوم پر کافی عبور ہو ، وسیع النظر ہو - آج کے یورپین نوجوانوں کے رجحانات سے واقفیت رکھتا ہو ، خصوصًا باعمل مجاہد ہو - عمل کا فوری اثر دلوں کی گہرائیوں میں اترتا ہے - بے عمل کی قال و قیل کی تاثیر وقتی ہوتی ہے ، اس معاملہ میں مرکز کے بزرگوں میں سے جو یورپ کا سفر کئے ہوئے ہیں ان کا مشورہ نہایت مفید ہوگا ، خاص کر امیر جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ و خانبہادر غلام ربانی صاحب کا - تعزیت کا تار ووکنگ بھیجا - اس کی کاپی ارسال ہے -

نیازمند ابراھیم سچوانی

جناب غلام باری صاحب راولپنڈی

برادر مکرم و محترم - السلام علیکم

حضرت امیر و دیگر بزرگان سے درخواست دعا کر کے مشکور فرما دیں - چند بچوں کی طبیعت ناساز ہے - ایک بچے کو کل سے شدید بخار ہے - اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحت بخشے - آمین -

حضرت ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم کی وفات جماعت کے لئے ایک ناقابلِ برداشت صدمہ ہے ایسے بزرگ جو بلادِ غیر میں تبلیغ کا کام کامیابی سے کر سکیں اُن کی تعداد نہایت ہی کم ہے - ہمیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم جیسے عالم باعمل درکار ہیں ، جن کی جادو بیانی انگریزوں جیسی ترقی یافتہ قوم کے افراد کو اسلام کی حلقہ بگوشی میں لا سکے - نئے معلم کی ٹریننگ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ہونی چاہیئے جو صحیح معنوں میں اس اہم بوجھ سے عہدہ برآ ہو سکے - والسلام - خاکسار غلام باری

ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - آج بذریعہ اخبار حضرت ڈاکٹر عبداللہ صاحب امام ووکنگ مسجد کی وفات کی خبر پڑھی - انا للہ و انا الیہ راجعون - ایک نیک سیرت - پاک باطن مخلص بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک محبوں میں سے تھے جنہوں نے یہ ثابت کر دکھایا ؎

جانم فدا شود بر دین مصطفٰے
این است کام دل اگر آید میسّرم

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات میں جگہ عطا فرمائے - آمین - سب احباب ان کے اہل و عیال کے ساتھ اظہار ہمدردی کریں اور ان کی سلامتی کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کریں - مرحوم کے حالات زندگی سے پیغام صلح کا خاص نمبر علیحدہ شائع ہونا ضروری ہے - ایسے نادر وجودوں کا جماعت سے فوت ہو جانا ایک بہت بڑا قومی صدمہ ہے - اور ہم سب کے لئے ایک بڑی آزمائش اور ابتلا اور دکھ کا سانحہ ہے - اللہ تعالیٰ اس مصیبت میں جماعت کا حافظ و ناصر ہو ، یہ چند سطور درج اخبار کر دیویں - والسلام

ڈاکٹر حسن علی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام گوجرانوالہ

ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ سول سرجن پشاور

مکرمی جناب سیکرٹری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی ابھی بذریعہ ٹیلیفون مکرمی خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی زبانی محترمی ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب کی بے وقت موت کی اطلاع موصول ہوئی - اُن

[1] یہ خط سید تصدق حسین صاحب قادری کے نام ہے

[2] تار کا مضمون دوسری جگہ درج ہے (پ - ص)

کی مجاہدانہ زندگی کا چشم دید نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا ناچار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون - حقیقت میں اس مجاہد نے سانتے دور دراز ملک میں صحیح معنوں میں شہادت پائی ہے - مرحوم و مغفور کی بیوہ اور بچوں کا خدا حامی و ناصر ہو - اس آناً فاناً وفات سے جو ان پر گذرتی ہو گی اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے - جو نمونہ بلاد غیر میں ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے عمل سے پیش کیا - اسے ہمارے مبلغین کے لئے مشعل راہ کا کام دینا چاہیئے - آپ کی موت ...... جماعت کے لئے صدمہ عظیم اور ...... ناقابل تلافی نقصان ہے - جسے اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے پورا کر سکتا ہے بیگم عبد اللہ صاحبہ نے جو اس مجاہدانہ زندگی میں ڈاکٹر صاحب مرحوم کا ہاتھ بٹایا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر دے اور اس صدمہ کی برداشت میں صبر عظیم عطا فرمائے - والسلام

خاکسار عبد العزیز

ایم اے صمد صاحب ریٹائرڈ سب جج بہار ہندوستان

جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم - ابھی آج کے اخبار الجمعیۃ سے معلوم ہوا کہ مکرمی ڈاکٹر عبد اللہ صاحب کا ووکنگ میں حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال ہو گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون

نہایت صدمہ ہوا - ابھی قبلہ عزیز بخش کی وفات کی یاد تازہ ہی تھی کہ مکرمی آفتاب الدین احمد صاحب کے وفات کی خبر ملی تھی اور ابھی ڈاکٹر شیخ عبد اللہ صاحب کے وفات حسرت آیات کی خبر لگی کہ انہوں نے وطن سے دور دوبارہ انگلستان میں انتقال کیا - اور تبلیغ اسلام کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا - اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ درجہ دے - اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے - چونکہ ان کے اہل و عیال کا پتہ مجھے معلوم نہیں ہے اس لئے بذریعہ آپ کے تعزیت کرتا ہوں، از راہ کرم ڈاکٹر صاحب کی اہلیہ اور دیگر اعزا و اقارب تک یہ پیغام پہنچا دیں یا درج اخبار کر دیں) ڈاکٹر صاحب موصوف سے میری ملاقات ۱۹۴۵ء میں لاہور میں ہوئی تھی اور اسی زمانہ میں میری ملاقات مکرمی آفتاب الدین صاحب سے بھی ہوئی تھی، حرکت قلب بند ہونے کے لحاظ سے مادہ تاریخ ان کی وفات کی

"حرکت قلب بند شدہ و مرد"

۱۳۷۵ھ سے نکلتی ہے -

ناچیز - ایم اے صمد - ریٹائرڈ سب جج
معروف گنج - گیا - بہار

ہری پور (ہزارہ)

مکرمی جناب جنرل سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور - السلام علیکم ورحمۃ اللہ -

یہ خبر نہایت رنج و الم سے سُنی گئی کہ مجاہد اعظم ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ ..... اس دار فنا سے دار بقا کو رحلت فرما گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون - وہ تو ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء کے مصداق ہیں - اس مجاہد اعظم نے جہاد کبیر کرتے ہوئے اپنے وطن سے ہزاروں میل دور اپنے مولیٰ حقیقی کو لبیک کہا ہے - یہ ہمارے لئے بہت بڑا ابتلا اور آزمائش ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صبر دے ان کا نماز جنازہ آپ کی ہدایت کے مطابق بعد نماز جمعہ پڑھا گیا - دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جگہ لینے کے لئے کوئی دوسرا مجاہد پیدا کر دے - جماعت ہری پور کی طرف سے ان کی اہلیہ اور بچوں کو ہمدردی اور تعزیت کا پیغام پہنچا کر شکریہ کا موقعہ دیں - والسلام

آپ کا محمد الرحمٰن

مولانا احمد علی صاحب برادر خورد حضرت امیر مرحوم

اخویم مکرم عنایت علی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا خط ملا جو ڈاکٹر عبد اللہ صاحب کی وفات کی خبر لایا بہت ہی افسوسناک خبر تھی جو دل سننے کو تیار نہیں مگر مشیت ایزدی کے آگے کوئی چارہ نہیں، انسان بے بس ہے انا للہ وانا الیہ راجعون - اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے میرا افسوس کا پیغام ان کے ورثاء تک پہنچا دیں جو کوئی جاتا ہے اس کا بدل نظر نہیں آتا جماعت کے لئے یہ نقصان بہت رنج اور غم کا مقام ہے - والسلام

احمد علی چک ۲/۵۶ اوکاڑہ

خانپور ڈویژن بہاولپور

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان کی وفات حسرت آیات معمولی موت نہیں شہادت عظمیٰ ہے - ایسے لوگ جو خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں کام کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ جاتے ہیں مرتے نہیں، بلکہ اپنے بلند کارناموں کی وجہ سے زندہ جاوید کہلاتے ہیں، کتنا سچا فلسفہ قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء - کہ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں کام کرتے ہوئے اپنی جان عزیز جان آفریں کے سپرد کرتے ہیں انکو مردہ مت کہو، بلکہ وہ اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے زندہ ہیں - کیونکہ وہ اپنی تبلیغ اور نمونے سے دوسروں کی زندگی کا باعث ہوتے ہیں سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مرحوم بلند اخلاق - انتھک اور مخلص کارکن تھے - اور ایک لمبا عرصہ بحیثیت امام مسجد برلن و امام مسجد ووکنگ بے نظیر اسلامی خدمات سر انجام دیں اور کئی بھٹکی ہوئی روحوں کو اسلام میں داخل کیا - یہ کہنا مبالغہ نہیں - کہ اپنی تمام زیست ہی اسی پاکیزہ شغل میں گزاری اور امام الزمان سے جو عہد دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا باندھا تھا اپنی عملی زندگی سے اس کو سچا کر دکھایا - حقیقت میں یہ عہد انہوں نے بذریعہ امام ہمام خدا تعالیٰ سے کیا تھا

من المومنین رجال
صدقوا ما عاهدوا اللہ علیه

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دیوے ان کی بیگم صاحبہ بچوں اور بچیوں اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے - والسلام

خاکسار عبد العزیز - ریلوے گارڈ - خانپور

ہری پور (ہزارہ)

مدّتم سی روشنی تھی چراغ امید میں
اے باد مرگ تو نے اسے بھی بجھا دیا

محترم جناب جنرل سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور -

تسلیمات - معروض آنکہ کل دوپہر ریڈیو سے امام ووکنگ کے دار البقاء کو رخصت ہونے کی حسرتناک خبر سُنی - مولانا موصوف کی موت کچھ ایسی موت ہرگز نہیں جس پر تعزیت کے چند کلمات لکھ دیئے جائیں - میں تو حیران ہوں صفحہ قرطاس پر لکھی ہوئی یہ چند سطور کس طرح میرے جذبات کے ان طوفانوں کی ترجمانی کر سکیں گی جو مرحوم کی اندوہناک موت کی خبر سے میرے دل میں اُمڈ آئے - یوں تو روزانہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ اپنے عزیز و اقارب کو داغ مفارقت دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتے رہتے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ ؎

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

لیکن یہاں تو کچھ اور ہی کیفیت ہے - ایک ایسی عظیم شخصیت جس نے مغرب کے کلیساؤں کے کونے کونے میں حق کی آواز بلند کی، جس نے اپنی جان - مال و دولت اور اولاد تک کو اسلام کی راہ میں بیدریغ صرف کیا - اس کی موت فراموش نہیں کی جا سکتی -

آج نہ صرف جماعت احمدیہ بلکہ دنیائے اسلام ایک بہترین - قابل - دیانتدار - فرض شناس - مخلص اور حق شناس رہبر سے محروم ہو گئی ہے -

مولانا مرحوم کا بیماری کے ایام میں بھی باقاعدگی کے ساتھ اپنا کام کرنا (جیسا کہ پیغام صلح کے تازہ پرچہ سے ظاہر ہوتا ہے) اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ انہیں اپنی قیمتی جان سے بھی کہیں زیادہ اس فرض عظیم کا خیال تھا جو انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہوا تھا -

ہماری دلی دعا ہے کہ خداوند تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

مخلص محمد انور ولد محمد القداد خاں ریٹائرڈ ای اے ڈی۔ اے مکان نمبر ۳۲۵ رحمانیہ بلڈنگس ہری پور ہزارہ

سیالکوٹ چھاؤنی

گرامی قدر جنرل سیکرٹری صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی وفات کی اندوہناک خبر ملی، تمام جماعت کے دل پر بے حد صدمہ ہوا اور ناقابل بیان غم کی لہر دوڑ گئی۔ ڈاکٹر صاحب ایک انمول ہیرا تھے جو انجمن کی انگشتری میں پیوست تھا۔ اس گوہر نایاب کے چھن جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جو کبھی پُر نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر صاحب کی گراں قدر خدمات اور سچا خلوص یورپ اور پاکستان کے لوگوں کے لئے ہمیشہ ایک زندہ مثال رہے گا اور ان کا روشن نام دین اسلام کے پر رونق آسمان پر درخشندہ ستارہ کی طرح نمایاں رہے گا۔

جماعت یہ دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ ڈاکٹر صاحب کو بہشت بریں میں جگہ دے اور پسماندگان پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائے۔

شریک غم۔ شیخ عظمت اللہ
جماعت احمدیہ سیالکوٹ چھاؤنی

لارنس پور (ضلع کیمل پور)

ابھی ابھی مورخہ ۔ مورخہ بوقت دس بجے دن اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۳ مئی ملا۔ بڑی بے تابی سے اخبار کا منتظر تھا۔ جلدی سے پھٹ پھاڑ کر دیکھا کہ سامنے حضرت مسیح موعود کا مقدس فوٹو ہے بے اختیار چوما اور جلدی جلدی ورق گردانی کر کے مضامین دیکھنے شروع کئے آخری صفحہ پر محترم ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ کا فوٹو دیکھا اور یونہی ان کی وفات حسرت آیات پر نظر پڑی بے ساختہ چیخ اٹھا۔ کیا موت کے بے رحم ہاتھ رفتہ رفتہ اسلام کے فتحمند جرنیلوں کو جنہوں نے کفرستانوں میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا جنہوں نے اس تاریکی میں اسلام کی روشنی پھیلائی جنہوں نے کفر کی تپتی ہوئی ہواؤں کو بادِ نسیم میں تبدیل کر دیا۔ قوم کو روتا چیختا اور چاروں طرف دشمنوں کے نرغے میں بلکتا چھوڑ کر اس دنیا سے کوچ کر جائیں گے؟ کیا ہمارے مولانا عزیز بخش اور مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات کا کوئی کم صدمہ تھا کہ اس میں مزید اضافہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب جیسی مایۂ ناز شخصیت سے کیا گیا۔ خبر پڑھی سینہ پھٹ گیا۔ غم و اندوہ کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔ ازراہ کرم میری جانب سے مرحوم کے وارثین اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں اظہار تعزیت کر دیں۔

حضرت شیخ صاحب کی وفات سے جو ناقابل تلافی

نقصان ہماری تحریک کو پہنچا ہے اس کی تلافی کے لئے نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی زندگیاں اسلام کی خاطر وقف کر کے میدان عمل میں آگے آئیں۔ کاش کہ فدوی کے پاس دینی یا دنیوی کوئی علم ہوتا تو آج میں اپنی ذات کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

یوں تو اس تحریک کا نگران و محافظ اللہ تعالےٰ ہی ہے لیکن اس کا تمام بوجھ حضرت امیر کے کندھوں پر ہے انہیں آج اس نقصان عظیم کا سب سے زیادہ دکھ ہوگا۔ کیونکہ کسی تحریک کے کارکن بلکہ مایۂ ناز کارکن کی جدائی کا جس قدر اثر اس تحریک کے قائد پر ہوتا ہے اتنا شاید اس کے بیوی بچوں کو بھی نہ ہو، آج ہمارا فرض ہے کہ ہم اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے اپنے آپ کو آگے لائیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالےٰ قوم کو اس نقصان عظیم کا بہتر نعم البدل عطا فرمائے تاکہ شیخ صاحب کے انتقال سے جو شگاف پیدا ہو گیا ہے جلد پُر کیا جا سکے۔ والسلام

احقر العباد۔ قاضی غلام یحییٰ احمد بی
انچارج وولن سیکشن (وولن سارٹنگ ڈیپارٹمنٹ)
دی پاکستان کارپوریشن وولن ٹیکسٹائل ملز لارنس پور ضلع کیمل پور

رحیم یار خاں (بہاولپور)

محترم مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کی اچانک موت کی خبر پڑھ کر بہت صدمہ ہوا۔ یہ ہماری جماعت کے لئے نقصان عظیم ہے۔ کام کرنے والے آدمیوں کی پہلے ہی نہایت قلت ہے اور پھر ڈاکٹر صاحب جیسے مخلص مجاہد، محنتی اور قابل آدمی کی وفات یقیناً جماعت کے لئے غیر تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مولانا صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ لواحقین کو صبر جمیل دے اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا کرے جو ووکنگ مسجد کی امامت اور تبلیغ کے کام کو احسن طریق سنبھال سکے کہ جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن تبلیغ اسلام اشاعت سیرت رسول کریمؐ و قرآن کریم کا کام پایہ تکمیل کو پہنچے اور جماعت کی کوششوں کو اللہ تعالےٰ بارآور کرے تاکہ آفتاب اسلام مغرب سے طلوع ہو کر تمام دنیا کو منور کر دے آمین ثم آمین، سب بزرگوں اور دوستوں کو دعا و سلام۔

ازطرف کمال الدین

جھنگ مگھیانہ

مکرم معظم سلمہ اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی وفات کی خبر سُن کر دل کو بہت صدمہ ہوا آپ جماعت کے بہت بڑے رکن اور نیک جوان تھے۔ اللہ تعالےٰ ان کو غریق رحمت فرمائے، ان کے بچوں اور بیوی صاحبہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ والسلام

نیازمند۔ محمد حسین ریڈر

قراردادیں

مجلس منتظمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی قرارداد

مجلس منتظمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی اچانک وفات پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتی ہے ان کی خدمات جو انہوں نے بلاد مغربیہ جرمن اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے کی ہیں انجمن ان کی مرہون منت ہے اور ان کے اہل و عیال کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہوئے دعا کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور شیخ صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین

عنایت علی خان سیکرٹری

قرارداد مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور

مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور کے اساتذہ و طلباء کا ایک خاص اجلاس ۲۱ مئی ۱۹۵۶ء کو زیر صدارت جناب چوہدری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر منعقد ہوا جس میں حسب ذیل ریزولیوشن باتفاق رائے پاس کیا گیا۔

(۱) مسلم ہائی سکول نمبر۱ لاہور کے اساتذہ و طلباء کا یہ خاص اجلاس جناب ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد شاہجہان ووکنگ کی وفات حسرت آیات پر گہرے صدمہ اور دلی رنج کا اظہار کرتا ہے اور جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات کو ایک عظیم قومی نقصان تصور کرتا ہے اور خداوند کریم سے دست بدعا ہے کہ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(۲) اس ریزولیوشن کی ایک نقل قبلہ ڈاکٹر صاحب کے برادر عزیز ڈاکٹر یوسف احمد صاحب کو ارسال کی جائے۔ اور پیغام صلح۔ نوائے وقت اور لائٹ میں برائے اشاعت بھیجی جائیں۔

خاکسار۔ احمد صادق نشاط سیکرٹری

جماعت احمدیہ ملتان کی قرارداد

آج مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۵۶ء کو بعد نماز جمعہ جماعت ملتان کا ایک غیر معمولی اجلاس زیر صدارت جناب شیخ میاں فاروق احمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں بہ تحریک جناب عبدالعزیز خاں صاحب۔ مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہو کر جملہ احباب کی تائید کے ساتھ پاس ہوا۔

(۱) جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سے جملہ احباب جماعت کو بے حد صدمہ ہوا ہے۔ جماعت ملتان اس صدمہ جانکاہ پر اظہار تعزیت کرتی ہے۔ اور مرحوم کے برادر جناب

ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب اور مرحوم کی بیگم صاحبہ اور بچوں سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں قیام بخشے، اور مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

صدق ورزید و بصدقِ کاملِ اخلاص تو بخشش
مورد رحمت شد اندر درگہ ربّ علیم
گرچہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد
کم بزاید مادرے بایں صفا دُرّ یتیم
دل بدرد آمد زہجراں چنیں یک رنگ دوست
لیک تو شنودیم بر فضل خداوند کریم
اے خدا بر تربت او بارشِ رحمت بیار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم
نیز مارا از بلاہائے زماں محفوظ دار
تکیہ گاہِ ما توئی اے قادر ربّ رحیم

(ذرتمین)

(۲) جماعت ملتان .... حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں پرزور سفارش کرتی ہے کہ ووکنگ میں بہت جلد کسی قابل ترین موزوں اور متدین آدمی کو متعین فرمایا جائے تاکہ مشن کے کام کو ضعف نہ پہنچے۔

(۳) فیصلہ ہوا کہ اس ریزولیوشن کی نقول حضرت امیر کی خدمت میں اور جناب ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں اور اخبار پیغام صلح کو بھیجی جاویں۔

محمد یوسف گرنمنی   ۲۵ ۵/۵۹

جماعت احمدیہ جہلم کی قرارداد

(۱) جماعت احمدیہ جہلم حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ اور اسے ناقابل تلافی قومی نقصان تصور کرتی ہے، حضرت ڈاکٹر صاحب نہ صرف گریجوایٹ اور عالم دین ہی تھے بلکہ ایک باعمل صوفی بھی۔ جن کی عمر کا بیشتر حصہ یورپ میں تبلیغ اسلام میں صرف ہوا۔ اور آنجناب کا وجود اہل یورپ کے لئے صحیح اسلامی نمونہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

(۲) جماعت احمدیہ جہلم حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات کو ایک شہید کی موت تصور کرتی ہے۔ آپ امام وقت کی فوج کے ایک انتھک سپاہی تھے۔ جنہوں نے اپنی جان عزیز تک کو جہاد فی سبیل اللہ میں اپنے مالک حقیقی کے حضور پیش کر دیا۔

(۳) جماعت احمدیہ جہلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کی تربت پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین

(۴) جماعت احمدیہ جہلم حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتی ہے اور ان کے غم میں برابر کی شریک ہے۔ اور دعا کرتی ہے کہ انہیں حضرت ڈاکٹر صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ہر قدم پر ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

(۵) جماعت احمدیہ جہلم حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ اور دیگر بزرگان سلسلہ سے بھی اظہار ہمدردی کرتی ہے جن کا ایک قابل قدر ساتھی انہیں داغ مفارقت دے گیا۔ اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے سلسلہ احمدیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ہمارے نوجوانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(۶) جماعت احمدیہ جہلم حضرت امیر قوم سے استدعا کرتی ہے کہ ہمارا پیغام ہمدردی ان کے پسماندگان تک پہنچا دیا جائے۔

خادم حکیم عبدالعزیز۔ جنرل سیکرٹری۔ جہلم۔

ڈچ گیانا

مکرم معظم مولانا صاحب۔ ایڈیٹر پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

شیخ محمد فضل صاحب کے خط سے ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی وفات کی خبر پڑھ کر ایک اور سخت ضرب لگ گئی۔ اس خبر سے تمام احباب جماعت میں غمی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ویسٹ انڈیز کے مسلمانوں کو تو ڈاکٹر صاحب مرحوم کی تبلیغی سرگرمیوں پر ناز تھا۔ برٹش گیانا کی احمدی جماعت کو میں نے اسی دن اطلاع کر دی تھی۔ ہماری جماعت نے خط پہنچنے کے دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد غائبانہ جنازہ پڑھا۔ اور اسی دن شام کو تعزیتی مجلس منعقد کی گئی۔ شیخ جمال الدین صدر انجمن اسلامیہ نے احمدیہ جماعت کے بزرگوں کے اہم کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے یکے بعد دیگرے اس دنیا سے چلے جانے پر بڑا افسوس ظاہر کیا۔ اس کے بعد مجھے موقع ملا۔ میں چونکہ لاہور میں احمدی بزرگوں کی خدمت میں ایک سال رہنے کا شرف حاصل کر چکا ہوں اس لئے ان کے حالات اور کارناموں کے متعلق کچھ عرض کیا، اور آخر میں گذارش کی کہ ایسے بزرگوں کے کارناموں کی طرف توجہ کرنا اور ان کے نقشِ قدم پر چلنا مسلمانوں کے لئے موجب کامیابی ہے۔ پھر جماعت کی ترقی اور ان بزرگوں کے ارواح کے لئے اور دیگر بزرگوں کے لئے جو ابھی اپنے تن من سے قربانیاں کر رہے ہیں دعا پر مجلس ختم کی گئی۔ امید ہے کہ تمام ممبران انجمن اسلامیہ کی طرف سے یہ تعزیت کا اظہار پیغام صلح میں شائع فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص عبدالرحیم بیگو

لشکرِ اسلام کا ایک جانباز مجاہد!

(بقیہ صفحہ ۷)

ہیں کر مصروف عمل رہیں۔ عیدین اور دیگر اجتماعات کے مواقع پر ہزاروں مہمانوں کی خدمت و مہمانداری میں آپ ہمیشہ مستعد رہیں، جیسا کہ ...... ان رپورٹوں سے عیاں ہے جو اخبار میں چھپتی رہی ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہماری متوکل محترمہ بہن کو صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ یقیناً اللہ کریم ان کو اور ان کے بچوں کو ضائع نہیں ہونے دے گا کیونکہ

"کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو"

مجاہد شہید۔ بقیہ صفحہ

ایک تحقیق سے تعبد خاکی میں بہت نیک، متوکل اور روحانی رضا روح کام کر رہی ہے۔ جب بھی میں نے غور کیا ان کو صالح خواتین کے معیار پر پایا۔ نیک دل عبادت گذار خاتون محبت شعار ماں، اطاعت گذار بیوی۔ محنتی۔ جفاکش خاتونِ خانہ ہیں۔ اللہ پر متوکل۔ شوہر کی ہر کام میں مددگار۔ مشن کے سب کاموں میں پیش پیش رہتیں۔ گھر اور کام کے بوجھ میں بھی مناجات پڑھتیں دعائیں گنگناتیں۔ دینی کاموں میں ایسی خوشی اور انہماک سے مصروف رہتیں۔ گویا یہی کام انہیں سب سے زیادہ پسند ہے۔ عید کے انتظامات اور اہتمام میں ان تھک محنت کرتیں۔ دوسروں کو تلقین کرتیں۔ بچوں کے

بیگم عبداللہ کے نام تعزیتی پیغامات

(بذریعہ تار)

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی وفات پر ان کی بیگم صاحبہ کو جو تعزیتی پیغامات مختلف حصص عالم سے بذریعہ تار موصول ہوئے ان میں سے چند ایک ترجمہ درج ذیل ہے:۔

(۱) ناظم آباد کراچی ۲۲ر مئی - اس افسوسناک خبر سے ہمیں بہت صدمہ ہوا ہے ازراہ کرم اپنے اس نقصان عظیم میں ہماری دلی ہمدردی قبول کیجئے - ذکریا روف تابانی -

نوٹ :۔ مسٹر ذکریا تابانی کراچی کے ایک بہت بڑے رئیس ہیں ۔

(۲) کینسنگٹن (لندن) ۲۲ر مئی - ازراہ کرم میرے اور میری سفارت کے ممبروں کی طرف دلی ہمدردی کا پیغام قبول کیجئے - محمود منتصر سفیر حکومت لیبیا ۔

(۳) ربوہ - ۲۱ر مئی - امام عبداللہ کی بے وقت موت پر ہماری دلی تعزیت قبول کیجئے ۔

سکرٹری احمدیہ مسلم فارن مشنز

(۴) ربوہ ۲۱ر مئی - میں اور میری بیوی آپ کے افسوسناک اور بے وقت ماتم میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر امن و سلامتی کی بارش نازل فرمائے انا للہ - ظہور احمد باجوہ

(۵) ووکنگ ۲۵ر مئی - مجھے آپ سے گہری ہمدردی ہے ، میں دعا کرتا ہوں کہ ڈاکٹر عبداللہ مرحوم کی روح امن و تسکین حاصل کرے - دی ہائی کمشنر پاکستان

(۶) کراچی ۲۱ر مئی - یہ معلوم کرکے کہ آپ کو یکلخت ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑا، بعد رنج ہوا ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر رحمت نازل فرمائے اور آپ کو اور آپ کے خاندان کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے

والدہ کلثوم غفار اور مسٹر و مسز اشرت تابانی

نوٹ :۔ یہ کراچی کے کاروباری رئیس ہیں ۔

(۷) بصرہ - ۲۴ر مئی - مجاہد اسلام کی موت کا سخت افسوس ہے ، ان کی موت سے تمام اسلامی دنیا بالخصوص جماعت احمدیہ کو جس کی بہت بڑی خوش قسمتی تھی ، کہ ان کے وجود سے اسلام کی تائید و حمایت کا کام ہو رہا تھا ، ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے ، ازراہ کرم میری طرف سے مسز عبداللہ ان کے خاندان اور دوسرے تمام لواحقین کو گہری ہمدردی کا پیغام پہنچا دیجئے ۔ (ابراہیم سچانی)

(۸) مصری سفیر متعینہ لندن کا تار بنام چیئرمین مسلم ایسوسی ایشن شاہجہان مسجد

لندن - ۲۲ر مئی - میں نے آپ کے صدمہ کا حال نہایت گہرے رنج و افسوس کے ساتھ سُنا ہے جس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں اور بہت تکلیف مجھے پہنچی ہے کیا آپ میری اور مصری سفارت کے ممبروں اور برطانیہ میں رہنے والی مصری قوم کی طرف سے گہری ہمدردی اور دلی رنج و افسوس کا پیغام قبول کریں گے اور مسلم ایسوسی ایشن کے ممبروں کو میرا پیغام پہنچا دیں گے ؛

(۹) ناصر احمد - بنام صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

ربوہ ۲۲ر مئی - امام ووکنگ کی یکلخت موت پر رنج و افسوس ہوا ، مہربانی فرما کر میرا پیغام ہمدردی قبول کیجئے اور مرحوم کے رشتہ داروں کو پہنچا دیجئے ۔

یارب مرا بہر قدم استوار دار ؛ واں روز خود مباد کہ عہد تو بشکنم

در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند ؛ اول کسیکہ لاف تعشق زند منم

(مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ؛ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ۔ حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ؛ ہر نبوت را برو شد اختتام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ۔ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ؛ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے ۔ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ؛ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی ۔ ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہمارے عقائد

- ہم اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں
- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں بالفاظ بانی سلسلہ :۔

"میں اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا" "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی" "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"

- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا آخری کلام اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا -
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنیکے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس اُمت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس اُمت میں ایسے لوگ ہوئے اور ہوں گے جو نبی اللہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا ہے

رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)

- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ۔
- ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو ۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے ان کے اپنے الفاظ ہیں " نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے " (ازالہ اوہام)

اخبار احمدیہ ——— بقیہ صفحہ ۳

باعزت بریت - راولپنڈی سے محترم ملک فضل کریم صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ :

" میرے خلاف غیر احمدیوں نے چند ناشائستہ الزام لگا کر ایک مقدمہ کیا ہوا تھا - اللہ تعالےٰ نے مجھے آج (۳۰ر جون کو) باعزت بری کر دیا ہے ۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ان تفکرات کی وجہ سے میری صحت اچھی نہیں - احباب سے دعا کی استدعا ہے ۔ دیگر خیریت ہے ۔ والسلام - نیازمند فضل کریم "

پیغام صلح :۔ ملک صاحب کی خدمت میں ہم دلی مبارکباد عرض کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں جلد صحت کامل عطا فرمائے ۔

تفریح :- ۲۵ر جون کو مسلم ہائی سکول ہمارے کے دسویں جماعت کے طلباء نے اپنی پرانی روایات کے مطابق مقبرہ جہانگیر پر موسم گرما کی تفریح منائی جس میں سکول کے اساتذہ اور بعض دیگر احباب بھی شامل تھے ؛

مولوی آفتاب الدین مرحوم کی یادیں!!

(شوکت ح، حالی۔ ایم۔ اے)

مولٰنا آفتاب الدین احمد صاحب کو فوت ہوئے سات مہینے ہونے کو آئے ہیں لیکن ان کو دیکھنے اور ملنے والے بلکہ دُور افتادہ لوگ جنہوں نے انہیں دیکھا بھی نہیں صرف اُن کے نام اور کاموں سے واقف ہیں، ابھی تک تعزیت کے پیغام بھیج رہے ہیں۔ ذیل کا مضمون انہی میں سے ایک ہے، ایک اور تعزیت نامہ درج کیا تا ہے حال ہی میں موصول ہوا ہے جو آئندہ اشاعت میں درج ہوگا انشاء اللہ

مولوی آفتاب الدین مرحوم کے نام سے پیوستہ چند یادیں میرے ذہن میں بھی ہیں۔ اگرچہ میں ان کے متعلقہ ایڈیشن میں لکھنے کے موقعہ سے محروم رہ گیا ہوں اس عقیدت کی وجہ سے جو مجھے ہمیشہ سے مرحوم سے رہی ہے یہ گوارہ نہیں کہ ان یادوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے سینۂ سوزاں میں دفن کر دوں۔ اور ناگفتہ رہنے دوں۔ ایک غیر احمدی کے ذہن سے بھی وہ فراموش نہیں ہو سکتے۔ میں اوّل بار مولوی صاحب سے کب...... اور کہاں ملا یہ مجھے بخوبی یاد نہیں۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ پہلی صحبت میں ہی میں اپنے دل کی گہرائیوں میں جگہ دے چکا تھا۔ اور ان کے علم و فضل کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ ان کا سلجھا ہوا انداز گفتگو۔ بے باک اظہار خیال مجھے بہت پسند تھا۔

مجھے انہیں تین حیثیتوں میں ملنے کا اتفاق ہوا۔ (۱) وقت گذارنے کے لئے دوست (۲) مذہبی بحثوں میں ایک مدمقابل (۳) مذہبی الجھنوں کے حل کی تلاش کے لئے ایک راہنما۔

مولوی صاحب کی زندگی احمدیہ جماعت لاہور کی سرگرمیوں کے لئے وقف تھی۔ آپ ووکنگ مسجد میں امام رہ چکے تھے۔ وقت کی قدر خوب جانتے تھے دن رات اشاعت اسلام کے مشاغل میں بسر ہو رہے تھے۔ مختلف تراجم کا کام بھی شروع کر رکھا تھا ظاہر اس قدر کثیر مصروفیت کے انسان کے پاس تفنن طبع اور گپ شپ کے لئے وقت بہت کم تھا۔ لیکن میں اکثر مولوی صاحب کی صحبت میں اس لئے بھی چلا جاتا کہ کچھ چھیڑ چھاڑ ہو جائے۔ باتیں چھڑ جاتیں میں ان موقعوں پر مولوی صاحب کو نہایت حلیم۔ اور با مذاق پاتا رہا ہوں۔ ہر بات کو نہایت اچھی طرح اُٹھاتے اور مذاق کا نہایت شستہ جواب دیتے تھے۔

بحث چھڑ جاتی تو سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ موضوع کو کبھی بحث میں گم ہونے نہیں دیا۔ ایک عام مناظر ہمیشہ باتیں کر کے بھاری آنے کی فکر میں رہتا ہے۔ مولوی صاحب میں یہ بات بالکل نہ تھی۔ یہ بھی ایک بات تھی کہ ان سے بحث کر کے آدمی بہت کچھ سیکھ سکتا تھا۔

میں بارہا لاہور میں اسلامک ریویو کے دفتر میں گیا۔ مولوی صاحب کو میز پر جھکے کام میں مصروف دیکھ کر خلوص دل سے تحسین نکل جاتی...... سوچتا کہ انجمن احمدیہ لاہور میں مولوی آفتاب الدین جیسے مخلص کارکن موجود ہیں جو اتنی قلیل گذرا وقات سے کر رات دن کام میں مشغول ہیں۔ یہ مرد مجاہد ہیں؛ ان کی خدمات کا صلہ یہ جماعت یقیناً نہیں دے سکتی۔ رب العالمین کے ہاں ان کا اجر ہو تو ہو۔

تقسیم پنجاب کے بعد لٹ پٹ کر لاہور پہنچا۔ سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ جیب پیسہ سے خالی تھی۔ مولوی آفتاب الدین صاحب نے میرے گھرانہ کے لئے اپنا رہائش کا مکان خالی کر دیا۔ یہاں کے قیام میں ابتدائی ایام کے لئے نان و نفقہ کا انتظام بھی ہو گیا۔ لاہور میں آباد ہونے میں مولوی صاحب ہر طرح معاون رہے میں نے انہیں بہت مخلص دوست پایا۔

میرا مولوی صاحب سے زیادہ تعلق مذہبی اُلجھنوں اور مسائل کے جواب حاصل کرنے کی وجہ سے تھا۔

میرے قیام یورپ نے ذہن میں بیسیوں نئے مسائل پیدا کر دیئے ہوئے تھے۔ اور مجھے اطمینان بخش جوابات چاہئیں تھے۔ لاہور گیا تو بعد نماز جمعہ مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے تمہارے مکان پر آؤں گا وہاں ہی بیٹھ کر باتیں ہوں گی۔

اتوار کو آٹھ بجے رات مولوی صاحب تشریف لائے۔ مختلف موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہو رہا تھا کہ صحت جواب دیتی جا رہی ہے سانس بھی پھول جاتا ہے۔ اس کی وجہ کثرت مشاغل تھی۔ یا کم آمدنی اور بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں تھیں۔ مجھے درست اندازہ ہو رہا تھا۔ چائے تیار کروائی مگر رغبت نہ کی۔

بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ نومبر ۱۹۵۵ء کی ٹھنڈی شام تھی۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب ہمارا ملک افلاس زدہ ہے۔ یورپ میں دولت ہے امارت ہے۔ ہم میں تعلیم کا تناسب بھی زیادہ نہیں۔ وہاں سو فی صدی تعلیم یافتہ ہیں۔ جہاں تعلیم کی کمی ہے (ہمارے ہاں) خدا کو بھی نہیں پہچان سکتے۔ یورپ میں لوگوں میں تعلیم ہے۔ تمول ہے۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک بافراط گرجوں میں جاتے ہیں بیشک یہ حاضری رسمی ہی ہوتی ہے ہمارا ایک آدھ مبلغ یورپ میں چلا جاتا ہے تو اس کی تقریر اور دعوت اسلام صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہم یورپ کو اپنے حال پر چھوڑیں۔ اور اپنے اس فنڈ کو ملک میں تعلیم کی ترویج اور مذہب کے سمجھانے میں خرچ کریں۔ پھر ہمارا مولوی اشاعت اسلام کی ننگی تلوار بن جاتا ہے۔ عیسائی مشنری آتے ہیں، تو ڈاکٹروں کے لباس میں سکول ٹیچروں کے لبلیس میں، اور ہسپتال و سکول جاری کر دیتے ہیں۔ ہم میں اتنی استطاعت نہیں کہ اتنا پیسہ نکال سکیں۔ ہمارے مبلغوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ملک کی پسماندگی ان کے سد راہ ہوتی ہے۔ اس لئے یورپ میں تبلیغ کا خیال چھوڑ دیا جائے۔

مولوی صاحب نے ایک لمبا سانس لیا۔ اور جواب دیا کہ شوکت یورپ میں ایک عیسائی پادری دریدہ دہنی کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دیتا ہے اس کا جواب اس کو اپنی سرزمین پر نہ دیا جائے تو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کل قوم سرخرو کس طرح ہو گی۔

یورپ میں اشاعت اسلام کا کام احمدیہ جماعت ربوہ یا احمدیہ جماعت لاہور ہی کر رہی ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو پاکستان کے لوگوں کو مصری۔ عربی۔ عراقی و ایرانی مسلمانوں سے سربلند کرتا ہے۔

میں نے اس موضوع پر چند ایک دوستوں سے بھی بات چیت کی لیکن مولوی آفتاب الدین صاحب کا جواب قیام مشن یورپ نہایت معقول ہے۔ ان کا حضور اکرمؐ کے نام سے والہانہ عشق اور محبت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب کے اصل الفاظ اپنے الفاظ میں ڈھال نہیں سکا ہوں۔ ان کا طرز دا بہت زوردار تھا۔

پھر باتیں شروع ہوئیں۔ ایک مبلغ جب بہت سے سال ایک جگہ قیام پذیر رہتا ہے تو مقامی اثرات، اور دلچسپیوں کو دل و دماغ میں جگہ دینے لگتا ہے۔ بہتر ہے کہ ہر تین چار سال کے بعد تبدیل کر دیئے جائیں تجربہ کار لوگ ہیڈ کوارٹر پر کارگر اور موثر ثابت ہو سکتے ہیں اور جماعتی تنظیم کے لئے معاون ثابت ہوں گے۔ نئے آدمی باہر جائیں گے تو نئے ولولے اور نئے جذبے ساتھ لے کر جائیں گے۔ وہاں نئی رَو اور نئی لہر چل پڑے گی۔

ان کے پسر اقبال (مقیم لندن) کا ذکر آیا۔ تو اس کی کوششوں کی کافی تعریف کی۔ لندن میں تعلیم و ترقی کی بیسیوں راہیں کھلی ہیں۔ "مگر" ایک بات کے جواب میں کہا۔ مجھے جذبۂ اشاعت اسلام سے عمر بھر والہانہ محبت رہی ہے۔ اقبال کو کیسے کہہ سکتا ہوں کہ اس جذبہ کو چھوڑ دے جو عمر بھر اس کے باپ کے لئے مشعل راہ بنا رہا ہے"

ایک اور بات پر کہا کہ "میں عمر بھر اسلام پر لکھتا

اسلام کی فتح اور اقبال کے دن قریب ہیں

مجدد وقت کا ارشاد گرامی

اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کرکے بیدل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ پہلے کسی وقت اپنی ظاہری طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا۔ اھ

اسلام فتح پائے گا

حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کے رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے۔ جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔ یہ اقبال روحانی ہے اور فتح بھی روحانی تا باطل علم کی مخالفانہ طاقتوں کو اس کی الٰہی طاقت ایسا ضعیف کرے کہ کالعدم کر دیوے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴)

مفت انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam (2) Islam the religion of humanity (3) Death of Jesus Christ (4) The charge of heresy (5) Christ is come (6) Quest after God (7) What's in a name (8) The true conception of Ahmadiyyat (9) Facts about Ahmadiyya movement (10) Phenomenon of Revelation.

سکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاھور

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاھور نے مختلف **اسلامی** مسائل پر جن کا تعلق ایمان و ایقان اور **روزانہ** عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا **کر عام** مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مفت **تقسیم** کرنیکا بندوبست کیا ھوا ہے۔ وہ اصحاب **جو دینی** معلومات حاصل کرنا چاھتے ھیں۔ وہ حسب **ذیل** لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر **مطالعہ کر** سکتے ھیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ۲ آنے سے **لیکر** ایک روپیہ تک ٹکٹ برائے محصول **ڈاک آرڈر کے** ساتھ روانہ کر دیں تو شکریہ کے ساتھ **قبول کئے** جائیں گے۔

حقیقت نماز — از حضرت **مسیح موعود**

ضرورت انبیاء — " "

شان محمد مصطفیٰ — " "

قد افلح المؤمنون — " "

امام الزمان — " "

حقیقت اسلام — " "

دعوت عمل :— از حضرت **مولانا محمد علی صاحب**

نزول مسیح — " "

جماعت قادیان — " "

نماز اور ترقی کی تین راھیں — "

رد تکفیر اھل قبلہ " "

زمانہ کے امام کو پہچانو "

دو تقریریں — " "

کشف الظنون عن المراق والجنون۔ حضرت **ڈاکٹر** بشارت احمد صاحب

درس قرآن — " "

ھمارے عقائد :— از جناب **مولانا صدر الدین صاحب**

دعوت فکر :— چوھدری شکر اللہ خان صاحب

کافر :— از شیخ محمد طفیل صاحب

احمدیت کیا ہے۔ تحقیق حق۔ محمد مصطفیٰ **اردو**۔

اسلام ھمدردی بنی نوع کا مذھب

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کا جنازہ قبرستان کی طرف لے جایا جا رہا ہے ۔ علویہ صوفیہ فرقہ کے چند مولوی جنازہ کے پیش پیش ہیں

بائیں طرف :۔
نماز جنازہ کے لئے صف بندی **هو** رہی ہے
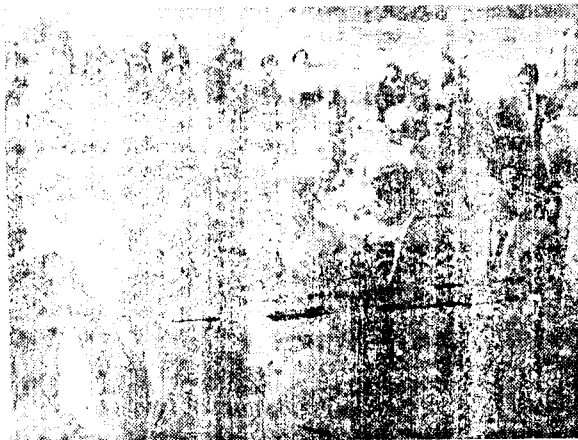
دائیں طرف :۔
نماز جنازہ کے بعد جنازہ **قبر** کی طرف لے جایا جا رہا ہے

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ - مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۵۶ء | نمبر ۲۶

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ÷ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں — حضرت محمد مصطفیٰ ہمارے امام و پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ÷ ہر نبوت را بر و شد اختتام
وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں — ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ÷ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے — ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ÷ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب
اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دوری بھی — ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان و ہلاکت ہے

ہمارے عقائد

- ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں
- ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں (الفاظ بانی سلسلہ):-
  "اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ پرانا نہ نیا" "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی" "ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں"
- ہم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب مانتے ہیں جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگا۔
- ہم آنحضرت صلعم کے بعد مجددین کے آنیکے قائل ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ اس امت کے اولیاء سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے، اس امت میں ایسے لوگ ہونے اور ہوں گے جو نبی نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء (حدیث)
- ہم تمام صحابہ کرام اور آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
- ہم ہر اس شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں خواہ کسی فرقہ سے متعلق ہو۔
- ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں نبی ہرگز نہیں مانتے انکے اپنے الفاظ میں "نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

ریلیجن آف اسلام

مصنفہ امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۵ء میں ایک کتاب ریلیجن آف اسلام کے نام سے تصنیف فرمائی تھی۔ جس میں آپ نے اسلام کی صحیح تعلیم کی قلمی تصویر پیش کی ہے۔ یہ کتاب انگریزی دان طبقہ میں بہت مقبول ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں اسلام کے متعلق انگریزی زبان میں یہ اول درجہ کی تحقیقاتی کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ اور اس سے عالم، مؤرخ، وکلا اور جج صاحبان بھی استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ کہ اسلام کے اصول و تعلیمات زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور ہر زمانہ میں اور ہر نسل و قوم کے لئے مفید اور واجب العمل ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی خواہش تھی۔ کہ اس کتاب کا ترجمہ شائع کیا جائے۔ چنانچہ یہ کام مولانا مرتضیٰ خاں صاحب نے سرانجام دے دیا ہے اور اب صرف چند صفحے اس کتاب کے ترجمہ کے باقی رہ گئے ہیں، اس ترجمہ کرانے کے اخراجات شیخ میاں سعید احمد صاحب ملزاو زنے از خود بڑی خوشی سے برداشت کئے ہیں۔

انجمن کی خواہش ہے کہ یہ کتاب جلد از جلد پبلک کے سامنے آجائے تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس کے مطالعہ سے استفادہ حاصل کر سکے۔ چونکہ یہ کتاب بہت ضخیم ہے اور اس کی طباعت اور اشاعت پر بہت خرچ اٹھانا ہوگا۔ اس لئے یہ تجویز ہے۔ کہ اگر جماعت کے ۱۰۰۰ احباب اس کتاب کی قیمت (جس کا بعد میں اعلان کیا جائے گا) پیشگی ادا کر دیں۔ تو اس کی طباعت میں بہت سہولت ہو جائیگی۔ اگر دوست کوشش کریں تو یہ کوئی مشکل کام نہیں وہ نہ صرف خود اس میں حصہ لیں بلکہ اپنے دوستوں کو بھی اس نیک کام میں حصہ لینے کی دعوت دیں۔ تو یہ اعلیٰ درجہ کی تصنیف بہت جلد پبلک کے سامنے پیش کی جا سکے گی۔ امید ہے کہ احباب انجمن کی اس تجویز پر توجہ فرما کر اس میں ضرور حصہ لیں گے۔ اور دوسروں کو بھی اس میں شمولیت کے لئے آمادہ کر کے عنداللہ ماجور ہوں گے۔ صحیح قیمت کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔

اس کتاب کا دیباچہ (انٹروڈکشن) اور اس کے چیدہ چیدہ صفحے عنقریب پیغام صلح میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ تاکہ اس کتاب کی افادیت واضح ہو جائے۔

عنایت علی خاں - سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

بنی نوع انسان کے سچے خیر خواہ اور ہمدرد حضرت مسیح موعود کے

ملفوظات سے چند اقتباسات

شیخ نثار احمد صاحب وزیر آباد

مکرمی ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم - میں نے یہ مضمون مسیح موعود نمبر میں شائع کرنے کے لئے لکھا تھا لیکن افسوس ہے کہ ڈاک میں گم ہوگیا اور کسی وجہ سے آپ تک نہ پہنچ سکا - اب دوبارہ لکھ کر بھیجتا ہوں ۔ نثار احمد

ملفوظات احمدیہ مجموعہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقاریر کا جو آپ نے نصیحت اور تعلیم کے رنگ میں یا کسی سوال کے جواب میں ارشاد فرمائیں، سب سے پہلے مجھے ان کے متعلق مولانا آفتاب الدین صاحب مرحوم مغفور نے متوجہ کیا جب وہ چند دن کے لئے میرے ہاں قیام فرما تھے اسی لئے میں نے ضروری سمجھا کہ اپنے محسن کا ذکر کر دوں - وہ جماعت کے لئے ایک نمونہ تھے اور بہت سے احباب کو کسی نہ کسی طرح اس فیض رساں وجود سے روحانی یا جسمانی امراض کی تشخیص میں فائدہ پہنچا۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے اور اعلےٰ سے اعلیٰ مقام پر جگہ دے۔ آمین ۔

اس وقت میرے پاس اس بیش قیمت مجموعہ کی ایک ہی جلد تھی - بعد میں پیغام صلح میں کل مجموعہ جو کہ سات جلدوں پر مشتمل ہے کے متعلق اشتہار شائع ہوا کہ کسی دوست کے ذریعہ چند جلدیں اس مجموعہ کی مل گئی ہیں، میں نے چونکہ ایک جلد کا مطالعہ کیا ہوا تھا اس لئے فوراً باقی جلدیں بھی منگوا لیں ۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں بہت کم لوگ اس مخفی خزانہ سے آگاہ ہیں۔ یہ ایک بیش بہا دولت ہے اور جو اس سے حصہ لے وہ ایک خوش نصیب انسان ہوگا - ان تقاریر میں حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ وہ کیا مشن لے کر آئے اور وہ انسانوں کو کیسا فرشتہ سیرت اور با خدا انسان بنانا چاہتے تھے، ان تقاریر کے ایک ایک لفظ سے بنی نوع انسان کی سچی خیر خواہی اور ہمدردی ظاہر ہوتی ہے - اگر آپ کے دل میں کوئی شکوک ہیں اور آپ کسی خاص معاملہ کے حل کی تلاش میں ہیں تو مجھے یقین ہے کہ اس مجموعہ کے پڑھنے سے آپ کا وہ مسئلہ حل ہو جائے گا - ذیل میں چند ایک اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں تاکہ احباب اندازہ لگا سکیں کہ یہ تقاریر کس خوبی اور جاذبیت کی حامل تھیں اور اس خدا نما وجود کے دل کی کیا تڑپ تھی - آپ فرماتے ہیں :-

رضائے الٰہی کیونکر حاصل ہو؟

"ہم کیونکر خدا تعالےٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو، اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا ہے کہ تقوےٰ سے سو اے میرے بھائیو کوشش کرو تاکہ متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر عمل کے کوئی عمل مقبول نہیں سو تقوےٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اول اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ۔ ہر ایک شر یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر مسلط ہو جاتا ہے - سو اپنے دلوں کو ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینک دیتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے مخفی خیالات، مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ"

حسنۃ الآخرۃ

آپ نے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ .... کی بہت دفعہ تلاوت کی ہوگی اور بہت دفعہ اس کے معنے اور تفسیر سنی ہوگی مگر جو تفسیر اس کی حضرت مسیح موعود نے فرمائی ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر وقت سامنے رکھی جائے، یہ اس انداز میں پیش کی گئی ہے کہ ہر مکروہ اور ناجائز فعل سے نفرت کرنا اور اس سے رک جانا اس کے احاطہ میں آگیا ہے - فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالےٰ نے جو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ فی الاٰخرۃ حسنۃ اس میں بھی دنیا کو مقدم کیا ہے لیکن کس دنیا کو حسنۃ الدنیا کو جو آخرت میں حسنات کا موجب ہو جاتا ہے اس دعا کی تعلیم سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مومن کو دنیا کے حصول میں حسنات الآخرت کا خیال رکھنا چاہیئے اور ساتھ ہی حسنۃ الدنیا کے لفظ میں ان تمام بہترین ذرائع حصول دنیا کا ذکر آگیا جو ایک مومن مسلمان کو حصول دنیا کے لئے اختیار کرنے چاہئیں دنیا کو ہر ایسے طریق سے حاصل کرو جس کے اختیار کرنے سے بھلائی اور خوبی ہی ہو نہ وہ طریق کسی دوسرے بنی نوع انسان کی تکلیف رسانی کا موجب ہو نہ ہمجنسوں میں کسی عار اور شرم کا باعث - ایسی دنیا بیشک حسنۃ الاخرۃ کا موجب ہوگی۔"

ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیئے

اگر ان باتوں پر عمل کیا جاوے تو زندگی یقیناً خوشی اور امن کا گہوارہ ہوگی - حضرت مسیح موعود کی زندگی کا مطالعہ کریں - ان کی تحریرات کو پڑھیں تو وہ یقیناً ایک امن کا پیغام ہے - ملاحظہ فرمائیں :-

"جب اللہ تعالےٰ دیکھتا ہے کہ قوم لا الٰہ الا اللہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل کسی اور طرف ہے اور اپنے افعال سے بالکل رو بدنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے - اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے پھر جب دیکھے کہ اس کا قول اور فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضب الٰہی ہوگا - جو دل ناپاک ہے خواہ

(باقی ص ۲۲ پر)

آج اکثر مسلمان عید الاضحیٰ کا نام تک فراموش کر چکے ہیں۔ چنانچہ جیسے دیکھو عید الاضحیٰ (قربانیوں کی عید) کی بجائے جو اس عید کا اصل نام ہے۔ عید الضحیٰ (صبح کے وقت کی عید) کہتا ہوا سنائی دیتا ہے اور اس افسوسناک غلطی سے اچھے پڑھے لکھے لوگ حتیٰ کہ اخباروں کے نامہ نگار اور کئی ایڈیٹر صاحبان بھی مستثنیٰ نہیں، بھلا جو لوگ اپنی قربانیوں والی عید کے نام سے "قربانی" کا لفظ تک حذف کر کے اسے وقف طاق نسیان کر چکے ہوں وہ اس کی قربانی کی عبادت کو کس طرح یاد رکھ سکتے ہیں، حالانکہ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے یہ نام خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا ہے (ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ کتاب العیدین)

(۵) یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے (گو ساند اکثر لوگ اسے نہیں جانتے) کہ عید اضحیٰ کی نماز صرف غیر حاجیوں کے لئے مقرر ہے اور حاجیوں کے لئے مقرر نہیں - اور نہ یہ نماز حج میں ادا کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حج خود اپنے اندر ایک بھاری عید ہے۔ کیونکہ اس میں عید کے چاروں عناصر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں یعنی (ا) عبادت (ب) مومنوں کا اجتماع (ج) خوشی اور (د) عود یعنی اس دن کا بار بار لوٹ کر آنا، اس لئے شریعت نے عید اضحیٰ کی نماز صرف غیر حاجی مقیم لوگوں کے واسطے رکھی ہے۔ تاکہ جہاں ایک طرف حج کے ایام میں حاجی لوگ حج کی عید منا رہے ہوں - وہاں غیر حاجی جنہیں کسی مجبوری کی وجہ سے حج کی توفیق نہیں مل سکی، وہ اکنافِ عالم میں اپنی اپنی جگہ عید کر کے اس عظیم الشان قربانی کی یاد کو تازہ رکھیں جس کا حضرت اسمٰعیل کے وجود میں آغاز ہوا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں وہ اپنے معراج کو پہنچی - پس حدیث میں جہاں کہیں بھی عید اضحیٰ کی نماز کے تعلق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رض کی قربانی کا ذکر آتا ہے وہ لازماً غیر حاجیوں کی قربانی سمجھی جائے گی، عید اضحیٰ کی قربانی کے عقبی منظر میں اوپر کی پانچ باتیں اتنی نمایاں اور واضح ہیں - اور ان کی تائید میں ایسے روشن اور قطعی ثبوت موجود ہیں کہ کوئی شخص جو اسلامی تعلیم سے تھوڑی بہت واقفیت بھی رکھتا ہو، وہ خواہ کسی فرقہ کا ہو - ان کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا - اور اسی لئے میں نے ان باتوں کی تائید میں حوالے اور شواہد پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن اگر کوئی شخص انکار کرے، تو ان پانچ باتوں میں سے ہر بات کے متعلق یقینی اور ناقابل تردید ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں -

(باقی ـــ باقی)

اخبارِ احمدیہ

ـــــ حضرت امیر ایدہ اللہ ۷ر جولائی کو بروز ہفتہ کوہ مری تشریف لے گئے آپ کا قیام وہاں غالباً دو تین ماہ رہیگا آپ سے خط و کتابت:-

معرفت پوسٹ ماسٹر صاحب کوہ مری

کی جائے -

ووکنگ کے لئے

قبل ازیں میاں بشیر احمد صاحب منٹو کو ووکنگ بھیجنے کے فیصلہ کا اعلان ہو چکا ہے - لیکن اب یہ معلوم کرنا مزید مسرت کا موجب ہے کہ محترم خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے امام مسجد ووکنگ کے فرائض سرانجام دینے کے لئے اپنی خدمات پیش کی ہیں، جنہیں انجمن نے بخوشی قبول کر لیا ہے - خان بہادر صاحب روانگی کی تیاریوں میں مصروف ہیں، اور آئندہ اکتوبر تک آپ انگلستان روانہ ہو جائیں گے - انشاء اللہ تعالیٰ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس نیک ارادہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور جس پاک مقصد کے لئے وہ جا رہے ہیں اس میں بیش از بیش کامیابی نصیب ہو -

تراجم قرآن

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت سے سنی جائے گی کہ انجمن کی طرف سے قرآن کریم کے جو تراجم مختلف زبانوں میں کئے جا رہے ہیں، ان میں سے تامل زبان، گورمکھی زبان، سندھی زبان اور بنگالی زبان کے تراجم مکمل ہو چکے ہیں، بنگلہ ترجمہ میں تفسیری حواشی اور نوٹس لکھے جا رہے ہیں - ان سب تراجم کی طباعت و اشاعت وغیرہ کے لئے انجمن آئندہ بجٹ کے پیش ہونے پر غور کرے گی -

درخواست دعا

سرینگر (مقبوضہ کشمیر) سے بشیر احمد خان جو حال ہی میں جماعت میں شامل ہوئے ہیں، لکھتے ہیں کہ ان کو کان کی بیماری لاحق ہے بہت سے علاج کئے کچھ فائدہ نہیں ہوا، احباب سے درخواست ہے کہ ان کی صحتیابی کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں -

شادی

جہلم سے حکیم عبد العزیز صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:-

۳۰ر جون کو بروز ہفتہ شیخ عبد العزیز صاحب جہلمی کے صاحبزادہ مسٹر سعید عزیز کا نکاح مسعودہ بیگم صاحبہ بنت ملک غلام رسول صاحب مرحوم آف لالہ موسیٰ کے ساتھ مبلغ ایک ہزار روپیہ حق مہر پر خاکسار نے لالہ موسیٰ میں پڑھایا شیخ صاحب موصوف نے اس خوشی میں پانچ روپے چندہ اشاعت اسلام کے لئے دیا -

احباب سے درخواست ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے دین و دنیا میں بابرکت کرے -

عطیہ اشاعت اسلام

شیخ غلام احمد صاحب خلف الرشید شیخ نیاز احمد صاحب وزیر آباد نے اپنی اہلیہ محترمہ کی صحت یابی پر انجمن کو -/۲۵ روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام دئے ہیں - فجزاہ اللہ خیراً

کرناٹک میں جلسہ یوم وصال

شیخ عبد الستار صاحب پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہبلی (کرناٹک) اطلاع دیتے ہیں کہ:-

۲۶ر ماہ مئی ۱۹۵۶ء کو بعد نماز مغرب دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں حضرت مسیح موعود کے یوم وصال کی تقریب پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں احباب انجمن محمدیہ بھی شامل ہوئے - ہبلی میں ہماری مخالفت بڑے زوروں سے ہو رہی ہے اس لئے غیر احمدی کوئی شریک نہ ہوئے صرف میرے والد صاحب تشریف لائے ہوئے تھے - تلاوت قرآن کریم سے جلسہ شروع ہوا - جناب محی الدین صاحب کولور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدح میں دو نعتیں کنڑی میں پڑھیں - اس کے بعد جناب محمد یوسف صاحب شیموگا جناب محمد حسین صاحب کوچگی جناب صاحب اور اس خاکسار (شیخ عبد الستار احمدی) نے ۸ بجے شام سے ۱۱ بجے تک تقاریر کیں - جلسہ کامیاب رہا اس کے بعد شیرینی تقسیم ہوئی اور حاضرین کو چائے پلائی گئی -

شکریہ تعزیت

میری ہمشیرہ محترمہ کی وفات پر احباب جماعت کی طرف سے مجھے تعزیت کے بہت سے خطوط موصول ہوئے ہیں، میں ان سب احباب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور انفرادی طور پر خطوط لکھنے کی بجائے اپنے اخبار کے ذریعہ ان کی ہمدردی اور اخلاص بھرے جذبات کا شکر گذاری اور قدردانی سے اعتراف کرتا ہوں - فقط

محمد حسن چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

ضرورت رشتہ میرا ایک لڑکا میٹرک پاس ہے اور تنخواہ -/200 ماہوار ہے - دوسرا لڑکا حافظ قرآن پاک معمولی تعلیم تنخواہ -/۸۰ روپے ماہوار ہے یہ دونو لڑکے کالونی ٹیکسٹائل ملز اسمٰعیل آباد ملتان میں کام کرتے ہیں دونوں کے لئے کسی شریف اور غریب گھرانہ میں رشتہ مطلوب ہے - خط و کتابت ذیل کے پتہ پر کی جائے - جو صیغہ راز میں رکھی جائیگی - پتہ - ع ق معرفت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات پر

انجمن اسلامیہ سرنام پارہ ماریبو (چیگیانا) جنوبی امریکہ کا پیغام تعزیت

یہ پیغام تعزیت حال ہی میں موصول ہوا ہے ______ (ایڈیٹر پ ص)

بخدمت شریف حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمیں بڑے صدمہ اور افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی وفات کی خبر ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بذریعہ اخبار پیغام صلح ملی جس سے ہم وقت پر پیغام تعزیت اور اظہار غم سے محروم رہے۔

اظہار غم

مولانا آفتاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اظہار غم میں انجمن اسلامیہ ہال میں مورخہ ۲۵ رمئی ۱۹۵۶ء کو ایک اجلاس ہوا - جس میں یہ قرارداد پاس ہوئی کہ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اس بے موقع و اچانک وفات پر اظہار خلوص محبت و ہمدردی کا پیغام تعزیت امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے نام بھیجا جائے - گو مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور کی شکل و شباہت سے ہم مسلمانان سرنام محض ناواقف ہیں تاہم ذیل کی چند سطور میں پیغام تعزیت حضرت امیر قوم احمدیہ کی خدمت اقدس میں ارسال کر رہے ہیں -

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب مرحوم و مغفور

مولانا کی دینی خدمات و اسلامی اخلاق فاضلہ اور علمی قابلیت سے صرف دنیائے اسلام ہی واقف نہیں بلکہ بڑے بڑے یوروپین لوگ بھی آپ سے پوری واقفیت رکھتے ہیں - اخباروں کے ذریعہ ہمیں پتہ ہے کہ مولانا مرحوم مغفور کس پائے کے انسان تھے اور رب العالمین نے آپ کو کس قابلیت کا مالک بنایا تھا - جس سے اسلامی دنیا پوری واقفیت رکھتی ہے - مولانا آفتاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ہر ایک پہلو بہا ہی بیش قیمت ہے جو ہمارے لئے نیک نمونہ اور بہت ہی سبق آموز ہے - پھر ایسی گرانمایہ ہستی علیہ الرحمۃ کے بابرکت حالات کو بیان کرنے کی نہ ہمیں جرأت ہے نہ علمی الفاظ - ہاں اپنے ٹوٹے پھوٹے اور ناقابل قدر لفظوں میں یہ اظہار غم کرتا ہوں کہ گذشتہ چند ہی مہینوں میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی کئی معزز و بزرگ اور گرانقدر ہستیاں اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس چلی گئیں جس سے انجمن کو خصوصًا اور دنیائے اسلام کو عمومًا بہت بڑا صدمہ اور نقصان اٹھانا پڑا - دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اس کمی کو بہت جلد پورا کرے آمین -

حضرت مجدد وقت اور آپکی جانشین انجمن

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کا بابرکت وجود تھا جس کے مقدس ہاتھوں سے ایک چھوٹا سا پودا بویا تھا - جو خدا کے فضل سے آج ۵۰ سال سے بڑھتے بڑھتے ایک تناور درخت بن کر دنیا کے کناروں تک اپنا سایہ ڈالتا جا رہا ہے تاکہ عوام الناس صلح سلامتی اور امن کی زندگی گذار کر اپنے مولیٰ حقیقی کے سامنے بخندہ پیشانی جائیں یہ درخت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی شکل میں قائم ہے جس سے ہماری بڑی بڑی توقعات وابستہ ہیں -

انجمن کے ذریعہ ہم نے راہ ہدایت کو پہچانا

مسلمانان سرنام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مرہون منت ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے ہی اتنے دور دراز ملک سرنام میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی وہ صحیح تصویر پیش کی ہے جس کے باعث ہم مسلمانان سرنام نے قرآن کریم کی عظمت اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور سیدھی راہ ہدایت کو پہچانا - ورنہ ہمیں صرف اتنا ہی معلوم تھا کہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے ہماری نجات ہو جائیگی اور قرآن کریم کا عربی متن پڑھکر ہم وفات شدہ اپنے آباء واجداد کو بہشت میں پہنچا سکتے ہیں - اور جیسا حنفی سنی عقاید میں ہے کہ :-

" ایمان و تصدیق کامل ہو تو عمل کا نہ ہونا کچھ ضرر نہیں کرتا - ایک شخص دل میں توحید و نبوت کا معترف ہو اور فرائض ادا نہیں کرتا ہو تو وہ مواخذہ سے بری ہے "

اس خشک عقیدہ کے رکھنے سے ہم میں اسلام یا پیغمبر اسلام کی سنت سے کیا باقی رہ جاتا ہے - سوا اس کے کہ عیسائیت کے عقیدہ کفارہ اور ہمارے عقیدہ میں کوئی نمایاں فرق نہیں رہتا -

لیکن ہم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور اور اس کے بانی حضرت مجدد وقت میرزا غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرہون منت ہیں جنہوں نے ہمیں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں کھڑا کر دیا - یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس جماعت اور اس کے بانی علیہ السلام سے دور دراز ملک میں رہتے ہوئے تعلق پیدا کیا -

مولانا آفتاب الدین احمد کا عالم شباب اور ہمارا خلوص

ہمارا خلوص و محبت اور ہمدردی اور نسبت اس جماعت سے اس لئے ہے کہ اس نے اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے کے لئے دین کو دنیا پر مقدم کرکے اس صدی کے مجدد اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شمولیت فرما کر اپنی زندگیاں تعظیم لامر اللہ اور شفقت علی خلق اللہ کے لئے وقف کر دی ہوئی ہیں - انہیں مجاہدین کی صف اول میں مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور ہیں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم شباب میں ہی دین کو دنیا پر مقدم کیا ہوا تھا - اور اپنے ہونہار فرزند کو بھی عین طالب علمی کی حالت میں ہی دین کی خدمت کے واسطے وقف کر دیا تھا - اور دو فرزندوں کو خدمت دین کا عاشق بنا کر آپ یعنی مولانا آفتاب الدین احمد صاحب اللہ تعالےٰ کی رحمت میں جا بسے انا للہ وانا الیہ راجعون [۱]

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کی اس بے محل اور اچانک رحلت پر ہم خلوص و ہمدردی سے آپ کی اہلیہ محترمہ اور فرزندوں سے اظہار غم کرتے ہوئے رب العالمین سے ملتجی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو اس کا نعم البدل عطا کرے آمین ثم آمین

جماعت اسلامیہ سرنام حضرت امیر قوم سے ملتجی ہے کہ ہماری طرف سے مولانا آفتاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان کو ہمارا پیغام ہمدردی پہنچا دیا جائے۔

---

[۱] اسکے بعد مولانا آفتاب الدین مرحوم کے حالات زندگی اور تعلیم دیوبند اور شمولیت جماعت کے واقعات لکھے ہیں جو آفتاب الدین نمبر میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں اس لئے انہیں حذف کیا جاتا ہے -

---

ضرورت رشتہ

(۱) ایک معزز اور شریف احمدی گھرانے کی تعلیم یافتہ، دستکاری اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف، پابند صوم و صلوٰۃ اوصاف حمیدہ کی حامل دوشیزہ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے

(۲) ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ احمدی نوجوان کے لئے جو ایک معقول مشاہرہ پر مستقل ملازم ہے اور اس کی ملازمت کلاس ــــ میں ہے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

خواہشمند احباب معرفت ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح خط و کتابت کریں - یہ خط و کتابت صیغۂ راز میں رکھی جائے گی -

مودودی احمدیت کی گود میں

الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

ہم نے متعدد بار اپنے مضامین میں یہ لکھا ہے کہ ملک میں جس قدر بھی زندہ مذہبی تحریکات جاری ہیں ان سب کا منبع تحریک احمدیت ہی ہے۔ چنانچہ ہمارے گذشتہ مضمون "ایک زندہ تحریک" میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کے وصال نمبر میں چھپا ہے۔ ایسے اشارات موجود ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے اور اس کا ہم علی وجہ البصیر اعلان کرتے ہیں۔ کہ زندگی زندوں ہی سے ملتی ہے۔ اگر کوئی کام کرنے والی تحریک موجود ہے اور اس کا افادی پہلو بھی موجود ہے تو ضروری ہے کہ اس کے سوتے اسی ربانی تحریک کے چشمہ سے پھوٹیں۔ مولانا مودودی کا ماہنامہ "ترجمان القرآن" ماہ مئی ۱۹۵۶ء ہمارے اس نظریہ کی پر زور تائید کرتا ہے اور ہماری آج گفتگو کا موضوع زیادہ تر یہی ماہنامہ ہوگا۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

چند ایک امور جو تحریک احمدیت کو دوسری تحریکات سے ممیز کرتے ہیں۔ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) صداقت تلوار سے نہیں بلکہ دلیل سے منوائی جاتی ہے تحریک احمدیت کا موقف یہ ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ تلوار کے باوجود محض اپنی عظمت و صداقت کی وجہ سے پھیلا ہے۔ اس کی تعلیمات کی معقولیت نے دنیا کی گردنیں اس کے سامنے جھکائیں۔ عرب کسی شمشیر خارا شگاف کا گھائل نہ ہوا۔ بلکہ اسے شارع اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل کے سامنے ہتھیار پھینکنے پڑے۔ حضرت عمرؓ، ابوبکرؓ، علیؓ، عبیدہ وغیرہ کسی فولادی شمشیر سے مسخر نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ وہ کسی کی ابرُوئے محبت سے کُشتہ ہوئے تھے۔

موجودہ دور ایک علمی دور ہے۔ اور آج کوئی فلسفہ، عقیدہ یا نظریہ مادی قوت کے زور سے نہیں پھیلایا جا سکتا۔ صرف دلائل ساطعہ اور براہین قاطعہ ہی ایسے ہتھیار ہیں۔ جن سے انسانی دماغ کو متاثر کیا جا سکتا ہے۔

احمدیت اور جہاد بالسیف

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے اس زمانہ میں دین کے نام پر تلوار اٹھانا ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ دنیا میں غیر مسلم طاقتیں اس قدر مضبوط اور طاقتور ہو چکی ہیں کہ علمبرداران اسلام ان کے سامنے کوئی میدان رزم قائم نہیں کر سکتے۔ مخالفین احمدیت نے بڑے ...... زور سے عوام کو بھڑکانے کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔ کہ احمدیت تلوار کے جہاد کے خلاف ہے۔ یہ الزام تمام مخالف جماعتوں کی طرف سے اب تک عاید کیا جاتا رہا ہے۔ ہم آگے چل کر بتائیں گے کہ کیونکر اس زمانہ کے علماء نے حضرت مرزا صاحب کی تائید کی اور ساتھ ہی انہیں بدنام کرنے کے لئے ان پر اتہامات بھی لگاتے رہے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ان کا اپنا مسلک بھی بالکل وہی ہے جو حضرت صاحب نے بیان فرمایا ہے۔

احمدیت اور ناسخ منسوخ کا مسئلہ

(۲) احمدیت نے بحیثیت ایک تحریک مسلمانوں کے سامنے یہ خیال رکھا۔ کہ قرآن کریم جو دفتین میں محفوظ ہے سب کا سب خدا کی طرف سے ہے۔ اور اس میں کوئی آیت نہ ناسخ ہے، نہ منسوخ۔ ہمارے علماء کی تقریباً تمام جماعتیں نسخ فی القرآن کریم کی آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کی تشریح احمدیت نے یہ کی کہ یہاں آیت سے مراد شریعت ہے نہ کہ قرآن کا کوئی حصہ بالفاظ دیگر احمدیت نے یہ بتایا کہ قرآن کریم نے سابقہ شرائع کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ دنیا کو ایک نئی شریعت جو جامع اور کامل ہے عطا کی۔ اور جن آیات کو علماء منسوخ کہتے ہیں۔ وہ علماء دیوبند کے طبقہ کے ہاں منسوخ نہیں سمجھی جاتیں۔ بلکہ اس کے متعلق ان کے آپس کے اختلافات کی یہ حالت ہے کہ بعض کے نزدیک پانچ صد آیات منسوخ ہیں جو کم ہوتے ہوتے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے نزدیک صرف پانچ رہ گئی ہیں۔ جہاں کسی کی عقل نارسا نے آیات میں تطبیق پیدا کرنے میں کوتاہی کی وہیں ناسخ و منسوخ کا نظریہ پیش کر دیا گیا جس نقطہ ور نے زیادہ غور و خوض سے کام لیا اور تطبیق دینے میں کامیاب ہو گیا وہیں ناسخ و منسوخ کا مسئلہ ختم ہو گیا۔

بانی احمدیت نے قرآن پر تدبر کیا۔ اور اس کی بار بار تلاوت کی اور اس کے مطالعہ کے لئے راتوں کی نیند حرام کی۔ اور پھر دعاؤں سے کام لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے الہام سے ان کا قلب منور ہو گیا۔ اور وہ یہ اعلان کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کہ قرآن مجید کے پورے تیس پاروں میں سے ایک آیت بھی منسوخ نہیں۔ ابھی ہم بتائیں گے کہ علماء کا ایک حصہ بھی خود اس نظریہ کا قائل ہو گیا ہے۔ اور یہ احمدیت کی عظیم الشان فتح ہے۔

احمدیت میں حدیث کا مقام

(۳) .... حدیث کے متعلق احمدیت نے بالکل نیا نظریہ پیش کیا ہے۔ احمدیت کے ہاں حدیث کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اسے اس کے ہاں بڑا قیمتی سرمایہ سمجھا جاتا ہے۔ بایں ہمہ اس کا یہ اعلان ہے کہ قرآن کریم اصل سرچشمہ ہدایت ہے۔ وہی یقینی اور قطعی بنیاد پر قائم ہے۔ اور اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے بالمقابل ظنی سے ظنی حدیث صرف "ظن" کے مقام تک پہنچ سکتی ہے۔ اسے مقام قطعیت حاصل نہیں۔ ہاں! اسلام کے وہ اصول جو اسوۂ حسنہ رسول میں عمل کی شکل میں تواتر حاصل کر کے چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ وہ اس قابل ہیں کہ ان پر ایمان بالیقین کی بنیاد رکھی جائے پس احمدیت کے ہاں حدیث اور سنت میں فرق ہے۔ سنت امت کے عمل میں اس طرح پیوست ہو گئی ہے کہ اس میں شان عالمگیریت پیدا ہو گئی ہے۔ پس ایک طرف قرآن کے احکام ہیں۔ جو صراحت اور بین الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ دوسری طرف اعمال رسول ہیں جو تمام امت کے عمل میں داخل ہو کر استمراریت حاصل کر چکے ہیں۔ اب یہ دونوں ہدایت کے چشمے ہیں اور ان میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ نظریہ ایسا ہے کہ اس میں انکار حدیث اور غلو فی الحدیث دونوں کا سد باب ہے۔

احمدیت اور وفات مسیح

(۴) احمدیت نے سب سے بڑا کارنامہ جو اس زمانہ میں انجام دیا ہے۔ اور جس کے لئے تاریخ اسے ہمیشہ خراج تحسین ادا کرتی رہے گی۔ یہ ہے کہ اس ابنیت مسیح کے عقیدہ کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ عیسائیت جس کی پشت پناہی تمام مادی قوتیں کر رہی تھیں اور جو دنیا کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ اور تمام باطل مذاہب کے مقابلہ پر مسیح علیہ السلام کو خدا کے اکلوتے بیٹے کی حیثیت میں پیش کر رہی تھی۔ جس کو انہوں نے خدا کے دائیں ہاتھ پر بٹھایا ہوا ہے۔ اور پھر برابر کی حیثیت میں بٹھایا ہوا ہے۔ اور اسے زندہ خدا کا زندہ بیٹا کہہ کر دنیا کو ورغلانے میں مشغول تھی۔ اور ان کا اعلان یہ تھا۔ کہ حی و قیوم خدا کا حی و قیوم بیٹا انسانیت کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اور بقول عیسائیوں کے اب انسانیت کی نجات اسی میں ہے کہ وہ مسیح کی ابنیت اور اس کے کفارہ پر ایمان لائیں۔ یہ تھی وہ گمراہ کن تعلیم جو مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کے وقت لوگوں کو ورغلانے کے لئے شد و مد سے پیش کی جا رہی تھی۔ حضرت صاحب نے خدا سے اطلاع پا کر دنیا میں اعلان کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوسرے انسانوں کی طرح زیر زمین مدفون ہیں۔ اور ان کی قبر شہر سرینگر محلہ خانیار میں موجود ہے۔ انہوں نے بتایا کہ کسی شخص کا رفع بالجسد عنصری آسمان کو نہیں ہوتا۔ بلکہ رفع الی اللہ کے معنی یہ ہیں۔ کہ کوئی شخص خدا کا مقرب ہو جائے۔ اسی نظریہ کو پیش کرتے ہوئے احمدیت نے لا انتہا اور بیش بہا لٹریچر پیدا کیا۔ اور قرآن کی تیس آیتوں سے اس نے یہ ثابت کر دکھایا کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے ہیں۔ متعدد احادیث اس نظریہ کی تائید میں پیش کیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تاریخ و انجیل سے مسیح رسول اللہ کی وفات کو ثابت کیا۔ انہوں نے

نام نہاد علماءِ اسلام جو اپنے غلط اور خلافِ قرآن عقائد کے ذریعہ عیسائیت کی تبلیغ اور اشاعت میں ممد و معاون بنے پراگندہ خاطر ہوئے۔ ان کے ہاں اضطراب ذہنی خلش۔ اور قالنت کے کئی دور چلے۔ مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود روشن خیال طبقہ اس عقیدہ میں انکے ہمخیال نہ رہ سکا۔

مودودی تحریک میں احمدیت کی تائید

احمدیت کی چند ایک اور خصوصیات بھی ہیں جو ہم اس وقت نظرانداز کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا خصوصیات اور نظریات کی تائید جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ اسلامی جماعت کے آرگن ماہنامہ ترجمان القرآن ماہ مئی ۱۹۵۶ء میں حیرت انگیز طور پر ملتی ہے۔ یاد رہے کہ یہ تائید اس شخص کے قلم سے ہوئی ہے۔ جو گذشتہ فسادات کو اضطرابات پنجاب کا نام دیتا ہے۔ اور جسے تحریک میں ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ اور جس نے احمدیت کو مٹانے کے لئے اپنا پورا پورا زور صرف کیا مگر ناکام رہا یعنی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب!! مولانا پر کسی بتید عالم نے چند اعتراضات کئے۔ جن کا جواب مولانا نے اپنے قلم سے اس رسالہ میں قدرے غضبناک ہو کر دیا ہے۔ اور کہیں سنجیدگی کا دامن بھی ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ ہم ذیل میں وہ اعتراضات مع جوابات قارئین کے سامنے رکھتے ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے احمدی احباب ان کو پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔ اور اصول احمدیت کی فتح و نصرت دیکھ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں گے۔

ناسخ و منسوخ کے متعلق اعتراض

اعتراض:۔

"ترجمان القرآن اکتوبر نومبر ۱۹۵۵ء میں جناب نے تحریر فرمایا۔ کہ احکام منسوخہ پر اب بھی عمل جائز ہے۔ اگر معاشرہ کو انہی ضروریات سے سابقہ ہو جائے اگر احکام شارع نے منسوخ فرمائے ہیں۔ تو پھر ان احکام کو شروع کرنے والا کونسا شارع ہوگا۔ اگر ہر ذی علم کو اس ترمیم و تنسیخ کا حق دیا جائے۔ جب انجاب کل ذی رائے برائیہ کا دور دورہ موجود ہے۔ تو کیا یہ تلعب بالدین نہ ہوگا۔ کیا احکام منسوخہ میں تعمیم سے یا تنسیخ ہو کیا محرمات اب پھر حلال ہو سکتے ہیں۔ یا حلال شدہ احکامات اب پھر منسوخ ہو سکتے ہیں؟ مہربانی فرما کر وسعت سے بحث فرمائیں ـــــ کیونکہ یہ بنیادی امور سے متعلق ہے۔"

مودودی صاحب کے جواب میں احمدیت کا نظریہ جہاد

ایسا اس کا جواب ملاحظہ ہو۔ یہ جواب لکھتے ہیں مولانا کی طبیعت میں تلخی آگئی ہے۔ مگر انہوں نے احمدیت کے دونو نظریئے تھی۔ قرآن میں کوئی آیت ابدی طور پر منسوخ نہیں، اور یہ کہ زمانہ حاضرہ میں مسلمانوں کے لئے جہاد ممکن نہیں قبول کر لئے ہیں۔ اور وہ بھول گئے ہیں کہ احمدیت پر جہاد کے متعلق ناانصافی سے مخالفوں نے اور خود مولانا نے بھی محض مخالفت کی وجہ سے ناجائز اتہامات لگائے ہوئے ہیں۔ مگر اعتراض وارد ہونے پر احمدیت ہی کی کاسہ لیسی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ اسی ترجمان القرآن کے صفحہ ۱۸۶ پر وہ یوں رقمطراز ہیں۔

"اس مضمون کا حوالہ آپ نے غلط دیا ہے۔ اول تو اکتوبر و نومبر ۱۹۵۵ء کا کوئی یکجائی شمارہ شائع ہی نہیں ہوا۔ دوسرے یہ مضمون نہ اکتوبر کے پرچہ میں ہے نہ نومبر کے پرچہ میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس شخص سے آپ نے یہ اعتراض نقل کر کے اپنی فہرست میں درج فرما لیا ہے۔ اسے حوالہ صحیح معلوم نہ ہوگا دراصل یہ مضمون رسائل و مسائل حصہ دوم میں صفحہ ۱۱۵ پر درج ہے۔ وہاں اس شبہ کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو نسخ کا مسئلہ سن کر ایک عام آدمی کے ذہن میں پیدا ہو جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جن آیات کا حکم منسوخ ہو چکا ہے ان کی قرآن میں اب کیا ضرورت ہے کیوں نہ ان کی تلاوت بھی منسوخ ہو گئی۔ اس کو رفع کرنے کے لئے میں نے قرآن کے ان احکام کے باقی رہنے میں یہ حکمت بتائی ہے کہ اگر معاشرے میں کبھی ہم کو پھر ان حالات سے سابقہ پڑ جائے۔ تو ہم ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ مثلاً کسی ملک میں مسلمان اسی طرح کے حالات سے دوچار ہوں جو کہ زندگی میں نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کو پیش آئے تھے۔ تو مکی دور کی تعلیم صبر و تحمل پر عمل کیا جائے گا۔ نہ کہ مدنی دور کی تعلیم جہاد و قتال پر۔ حالانکہ بیشتر مفسرین نے احکام قتال سے مکی دور کی ان آیات کو منسوخ قرار دیا ہے اسی طرح اس حالت میں مسلمان ان سب احکام و قوانین کی پابندی سے معاف رکھے جائیں گے جو مدنی دور میں نازل ہوئے اور جن پر عمل درآمد اسلامی حکومت کی موجودگی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آپ کا یہ سوال کہ منسوخ شدہ احکام کو پھر سے مشروع کونسا شارع کرے گا۔ تمہاری طرف راجع نہیں ہوتا۔ بلکہ ان تمام علماء کی طرف راجع ہوتا ہے۔ جو ابھی چند سال پہلے تک انگریزی دور میں مکی آیات سے قومی طرز عمل کے لئے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اور مدنی دور کے احکام جنگ اور حدود اللہ کے اجراء کو ملتوی قرار دیتے تھے۔"

سن لیا آپ نے؟ کیا مودودی صاحب کا یہ بیان حضرت مرزا صاحب کے نظریہ جہاد کے مطابق نہیں حضرت مرزا صاحب نے بھی یہی فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں جہاد کے لئے شرائط ضروریہ موجود نہیں۔ لہذا مسلمان جہاد کر کے دنیا میں سرخ رو ئی حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر آیات قرآنی بہ مخصوص حالات کے تحت عمل درآمد ناگزیر ہے تو نظریہ نسخ خود بخود غلط ہو جاتا ہے۔

حدیث کے متعلق اعتراض

معترض نے حدیث کے لئے بھی مولانا مودودی پر اعتراض کیا ہے جو اسی ترجمان القرآن کے صفحہ ۱۷۹ پر یوں درج ہے:۔

"رسائل و مسائل جلد اول صفحہ ۶۷ پر حدیث پر بحث فرماتے ہوئے جناب کے قلم سے یہ نکلا ہے کہ جو مسئلہ بھی دین میں ایسی نوعیت رکھتا ہو اس کا ثبوت لازماً قرآن ہی سے ملنا چاہیئے مجرد حدیث پر ایسی کسی چیز کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ جسے مدار کفر و ایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچی ہوئی آئی ہیں جن سے حد سے زیادہ اگر کوئی چیز ثابت ہو سکتی ہے تو گمان صحت نہ علم یقین" یہ قاعدہ کلیہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کیا اس سے خطرہ میں نہیں پڑ جاتے؟ کیا تعدد رکعات و سجود اور صلوٰۃ کی ہیئت کذائیہ جو قرآن میں مصرح نہیں۔ ان کے انکار سے کفر لازم نہ آئے گا؟"

مودودی صاحب کے جواب میں حضرت مرزا صاحب کی تائید

اس اعتراض کا جواب مولانا صاحب نے بڑا لمبا چوڑا دیا ہے۔ مگر اس کا لب لباب ان کے اپنے الفاظ میں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ان الفاظ کا موازنہ اگر حضرت مرزا غلام احمد رحمۃ اللہ کے ان الفاظ سے کیا جائے جو انہوں نے بٹالوی اور چکڑالوی مباحثہ پر ایک ریویو میں لکھے ہیں۔ تو...... عجیب قسم کا توارد معلوم ہوتا ہے۔ یہ ریویو حضرت مرزا صاحب نے آج سے ۔۔۔ برس قبل لکھا اس کی ہوبہو نقل مولانا مودودی نے اپنے اس معرکۃ الآرا مضمون میں کر کے معترضوں کے اعتراض سے اپنے دامن کو بچایا ہے۔

اگر مفصلہ ذیل الفاظ میں امام سرخسی کی بجائے مسیح موعود کے لفظ لکھ دئے جائیں تو مفہوم میں کچھ فرق نہ آئے گا یہ الفاظ ہم ترجمان القرآن ماہ مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۹۳ سے نقل کر رہے ہیں۔

مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس بحث کو آپ غور سے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ مدار کفر و ایمان اگر ہو سکتے ہیں۔ تو صرف وہ امور ہو سکتے ہیں۔ جو کسی یقینی ذریعہ علم سے ہم کو نبی صلعم سے ..... پہنچے ہوں اور وہ ذریعہ قرآن ہے یا نقل تواتر جس کی شرائط امام سرخسی نے واضح طور پر بیان کر دی ہیں۔ باقی جو چیزیں اخبار آحاد یا روایات مشہودہ سے نقل ہوئی ہوں۔ وہ اپنی اپنی دلیل کی قوت کے مطابق اہمیت رکھتی ہیں۔ مگر ان میں سے کسی کی بھی یہ اہمیت نہیں ہے کہ اسے ایمانیات میں داخل کر دیا جائے۔ اور اس کے نہ ماننے والے کو کافر ٹھہرایا جائے جبری کے متعلق جو روایات احادیث میں آئی ہیں ان کو اگر محدثانہ طریق پر جانچا جائے۔ تو ان کا وہ مرتبہ بھی نہیں ٹھہرتا جو مسح علی الخفین اور رفع الیدین کی روایات کا ہے"

دیکھ لیجئے اس ساری عبارت میں قرآن و حدیث کا جو درجہ اور مقام بیان کیا ہے وہ امام وقت کے اس بیان کے عین مطابق ہے: "حدیثیں سو ڈیڑھ سو برس آنحضرت صلعم....

احمدیت کے دلائل سے مودودی صاحب کی مرعوبیت

احمدیت کا سب سے بڑا مایۂ ناز عقیدہ وفات مسیح ناصری ہے۔ احمدیت کا یہ کہنا ہے۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ تو یقیناً دوبارہ آنے والا وہ مسیح نہیں ہو سکتا۔ جو اس دنیا سے نانی میں نبی کریم صلعم کی بعثت سے چھ سو برس پہلے مبعوث ہو کر نبوت کے فرائض سر انجام دیتا رہا۔ بلکہ اس کی خو بو میں کوئی دیگر انسان خلعتِ تجدید پہن کر اور نبی کریم کے اسوہ حسنہ پر چل کر امتی کی حیثیت سے اور اس امت میں سے ہی اصلاح خلق کے لئے مامور ہو سکتا ہے۔ احمدیت کے زبردست دلائل نے مودودی صاحب کو اس طرح مرعوب کر دیا۔ کہ انھوں نے ان کے سامنے ہتھیار پھینک دیئے مگر ساتھ ہی عوام کے طعن و تشنیع سے بچنے کے لئے اپنی طرف سے ایک پُر حکمت تجویز سوچی لیکن وہ بھول گئے۔ کہ جہاں انہوں نے اپنی ذات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے وہاں قرآن کو ہدف ملامت بنا دیا۔ قرآن کا اعلان ہے کہ وہ مسائل کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ تبیاناً لکل شیءٍ اب دیکھئے مولانا پر اعتراض ہوتا ہے جو انہوں نے صفحہ ۱۷۷ پر اسی ماہنامہ میں یوں درج فرمایا۔ اعتراض بڑا خطرناک ہے مگر جواب میں سوائے عجز و درماندگی کے اور کچھ نہیں

مسیح کے رفع جسمانی کے متعلق

ملاحظہ ہو اعتراض نمبر ۲ ۔ تفہیم القرآن صفحہ ۴۲۱ میں آپ نے یعنی مولانا نے لکھا ہے:۔

اعتراض نمبر ۲ یہ ہے:۔

"پس جو چیز قرآن کی روح سے مطابقت رکھتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع یا جسد عنصری سے بھی اجتناب کیا جائے۔ اور موت کی تصریح سے بھی اس پر معترض کا کہنا ہے کہ کیا یہ مسئلہ بلحاظ قرآن مجمل ہے مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ میں اگر قتل جسم کی تصریح ہے تو اسی ایک جملہ کے ایک جزو وَرَفَعْنَا میں کونسا کمال آ گیا۔ بصورت دیگر انتشار لازم نہ آئے گا۔ جو معیوب ہے۔ یہاں رفع جسمانی کو کونسا قرینہ مانع ہے۔ جب کہ احادیث رفع جسمانی ہی کی ہدایت کر رہی ہیں تو یہاں کیوں رفع جسم مراد نہ لیا۔ پھر اجماع امت بھی اس پر منعقد ہو چکا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ متفق علیہ مسئلہ کو جرح کے لحاظ سے مجمل کہہ کر مشتبہ بنایا جائے۔ پھر الفاظ بھی ایسے مؤید کہ قرآن کی روح سے زیادہ مطابقت ہے"

وفات مسیح دبی زبان میں

اس اعتراض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کیفیت قرآن کریم نے مسیح کے حیات و ممات کے متعلق یہود کی بیان کی ہے۔ بالکل وہی کیفیت مولانا اس مسئلہ کے متعلق مسلمانوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی گومگو کی حالت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب مولانا نے صرف ایک سطر میں دے کر راہ فرار اختیار کر لی ہے، وہ صفحہ ۱۸۸ پر یوں جوابدہ ہیں

"اس اعتراض کا جواب دسمبر ۱۹۵۱ء کے ترجمان القرآن میں صفحہ ۲۸۶ پر دیا جا چکا ہے"

غرض یہ ہے کہ بہرحال وفات مسیح کا نظریہ اگر قوم کے دماغوں میں مرتسم ہوتا ہے تو ہو جائے۔ مولانا سمجھتے ہیں کہ اس مردہ مسیح کو اب ان کا قلم زندہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ ایک گونہ وفات مسیح کے عقیدہ کو دبی زبان سے قبول کئے بیٹھے ہیں اور حیات مسیح کے غلط نظریہ پر زور نہیں دیتے.......

مخالفت کو کم کرنے کا نسخہ

بایں ہمہ احمدیت کی مخالفت میں بھی اپنی شدت کو کم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ اور لوگوں کو احمدیت کے خلاف برابر بھڑکاتے چلے جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ مکافات عمل کے طور پر اب ایک دنیا مودودی صاحب کے خلاف مخالفت کے طوفان اٹھا رہی ہیں آج مودودی صاحب احمدیت کے متعلق اپنا رویہ مصالحانہ اور منصفانہ بنا لیں تو ہم پیشگوئی کرتے ہیں کہ ان کے خلاف بھی مخالفت کی شدت خود بخود کم ہو جائے گی۔ یہ مقدر ہو چکا ہے کہ احمدیت کے خلاف ان کی مخالفت کی نسبت سے امت کے اندر مودودی صاحب کی مخالفت بھی جاری رہے گی۔ اس کا علاج اُن کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہمارے بتلائے ہوئے نسخہ پر عمل کر کے دیکھیں، انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہو گی۔

احمدیت کی مخالفت کیوں؟

بعض لوگ ہم سے دریافت کرتے ہیں کہ جب احمدیت کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اتنے زبردست دلائل موجود ہیں۔ جن کو ہر احمدی ہر وقت نوک زبان رکھتا ہے۔ تو یہ کیوں ہو رہا ہے۔ کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے ذی فہم لوگ اس تحریک میں داخل نہیں ہوتے بلکہ اُلٹا اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ مثلاً:۔ حدیث مجدد کا جواب کسی عالم کے پاس نہیں (۲) اگر مسیح فوت گیا ہے۔ اور مسیح کی آمد ثانی کی حدیثیں صحیح ہیں، جن کا اقرار تمام علماء کو ہے۔ تو پھر اس کی تصریح سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جانے والا مسیح اور ہے اور آنے والا مسیح اور ہے اور اس کا دوبارہ آنا صرف مثالی اور مجازی رنگ میں ہی ہو سکتا ہے۔ یہ تشریح اگر قبول کر لی جائے۔ تو قرآن و حدیث میں تطبیق پیدا ہو جاتی ہے (۳) ظہور مسیح کے متعلق جس قدر نشانات اور پیشگوئیاں آثار میں مذکور ہیں۔ وہ حیرتناک طور پر اس زمانہ پر صادق آتی ہیں۔ دجال کا آسمان کی فضا میں اڑنا۔ اس کا پانی اور آگ سے اپنی سواری تیار کرنا۔ رزق کے خزانوں کا اس کے پاس ہونا خطرناک طور پر جنگی قوتوں پر اس کی دسترس۔ شیر اور بکری کا ایک گھاٹ پر جمع ہونا ماہ رمضان میں خسوف و کسوف کا واقعہ ہونا۔ ایسے ہیبت ناک۔ پُر اثر، پُر جلال نشانات ہیں کہ ان کو دیکھ کر مومنوں کا دل نور سے بھر جاتا ہے۔ اکثر اعتراض ہوتا ہے کہ ایسے قوی دلائل کی موجودگی میں ہمارے روشن خیال علماء کا طبقہ بھی کیوں مخالفت پر تُلا ہوا ہے۔ اس اعتراض کا جواب بھی ہم اسی ترجمان القرآن کے ایک مضمون سے جو نعیم صدیقی کی قلم سے نکلا ہے۔ دیتے ہیں۔ اس کی تحریر میں فی الواقع ایک سحر ہے۔ اور ہم ہمیشہ اس کی طرز نگارش سے متاثر ہوئے ہیں۔ وہ اپنے

خیالات کا اظہار خوب زور دار الفاظ میں اور پرشوکت پیرائے میں کرتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ ظہورِ مسیح کے وقت علماء کی حالت یہود کے اکابر کی سی ہو جائے گی۔ تو ملاحظہ ہوں نعیم صدیقی صاحب کے الفاظ جو صفحہ ۲۱۲ شمارہ ماہ مئی ۱۹۵۶ء میں درج ہیں۔ اور جنہیں وہ دنیا کے سامنے فخریہ پیش کرتے ہیں۔ جماعت اسلامی اس کو پڑھے۔ اور ہو سکے تو وجد میں آئے۔ دیکھئے وہ کس طرح طمطراق سے لکھتا ہے۔

اس کا ہر قول اس کی سچائی پر گواہ ہے اس کا پورا کردار اس کے مرتبہ کو نمایاں کر رہا ہے۔ اس کی وجاہت اس کی نبوت کی ترجمانی کر رہی ہے۔ سمجھتے بھی ہیں، خلوتوں میں زبان سے اقرار تک بھی کرتے ہیں۔ لیکن ایمان و اطاعت کی راہ اختیار کرنے کی بجائے مخالفت و عداوت کا عزم باندھتے ہیں۔ یہ فطرت یہود کے ہاں عام تھی۔ آفتاب طلوع ہوتا ہے تو کون نہیں جانتا کہ طوفانِ نور ابل پڑا ہے۔ آدمی اور حیوان تو خیر آنکھیں رکھتے ہیں۔ پھولوں اور گھاس کی ایک ایک پتی کو علم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ ہونے والا واقعہ ہو گیا جو شب تیرہ کے خاتمہ پر روز ہوا کرتا ہے۔ بلکہ حرارت اور گرمی مٹی کے بے جان ذرّوں اور پانی کے قطروں اور ہوا کی موجوں تک یہ معرفت دے دیتی ہے۔ کہ نور کا پیغامبر جلوہ آرا ہو چکا ہے۔ طلوع آفتاب تو ایسا بڑا انقلابی واقعہ ہے کہ اسے چمگادڑیں اور اُلو تک جان جاتے ہیں۔ ان کی فطرت کج کی امتیازی شان بس یہ ہوتی ہے۔ کہ ان کی آنکھیں چندھیا کے رہ جائیں۔ انسان اتنا اندھا نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے سامنے خدا کے انبیاء مرتبۂ اعجاز کو پہنچے ہوئے علم و کردار کے ساتھ جلوہ گر ہوں۔ اور وہ یہ نہ محسوس کر سکے کہ کوئی عظمت مآب اور غیر معمولی شخصیت ابھری ہے۔ آدمی دیکھتا ہے سمجھتا ہے۔ جانتا ہے اور جاننے کے بعد پھر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ پھر بھی اگر روشنی پپوٹوں کو چیر کر اندر جا پہنچتی ہے تو آنکھوں پر پٹیاں باندھ لیتا ہے، گھروں کے دروازے کھڑکیاں بند کر کے ان پر سیاہ پردے ڈال دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سوتے کو جگایا جا سکتا ہے۔ مگر جاگتے کو جگانا ممکن نہیں۔ ٹھیک اسی طرح انجان کو علم دیا جا سکتا ہے۔ لیکن جاننے والے کو انجان بن جانے پر جہل کے عالم سے باہر کوئی نہیں نکال سکتا۔ ٹھیک یہی حال تھا۔ جس میں یہود کی اکثریت اور خصوصاً ان کے علماء کبار جا پڑے تھے۔ قرآن نے بھی اس فساد [illegible] کو دیکھ دیکھ کر جلتے تھے اور جوں جوں عامۃ الناس اور ان کے اپنے ریوڑ کے افراد نئی دعوت کی طرف لپک رہے تھے۔ ان کے دلوں کی فضا میں کچھ ڈھڑ رہا تھا۔“

نعیم صاحب صدیقی یہاں علماء یہود کا نقشہ کھینچ رہے ہیں اور ہم اس نقشہ میں ابھرے ہوئے خد و خال اس زمانہ کے اکثر فقیہ علماء میں دیکھ رہے ہیں۔ اس سے زیادہ ہم اس پر مزید کوئی حاشیہ آرائی نہیں کرنا چاہتے یہ نقشہ بہت جامع ہے!

مخالف سے عدل و انصاف کی ضرورت

علمبردارانِ احمدیت مخالفوں کے مظالم برداشت کرنے اور بے جا طعن و تشنیع سننے کے عادی ہیں۔ اس لئے اگر کسی سے بے انصافی کی جائے۔ تو ہمیں اس سے ہمدردی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مولانا مودودی کے مخالفین بعض دفعہ حدودِ اعتدال سے تجاوز کر کے ان کے خلاف نشتر زنی کرتے ہیں۔ اور ہمیں یاد آ جاتا ہے کہ خود مولانا اپنے ہی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہم پر حملہ آور ہوتے تھے اور آج خود بھی اسی قسم کے مظالم اور جفا کاریوں کا ہدف بن گئے ہیں۔ لوگوں نے احمدیوں پر طرح طرح کے بہتان لگائے۔ ان کی باتوں کو توڑ مروڑ کر غلط معنی پہنائے ان پر بدترین قسم کے اتہامات لگائے۔ اور ان کے خلاف تذلیل و تکفیر کے فتاوے شائع کئے۔ اور اشتہاروں، جلسوں، جلوسوں۔ اور تقریروں کے ذریعہ عوام کو ان کے خلاف بھڑکایا۔ اور ایسا کرنے والوں میں خود مولانا کا نمبر اوّل نہیں تو دوئم بھی نہیں۔ مگر وہ جب اپنے لئے حسب ذیل الفاظ رقم کرتے ہیں۔ تو ہماری تمام ہمدردیاں .... ان کے ساتھ ہو جاتی ہیں کس دردناک پیرائے میں مولانا اپنے دل کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ اور اپنے معترض کو مخاطب کر کے یوں رقمطراز ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۱۹۵۔

”کہیں اگر آپ برا نہ مانیں تو میں صاف صاف کہوں کہ آپ نے اس نمبر میں جو کچھ لکھا ہے سراسر تعصب کی بنا پر لکھا ہے۔ جو حضرات میرے اوپر اس قسم کے بہتان لگاتے ہیں۔ میری عبارتوں کو توڑ مروڑ کر ان کو غلط معنی پہناتے ہیں۔ اور بدترین قسم کے جھوٹے الزامات لگا کر نہ صرف تضلیل و تکفیر کے فتاوے جڑتے ہیں بلکہ جگہ جگہ تقریروں اور اشتہاروں کے ذریعہ میرے خلاف عوام کو بھڑکاتے پھرتے ہیں“

ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو ہدایت دے کہ ایسی اہانات کو برداشت کرے اور احمدیوں کے متعلق انصاف سے کام لینے کی توفیق بخشے!

مودودی تحریک مولانا قصوری کی نظر میں

اسی ترجمان القرآن میں نعیم صدیقی صاحب کا تبصرہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کے متعلق شائع ہوا ہے۔ الاعتصام کے اس نمبر میں فتنۂ انکارِ حدیث کے خلاف نہایت معرکۃ الآرا مضامین شائع ہوئے ہیں۔ اس میں مولانا محی الدین قصوری بی اے کے قلم سے ایک مقالہ تحریر ہوا ہے۔ اس کا ایک حوالہ اسی ترجمان القرآن کے صفحہ ۲۱۵ پر درج ہوا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:—

”زمانہ حاضرہ میں پہلے گروہ میں پرویز صاحب کی ذریت شامل ہے جس کا شجرہ نسب عبداللہ چکڑالوی آنجہانی سے جا ملتا ہے دوسرے گروہ کی سب سے روشن اور تابندہ مثال عہد حاضرہ کے فاضل اجل مولانا مودودی ہیں۔ اس آخری گروہ کی تحریریں پڑھ جائیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ معتزلہ کا وہی اگلا ہوا نوالہ ہے جو یہ لوگ جگالی کر کے ہمارے سامنے پھینک رہے ہیں، پہلا گروہ اکھڑ منکرین کا ہے۔ جن کی جہالت ضد اور انکار کو قرآن جا بجا واشگاف کرتا ہے۔ ان کا حکم منکرین رسالت کا ہے دوسرا گروہ علماء سوئین کا ہے۔ جو اپنے علم زور اور گھمنڈ پر ہمیشہ حدیث کے مقابلہ کے لئے خم ٹھونک کر میدان میں نکلا ہے۔ یہ ایک تواردہ ہے۔ کہ عہد سلف میں بھی جن لوگوں نے حدیث کی حجیت سے انکار کیا تھا۔ وہ بھی علم و فضل میں وقت کے استاد ہوتے تھے ان کی تقریریں نہایت دلنشین اور تحریریں نہایت زبردست۔ اور پر زور دردی تھیں۔ آج بھی اس گروہ کی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جن کا شمار وقت کے مشاہیر میں ہوتا ہے اور جو بڑی بڑی

جماعتوں کے مقتدا اور پیشوا ہوتے ہیں"

نعیم صدیقی کی تنقید

یہ حوالہ دے کر نعیم صدیقی صاحب اس پر یوں تنقید کرتے ہیں:۔

"اس اقتباس کے پس منظر کام کرتی ہوئی ذہنیت کا مطالعہ و تجزیہ کیجئے۔ انداز بیان اور انتخاب الفاظ کے ذریعہ ان جذبات کو پہچانئے۔ جو اس تحریر میں بول رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کی ذہنیت وقت کے فتنوں کا مقابلہ کامیابی سے کر بھی سکتی ہے۔ جسے اپنے پرائے کی سوجھ بوجھ نہ ہو اور جس میں چھوٹے چھوٹے اختلاف آراء کا ظرف نہ ہو۔ سنت اور حدیث کے بارہ میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کا کام دنیا بھر کے سامنے ہے اور دنیا کے سامنے نہ ہو تو خدا کی نگاہوں سے تو بہر حال مخفی نہیں یہی کام ہے جس کی وجہ سے منکرین سنت کے پورے محاذ نے اپنی زیادہ سے زیادہ قوت مخالفت ادھر صرف کر دی ہے۔ اگر آپ ایسے لوگوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو منکرین حدیث کے ہاتھ خود ہی مضبوط کرتے ہیں۔ کیا ادارہ الاعتصام میں گروہ اہلحدیث میں یا جماعت اہلحدیث کی مجلس عاملہ میں کوئی اکا دکا افراد بھی ایسے نہیں رہے ہیں۔ جو اس قسم کی ذہنیت کو اپنے حلقہ میں پنپنے سے روکیں۔ اور اس طرح کی مضر مقصد تحریروں کی اشاعت سے گونا پسندیدگی سے دیکھیں۔ جماعت اسلامی یا مولانا مودودی سے آپ کو اختلاف ہو تو سو بار اس کا اظہار کیجئے۔ لیکن کیا یہ ضرور ہے کہ انکار حجیت حدیث کی فرد جرم ہی لگائی جائے۔"

لینے کے اور دینے کے اور

مگر نعیم صدیقی صاحب بھول گئے کہ اسی الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر مورخہ ۱۷ر فروری ۱۹۵۶ء میں کسی صاحب ابوالقاسم رفیق دلاور کا مضمون بھی درج ہے جس میں وہ بلا وجہ حضرت مسیح موعود پر برس پڑے ہیں۔ حضرت صاحب کی کتاب رسالہ بٹالوی اور چکڑالوی کے مباحثہ پر ریویو سے ایک اقتباس اس مضمون میں درج کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے جس نے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔ چونکہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں۔ اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے۔ اور حدیث کے حکم کے تابع ہے۔"

ان الفاظ میں حضرت مرزا صاحب نے درحقیقت قرآن کے مقابلہ پر حدیث کے متعلق جو غلو اختیار کی گئی ہے اس پر تنقید کی ہے۔ اور قرآن ہی کے مقابلہ پر حدیث کے متعلق حسب ذیل الفاظ اسی رسالہ کے صفحہ تین سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الاعتصام نے بطور الزام کے درج کئے ہیں۔ مگر وہ الفاظ خود اپنی صداقت کے لئے دلیل ۔۔۔ ہیں۔ وہ الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"حدیثیں ڈیڑھ سو برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جمع کی گئی ہیں۔ اور انسانی ہاتھوں کے مس سے خالی نہیں ہیں اور بایں ہمہ وہ احاد کا ذخیرہ اور ظنی ہیں اور ان میں قسم متواترات شاذ و نادر ہیں جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں۔ اور پھر وہی قرآن پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا تودہ اور انبار ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ظن کوئی چیز نہیں۔ اور جو شخص ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند سے بہت نیچے گرا ہوا ہے۔"

صاحب مضمون نے حضرت صاحب کے اس خیال کو لغو اور بیہودہ قرار دیا ہے۔ اور پھر حضور ہی کی چند کتابوں سے ایسی عبارتیں نقل کی ہیں جن سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ احادیث کے ذریعہ سے بعض یقینی اور قطعی صداقتیں مل سکتی ہیں۔ اور ایک حوالہ شہادۃ القرآن سے یہ دیا ہے:۔

"ایسی احادیث جو تعامل اعتقادی یا عملی میں آکر اسلام کے مختلف گروہوں کا ایک شعار ٹھہر گئی تھیں۔ ان کی قطعیت اور تواتر کی نسبت کلام کرنا تو درحقیقت جنون اور دیوانگی کا ایک شعبہ ہے۔"

صاف ظاہر ہے کہ پہلے حوالوں میں قرآن کے مقابل پر حدیث کی حقیقت تعین کی جارہی ہے۔ اور دوسرے حوالوں میں قرآن سے تطبیق رکھنے والی احادیث جو حضور صلعم کے وقت سے تمام امت کے عمل میں آچکی ہیں۔ موضوع بحث ہو رہی ہیں۔ اور دین میں ان کی اہمیت واضح کی جارہی ہے۔ ان حوالوں سے تو حضرت صاحب کے دینی تدبر اور فراست کا ایک بین ثبوت ملتا ہے اور ان کا معتدلانہ مسلک واضح ہوتا ہے۔ مگر صاحب مضمون نے انہیں گالیاں دے کر قارئین کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مودودی صاحب نے بالکل حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ دربارہ حدیث کا تتبع کیا ہے۔ مگر جب مودودی صاحب پر الاعتصام نے اعتراض کیا تو نعیم صدیقی صاحب بھڑک اٹھے۔ اور جب انہیں خیالات کی بنا پر حضرت صاحب مورد الزام ٹھہرے تو حضرت سکوت اختیار کیا بلکہ الٹا الاعتصام کو خراج تحسین ادا کیا۔ یہی وہ مولویانہ ذہنیت ہے جس کے ہاں ایک ہی ترازو میں لینے کے بٹے اور رکھے جاتے ہیں اور دینے کے اور۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان مذہبی رہنماؤں کو ہدایت دے۔ اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے۔

ملفوظات سے چند اقتباسات

(بقیہ از صفحہ ۲)

اس کا قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں اس لئے کہ تخم ریزی کی جائے جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدا نخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔"

اسلام اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے آیا ہے

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"ہماری جماعت میں شہ زور اور پہلوانوں جیسی طاقت رکھنے والوں کی ضرورت نہیں بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔"

حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی چوری نہیں کرتے ڈاکہ زنی نہیں کرتے۔ گویا کہ یہ بڑے جرم ہیں اور جھوٹ بولنا اور اخلاقی گناہ وغیرہ وغیرہ تو کوئی بات ہی نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اسلام اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے آیا ہے۔

اس مضمون کو جتنا بھی چاہیں طویل کیا جا سکتا ہے اور اس مجدد کی ایک ایک سطر کو بھی نقل کرتے سے اس کی جاذبیت اور خوبی کم نہ ہوگی۔ آخر میں چند

ایک اور سطور لکھ کر اس کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ احباب ان تقاریر سے فائدہ اُٹھائیں گے اور ان کو بار بار پڑھیں گے اور یہ ان کی زندگیوں کا بہتر بہوگی۔

قبریں آوازیں دے رہی ہیں

آپ دنیا کی بے ثباتی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"لوگ ہاتھ میں ہی ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں مگر اس کی پروا کچھ نہیں کرتے یاد رکھو قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جا رہی ہے ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اسے فرصت کی گھڑیاں [illegible] سمجھتے ہو اللہ تعالےٰ [illegible] کرنا مومن کا کام نہیں۔ جب موت کا وقت آگیا پھر ساعت آگے پیچھے نہیں ہوگی وہ لوگ جو اس سلسلہ کی قدر نہیں کرتے اور انہیں کوئی عظمت اس کی معلوم نہیں ان کو جانے دو مگر ان سب سے بڑھ کر بد قسمت اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا تو وہ ہے جس نے اس سلسلہ کو شناخت کیا اور اس میں شامل ہونے کی فکر کی لیکن اس نے قدر نہ کی"

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ اس عہد سے کما حقہٗ عہدہ برا ہوں۔ آمین۔

نثار احمد۔ وزیر آباد

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

پیغام صلح مورخہ ۱۱ رجولائی ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ نمبر شمارہ ۲۶

رفتار عالم
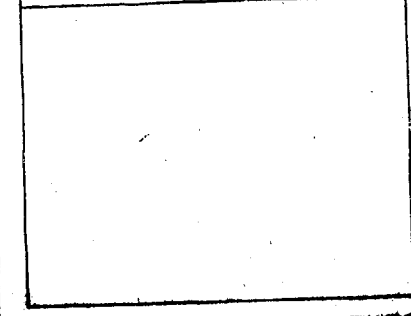
لندن ۶ رجولائی - پاکستان سوسائٹی کے ڈنر میں وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے کہا کہ پاکستان کے آئین میں کشمیر سے متعلق جو دفعہ شامل ہے اس کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کا آئین نامکمل ہے۔ مسٹر محمد علی گزشتہ شب پاکستان سوسائٹی کی طرف سے دیئے گئے ڈنر میں تقریر کر رہے تھے۔

وزیر اعظم نے کہا پاکستان کے آئین میں ایک دفعہ یہ ہے کہ پاکستان کے ساتھ کشمیر کے الحاق کا سوال کشمیری عوام کی مرضی کے مطابق طے کیا جائے گا۔ اس وقت یہ صرف ایک دفعہ ہے حالانکہ اس کا ایک مکمل باب ہونا چاہیئے اور یہ باب صرف اسی وقت لکھا جا سکتا ہے جبکہ کشمیری عوام کو ان کا جائز حق مل جائے۔ یہ خود ارادیت کا حق ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ صرف اسی ذریعے سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے وہ پاکستان کے ساتھ الحاق پسند کرتے ہیں یا بھارت کے ساتھ شامل ہونے کے حق میں ہیں"

وزیر اعظم محمد علی نے کہا، حق خود ارادیت ایک جمہوری حق ہے اور کشمیریوں کو یہ حق دینے کا وعدہ بھارت، پاکستان اور اقوام متحدہ تینوں نے کیا ہے۔ گزشتہ آٹھ سال سے کشمیریوں سے کئے گئے تمام وعدہ سے انحراف کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن مجھے اب بھی پورا پورا یقین ہے کہ خدا تعالےٰ کی اس سرزمین میں انصاف کا بول بالا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں دیر لگے لیکن ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔"

کراچی - ۶ رجولائی - کراچی کے ثانوی تعلیمی بورڈ نے ان طلباء کا سپلیمنٹری امتحان لینے کا فیصلہ کیا ہے جو اس سال میٹرک کے امتحان میں فیل ہو گئے تھے۔

لندن - ۶ رجولائی - آج لندن میں دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس ختم ہو گئی۔ یہ کانفرنس ۲۷ جون سے برطانوی وزیر اعظم مسٹر ایڈن کی صدارت میں جاری تھی۔ آج صبح کے اجلاس میں وزرائے اعظم نے کانفرنس کے اختتام پر جاری ہونے والے اعلان کی منظوری دی، رات گئے تک یہ اعلان جاری ہونے والا تھا۔

لاہور - ۶ رجولائی - حکومت مغربی پاکستان نے آج غذائی پالیسی میں بنیادی تبدیلی کا اعلان کرتے ہوئے صوبہ میں گندم کی نقل وحمل پر عائد کردہ پابندی اور فراہمی گندم کی اجارہ داری ختم کر دی ہے، آیندہ منڈیوں میں مقررہ نرخوں پر گندم کی خرید و فروخت کی کھلی اجازت ہوگی۔ البتہ نرخوں پر کنٹرول جاری رہے گا۔

راولپنڈی - ۶ رجولائی - آج صبح اٹک کے علاقہ میں جھلا کے مقام پر تیل کی تلاش کے لئے کھدائی شروع ہوئی کھدائی کا کام پاکستان آئل فیلڈز لمیٹڈ نے اس علاقہ کے طبقات الارضی جائزے کے بعد شروع کیا ہے۔ جائزے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ایسا تیل موجود ہے جس میں پانی ملا ہوا نہیں ہے۔

لاہور - ۶ رجولائی - پنجاب کے بورڈ آف سکینڈری ایجوکیشن نے آج انٹرمیڈیٹ کے امتحان منعقدہ اپریل ۱۹۵۶ء کے نتیجہ کا اعلان کر دیا۔ اس امتحان میں ۱۲۰۶۹ طلباء شامل ہوئے جن میں سے صرف تین ہزار تین سو چھیالیس کامیاب ہوئے اس طرح مجموعی طور پر کامیاب طلباء کا تناسب ۲۷٫۴۸ فیصد رہا۔ سب سے زیادہ نمبر ایک لڑکی منور سلطانہ نے حاصل کئے وہ گارڈن کالج راولپنڈی کی سٹوڈنٹ ہیں، انہوں نے ۵۳۱ نمبر لئے۔

کراچی - ۶ رجولائی - ڈائرکٹر جنرل ریڈیو پاکستان مسٹر زیڈ اے بخاری نے پنجسالہ منصوبے کے تحت ریڈیو پاکستان کے توسیعی پروگرام کی تفصیلات کا انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ تین چار سال تک مغربی پاکستان میں ملتان اور بہاولپور اور مشرقی پاکستان میں رنگ پور، باریسال اور سلہٹ کے لئے ایک ایک ریڈیو سٹیشن قائم کر دیا جائیگا۔ اکتوبر کے وسط تک کوئٹہ میں بھی ایک ریڈیو سٹیشن قائم ہو جائے گا۔

پشاور - ۸ رجولائی - پاکستانی ناظم الامور مسٹر اسلم خٹک نے کابل سے پشاور پہنچکر بتایا کہ شاہ افغانستان اب مکمل طور پر صحتیاب ہو چکے ہیں اور افغانستان میں اب صدر پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا کی آمد کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ خیال ہے کہ افغانستان سے صدر ترکیہ جلال بایار اور شاہ سعود کی واپسی کے بعد صدر سکندر مرزا افغانستان جائیں گے۔

لندن - ۸ رجولائی - باخبر پاکستانی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے وزیر اعظم برطانیہ مسٹر ایڈن کی دیہاتی رہائش گاہ پر مسٹر ایڈن اور وزیر اعظم آسٹریلیا سے کشمیر کے مسئلے پر اپنی بات چیت جاری رکھی مسٹر محمد علی آج رات لندن واپس پہنچ گئے۔ مسٹر محمد علی منگل کو پیرس جا رہے ہیں دوسرے مسائل کے علاوہ وہ فرانسیسی وزراء سے الجزائر کے مسئلے پر بھی گفتگو کریں گے۔

کوئٹہ - ۸ رجولائی - مغربی پاکستان ہائیکورٹ کے کوئٹہ سرکٹ بنچ کے دو ارکان مسٹر جسٹس عبد العزیز خان اور مسٹر جسٹس محمد یعقوب علی خان آج بولان میل میں لاہور سے کوئٹہ پہنچے۔ بنچ کا اجلاس کل سے شروع ہو رہا ہے۔ سرکٹ بنچ کے روبرو سب سے اہم مقدمہ کی سماعت کل سے شروع ہوگی جس میں مقامی سیشن جج نے یہ نکتہ اٹھایا کہ کوئٹہ ڈویژن کے قبائلی علاقوں کے مقدمات کی سماعت اختیار حاصل ہے یا نہیں؟

لاہور - ۸ رجولائی - وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب آج پشاور سے لاہور پہنچ گئے، راستے میں انہوں نے نالہ موسلی، کھاریاں اور گجرات کے پبلک جلسوں سے خطاب کیا۔ گجرات کے جلسہ میں وزیر بلدیات نے مقامی ڈسٹرکٹ بورڈ توڑنے کے فیصلہ کا اعلان کیا، یہ فیصلہ آج ڈاکٹر خان صاحب نے کیا تھا۔

جلد ۴۵	یوم چہار شنبہ مورخہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۵۶ء	نمبر ۲۷

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ؛ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
بست او خیر الرسل خیر الانام ؛ ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ؛ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ؛ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

(مسیح موعودؑ)

حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو لہلہاتے کھیت کی طرح دکھایا

حقیقی طور پر عید اضحٰے وہی تھی جب آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک خطبہ جو ۱۹۰۰ء کی عید اضحٰی پر قادیان میں آپ نے دیا

"آج عید اضحٰی کا دن ہے اور یہ عید ایک ایسے مہینے میں آتی ہے جس پر اسلامی مہینوں کا خاتمہ ہوتا ہے یعنی پھر محرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک سر کی بات ہے کہ ایسے مہینہ میں عید آگئی ہے جس پر اسلامی مہینے کے زمانہ کا خاتمہ ہے۔ اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اسکو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنے والے مسیح سے بہت مناسبت ہے اور وہ مناسبت کیا ہے؟ **ایک** یہ کہ ہمارے نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ کے نبی تھے اور آپکا وجود باجود اور وقت بعینہٖ گویا عید اضحٰی کا وقت تھا۔ چنانچہ یہ امر مسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ آپ نبی آخر الزمان تھے اور یہ مہینہ بھی آخر الشہور ہے اس لئے اس مہینہ کو آپ کے زمانہ سے مناسبت ہے۔ **دوسری** مناسبت، چونکہ یہ مہینہ قربانی کا مہینہ کہلاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کیلئے تشریف لائے تھے جیسے آپ لوگ بکری، اونٹ، گائے، دُنبہ ذبح کرتے ہو ایسا ہی وہ زمانہ گذرا ہے کہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے حقیقی طور پر عید اضحٰی وہی تھی اور اسی میں ضحٰی کی روشنی تھی، یہ قربانیاں اُس کا لب نہیں پوست ہیں روح نہیں جسم ہیں، اس سہولت و آرام کے زمانہ میں جنسی خوشی سے عید ہوتی ہے اور عید کی انتہا جنسی خوشی اور رسم قسم کے تعیشات قرار دیئے گئے ہیں۔ عورتیں اس روز تمام زیور پہنتی ہیں، عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں، مرد عمدہ عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں اور یہ ایسا مسرت اور راحت کا دن سمجھا جاتا ہے کہ

(باقی صـ۱۲ پر)

قربانی کی کھالیں عید فنڈ

احباب کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ جس طرح وہ ہر سال عید الاضحٰے کے موقعہ پر قربانی کی کھالیں جمع کرنیکے بعد قیمت فروخت مرکز میں ارسال فرمایا کرتے ہیں اس دفعہ بھی عید الاضحٰی پر اس کا انتظام فرمائیں، ایسا ہی عید فنڈ بھی ہر ایک بھائی، بزرگ خواتین اور بچے بڑے شوق اور محبت کیساتھ اپنے اپنے سکرٹری صاحب کو ادا فرمادیں جو صاحب کسی جگہ اکیلے ہوں وہ کھال کی قیمت اور

عید فنڈ

براہِ راست مرکز میں محاسب صاحب کے نام ارسال فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب دوستوں کا حافظ و ناصر ہو۔

افسر تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

آہ! ڈاکٹر محمد عبداللہ

ماسٹر محمد عبداللہ آف فیجی مبلغ امریکہ کا مکتوب

مکرمی معظمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور زاد عنایتہٗ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مرحوم ومغفور کی اچانک وفات کی خبر سن کر دل کو ازحد صدمہ ہوا۔ حضرت امیر مرحوم اور آفتاب الدین صاحب کے بعد ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مرحوم کا نمبر آتا ہے جن کے لئے میرا دل بیقرار ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کو میں ۱۹۲۵ء سے جانتا ہوں، جبکہ میں اسلامیہ کالج لاہور کی بی اے وی کلاس میں متعلم تھا اور ڈاکٹر صاحب اس کالج کے پروفیسر تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے داخلہ بی اے وی کلاس کے لئے بہت کوشش فرمائی تھی۔ ان ایام میں ڈاکٹر صاحب مرحوم، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، ڈاکٹر سید احمد صاحب اور ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی اور سعید احمد صاحب بعضہٗ میرزا مسعود بیگ صاحب ایک ہی ڈھب کے نہایت ہی جوشیلے اور سعید نوجوان نظر آتے تھے۔ اور انجمن کی ہر ایک تحریک میں بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کے حالات کو دیکھ کر مجھے رشک آتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ بہت سویرے اٹھ کر صبح کی نماز میں خواہ گرمی ہو یا سردی سب سے اول پہنچنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے حضرت امیر مرحوم کا دستور یہ ہوتا تھا ..... کہ وہ مسجد میں پہلے پہنچنے والوں کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ بھری نظر سے ان کی دلجمعی کرتے تھے۔ وہ زمانہ نہایت ہی بابرکت تھا۔ اور دل یہی چاہتا تھا کہ مسجد میں سب سے پہلے پہنچوں۔ ڈاکٹر صاحب باوجود کامیاب پروفیسر اور لیکچرار ہونے کے مسجد میں ایسے دکھائی دیتے تھے جیسے ایک طالب علم ہیں۔ اور دینی علم حاصل کرنے کے لئے لاہور آئے ہیں۔ ان کے لباس میں سادگی تھی، گفتگو میں سادگی تھی۔ اور علم دین حاصل کرنے کا شوق تھا۔ درس قرآن کریم سے استفادہ حاصل کرتے تھے۔ اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اگلے سبق کے لئے گھر سے تیاری کر کے آتے ہیں۔

آخر اس مذہبی دلچسپی اور اسلامی عشق نے آپ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی پروفیسری چھوڑ کر اسلامی سپاہیوں میں اپنا نام لکھوا دیں۔ آپ بیرونی ممالک میں جانے سے پیشتر انجمن کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرتے رہے اگرچہ پروفیسر دفتری کام سے زیادہ واقف نہیں ہوتے لیکن آپ نے دفتری نظام میں کافی تبدیلی کی اور اپنی محنت اور سلیقہ کا اثر تمام ملازمین دفتر کے دلوں پر چھوڑا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کو بڑی خوشی ہوئی کہ جب خاکسار مسٹر یوخاں کی ہمراہی میں سانفرانسسکو امریکہ پہنچا۔ اسی وقت سے خط وکتابت کا سلسلہ تازہ ہو گیا۔ کوئی مہینہ نہیں گزرتا ہوگا۔ جب آپ کا خط اسلامک ریویو یا کتب کے بارے میں نہ پہنچتا ہو۔ یہاں سے خط بھیجنے کی دیر ہے۔ دوسرے ہفتہ جواب فوراً موصول ہو جاتا تھا۔ آپ کے خطوط کے پڑھنے سے دل میں ہمت پیدا ہوتی تھی۔ آپ کے آخری دو خطوں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی موت سے دو تین ہفتہ قبل نہایت ہی طمانیت قلب کے ایام تھے، اور یہی بہشتی زندگی کی نشانی ہے۔ عیدالفطر کی شاندار کامیابی سے آپ اپنی بیماری کو بھول گئے۔ آپ اپنی موت سے پانچ روز پہلے ۱۴ مئی کے خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کا خط ابھی ابھی ملا جس کا جواب بعد میں دوں گا عیدالفطر بڑی کامیاب رہی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ٹیلی ویژن پر آج شام کو دکھائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ووکنگ کو بڑی قبولیت بخشی ہے مزید پھر۔ طالب دعا۔ خاکسار۔ عبداللہ"

پھر ۱۸ مئی کے آخری خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ نے مسٹر سہا یو خاں کے فیجی واپس جانے کے بعد بھی اس نیک کام کو جاری رکھنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جو ذمہ داری اس کام کے لئے عائد ہوتی ہے، اور ایسی بڑی جگہوں میں جو کام کی حیثیت ہوتی ہے اس سے میں واقف ہوں۔ میں آپ کو اپنی مخلصانہ دعاؤں کا اور آپ کی کامیابی کے لئے یقین دلاتا ہوں۔

ہماری عیدالفطر نہایت ہی کامیاب رہی اور ہماری توقعات سے بڑھ کر دو ہزار آدمیوں نے اس میں شمولیت اختیار کی تمام تعریف اللہ کے لئے ہے، اور ہم یقیناً اسی کے شکرگذار ہیں۔ جو مہربانیاں وہ ہم پر کر رہا ہے۔"

افسوس چار پانچ ماہ کے اندر ہی ہماری جماعت کے دو ستون ہم سے جدا ہو گئے۔ اور ہماری جماعت کو بیکسی کی حالت میں چھوڑ کر وہ اپنے مولا سے جا ملے۔ ان کی خدمات اور ان کے نمونے کی ہمیں ضرورت تھی۔ تاکہ ہم سست رفتار ان کے نمونہ سے فائدہ حاصل کرتے۔ خداوند کریم ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور جماعت میں ایسے سعید الفطرت نوجوان پیدا کر دے جو ان کی جگہ لینے والے ہوں۔

ہماری تبلیغی سرگرمیاں

ہمارے ہفتہ واری اجلاس باقاعدہ ہوتے ہیں۔ گرمی کی رخصتوں کی وجہ سے اس کی حاضری پر بھی اثر پڑنا شروع ہو گیا ہے۔ پرسوں بروز سنیچر خاکسار مسٹر محمد متولی کی موٹر پر یہاں سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر PALO ALTO گیا جو سٹینفورڈ (STANFORD) یونیورسٹی کا خوبصورت شہر ہے۔ سٹریٹ بہت چوڑی ہیں، ہر ایک گھر کے سامنے باغیچہ ہے اور سڑکوں اور سٹریٹ کے دونوں کنارے خوبصورت پیڑ ہیں۔ یہاں جانے کا مقصد ایک نومسلم بھائی کریم الدین محمد سے ملاقات تھی۔ شیخ کریم الدین محمد نہایت ہی جوشیلے مسلمان ہیں۔ باوجود محنت کام کے ماہ رمضان کے روزے رکھتے رہے۔ ان کے مکان کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد ہے۔ مکان کا بیرونی نقشہ مسجد کے نمونہ کے مطابق دکھائی دیا۔ جب مکان کے اندر داخل ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی ایرانی یا عرب کے مکان کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ ایرانی غالیچے بچھے لگے ہوئے تھے اور ہمیں جوتیاں اتار کر ان پر بیٹھنا پڑا تمام دیواروں پر مشرقی ممالک اسلامی کی مختلف چیزیں اور تصویریں لگی ہوئی تھیں۔

۷ اپریل کو بروز اتوار خاکسار نے ایک عرب طالب علم کا جن کا نام عبدالرزاق مجید الشملع ہے۔ نکاح ایک امریکن لڑکی سے پڑھایا۔ اس مجلس میں دس مہمان موجود تھے۔ مہر مقرر کرنے کا وقت آیا تو میں نے عبدالرزاق صاحب سے دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا کہ فی الحال تو میں کچھ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں نے کہا آپ بعد میں مہر ادا کر سکتے ہیں۔ آخر پچاس ڈالر مہر پر نکاح پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح میں میں نے خاوند بیوی کے سلوک اور فرائض پر تقریر کی اور اسلام نے جو حقوق عورتوں کے لئے قائم کئے ہیں ان پر روشنی ڈالی۔ چائے کے بعد یہ مجلس برخاست ہوئی کاش پاکستان کے مسلمان اس طرح سادگی کا نمونہ بیاہ شادی کے موقعہ پر دکھائیں۔

عبدالرزاق صاحب عراق کے رہنے والے ہیں۔ ڈاکٹری کورس ختم کر لیا ہے۔ اب ہسپتال میں دو سال کام کرنے کے بعد وطن واپس چلے جائیں گے اور اپنے ملک کی خدمت کریں گے۔

پندرہ روزہ رسالہ مسلم اوپینین MUSLIM OPINION باقاعدہ جاری ہے۔ یہ رسالہ امریکہ کے مختلف مقامات میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے ہمیں ایک پریس کی اشد ضرورت ہے تاکہ کم خرچ پر لٹریچر شائع ہو سکے۔ اور رسالہ بھی اپنے پریس میں ہی شائع کیا جا سکے۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبداللہ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۵۶ء

قربانی

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی کی راہ میں مرنا، یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے اسی اسلام کا زندہ کرنا خدا تعالےٰ اب چاہتا ہے۔" (مسیح موعودؑ)

سال بھر کے بعد آج پھر وہ مبارک دن ہمیں دیکھنا نصیب ہوا ہے، جو اس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جسکو سنت ابراھیمیؑ کے نام سے پکارا جاتا ہے، آج سے ہزارہا سال پہلے خدا کے ایک بندہ نے حکم الٰہی کے آگے اس طرح سرِ تسلیم خم کیا، اور قربانی کا وہ عظیم الشان نمونہ دکھایا جس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنی مشکل ہے، اس کی اس اطاعت و فرمانبرداری، اس قربانی و ایثار کو جناب الٰہی میں جو مقبولیت حاصل ہوئی، وہ بھی بے نظیر ہے، لوگ کہتے ہیں کہ ہر سال ہزارہا جانوروں کی گردن پر چھری پھیرنا اور لکھوکھہا روپیہ کو اس خونریزی پر صرف کر دینا کونسی عقلمندی ہے، بظاہر ایک معقول بات ہے، لیکن اس کو بندہ نوازی کہئے یا جذبہ قربانی و اطاعت الٰہی کی قدر افزائی کہ ہزارہا سال گذر جانے کے باوجود حضرت ابراھیمؑ کی قربانی کی یاد عملی شکل میں چلی ہی چلتی ہے، یہ ایک خدائی فعل ہے جس کو عقلمندوں کی عقل زائل نہیں کر سکتی، اور جو ہمیں ہر سال ایک ایسا سبق دیتا ہے جو ابدی زندگی پیدا کرنے والا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اطاعت اور قربانی ..... جذبہ جو ابراھیم علیہ السلام کے قلب میں موجزن تھا اگر دلوں کے اندر پیدا ہو جائے تو ابد الآباد کی زندگی میسر آجائے، یہ وہ جذبہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ واذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ یہی وہ اسلام ہے جو محمد رسول اللہ صلعم لے کر آئے **اطاعت و فرمانبرداری، قربانی و ایثار، اسلام کی رُوح ہے** جس کو زندہ کرنے کے لئے ایک عملی ..... قربانی جانوروں کے ذبیحہ کی شکل میں ہر سال ہم سے کرائی جاتی ہے۔ اسی اسلامی رُوح کو زندہ کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے مندرجہ بالا فقرات میں اس حقیقت کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے کہ اگر ہم اسلام کی زندگی چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم اس کے لئے موت کو اپنے اوپر وارد کریں، اور اس رستہ میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہیں، اس وقت اسلام کو قربانیوں کی ضرورت ہے ....، اپنی زندگیوں کو خدا کی راہ میں وقف کرنے کی ضرورت ہے، اپنے علم، اپنے اوقات، اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا آج وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے، دنیا کا کونہ کونہ اسلام کے روحانی پانی سے سیراب ہونے کا متمنی ہے، اور مامور زمانہ نے ہمیں اسی کام کے لئے کھڑا کیا ہے کہ اس پاک دین کو دنیا میں پہنچائیں، احمدیہ جماعت نے اس کے لئے جو قربانیاں آج تک کی ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے بڑے ثمرات ہمیں ملے ہیں، ضرورت ہے کہ ان قربانیوں کا سلسلہ زیادہ وسیع کیا جائے۔ ہمارے تعلیمیافتہ اصحاب تبلیغ دین کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں ہمارے مالدار اصحاب اپنے اموال خدا کے رستہ میں دیں۔ یہ وہ سبق ہے، جو عید الاضحےٰ کی قربانی ہمیں دیتی ہے۔ یہ وہ ہدایت ہے جو اسلام کی روح کے اندر پنہاں ہے، یہ وہ حقیقت ہے، جس کو سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے مندرجہ بالا فقرات میں ہمیں ہدایت فرمائی ہے۔ ایک دفعہ پھر سُن لیں:-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی کی راہ میں مرنا"

اخبارِ احمدیہ

دعوتِ احباب:-

مرکزی جماعت کے احباب کو عید الاضحےٰ کے دوسرے دن ایک دعوت عصرانہ دیئے جانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے، جس کا مقصد باہمی رابطۂ اتحاد کو مضبوط کرنا اور برادرانہ تعلقات کو بڑھانا ہے۔

ایک افسوسناک سانحہ:-

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سُنی جائے گی کہ محترم الحاج میاں محمد صاحب کے صاحبزادہ میاں اللہ بخش صاحب کو پرپیٹر ٹیکسٹائل ملز لائل پور کے کسی مزدور نے ۱۳ر جولائی کو پسٹول کی گولی کا نشانہ بنایا، اور پے در پے چار فائر ان پر کئے تین گولیوں کا نشانہ تو خطا گیا، لیکن چوتھی گولی اُن کے شانہ میں جا کر لگی، خدا کا شکر ہے کہ میاں صاحب ممدوح کی جان بچ گئی، اب وہ زیر علاج ہیں، دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں جلد از جلد صحت کامل عطا فرمائے، ظالم حملہ آور کو اسی وقت گرفتار کر لیا گیا، ہمیں میاں اللہ بخش صاحب، اور ان کے والد محترم سے اس حادثہ فاجعہ میں دلی ہمدردی ہے

قبول اسلام:-

پارکو آباد سے ڈاکٹر محمد حسین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ایک عیسائی مسمی سنی نمبردار بنگسن آباد ضلع شیخوپورہ معہ اہل و عیال مسلمان ہو گئے ہیں، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں استقامت بخشے اور خادم دین بنائے۔ انکا اسلامی نام سکندر اشرف رکھا گیا۔

دفتری خط و کتابت:-

قبل ازیں لکھا جا چکا ہے کہ معاملات انجمن کے متعلق جو بھی خط و کتابت کرنی ہو وہ براہ راست سکرٹری صاحب سے کی جایا کرے، دوسرے اراکین انجمن کو لکھنے سے جواب میں تاخیر ہونے کے علاوہ تعمیل میں الجھنیں پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے تا حال احباب نے اس طرف توجہ نہیں کی اُمید ہے کہ آیندہ اس کو ضرور مدنظر رکھا جائے گا۔

کامیابی:-

شیخ محمد انعام الحق صاحب حیدر آباد دکن سے اطلاع دیتے ہیں کہ محمد اصغر صاحب سیکرٹری جماعت جو نہایت اچھے اور مفید نوجوان ہیں، ہندی کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں، اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

حضرت نبی کریمؐ تمام انسانیت کے لئے اُسوہ حسنہ ہیں

اتباع نبویؐ سے معرفتِ الٰہی کا حصول

حضرت مسیح موعودؑ کی شانِ ماموریت اور ایک احمدی کا فرض

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ———— (الاحزاب)

انبیاء کی تعداد اور دنیا کی عمر

کہتے ہیں دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا کی عمر اس سے بہت زیادہ ہے جو سمجھی جاتی ہے، عیسائیوں نے تو اپنی کتب مقدسہ کے مطابق دنیا کی عمر چالیس ہزار سال قرار دی ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، اندازہ لگائیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئیں اور دنیا کی عمر صرف چار ہزار سال ہو یہ کس طرح ہو سکتا ہے پیغمبر ہر روز نہیں آیا کرتے، ضرورت کے مطابق ہی آتے ہیں، پس اس قدر پیغمبروں کے لئے بہت زیادہ زمانہ ہونا چاہئے۔

انسان کی تدریجی ترقی

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے ہر ایک یہی تعلیم دیتا رہا اعبدوا اللہ ما لکم من الٰہ غیرہٗ خدا کی عبادت کرو، اس کے سوائے کوئی دوسرا معبود نہیں ہو سکتا، بالفاظ دیگر سب پیغمبروں نے توحید ہی کی تعلیم دی، بلکہ میں کہوں کہ ہر ایک نبی جو آیا وہ اسلام ہی لے کر آیا جو بتدریج مکمل ہوتا چلا گیا، یوں بھی بحیثیت رب ہونے کے ہر ایک چیز بتدریج کمال کو پہنچتی ہے، خواہ نبوت ہو یا انسان کی کوئی اور حالت ہو، اوائل میں انسان درندوں اور جنگلیوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ کھانے کے لئے جنگلوں سے گھاس پھوس اور جانوروں کا گوشت حاصل کر لیتا تھا، اور رہنے کے لئے غاروں میں جگہ بناتا تھا، پھر ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے، آہستہ آہستہ جوں جوں ضروریات بڑھتی چلی گئیں، اپنے دماغ کو استعمال کر کے وہ ترقی کے سامان بناتا چلا گیا۔ انسان کی ابتدائی حالت کا نمونہ آج بھی ان اقوام میں پایا جاتا ہے جو کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں نکلیں، اور نہ انہیں کوئی نئی ضروریات پیش آئیں، مثلاً آسٹریلیا کی اصل آبادی یا وسط افریقہ کی حبشی اقوام آج بھی اسی حیثیت حالت میں زندگی بسر کرتی ہیں جو ابتدائی زمانوں میں انسان کی حالت تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیرونی دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

نبوت کا تدریجی کمال

بہر حال آپ دیکھتے ہیں کہ وہی انسان جو ابتدا میں کچھ نہ جانتا تھا آج ہوا میں اڑ رہا ہے، مریخ اور چاند تک پہنچنے کے سامان بہم پہنچا رہا ہے اسی لئے جو انبیاء آئے وہ انسان کی تدریجی ترقی کے مطابق تعلیم لے کر آتے رہے، جوں جوں انسانوں کے ذہنی قویٰ نشوونما پاتے چلے گئے، ان کی ہدایت و راہبری کے لئے انہی قویٰ کے مطابق تعلیم آتی رہی، آپ جانتے ہیں ایک بچے کو جوان آدمی کا لباس نہیں پہنایا جا سکتا، بلکہ جوں جوں اس کی عمر بڑھتی ہے اس کے لباس کا سائز بڑھایا جاتا ہے، یہی حالت انسان کے ذہنی قویٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ کس وقت کتنی تعلیم اس کو دینی ضروری ہے۔

قوائے ذہنی کی بلوغت

لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ جس چیز کا آغاز ہو اس کا انجام بھی ہو، ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مبعوث ہوئے اس وقت انسان ذہنی طور پر بلوغت کو پہنچ چکا تھا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ قوم جس میں آپ مبعوث ہوئے باوجودیکہ امی اور اجڈ قوم تھی، لیکن ان کے ذہن اس قدر پختہ ہو چکے تھے، کہ قرآن کریم کی ہدایت و رہنمائی کے ماتحت ان میں حضرت عمرؓ جیسے سیاستدان اور مدبر اور حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے جرنیل پیدا ہوئے جن کا آج بھی دنیا لوہا مانتی ہے۔ ایسے لوگوں کا وجود بتاتا ہے کہ اس وقت لوگوں کے ذہنی قویٰ بلوغت کو پہنچ چکے تھے۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ دنیا کے علوم و فنون کا آغاز مسلمانوں کے ابتدائی ایام میں ہوا، فلسفہ، کیمسٹری، الجبرا، جیومیٹری، انجینئرنگ، ہیئت، ہر فن میں انہوں نے علمی کمالات کا اظہار کیا، یہ چیز اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک انسان کا دماغ تکمیل تک نہ پہنچ جائے، عربوں نے کیمسٹری میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ انہوں نے خیال کیا کہ علم کیمیا کے ذریعہ تانبے سے سونا بنایا جا سکتا ہے، سونا فی الحقیقت بنے یا نہ بنے لیکن ان کے بتائے ہوئے اصولوں سے ایسے ایسے مرکبات بنے جو سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہیں۔

کمالِ نبوت اور انسانیت کے لئے بہترین نمونہ

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آ کر وہ وقت آ گیا کہ انسان کو کامل مکمل تعلیم دے دی جائے اور نبوت کو کمال تک پہنچا دیا جائے، چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کمال کو پہنچ گئی، اس لئے آپ ہی دنیا کے لئے بہترین نمونہ ہیں، اور کسی پیغمبر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہے، کسی دوسرے نبی کی زندگی کے حالات محفوظ نہیں، ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا وجود ہے، جن کے حالات گہوارہ سے لے کر لحد تک محفوظ چلے آتے ہیں، یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کے لئے نمونہ ہونا تھا، ابد تک تلاش کر لو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کوئی دوسری شخصیت نہیں جس کے حالات صحیح طور پر مل سکیں، اسی لئے میں تو کہوں گا کہ مذہبی شخصیتوں کے متعلق بعض وقت شک پڑ جاتا ہے کہ وہ کبھی دنیا میں موجود بھی تھیں یا نہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے حالات اور آپ کی تمام حرکات و سکنات بالکل ہمارے سامنے ہیں، ایک اور چیز جو ثابت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے لئے کامل نمونہ ہیں یہ ہے کہ آپ کو تمام قسم کے حالات میں سے گذرنا پڑا۔ یتیمی سے لے کر بادشاہت تک تمام مراحل زندگی آپ کو پیش آئے اور ان سب میں آپ نے نہایت خوبصورت اور کامل و مکمل نمونہ پیش کیا۔ اس قسم کے حالات دوسرے کسی نبی کو پیش نہیں آئے۔

اسوۂ نبویؐ کی پیروی ضروری ہے

تو اگر کوئی ہستی مخلوق کے لئے نمونہ ہو سکتی ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، لیکن آپ کو بطور نمونہ پیش کرنے کی غرض کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ یقیناً تمہارے لئے بہترین نمونہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ پہلا لام تاکید کے لئے ہے اور دوسرا استفادہ کے لئے یعنی ہم آپ کا نمونہ اس لئے پیش کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان اس کی پیروی کرے۔ نہ یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کر کے خوش ہو جائیں نہ وہ اس بات کے محتاج ہیں اور نہ ہمیں اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ آپ کے حالات سن کر اور خوش ہو کر چلے جائیں، فائدہ اگر پہنچ سکتا ہے تو اسی طرح کہ اس نمونہ کی ہم پیروی کریں اگر کوئی بیان کرنے والا نہایت عمدگی سے آپ کے حالات بیان کرتا ہے، لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا اور سامعین چٹخارہ لے کر اور دماغی عیاشی کر کے چلے جاتے ہیں، تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمارے لئے دیکھنا یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، لین دین، معاملات، دوسروں سے برتاؤ، اور گھر میں سلوک کیسا تھا، اس کی پیروی ہمیں کرنی چاہیئے صحابہ جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو اگر کوئی شخص کسی کو نماز یا وضو میں غلطی کرتے ہوئے دیکھتا تو وہ اسے کہتے آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ

(باقی بر صفحہ ۸ کالم ۲)

احکامِ الٰہی کی اطاعت اور مصائب میں صبر و استقلال

موجبِ رحمتِ الٰہی ہے

ڈاکٹر عبداللہ مرحوم کی خدمات اور بیگم عبداللہ کی سیرت و کردار

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ .... وَمَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ

(حٰم السجدہ ۵ رکوع ۴/۵)

احکامِ الٰہی کی فرمانبرداری میں استقامت کی ضرورت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا اور زیارت کے وقت حضورؐ سے پوچھا کہ حضورؐ نے فرمایا شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدُ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا، سورہ ہود کی وہ کونسی آیت ہے، جس کی طرف حضور کا اشارہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں ایک حکم ہے جو بڑا ہی مشکل ہے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے فَاسْتَقِمْ کَمَاۤ اُمِرْتَ، جو حکم تجھے دیا گیا ہے اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جا، یہ بڑا جامع جملہ ہے اس میں احکام کا بھی ذکر ہے مضبوطی اور اخلاص کا بھی ذکر ہے اور استقامت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے حکموں پر چلنے کا بھی ذکر ہے، دوسری جگہ فرمایا اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْکَ جو وحی آپ کی طرف کی گئی ہے، اس کی پوری طرح اتباع کرو، ہر چیز میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے استقلال اور دوام کی ضرورت ہوتی ہے، اسی لئے فرمایا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ بڑے مضبوط ارادہ والے لوگوں کی طرح صبر و استقلال سے کام لیجئے، جو ہمت ہار بیٹھتے ہیں اور صبر و استقلال سے کام نہیں لیتے، وہ ہمیشہ پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں، اسی لئے فرمایا مصائب اور تکالیف پیغمبروں پر آتی رہتی ہیں، اور ہمیشہ پیغمبروں نے ان میں صبر و استقلال سے کام لیا ہے اسی طرح آپ بھی صبر کرو، یہ دونوں آیتیں بہت ڈھارس بندھانے والی ہیں، مضبوطی کے ساتھ احکامِ الٰہی پر کاربند رہنا اور صبر و استقلال کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا پیغمبروں کی شان ہے یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ اے یحییٰ مضبوطی کے ساتھ کتاب پر عمل کرو، یہی ایک چیز ہے جو کامیابی کا موجب ہے، کسی اعتقاد کو پسند کر لینا اور چیز ہے لیکن مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونا بڑی ہمت اور استقلال کو چاہتا ہے، اسی لئے فرمایا فَاسْتَقِمْ کَمَاۤ اُمِرْتَ احکامِ الٰہی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہو، یہ ڈھیلم ڈھالم طریق کہ کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور عمل بھی پر نہیں کرتے کبھی مفید نہیں ہوتا، مردِ مومن، جس طرح دنیا کے دوسرے کاموں میں پوری توجہ دیتے اور مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے ہو، اور اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں، دین پر عمل پیرا ہوئے بغیر کیونکر کامیابی ممکن ہے۔

استقامت دکھانے والوں پر فرشتوں کا نزول

اس آیت میں بڑی خوشخبری دی گئی ہے، وہ یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا اس میں ایک نظریہ اور عقیدہ ہے اور دوسرا عمل، دونوں کا یہاں ذکر ہے جس طرح دوسرے مقامات پر بار بار فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ایمان لانے کے بعد اگر معاملات میں، لین دین میں ایمان کا اثر اور نمونہ نظر نہیں آتا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں پس فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وہ لوگ جنہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہمارا تعلق اللہ تعالےٰ سے ہے وہی ہمارا رب ہے جس کے اندر تمام کمالات جمع ہیں جس نے کائنات کو ایجاد کیا جس کے اوپر ہمارا سہارا ہے۔ ہماری ترقی کے تمام ذرائع اسی پر منحصر ہیں، ثُمَّ اسْتَقَامُوْا پھر اس پر اپنے عمل سے پوری استقامت دکھاتے ہیں تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ایسے لوگوں کی تائید کے لئے ہم انکو بشارت دیتے ہیں اور ان کی ہمت افزائی کے لئے فرشتے نازل ہوتے رہتے ہیں اَلَّا تَخَافُوْا وہ بتاتے ہیں کہ تم پر مصائب آئیں گے مشکلات وارد ہوں گی، لیکن خوف کھانے کی ضرورت نہیں، وَلَا تَحْزَنُوْا جان مال وغیرہ کا جو نقصان ہو جائے اس پر غم اور حزن نہ کریں وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اس جنت سے خوش ہو جاؤ، جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی، جن لوگوں کے اعتقاد صحیح ہوں اور پورے طور پر ان پر عامل ہوں فرشتے اس دنیا میں بھی ان کے دوست بن جاتے ہیں اور آخرت میں بھی فرشتوں کی تائید اور دوستی انہیں حاصل ہو گی، وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْۤ ..... اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ آپ کی تمام مرادیں پوری ہوں گی، اور جو کچھ مانگو گے وہ سب کچھ ملے گا نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ بخشنے والے اور رحم کرنے والے خدا کی طرف سے یہ مہمانی ہے۔

دعوت الی الحق کی عظمت

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اس سے بہتر بات کیا ہو سکتی ہے کہ خدا اور خدا کے رسول کی طرف لوگوں کو بلایا جائے اور نیک اعمال بجا لائیں، اور ایسا شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بنا دے۔

نیکی اور بدی کا مقابلہ

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ یہ بھی یاد رکھو، ہزار کشش بدی میں ہو اور یاد رکھو بدی اور نیکی کبھی برابر نہیں ہوتی، نیکی عزت کو بڑھاتی ہے عزت پیدا کرتی ہے، بدی انسان کو بدنام اور بے عزت کر دیتی ہے دکھ اور تکلیف کا موجب ہوتی ہے، بدی کرنے والے کی روح کو سزا ہے، قلب کو سزا ہے اس کا دل مطمئن نہیں رہتا نیکی روح کی غذا ہے، بدی صحت کو برباد کرنے والی ہے نیکی میں سکینت ہے، بدی میں اضطراب، اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ جہاں تک ممکن ہو احسن طریق سے بدی کو دور کرو فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ احسن طریق سے بدی کا مقابلہ کیا جائے تو دشمن بھی دلی دوست بن جاتا ہے وَمَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰہَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ یہ بڑا بلند مقام ہے صرف وہی لوگ اس مقام تک پہنچ سکتے ہیں، جو صبر و استقلال سے کام لیں اور جو بڑے نصیبوں کے مالک ہوں۔

نبی کریم اور صحابہؓ کی مشکلات

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو دعوت دی اور ساری قوم اس پر قائم ہو گئی، انہیں کامیابیاں حاصل نہیں ہو گئیں بڑے بڑے دشوار گذار جنگلوں سے انہیں گذرنا پڑا، مشکلات کے پہاڑوں کے نیچے انہیں کچلا گیا، عزیزوں اور اقارب کو انہوں نے ترک کر دیا، اپنی جانوں کی قربانی دی لیکن سخت ترین مصائب میں بھی کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں آیا اور یہی کہا سب اللہ ہی کا ہے، ہم بھی اسی کے ہیں، اسی کے پاس ہم نے جانا ہے۔

بیگم عبداللہ کا صبر و استقلال

ڈاکٹر عبداللہ مرحوم کے متعلق "پیغام صلح" کا خصوصی نمبر نکلا ہے اس میں ڈاکٹر صاحب کے کمالات اور ان کی ہمت، ان کے استقلال، ان کی خوش اخلاقی، حسن تدبر اور تقویٰ و طہارت پر نہایت اعلےٰ مضامین شائع ہوئے ہیں، لیکن ان کی بیگم صاحبہ کا دل گردہ، ایمان، توکل بھی اس سے نظر آتا ہے، اس خاتون نے اپنے

سے قرونِ اولیٰ کی مثالوں کو تازہ کر دیا ہے، انہوں نے رضا بالقضا کا نمونہ دکھایا ہے، توکل کا نمونہ دکھایا ہے میں نے ان کو خطوط لکھے کہ انجمن ان کی ہر طرح ہمدردی کرنے کو تیار ہے اور انجمن چاہتی ہے کہ ستمبر کے آخر تک ڈاکٹر صاحب کی پوری تنخواہ آپ کو پہنچتی رہے، اس کے بعد آپ کے پروگرام کے مطابق کوئی وظیفہ آپ کے لئے مقرر کر دیا جائے گا اور میں نے لکھا کہ آپ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب اور یوسف احمد صاحب کے ساتھ مشورہ کر کے کوئی پروگرام بنائیں، اس کے جواب میں انہوں نے جو کچھ لکھا وہ قرونِ اولیٰ کی عورتوں کا نمونہ ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ میرا ایمان ہے کہ جو کچھ ہوا ہے خدا کے حکم سے ہوا ہے اس پر میں راضی ہوں، میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ میں انجمن سے کوئی مالی امداد نہیں لینا چاہتی۔

قرونِ اولیٰ کی مثالیں

کیا دل گردہ ہے، کیا توکل ہے، ایسی مثالیں قرونِ اولیٰ میں ہی مل سکتی ہیں، ایک عورت کے تین بیٹے جنگ میں شہید ہو گئے اور اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَنِیْ بِشَہَادَتِہِمْ خدا کا شکر ہے جس نے ان کی شہادت سے میری عزت افزائی فرمائی، ایک عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ اگر کسی ہمسایہ سے کوئی چیز مستعار لی ہو، اور وہ واپس مانگے تو اسے خوشی سے دینی چاہیئے یا نہیں، اس نے کہا خوشی سے اس کی چیز دے دینی چاہیئے، وہ کہنے لگی کہ آپ کل شام سفر سے واپس آئے تھے، اسی وقت آپ کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے ہمارے بچے کا انتقال ہو گیا میں نے یہ خیال کر کے کہ سفر کی کوفت میں آپ کو یہ بتانا ٹھیک نہ ہوگا، آپ سے یہ کہدیا کہ بچہ استراحت کر رہا ہے، یہ بھی خوش ہیں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی رپورٹ ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ان کو خدا اپنے فضل سے نہایت صالح اولاد عطا فرمائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب کا بچہ دم توڑ رہا تھا، آپ کو خبر ملی تو فرمایا کہ لِتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ لِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَمَا اَخَذَ یعنی صبر سے کام لیں اور راضی بالقضیٰ ہونے کا اجر حاصل کریں جو کچھ خدا نے دیا .... اور جو اس نے لیا وہ بھی اسی کا ہے، یہ تلقین آپ نے اپنی صاحبزادی کو کی۔ ایک عورت نے احد کی جنگ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سنی تو دوڑی ہوئی گئی، کسی نے اسے کہا کہ تیرا خاوند مارا گیا، اس نے کہا مَا فَعَلَ النَّبِیُّ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے، دوسرے نے کہا تیرا بھائی مارا گیا، اس نے پھر یہی کہا مَا فَعَلَ النَّبِیُّ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال مجھے بتاؤ، پھر کسی نے کہا تیرا بیٹا بھی مارا گیا، اس نے پھر یہی سوال کیا مَا فَعَلَ النَّبِیُّ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری، پھر اسے بتایا گیا کہ آپ بخیریت ہیں کہنے لگی اَرِنِیْہِ لِاَنْظُرَ اِلَیْہِ مجھے دکھاؤ تاکہ میں آنکھوں کو حضور کی زیارت سے ٹھنڈا کروں، اور جب آپ کو دیکھا تو کہنے لگی کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ آپ کی خیریت اور آپ کے سلامت رہ جانے کے بعد سب مصیبتیں ہلکی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب اور بیگم عبداللہ کا مقام

یہ قرونِ اولیٰ کی مثالیں ہیں جو بیگم عبداللہ نے زندہ کر دیں، اس تحریر کو آپ پڑھیں اس سے نظر آتا ہے کہ ڈاکٹر عبداللہ کا کیا مرتبہ ہے، بیس پچیس سال انہوں نے ڈاکٹر صاحب کے دوش بدوش کام کیا، ان کا اٹھنا بیٹھنا، ان کی خدمتگذاری بے مثال ہے، مشرق مغرب دونوں ان کے خصائل حسنہ کے گواہ ہیں، اس مغربی پاکستان کے ہائی کورٹ میں ایک جج ہیں انہوں نے ایک ملاقات میں ڈاکٹر صاحب کی وفات کی خبر سن کر بہت افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ گذشتہ سال گرمیوں کی چھٹیوں میں جب میں ولایت گیا تو خیال آیا کہ تعجب ہے کہ مرکز ووکنگ آج تک نہ دیکھا جہاں سے اسلام کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ چنانچہ وہاں گیا، اور ڈاکٹر عبداللہ نے اور ان کی بیگم صاحبہ نے اس قدر حسن اخلاق کا اظہار کیا کہ بھول نہیں سکتا اور انہوں نے شام تک وہاں سے واپس نہیں آنے دیا۔

آپ "پیغام صلح" کے اس تحریر کو پڑھیں، وہ ہمارے لئے سبق ہے، میاں بیوی دونوں کا نمونہ قابل تقلید ہے اس آیت کا مضمون ان پر صادق آتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ جو لوگ خدا ہی کے ہو جاتے ہیں اور پوری استقامت کے ساتھ خدا کے احکام کی فرمانبرداری کرتے ہیں ان پر ملائکہ اترتے ہیں، جو ان کی تسلی اور اطمینان کا موجب ہوتے ہیں اور ان کو تسلی دیتے ہیں کہ خوف نہ کرو، اور نقصان پر بھی حزن نہ کرو، اور اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا یہ آیت اُن پر چسپاں ہے اور وہ اس کے مصداق ہیں اللہ تعالے پروفیسر صاحب کے تمام چھوٹے بڑے رشتہ داروں پر اپنے فضل وکرم کی بارش نازل فرمائے انہوں نے نہایت قابل قدر نمونہ قائم کیا ہے میں نے ان کی بیگم صاحبہ کو پھر لکھا ہے کہ پروفیسر عبداللہ جہاد دعوت تبلیغ میں شہید ہوئے ہیں ان کو پنشن کا حق ہے، یہ حق ان کے ورثاء کو ملنا چاہیئے، اگر وہ بی بی میرے اس مشورہ کو مان لیں تو انجمن کی جانب سے بھی کوئی خدمت ان کی ہو جائے اگرچہ وہ کوئی خدمت نہیں ان کا استحقاق ہے۔

—(بقیہ کالم ۳ سے)—

اور ..... باہم مل کر ماحضر تناول کرنے سے ایک لطف پیدا ہو گیا۔

محمد یحییٰ بٹ
کنوینر

احمدی نوجوانوں کا پندرہ روزہ اجتماع

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقامی نوجوانوں کے پندرہ روزہ اجتماعات کا سلسلہ کچھ دن پیشتر رمضان شریف کے مبارک مہینہ اور بعض نوجوانوں کے یونیورسٹی امتحانات میں شمولیت اختیار کرنے کے باعث ملتوی رہا۔ الحمدللہ عظیم کہ اجتماعات کا یہ سلسلہ یکم جولائی سے ازسرنو شروع ہو گیا ہے چنانچہ گذشتہ اتوار مورخہ یکم جولائی بوقت پانچ بجے بعد نماز عصر ہمارا یہ اجتماع جامعہ مسجد واقع احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ اور قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا۔ پچاس کے قریب نوجوانوں نے اس میں شمولیت کر کے اجتماع کو پُر رونق اور کامیاب بنا دیا۔

یہ اجتماع محترم مولوی احمد یار صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس کی ابتدا قرآن کریم کی تلاوت سے ہوئی۔ بعد میں ظفر علی صاحب اور عبدالرحمن صاحب نے حضرت صاحب کا منظوم کلام پڑھ کر سنایا۔ ازاں بعد خاکسار نے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا مسلمان قوم پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے .... انہیں انحطاط سے نکال کر بام عروج تک پہنچانے کے لئے وہ نقطہ نظر پیش کیا جو قرآن کریم نے قوموں کے تنزل اور عروج کے بارہ میں بیان فرمایا ہے اور جس کے تحت مختلف ادوار میں خدا تعالیٰ قوموں کی ترقی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرتا رہا۔ قوم کے دیگر بہی خواہوں نے بھی قوم کے سامنے مختلف راہیں پیش کیں لیکن کسی ایک نے قرآن کریم کے بتائے ہوئے نقطہ نظر اور انبیاء علیہم السلام کی تجربہ شدہ راہ کو نہیں اپنایا۔ یہ صرف حضرت امام زمان کا ہی وجود مبارک ہے جنہوں نے اس راہ کو قوم کے سامنے پیش کیا۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت امام زمان کی اہمیت کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے۔

بعد میں محترم ناصر احمد صاحب نے اخلاقیات کے موضوع پر تقریر فرمائی اور بتایا کہ اخلاق کی ابتدا اپنے جذبات اور اپنے قوی کو صحیح محل پر استعمال کرنے سے ہوتی ہے ازاں بعد محترم عبدالحمید صاحب نے قرآن کریم کی سورۃ العصر کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ حق کو قبول کر لینے کے بعد اسے صبر کے ساتھ دوسرے لوگوں کو پہنچانا بھی نہایت ضروری ہے۔ آخر میں ہمارے عزیز نوجوان فیض محمد صاحب اور محمد حسین صاحب متعلم اور حبیب الرحمن صاحب متعلم نے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں غرضیکہ ہمارا یہ اجتماع بڑا کامیاب رہا۔ اور بڑی خوش اسلوبی سے ختم ہوا۔

حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

مذہب اسلام

حضرت امیر مرحوم کی معرکہ آرا انگریزی تصنیف ریلیجن آف اسلام کا اردو ترجمہ

(از مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن)

کتاب کے شروع میں حضرت مولانا مرحوم نے ایک نہایت مختصر دیباچہ لکھا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔ (حسن)

دیباچہ

اسلام کے متعلق جو عام جہل اور تغافل مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے اس کی تشریح کے لئے اس سے زیادہ واضح امر اور کیا ہو سکتا ہے کہ انگریزی زبان میں اسلام پر لٹریچر پیدا کرنے میں غیر مسلموں کی مساعی کا حصہ مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس لٹریچر کے بیشتر حصہ میں اسلام کی خوبصورت تصویر کو بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ لیکن اس امر میں بھی غیر مسلموں کی نسبت مسلمان ہی زیادہ تر قابل الزام ہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کے سامنے جو اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے سرگرداں ہے صحیح قسم کی معلومات بہم پہنچائیں۔ لیکن یورپ کے اس پیدا کردہ لٹریچر کے ایک حصہ کی سطحیت اور دوسرے حصہ کی متعصبانہ اور معاندانہ طرز نگارش کے متعلق کچھ بھی کہا جائے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یورپ نے اس ریسرچ ورک میں جو مذہب اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ سے متعلق ہے نہایت بیش بہا اور قابل قدر حصہ لیا ہے۔

مسلمان بھی اب انگریزی میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنے کی طرف توجہ مبذول کر رہے ہیں لیکن اس سلسلہ میں جو قدم اٹھایا جا رہا ہے وہ بہت کمزور ہے۔ اور اس کا مطمح نظر ٹھوس جد و جہد کی نسبت جو محنت شاقہ اور تنقیدی کاوش کی مقتضی ہے زیادہ تر مارکیٹ کو اپیل کرنا ہے۔

"ریلیجن آف اسلام" ایک کتاب کا نام ہے جو ریورنڈ ایف اے کلین (Rev: F.A. CLIEN) نے ۱۹۰۶ء میں شائع کی۔ ایک دوست کی وساطت سے یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں میرے ہاتھ لگی۔ انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں اسلام کی تصویر کو موڑ توڑ کر پیش کی گئی ہے اسے پڑھ کر انہیں سخت صدمہ ہوا ہے اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں ایک مبسوط اور مفصل کتاب تصنیف کروں جو اسلام کی صحیح تصویر کی حامل ہو اور اس میں اسلامی تعلیمات پر سیر حاصل بحث کی جا سکے۔ مگر اس واقعہ سے پہلے مذکورہ بالا کتاب کو شائع ہوئے بیس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا۔ یعنی یہ ۱۳ فروری ۱۹۰۶ء کو عین اس وقت کے قریب قریب لندن میں شائع ہوئی جبکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الرحمۃ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں انگریزی زبان میں ایک ایسی جامع کتاب تصنیف کروں جس میں وہ تمام تفصیلات موجود ہوں جو مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے واسطے اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں، اور جو اسلام کے دلکش اور خوبصورت چہرہ کی جسے اغیار بگاڑ کر پیش کر رہے ہیں، نقاب کشائی کرے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پریزیڈنٹ ہونے کی حیثیت سے جو گوناگوں فرائض مجھے سرانجام دینے پڑتے ہیں وہ میرے رستہ میں حائل تھے لیکن آخر فرض کا احساس ان مشکلات پر غالب آیا اور مسٹر کلین ..... کی کتاب مطالعہ کر لینے کے بعد معاً میں اپنی کتاب کی تصنیف کے کام میں لگ گیا اور اب بفضلہ تعالےٰ یہ کتاب اسی نام سے شائع کی جا رہی ہے۔

اگر میں کلیتہً اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دیتا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی تکمیل کے لئے تین سال سے زائد عرصہ نہ لگتا۔ لیکن سات سال گذر گئے ہیں اور پھر بھی میں مطمئن نہیں ہوں کہ میری یہ کتاب فی الواقعہ اسلام کی ایسی ہی مکمل تصویر ہے جیسی میں چاہتا تھا۔ ایک لحاظ سے تو میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ میں نے خدا کے فضل سے اسلام سے متعلق علمی خدمات میں بھی حصہ لیا اور اس کے ساتھ ہی میں ایک ایسی سوسائٹی کا صدر ہوں جس کا مقصد دنیا میں اشاعت اسلام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں کام ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں، لیکن ایک دوسرے لحاظ سے میرے لئے یہ بدقسمتی کی بات ہے کیونکہ ان دونوں کاموں میں سے ہر ایک کام اپنی اپنی جگہ کلی انہماک اور پوری پوری یکسوئی کا محتاج ہے، اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ایک سرانجام دینے کے لئے دوسرے کو نظر انداز کیا جائے۔

ان کثیر التعداد فرائض اور ذمہ داریوں کے درمیان جو مجھے ایک نئی قائم شدہ سوسائٹی کے صدر ہونے کی حیثیت سے ادا کرنی پڑتی تھیں ..... مصنف مذکور کی کتاب کا مجھے بار بار خیال آتا رہا اور بار بار میری توجہ اس طرف منعطف ہوتی رہی لیکن میں ہمیشہ کسی نہ کسی ایسے کام کی طرف توجہ مبذول کرنے پر مجبور ہو جاتا جس کا سرانجام دینا تقاضائے وقت میرے لئے ازبس ضروری تھا۔ فی الجملہ ایک مصنف کے لئے جس [illegible] اور دلجمعی کی ضرورت ہوتی ہے وہ مجھے میسر نہ آ سکی اور مجھے اعتراف کرنا ہوگا کہ شاید حالات کی نامساعدت کی وجہ سے کتاب کی تصنیف میں کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو۔

اور اس پر مستزاد یہ کہ انہی دنوں ایک اور واقعہ پیش آگیا جس کی وجہ سے کتاب کے محاسن میں کمی رہ جانا بالکل قرین قیاس تھا اور وہ یہ کہ میں مارچ ۱۹۳۵ء میں بیمار پڑ گیا اور سخت بیمار رہا۔ اور میرے طبی مشیروں نے مجھے سختی سے ہدایت کی کہ میں کچھ عرصہ کے لئے تمام کام کاج چھوڑ کر کامل آرام کروں بلکہ مجھے یہ مشورہ بھی دیا گیا کہ بیماری سے اٹھنے کے بعد بھی میں کسی محنت طلب کام کو ہاتھ نہ لگاؤں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس مشورہ کی پابندی نہ کر سکا کیونکہ مجھے اس کتاب کی اشاعت کو کھٹائی میں ڈالنا گوارا نہ تھا۔ لہذا مجھے بڑی عجلت سے کام کرنا پڑا۔ اور اسی عجلت کے مدنظر .... بہت سی باتیں جو میں ابتداءً شامل کتاب کرنا چاہتا تھا سردست ملتوی کرنی پڑیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ کتاب کے آخری ابواب اس قدر مفصل تحریر نہیں کئے جا سکے جس قدر میں چاہتا تھا۔ اگر خدا نے مجھے زندگی دی تو جو کمی اب رہ گئی ہے وہ انشاءاللہ طبع ثانی میں دور کر دی جائیگی۔

جیسا کہ میں نے اس کتاب کی انٹروڈکشن میں بتایا ہے **اسلام** ایک ایسا مذہب ہے جو صرف عبادت کے طریقوں اور ان ذرائع پر ہی بحث نہیں کرتا جن سے انسان کو خدا کا تقرب حاصل ہوتا ہے، بلکہ وہ اور بہت سے پیچیدہ مسائل پر بھی بحث کرتا ہے۔ جو ہمارے ارد گرد کی دنیا سے متعلق ہیں، اور وہ ان مسائل پر بھی روشنی ڈالتا ہے جن کا واسطہ انسان کی عمرانی اور سیاسی زندگی سے ہے، ایک ایسی کتاب میں جس کے مدنظر اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا ہے۔ یہ ضروری تھا کہ نہ صرف مذہب کے آئین و قوانین پر ہی بحث کی جاتی بلکہ ان اصولوں پر پوری پوری روشنی ڈالی جاتی جن پر اسلام کی اساس ہے۔ اور ان مآخذ پر بھی جہاں سے اس کی تعلیمات۔ اس کے اصول اور قوانین اخذ کئے گئے ہیں نظر ہوتی۔ میں نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ **پہلا** حصہ ان مآخذ پر بحث کرتا ہے جہاں سے اسلامی تعلیمات لی گئی ہیں اور جو دنیائے اسلام کو ان کی موجودہ اور آئندہ ضروریات میں رہنمائی کرنے کا کام دے سکتے ہیں۔ **دوسرا** حصہ معتقدات یا مذہب کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالتا ہے، اور **تیسرا** حصہ ان قواعد و ضوابط پر مشتمل ہے۔ جو ایک مسلم کے نہ صرف خانگی عمرانی اور بین الاقوامی تعلقات پر ہی اثر انداز ہیں بلکہ اس کے خدا کے ساتھ تعلقات پر بھی

---

۱ اسلام کا فلسفہ اخلاق اور اسلامی ریاست

...جاری ... ہیں ... جو اس نے قوم کی تربیت ان کی ترقی اور ترویج کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

کتاب کے ساتھ ایک تمہید بھی شامل کی گئی ہے جس میں مذہب اور بالخصوص مذہب اسلام کے متعلق عام مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

اگر اس نوعیت کی کتاب میں جیسی یہ ہے دوسرے مصنفین کے مکمل حوالے نہ دیئے جاتے تو کتاب کی قدر و قیمت پر جو اثر پڑ سکتا تھا وہ ظاہر ہے، بریں وجہ کتاب کا کام بہت محنت طلب ہو گیا۔ چنانچہ اس میں ۲۵۰۰ حوالجات اور اقوال درج کئے گئے ہیں۔

چونکہ قرآن مجید اصل ماخذ ہے اور اسی پر ہی تمام اصول اور قوانین اسلام کی بنیاد ہے اس لئے اسکو اس فہرست میں سب پر تقدم حاصل ہے۔ اس کے بعد بخاری آتی ہے جو کتب احادیث میں سب سے زیادہ نقد اور سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے غرض یہ دو کتابیں ہیں جن پر زیادہ تر اس کتاب کی بنیاد رکھی گئی ہے لیکن ان کے علاوہ دوسری کتب کو بھی جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی ہے بکثرت پیش کیا ہے اور ان کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔

دوسری ایڈیشن

دفعۃً کثیر تعداد میں کتاب کی مانگ آ جانے پر کتاب کی دوسری ایڈیشن پریس میں بھیجنے کے لئے مجھے توجہ دلائی گئی۔ مجھے افسوس ہے کہ ان دو ابواب کے لئے مجھے وقت نہ مل سکا جن کا دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کرنے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ ....

تاہم ان ہر دو مضامین یعنی اخلاقیات اور ریاست پر میں اپنی ایک بعد کی تصنیف **مینول آف حدیث** میں بحث کر چکا ہوں نیز اسلامی ریاست پر اپنی ایک دوسری تصنیف **دی نیو ورلڈ آرڈر** میں بھی ایک باب سپرد قلم کر چکا ہوں۔ اور میں قارئین کرام کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ ان مضامین کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے ہر دو مذکورہ بالا کتب کی طرف رجوع فرمائیں۔

غرض ماسوائے اس امر کے کہ بعض بعض جگہ نہایت خفیف تبدیلیاں کی گئی ہیں کتاب اسی حالت میں پریس جا رہی ہے جس طرح یہ پہلے چھپی تھی۔

والسلام

محمد علی

پریذیڈنٹ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

لاہور احمدیہ بلڈنگس ۱۲ نومبر ۱۹۳۵ء

علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے، وہ آپ کے نمونہ کی پوری پیروی کرتے تھے، گویا وہ عشق رکھتے تھے کہ آپ کے ہر نمونہ کی پوری پیروی کریں، پس اگر آپ سمجھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں تو اپنے معاملات کو اس کسوٹی پر پرکھیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر آپ چلتے ہیں یا کہ اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں، آخر کس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمونہ ہیں میرے اپنے فائدہ کے لئے، اگر میں اس نمونہ پر چلوں گا تو فائدہ اٹھاؤں گا ورنہ نقصان ہی نقصان ہے۔

اتباع نبوی سے معرفت الٰہی کا حصول

یہ تمام باتیں قصہ کہانی ہوتیں اگر ہم نے ایک شخص کو دیکھا نہ ہوتا جس نے اپنے اعمال سے ثابت کیا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے، اس نے خود کہا کہ میں نے جو کچھ پایا آپ کی اتباع سے پایا۔ ایک شخص چاہتا ہے خدا کی معرفت حاصل کرے، یہ معرفت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ میں نے محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی سے معرفت الٰہی حاصل کی ہے، آپ کی اتباع سے خدا مجھ سے ہمکلام ہوا کیونکہ خدا کی ہستی کا یقین نہیں ہو سکتا جب تک اس کی طرف سے انا الموجود کی آواز نہ آئے، دوسرا شخص ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ لیکن وہ جو اپنے کان سے اس کی آواز کو سنتا ہے وہی حقیقی معرفت کے مقام تک پہنچتا ہے۔

مسیح موعودؑ کا الہام منجانب اللہ تھا

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے .... وہ آواز خدا کی طرف سے نہ ہو، لیکن اس شخص کو جو علم غیب دیا گیا، آیندہ کی جو خبریں اسکو بتائی گئیں، ان کے کوئی اسباب اس وقت موجود نہ تھے۔ لیکن وہ خبریں اپنے وقت پر پوری ہو گئیں، مجھے بارہا تعجب ہوتا ہے کہ جلسہ اعظم مذاہب میں جب آپ نے مضمون بھیجا تو ساتھ ہی اشتہار دے دیا کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ ہمارا یہ مضمون بالا رہے گا، اس وقت منتظمین میں جو لوگ تھے، وہ سب کے سب آپ کے مخالف تھے، ہندو، عیسائی، آریہ، برہمو سب ہی آپ کے دشمن تھے، اور تو اور مسلمان بھی انہیں کے ساتھ تھے، ممکن تھا کہ آپ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے وہ سب مل کر کہہ دیتے کہ یہ مضمون سب سے گھٹیا ہے، لیکن خدا کے کام دیکھئے وہ جو مخالف تھے، انہوں نے ہی کہا کہ یہ مضمون سب سے بالا ہے یہ چیز بتاتی ہے کہ یہ آواز خدا کی طرف سے تھی اور یہ خدا کی ہستی اور مرزا غلام احمد کے منجانب اللہ ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔

ملفوظات مسیح موعودؑ میں سلوک روحانی کی منازل

ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو میری آپ کی طرح پیش کیا ہے آپ جانتے ہیں عبد کا مقام رسول سے اوپر ہے، صحیح اور کامل عبد ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ رسول

بتنا، خیر یہ تو ایک الگ مضمون ہے، اسکو [illegible] چھوڑتا ہوں، ایک بات اپنے اور آپ کے لئے کہتا ہوں، کوئی مسلمان نہیں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انس نہ ہو لیکن ایک شخص جس سے محبت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر ادا کی پیروی کرے اور اس کا حکم مانے، "پیغام صلح" میں ایک بھائی نے حضرت مسیح موعود کے ملفوظات نقل کئے ہیں، میں تو مدت سے کہہ رہا ہوں کہ حضرت کے ملفوظات مکمل کر کے چھپوائے جائیں حضرت صاحب کی تصانیف بھی ہیں لیکن آپ نے ان میں [illegible] اور اکثر اعتراضات کے جواب دیئے ہیں، مگر ملفوظات میں آپ نے روحانی منازل طے کرائی ہیں، ان میں بتایا کہ انسان کے نفس کو کس قدر ٹھوکریں لگتی ہیں اور کس طرح اس پر قابو پایا جا سکتا ہے، آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ تمہارا قول اور فعل برابر ہونا چاہیئے [illegible] فرمایا ہے کہ وہ شخص عذاب خریدتا ہے جس کا قول اس کے عمل کے مطابق نہیں، اس لئے میں کہوں گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے مطابق میں اخلاق نہ دکھاؤں بلکہ میرے اخلاق آپ کے اسوہ کے خلاف ہوں تو اس کا کیا فائدہ ہے کہ آپ کا اسوۂ حسنہ کہکر ہم خوش ہو لیں اس لئے آپ اس طرف متوجہ ہوں۔

مسیح موعود کی شان اور احمدی کی ذمہ داری

ہم نے وہ زمانہ پایا جب ایک مامور ہمارے [illegible] آیا مامور بھی بڑی شان کا آیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا صحیح نمونہ دکھایا، لیکن افسوس ہے کہ ہم نے بھی اسے نہیں پہچانا، پہلے ماموروں کو بھی دیکھئے، ان کی وہ شان نہیں جو مسیح موعود کی ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ شیعوں کے لئے آئے لیکن مرزا صاحب کا مقابلہ تمام مذاہب کے ساتھ تھا اور تمام دنیا کے حالات کے متعلق آپ نے پیشگوئیاں کیں افغانستان، یورپ، ایشیا، زار روس، آنے والے فتنوں اور جنگوں کا آپ کے الہامات میں ذکر ہے ہمیں شکر کرنا چاہیئے کہ ہم نے وہ زمانہ پایا جب کہ خدا کے انوار اترے، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیئے مگر [illegible] لوگ جنہوں نے آپ کو نہیں دیکھا وہ اس طرف آ رہے ہیں احمدی پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ آپ کی ہر حرکت سکون پر دنیا کی نظر ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کی کسی حرکت سے اسلام کو نقصان پہنچ جائے، اور دنیا کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوں ٭

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کے روزنامچہ سے چند ضروری اقتباسات

اللہ والوں کی جماعت

مجلّہ آستانہ دہلی مجریہ ماہ اپریل صفحہ نمبر ۱۴ کی مندرجہ ذیل عبارت پیش نظر ہے بجناب صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی کی قلم سے ایڈیٹوریل کے کالم میں "اللہ والوں کی جماعت" کے زیر عنوان متلاشیانِ حق و صداقت کو دعوتِ عمل دی جارہی ہے، فرماتے ہیں:-

"اسلام نے دنیا کو رُشد و ہدایت کا ایک مکمل پروگرام .... عطا کیا ہے۔ اس کی رہنمائی تمام شعبۂ حیات پر حاوی و محیط ہے لیکن اسلام اور اس کی رہنمائی کو عقیدۂ نجات سمجھنے والے بیشتر مسلمانوں کا سرمایہ آج صرف زبانوں کی عقیدتمندی ہے۔ بیشتر معاملات میں وہ اسلام کے آفتاب سے ہدایت کی کوئی کرن نہیں مانگتے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے "اُسوہ حسنہ" کو اپنی زندگیوں کے لئے معیارِ حیات نہیں بناتے۔ ہم اسلام سے بیگانہ ہوتے جارہے ہیں راہِ حق سے ہم نے منہ موڑ لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم گمراہیوں اور مصیبتوں کے عجیب و غریب صحراؤں میں بھٹک رہے ہیں ـــ خدا اور رسُول کی تعلیمات سے اعراض و غفلت کا نتیجہ اس کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے؟

ہم عالم بیداری میں یہ خواب مدّت سے دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جس کا اللہ نے تمام مسلمانوں سے مطالبہ کیا ہے۔ جس کا نام "اللہ والوں کی جماعت ہو"۔

فاروقی صاحب موصوف نے موجودہ مسلمانوں کی بدحالی اور سراسیمگی کا جو نقشہ سطور بالا میں پیش فرمایا ہے، وہ حرف بحرف صحیح و درست ہے۔ لیکن یہ "رُشد و ہدایت کا ایک مکمل پروگرام" بیکار کیوں پڑا ہوا ہے اس پر کبھی غور و فکر سے سوچا گیا؟ آخر یہ کیا بات ہے کہ "مسلمانوں کی زندگی کا معیارِ حیات" رسُول کا اُسوہ حسنہ" نہیں رہا، "راہِ حق" سے کیوں منہ موڑ لیا ہے" گمراہیوں اور مصیبتوں کے عجیب و غریب صحراؤں میں وہ کیوں بھٹک رہے ہیں" رسُول کی تعلیمات سے اعراض و غفلت کیوں؟

محترم فاروقی صاحب اور ان کے ہم خیال دوسرے مسلم اکابر غور کریں اور سوچیں۔ کیا یہ کونوا مع الصادقین کی خلاف ورزی تو نہیں من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ کی سزا تو نہیں دی جارہی؟ خدا تعالےٰ نے تو اپنے فضل و رحم سے حسبِ وعدہ اپنی سنّت کے مطابق چودھویں صدی کے مجدّد کو مبعوث فرما کر تمہاری اصلاح کے لئے بھیجا تم نے بجائے اس کے کہ سرِ تسلیم خم کرتے فقست قلوبھم کا افسوسناک منظر ہو گیا۔ ابٰی واستکبر نے تمہیں اس گردابِ بلا میں پھنسایا۔ مامورِ الٰہی اپنے وقت پر آیا۔ "اللہ والوں کی جماعت" قائم کی۔ اس نے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے فرمودہ پر پوری تندہی سے گامزن ہوکر ساری دنیا میں اسلام کے رشد و ہدایت کے پیغام سرمدی کو پہنچایا۔ افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور مغرب کی آرام پرور وادیوں میں اللّٰہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ آپ عالم بیداری میں یہ خواب مدّت سے دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جس کا اللہ نے تمام مسلمانوں سے مطالبہ کیا ہے اور جس کا نام "اللہ والوں کی جماعت ہو"۔ آپ کا یہ خواب مامورِ وقت کی پاک جماعت نے اپنے وجود سے حقیقت ثابت کر دیا ہے آج اس جماعت کو فخر ہے کہ اللہ نے اس کو ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کا مصداق قرار دیتے ہوئے نوازا ہے۔ آؤ اس "اللہ والوں کی جماعت" سے مل کر خدا کے دین کی اشاعت کے مقدس کام میں لگ جاؤ۔

بگفت ایں ایر فصرت را دہندت لے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

احمدی علم کلام کی برکات

گذشتہ پیر ۱۷ر اپریل سے بغداد ریڈیو اسٹیشن نے سلسلہ احادیث "من هنا نبدا" کے عنوان سے شروع کیا ہے آج اس سلسلۃ الاحادیث کی دوسری قسط براڈ کاسٹ ہوئی۔ ابتداً التبشیر برسالۃ الاسلام کے الفاظ سے کی جاتی ہے۔ ۱۷ر اپریل کے روز لارڈ ہیڈلے لارڈ ہیڈلے وغیرہ کے آغوش اسلام میں آنے کا ذکر بھی کیا تھا اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ دین میں کوئی جبر نہیں وغیرہ وغیرہ امور پہ بحث کی گئی ہے، اشاعت اسلام کے لئے اسی طریقہ کو پیش کیا ہے جو مجدّد وقت نے بتلایا اور اس کے شاگردانِ رشید نے دنیا کے سامنے پیش کرکے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا یہ احمدی علم کلام کی برکات ہیں جو اہل علم و فہم حضرات کے دل و دماغ کو مسحور کر رہی ہیں ادفع بالتی ھی احسن کے زرّین اصول پہ لوگ گامزن ہو رہے ہیں۔ اکراہ فی الدین کا عقیدہ اپنی موت خود مر رہا ہے۔ اے عاشقانِ مسیح محمدی اپنے اقدام کی رفتار کو اور تیز کرو یہ تمہاری انتھک کوششوں اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ تیز رفتاری غلبۂ اسلام کو قریب تر لانے کا باعث ہوگی۔ اللھم تقبل منا ـ "وانصرنا علی القوم الکافرین"

مجاہد برما کا خط

۲۶ر اپریل ۱۹۵۶ء بروز جمعرات:-

مجاہد برما اکبر خان صاحب کا رنگون سے لکھا ہوا خط مرقومہ ۱۵ر اپریل بذریعہ ہوائی ڈاک ملا۔ احباب جماعت کی ضیافتِ طبع کے لئے دو ایک اقتباس درجِ ذیل ہیں۔ یہ بوڑھا مجاہد کاروبار کی پوری مشغولیت کے باوجود خدمتِ دین کے مقدس کام کو نہایت احسن طریق پر ... چلا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عمر خضر عطا فرمائے اور اپنے دین کی مزید خدمت لے۔

"حضرت مولانا عزیز بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمر کا خیال کرتے ہوئے حضرت مولانا آفتاب الدین احمد کی وفات کا غم میرے دل سے اب تک دُور نہیں ہوا"

"آپ بستر علالت پر بیٹھے ہوئے جو کام خدمتِ دین کا کرتے ہیں وہ تندرستی میں بھی میں نہیں کرسکتا خدا آپ کی عمر دراز کرے اور جلد تندرستی بخشے"

"میرا چھوٹا نواسہ محمد سلیمان رشید جس کا ذکر میں نے کئی بار کیا تھا۔ انشاء اللہ اکتوبر میں اپنی ڈاکٹری تعلیم پوری کرنے کے لئے ولایت جارہا ہے میں اس کے لئے خاص دعا کر رہا ہوں آپ بھی دعا کیجئے" (بزرگانِ سلسلہ سے دعا کی درخواست ہے)

"یوں تو ربوہ کی جماعت اس ملک میں ہے۔ مگر لاہوری جماعت کا کوئی شخص مجھے نظر نہ آتا تھا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ لاہوری احمدیت کا بیج بھی اس نے بو دیا اور میں کچھ کچھ پانی دے رہا ہوں، اور خدا سے امید ہے کہ میرا یہ نواسہ درخت تیار کرے گا اور برمی مسلم اس درخت کے پھل کو خوشی خوشی کھاویں گے"

"اتنا لٹریچر پھیلانے کے باوجود اس ملک کے عام تو کیا خاص لوگوں میں اتنی جہالت ہے کہ مرزا صاحب کا نام تک سُننا نہیں چاہتے"۔

حضرت مسیح موعودؑ کا خطبہ (بقیہ صفحہ اوّل)

بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے خصوصاً کشمیریوں کے پیٹ تو بکروں کے مدفن ہو جاتے ہیں گو اور لوگ بھی کمی نہیں کرتے۔ الغرض ہر قسم کے کھیل کود، لہو و لعب کا نام عید سمجھا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ اس حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔ درحقیقت اس دن میں بڑا سِر یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو لہلہاتے کھیت کی طرح دکھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذرا دریغ نہ کیا، اسمیں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے اور خدا کے حکم کے سامنے اسکی اپنی جان اپنی اولاد اپنے اقرباء و اعزا کا خون بھی خفیف نظر آوے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی، خونوں سے جنگل بھر گئے، گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں، باپوں نے اپنے اپنے بچوں کو، بیٹوں نے اپنے اپنے باپوں کو قتل کیا اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جاویں تو انکی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی اور خوشی اور لہو و لعب کے روحانیت کا کونسا حصہ باقی ہے۔ یہ عید اضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اسکو بڑی عید کہتے ہیں مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کسقدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اس روشنی اور نور کو لیتے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور ذاتی مجاہدہ ہے اور اس کا نام بذل الروح ہے مگر یہ عید جسکو بڑی عید کہتے ہیں ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے جس پر افسوس کہ توجہ نہیں کی گئی۔ خدا تعالیٰ نے جسکے رحم کا ظہور کئی طرح پر ہوتا ہے اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بڑا بھاری رحم کیا ہے کہ* اور امتوں میں جس قدر باتیں

* پوست اور قشر کے رنگ میں تھیں ان کی حقیقت اس امت مرحومہ میں دکھلائی ہے۔

قربانی اور عید اضحیٰ کے مسائل

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجے کی ہو اتنی ہی افضل ہے۔ نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی، اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے، کوئی عیب نہ ہو، لولا، لنگڑا، کانا یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو، خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اونٹ میں دس۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید و خطبہ کے بعد سے لے کر ۱۲؍ ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں، جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہیئے۔

۴۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ دلوں کا تقوےٰ خدا تک پہنچتا ہے، پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دراصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے، یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے، جب تک یہ تقوےٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ قربانی کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے۔ ایک حصہ خود کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں اور دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے، تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۶۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا، خوشی کرنا منشائے اسلام ہے، نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ دینا اور اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۷۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲؍ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:۔

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد۔

ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۸۔ عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں کھانوں اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں ایسے موقعہ پر اشاعت اسلام کے لئے بھی کچھ خرچ کرنا آج وقت کا تقاضا ہے۔ پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں جو مرکزی انجمن نے مساجد فنڈ کے لئے اپیل کی ہوئی ہے وہ بھی ہر ایک دوست کے مدنظر رہنی چاہیئے جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں مساجد کی تعمیر، سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بے حد ضروری ہے۔

۹۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینا اشاعت اسلام کا بہترین مصرف ہے، قصاب کو اجرت میں دے دینا جائز نہیں۔

ضرورت رشتہ

(۱) ایک معزز اور شریف احمدی گھرانہ کی تعلیمیافتہ، دستکاری اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف، پابند صوم و صلوٰۃ، اوصاف حمیدہ کی حامل دوشیزہ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

(۲) ایک اعلیٰ تعلیمیافتہ احمدی نوجوان کے لئے جو ایک معقول مشاہرہ پر مستقل ملازم ہے اور اس کی ملازمت کلاس III میں ہے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

خواہشمند احباب معرفت ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح خط و کتابت کریں۔ خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جائیگی۔

صرف ٹائیٹل اور گرین پریس بیڈن چمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس بیرون سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

پیغام صلح مورخہ ۱۸؍ جولائی ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۵

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء | نمبر ۲۸

ہمارا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ۞ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

ہم تو خدا کے فضل سے مسلمان ہیں ۔ حضرت محمد مصطفےٰ ہمارے امام اور پیشوا ہیں

ہست او خیر الرسل خیر الانام ۞ ہر نبوّت را بر و شد اختتام

وہ خیر الرسل اور تمام مخلوقات سے بہتر ہیں ۔ ہر قسم کی نبوت آپ پر ختم ہو گئی ہے

آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست ۞ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

وہ کتاب حق جس کا نام قرآن ہے ۞ ہماری معرفت کی شراب اسی پیالہ سے ہے

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ۞ نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس روشن کتاب سے ایک قدم کی دُوری بھی ۔ ہمارے نزدیک کفر اور باعث نقصان ہلاکت ہے

(مسیح موعود)

ہمارے عقائد

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :—

"ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق، اور حشر اجساد حق ہیں اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّشانہٗ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ بلحاظ مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں ایک ذرہ کم کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں، غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین والمفترین"

(ایام الصلح صفحہ ۸۶-۸۷)

جرمنی میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں

مئی ۱۹۵۶ء کی ماہوار رپورٹ

از امینہ موسلر ناظمہ مسجد برلن

منگل یکم مئی - درس قرآن کے سلسلہ میں امام صاحب نے سورۂ یوسف کے آخری حصہ پر لیکچر دیا اور امام غزالی کی کتاب ۔۔۔۔۔۔۔ میں سے اپنے لیکچر کو مکمل کیا۔

جمعہ ۴ مئی - امام صاحب نے خطبہ میں اس حقیقت پر زور دیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات کے مطابق بہترین نمونہ پیش کرنے کے لئے اپنے کیریکٹر کو اعلےٰ تربیت اور نشو ونما دی۔

پیر ۷ مئی - مسز امینہ موسلر (ناظمہ مسجد) اور طہران کی Miss Gilly Pinezen نے پیلپز ہائی سکول برلن کی دعوت پر نوٹے حاضرین کے سامنے اسلامی اصولوں اور مذہب اسلام پر عمل کے موضوع پر ایک غیر رسمی گفتگو کی اور بہت سے دلچسپ سوالات کے جواب دیئے جس کا بہت اچھا اثر ہوا۔

منگل ۸ مئی - درس قرآن کے سلسلہ میں اسلامی روزہ کے مطلب و مفہوم اور اس کے نفسیاتی اور اخلاقی اقدار کو واضح کیا گیا۔ اور اس بارہ میں روزہ کے یہودی اور نصرانی تصور سے ان کا مقابلہ کیا گیا۔

جمعہ ۱۱ مئی - عید الفطر کی نماز میں پچانوے مسلمان شامل ہوئے، ایک لوتھری خیالات رکھنے والے پادری اور اس کے متعدد شاگردوں کو جو مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں بطور مہمان شمولیت کی اجازت دی گئی، امام صاحب نے جو خطبہ اس موقعہ پر دیا وہ سورہ بقرہ کی آیت " لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللّٰہ ۔۔۔۔۔۔ الخ " پر مبنی تھا، امام صاحب نے بتایا کہ عملی صداقت یا نیکی کا کیا مطلب ہے؟ عملی نیکی خواب، الہام، وعظ و تلقین، اعلےٰ مقاصد، رسمی اشغال اور پاک و مقدس کلمات و آیات کی تلاوت پر مشتمل نہیں بلکہ عملی نیکی یہ ہے کہ خدا اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتب مقدسہ اور انبیاء پر ایمان لایا جائے اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی اور نیکی کا برتاؤ کیا جائے، نماز عید سے فارغ ہو کر پادری اور مہمان مسجد کے ملحقہ مکان میں آ گئے، اور دوستانہ گفتگو کرتے رہے (باقی صفحہ ۱۲ کالم ۳ پر)

فتنۂ پرویز

شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹ

اے اسیرِ عقلِ خود پرستی خود کم بتاز ÷ کیں سپہر بوالعجائب چوں تو بسیار آورد

پرویز کا رشتہ ملاحدۂ یورپ سے

جن لوگوں کو اخبار بینی کا ذوق اور مذہبی کتب کی مزاولت کا شرف حاصل ہے۔ وہ پرویز صاحب کی شخصیت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ یہ صاحب مذہبی دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب رونما کرنا چاہتے ہیں۔ بظاہر تو وہ احادیث پر تنقید کر کے ان کو پایۂ اعتبار سے ساقط کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں مگر ان کی تالیفات کے گہرے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اصول اور جزئیات دین کو یکسر منقلب کرنے کی فکر میں ہیں۔ وہ متقدمین اور متاخرین اسلام میں سے کسی کے ساتھ تعاون نہیں کرتے، البتہ ملاحدہ یورپ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنا باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ درآنحالیکہ مسلمانوں میں فلسفی، منطقی، محدثین، فقہاء، متصوفین، مفسرین، مؤرخین وغیرہ ہر فن کے اساتذہ اور امام گذر چکے ہیں مگر کیا مجال کہ وہ اُن سے استفادہ حاصل کریں۔

علومِ اسلامی کا استخفاف

ان کا مطمح نظر علومِ اسلامی کا استخفاف کرنا ہے اس لئے تاویلات بعیدہ اور رکیکہ ان کا پسندیدہ شغل ہے۔ اور چونکہ ان کو اپنی تالیفات میں کاروباری مفاد بھی مدنظر رہتا ہے اس لئے وہ اپنے مضامین کی اشاعت اول اخبار میں کرتے ہیں پھر اپنے مضامین کو کتابی شکل میں شائع کر دیتے ہیں اگر تبلیغ و اشاعت دین ہی مدنظر ہو تو اس قدر گران قیمت پر اپنی تصانیف کو فروخت کرنے کے کیا معنے قطع نظر اس کے جو کھیل وہ مذہب کے ساتھ کھیل رہے ہیں وہ نہایت ہی دل آزار اور افسوسناک ہے جس کے مطالعہ سے حافظ کا یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دامِ تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

ارکانِ اسلام پر نکتہ چینی

سب سے پہلے ارکان اسلام پر ہاتھ صاف کرتے ہیں لکھتے ہیں:۔

"(۱) اب ہماری صلوٰۃ وہی ہے جو مذہب میں پوجا پاٹ یا ایشور بھگتی ہے کہلاتی ہے ہمارے روزے وہی ہیں جنہیں مذہب میں برت کہتے ہیں۔ ہماری زکوٰۃ وہی ہے جسے مذہب... دان یا خیرات کہکر پکارتا ہے، ہمارا حج مذہب کی یاترا ہے ہمارے لئے یہ سب اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس سے ثواب ہوتا ہے اور ثواب سے نجات ملتی ہے"

(قرآنی فیصلے صفحہ ۳۰۱)

(۲) آجکل زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حکومت ٹیکس وصول کر رہی ہے اگر یہی حکومت اسلامی ہو گی تو یہی ٹیکس زکوٰۃ ہو جائے گا ایک طرف ٹیکس اور دوسری طرف زکوٰۃ قیصر اور خدا کی غیر اسلامی تفریق ہے اور مسلمانوں جیسی قوم کو مفلوک تر بنانے کا ذریعہ"

(قرآنی فیصلے صفحہ ۳۰۲)

اوپر کے اقتباسات آپ نے پڑھ لئے۔ آغاز اسلام سے اس وقت تک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی بجا آوری سے بے شمار انسان اولیاء اللہ اور صلحاء ہو گذرے ہیں مگر پرویز صاحب انہیں پوجا پاٹ، برت، یاترا اور دان کے غیر تشریحی الفاظ استعمال کر کے بے اثر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

قرآنی حکومت - ادائے صلوٰۃ سے انکار

انہی ارکان کی بجا آوری سے تعلق باللہ اور روحانیت پیدا ہوتی ہے جس سے پرویز صاحب کو دُور کا بھی تعلق نہیں ہے ان کی ساری تالیفات کا مطالعہ کر جاؤ مگر تعلق باللہ اور روحانیت سے وہ یکسر خالی ہیں بلکہ صلوٰۃ کے معنے وہ اپنے ایک خط میں جو سلیم کے نام ہے معاشی نظام قائم کرنا بتلاتے ہیں دیکھئے سلیم کے نام خط صفحہ ۱۷۱ اور یہاں تک ارشاد ہوتا ہے کہ اقامت الصلوٰۃ بغیر تمکن فی الارض یعنی کسی خطہ زمین میں قرآنی حکومت قائم کئے بغیر ناممکن ہے اس عبارت پر بہت بڑے تعمق اور غور کی ضرورت ہے، سرسری طور پر اس پر سے نہیں گذر جانا چاہیئے۔ قرآنی حکومت صدر اسلام کے بعد آج تک اُن کی نظر میں کہیں نہیں ہوئی اس لئے بدوں قائم ہوتے قرآنی حکومت کے ادائے صلوٰۃ ناممکن ہے نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ یہ صلوٰۃ جو مسلمان آج تک ادا کرتے آئے ہیں یہ صلوٰۃ نہیں نری ٹکریں ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آج تک جس قدر اسلامی حکومتیں دنیا کے مختلف ممالک میں قائم ہوئیں ان کے متعلق پرویز صاحب کا فیصلہ ہے:۔

"یوں کہنے کو تو یہاں صدیوں تک اسلامی حکومت قائم رہی۔۔۔ لیکن وہ حکومت مسلمان کی تھی اسلام کی نہ تھی"

(سلیم کے نام خط صفحہ ۴)

جس حالت میں آج تک قرآنی اور اسلامی حکومت ہی قائم نہیں ہوئی تو فریضۂ نماز کی ادائیگی بھی اُنہی کے فتوے کے مطابق ناممکن ہے۔

قرآنی حکومت سے مایوسی

پرویز صاحب یہی نہیں کہتے کہ تیرہ سو سال میں اسلامی حکومت کبھی قائم نہیں ہوئی بلکہ قرآنی حکومت کے لئے وہ آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے مایوس ہیں سنئے "کوئی تو وقت ایسا آنا چاہیئے جب امت کو اس بے راہ روی سے روک کر اس راستہ پر لگایا جائے جس سے اس کے اور اس کے خدا کے درمیان براہ راست پھر تعلق پیدا ہو جائے میرے نزدیک پاکستان نے وہ موقعہ بہم پہنچا دیا ہے لیکن اب بھی اگر ہمارے اور ہمارے خدا کے درمیان وہی ارباباً من دون اللہ حائل رہے یعنے حکومت ارباب سیاست کے اپنے تصورات کے مطابق قائم ہوگی یا ہمارے احبار اور رہبان کے اشخاص پرستی کے معتقدات کے مطابق تو پھر خدا اور بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ شاید کبھی دوبارہ نہ جڑ سکے۔

(صفحہ ۹)

اگلا حوالہ اوپر کے حوالہ سے بھی زیادہ اپنے مطلب کی وضاحت کرتا ہے:۔

"اگر سلیم اس وقت ہم نے مبدء فیض کی اس موہبت کبریٰ سے فائدہ نہ اُٹھایا تو اس کے بعد قرآن ہماری زندگی کا ضابطہ حیات کبھی نہیں بن سکے گا" (صفحہ ۱۷)

ان حوالوں سے عیاں ہے کہ ان کے دماغ میں تین قسم کی حکومت کا تصور ہے ایک وہ حکومت جو ارباب سیاست کے تصورات کے ماتحت ہو دوسرے وہ جو احبار اور رہبان کے معتقدات کے مطابق ہو یہ ہر دو اقسام غیر اسلامی حکومتیں ہیں تیسری قسم کی وہ حکومت ہے جو ان کے دل و دماغ کا نتیجہ ہے جس کا نام وہ قرآنی نظام حکومت رکھتے ہیں ان کا یہ بھی خیال ہے کہ قرآنی نظام حکومت ابتدائے اسلام میں صرف تیس سال تک قائم رہی بعد ازاں ارباباً من دون اللہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ایسی حالت میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اپنے اصلی مفہوم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنی اصلی صورت میں اسی وقت آ سکتے ہیں، جب قرآنی نظام حکومت قائم ہو۔

نظامِ حکومت مرتب کرنے کا ادعا

اب سوال ہو سکتا ہے کہ جب نظام حکومت علماء اور مشائخ کا تجویز کردہ نہیں ہو سکتا اور نہ ارباب سیاست کا اختراع کردہ تو اور کون اس کو مدون اور مرتب کر سکتا ہے اس کے لئے نگاہ انتخاب پرویز صاحب کی طرف اٹھتی ہے اور وہ خود بھی اس کام کو انجام دینے کے لئے آمادگی کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ حکومت پاکستان نے جب

(باقی پر صفحہ ۹)

ہفت روزہ پیغام صلح —— لاہور —— مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء

حرب عقائد اور علمائے اسلام

پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ ملتان میں بیس علماء اس وجہ سے گرفتار کر لئے گئے کہ انہوں نے بریلوی اور دیوبندی عقائد کی حمایت اور تردید میں بحث و مناظرات کو نقض امن کی حد تک پہنچا دیا تھا، اس کے علاوہ کئی اور مقامات پر بریلوی اور دیوبندی علماء کے تصادم کے خطرہ کے پیش نظر دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی، اس سے بڑھکر ہندوستان کے علاقہ دھارواڑ میں ایک مقام پر ایک دیوبندی مولوی کے معتقد نے بریلوی مولوی کے حامی کو چھرا گھونپ دیا جس کے بدلہ میں بریلوی مولوی کے حامیوں نے دیوبندی مولوی کے مکان کے تمام راستے بند کر کے اسے آگ لگا دی جس کے نتیجہ میں چودہ مسلمان بچے بوڑھے، جوان مرد و عورت خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں زندہ جلا دیئے گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

اس قسم کی حرب عقائد مسلمان علماء میں عام طور پر جاری ہے، جس سے علماء کی تنگ دلی و کم ظرفی نمایاں ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی تعلیم اور اسلامی روایات کا ان پر کوئی اثر نہیں، صرف اپنے مخصوص عقائد کی ترویج پیش نظر ہے، جس کے لئے اخلاق اور دلائل کی حد سے گذر کر فتنہ بازی، ظلم و ستم اور قتل و غارت تک ان کے ہاں روا ہے، ان لوگوں کے ان کارناموں کو دیکھکر ایک غیر مسلم کیا اثر لے گا، اسلام کا کیا نقشہ اس کو نظر آئے گا قرآن کی وہ تعلیم جو لا اکراہ فی الدین کا چارٹر دنیا کو دیتی ہے عملی رنگ میں کیسی بھیانک شکل میں نظر آ رہی ہے اس مولویانہ اسلام کو دیکھکر کون سلیم المزاج انسان اسلام کی رواداری اور حقانیت کا قائل ہو سکتا ہے جس مذہب کے ماننے والوں میں محض جزئی اختلافات کی وجہ سے قتل و حرب کے یہ ہولناک مناظر دیکھنے میں آتے ہیں، اس کا سلوک نہ ماننے والوں کے ساتھ کیا ہوگا، اور اسلام کے بزور شمشیر پھیلائے جانے کا الزام مولویوں کے اس رویہ سے کس طرح غلط ثابت ہو سکتا ہے۔ علماء کے اس افسوسناک رویہ پر مودودی اخبار "المنیر" نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے علماء کو یہ نصیحت کی ہے کہ:-

"اگر دوراندیشی اور صحیح نظر سے صورت حال کا جائزہ لیا جائے۔ تو ہم بلا خوف تردید یہ کہہ سکتے ہیں کہ عقیدہ خواہ سیاسی ہو یا تعبدی۔ مسئلہ عبادات سے متعلق ہو یا معاشرت سے اگر کسی گروہ یا شخص کا مطمح نظر یہ ہو کہ وہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے عناصر اور افراد کو اپنا ہم مسلک بنائے۔ تو اس کی واحد راہ یہ ہے۔ کہ اپنے نظریات کی تائید دلائل و شواہد سے کی جائے۔ اور بیان میں نصح، خیرخواہی، ہمدردی اور دلسوزی کا عنصر غالب رکھا جائے، اس طریق گفتگو سے اولاً تو مخاطب معقول بات کا از خود قائل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے مخاطب کی بات کو تسلیم نہ بھی کرے تو اس کے دل میں اختلاف رکھنے والے شخص کے خلاف کسی قسم کی نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ بسا اوقات وہ اپنے دل میں اس کا احترام محسوس کرتا ہے، اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا پایا جانا ہی اس امر کی ضمانت ہے کہ اختلافات کے باوجود افراد ملت ایک دوسرے سے اس طرح نہیں کٹنے پاتے جس طرح دو ملتوں کے افراد کے مابین بعد اور مناقشت پائی جاتی ہے۔

اس کے برعکس اگر ایک شخص معقول سے معقول نظریات غلظت، سختی، درشت زبانی یا جوش محض اور تحکم سے پیش کرے۔ تو خواہ مخاطب اپنے دل میں اس کی بات کو درست بھی مان لے۔ اس کی نفسیات (جو کم و بیش اکثر افراد میں موجود ہوتی ہیں) محض اس وجہ سے اسے تسلیم کرنے سے روک دیتی ہے کہ وہ اسے اپنی شکست اور دوسرے کی فتح خیال کرتا ہے جس کا نتیجہ اختلافات، عصبیت، ضد، عناد اور بغض کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، اور افراد ملت ایک دوسرے سے اس حد تک دور ہو کر شکار ہو جاتے ہیں کہ وہ کسی مرحلہ پر بھی حق کو حق جان کر تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔"

معاصر "المنیر" کی یہ نصیحت ہر طرح قابل پذیرائی اور لائق تقلید ہے یقیناً دلائل و شواہد، ہمدردی و خیرخواہی اور مشفقانہ طریق عمل ہی ایک چیز ہے جو بڑے سے بڑے مخالف کو اگر ہم خیال نہ بھی بنا سکے تو بھی دشمنی اور بعد و مناقشت کو دور کرنے کا موجب ہو سکتی ہے۔ خود قرآن کریم کا ارشاد ہے اُدع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن، اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور (اپنے مخالفین سے) نہایت عمدگی کے ساتھ بحث و مجادلہ کرو۔ اور فرمایا ولا تستوی الحسنة ولا السيئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم۔ نیکی اور بدی یکساں نہیں (نہایت عمدگی کے ساتھ مدافعت کرو) (اس کا نتیجہ یہ ہوگی کہ) تمہارے اور مخالف کے درمیان جو دشمنی ہے وہ دور ہو جائے گی اور ایسا ہوگا کہ وہ گویا تمہارا گہرا دوست بن گیا، ہمیں حیرت ہے کہ کیا اس زمانہ کے علماء دین نے اس قرآنی ارشاد کو نہیں پڑھا، کیا جس چیز کو وہ اپنے نزدیک سبیل ربك سمجھتے ہیں اس کے پیش کرنے کا یہی طریق ہے جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے؟ اور کیا جادلهم بالتی هی احسن کا یہی مفہوم ہے جو وہ اپنے عمل سے پیش کرتے ہیں؟ قرآن تو ادفع بالتی هی احسن کا نتیجہ یہ بتاتا ہے کہ اس سے دشمنی اور عداوت دور ہو کر دوستی اور ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے لیکن ہمارے علماء کا طریق عمل دوستی و ہمدردی کو زائل کر کے دشمنی و عداوت کو بڑھانے کا موجب ہے، جس سے ظاہر ہے کہ ادفع بالتی هی احسن پر ان کا عمل نہیں اور وہ اپنے مخصوص عقائد کی ترویج و اشاعت کے لئے وہ راہ اختیار کر رہے ہیں جو قرآن کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم معاصر "المنیر" سے بھی یہ عرض کریں گے کہ بریلوی و دیوبندی حضرات کو نصیحت کرتے ہوئے انہیں اپنے اس رویہ پر بھی غور کرنا چاہیئے جو جماعت احمدیہ کے خلاف انہوں نے اختیار کر رکھا ہے، ۱۹۵۳ء کے ہولناک واقعات کس کو یاد نہیں، جو کچھ اس وقت مودودی، دیوبندی بریلوی، اہل حدیث اور دوسرے علماء نے کیا اور "المنیر" اور اس کے ہم مشرب اخبارات نے جس رنگ میں ان کی تائید و ہمنوائی کی وہ تمام واقعات ابھی دماغوں سے محو نہیں ہوئے اور کیسے ہوں جبکہ ابھی تک ہمارا قابل معاصر ان کے جواز کا حامی اور جماعت احمدیہ کو مرتد اور واجب القتل سمجھنے والے علماء کا ہمنوا ہے، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ نصیحت جو دیوبندی اور بریلوی علماء کو اس نے کی ہے جماعت احمدیہ کے بارہ میں قابل عمل اور لائق پذیرائی نہیں؟ کیا جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں دلائل و شواہد کا موثر ترین ہتھیار کند ہو چکا ہے اور اب صرف قتل و مقاطعہ ہی اس جماعت کا واحد علاج ہے؟ کیا قرآن کو دنیا میں پھیلانے والوں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے والوں، بلاد غربیہ میں کفر و الحاد کا مقابلہ کرنے اور اسلام کا نام روشن کرنے والوں کے ساتھ وہی سلوک ہونا چاہیئے جو آج مودودی حضرات اور ان کے اخبارات کر رہے ہیں، کیا وہ اسی پیمانہ سے جماعت احمدیہ کو نہیں ناپ رہے جو ان کے مخالف علماء نے خود ان کے لئے تیار کیا ہے؟ وہی کذب و افتراء، وہی کذب بیانی و الزام تراشی جس کی شکایت مودودی جماعت کو اپنے مخالف علماء سے ہے، اور وہی تشدد و تحکم جو بریلوی علماء کا رویہ ہے، مودودی جماعت اور اس کے اخبارات کی طرف ...

اپنے مال اور ہونہار بچے خدا کی راہ میں بیدریغ دینے چاہئیں

یہ وہ تجارت ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں

بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب مرحوم کا پیغامِ عید

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبد اللہ مرحوم نے ذیل کا پیغام عید کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ کی معرفت بھیجا تھا جو افسوس ہے وقت پر نہ مل سکا چونکہ پیغام کی نوعیت عید ہی کے لئے مخصوص نہیں اس لئے احباب کرام کے غور و فکر کے لئے ہدیہ قارئین کرام ہے:

میرے معزز بزرگو اور عزیز بھائی بہنو!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آج اس وقت جبکہ آپ سب نماز عید کے لئے جمع ہیں اگرچہ میں آپ سے کئی ہزار میل دور ہوں تاہم اپنے تخیل میں اپنے آپ کو احمدیہ بلڈنگس کی اس مبارک مسجد میں خیال کرتی ہوں جس میں آپ سب مل کر بیٹھے اسلامی اخوت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ میرا ارادہ اس وقت تمام افراد جماعت کو ایک خاص مقصد کی طرف توجہ دلانا ہے، وہ یہ ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کے بیرونی مشن اپنی حسب استطاعت اچھا کام کر رہے ہیں اور خدا آپ کی قربانیوں کو بار آور کر رہا ہے لیکن ابھی ہمیں بہت محنت اور قربانیوں کی ضرورت ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ احمدی کی خصوصیات کیا ہیں۔ میرے ناچیز خیال میں ہر احمدی اسلام کا ایک سپاہی ہے چاہے تو وہ فرنٹ لائن میں لڑ رہا ہو اور چاہے وہ اپنی لڑنے والی فوج کو سامان رسد بہم پہنچا رہا ہو۔ سب اپنی اپنی جگہ اجرِ عظیم کے مستحق ہیں۔ ہم احمدیوں کی صرف ایک ہی تجارت ہے یعنی تبلیغ دین۔ آپ جانتے ہیں کہ تاجر لوگوں کی زندگی کیسی سخت ہوتی ہے۔ صبح و شام محنت کرتے ہیں اور پھر جتنا بھی سرمایہ ان کے پاس ہو اپنی تجارت میں لگاتے جاتے ہیں۔ پھر ان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ ان کے سب بچے اگر اپنی تجارت کو فروغ دیں تو کتنا نفع ہو اور خصوصاً اس خیال سے کہ ان کے بچے اس تجارت کو نہایت دیانت سے کریں گے پس ایک تاجر سے سبق سیکھ کر ہمیں بھی اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے اپنے مال اور ہونہار بچے بیدریغ خدا کی راہ میں دینے چاہئیں۔ پھر خدا کی راہ میں خرچ کرنا تو وہ تجارت ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں۔ ایک دقت جو تبلیغ کرتے وقت ہمیں پیش آتی ہے وہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اسلام تو بالکل سچا اور فطرت کا مذہب ہے لیکن بتاؤ کونسا ملک بحیثیت مجموعی اس پر عمل کر رہا ہے۔ اس کا جواب دینے سے ہم معذور ہیں۔ ایک وقت تھا کہ ہم اپنی جماعت کو بطور نمونہ پیش کر سکتے تھے لیکن اب نہیں۔ اس کا میرے ناچیز خیال میں ایک ہی علاج ہے کہ ہم میں سے ہر ایک خدا کے حضور اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرے اور اپنی اپنی اصلاح کرے۔ لیکچروں سے بڑھ کر اس وقت عمل کی ضرورت ہے کیا اچھا شعر ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یقین جانیں جو بھی ہم پکے ارادے سے تمام اسلامی اصولوں پر کاربند ہوں گے خدا کی نصرت ہمارے ساتھ ہوگی۔ ہم نے اسوۂ حسنہ پر چلنا ہے بس اسی سے ہماری نجات ہوگی۔ ہم لوگ تو بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہمارے حضرت امیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کیسے مسحور کن انداز میں سناتے ہیں۔ لیکن آئندہ جو خطبہ بھی سنیں اس کو اپنی عملی زندگی میں لا کر خدا کی نصرتوں کے جاذب ہوں۔ آمین۔ کیا لطیف الفاظ ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تو خدا تم سے محبت کرے گا۔

آخر پر آپ سب سے درخواست ہے کہ میرے شوہر مرحوم کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں اور ہم سب کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ آمین۔ سب کو دلی عید مبارک ہو۔ اے خدا ہم میں اتفاق اور محبت پیدا کر۔ اکثر یہ ٹکڑا زبان پر رہتا ہے

تیری کا ہر کرک میں ہے رحمت کی بدلی۔ والسلام محمودہ عبد اللہ

اخبارِ احمدیہ

نمازِ عید

عید الاضحیٰ کی نماز حضرت امیر ایدہ اللہ نے کوہ مری کی جماعت احمدیہ میں پڑھائی، مرکز میں جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا جو دوسری جگہ درج ہے۔

نوجوانوں کو دعوتِ عید

عید کے موقعہ پر سیکرٹری صاحب ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے نوجوانوں کو ایک دعوتِ عشائیہ مسلم ہائی سکول نمبر ۱ میں دی گئی جس میں احمدی نوجوانوں کے علاوہ مشرقی و مغربی پاکستان کے کئی غیر از جماعت نوجوان بھی شامل تھے۔ اس موقعہ پر مشن اور انجمن کے کاموں کی وضاحت کے لئے کتب کا ایک خوبصورت سٹ بھی وہاں رکھا گیا۔ اکل و شرب کے بعد محترم نور حسین صاحب آف ٹرینیڈاڈ نے مجلس کی صدارت کرتے ہوئے میاں ناصر احمد صاحب سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن کے اس اقدام کا دلی مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا کہ انہوں نے عید کے موقعہ پر اس دعوت کے ذریعہ سے نوجوانوں کے میل ملاپ کا بندوبست کیا، انہوں نے تجویز کی، کہ اسے صرف اپنے شناسا نوجوانوں تک ہی محدود نہ رکھنا چاہیئے بلکہ دوسرے فہمیدہ نوجوانوں کو بھی (بالخصوص ان کو جو دوسرے ممالک ایران افغانستان، عراق اور ترکی وغیرہ سے آئے ہوئے ہیں) ایسے موقعوں پر شمولیت کی دعوت دینی چاہیئے۔

میاں ناصر احمد صاحب نے اس مشورہ کو پسند کرتے ہوئے حاضرین کا شکریہ ادا کیا، ایک بنگالی نوجوان نے بھی اس دعوت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایسے میل ملاپ کے مواقع زیادہ پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

دعوتِ عصرانہ

عید کے دوسرے روز مرکزی جماعت کے اکثر احباب مسجد احمدیہ میں ایک دعوت عصرانہ میں شامل ہوئے جو اراکین انجمن کی طرف سے انہیں دی گئی تھی، اس موقعہ پر احباب اور بزرگان جماعت کے میل ملاپ نے اخوت و محبت کے وہ جذبات تازہ کر دیئے جو سلسلہ احمدیہ کا امتیاز خصوصی ہیں۔ فالحمد للہ۔

میاں اللہ بخش صاحب کی صحت

محترم میاں اللہ بخش صاحب خلف الرشید جناب الحاج میاں محمد صاحب کو مستانہ میں گولی لگنے کی خبر گذشتہ اشاعت میں دی جا چکی ہے، میاں صاحب ممدوح کو علاج کے لئے لاہور لایا گیا ہے، اور یہ سننا موجب مسرت ہے کہ وہ پہلے سے روبصحت ہیں۔ فالحمد للہ۔

درخواستِ دُعا

(۱) بنارس سے محمد داؤد الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"میری والدہ صاحبہ مسلسل (کچھ وقفوں کے بعد) کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا رہتی ہیں اب پھر بے حد تکلیف میں مبتلا ہیں اور بے حد کمزور ہیں، احباب اور * بزرگوں سے استدعا ہے کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔"

(۲) بنارس کینٹ سے خدا بخش صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"میرے ایک دوست میاں بشیر الدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں، اور عنقریب بیعت بھی کر لیں گے، ایک پریشانی میں مبتلا ہیں، ان کا لڑکا رضی الدین انٹرنس پاس کر کے نوکری کے لئے کوشاں ہے، وہ بزرگوں سے مستدعی ہیں کہ اس کی ملازمت کے لئے دعا فرمائی جائے۔"

عید کا حقیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کا اقرار اور

ماسوائے اللہ خواہشات کی قربانی ہے

کسی بڑے مقصد کیلئے قربانی کرنا اسراف میں داخل نہیں

خطبہ عید الاضحےٰ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

فلما بلغ معه السعي قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری .... انه من عبادنا الصالحین ——— (الصّٰفّٰت ۱۰۳ تا ۱۱۱)

عید الاضحےٰ کا عام تصور

آج عید الاضحےٰ ہے، جس کو ہم لوگ عید قربان یا بقر عید کہتے ہیں، عام طور پر میرے خیال میں جمہور مسلمانوں کے ذہن میں اس کا تصور یہی ہے کہ صبح اُٹھ کر نہائے دھوئے اجلے کپڑے پہنے، بچوں کو نئے کپڑے پہنائے اور ان کو ساتھ لے کر مسجد جا کر دو رکعت ادا کیں، اس کے بعد واپس گھر جاتے ہوئے بچوں کے لئے کچھ کھلونے خریدے اور گھر جا کر قربانی کی، اور کھانے پینے اور کھیل تماشے میں دن بسر کیا، غرضکہ سارا دن اسی کھیل اور ہنسی میں گذار دیا یہ عام تصور ہے جس کے مطابق عید کا دن گذارا جاتا ہے۔

عید کی حقیقت

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے کوئی انسٹی ٹیوشن ایسی نہیں رکھی، جس میں انسان کی روحانی ترقی اور خدا کی معرفت حاصل کرنے کا سامان نہ ہو، ہر ایک امر جس میں لغویت اور لہو لعب ہو اسلام نے اس کو پسند نہیں کیا، کبھی آپ نے غور کیا کہ عید کس مقصد کے لئے ہے، عید کا مقصد اللہ تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری کا اقرار کرنا ہے۔

حضرت ابراھیمؑ کی آزمائش اور انکی فرمانبرداری

حضرت ابراھیم علیہ السلام ایک نبی تھے، ان کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا اَسْلِمْ فرمانبرداری اختیار کرو تو انہوں نے عرض کیا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں رب العالمین کی فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں، لیکن یاد رکھئے کہ صرف منہ سے کہدینے سے کوئی چیز متحقق نہیں ہو جاتی، خدا دیکھتا ہے کہ جو وعدہ ایک شخص کرتا ہے اسے پورا بھی کرتا ہے یا نہیں، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ کیا لوگ سمجھتے ہیں کہ منہ سے کہدیں کہ ہم ایمان لائے تو وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا، اسی قانون کے ماتحت اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراھیمؑ کی آزمائش کی، وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ۔ اللہ تعالےٰ نے ابراھیمؑ کو چند باتوں سے آزمایا انہوں نے ان باتوں کو پورا کر دیا، یہ آزمائش کس لئے تھی، اس غرض سے آزمائش کی گئی کہ ان کے چھپے ہوئے کمالات ظاہر ہوں۔

بیٹے کی قربانی کا حکم اور اس کی تعمیل

میرے نزدیک حضرت ابراھیمؑ کو جو یہ خواب دکھایا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں وہ ایک حکم کا رنگ رکھتا تھا کیونکہ جب انہوں نے حضرت اسمٰعیلؑ سے اس خواب کا ذکر کیا یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ، تو حضرت اسمٰعیلؑ نے یہ جواب دیا یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ میرے پیارے باپ جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اس کی تعمیل کیجئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراھیمؑ کو اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا، کتنی بڑی آزمائش ہے، خدا تعالےٰ بہت بڑی قربانی چاہتا ہے، لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم کوئی نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اس چیز کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہے، بیٹے سے بڑھ کر محبوب چیز اور کیا ہو سکتی ہے، اور پھر بڑھاپے کا بیٹا جو ایک بازو بن گیا تھا، کتنی فرمانبرداری ہے خدا کے حکم کی، نہ باپ اس قربانی کے دینے میں تامل کرتا ہے اور نہ بیٹا، حضرت اسمٰعیل کو یقین تھا کہ ان کا باپ خدا کا نبی ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے خدا کے حکم سے کہتا ہے اور خدا کے حکم کے آگے چون و چرا کرنا واجب نہیں اس لئے انہوں نے بلا تامل قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

اس عظیم الشان قربانی کا بدلہ عید قربان کی شکل میں

فی الحقیقت خدا کے ہر ایک کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے، حضرت ابراھیمؑ نے جب ثابت کر دیا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے پورے فرمانبردار ہیں اور بڑی سے بڑی اور محبوب سے محبوب ترین چیز کی قربانی سے بھی انہیں دریغ نہیں اور پھر انہوں نے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا تو آواز آئی یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا اے ابراھیمؑ تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا اِنَّا کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ہم اس طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ یہ ایک کھلا امتحان تھا وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ اس کے بدلہ میں ہم نے ایک بڑی بھاری قربانی مقرر کر دی وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ اور پیچھے آنے والے لوگوں میں اسکو باقی چھوڑا سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ابراھیمؑ پر سلامتی ہو کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ، جو شخص خدا کے حکم کو مانتا ہے، اور نیک کاموں کو بجا لاتا ہے ہم اسی طرح اس کو بدلہ دیتے ہیں۔ یہ ہے حضرت ابراھیمؑ کی قربانی، کیا آپنے غور کیا کہ اس کے نیچے کیا حقیقت پنہاں ہے، ہم تو عید کو کھیل کود میں یا کباب کھا کر گذار دیتے ہیں لیکن اگر غور کریں تو اس میں ہماری صلاح مدنظر ہے، قربانی کے ذریعہ سے خدا کا قرب حاصل کرنا، مخلوق سے اچھے تعلقات قائم کرنا عید کا حقیقی مقصد ہے۔

قربانی میں فلسفۂ حیات

ایک دو سال سے یہ مسئلہ اخبارات میں آرہا ہے کہ جانوروں کی قربانی کر کے روپیہ بھی ضائع جاتا ہے اور جانور بھی ضائع ہو جاتے ہیں، قربانی تو ان لوگوں کے لئے ہے جو حج کو جاتے ہیں، دوسرے لوگوں پر قربانی واجب نہیں، یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ اس قسم کے سوال اُٹھائے جاتے ہیں، اصل میں وہ حقیقت جو قربانی کی تہ میں رکھی گئی ہے جب مسلمانوں کی نظر سے اوجھل ہو گئی اور خدا کی رضا مدنظر نہ رہی اور صرف دنیا کا دکھاوا یا عیش و عشرت باقی رہ گیا تو اس قسم کے سوالات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور یہی خیال آگیا کہ یہ ایک بہت بڑا اقتصادی نقصان ہے، یہ خیال نہ کیا کہ اگر اس رنگ میں وہ مقصد حاصل ہو جائے جو قربانی کا اصل منشا ہے تو یہ روپیہ ضائع نہیں ہوتا۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ اگر بفرض محال کسی کے نزدیک یہ روپیہ ضائع ہوتا ہے تو بھی وہ روح اور خدا کی رضا کا وہ ولولہ جو یہ یادگار پیدا کرتی ہے اس قابل ہے کہ اس کے لئے یہ قربانی کی جائے۔ دراصل ایک قوم کی نظر جب اصل مقصد سے دور ہو جائے اور وہ فلسفۂ حیات سے غافل ہو جائیں تو تخریبی باتیں شروع ہو جاتی ہیں اور خیال ہوتا ہے کہ یہ تو گوشت بھی ضائع گیا اور روپیہ بھی،

سگرٹ نوشی کا اقتصادی نقصان

اس کے مقابل یہ عرض کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ اس چیز پر تو نا قدانہ نظر رکھی جاتی ہے، جس کے نیچے ایک عظیم الشان حقیقت پنہاں ہے۔ لیکن جن چیزوں کے اندر کوئی حقیقت نہیں بلکہ نقصان ہی نقصان ہے، ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جاتی، ابھی دو سال کا عرصہ ہوا یہ کہا گیا تھا کہ روزانہ دو لاکھ روپیہ کا سگرٹ صرف لاہور شہر میں پیا جاتا ہے۔ کیا یہ اقتصادی نقصان نہیں؟ کیا اس کو روکنے کے لئے کوئی توجہ کسی نے کی؟ پھر یہ شراب یہ ریسترز (RACES) یہ برج جو طبقۂ امراء میں عام ہے ان پر کس قدر روپیہ تباہ ہو رہا ہے کیا کسی نے اس کے خلاف کبھی آواز اُٹھائی؟ اگر نظر پڑتی ہے تو قربانی پر جس سے بہت سے فوائد وابستہ ہیں اور جو حصول قرب الٰہی کا ایک بڑا ذریعہ ہے،

(باقی پر صفحہ ۱۰)

شادی بیاہ کمیشن کی رپورٹ کے متعلق

حکومت اور علماء کی خدمت میں ایک نیک مشورہ

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

جب سے شادی بیاہ کی رپورٹ منظر عام پر آئی ہے مختلف خیالات کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ کوئی اسے خلاف شریعت قرار دے کر اس کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دینے کی واسطے شور رہا ہے اور کوئی اسے عین مطابق شریعت قرار دے کر حکومت سے اپیل کر رہا ہے کہ اسکو فوراً قانونی شکل دے کر آئین میں داخل کر لیا جائے۔

رپورٹ کو مرتب کرنے والوں کا نظریہ یہ ہے کہ جو سفارشات انہوں نے اس بارے میں کی ہیں ان کی بنیاد شریعت اسلامیہ پر ہے اور ان سفارشات کو پیش کرتے وقت وہ سرمو شرعی اصولوں سے ادھر ادھر نہیں ہوئے گویا موافقت اور مخالفت دونوں کی بنیاد شرعی اصولوں پر ظاہر کی جاتی ہے اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شرعی اصول تو آپس میں متخالف نہیں ہو سکتے اختلاف اگر ہے تو فریقین کے ان اصولوں کو صحیح طور پر سمجھنے میں ہے ایک فریق کی سمجھ کے مطابق کمیشن کی سفارشات خلاف شریعت ہیں اور دوسرے کی سمجھ کے مطابق وہ عین شریعت ہیں، خدا کے فضل سے ہماری شریعت محفوظ ہے قرآن بھی محفوظ سنت نبوی بھی محفوظ عمل صحابہ رض بھی محفوظ اجتہاد ائمہ اور ان کا طریق اجتہاد بھی محفوظ اور دروازہ اجتہاد کا قیامت تک کھلا رہنا بھی مسلم۔ اس لئے اگر تقوے اللہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیشن کی سفارشات پر غور کیا جائے تو مسلمان کے لئے ان کے موافق شریعت یا مخالف شریعت ہونے کے متعلق صحیح فیصلہ تک پہنچنا نہایت ہی آسان ہے اس لئے میں حکومت کو یہی مشورہ دوں گا کہ کمیشن کی سفارشات کو قانونی شکل دینے میں ابھی جلدی سے کام نہ لیا جائے بلکہ اس سے قبل مخالف یا موافق آراء رکھنے والے علماء سے کمیشن کی رپورٹ پر مفصل اور مؤید بدلائل شرعیہ تبصرہ طلب کیا جائے، ان تبصروں کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد وہ جس فیصلہ پر پہنچے اسے قانونی شکل دے اور اگر وہ مناسب سمجھے تو مختلف الخیال علماء کی کانفرنس منعقد کر کے فی المواجہہ بھی ان کے خیالات کو سن لے۔

معاملہ بڑا اہم اور دور رس نتائج کا حامل ہے اس کے متعلق کسی آخری اور قطعی فیصلہ پر پہنچنے سے قبل بڑی احتیاط کی ضرورت اور کافی غور و فکر کی حاجت ہے۔ ہماری حکومت کا یہ دعوٰی ہے کہ اس نے اپنے آئین کی بنیاد شرعی اصولوں پر رکھی ہے اور یہ درست بھی ہے اس لئے اسے جزوی امور میں بھی کوئی ایسا قانون وضع نہیں کرنا چاہیئے جو شرعی اصولوں سے ٹکراتا ہو پس شادی بیاہ اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے مسائل میں بھی ہماری حکومت کا قانون ایسا ہی ہونا چاہیئے جو شریعت کے بالکل مطابق ہو اور مخالفت کے شائبہ سے بکلی پاک ہو۔ اب چونکہ کمیشن کی سفارشات کے بارے میں علماء دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں، ایک گروہ سفارشات کو شریعت کے موافق قرار دیتا ہے دوسرا مخالف اس لئے مخالف الخیال علماء کو ضرور موقع دینا چاہیئے کہ وہ کمیشن کی سفارشات کے متعلق اپنے خیالات کو پوری آزادی کے ساتھ حکومت کے سامنے پیش کر سکیں اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کے خیالات کو پوری توجہ سے سنے اور ان پر کماحقہ غور کرے۔ اگر ان خیالات میں اسے صداقت نظر آئے تو انہیں قبول کر لے اور ان کے مطابق سفارشات میں ترمیم کر کے انہیں قانونی شکل دے تا ایسا نہ ہو کہ ایک ہی فریق کے خیالات کو اساس بنا کر اس کے متعلق وہ قانون وضع کرنے میں شریعت کے کسی اصول کی مخالفت کر بیٹھے خواہ وہ نادانستہ طور پر ہی ہو۔

مخالفت کرنے والے علماء کا بھی فرض ہے کہ وہ ان سفارشات کو محض اس لئے رد کرنے میں جلدی سے کام نہ لیں کہ یہ ان کے پرانے خیالات اور قدیمی معتقدات کے خلاف ہیں بلکہ ٹھنڈے دل سے ان پر غور کریں اور ان وجوہ پر نظر غائر ڈالیں جو سفارشات مرتب کرنیوالے احباب نے اپنی سفارشات کی تائید میں شریعت سے اخذ کی ہیں اور اگر وہ معقول نظر آئیں تو انہیں قبول کر لیں ورنہ دلائل کے ساتھ رد کر دیں اس کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کمیشن کی رپورٹ کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے مکمل صورت میں طبع کروا کر ہر اسلامی فرقہ کے چیدہ علماء کے پاس بھجوا دے تا ہر عالم ان دلائل کا بغور مطالعہ کر سکے جو کمیشن نے اپنی تائید میں پیش کی ہیں اگر حکومت اور علماء دونوں اس مشورہ پر عمل کریں تو یہ پیچیدہ مسئلہ جلد اور آسانی سے حل ہو سکتا ہے حکومت غلطی سے محفوظ ہو جائے گی اور علماء کو بھی مخالفت کی ضرورت نہ رہے گی۔ میں نہیں جانتا کہ میرے اس مشورہ کا کیا اثر ہوگا بہرحال میں خود ایک جامع مضمون "شادی اور اسلام" کے عنوان کے تحت سپرد قلم کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں جو انشاء اللہ بتوفیقہ "پیغام صلح" کے آئندہ ایشو میں شائع ہو جائیگا۔ واللہ الموفق

۔ خاکسار ۔ شیخ عبدالرحمن مصری

ضرورتِ حدیث پر تبصرہ

(از قلم مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر "صدق جدید" لکھنؤ)

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اس سے پہلے بیان القرآن پر نہایت ہی مفصل تبصرہ اخبار صدق میں کیا تھا اور لکھا تھا کہ یہ بے نظیر کتاب ایسی ہے کہ ہماری نظر سے پہلے اس قسم کی کتاب نہیں گذری۔

اب انہوں نے ضرورت حدیث پر ذیل کا تبصرہ کیا ہے:۔

"ضرورت حدیث

از مولوی صدرالدین صاحب امیر جماعت احمدیہ ۲۱۶ صفحہ مجلد مطبوعہ ٹائپ۔ قیمت درج نہیں۔ پتا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور (پاکستان)

منکرین حدیث کے جواب میں یہ ایک سنجیدہ پُرمغز مدلل کتاب ہے جس میں بغیر کسی شخصی تعریضات کے بہ کثرت آیات قرآنی کی مثالیں دے کر دکھایا گیا ہے کہ حدیث سے مدد لئے بغیر ان آیات کی کوئی تفسیر و تشریح ممکن ہی نہیں۔ نیز یہ کہ آنحضورؐ کی حیثیت ہمہ وقتی رسول کی تھی۔ یہ نہ تھا کہ کسی وقت تو آپ رسول ہوتے، اور کسی وقت خلعت رسالت اتار کر رکھ دیتے۔ کتاب انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کی ذہنیت کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے، اور اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہے آیات کی تشریح و تعبیر کہیں کہیں جمہور کے مسلک سے الگ ہے۔ لیکن اس کی مثال کتاب بھر میں کہیں ایک ہی آدھ جگہ ملے گی۔

آخر کے ایک بڑے طویل حاشیہ میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد سے انکار ہے اور مرزا صاحب قادیان کی طرف سے صفائی پیش کی ہے کہ وہ ہرگز مدعی نبوت نہ تھے۔ بلکہ دعوئے نبوت پر لعنت بھیجتے تھے اور اپنے کو صرف شریعت محمدی کے خادم اور مجدد کی حیثیت سے پیش کرتے تھے"

(صدق جدید ۲۹ جون ۵۶ء)

ضرورت رشتہ

(۱) ایک معزز اور شریف احمدی گھرانہ کی تعلیم یافتہ دستکاری اور امور خانہ داری سے بخوبی واقف پابند صوم و صلوٰۃ اوصاف حمیدہ کی حامل دوشیزہ کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے

(۲) ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ احمدی نوجوان کے لئے جو ایک معقول مشاہرہ پر مستقل ملازم ہے اور اس کی ملازمت کلاس [illegible] میں ہے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

خواہشمند احباب معرفت ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح خط و کتابت کریں۔ یہ خط و کتابت صیغہ راز میں رکھی جائے گی۔

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کے روزنامچہ سے چند ضروری اقتباسات

بدر الکبرٰے کا یوم مبارک

۲۸ر اپریل بروز سنیچر۔ آج بدر الکبرٰی کا یوم مبارک ہے۔ جہاد بالسیف کا تاریخ اسلام میں آج پہلا دن ہے مٹھی بھر توحید کے پرستار کفاران قریش مکہ کی انتہائی ظلم وستم ایذارسانیوں سے تنگ آکر اپنے وطن عزیز خویش واقرباء مال ودولت کو خیرباد کہکر منشاء الٰہی کے ماتحت ہجرت کرکے مکہ سے مدینہ آجاتے ہیں یہاں آکر فرید وہ ھذا وندمی جاھدوا بہ جھادًا کبیرًا کے بموجب قرآن کریم کے ذریعہ ادفع بالتی ھی احسن کے دلموہ لینے والے اسلوب وانداز سے اعلائے کلمۃ اللہ کے مقدس کام میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ مگر باطل پرستوں کو حق پرستوں کی یہ پیاری اداۓ حق وصداقت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ وہ ان اللہ تعالےٰ کے متوالوں کو صفحہ دنیا سے مٹانے کا مصمم ارادہ کرلیتے ہیں اور ایک ہزار قوی ہیکل جنگجو تجربہ کار انسانوں کا لشکر جرار جو پورے ساز وسامانِ جنگ سے آراستہ مسلح تھا مدینہ پر چڑھ آتے ہیں۔ اب جبکہ تمام وجوہ الجہاد موجود ہوگئے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ سے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا کی اجازت ملتی ہے۔ روحی فداہ رسالتمآب صلعم حرض المومنین علی القتال کا فرمان الٰہی سناتے ہیں۔ اس موقع پر ۳۱۳ سرفروش مجاہد جن میں بوڑھے جوان اور بچے شامل ہیں بے سروسامانی کی حالت میں اپنے آقا محمد رسول اللہ کی روح پرور آواز پر لبیک کہتے ہوئے بدر الکبرٰے کے مقام پر حق وباطل کے فیصلہ کن معرکۃ العظمیٰ میں کود پڑتے ہیں۔ اس یوم کبرٰے کا فیصلہ کن انجام رہتی دنیا تک یادگار رہیگا اور اپنوں وبیگانوں کے لئے نشانِ راہ کا کام دے گا۔

مسلمانوں کی مشکلات کا علاج

۲۹ر اپریل بروز اتوار۔ تقسیم ہند کے بعد مسلمانانِ ہند جن مصائب اور مشکلات کے دور سے گذر رہے ہیں وہ اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ برادرانِ وطن نے یہ مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ بھارت کی سرزمین "ملیچھوں" سے "پاک" کردی جائے اور اس کے لئے وہ ہر قسم کی جائز وناجائز کوشش کررہے ہیں۔ اقتصادی رنگ میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کردیا گیا ہے تعلیم وہی پرانی دقیانوسی پراچین کال کی۔ ہندوانہ تہذیب وتمدن غرض کہ اسلام کو تمام شعبہ ہائے زندگی سے خارج کرنے کی پوری پوری جد وجہد جاری ہے۔ یہ صورت حال دردمند مسلمانوں کو بے چین کئے ہوئے ہے۔ ان مصائب اور مشکلات کے دلدل سے نکلنے کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں کبھی کبھی "مسلماں را مسلمان باز کردند" کی صدائے بازگشت فضا میں گونجتی ہے "چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ" پر بھی عمل پیرا ہوجاتے ہیں لیکن "پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں" حقیقی ہمدرد وقت کے امام کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے صحیح راستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مدینہ ۵ر اپریل کی اشاعت میں ایک بزرگ مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے جس میں مذکورہ بالا نقشہ کھینچا ہوا ہے۔ عنوان ہے "مسلمانوں کی مشکل کا علاج اسلامی زندگی اختیار کرنے کی ضرورت" تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان بن جائیں۔ کاش اس مشکل کو حل کرنے کے لئے خود ساختہ علاج کے بجائے مامور وقت نے اشارہ الٰہی سے وقت کی مشکلات کا جو علاج بتلایا ہے اس کی طرف توجہ دیں۔

سلسلہ کے اسلامی لٹریچر کا اثر

۳۰ر اپریل بروز پیر۔ حسب معمول جناب مفتی محمد حنیف صاحب گھر تشریف لائے۔ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھے۔ انہیں لفضل اور الجمیعتہ دہلی کے پرچے دیئے، آپ بیٹھے ہی تھے کہ استاد السید شاکر بمارۃ تشریف لائے۔ موصوف کو کل فرزند ابراہیم نے فون پر میرا پیغام دیا تھا تقریباً ایک گھنٹہ سے زیادہ صحبت رہی، ان سے متعلق سیدنا امیر ایدہ اللہ کے خط کا مضمون انہیں بتلایا۔ آج کل رمضان کے مبارک مہینہ میں پھر سے ترجمۃ القرآن انگریزی معہ عربی متن کا بغور مطالعہ کررہے ہیں، کہتے ہیں معرفت کا ایک زخار سمندر بہہ رہا ہے، روزانہ دس بارہ گھنٹہ صرف قرآن پاک کے مطالعہ میں صرف ہورہے ہیں روزہ دار ہونے کی وجہ سے گھر سے بہت ہی کم نکلتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان تین چار ماہ میں سلسلہ کے لٹریچر کے مطالعہ نے میری دینی معلومات میں بے حد اضافہ کیا ہے اس لٹریچر نے میرے دل ودماغ میں ایک عجیب انقلاب پیدا کردیا ہے اشاعت اسلام کے لئے سینہ میں ایک جلن محسوس کررہا ہوں۔ بیس پچیس سال کے بعد اس سال رمضان کے روزے رکھ رہا ہوں"۔ یہ باتیں سن کر دل بے حد خوش ہوا تہجد کی نماز کے لئے ہدایت کی واذا سالک عبادی عنی فانی قریب پر اظہار خیال کیا اٹھتے ہوئے اسلامک ریویو جنوری تا مارچ اور لائٹ [illegible] کے پرچے دیئے۔ اللہ تعالےٰ اس متلاشیٔ حق کے سینہ کو کھولدے اور اس کی تمنائے خدمت دین کو پوری فرمائے۔

ایک پُرلطف علمی صحبت

۲ر مئی ۱۹۵۶ء بروز بدھ۔ (یوم میلاد جلالۃ الملک فیصل ثانی) جناب حافظ شریف حسین صاحب کو پیغام صلح دستی بھجوایا۔ آج یوم میلاد جلالۃ الملک فیصل الثانی کی وجہ سے دوائر حکومت بند ہیں طبیعت کچھ اچھی ہے۔ خیال آیا ذرا باہر نکلوں۔ اپنے ایک نواسہ کو ساتھ لیا۔ بس موٹر میں بیٹھ کر محترم ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کی کلنک میں گیا ایک لمبی مدت کے بعد جانے کا اتفاق ہوا ڈاکٹر صاحب موصوف بے حد خوش ہوئے فرمانے لگے ابھی چند احباب کے ہمراہ وہ خود گھر پر مزاج پرسی کے لئے آنے والے تھے۔ بہرکیف ایک پرانے دوستوں سے ملاقات ہوئی ایک نووارد حیدرآبادی نوجوان جناب لطیف الدین صاحب بھی ملے۔ پورے تین گھنٹہ یہ پُرلطف علمی صحبت رہی بے حد مسرور ہوا۔ دینی باتیں بھی اکثر زیر گفتگو آجایا کرتی تھیں سلسلہ کا ذکر بھی اپنے موقعہ پر آیا۔ جناب مرزا برکت علی صاحب قادیانی اور ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کے درمیان

"ہر نبوت را بروشد اختتام"

پر بھی تبادلہ خیالات ہوا۔ بہرحال خوب دلچسپ مجلس رہی جناب لطیف الدین صاحب سے پھر ملنے کا وعدہ کیا ڈاکٹر صاحب موصوف نے مدینہ کا ایک تازہ پرچہ دیا انہوں نے بتلایا کہ پیغام صلح کا رسالہ جناب لطیف الدین پڑھ رہے ہیں خوشی ہوئی کہ پیغام حق کسی نہ کسی طرح لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ ہدایت دینا خود اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

مسلمان کیا کریں؟

۵ر مئی بروز سنیچر۔

مدینہ بجنور۔ ۱۳ر اپریل کا مقالہ افتتاحیہ مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامی کے ایک خطبہ صدارت سے مزین ہے جو موصوف نے ۲۰، ۲۱ر مارچ کو انجمن اسلامیہ ہال مرادپور پٹنہ میں "کل بہار مسلم اجتماع" کے موقعہ پر دیا تھا۔ اس درد انگیز سبق آموز خطبہ کا عنوان ہے "واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا" مسلمان کیا کریں؟ بالکل بجا ارشاد ہے آج اس پُرآشوب زمانہ میں "مسلمان کیا کریں" ہر اہل الرائے مسلم اکابر پر یہ فرض عائد ہوجاتا ہے کہ وہ صحیح راستہ بتلائیں۔ علاج کا نسخہ "واعتصموا بحبل اللہ" لاریب یقینی شفا ہے۔ لیکن حصول کامیابی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک "امت مسلمہ" ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کی محبت الٰہی میں سرشار جماعت جو منشاء الٰہی کے تحت وقت کے امام کے ذریعہ معرض وجود میں آئی ہے ساتھ نہ دے۔ "ندا سے فتح نمایاں بنام ما باشد" کی زندگی بخش روح پرور آواز دینے والے کے دامن سے الگ رہ کر اس چودھویں صدی میں بیسیوں تجربے علمائے کرام نے کر دیکھے۔ بجائے فلاح وکامیابی کے نقصان وخسارہ کی شکل میں ہی نمودار ہوا۔ اے خدا ان دعویداران حب پیمبرؐ کو صراط مستقیم کی شناخت کی توفیق عطا فرما۔

رفتار عالم

لاہور - ۲۲ر جولائی - شدید بارشوں سے ڈیرہ اسماعیل خاں کے شہر اور نواحی دیہات میں ۵۰۰ سے زاید مکان منہدم ہو چکے ہیں جانی نقصانات کے بارے میں ابھی تک کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکا ہے۔ ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں صوبے کے دوسرے علاقوں سے بدستور منقطع ہے اور تمام پہاڑی نالوں میں طغیانی آئی ہوئی ہے۔ ڈیرہ غازی خاں کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ اگر سنگھڑ اور ایک سیہ نام برساتی نالے کا پانی ایک دوسرے سے مل گیا تو تونسہ کے قصبہ کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ کیونکہ اب تونسہ کے حفاظتی بند کا صرف ایک چوتھائی حصہ رہ گیا ہے۔

بمبئی - ۲۲ر جولائی - گذشتہ شب بمبئی سے ۸۰۰ میل شمال مشرق میں، انجر کے قصبے میں زبردست زلزلے سے پانچسو سے زاید مکان منہدم، ایک سو زاید افراد ہلاک دو سو مجروح، اور بیسیوں لاپتہ ہو گئے۔ بہت سے لوگوں کو عمارتوں کے ملبوں میں سے زندہ نکال لیا گیا۔

زلزلہ کے متعدد جھٹکے بمبئی کے علاوہ بھارت کے مغربی ساحل پر واقع تمام شہروں میں محسوس کئے گئے، ہر پانچ سے تیس سکنڈ تک جاری رہے۔ پہلا جھٹکا رات کے ۹ بجے اور آخری ۹ بجکر دس منٹ پر ریکارڈ کیا گیا انجر کو سب سے زیادہ تباہی کا سامنا کرنا پڑا، یہاں شدید جانی اور مالی نقصان کے علاوہ ٹیلیفون اور تار کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ پولیس ڈاکٹروں اور امدادی کارکنوں کی بھاری تعداد انجر بھیجدی گئی۔

کوئٹہ - کوئٹہ کے مقیاس الزلزلہ میں بھی رات کے سوا آٹھ بجے زلزلے کے ہلکے جھٹکے محسوس کئے گئے جن کا مرکز کوئٹہ سے پانچ سو چھتر میل جنوب مشرق میں بتایا گیا ہے۔

ملتان - ۲۲ر جولائی - جنوب مغربی پاکستان میں شدید بارشوں کی وجہ سے سلسلہ مواصلات درہم برہم ہے۔ ضلع ملتان میں جلالپور پیروالا روڈ شجاع آباد سے آگے ٹوٹ گئی ہے اور پنجاب ٹرانسپورٹ سروس اب صرف شجاع آباد تک جا رہی ہے۔ اس علاقہ میں کئی اور کچی سڑکیں بھی زیر آب ہیں۔

کلکتہ - ۲۲ر جولائی - بیشتر ممتاز بھارتی اخبارات نے اپنے ادارتی کالموں میں ان اطلاعات پر تشویش ظاہر کی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ چینی فوجی تبت کی سرحد عبور کر کے بھارتی سرحد میں گھس آئے ہیں اور جب ان سے یہ کہا گیا کہ یہ بھارتی علاقہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے نقشوں میں اسے چین کا حصہ دکھایا گیا ہے۔ یاد رہے کہ اس قسم کا ایک واقعہ صرف ایک ہفتہ قبل رونما ہوا تھا۔ بھارتی اخبارات نے یہ دریافت کیا ہے کہ آخر ان نقشوں کی تصحیح کیوں نہیں کی جاتی۔

ڈھاکہ - ۲۲ر جولائی - مشرقی پاکستان میں غذائی نظم و نسق کے فوجی حکام نے لوگوں سے کہا ہے کہ وہ پانچ اگست تک غلے کا فالتو ذخیرہ ظاہر کر دیں، ورنہ اس کے بعد وسیع پیمانہ پر تلاشی کی جائے گی۔ اور فاضل اناج رکھنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

ملتان - ۲۳ر جولائی - صوبہ میں گندم کی نقل و حمل پر سے پابندیاں اٹھ جانے کے بعد ملتان ڈویژن میں گندم کے نرخ گرنے لگے ہیں۔ اب تک ایک روپے سے دو روپے من تک گندم کے نرخوں میں کمی ہوئی ہے۔ اور مزید کمی کی توقع ہے۔ ملتان میں اب گندم کا نرخ بارہ سے ساڑھے بارہ روپے فی من منٹگمری میں دس روپے فی من اور لائل پور میں پونے بارہ روپے فی من ہے۔ نئی فصل کی گندم بھی ڈویژن کی منڈیوں میں آ رہی ہے لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ حکومت کی طرف سے گندم کی خرید کا سلسلہ بند ہے۔

مری - ۲۲ر جولائی - صوبائی وزیر بلدیات سید حسن محمود نے بتایا ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے بلدیات کے بعض اہم شعبوں کے حکام کا تقرر اپنے ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان بلدیات میں کارکردگی کا معیار بلند ہو سکے۔

لندن - ۲۲ر جولائی - برطانوی لیبر پارٹی کے بائیں بازو کے لیڈر مسٹر بیون نے کل رات کارڈف میں تین ہزار افراد کے ایک مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صدر امریکہ مسٹر آئزن ہاور اپنے آپ کو کس منہ سے عیسائی کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ ہائیڈروجن بموں کے تجرباتی دھماکوں کے ذریعہ دنیا کو مسموم کرنے کے حق سے دستبردار ہونے پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔

ڈائیو ڈی جنیرو - ۲۱ر جولائی - ایک امریکی پروفیسر راجر ریویلیس نے انکشاف کیا ہے کہ سطح زمین کے اوپر کی فضا میں دن بدن اس تیزی سے کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کا اضافہ ہو رہا ہے کہ ۲۰۱۰ء میں زمین کی سطح اتنی گرم ہو جائیگی کہ قطبین و گرین لینڈ کے علاقوں کی تمام برف پگھل جائے گی اور ملحقہ علاقوں میں برف کے پانی سے شدید سیلاب آ جائیں گے۔ مسٹر ریویلیس کولمبیا یونیورسٹی کے شعبہ بحریات کے پروفیسر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تازہ ترین مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ کاربن ڈائی آکسائڈ گیس فضا میں اس تیزی سے پیدا ہو رہی ہے کہ دنیا کے سمندر نباتات اور معدنیات اس کو اپنے میں پوری طرح جذب نہیں کر سکتے اور اگر گیس کے اضافے کی یہی رفتار رہی تو ۲۰۱۰ء میں یہ گیس بالکل جذب نہیں ہو سکے گی۔ پروفیسر ریویلیس نے جو یہاں انٹر امریکن جغرافیائی کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے ہوئے ہیں فضا میں کاربن ڈائی آکسائڈ گیس کے روز افزوں اضافے کی وجہ دنیا کی صنعتی ترقی بتائی ہے۔ کارخانوں میں تیل اور دوسری جلنے والی چیزوں سے یہ گیس نکلتی ہے۔

کراچی - ۲۲ر جولائی - وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے مکہ ریڈیو کے ایک نمائندہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ انہیں پوری توقع ہے کہ مکہ میں منعقد ہونے والی اسلامی کانفرنس کو تمام اسلام کے مسلمانوں کی حمایت حاصل ہو گی۔ کراچی میں سعودی عرب کے سفارت خانے نے وزیر اعظم کا پیغام جاری کیا ہے اس میں کہا گیا ہے کہ میں خانہ خدا کی زیارت اور فریضہ حج ادا کرنے پر بہت مسرور ہوں۔

مغربی جرمنی میں تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

منگل ۱۵ر مئی - جرمن فیڈرل ری پبلک سے آئے ہوئے بہت سے سوداگر جو برلن دیکھنے آئے تھے، برلن کی اسلامی زندگی کے متعلق معلومات حاصل کرنے اور اسلام کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے لئے مسجد دیکھنے آئے درس قرآن کے سلسلہ میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس کا ترجمہ اور تفسیر سنائی گئی۔

جمعہ ۱۸ر مئی - امام صاحب نے سورہ العلق پر خطبہ دیا، اور بتایا کہ انسان کو زمین پر اللہ تعالےٰ کا خلیفہ بنایا گیا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ان اصولوں پر عمل کرے جو کائنات میں خدا تعالےٰ کی طرف سے واضح کئے گئے ہیں۔

منگل - ۲۲ر مئی، ایک بہت بڑا سوداگر سعید حسن اپنے سیکرٹری کے ساتھ مسجد دیکھنے آیا اور اسے برلن میں تبلیغ اسلام کے حالات سنائے گئے۔ شام کو کلیسائی حلقہ کے لوگوں کو ایک لیکچر سننے کے لئے بلایا گیا، یہ لیکچر "آج کے مصر کا اسلامی تخیل" پر تھا، اس لیکچر کا دینے والا Prof. ... Ammann ... انسٹی ٹیوٹ ادارہ مشرقیات نے دیا یہ بڑا وسیع مضمون تھا اور غیر متعصبانہ تھا بعد میں جو سوال و جواب ہوئے ان میں مسلمانوں کو جو حاضرین میں موجود تھے نفس مضمون پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقعہ دیا گیا،

جمعہ ۲۵ر مئی - خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے بتایا سورۃ فاتحہ کی حمد و ثنا اور دعائیں اسلامی نماز کا ایک خاص حصہ ہیں سعید حسن بھی اپنے سیکرٹری کے ساتھ موجود تھے۔

منگل ۲۹ر مئی - درس قرآن کے سلسلہ میں

Apologie des Islams

یہ جرمنی Dr. ... Vaca ... Vaglieri کی اسلام کی حمایت میں تقریر پر مشتمل لیکچر دیا گیا،

بدھ وار ۳۰ر مئی - پینتالیس سائنسدان جو زیادہ تر برلن ہائی سکولوں کے لیکچرار ... اور اساتذہ تھے مسجد دیکھنے آئے ... اور مذہب اسلام کے اندرونی حالات معلوم کرنے کا انہیں موقعہ ملا۔

جمعرات ۳۱ر مئی - برلن ہائی سکول کی کئی سکول کلاسوں کو مسجد

مرفنٹائل الیکٹرک پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

پیغام صلح مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۸

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۶ء | ۲۹

ہمارا عقیدہ اور مخالف علما

(حضرت امام الزمان کا بیان)

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض یا اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے، اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت...

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

ایک جرمن عیسائی کا قبولِ اسلام

برلن مسلم مشن کی ماہوار رپورٹ بابت ماہ جون ۱۹۵۶ء

از مسز امینہ موسلر

جمعہ یکم جون۔ امام صاحب نے برلن مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے ہوئے قرآن کریم کی سورہ روم کی پہلی آیات تلاوت کیں جن میں نہ صرف ایک بلکہ دو عظیم الشان پیشگوئیوں کا ذکر ہے۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ امام صاحب نے بتایا کہ ان آیات میں روما کی عظیم الشان سلطنت کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے کہ وہ (ایرانیوں کے ہاتھ سے) مغلوب ہوں گے اور پھر چند ہی سالوں میں اُن پر غالب آ جائیں گے، اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے متعلق بھی پیشگوئی کی گئی ہے کہ اس دن مومن بھی خوش ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی رومی سلطنت کو ایرانیوں نے شکست دی، پھر چند سال بعد وہ غالب آ گئے، اور جس دن انہیں غلبہ حاصل ہوا اسی دن جنگ بدر میں مسلمانوں کو بھی قریش پر فتح حاصل ہوئی۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں جن کا پیشگوئی کے وقت وہم و گمان نہ ہو سکتا تھا، ایرانیوں کو بہت بڑی طاقت حاصل تھی اور رومی سلطنت کمزور ہو چکی تھی، اور دوسری طرف مسلمان مکہ میں قریش کے ہاتھوں سخت دکھ اور اذیت اٹھا رہے تھے۔

امام صاحب نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کے علم اور اس کی قدرت کے سامنے انسانی علم اور طاقت کوئی چیز نہیں، ہم انسانوں کو اپنی کمزوری کو پہچاننا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لانا چاہیئے جو ہر چیز کی طاقت پر فوقیت رکھتی ہے اور ہمیں ان لوگوں کی باتوں کو سننا چاہیئے جو ہم سے زیادہ علم رکھتے اور خدا تعالیٰ کے علم و کلام سے ہدایت حاصل کرتے ہیں، آپ نے وَھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ غٰفِلُوْنَ کے الفاظ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ (باقی آئندہ)

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کے تبلیغی روزنامچہ سے چند ضروری اقتباسات

دینی علمی گفتگو

۳۰ر جون - بروز سینچر :-

سویرے دو گھنٹہ کے لئے باہر نکلا قہوہ خانہ میں استاذ السید اسمٰعیل مصطفےٰ موصلی سے ملاقات ہوئی، یہ کل ہی موصل سے آئے ہیں، ان کے لڑکے استاذ ابراہیم پھر تین سال کے لئے کل لندن گئے، استاذ موصوف کو اکثر اسلامک ریویو اور سلسلہ کا لٹریچر بھیجتا رہا ہوں۔ ڈیڑھ گھنٹہ پُرلطف صحبت رہی بغداد کے ایک عالم فضیلۃ الحاج عبدالکریم صاحب بھی گفتگو میں حصّہ لیتے رہے۔ دینی علمی گفتگو تھی "نہضۃ الاسلام موجودہ حالت میں کیسے ہو" کے ارد گرد بحث رہی مغرب سے طلوع آفتاب اسلام اور آیت کریمہ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم پر خاکسار نے بھی اظہار خیال کیا جس سے ہر دو حضرات نے اتفاق کیا۔ استاذ موصوف آج شام کو ہی موصل واپس ہو گئے۔

ایک معاون سلسلہ کی علالت

یکم جولائی - بروز اتوار :-

اخویم ابراہیم آدم صاحب سچوانی کا بصرہ سے ۳۰ر جون کا لکھا ہوا خط ملا اس سے معلوم ہوا کہ جناب نواب دین صاحب بیگ از ہمدردان سلسلہ و معاون پچھلے ہفتہ قلب پر حملہ ہونے کی وجہ سے سخت بیمار ہو گئے، اب کچھ افاقہ ہے۔ اللہ تعالےٰ جناب موصوف کو کامل صحت عطا فرمائے، میرے پُرانے ملنے والوں میں سے ایک ہیں، اکثر و بیشتر سلسلہ کی مالی امداد بھی ہے۔ لبنان کے مشہور مفکّرِ اسلام ڈاکٹر مصطفےٰ خالدی کی توجہ سلسلہ اور حضرت امیر کی جانب پھیرنے میں موصوف کا بھی ہاتھ ہے۔ انہی کے ہاتھ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی ڈاکٹر صاحب موصوف کو پہنچی تھی اور اُن کے ذریعہ محترمہ السیدہ حبیبہ شعبان نے اس کا ترجمہ کیا جس پر استاذ کبیر عمر فروخ کا وہ خالدہ مقدمہ والا ریویو ہے جس کا اثر عرب کے بڑے بڑے ادباء فضلاء پر پڑا، اور کئی ایک شخصیتوں کا تعلق سلسلہ سے قائم ہوا۔

برلن اور ووکنگ کے لئے عطیہ

۴ر جولائی بروز بدھ :-

یکم جولائی سے دُکان چھوڑ دی گئی ہے الحمد للہ کو منظور رہے عزیزم اقبال احمد صاحب، ووکنگ کے نام ایک رجسٹری لفافہ بذریعہ ہوائی جہاز بھجوایا اور پندرہ پاؤنڈ کے تین سفری چیکس بھی یہ رقم سید صفدر علی صاحب نے عطیہ دی جس میں ۵ پاؤنڈ مرمت برلن مسجد اور دس پاؤنڈ ووکنگ مشن کے حساب میں ہیں، استاذ السید اسمٰعیل مصطفےٰ موصل کو الیقظہ کا وہ پرچہ بھجوایا جس میں ووکنگ کی عید الفطر کی روئداد شائع ہوئی ہے۔

پیغام صلح کا مسیح موعود نمبر

۷ر جولائی بروز جمعہ :-

بوجہ علالت قلب کی کمزوری بہت کم لکھ پڑھ سکتا ہوں، پیغام صلح کا شذرہ خاص مسیح موعود نمبر آج ختم کیا، تحریک احمدیت کے علمبردار پیغام صلح کا یہ بے نظیر شاہکار ہر ایک پہلو سے پایۂ تکمیل کو پہنچا ہوا ہے۔ بزرگان سلسلہ اور احباء نے اپنے قیمتی مضامین اور مقالات میں تحریک احمدیت اور امام زمان کی عظیم الشان شخصیت کو کس خوش اسلوبی سے دلنشین طریقہ پر پیش فرمایا ہے یہ ایک سعید روح کی کشش کا باعث ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا جزاہم اللہ خیر الجزاء مجھے یقین ہے کہ اس سمندر کے آب شیریں سے بہت سے روحانی پیاسے سیراب ہو کر امام وقت کو شناخت کر کے پکار اُٹھیں گے کہ

"کعبہ میں جس کو دیکھا رسول امین نے

وہ مرد باوقار مسیحا تمہیں تو ہو" (قیصر مرتضیٰ خان)

.... اللّٰہم صلّ علیٰ محمّد و آل محمّد۔ مولانا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح اور ان کے ساتھیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالےٰ ان حضرات سے سلسلہ دین کی مزید خدمت لے۔ آمین۔

السید محمود الامین کی عزت افزائی

۸ر جولائی بروز سینچر :-

الدکتور السید محمود الامین کا تعارف اس سے قبل ناظرین پیغام صلح سے کرا چکا ہوں۔ پچھلے ہفتہ موصوف کو نادی المعارف کا رئیس منتخب کیا گیا اس مناسبت سے موصوف کو بذریعہ ڈاک اسلامک ریویو مجریہ مئی بھجوایا، جناب برکات احمد صاحب ملحق الصحافی سفارت ہندیہ النعزہ کو پیغام صلح عام ڈاک سے بھجوایا۔

مؤتمر الاسلامی

۹ر جولائی - بروز پیر :-

استاذ علی محمد سرطاوی کو لائٹ نمبر ۱۶-۱۷ دستی بھجوایا۔ صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے، ساڑھے نو بجے تک بیٹھے "مؤتمر اسلامی" منعقدہ دمشق کی قرار دادیں زیر بحث رہیں، خیالات کی دنیا میں علمائے کرام اپنے خیالی دوڑاتے ہیں۔

قضیۂ کشمیر اور مودودی صاحب

۹ر جولائی بروز پیر :-

جریدۃ الیقظہ ۸ر جولائی کی اشاعت میں رسالہ دمشق بعنوان مقررات وتوصیات هامة یتخذها المؤتمر الاسلامی شائع ہوا ہے اس مؤتمر اسلامی میں ممالک عربیہ و اسلامیہ سے اکثر وفود شامل ہوئے۔ پاکستان سے مولانا مودودی اور ان کے دو حواری بھی اس کارروائی میں شامل ہوئے فلسطین و الجزائر کے متعلق نہایت اہم قرار دادیں پاس ہوئیں جو ہونا چاہیئے تھیں لیکن ایک اور اہم چیز کا جو پاکستان کے لئے رگِ جان کا حکم رکھتی ہے ذکر تک نہیں آیا حالانکہ اس عظیم مؤتمر اسلامی میں پاکستان کی نمایندگی مولانا مودودی صاحب مع اپنے حاشیہ بردار دل کے کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف قضیہ کشمیر کو اسلامی تصوّر نہیں کرتے یا کوئی اور خاص مصلحت کے ماتحت اس حبل الورید کا ذکر چھیڑنا مناسب نہیں سمجھتے نزاہۃ برائے ملاحظہ لاہور ارسال ہے۔

مشنی ذبیحہ

۱۲ر جولائی بروز جمعرات :-

مدیر بخضور نے ۹ر جون کی اشاعت میں مقالہ افتتاحیہ "مشنی ذبیحہ" شائع کیا ہے، عرصہ دو سال کا ہوا مسئلہ ذبیحہ پر پیغام صلح میں مجاہد مرحوم آفتاب الدین احمد اور عزیزم محمد طفیل صاحب کے مابین خط و کتابت ہوئی تھی، اس کی کچھ یاد دماغ میں موجود ہے خیال آیا کہ یہ اخبار بغرض اضافہ معلومات عزیزم محمد طفیل صاحب کو ایمسٹرڈم بھجواؤں لہذا بذریعہ ڈاک ارسال کر دیا۔

عبداللہ نمبر

ہوائی ڈاک سے لاہور سے پیغام صلح کا عبداللہ نمبر ملا۔ کھولا۔ ورق گردانی کی دل بھر آیا۔ قلب کو تکلیف پہنچی تنفس کا زور بڑھ گیا آخر انجکشن لینے کے بعد افاقہ ہوا اللہ رحم کرے۔

محمد شیر گل صاحب کو اقرار بیعت کی یاد دہانی

۱۳ر جولائی - بروز جمعہ :-

جناب محمد شیر گل صاحب کے نام رسالہ "کویست آخر گاڈ" بھجوایا اور یہ اندازہ بھی دیا کہ امام وقت کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کا عملی ثبوت دے کر خدا کی خوشنودی کا باعث ہوں، محمد شیر گل صاحب خدا کے فضل سے مالدار ہیں اور پہلے بیعت کنندوں میں سے ہیں خداوند کریم صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

طبیعت کی خرابی

۱۴ر جولائی بروز سینچر :-

رات صبح کاذب کے وقت سے ہوا کا زور بڑھ گیا۔ سخت غبار اُٹھا طبیعت بے حد خراب ہو گئی۔ چھ بجے سویرے انجکشن لیا گیا اللہ رحم کرے قادری صاحب کی احباب کی دعاؤں کی (ضرورت ہے)

مظلوم کی آہ

۱۷ر جولائی بروز پیر :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب سویرے گھر تشریف لائے۔ ایک گھنٹہ بیٹھے پچھلی جمعرات کو ایک افسوسناک حادثہ سے موصوف دوچار ہوئے، اس کا سخت افسوس رہا۔ بڑے لوگ "مظلوم کی آہ" کی اپنی فرعونیت کی وجہ سے پرواہ نہیں کرتے، مردان حق کا صبر اپنا صبر لائے بغیر نہیں رہتا، صوفی صاحب محترم کو دلاسا اور تسلی دی۔

(باقی آئندہ)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ یکم اگست ۱۹۵۶ء

کمیونسٹوں کی ریشہ دوانیاں

کچھ دنوں سے آزاد پاکستان پارٹی کی طرف سے (جو مشہور کمیونسٹ لیڈر میاں افتخار الدین کی پیدا کردہ ہے) پاکستان میں جگہ جگہ تشتت و انتشار پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس کے زیر اثر مزدوروں اور کسانوں کی مختلف جماعتیں نام نہاد "حقوق" کا علم اٹھا کر حکومت اور اداروں کے خلاف نعرے بلند کرتے اور انہیں بدنام کرنا چاہتے ہیں، اس کی دو واضح مثالیں اس وقت ہمارے سامنے ہیں، چند دن ہوئے کچھ مزارعین نے جن کو دوسروں کی اراضی پر کاشت کرنے سے بے دخل کیا گیا تھا، لاہور میں جمع ہو کر بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ باوجودیکہ حکومت کے ذمہ دار افسروں اور خود وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے انہیں دوسرے مقامات پر سرکاری اراضی دینے کے احکام بھی صادر کر دیئے اور انہیں بار بار سمجھایا کہ جہاں جہاں انہیں اراضی ملی ہے وہ جا کر لے لیں اور ناجائز ہنگامے اور مظاہرے نہ کریں، لیکن آزاد پاکستان پارٹی نے ایک نام نہاد "آزاد جمہوری پارٹی" کا برقعہ اوڑھ کر غریب مزارعین کو اکسایا کہ حکومت کی باتوں کا اعتبار نہ کریں، اور ہڑتال جاری رکھیں، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ انہیں زبردستی وہاں سے اٹھایا گیا، اور ان کے لیڈروں کو جیلوں میں بھیج دیا گیا، جن میں سے کئی ایک نے بعد میں معافیاں مانگ کر رہائی حاصل کی۔ حق ہے

چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اسی قسم کا ایک واقعہ اسمٰعیل آباد میں پچھلے دنوں پیش آیا، جہاں کوہ نور ٹیکسٹائل ملز کے ملازموں نے محض اس وجہ سے ہڑتال کر دی کہ انہیں سالانہ بونس چھ ماہ کے بجائے پانچ ماہ کا دینا منظور کیا گیا تھا حالانکہ سارے پاکستان میں صرف یہی ایک مل ہے جہاں ہر سال چھ ماہ کا بونس دیا جاتا ہے، دوسری ملوں میں دو تین ماہ سے زاید کا بونس نہیں دیا جاتا، اب بھی چھ ماہ کا ہی دیا جاتا اگر ملز کی آمد میں کچھ معمولی سا خسارہ نہ ہو جاتا، لیکن مشہور کمیونسٹ لیڈر میاں افتخار الدین کی آزاد پاکستان پارٹی نے ان مزدوروں کی خوب پیٹھ ٹھونکی اور انہیں کئی دن ہڑتال پر قائم رکھا لیکن آخر کار مزدوروں کو سمجھ آگئی اور انہوں نے ملز کے مالکوں کا کہا مان کر پانچ ماہ ہی کا بونس لینا منظور کر لیا اور کیسے نہ کرتے جب سارے پاکستان میں دوسری کوئی ایسی مل نہیں جہاں ان کے ساتھ وہ بے شمار مراعات روا رکھی گئی ہوں، جو اس جگہ انہیں حاصل ہیں، ان کی رہائش کے لئے نہایت آرام دہ کوارٹر ہیں، ایک لیڈی ڈاکٹر اور ایک مرد ڈاکٹر جو دونوں ایم بی بی ایس ہیں، ان کی عورتوں اور بچوں کے علاج معالجہ کے لئے ہر وقت موجود ہیں، ان کے بچوں کی تعلیم کے لئے نئی طرز کے سکول ملز کے احاطہ میں کھولے گئے ہیں، جہاں مفت تعلیم دی جاتی ہے، اس قدر مراعات کے ہوتے ہوئے مالکانِ ملز پر یہ الزام کہ وہ مزدوروں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے، یا ان کے حقوق پورے طور پر ادا نہیں کرتے، جیسے کہ میاں افتخار الدین کے اخبار پاکستان ٹائمز میں پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے، ایک بے بنیاد الزام ہے، جس کو کوئی واقعت حال انسان قبول نہیں کر سکتا، ہمیں خوشی ہے کہ مل کے مزدوروں کو آخر کار سمجھ آگئی، اور آزاد پاکستان پارٹی کا فریب وہ پراپیگنڈا زیادہ دیر انہیں متاثر نہ کر سکا جس پر ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں، اور مالکان ملز کو بھی مبارک باد دیتے ہیں کہ انہوں نے فریب خوردہ غریب مزدوروں کی غلطیوں کو معاف کر کے ان کے حقوق کو بحال رکھا۔

آخر میں ہم حکومت اور ملک کے سمجھدار طبقہ سے یہ عرض کریں گے کہ اس قسم کے واقعات کے سدِباب کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لائی جائیں، تاکہ ایسے فتنے ہر روز سر نہ اٹھا سکیں اور ملک کا امن و امان قائم اور برقرار رہے۔

ہم تو ابھی آزادی کے فقدان کا انجام ہے سہ ابھی تو اور بھی کھلیگی یہ لی - رنگ لائیگا خون شہیدوں کا (گرنتھی)

اخبار احمدیہ

دوکنگ کی عید:

میاں محمود احمد صاحب کارکن دوکنگ مسلم مشن اطلاع دیتے ہیں کہ:-

"عید مبارک گذر گئی، خدا کا فضل تھا کہ جب تک مہمان یہاں دوکنگ میں ٹھہرے بارش بالکل بند رہی اور اس کے بعد بارش نے ریکارڈ قائم کر دیا، سب سے بڑی خوشی کی بات یہ تھی کہ ایک چالیس سالہ انگریز ہمارے ایک بڑے مسلمان انگریز Major K. B. Foran کی تبلیغ سے مسلمان ہوا، مولوی عبدالمجید صاحب نے کلمہ شہادت پڑھایا، کل ۲۲/۷/۵۶ کو ایک انگریز لڑکی مسلمان ہوئی اور اس کی شادی ایک کراچی کے نوجوان سے ہوئی مولوی مجید صاحب نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر اچھا لیکچر دیا، اس میں انگریز بھی شامل تھے۔

احمدی نوجوانوں کا پندرہ روزہ اجلاس:

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقامی نوجوانوں کا ایک اجتماع مؤرخہ ۱۵ر جولائی کو بعد نماز عصر جامع احمدیہ لاہور (واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور) میں محترم میرزا مقبول احمد بیگ صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود کا منظوم کلام سنائے جانے کے بعد راقم الحروف نے گزشتہ اجلاس کی روئیداد پڑھ کر حاضرین کو سنائی جس کے بعد راقم الحروف نے ایک چھوٹا سا مقالہ پڑھا (یہ مقالہ پیغام صلح کی آیندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ ایڈیٹر پ۔ص) بعد ازاں ہمارے ایک نوجوان میاں محمد سعید صاحب کی تحریک پر جناب میاں اللہ بخش صاحب کی صحت کے لئے دعا کی گئی اور اس کے بعد حاضرین کی تواضع۔

پیدائش فرزند نرینہ پر عطیہ:

شیخ عبدالحمید صاحب (سیالکوٹ صدر) کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے اس خوشی میں انہوں نے انجمن کو مبلغ بیس روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام عطا کئے ہیں، فجزاہ اللہ احسن الجزا۔ شیخ صاحب ممدوح کی خدمت میں دلی مبارک باد عرض ہے اللہ تعالےٰ مولود مسعود کو عمر طویل عطا فرمائے اور دینی و دنیوی حسنات سے متمتع کرے۔

شادی پر عطیہ:

سکرٹری صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ:-

چوہدری اللہ دتہ صاحب مواحد نے اپنے لڑکے محمود احمد صاحب کی شادی پر مبلغ دس روپے عطیہ اشاعت اسلام میں دیئے ہیں جزاک اللہ، اللہ تعالےٰ اس شادی میں برکت عطا فرمائے۔

دعائے صحت:

بارکرآباد سے ڈاکٹر محمد حسین خان صاحب منیجر احمدیہ میڈیکل فارمیسی لکھتے ہیں کہ:-

مکرم و محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح لاہور۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، عرض گذار ہوں کہ میرے مکرم و محترم والد صاحب کو دماغی عارضہ ہو گیا ہے جو اچانک واقعہ ہوا ہے۔ میں اور دیگر افراد خاندان سخت پریشان ہیں، احباب اور بزرگان جماعت سے دعا کی درخواست ہے، خدا تعالےٰ ہمارے والد صاحب کو مزید عمر عطا فرمائے اور جلد صحتیاب فرمائے تاکہ ہم ان کے زیر اثر اپنا حلقہ وسیع کر سکیں۔ آمین۔

(۲) کراچی سے عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں کہ:-

مہربانی فرما کر حضرت امیر اور دیگر اکابر و احباب جماعت سے میرے لئے دعا کی درخواست کریں تاکہ اللہ تعالےٰ اپنا رحم و کرم فرمائے۔

امید ہے احباب کرام ان دونوں کے لئے دعا فرمائیں گے۔

رنگ لائیگا خون شہیدوں کا

"افغان حکومت کے خلاف جمہوری پارٹی نے بغاوت کر دی"۔ "فوج اور حریت پسندوں میں جنگ" "فوجی چھاؤنی کو آگ لگا دی" - "پل بارکیں اور ٹیلی فون کے کھمبے تباہ کر دیئے" - "محافظ افغان فوج نے ہتھیار ڈال دیئے" "جنوبی افغانستان میں خوف و ہراس"۔ یہ الفاظ "انجام" کراچی کے ۵ر جولائی کے پرچہ میں صفحہ اوّل پر بہت موٹے قلم سے لکھے ہیں - اور نیچے مضمون اور بھی ہراس کن ہے - یہ افغانستان میں [illegible]

قادیانی فتنہ اور ہم

کچھ دنوں سے قادیانی جماعت ربوہ میں ایک نیا فتنہ پیدا ہوا ہے جس پر خلیفہ صاحب بہت مشتعل نظر آتے ہیں، اور "الفضل" کے ہر پرچہ میں اس فتنہ کے متعلق شہادتیں اور خلیفہ صاحب کے غیض و غضب سے بھرے ہوئے مضامین شائع ہو رہے ہیں، اس نئے فتنہ کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت ربوہ میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جن کو خلیفہ صاحب کی اصطلاح میں "منافقین" کے خطاب سے نوازا جاتا ہے یہ لوگ خلیفہ صاحب اور ان کے فرزند اکبر میاں ناصر احمد صاحب سے برگشتہ ہو کر اندر ہی اندر نئی خلافت کی تدبیریں سوچ رہے ہیں، جن میں کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بھی شامل ہے، اس کا پتہ خلیفہ صاحب کو یوں ملا کہ ایک مفلوک الحال شخص اللہ رکھا جو پہلے حضرت مولانا مرحوم کے گھر میں خدمتگار رہ چکا تھا اور پھر قادیانی درویشوں میں شامل ہو گیا لیکن بعد میں کسی وجہ سے اسے جماعت سے نکال دیا گیا، مختلف شہروں میں پھر کر اس قسم کی باتیں کرتا رہا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ خلیفہ صاحب کی وفات کے بعد میاں ناصر احمد کو خلیفہ بنایا جائے، اور اس کے قبضہ سے ایک خط[1] برآمد ہوا جس میں مولوی حکیم عبد الوہاب صاحب پسر حضرت مولانا نور الدین صاحب نے اپنی والدہ کی وفات پر اللہ رکھا کی طرف سے تعزیتی خط آنے پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:-

برادرم - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ مشتمل بر تعزیت ملا، جزاکم اللہ احسن الجزاء آپ کے ساتھ تو ہم لوگوں کا بھائیوں کا تعلق ہے اس لئے آپ کو صدمہ لازمی تھا، اس قسم کے حادثات زندگی کی بنیادوں کو ہلا دینے والے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ خاص مدد کرے آپ کا خط بہت تسلی آمیز ہے آپ بعافیت ہوں گے کوہ مری ضرور دیکھئے۔

آپ کا بھائی عبد الوہاب ۱۳/۵

خلیفہ صاحب نے اس خط سے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ یہ فی الحقیقت کسی تعزیتی خط کا جواب نہیں بلکہ اصل مقصد کو چھپانے کیلئے اس رنگ میں لکھا گیا ہے، اور اس میں جو یہ لکھا ہے کہ "کوہ مری ضرور دیکھئے" اس کا تعزیت سے کوئی تعلق نہیں، وہ لکھتے ہیں کہ:-

"۲۴ر اپریل کو میں مری میں آیا تھا لیکن اس سے پہلے دس یا گیارہ اپریل کو میں نے عبد الرحیم احمد اپنے نام نہاد داماد کو کوٹھی تلاش کرنے کے لئے مری بھیجا تھا اور اس نے دس بارہ اپریل کے قریب ربوہ پہنچ کر کوٹھی کی اطلاع دی تھی، جسے ہم نے پسند کر لیا تھا، اور عبد الرحیم احمد میاں عبد المنان (پسر حضرت مولانا نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناقل) کا یار غار ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس سے سن کر اپنے بھائی کو اطلاع دے دی، کہ خلیفۃ المسیح مری جانے والے ہیں اور عبد الوہاب کو فوراً یاد آ گیا کہ تو جیتے پہلے آئے ہوئے تعزیت کے خط کا جواب اللہ رکھا کو فوراً دینا چاہیئے، اور یہ بات بھی اُن کے دماغ میں آ گئی کہ یہ بھی لکھ دیا جائے کہ کوہ مری ضرور دیکھئے، کیونکہ اس وقت میرے مری آنے کا فیصلہ ہو گیا تھا اور پہاڑوں پر چونکہ عام طور پر صحت کے لئے لوگ باہر جاتے ہیں اور پہرہ کا انتظام پورا نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ رکھا کو تعزیت کے خط کے جواب میں تاکید کر دی کہ کوہ مری ضرور دیکھئے"

اس خط کے علاوہ میاں عبد الوہاب صاحب کے خلاف اور کئی شہادتیں پیدا کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ صاحب کو دماغی طور پر معذور سمجھتے ہیں اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے خلافت کے منصب کے قابل نہیں سمجھتے، اور ان کے بجائے میاں بشیر احمد یا چوہدری ظفر اللہ خان کو خلیفہ بنانے کے حامی ہیں، پھر اس سازش میں ان لوگوں کو بھی شریک ٹھہرایا گیا ہے، جن کے ہاں اللہ رکھا جا کر ٹھہرا اور انہوں نے اس کی باتوں کی پردہ پوشی کی اور خلیفہ صاحب کو اطلاع نہیں دی یہاں تک کہ اپنے بھائی میاں بشیر احمد صاحب کی اس حرکت کو کہ اُن کے پاس میاں عبد الوہاب صاحب کی باتوں کی رپورٹ آنے کے باوجود انہوں نے صرف میاں عبد المنان کی معرفت انہیں سمجھانے پر اکتفا کیا بزدلی قرار دیا ہے، اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے چونکہ میاں عبد الوہاب کی باتوں کی تشہیر کرنے والے پر خفگی کا اظہار کیا تھا اس لئے ان کی اس حرکت کو خلیفہ صاحب نے مومنانہ شان کے منافی ٹھہرایا ہے اور تمام جماعتوں سے جہاں جہاں اللہ رکھا گیا جواب طلب کیا ہے کہ انہوں نے کیوں اسے ٹھہرایا یا اس کے خلاف رپورٹ کیوں نہیں کی، اور متنبہ کیا ہے کہ اگر انہوں نے جواب نہ دیا یا معافی نہ مانگی تو آئندہ اُن کے خطوں کو جو بارگاہ خلافت میں پہنچیں پھاڑ دیا جایا کرے گا اور ان کے لئے کوئی دعا نہیں کی جائے گی (شکر ہے یہ نہیں کہا کہ بددعا کی جائے گی) جہاں تک تو خلیفہ صاحب اور ان کے مریدوں کا معاملہ ہے، وہ جانیں اور ان کا کام، ہم "پیغام صلح" کے صفحات کو اس ناپاک داستان سے ملوث نہ ہونے دیتے اگر اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ لاہور اور "پیغامی فتنہ" کا تذکرہ بار بار نہ کیا جاتا، خلیفہ صاحب کی ہمیشہ سے یہ عادت چلی آ رہی ہے کہ جب کبھی اُن کی جماعت میں کوئی فتنہ کھڑا ہوتا ہے، تو اس کو دبانے یا جماعت کو برانگیختہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ لاہور کو سامنے لے آتے اور رونے پیٹنے لگتے ہیں کہ ہائے "پیغامیوں" نے یہ فتنہ کھڑا کر دیا ہے، اس فتنہ میں "پیغامیوں" کی سازش اور ان کا ہاتھ ہے۔ بعینہ اسی طرح جس طرح احرار کو مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرنے کے لئے "مرزائیوں" کے خلاف میدان گرم کرنے کے سوائے اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ اسی طرح خلیفہ صاحب کو اپنی جماعت کے "منافقین" سے پلہ چھڑانے اور محاذ کا رُخ بدلنے کے لئے "پیغامیوں" کے خلاف واویلا کرنے اور پیش آمدہ فتنہ کو ان کی سازش کا نتیجہ قرار دینے کے سوائے اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا، چنانچہ ان تمام جلالی بیانات میں بھی جن کا خلاصہ اوپر درج کیا ہے، انہوں نے "منافقین" کے اس فتنہ کی تہ میں "پیغامیوں" کا ہاتھ قرار دیا ہے، کبھی کہتے ہیں مولانا صدر الدین صاحب ...... اور جناب میاں محمد صاحب نے اللہ رکھا کو ایجنٹ مقرر کیا ہے اور وہ ان کی شہ پر خلیفہ صاحب کو قتل کرنے کے درپے ہے، کبھی اللہ رکھا کا خط نقل کر کے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مولانا صدر الدین صاحب سے اللہ رکھا کی پرخاش ہے اس لئے ان کا دامن اس سازش سے بچا ہوا ہے، اور اللہ رکھا جناب میاں محمد صاحب کی پارٹی کا آدمی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون ہم ان کے تمام بیانات کو پڑھ کر حیران ہیں کہ جو قیاس آرائیاں انہوں نے حضرت مولانا صدر الدین صاحب یا جناب میاں محمد صاحب کے متعلق کی ہیں انہیں ان کی کسی خاص دماغی کیفیت کا نتیجہ قرار دیں یا فتنہ منافقین کا اثر، کم از کم ان شہادتوں میں جو اللہ رکھا یا دوسرے "منافقین" کے متعلق وہ پیش کر رہے ہیں، حضرت مولانا صدر الدین صاحب یا جناب میاں محمد صاحب یا جماعت لاہور کے کسی اور فرد کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا، پھر انہوں نے کس طرح ان کو اس ناپاک سازش میں ملوث قرار دے لیا۔ **خلیفہ صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور جناب میاں محمد صاحب کا مقام اس سے بہت بلند ہے جو انہوں نے سمجھا ہے، ان کا یا جماعت لاہور کا میاں صاحب یا کسی اور قادیانی کے خلیفہ ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں، ایسی ناپاک سازشیں خلیفہ صاحب ہی کی جماعت میں چلتی ہیں، جماعت احمدیہ لاہور اور اسکے بزرگوں کا دامن بحمد اللہ ان باتوں سے بکلی پاک ہے میاں صاحب کو چاہیئے کہ فتنۂ منافقین کو دبانے کیلئے کوئی اور راہ اختیار کریں، یہ رستہ جو انہوں نے تجویز کیا ہے احراریوں کی طرح ناکامی کے سوائے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔** کیا ہم امید کریں کہ آئندہ وہ اس سلسلہ میں

[1] میاں عبد الوہاب کی ان حرکات کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ صاحب نے حضرت مولانا نور الدین صاحب کا ذکر جس انداز میں کیا ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہے ہم اس پر آئندہ اشاعت میں تبصرہ کریں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دعائیں

لاعلاج مریضوں کی حضرت مسیح موعودؑ کی دعا سے شفایابی

مولانا مرتضیٰ خاں حسن کی زیر طبع کتاب بیّنات کا ایک باب ۔ بسلسلۂ اشاعت ۲۰ جون ۱۹۵۶ء

طاعون کے ایک مریض کی شفایابی

جن دنوں پٹیالہ میں شدت کی طاعون پھیلی ہوئی تھی غالباً ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے کہ ہمارے محلے کا ایک شخص جس کا نام غالباً مرادبخش تھا، مرض طاعون سے بیمار ہوگیا ۔ اس کو شدت کا بخار ہوا اور طاعون کی گلٹیاں بھی نمودار ہوگئیں ۔ وہ بہت گھبرایا اور اس گھبراہٹ کی حالت میں اس نے حضرت والد بزرگوار (مولانا عبیداللہ خاں صاحب مرحوم) کو پیغام بھیجا کہ خدا کے لئے حضرت مرزا صاحب کو دعا کے لئے درخواست کریں، میں اُن کے تمام دعاوی کی تصدیق کرتا ہوں اور انکی بیعت میں داخل ہوتا ہوں، یہ شخص حضرت کا سخت مخالف تھا اور بیماری سے قبل بڑی شدّت سے حضور کی مخالفت کیا کرتا تھا ۔ حضرت والد صاحب مرحوم نے اس کے کہنے کے بموجب حضرت کو خط تحریر کیا اور دعا کی درخواست کی لیکن اس امر کے متعلق کہ پہلے وہ حضور کا مخالف تھا کچھ تحریر نہ کیا ۔ تیسرے چوتھے دن حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور کا خط حضرت والد صاحب کے نام آیا جس میں لکھا تھا کہ حضرت نے دعا کی ہے ۔ اور یہ بھی لکھا ...... کہ دعا کرنے پر حضرت کو الہام ہوا کہ "پہلے تو یہ شخص سخت مخالف تھا" لیکن اگر وہ زندہ ہو تو اس سے اس الہام کا ذکر نہ کریں ۔ خدا نے اس کو شفا بخشی اور وہ تندرست ہوگیا ۔ حضرت کی دعا قبول ہوگئی، جو امر زیادہ قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت والد صاحب نے تو اس شخص کی مخالفت کے متعلق ....

....

اشارہ تک نہ کیا تھا خدا نے حضرت کو اطلاع دی کہ پہلے یہ شخص سخت مخالف تھا ۔

ہمارے لئے یہ الہام ازدیاد ایمان کا موجب ہوا ۔ یہ خدا کی دی ہوئی خبر تھی ورنہ حضرت کو کیا معلوم کہ وہ مخالف تھا ۔ حضور کو تو ایک اشارہ بھی اس کے متعلق نہ کیا گیا تھا ۔ لازماً ماننا پڑتا ہے کہ حضرت کو خدا سے وحی ہوتی تھی اور وہ یقینی اور قطعی ہوتی تھی، جس میں کسی شک و شبہ کا دخل نہ تھا ۔

ہمارے محلہ میں ایک نوجوان میاں رحمت اللہ رہتے تھے، ایک دن میں نے ان کو مسجد میں کہتے سنا کہ انہوں نے دو مریضوں پر حضرت مرزا صاحب کی دعا کا اثر دیکھا ہے ۔ دونوں طاعون سے سخت بیمار ہوگئے تھے لیکن دونوں حضرت کی دعا سے شفا پاگئے ۔ ایک تو یہی جس کا ذکر میں نے اُوپر کیا ہے اور ایک دوسرا شخص تھا جس کا مجھے علم نہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ سینکڑوں، ہزاروں اشخاص نے حضرت کی دعا سے شفا پائی، لیکن کوئی ایسا ریکارڈ نہیں، کہ تفصیلاً معلوم ہوسکے کہ شفا پانے والے اصحاب کون کون تھے ۔

مولوی مصطفےٰ خاں صاحب کی حضرت صاحب کی دعا سے صحتیابی

میرے بڑے بھائی مولوی مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم کو بچپن میں جو تھیہ بخار کی شکایت ہوگئی ۔ علاج معالجہ تو بہت کرایا جاتا تھا مگر بخار پیچھا نہیں چھوڑتا تھا ۔ چند دنوں کے لئے عارضی فائدہ ہوجاتا مگر تکلیف پھر شروع ہوجاتی ۔ متواتر کئی مہینوں کے بخار سے بھائی صاحب سوکھ کر کانٹا ہوگئے تھے ۔ سارے خاندان میں ان کے متعلق تشویش تھی ۔ ان دنوں میں ہم لوگ تو اپنے گاؤں میں رہتے تھے اور والد صاحب بزرگوار پٹیالہ میں ۔ آپ کو بھی بھائی صاحب کی علالت کی وجہ سے بہت تشویش رہتی اور بعض دفعہ پٹیالہ سے نسخہ تجویز کراکے بھیجتے مگر مستقل فائدہ کسی چیز سے نہ ہوا ۔ موسم گرما میں جب تعطیلات کے لئے کالج بند ہوئے تو حضرت والد صاحب بزرگوار پٹیالہ سے سیدھے قادیان گئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر بھائی صاحب کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی حضرت نے اُسی وقت ہاتھ اُٹھائے اور دعا کی ۔ اور یہ عجیب شانِ ایزدی ہے کہ اس دعا کے بعد اللہ تعالےٰ نے بھائی صاحب کو شفا عطا فرمادی ۔ اس پر بھائی صاحب نے (جنہیں خدا نے ذوق سلیم عطا فرمایا تھا اور بچپن سے ہی نہایت ستھرا شعر کہتے تھے) حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جو حضرت کی خدمت میں بھیجا گیا اور اخبار الحکم میں بھی چھپ گیا تھا ۔ اس وقت بھائی صاحب کی عمر تیرہ چودہ سال کی ہوگی

مُردوں کو زندہ کرنیکے متعلق ایک الہامی دُعا

حضرت اقدس نزول المسیح صفحہ ۲۲۳ پیشگوئی نمبر ۱۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ مجھے الہام ہوا رَبِّ اَرِنِی کَیفَ تُحیِ المَوتٰی رَبِّ اغفِر وَارحَم مِنَ السَّمَاءِ اے میرے رب مجھے دکھا کر تو مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے اور آسمان سے اپنی بخشش اور رحمت نازل فرما ۔ اس الہام میں یہ خبر دی گئی کہ کبھی ایسا موقعہ آنے والا ہے کہ ہمیں یہ دعا کرنی پڑے گی اور وہ قبول ہوگی ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک دفعہ ہمارا لڑکا مبارک احمد ایسا سخت بیمار ہوا کہ سب نے کہا کہ وہ مرگیا ہے ۔ ہم اُٹھے اور دُعا کرتے ہوئے لڑکے پر ہاتھ پھیرتے تھے تو لڑکے کو سانس آنا شروع ہوگیا ۔ علاوہ ازیں یہ الہام اس طرح سے بھی پورا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اب تک ہمارے ہاتھ سے ہزارہا رُوحانی مردے زندہ کئے ہیں اور کر رہا ہے"۔

یہ ۱۹۰۱ء کا الہام ہے ۔ اس الہام کے متعلق دونوں باتیں جو حضرت نے تحریر فرمائی ہیں بالکل مبنی برحق ہیں اور ان میں کچھ مبالغہ نہیں ۔ ایک مبارک احمد ہی نہیں بلکہ سینکڑوں ایسے مُردے حضور کے ہاتھ سے زندہ ہوئے ۔ یعنی ایسے ایسے خطرناک مریض جن کے بچنے کی توقع نہ تھی وہ حضور کی توجہ اور دُعا سے شفا پاگئے ۔ یہ تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ جو عالم جاودانی کو سدھار چکے ہوں وہ دوبارہ اس دنیا میں واپس آئیں یہ تو اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے خلاف ہے انھم لا یرجعون اللہ تعالےٰ کا قطعی قانون ہے اور اس کا حتمی وعدہ ہے کہ وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ۔ مردوں کے زندہ کرنے سے مراد ایسے مُردے ہی ہیں جن میں رمقِ حیات تو باقی ہو مگر اُن کی حالت ایسی خطرناک ہو کہ جانبر نہ ہو سکتے ہوں ۔ اور ان کی زندگی کی بظاہر کوئی توقع باقی نہ رہے ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مُردے زندہ کرنے کا معجزہ اگر ظاہری معنوں میں لیا جائے تو اس سے زیادہ نہیں کہ آپ کی توجہ اور دعا سے ایسے مریض اور ناقابل علاج بیمار شفا حاصل کرتے تھے ۔ آپ جسمانی بیماروں کو بھی شفا دیتے تھے اور روحانی کو بھی ۔ اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی دعا اور توجہ سے جسمانی بیمار بھی شفا پاتے تھے اور روحانی بھی، حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح خدا نے آپ کو دونوں معجزے عنایت فرمائے تھے ۔ کیا مولانا محمد علی صاحب کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہی بخار کا کافور ہو جانا معجزہ نہیں ؟ کیا میر محمد اسحاق کا طاعون کے مہلک حملے سے دو تین گھنٹے کے اندر اندر صحیح و سالم اُٹھ کر بیٹھ جانا اور دوڑنے بھاگنے اور کھیلنے لگ جانا معجزہ نہیں ؟ کیا سگ گزیدہ عبدالکریم کا دیوانگی کے بعد تندرست ہو جانا معجزہ نہیں ؟ اور اسی طرح سینکڑوں لاعلاج مریضوں کا شفا پاجانا معجزہ نہیں ؟ اور کیا ان پر مُردہ کے زندہ ہونے کے لفظ اطلاق نہیں پاسکتے ؟ ضرور پاسکتے ہیں ۔ یہ تو جسمانی مُردوں کا حال ہے ۔ رُوحانی مُردوں کی کیفیت اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے ۔ یہ ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ سینکڑوں انسان جو پہلے فسق و فجور میں مبتلا تھے حضرت مسیح موعود کی بیعت کے بعد متقی اور پرہیزگار بن گئے ۔ ان کی زندگیوں میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوگیا ۔ وہ جو کبھی نماز کے قریب تک نہ گئے تھے ۔ تہجد گذار بن گئے ۔ اور جنہوں نے کبھی بھولے سے قرآن مجید کی شکل نہ دیکھی تھی وہ قرآن مجید کے مفسر اور معلم بن گئے ۔ وہی جو دین سے دُور بھاگے پھرتے تھے دین کے مبلغ اور

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

ایک خط اور اُس کا جواب

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ۔ خانیوال سے ایک صاحب نے احمدیت میں شمولیت کی خواہش کا اظہار کیا ہے اُن کے خط کی نقل لف ہذا ہے، بندہ نے جواب جو انہیں بھیجا ہے وہ بھی لف ہذا ہے۔ براہ نوازش ہر دو خطوط اپنے اخبار گوہر بار میں درج فرما کر مشکور کریں۔ میں نے ان صاحب کا نام عمداً چھوڑ دیا ہے کیونکہ شاید ان کے نام کا اظہار اخبار میں اُن کے لئے موجب ابتلا ہو ۔ میں آپ کو ان کا نام اور پورا پتہ اس لئے تحریر کر رہا ہوں کہ آپ اپنے اخبار کا ایک پرچہ ان کے نام پر فری بھیجدیں۔ تاکہ ان کے لئے کشش کا موجب ہو ۔ ممنون ہوں گا ۔ فقط والسلام

بندہ ۔ عبدالعزیز خان ۔ عزیز ہوٹل ملتان

خانیوال ۔ 24.7.56

مکرمی جناب خان صاحب قبلہ سلمہٗ تعالیٰ

السّلام علیکم ۔ بندہ کی دیرینہ خواہش ہے کہ جماعت احمدیہ میں شامل ہو جائے ۔ چند وجوہات کی بناء پر احقر اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہا ہے اب بندہ مجبور ہے اپنی اس خواہش کو زیادہ عرصہ نہیں دبا سکتا ۔ آپ کی خدمت میں استدعا ہے کہ آپ براہ کرم بندہ کو تحریر کریں کہ جماعت احمدیہ میں بندہ کس طرح شامل ہو سکتا ہے، امید واثق ہے کہ آپ بندہ کو جلد از جلد مطلع فرما کر ممنون فرما دیں گے ۔

احقر .... بی ۔ اے ۔ خانیوال

جواب :

مکرم بندہ .... صاحب ۔ زاد عنایتہٗ ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مجھے تعجب ہے کہ اس زمانہ میں جب سب طرف مخالفت کا زور ہے خدا تعالےٰ نے آپ کے دل میں جماعت احمدیہ میں شمولیت کی خواہش پیدا کی ۔ جماعت احمدیہ میں شمولیت کے لئے کسی نئے اقدام کی ضرورت نہیں ۔ ہر وہ شخص جو ایک پکا مسلمان ہے وہ حقیقی احمدی ہے یہ کوئی مسلمانوں سے علیحدہ جماعت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی ایک ترقی یافتہ جماعت ہے ۔

گویا یہ ایک علمی جماعت ہے جس کو دین اسلام کے علوم کے حصول کا شوق ہو وہ ہماری جماعت میں شامل ہو سکتا ہے، ہمارے حضرت مرزا صاحب نے اسلام پر تقریباً ... کتب تصنیف کی ہیں جس میں خدا تعالےٰ کی ہستی صداقت اسلام اور حضرت نبی کریمؐ کی صداقت اور قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے زبردست دلائل دیئے ہیں ۔ ان کتب کے مطالعہ سے انسان کے اندر ایمان کی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور جوں جوں ان کتب کا مطالعہ کرتا جاتا ہے اس کا ایمان بڑھتا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ احمدی نماز اور روزہ، حج اور زکوٰۃ کے زیادہ پابند ہیں بلکہ کئی تہجد خواں بھی ہیں ۔ نئی روشنی کے لوگ ہماری جماعت میں خصوصاً بہت زیادہ ہیں اور ان کو اسلام سے اس قدر شغف رہا ہے کہ انہوں نے اپنی عمریں اسلام کے لئے وقف کر دیں ۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی نے ولایت میں اسلام کا جھنڈا گاڑا اور کئی یوروپین لوگ اُن کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ۔ ہمارے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی نے انگریزی و اُردو میں قرآن کریم کی تفسیریں لکھیں اور متعدد کتب اعلیٰ پایہ کی اسلام پر تصنیف و تالیف کیں ۔ ہمارے موجودہ امیر حضرت مولانا صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی نے بھی اسلام پر کئی کتب لکھیں جو قابل مطالعہ ہیں ۔ آپکو اگر ہمارے سلسلہ کی کتب کے مطالعہ کا شوق ہو تو میں آپکو بھیج سکتا ہوں ۔ آپکو ان کے مطالعہ سے ہمارے سلسلہ کے معلومات حاصل ہو جاویں گے خصوصاً حضرت مرزا صاحب کی کتب کے مطالعہ سے آپ کے اندر نیا ایمان پیدا ہو جائے گا اور ایک تبدیلی واقع ہو جائے گی ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کتب میں خدا تعالےٰ کا نور نمایاں ہے اور اس زمانہ میں جو شبہات اسلام کے متعلق پیدا ہوتے ہیں ان سب کا ان میں جواب ہے ۔ مزید معلومات کے لئے بندہ ہر وقت حاضر ہے ۔ آپ اگر ہمارے سلسلہ کا ہفتہ وار اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور مطالعہ کرتے رہیں تو بھی آپ کو کافی معلومات حاصل ہو سکتے ہیں ۔ والسلام

خاکسار ۔ عبدالعزیز خان

پروپرائٹر عزیز ہوٹل ۔ ملتان چھاؤنی

ضلع سیالکوٹ کا چندہ

مولوی محمد علی صاحب انچارج ضلع سیالکوٹ کے دورہ پر باہر گئے تھے آپ نے مختلف گاؤں کا دورہ کیا ۔ دوستوں سے ملاقات کی ۔ تبادلہ خیالات کیا ۔ اور مختلف مقامات سے چندہ وغیرہ وصول کیا ۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :۔

جماعت چیندر کے باگڑے

(۱) چوہدری اللہ دتہ صاحب مو احمد بتقریب شادی عطیہ اشاعت اسلام ...... ۱۰—۰—۰

(۲) چوہدری محمد یونس صاحب ۔ فصلانہ ...... ۲۰—۰—۰

جماعت کوٹلی نتھو ملہی

(۱) چوہدری امام دین صاحب ۔ فصلانہ ...... ۵—۰—۰

(۲) چوہدری سردار محمد صاحب فصلانہ ...... ۲۰—۰—۰

(۳) بیگم تاج دین صاحب مرحوم ...... ۱—۰—۰

(۴) چوہدری قمر دین صاحب فصلانہ ...... ۵—۰—۰

جماعت بدوملہی

(۱) محمد طیب صاحب ششماہی چندہ ...... ۶—۰—۰

(۲) جماعت بدوملہی بقایا فطرانہ ...... ۱۰—۰—۰

شیخ اللہ بخش (زکوٰۃ) ...... ۱۵۰—۰—۰

شیخ غلام مصطفےٰ صاحب (زکوٰۃ) ...... ۱۰۰—۰—۰

حکیم محمد اسلم صاحب علوی (چندہ جون) ...... ۳—۰—۰

" " " " ...... ۳—۶—۰

غضنفر علی صاحب (سالانہ چندہ) ...... ۲۴—۰—۰

اللہ دتہ صاحب ...... ۲—۰—۰

جماعت سیالکوٹ شہر

(۱) جماعت سیالکوٹ عید فنڈ ...... ۲۱—۰—۰

(۲) جماعت سیالکوٹ چھاؤنی ۔ (عید فنڈ ۔ سعید فنڈ) ...... ۳۳—۰—۰

جماعت جاملکے

(۱) مرزا احمد دین صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر ...... ۱۰—۰—۰
چندہ ۱/-/2 جولائی و اگست ۔ قیمت کمال ۱/-/2 ۔ چندہ پیغام صلح 6/1 ۔

جماعت سیسے والا

(۱) چوہدری علی محمد صاحب (زکوٰۃ) ...... ۵—۰—۰

میزان کل ...... ۴۲۸—۷—۰

حضرت مجددِ وقت کی خدماتِ اسلام

عبدالغفور صاحب ثاقب

یہ مقالہ ۵ مئی ۱۹۵۶ء کو جلسہ یوم وصال حضرت مسیح موعود میں پڑھا گیا۔

اسلام آج سے سو سال پہلے

گذشتہ سو سال پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے اور ادوار حالات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور اہل اسلام باوجود اپنی فطری صلاحیتوں کے زمانے کے تقاضوں اور عیسائیت کی بے پناہ مادی قوتوں سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ انسانیت کو بطریق احسن تکمیل تک پہنچانے کا دعویدار اسلام مسلمانوں کے ہاتھوں میں بے بس نظر آتا ہے۔ اور مسلمان اسلام ایسی ایمانی قوت کے باوجود خود کو کمزور سمجھتا ہے۔ غیر قومیں اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے ختم کر دینے کے درپے نظر آتی ہیں۔ اور کون وہ مسلمان ہے جو اس حقیقت سے ناآشنا ہو گا کہ یہ زمانہ دنیائے اسلام کے لئے مصائب کا زمانہ ہے۔ بغور مطالعہ کیا جائے تو اس پستی اور تنزل کا سب سے بڑا سبب تبلیغ حق اور اشاعتِ دین سے غفلت کے سوا کچھ نہیں۔

مامور کی ضرورت اور حضرت مرزا صاحب کی بعثت

ایک طرف قرآن حکیم علوم کے خزانوں سے بھرپور اور دوسری طرف تمام دنیا تشنۂ علوم ہے۔ لیکن اس کی پیاس بجھانے والا کوئی پانی نہیں ملتا۔ ایسے حالات میں جب غفلت حد سے بڑھ جاتی ہے تو قدیم سنت اللہ کے مطابق اللہ تعالےٰ اپنی طرف سے کوئی بیدار کرنے والا بھیجتا ہے۔ اسی سنت کے مطابق اس نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا۔

اسلام کی اصل تصویر

آج کے دن ہم اس عظیم المرتبت ہستی کو خراج تحسین پیش کرنے جمع ہوئے ہیں جس نے نہ صرف دینِ اسلام کو فرسودہ روایات اور کہنہ حکایات کے گھناؤنے ماحول سے نکال کر اپنی اصلی تصویر میں دنیا کے سامنے پیش کیا بلکہ مدافعت کا کام بھی اس تحدی اور تندہی سے کیا کہ غیر بھی مرحبا کے نعرے بلند کئے بغیر نہ رہ سکے۔

مدافعت اسلام

ادھر عیسائیوں سے مذہبی مباحثے ہو رہے ہیں تو ادھر آریوں سے بھی مناظروں کی تیاری بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ ادھر کسی نیچریت کے دلدادہ کو آپ علم معرفت کے رموز سے آگاہ فرما رہے ہیں تو ادھر حق کے پرستاروں کے سامنے حقائق و معارف کے دریا بہاتے جاتے ہیں۔ صبح و شام صرف ایک ہی دھن ایک ہی چرچا، ایک ہی تڑپ، ایک ہی جذبہ دل میں موجزن ہے کہ خدا اور اس کے رسول کا نام دنیا میں بلند رہے اور یہ کہ دین اسلام کا بول بالا ہو۔ کسی پہلو بھی سکون نہیں۔ قلم گوہر افشانی کر رہی ہے۔ زبانِ علم معرفت کے پھول بکھیر رہی ہے۔ اور دل کی سرد مہر کن بارگاہ ایزدی سے نصرت و کامیابی کی طلبگار ہے۔

ماموریت سے پہلے کی زندگی

ایام طفولیت میں ہی نیکی اور راستبازی آپ کا شعار تھا اور زہد و تعبّد کا یہ عالم تھا کہ والد بزرگوار نے آپ کا نام "مسیتڑ" رکھا اور ان کی بیشمار کوششیں بھی آپ کو دنیوی مشاغل کی طرف راغب نہ کر سکیں۔ بچپن رخصت ہوا تو شباب اپنے پہلو میں سینکڑوں خوش کن شب و روز لیکر آیا، اور دنیا نے عیش و مسرت اپنے دامن میں رنگا رنگ کے پھول چن کر لائی۔ لیکن اس مرد خدا کو کوئی چیز بھی تو متاثر نہ کر سکی۔ البتہ عمر کے ساتھ ساتھ تقوےٰ و طہارت میں کمال کی ترقی ہوتی چلی گئی۔ اور خدا تعالیٰ کی ہمکلامی اور الہام کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت حضرت مرزا صاحب اپنے خاندان کے ذمہ دار فرد تھے۔ والد محترم کا اصرار تھا کہ گھر یلو امور اور زمینداری میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے۔ لیکن یہاں تو کچھ اور ہی لو لگی ہوئی تھی۔ تاہم ان کا حکم ماننا بھی آپ ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے کئی ایک مقدمات زمین کی پیروی کی۔ لیکن وہاں بھی راستبازی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ویسے آپ کو مقدمات اور دیگر ایسی باتوں سے بالطبع نفرت تھی۔ پھر انہی ایام میں والد محترم کو آپ کی ملازمت کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ کو سیالکوٹ جانا پڑا۔ دورانِ ملازمت میں آپ نے اللہ تعالےٰ اور افسرانِ اعلیٰ اور دیگر مخلوق کے حقوق و فرائض کو نہایت احسن طریق پر ادا کیا۔ آپ کی دیانت، امانت، تقوےٰ، طہارت نے ہر دوست و دشمن سے خراج تحسین حاصل کیا۔ اس مختصر سی ملازمت کے بعد آپ مستقل طور پر قادیان میں ہی رہنے لگے، اور رفتہ رفتہ تصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ تو اسلام اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعلیم کو ایسے خوش رنگ انداز میں پیش کیا کہ مسلمانوں کو اپنی کھوئی ہوئی متاع مل گئی۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہونے لگے اور علم و عرفان کی جھولیاں بھر بھر کر واپس لوٹے۔

دعوئے مجددیت اور اسکے تاثرات

آخر بموجب حکم خداوندی آپ نے دعوےٰ مجددیت کیا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اور مسلمانوں نے اپنے مذہبی رہنماؤں کی طرف رُخ کیا اور ہر ایک نے بغیر غور و فکر ہر کس بقدر ہمت اوست، کے مطابق فتوےٰ دیا۔ جہاں آپ سے کئی بدقسمت لوگ بدظن ہو رہے تھے وہاں کئی سعید روحیں کشاں کشاں اس جانب کھنچی چلی آ رہی تھیں۔ پھر دوسرا نازک وقت وہ تھا جب آپ نے حکم الٰہی کے ماتحت مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعوےٰ کیا۔ حضرت صاحب کے ان دعاوی سے کئی مسلمانوں کو سخت مایوسی ہوئی، کیونکہ یہ لکیر کے فقیر بدستور آسمان کی جانب اپنی آنکھیں لگائے نزول مسیح کے منتظر تھے۔ اور مسیح بھی وہ جو ہزارہا سال قبل اپنی طبعی موت پا کر کشمیر میں مدفون ہوئے۔

انتہائی مشکلات

حضرت صاحب کے لئے انتہائی مشکلات کا یہ دور تھا۔ ہر جانب سے مخالفت اور ایذا دہی کے طوفان اُمڈے چلے آتے تھے۔ آپ کی مخالفت میں بڑے بڑے جلسے ہونے لگے۔ نئی نئی سازشیں اور آپ کے قتل کے منصوبے کئے گئے۔ حکومت انگلشیہ کو جھوٹی سوڈانی کی مثال دے کر ہر چند بدظن کیا گیا۔ اور یہی نہیں بلکہ ہندوستان کے اکثر علماء نے آپ پر کفر کا فتوےٰ لگایا۔ اور آپ کی طرف دعوئ نبوت منسوب کر کے سادہ دل لوگوں کو گمراہ کیا۔ حضرت صاحب کی ذات بابرکات کے علاوہ آپ کے مریدوں کو بھی طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں، اور ہر جائز و ناجائز طریقہ سے آپ کی تعلیم سے روکنے کی کوشش کی گئی۔ کاش! یہ نادان لوگ جان سکتے کہ جب سچائی کے سوتے دلوں سے پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت بھی انہیں دبا نہیں سکتی۔ سعادتمند مریدوں نے بھی ہر طرح کی مصائب اور مشکلات برداشت کیں لیکن پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ اور ان میں وہ خوش نصیب بھی ہوئے جنہوں نے حق کی خاطر جامِ شہادت لبوں سے لگایا۔

جماعت کی تشکیل و تنظیم

مریدوں کی بڑھتی ہوئی تعداد دیکھ کر آپ نے اسے ایک جماعتی رنگ دیا اور "جماعت احمدیہ" نام رکھا۔ ایسی جماعت بنانے سے آپ کی غرض اسلام میں تفرقہ اندازی ہرگز نہ تھی جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ ایک امتیازی صورت پیدا کرنے کے علاوہ سب سے بڑی غرض اجتماعی رنگ میں تبلیغ حق اور اشاعت دین تھی، جو خدا کے فضل و کرم سے آپ کی قائم کردہ جماعت اب تک کر رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا لگایا ہوا یہ پودا

دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرتا گیا، چنانچہ عین مصلحت ایزدی کے تحت آپ نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی جس کی غرض و غایت تمام روحانی بھائیوں کو ایک کرنے اور ان کے درمیان سے اجنبیت کا پردہ اٹھا دینے اور سب کو روحانی فوائد پہنچانے کی تھی۔ امام وقت کا یہ قدم اپنے اندر بلا کی وسعتیں رکھتا تھا جو آج ہماری نظروں سے اوجھل نہیں اور بلا مبالغہ بلا قیاس جہان خانے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا گیا۔ آپ کی مخالفت جہاں اتنے زوروں پر تھی وہاں بڑے بڑے عالی دماغ اور صاحب علم و تقویٰ بھی آپ کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ وکلا، ڈاکٹروں اور دیگر کئی اصحاب نے تمام دنیوی دھندوں سے دامن پاک کر کے اپنا تن من دھن سب کچھ دین اسلام کی اشاعت کے لئے حضرت مجدد اعظم کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ یہ تبلیغ دین کا کام جو آپ کی زندگی کا مقصد وحید تھا ترقی کرتا گیا۔ مختلف اخبار و رسائل کا اجراء ہوا اور ان کے ذریعے اسلام کا پیغام اندرون ملک، یورپ اور دوسرے ممالک میں پہنچا دیا گیا۔ اس خدا کے شیر نے دن رات تقریر، تحریر اور عمل کے ذریعہ دین اسلام کی کماحقہ خدمت کی۔ آپ کی بیش بہا اور کثیر التعداد تصانیف نے جن کے ہر ہر نقطہ سے حکمت و معرفت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اہل دنیا کو انگشت بدنداں کر دیا۔ اور کئی سعید دل پکار رہے تھے کہ ایسی تصنیفات بغیر تائید ایزدی کے ہرگز نہیں لکھی جا سکتیں۔

انجمن کی بنیاد

جوں جوں آپ کے متبعین میں ترقی ہوتی گئی توں توں لوگوں نے اشاعت اسلام اور اس نیک سلسلے کو چلانے کے لئے دل کھول کر روپیہ دیا۔ اب حضرت صاحب کے لئے مشکل تھا کہ وہ تن تنہا تمام حساب کتاب اور دیگر امور پر بھی توجہ رکھتے۔ دریں حالات آپ نے انجمن احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اور تمام کچھ اس انجمن کے سپرد کر کے خود بری الذمہ ہو گئے۔ اب یہ انجمن ہی جماعت کی امین تھی۔ آپ نے اپنا کوئی خلیفہ یا جانشین مقرر نہیں کیا۔ بلکہ یہ انجمن ہی آپ کی خلیفہ اور جانشین ہے۔

دنیائے اسلام پر احسانات

آج ہر ذی سلیم اس حقیقت کو مانتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے دنیائے اسلام پر بہت بڑے احسان کئے۔ آپ نے نہ صرف کئی مسلمانوں کو غلط عقائد سے نکال کر صحیح راہ پر گامزن کیا بلکہ کتنے ہی باریک مسائل کو بھی ان پر اچھی طرح واضح کیا۔ حیات مسیح ناصری کو آپ نے قرآنی حقائق کے منافی ٹھہرایا۔ اور قرآن ہی کی روشنی میں وفات مسیح کو ثابت کیا۔ قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کو آپ نے غلط قرار دیا۔ اور اس حقیقت پر زور دیا کہ خدا کے کلام کا ایک شوشہ بھی نہ کبھی منسوخ ہوا اور نہ قیامت تک منسوخ ہو سکتا ہے۔ اور پھر اس آخری زمانہ میں آپ ہی نے آکر دجال کی پہچان کی۔ اور اس کی نقشہ انگیزیوں سے مسلمان قوم کو آگاہ فرماتے ہوئے بدرجہ کمال مدافعت کی۔ اور خدا نے عزوجل نے دجال کے مقابلہ پر آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔ جیسا کہ ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ جہاد اسلام میں ایک اہم فریضہ ہے۔ اکثر مولویوں کی ناسمجھی اور غیروں کے غلط پروپیگنڈے کے اثر سے عام طور پر مسلمانوں میں جہاد کے مفہوم میں غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت صاحب نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا کہ بغرض اشاعت دین کے لئے تلوار اٹھانا قطعاً ناجائز ہے اور ایسا کرنا اسلام کے خوبصورت چہرے پر بدنما داغ ہے۔ لیکن ایسے موقعہ پر جبکہ دشمن ملت محمدیہ کو تلوار کے زور سے مٹانے پر تل پڑیں۔ تو اس وقت اپنی قوم اور مذہب کی حفاظت کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تلوار اٹھائے۔ اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے آپ نے جہاد بالقرآن کی طرف توجہ دلائی۔ اور خود بھی تمام زندگی اس جہاد میں لگے رہے اور لوگوں کو بھی یہی دعوت دی کہ اصل اسلامی جہاد یہی ہے۔ اور اسی میں مسلمان قوم کی کامیابی اور دین اسلام کے غلبہ کا راز مضمر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دعائیں

(بسلسلہ صفحہ ۷)

دین کے منادی بنے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور جنہوں نے سب سے پہلے اس زمانہ میں توحید کا جھنڈا بلاد غربیہ میں گاڑا اور

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

کا منظر ان کی طفیل ہماری آنکھوں کے سامنے آگیا، وہ عیسائیت کے دام تزویر میں پھنستے پھنستے بچ گئے۔ اور اس کی وجہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب اور وہ دم روحانی تھا جو آپ کے انفاس طیبہ سے ان میں پھونکا گیا۔ جیسا کہ خود حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بارہا فرمایا۔

حضرت مسیح موعود ایک بلند پایہ ولی اللہ تھے۔ آپ ولایت کبریٰ کے مالک تھے کہ حضور کی جماعت میں سینکڑوں انسان مقام ولایت پر فائز ہوئے۔ وہ صاحب کشف و کرامت تھے اور خدا نے انہیں الہام اور رویائے صالحہ کی نعمت عطا فرمائی۔ ایک جماعت ایسی بھی تھی جنہوں نے اس راہ میں جانیں قربان کر دیں۔ پھر ان میں ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے ہزاروں، لاکھوں روپے خدا کے دین کیلئے خدا کے دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے خرچ کر ڈالے۔ غرض کسی پہلو سے دیکھ لو آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے متبعین ہر رنگ میں کامل متبع اسلام نظر آئیں گے۔ وہ نماز روزہ کے پابند۔ قرآن کے پڑھنے والے۔ قرآن کی تبلیغ کرنے والے، خدا کے رستہ میں مال خرچ کرنے والے اور خدا کے لئے جانیں قربان کرنے والے بن گئے۔ اب اس سے بڑھ کر روحانی انقلاب اور کیا ہوگا۔ پھر کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے کہ حضور نے مردے زندہ نہ کئے؟ لاریب حضور نے جسمانی مردے بھی زندہ کئے اور روحانی بھی۔

خلیفہ ربوہ کا اخلاقی مظاہرہ

اسی شمارہ میں دوسری جگہ موجودہ قادیانی فتنہ کے متعلق مفصل لکھا جا چکا ہے، اس بارہ میں ہم نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں "الفضل" کے پرچے بھیجکر استصواب کیا تھا جس کے جواب میں ان کا ذیل کا مکتوب موصول ہوا ہے :-

مکرم ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں اللہ رکھا کے نام سے تو واقف نہ تھا اور نہ میں نے کبھی اس سے بات کرنا مناسب سمجھا۔ ہاں اس کی شکل و صورت سے واقف ہوں وہ احمدیہ بلڈنگس آجایا کرتا ہے اور ہماری جماعت کو برا بھلا کہتا ہے۔ اس عید کے موقعہ پر وہ کوہ مری کی مسجد میں آیا تھا، دوسرے روز جب وہ جمعہ کی نماز کے لئے آیا تو میں نے میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے پر ظاہر کیا کہ یہ شخص قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس پر اس نے مجھے مسجد میں بیٹھے بیٹھے برا بھلا کہا، لیکن اس کو معذور سمجھ کر اسکے کلام کو در خور اعتنا نہ سمجھا۔ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کو غلط فہمی ہوئی ہے اور وہ بدظنی سے کام لے رہے ہیں جو گناہ ہے، انہوں نے مشتعل ہو کر حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کے برخلاف نہایت ہی حقارت کے الفاظ استعمال کئے ہیں حضرت مولانا موصوف پر حضرت مسیح موعودؑ تو فخر کرتے تھے اور صاحبزادہ صاحب انکی وقتاً فوقتاً تذلیل کرتے رہتے ہیں، پھر ان کے عزیز و اقارب کو رگیدا ہے تاکہ انکی جماعت انکا اکرام نہ کرے۔ علاوہ ازیں اپنے بھائی مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے حق میں ناواجب کلمات استعمال کئے ہیں، اور خود چوہدری ظفر اللہ خانصاحب بھی انکی ملامت سے نہیں بچ سکے، خلیفہ ربوہ نے اچھے اخلاق کا مظاہرہ نہیں کیا۔ والسلام

صدر الدین۔ ۳۰ جولائی
از کوہ مری

مجاہدِ یورپ

اس عنوان سے ایک سلسلہ مضمون محمد سلطان صاحب نظامی کے قلم سے پیغام صلح کی کئی اشاعتوں میں درج ہوتا رہا ہے، یہ سلسلہ بعض اور ضروری مضامین کی وجہ سے ۱۶ مئی کے بعد رک گیا، ذیل میں اس کو پھر شروع کیا جاتا ہے سابقہ تسلسل کے لئے پیغام صلح مورخہ ۱۶ مئی نمبر ۱۹ دیکھئے:

ووکنگ مشن کی مقبولیت دنیائے اسلام میں

کمزوری صحت کے باوجود خواجہ صاحب تبلیغ دین کے فرائض بجالاتے رہے۔ خواجہ صاحب کی دینی سرگرمیوں نے ووکنگ مسلم مشن کو شہرت دوام بخشی اور اسلامک ریویو کو اس قدر مقبولیت نصیب ہوئی، کہ برطانیہ و ہندوستان کے علاوہ جزائر غرب الہند اور برٹش گائنا۔ ٹرینیڈاڈ۔ افریقہ سنگاپور۔ فلپائن، پینانگ۔ پورٹ نیو میں لاتعداد اشخاص اس کے خریدار بن گئے اور انہوں نے ووکنگ سے مفت لٹریچر بھی حاصل کیا جس سے ان میں نور ایمان پھیلنا شروع ہوگیا اور متعدد خطوط خواجہ صاحب کو آنے لگے جس میں ان علاقوں سے تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین طلب کئے گئے۔ انہی دنوں کئی ایک انگریز مشرف بہ اسلام ہوئے، جن میں مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال جیسے مشہور ادیب اور اہل قلم اور نصیرالدین فورڈ بی اے ایل ایل بی بیرسٹر ایٹ لا بھی شامل تھے۔

خواجہ صاحب کے فرزند اکبر کی وفات

خواجہ صاحب کے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب نے بھی جو گریجوایٹ اور نہایت ہی قابل تھے اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی تھی جس سے خواجہ صاحب کو دلی راحت محسوس ہوئی۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے مشنری کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے انہیں بھی انگلستان بلایا۔ لیکن افسوس صد افسوس دسمبر ۱۹۱۸ء میں بائیس سالہ نوجوان عین عالم شباب میں راہی عالم بقا ہوگئے۔ مرحوم نے اسی ہفتہ جب ان کی وفات ہوئی تبلیغ دین کے لئے انگلستان روانہ ہونا تھا۔

بشیر کی وفات پر خواجہ صاحب کا بیان

یہ حسرتناک خبر جب خواجہ صاحب کو پہنچی تو انہوں نے خدا کا شکر ادا فرمایا، آپ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔ آپ تو راضی بہ رضائے الٰہی کا مجسمہ تھے صبر، زہد اور تقوے آپ کے شعار میں داخل تھے۔ جوان بیٹے کی وفات پر آپ نے ذیل کے الفاظ تحریر فرمائے:-

"بشیر کو مشیتِ ایزدی نے بلا لیا۔ خدا تعالےٰ کی شان اسی ہفتہ جب اُس نے پاسپورٹ لے کر خدا کی راہ میں پہلا قدم اُٹھانا تھا اور اس طرح دنیا کو اسی جہان میں چھوڑنے کے لئے سفر شروع کرنا تھا اللہ تعالےٰ کی عنایت نے اسے ہمیشہ کے لئے دنیوی علائق سے چھڑا لیا۔ ایک باپ کے قلم سے یہ کلمات شاید کسی کو اوکھے نظر آئیں لیکن جس وقت مجھے مرحوم کے .... چلے جانے کی تار ملی وہ ایک بجے کا وقت تھا اور نماز ظہر قریب تھی۔ اسی وقت معًا میرے دل میں خیال آیا کہ اب جو نماز میں کھڑا ہو کر میں نے الحمد للہ رب العالمین کہنا ہے تو کیا واقعی میں سچے دل سے الحمد اس واقعہ کے بعد کہہ سکتا ہوں۔ یا یہ نماز نفاق کی ہوگی۔ لیکن اگر ایک مسلمان کو ہر حال میں پانچ وقت نماز ادا کرنی ہے اور ہر نماز میں الحمد بھی کئی کئی دفعہ کہنا ہے تو پھر یہ منافقت ہے۔ اگر میں اس قضائے الٰہی کے ساتھ پورے طور سے رضامند نہ ہو کر نماز ادا کروں، خدا کا شکر ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت میری صحت کی حالت جس کے متعلق میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور اس وقت تک بھی ایک حد تک نہایت ہی نازک تھی، اس مرض میں کسی وحشتناک خبر، تشویش، غم، غصہ اور اشتعال کا آنا سم قاتل ہے، میرے دوستوں نے ازراہ شفقت .... یہ پہلی تاریں متعلق بیماری مجھ سے کئی دن سے چھپا رکھی تھیں۔ اور یہ تار جو صبح سے آئی ہوئی تھی، یہ بھی ایک بجے تک چھپی رہی۔ گذشتہ سال میں نے اس قدر کام کیا کہ جس سے میرے اعصاب بالکل تباہ ہوگئے۔ معمولی سے معمولی تشویش میرے رگ و پٹھے کو گرم کر دیتی ہے اور اس موسم سرما میں کئی کئی گھنٹے سرد پانی کے پچھے سر پر ڈالنے سے آرام آیا ہے۔ اس حالت میں یہ خبر آئی جو کئی گھنٹہ تک چھپائی گئی۔ لیکن اتفاق سے مجھے پتہ لگ گیا۔ خدا کی شان ہے کہ یہ خبر جو اس نازک حالت بیماری میں میرا تن بدن پھونک کر خاتمہ کر دیتی۔ اس کے سننے پر فی الفور میرا جسم ایک قسم کی برودت سے بھر گیا۔ اور سر سے لے کر پاؤں تک ایک قسم کی ٹھنڈک کی چادر میرے اندر باہر پھیل گئی یہ احساس مجھے دوسری دفعہ زندگی میں ہوا۔ اول اس دن جب والدہ بشیر مرحوم ۱۹۱۲ء میں اچانک دنیا سے رخصت ہوگئی۔ اس دن بھی میرے ساتھ یہی واقعہ ہوا۔ ہاں اس وقت یہ برودت ایک دن رہی اور اس وقت یہ برودت برابر دو دن رہی۔ ہاں اس عزیز کا رخصت ہو جانا مسودینوی اصول سے تو اسے مدت ہوئی رخصت کر چکا تھا۔ میں نے ایام حج میں بمقام "منا" مذبح ذبیح اللہ پر جب دو رکعت نفل ادا کئے تو سجدہ میں اسے خدا کی نذر کیا۔ میری طرف سے تو وہ عین قربانی کے دن دو سال ہوئے خدا کے آگے بطور قربانی پیش ہو چکا۔ خدا نے جب چاہا اس قربانی کو قبول کر لیا۔ جب اُس نے بی اے پاس کیا تو اسے میں نے کہا کہ میں اسے خدا کی نذر کر چکا ہوں لیکن اگر دنیوی کاروبار کی خواہش ہے تو بھی میں حاضر ہوں۔ وہ لا کلاس میں داخل ہوا۔ لیکن اُس نے نہایت ہی جوانمردی سے دنیا پر لات ماری اور اُٹھتی جوانی میں میری رفاقت پسند کی۔ اور قربانی کو قبول کیا۔ اس پر اس کی بیوی کا بھی حق تھا۔ اس لئے میں نے مرحوم کے خسر اور ان کی اہلیہ صاحبہ سے بھی استرضا کیا اور ان کو بھی کہا کہ اگر وہ اس فقر کی زندگی کو جو مشنری کے سامنے ہونی چاہیئے پسند کر سکتی ہوں تو بہتر ورنہ کچھ مضائقہ نہیں۔ جو پیشہ اس کے لئے موزوں سمجھیں یا پسند کریں میں اس کا انتظام کر سکتا ہوں لیکن خدا تعالیٰ انہیں جزائے موفور عطا فرمائے انہوں نے بھی بطیب خاطر میری خواہش کو مانا۔

سو ایک ثمر رسیدہ بچہ سے جو والدین کو دنیوی توقعات ہو سکتی ہیں۔ اس سے تو مدت ہوئی میں نے قطع تعلق کر لیا۔ وہ میری طرف سے خدا کی نذر تھا پھر میرا کیا تعلق۔ وہ جس طرح چاہے اسے لے لے۔ میں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کا موقعہ دیکھتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے عین اس وقت اُٹھا لیا کہ ابھی دنیا کے علائق اور گند سے پاک تھا۔ اور وہ ایک مسلم مشنری بننے کے لئے تیاری کر رہا تھا........"

تبلیغ دین میں انہماک

خدا کی شان دیکھئے کہ خواجہ صاحب کے فرزند اکبر جناب خواجہ بشیر احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کی رفیقہ حیات بھی زندہ نہ رہ سکیں اور وہ بھی اُن کے ساتھ ہی اپنے رفیق اعلےٰ سے جا ملیں، لیکن جو بات زیادہ غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام غمناک خبروں سے خواجہ صاحب جیسے مرد غازی اور مجاہد کے عزم میں ذرا بھر بھی کمی نہ ہوئی بلکہ ان واقعات نے ان کو صبر و استقلال اور زہد و تقوے کو اور بھی تقویت بخشی انہیں یقین تھا کہ خداوند تعالیٰ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے بھی روشناس تھے کہ خالق کائنات اپنے نیک بندوں کو طرح طرح کی ابتلاؤں میں مبتلا کر کے ان کے تقوے اور اخلاص کا امتحان کرتا ہے اور خواجہ صاحب اس امتحان میں بھی پورے ہی اُترے۔ وہ جس مقصد کو لیکر یورپ میں تشریف لے گئے تھے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ تبلیغ دین میں وہ دن رات ویسے ہی کوشاں رہے جیسے اس سے قبل تھے۔ بلکہ اس

رفتار عالم

لندن۔ ۲۹ر جولائی۔ مصری حکومت نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لانے کا جو فیصلہ کیا ہے اس پر مغربی طاقتوں میں بڑی ہلچل پیدا ہو گئی ہے، برطانیہ نے مصر کے تمام اثاثے اور زرمبادلہ روک لیا ہے، آج حکومت فرانس نے بھی ملک میں مصری حکومت کا زرمبادلہ اور اثاثے روک لئے ہیں اور بینکوں کو ہدایت کی ہے کہ نیشنل بینک آف فرانس کی منظوری حاصل کئے بغیر مصری رقوم کی ادائیگی نہ کی جائے، ادھر لندن میں برطانیہ، امریکہ اور فرانس کے نمائندوں نے نہر سویز کے قومی ملکیت قرار دیئے جانے سے پیدا شدہ صورت حالات پر غور شروع کر دیا۔ امریکی وزارت خارجہ کے ڈپٹی انڈر سیکرٹری مسٹر رابرٹ مرفی نے آج لندن پہنچکر بتایا ابھی مغربی طاقتوں نے مشرق وسطیٰ میں طاقت استعمال کرنے کے سوال پر غور نہیں کیا۔ ہم یہاں ساری صورت حال کا جائزہ لیں گے اور لندن میں ابتدائی نوعیت کی بات چیت ہوگی۔ مجھے توقع ہے کہ ہم کوئی لائحہ عمل تیار کر لیں گے۔ کل مصری حکومت نے یہ اعلان کیا کہ برطانیہ نے مصر کے لئے سٹرلنگ بقایا جات روکنے کا جو فیصلہ کیا ہے اسے بین الاقوامی عدالت انصاف میں چیلنج کیا جائے گا۔ واشنگٹن میں مصری سفیر نے امریکی احتجاج قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ امریکی احتجاج میں کہا گیا تھا کہ اس ہفتہ امریکہ کے متعلق صدر ناصر کے بیانات غلط اور گمراہ کن تھے اس سے پہلے مصری حکومت برطانیہ اور فرانس کے احتجاج مسترد کر چکی ہے۔

مصر کے صدر کرنل جمال عبدالناصر نے نہر سویز کمپنی کو قومی ملکیت قرار دینے کا جو اعلان کیا ہے پاکستان کے مختلف حلقوں نے اس کی تائید کی ہے اور اس اقدام کو مناسب، جرأت مندانہ، وطن پرستانہ اور قابل تائید قرار دیا ہے۔

لندن۔ ۲۹ر جولائی۔ روس کے مشہور اخبار "پراودا" نے مصر کے اقدام کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ روس مصر کی طرف سے صنعتی ترقی اور زرعی ترقیات کے منصوبوں کے لئے مالی امداد کی کسی بھی عملی درخواست کو منظور کرنے کے لئے تیار ہے۔ چوفان کے تمام اخبارات نے مصر کی تائید کی ہے۔ پیکن (چین) کے اخبارات نے بھی مصری اقدام کو سراہا ہے۔ ماسکو ریڈیو نے کہا ہے کہ مغربی ملک درحقیقت اس لئے نہیں کہ مصر نے کسی بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کی ہے بلکہ اس لئے بپھرے ہوئے ہیں کہ وہ بہت بھاری منافع سے محروم ہو گئے ہیں۔ ماسکو ریڈیو نے مزید کہا کہ نہر سویز مصری عوام کی ملکیت ہے۔

استنبول۔ ۲۹ر جولائی۔ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے صدر میجر جنرل سکندر مرزا اپنی بیگم کے ہمراہ ترکیہ کا پندرہ روزہ دورہ ختم کرنے کے بعد آج بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہو گئے جہاں وہ آدھی رات گئے پہنچ جائیں گے۔ اپنی روانگی سے پیشتر ہوائی اڈے پر ایک اخباری بیان میں انہوں نے قبرص کے بارے میں ترکیہ کے موقف کی مکمل تائید کی اور کہا کہ تاریخی اور جغرافیائی لحاظ سے قبرص ترکیہ کا ہی کا حصہ ہے اور دفاعی نقطہ نظر اور اہمیت کے پیش نظر قبرص ترکیہ کے لئے اشد ضروری ہے۔ ہوائی اڈے پر میجر جنرل سکندر مرزا کو الوداع کہنے والوں میں ترکیہ کے صدر جلال بایار، ترکی وزراء، غیر ملکی سفارتی نمائندے اور سرکاری حکام بھی شامل تھے، پاکستان کے وزیر خزانہ سید امجد علی نے کل یہاں بتایا کہ ترکیہ اور پاکستان میں ایک تجارتی معاہدے کے اصول پر مکمل اتفاق ہو گیا ہے، اور عنقریب دونوں ملکوں میں تجارتی امکانات کا جائزہ لینے کے بعد سمجھوتے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں گے، انہوں نے کہا کہ تجارتی معاہدے کے بعد دونوں ملکوں کے تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائیں گے۔ ترکیہ میں پاکستان اور ترکیہ کے مشترکہ سرمایہ سے پٹ سن کا نیا کارخانہ قائم کیا جائے گا۔ اور موجودہ ذرائع مواصلات کو بھی ترقی دیئے جانے کا امکان ہے۔ سید امجد علی نے روس کی طرف سے پاکستان میں کارخانے لگانے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ روس سے حال ہی میں ایک تجارتی سمجھوتہ ہوا ہے جس کے بعد حکومت روس نے مشرقی پاکستان کے سیلاب زدگان کے لئے ۲۰ ہزار ٹن چاول کا تحفہ دیا ہے۔

لاہور۔ ۲۹ر جولائی۔ قلات۔ ڈیرہ غازیخان، شیخوپورہ اور سیالکوٹ کے علاقوں میں مسلسل بارش اور پہاڑی نالوں کے سیلاب کے باعث مزید نقصانات کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ قلات میں کچھی نالہ کے سیلاب میں تین بچے اور متعدد مویشی بہہ گئے اور اکثر علاقوں میں غذائی قلت پیدا ہو گئی ہے تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ کے چھ دیہات ڈیگ نالہ کی زد میں آئے ہوئے ہیں اور ڈیرہ غازیخان کے متعدد دیہات میں بہت سے مکانات منہدم ہو گئے ہیں۔

نئی دہلی۔ ۲۹ر جولائی۔ بھارت کو امریکہ سے جلدی ۳۵ کروڑ ڈالر (قریباً ایک ارب ۷۵ کروڑ روپے) کی امداد مل جائے گی جس سے بھارت امریکہ سے فاضل گندم اور کپاس خریدے گا۔ بھارت کو امریکہ نے اس سے پہلے بھی کافی مدد دی ہے۔ لیکن اب تک ایک ہی مرتبہ اتنی بھاری رقم دینا کبھی طے نہیں کیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کے لئے ابتدائی سمجھوتہ تو طے پا چکا ہے قطعی معاہدہ اگلے ہفتے ہو جائے گا۔ ٹائمز آف انڈیا کی اطلاع کے مطابق یہ بھاری رقم چالیس برس کی مدت میں واجب الادا ہوگی۔

نئی دہلی۔ ۲۹ر جولائی۔ اخبار سٹیٹسمین میں گیانتسے (جنوبی تبت) کے مٹھ (بدھ عبادت گاہ) کے بڑے بہت اور صوبہ کے معاون گورنر کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مشرقی اور شمال مشرقی تبت میں آزادی کی بھرپور جنگ ہو رہی ہے اور تبت کے تیرہ صوبوں سے چینی فوجوں کو نکال دیا گیا ہے۔

نئی دہلی۔ ۲۹ر جولائی۔ بدھ کو دارنگل میں آریہ سماج کا ایک

مجاہد یورپ بقیہ صفحہ ۱۱

سے بھی زیادہ تندہی سے تبلیغ اسلام میں لگ گئے۔

خواجہ صاحب کی شدید علالت اور واپسی

اسی تبلیغی جدوجہد میں ایک سال اور گذر گیا اور دن رات کی مساعی جمیلہ و مجاہدہ نے خواجہ صاحب کی صحت پر کافی اثر کیا۔ وہ سخت بیمار ہو گئے۔ مارچ ۱۹۱۹ء کے شروع میں بیماری کا حملہ شدید ہوا۔ ان کی مخدوش حالت کے پیش نظر انگلستان کے ڈاکٹروں نے آپ کو آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ آپ انگلستان سے واپس ہندوستان تشریف لے آئے اور ۲۶ر مئی ۱۹۱۹ء بروز پیر آپ لاہور پہنچ گئے۔ آپ کچھ روز یہاں ڈاکٹر صاحبان کے زیر علاج رہے اور کچھ افاقہ ہونے پر ڈاکٹروں کے مشورہ سے شملہ تشریف لے گئے۔ آپ کی غیر حاضری اور ووکنگ مشن میں آپ کے قائم مقام مقرر ہوئے اور انہوں نے نہایت محنت۔ عشق و تڑپ اور جانفشانی سے اپنے فرائض کو سرانجام دیا۔

حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی دوبارہ روانگی

خواجہ صاحب کی عدم موجودگی میں گو کام بخیر و خوبی چلتا رہا مگر پھر بھی ووکنگ میں کسی ایسے بزرگ کی ضرورت تھی جو تبلیغ دین کے فرائض کو حقیقی معنوں میں ادا کر سکے۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے رفیق کار جناب مولانا صدرالدین صاحب جو اس سے پیشتر بھی خواجہ صاحب کے ساتھ اور ان کی عدم موجودگی میں ووکنگ میں ان تبلیغی فرائض کو سرانجام دے چکے تھے۔ اور ان کے ہاتھ پر کئی انگریز مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ دوبارہ دو اور مجاہدین اسلام جناب مولوی دوست محمد صاحب اور جناب مولوی عبداللہ جان صاحب پشاوری کے ساتھ انگلستان تشریف لے گئے اور جاتے ہی تبلیغ دین کے کام میں بصدق دل مشغول ہو گئے۔

سرفت ناظل الیکٹرک پریس جیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر دوست محمد

پیغام صلح مورخہ یکم اگست ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۹

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ یکم محرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۰

الہام میں نبی اور رسول کے الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں

حضرت مسیح موعودؑ کا بیان

"یہ سچ ہے کہ وہ الہام ...... جو خدا نے اپنے اس بندہ پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں، سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں، و لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے لفظ استعمال کئے ہیں، ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ یاد کرے ...... عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعودؑ کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی۔ مگر ہمارے ظالم مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پورے طور پر بند نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک مسیح اسرائیلی نبی کے واپس آنے کے لئے ابھی ایک کھڑکی کھلی ہے۔ پس جب قرآن کے بعد بھی ایک حقیقی نبی آگیا اور وحی نبوت کا سلسلہ شروع ہوا، تو کہو کہ ختم نبوت کیونکر اور کیا ہوا کیا نبی کی وحی وحی نبوت کہلائیگی یا کچھ اور ؟"

(سراج منیر صفحہ ۳)

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

ایک جرمن عیسائی کا قبولِ اسلام

برلن مسلم مشن کی ماہوار رپورٹ بابت ماہ جون ۱۹۵۶ء

از مسز امینہ موسلر

منگل ۵ رجون۔ درس قرآن کے وقت Dr. Veccia Vaglieri کی کتاب Apologia dell Islamismo (تقریر دفاع اسلام) کی بنا پر لیکچر دیا گیا، اور اس حصہ میں بتایا گیا کہ اسلام کی اشاعت اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کا نتیجہ ہے۔

جمعہ ۸ رجون۔ خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے بتایا کہ تمام زبانوں میں ہستی باری تعالیٰ اور کائنات پر اس کی حکومت لوگ مانتے چلے آتے ہیں اور کائنات کی مرکزی شخصیت انسان کے تعلق باللہ پر روشنی ڈالی، آپ نے بتایا کہ اسلام ہی کائنات کا حقیقی مذہب ہے اور وہی امن اور سلامتی کا مذہب ہے، اور اس کی صحیح اور بہترین تصویر وہ ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے۔

منگل ۱۲ رجون۔ قرآن کے اوقات میں "Apologia" سے لیکچر کا سلسلہ جاری کیا گیا، اور اسلامی عقائد و تعلیمات کی سادگی پر روشنی ڈالی گئی۔

جمعہ ۱۵ رجون۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں بتایا کہ رسولوں کا کام یہ ہے کہ تمام ثقافتی مدارج میں انسانی قابلیت کے مطابق آسمانی صداقتوں کو بیان کریں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خدا تعالیٰ کا وہی تصور دیا ہے جو سائنس نے نیچر کے علم سے حاصل کیا ہے۔

ہفتہ ۱۶ رجون۔ ہر بالعت ڈبیے Herr Ralph Dyla نے مسجد میں آج کی عرب دنیا پر ایک نظر کے عنوان سے لیکچر دیا، اس لیکچر میں انہوں نے قاہرہ، یروشلم، عمان اور دمشق کے سفر کے حالات بیان کئے اور اسلامی دنیا کے ان مراکز کی موجودہ ارتقائی منازل طے کرنے کی تصاویر دکھائیں، بدقسمتی سے اس لیکچر کے دوران میں بجلی کی رو میں کچھ گڑبڑ واقعہ ہو گئی جو جلد ہی درست ہو گئی۔

پیر ۱۸ رجون۔ لارڈ میئر برلن نے سٹی ہال برلن میں ڈاکٹر سوکارنو پریذیڈنٹ انڈونیشیا کی عزت افزائی کی تقریب میں شمولیت کے لئے امام صاحب کو دعوت دی، ڈاکٹر سوکارنو تمام دنیا کا سفر کرتے ہوئے جرمن فیڈرل ری پبلک کی سیر کے لئے تشریف لائے تھے۔

منگل ۱۹ رجون۔ درس قرآن کے سلسلہ میں کتاب Apologia سے اسلامی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہماری جماعتی زندگی

پچھلے دنوں ہمارے عزیز دوست محمد یحییٰ بٹ صاحب رخصت لیکر واہ چھاؤنی اور سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ وہاں کی جماعتی زندگی کے جو حالات انہوں نے لکھے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ قارئین پیغام صلح کے مطالعہ میں لائے جائیں امید ہے ہمارے دوسرے احباب بھی اپنے اپنے ہاں اس قسم کی جماعتی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کریں گے (سیکرٹری)

واہ چھاؤنی میں عید الاضحےٰ

گذشتہ دنوں عید الاضحیٰ کے موقعہ پر چند دنوں کی رخصت لیکر واہ چھاؤنی اپنے عزیز بھائیوں کے ہاں گیا۔ یہاں پر ہماری جماعت کے معتقد اور احباب بھی رہائش پذیر ہیں۔ قریباً تمام احباب کو عید الاضحیٰ کی مبارک تقریب پر نماز با جماعت ادا کرنے کی اطلاع دی گئی۔ سیالکوٹ سے محترم شیخ غلام حسین صاحب بابو رحمت اسٹریٹ صاحب اور میاں محمد یعقوب بٹ صاحب اور راولپنڈی سے میاں بشارت احمد بقا صاحب بھی تشریف لے آئے۔ یوں مقامی اور باہر سے تشریف لانے والے احباب کے اکٹھے ہونے پر خوب بارونق ہوگئی۔ سب نے مل کر میرے عزیز بھائیوں کے کوارٹر پر نماز ادا کی۔ خطبہ میں خاکسار نے بتایا کہ قربانی وہ جوہر ہے جو قوموں کی زندگی اور ان کی بزرگی کا باعث ہے۔ وہ قوم جو کسی بڑے مقصد کے لئے اپنے مال وجان کو قربان کرنا جانتی ہے وہ دنیا میں معزز ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں میں اسی جذبہ کو قائم رکھنے اور اسے ہرسال یاد دلانے کے لئے الاضحیٰ کی مبارک عید منائی جاتی ہے۔ اور ان کے سامنے یہ حضرت ابراہیمؑ ایسے اولوالعزم نبی کی تاریخ کو بھی یاد دلاتا ہے کہ کس طرح انہوں نے رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کے لئے اپنی متاع عزیز تک کو قربان کرنے سے دریغ نہ کیا اور اپنے نوجوان بیٹے کو جو بوڑھے باپ کیلئے ہزار امنگوں کا مرکز تھا اسے اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ خطبہ کے ختم ہونے پر حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی وغیرہ سے کی گئی۔ اور یوں احباب کے مل بیٹھنے اور ماحضر نوش کرتے اور باہم گفتگو کرنے سے بڑا لطف پیدا ہوا۔ ازاں بعد ہم میں سے بعض احباب محترم عزیز احمد صاحب خلف الرشید محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی کوٹھی پر اُن سے ملاقات کرنے کے لئے گئے۔ لیکن افسوس کہ وہ کوٹھی پر مل نہ سکے۔ البتہ ہم "عید مبارک" کا ایک پیغام لکھکر اُن کے نام چھوڑ آئے۔ اس پر محترم عزیز احمد صاحب نے کسی دوسرے دن بعض احباب کو اپنی کوٹھی پر عصرانہ کی دعوت دی۔ اس دعوت میں شیخ غلام حسین صاحب بھی مدعو تھے۔ اس موقعہ پر جماعت کی تنظیم کے موضوع پر کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔

نمازِ جمعہ

دوسرے دن جمعہ تھا۔ واہ چھاؤنی میں محترم شیخ غلام حسین صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی۔ خاکسار راولپنڈی صدر جو واہ چھاؤنی سے قریباً بائیس میل کے فاصلہ پر ہے مقامی جماعت کے احباب کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے گیا۔ ملک فضل کریم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ملک صاحب سخت بیمار تھے۔ کمزوری بہت تھی۔ بڑی مشکل سے بات کر سکتے تھے۔ ان سے ملاقات کرنیکے بعد نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے ملک صاحب کے قائم کردہ جناح گرلز ہائی سکول میں گیا۔ آہستہ آہستہ احباب تشریف لاتے رہے۔ تمام سے ملاقات ہوئی۔ احباب جماعت کے ارشاد پر خطبہ جمعہ کے لئے کھڑا ہوا۔ اور قرآن کریم کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہر وہ قوم جو قرآن کریم کی خادم ہو اور اس کی تعلیمات کو بلند کرنا اس نے اپنا مقصد قرار دے لیا ہو۔ وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتی۔ بلکہ اس کی کامیابی اور اس کا سوسائٹی میں معزز ہو جانا یقینی ہے۔ نیز بتایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی اس بشارت کے تحت صحابہ کرام کو اس کام پر لگایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صحابہ کے اندر باہمی موافقت اور الفت کے جذبات کو پیدا کرتے ہوئے انہیں فاصبحتم بنعمته اخوانا کا بھی مصداق بنادیا۔ یہی وہ جذبۂ اخوت تھا جس کی بنا پر وہ ایک قلیل مدت کے اندر مشرق اور مغرب میں فاتحانہ حیثیت سے پھیل گئے۔ اسی جذبۂ اخوت اور باہمی اتحاد عمل کو پیدا کرنے کی آج ہماری جماعت کو سخت ضرورت ہے۔ اس کے حاصل کئے بغیر اشاعت اسلام ایسے عظیم مقصد میں کامیابی مشکل ہے۔ بلکہ اس اتحاد عمل کے ضائع ہوجانے پر خدا تعالیٰ کا ایک دوسرا قانون کام کرجاتا ہے۔ لاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم یعنی اس تشتت اور افتراق سے قوم کی پہلی قائم کی ہوئی ساکھ بھی ختم ہوجاتی ہے

احباب سے گفتگو

نماز کے بعد احباب سے گفتگو ہوتی رہی۔ اور ان سے اتوار کو دوبارہ ملاقات کرنے کا پروگرام مرتب کیا گیا چنانچہ اتوار کے دن واہ چھاؤنی سے دوبارہ راولپنڈی آیا اور جس قدر احباب جمع ہوئے ان سے باہم میل و ملاقات کرنے اور باہمی اخوت کے جذبات کو بڑھانے کے سلسلہ پر گفتگو کی۔ احباب نے دو گھنٹہ تک اس کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے بعد احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن کو قائم کرنے اور اس کے پندرہ روزہ اجتماعات کے منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس ایسوسی ایشن کے کنوینر محترم خواجہ محمد عبداللہ صاحب اور خزانچی محترم بابو فخرالدین صاحب منتخب ہوئے۔ اور طے پایا کہ ان اجتماعات میں زیادہ سے زیادہ احباب کو شریک کرنے کی کوشش کی جائے گی اور احباب کو باہم مل بیٹھنے اور اس برادرانہ ماحول میں باہم گفتگو کرنے اور سلسلہ کے بعض موضوعات پر تقاریر کرنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں گے۔

انفرادی ملاقاتیں

ازاں بعد خاکسار نے قریباً دو گھنٹہ تک انفرادی دورہ پر ایسے احباب سے اُن کے گھر پہنچ کر ملاقات کی جو کسی وجہ سے اجتماع میں شریک نہ ہو سکے۔ اور انہیں اس ایسوسی ایشن کے قیام کی اطلاع دیتے ہوئے انہیں باہم ملنے کی تلقین کی۔ امید ہے کہ راولپنڈی کے احباب اپنے ان اجتماعات کو پورے عزم کے ساتھ جاری رکھیں گے۔

سیالکوٹ میں

واپسی پر سیالکوٹ پہنچا اور جمعہ کی نماز شہر کے احباب کے ساتھ مل کر ادا کی۔ یہاں بھی خطبہ جمعہ میں حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے انہیں باہم میل و ملاقات کو بڑھانے کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ یہ وہ امتیازی خصوصیت ہے جو حضرت امام زمان نے اپنے ساتھیوں میں پیدا کی۔ نماز کے بعد احباب جماعت سے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوئی عملی صورت کے اختیار کرنے کے سلسلہ پر گفتگو ہوئی۔ محترم خواجہ محمد اصغر صاحب قصبہ دار نے بتایا کہ خطبہ جمعہ میں اس اہمیت کو بیان کر دینے سے ہی یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ خطبہ جمعہ کوئی دم پھونکنے کے مترادف نہیں کہ ایک دفعہ پھونک ماری اور قوم میں حرکت پیدا ہوگئی۔ ہمارے ہاں فی الحال کوئی دوست نہیں جو وقت نکال کر دوستوں کے ہاں جائے اور انہیں کسی اجتماع میں شرکت کرنے کی تحریک کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ مرکز سے کوئی مبلغ یہاں آکر کچھ دیر تک رہیں۔ اور ایک حرکت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ غرضیکہ ان چند دنوں میں بہت سے احباب جماعت سے ملاقات ہوئی اور ان سے باہم میل ملاقات کے بڑھانے کے متعلق تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔

ہفت روزہ پیغام صلح (لاہور) مؤرخہ ۸ راگست ۱۹۵۶ء

قادیانی فتنہ اور ہم

(۲)

اشاعتِ سابقہ میں اہلِ ربوہ کے فتنہ منافقین کا ذکر کرتے ہوئے ہم یہ بتا چکے ہیں کہ ہمیں اس فتنہ سے کوئی غرض نہیں نہ اس سے ہمارا کوئی تعلق ہے۔ اور ہم ہرگز اس کا ذکر "پیغام صلح" میں نہ کرتے اگر جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ اس فتنہ کو ہماری جماعت اور ہمارے بزرگوں کی طرف منسوب نہ کرتے، ہم اس بات کو واضح کر چکے ہیں اور اب پھر کھلے طور پر یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور یا اس کے کسی بھی فرد کو خلافت ربوہ سے کسی قسم کی دلچسپی نہیں، میاں محمود احمد صاحب کو خدا لمبی عمر عطا کرے اور وہ اسی طرح ان مریدان اصفا کو لتاڑتے رہیں، جن کی محبت یعنی و یصم کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے، انہیں گالیاں دیں، منافق بنائیں جو چاہیں سلوک اُن سے کریں اپنے بعد اپنے بیٹے کی خلافت کے لئے رستہ صاف کریں، ہمیں اس سے کیا غرض، لیکن ہمیں حیرت اور افسوس ہے، کہ میاں صاحب کی حالت آج اس عورت کی طرح ہو گئی ہے، جس کو اس کی گلی کے لڑکے چھیڑا کرتے تھے، ایک دن ان لڑکوں نے باہم ایکا کر لیا کہ آج اس کو کچھ نہیں کہیں گے اور جب وہ عورت باہر نکلی اور کسی نے اس کو کچھ نہ کہا تو وہ کہنے لگی کیا اس گلی کے لڑکے آج مر گئے ہیں؟ میاں صاحب کو بھی خیال گذر رہا ہے کہ کئی سال سے جماعت احمدیہ لاہور نے انہیں مخاطب نہیں کیا معلوم ہوتا ہے وہ دم خم اب ہم میں باقی نہیں رہا جو آج سے کچھ سال پہلے تھا، جب ان کے عقائد و اعمال پر "پیغام صلح" میں تنقید کی جاتی تھی، اسی لئے فتنہ منافقین کی آڑ میں وہ بار بار "پیغامیوں"[1] پر برس رہے ہیں، کبھی اُن کے کسی بزرگ کو اس فتنہ کا ذمہ دار قرار دیتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے خلیفہ صاحب کے قتل کے لئے ایجنٹ رکھے ہوئے ہیں، کبھی مباہلہ کی چھیڑ چھاڑ کو یاد دلا کر ڈرنے لگتے ہیں کہ اس کی تہ میں بھی "پیغامیوں" کا ہاتھ تھا اور اب پھر اُن میں سے کسی نے عورت بن کر انکی بیگم صاحبہ کو اخبار مباہلہ کا ایک تراشہ بھیجا ہے، کبھی وہ کسی فرضی رپورٹر کے بہانہ سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ:-

> "پیغامیوں کے متعلق نہایت معتبر رپورٹ ملی ہے کہ مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں جس کا نام وہ حضرت خلیفہ اول کی اولاد کی محبت رکھیں گے"

اور یہ کہکر ہمیں ڈراتے اور دھمکاتے ہیں کہ:-

> "ہمارے پاس ان کا پرانا لٹریچر موجود ہے، وہ اس طرح صرف ہمیں یہ موقعہ مہیا کر کے دیں گے کہ حضرت خلیفہ اوّل کو گالیاں دینے والے اُن کی اولاد کے دوست ہیں پس وہ حملہ کریں ہم خوشی سے اس کا خوش آمدید کریں گے وہ صرف اپنا گند ظاہر کرنے کا ایک اور موقعہ ہم کو دیں گے اور کچھ نہیں، آخر دنیا اس بات سے ناواقف نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے جن کے ذریعہ سے یہ جماعت بنی ہے یہ وصیت کی تھی کہ ایک خاص شخص ان کے جنازہ میں شامل نہ ہو پس وہ بیشک آئیں اور حملہ کریں اور سو دفعہ حملہ کریں ہمارے پاس وہ سامان موجود ہے جس سے انشاء اللہ ان کے پول کھل جائیں گے،
>
> اس عرصہ میں مختلف جماعتوں کے پاس جو معلومات ہوں وہ ہمیں مہیا کر دیں - مرزا محمود احمد"

یہ خود خلافت مآب کی تحریر ہے اگر اور کسی کا بیان ہوتا تو ہم اس کی طرف توجہ بھی نہ کرتے لیکن ہمیں یہ دیکھ کر افسوس اور دکھ ہوتا ہے کہ یہ خود "مرزا محمود احمد" صاحب کے قلم سے نکلی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس درجہ سٹھیا گئے ہیں کہ جو کوئی آکر انہیں "پیغامیوں" کے متعلق کچھ کہہ دے وہ اس سے لرزہ براندام ہو جاتے اور ان سنٹ باتیں منہ سے نکالنے لگتے ہیں، ہم اُن سے صاف کہدینا چاہتے ہیں کہ وہ گھبرائیں نہیں، ہماری طرف سے ان کے مقابلہ کی کوئی تیاری نہیں نہ ہم ان کو قابلِ التفات سمجھتے ہیں وہ اپنے جانشین کے لئے رستہ صاف کرنے کی غرض سے اگر حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو (جن کا اعزاز و اکرام جماعت پر مسلم ہے) رستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں، تو ہمیں اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں، ہاں اس ضمن میں حضرت مولانا مرحوم کی شان میں جو گستاخیاں وہ کر رہے ہیں اور اپنے محسن استاد کو جو خود حضرت مسیح موعود کے لئے جائے فخر تھا، جماعت کی نظروں سے گرانے کے لئے جو طریق بیان انہوں نے اختیار کر رکھا ہے اس کو ہم کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے، وہ بے شک ہمارا "گند" جو کچھ بھی ہو اسے اچھالیں، ہمارے پول کھولیں، اور وہ وصیت بھی جو حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی "خاص شخص" کے متعلق شاید انہیں کو دے گئے تھے بخوشی شائع کر دیں اور اپنی تمام جماعت کی امداد سے جس طرح مرضی ہو اپنی اخلاقی پستی کا مظاہرہ کرتے رہیں، ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس بارہ میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کریں گے نہ ان کے گند اور پول جو پہلے ہی دنیا پر ظاہر ہو چکے ہیں زیادہ پھیلانے کی ہمیں ضرورت ہے، ہاں اس پاک اور مقدس انسان کے متعلق جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدیق کے مرتبہ پر قرار دیا اور جس کے متعلق فرمایا:-

> "وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور اپنی پاک طینتی اور شانِ مردی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے"

ان کے ناشائستہ کلمات کو ہرگز نہیں سُن سکتے، اس وقت میاں صاحب کا ایک خطبہ ہمارے سامنے ہے جو ۲ راگست ۱۹۵۶ء کے "الفضل" میں شائع ہوا ہے، اس خطبہ میں اول سے آخر تک نہ صرف حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ بلکہ حضرت ابوبکر صدیق اور انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق ایسے ایسے توہین آمیز کلمات ہیں، جنہیں پڑھکر ایک غیرتمند مسلمان کی رگ حمیت جوش میں آجاتی ہے، ایک جگہ حضرت عثمان رضؓ پر محمد بن ابوبکر کے حملہ کا ذکر کرتے ہوئے اور حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو محمد بن ابوبکر سے تشبیہ دیتے ہوئے قیامت میں ان دونوں بزرگوں سے باز پرس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

> "اس وقت شرم کے مارے حضرت خلیفہ اوّل کی گردن جھک جائے گی جس طرح ابوبکر رضؓ کی گردن شرم کے مارے جھک جائے گی"

کتنی بڑی جسارت ہے، ان پاک اور مقدس انسانوں کے متعلق جن کے مراتب کی بلندی میاں صاحب کے خواب و خیال میں نہیں آسکتی۔ پھر آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:-

> "اگر وہ اپنی فتنہ پردازیوں سے باز نہیں آئیں گے تو ایک نورالدین کیا، نوحؑ اور موسٰےؑ اور عیسٰےؑ بھی مل کر انہیں خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے"

انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا انبیائے کرام کا ذکر اسی انداز سے کرنا چاہیئے، جو میاں صاحب نے اختیار کیا ہے؟ وہ کہہ سکتے تھے کہ عذاب الٰہی سے کوئی بڑے سے بڑا آدمی کسی کو نہیں بچا سکتا، کوئی باپ اپنی بڑائی کی وجہ سے اپنے بیٹے کو جو عذاب الٰہی کا مستحق ہو بچا نہیں سکتا، اور اس سلسلہ میں ہم یہ کہنے سے بھی باز نہیں رہ سکتے کہ خود میاں صاحب بھی مسیح موعود کے فرزند ہونے کی وجہ سے عذابِ الٰہی سے نہیں بچ سکتے، جس طرح نوحؑ کا بیٹا انہ لیس من اہلک کے خدائی فتوے کے ماتحت عذابِ الٰہی کا مستحق بنا، لیکن جو اندازِ بیان میاں صاحب نے اختیار کیا ہے، کسی طرح اس شخص کے شایان نہیں جس کے دل میں انبیائے علیہم السلام کی عزت و اکرام اور نورِ ایمان جوش مار رہا ہو، اور جس کو حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور تقدس کا رتی برابر بھی احساس ہو، میاں صاحب کے دل میں حضرت مولنا کی جو عزت و وقار ہے وہ ان کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے جو اسی خطبہ میں درج ہیں:-

> "ہم حضرت خلیفہ اوّل کا بڑا ادب کرتے ہیں مگر یہ لوگ بتائیں تو سہی کہ وہ کونسے ملک ہیں جن میں مولوی نورالدین صاحب رضؓ نے اسلام کی تبلیغ کی، یورپ امریکہ، افریقہ، اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ملک ہی دکھا دیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو، ہر ملک میں میں نے مبلغ بھجوائے، یورپ کی ہر مسجد میں نے بنوائی، اور بیرونی ممالک میں ہر مشن میں نے کام کیا اگر اس کو ہٹا دیا جائے

[1] "پیغامیوں" کے لفظ میں میاں صاحب کی اخلاقی "بلندی" کا مظاہرہ اور لا تنابزوا بالالقاب کے ارشادِ ربانی کی "تعمیل" ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعوے میں بالکل ناکام ثابت ہوتے ہیں
پس میری موت اور میری ناکامی۔ میری موت اور ناکامی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود
کے مشن کی موت اور ناکامی ہے اور مسیح موعود کے مشن کی موت اور ناکامی محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی موت اور ناکامی ہے اب جس کا دل چاہے وہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دے"۔

سن لیا آپ نے ؟ آج چودہ سو سال بعد جبکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور کامیابی کروڑہا براہین نیرہ اور بین نشانات سے ثابت ہو چکی ہے اور مشرق اور مغرب میں آپ کا نور سراجاً منیراً بن کر چمک رہا ہے، میاں محمود احمد صاحب اگر ناکام ثابت ہو جائیں تو وہ سب براہین اور نشانات غلط ثابت ہو جائیں گے اور اس سراجاً منیراً کا نور معاذاللہ زائل ہو کر آپ کے مشن کی (خاکم بدہن) موت اور ناکامی ثابت ہو جائے گی۔

یہ وہ تعلیاں ہیں جو میاں صاحب کی عادت میں ہمیشہ سے داخل ہیں، اور ہمیں ڈر ہے کہ یہی باتیں ان کے مشن کی موت اور ناکامی کا موجب ثابت ہوں گی،

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے کلمات استعمال کر سکتا ہے وہ اگر حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ پر زبان طعن دراز کرتا ہے تو ہم اسے معذور سمجھتے ہوئے انکی جماعت کے ہوشمند لوگوں کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ کیا "حضرت خلیفہ اول کا بڑا ادب" یہی ہے کہ ان کے متعلق یہ سوال کیا جائے کہ

"کونسے ملک ہیں جن میں مولوی نورالدین رضہ نے اسلام کی تبلیغ کی، یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ملک ہی دکھا دیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو"۔

کیا میاں صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر ملک میں انھوں نے مبلغ بھجوائے اور یورپ کی ہر مسجد انہوں نے بنوائی ؟ کیا برلن مسجد اُن کی بنوائی ہوئی ہے، کیا ووکنگ مسجد انہوں نے بنائی تھی، کیا ووکنگ مشن انہوں نے قائم کیا تھا ؟ کیا یہ کہنا صحیح نہیں کہ **ایک اکیلا ووکنگ مسلم مشن جو اپنی اہمیت اور عالمگیر اثر و اقتدار کے لحاظ سے میاں صاحب کے تمام مشنوں پر فائق ہے .... مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔** لیکن ہم کہتے ہیں اگر کل کو کوئی یہ کہے کہ

کونسے ملک ہیں جن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی تبلیغ کی، یورپ امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ملک ہی دکھا دیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو

تو میاں صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہے ؟ اگر کوئی کہے کہ حضرت عمر رضہ نے جو فتوحات کیں، وہ حضرت ابوبکر رضہ کو نصیب نہیں ہوئیں اس لئے حضرت عمر رضہ کا مرتبہ فائق ہے، اور اس سلسلہ کو حضرت نبی کریم صلعم تک لے جائے، تو کیا یہ میاں صاحب کے نزدیک صحیح ہوگا ؟ کون نہیں جانتا کہ پچھلوں کی کامیابیاں اور فتوحات پہلوں کی طرف ہی منسوب ہوتی ہیں، کون نہیں جانتا کہ خالد بن ولید رضہ اور ابوعبیدہ رضہ کی کامیابیاں حضرت عمرؓ کی کامیابیاں اور فتوحات ہیں اور حضرت عمر کی فتوحات حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات ہیں، ان سے حضرت عمر رضہ کا مرتبہ پہلوں سے بڑھ نہیں جاتا نہ ہی میاں صاحب کی کامیابیاں (اگر کوئی ہوں) حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو ماند کر سکتی ہیں، اسی شیوع میں دوسری جگہ ہم نے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و شان کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عربی تحریر کا ترجمہ درج کیا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ :۔

"وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے"
"میری فراست نے مجھ کو بتا دیا کہ **وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے**"
"اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو دقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں اور جس کی نظیر پہلے لوگوں میں نہیں پائی جاتی"
بلاشک وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور اپنی پاک طبیعتی اور شانِ مردی کے مناسب **نبی صلی اللہ علیہ وسلم** کے نور سے نور لیتا ہے"

"میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے **جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے**"
"اس کا حملہ دین کے دشمنوں پر شیر ببر کے حملہ کی طرح ہے کفار پر اس نے پتھر برسائے ہیں"
"اور اس کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے"
"**مجھے میری زیست کی قسم ہے کہ وہ بڑے بڑے میدانوں کا** مرد ہے"
"میں دیکھتا ہوں کہ **اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے اور آسمان کے نور اس کے پاس نازل ہوتے ہیں**، اور میں دیکھتا ہوں کہ مہمانوں کی طرح اس پر نزولِ انوار متواتر ہو رہا ہے"
"پس وہ جوان کھڑا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑا جیسے شیاطین پر شہاب گرتے ہیں"۔

یہ ہے **نورالدین** رحمۃ اللہ علیہ، آہ ! کاش میاں صاحب مسیح موعودؑ کی نظروں سے نورالدینؓ کو دیکھتے ان کی تحریرات کو پڑھتے اور خشیت الٰہی ان کے دل میں ہوتی تو ایسے الفاظ انکی زبان سے نہ نکلتے جن کو کوئی غیر مقلد احمدی برداشت نہیں کر سکتا، ہم میاں صاحب کے ہوشمند مریدوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں، کہ وہ اس بات پر غور کریں کہ کیا حضرت مسیح موعود کی فراست کی شہادت زیادہ قابل قبول ہے یا جناب خلافت مآب کا طعن و تشنیع سے بھرا ہوا بیان ؟ خدا کے بندو! اُس مرد اور مسیح موعود جیسے عظیم الشان مامور من اللہ کی بات کو زیادہ توجہ اور غور سے سنو اور ہمت مردانہ اور جرأت سے کام لے کر میاں صاحب کے خلاف ادب کلمات کو ان کے منہ پر مار دو کسی نے کیا ہے کہ حفظ مراتب نہ کنی زندیقی میاں صاحب کو ان کی اپنی جگہ پر رکھو اور مولانا نورالدین رح کی شان اور عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان ہتک آمیز کلمات سے بیزاری کا اظہار کرو جو ان کے منہ سے نکل رہے ہیں دیکھو حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

دنیا میں گرچہ ہوگی سو قسم کی برائی
پاکوں کی ہتک کرنا سب سے برا ہی ہے

آخر میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ :۔

میاں صاحب کی ساری عمر اپنی پیری کے قائم کرنے میں گذری ہے اور اس کے ثبات کے لئے انہوں نے تقویٰ، دیانت اور امانت کو بالائے طاق رکھ کر ہر مکر و فریب اور اتہام سے کام لیا ہے۔ قارئین کرام ان کے موجودہ بیانات کو پڑھیں ان میں انہی کام گذاریوں اور اپنی ستائش کے سوا کچھ نہ پائیں گے وہ اپنے کارناموں سے اپنے مریدین پر رعب ڈالنا چاہتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ خود میاں صاحب کی جماعت جو اُن کی اندھا دھند تقلید کرتی رہی ہے۔ اور ان کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہہ کر گرتی تھی اب اُن کی کارستانیوں سے تنگ آگئی ہے اور ان میں ایک ایسا عنصر پیدا ہو گیا ہے جو اس پیر پرستی اور گدی نشینی کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اور خود میاں صاحب کو بھی اپنی کمزوری محسوس ہو رہی ہے اور انہوں نے "منافقین" کے پرانے ہتھیار سے پھر کام لینا شروع کیا ہے، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان "منافقین" کو ہمت اور طاقت دے کہ وہ پیر پرستی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے مسیح موعود علیہ السلام کے مسلک پر قائم ہو جائیں۔

اوپر کی سطور لکھی جا چکی تھیں کہ ۱۰ راگست کا "الفضل" آ گیا، جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ کے مکتوب اور پیغام صلح کے سابقہ مضمون کو جو گذشتہ اشاعت میں شائع ہوا اس بات کا ثبوت قرار دیا گیا ہے کہ میاں صاحب کا یہ بیان صحیح ہے کہ اس فتنہ کے پیچھے پیغامی کام کر رہے ہیں۔ اس کے ثبوت میں "الفضل" نے ان فقرات کو پیش کیا ہے جن میں حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب کی تذلیل کا ذکر کیا گیا ہے، اس کا خیال ہے کہ ان فقرات میں مؤخر الذکر دونوں حضرات کو میاں صاحب کے خلاف اُکسانے کی کوشش کی گئی ہے اور اسکا دعویٰ ہے کہ ہماری یہ چال ناکام رہے گی، اور مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی حمایت بتا رہی ہے کہ اس پردہ زنگاری میں نابینا ہلانے والا کون ہے ! ہم حیران ہیں کہ اسکے جواب میں سوائے اسکے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین، اگر ہمارے گذشتہ مضمون میں "الفضل" کو اس کے خلیفہ صاحب کے خیال کی تائید نظر آتی ہے تو اسکی اس سخن فہمی کی داد دیتے ہوئے ہم اتنا ہی کہیں گے کہ ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آتا ہے انہیں اس کا تصور نہیں، رہا اللہ رکھا کا معاملہ اس ضمن میں "الفضل" نے جناب میاں محمود صاحب اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے درمیان جو تفریق قائم کرنے اور اللہ رکھا کو دو دھیر(؟) کے خلاف اُکسانے کی کوشش کی ہے اسے اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اسکی یہ چال ناکام رہے گی، اللہ رکھا کو دو تین ماہ کسی نے یہاں ... نہیں، نہ وہ کبھی یہاں ملازم رکھا گیا نہ کسی نے اسکو منہ لگایا، یہ شرف خلیفہ صاحب ہی کو حاصل ہے کہ پہلے ایک شخص کو منہ لگاتے ہیں اور اوپر چڑھاتے ہیں اور پھر زمین پر دے مارتے ہیں، رہے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بزرگان جماعت کے اور ان کے تعلقات اس پر مفصل روشنی آئندہ اشاعت میں ڈالی جائے گی۔

موجودہ اسلامی تحریکات اور احمدیت

غلط نظریے اور ٹھوس حقائق

خطبہ جمعہ مورخہ ۳ اگست ۱۹۵۶ء فرمودہ مولانا محمد یعقوب خان صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام (آل عمران آیت ۱۸) فَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران آیت ۸۴) اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ (آل عمران آیت ۸۳) ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا (الفتح آیت ۲۸) قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝ (سورۃ الکافرون)

قرآن کریم میں دین کا ذکر

قرآن کریم کی یہ چار آیات یا چار حصے جو میں نے پڑھے ہیں، ان میں اللہ تعالےٰ نے دین کا ذکر کیا ہے۔ پہلے فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام اللہ تعالےٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے، پھر فرمایا اس کائنات کا دین بھی اسلام ہے، اور جو بھی اس دین سے انحراف کرتا ہے وہ خسارہ میں رہے گا، پھر کہا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یہ دین حق جو ہم نے اپنے رسول صلعم کے ذریعہ بھیجا ہے سارے دینوں پر غالب آئے گا پھر کفار کو مخاطب کرکے کہا کہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کرسکتا اور تم میرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، تمہارا دین تمہارے لئے ہے اور میرا دین میرے لئے۔

مودودی صاحب کے نزدیک "دین" کا مفہوم

دین کیا ہے؟ آپ کہیں گے کہ چودہ سو سال دین کو آئے ہوگئے، اب یہ سوال اٹھانا کہ دین کس کو کہتے ہیں، ایک بے معنی سوال ہے، لیکن میں آپ کو بتاؤں گا کہ اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا "مفکر" (مولانا مودودی) دین کی کیا تعریف کرتا ہے، اس کے نزدیک دین سٹیٹ (یعنی مملکت) کا دوسرا نام ہے۔ مولانا لکھتے ہیں :-

"دراصل دین کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکھتا ہے جو زمانہ حال میں "سٹیٹ" کے معنے ہیں، لوگوں کا کسی بالاتر اقتدار کو تسلیم کرکے اس کی اطاعت کرنا یہ اسٹیٹ ہے، اور یہی "دین" کا مفہوم بھی ہے" (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۱۵)

انا للہ وانا الیہ راجعون، دین جو مسلمان کی زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے، اس کو سلطنت قرار دینا کس قدر جسارت اور کتنی خلاف حقیقت بات ہے، اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ مسلمانوں کا فکر اس وقت کس طرح جا رہا ہے۔

ایک اور مفکر کا نظریہ ـــــ اللہ سے مراد معاشرہ

آجکل مسلمان قسم قسم کے نئے نئے مفکروں کے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں ...... جو اپنے خود ساختہ نظریاتی (IDEOLOGICAL) بحثوں میں مسلمانوں کو الجھا کر ان میں ذہنی انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ اسی قبیل کا ایک اور بہت بڑا "مفکر" لکھتا ہے کہ قرآن کریم میں جو یہ فرمایا گیا ہے ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین اموالھم وانفسھم بان لھم الجنۃ اس میں اللہ سے مراد معاشرہ ہے، مودودی صاحب نے تو اتنی ہی مہربانی کی تھی کہ دین کو سلطنت قرار دیا تھا، ان دوسرے صاحب نے اللہ کو معاشرہ کہکر انتہا ہی کردی، یہ کمیونزم کی ایک اور شکل ہے جس کو مختلف پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے، ایک طرف ...... تو ہمارے سامنے دین کا وہ نقشہ ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نظر آتا ہے اور دوسری طرف دین کی وہ تعریف اور اللہ کے وہ معنے ہیں جو اب پیش کئے جارہے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کے نزدیک "دین" کا مفہوم

کیا سچ مچ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت ہی کو دین سمجھتے تھے، اگر یہ صحیح ہے تو سلطنت تو کفار نے آپ کو پیش کر دی تھی، اسکو کیوں ٹھکرایا؟ پھر آپ کی زندگی کو دیکھئے، رات کو تہجد میں کھڑے ہوتے ہیں، تو کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں سوج جاتے ہیں، اگر دین کے معنے سٹیٹ ہی تھے، تو اس تکلف کی کیا ضرورت تھی، چاہئے تھا کہ صرف حصول سلطنت کے لئے ہی کوشش کرتے اور اسی غرض سے مناسب اسباب کی فراہمی میں لگ جاتے برخلاف اس کے آپ صرف روحانی اور اخلاقی حالت کو سدھارنے میں لگے رہے اور سلطنت حاصل کرنے کا خیال تک نہیں آیا ....

"سلطنت کے بغیر اسلامی زندگی"

باوجود اس کے آج نہایت سنجیدگی سے دین کی یہ تعریف ہمارے سامنے پیش کی جارہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب تک اسلامی سٹیٹ نہ ہو اس وقت تک ایک مسلمان کے لئے اسلامی زندگی بسر کرنا ناممکن ہے۔ گویا بیک جنبش قلم چار کروڑ مسلمانوں کو جو اس وقت ہندوستان میں ہیں غیر اسلامی زندگی کا مرتکب قرار دیا گیا۔

پاکستان کی حکومت مولنا مودودی کے نزدیک منات کی حکومت ہے

جس وقت ہندوستان اور پاکستان کے غیر منقسم برصغیر میں ہندو اور مسلمان انگریزوں کو یہاں سے نکالنے اور آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے تھے، اس وقت مولنا مودودی بھی رہنمائی کے لئے آگے بڑھے اور ایک کتاب "سیاسی کشمکش" کے نام سے لکھی جس میں وہ فرماتے ہیں :-

"اگر آزادی کی یہ ساری لڑائی صرف اسلئے ہے کہ امپیریلزم کے الٰہ کو ہٹا کر ڈیموکریسی کے الٰہ کو بیت خانۂ حکومت میں جلوہ افروز کیا جائے تو مسلمان کے نزدیک درحقیقت اس میں کوئی بھی فرق نہیں واقعہ ہوتا لات گیا منات آگیا ایک جھوٹے خدا نے دوسرے جھوٹے خدا کی جگہ لے لی، اور باطل کی بندگی جیسی تھی ویسی ہی رہی کون مسلمان اس کو آزادی کے لفظ سے تعبیر کرے گا" (حصہ سوم ص ۵)

یہ مسلمانوں کی کشمکش آزادی کی مولنا نے تعبیر کی، گویا تیس چالیس کروڑ کی آزادی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اس آزادی کو وہ لات کا جانا اور منات کا آنا بیان کرتے تھے، اور اسی وجہ سے انہوں نے "پاکستان" کا نام "ناپاکستان" رکھ دیا۔

مودودی صاحب کا دارالاسلام جنگلوں اور پہاڑوں میں

اور فرماتے ہیں کہ انگریزوں کو تو یہاں سے ہٹایا جاسکتا ہے، لیکن ان کے چلے جانے کے بعد جو لوگ مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر حکومت کی باگ ہاتھ میں لینگے وہ ان سے بھی بدتر ہوں گے، اور پاکستان بننے سے پہلے فرمایا کرتے تھے دیکھو غلطی نہ کرنا دارالکفر میں مسلمان رہ ہی نہیں سکتا، مسلمان دارالاسلام میں رہ سکتا ہے، اور جب کسی معتقد نے کہا کہ حضور دارالاسلام تو آج دنیا میں کہیں نہیں تو پھر کہاں جائیں، تو فرماتے ہیں :-

"اگر کوئی دارالاسلام موجود نہیں ہے تو کیا خدا کی زمین میں کوئی پہاڑ یا کوئی جنگل بھی ایسا نہیں ہے جہاں آدمی درختوں کے پتے کھاکر اور بکریوں کا دودھ پی کر گذارا کرسکتا ہو اور احکام کفر کی اطاعت سے بچا رہے" (تفہیم القرآن ص ۲۸۷)

لیکن جب تقسیم ملک کا وقت آیا تو بجائے اس کے کہ مولانا اس دارالاسلام سے جو انگریزوں کی حکومت میں پٹھانکوٹ کے علاقہ میں بنا رکھا تھا، دھرسالہ یا ڈلہوزی کے پہاڑوں اور جنگلوں کا رُخ کرتے اس دارالکفر میں چلے آئے جس کا نام انہوں نے ناپاکستان رکھا ہوا تھا اور اسی وقت سے یہاں اسی شغل میں لگے ہوئے اور اس آزاد مملکت کو اپنی نظریاتی طبع آزمائیوں کی جولانگاہ بنا کر اس کی ترقی کو روک رہے ہیں اور اس کی وحدت اور سالمیت کو کمزور کر رہے ہیں۔

حبشہ کے دارالکفر میں صحابہ کی ہجرت

ایک طرف مولانا مودودی کا یہ نظریہ ہے کہ دارالاسلام کے سوائے اور کسی جگہ رہنا جائز نہیں اور دوسری طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کفار مکہ کی ایذارسانیوں سے تنگ آ گئے تو آپ نے انہیں حبشہ کی عیسائی سلطنت میں ہجرت کر جانے کا حکم دیا، کیا وہاں کوئی دارالاسلام قائم ہو گیا تھا کیا مولانا مودودی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اسلام کو سمجھتے ہیں۔

لفظوں کی طوطا مینا

بات دراصل یہ ہے کہ اس وقت مسلمان بدقسمتی سے ان لوگوں کا تختۂ مشق بن رہے ہیں، جو لفاظی اور پیچھے دار تقریروں اور تحریروں سے انہیں ایسے ایسے نظریوں میں اُلجھائے رکھتے ہیں جو اسلام کے نہیں ان کے اپنے پیدا کردہ ہیں، نہایت خوبصورت عبارات میں لفظوں کے طوطا مینا بنا کر وہ ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں، اور مسلمان ان کے کہنے پر اسے اسلام سمجھ لیتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا نظریہ

ایک اسی قسم کا غلغلہ آج سے پہلے اسی غیر منقسم برصغیر میں پیدا ہوا تھا، جو ایک ایسے شخص کا پیدا کردہ تھا، جو اسلامی نظام کا علمبردار بن کر اُٹھا تھا، اس کو امام الہند کا نام دیا گیا، یعنے مولانا ابوالکلام آزاد، اس وقت اُن کے قلم میں بڑا زور تھا، "الہلال" کا نام تمام ملک میں شہرت رکھتا تھا، اس کے ذریعہ مولانا نے مسلمانوں کے دلوں کے اندر اسلامی جذبہ پیدا کیا، اسلام کے نام پر مسلمانوں سے اپیل کی اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام کے نام پر اپیل کی جائے تو مسلمان جلد متاثر ہوتا ہے، وہی امام الہند جو کسی وقت اسلامی نظام کے علمبردار تھے آج اسی تن دہی سے سیکولرزم (لادینی حکومت) کو قوموں کا حقیقی نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔

مسلمانوں کو بہکانے کا آرٹ

غرض اس قسم کی اپیلوں سے سیاست مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ کھیلتی رہی، خواہ وہ امام الہند کی سیاست تھی یا امیر شریعت کی، جو اپنی پیچھے دار تقریروں سے ساری ساری رات سامعین کو بٹھائے رکھنے کا عادی رہا ہے لیکن خود سوچئے یہ کیا ہے، یہ صرف ایک آرٹ ہے ایک فن ہے جس سے کام لے کر وہ خلق خدا کو اپنے پیچھے لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کسی نے مولانا مودودی کی سوانح حیات لکھی ہے، جس میں اُن کا ایک بیان نقل کیا ہے کہ مجھے بچپن ہی سے مضمون نگاری کا شوق تھا، جب میں نو دس سال کا تھا، تو کسی بزرگ نے میرا اور بعض دوسرے لوگوں کا امتحان لیا، اور یہ مضمون لکھنے کے لئے دیا کہ ایک عاشق کو کن کن مراحل سے ہو کر گذرنا پڑتا اور کیسی کیسی صعوبتیں اُٹھانی پڑتی ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ میں اگرچہ عمر میں سب سے چھوٹا تھا اور مضمون کے موضوع کے متعلق کوئی تجربہ اور واقفیت مجھے نہ تھی، تاہم میں نے مضمون لکھا اور وہ سب سے اوّل رہا۔

مسلمان کی ساری زندگی اس کا "دین" ہے

تو جیسا کہ میں نے کہا یہ ایک فن ہے، ایک آرٹ ہے، جس کے ذریعہ مسلمانوں کو الفاظ کے گورکھ دھندے میں اُلجھایا جا رہا ہے، اسلام سے اس کا تعلق نہیں، اسلام کا صحیح منشا دنیا کے حقائق سے لوگوں کو غافل رکھنا نہیں بلکہ حقائق سے آشنا کرنا ہے، دین کا نام سٹیٹ رکھنا اسلامی حقائق میں سے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حکم دیا گیا تھا قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کہدیجئے میری نماز، میری قربانیاں اور عبادات میرا جینا اور میرا مرنا اللہ تعالے کے لئے ہے بالفاظ دیگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی کی تفصیلات کو دین بنا دیا گیا، اگر آپ ایک مکان بناتے ہیں اور اس میں ایک کھڑکی مسجد کی طرف اس نیت سے رکھتے ہیں کہ اذان کی آواز سنائی دے سکے تو یہ دین ہے، آپ دیانتداری کے ساتھ اپنے فرائض بجالاتے، اور حلال کی کمائی سے اپنے عیال کی پرورش کرتے ہیں یہ آپ کا دین ہے، یہ کہنا کہ دین ایک سلطنت یا سٹیٹ کا نام ہے، کتنی بڑی غلطی ہے، اسی قسم کے نظریئے مسلمانوں کو صحیح اسلامی زندگی سے دُور لے جا رہے ہیں اور اس قسم کی تحریکات مسلمانوں کو غلط راہ کی طرف لے جا رہی ہیں۔

دین کا صحیح نقشہ احمدیت میں

جوں جوں مسلمانوں کی ایسی تحریکات ہمارے سامنے سے گذرتی جا رہی ہیں، اسلام کے اس نقشہ پر ہمارا ایمان بڑھتا جا رہا ہے جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا ہے، جیسے قرآن نے کلمہ طیبہ کی مثال پیش کی ہے کہ وہ اس درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں، اسی طرح اسلام کا نقشہ جو تحریک احمدیت نے پیش کیا ہے قائم اور برقرار رہنے والی چیز ہے حضرت مسیح موعود نے ہمیں جن باتوں کی تعلیم دی وہ راسخ عقائد اسلامی ہیں، اسی کو آپ نے دین قرار دیا، راسخ عقائد سے منہ موڑ لیں تو اسے دین نہیں کہہ سکتے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے بتایا کہ روحانی غذا حاصل کرنے کے لئے خدا کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

ہمارے ادیب دوستوں کی خدا سے دُوری

لیکن ہمارے ان ادیب دوستوں کے سارے نقشوں میں ایک عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ وہ خدا کو نزدیک نہیں آنے دیتے، مسئلہ مسائل اور اخلاقیات پر بحث ضرور ہے، لیکن اگر کہا جائے کہ خدا کے ساتھ تعلق جوڑو تو اس پر مذاق اڑایا جاتا ہے۔

مسیح موعودؑ کی تحریرات سے ملکوتی قوتوں کی بیداری

ہمیں حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور ان لوگوں کی تحریروں میں کتنا نمایاں فرق نظر آتا ہے بیشک ان لوگوں کی تحریرات میں فقروں کی بندش نہایت اچھی ہوتی ہے، الفاظ خوبصورت ہوتے ہیں، عبارات پیچھے دار ہوتی ہیں لیکن ان سے انسان کے اندر وہ ملکوتی قوتیں بیدار نہیں ہوتیں جو مسیح موعودؑ کے سادہ کلمات اور سیدھی سادی عبارات سے ہوتی ہیں۔ آپ کی تحریریں انسان میں ملکوتی قوتیں بیدار کرتی ہیں اور انسان کو اُوپر کی طرف لے جاتی ہیں دماغی عیاشی میں مبتلا نہیں کرتیں۔ جس سرچشمہ سے آپ دنیا کو سیراب کرتے ہیں اس سے ان ادیبانہ تحریکات کو حصہ نہیں ملا، یہ بڑا فرق ہے جو آسمانی تحریک اور زمینی تحریک میں نظر آتا ہے، ہمارے سامنے کئی تحریکات اُٹھیں اور غائب ہو گئیں، تحریک پر تحریک اُٹھتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے، یہ نشان ہیں جو دیکھنے والوں کے دلوں کو ایمانی حقائق سے بیریز کرنے کا موجب ہیں، یہ ٹھوس حقائق ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔

ووکنگ مشن کا چمکتا ہوا نشان

ووکنگ مشن کو ہی لیجئے۔ وہ اس تحریک کے آسمانی سرچشمہ ہونے پر ایک چمکتا ہوا نشان ہے، ووکنگ میں عید کا بین الاقوامی اجتماع جو روح پرور اسلامی نظارہ پیش کرتا ہے وہ دنیا میں اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک مقامی اخبار کے ایک غیر احمدی نامہ نگار کے قلب پر جو اس نظارہ کا اثر ہوا اس نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"عید کی نہایت خوبصورت تقریب ووکنگ میں دیکھی گئی، اس ملک کی یہ قدیم ترین مسجد نہایت عمدہ نقش و نگار سے مزین ہے۔ ...... عید کے موقعہ پر ایک بہت بڑا شامیانہ مسجد کے سامنے لان پر نصب کیا جاتا ہے جہاں عید کی باجماعت نماز ادا ہوتی ہے...... عموماً دو تین ہزار کے قریب مجمع ہوتا ہے، مرد، عورتیں اور بچے نماز پڑھنے اور عید کی خوشی میں شریک ہونے کے لئے جمع ہوتے ہیں یہ تمام نسلوں، سب اقوام اور ہر ملک سے تعلق رکھتے ہیں، ہر رنگ کے لوگوں کے نمائندے وہاں آتے ہیں.... .... یہ ایک نہایت دلنشین منظر ہوتا ہے......... ووکنگ میں یہ نظر آتا ہے کہ اسلام موجودہ اجتماعی حالات سے مطابقت

حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود باجود کن عظیم الشان برکات کا مجموعہ تھا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی مضمون کا ترجمہ جو آپ نے آئینہ کمالات اسلام میں لکھا

جماعت ربوہ کے فتنۂ منافقین پر واویلا کرتے ہوئے میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ نے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کو جماعت کی نظروں سے گرانے کے لئے اُن کے مقدس والد کی بھی تحقیر و تذلیل سے دریغ نہیں کیا اور اُن کے متعلق طرح طرح کے ناشائستہ کلمات استعمال کر رہے ہیں، ذیل میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک عربی مضمون کا ترجمہ درج کرتے ہیں جس میں حضرت مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کی عظمت و شان اور ان کے کمالات کا ذکر ایسے شاندار الفاظ میں کیا گیا ہے، کہ اس کی مثال جماعت کے کسی بڑے سے بڑے آدمی کے متعلق کہیں نہیں مل سکتی، آپ فرماتے ہیں:—

جب سے میں خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی و قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدا کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے میں تنہا اور ذلیل ہوں پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعاؤں سے بھر گئی، تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک **مخلص اور صدیق** عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے، اور میرے اُن مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارہ میں میرے دوست ہیں، اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح **نورالدین** ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا اور ایسا سرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملنے سے خوش ہوتے تھے اور میں اپنے غموں کو بھول گیا، جب سے کہ وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میں نے دین کی نصرت کی راہوں میں اس کو سابقین میں سے پایا اور مجھ کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے جو کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا اور کئی سال سے دیتا ہے **وہ علم و فضل اور نیکی و سخاوت میں اپنے ہمچشموں پر فوقیت لے گیا ہے** اور باوجود اس کے اس کا حلم کوہ رضوی سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس نے اپنا تمام چیدہ مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا ہے اور اپنی تمام خوشی اللہ تعالیٰ کے کام میں رکھی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ سخاوت اس کی شرع ہے اور علم اس کا مطلوب ہے اور حلم اس کی سیرت ہے اور توکل اس کی غذا اور میں نے اس کی مانند جہان میں کوئی عالم نہیں دیکھا اور متبعین میں ہو کر اس کی مانند مخلوق میں فقیر نہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی مانند کوئی خرچ کرنے والا دیکھا میں نے جب سے عقل و سمجھ پائی ہے، اس کی مانند کوئی وسیع علم والا نہیں دیکھا اور وہ جب میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا اور میری فراست نے مجھ کو بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے اور میں لوگوں کی مدح کرنا اور اُن کے شمائل کو پھیلانا اس خوف سے بُرا جانتا تھا کہ مبادا اُن کے نفسوں کو ضرر دے لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ وہ تو ایسے لوگوں میں سے ہے جن کے نفسانی جذبات شکستہ ہو گئے ہیں، اور جن کی طبعی شہوات فنا ہو گئی ہیں اور ان پر کوئی خوف نہیں کیا جا سکتا، اور اس کے کمال کے نشانوں میں سے یہ ہے کہ جب اس نے اسلام کو مجروح دیکھا اور اس کو ایک مسافر سرگرداں کی طرح یا اس درخت کی طرح پایا جو اپنی جگہ سے ہلایا جائے۔ تو اس نے غم کو اپنا شعار بنا لیا اور مارے غم کے اس کا عیش مکدر ہو گیا اور وہ مضطر کی طرح دین کی مدد کو کھڑا ہو گیا اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جو دقائق اور معارف سے بھری ہوئی ہیں اور جن کی نظیر پہلے لوگوں کی کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔ اس کی عبارتیں باوجود مختصر ہونے کے فصاحت سے بھری ہوئی ہیں اور ان کے الفاظ نہایت دلربا۔ خوبصورت اور عمدہ ہیں جو کہ دیکھنے والے کو شراب طہور پلاتی ہیں اور اس کی کتابوں کی مثال اس ریشم کی سی ہے جو مشک کے ساتھ آلودہ کیا جائے۔ پھر اس میں موتی اور یاقوت اور بہت سی کستوری ملائی جائے، پھر اس میں عنبر ملا کر معجون کی طرح بنا دیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی کتابیں جامع ہیں۔ اور ہم ان میں فائدے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کر سکتے وہ تمام سے بڑھ گئی ہیں اس لئے کہ اُنہوں نے تمام کی ترقی کا احاطہ کر لیا ہے اور بسبب اس کے کہ دلائل و براہین کے رشتوں کے ساتھ دلوں کو کشش کرتی ہیں۔ اپنے غیر پر فوقیت لے گئی ہیں۔ مبارکی ہے اس شخص کو جو ان کو حاصل کرے اور پہچانے اور غور سے پڑھے، ان کی مانند کوئی مددگار نہیں مل سکتا۔ جو کوئی یہ چاہے کہ قرآن مجید کے عقدوں کو حل کرے اور خدائے تعالیٰ کی کتاب کے اسراروں پر واقف ہو تو اس کو چاہیئے ان کتابوں میں مشغول ہو کیونکہ وہ اس چیز کی متکفل ہیں جس کو ذہین طالب تلاش کرتا ہے ان کے ریحان کی خوشبو دلوں کو فریفتہ کرتی ہے، ان کی شاخوں میں کثرت سے میوے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ وہ اس باغ کی طرح ہیں جس کے خوشے جھکے ہوئے ہیں اور اس میں کوئی لغویات نہیں سنتا ذہنی اور پاکوں کے لئے بھاتی ہے، اُن میں سے ایک کا نام **فصل الخطاب** اور ایک کا نام **تصدیق براہین احمدیہ** ہے ان میں متانت الفاظ اور لطافت معانی کے قیمتی موتی پرو دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ وہ مؤلفین کے لئے اسوۂ حسنہ ہو گئی ہیں اور متکلمین آرزو کرتے ہیں کہ وہ انہیں کتابوں کی طرز پر لکھیں اور بڑے بڑے عالموں کی زبانوں نے ان کی مدح سرائی کی ہے ان کے جواہرات جواہر البحور پر فوقیت لے گئے اور ان کے موتی دریاؤں کے موتیوں پر فائق ہو گئے ہیں۔ اور وہ اس کے کمالات پر ایک دلیل قاطع ہیں۔ ان کی قدر کو ایک وقت کے بعد جان لو گے۔ اور مؤلف فاضل نے ان کتابوں میں قرآن شریف کے نکات کی تفسیر کرنے کے لئے کمر باندھی ہے اور اپنی تحقیق میں روایت اور درایت کے متفق کرنے کی مشقت اُٹھائی ہے۔ پس آفرین ہے اس کی عالی ہمت کے لئے اور اس کے افکار دقادہ کے لئے۔ پس وہ مسلمانوں کا فخر ہے اور اس کو قرآن کریم کے دقائق کے استخراج میں اور فرقان حمید کے حقائق کے خزانوں کے پھیلانے میں عجیب ملکہ ہے۔ بلاشک وہ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے اور اپنی پاک طینتی اور شان مردی کے مناسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے وہ ایک عجیب و غریب مرد ہے اُس کے ایک ایک لمحہ کے ساتھ انوار کی نہریں بہتی ہیں اُس کے ایک ایک رشحہ کے ساتھ فکروں کے شربت پھوٹتے ہیں اور یہ خدائے تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ خیرالواہبین ہے۔

وہ نخبتہ المتکلمین ہے اور زبدۃ المؤلفین لوگ اس

کے زلال سے پیتے ہیں اور اس کی گفتگو کی شیشیاں شراب طہور کی طرح خریدتے ہیں وہ ابرار اور اخیار اور مومنین کا فخر ہے اس کے دل میں لطائف اور دقائق اور معارف اور حقائق کے انوار ساطع ہیں۔ جب وہ اپنے پاک وصاف کلمات اور اچھوتے فی البدیہہ عجیب وغریب ملفوظات کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ تو گویا دلوں اور روحوں کو لطیف راگوں اور داؤدی مزامیر کے ساتھ فریفتہ کرتا ہے۔ اور کھلے کھلے معجزوں کے ساتھ لوگوں کو گھٹنوں کے بل بٹھا لیتا ہے۔ جب کلام کرتا ہے تو ایسی ایسی حکمتیں منہ سے نکالتا ہے کہ گویا وہ پانی ہے جو پیالے در پیالے ٹپک رہا ہے اور سامعین کے مونہوں کی طرف جارہا ہے اور میں نے اپنے فکر کے گھوڑے کو اس کے کمال کی طرف چلایا تو میں نے اس کو اس کے علوم اور اعمال اور نیکی اور صدقات میں یکتائے زمانہ پایا وہ نہایت ذکی الذہن حدید الفواد فصیح اللسان تحفۃ الابرار اور زبدۃ الاخیار ہے اس کو سخاوت اور مال عطا کیا گیا ہے امیدیں اس کے ساتھ وابستہ کی گئی ہیں پس وہ خدام دین کا سردار ہے اور میں اس پر رشک کرنیوالوں میں سے ہوں۔ امیدوں والے اس کے صحن میں اترتے ہیں اور اس کی ہتھیلی سے ابر سخاوت طلب کرتے ہیں۔ جو اس کے گھر کا قصد کرتا ہے اور اس کی ملاقات کرتا ہے تو وہ اس سے منہ نہیں پھیرتا۔ اور فقراء میں سے جو اس کے پاس آتا ہے وہ اس کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے اور وہ میری ملاقات کے لئے نہایت میلانِ دل کے ساتھ ایسا مضطرب رہتا ہے جیسے دولتمند ہونے کے ساتھ وہ مہمت وتعین کے پاؤں سے چل کر دور دراز ملکوں سے میرے پاس آتا ہے وہ ایک دلربا جوان ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اپنی تمام طاقت سے میری طرف سعی کرتا ہے۔ اگرچہ اس کو اتنی ہی فرصت مل جائے، جو اونٹنی کے دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس پر قسم قسم کے انعام کئے ہیں اور اس کی بقا کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ اس کو میرے دل سے عجیب تعلقات ہیں میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بدزبانیاں اور وطن مالوف اور دوستوں کی مفارقت اختیار کرتا ہے۔ میرے کلام کے سننے کے لئے اس پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لئے وہ اپنے اصلی وطن کی یاد کو چھوڑ دیتا ہے اور میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے اور میں اس کو اپنی رضا میں فانیوں کی طرح دیکھتا ہوں۔ جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ بلا توقف پورا کرتا ہے اور جب کسی کام کی طرف دعوت کیا جاتا ہے تو وہ سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں سے ہوتا ہے اس کا دل سلیم ہے اور خلق عظیم اور اس کا کرم ابر کثیر کی طرح ہے۔ اس کی صحبت بدحالوں کے دلوں کو سنوارتی ہے اور اس کا حملہ دین کے دشمنوں پر شیر ببر کے حملہ کی طرح ہے۔ کفار پر اس نے پتھر برسائے ہیں آریوں کے مسائل کو اس نے کھودا اور نقب لگا کر ان بیوقوفوں کی زمین میں اترا اور ان کا تعاقب کیا اور ان کی زمین کو تہ وبالا کر دیا، اور اپنی کتابوں کو مکذبین کے رسوا کرنے کے لئے نیزوں کی طرح سیدھا کیا۔ پس خدا تعالیٰ نے اس کے ہاتھ پر دشمنوں کو شرمندہ کیا۔ پس ان کے منہ پر راکھ ڈالی گئی اور سیاہ کر دیا گیا۔ اور وہ مردوں کی طرح ہو گئے۔ پھر انہوں نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا لیکن مردے موت کے بعد کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں لرزتے ہوئے واپس چلے گئے اگر ان کے لئے حیا میں سے کچھ بھی حصہ ہوتا تو وہ دوبارہ حملہ نہ کرتے۔ لیکن بے حیائی اس قوم کی حلیہ اس طرح ہو گیا ہے جس طرح محجل گھوڑوں میں تحجیل پس وہ ذبح کئے ہوؤں کی طرح حملہ کرتے ہیں اور فاضل نبیل موصوف میرے سب سے زیادہ محبت کرنے والے دوستوں میں سے ہے وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے میری بیعت کی سچائی اور عقیدت کو میرے ساتھ خالص کر دیا ہے اور جنہوں نے عہد کا سودا مجھے اس بات پر دیا کہ وہ خدا تعالیٰ پر کسی کو مقدم نہ کریں گے پس میں نے ان کو ان لوگوں میں سے پایا ہے جو اپنے عہدوں کی محافظت کرتے اور رب العالمین سے ڈرتے ہیں اور وہ اس پر شر زمانہ میں اس ماء المعین کی طرح ہے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جس طرح اس کے دل میں قرآن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، ایسی محبت میں اور کسی کے دل میں نہیں دیکھتا۔ وہ قرآن کا عاشق ہے اور اس کی آیات مبین کی محبت اس کی پیشانی میں چمکتی ہے اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نور ڈالے جاتے ہیں۔ پس وہ ان نوروں کے ساتھ قرآن شریف کے وہ دقائق دکھاتا ہے جو نہایت بعید پوشیدہ ہوتے ہیں اور اس کی اکثر خوبیوں پر مجھے رشک آتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی عطا ہے وہ جس کو چاہے دیتا ہے اور وہ خیر الرازقین ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو ان لوگوں میں سے بنایا ہے جو قوت و بصارت والے ہیں اور اس کے کلام میں وہ حلاوت و طلاقت ودیعت کی گئی ہے، جو دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی، اور اس کی ذات کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام سے پوری پوری مناسبت ہے، خدا تعالیٰ کے کلام میں بے شمار خزانے ہیں جو اس بزرگ جوان کے لئے ودیعت کئے گئے ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس کے لئے کوئی اس کے رزقوں میں جھگڑنے والا نہیں کیونکہ اس کے بندوں میں سے بعض وہ مرد ہیں جن کو تھوڑی سی تری دی گئی ہے اور دوسرے کئی آدمی ہیں جن کو بہت سا پانی دیا گیا ہے اور وہ اس کے ساتھ حجت بازی کرنے والے ہیں مجھے میری زندگی کی قسم ہے کہ وہ بڑے بڑے میدانوں کا مرد ہے اس کے لئے کسی کا یہ قول صادق آتا ہے لکل علم رجال ولکل میدان ابطال اور نیز یہ بھی صادق آتا ہے ان فی الزوایا خبایا وفی الرجال بقایا خدا تعالیٰ اس کو عافیت دے اور اس کو محفوظ رکھے اور اس کی عمر کو اپنی رضامندی اور اطاعت میں لمبا کرے اور اس کو مقبولین میں سے بنائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس کے لبوں پر حکمت بہتی ہے اور آسمان کے نور اس کے پاس نازل ہوتے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ مہمانوں کی طرح اس پر نزول انوار متواتر ہو رہا ہے جب کبھی وہ کتاب اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے تو اسرار کے منبع کھولتا ہے اور لطائف کے چشمے بہاتا ہے اور عجیب وغریب معارف ظاہر کرتا ہے جو پردوں کے نیچے ہوتے ہیں۔ دقائق کے ذرات کی تدقیق کرتا ہے اور حقائق کی جڑوں تک پہنچ کر کھلا کھلا نور لاتا ہے۔ عقلمند اس کی تقریر کے وقت اس کے کلام کے اعجاز اور عجیب تاثیر کی وجہ سے تسلیم کے ساتھ اس کی طرف اپنی گردنوں کو لمبا کرتے ہیں، حق کو سونے کے ڈلے کی طرح دکھاتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کو جڑھ سے اکھاڑ دیتا ہے، اضطراب میں ڈال دیا ہر ایک جوان کو اس چیز نے جو واقع ہوئی اور علمائے علوم روحانیہ کی دولت اور اسرار رحمانیہ کے جواہرات سے بے گوشت ہڈی کی طرح خالی ہاتھ رہ گئے۔ پس وہ جوان کھڑا ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر ٹوٹ پڑا جیسے شیاطین پر شہاب گرتے ہیں سو وہ علماء دین میں آنکھ کی پتلی کی طرح ہے اور حکمت کے آسمان میں روشن سورج کی طرح ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا، اور وہ ان ستاروں سے خوش نہیں ہوتا جن کا نبت اونچی زمین ہے نہ نیچی زمین بلکہ اس کا فہم ان دقیق الماخذ مخفی اسرار کی طرف پہنچتا ہے جو گہری زمین میں ہوتے ہیں فللّٰہ درّہٗ وعلی اللّٰہ اجرہٗ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کھوئی ہوئی دولت کو واپس کر دیا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہے جو توفیق دیئے جاتے ہیں اور سب حمد اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھ کو یہ دوست ایسے وقت میں بخشا جبکہ اس کی سخت ضرورت تھی سو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کی عمر و صحت وثروت میں برکت دے اور مجھ کو ایسے اوقات عطا کرے جن میں وہ دعائیں قبول ہوں جو اس کے اور اس کے قبیلہ کے لئے دعا کروں اور میری فراست گواہی دیتی ہے کہ یہ استجابت ایک محقق امر ہے نہ ظنی اور میں ہرگز ناامید داروں میں سے ہوں خدا تعالیٰ کی قسم میں اس کے کلام میں ایک نئی شان دیکھتا ہوں اور قرآن شریف کے اسرار کھولنے میں اور اس کلام اور مفہوم کے سمجھنے میں اسکو سابقین میں سے پاتا ہوں اور میں اس کے علم وحلم کو ان دو پہاڑوں کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کونسا دوسرے پر فوقیت لے گیا ہے۔ وہ دین متین کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اے رب تو اس پر آسمان سے برکتیں نازل فرما اور دشمنوں کے شر سے اس کو محفوظ رکھ، اور جہاں کہیں وہ ہو تو اس کے ساتھ ہو اور دنیا و آخرت میں اس پر رحم کر اے ارحم الراحمین آمین ثم آمین، تمام تعریف اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے وہی دنیا و آخرت میں میرا والی ہے۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دُعائیں

بعض مریضوں کے متعلق حضورؑ کی دُعا اور اُن کے انجام کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبل از وقت اطلاع

مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب کی کتاب بینات کا ایک باب - بسلسلہ اشاعت یکم اگست ۱۹۵۶ء

یہ امر محقق اور ثابت شدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بارگاہ ایزدی سے مستجاب الدعوات ہونے کا شرف حاصل تھا۔ دوست دشمن اس کے گواہ ہیں۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اکثر دعاؤں کو خارق عادت طور پر قبولیت کا اعزاز بخشا، جیسا کہ صفحات بالا سے ظاہر ہے ایسے ایسے امور کے متعلق جو بظاہر ناممکن تھے حضور کی دعاؤں کا قبول ہونا عظیم الشان معجزات میں سے ہے، آپ دعوے سے قبل ہی مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ اس زمانہ میں بھی کثرت سے لوگ حل مشکلات کے لئے حضور کی طرف رجوع کرتے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔

حضرت نے تو یہ فرمایا ہے کہ آپ کی اکثر دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ لیکن آپ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ آپکی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے۔ بلکہ آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے دوستانہ ...... رنگ کا تعلق رکھنا چاہیئے کبھی اپنی منوالی اور کبھی دوست کی مان لی۔ جن مریضوں کے لئے حضور نے دعائیں فرمائیں اُن میں سے اکثر قبول ہوئیں اور بڑے بڑے خطرناک مریضوں کے متعلق قبول ہوئیں لیکن بعض مریضوں کے متعلق مصلحت ایزدی کا تقاضا اور تھا۔ بایں اللہ تعالیٰ نے اُن کے انجام کے متعلق حضور کو اطلاع دی۔ جو حضور کے تعلق باللہ اور تقرب الی اللہ پر دال ہے اور یہ امر بدیہات سے ہے کہ قبل از وقت انجام کے متعلق اطلاع دیدینا بھی نشان کا حکم رکھتا ہے۔ اور دُعا کرنے والے کے اعزاز و اکرام کو ظاہر کرتا ہے۔

مرزا ایوب بیگ مرحوم کے متعلق اطلاع

حضور نے اپنی ایسی دعاؤں کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم کے بھائی مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم کی علالت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ہمارے دوست مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم ایک مدت سے بیمار چلے آتے تھے۔ آخر سن ۱۹۰۰ء میں ان کی حالت بگڑ گئی اور وہ فاضلکا میں اپنے بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن کے پاس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد دعا کے لئے اُن کا خط آیا۔ ہم نے دعا کی تو خواب میں دیکھا کہ ایک سڑک ایسی ہے کہ گویا چاند کے ٹکڑے اکٹھے کر کے بنائی گئی ہے اور ایک شخص نہایت خوش شکل عزیز مرحوم کو اس سڑک پر لئے جا رہا ہے، اور وہ سڑک آسمان کی طرف جاتی ہے، اس خواب کی تعبیر یہی تھی کہ ان کا خاتمہ بخیر ہوگا اور وہ بہشتی ہے اور نورانی چہرہ والا شخص ایک فرشتہ تھا۔ جو اس عزیز کو بہشت کی طرف لے جا رہا تھا۔ ہم نے یہ خواب مرزا یعقوب بیگ صاحب کو لکھ دیا اور اپنی جماعت میں بھی شائع کر دیا۔ چنانچہ چھ ماہ کے بعد اس عزیز نے وفات پائی اور جب ہمارے پاس تار پہنچا۔ اور ہم نے تعزیت کا خط لکھنا شروع کیا، اور ہماری توجہ اس عزیز کی طرف تھی کہ کس طرح وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ناپدید ہو گیا، تو اس حالت میں الہام ہوا

"مبارک وہ آدمی جو اس دروازے کی راہ سے داخل ہوں"

یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عزیز مرحوم کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی۔ مرحوم مذکور نیک بخت جوان صالح اور اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا"

(نزول المسیح صفحہ ۲۲۲ پیشگوئی نمبر ۹۸)

مرزا ابراہیم مرحوم کے متعلق

اسی طرح ایک دوسرے دوست مرزا یوسف بیگ کے صاحبزادہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے ایک مخلص دوست مرزا محمد یوسف بیگ صاحب جو سامانہ علاقہ ریاست پٹیالہ کے رہنے والے ہیں اور ایک مدت دراز سے ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ اسی تعلق میں تمام عمر رہیں گے، اور اسی میں اس دنیا سے گذریں گے۔ ایک دفعہ ان کا لڑکا مرزا ابراہیم بیگ مرحوم بیمار ہوا تو انہوں نے میری طرف دعا کے لئے خط لکھا۔ ہم نے دعا کی تو کشف میں دیکھا کہ ابراہیم ہمارے پاس بیٹھا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے بہت سے سلام پہنچا دو۔ جس کے معنے یہی دل میں ڈالے گئے کہ اب ان کی زندگی کا خاتمہ ہے۔ اگرچہ دل نہیں چاہتا تھا، تاہم بہت سوچنے کے بعد مرزا محمد یوسف بیگ صاحب کو اس حادثہ سے اطلاع دی گئی اور تھوڑے دنوں کے بعد وہ جوان غریب مزاج فرمانبردار بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے اس جہان فانی سے چل بسا۔" (نزول المسیح صفحہ ۲۲۳ پیشگوئی نمبر ۱۰۰)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم کے متعلق

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم و مغفور اور صاحبزادہ مبارک احمد کی علالت اور فوتیدگی کے متعلق ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ حضرت مولانا صاحب مرحوم کاربنکل سے بیمار ہوئے اور آخر کار فوت ہو گئے۔ اگرچہ حضرت اپنے ہر ایک مرید سے محبت رکھتے تھے، لیکن حضرت مولانا صاحب سے آپکو خصوصیت سے زیادہ محبت تھی، دراصل بات یہ ہے کہ حضرت مولانا صاحب میں بعض ایسی خوبیاں تھیں، جو انہیں سے مخصوص تھیں۔ وہ قرآن مجید پڑھنے میں نہایت خوش الحان واقع ہوئے تھے۔ ایسے خوش الحان کہ سننے والوں کو مسحور کر دیتے تھے۔ وہ ایک بلند پایہ عالم۔ بڑے زبردست مقرر اور نہایت قابل مصنف تھے۔ ان کی آواز میں ایک خاص شوکت اور گونج پائی جاتی تھی۔ جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں حضرت کا اعجازی مضمون انہوں نے پڑھا، ہزاروں انسانوں کے مجمع میں انہوں نے یہ مضمون اس شان سے پڑھا کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔

حضرت مولانا مرحوم نہایت مخلص اور دلیر اور بہادر انسان تھے۔ نہایت حق گو حق پرست اور حق پژوہ حضرت نے آپ کی بیماری میں آپ کے لئے دعائیں کیں لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ کی دعاؤں کے جواب میں آپ کو جو الہامات ہوئے اُن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اجل مقدر ہو چکی ہے۔ چنانچہ ایک الہام ہوا ان المنایا لا تطیش سهامها۔ یعنے موتوں کے تیر ٹل نہیں سکتے۔ پھر الہام ہوا سینتالیس سال کی عمر انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (حضرت مولانا کی عمر اس وقت سینتالیس سال کی تھی) پھر الہام ہوا اس سے راضی ہونا ہی نہ تھا۔ ایک الہام یہ بھی تھا فرحت عیلی ومن معہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بار بار اطلاع دی گئی کہ مولانا صاحب کی اجل قطعی ہے۔

حضرت مسیح موعود کو مولانا صاحب کی وفات کا رنج تو ضرور ہوا۔ لیکن آپ نے جیسا کہ اولیاء اللہ کی شان ہے صبر کا کامل نمونہ دکھایا۔ بلکہ جب مولانا محمد علی صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اور فرط الم سے ان ... کی چیخیں نکل گئیں تو آپ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور راضی برضا رہنے کی نصیحت کی۔ خدا کے بندے ایسے موقعوں پر ہی پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالکریم کی موت کوئی معمولی موت نہ تھی۔ سلسلہ کے

ایک ستون کا گر جانا تھا - اور یہ بہت بڑا ابتلا تھا - مگر اللہ رے شان ولایت - حضور نے کمال صبر و استقامت سے کام لیا اور کسی جزع فزع کا اظہار نہ کیا۔

صاحبزادہ مبارک احمد کے متعلق

اسی طرح صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کی موت بھی ایک بڑا ابتلا تھا - لیکن حضور نے اس وقت بھی صبر و سکون کا بڑا اعلیٰ نمونہ دکھایا - حضور نے صاحبزادہ کے لئے دعائیں تو کیں لیکن حضور کو ان کی پیدائش کے وقت ہی الہام ہو چکا تھا کہ وہ جلد ہی خدا کی طرف لوٹ جائے گا - اور آخر ایسا ہی ہوا - ان کی موت پر حضور نے خود بھی کمال صبر دکھایا اور گھر میں بھی صبر و شکر کی تلقین کی - اور راضی برضا الٰہی ہونے پر ایسی اعلیٰ تقریر کی جو حضور کی شان کے شایاں اور اولیاء اللہ کے مقام تسلیم و رضا کو ظاہر کرتی ہے - ان دنوں میں یعنے جب صاحبزادہ کی موت واقع ہوئی حضور پر کچھ دن الہام کا دروازہ بند رہا - ایک طرف لخت جگر کی موت دوسری طرف الہامات کے دروازہ کا بند ہونا یہ حضور کے لئے بڑا ابتلا تھا - اس لئے حضور دعائیں کرتے رہے اور آخر خدا کے فضل و رحم کا پیغام آیا اور حضور کو الہام ہوا یا **عبدی انی معک** یعنے اے میرے بندے! میں تیرے ساتھ ہوں - حضرت فرماتے تھے کہ جب یہ الہام ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں خدا سے مل ہی گیا ہوں اس الہام پر حضور بے انتہا خوش ہوئے اور خدا کا شکر بجا لائے، اب اسی طرح جب یہ الہام ہوا کہ "خدا خوش ہو گیا" یعنے مبارک احمد کی وفات پر راضی برضا رہنے پر خدا نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا تو آپ کی زوجہ بھی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ خدا کی خوشی میں سینکڑوں مبارک احمد قربان کرنے کو تیار ہوں، یہ حضرت کی قوت قدسی کا اثر تھا

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ

(بقیہ صفحہ ۸)

اسی کے کلام نے مجھے بلوایا اور اسی کے ہاتھ نے مجھے بلایا سو میں نے یہ مسودہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور اشارے اور القاء سے لکھا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وہی قادر ہے آسمان و زمین میں اے میرے ربّ جو میں نے لکھا ہے محض تیری قوت و طاقت اور تیرے الہام کے اشارے سے لکھا ہے، پس تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے اے ربّ العالمین ۔

... کے صدمات میں دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومین کو غریق رحمت کرے احباب سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے ۔

اخبار احمدیہ

ضروری اعلان

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کے بعد ووکنگ مشن کے امام کے متعلق دوست دریافت کرتے ہیں کہ کن صاحب کا تقرر کیا گیا ہے - ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ انجمن نے اس سلسلہ میں خان بہادر غلام ربانی صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا - کہ وہ اس ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر سنبھالنے کے لئے اپنی زندگی کا کچھ حصہ وقف کریں - آپ نے نہایت اعلیٰ ایثار کا نمونہ دکھایا اور انجمن کی اس درخواست کے سامنے سر جھکا دیا - بشرطیکہ ان کے ضعیف اور علیل طبع والدہ صاحبہ اجازت دے دیں - پہلے تو ان کے والد صاحب نے ان کے ہمراہ جانے اور ڈاکٹر عبداللہ مرحوم کے پہلو میں ابدی نیند سو جانے کا تہیہ کر لیا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ نہ تو وہ سفر کے قابل ہیں اور نہ ان کی صحت کی حالت ایسی ہے کہ ان کو چھوڑ کر رخت سفر باندھا جائے ان حالات میں فی الحال وہ جلدی نہیں جا سکتے، اس لئے ان کے ووکنگ جانے تک عارضی انتظام زیر غور ہے۔

(سکرٹری)

آہ! شیخ محمد حیات

کراچی سے محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ - احباب جماعت کو یہ خبر سن کر قلق اور صدمہ ہوگا کہ ہماری جماعت کے نہایت ہی مخلص و سنجیدہ طبع بزرگ شیخ محمد حیات صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ انجنیئر (جو کچھ عرصہ سے کراچی میں بود و باش رکھتے تھے) انتقال فرما گئے ہیں، آپ ضعیفی و علالت کے باوجود امسال معہ اپنی بیگم صاحبہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہیں یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ حج کے ارکان ادا کرنے کے بعد ہی وہاں کی گرمی کی تاب نہ لاکر آپ واصل بحق ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون آپ نے واقعی راہ خدا میں جان دے کر شہادت کا مرتبہ پایا - ہمیں اس صدمہ میں آپ کی بیگم صاحبہ اور آپ کے دیگر اعزہ خصوصاً آپ کے فرزند اکبر میاں عزیز احمد خاں آف کاٹلیکس سے دلی ہمدردی ہے - دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ شیخ صاحب موصوف کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے - جماعت کراچی نے اطلاع موصول ہونے پر جمعہ کے بعد نماز جنازہ غائبانہ ادا کی - دیگر احباب سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے ۔

دو اور اموات

(۱) یادگیر آباد سے ڈاکٹر محمد حسین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے والد صاحب یکم اگست کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

(۲) چوہدری فضل احمد صاحب جو حضرت امیر مرحوم کے نہایت قریبی عزیز تھے، اور ایک عرصہ تک انجمن کی اراضی واقعہ چک اسلام آباد (اوکاڑہ) میں منیجر رہ چکے تھے، ایک لمبی بیماری کے بعد میو ہسپتال لاہور میں وفات پا گئے فانا للہ وانا الیہ راجعون ان کا جنازہ اوکاڑہ لے جایا گیا - ہمیں ان ہر دو مرحومین کے اعزا و اقربا سے ان ...

خطبہ جمعہ

(بقیہ صفحہ ۱)

پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے ......"

اس کے بالمقابل ایک اور اسلامی ادارہ ہے جس کے پیچھے تمام اسلامی دنیا کے سفارتخانے ہیں - لیکن وہ ووکنگ کے بالمقابل ہیچ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے

ہزار نقد نمائی بیکے چو سکہ ما
بہ نقش خوب و عیار و صفا کجا باشد

ایک ایک احمدی نشان بن سکتا ہے، اور بن چکا ہے ووکنگ مشن کی مقبولیت کو دیکھ کر کئی لوگوں نے یورپ میں مبلغ بھیجے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی، اسی طرح حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کو دیکھ کر کئی لوگوں نے ترجمے کئے لیکن مقبولیت جس کو ہوئی تھی ہو گئی، کیونکہ اس کے پیچھے وہ سرچشمہ ہے جس سے قرآن کریم کا نور نکلا،

احمدیت آسمانی تحریک ہے

احمدیت وہ تحریک ہے جو آسمان سے تعلق رکھتی ہے، جو مذہب کو منٹیٹ نہیں بلکہ زندگی کا صحیح نقشہ سمجھتی ہے اس تحریک نے مذہبی دنیا کی کایا پلٹ دی، مجھے اعتراف ہے کہ ہم لوگ اس معیار سے گر گئے ہیں جس پر ہمیں کھڑا کیا گیا تھا، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری نظروں سے زندگی کا وہ نقشہ اوجھل ہو گیا جو امام وقت نے پیدا کی تھی، تاہم مقدر وہی ہے جس کی طرف احمدیت نے رہنمائی کی اسی رستہ سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، حضرت مسیح موعود کا ایک شعر ہے

کنوں کہ در چمن من ہزار گل بشگفت
گراز طلید بنشینی عجب خطا باشد

اب تو اس سلسلہ کی صداقت کے بے شمار نشان نظر آتے ہیں، اس گئی گذری حالت میں بھی ایک احمدی تاجر دوسرے تاجروں سے ممتاز زندگی بسر کرتا ہے، ایک سرکاری عہدہ دار دوسرے عہدیداروں سے دیانت و امانت اور کارکردگی میں نمایاں امتیاز رکھتا ہے، یہ ایک چیز ہے جو سامنے رکھنی چاہیئے، اس وقت اس کی قدر کرنی چاہیئے ورنہ حضرت صاحب نے کہا ہے

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کنند آں وقت خوشترم

یہ زمانہ بڑا نازک زمانہ ہے، اس زمانہ میں نیک اور بد غلط اور صحیح میں فرق کرنا بڑا مشکل ہو گیا ہے - لیکن ٹھوس حقائق پر نظر رکھی جائے تو پتہ لگ سکتا ہے کہ احمدیت اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک ہے، اور وقت آنے والا ہے کہ دنیا اس کے پیش کردہ اسلامی پیغام کو قبول کرے گی ۔

حضرت مجددِ زمان کا دعویٰ اور آپ کا مقام

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب

ذیل کا مقالہ مرکزی نوجوانوں کے پندرہ روزہ اجلاس میں پڑھا گیا۔

صاحب صدر و معزز حاضرین۔

"اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے اور سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ رسول ہیں"

یہ وہ حقیقت ہے جسے آج مخالفین اسلام نے اپنے منظم پروپیگنڈے اور نظریات اسلام پر پے در پے حملوں سے دنیا کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ اور بدقسمتی یہ کہ علمائے کرام جو حامیان دین کے لقب سے ملقب کئے جاتے تھے۔ وہ بھی اپنی عملی کمزوریوں اور علمی پستیوں کی وجہ سے اس حقیقت کو آشکارا کرنے سے عاجز آ گئے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے اپنی اختیار کردہ روش سے مخالفین اسلام کے پروپیگنڈے پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی۔ مخالفین کا برپا کردہ فتنہ اپنے زوروں پر تھا اور لاکھوں نوجوانان اسلام جو مغربی تعلیم کے دلدادہ تھے ارتداد کے اتھاہ گڑھے میں گر چکے تھے۔ کہ ناگہاں قادیان ایسے دور افتادہ گاؤں میں ایک بطل جلیل کھڑا ہوا اور اس نے میدانِ عمل میں کودنے کے ساتھ ہی بیقین تام سے ڈنکے کی چوٹ ایک اعلان کیا۔ کہ

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلیٰ و اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شک ہو وہ آرام اور آشتی سے مجھ سے یہ اعلیٰ زندگی ثابت کر لے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو کچھ عذر بھی تھا مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں۔ اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے، نشان ظاہر ہو رہے ہیں، برکات ظہور میں آ رہے ہیں۔ غیب کے چشمے کھل رہے ہیں"

یہ وہ اعلان ہے جو اپنے اندر بہت بڑی خوشخبری رکھتا ہے اس سے معلن کی قلبی کیفیت کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اسلام کی حقیقت اور اس کے زندہ مذہب ہونے پر یقین تام اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں رچا ہوا تھا۔ نیز یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ اس کا قلب یقین کامل کے نور سے کس قدر منور ہے کہ اب آسمان کے نیچے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جن کی پیروی سے نئے سرے سے زندگی پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ نہ صرف دعوے ہی نہیں کیا بلکہ اس پر دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک بڑی دلیل اس بات پر کہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں دوسرا کوئی نہیں رکھتا۔ آپ کی تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلعم کی سچی پیروی کر کے خدا تعالےٰ کے مکالمات سے مشرف پاتے ہیں، اور خوارق العادت خوارق ان سے صادر ہوتے ہیں۔ اور فرشتے ان سے باتیں کرتے ہیں، دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اس کا نمونہ ایک میں ہی موجود ہوں کہ کوئی قوم اس بات میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی"

پس حضور سرور کائنات کی زندگی اور قرآن کریم کی زندگی کا واحد ثبوت یہ ہے کہ آپ کی سچی پیروی سے آج بھی حضور کا ایک کامل پیرو خدا کے مکالمات و مخاطبات سے مشرف ہو سکتا ہے اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور خوارق العادت خوارق اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے حاصل کروانے کے لئے ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی نبی کسی نہ کسی قوم کی طرف مبعوث ہوتا رہا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسٰیؑ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی بعثت کا یہی مقصد تھا کہ وہ اپنے پیروؤں کو جو کامل طور پر ان کی اتباع کریں خدائے واحد خالق و مالک سے ملاقی کرا دیں۔ قوم کو خشک فلسفہ سکھلانا ان کی بعثت کی غرض نہ تھا۔ بلکہ ان کی مساعی اور دن رات کی تبلیغ کا نصب العین قوم کو اس چشمہ سے سیراب کرانا تھا جس سے ہمیشگی کی زندگی نصیب ہوتی ہے، یہی وہ مقصد عظیم ہے جس کے حصول میں سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دیگر انبیاء سے بڑھ کر کامیابی حاصل کی۔ آپؐ نے خدائے واحد لاشریک سے ملاقی کرا دیا۔ انہیں خدا پر ایمان لانے کے بارہ میں معرفت تامہ کے مقام پر پہنچا دیا جیسا کہ فرمایا:۔

عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔

دین کی کامل پیروی کی اس غرض کو خود اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کے مختلف مقامات پر بڑی شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے...... فرمایا یجعل لکم فرقانا۔ یعنی اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے والوں اور اُن کے غیر میں ایک فرق یعنی مابہ الامتیاز رکھا جاتا ہے۔ کامل متبعین سے غیروں سے مقابلہ کے وقت بعض امور خارق عادت صادر...... ہوتے ہیں جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے۔ پھر فرمایا لا یمسہ الا المطہرون یعنی کامل متبعین کو وہ علم معارف قرآن دیا جاتا ہے جو غیر کو نہیں دیا جاتا۔ پھر فرمایا ادعونی استجب لکم یعنی ایسے باکمال لوگوں کی دعائیں اکثر قبول ہوتی ہیں۔ اور ان کے غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں۔

ان آیات سے دین اسلام کو جو فضیلت غیر مذاہب پر حاصل ہے وہ بھی کھل کر ہمارے سامنے آ جاتی ہے، اسلام کے علاوہ جس قدر مذاہب ہیں وہ آج ان نشانات کو اپنے اندر دکھلا نہیں سکتے سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد ایک بھی تو کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی غیر مذہب کے کسی پیرو نے دنیا کے سامنے اپنے تعلق باللہ کا اظہار فرمایا ہو۔ ہاں البتہ تاریخ اسلام ایسی کئی نامور اور مطہر ہستیوں کے کارناموں سے پُر ہے جنہوں نے مشرق اور مغرب میں اپنے تعلق باللہ کا دنیا کے سامنے اظہار کیا اور اپنی روزمرہ کی زندگی اور خدا تعالےٰ کی طرف سے زندہ نشانات سے اس کی تصدیق کی۔

آج اس زمانہ میں جبکہ دجالی فتنہ اسلام کے زندہ...... مذہب ہونے کو نعوذ باللہ غلط ثابت کرنے کے درپے تھا تو خدا تعالےٰ نے اس دور...... کو ایسے کامل متبع کی بعثت سے محروم نہیں رکھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دجالی فتنہ کے اس زور آور حملوں اور اس کی شدت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک زبردست قوت کا حامل انسان مبعوث فرمایا اور اپنے فضل سے اس مرد مجاہد کو حضور نبی کریم صلعم کی کامل متابعت کی برکت سے اپنا قرب عطا فرماتے ہوئے وہ خوارق اور وہ نشانات عطا کئے کہ اس نے صلیبی فتنہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا اور اسلام کو براہین قاطعہ کے ذریعہ ایک کامل اور غالب دین ثابت کر دیا۔

حضرت امام زمان نے جہاں علمی میدان میں دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے اسلام کو ایک سچا مذہب اور کل نسل انسانی کے لئے ایک کامل دین ثابت کیا وہاں اس امر پر بھی زور دیا کہ:۔

"سچا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ زندہ نمونہ ہو"

نیز فرمایا:۔

"سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ زندہ خدا کے زندہ تعلقات اور اس کے نشانوں کے چمکتے ہوئے نور اس مذہب میں تازہ بتازہ موجود ہوں"

سچے مذہب کے لئے اس محک کو پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے تمام مذاہب باطلہ کو چیلنج کیا کہ وہ اپنے اپنے مذہب

کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اس امر میں میرا مقابلہ کرلیں اور ساتھ ہی ان کی شکست کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں خود ستائی سے نہیں مگر خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو اور ایک طرف صرف میں کھڑا ہو جاؤں اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں تو مجھے اس معاملہ میں خدا غلبہ دے گا۔ اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا۔ اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دے گا۔"

کون ہے جو اس شیر خدا کا مقابلہ کرسکے۔ کون مولوی ہے یا کون سجادہ نشین ہے جس نے خدا کے ساتھ تعلق کو اس زور کے ساتھ مخالفین کے سامنے پیش کیا۔ تمام دنیا پر نگاہ ڈال کر دیکھ لیجئے کوئی بھی ایسا صوفی اور گدی نشین نظر نہیں آتا جس نے علمی دلائل کے ساتھ اس تجرباتی دور میں اسلام کے اس روحانی پہلو کو اجاگر کیا۔ اس اعلان کو سننے کے بعد اگر کوئی مخالف حضرت مسیح موعودؑ کے مقابل پہ آیا تو وہ ذلیل اور رسوا ہوا، جان سے ہلاک ہوا۔ لیکھرام۔ آتھم۔ ڈوئی وغیرہ ہم کے انجام اس پر شاہد ہیں۔ غرضیکہ مشرق اور مغرب میں جو بھی اس شیر خدا کے مقابل پہ آیا۔ اسلام کی چمکتی ہوئی تلوار سے گھائل کیا گیا۔

ان اعلانات سے اس جلیل جلیل کا مقام بھی نظر آتا ہے۔ کہ تمام دنیا کے ساتھ خدا کا سلوک ایک طرف تو دوسری طرف اکیلے اس مرد خدا کے ساتھ خدا کا سلوک اور وہ بھی سب پر غالب یہ کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ یہ اس مقام عالی کا حامل ہے، جس کی نسبت حدیث قدسی میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

من عاد لی ولیا فقد اذنته للحرب

اور جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خود اس مرد خدا کو الہام کیا:۔

انی مهین من اراد اهانتك

اور فرمایا:۔

انی معین من اراد اعانتك

یعنی اس پیارے امام سے بغض رکھنا ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور اس سے پیار کرنا اور اس کے مشن کے لئے قربانی کرنا خدا کے حضور عزت اور شرف کا باعث ہے۔

ان اعلانات اور الہامات سے حضرت امام زمان مسیح موعودؑ کی اہمیت ابھر کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے اس مبعوث کردہ بندہ کے ہاتھ سے اسلام کو از سر نو تمام مخالفین کے مقابلہ پہ زندہ مذہب ثابت کر دکھایا، سچ فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم:۔

کیف تهلك امة انا فی اولها والمسیح فی آخرها۔

مفت اسلامی لٹریچر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مختلف اسلامی مسائل پر جن کا تعلق ایمان وایقان اور روزانہ عملی زندگی سے ہے کئی ٹریکٹ چھپوا کر عام مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مفت تقسیم کرنے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔ وہ اصحاب جو دینی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حسب ذیل لٹریچر مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا کر مطالعہ کرسکتے ہیں۔ اگر ذی استطاعت احباب ہر رسالے سے لئے کر ایک روپیہ کا ٹکٹ ڈاک آرڈر کے ساتھ روانہ کردیں تو شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے۔

حقیقت نماز ——— از حضرت مسیح موعودؑ

ضرورت امام 〃 〃 〃 〃

شان محمد مصطفیٰ 〃 〃 〃 〃

قد افلح المومنون 〃 〃 〃 〃

امام الزمان ... 〃 〃 〃 〃

حقیقت اسلام ... 〃 〃 〃 〃

دعوت عمل ——— حضرت مولانا محمد علی صاحب رح

نزول مسیح ... 〃 〃 〃 〃

جماعت قادیان 〃 〃 〃 〃

نماز اور ترقی کی تین راہیں 〃 〃 〃 〃

رد تکفیر اہل قبلہ ... 〃 〃 〃 〃

زمانہ کے امام کو پہچانو 〃 〃 〃 〃

دو تقریریں ... 〃 〃 〃 〃

کشف الظنون عن المراق والجنون۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب رح

درس قرآن ... 〃 〃 〃 〃

ہمارے عقائد۔ جناب مولانا صدر الدین صاحب۔

دعوت فکر۔ چوہدری شکر اللہ خان صاحب۔

کافر۔ از شیخ محمد طفیل صاحب۔

احمدیت کیا ہے؟۔ تحقیق حق، محمد مصطفیٰ اردو بچوں کے لئے۔ اسلام بنی نوع کی ہمدردی کا مذہب۔ حقیقت نماز۔ نماز مسلم؛

انگریزی لٹریچر

1. Call of Islam.
2. Islam the religion of Humanity
3. Death of Jesus Christ
4. The Charge of Heresy
5. Christ has come.
6. Quest after God
7. What's in a name
8. The true conception of Ahmadiyyat
9. Facts about Ahmadiyyat
10. Phenomenon of Revelation

سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جرمنی میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

بسلسلہ صفحہ اوّل

رسوم کے گہرے مفہوم ومعانی پر لیکچر دیا گیا۔

جمعہ۔ ۲۲ر جون۔ جمعہ میں یہ بتایا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تمام انسانیت کے لئے ہے اور ان کا خطاب کسی ایک قوم یا کسی خاص نسل کو نہیں بلکہ تمام قومیں اور سب ممالک ان کے مخاطب ہیں، اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے مستحق ہیں کہ تمام دنیا انہیں اللہ تعالےٰ کا حقیقی پیغمبر تسلیم کرے۔

پیر۔ ۲۵ر جون۔ تیس پادرانیاں ...... اور ان کی شاگردیں جو ایک ایسٹ برلن کے ایونجیلک مشنری آرڈر سے تعلق رکھتی ہیں مسجد کی زیارت اور اسلامی معلومات حاصل کرنے کے لئے آئیں۔

منگل ۲۶ر جون۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں بتایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کا آسمانی مشن ایمان لانے والوں کے لئے ایک نمونہ ہے اس کے علاوہ اسلام کے تقویٰ و ارتقاء کے خصائص اس میں پائے جاتے ہیں۔

جمعہ ۲۹ر جون۔ درس قرآن کے سلسلہ میں کتاب "APOLOGIE" سے اسلامی اخلاق کی بلندی اور پسندیدگی پر لیکچر دیا۔

نوٹ:۔ لوگ عموماً وقتاً فوقتاً مسجد دیکھنے کے لئے آتے اور تعلیمات اسلامی کے متعلق واقفیت حاصل کرتے ہیں اور جرمنی میں اشاعت اسلام کے حالات انہیں بتائے جاتے ہیں۔

قبول اسلام

۱۵ر جون کو ایک پراٹسٹنٹ عیسائی نے قبولیت اسلام کا شرف حاصل کیا ان کا اسلامی نام سعید علی محمد رکھا گیا۔

عزت ناٹمل اور گرین پریس چیمبرلین روڈ سے چھپا باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور سے باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

پیغام صلح مورخہ ۸ر اگست ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۷ محرم ۱۳۷۵ھ - مطابق ۱۵ اگست ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۱

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر و بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے، اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں، ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین ؁

انڈونیشیا کی آزادی اس بیداری کا نتیجہ ہے

جو احمدیت نے اس ملک میں پیدا کی

انڈونیشین ڈیلیگیشن اور ڈچ گیانا کے الحاج سلطان جمولائی

کے اعزاز میں جماعت احمدیہ کی طرف سے دعوت عصرانہ

چند دن سے انڈونیشیا کے مختلف صوبوں کے چند افسران پاکستانی حکومت کے نظم و نسق اور مختلف محکمہ جات کے طریق کار کا مطالعہ کرنے کے لئے پاکستان آئے ہوئے ہیں، گذشتہ ہفتہ وہ لاہور میں قیام پذیر تھے۔ ان افسران میں محمد ہارون نامی ایک دی محمدی بھی ہیں۔ اس کے علاوہ حسن اتفاق سے انہی دنوں ڈچ گیانا کے ایک نہایت محترم احمدی بزرگ جناب الحاج محمد سلطان جمولائی حج کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر احمدی بھائیوں سے ملنے کے لئے تشریف لے آئے۔

اس موقعہ پر اراکین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے انڈونیشی افسران اور الحاج محمد سلطان صاحب کے اعزاز میں ۸ اگست کو مسلم ہائی سکول میں ایک شاندار عصرانہ دیا جس میں جماعت لاہور کے بیشتر احباب شامل تھے، افسوس ہے کہ اس دعوت میں انڈونیشی افسران میں سے صرف مسٹر ہارون ہی شامل ہو سکے، دوسرے افسران اہم مصروفیات کی وجہ سے شامل نہ ہوئے۔ اس موقعہ پر چائے اور خورد و نوش کے بعد مولانا محمد یعقوب خاں صاحب صدر انجمن نے انگریزی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں نہایت خوشی ہے کہ اس وقت ہمارے دو نہایت دور دراز سے آئے ہوئے دوستوں سے ہمیں شرف ملاقات حاصل ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ انڈونیشیا سے ہمارے تعلقات بہت پرانے ہیں اور یہ انہی تعلقات کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں آزادی کی نعمت سے سرفراز کیا ہے، آپ نے بتایا کہ آج سے تیس تیئیس سال پہلے جب ہماری جماعت کے ایک مبلغ مرزا ولی احمد بیگ صاحب وہاں گئے تو انہوں نے قرآن کریم کے جاوی اور ڈچ تراجم اور دیگر اسلامی لٹریچر کی اشاعت سے ایسی بیداری وہاں کے لوگوں میں پیدا کی، جو نہ صرف مذہبی و روحانی پہلو سے ان کی سربلندی کا موجب ہوئی بلکہ دنیوی رنگ میں بھی غیر ملکی حکومت سے ان کو آزاد کرانے اور ایک اسلامی سلطنت کے قیام کا باعث ہوئی، آپ نے فرمایا کہ اگرچہ کچھ عرصہ سے مرزا ولی احمد بیگ صاحب کے چلے آنے کے بعد ہمارا کوئی باقاعدہ مشن وہاں نہیں تاہم یہ خوشی کی بات ہے کہ ان لوگوں میں سے جو اس وقت جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے کئی ایک ڈچ حکومت کے سرکردہ اراکین .... ہیں جن میں سے ایک ہمارے آج کے مہمان بھی ہیں دیانتی ہیں

فتنۂ منافقین کی جڑ کہاں ہے؟

بزرگانِ جماعت لاہور اور خلیفہ صاحب ربوہ کے متعلق حضرت مولانا نورالدین صاحب کے خیالات

قادیانی فتنہ کی حقیقت کو ہم گزشتہ دو اشاعتوں میں واضح کر چکے ہیں، اور مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ کے اس "ادب و احترام" کا پردہ بھی چاک کر چکے ہیں جو حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات کے متعلق ان کے دل میں موجود ہے، اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر سے یہ دکھا چکے ہیں کہ حضرت مولانا مرحوم کا مرتبہ اور مقام کس قدر بلند تھا، اس کے بعد ہمارا ارادہ نہ تھا کہ اس بحث کو زیادہ لمبا کیا جائے، لیکن "الفضل" حضرت مولانا مرحوم کی بعض تقاریر بار بار نقل کر کے ہمیں چیلنج کر رہا ہے کہ ہم بتائیں کہ حضرت مولانا نے ان تقاریر میں جن لوگوں کو اپنی خلافت میں روک قرار دیا ہے وہ کون تھے؟ آیئے آج ہم آپ کو بتائیں کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے حضرت مولانا مرحوم کی خلافت میں روکیں پیدا کیں، وہ کون تھے جنہوں نے کہا کہ حق کسی کا تھا اور لے گیا کوئی اور، وہ کون تھے، جنہوں نے آپ کو بار بار ستایا اور دکھ دیا اور اندر ہی اندر آپ کے خلاف سازشیں کیں، ہم نہیں چاہتے تھے کہ اس پرانی اور افسوسناک داستان کو پھر دوہرائیں لیکن ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے اور بار بار لکھا جا رہا ہے کہ بزرگانِ جماعت لاہور حضرت مولانا مرحوم کی خلافت میں روک تھے اور انہیں دکھ اور اذیت پہنچاتے تھے، اس لئے مجبوراً آج ہمیں حقیقت حال کا انکشاف کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ میاں محمود احمد صاحب آج جس فتنۂ منافقین کا رونا رو رہے ہیں اس کی جڑیں حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں خود انہوں نے اور ان کے خاندان نے لگائیں، حضرت مولانا کی زندگی میں انصار اللہ کے نام سے جو جماعت بنائی گئی اس کے بانی خود میاں محمود احمد صاحب تھے، اور اس جماعت نے حضرت مولانا کے خلاف جو اودھم مچایا، خفیہ سرکلروں اور جماعتوں میں دوروں کے ذریعہ سے محبت اہل بیت اور میاں صاحب کے علم و فضل کا جو پروپیگنڈا انہوں نے کیا، خلافت اور انجمن کے تعلقات کے سوال اٹھا کر جو فتنہ برپا کیا وہ تاریخ احمدیت کا ایک نہایت المناک باب ہے۔

ہم اس باب کی تفصیلات میں جانے کے بجائے تو حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی ان تقاریر سے جو انہوں نے اس فتنہ کو دبانے کے لئے کیں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میاں صاحب اور ان کا خاندان حضرت مولانا کی زندگی میں ان کے خلاف فتنہ برپا کرنے اور اپنی خلافت کی بنیادیں جمانے کے لئے سرتوڑ کوشش کرتے رہے ہیں، جس کی شکایت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقاریر میں بارہا کبھی دبی زبان سے کرتے رہے اور کبھی کھلے الفاظ میں بتایا کہ فتنہ کی تہ میں کون لوگ کام کر رہے ہیں، اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے اس تقریر کو لیتے ہیں جو "الفضل" ہی نے شائع کی ہے اس کے ان الفاظ کو بغور مطالعہ کیجئے:۔

"میں نے دیکھا ہے کہ آج بھی کسی نے کہا کہ خلافت کے متعلق بڑا اختلاف ہے حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی اور کو، میں نے کہا کہ کسی رافضی کو جا کر کہہ دو کہ علیؓ کا حق تھا اور ابوبکرؓ نے لے لیا"

ان الفاظ کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا اشارہ بزرگان جماعت لاہور کی طرف ہے، ان بزرگوں نے تو خود حضرت مولانا کی خلافت کی تحریک کی تھی، جسے تمام جماعت نے تسلیم کیا وہ کیسے کہہ سکتے تھے کہ

"حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی اور کو"

"اور حق کسی کا تھا" میں ان کا اشارہ کس طرف ہو سکتا تھا؟ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی تقریر سے آگے چل کر واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا کہنے والے کا اشارہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی طرف تھا، ظاہر ہے کہ ایسا وہی لوگ کہہ سکتے تھے جو خاندان مسیح موعودؑ کو خلافت کا حقدار سمجھتے تھے، اور وہ خود اسی خاندان کے لوگ تھے، جو تمام جماعت کے رجحان کو دیکھ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت میں تو شامل ہو گئے لیکن کچھ عرصہ بعد اندر ہی اندر آپ کے خلاف جوڑ توڑ کرنے اور یہ کہنے لگ گئے کہ

"حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی اور کو"

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسی تقریر میں ان لوگوں کی ظاہری بیعت کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے تعریضاً اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ہماری بیعت میں بھی شامل ہوں اور اپنے آپ کو خلافت کا بھی حق دار سمجھتے ہوں، چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

"اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت کس کا حق ہے، ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی خاں ہیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب کا حق ہے یا ام المومنینؓ کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں، یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں۔ اور انہوں نے کبھی اپنا دعویٰ میرے سامنے پیش نہیں کیا۔"

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے روٹھے ہوئے اور گستاخ بچہ کو گود میں لے کر کہے، کہ ہمارا بچہ ہو کر یہ گستاخ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو ہمارا فرمانبردار ہے، حضرت مولانا حکیم آدمی تھے، ان کا کلام پُرحکمت ہوتا تھا انہوں نے میاں صاحب کی طرح غیظ و غضب کا اظہار کرنے اور صاف اور واضح لفظوں میں منافقین کا خطاب دینے کے بجائے نہایت حکیمانہ انداز میں بتا دیا کہ

"حق کسی کا تھا اور دی گئی کسی اور کو"

کہنے والے کون ہیں وہی جو بظاہر فرمانبرداری کا دم بھرتے ہیں اور کھلے طور پر اپنا دعویٰ بھی ان کے سامنے پیش نہیں کرتے۔

اس ساری تقریر کو پڑھ جایئے سوائے اس کے کہ حضرت مولانا نے اپنی خلافت کی تائید میں دلائل پیش کئے ہیں اور میاں صاحب اور ان کے خاندان کا ذکر اس حکیمانہ انداز سے کیا ہے، کہیں ایک لفظ بھی بزرگان جماعت لاہور کے متعلق اس میں موجود نہیں، ہاں یہ ذکر آپ کی ایک اور تقریر میں پایا جاتا ہے، جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے ۔۔۔ کہ ان بزرگوں کے متعلق حضرت مولانا کس قدر پاکیزہ خیال رکھتے تھے اور بدظنی کرنے والے اور امر خلافت میں روک ڈالنے والے کون لوگ تھے، یہ تقریر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں کی، اور اس میں صاف اور کھلے لفظوں میں فرمایا کہ

"لاہور میرا گھر نہیں۔ میرا گھر بھیرہ میں تھا یا اب قادیان میں ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لاہور کا کوئی آدمی نہ میرے امر خلافت میں روک بنا ہے نہ بن سکتا ہے پس تم ان پر بدظنی نہ کرو۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اللہ تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے بدظنی سے ہٹ جاؤ یہ برباد کر دیگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدظن بڑا جھوٹا ہوتا ہے۔ پس تم بدظنی نہ کرو۔

۔۔۔۔۔۔ اب بھی میرے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے وہ لکھتا ہے کہ لاہور کی جماعت خلافت میں روک ہے میں ایسا اعتراض کرنے والوں کو کہتا ہوں کہ یہ بدظنی ہے اس کو چھوڑ دو۔ تم پہلے ان جیسے اپنے آپ کو مخلص بناؤ۔ لاہور کے لوگ مخلص ہیں۔ حضرت صاحب سے انہیں محبت ہے غلطی انسان کا کام ہے اس سے ہو جاتی ہے۔ ان سے بھی غلطی ہوتی ہے یہ جدا بات ہے۔ مگر ان لوگوں نے جو کام کئے ہیں۔ تم بھی کر کے دکھاؤ۔

میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ جو لاہوریوں پر بدظن ہے کہ وہ خلافت میں روک ہیں، اسے یاد رہے کہ رسول اللہ

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

انسان کا مقصدِ حیات اور اُس کو پورا کرنے کی ذمہ داری

حضرت مجددِ وقت نے ہمیں اصلاحِ نفس اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کھڑا کیا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۰ راگست ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَاَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا ــــــــ (الاحزاب آیت ۷۲)

مقصدِ حیات پورا کرنا انسان کا فرض ہے

انسان دنیا میں ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اگرچہ اس دنیا میں اس کا آنا اس کے اختیار کی بات نہیں نہ اس کا جانا اس کے اختیار میں ہے، کسی شاعر نے کہا ہے ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

اور یہ بالکل صحیح ہے کہ انسان کا اس میں کوئی اختیار نہیں وہ یہاں لایا گیا ہے اور پھر یہاں سے لے جایا جائے گا، یہ دو چیزیں اس کا آنا اور اس کا جانا اس کے اپنے اختیار میں نہیں تاہم وہ مقصد جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے پورا ہو کر رہے گا خواہ اسی دنیا میں انسان اپنی مرضی اور محنت سے اور کوشش سے پورا کرلے اور خواہ آگے چل دوسری زندگی میں اس کے پورا کرنے کا سامان ہو، یہ ایک حقیقت ہے کہ جو شخص اس دنیا میں اس مقصد کو پورا نہیں کرتا اسے دوسری زندگی میں طرح طرح کے عملوں کے بعد پاک وصاف کیا جائے گا، یہ وہ چیز ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا، مبارک ہے وہ شخص جو اس کام کو جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے، یہاں ہی کرلے، تا کہ دوسری زندگی میں اسے اس کام کی سرانجام دہی اور اس مقصد کے حصول کے لئے دکھ اور عذاب نہ برداشت کرنا پڑے، یہ بھی بالکل درست ہے کہ اس دنیا میں جو شخص اس مقصد کے حصول کی کوشش کرے گا، اسے اس کا اجر ملے گا اور جس شخص سے آئندہ زندگی میں یہ مقصد پورا کرایا جائے گا وہ نہ صرف کسی اجر کا مستحق ہی نہ ہوگا بلکہ آخروی زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیگا۔ لہذا یہ عقلمندی نہیں کہ جس کا اجر ملتا ہے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے۔

مقصدِ حیات کیا ہے؟

انسان کا لفظ اصل میں اُنسان ہے، جس کے معنے ہیں دو محبتیں، اس لفظ میں انسانی پیدائش کی غرض اور مقصد کو بیان کر دیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ انسان وہ ہے جس کے اندر دو محبتیں ہوتی اور ہی ہوا ایک اس کے رب کی محبت اور اس کے احکام کی بجا آوری اور دوسری مخلوق الٰہی کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ اور اس کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا ہے یہی مذہب کا نچوڑ اور خلاصہ ہے، جس کو ان دو فقروں میں بیان کیا گیا ہے، تعظیم لامر اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ۔ اس سے ورا کوئی مذہب نہیں، انہی دو محبتوں کا نام انسانیت ہے، جس شخص میں یہ دو محبتیں نہ ہوں، وہ انسانیت سے عاری ہے۔

حمل امانت سے زمین و آسمان کا انکار

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں بھی اسی کا ذکر ہے فرمایا اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ آگے آیت کے دو معنے ہو جاتے ہیں، حملِ امانت کا لفظ دو معنے رکھتا ہے ایک معنے ہیں ذمہ داری لے لینا اور دوسرے معنے ہیں امانت میں خیانت کرنا، تو فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا کے ایک معنے تو یہ ہوئے کہ ان تینوں (آسمان، زمین اور پہاڑوں) نے اس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکار کر دیا، اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا کہ اتنی بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لے لیں، دوسرے معنے یہ ہیں کہ انہوں نے امانت میں خیانت نہ کی اور یہ فی الواقعہ صحیح ہے، آسمان و زمین اور پہاڑ وغیرہ قوانین الٰہی کی جو اُن کے لئے مقرر ہیں پوری متابعت کرتے ہیں، اور کسی قسم کی خیانت اُن سے عمل میں نہیں آتی، آسمان و زمین کی ہر ایک چیز، سورج، چاند، لیل و نہار، ستارے، سیارے سب اپنے مقررہ قوانین پر چل رہے ہیں وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَھَاۤ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّھَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ۔ سورج اپنے مقررہ رستہ پر چلتا رہتا ہے۔ یہ عزیز و علیم خدا کا مقرر کردہ اندازہ ہے یہ نہیں کہ اس سے آگے پیچھے ہو سکے۔ اور چاند کے لئے ہم نے منازل مقرر کر دی ہیں، وہ بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے، حتیٰ کہ کھجور کی پرانی سوکھی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے، نہ سورج سے ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ چاند تک پہنچ جائے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے، سب اپنے اپنے اندازہ کے مطابق گھوم رہا ہے ہیں، یہ زمین و آسمان کا حملِ امانت سے انکار ہے کہ وہ پوری فرمانبرداری اور دیانت کے ساتھ اپنے مقررہ رستوں پر چل رہے ہیں اور ان سے ادھر ادھر نہیں جاتے۔

انسان کا حملِ امانت

آگے فرمایا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا۔ اس کے بھی دو معنے کئے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ اس میں انسان کا ذکر مقام مدح میں کیا گیا ہے اور دوسرے معنوں کے رُو سے یہ آیت مقام ذم میں ہے، میرے خیال میں یہ آیت مقام مدح ہی میں ہے، زمین و آسمان اور پہاڑوں کو وہ قوٰے نہیں دیئے گئے کہ وہ اس امانت کا بار اٹھا سکیں، وہ قوٰے انسان کو دیئے گئے ہیں، اور وہ امانت کیا ہے وہ معرفت الٰہی کی امانت ہے جس کو انسان کے سوائے کوئی دوسری مخلوق نہیں اٹھا سکتی۔ صرف انسان ہی اس امانت کو اٹھا سکتا اور معرفت الٰہی کو حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر مقام ذم کی طرف بھی اس کو لے جائیں تو بھی اس میں انسان کی ایک کمزوری کا (.....) ذکر ہے، آسمان و زمین اور پہاڑ وغیرہ تمام چیزیں تو اس اندازہ سے باہر نہیں جاتیں جو اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے مقرر کیا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ آسمان و زمین سے اللہ تعالےٰ نے کہا کہ طوعاً و کرھاً اطاعت کرو، قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ تو انہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں، لیکن انسان کو اختیار دیا گیا ہے اس اختیار سے کام لیکر وہ بعض اوقات نافرمانی کرتا اور قانون کو توڑتا ہے۔

دوسری پیدائش کی دلیل پہلی پیدائش سے

اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک جگہ فرمایا۔ اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ جھگڑنے لگتا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ ہمارے متعلق باتیں کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ کہتا ہے ان ہڈیوں کو جب وہ پس کر باریک اور چورا ہو جائیں گی کون زندہ کرے گا، اس کے جواب میں ایک تو فرمایا وَنَسِیَ خَلْقَہٗ اپنی پہلی پیدائش کو بھول گیا، کہ نیست سے ہست ہوا دوسرے فرمایا قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَھَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وہی خدا اسے پھر زندہ کر دے گا جس نے پہلی مرتبہ نشوونما دیا، کتنی موٹی بات ہے لیکن تمام انبیاء کے مخالف یہی بکتے چلے آئے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اپنے سامنے ایک مردہ کو دیکھتے ہیں جسے زمین میں دفن کر دیتے ہیں تو خیال کرتے ہیں کہ اب یہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے حالانکہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہر روز انسان نیست سے ہست ہوتا ہے، لیکن انسان کی عادت ہے کہ ایسے بیّن حقائق کا انکار کر دیتا ہے، صحیح الفطرت انسان انکار نہیں کر سکتا، اور اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے رستہ پر چل کر معرفت الٰہی کو حاصل کر لیتا ہے۔

شرک غرضِ پیدائش کے منافی ہے

وہ لوگ جو فطرتِ صحیحہ کی پیروی نہیں کرتے، خدا تعالےٰ کے احکام کو نہیں مانتے، وہ خدا کے سوائے ان چیزوں کو معبود بنا لیتے ہیں، جو دنیوی خواہشات و لذات سے تعلق رکھتی ہیں اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو خدا بنا لیا، انسان کو توحید پر پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات میں کسی قسم کا شرک انسان کی پیدائش کے منافی ہے لیکن اگر وہ لوگ ہیں جو زبان سے کہتے ہیں خدا ایک ہے لیکن عمل یا نیت سے خدا بنا رکھے ہیں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ شرک کرتے ہیں،

شرک کی باریک قسمیں

شرک صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے اور چیزوں کو بھی معبود بنا لیا جائے بلکہ شرک کی کئی باریک در باریک قسمیں ہیں، ایک انسان کا رزق تنگ ہو جاتا ہے پھر وہ ادھر ادھر ناجائز ذرائع تلاش کرتا ہے، رشوت ستانی جوئے بازی، بلیک مارکیٹ سے کام لیتا ہے، یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے حلال طریق کو چھوڑ کر ناجائز طریق سے آمدنی بڑھائی جائے۔ اسی طرح ایک انسان خدا کا حق مخلوق کو دے دیتا ہے مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے ارد گرد اور لوگ ہیں اور اس کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجھے اچھا اور نمازی سمجھیں گے یہ شخص خدا کا حق مخلوق کو دیتا ہے یہ ریا ہے اور شرک کی ایک قسم ہے، اسی طرح کبریائی صرف خدا کے لئے ہے اول تو ہر ایک مخلوق خدا کی مخلوق ہے، لیکن دنیا میں مخلوق کے مختلف مدارج قائم کئے گئے ہیں کیونکہ بغیر اس کے دنیا کا کام نہیں چل سکتا، اگر ایک گاؤں میں لوہار موچی، جولاہے اور چوہڑے نہ ہوں تو گاؤں والوں کے کام نہیں چل سکتے اس لئے ان سے کام لینا ضروری ہے لیکن بحیثیت انسان ہونے کے وہ سب برابر ہیں، ان کو ان کے کام کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا کبر ہے۔ ایک انسان نے کوئی خدمتِ خلق کا کام کیا اچھا کیا لیکن اگر یہ خواہش ہے کہ اس کے کام کی تعریف کی جائے اور وہ اپنے نیک کام کا ڈھنڈورا دیتا پھرتا ہے تو اس نے خدا کا اجر مخلوق سے مانگا جو شخص خدا کے لئے کام کرتا ہے اس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ خدا کے لئے کرتا ہے مخلوق سے تعریف کی خواہش اور اس سے اجر طلب کرنا شرک ہے۔

ہمارے سلسلہ کی دو اغراض

تو میں کہہ رہا تھا کہ خدا نے امانت جو انسان کے سپرد کی ہے وہ اس میں خیانت سے کام لیتا ہے انبیاء جو وقتاً فوقتاً آتے رہے ہیں ان کی غرض یہی تھی کہ اس امانت کو یاد دلائیں اور معرفتِ الٰہی کے رستہ پر چلائیں جب دین کامل ہو گیا معرفتِ الٰہی کا رستہ پورے طور پر کھل گیا اور انبیاء کے سلسلہ کی ضرورت نہ رہی تو مجددین کا سلسلہ شروع ہو گیا تاکہ وہ دین اور ہدایت کے رستہ کو تازہ کرتے رہیں، ہمارے زمانہ میں بھی ایک مجدد آیا اور اس نے ہمیں یاد دلایا کہ جو امانت تمہارے سپرد کی گئی تھی، اس میں خیانت سے کام نہ لو، اس سلسلہ میں دو چیزیں ہیں، جن کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے، سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کرو، یہ بنیادی چیز ہے اس کے بغیر معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتی، خدا تو تعریف ہی تعریف ہے وہ ہر قسم کے نقص سے پاک ہے، جو باتیں ہم میں نقص کی ہیں ان کی اصلاح کرنا اور پاکیزگی حاصل کرنا ضروری ہے ہمارے امام نے یہ تاکید کی کہ ہم اپنے نفس کو پاک کریں نفس کے دھوکے سے بچیں۔

دوسری چیز اسلام کو دنیا میں پہنچانا ہے یہ نہیں ہو سکتا جب تک پہلی چیز پر عمل نہ ہو، خدا نے جو ہدایت بھیجی ہے وہ ہر طرح کامل ہے اور اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا، نہ اس سے بہتر تعلیم آ سکتی ہے، لیکن جب تک آپ خود اس پر عامل نہ ہوں اس وقت تک دنیا میں اسے نہیں پہنچا سکتے، حضرت مجددِ زمان نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی، آپ نے بتایا ہے اسلام وہی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، قرآن کا ایک شوشہ نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ، اس لئے وہ امانت جو اسلام کی شکل میں ہمارے سپرد کی گئی ہے اس کو ادا کرنا اس کو دنیا میں پہنچانا ہمارا فرض ہے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک ہم خود اس پر عامل نہ ہوں۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت

دیکھو یہ خطبے اس لئے نہیں ہوتے، کہ آپ شوق سے انہیں سن لیں اور پھر یہیں چھوڑ کر چلے جائیں اگر آپ کے دل میں خدا کی ہدایت پر ایمان ہے، اگر حضرت مجددِ وقت کی بات کو آپ سچا سمجھتے ہیں تو اس پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور اس کو آگے پہنچانے کی بھی فکر کریں، لیکن اگر آپ کا یہی طریق رہا کہ ایک کان سے سنا اور دوسرے سے نکال دیا تو اس کا فائدہ کوئی نہیں بلکہ اپنا نقصان کر رہے ہیں، مجھے تعجب آتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی مجدد کا تو انکار کرتے ہیں لیکن خود مانتے ہیں کہ دنیا اپنی بد عملی کی وجہ سے اسفل السافلین کی طرف جا رہی ہے روزانہ دیکھ لو، دھوکہ بازی و فریب، اغوا، رشوت، دو دو پیسہ پر قتل ہو رہے ہیں مسلمان جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی تھی کہ ہر مسلمان بھائی کی عزت، مال اور خون حرام ہے وہ ان تینوں چیزوں کو اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ دنیا اِن واردات کو جو آئے دن پیش آ رہے ہیں پڑھتی ہو گی تو کیا خیال کرتی ہو گی۔

اپنی ذمہ داری کو سمجھو

لیکن مجھے عام مسلمانوں کا رونا [illegible] انہیں خود اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں وہ امانت جو ہمارے سپرد کی گئی تھی اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کو آگے پہنچانے میں ہم نے کہاں تک مستعدی سے کام لیا ہے، ہم نے خدا کے وعدوں کو پورا ہوتے دیکھا، بلکہ ہم شکست ہو گئے، میں نے اپنے دوستوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ اب دوسرے مجدد کا زمانہ آنے والا ہے لیکن جو ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے دوسرے مجدد کے آنے سے اس کا کیا تعلق ہے آپ جانتے ہیں کہ عمل کے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جب ہم نے خلوص سے خدا کے رستہ میں کوشش کی، خدا نے ہمیں کامیابی عطا کی، لیکن ہماری کوششوں میں جب کمی آ گئی تو اس کے نتائج بھی ویسے ہی ہوں گے، ہماری اس مٹھی بھر جماعت نے ایسا کام کیا کہ ساری دنیا اس پر حیران ہے اور یہ اس وقت کے کارنامے ہیں جب ہم نادار تھے، آج ہمارے ہاتھوں میں لاکھوں کی جائیداد ہے لیکن افسوس ہے وہ کامیابی نہیں جو ہونی چاہیئے تھی، اس پر غور کرو، اور خدا کے لئے اپنے اندر وہ جذبہ وہ اخلاص اور للہیت پیدا کرو، جو دین کی کامیابی کا موجب ہو، مجھے امید ہے آپ اس پر غور کریں گے، اور آپ بھی اور میں بھی دین کی وہ خدمت بجا لائیں گے جس کی ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے۔

جماعت احمدیہ کی طرف سے دعوتِ عصرانہ

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس حکومت کی سالمیت و استحکام میں جماعت احمدیہ کا بہت بڑا حصہ ہے، آپ نے فرمایا کہ دوسرے بزرگ الحاج محمد سلطان بہاڈلی جو ڈچ گیانا سے تشریف لائے ہیں اپنی بزرگی اور جماعت احمدیہ کی ایک اور بہت بڑی شاخ کے نمائندہ ہونے کی وجہ سے ہماری دلی عزت و تکریم کے مستحق ہیں اور ہم انہیں دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

خانصاحب مکرم کی تقریر کے بعد انڈونیشی افسر مسٹر ہارن نے ایک مختصر تقریر انگریزی زبان میں کی جس میں اس بات کا اعتراف کیا کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات اور لٹریچر نے انڈونیشیا میں بہت بڑی بیداری پیدا کی ہے، اور اسی بیداری کا یہ نتیجہ ہے کہ وہاں ایک آزاد اسلامی سلطنت قائم ہو گئی ہے آپ نے اراکین جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا اور مرزا ولی احمد بیگ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ انجمن کی طرف سے وہاں اسلامی لٹریچر کو پھیلانے اور اس بیداری کو وسیع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

آخر میں جناب الحاج محمد سلطان بہاڈلی صاحب نے اردو زبان میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس بات پر اظہار مسرت کیا کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے ان کی ایک دیرینہ خواہش پوری ہوئی، اور نہ صرف انہیں بیت اللہ کا حج نصیب ہوا بلکہ انجمن کے بزرگ اراکین سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہو گیا، آپ نے بتایا کہ حج میں سخت گرمی کے باوجود اللہ تعالےٰ نے انہیں محفوظ رکھا، آپ نے نہایت مسرت کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا کہ حکومت پاکستان نے مکہ، مدینہ، عرفات اور منا وغیرہ جیسے جگہوں پر حجاج کی امداد

حضرت امام الزمان کے اصولوں کی بے نظیر فتح

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

امام الزمان کے بیان کردہ اصولوں کی طرف مسلمانوں کی توجہ

میں نے ارادہ کیا تھا کہ شادی اور اسلام کے موضوع پر اسلامی تعلیم کی وضاحت کروں اور اس کے متعلق "پیغام صلح" میں میں نے اپنا وعدہ شائع بھی کیا تھا لیکن اس کے بعد مجھے حسن اتفاق سے شادی بیاہ کمیشن کی مکمل رپورٹ کا انگریزی نسخہ مل گیا جو گزٹ آف پاکستان کے ۲۰ رجون کے غیر معمولی شیوع میں شائع ہوئی ہے اس میں ان اصولوں کو مطالعہ کرنے کے بعد جن پر اس میں مندرجہ سفارشات کی بنیاد رکھی گئی ہے مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں نے ضروری سمجھا کہ اصل موضوع پر قلم اُٹھانے سے قبل میں اپنے بھائیوں کو بھی اس خوشی میں شریک کروں خوشی کی وجہ یہ ہے کہ وہ اصول جو اس رپورٹ میں پیش کئے گئے ہیں اور جن کو مسائل پیش آمدہ کے حل کے لئے بطور بنیاد تسلیم کیا گیا ہے وہ وہی ہیں جن کی طرف آج سے قریباً ۶۵ سال قبل ہمارے امام ہمام مسیح دوران مہدی زمان حضرت میرزا غلام احمد آف قادیان نے مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی اور جن کو مسلمانوں نے نہ صرف ٹھکرایا بلکہ ان کی وجہ سے حضور پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا تھا لیکن آج جیسا کہ رپورٹ ھذا سے ظاہر ہوتا ہے مسلمان اپنی ترقی اور اسلامی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے انہیں نہ صرف لابدی قرار دینے لگ پڑے ہیں بلکہ گذشتہ صدیوں میں مسلمان جس پستی کا شکار ہوتے ہیں اور اب تک چلے آرہے ہیں اس کا بڑا سبب انہی اصولوں کی طرف سے بے اعتنائی قرار دے رہے ہیں اور تمام برائیوں کی جڑ جو مسلم سوسائٹی میں پائی جاتی ہیں انہی اصولوں پر عمل نہ کرنے کو بتلا رہے ہیں۔

احمدیوں کی خوشی کی وجہ

ایک سچے احمدی کا دل کیوں خوشی سے بلیوں نہ اُچھلے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ شخص جس کو اُس نے امام صادق اور خدا کا فرستادہ تسلیم کیا اور جس کے متعلق اس کا یقین تھا کہ وہ مسلمانوں کو ان تمام مشکلات سے نجات دلانے کے لئے مبعوث ہوا ہے جن میں وہ اپنے خلاف قرآن عقائد اور غلط رویوں کی وجہ سے صدیوں سے پھنسے چلے آرہے تھے اگرچہ عرصہ دراز تک فتاویٰ کفر کے تیروں کا نشانہ بنا رہا ہے لیکن مسلمان آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے اس کے پیش کردہ اصولوں کو اپناتے چلے جاتے ہیں اور یہ بات صرف اس کی عظیم الشان فتح پر ہی دلالت نہیں کرتی بلکہ اس کے امام صادق اور سچے مامور من اللہ ہونے پر بھی برہان قاطع کا کام دیتی ہے اُس نے کیا ہی سچ فرمایا تھا ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

مسلمان آخر ٹکریں مار مار کر اور اپنے غلط عقائد کی تاریکیوں کے بیابانوں میں سرگردان اور سرگشتہ پھر پھرا کر اسی نور کی طرف آ رہا ہے جس کی طرف امام وقت نے اسے ۶۵ سال قبل بلایا تھا اور وہی نور آخر اس کی تسلی کا موجب ثابت ہو رہا ہے۔

محسن حقیقی کے نام کو چھپانا

اگرچہ اب بھی مسلمان عوام سے ڈرتا ہوا اس محسن حقیقی کے نام کو چھپاتا اور اس کے احسان کا علانیہ اقرار کرنے سے ہچکچاتا ہے لیکن سردست اتنا ہی غنیمت ہے کہ اس کے پیش کردہ اصولوں کو اس نے اپنانا شروع کر دیا ہے اور اس کے قدم کا رُخ اس طرف ہو گیا ہے جدھر یہ امام ہمام اسے لے جانا چاہتا تھا۔ اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اسے سمجھدار طبقہ کی طرف سے اس خوف و ہراس کو بالائے طاق رکھ کر جو ان کے دلوں پر عوام کی مخالفت کے خیال کی وجہ سے طاری ہے نہ صرف علانیہ طور پر ان خدمات کا اعتراف کیا جائے گا جو اس زمانہ کے مسیح اور مہدی نے اسلام کی سربلندی کے لئے سرانجام دی ہیں بلکہ اس کے دعاوی کو بھی تسلیم کر کے اس کے اس قول

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دن

کی صداقت کا عملاً ڈنکا بجایا جائے گا۔

امام الزمان کے اصولوں کی بلندی ابھی دُور ہے

اب موقعہ نہیں ورنہ میں بتلاتا کہ کس طرح اس عظیم الشان امام کی ایک ایک بات کو بالآخر مسلمانوں نے اپنایا ہے جن کی بناء پر اس کے ابتدائے دعویٰ کے وقت اسے کافر قرار دیا گیا تھا انشاء اللہ کسی دوسری فرصت میں اس پر مفصل روشنی ڈالی جائے گی، سردست تو میرا مقصد صرف انہی اصولوں کا مقابلہ کر کے دکھلانا ہے جو رپورٹ کمیشن اور حضور کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں لیکن مقابلہ کرنے سے قبل میں اس امر کا اظہار کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ گو اس رپورٹ میں امام الزمان کے اصولوں کو اپنا لیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس کمیشن کے ممبر صاحبان اس بلندی تک نہیں پہنچے جس بلندی تک حضرت امام الزمان مسلمانوں کو لے جانا چاہتے ہیں۔ لیکن جس حد تک بھی انہوں نے ان اصولوں کو تسلیم کیا ہے وہ بھی غنیمت ہے اور ہمارے لئے موجب خوشی ہے۔

رپورٹ کے اصولوں کا خلاصہ

اب میں ذیل میں پہلے رپورٹ میں مندرجہ اصولوں کا خلاصہ بیان کرتا ہوں اس کے بعد امام الزمان کی کتب میں بیان کردہ اصولوں کو پیش کروں گا تاکہ قارئین کرام دیکھ لیں کہ کس طرح امام الزمان کے بیان کردہ اصولوں کو آخر غلبہ حاصل ہوا ہے

رپورٹ میں مندرجہ اصول

رپورٹ ہذا میں مسلمانوں کی پستی کی بڑی وجہ ایک ہی بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں نے اجتہاد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا اور نئی ضرورتوں کے پیدا ہونے پر ان کو پورا کرنے کے لئے شریعت اسلامیہ کے حقیقی سرچشمہ یعنی قرآن اور سنت سے روشنی حاصل کرنے کی بجائے محض فقہ پر انحصار رکھا حالانکہ پہلے فقیہوں نے جو کچھ استخراج مسائل کیا تھا وہ اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق کیا تھا وہ بے شک بڑے قابل تھے استخراج مسائل میں ید طولیٰ رکھتے تھے لیکن باوجود اس کے وہ معصوم عن الخطاء نہ تھے اور نہ انہوں نے ایسا دعویٰ کیا ان کے شاگرد بھی اُن سے اختلاف کیا کرتے تھے، پھر سب سے بڑی بات یہ کہ وہ آخر انسان تھے اور انسان کی نظر بالعموم اپنے ماحول تک ہی محدود ہوتی ہے اس لئے آنے والے حالات اور آئندہ کے تقاضوں اور ضرورتوں پر اُن کی نظر کیسے حاوی ہو سکتی تھی، فقہا تو فقہا رہے خود نبی کریم صلعم نے بھی باوجود اس کے کہ آنحضور صلعم کی نظر میں بڑی وسعت تھی پھر بھی بالعموم اپنے زمانہ کی مشکلات کے حل تک ہی اپنی تشریحات کو محدود رکھا اور آئندہ آنیوالی مشکلات کے حل کی ذمہ داری کا بوجھ اُمت کے راسخ فی العلم علماء ربانی کے کندھوں پر ڈال دیا اور ان کی شان میں یہ فرما کر العلماء اُمناء امتی۔ العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیاء وورثتی وورثة الانبیاء اگر ایک طرف باقی امتیوں کو ان کی اتباع کی تلقین فرمائی تو دوسری طرف ان علماء ربانی کو یہ ہدایت فرمائی کہ قرآن کریم کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں تمام آئندہ پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کی سعی کریں کیونکہ یہ اٹل اور نا تبدیل ہونے والے اصول ہیں اور اسی طرح میری سنت کو بھی مشعل راہ بنائیں، ان دونوں چیزوں کو تم ہر زمانہ کے نئے تقاضوں کے چیلنج کو قبول کرنے والا پاؤ گے اور ہر نئی ضرورت کو پورا کرنے کے سامان انہی میں تمہیں ملیں گے

یہ خلاصہ ہے کمیشن کی رپورٹ کے اصولوں کا جن پر اُس نے اپنی سفارشات کی بنیاد رکھی ہے

حضرت امام الزمان کی کتب سے اقتباسات

اب میں ذیل میں حضرت امام الزمان کی کتب سے بعض اقتباسات درج کرتا ہوں جن سے قارئین کرام اندازہ لگا سکیں گے کہ قرآن کریم کی عظمت کا کس قدر سکہ آپ کے قلب مطہر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کی کس قدر محبت آپ کے دل میں موجزن تھی :-

(۱) اور ان لوگوں کے مقابل دوسرا گروہ یہ ہے کہ جس نے عقل کو بکلی معطل کی طرح چھوڑ دیا ہے اور ایسا ہی قرآن شریف کو بھی چھوڑ کر جو سرچشمہ تمام علوم الٰہیہ ہے صرف روایات و اقوال بے سروپا کو مضبوط پکڑ لیا ہے سو ہم ان دونوں گروہ کو اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم

کی عظمت نورانیت کا قدر کریں اور اس کے معیار کی رہنمائی سے عقل کو بھی دخل دیں اور کسی غیر کا قول تو کیا چیز ہے اگر کوئی حدیث بھی قرآن کریم کے .... مخالف پاویں تو فی الفور اس کو چھوڑ دیں جیسا کہ اللہ جلشانہ قرآن کریم میں آپ فرماتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون یعنی قرآن کریم کے بعد کس حدیث پر ایمان لاؤ گے اور ظاہر ہے کہ ہم مسلمانوں کے پاس وہ نص جو اول درجہ پر قطعی اور یقینی ہے قرآن کریم ہی ہے (ازالہ اوہام ص ۶۵۳-۵۴)

(۲) اور یہ آیت کہ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ درحقیقت اسی مسیح ابن مریم کے زمانہ سے متعلق ہے کیونکہ تمام ادیان پر روحانی غلبہ بجز اس زمانہ کے کسی اور زمانہ میں ہرگز ممکن نہیں تھا وجہ یہ کہ یہی زمانہ ہے جس میں ہزارہا قسم کے اعتراضات اور شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور انواع و اقسام کے عقلی حملے اسلام پر کئے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وان من شیٔ الا عندنا خزائنہ و ما ننزلہ الا بقدر معلوم یعنی ہر یک چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں مگر بقدر معلوم اور بقدر ضرورت ہم ان کو اتارتے ہیں سو جس قدر معارف و حقائق بطون قرآن کریم میں چھپے ہوئے ہیں جو ہر یک قسم کے ادیان فلسفیہ وغیرہ فلسفیہ کو مقہور و مغلوب کرتے ہیں ان کے ظہور کا زمانہ یہی تھا کیونکہ وہ بجز تحریک ضرورت پیش آمدہ کے ظاہر نہیں ہو سکتے تھے۔ سو اب مخالفانہ حملے جو نئے فلسفہ کی طرف سے ہوئے تو ان معارف کے ظاہر ہونے کا وقت آگیا اور ممکن نہیں تھا کہ بغیر اس کے کہ وہ معارف ظاہر ہوں اسلام تمام ادیانِ باطلہ پر فتح پا سکے کیونکہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں اور چند روزہ اقبال کے دُور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقائق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو سو وہ یہ فتح ہے جو اب اسلام کو نصیب ہو رہی ہے بلاشبہ یہ پیشگوئی اسی زمانہ کے حق میں ہے اور سلف صالح بھی ایسا ہی سمجھتے آئے ہیں یہ زمانہ درحقیقت ایک ایسا زمانہ ہے جو بالطبع تقاضا کر رہا ہے کہ قرآن شریف اپنے اُن تمام بطون کو ظاہر کرے جو اس کے اندر مخفی چلے آتے ہیں کیونکہ بطنی معارف قرآن کریم کے جن کا وجود احادیث صحیحہ اور آیات بینہ سے ثابت ہے فضول طور پر کبھی ظہور نہیں کرتے بلکہ یہ معجزہ فرقانی ایسے ہی وقت میں اپنا جلوہ دکھاتا ہے جبکہ اس روحانی معجزہ کے ظہور کی اشد ضرورت پیش آتی ہے سو اس زمانہ میں کامل طور پر یہ ضرورتیں پیش آگئی ہیں انسانوں نے مخالفانہ علوم میں بہت ترقی کر لی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر اس نازک وقت میں بطنی علوم قرآن کریم کے ظاہر نہ ہوں گے تو مُوٹی تعلیم جس پر حال کے علماء قائم ہیں کبھی اور کسی صورت میں مقابلہ مخالفین کا نہیں کر سکتے اور ان کو مغلوب کرنا تو کیا خود مغلوب ہو جانے کے قوی خطرہ میں پھنسے ہوئے ہیں یہ بات ہر ایک فہیم کو جلدی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ جلشانہ کے کوئی مصنوع دقائق و غرائب خواص سے خالی نہیں اور اگر ایک مکھی کے خواص اور عجائبات کی قیامت تک تفتیش و تحقیق کرتے جائیں تو وہ بھی کبھی ختم نہیں ہو سکتی تو اب سوچنا چاہیئے کہ کیا خواص و عجائبات قرآن کریم کے اپنے قدر و اندازہ میں مکھی جتنے بھی نہیں بلاشبہ وہ عجائبات تمام مخلوقات کے مجموعی عجائبات سے بہت بڑھکر ہیں اور ان کا انکار درحقیقت قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا انکار ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے صادر ہو اور اس میں بے انتہا عجائبات نہ پائے جائیں، اب یہ عذر کہ اگر ہم قرآن کریم کے ایسے دقائق و معارف بھی مان لیں جو پہلوں نے دریافت نہیں کئے تو اس میں اجماع کی کسرِ شان ہے گویا ہمیں یہ کہنا پڑیگا کہ جو پہلے اماموں کو معلوم نہیں ہوا تھا وہ ہم نے معلوم کر لیا یہ خیال ان لوگوں کا بالکل فاسد ہے ان کو سوچنا چاہیئے کہ جبکہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں زمانہ حال میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہیں کھلی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقائق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اس وقت اُن کے کھلنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، ہاں ایمان اور عقائد کے متعلق جو ضروری باتیں ہیں جو شریعت سے علاقہ رکھتی ہیں جو مسلمان بننے کے لئے ضروری ہیں وہ تو ہر یک کی اطلاع کے لئے کھلے کھلے بیان کے ساتھ قرآن شریف میں درج ہیں لیکن وہ نکات و حقائق جو معرفت کو زیادہ کرتی ہیں وہ ہمیشہ حسب ضرورت کھلتی رہتی ہیں اور نئے نئے فسادوں کے وقت نئے نئے پُرحکمت معانی بمنصۂ ظہور آتے رہتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم بذات خود معجزہ ہے اور بڑی بھاری وجہ اعجاز کی اس میں یہ ہے کہ وہ جامع حقائق غیر متناہیہ ہے۔ مگر بغیر وقت کے وہ ظاہر نہیں ہوتے جیسے جیسے وقت کے مشکلات تقاضا کرتے ہیں وہ معارف خفیہ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ دیکھو دنیوی علوم جو اکثر مخالف قرآن کریم اور غفلت میں ڈالنے والے ہیں کیسے آجکل ایک زور سے ترقی کر رہے ہیں اور زمانہ اپنے علوم ریاضی اور طبعی اور فلسفہ کی تحقیقاتوں میں کیسی ایک عجیب طور کی تبدیلیاں دکھلا رہا ہے کیا ایسے نازک وقت میں ضرور نہ تھا کہ ایمانی اور عرفانی ترقیات کے لئے بھی دروازہ کھولا جاتا تا شر و رحمدثہ کی ..... مدافعت کے لئے آسانی پیدا ہو جاتی سو یقیناً سمجھو کہ وہ دروازہ کھولا گیا ہے اور خدا تعالےٰ نے ارادہ کر لیا ہے کہ قرآن کریم کے عجائبات مخفیہ اس دنیا کے متکبر فلسفیوں پر ظاہر کرے۔ اب نیم ملاں دشمن اسلام اس ارادہ کو روک نہیں سکتے اگر اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے تو ہلاک کئے جائیں گے اور قہری طمانچہ حضرت قہار کا ایسا لگے گا کہ خاک میں مل جائیں گے۔ ان نادانوں کو حالت موجودہ پر بالکل نظر نہیں۔ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم مغلوب اور مکروہ اور ضعیف اور حقیر سا نظر آوے۔ لیکن اب وہ ایک جنگی بہادر کی طرح نکلے گا۔ ہاں وہ ایک شیر کی طرح میدان میں آئے گا اور دنیا کے تمام فلسفہ کو کھا جائے گا اور اپنا غلبہ دکھائے گا اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو پورا کر دے گا اور پیشگوئی و لیمکنن لھم دینھم کو روحانی طور سے کمال تک پہنچائے گا کیونکہ دین کا زمین پر بوجہ کمال قائم ہو جانا محض جبر اور اکراہ سے ممکن نہیں۔ دین اس وقت زمین پر قائم ہوتا ہے کہ جب اس کے مقابل پر کوئی دین کھڑا نہ رہے اور تمام مخالف سپر ڈال دیں سو اب وہی وقت آگیا اب وہ وقت نادان مولویوں کے روکنے سے رُک نہیں سکتا۔ (ازالہ اوہام ص ۶۷۵-۶۸۰)

(۳) خدائے تعالیٰ پر اسی شخص کا ایمان مستحکم ہو سکتا ہے جس کا اس کی کتاب پر ایمان مستحکم ہو، اور اس کی کتاب پر بھی ایمان مستحکم ہو سکتا ہے کہ جب بغیر حاجت منقولی معجزات کے کہ جو اب آنکھوں کے سامنے بھی موجود نہیں ہیں خود خدا تعالےٰ کا پاک کلام اعلیٰ درجہ کا معجزہ اور معارف و حقائق کا ایک ناپیدا کنار دریا نظر آوے۔ پس جو لوگ ایک مکھی کی نسبت تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس میں بیشمار عجائبات قدرت قادر ایسے موجود ہیں کہ کوئی انسان خواہ وہ کیسا ہی فلاسفر اور حکیم ہو ان کی نظیر نہیں بنا سکتا اور ایک جو کی نسبت ان کا یہ اعتقاد ہے کہ اگر تمام دنیا کے حکیم قیامت کے دن تک اس کے عجائبات اور خواص مخفیہ کو سوچیں تب بھی یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے وہ تمام خواص دریافت کر لئے ہیں۔ لیکن یہی لوگ

مسلمان کہلا کر اور مسلمانوں کی ذریت کہلا کر قرآن کریم کی نسبت یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ بجز موٹے الفاظ اور سرسری معنوں کے اور کوئی باریک حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور کلام الٰہی کے نکات اور اسرار اور معانی کو اس حد تک ختم کر بیٹھے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بقدر ضرورت وقت و بلحاظ موجودہ استعدادات کے فرمائے تھے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام فرمودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باستیفا ضبط میں بھی نہیں آیا۔ اور نہ جیسا کہ چاہیئے محفوظ رہا۔ مگر باوجود ان سب باتوں کے اسرار جدیدہ قرآنیہ کے دریافت کرنے سے بکلی فارغ اور لاپرواہ ہیں۔

یاد رہے کہ اسرار جدیدہ سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ایسی باتیں قرآن کریم سے روز بروز نکل سکتی ہیں جو اس کی مقررہ مصرحہ شریعت کے مخالف ہوں بلکہ اسرار اور نکات اور دقائق سے وہ امور مراد ہیں جو شریعت کی تمام باتوں کو مسلم رکھ کر ان کی پوری پوری شکل کو ظاہر کرتے ہیں اور ان کی حقیقت کاملہ کو بمنصۂ ظہور لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ منقول کو معقول کر کے دکھلا دیتے ہیں۔ سو انہیں اسرار کی اس معقولیت کے زمانہ میں ضرورت تھی، جہاں تک نظر اٹھا کر دیکھو یہی سنت اللہ پاؤ گے کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اپنے دین کی مدد کرتا رہا ہے اور جس قسم کی روشنی کے دیکھنے کے لئے زمانہ کی حالت نے بالطبع خواہش کی وہی روشنی اپنے کلام اور اپنے کام میں اپنے کسی برگزیدہ کی معرفت دکھلاتا رہا ہے تا اس بات کا ثبوت دے کہ اس کا کلام اور کام ناقص نہیں اور نہ کمزور اور ضعیف ہے۔ حضرت موسٰے کے زمانہ میں سانپوں کے مقابلہ پر سانپ کی ضرورت پڑی اور حضرت مسیح کے مقابل پر طبیبوں اور افسوں خوانوں کے مقابل پر روحانی طبابت کے دکھلانے کی حاجتیں پیش آئیں، سو خدا تعالےٰ نے زمانہ کے تقاضا کے موافق اپنے نبیوں کو مدد دی اور ہمارے سید و مقتدا خاتم المرسلین کے زمانہ کی ضرورتیں درحقیقت کسی ایک نوع میں محدود نہ تھیں اور یہ زمانہ بھی کوئی محدود زمانہ نہ تھا بلکہ ایسا وسیع تھا جس کا دامن قیامت تک پھیل رہا ہے۔ اس لئے خداوند قدیر و حکیم نے قرآن کریم کو بے نہایت کمالات پر مشتمل کیا اور قرآن کریم بوجہ اپنے ان کمالات کے جن میں سے کوئی دقیقہ خیر کا باقی نہیں رہا تھا ہر یک زمانہ کے فساد کا کامل طور پر تدارک کرتا رہا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑا کام قرآن کریم کا خلق اللہ کے اصولوں کی اصلاح تھی سو اس نے تمام دنیا کو صاف اور سیدھے اصول خدا شناسی اور حقوق عباد کے عطا کئے اور گم گشتہ توحید کو قائم کیا اور دنیا کے پُر ظلمت خیالات کے مقابل پر وہ پُر حکمت اور پُر نور اور باایں ہمہ اعلیٰ درجہ فصیح و بلیغ کلام پیش کیا جس نے تمام اس وقت کے موجودہ خیالات کو پاش پاش کر دیا۔ اور حکمت اور معرفت اور بلاغت اور فصاحت اور تاثیرات قویہ میں ایک عظیم الشان معجزہ دکھلایا۔ پھر ایسا ہی ہر ایک وقت میں جب کسی قسم کی ظلمت جوش میں آتی گئی تو اسی پاک کلام کا نور اس ظلمت کا مقابلہ کرتا رہا کیونکہ وہ پاک کلام ایک ابدی معجزہ اور مختلف زمانوں کی مختلف تاریکی کے اٹھانے کے لئے ایک کامل روشنی اپنے اندر لایا تھا۔ لہذا وہ ہر ایک قسم کی تاریکی کو اپنے نور کی قوت سے دفع و قمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا کہ جس میں ہم ہیں اور جیسا کہ قرآن کریم نے پیشگوئی کی تھی۔ زمین نے ہمارے زمانے میں وہ تمام تاریکیاں جو زمین کے اندر مخفی تھیں باہر رکھ دیں اور ایک سخت جوش ضلالت اور بے ایمانی اور بد استعمالی عقل کا برپا ہو گیا۔ یہ وہی طبائع زائغہ کا جوش ہے جس کو دوسرے لفظوں میں دجال کے نام سے موسوم کیا گیا تھا اور خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں خبر دی تھی کہ وہ عالی شان اور کامل کلام اس طوفان پر بھی غالب آئے گا سو ضرور تھا کہ کلام الٰہی میں وہ سچا فلسفہ بھرا ہوا ہوتا جو حال کے دھوکہ دینے والے فلسفہ پر غالب آ جاتا کیونکہ وہ ابدی اصلاحوں کے لئے آیا ہے وہ نہ تھکے گا اور نہ درماندہ ہو گا، جب تک کہ ہر ایک سلیم طبیعت میں اپنی سلطنت قائم نہ کرے، اور نہ فلسفہ کی زہر کھانے والے اس تریاق کے منتظر تھے، سو خدا تعالےٰ نے اس کو ظاہر کر دیا۔ اور ناپاک معقولیت کا غلبہ توڑنے کے لئے اس نے یہی چاہا کہ قرآنی معقولیت کا غلبہ ظاہر کرے، اور مخالفوں کی باطل معقولیت کو پیس ڈالے، مگر افسوس ان لوگوں پر جو وقت کو شناخت نہیں کرتے، انہیں اس بات کا بھی خیال نہیں کہ مسلمانوں کی ذریت کو بیرونی حملوں اور فتنوں کی وجہ سے کیسی ہر روز ناقابل برداشت تکلیفیں پیش آ رہی ہیں، اور کس قدر اسلام کو فلسفیانہ وساوس سے صدمہ پہنچ گیا ہے یہاں تک کہ ایک بڑا حصہ نو تعلیمیافتہ مسلمانوں کا ایسا اسلام سے دور جا پڑا ہے کہ گویا اس نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ ایسا ہی بہت سے نادان اور کم عقل اسلام کی روشنی کو ترک کر کے عیسائی عقائد کی ظلمت میں داخل ہو گئے اور ایک قابل شرم عقیدہ جو جائے ننگ و عار ہے اختیار کر لیا ہے، اس کا یہی سبب ہوا کہ زمانہ حال کے بے ہودہ اعتراضات جو دھوکہ اور سفسطہ سے بھرے ہوئے تھے ان کی نظر ناقص میں او ثقت معلوم ہوئے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۸ - ۴۱)

(۴) "اور جبکہ ہر یک چیز اور ہر یک مخلوق کے خواص بعد اور بے نہایت ہیں اور ہر یک چیز غیر محدود عجائبات پر مشتمل ہے تو پھر کیونکر قرآن کریم جو خدا تعالےٰ کا پاک کلام ہے صرف ان چند معانی میں محدود ہو گا کہ جو چالیس پچاس یا مثلاً ہزار جزو کی کسی تفسیر میں لکھے ہوں یا جس قدر ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمانہ محدود میں بیان کئے ہوں نہیں بلکہ ایسا کلمہ منہ پر لانا میرے نزدیک قریب قریب کفر کے ہے۔ اگر عمداً اس پر اصرار کیا جائے تو اندیشۂ کفر ہے یہ سچ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے معنے بیان فرمائے ہیں وہی صحیح اور حق ہیں۔ مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ جو کچھ قرآن کریم کے معارف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ان سے زیادہ قرآن کریم میں کچھ بھی نہیں۔ یہ اقوال ہمارے مخالفوں کے صاف دلالت کر رہے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی غیر محدود عظمتوں اور خوبیوں پر ایمان نہیں لاتے اور ان کا یہ کہنا کہ قرآن کریم ایسوں کے لئے اترا ہے جو امی تھے اور بھی اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ قرآن شناسی کی بصیرت سے بکلی بے بہرہ ہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محض امیوں کے لئے نہیں بھیجے گئے بلکہ ہر یک زمرہ اور طبقہ کے انسان ان کی امت میں داخل ہیں اللہ جل شانہ فرماتا ہے قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ پس اس آیت سے ثابت ہے کہ قرآن کریم ہر یک استعداد کی تکمیل کے لئے نازل ہوا ہے اور درحقیقت آیت .... ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ پس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے بارہ میں بیان فرمایا اس سے بڑھ کر ممکن نہیں بدیہی البطلان ہے، ہم نہایت قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی کلام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عجائبات غیر محدود اور بے مثل ہوں۔ اور اگر یہ اعتراض ہو کہ اگر قرآن کریم میں ایسے عجائبات اور خواص مخفیہ تھے تو پہلوں کا کیا گناہ تھا کہ ان کو ان اسرار سے محروم رکھا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بکلی اسرار قرآنی سے محروم تو نہیں رہے بلکہ جس قدر معارف شرفانیہ خدا تعالیٰ کے ارادہ میں ان کے لئے بہتر تھے وہ ان کو عطا کئے گئے اور جس قدر اس زمانہ کی ضرورتوں کے موافق اس زمانہ میں اسرار ظاہر ہونے ضروری تھے وہ اس زمانہ میں ظاہر کئے گئے۔ مگر وہ باتیں جو مدار ایمان ہیں اور جن کے قبول کرنے اور جاننے سے

ایک شخص مسلمان کہلا سکتا ہے وہ ہر زمانہ میں برابر طور پر شائع ہوتی رہیں گے"

"کرامات الصادقین (صفحہ ۱۹-۲۰)

(۵) "ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے مگر قرآن کی ہدایتیں اس شخص کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں جس پر قرآن نازل ہوا یا وہ شخص جو منجانب اللہ اس کا قائم مقام ٹھہرایا گیا اگر قرآن اکیلا ہی کافی ہوتا تو خدا تعالیٰ قادر تھا کہ قدرتی طور پر درختوں کے پتوں پر قرآن لکھا جاتا یا لکھا لکھایا آسمان سے نازل ہو جاتا مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قرآن کو دنیا میں نہیں بھیجا جب تک معلم قرآن دنیا میں نہیں بھیجا گیا قرآن کریم کو کھول کر دیکھو کتنے مقام میں اس مضمون کی آیتیں ہیں کہ یعلمھم الکتاب والحکمۃ یعنے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور قرآنی حکمت لوگوں کو سکھلاتا ہے اور پھر ایک جگہ اور فرماتا ہے ولا یمسہ الا المطھرون یعنے قرآن کے حقائق ودقائق اُن ہی پر کھلتے ہیں جو پاک کئے گئے ہیں پس ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو اگر قرآن کے سیکھنے کے لئے معلم کی حاجت نہ ہوتی تو ابتدائی زمانہ میں بھی نہ ہوتی اور یہ کہنا کہ ابتدا میں تو حل مشکلات قرآن کے لئے ایک معلم کی ضرورت تھی لیکن جب حل ہو گئیں تو اب کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حل شدہ بھی ایک مدت کے بعد پھر قابل حل ہو جاتی ہیں ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں اور قرآن جامع جمیع علوم تو ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جائیں بلکہ جیسی جیسی مشکلات ہم کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنے والے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں۔"

(شہادت القرآن) صفحہ ۵۲

(۶) "کتاب وسنت کے حجج شرعیہ ہونے میں میرا یہ مذہب ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے جس امر میں احادیث نبویہ کے معانی جو کئے جاتے ہیں کتاب اللہ کے مخالف واقع نہ ہوں۔ تو وہ معانی بطور حجت شرعیہ کے قبول کئے جائیں گے لیکن جو معانی نصوص بینہ قرآنیہ سے مخالف واقع ہوں گے ان معنوں کو ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے بلکہ جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اس حدیث کے ایسے معانی کریں گے جو کتاب اللہ کی نص بین سے موافق ومطابق ہوں۔ اور اگر ہم کوئی ایسی حدیث پائیں گے جو مخالف نص قرآن کریم ہوگی

ہمکلام ان ہوتا ہے جن کے ذریعہ سے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کی مشکلات

اور کسی صورت سے ہم اُس کی تاویل کرنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ تو ایسی حدیث کو ہم موضوع قرار دیں گے کیونکہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون یعنے تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیہ میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہاں تک کہ اس فیصلہ میں کسی طور سے شک باقی نہ رہ جائے اور منشا اچھی طرح سے کھل جائے تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہو مومن کا کام نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون ان دونوں آیتوں کے ایک ہی معنے ہیں اس لئے اس جگہ تصریح کی ضرورت نہیں سو آیات مذکورہ بالا کی رو سے ہر ایک مومن کا یہی مذہب ہونا چاہیئے کہ وہ کتاب اللہ کو بلا شرط اور حدیث کو شرطی طور پر حجت شرعی قرار دیوے اور یہی میرا مذہب ہے۔"

(مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۱۰)

(۷) "یعنے روایت ہے حارث اعور سے کہ میں مسجد میں جہاں لوگ بیٹھے تھے اور حدیثوں میں خوض کر رہے تھے گزرا۔ سو میں یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر دوسری حدیثوں میں کیوں لگ گئے۔ علی کے پاس گیا اور اس کو جا کر یہ خبر دی۔ علی نے مجھے کہا کہ کیا سچ مچ لوگ احادیث کے خوض میں مشغول ہیں اور قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں میں نے کہا کہ ہاں تب علی نے مجھے کہا کہ یقیناً سمجھ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ ہوگا یعنی دینی امور میں لوگوں کو غلطیاں لگیں گی اور اختلاف میں پڑیں گے اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھیں گے، تب میں نے عرض کی کہ اس فتنہ سے کیونکر رہائی ہوگی، تب آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ کے ذریعہ سے رہائی ہوگی اس میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے اور آنے والے لوگوں کی بھی خبر ہے اور جو تم میں تنازعات پیدا ہوں ان کا اس میں فیصلہ موجود ہے وہ قول فصل ہے ہزل نہیں جو شخص اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈھے گا اور اس کو حکم نہیں بنائے گا خدا تعالیٰ اسکو گمراہ کر دے گا وہ حبل اللہ المتین ہے جس نے اُس کے حوالہ سے کوئی بات کہی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ ماجور رہے اور جس نے اس کے رو سے حکم کیا اس نے عدالت کی اور جس نے اس کی طرف بلایا اس نے راہ راست کی طرف بلایا رواہ الترمذی والدارمی۔"

(مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۳۶)

(۸) "ہر چند میرا مذہب یہی ہے کہ قرآن اپنی تعلیم میں کامل ہے اور کوئی صداقت اس سے باہر نہیں کیونکہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی یعنے ہم نے تیرے پر وہ کتاب اتاری ہے جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور پھر فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شئی یعنے ہم نے اس کتاب سے کوئی چیز باہر نہیں رکھی۔ لیکن ساتھ اس کے یہ بھی میرا اعتقاد ہے کہ قرآن کریم سے تمام مسائل دینیہ کا استخراج و استنباط کرنا اور اس کی مجملات کی تفاصیل صحیحہ پر حسب منشاء الٰہی قادر ہونا ہر ایک مجتہد اور مولوی کا کام نہیں بلکہ یہ خاص طور پر ان کا کام ہے جو وحی الٰہی سے بطور نبوت یا بطور ولایت عظمیٰ مدد دیئے گئے ہوں سو ایسے لوگوں کے لئے جو استخراج و استنباط معارف قرآنی پر بعلت غیر ملہم ہونے کے قادر نہیں ہو سکتے یہی سیدھی راہ ہے کہ وہ بغیر قصد استخراج و استنباط قرآن کے ان تمام تعلیمات کو جو سنن متوارثہ متعاملہ کے ذریعہ سے ملی ہیں بلا تامل و توقف قبول کر لیں اور جو لوگ وحی ولایت عظمیٰ کی روشنی سے منور ہیں اور الا المطھرون کے گروہ میں داخل ہیں ان سے بلاشبہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً دقائق مخفیہ قرآن کے ان پر کھولتا رہتا ہے اور یہ بات ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ کوئی زائد تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نہیں دی بلکہ احادیث صحیحہ میں مجملات و اشارات قرآن کریم کی تفصیل ہے سو اس معرفت کے پانے سے اعجاز قرآن کریم ان پر کھل جاتا ہے اور نیز ان آیات بینات کی سچائی ان پر روشن ہو جاتی ہے جو اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔ جو قرآن کریم سے کوئی چیز باہر نہیں اگرچہ علماء ظاہر بھی ایک قبض کی حالت کے ساتھ ان آیات پر ایمان لاتے ہیں تا اُن کی تکذیب لازم نہ آوے لیکن وہ کامل یقین اور سکینت اور اطمینان جو ملہم کامل کو بعد معاینہ مطابقت وموافقت احادیث صحیحہ اور قرآن کریم اور بعد معلوم کرنے اس احاطہ تام کے جو درحقیقت قرآن کو تمام احادیث پر ہے ملتی ہے وہ علمائے ظاہر کو کسی طرح مل نہیں سکتی، بلکہ بعض تو قرآن کریم کو ناقص اور ناتمام خیال کر بیٹھتے ہیں اور جن غیر محدود صداقتوں اور حقائق اور معارف پر قرآن کریم کے دائمی اور تمام تر اعجاز کی بنیاد ہے اس سے وہ منکر ہیں اور نہ صرف منکر بلکہ اپنی انکار کی وجہ سے ان تمام آیات بینات کو جھٹلاتے

ہیں جن میں صاف صاف اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے کہ قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے۔"

(مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۷۹ - ۷۸)

(۹) "بلاشبہ قرآن کریم تمام صداقتوں پر حاوی ہے اور تمام علوم میں جہاں تک صحت سے اُن کو تعلق ہے قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ عظمتیں اور وہ کمالات جو قرآن میں ہیں مطہرین پر کھلتے ہیں۔ جن کو وحی الٰہی سے مشرف کیا جاتا ہے"۔

(مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۹)

(۱۰) "بلاشبہ ہماری بھلائی اور ترقی علمی اور ہماری دائمی فتوحات کے لئے قرآن ہمیں دیا گیا ہے اور اس کے رموز اور اسرار غیر متناہی ہیں۔ جو بعد تزکیہ نفس اشراق اور تنفضیری کے ذریعہ سے کھلتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے جس قوم کے ساتھ کبھی ہمیں ٹکرا دیا اس قوم پر قرآن کے ذریعہ سے ہی ہم نے فتح پائی۔ وہ جیسا ایک اُمّی دہاتی کی تسلّی کرتا ہے ویسا ہی ایک فلسفی معقولی کو اطمینان بخشتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ صرف ایک گروہ کے لئے اُترا ہے دوسرا گروہ اس سے محروم رہے، بلاشبہ اس میں ہر یک شخص اور ہر یک زمانہ اور ہر یک استعداد کے لئے علاج موجود ہے جو لوگ معکوس الخلقت اور ناقص الفطرت نہیں وہ قرآن کی ان عظمتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے انوار سے مستفید ہوتے ہیں"۔

(مباحثہ لدھیانہ صفحہ ۱۰۹)

۱۱- "آج اس جلسہ مبارکہ میں جس کی غرض یہ ہے کہ ہر ایک صاحب جو بلائے گئے ہیں سوالات مشتہرہ کی پابندی سے اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان فرماویں میں اسلام کی خوبیاں بیان کروں گا۔ اور پہلے اس سے کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ بیان کروں خدا تعالےٰ کے پاک کلام قرآن شریف سے بیان کروں کیونکہ میرے نزدیک یہ بہت ضروری ہے کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو اور اس کتاب کو ربانی کتاب سمجھتا ہو وہ ہر ایک بات میں اسی کتاب کے حوالہ سے جواب دے اور اپنی وکالت کے اختیارات کو ایسا وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے۔ سو چونکہ آج ہمیں قرآن شریف کی خوبیوں کو ثابت کرنا ہے اور اس کے کمالات کو دکھلانا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ہم کسی بات میں اس کے اپنے بیان سے باہر نہ جائیں اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے موافق اور اُسی کی آیات کے حوالہ سے ہر ایک مقصد کو تحریر کریں تا ناظرین کو موازنہ اور مقابلہ کرنے کے لئے آسانی ہو۔ اور چونکہ ہر ایک صاحب جو پابند کتاب ہیں اپنی اپنی الہامی کتاب کے پابند رہیں گے اور اسی کتاب کے اقوال پیش کریں گے اس لئے ہم نے اس جگہ احادیث کے بیان کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ تمام صحیح حدیثیں قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں، اور وہ کامل کتاب ہے جس پر تمام کتابوں کا خاتمہ ہے غرض آج قرآن کی شان ظاہر ہونے کا دن ہے اور ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا مددگار ہو۔ آمین"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱-۲)

۱۲- "ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسی ہی ادنےٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کرلیں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں، لیکن ہوشیار رہیں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح بے وجہ احادیث سے انکار نہ کریں۔ اور جہاں قرآن اور سنت سے کسی حدیث کو معارض پاویں تو اس حدیث کو چھوڑ دیں"

(محاکمہ بر مباحثہ مابین مولوی محمد حسین بٹالوی و مولوی عبداللہ چکڑالوی)

اقتباسات میں بیان کردہ اصول

قارئین کرام بنظر انصاف دیکھیں کہ مندرجہ بالا اقتباسات میں کس قدر جامعیت ہے، اس مضمون کی تحریریں حضور کی متعدد کُتب میں پائی جاتی ہیں جن میں صرف دعوے ہی نہیں بلکہ اس دعوے کو پُر زور دلائل سے درست بھی ثابت کیا گیا ہے خوف طوالت سے انہیں درج نہیں کیا گیا جو احباب اس موضوع پر مزید روشنی حاصل کرنے کے متمنی ہوں ان کی خدمت میں اصل کتب کے مطالعہ کی سفارش کی جاتی ہے انشاء اللہ نہ صرف یہ کہ اُن کے علم میں اضافہ ہوگا بلکہ وہ اِن کے مطالعہ سے رُوحانی حظ اُٹھائیں گے اور اپنے باطنی توسط میں نور کی ایک لہر دوڑتی ہوئی محسوس کریں گے بہر حال اقتباسات مندرجہ بالا میں جن امور کو بالوضاحت بیان کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱)- قرآن کریم ہی ایک قطعی اور یقینی کلام ہے جو بلا شرط قابل تسلیم ہے۔ باقی سب کے سب کسی نہ کسی شرط کے ساتھ قابل قبول ہیں۔

(۲)- قرآن کریم کامل ہدایت نامہ ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق مفصل رہنمائی کرتا ہے۔

(۳) تمام احادیث صحیحہ اسی سے لی گئی ہیں۔

(۴)- قرآن کریم علوم و معارف حقہ کے غیر متناہی خزانوں پر مشتمل ہے جو یک وقت ظاہر نہیں کئے گئے بلکہ ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق ان کا نزول ہوتا رہتا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

(۵)- نبی کریم صلعم کی زبان مبارک سے تمام معارف کا اظہار نہیں ہوا لیکن جو ہوا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

(۶) صرف انسانی معاشرے کی فلاح و بہبود کے سامان ہی اس کے اندر نہیں بلکہ تمام فلسفیانہ غلطیوں کو پاش پاش کرنے کے سامان بھی اپنے اندر رکھتا ہے باطل کسی طرف سے بھی اس پر حملہ آور ہو وہ منہ کی کھائے گا اس کے جس حصہ پر بھی اعتراض ہوگا وہیں سے صداقتوں کا چشمہ پھوٹ پڑے گا جو نہ صرف اس اعتراض کو دُور کر دے گا بلکہ اس کی نئی خوبیوں اور نئے کمالات کو نمایاں کر کے سامنے لے آئے گا جو دنیا کی نظروں سے پہلے اوجھل تھے۔

(۷)- قرآن کریم کی ان خوبیوں کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ بعض امتیوں کو نبی کریم صلعم کے علوم کا وارث بنا کر کھڑا کرے گا جو تاریک دنیا کے لئے روشنی کے منار کا کام دیں گے اور انہی میں سے بعض حسب ضرورت ماموریت کے مقام پر بھی کھڑے کئے جائیں گے۔

(۸)- قرآن کریم کسی خاص استعداد کے انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر استعداد کا انسان اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے دیہاتی سے لے کر بڑے سے بڑا فلسفی بھی اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔

(۹)- خواہ کیسی ہی نئی ضرورتیں انسانی معاشرے کے سامنے آجائیں ان سب کو کماحقہ پورا کرنے کے سامان قرآن کریم کے اندر موجود ہیں اس کے لئے کسی زمانہ کی قید نہیں بلکہ قیامت تک کی مشکلات اور ضرورتوں اور ان کے حل کو اس میں مدنظر رکھا گیا ہے۔

(۱۰)- قرآن کریم عقل کو معطل نہیں کرتا بلکہ اس سے کام لینے کی پرزور تلقین فرماتا ہے۔

(۱۱)- عام ظاہری معنوں کے علاوہ قرآن کریم کے بطون بھی ہیں جو عارفوں پر کھلتے ہیں لیکن وہ ایسی باتیں نہیں ہوتیں جو علوم صحیحہ اور عقل سلیم کے مخالف ہوں بلکہ اُن کے ساتھ پوری مطابقت رکھتے ہیں، ہاں ایمان اور عقاید کے ساتھ تعلق رکھنے والے امور جو مسلمان بننے کے لئے ضروری ہیں وہ کھلے کھلے بیان کے ساتھ قرآن میں درج ہیں۔

(۱۲)- یہ زمانہ بالخصوص قرآن کریم کے معارف حقہ کے کھلنے کا ہے۔

(۱۳)- احادیث دو قسم کی ہیں ایک وہ جن کو تعامل کی تائید حاصل ہے اور دوسری وہ جن کو تعامل سے تعلق نہیں پہلی قسم تو قرآن کریم کے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے ان کی قطعیت قرآن کی قطعیت سے دوسرے درجہ پر ہے ان کو سنت کہتے ہیں دوسری قسم کی احادیث اگر قرآن کے مخالف ہوں تو کسی

طور پر بھی اُن میں اور قرآن میں تطبیق نہ دی جا سکتی ہو تو انہیں موضوع قرار دے کر رد کر دینا چاہیئے

(۱۴) - تمام فقہاء کی محنتیں قابل قدر ہیں اور ائمۂ اربعہ سب کے سب قابل احترام ہیں لیکن حدیث کے مقابلہ میں ان کے اجتہادات اختیار نہیں کئے جا سکتے۔

(۱۵) - ان ائمۂ اربعہ میں امام ابو حنیفہ کی شان سب سے بڑھ کر ہے اور ان کے اجتہادات ارشاد نبویؐ یوضع له القبول في الارض کے ماتحت بوجہ قبولیت عامہ حاصل کر لینے کے عمل میں قابل ترجیح ہیں۔

(۱۶) - لیکن اگر نئے مسائل پیدا ہو جائیں تو ان کے بارے میں علماء خود اجتہاد سے کام لیں کیونکہ اجتہاد کا دروازہ کسی زمانہ میں بھی بند نہیں ہو سکتا۔

(۱۷) - اجتہاد کے لئے اس امر کا مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم پر پورے تدبر سے کام لیا جائے اگر مجتہد کی عقل قرآن کریم سے حل مشکلات پانے سے عاجز رہے تو نبی کریم صلعم کی سنت میں ان کا حل تلاش کرے اگر وہاں بھی عاجز رہے تو پھر اجماع صحابہ رض میں ڈھونڈے پھر فقہا کی طرف رجوع کرے اگر وہاں حل مل جائے تو بہتر ورنہ قرآن اور سنت میں تلاش کرتا رہے وہاں ضرور اُسے گوہر مطلوب حاصل ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا حقائق حضرت امام الزمان نے مسلمانوں کے سامنے اس وقت پیش کئے جس وقت ان کی ایک گروہ فقہ کو اور دوسرا گروہ احادیث کو قرآن کریم پر قاضی قرار دے رہا تھا، اور اس سے استخراج مسائل کو حرام قرار دیا جا رہا تھا یعنی اجتہاد ایک سنگین جرم سمجھا جاتا تھا اور قرآن نعوذ باللہ کس مپرسی کی حالت میں بے یار و مددگار انسان کی طرح پڑا ہوا تھا اور کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اس کے حق میں یا اس کی تائید میں آواز اٹھائے کیونکہ مخالفانہ خیالات کی رَو اس قدر تیز و تند تھی کہ اس کے سامنے ٹھیرنا بڑی ایمانی شجاعت چاہتا تھا جو قریباً قریباً مفقود ہو چکی تھی، چنانچہ جونہی اس مرد الفرد نے ماموریت کی جرأت سے کام لے کر قرآن کو ہر چیز پر خواہ وہ حدیث ہو یا فقہ مقدم رکھنے کی آواز بلند کی اور یہ نعرہ لگایا کہ قرآن حدیث اور انسانی قیاسات کی صحت کے لئے محک اور معیار ہے اور نئے مسائل کے لئے نئے اجتہاد کی ضرورت ہے جو قرآن اور سنت نبویؐ سے کرنا چاہیئے تو چاروں طرف سے فقہ اور روایات کے پرستاروں اور جمود کے حامیوں نے اس کے خلاف قیامت برپا کر دی اور تکفیر کے تیروں کی بوچھاڑ سے اس کے معنوی جسم کو چھلنی کر دیا۔ اس کا نام (نعوذ باللہ) کبھی زندیق، کبھی دجال، کبھی ملحد، اور کبھی بے دین اور کبھی کافر رکھا اور اسے دین میں رخنہ ڈالنے والا قرار دیا، لیکن جیسا کہ ماموریت کی شان ہے اس کے پائے استقلال میں اس مخالفت کے طوفان عظیم سے ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ اور وہ خدا کے فضل سے مضبوط چٹان کی مانند اس کے سامنے کھڑا رہا؛ اس طوفان کی ہر لہر اس سے ٹکرا کر واپس لوٹ جاتی رہی مگر اس کی ہمت اور حق پرستی اور حق گوئی پر ذرہ بھر بھی اثر انداز نہ ہو سکی، آخر یہی آواز سب آوازوں پر غالب آئی اور اس نے آہستہ آہستہ اپنا اثر دکھلانا شروع کیا اور مسلمان یکے بعد دیگرے اس پر لبیک کہتے ہوئے اس کے گرد جمع ہو گئے جس کا نمایاں اثر کمیشن کی رپورٹ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اگر مسلمان اسی طرح امام الزمان کے اصولوں کو اپناتے رہے تو حضور کے بیان کردہ حقائق کی روشنی کی مدد سے وہ جلد ہی موجودہ دَور کی تمام مشکلات کو حل کرنے کے انشاءاللہ و بتوفیقہٖ قابل ہو جائیں گے، اس کے بعد میں انشاءاللہ "عظمت قرآن در رپورٹ کمیشن" کی سرخی کے ماتحت اپنے خیالات ہدیہ ناظرین کروں گا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم - والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ -

خاکسار
شیخ عبدالرحمٰن - مصری

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر راولپنڈی میں

راولپنڈی سے خواجہ محمد عبداللہ صاحب لکھتے ہیں :-

حضرت امیر قوم مولانا مولوی صدرالدین صاحب ۵ اگست بروز اتوار احباب راولپنڈی کی خواہش پر یہاں تشریف لائے، قریباً چار بجے مقامی جماعت کا اجتماع جناح گرلز ہائی سکول میں ہوا - جہاں مولانا صاحب موصوف نے بہت نصیحت آمیز خطبہ ارشاد فرمایا - اس کے علاوہ انفرادی طور پر بھی حضرت مولانا صاحب کی گفتگو مختلف موضوع پر ہوتی رہی۔ قریباً دو گھنٹہ تک یہ مبارک مجلس قائم رہی، نماز عصر حضرت امیر کی اقتداء میں وہیں ادا کی گئی، ازاں بعد حضرت امیر ملک فضل کریم صاحب کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے - اس وقت ملک صاحب کی حالت بہت تشویشناک تھی، ملک صاحب کلام نہیں کر سکتے تھے، لہٰذا حضرت امیر تھوڑا عرصہ وہاں بیٹھ کر اپنے قیامگاہ میں تشریف لے گئے اور دوسرے روز کوہ مری چلے گئے۔

آہ ملک فضل کریم صاحب

یہ افسوسناک خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ کے ساتھ سُنی جائے گی کہ راولپنڈی جماعت کے صدر ملک فضل کریم صاحب دو ڈھائی ماہ کی بیماری کے بعد ۱۰ اگست کو راہی عالم بقا ہو گئے - انا للہ وانا الیہ راجعون -

ملک صاحب ایک نڈر اور بیباک مبلغ اسلام تھے - کوئی مجلس یا تقریب ایسی نہ ہوتی تھی جس میں ملک صاحب موجود ہوں اور وہ سلسلہ احمدیہ کا ذکر نہ کریں - راولپنڈی کے سالانہ جلسے اکثر انہی کے جوش اور اخلاص کی وجہ سے منعقد ہوتے رہے - کئی احباب اُن کی زیر تبلیغ سلسلہ میں شامل ہوئے - اللہ مغفرت کرے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں - ان کی وفات سے راولپنڈی کی جماعت میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جو شاید ایک عرصہ تک پورا نہ ہو سکے -

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ملک صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے - آمین -

ملک صاحب اپنے پیچھے ایک بیوہ چار بیٹیاں اور پانچ بیٹے چھوڑ گئے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ ان کے پسماندگان خصوصاً بیٹوں کے لئے دعا کریں کہ وہ اپنے والد مرحوم کے سچے جانشین ثابت ہوں اور ان کے دل میں بھی احمدیت کا ویسا ہی جوش اور ولولہ ہو جیسا کہ اُن کے والد مرحوم میں تھا۔

ملک صاحب پر احمدیت کی وجہ سے سخت مصائب آئے مگر ملک صاحب مرحوم کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی - بلکہ پہلے سے بھی زیادہ سلسلہ کے لئے ان کے دل میں جوش و اخلاص پیدا ہو گیا۔

ہمیں اس صدمہ میں ملک صاحب کے صاحبزادگان اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور ملک صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے، احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

عقد نکاح

مورخہ ۳ اگست ۱۹۵۶ء بروز جمعۃ المبارک شیخ محمد اشتیاق صاحب اکونٹنٹ ٹیکنیکل اسکول نوشہرہ کا نکاح مسمات خورشید بیگم بنت شیخ عبدالعزیز صاحب راولپنڈی کے ساتھ بعوض چار ہزار روپیہ حق مہر پڑھا گیا خطبہ نکاح محترمی مرزا معصوم بیگ صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں پڑھا جس کو حاضرین نے بہت سراہا اور کہا کاش ایسے ہی خطبات نکاح کے موقعہ پر پڑھے جائیں۔ دعا ہے یہ نکاح جانبین کے لئے مبارک ثابت ہو اور یہ جوڑا ہمیشہ خوش و خرم زندگی بسر کرے آمین - مخلص - خواجہ محمد عبداللہ

وصیت کرنے والے احباب توجہ فرمائیں

وصیت کرنے والے احباب میں ایسے اصحاب بھی ہیں جنہوں نے زر وصیت اپنی زندگی میں ہی یا قساطاً یا یکمشت ادا کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے ایسے تمام بزرگوں کی خدمت میں فرداً فرداً خطوط ارسال کئے گئے ہیں - بعض اصحاب کی طرف سے جواب بھی موصول ہوا اور رقوم بھی - لیکن بعض احباب کی طرف سے اب تک نہ کوئی جواب موصول ہوا ہے اور نہ کوئی رقم - ایسے تمام بزرگوں کی خدمت

جماعت احمدیہ لاہور کے بارہ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

اخبار "جنگ" کراچی مورخہ ۳ اگست ۱۹۵۶ء میں کسی صاحب فضل کریم انصاری کی طرف سے ایک مراسلت شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے کہ:-

"آجکل پاکستان میں ایک تیسری سیاسی جماعت بنانے کے سلسلہ میں کراچی اور لاہور کے دو مدیران جرائد بڑے سرگرم نظر آتے ہیں۔ اُن کی سرگرمیوں اور نعروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ملک میں پہلے صرف دو جماعتیں ہیں اور جو عوام کے لئے ایک مصیبت بن چکی ہیں۔ اس لئے اب ایک تیسری جماعت کی ضرورت ناگزیر ہے حالانکہ اصل صورت حال اس کے برعکس ہے۔ ملک میں اس وقت چار بڑی جماعتیں مسلم لیگ، عوامی لیگ، اسلام لیگ اور جماعت اسلامی موجود ہیں، لاہوری مرزائیوں کی یہ نئی سیاسی جماعت پانچویں سیاسی پارٹی ہوگی، جسے "پانچواں کالم" کہنا شاید زیادہ موزوں ہوگا۔ اس نئی سیاسی جماعت کے دل میں آجکل پاکستان اور پاکستانی عوام کی فلاح وبہبود کے لئے درد و مروڑ اُٹھ رہے ہیں خدا انجام بخیر کرے عام افواہ کے مطابق اس نئی سیاسی جماعت کو فی الحال مودودیہ کی بھی حمایت حاصل ہے، بہرحال اس نئی سیاسی جماعت میں عوام کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کی صلاحیت موجود ہو یا نہ ہو لیکن عوام کی طرف سے انہیں اطمینان ہونا چاہیئے۔ کہ وہ انہیں اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ بخصوص مذکورہ بالا اخبار نویسوں کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اب قوم "اسلام" کے نام پر فریب کھانے کو تیار نہیں، آپ اگر عوام کو دھوکہ دینے کے لئے کسی مولوی صاحب کی کتاب سے حسب مطلب قرآن کی آیات اور احادیث وغیرہ زبانی یاد کرنیکے شغل میں مصروف ہیں تو یہ شغل آپ کو ووٹ حاصل کرنے میں مدد نہیں دے گا۔ کیونکہ مطلب عام میں "مرزائی" اور "مرزائی او" کا ایک ہی نعرہ آپ کو اسٹیج سے بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا۔ اعتبار نہ آئے تو آزما کر دیکھ لیجئے۔"

(فضل کریم انصاری - لالو کھیت - کراچی)

اس کے جواب میں سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ کراچی نے ایک مراسلہ اخبار "جنگ" کو بھیجا جس کی نقل انہوں نے قارئین پیغام صلح کی اطلاع کے لئے ہمیں ارسال کی ہے جسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

---

مکرمی ایڈیٹر صاحب اخبار "جنگ" کراچی۔ تسلیم

آپ کے مؤقر جریدہ مؤرخہ ۳ اگست میں کسی صاحب کا ایک خط بعنوان

"لاہوری مرزائیوں کی نئی سیاسی جماعت"

شائع ہوا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ "جماعت احمدیہ لاہور" کی طرف سے کسی سیاسی پارٹی کے قیام کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ابتداء کا فقرہ قابل غور ہے، لکھا ہے:-

"آج پاکستان میں ایک تیسری سیاسی جماعت بنانے کے سلسلہ میں کراچی اور لاہور کے دو مدیران جرائد سرگرم نظر آتے ہیں"

بجز اس بات کے کہ کراچی اور لاہور کے دو مدیران جرائد اس نئی پارٹی کے محرک ہیں اور کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی کہ کیسے اور کیونکر "جماعت احمدیہ لاہور" کا اس نئی سیاسی جماعت سے تعلق ہے؟ تعجب ہے کہ یہ بھی نہیں بتلایا گیا کہ ان دو مدیران کا "جماعت احمدیہ لاہور" سے کیا واسطہ ہے بلکہ ان جرائد کے نام تک بتلانے کی جرأت نہیں کی گئی تا یہ معلوم ہو سکتا کہ اس الزام میں کس قدر صداقت کا شائبہ ہے۔

جہاں تک معلوم ہے اس قسم کی تحریک کے ذمہ دار مدیر اخبار "کراچی ٹائمز" اور "نوائے وقت" لاہور ہیں اور یہ دونوں اصحاب "جماعت احمدیہ لاہور" کے رکن یا ممبر نہیں۔ کیا یہی وجہ تو اس امر کا باعث نہیں ہوئی کہ خط میں اخباروں کے نام تک دینا گوارا نہیں کیا گیا؟

پھر دنیا اس امر کی شاہد ہے کہ گزشتہ بیالیس برس سے "جماعت احمدیہ لاہور" کا نہ صرف مستقل مسلک ہر قسم کی سیاست سے اجتناب رہا ہے بلکہ اس جماعت کی طرف سے ہمیشہ یہ اعلان کیا جاتا رہا ہے کہ اس جماعت کا اصل مقصد تبلیغ اسلام و اشاعت علوم قرآن شروع سے ہی رہا ہے چنانچہ "ووکنگ اسلامک مشن" اور "برلن اسلامک مشن" دو عالمگیر مشہور اقدامات اس جماعت کے محتاج تعارف نہیں مقدم الذکر ۱۹۱۲ء میں قائم کیا گیا اور دارالخلافہ جرمنی میں ۱۹۲۰ء کے قریب اس جماعت نے ایک مسجد تعمیر کرا کے وسط یورپ میں "تبلیغ اسلام" کی داغ بیل ڈالی۔ لندن سے "دی اسلامک ریویو" شہرہ آفاق ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے۔ پھر ۱۹۱۷ء میں اس جماعت کے امیر اول حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کا انگریزی ترجمۃ القرآن و تفسیر شائع ہوئی جس کی خوبیوں سے انکار کرنا بقول مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی ایڈیٹر اخبار صدق لکھنؤ گویا آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا ہے اور جس کی اشاعت کے باعث ہی مسلمان قوم کا دوبارہ رجوع قرآن وسنت کی طرف ہوا۔ پھر آنجناب ہی کی تصنیف "دی ریلیجن آف اسلام" کی بابت مشہور نومسلم مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال مترجم قرآن نے یہ فقرہ کتاب کے ریویو کے ابتدا میں لکھا:-

"اس زمانہ میں جس قدر طویل اور قابل قدر خدمات دربارہ احیاء و تجدید اسلام مولانا محمد علی صاحب آف لاہور نے کی ہیں کسی دوسرے سے ایسا نہیں ہو سکا۔"

اسی طرح یہ جماعت تبلیغی و اصلاحی مقاصد کے لئے وقف ہے چنانچہ گزشتہ اپنی بیالیس سالہ زندگی میں اپنے مشنوں، اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ پاکستان و ہند، انگلینڈ، جرمنی، جاوا، سیام، امریکہ وغیرہ ممالک میں اسلام کی اشاعت کر رہی ہے قرآن کریم کا ترجمہ متعدد زبانوں میں کر کے ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کر چکی ہے، ہزاروں غیر مسلم اس کی مساعی سے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ پھر ان حقائق و واقعات کی روشنی میں یہ کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ اس جماعت کی مساعی تبلیغی و اصلاحی جد وجہد کے علاوہ سیاسی ہیں۔ بلکہ یہ جماعت تو دین اسلام کے اس اصول پر کہ سچی و حقیقی تبدیلی قلبی اصلاح سے ہی پیدا ہوتی ہے نہایت محکم ایمان سے قائم و گامزن ہے اور اس کی مخلصانہ تڑپ یہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھی اسی عقیدہ پر قائم ہو کر تبلیغ و اشاعت اور اصلاح کے عالی مقاصد کو اپنا لیں۔ پھر ان شواہد کے ہوتے ہوئے کیا یہ باور کرنا ممکن ہے کہ یہ جماعت خود کسی سیاسی پارٹی کے قائم کرنے والی ہو؟

میں آپ کے قارئین کرام و دیگر حضرات کو پورے وثوق سے حتمی یقین دلاتا ہوں کہ اس نئی سیاسی جماعت سے "جماعت احمدیہ لاہور" کو قطعاً کسی قسم کا کوئی تعلق و واسطہ نہیں اور نہ ہی اس پارٹی کے محرک یعنی ان دو مدیران کا کوئی تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔

افسوس یہ ہے کہ آجکل دیگر امراض خبیثہ کی مانند یہ بیماری بھی عام پھیل چکی ہے کہ جب کسی انسان یا تحریک کو مطعون کرنا یا نیچا دکھلانا منظور ہو تو اس پر بلا وجہ غلط اتہام لگا کر اسے کسی ایسی جماعت سے منسوب کر دیا جائے جو عوام میں مقبول یا ہردلعزیز نہیں۔ یہ امر نہ صرف اخلاق کے مخالف ہے بلکہ انصاف و صداقت کے تقاضوں سے بھی بعید ہے۔ پھر خط مذکورہ کے آخر پر یہ لکھا ہے کہ مرزائیوں کی ناکامی کے لئے تو "مرزائی او" کا آوازہ کسنا ہی کافی ہے۔ ایسے اخلاق اسلام و فرقان کی بلند تعلیم کے کہاں تک مطابق اور انسانی تہذیب و شرافت کے کس حد تک موافق ہیں اس کا فیصلہ میں قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں قرآن کریم میں تو مومنوں کے لئے یہاں تک حکم ہوا کہ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ یعنی تمہاری شان سے بعید ہے کہ تم بتوں کو بھی گالیاں دو لیکن یہاں آپس کے باہمی فروعی اختلافات پر اخلاق و تہذیب کی ایسی مٹی پلید کی جا رہی ہے کہ الامان

ان سطور کے لکھنے کا محرک یہ امر ہوا ہے کہ وہ غلط فہمی جو خط مذکورہ کے ذریعہ پھیلانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے وہ تمام و کمال رفع ہو جائے اور قطع نظر اس کے کہ کسی صاحب کو جماعت "احمدیہ لاہور" کے مسلک یا عقاید سے اتفاق ہو یا نہ، اس کے عقیدہ اور مسلمہ مسلک و طریق کار سے بخوبی آگاہی ہو جائے۔

سکرٹری جماعت احمدیہ
شاخ کراچی

رفتارِ عالم

کراچی ۱۴ اگست۔ وزیر اعظم محمد علی نے آج یہاں ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ پاکستان نہر سویز کو قومی ملکیت میں لینے سے متعلق مصر کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ ہم اس مسئلہ کا کوئی ایسا حل چاہتے ہیں جس سے مصر کی آزادی اور خود مختاری پر آنچ نہ آئے اور وہ حل سب کے لئے قابلِ قبول بھی ہو۔ وزیر اعظم نے کشمیر، فلسطین اور الجزائر کے عوام کی جدوجہد آزادی کی حمایت کرتے ہوئے اعلان کیا کہ پاکستان اسلامی ملکوں سے زیادہ گہرے اور دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی سعی کرے گا۔

جب وزیر اعظم محمد علی جہانگیر پارک کراچی کے جلسہ میں عوام سے خطاب کر رہے تھے، تو سامعین نے بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا، بار بار نعرے لگائے گئے اور وزیر اعظم کی تقریر میں گڑبڑ بھی ہوئی۔ یہ لوگ وزیر اعظم سے نہر سویز، مسئلہ کشمیر اور پولیس کے خلاف تحقیقات کے بارے میں سوال کر رہے تھے۔ وزیر اعظم نے حاضرین کو یقین دلایا کہ وہ ان مسائل پر عوام کی رائے سے آگاہ ہیں اور حکومت کی پالیسی رائے عامہ کی آئینہ دار ہوگی۔

ڈھاکہ ۱۴ اگست۔ مشرقی پاکستان کے گورنر مسٹر فضل الحق نے وزیر اعظم مسٹر محمد علی کے نام ایک مراسلہ میں وزیر اعظم محمد علی اور صدر مملکت میجر جنرل سکندر مرزا کو مشرقی پاکستان آنے کی دعوت دی ہے، تاکہ دونوں اصحاب بنفس نفیس اس صوبہ کی سیاسی حالت کا جائزہ لیں۔

لاہور ۱۴ اگست۔ وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان ڈاکٹر خان صاحب نے پاکستان کے نویں یوم آزادی پر ریڈیو پاکستان سے ایک نشری تقریر میں پاکستانیوں پر زور دیا کہ وہ قائد اعظم کے فرمودات کو حرزِ جان بنا کر پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنائیں۔ گورنر گورمانی نے اپنی تقریر میں اہل ثروت سے سیلاب زدگان کی دل کھول کر امداد کرنے کی اپیل کی۔

کراچی ۱۴ اگست آج پاکستان کے طول و عرض میں آزادی کی نویں سالگرہ بڑی سنجیدگی اور متانت سے منائی گئی، محرم کی وجہ سے نہ دعوتیں ہوئیں، اور نہ رات کو چراغاں ہی ہوا، البتہ صبح کو مسجدوں میں پاکستان کے استحکام اور سلامتی کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔

وفاقی دار الحکومت میں ۳۱ توپوں کی سلامی کے ساتھ صبح آزادی طلوع ہوئی، ہزاروں لوگوں نے قائد اعظم اور قائد ملت کے مزاروں پر پھول چڑھائے اور فاتحہ خوانی کی۔ محرم کے احترام میں رنگا رنگ تقریبات منسوخ کر دی گئیں۔

لاہور ۱۴ اگست۔ وادی چناب جہلم اور ستلج کے کیچمنٹ کے علاقوں میں بارشوں کے باعث ان دریاؤں میں زبردست سیلاب آگیا ہے۔ اور گذشتہ بارہ گھنٹوں میں ان کی سطح میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔ محکمہ موسمیات کی پیشگوئی کے مطابق آئندہ ۳۶ گھنٹوں میں مزید بارشوں کے پیش نظر ان دریاؤں میں سیلاب کے اور بڑھنے کا امکان ہے۔ اس دوران میں حیدر آباد اور خیر پور ڈویژن میں دریائے سندھ کی سیلاب کی تباہ کاریاں اور زوروں پر آگئی ہیں، ادھر سیالکوٹ اور شیخوپورہ کے اضلاع میں ۵۰۰ کے قریب دیہات زیر آب آچکے ہیں، اور ضلع سیالکوٹ کے برساتی نالوں ڈیک اور بسنتر میں پھر سے طغیانی آگئی ہے، کئی مقامات پر آمد و رفت کے ذرائع معطل ہو چکے ہیں۔

کراچی ۱۴ اگست گذشتہ ہفتہ صدر سکندر مرزا شاہ کابل سے ملاقات کے لئے افغانستان تشریف لے گئے تھے افغانستان سے واپسی پر دو روز لاہور میں قیام کرنے کے بعد آج صبح کراچی پہنچ گئے۔ وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ ترجمان نے کہا ہے کہ صدر کے دورۂ کابل سے افغانستان اور پاکستان میں دوستی کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔

نئی دہلی ۱۴ اگست۔ سری نگر پولیٹیکل کانفرنس کی ہائی پاور سٹیرنگ کمیٹی کے رکن خواجہ غلام محی الدین کو کشمیری پولیس نے حال ہی میں پکڑ کر خط متارکہ کی دوسری جانب پھینک دیا۔ ان کے بھائی مسٹر عبد العزیز بھی گذشتہ دنوں اسی طرح جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔

قاہرہ ۱۴ اگست وزیر خارجہ پاکستان چوہدری حمید الحق نے آج یہاں مصر کے صدر کرنل ناصر سے بات چیت کی اس موقعہ پر مصری وزیر خارجہ مسٹر محمود فوزی اور پاکستان کے سفیر مسٹر تفضل علی بھی موجود تھے۔ وزیر خارجہ کرنل ناصر کی دعوت پر قاہرہ آئے ہیں وہ سویز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جا رہے ہیں۔

شام، لبنان، عراق، عمان اور اردن کی حکومتوں نے آج (۱۴ اگست) اپنے اپنے ملکوں میں مصر کی حمایت میں مظاہرے کرنے اور ۱۶ اگست کے دن عام ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا ہے یہ ہڑتال ٹھیک اسی دن ہوگی جس دن لندن میں ۲۲ ملکوں کی سویز کانفرنس شروع ہوگی۔

لاہور۔ عوامی لیگ کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے یہاں کی متعدد سیاسی، تجارتی اور معاشرتی انجمنوں نے ۱۶ اگست کو عام ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

پیغام صلح مورخہ ۱۵ اگست ۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۱

تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون مرکلر روڈ لاہور میں باہتمام ... دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔　　ایڈیٹر۔ دوست محمد

فتنۂ منافقین کی جڑ کہاں ہے

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بدظنی کرنے والے کو یہ سرزنش ملتا ہے۔ ان الظن اکذب الحدیث اور اللہ جلشانہٗ نے فرمایا۔ اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم وہاں سے اثم کا خطاب ملتا ہے بدظنی سے پھر غیبت نصیب ہوتی ہے اور اس کے متعلق فرمایا لا یغتب بعضکم بعضاً پس مخلصوں پر بدظنی کرتے ہو اور میرا دل دکھاتے ہو خدا سے ڈرو۔ تمہارے لئے میں دعائیں کرتا ہوں ان سے محروم نہ ہو، اگر مان لیا ہے تو شکر کرو۔ نہیں تو صبر کی دوا موجود ہے ......"

"اگر کہو کہ لاہور کے لوگ خلافت میں روک ہیں تو میرے مخلص دوستوں پر بدظنی ہوتی ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ جو کسی شخص پر بدظنی کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اس میں مبتلا نہ ہو .... پس میری بات کو یاد رکھو اور بدظنی چھوڑ دو۔ تفرقہ نہ کرو۔ حضرت صاحب نے جو فیصلہ جس امر میں کر دیا ہے، اس کے خلاف نہ کہو۔ نہ کرو۔ ورنہ احمدی نہ ہوگے۔ یہ خیال چھوڑ دو کہ لاہور کے لوگ خلافت کے امر میں روک ہیں۔ اگر ایسا نہ کروگے تو پھر خدا مسیلمہ کا سا معاملہ کرے گا۔"

(اخبار بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

سن لیا آپ نے یہ حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وہ بیان ہے جس میں صاف اور صریح لفظوں میں بتا دیا گیا ہے کہ انکے امر خلافت میں روک پیدا کرنے والے کون لوگ ہیں اور ان کا لاہور والوں کو بدنام کرنا، ان پر الزام دینا کس قدر ناحق کوشی سے کام لینا ہے یہاں تک کہ آخر میں آپ نے یہ بھی کہدیا کہ ایسے لوگوں سے "خدا مسیلمہ کا سا معاملہ" یہیں تک نہیں بلکہ یہ فتنہ جب زیادہ زور پکڑ گیا اور یہ لوگ حضرت مولانا کو دکھ دینے اور ایذا رسانی سے باز نہ آئے تو انہوں نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے نام خط لکھتے ہوئے یہ فقرہ بھی لکھا

"نواب۔ میر ناصر۔ محمود نالائق بے وجہ جوش لے ہیں ہیں۔ بلا اتنک لگی ہے یا اللہ نجات دے ......" (نور الدین ۱۳ مئی ۱۹۱۲ء)

فرمائیے کیا اب بھی کسی وضاحت کی ضرورت ہے، کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ فتنۂ منافقین کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا موجودہ

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۴ محرم ۱۳۷۶ھ ۔ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۶ئہ | نمبر ۳۲

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر و بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقاید اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے ۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقوے ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا ۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں ۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں ۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں ۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے ، اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ۔ اور اسی پر مریں ۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتب جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ، ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ، ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان و زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے ، قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں ۔ الا ان لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین والمفترین ۔

(ایام الصلح)

مسلمانوں کی ترقی مغرب کی پیروی سے نہیں بلکہ قرآن سے وابستہ ہے

ایمانی قوت کی ترقی سے خدا نظر آسکتا ہے

حضرت مسیح موعود کے ارشادات عالیہ

اگر کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ خدا نہیں ہے ؟ تو یہ بڑی بے ہودہ بات ہے ۔ اور اس سے بڑھکر کوئی نادانی اور بے وقوفی نہیں ہے جو خدا کا انکار کیا جاوے ۔ دنیا میں دو گواہوں کے کہنے سے عدالت ڈگری دے دیتی ہے ۔ چند گواہوں کے بیان پر جان جیسی عزیز چیز کیخلاف عدالت فتویٰ دے دیتی ہے ۔ اور پھانسی پر لٹکا دیتی ہے ۔ حالانکہ شہادتوں میں جعل اور سازش کا اندیشہ ہی نہیں یقین ہوتا ہے لیکن خدا کے متعلق ہزاروں ، لاکھوں ، انسانوں نے جو اپنی قوم میں اور ملک میں مسلم راستبازانہ نیک چلن تھے شہادت دی ہو اس کو کافی نہ سمجھا جاوے اس سے بڑھکر حماقت اور ہٹ دھرمی کیا ہوگی کہ لاکھوں مقدسوں کی شہادت موجود ہے اور پھر انہوں نے اپنی عملی حالت سے بتا دیا ہے ۔ اور خون دل سے یہ شہادت لکھ دی ہے کہ خدا ہے اور ضرور ہے ۔ اس پر بھی اگر کوئی انکار کرتا ہے تو وہ بے وقوف ہے اور پھر عجیب تو یہ بات ہے کہ کسی معاملہ میں رائے دینے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا علم ہو ۔ جس شخص کو علم ہی نہیں وہ رائے دینے کا کوئی حق ہی نہیں رکھتا ۔ رائے زنی کرے تو کیا وہ احمق اور بیوقوف نہ کہلائے گا ضرور کہلائے گا ۔ بلکہ دوسرے دانشمند اس کو شرمندہ کریں گے کہ احمق جبکہ تجھے کچھ واقفیت ہی نہیں تو پھر تو رائے کس طرح دیتا ہے اس طرح پر جو خدا کی نسبت کہتے ہیں کہ نہیں ہے ان کا کیا حق ہے کہ وہ رائے دیں جبکہ الہیات کا علم ہی ان کو نہیں ہے ۔ اور انہوں نے کبھی مجاہدہ ہی نہیں کیا ہے ۔ ہاں ان کو یہ کہنے کا حق ہو سکتا تھا ۔ اگر وہ ایک خدا پرست کے کہنے کے موافق تلاش حق میں قدم اٹھاتے اور خدا کو ڈھونڈتے ۔ پھر اگر ان کو خدا نہ ملتا تو بے شک کہدیتے کہ خدا نہیں ہے ، لیکن جبکہ انہوں نے کوئی کوشش اور مجاہدہ نہیں کیا تو ان کو انکار کرنے کا حق نہیں ہے ۔ غرض خدا کا وجود ہے اور وہ ایک ایسی شے ہے کہ جس قدر اس پر ایمان بڑھتا جاوے ۔ اسی قدر قوت ملتی جاتی ہے ، اور وہ نہاں در نہاں ہستی نظر آنے لگتی ہے ۔ یہاں تک کہ کھلے کھلے طور پر اس کو دیکھ لیتا ہے ۔ اور پھر یہ قوت دن بدن زیادہ ہوتی جاتی ہے ۔ یہی ایک بات ہے جس کی تلاش دنیا کو ہونی چاہیئے ۔ مگر آج دنیا میں قوتیں نہیں رہیں اسلام جو یہ ایمانی قوت لے کر آیا تھا ، بہت ضعیف ہو گیا ہے اور عام طور پر مسلمانوں سے ایمانی بات کہو

عُلماء اور ان کے مختلف نظریئے

شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی

اکمالِ دین کے بعد مجدّدین کا سلسلہ

جب اکمال دین اور اتمام نعمت ہو چکی تو انبیاء اور رسولوں کی بعثت کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا کیونکہ جب وہ غرض ہی پوری ہو چکی جس کے لئے نبی اور رسول آیا کرتے تھے تو اب اُن کی بعثت تحصیل حاصل تھی۔ البتہ دین کی حفاظت اور نصرت کی۔ ..... دنیا کے اختتام تک ضرورت ہے اس لئے انبیاء رسل کے بجائے مجدّد اور محدث رکھدیئے گئے جیسا کہ معتبر احادیث میں یہ ذکر بہ تصریح درج ہے۔ چنانچہ شروع اسلام سے آج تک یہ سلسلہ برابر جاری ہے

بہاء اللہ کا نظریہ

اس زمانہ میں جہاں اور بے شمار فتنوں کا ظہور ہوا وہاں اس صداقت کو بھی مشتبہ بنانے کے لئے عجیب عجیب کوششیں ہو رہی ہیں۔ ایران میں بہاء اللہ اور اس کی جماعت کا خیال ہے کہ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ مگر نبوّت ابتدائی زمانوں کے لئے تھی جبکہ عقل ہنوز بلوغت تک نہ پہنچی تھی۔ اور جہالت کا دَور دورہ تھا۔ اب جبکہ علم و عقل انتہا تک پہنچ رہے ہیں اس لئے اب نبوت کا کام نہیں بلکہ اب مظہریت کا دَور ہے اور نبوّت کے بجائے خدائی طاقت نے اصلاح دنیا کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

قادیانیوں کا عقیدہ

اس سے ملتا جلتا عقیدہ ہمارے قادیانی دوستوں کا ہے ان کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلعم بے شک خاتم النبیین ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ نبوّت بند ہو چکی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے انبیاء کو براہِ راست خدا بناتا تھا۔ مگر اب آنحضرت صلعم کی متابعت سے نبی بنا کریں گے۔

مودودی صاحب کی اختراع

ایک نظریہ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا اختراع کردہ ہے وہ اس طرح پر ہے کہ بعثت مجدّدین کا عقیدہ تو صحیح ہے مگر یہ بات صحیح نہیں کہ مجدّد وحی یا الہام سے مبعوث کیا جاتا ہے بلکہ لوگ اس کے کاموں کو دیکھکر اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں ان کا فرمانا ہے کہ اس کو خود بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ مجدّد ہے اور گو حدیث کے الفاظ ہیں کہ:۔

"ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ"

کہ خدا اس کو مبعوث کرتا ہے مگر ان کا خیال ہے کہ وہ لوگوں کے وہ ڈھنڈورے پیٹنے مجدّد کہلاتا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مودودی صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد امت میں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے قائل نہیں گویا اس کا یہ مطلب ہے کہ انسان کا اب خدا سے کوئی واسطہ نہیں اب دین کی باگ بندوں کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہیں کریں۔ مودودی صاحب کا یہ خیال ہے کہ مجدّد کے لئے دعوےٰ کرنا ضروری نہیں۔ معلوم نہیں اس میں کیا مصلحت ہے کہ جب ان نفوس قدسیہ کو خدا مبعوث کرے تو وہ اپنے عہدے کا اظہار کیوں نہ کریں

مجدّدین کے نقص اور کمزوریاں

ان دو باتوں کے علاوہ تیسری بات یہ ہے کہ جس طرح عیسائی نبیوں کی نبوت تسلیم کرنے کے باوجود پھر اُن میں نقص اور عیب مانتے ہیں اسی طرح مودودی صاحب بھی مجدّدین کو مجدّد تسلیم کرتے ہوئے پھر ان میں لغزشیں اور کمزوریاں مانتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں ہم ان کے کچھ حوالے پیش کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق

"تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدّد کامل نہیں ہوا ہے قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدّد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبہ میں ہی کام کیا مجدد کامل کا کام ابھی تک خالی ہے۔" (تجدید و احیائے دین صفحہ ۴۲)

حضرت امام غزالی کے متعلق

"امام غزالی کے تجدیدی کام میں علمی اور فکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے۔ وہ تین عنوان پر تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک قسم ان نقائص کی ہے جو حدیث کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے اُن کے کام میں پیدا ہوئے، دوسری قسم اُن نقائص کی ہے جو اُن کے ذہن میں عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے۔ اور تیسری قسم اُن نقائص کی جو تصوّف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہو جانے کی وجہ سے تھے۔" (〃 〃 صفحہ ۵۸-۵۹)

حضرت امام ابن تیمیہ کے متعلق

"یہ واقعہ ہے کہ وہ بھی کوئی سیاسی تحریک نہ اٹھا سکے جس سے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہوتا اور اقتدار کی کنجیاں جاہلیت کے قبضہ سے نکل کر اسلام کے ہاتھ آجاتیں"۔ (تجدید و احیائے دین صفحہ ۶۲)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق

"اگرچہ شاہ صاحب تفہیمات الٰہیہ میں ایک جگہ اشارہ کرتے ہیں کہ اگر موقعہ اور محل کا اقتضا ہوتا تو میں جنگ کرکے عملاً اصلاح کرنے کی قابلیت رکھتا تھا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اس قسم کا کوئی کام نہیں کیا۔ بلکہ اپنے خیالات کی دنیا میں ان کا انہماک اتنا بڑھا ہوا تھا۔ کہ خود ان کے اپنے گھر اور ان کے قریبی حلقہ میں بیت سے غیر اسلامی طریقے رائج تھے۔ اور وہ ان کی اصلاح کرنے سے معذور رہے مثلاً السلام علیکم کا رواج اسکے گھر میں نہ تھا۔ ذبیح الدین آداب بجا لاتا ہے۔ عبدالقادر تسلیم عرض کرتا ہے سلام مسنون کی بجائے اس قسم کے فقرے بولے جاتے تھے۔ شاہ صاحب کی بیٹی اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی صاحبزادی جوان بیٹھی ہوئی تھی اور نکاح ثانی میں اس لئے تامل تھا کہ ہندوانہ جاہلیت اسے معیوب سمجھتی ہے۔ بی بی کی صحنک اور اس کی نیاز دل کا سلسلہ خود اس خاندان کی خواتین میں جاری تھا"۔

(تجدید و احیائے دین صفحہ ۷۱-۷۰)

حضرت مجدّد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق

"پہلی چیز جو مجھکو حضرت مجدّد الف ثانی کے وقت سے شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے خلفاء کے تجدیدی کام میں کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کرنے کی ضرورت تھی .... مسلمانوں کے اس مرض سے نہ حضرت مجدّد صاحب ناواقف تھے اور نہ حضرت شاہ صاحب، دونوں کے کلام میں اس پر تنقید موجود ہے۔ مگر غالباً اس مرض کی شدت کا انہیں پورا اندازہ نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماروں کو وہی غذا دے دی جو اس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر پُرانے مرض سے متاثر ہوتا چلا گیا"۔

(〃 〃 صفحہ ۹۱-۹۲)

حضرت سیّد احمد صاحب بریلوی کے متعلق

"دوسری چیز جو مجھے تنقیدی مطالعہ میں محسوس ہوئی وہ یہ ہے کہ سیّد صاحب شہید نے جس علاقہ میں جاکر جہاد کیا اور جہاں اسلامی حکومت قائم کی اس علاقہ کو اچھی طرح سے تیار نہیں کیا۔"

(تجدید و احیائے دین صفحہ ۹۳)

حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے بارے میں

"حیرت تو یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ میں انگریز بنگال پر چھا گیا اور الٰہ آباد تک ان کا اقتدار پہنچ چکا تھا۔ مگر انہوں نے اس نئی آنے والی طاقت کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں تو دلی کا بادشاہ انگریزوں کا پنشنخوار تھا اور قریب سارے ہندوستان پر انگریزوں کے پنجے جم چکے تھے مگر ان کے ذہن میں بھی یہ خیال پیدا نہ ہوا۔ کہ آخر کیا چیز ان کو اس طرف بڑھا رہی ہے۔ اور اس نئی طاقت

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۲ راگست ۱۹۵۶ء

دو ٹوک فیصلہ

"دو ٹوک فیصلہ کا آسان طریق" کے عنوان سے "الفضل" نے پے در پے تین اشاعتوں میں لمبی لمبی اقساط لکھی ہیں جن میں سے اپنے مخصوص طرز پر "پیغام صلح" کو موردِ الزام ٹھیرایا ہے کہ اس نے خلیفہ صاحب کو گالیاں دی ہیں، ہم اس کا کیا جواب دیں اگر واقعات کا نام گالی ہے تو ہم مجبور ہیں کہ ایسے واقعات آپ کے سامنے رکھیں جو اگرچہ آپ کو بُرے معلوم ہوں لیکن بہت سی حق پسند طبائع کی آنکھیں کھولنے کا موجب ہیں، ہم اس سے بھی پرہیز کرتے اگر یہ گروہ کے فتنۂ منافقین سے ہمیں ملوث نہ کیا جاتا اور حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایسے ناشائستہ الفاظ زبان پر نہ لائے جاتے جو خلیفہ صاحب نے اپنے خطبات اور تحریرات میں استعمال کئے ہیں، اور جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق یہ لکھکر اپنے دلی بُغض کا اظہار کیا ہے کہ:۔

"حضرت خلیفہ اوّل کو گالیاں دینے والے انکی اولاد کے دوست ہیں پس وہ حملہ کریں ہم اس کا خوش آمدید کریں گے **وہ صرف اپنا گند ظاہر کرنے کا ایک اور موقعہ ہم کو دیں گے اور کچھ نہیں** آخر دُنیا اس بات سے ناواقف نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے جن کے ذریعہ سے یہ جماعت بنی ہے یہ وصیت کی تھی کہ ایک خاص شخص اُن کے جنازہ میں شامل نہ ہو .... ہمارے پاس وہ سامان موجود ہے جس سے انشاءاللہ **ان کے پول کھل جائیں گے**" (الفضل یکم اگست ۱۹۵۶ء)

کیا یہ فقرات کسی ایسے شخص کے قلم سے نکل سکتے ہیں جو خدا رسیدہ اور ایک جماعت کا روحانی۔۔رہبر اور پیشوا ہو اور "خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" اور "مصلح موعود" ہونے کا دعویدار ہو؟ "الفضل" خود دیکھ لے کہ یہ گالیاں ہیں یا نہیں؟ "پیغام صلح" نے اگر اس کے جواب میں یہ لکھا کہ خلیفہ صاحب نے خواہ مخواہ چھیڑ خانی پر ہمیں مجبور کیا ہے اور اصل اور صحیح واقعات ان کے سامنے رکھے تو اب واویلا کیوں کیا جاتا ہے اور حقائق کو گالیوں کے نام سے ..... کیوں موسوم کیا جاتا ہے۔

"الفضل" نے ان تین اقساط میں کسی گمنام ٹریکٹ "اظہار الحق" سے بعض عبارتیں نقل کرکے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ بزرگان لاہور نے حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں انہیں بُرا بھلا کہا اور ان کی خلافت پر نکتہ چینی کی، ہم ایڈیٹر "الفضل" کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ ٹریکٹ بھی میاں صاحب کی پیدا کردہ جماعت انصاراللہ کے کارناموں کا ایک حصہ ہے خود ہی ٹریکٹ لکھ کر ایک گمنام شخص کی طرف سے اسی طرز پر نکلوانا کہ وہ اصحاب لاہور کی طرف سے معلوم ہو، اور پھر خود ہی اس کا جواب انصاراللہ کی طرف سے شائع کرنا یہ وہ سیاسی چالیں ہیں، جو حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بزرگان جماعت لاہور کو بدنام کرنے کے لئے عموماً اختیار کی جاتی تھیں، انہی چالوں سے تنگ آکر حضرت مولنا ..... مرحوم کو آخرکار کھلے الفاظ میں یہ کہنا پڑا کہ:۔

"لاہور کے لوگ مخلص ہیں حضرت صاحب سے انہیں محبت ہے ..... اگر کہو کہ لاہور کے لوگ خلافت میں روک ہیں تو میرے **مخلص دوستوں** پر بدظنی ہوتی ہے، اسے چھوڑ دو جو کسی شخص پر بدظنی کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اس میں مبتلا نہ ہو .... یہ خیال چھوڑ دو کہ لاہور کے لوگ خلافت کے امر میں روک ہیں اگر ایسا نہ کروگے تو پھر خدا مسیلمہ کا سا معاملہ کرے گا"

(اخبار بدر ۴-۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء)

اور پھر جب یہ فتنہ حد سے بڑھ گیا تو حضرت مولانا کے قلم سے یہ الفاظ بھی مجبوراً نکل گئے:۔

"نواب، میر ناصر، محمود نالائق بے وجہ جوشیلے ہیں یہ بلا اب تک لگی ہے یا اللہ نجات دے آمین ......" (نورالدین ۱۳ر مئی ۱۹۱۳ء)

اب غور کریجئے اگر بزرگان جماعت لاہور حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت میں روک ہوتے اور "اظہار الحق" جیسا گندہ ٹریکٹ اُن کی طرف سے شائع ہوتا تو حضرت مولنا انہیں اپنے مخلص دوست کس طرح قرار دے سکتے تھے اور ان پر الزام لگانے والوں کو ایسی سختی سے کس طرح ڈانٹ سکتے اور میاں صاحب اور اُن کے خاندان کے لوگوں کے متعلق ایسا فقرہ کس طرح لکھ سکتے تھے، وہ دیکھ رہے تھے کہ ایسی ایسی خطرناک سیاسی چالیں اُن کی طرف سے چلی جارہی ہیں جو جماعت میں بہت بڑا فتنہ برپا کرنے کا موجب ہیں، انہی چالوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بزرگانِ لاہور کو جماعت سے خارج کرانے کے لئے میاں صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور حضرت مولانا سے یہ بھی استدعا کی کہ:۔

"خواہ کسی رنگ میں ہو اب اس بات کا فیصلہ ہوجانا چاہئے کیونکہ ابتلا تو ضرور آنا ہی ہے بہتر ہے کہ اس کا بیج نکالا جائے نہ کہ جب درخت بن جائے"

(خاکسار محمود)

اس خط میں میاں صاحب نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے کھلے طور پر حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم اور ان کے ساتھ "تیس یا اکتیس" اور اشخاص کو جماعت سے خارج کرنے کی استدعا کی... لیکن حضرت مولنا ان فقروں میں نہ آئے، نہ اُن پر میاں صاحب کی خوابوں کا اثر ہوا، وہ واقعات کو دیکھ رہے تھے اپنے "مخلص دوستوں" کو پہچان رہے تھے، وہ جانتے تھے کہ "نالائق اور بے وجہ جوشیلے" کون ہیں، یہ ہیں اصل واقعات اگر میاں روشن دین تنویر کو اللہ تعالیٰ نورِ بصیرت کی روشنی عطا کرے تو وہ ان واقعات کو پیش نظر رکھکر دو ٹوک فیصلہ کریں کہ کون امر خلافت میں روک تھا، کون فتنہ برپا کر رہا تھا، اور فتنۂ منافقین کے بیج کون بو رہا تھا،

جس "دو ٹوک فیصلہ" کی الفضل نے ہمیں دعوت دی ہے وہ بھی سُن لیجئے اس کا سوال ہے جس کو اپنی تین قسطوں میں اُس نے بار بار دوہرایا ہے کہ:۔

"خلیفۃ المسیح اوّل کو خلیفۃ المسیح مانتے ہیں یا نہیں"

اس کا جواب مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ ہم یقیناً حضرت مولنا نورالدین صاحبؓ کو خلیفۃ المسیح مانتے ہیں... اور انہیں فی الحقیقت خدا کا مقرر کردہ خلیفہ یقین کرتے ہیں، کیونکہ تمام جماعت نے بلا استثنا انہیں خلیفۃ المسیح تسلیم کیا اور اُن کے لئے کوئی ایسی ضرورت پیش نہ آئی کہ لوگوں سے رائیں لی جائیں یا دوڑ دھوپ، اِدھر اُدھر سے دستخط کرائے جاتے نہ ان کی خلافت کے بارہ میں کسی قسم کا اختلاف رائے پیدا ہوا جیسا کہ میاں صاحب کی خلافت کو پیش آیا اور انصاراللہ پارٹی کے لوگ دوڑ بھاگ کر لوگوں سے اُن کی خلافت کے لئے دستخط کرانے پھرے، یقیناً لوگوں کے دستخطوں سے بننے والا خلیفہ جس نے جماعت کو دو ٹکڑے کر دیا خدا کا مقرر کردہ خلیفہ نہیں ہو سکتا وہ لوگوں کا مقرر کردہ خلیفہ ہے، اور یقیناً حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ خلیفۃ المسیح ہیں اور خدا کے مقرر کردہ خلیفۃ المسیح ہیں، لیکن انہی معنوں میں جن کی تشریح خود حضرت مولنا نے ان الفاظ میں کی ہے:۔

"حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور اِدھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت **مجموعی خلیفۃ المسیح ہو تمہارا فیصلہ** قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر **ایک شخص کے** ہاتھ پر بیعت کرادی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہوگیا"

سُن لیا آپ نے؟ حضرت مولنا کے یہ الفاظ اخبار "بدر" مورخہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۰۹ء میں "الوصیت کی تعلیم" عنوان سے چھپے ہوئے موجود ہیں انہیں پڑھئے اور بار بار پڑھیے اور پھر غور کیجئے کہ کیا میاں محمود احمد صاحب کی خلافت اس "نکتۂ معرفت" کی مصداق ہے؟ اگر یہ اس کی مصداق نہیں ہو سکتی تو انہیں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ کہنا کہاں تک صحیح ہو سکتا

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

احمدی نوجوانوں کا پندرہ روزہ اجتماع

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقامی نوجوانوں کا پندرہ روزہ اجتماع ۱۱ اگست بوقت پانچ بجے محترم پروفیسر سعد اختر صاحب کی زیر صدارت جامع مسجد احمدیہ (واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور) میں منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ جلسہ کا افتتاح حافظ قاری یوسف خان صاحب نے کلام الٰہی کی قرأت سے کیا۔ بعد ازاں عزیز ظفر اقبال نے قرآن مجید کی مدح میں ایک نعت حضرت امام الزمان کے منظوم کلام سے پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد صاحب صدر کے ارشاد پر راقم الحروف نے گزشتہ اجتماع کی رپورٹ مختصراً حاضرین کے سامنے پڑھی اور اس کے ختم ہو جانے پر خاکسار نے ایک مقالہ نوجوانوں کے سامنے پڑھا۔ اس مقالہ میں ...... پرویز صاحب کے طرز فکر پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ پرویز صاحب کا قرآن کریم پر غور و فکر کرنے کا مرکزی نقطہ معاشی مسئلہ ہے اور پرویز صاحب جیسا کہ ان کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کارل مارکس کے معاشی فلسفہ سے اس قدر متاثر نظر آتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی ہر آیت کو اسی رنگ میں ڈھالتے چلے جاتے ہیں، گویا ان کے نزدیک قرآن کریم روس کے معاشی نظام ہی کی تائید میں نازل ہوتا ہے۔ پرویز صاحب اس سلسلہ میں یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ قوم کی اخلاقی حالت اس وقت تک سدھر نہیں سکتی جب تک قوم کا معاشی نظام بہتر نہ ہو۔ اور وہ معاشی نظام بھی ایسا جس میں "رزق کے سرچشمے (Means of Production) نظام کی تحویل میں ہوں گے نہ کہ افراد کے قبضہ میں"

ازاں بعد محترم محمد حسین صاحب متعلم نے تقریر کی اور بتایا کہ کس طرح لوگ ماموریں کی مخالفت کر کے آہستہ آہستہ اپنے ایمان کو ضائع کر لیتے ہیں، بعد میں محترم رحمت خان صاحب نے تقریر کی اور کہا کہ نوجوانوں کو اپنے عملی نمونہ کو بہتر بنانے اور یوں اپنے اندر ایک امتیاز پیدا کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے، نیز کہا کہ آؤ آج حضرت امام زمان کی دس شرائط بیعت میں سے پنجگانہ نماز کو باقاعدہ ادا کرنے کی ایک شرط کو عملی جامہ پہنانے کا عزم کر لیں۔

اس تقریر کے ختم ہونے پر محترم فاضل رمضان صاحب نے اپنے پھوپھا محترم حاجی سلطان صاحب کا ایک پیغام نوجوانوں کو سنایا۔ حاجی صاحب نے اپنے پیغام میں کہا کہ مجھے مرکز میں نوجوانوں کے اجتماع میں شامل ہونے اور ان کے خیالات سننے کی بڑی خواہش تھی لیکن افسوس کہ پاؤں میں تکلیف کے بڑھ جانے کے باعث میں اجتماع میں شریک نہ ہو سکا۔ اس پر تمام حاضرین نے حاجی صاحب موصوف کی صحت یابی کے لئے دعا کی۔ (حاجی صاحب موصوف ڈیچ کاٹنا سے فریضہ حج ادا کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اب حج سے فارغ ہو کر واپسی پر مرکز میں بزرگوں سے ملاقات کرنے کے لئے لاہور تشریف فرما ہیں)

آخر میں محترم سعد اختر صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور تجویز پیش کی کہ بیرونی ممالک سے جو وفود وقتاً فوقتاً پاکستان آتے رہتے ہیں ان کو بھی خاص انتظامات کر کے اپنے ان اجتماعات میں دعوت دینی چاہیئے اور ان کے ملکی حالات کا علم حاصل کرنا چاہیئے۔ وقت کافی گذر چکا تھا۔ اس لئے دعا کی گئی اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

محمد یحییٰ بٹ کنوینر

مقالہ ——— (بقیہ صفحہ ۳)

(بقیہ صفحہ ۳)

ہے خدا کا مقرر کردہ خلیفہ" فی الحقیقت حضرت مسیح موعودؑ تھے جو منہاج نبوت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بن کر آئے، آپ کے بعد خلافت اس انجمن کی ہے جو آپ نے اپنی زندگی میں بنائی اور "الوصیت" میں اسے "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" قرار دیا، وہ انجمن اب لاہور میں ہے، جو بقول حضرت مولانا نورالدین "بہ حیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح بن کر خدا کے مامور کی جانشینی کا حق ادا کر رہی ہے" یہ ہے "دو ٹوک فیصلہ" کیا اس کے بعد بھی "الفضل" کو کسی اور فیصلہ کی ضرورت ہے؟

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب کی روانگی

اسی اشاعت میں دوسری جگہ سیکرٹری صاحب کی طرف سے مولانا محمد یعقوب خان صاحب کے عزم انگلستان کا اعلان کیا گیا ہے، خانصاحب مکرم کی روانگی میں ابھی کچھ دن لگیں گے کیونکہ پاسپورٹ حاصل کرنا اور دیگر ضروریات کی بہم رسانی کافی وقت چاہتی ہے، اس اثنا میں مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب جو پہلے سے ووکنگ مشن میں بطور اسسٹنٹ امام کام کرنے کے لئے مقرر ہو چکے ہیں، امید ہے دو تین روز تک انگلستان روانہ ہو جائیں گے۔ بٹ صاحب مولوی فاضل اور بی اے ہونے کے علاوہ مذہبی و دینی علوم اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے کافی واقفیت رکھتے ہیں اور سب سے بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ آپ نہایت نیک پارسا اور متقی نوجوان ہیں، لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ کی غیر حاضری میں قرآن کریم کا درس نہایت مؤثر اور عالمانہ انداز میں دیتے رہے ہیں، اس نوجوانی کے عالم میں ان کا خدمت دین کے لئے انگلستان جانا بہت بڑی ذمہ داری کو اپنے سر پر لینا ہے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس ذمہ داری کو حسن و خوبی نبھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے نیک نمونہ اور علم سے اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں نمایاں کامیابی حاصل ہو۔

مولانا یعقوب خان صاحب کا عزم انگلستان

احباب کرام یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے مکرم و محترم بزرگ مولانا محمد یعقوب خان صاحب (صدر انجمن) انجمن کی درخواست پر ووکنگ مسلم مشن کا کام سنبھالنے کے لئے انگلستان تشریف لے جا رہے ہیں، خانصاحب ممدوح کا یہ عزم اس پیرانہ سالی میں بہت بڑی ستائش کا مستحق ہے، آپ پچھلے دنوں دل کے عارضہ کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ تک صاحب فراش رہے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ اب آپ کی صحت بحال ہو چکی ہے جس کا نذرانہ آپ نے یہ پیش کیا ہے کہ سات سمندر پار تبلیغ حق کے لئے نکل جائیں۔ خانصاحب مکرم اپنی قابلیت اور علم و فضل کے لحاظ سے بہت بڑی شہرت کے مالک ہیں مذہبی اور سیاسی امور پر آپ کی بالغ نظری مسلمہ حیثیت رکھتی ہے، جن دنوں آپ اخبار "لائٹ" کو ایڈٹ کرتے تھے قائد اعظم مرحوم اسے شوق سے مطالعہ کرتے اور اس کے مشوروں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ کئی سال آپ روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ کے ایڈیٹر رہے، اس قابلیت کے انسان کا ووکنگ مسلم مشن کے کام کو سنبھالنا مشن کے استحکام اور انگلستان میں اشاعت اسلام کی زیادہ سے زیادہ توسیع کا موجب ہوگا۔ آپ پہلے بھی ایک مرتبہ انگلستان ہو آئے ہیں امید ہے کہ یہ سفر پہلے سے زیادہ مفید ثابت ہوگا، دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس قربانی کو جو بعض ناموافق خانگی حالات کے باوجود آپ نے دینے کا عزم کیا ہے قبول فرمائے اور آپ کے ذریعہ سے مغربی ممالک میں اسلام کا سورج پوری تابانی کے ساتھ طلوع ہو،

عنایت علی خاں
سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

شکریہ تعزیت

"میرے والد قبلہ جناب چوہدری فضل احمد ایم بی ای کی وفات پر جن بزرگوں، عزیزوں اور دوستوں کے خطوط و پیغامات ہمدردی موصول ہوئے ہیں ان کا فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے ان تمام اصحاب کی ہمدردی کا بہت بہت شکریہ" والسلام

مبارک احمد چوہدری۔ دار الفضل۔ رحمت پورہ۔ اوکاڑہ

درخواست دعا

موضع گگہ ور ضلع پشاور کے احمدی احباب کو اس وقت کچھ مشکلات درپیش ہیں۔ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ اور جماعت کے تمام احباب سے دعا کی درخواست عرض کرتے ہیں۔ حضرت امیر قوم سے گذارش ہے کہ اپنی خاص دعاؤں میں یاد فرما دیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان مصائب سے نجات دلائے۔ آمین

خیر اندیش۔ عبدالحکیم خاں۔

مصائب اور ابتلاؤں میں خدا کی طرف رجوع جنت کی کلید ہے

احمدیت گالیاں کھانے اور خدا کے رستہ میں قربانی دینے کیلئے ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۵۶ء فرمودہ مولانا محمد یعقوب خان صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ( )

تقوے کا حق

اس آیہ کریمہ میں مسلمان سے تقاضا کیا گیا ہے کہ جیسا خدا تعالیٰ سے تقوے کا حق ہے ویسا تقوے اختیار کرو، آگے بتایا ہے کہ وہ حق کیا ہے اور کس وقت ادا ہوتا ہے، کس وقت وہ حق پورا ہوتا ہے اور کس وقت نہیں پورا ہوتا فرمایا وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اگر تم پر موت بھی آئے تو تم کو مسلمان ہی پائے۔ اسی لئے مرتے وقت مسلمان کلمہ پر زور دیتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ جس نے مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا وہ جنتی ہو گیا، لیکن غور کیا جائے تو اس کی حقیقت اس سے کچھ بڑھکر ہے، مرتے وقت کلمہ پڑھ لینے سے تقوے کا پورا حق ادا نہیں ہوتا، مسلم بننے کے لئے مرتے وقت کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں، مسلم کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو سو فیصدی اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار بندہ ثابت کرے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی لئے اللہ تعالےٰ نے اتنی بڑی عظمت دی ہے، کہ ان کا قلب سو فیصدی اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار تھا، بڑے بڑے ابتلاء اُن پر آئے لیکن انہوں نے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری سے کبھی منہ نہ موڑا اس وقت بھی جب نمرود نے ان کو آگ میں ڈالا ان کا قلب مسلم تھا، اسی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے اِذْ قَالَ لَہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

عرفان کا مقام

موت سب سے کٹھن اور مشکل مرحلہ ہے جہاں بڑے بڑے انسان ڈگمگا جاتے ہیں، لیکن ذرا قرآن کی تعلیم کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ کیا چاہتا ہے اس کا منشا ہے کہ ایسے مشکل مرحلہ پر بھی مسلمان کا دل نالاں نہ ہو بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو، خوش ہو، وہ کوئی چیز دیتا ہے تو بھی ٹھیک اور کچھ لیتا ہے تو بھی ٹھیک، یہ وہ عرفان کا مقام ہے جہاں قرآن لے جانا چاہتا ہے ہمارے قومی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

جنت کیا ہے؟

اسلام انسان کو وہ صحیح رستہ بتاتا ہے جس پر چل کر اسی دنیا میں اس کی زندگی اس حقیقی راحت میں بدل جاتی ہے جس کا نام جنت ہے، ایک جنت تو وہ ہے جو دوسری زندگی میں ملے گی لیکن تیرہ ادھار کے بجائے نو نقد ملنا زیادہ بہتر ہے وہ دوسری زندگی کی جنت تو ہے ہی، مولوی صاحبان تو اسی تصور میں خوش ہوئے بیٹھے ہیں، کہ وہاں حوریں ہیں، شہد کی نہریں ہیں، شراب ہے، انہی باتوں کا خیال کر کے مولوی لوگ چٹخارے لیتے رہتے ہیں، یہاں خواہ غلاظت کی زندگی بسر کریں، لیکن جنت کی حوروں اور شہد کی امید لئے بیٹھے ہیں، مگر بات سچی یہ ہے کہ جو مذہب اس جہان میں جنت نہیں دے سکتا اس کا وعدہ حور ہو یا وعدہ فردا ہمارے لئے کسی مصرف کا نہیں، اگر اس زندگی میں کچھ دے سکے تو اس کا کچھ فائدہ بھی ہے ورنہ کچھ نہیں .... یوں تو ہر مذہب کہتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے لیکن صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اسی زندگی میں وہ رستہ بتا دیتا ہے جو جنت کی طرف لے جاتا ہے لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ جنت تو انسان کے دل کے اندر ہے اگر اس کا قلب مطمئن ہے، تو اگر نان شبینہ کا بھی محتاج ہو تو بھی وہ جنت میں ہے۔

اسلام میں جنت رشوت سے نہیں ملتی

میں نے کہا تھا کہ اسلام کا دوسرے مذاہب سے امتیاز یہی ہے کہ وہ عمل سے جنت پیدا کرتا ہے اور دوسرے مذاہب نے رشوت دی ہے کسی نے کہا کفارے سے نجات مل جائے گی، یا کسی پیر و مرشد کے ذریعہ سے جنت میں پہنچ جاؤ گے، جس کی پیٹھ پر چڑھ کر جنت میں جا سکیں نہ کسی پیر و مرشد کا سہارا ہمیں دیتا ہے ایسی جھوٹی رشوتیں اسلام نے نہیں دیں ہم اس کو جھوٹی رشوت کہتا ہوں کہ ایمان لے آؤ تو سب کچھ مل جائیگا ترے ایمان سے کچھ نہیں بنتا۔

جنت کا پاسپورٹ

اسلام نے جو رستہ بتایا ہے وہ حقائق دنیا سے ملتا ہوا رستہ ہے انسانی زندگی ابتلاؤں سے بھری ہوئی ہے اور ابتلا ہی انسان کے کیرکٹر کو بلند کرتے اور اسے خدا سے ملانے کا موجب ہیں یوم الابتلا یوم الاصطفا کے یہی معنے ہیں، کہ ابتلاء انسان کے اصطفاء کا موجب ہوتا ہے جو شخص چاہتا ہے کہ بہشت کے لئے آسان پاسپورٹ یا سستا ٹکٹ مل جائے وہ فریب خوردہ ہے، اسلام میں کوئی ایسا پاسپورٹ نہیں وہ عمل سکھاتا ہے، اور اسی سے بہشتی زندگی حاصل ہوتی ہے، بعض وقت قومی شاعر بڑے پتہ کی بات کہہ گئے ہیں ؎

ہے وہی تیرے زمانہ کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینہ میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

موجودہ زمانہ کے لیڈر اور کلمۂ حق

آپ نے دیکھا ہے احمدیہ تحریک ایک ہی تحریک ہے جس نے زندگی کو مشکل بنا دیا ہے نہ اس میں کوئی نعرے ہیں نہ تالیاں بجانے کا سامان ہے، آج بڑا لیڈر وہی ہے جس کے حق میں "زندہ باد" کے نعرے بلند ہوں، احمدی تمام عمر "مردہ باد" ہی کے نعرے سنتے رہے اور زندگی اُن کے لئے دشوار ترین بنا دی گئی، کہتے ہیں ایک حدیث ہے:-

اَفْضَلُ الْجِھَادِ کَلِمَۃُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

ایک ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے، لیکن آج تو جمہوریت کا زمانہ ہے، آج بادشاہت کی جگہ ایک اور سب سے بڑا سلطان جائر ہے، اور وہ ہیں عوام، اُن کے سامنے آج کلمۂ حق کہنے کی کس کو جرأت ہے کسی بڑے سے بڑے لیڈر کو دیکھ لیجئے چاہے وہ امام الہند ہو یا امیر شریعت ہو یا علامہ ہو یا الوالاعلیٰ، قوم کے سامنے کلمۂ حق کہنا اُن کے لئے دشوار ہے۔

مودودی صاحب پر رائے عامہ کا خوف

ہمارے ... محترم مفکرِ اسلام مولانا مودودی نے آج سے چند سال پہلے جو مطالبات حکومت کے سامنے پیش کئے اُن کی تعداد آٹھ تھی، لیکن جب دیکھا کہ عوام میں ان کی باتیں قابلِ پذیرائی نہیں ہو سکتیں جب تک "مرزائیت" کے خلاف آواز نہ اُٹھائی جائے، تو انہوں نے ایک نواں مطالبہ بھی شامل کر دیا جس میں "مرزائیت" کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ تھا، یہ ہے رائے عامہ کا خوف بہت سے مفسر ہیں کہ قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے جب حضرت عیسیٰؑ کی موت کا ذکر آ جائے، تو وہی رائے عامہ کا خوف اُن پر غالب آ جاتا ہے اور طرح طرح کی ایچا پیچیاں ڈال کر اصل حقیقت کو چھپا دیتے ہیں،

احمدی جہاد فی سبیل اللہ میں مرتا ہے

میں کہہ رہا تھا کہ احمدیہ تحریک ایسی ہے کہ ایک قاعدہ کلیہ ہو گیا ہے کہ اس کی مخالفت ہو، اس کی زندگی دشوار ہو، اس کا قدم مجاہدانہ ہو، جو شخص اس تحریک میں شامل ہوتا ہے وہ چاہے سست بھی ہو، لیکن جب رائے عامہ سے اسے مقابلہ پیش آ جائے، تو وہ کبھی حق بات کہتے ہوئے نہیں جھجکتا، وہ ایک مجاہدانہ زندگی بسر کرتا ہے اور اس ذیل میں آ جاتا ہے لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ الخ میں جانتا ہوں کہ جو لوگ شب و روز اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں مصروف ہیں،

جیسے مولانا آفتاب الدین احمد مرحوم اور ڈاکٹر محمد عبداللہ مرحوم اور ہر ایک احمدی جو اس جہاد میں شریک ہوتا ہے یہی مفہوم اس پر عائد ہوتا ہے۔

ملک فضل کریم صاحب مرحوم

ہمارے اسی قسم کے ایک دوست ملک فضل کریم صاحب راولپنڈی میں حال ہی میں فوت ہوئے ہیں وہ بڑے نڈر، بڑے بے باک اور صاف گو آدمی تھے، اس تحریک میں شامل ہونے کے بعد انہیں کئی ابتلا پیش آئے کئی مرتبہ دشمنوں کے سامنے انہیں حق بات کہنی پڑی، ہمیشہ انہوں نے نہایت صاف گوئی کے ساتھ حق بات کا اظہار کیا جیسے ہم میں سے ہر ایک میں کمزوریاں ہیں، ان میں بھی کمزوریاں تھیں، لیکن ایسے لوگ جو راستی پہ ہوں اس کے لئے دکھ اٹھاتے ہیں۔

حق کی راہ میں مرنے میں ہمارا فائدہ

تو قرآن کریم کی اس تعلیم وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے میں عمل کا نام نہیں لیتا فائدہ کا ذکر تا ہوں اس لئے کہ نہ خدا نہ رسول نہ قرآن کوئی ایسی پابندی لگاتا ہے جس میں ہمارا فائدہ نہ ہو اسی چیز کی پابندی وہ ہم سے کراتا ہے جس میں ہمارا اپنا فائدہ ہے مسلمان وہی ہے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے کہ حق کے راستہ میں تکلیفیں بھی آجائیں، موت بھی آجائے تو بھی شکایت نہ ہو،

امام حسینؓ کی قربانی اور حقیقت اسلام

حضرت امام حسینؓ کو کس قدر مقبولیت خدا نے بخشی ہے آج تیرہ سو سال بعد بھی ان کا نام بلند ہے اس کی وجہ کیا ہے موت سے بے خوفی، راہِ حق میں خوشی سے اپنی جان انہوں نے دے دی، جو شخص اس کو نہیں سمجھتا وہ اپنی نمازوں کو ضائع کرتا ہے، قرآن کریم نے اسی بات کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی ہے أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ۔ قرآن نے کوئی بات تشنہ نہیں چھوڑی، اس نے بتایا ہے کہ نرا ایمان یا کسی رسم کو پورا کر لینا اسلام نہیں ہے،

خسارے کا سودا

لیکن ہم نے احمدی بن کر تو گالیاں ہی کھائی ہیں یا کچھ بنا ہے؟ اگر کچھ بننا بنانا نہیں تو یہ تو بڑا خسارے کا سودا ہے، چندے بھی دیں، گالیاں بھی کھائیں اور ہماری زندگیوں میں کوئی امتیاز پیدا نہ ہو اس کا کیا فائدہ؟ وہ تحریکات جو ہر دلعزیز بننے کے لئے پیدا ہوئی تھیں، وہ تو مٹ گئیں اور جو باقی ہیں مٹ جائیں گی لیکن جس میں ٹیکس بھی لیا جاتا ہے دوسروں سے برا بھی کہلوایا جاتا ہے وہ نہ مٹ سکی۔ اور نہ انشاءاللہ مٹے گی۔

احمدیت کی غرض

ہاں ہمیں اس غرض کو اپنے اوپر وارد کرنا چاہیئے جس کے لئے یہ تحریک پیدا ہوئی، دشواریوں میں زندگی بسر کرو، یہاں تک کہ موت بھی آجائے، تو خوشی سے اسکو قبول کرو اور کسی قسم کی تکالیف آئیں مثلاً مالی نقصان ہو یا کسی کا بیٹا مر جائے تو اس حالت میں بھی ملال کا موجب نہ ہو۔

حضرت امامِ وقت کی طمانیت قلب

امامِ وقت کا وہ واقعہ آپ نے پڑھا ہوگا کہ اُن کا پیارا بیٹا مبارک احمد بیمار ہوا تو اس کی تیمارداری اور علاج معالجہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن جب وہ فوت ہو گیا تو یہی کہا ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

بیٹے کا چلا جانا بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے، انسان پاگل ہو جاتا ہے، لیکن آپ کے دل میں بالکل سکینت اور اطمینان تھا رضائے الٰہی پر آپ بالکل راضی اور خوش تھے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ مصنفین بڑے چڑچڑے ہوتے ہیں، ان کے پاس کوئی آجائے تو برہم ہو جاتے ہیں اپنی بیویوں سے لڑنا شروع کر دیتے ہیں، ہر وقت کسی خیال میں مستغرق رہتے ہیں اور اگر کوئی ان سے بات کرے تو ان کا سلسلہ خیال ٹوٹ جاتا ہے، لیکن آپ نے حضرت مسیح موعود کا واقعہ پڑھا ہوگا کہ بڑی کاوش سے لکھے ہوئے مسودے آپ کے صاحبزادے نے جلا دیئے، تو اس پہ ذرا بھی جزع فزع نہیں کی، یہی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو اس سے بہتر لکھوانا منظور ہوگا۔

بہشت کی کنجی

غرض یہ کنجی جو قرآن نے دی ہے وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ اسی سے بہشت کے دروازے کھلتے ہیں، ہر حالت میں انسان کو خوش رہنا چاہیئے، انعام ہے، اکرام ہے یا دکھ اور تکلیف ہے اس کے دل کی کیفیت میں فرق نہ آئے، اور وہ خدا کا فرمانبردار بندہ بنا رہے عَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ہو سکتا ہے جس چیز میں دکھ اور تکلیف نظر آجائے یا آپ کو ناپسند ہو اسی میں آپکی بہتری اور بھلائی ہو یہی خیال دل میں رہنا چاہیئے ہرچہ از دوست برسد نیکوست،

غم اور تکلیف میں یاد الٰہی

جو شخص خدا کے رستہ میں جدوجہد کرے وہ کچھ نہ کچھ پا ہی لیتا ہے، ایک غیر مسلم کہتا ہے کہ جب مجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو خوش ہوتا ہوں کہ اس کی یاد کا موقعہ مجھے ملا ۱۴۴ اور ایک مسلمان ولی اللہ عورت (رابعہ بصری) کہتی ہیں کہ جس دن کوئی تکلیف اور غم کا سامان نہ ہو تو مجھے بڑا فکر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی یاد کو نہ بھول جاؤں، یہ اس لئے کہ غم اور تکلیف خدا کی طرف راجع کرتی ہے اور مومن وہ ہے جو کسی حالت میں بھی اس کی یاد کو نہ بھولے اور اس کا دل ہر حالت میں مطمئن اور راضی برضا الٰہی رہے أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ، ذکر الٰہی سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

ذکرِ الٰہی کا مطلب

اس کا یہ مطلب نہیں کہ تسبیح لے کر بیٹھ گئے اور سبحان اللہ سبحان اللہ کرتے ہوئے ایسی حرکتیں بھی کرتے گئے جو خدا سے دور لے جانے والی ہیں، ایک پٹواری تھا، لمبی داڑھی اور تسبیح ہاتھ میں لے کر مصلے پر بیٹھ جاتا تھا اور جو حاجتمند آتے اسکو اشارہ کر دیتا تھا کہ وہ رشوت کا روپیہ مصلے کے نیچے رکھ دے یہ کوئی ذکر الٰہی نہیں، اس سے تو دل کی راحت نہیں ہوتی، جس ذکر سے دل کو راحت ہوتی ہے وہ اطاعت الٰہی ہے خدا تعالےٰ کی ہستی کا ایسا احساس ہو کہ حَقَّ تُقَاتِهِ جیسا ڈرنے کا حق ہے کہ ذرا اس کی اطاعت سے ادھر ادھر ہوئے اور راندۂ درگاہِ الٰہی ہو جائیں گے، ہر وقت اللہ تعالےٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتا رہے، اگر کسی کے پاؤں میں جوتا نہیں تو بھی شکر کی بات ہے کہ اس نے پاؤں تو دیئے جن سے چل سکتا ہے، شیخ سعدی کا واقعہ ہے کہ ان کا جوتا مسجد سے چوری ہو گیا (آجکل بھی مسجد سے لوگ جوتے چرا لے جاتے ہیں) وہ افسوس کرتے ہوئے ننگے پاؤں باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک شخص پاؤں سے لنجا ہے اور بڑی تکلیف سے چلا جا رہا ہے واپس مسجد میں آکر سجدۂ شکر ادا کیا کہ اس نے پاؤں دیئے ہیں، درحقیقت خدا تعالےٰ کے اتنے افضال ہیں کہ انسان شمار نہیں کر سکتا، احساس دل پہ ہو تو اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ کی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے حَقَّ تُقَاتِهِ کے معنے یہی ہیں کہ گہرے سے گہرے شعور کے ساتھ افضالِ الٰہی کا احساس دل میں ہو اور دل اس کے آگے جھکا رہے۔

اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو

میں ختم کرتا ہوں اور صرف یہی آخر میں عرض کر دوں گا کہ یہ جو اسلام نے اچھی باتیں بتائی ہیں ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنی زندگی میں انہیں لے لیں اگر ان باتوں کو نہ لیا اور گالیاں بھی سنیں تو خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہو گئے، امام وقت نے اکر یہی بڑا کام کیا ہے کہ ہماری آنکھوں سے پٹی اتار دی ہے اور اسلام کی حقیقت ہمیں سمجھا دی ہے اسلام یہی نہیں کہ چند پیسے دے دیئے یا نمازیں پڑھ لیں، جب تک حَقَّ تُقَاتِهِ کا رنگ پیدا نہ ہو اس وقت تک اسلام کی حقیقت ہم میں نہیں آتی، اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کریں جیسا کہ خدا چاہتا ہے۔

---

۱۴۴ اور جب کوئی راحت حاصل ہوتی ہے تو بھی مجھے خوشی ہوتی ہے کہ اس کی طرف سے پیغام محبت ملا ہے۔

کھلی چٹھی بنام میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ

از جناب الحاج میاں محمد صاحب لائل پور

دار السلام - مری - ۵۶ . ۸ . ۱۷

بخدمت جناب حضرت میاں صاحب سلمہ الرحمان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - مزاج شریف

امید ہے آپ بفضل ایزدی بخیر و عافیت ہوں گے میں پچھلے ہفتہ جب لائل پور گیا - تو مجھ سے عزیز فضل احمد نے ذکر کیا - کہ اخبار "پیغام صلح" میں جناب میاں صاحب کے "تازہ پیغام احباب جماعت کے نام" مندرجہ اخبار روزنامہ "الفضل" مورخہ ۲۹ ۷/۵۶ کے متعلق ایک مضمون چھپا ہے - اس پیغام میں آپ نے میرے نام کا بھی ذکر کیا ہے - میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بغیر مطالعہ کرنے اصل اخبار "الفضل" اپنے بارہ میں کچھ لکھوں - جب ایک مذکورہ بالا اخبار آپ کا منگوایا - تو معلوم ہوا - کہ منافقین جماعت ربوہ کے متعلق کئی روز سے آپ کے مضامین اعلانات شائع ہو رہے ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا تھا - کہ یہ سلسلہ کچھ دن اور بھی چلے گا - لہٰذا قریباً دس بارہ پرچے اخبار "الفضل" کے منگوا کر پڑھے - ان سب کو پڑھکر میں اپنے تاثرات کا اظہار بذریعہ چٹھی ہذا کرتا ہوں،

سب سے پہلے میں آپ کو قرآن کریم کی ایک آیت کی طرف متوجہ کرتا ہوں جس میں فرمایا ہے کہ "اس کے پیچھے نہ لگنا جس کا تجھ کو علم نہیں - کان اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق سوال کیا جائے گا" یعنی قیاس اور ظن سے کام نہ لو - جب دوسروں کی ہر قسم کی حق تلفی سے روکا - تو ان آیات میں ایک اور بات سے بھی روکا - جس سے بڑی بڑی بداخلاقیاں پیدا ہوتی ہیں - یعنی دوسروں کی عیب جوئی یا بدگوئی یا بغیر سننے اور دیکھنے کے ایک بات کا سننا اور دیکھنا بیان کرنا بداخلاقیوں کی جڑ ہے - اصل بیماری جو قوموں اور خاندانوں میں زور پکڑ گئی ہے وہ یہی ہے کہ کوئی شخص یہ جرأت نہیں کرتا کہ اپنے کسی بڑے کو اس کے منہ پر سچی سچی بات کہہ دیوے اور جب قومیں بگڑ جاتی ہیں، تو اس وقت یہی حالت ہوتی ہے کہ کوئی کسی کے منہ پر سچ بات نہیں کہتا - اور جب بڑے لوگ چھوٹوں کو آزادی رائے سے محروم کر دیتے ہیں تو اس قوم کے اندر منافق ہی پیدا ہوتے ہیں - کیا ہی بہتر ہوتا کہ اگر آپ اپنی ساری کی ساری جماعت کو منافق قرار دینے سے پہلے کبھی اس کے اسباب پر بھی توجہ کرتے - کہ یہ ساری کی ساری خدا کے مامور کی جماعت کیوں منافق ہوگئی جہاں تک میں نے سوچا ہے - اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ آپ کسی شخص کی بات کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے - اور کئی دفعہ آپ نے فرمایا کہ خلیفہ پر سچے اعتراض کرنے والا بھی منافق ہے - اعتراض اور وسوسہ کا پیدا ہونا انسان کی فطرت ہے - اس کا علاج یہ ہے کہ وسوسہ کو دور کیا جائے یا اعتراضات کا معقول رد پیش کر کے اس بیماری کی جڑ کو کاٹ دیا جائے - آپ کی جماعت کے اندر منافقت، کی مرض آج کی پیدا شدہ نہیں بلکہ کئی سالوں سے جڑ پکڑ چکی ہے - اور بعض اوقات آپ اس کی بڑھتی ہوئی تعداد سے بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور بارہا فرمایا کہ آج ہمیں خطرہ اس طرف سے نہیں ہے - کہ ہماری تعداد پہلے سے کم ہے بلکہ خطرہ اس امر سے ہے - کہ اب منافق پہلے کی نسبت زیادہ ہیں - ورنہ آج اگر جماعت آدھی یا چوتھائی حصہ رہ جائے لیکن ساتھ ہی منافقوں کی نسبت موجودہ نسبت سے کم ہو جائے تو ہماری طاقت زیادہ ہو جائے گی - کم نہ ہوگی - بلکہ میں تو بارہا غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں - کہ اگر ہماری تعداد سو گنا بھی کم ہو جائے اور منافق نکل جائیں - تو ہماری طاقت موجودہ طاقت سے سو گنا زیادہ ہو جائے گی - جناب میاں صاحب! آپ اپنے اس مذکورہ بالا فرمان پر غور فرمائیں کہ جب آپ کی جماعت کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو منافق نہ ہو - تو پھر ان منافقوں کا لیڈر کون ہے؟ ان حالات میں جب کبھی آپ اپنی جماعت کی منافقت کی اس رَو کو دیکھ کر پریشان ہوتے ہیں تو آپ کے سامنے "پیغامی فتنہ" آ جاتا ہے - آپ برہم پر برہم ہو کر خواہ مخواہ اپنی جماعت کی منافقت کا غصہ غریب "پیغامیوں" پر گراتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ آپ کی جماعت کے اندر کوئی رجل رشید باقی نہیں رہا - اور لاکھوں افراد کی جماعت چند غریب "پیغامیوں" کے پھندا میں پھنس کر آپ کو آئے دن حیران کر رہی ہے - چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ ان منافقین سے جو بقول آپ کے "اگر سو گنا بھی کم ہو جائیں" بیزاری اعلان کرتے لیکن ہوتا یہ ہے کہ باوجود جاننے کے آپ پھر بھی انہیں کے اندر ملے جلے ہوئے ہیں - آپ نے کبھی سوچا بھی ہے کہ اگر یہ حالات درست ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی پر کونسی دلیل باقی رہ جاتی ہے - درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے - اگر بقول آپ کے ۹۸ فیصدی جماعت کا حصہ منافق ہے - اور صرف اور صرف دو فیصدی جن کو آپ "پیغامی" کے نام سے پکارتے ہیں آپ کی موت کے متمنی ہیں (نعوذ باللہ) اور ان "پیغامیوں" کے متعلق آپ کا فرمان ہے کہ اگر دوزخ کی آگ کی چلتی پھرتی تصویر کسی نے دیکھنی ہو تو ان "پیغامیوں" کو دیکھ لو - یہ نچوڑ ہے آپ کی تحقیقات کا - تو جب یہ حال ہے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا تو پھر حضرت مسیح موعود کے آنے سے دنیا میں اخلاق کی زیادہ بربادی ہوئی - اور جس کام کے لئے آپ آئے تھے کہ انسان کو اپنے مولائے حقیقی سے پیوست کر دیں اس کا کیا حشر ہوا -

پیارے میاں صاحب! آپ تنہائی کی گھڑیوں میں ایک غیر جانبدار ہو کر ٹھنڈے دل سے اپنی ساری کارگزاری پر نظر ڈالیں - تو کیا آپ پر یہ عیاں نہ ہو جائے گا - کہ بقول آپ کے آپ کے دشمن وہی ہیں جو آپ کی جماعت منافقت سے پُر آپ کے سامنے جھوٹے وعدے اور ریزولیوشن پاس کر کے آپ کو خوش کر رہے ہیں، کیونکہ منافق جو ہوتا ہے وہ سامنے تو یہی کہتا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے ہیں - اور جس وقت وہ اپنے سرداروں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تو ٹھٹھا کرتے ہیں - بقول آپ کے بعینہ یہی حالت آپ کی جماعت کی ہے -

آپ کو خوب علم ہے کہ میں نے بارہا یہ کوشش کی کہ جماعت کا اختلاف خدا کرے کسی طرح ختم ہو جاوے اور وہ زیادہ مضبوط ہو، آپ کو یاد ہوگا سنہ ۱۹۲۶ء میں کیمل سے آپ کو اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم مغفور کو ایک جگہ ایک پارٹی پر اکٹھا کیا - اور غرض میری یہی تھی - کہ کسی طرح جو دوری آپس میں پیدا ہوگئی ہے آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی جائے - اور کوئی وقت ایسا آ جائے کہ ایک دوسرے کی غلط فہمی دور ہو جائے - میں تقریباً ہر سال جب آپ ڈلہوزی تشریف لے جایا کرتے تھے - آپ کے دردولت پر حاضر ہوتا اور آپ کو یقین دلاتا رہا - کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور اور ان کے ساتھی آپ کے خیر خواہ ہیں بدخواہ نہیں - اور قادیان سے جب کوئی شخص آپ کی مخالفت کرنے کے لئے پنجاب کا دورہ کرتے کرتے ہمارے ہاں آتا تو ہم اُن سے ادب سے عرض کرتے کہ اگر تو آپ کا مقصد مسیح موعودؑ کے خاندان کی توہین کرنا اور الزام لگانا ہے تو آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں اور اگر اشاعت اسلام کے کام میں جو اصل مقصد حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کا ہے ہم سے امداد چاہیں تو ہم حاضر ہیں ایسے لوگ کثرت سے تقریباً ہر سال آتے تھے - اور ان سب کو ہم صاف اور غیر مبہم الفاظ میں کہدیتے تھے کہ آپ کے مقصد کے لئے یہاں ہمارے ہاں کوئی گنجائش نہیں ہے -

لائل پور میں جب کبھی بھی ہمارے قادیانی دوستوں کو کسی طرف سے کوئی تکلیف پہنچائی جاتی تھی - تو ہم نے ہر طرح سے ان کی امداد و سینہ سپر ہو کر کی - اور کبھی بھی غیر از جماعت لوگوں کی اپنے قادیانی دوستوں کے مقابل میں پرواہ کی - آپ قاضی محمد نذیر صاحب سے اس بارہ دریافت کریں گے - تو آپ پر روشن ہو جائے گا - کہ ہمارا رویہ خاندان حضرت مسیح موعود اور جماعت کے احباب سے کیا رہا ہے - لائل پور میں آپ کی مسجد کی منظوری میں سب سے نمایاں حصہ میرا تھا - جس نے مسلمانوں کو بھی ادھ

ہندو مسلم ممبران میونسپل کمیٹی کو بھی اپنے اثر و رسوخ سے اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ اس مسجد کی زمین اور تعمیر میں روڑا نہ اٹکائیں۔ اور خدا کے فضل سے ہم کامیاب ہوئے یہ ایک مشہور بات ہے کہ جب کبھی بھی ہماری مسجد میں آپ کے متعلق ذکر ہوا۔ میں ہمیشہ روکتا تھا۔ کہ عقائد کو چھوڑ کر باقی امور میں یہ گوارا نہیں کر سکتا۔ کہ خاندان حضرت مسیح موعود کے کسی فرد پر کوئی الزام لگا کر مسجد میں چرچا کیا جاوے آپ کو خوب یاد ہوگا۔ کہ آخری دفعہ جب میں اپریل یا مئی کے مہینہ میں ۱۹۵۲ء میں آپ سے تعزیت حضرت ام المومنین کے موقع پر حاضر ہوا تھا۔ تو میں نے آپ کو بڑے اصرار سے کہا تھا۔ کہ اب جب کہ آپ کے اندر نبوت اور کفر اسلام کے بارہ میں وہ شدت نہیں رہی تو کیوں نہ آپس میں کسی حد تک ملنے جلنے کے سامان پیدا کئے جاویں۔ اور آپ نے بھی وعدہ کیا تھا۔ کہ آپ اخبارات سے وہ حوالے تلاش کریں گے جس کے ذریعہ صلح کی بات چیت ہوتی رہی ہے۔ اور اور آپ نے میرے بھی ذمہ لگایا کہ میں بھی اخبارات کو دیکھوں آپ کے مبائعین میں سے اکثر لوگوں کو مجھ سے ملنے کا موقع ملتا رہا۔ آپ کے علماء کرام میں سے بھی بعض میرے ہاں آتے جاتے ہیں۔ کیونکہ لائل پور ربوہ کے بہت قریب ہے۔ اور آپ کی جماعت کے بہت لوگ میرے ہسپتال سے ادویات لینے یا ڈاکٹر سے مشورہ کرنے کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان کو بھی ملنے کا موقع ملتا ہے اور ہم ایک دوسرے سے بڑے اخلاق اور محبت سے پیش آتے رہتے ہیں۔ اختلاف عقائد کو چھوڑ کر باہمی تعلقات کو ہم نے آج تک کم نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی کا جو دعوے اور فخر ہم کو ہے وہ ہمیں کبھی اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتا، کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی عزت اور محبت ہمارے دلوں میں کم ہو سکے۔ یہ ایک روحانی سلسلہ ہے۔ جو مٹ نہیں سکتا۔ اگر بقول آپ کے یہ مان لیا جاوے کہ ہم لوگ جو حضرت مسیح موعود کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ اور ان کی عزت اور عقیدت ہمارے دلوں میں اس قدر جاگزین ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو ہم ہر میدان میں حضرت کی عزت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اور یہ اسی کا اثر ہے کہ آپ سے ہمیں محبت ہے۔ تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ آپ ان سب امور کو اچھی طرح سے جانتے ہوئے کیسے اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ میرے جیسا عدیم الفرصت انسان ایک جھلے قادیانی درویش اللہ رکھا کو آپ کے خلاف اکسائے۔ کم از کم آپ جیسے سمجھدار اور سیاستدان کو کچھ تو ایک مبلغ کی رپورٹ پر سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہیئے تھا۔ اور کیوں نہ آپ نے اس وقت کہدیا ہوتا کہ یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ حضرت مسیح موعود کا خادم ہو کر کوئی شخص جس کے دل کے اندر ایمان کی رتی بھی باقی ہے۔ اس کے وہم میں بھی یہ بات آسکتی ہے کہ وہ حضور کے خاندان کے کسی فرد کے خلاف منصوبہ بندی کرے؟ ابھی تو حضرت مسیح موعود کے دیکھنے والے ہم میں زندہ موجود ہیں، تف ہے اس احمدیت پر کہ حضرت مسیح موعود کے دیکھنے والے اس کی اولاد کی موت کے متمنی ہوں۔ اور اگر یہ حالت ہو جائے۔ تو پھر احمدیت کا جنازہ نکل گیا۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور اگر حضرت مسیح موعودؑ کے درخت پر ایسے خبیث پھل نمودار ہو گئے۔ تو اس درخت کے خبیث ہونے پر ایک زندہ ثبوت ہو جائے گا۔ افسوس آپ اپنی ساری جماعت کو منافق کا خطاب دیتے ہوئے اور باقی لاہوری احمدیوں کے متعلق یہ بڑے سے بڑا تصور پیش کرتے ہوئے خدا سے خوف کرتے یا آپ کو کس طرح گوارا ہوا۔ کہ ایک جھلے درویش کے ساتھ ہم لوگوں کے تعلقات کو صحیح مان لیا۔ کیا آپ کے اندر کوئی ایک بھی رَجُلٌ رَشِیْدٌ نہ رہا۔ جو آپ کو روکتا آپ کو اپنی خلافت قائم رکھنے کا تو اس قدر فکر ہے کہ اس میں کوئی خلل پیدا ہو جائے۔ تو عیسائی مصنفین کا آپ کو بڑا خطرہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں لکھیں گے کہ قادیان میں (نعوذ باللہ) ایک کذاب پیدا ہوا تھا۔ جو بڑے بڑے دعوے لے کر کھڑا ہوا۔ مگر تھوڑے سے ہی دنوں میں اس کا بیڑا غرق ہو گیا اور اس کی جماعت کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ تو کیا آپ کو اس بات کا فکر نہیں کہ ہمارے تمام مخالف جن میں عیسائی آریہ اور غیر از جماعت لوگ بھی شامل ہیں۔ اپنی کتابوں میں لکھیں گے کہ قادیان میں (نعوذ باللہ) ایک کذاب پیدا ہوا تھا۔ جو بڑے بڑے دعوے لیکر کھڑا ہوا تھا مگر تھوڑے سے ہی دنوں میں اس کا بیڑا غرق ہو گیا۔ اور اس تربیت یافتہ جماعت کا ۹۸ فیصدی حصہ تو منافق ہو گیا اور ۲ فیصدی حصہ منصوبہ بازی کا شکار اور دوزخ کی آگ کی چلتی پھرتی تصویر بن گیا۔

جناب میاں صاحب! خدارا۔ اگر یہی حالات ہیں تو غور کریں کہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا کیا ثبوت آپ کے پاس رہ گیا۔ میں آپ کو بارہا آگے بھی زبانی عرض کر چکا ہوں اور اب پھر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں بدخواہ نہیں۔ منصوبہ بازی کر کے کسی کو دکھ پہنچانا تو ...... بڑے وحشی انسان کا کام ہے۔ انسان کے مکر کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر خدا تعالےٰ کی حفاظت ہو تو پھر کسی کی پرواہ نہیں۔ آپ نے جماعتوں میں اعلان کر کے لاکھوں آدمیوں کو اکسایا جس کے زیر اثر تمام جماعتوں نے خواہ وہ عورتیں ہیں یا مرد ریزولیوشن پاس کئے جن میں انہوں نے آپ کو یقین دلایا کہ وقت آنے پر انشاء اللہ العزیز کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور حضور اپنے ان خدام کو اپنے ادنےٰ اشارہ پر ہر وقت ہر قربانی کے لئے تیار پائیں گے۔ جناب میاں صاحب! میں ادب سے گذارش کرتا ہوں۔ کہ آپ نے نتائج پر بھی کبھی غور کیا ہے؟ آپ جیسے عمر رسیدہ اور بڑی سمجھدار ہستیوں کو منہ سے بات نکالنے سے پہلے کئی دفعہ سوچنا چاہیئے۔ کیونکہ بڑے آدمی کا بڑا دل اور گردہ ہوتا ہے۔ اور وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جلد سیخ پا نہیں ہو جاتا۔ کوئی انسان اپنا سینہ چاک کر کے آپ کے سامنے نہیں رکھ سکتا اور واللہ العظیم سے بڑھ کر کوئی قسم نہیں۔ جن خیالات کا اظہار میں نے اس چٹھی میں کیا ہے وہ میرے سینے کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے ہیں۔ دنیا میں کوئی شخص کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک کہ اوپر سے حکم نہ ہو۔ مجھے میرے اپنے خدا پر بھروسہ ہے۔ اور میرے لئے وہ کافی ہے۔ اللہ رکھا جس کو آپ نے اپنے اعلان میں بڑی اہمیت دی ہے، وہ آپ کا کیا بگاڑ سکتا ہے یا آپ کے اداروں میں کیا رکاوٹ پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی حیثیت ہی جماعت کے اندر کیا ہے۔ ایک جھلا درویش قادیانی اگر وہ صاحبزادہ صاحب میاں ناصر احمد صاحب کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تو اس کا کیا اثر ہے۔ آپ کن بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ مجھے آپ کے اندرونی معاملات کے اندر کیا دخل ہو سکتا ہے مجھے Interest بھی کیا ہے۔ کہ آپ کی زندگی میں (خدا آپ کو بہت ہی لمبی عمر دے) یا آپ کے بعد کون آپ کا جانشین ہو۔ میں آپ کی انجمن کو کوئی چندہ نہیں دیتا۔ اور نہ ہی اس کا ممبر ہوں۔ خلیفہ کے انتخاب میں میرا کیا حق ہے۔ آپ کو یقین آئے یا نہ آئے میرے بس کی بات نہیں۔ میرا کسی شخص سے کوئی ساز باز نہیں۔

اب رہا معاملہ صاحبزادہ ناصر احمد کا۔ وہ کچھ عرصہ ہوا کراچی تک میرے ہم سفر رہے۔ اور ان کی سوجھ بوجھ اور فراخ دلی اور ملنے جلنے سے مجھے خوشی ہوئی۔ خوشی اس بات کی ہے کہ مجھے ایک بات پر یقین ہے کہ اس سلسلہ میں جو دو فریق قادیانی اور لاہوری گنے جاتے ہیں ایک وقت آئے گا اور میرے خیال میں (اس کو میرا جنون سمجھئے) جلد آنے والا ہے۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت پھر ایک جا جمع ہو جائے گی۔ اس کے آثار مایوسی کے بعد اب ظاہر ہو رہے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے زبردست ہاتھ نے آپ کے عقاید کو پھر پرانے رنگ میں رنگین کر دیا۔ جبکہ آپ نے تحقیقاتی عدالت کے سوال پر کہ کیا حضرت مرزا صاحب کو ماننا جزو ایمان ہے؟ آپ نے کہا نہیں۔ غیر از جماعت کے پیچھے نماز پڑھنا۔ آپس میں ناطہ داری کرنا وغیرہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا یہ سب جوابی کارروائی ہے۔

حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بارہ میں غلو ہوا تو چونکہ میں مسیح محمدی ہوں۔ غلو جلدی مٹ جائے گا۔ چنانچہ ہماری آنکھوں کے سامنے حضرت مسیح موعود کی جماعت کے دو حصوں میں اعتقادی اختلاف پیدا ہوا اور چالیس سال برابر حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور حضرت کے ان اعتقادات کی دعوت دیتے رہے۔ لیکن ہر کام کے لئے کوئی وقت مقرر ہوتا ہے۔ وہ خدا کو پیارے ہو گئے اور دو سال بعد تحقیقاتی عدالت میں آپ نے اپنے ان اعتقادات کا اعلان فرمایا۔ جو حضرت مسیح موعود کے تھے اور جن کی طرف حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور دعوت دیتے رہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک زبردست ہاتھ تھا جس سے حضرت مسیح موعود کے خلاف جو الزام لگاتے تھے وہ دھو دیئے گئے۔ ان حالات میں جبکہ آپ ہمارے بالکل قریب آگئے۔ اب آپ سے زیادہ انس اور پیار کا

باعث ہوگیا ہے نہ کہ نفرت کا۔ میں بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ آپ کی زندگی میں ہم سب کو ایک کر دے۔ میں نے بہت سے قادیانی دوستوں سے بھی اس بات کا ذکر کیا کہ اول تو آپ کی زندگی میں جماعت ایک ہو جائے گی یا میاں ناصر احمد کے وقت میں ضرور متحد ہو جائے گی۔ خدا وہ وقت جلد لائے۔ اس کی رحمت سے کوئی بعید بھی نہیں۔

جناب میاں صاحب! یہ ناپاک سازش جو آپ کی جماعت میں چلتی ہے۔ اگر درست ہے تو میرا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ آپ اپنی جماعت کو آزادی رائے دے دیں۔ منافقت ختم ہو جائے گی۔ آپ کی جماعت کے اندر بڑے بڑے نیک لوگ ہیں غلطی یا کمزوری انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ یہ انسان کی فطرت کا خاصہ ہے تمام لوگ ایک قسم کے نہیں ہوتے۔ آپ بڑے ہیں بڑے بن کر رہیں۔ آپ کا خاندانی حسب و نسب، خاندانی روایات، آپ کی بلند قبولیت کے یہ شایان شان نہیں کہ اپنے ساتھیوں کو ایسے ناموں سے مخاطب کریں۔ یہ حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور کا معاملہ کہ انہوں نے بہت بڑے کام کئے یا آپ نے کئے خدا پر چھوڑ دیں جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے لئے تھا جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ آپ کے لئے ہے۔ ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا۔ جو ہمارے بزرگ خدا کے پیارے ہو گئے ان کے ذکر خیر کو سامنے رکھنا چاہیئے۔ اختلاف رائے سگے بھائیوں میں بھی ہو جایا کرتا ہے۔ اور قوم افراد سے بنتی ہے۔ ایک ہی قسم کے لوگ سب نہیں ہوتے۔ اس لئے آپ کو کسی کی کمزوری سے جھنجھلانا نہیں چاہیئے، آپ کا جب عقیدہ ہے۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو آپ کو کیا ڈر ہے اور اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ خلیفہ اپنا جانشین نامزد کر سکتا ہے تو آپ کو روکنے والا کون ہے۔ چند آدمی آپ کے راستے میں کس طرح رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ میں نے بڑی جسارت سے آپ کے اندرونی معاملات کے متعلق عرض کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی حق نہ تھا۔ محض محبت اور خیر خواہی کے جذبہ سے میں نے عرض کیا ہے۔ امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

باقی آپ کے روزنامہ "الفضل" ۸ اگست ۱۹۵۶ء میں مولانا صدرالدین صاحب کے مکتوب کی نقل درج ہے جو اللہ رکھا کے متعلق ہے۔ مجھے یہ تو علم نہیں کہ اللہ رکھا سے مولانا صاحب کی کچھ ان بن ہے یا نہیں۔ وہ ایک معمولی جھلا سا درویش ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ہر ایک آدمی سے اس کی جان پہچان ہو۔

جب میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا پریزیڈنٹ بنا تھا تو یہ شخص دفتر میں آیا اور کہا کہ میں آپ سے بغلگیر ہونا چاہتا ہوں۔ میں نے اس کی شکل دیکھ کر کہ جھلا سا احمدی ہے۔ بغلگیر ہونے کی اجازت دے دی۔ اس وقت سے آج تک یہ شخص جہاں میں ہوں مجھ کو ملنے کی کوشش کرتا ہے۔ شاید ان چار پانچ سالوں میں وہ مجھے دو تین بار مل سکا ہے۔ میرے مکان پر آتا ہے میں نے ہر جگہ اپنے آدمیوں کو سمجھایا ہوا ہے کہ اس جھلّا کو میرے پاس مت آنے دیں۔ کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہوتا۔ کبھی لکھتا ہے مسجد میں مجھے ملازم رکھ لو۔ تو جب کبھی وہ میرے دروازہ پر آتا ہے تو میں اپنے آدمیوں کو کہتا ہوں کہ اسے کچھ کپڑا یا دو پیسے دے دو۔ آخر وہ ایک غریب قادیانی درویش ہے۔ اور اس تعلق کی وجہ سے میں اس کو کچھ دلوا دیتا ہوں۔ کیونکہ قادیان کا مقام ہمارے لئے بہت بلند ہے۔ میں جانتا ہوں یہ شخص کٹر قادیانی ہے لیکن اس کے جنون کو دیکھ کر کہ وہ قریہ بہ قریہ حضرتؑ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ مدد کرتا ہوں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات کی کاپیاں برائے تقسیم بھی اسکو ایک بار دی تھیں، یہ میرے اپنے دل کے تاثرات ہیں ورنہ یہ کیا کرتا ہے۔ مجھے کیا علم۔ وہ یہاں مری میں ایک دن آیا تھا۔ تو میرے آدمی نے کہا کہ اس کے پھٹے پرانے کپڑے ہیں اور غریب تنگ ہے۔ میں نے بغیر ملنے کے اس کو اپنے کپڑے اتار کر دے دیئے۔ پیارے میاں صاحب! آپکی جماعت کے بہت سے آدمی آتے ہیں بعض ان میں سے ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ تو میں کچھ خدمت کر دیتا ہوں۔ میں یہ نہیں دیکھتا کہ یہ کوئی جاسوس ہے یا کس قسم کا آدمی ہے اور نہ ہی یہ میرا کام ہے۔

باقی آپ کے اخبار کا یہ کہنا کہ "پیغامیوں میں اب دو متوازی پارٹیاں چل رہی ہیں اور اللہ رکھا میرے کہنے پر ناچتا پھرتا ہے۔ یہ ایک مضحکہ خیز خیال ہے۔ میرا پیشہ پیری مریدی نہیں۔ کہ میں آپ کا مقابلہ کروں، اور نہ مولانا صدرالدین صاحب کا۔ میں جب اس حد تک تیار ہوں کہ سلسلہ احمدیہ میں صرف ایک جماعت ہو تو کس طرح اس کے بالکل متضاد یہ چاہتا ہوں کہ لاہور کی ایک مختصر جماعت کو دو ٹکڑے کر دوں۔ مجھے آپ سے بھی محبت ہے اور جناب مولانا صدرالدین صاحب سے بھی۔ میں تفرقہ کو مٹانا چاہتا ہوں نہ کہ بڑھانا۔ مولانا صدرالدین صاحب کی میں پوری تعظیم کرتا ہوں۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت صاحب کے مشن کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ جو مجھے نصیب نہیں۔ ہاں! میں جمود کو پسند نہیں کرتا۔ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاویں۔ اور حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کے دیرینہ مسئلہ کہ رائے کی آزادی ہو۔ صاف صاف ہر ایک کو کہہ دیتا ہوں خواہ وہ کوئی بڑی ہستی ہو۔ کہ میرے خیال میں آپ کا فعل درست نہیں۔ ایسا ہی میں مولانا صاحب کو بھی کہہ دیتا ہوں۔ میں نے حضرت امیر مرحوم و مغفور کے زمانہ میں جماعت سے الگ ہالینڈ میں مشن کھولا۔ اب بھی اگر میں دیکھوں گا۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کرتا دھرتا جمود میں ہیں۔ تو میں حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو جہاں ضرورت سمجھونگا۔ کھول دونگا۔ اس سے یہ مطلب لینا کہ ہمارے میں دو متوازی پارٹیاں چل رہی ہیں محض دل کو تسلی دینا ہے۔ آپنے مولانا صدرالدین صاحب اور مجھکو Explode کرنے کی دوبارہ ناکام کوشش کی ہے۔ پہلے بھی آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے $\frac{11}{4}$ ۵ کو ایک چٹھی کی نقل جو ڈاکٹر منصور احمد صاحب نے مولوی عبدالمنان صاحب عمر کو مورخہ $\frac{2}{1949}$ ۹ کو ارسال کی تھی۔ بھیجی تھی جسکا مقصد یہ تھا کہ ایک تو مولانا صدرالدین صاحب بحیثیت مترجم کے اپنا نام شائع نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ ترجمہ جرمنی زبان میں شروع سے آخر تک ڈاکٹر منصور احمد صاحب کا تھا۔ اور مولوی صاحب جرمن زبان سے نابلد محض تُک بند جانتے ہیں۔ اور قرآن کا ترجمہ تو ان کے بس کا ہرگز نہیں۔ اور ترجمہ میں الحمد للہ کی پہلی آیت میں بھی غلطیاں تھیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ خط جو آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری نے مجھے بھیجا تھا کس کے حکم سے بھیجا گیا تھا؟ قیاس میں آتا ہے کہ چونکہ وہ آپکا پرائیویٹ سیکرٹری ہے، اس لئے وہ آپکے حکم کے سوا تو نہیں لکھ سکتا۔ اس کی غرض یہی تھی۔ کہ مولانا صدرالدین صاحب کے متعلق اور ان کی قابلیت کے متعلق میرے دل کو Poison کیا جاوے۔ جناب میاں صاحب! میں اس وقت سمجھ گیا تھا کہ آپ کی غرض کیا ہے۔ میں ایک کاروباری آدمی ہوں، مجھے کسی کے خلاف کوئی منصوبہ بندی کرنے کے لئے وقت نہیں اور نہ ہی یہ میری طبیعت کا خاصہ ہے۔

اب پیغام صلح میں جو مضمون نکلتے ہیں یا اس کے جواب میں آپکی اخبارون میں نکلتے ہیں۔ وہ آپ ہر دو فریق قسمت آزمائی کر کے دیکھ لیویں۔ جماعت کو بحیثیت جماعت کے ان باتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اگر حضرت مولانا نورالدینؓ صاحب مرحوم و مغفور کے کچھ حوالے آپ ان کے خلاف منسوب کریں گے۔ تو وہ اپنی اخبار میں حضرت ممدوح کے حوالجات آپکے خلاف منسوب کریں گے اس بحث سے کیا حاصل ہوگا۔ سوائے اس کے کہ ان بزرگوں کی رسوائی ہوگی۔ اور غیر از جماعت لوگ خوش ہوں گے کہ ان کے بزرگوں کے حوالے بھی متضاد ہوتے ہیں[1]۔

میں اس چٹھی کو دعا پر ختم کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہم کو حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی توسیع کے لئے قوت بخشے اور اتحاد اور اتفاق سے مل کر رہیں۔

میری گذارش ہے کہ میری اس چٹھی کو اپنے اخبار میں شائع کرا دیں تاکہ دوستوں کو اس کا علم ہو جائے۔ والسلام

نیازمند۔ میاں محمد۔ دارالسلام۔ مری

$17\frac{8}{56}$

---

[1] حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی جو تقاریر "الفضل" نے شائع کی ہیں ہمارے خیال میں وہ "پیغام صلح" کے شائع کردہ بیانات کے متضاد نہیں پیرایہ بیان بیشک مختلف ہے کہیں پیار و محبت کے طریق پر حکیمانہ انداز میں سمجھایا ہے کہ جن کو خلافت کے حقدار سمجھا جاتا ہے وہ بھی میرے فرمانبردار ہیں، اور کہیں جماعت لاہور پر بدظنی کرنیوالوں کو ڈانٹا ہے کہ لاہور کے لوگ میرے مخلص دوست ہیں ان پر بدظنی نہ کرو۔ اس لئے کسی کا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ "ان کے بزرگوں کے حوالے بھی متضاد ہوتے ہیں" رہے "پیغام صلح" کے مضامین ہم خود اس سلسلہ کو زیادہ دیر جاری رکھنا نہیں چاہتے اور ایک "ضروری اعتراضات" کے جوابات دینے کے بعد اس سلسلہ کو بند کر دیں گے۔ (ایڈیٹر پیغام صلح)

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دُعائیں

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۸ راگست ۱۹۵۶ء

بعض متفرق دعائیں اور جناب الٰہی سے انکے جوابات

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

صاحبزادی مبارکہ بیگم صاحبہ کے متعلق

حضرت اقدس نزول المسیح صفحہ ۲۰۲ پر زیر پیشگوئی نمبر ۷۶ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جب میری لڑکی مبارکہ والدہ کے پیٹ میں تھی - تو حساب کی غلطی سے فکر دامنگیر ہوا اور اس کا غم حد سے بڑھ گیا - کہ شاید کوئی اور مرض ہو، تب میں نے جناب الٰہی میں دعا کی - تو الہام ہوا کہ

آید آں روز کہ مستخلص شود

اور جس میں تفہیم ہوئی کہ لڑکی پیدا ہوگی - چنانچہ اس کے مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۱۴ھ کو لڑکی پیدا ہوئی - جس کا نام مبارکہ رکھا گیا -"

ایک مقدمہ کے بارہ میں

اس واقعہ کے متعلق جو ۱۸۷۷ء کا ہے حضرت اقدس اپنی کتاب نزول المسیح میں فرماتے ہیں :-

"مرزا اعظم بیگ سابق اکسٹرا اسسٹنٹ نے ہمارے بعض بے دخل شرکاء کی طرف سے ہماری جائداد کی ملکیت میں حصہ دار بننے کے لئے ہم پر نالش دائر کی اور ہمارے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم اپنی فتحیابی کا یقین کر کے جواب دہی میں مصروف ہوئے - میں نے اس بارہ میں جب دعا کی تو خدائے علیم کی طرف سے مجھے الہام ہوا :-

اُجیب کل دعائک الّا فی شرکائک

پس میں نے عزیزوں کو جمع کر کے کھول کر سنا دیا کہ خدائے علیم نے مجھے خبر دی ہے کہ تم اس مقدمہ میں ہرگز فتح یاب نہ ہوگے اس لئے اس سے دستبردار ہو جانا چاہیئے ۔ لیکن انہوں نے ظاہری وجوہات اور اسباب پر نظر کر کے اور اپنی فتحیابی کو متیقن خیال کر کے اس بات کی قدر نہ کی اور مقدمہ کی پیروی شروع کر دی اور عدالت ماتحت میں میرے بھائی کی فتح بھی ہوگئی لیکن خدائے عالم الغیب کی وحی کے برخلاف کس طرح ہو سکتا تھا - بالآخر چیف کورٹ میں میرے بھائی کو شکست ہوئی اور اس طرح الہام کی صداقت ظاہر ہوگئی -"

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کے فرزند کے متعلق

حضرت مولانا نورالدین - علیہ الرحمۃ کا ایک شیر خوار بچہ فوت ہوگیا - جس پر مخالفین نے بہت کچھ خوشی کا اظہار کیا اور طعن بھی دیئے کہ ان کے پیر کو مسیحیت کا دعوے اور وہ اپنے مرید کے بیٹے کو شفا نہ دے سکا - اور وہ مر گیا مخالفین کے اس قسم کے طعن محض جہالت پر مبنی تھے - کیونکہ موت و فوت سب خدا کے اختیار میں ہے - اور اس کی مشیت کے آگے کسی کا کچھ بس نہیں چل سکتا - وہ اپنے بندے کی دعا بھی سن لیتا ہے - لیکن بعض وقت وہ اپنی بات بھی منواتا ہے - اللہ تعالےٰ پابند نہیں ہے کہ بندے کی ہر خواہش کو پورا کرے اور اس کی ہر دعا کو قبول کرے - اللہ تعالےٰ کی مصلحتوں پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا - بعض اوقات بندہ ایک بات چاہتا ہے مگر وہ اس کے حق میں مفید نہیں ہوتی - اللہ تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت بندہ کی ایسی دعا کو رد کر دیتا ہے - البتہ دعا مانگنے کا اجر ضرور خدا دیتا ہے ، حدیث میں آیا ہے کہ حساب کے دن جب انسان کو معلوم ہوگا کہ اس کی نامقبول دعاؤں کا اس قدر اجر ملا ہے تو وہ کہے گا کہ اے کاش میری ساری دعائیں نامقبول ہوگئی ہوتیں - فی الجملہ بچے کے فوت ہو جانے اور شماتت اعداء سے حضرت کو بہت رنج ہوا اور حضور نے درگاہ الٰہی میں نعم البدل عطا کئے جانے کی دعا کی - تب حضور نے ایک خواب میں دیکھا کہ مولوی صاحب موصوف کی گود میں ایک لڑکا کھیل رہا ہے اور اس کے بدن پر پھوڑے ہیں - اس خواب کا ذکر اشتہار انوار الاسلام کے صفحہ ۴۲ میں بھی موجود ہے - چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق تقریباً پانچ سال کے بعد مولوی صاحب موصوف کے ہاں ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام عبدالحی رکھا گیا - اور جیسا کہ حضرت نے خواب میں دیکھا تھا اس کے بدن پر خطرناک پھوڑے نکلے - یہ ۱۸۹۹ء کا واقعہ ہے -

شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کے متعلق

یہ ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے کہ حضرت کو خواب میں دکھایا گیا کہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کے فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو حضرت اقدس نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ، اس کی تعبیر جیسا کہ صاف ظاہر ہے یہ تھی کہ شیخ صاحب موصوف کی عزت پر سخت مصیبت آئے گی اور وہ مصیبت حضور اقدس کی دُعا سے دُور ہوگی ، حضرت نے بنظر احتیاط اس خواب کی اطلاع شیخ صاحب موصوف کو بھی دی - چھ ماہ بعد شیخ صاحب موصوف ایک ایسے الزام میں ماخوذ ہوگئے کہ انہیں پھانسی کا حکم دیا گیا - ایسے نازک موقعہ پر ان کے صاحب زادہ نے حضرت کی خدمت میں دعا کی درخواست کی - اور بڑے عجز و انکسار کا اظہار کیا - حضرت کو اس کے متعلق رؤیا تو پہلے ہی ہو چکا تھا ، حضور نے خاص توجہ سے دُعا کی - اللہ تعالےٰ نے اس دُعا کو شرف قبولیت بخشا اور شیخ صاحب موصوف بالکل رہا ہوگئے

(نزول المسیح صفحہ ۲۰۱)

ایسے ایسے نازک موقعوں پر جبکہ جان پر آ بنتی اللہ کے اولیاء کی دعا ہی کام کرتی ہے - اس وقت انسانی تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں - اور بالآخر خدا کا غیبی ہاتھ کام کرتا ہے اور عجیب و غریب کرشمے دکھاتا ہے -

اس قسم کے واقعات پہلے اولیاء اللہ کی کتابوں میں بھی درج ہیں کہ ان کے بعض احباب پر بلیات نازل ہوئیں اور وہ آخر ان کی دعا سے دُور ہوئیں - سچ فرمایا حضرت مسیح موعود نے ؎

ہزار سر تو زنی و مشکلے نگردد حل
چو پیش اولیاء کار یک دعا باشد

یعنے تم لاکھ کوشش کرو تمہاری مشکل حل نہیں ہوگی مگر جب تم کسی خدا کے مقبول بندے کے پاس جاؤ گے تو محض ایک دعا سے تمہاری مشکل حل ہو جائے گی ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر رفتہ باز میگردد ز راہ

سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس کی تشویش اور اس کا ازالہ بذریعہ دُعا

یہ ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ حضرت اقدس کے ایک مخلص مرید جناب سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس کسی تشویش میں مبتلا ہوگئے - انہوں نے حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے درخواست کی - حضرت نے اُن کے حق میں دعا کی اور آپ کو الہام ہوا :-

"قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بنا دے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اسکا بھید نہ پاوے"

پہلے فقرہ میں بشارت تھی کہ خداوند تعالےٰ ان کی تشویش کو دور کر دے گا اور بگڑا کام بن جاوے گا - چنانچہ چند ہفتے کے بعد ہی خداوند تعالےٰ نے پیش آمدہ غم سے ان کو نجات بخشی اور ان کا بگڑا کام بن گیا -

نزول المسیح صفحہ ۲۳۳ پر حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ "پھر ایک مدت کے بعد اس شعر کے دوسرے مصرعہ کے مطابق ایک سخت ابتلاء پیش آیا جس سے امید ہے کہ کسی وقت خدا رہائی دے گا جس طرح چاہے گا -" (نزول المسیح صفحہ ۲۳۳)

علماء اور انکے مختلف نظریئے

(بسلسلہ صفحہ ۔۔)

کے پیچھے ۔ اسباب طاقت کیا ہیں ۔ سید صاحب اور شاہ صاحب شہید عملاً اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے اُٹھے تھے ۔ انہوں نے سارے انتظام تو کئے مگر اتنا نہ کیا کہ اہل نظر علماء کا ایک وفد یورپ بھیجتے اور یہ تحقیق کرتے کہ یہ قوم جو طوفان کی طرح چھائی چلی جا رہی ہے اور نئے آلات اور نئے وسائل نئے طریقوں اور نئے علوم اور فنون سے کام لے رہی ہے اس کی اتنی قوت اور ترقی کا راز کیا ہے "۔

(تجدید و احیائے دین صفحہ ۹۷)

مجدد کامل کے متعلق

اقتباسات مندرجہ بالا سے صاف طور پر عیاں ہے کہ مودودی صاحب مجددین سابق کو کامل مجدد نہیں سمجھتے بلکہ ان کی علمی، اخلاقی، مذہبی اور سیاسی کمزوریاں کو واضح کیا ہے ۔ اس ضمن میں ایک اور مفصل حوالہ بھی قابل ذکر ہے جس میں صرف ایک کامل لیڈر کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں :-

" میرا اندازہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا ۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی ۔ زندگی کے سارے مسائل مہم کو وہ خوب سمجھتا ہوگا ۔ وہ خالص اسلام کی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر پیدا کرے گا ۔ ذہنوں کو بدلے گا ۔ ایک زبردست تحریک اٹھائے گا ، جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی ۔ اور سیاسی بھی، جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اسکو کچلنے کی کوشش کرے گی، مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو اُلٹ کر پھینک دے گا ۔ اور ایک زبردست اسلامی سٹیٹ قائم کرے گا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری رُوح کار فرما ہوگی ۔ اور دوسری طرف سائنٹیفک ترقی اوجِ کمال کو پہنچ جائے گی "۔

(تجدید و احیائے دین صفحہ ۴۲، ۴۵)

اس خیال کی بناء کیا ہے ؟

سب سے پہلے ہماری گزارش یہ ہے کہ جیسا کہ شروع حوالہ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ آنے والے منتظر امام کے متعلق یہ آپ کا اندازہ ۔ یا آپ نے الہام اور وحی کے ذریعہ یہ پیشگوئی فرمائی ہے آپ اپنی تحریروں میں انکار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد وحی و الہام کا دروازہ بند ہے، پھر اس قدر زبردست پیشگوئی کرنے کے کیا معنے کیا تقوے اسی کا نام ہے ۔ اور کیا قرآن کریم کی یہ آیت نظر سے نہیں گزری فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول آپ کو اتنا تو خیال کرنا چاہئے کہ اگر کوئی شخصیت آکر انقلاب برپا کرے تو اس چند روزہ انقلاب سے کیا فائدہ ہوگا ۔ دنیا میں فوری انقلاب اس سے پہلے بھی رونما ہوئے ہیں ، جیسے سکندر، نپولین، چنگیز خان ہٹلر وغیرہ کی فتوحات کہ آندھی کی طرح آئیں اور بگولے کی طرح گذر گئیں ۔

سیاسی تفوق اور مودودی صاحب

حقیقت یہ ہے کہ مودودی صاحب کے دل و دماغ میں سیاسی تفوق جاگزین ہے ۔ وہ ہر مرض کا علاج طاقت سے کرنا چاہتے ہیں ، وہ نہیں دیکھتے کہ ہزاروں انبیاء ورسل اور بے شمار اولیاء و صلحاء نے تبلیغ و اشاعت کا کام تلوار سے نہیں بلکہ علم، اخلاق اور دلائل سے کیا ہے اور مجددین امت کا بھی یہی اسلوب رہا ہے ، پھر اس سنت جاریہ سے منہ پھیرنا اور ڈنڈے سے کام لینے کے کیا معنے سابقہ مجددین کے کام کی تنقیص کرنے سے کیا فائدہ ۔ نری باتوں سے کیا بنتا ہے بلکہ آپ کو خود اس میدان میں کوئی عملی نمونہ پیش کرنا چاہئیے تھا ۔ اب بھی قیل و قال کو چھوڑ دیجئے بلکہ قال کو حال سے بدل کر دکھا دیجئے ۔ شاید گزشتہ الیکشن میں پٹنے کی وجہ سے آپ ہمت ہار بیٹھے ہیں ، یا گزشتہ انقلاب میں احمدیوں کو کار رکھتے دیکھ کر سست پڑ گئے ہیں ، غالب نے اسی موقعہ کے لئے کہا ہے ؎

دھمکی میں مر گیا جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

عیسائیوں کے نقش قدم پر

یاد رکھنا چاہیئے کہ سابقہ مجددین سے جس قدر کام خدا نے لینا چاہا وہ مکمل طور پر انہوں نے ادا کیا انکو ناقص کہنا خود اپنے ناقص پن کی دلیل ہے ، یہ عقیدہ نصاریٰ سے ملتا جلتا ہے جس طرح وہ انبیاء علیہم السلام کو خدا کا نبی سمجھتے ہوئے پھر ہر ایک نبی میں عیب ظاہر کرتے ہیں اسی طرح مودودی صاحب بھی گذشتہ مجددوں کو مجدد مانتے ہوئے پھر اُن میں نقائص بتاتے ہیں کامل صرف ایک موعود ہستی کو سمجھتے ہیں جس کی آمد کے بارے میں خود انہوں نے پیشگوئی فرمائی ہے جو تلوار کے ذریعہ دنیا پر غالب آئے گی، ہمارے امام کے ساتھ بھی وہ اسی وجہ سے ناراض ہیں کہ انہوں نے اس زمانہ کے مسلمانوں کو جہاد سے منع کیا ۔ اگر سوچا جائے تو ان کے عتاب کی زد نہ صرف حضرت مرزا صاحب پر ہے بلکہ تمام مجددین سابقہ پر بھی ہے ۔ کیونکہ وہ ان کے کاموں کو مکمل نہیں سمجھتے ، بلکہ ناقص سمجھتے ہیں ۔

پرویز کے نظریات

اس ضمن میں پرویز صاحب کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے ، یہ صاحب بھی ایک جدید تحریک کے بانی ہیں ، یہ نہ کسی مسیح کی دوبارہ آمد کے قائل ہیں نہ کسی مہدی اور مجدد کو مانتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ سب مغالطے ہیں ، زمانہ نبوت کے بعد اصلاح امت کا کام ایسی حکومت کے ذریعہ ہونا چاہیئے جو اسلامی ہو ، ایسی حکومت قرون اولیٰ کے بعد آج تک کبھی نہیں ہوئی ۔ آئندہ کا حال پردۂ غیب میں ہے ۔ اسلامی حکومت ایک مجلس مقننہ قائم کرے گی جو قرآنی مسائل مرتب کرے گی اس کا نام شریعت ہے جن پر عمل کیا جائے گا ۔ جیسے وہ علماء اور مشائخ کو ارباباً من دون اللہ سمجھتے اور ارباب حکومت کو بھی اسی قسم کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں جس حالت میں یہ ہر سہ گروہ پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں تو نہیں معلوم کہ مجلس شوریٰ کے ممبر کس طرح سے منتخب ہوں گے ۔ اپنا مطلب نکالنا ہو تو احادیث اور روایات سے صفحوں کے صفحے بھر دیتے ہیں ورنہ عام طور پر حدیث کے نام سے کانوں پہ ہاتھ رکھتے ہیں جیسا کہ لکھتے ہیں :-

" نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے ۔ نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے "

(طلوع اسلام دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۷)

دوسری جگہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ :-

" دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جو حدیث کے وجود کا انکار کرے "

(مقام حدیث جلد اول صفحہ ۹۴)

دین کو مسخ کرنے کی کوشش

یہ ہیں ہمارے زمانہ کے مفکرین ، جو ختم نبوت کے بعد اصلاح امت کے لئے مختلف نظریئے رکھتے ہیں ان کی دور از کار تاویلات کو پڑھکر تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ کس طرح ایک سادہ، صاف اور واضح عقیدہ کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

(شیخ غلام حسین از سیالکوٹ)

ایمانی قوت کی ترقی سے خدا نظر آسکتا ہے

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

محسوس کر لیا ہے کہ وہ کمزور ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ آئے دن جلسے اور مجلسیں ہوتی رہتی ہیں ۔ اور نت نئی انجمنیں بنتی جا رہی ہیں جن کا یہ دعوے ہے کہ وہ اسلام کی حمایت اور امداد کے لئے کام کرتی ہیں ۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ان مجلسوں میں قوم قوم تو پکارتے ہیں ، قومی ترقی قومی ترقی کے گیت گاتے ہیں ۔ لیکن کوئی مجھ کو یہ بتائے کہ کیا پہلے زمانہ میں جب قوم بنی تھی وہ یورپ کے اتباع سے بنی تھی ؟ کیا مغربی قوموں کے نقش قدم پر چل انہوں نے ساری ترقیاں کی تھیں ۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہاں اسطرح ترقی کی تھی تو بے شک گناہ ہوگا ۔ اگر ہم یورپ کے نقش قدم پر نہ چلیں ۔ لیکن اگر ثابت نہ ہو اور ہرگز ثابت نہ ہوگا ۔ پھر کس قدر ظلم ہے ۔ کہ اسلام کے اصولوں کو چھوڑ کر، قرآن کو چھوڑ کر جس نے ایک وحشی دنیا کو انسان اور انسان سے باخدا انسان بنایا ۔ ایک دنیا پرست قوم کی پیروی کی جائے ۔

نوٹ :- خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ۔ مینیجر

رفتارِ عالم

لنڈن - ۱۹ راگست - وزیر خارجہ مسٹر حمید الحق چوہدری نے کل سوئز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس تنازعہ کے تصفیئے کے لئے ایک تین نکاتی منصوبہ پیش کیا۔ جس میں کہا گیا ہے کہ (۱) مصر کی طرف سے یونیورسل سوئز کمپنی کو قومیانے کی کارروائی ایک مسلمہ حقیقت تسلیم کر لی جائے متعلقہ فریق معاوضے کے سوال پر علیحدہ بات چیت کریں۔ (۲) نہر سے تمام ملکوں کے جہازوں کی آزادانہ بلا امتیاز اور باقاعدہ آمد و رفت کی ضمانت حاصل کرنے کے لئے مصر کے موثر تعاون سے ایک انتظامی مشینری قائم کی جائے اور مصر کے جائز مفادات کا مکمل تحفظ کیا جائے۔ (۳) دوسری تجویز کی بنیاد پر مصر سے بات چیت کے لئے ایک کمیٹی قائم کی جائے جو بات چیت کے نتائج سے کانفرنس کو مطلع کرے۔

کراچی - ۱۹ راگست - کراچی کے چیف کمشنر مسٹر این ایم خان نے آج چھبیس اشخاص کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔ انہیں سکیورٹی آف پاکستان ایکٹ کے ماتحت ۱۹ راگست کو نظر بند کیا گیا تھا۔ چیف کمشنر نے فیصلہ کیا ہے کہ صورت حال بہتر ہوتے ہی مزید اشخاص رہا کر دیئے جائیں گے۔ یاد رہے ۱۶ راگست کو ۷۴ اشخاص نظر بند کئے گئے تھے۔ سرکاری طور پر بتایا گیا تھا کہ انہیں امن شکنی سے باز رکھنا مقصود ہے۔ ۵۰ اشخاص رہا کر دیئے گئے۔

قاہرہ - ۱۹ راگست صدر ناصر نے بتایا ہے کہ امریکی وزیر خارجہ نے سوئز کینال کمپنی کے انتظام کے لئے جو منصوبہ پیش کیا ہے۔ اسے مصر کبھی قبول نہیں کرے گا۔ صدر ناصر نے کہا ہم کسی ایسی تجویز پر غور نہیں کریں گے جو مصر کی خود مختاری کے منافی ہے، مصر کے صدر نے کہا نہر کا انتظام چلانے کے لئے ایک مشاورتی کمیٹی کے قیام کی تجویز پر غور کرنے کے لئے تیار ہے۔

نئی دہلی - ۱۹ راگست کل یہاں پرانی دہلی کے محلہ کھاری باولی میں تعزیہ کے جلوس پر کسی نے ایک پٹاخہ پھینک دیا۔ جس سے دو افراد زخمی ہو گئے۔ یہ حادثہ ساڑھے تین بجے سہ پہر کو پیش آیا۔ لیکن مجرموں کو شام تک گرفتار نہیں کیا جا سکا تھا۔ حکام نے مزید ہنگاموں کی روک تھام کے لئے ہر مقام پر پولیس کی تعداد دوگنی کر دی۔ لیکن جب جلوس بارہ ٹوٹی کے مقام پر پہنچا تو اس پر پتھراؤ کیا گیا۔ احمد آباد شہر کے دو لاکھ مسلمان کل تعزیہ کا جلوس نہ نکال سکے کیونکہ حکام نے جلوسوں کے اجازت نامے منسوخ کر دیئے تھے۔

لاہور - ۱۹ راگست - آج سابق پنجاب کے علاقوں میں تمام دریاؤں کے بالائی ہیڈ ورکس پر پانی کی سطح معمول سے بھی کم رہی سیلاب کا زور ہیڈ ورکس سے گذر چکا ہے البتہ زیریں علاقوں میں معمولی یا بڑے درجہ کی طغیانی ہے کیونکہ سیلاب کا پانی ابھی ان علاقوں سے گذر رہا ہے، سیلاب کا زیادہ زور ملتان ڈویژن کے ضلعوں میں ہے جہاں راوی چناب اور ستلج بدستور بڑی طغیانی کے عالم میں ہیں اور کئی مقامات پر ان دریاؤں کا پانی کناروں سے باہر نکل گیا ہے، لیکن کہیں سے مزید نقصانات کی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔

لنڈن - ۱۹ راگست - وزیر خارجہ پاکستان مسٹر حمید الحق چوہدری نے سوئز کانفرنس میں جو تجاویز پیش کی ہیں سیاسی مبصروں نے ان کا خیر مقدم کیا ہے، لنڈن میں محسوس کیا جا رہا ہے کہ جہاں صدر ناصر کے "بھارتی حلیف" کانفرنس میں ابھی تک متذبذب نظر آتے ہیں وہاں پاکستان نے ایک اسلامی ملک کی حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔

مصری سفارتخانے کے حلقے بھی مسٹر حمید الحق چوہدری کی تقریر سے خاصے مطمئن نظر آتے ہیں۔ پاکستانی حلقوں کا کہنا ہے کہ گو صدر ناصر کو کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کی ہمنوائی کرنے کی کبھی توفیق نہیں ہوئی لیکن پاکستان نے صدر ناصر کے اس افسوسناک رویہ کے باوجود مصر کی حمایت کا حق ادا کر دیا ہے۔

راولپنڈی - ۱۹ راگست - آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ کانفرنس کی کنونشن ۷-۸ اور ۹ ستمبر کو مظفر آباد میں ہوگی کشمیری راہنما سردار عبد القیوم خاں نے کہا ہے کہ کشمیری زعما پوری طرح متحد ہیں۔ کنونشن سے متعلقہ اجلاس میں کہا گیا ہے کہ ایجنڈا میں یہ امور شامل ہوں گے (۱) آل جموں و کشمیر کانفرنس کے صدر کا انتخاب (۲) حکومت آزاد کشمیر کے صدر کا انتخاب (۳) حفاظتی کونسل اور حالیہ اتحاد کے سلسلہ میں مسئلہ کشمیر پر بحث۔ کنونشن میں آزاد کشمیر کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد آزاد علاقوں کی رفتار ترقی تیز تر کرنے کے اقدامات بھی تجویز کئے جائیں گے۔

کراچی - ۱۹ راگست حاجیوں کا جہاز "سکوگم" دو ہزار دو سو چون حاجیوں کو لے کر ستر اگست کو جدہ سے روانہ ہوگیا۔ یہ جہاز ۲۲ راگست کو کراچی پہنچے گا۔ اصل پروگرام کے مطابق یہ جہاز ۲۱ راگست کو جدہ سے روانہ ہونے والا تھا۔ لیکن بعد میں اس کی روانگی کا پروگرام تبدیل کر دیا گیا۔

لاہور - ۱۹ راگست - آج یہاں ریلوے سٹیڈیم میں آرمی ریڈز اور ریلویز کی ٹیموں میں ساتویں آل پاکستان ہاکی چیمپئن شپ میں ہار جیت کا فیصلہ نہ ہو سکا دونوں ٹیموں نے کوئی گول نہیں کیا۔ کل ایسے کو میچ دوبارہ کھیلا جائے گا ÷

مرغ ما ئینل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر - دوست محمد

پیغام صلح مورخہ ۲۲ راگست ۱۹۵۶ء - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۲

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس لئے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ بقایا اقساط سے جو وہ بسہولت دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا ان میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں؟ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ ستمبر ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط بذریعہ منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ ستمبر تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ رقم موصول ہوئی تو مجبوراً ۱۰ ستمبر ۱۹۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کیا جائے گا۔ جس کو چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ وی پی کے محصول ڈاک کا بھی نقصان اٹھانا پڑیگا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر سرخی سے گول دائرہ بنا دیا گیا ہے۔

(مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم
۳۹	۱۲
۴۳	۶
۸۵	۶
۸۷	۲۴
۹۰	۶
۱۵۹	۶
۲۷۸	۶
۳۷۰	۶
۳۷۶	۶
۳۷۹	۱۲
۳۸۴	۶
۴۰۴	۶
۴۸۵	۶
۵۰۴	۳
۵۹۱	۶
۶۰۴	۶
۶۱۵	۶
۶۲۲	۶
۶۲۶	۵
۶۳۶	۶
۷۰۶	۶
۷۱۰	۶
۷۵۴	۶
۷۵۷	۶
۷۶۰	۶
۷۶۳	۶
۷۶۴	۶
۷۶۵	۶

رعایتی

نمبر	رقم
۸۰۰	۴
۸۱۹	۳
۸۲۱	۱۵
۸۲۳	۱۶
۸۲۷	۱۸
۸۵۱	۴
۸۵۳	۴
۸۶۳	۶
۸۷۳	۱۶
۸۹۲	۱۲
۹۰۰	۱۲
۹۰۴	۸
۹۱۱	۶
۹۱۷	۳

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۱ محرم سنہ ۱۳۷۶ھ - مطابق ۲۹ اگست سنہ ۱۹۵۶ء | ۳۳

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقاید اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے، وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اسکو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اسی پر مریں۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے، ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں، غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں، ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اسکا یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین والمفترین۔

"کامیاب وہی لوگ ہونگے جو قرآن کریم پر چلتے ہیں"

"عزت اور عروج اسی راہ سے آئیگا جس راہ سے پہلے آیا"

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات عالیہ

جو لوگ اسلام کی بہتری اور زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیاب وہی لوگ ہونگے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے، اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا [illegible] جو اللہ تعالےٰ نے اُن سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتداء میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے۔ اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں [illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر انہوں نے وہ پایا جو صدیوں [illegible] میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے [illegible] اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ ان لوگوں کی پیروی کسی رسم [illegible] تھے جن کو کفار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا [illegible] اور عروج کا رہا۔ اس میں سر یہ تھا کہ

خدا داری چہ غم داری

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید یہی ایمان تھا [illegible] مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا۔ لیکن آخر اس پر کوئی قابو نہ [illegible] کی خدمت تھی۔ غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہ [illegible] اختیار کیا پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا۔ اور رفتہ رفتہ ایسا زوال [illegible] رہے ہو۔ اب اس مرض کی جو تشخیص کی جاتی ہے ہم اس کے مخالف [illegible] تشخیص کا جو علاج کیا جائے گا وہ زیادہ خطرناک اور مضرات [illegible] کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہوگا۔ ان میں وہ ایمان پیدا [illegible] نہ ہوں گے۔ عزت اور عروج اسی راہ سے آئے گا۔ [illegible] پیدا [illegible]

(ملفوظات احمدیہ جلد اول صفحہ [illegible])

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف

از (مولانا مرتضٰی خان حسن)

"مَیں نے دیکھا کہ میں شہر لنڈن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلّل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ مَیں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائیں گے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵ - ۵۱۶)

دیکھا یہ کشف حضرتِ والا تبار نے ٭ عیسٰیِ وقت مہدیِ عالی وقار نے
لنڈن حضور گویا ہیں تشریف لے گئے ٭ دل پُر ز درد۔ سوزشِ پنہاں لئے ہوئے
مدِ نظر نہ سیر نہ تفریح سے غرض ٭ آٹھوں پہر تھی سجدہ و تبلیغ سے غرض
منبر پہ چڑھ کے ہادیٔ عالم کی شان میں ٭ تقریر کی حضور نے انگلش زبان میں
تقریر کیا تھی سلکِ دُرِ آبدار تھی ٭ جس پہ ہزار جاں سے فصاحت نثار تھی
تقریر کیا تھی دعوتِ حق کی پکار تھی ٭ دردِ دلِ حضور کی آئینہ دار تھی

پہنچا وہ دورِ کشف پہ عالی مکاں کہاں
لنڈن کی سرزمیں کہاں اور قادیاں کہاں

پھر اسکے بعد آپ نے دیکھے طیور چند ٭ بیٹھے درخت پر ہیں سفید اور دلپسند
حضرت نے ایک آن میں ان کو پکڑ لیا ٭ میں کیا کہوں کہ کیسا یہ منظر عجیب تھا
اس کشف کی حضور نے تعبیر کی بیاں ٭ لنڈن میں جاؤں ایسا تو ہرگز نہیں گماں
میں تو نہیں مگر مری تحریر جائے گی ٭ جو گمرہوں کو راہِ ہدایت پہ لائے گی
پکڑے ہیں جو طیور سفید اور خوشنما ٭ انگریز ہیں وہ ہوں گے مسلماں جو برملا
حسرت یہی تھی میری یہی تھی دُعا مری ٭ مدت کے بعد آج کلی دل کی کھل گئی
اللہ سے بشارتِ عظمٰے مجھے ملی ٭ یورپ مسلمان ہوگا بہ افضالِ ایزدی

اے صاحبانِ ہوش! ذرا دیکھنا ادھر
گاؤں کے رہنے والے کی یورپ پہ ہے نظر

حضرت کے انتقال کو گذرے تھے چند سال ٭ پُورا ہوا یہ کشف بصد خوبی کمال
وہ افتخارِ مومنیں خواجہ کمالِ دیں ٭ مصداق تھا جو آخرین منہم کا بالیقیں
ذی علم ذی وجاہت و فرزانہ و لبیب ٭ جس کو خدا سے دولتِ تقویٰ ہوئی نصیب
دنیا میں جس کی سحر بیانی کی دھوم تھی ٭ تقریرِ دلنشیں کی روانی کی دھوم تھی
علامۂ زماں تھا فصیح اللسان تھا ٭ حسّانِ وقت اس کو اگر کہئے ہے بجا

شاگردِ خاص حضرت مہدیٔ وقت کا
تبلیغِ دیں کے واسطے لنڈن پہنچ گیا

لنڈن کے رہنے والوں سے اس نے کیا خطاب ٭ کچھ ڈر تھی نہ امید، نہ اس میں کوئی عتاب
فرمایا دینِ حق کا میں پیغام لایا ہوں ٭ اے صاحبو! میں تحفۂ اسلام لایا ہوں
کانِ نبیؐ سے گوہرِ عرفان لایا ہوں ٭ میں بانٹنے کو دولتِ ایمان لایا ہوں
روشن کرے جو دل کو وہ سامان لایا ہوں ٭ اے اہلِ غرب! مشعلِ قرآن لایا ہوں
سینہ میں سوز۔ درد سے پُر جان لایا ہوں ٭ پوشیدہ دل میں سینکڑوں ارمان لایا ہوں
حسنِ ازل کا جلوہ دکھانے میں آیا ہوں ٭ عہدِ الست یاد دلانے میں آیا ہوں
اسرارِ لا الٰہ بتانے میں آیا ہوں ٭ نقشِ دوئی دلوں سے مٹانے میں آیا ہوں
شمعِ ہدیٰ و رشد جلانے میں آیا ہوں ٭ بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے میں آیا ہوں

اللہ کے غضب سے ڈرانے میں آیا ہوں
غفلت میں سونے والو! جگانے میں آیا ہوں

سٹیج پر وہ اس طرح نغمہ سرا ہوا ٭ بُلبل ہے گویا تختۂ گُل پر چہک رہا
موضوعِ گفتگو کبھی دیں کے اُصول تھا ٭ کرتا تھا وہ بیاں کبھی اُسوہ رسولؐ کا
گوہر فشاں وہ ہوتا تھا کچھ ایسی شان سے ٭ آتی تھی مرحبا کی صدا آسمان سے
توحید سے کیا انہیں آگاہ سربسر ٭ تعلیم مصطفٰےؐ سے کیا ان کو باخبر
قرآں کے اُس نے کھولے جو اسرارِ معنوی ٭ پھر تا تھا منہ چھپائے ہوئے دینِ عیسوی
توحید کا جو ہو گیا رخشندہ آفتاب ٭ تثلیث میں نہ باقی رہی کوئی آب و تاب
اُس مردِ باکمال کے حسنِ بیان سے ٭ فصحائے غرب ششدر و حیران رہ گئے
شاہد جہاں ہے اسکی تقاریرِ دلپذیر ٭ تمثیل و بے عدیل تھیں بے شبہ و بے نظیر

آنکھوں کے آگے آ گیا نظارہ کشف کا
خواجہ کی تھی زباں کہ مسیحا تھا بولتا

کوشش میں اس کی فضلِ خدا سے لگے ثمر ٭ حلقہ بگوشِ دیں ہوا ہیڈلے سا نامور
پھر اس کے بعد آیا ہملٹن سا باوقار ٭ تھا خاندانِ شاہی سے وہ مردِ کامگار
ولیم پکھڈ پکتھال جو تھا مردِ باصفا ٭ سو جان سے وہ فدائے رسولِ خدا ہوا
فی الجملہ ایسے سینکڑوں مردانِ باکمال ٭ دنیا میں جن کی شان کی ملتی نہیں مثال
حلقہ بگوشِ دینِ رسولِ امیں ہوئے ٭ ہاں سب کے سب ہی خاتمِ دیں کے نگیں ہوئے
باصد خلوص خادمِ شرعِ مبیں ہوئے ٭ یہ وہ طیور ہیں جو مسیحا نے پکڑے تھے

اللہ نے جو حضرتِ والا کو دی خبر
دیکھو! وہ کیسی پوری ہوئی اپنے وقت پر

قائم ہے اب بھی نشر و اشاعت کا انتظام ٭ پھیلا ہوا ہے دنیا میں تبلیغ کا نظام
اعلائے کلمۃ اللہ کا جاری ہے اب بھی کام ٭ مصروف ہیں جہاد میں مہدی کے سب غلام
ہر ملک میں بفضلِ خدا و کبریا ٭ روشن ہے شمعِ دینِ محمدؐ بصد ضیا
اللہ رے وہ مسجدِ ووکنگ کی عز و شاں ٭ دنیا میں ہے وہ شوکتِ اسلام کا نشاں
اُس ذوالکرم نے ایسی کرم کی نگاہ کی ٭ برلن سے اُٹھ رہی ہے صدا لا الٰہ کی
مسجد وہ گھر خدا کا جو آباد ہے وہاں ٭ توحید کا ہے مرکز تثلیث میں نشاں
امریکہ میں بھی فضلِ خدائے عظیم سے ٭ صد ہا نفوس داخلِ دینِ متیں ہوئے
دنیا میں انقلابِ عظیم اک بپا ہوا ٭ لہرا رہا ہے پرچمِ اسلام جابجا
اب گونجتا ہے نعرۂ جل جلالہٗ ٭ اُٹھتی صدائے اللہ اکبر ہے چارسُو
سچّا ہوا جو مخبرِ صادق نے تھا کہا ٭ مغرب سے آفتابِ ہدایت طلوع ہوا

یورپ کا خطّہ مرکزِ توحید بن گیا
دیکھو شانِ قدرتِ اللہ واہ وا!

اب صاحبانِ عقل سے میرا سوال ہے ٭ جن کو خدا کا خوف ہے حق کا خیال ہے
جو کچھ کہا تھا حضرت مرزاؑ نے بالیقیں ٭ کیا حرف حرف پورا ہوا اس کا یا نہیں؟
پھر اسکو سچا کہنے میں کیا اعتراض ہے؟ ٭ ملہمِ خدا کا کہنے میں کیا اعتراض ہے؟

سچا ہے وہ خدا کا ہے بھیجا ہوا امام
مانو اگر تو حق ہے یہی بات۔ والسلام

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۵۶ء

ووکنگ مُسلم مشن اور جماعت احمدیہ لاہور

"پیغام صلح" کی ایک سابقہ اشاعت میں مولانا محمد یعقوب خان صاحب کا ایک خطبہ جمعہ شائع ہوا تھا، جس میں انہوں نے موجودہ اسلامی تحریکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"اسلام کا نقشہ جو تحریک احمدیت نے پیش
کیا ہے قائم اور برقرار رہنے والی چیز
ہے .... ہمارے سامنے
کئی تحریکات اُٹھیں، ورغائب ہو گئیں، تحریک
پر تحریک اُٹھتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے
یہ نشان ہیں جو دیکھنے والوں کے دلوں کو ایمانی
حقائق سے لبریز کرنے کا موجب ہیں، یہ
ٹھوس حقائق ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔

ووکنگ مشن کا چمکتا ہوا نشان

ووکنگ مشن کو ہی لیجئے وہ اس تحریک کے
آسمانی سرچشمہ ہونے پر ایک چمکتا ہوا نشان ہے
.... اس کے بالمقابل ایک اور اسلامی
ادارہ ہے جس کے پیچھے تمام اسلامی دنیا کے
سفارتخانے ہیں لیکن وہ ووکنگ کے بالمقابل
ہیچ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب
فرمایا ہے ہزار نقد نمائی لیکے چو سکۂ ما
بہ نقش خوب و عیار و صفا کجا باشد
ایک ایک احمدی نشان بن سکتا ہے اور بن چکا ہے
ووکنگ مشن کی مقبولیت کو دیکھ کر کئی لوگوں نے
یورپ میں مبلغ بھیجے لیکن انہیں کامیابی نہ ہوئی"

اس سارے بیان میں حضرت مسیح موعودؑ کی عظمت اور دیگر تحریکات پر سلسلہ احمدیہ کی فوقیت کا ذکر کرتے ہوئے ووکنگ مسلم مشن کو صداقت سلسلہ کا ایک نشان قرار دیا گیا ہے بلکہ ایک ایک احمدی کو صداقت کا نشان ٹھہرایا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اس میں قادیانی جماعت یا اس کے مشنوں کے خلاف کچھ نہیں کہا گیا۔ لیکن غیر از جماعت مخالفین کی طرح آج قادیانی حضرات کو بھی سلسلہ احمدیہ کی تائید میں کوئی ایسی بات سننا گوارا نہیں جو جماعت احمدیہ لاہور یا اس کے کسی فرد کے منہ سے نکلے اور جس سے جماعت احمدیہ لاہور کی قربانی و اخلاص کا ثبوت ملتا ہو، چنانچہ اس خطبہ کا شائع ہونا تھا کہ قادیانی کیمپ میں کھلبلی مچ گئی کہ ہیں! ووکنگ مسلم مشن کو صداقت سلسلہ کا نشان قرار دیا گیا؟ اس کے متعلق تو فلاں شخص نے کہہ دیا ہے کہ جماعت احمدیہ سے اس کا تعلق نہیں حالانکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ ووکنگ مسلم مشن کی بنیاد حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں آپ کے منشاء کے مطابق حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی، اور اس وقت بھی تمام غیر منقسم جماعت احمدیہ کی امداد اس کی پشت پر تھی اور اس کے بعد بھی جماعت احمدیہ لاہور ہی کا بیشتر روپیہ اس پر خرچ ہوا اور ہو رہا ہے اور اسی جماعت کے مبلغین اس مشن میں کام کرتے رہے اور اب تک کر رہے ہیں، ابھی حال ہی میں مولوی محمد یحیٰی بٹ صاحب جو ایک راسخ العقیدہ احمدی نوجوان ہیں، بطور اسسٹنٹ امام ووکنگ مشن میں کام کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں بلکہ وہاں پہنچ بھی چکے ہیں، اور تھوڑے دنوں میں خود صدر انجمن مولانا محمد یعقوب خان صاحب (جن کے خطبہ پر قادیانی اخبار "الفضل" میں تنقید کی گئی ہے) وہاں بطور امام تشریف لے جانے والے ہیں، پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ مشن جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتا، ہاں اس میں شک نہیں کہ اس مشن کی پالیسی غیر فرقہ وارانہ ہے، جو حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی منشاء سے اختیار کی گئی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مشن احمدیہ تحریک کا کارنامہ نہیں یا اسے سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا نشان قرار نہیں دیا جا سکتا۔

وہ سفید پرندے جو حضرت مسیح موعودؑ نے عالم رؤیا میں لندن کے منبر پر وعظ کرتے ہوئے پکڑے، کون نہیں جانتا کہ سب سے پہلے ووکنگ ہی میں پکڑے گئے۔ جہاں حضرت کی تعبیر کے مطابق بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو گئے یہ ووکنگ مشن ہی ہے جہاں سے قرآن کریم کی وہ انگریزی تفسیر شائع ہوئی جس کے متعلق حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ:-

"یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز
ایسا نہیں ہوگا جیسے مجھ سے یا جیسا
اس سے جو میری شاخ ہے
اور مجھ ہی میں داخل ہے"

(ازالہ اوہام ص ۷۷۳)

اب خود سوچ لو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی شاخ کہاں ہے اور کون آپ ہی میں داخل ہے؟ وہ عمدہ عمدہ تالیفیں جو حضرت مسیح موعودؑ کے منشاء کے مطابق حضرت مولانا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی تفسیر کے علاوہ مرتب کیں اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے انہیں شائع کر کے ووکنگ مشن کے ذریعہ سے مغربی ممالک میں پھیلایا کیا وہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور تحریک احمدیت کی فوقیت کا کھلا نشان نہیں؟ اگر ان کو آپ نشان قرار نہیں دیتے اگر ووکنگ مسلم مشن کے اثرات تمام اسلامی دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں تحریک احمدیت کے آسمانی تحریک ہونے پر ایک چمکتا ہوا نشان قرار نہیں دیا جا سکتا تو یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں احمدیت کا قدم بہت پیچھے ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، حیف ہے کہ حضرت مسیح موعود کی صداقت جس امر میں پائی جاتی ہے اور جو چیز آپ کے پاک ارادوں اور مقصد و منشاء کو پورا کرنے والی ہے، اس کو کہا جاتا ہے کہ آپ کی ذات یا آپ کے سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں جس شخص نے ایسا فقرہ کہا ہے ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے اس نے سخت غلط بیانی سے کام لیا ہے، اور ان لوگوں کو کیا کہیں جو واقعات سے آنکھیں بند کر کے ایسے غیر ذمہ دارانہ فقرہ کو لے اُڑے اور تحریک احمدیت کے اس عظیم الشان کارنامہ کو جھٹلا کر ان روشن اور بیّن نشانات سے انکار کر دیا جو اس مشن کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود کی صداقت اور سلسلہ احمدیہ کی فوقیت کو ثابت کرتے ہیں،

حدیث میں آتا ہے کفٰی بالمرءِ کذباً
ان یحدث بکل ما سمع کسی شخص کے جھوٹا
ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر بات جو
ادھر ادھر سے سنے بیان کرتا پھرے افسوس

ہے آج قادیانی اخبار "الفضل" کا یہی حال ہے، بلا تحقیق شہادتوں پر لوگوں کو منافق قرار دینا اور واقعات کو چھوڑ کر سنی سنائی باتوں پر سلسلہ کے روشن اور بیّن نشانات کو جھٹلانا اس لئے کہ اس سے جماعت احمدیہ لاہور کی تائید ہوتی ہے اُن کا شیوہ ہو چکا ہے، یہ کسی حق پرست انسان کا کام نہیں، نہ کوئی ایسا شخص اس کا حامی ہو سکتا ہے جو پیر پرستی کے جال میں پھنسا ہوا نہ ہو۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر دلی ایمان رکھتا ہو۔

شکریہ تعزیت

ہمیں ملک فضل کریم صاحب مرحوم (ہمارے والد مرحوم) کی تعزیت کے پیغامات اور خطوط ملک صاحب مرحوم کے دوستوں اور احباب جماعت سے موصول ہوئے ہیں، ہم تمام احباب کو فرداً فرداً شکریہ کے خطوط تحریر نہ کر سکے۔ لہذا بذریعہ اخبار "پیغام صلح" تمام بزرگوں اور احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ والسلام۔

نیازمند۔ عبدالقیوم۔ عبدالقدوس
پسران ملک فضل کریم صاحب مرحوم
راولپنڈی

حضرت مولٰنا نورالدین صاحبؓ کی شان حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

بخدمت شریف ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض ہے کہ آپ نے جو مضمون آئینہ کمالات اسلام سے درج اخبار فرمایا ہے۔ وہ بھی بہت شاندار ہے۔ اور بہت تعریف کے قابل ہے۔ اس سے دل بہت خوش ہوا۔ جزاکم اللہ۔

اب یہ ایک اور اقتباس بھی شامل عریضہ ہذا ہے۔ یہ بھی علامہ مولٰنا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی بلند شان کے متعلق ہے۔ اس کو بھی درج اخبار فرما کر مشکور فرماویں اور جماعت کے دوستوں کو فیض بخشیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

مکرر عرض ہے۔ کہ حضرت مولٰنا نورالدین صاحبؓ کی شان کے متعلق اس طرح کے اور اقتباسات بھی جو مل سکیں اور جو مناسب خیال کریں ضرور شائع فرما دیں۔

راقم عاجز۔ مولابخش ملی اختر۔ لائلپور شہر ۱۶-۸-۵۶

ایک مبارک بزرگ متقی عالم صالح فقیہ اور جلیل القدر محدثؓ

" اور میرے دوست سب متقی ہیں۔ لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان والاسلام اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص۔ بزرگ متقی۔ عالم۔ صالح۔ فقیہ اور جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق۔ حکیم۔ حاجی الحرمین۔ حافظ القرآن۔ قوم کا قریشی، نسب کا فاروقی ہے۔ جس کا نام نامی مع لقب گرامی مولوی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو دین و دنیا میں بڑا اجر دے۔ اور صدق و صفا اور اخلاص و محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اول نمبر پر ہے۔

اور غیر اللہ سے انقطاع میں اور ایثار اور خدمات دین میں وہ عجیب شخص ہے۔ اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مختلف وجوہات سے بہت مال خرچ کیا ہے۔ اور میں نے اس کو ان مخلصین سے پایا ہے۔ جو ہر ایک رضا پر اور اولاد و ازدواج پر اللہ تعالےٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس کی رضا چاہتے ہیں۔ اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے مال اور جانیں صرف کرتے ہیں۔ اور ہر حال میں شکرگذاری سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

اور وہ شخص رقیق القلب۔ صاف طبع حلیم کریم۔ اور جامع الخیرات۔ بدن کے تعہد اور اس کی لذات سے بہت دور ہے۔ بھلائی اور نیکی کا موقعہ اس کے ہاتھ سے کبھی فوت نہیں ہوتا۔ اور وہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعلاء اور تائید میں پانی کی طرح اپنا خون بہا دے اور اپنی جان کو بھی خاتم النبیین کی راہ میں صرف کرے۔ وہ ہر ایک بھلائی کے پیچھے چلتا ہے۔ اور مفسدوں کی بیخکنی کے واسطے ہر ایک سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے مجھے ایسا اعلےٰ درجہ کا صدیق دیا۔ جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے۔ اور باریک بین اور نکتہ رس اللہ تعالےٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کیلئے ایسی اعلےٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے۔ کہ کوئی محب اس سے سبقت نہیں لے گیا۔"

(کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۵ ترجمہ از عربی عبارت)

وصولی چندہ اور استحکام جماعت

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

مولوی محمد علی صاحب محصل انجمن کو منٹگمری اور ملتان کے اضلاع کے دورہ پر بھیجا گیا تھا تاکہ وہ جماعت کے احباب سے ملیں۔ اور ان کی توجہ جماعت کے استحکام تنظیم اور چندہ کی باقاعدگی کی طرف منعطف کرائیں۔ انہوں نے اس کام کی جو رپورٹ بھیجی ہے۔ وہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ نیز ان کی کوشش سے محمد یعقوب صاحب ساکن کسُم سر چک نمبر ۲۳ نے سلسلہ میں داخل ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو خدمت اسلام کی زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ احباب ان کی استقامت کے لئے دعا کریں۔ جماعت کے استحکام تنظیم کے سلسلہ میں چند روز کے لئے ایک وفد جھنگ گھیانہ سرگودھا اور میانوالی کے اضلاع میں جا رہا ہے۔

جن مقامات سے چندہ وصول ہوا ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

سیکرٹری

	روپے	آنے	پائی
جماعت چک نمبر ۲ اوکاڑہ			
۱۔ جناب حافظ محمد بخش صاحب معہ کنبہ چندہ جنوری تا ۳۱ اگست ۱۹۵۶ء	۲۸	۴	۰
۲۔ چوہدری بشیر احمد صاحب بی اے ایل ایل بی 〃 〃	۱۵۰	۰	۰
۳۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب معہ کنبہ 〃 〃	۳۱۴	[illegible]	۰
۴۔ چوہدری شریف احمد صاحب 〃 〃	۱۳	۸	۰
۵۔ چوہدری اکبرالدین صاحب 〃 〃	۲۸	۴	۰
جماعت بوڑے والا			
۱۔ میاں محمدالدین صاحب ٹھیکیدار۔ چندہ مئی تا اگست ۱۹۵۶ء	۴۰	۰	۰
۲۔ ممتاب بی بی 〃 〃	۸	۰	۰
۳۔ محمد ذکریا صاحب 〃 〃	۱۲	۰	۰
۴۔ زینب بی بی 〃 〃	۴	۰	۰
۵۔ محمد یونس صاحب جنوری تا دسمبر ۱۹۵۶ء	۱۲	۰	۰
۶۔ محمد بی بی۔ مئی تا اگست ۱۹۵۶ء	۲	۰	۰
۷۔ میاں محمدالدین صاحب۔ عید فنڈ	۱	۰	۰
۸۔ محمد ذکریا صاحب 〃	۱	۰	۰
۹۔ محمد اقبال صاحب 〃	۱	۰	۰
۱۰۔ محمد اقبال صاحب۔ قیمت کھال	۵	۰	۰
۱۱۔ محمد ذکریا صاحب۔ قیمت کھال	۵	۰	۰
۱۲۔ محمد ذکریا صاحب۔ صدقہ	۲۰	۰	۰
۱۳۔ محمد اقبال صاحب عطیہ اشاعت اسلام	۲	۸	۰
۱۴۔ محمد ذکریا صاحب 〃 〃	۲	۸	۰
۱۵۔ زینب بی بی۔ عید فنڈ	۰	۴	۰
خانے وال			
۱۔ سید دلاور شاہ صاحب منیجر	۱۰	۰	۰
جماعت چک نمبر ۲۳ کسُم سر			
۱۔ بیگم چوہدری علی محمد صاحب۔ چندہ ماہ اگست ۱۹۵۶ء	۵	۰	۰
۲۔ چوہدری محمد شفیع صاحب 〃	۵	۰	۰
۳۔ بابا چراغ دین صاحب 〃	۳	۰	۰
اسمٰعیل آباد ضلع ملتان			
۱۔ محمد حنیف صاحب	۱	۰	۰
۲۔ قاضی شیر محمد صاحب	۱	۰	۰
۳۔ محمد یٰسین صاحب جون تا اگست ۱۹۵۶ء	۶	۰	۰
میزان کل	۴۰۳	۴	۰

اسلام احکامِ الٰہی کی فرمانبرداری کا نام ہے

موجودہ مسلمانوں کی اسلام سے بیگانگت

مامورِ الٰہی کی "الوصیت" کو پڑھو اور سب باہم مل کر کام کرو

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ .... وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ

انسانوں میں دو قسم کے قویٰ

"خدا تعالیٰ کے نزدیک امن تک پہنچنے کا رستہ فرمانبرداری میں ہے" یہ بتاتا ہے کہ وہ ہستی جس کو فرمانبرداری کی طرف بلایا جاتا ہے اس میں نافرمانی کا مادہ بھی ہے ورنہ اسے فرمانبرداری کا حکم نہ دیا جاتا، انسان میں دو قسم کے قوے رکھے گئے ہیں، ایک سفلی قوے ہیں اور ایک ملکوتی، سفلی قوے اس کو نیچے کی طرف کھینچتے ہیں اور ملکوتی قوے اوپر کی طرف اٹھاتے ہیں، لیکن سفلی قوے کا موجود ہونا بھی انسان کی ترقی کیلئے لازمی ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو اس میں حرکت پیدا نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کا ارادہ کیا اور اس کا اظہار فرشتوں پر کیا تو ان کی نظر اس کے سفلی قوے پر پڑی اور انہوں نے کہا کہ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

سفلی قوے بھی ترقی کا موجب ہیں

دراصل فرشتوں کے سامنے انسان کے ملکوتی قوے نہ تھے، اور یہ بھی ان کو معلوم نہ تھا کہ سفلی قوے بھی انسان کی ترقی اور فائدہ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ مثلاً حرص اور غضب جو بظاہر مذموم نظر آتے ہیں اگر برمحل استعمال کئے جائیں تو اخلاق فاضلہ کا موجب ہوتے ہیں، انسان کا نفس ہمیشہ اسے بڑائی کی طرف لے جاتا ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ یہ الفاظ ایک نبی کی زبان سے نکلے ہیں، نفس ایسی چیز ہے کہ اگر انسان اس کے پیچھے لگتا ہے تو وہ اس کو سود کا امر کرتا ہے ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے، اصل میں انسان کی ترقی کا راز یہی ہے کہ وہ ان سفلی قوے کو ملکوتی بنا دے، اور یہ فرمانبرداری ہی سے ہو سکتا ہے۔

اسلام فرمانبرداری کا نام ہے

فرمانبرداری زبان سے ہی نہیں بلکہ اعضاء اور جوارح سے ہونی چاہیئے، ہماری زبان، ہمارے ہاتھ اور پاؤں جب حرکت کریں تو احکامِ الٰہی کی فرمانبرداری میں حرکت کریں، یہی اسلام ہے، مذہب اسلام کو جو اسلام کا نام دیا گیا ہے وہ اسی لئے ہے کہ اس میں سلامتی کی راہیں بتائی گئی ہیں، انسان کی سلامتی اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بن جائے۔ انسان خدا تک تبھی پہنچ سکتا ہے کہ اپنی ہر ایک چیز خدا کے تابع کر دے اسی لئے فرمایا وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ دیکھو جو سلامتی کی راہ کو چھوڑتا ہے وہ تکلیف اٹھائے گا اور خدا کے نزدیک وہ قابل قبول نہیں۔

اسلام کو چھوڑ کر مسلمان ذلیل ہو گئے

مسلمان جب تک اس پر عمل پیرا رہے، اس وقت تک دنیا میں کامیاب اور معزز و ممتاز رہے لیکن جب انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو نہ صرف انحطاط میں آ گیا بلکہ بالکل ذلیل ہو گئے دور جانے کی ضرورت نہیں اس ملک میں پون صدی پہلے بہت سی تحریکات اٹھیں، لیکن ایک ایک کر کے سب فیل ہو گئیں، کیوں؟ اس لئے کہ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ۔ اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا رستہ اختیار کرنا ناکامی کا موجب ہوتا ہے، آج اگر مسلمان اسلام کو اپنا شعار بنا لیں اور خدا کی فرمانبرداری اختیار کر لیں تو ہماری قوم اور ہمارا ملک ترقی کر سکتا ہے، خدا کا قانون یہ ہے کہ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرے گا وہ فیل ہو جائے گا وَھُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔ یہاں بھی گھاٹے میں رہے گا اور آخرت میں بھی نقصان اٹھائیگا۔

اسلام سے بیگانگت

کیا صاف بات تھی لیکن اس قدر مسلمانوں نے آنکھیں بند کی ہیں اس قدر اسلام سے دور اور اجنبی ہو گئے ہیں کہ اسلام کی صحیح تعلیم پیش کی جائے تو کہتے ہیں واہ صاحب! ہم نے تو یہ کبھی سنا ہی نہیں، وہی بات جو انبیاء کے مخالفین کہتے تھے، کہ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا کہ جو کچھ تم ہمیں تعلیم دیتے ہو ہمارے باپ دادا تو اس پر عامل نہ تھے! اور کہ ہم نے یہ باتیں ان سے نہیں سنیں، تو آج مسلمانوں سے خاں اسلام کی صحیح تعلیم سے اس قدر ناآشنا ہو چکے ہیں کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارے بڑوں نے تو ایسا نہیں بتایا، بلکہ مصنوعی اسلام بتایا ہوا ہے اور اپنی مرضی کی راہوں پر چلتے ہیں خیر ہمیں تو اس سے واسطہ نہیں، برادران اسلام ہونے کی وجہ سے دل میں درد پیدا ہوتا ہے تو اس کا ذکر کرنا پڑتا ہے۔

الوصیت کو پڑھو

لیکن میں کہوں گا کہ ہمیں اس کی بہت فکر کرنی چاہیئے کیونکہ جس امام کو ہم نے مانا ہے اس نے ہمارے سامنے سلامتی کا جو رستہ تجویز کیا ہے وہی کامیابی کا رستہ ہے، میں اپنے بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ اور نہیں تو الوصیت ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے لکھا، اس کو پڑھیں، اس میں آپ نے اپنے آنے کی غرض بتائی ہے اور جس راہ پر جماعت کو چلانا چاہا ہے اس کو کھول کر بیان کیا ہے، میں دیکھتا ہوں کہ ہم اس سے بیگانہ ہو گئے اور حضرت کی وصیت پر عمل پیرا نہیں، حضرت مسیح موعودؑ نے اس میں یہی وصیت کی تھی کہ:

"جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو تم سب میرے بعد مل کر کام کرو"

اور انجمن کو خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا، اور انجمن کے ممبروں کے متعلق فرمایا کہ وہ متقی، پارسا ہوں چالباز نہ ہوں ان میں دنیا کی ملونی نہ ہو اور جو فیصلہ انجمن کثرت رائے سے کرے وہ قطعی ہوگا، دیکھو ایک مامور جو خدا کا فرستادہ ہے وہ ایک وصیت لکھتا ہے انجمن بناتا ہے اس کیلئے دعائیں کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ میرے بعد سب مل کر کام کرو اب اگر کوئی شخص اس سے علیحدہ ہو کر کام کرتا ہے تو آپ بتائیے کہ اس کے دل میں آپ کی وصیت کی کوئی عزت ہے، میں تو کہوں گا کہ ایسے شخص کو حضرت کے ساتھ اور آپ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

انجمن سے الگ کام کرنا جماعت کی مرکزیت کو توڑنا ہے

یہ ایک دھوکا ہے کہ ہم انجمن سے الگ نیکی اور اشاعت اسلام کا کام کر رہے ہیں، میں کہتا ہوں مامور نے جو انجمن بنائی تھی اس کو چھوڑ کر علیحدہ علیحدہ کام کرنا قوم کی تباہی کا موجب ہے، بیشک نیکی کا کام ہے جو آپ کرتے ہیں لیکن اس راہ پر چل کر کریں جو حضرت صاحب نے بتائی ہے دنیا میں جو بھی انجمن بنائی جائے اگر اس کے ممبر الگ ہو کر اس کام کو کرنا چاہیں جو انجمن کے سامنے ہے تو کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ انجمن قائم رہ جائے گی؟ کیا قوم کی مرکزیت اس سے برقرار رہ سکتی ہے کہ ہر شخص الگ ہو کر اپنے طور پر کام کرے؟ خدا کے لئے ایسا رستہ اختیار کرو جس سے اجتماعیت اور مرکزیت .... جاتی رہے۔

خالد بن ولید کی مثال

بات یہ ہے کہ ساری چیزوں میں نفسانیت باریک در باریک رنگ میں چلتی ہے میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی کو عہدہ مل جاتا ہے پھر وہ اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا، وہ عہدے کی پرستش کرتا ہے اس کو خدا کے کام سے محبت نہیں۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میں ان کے سامنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کرتا ہوں کہ آپ کو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جرنیل کے عہدے سے معزول کیا اور حضرت بلال رض کو حکم دیا کہ ان کی پگڑی سے باندھ کر حاضر کرو تو حضرت خالد رض نے بے چون و چرا اس حکم کی تعمیل کی، جرنیل تھے فوج ان پر نثار تھی مگر بغاوت نہیں کی اور فرمایا کہ میرے سامنے تو خدمت اسلام ہے اس امر میں میں جرنیل اور سپاہی میں کوئی فرق نہیں دیکھتا، میں ایک سپاہی کی حیثیت سے خدمت اسلام کروں گا۔ اللہ اللہ کیا لوگ تھے اور خدمت اسلام کا انہیں کیا جذبہ تھا کہ ہر ایک چیز کو اس پر نثار کرنے کو تیار رہتے۔

عہدے سے وابستگی

آج ہمارے ملک میں جو ابتری ہے اس کی تہ میں یہی خواہش کام کرتی ہے کہ جس عہدہ پر کسی کو لگایا جائے اس سے وہ علیحدہ نہیں ہونا چاہتا ایک آدمی وزیر بنتا ہے تو پھر وہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ ہی بنا رہے کوئی اسے ہٹانے والا نہ ہو، ہمیں امورِ الٰہی نے ان چیزوں سے بالا رکھا ہے اور ہمیں تعلیم دی ہے کہ ہم محض خدا کے لئے کام کریں۔

اپنے آپ کو مامورِ الٰہی کے بتائے ہوئے رستہ پر چلائیں یہ یاد رکھئے جب تک کسی کام میں نفس کی ملونی ہوگی وہ کام بابرکت نہیں ہوگا، اس لئے میں درخواست کروں گا کہ آپ "الوصیت" پر چلیں اگر اس میں کوئی ایسی بات نظر آئے جو ہمارے اعمال و کردار کے منافی ہو تو ہمیں چاہیئے کہ اپنے رویہ کو بدل دیں اور اپنے اعمال کو الوصیت کے مطابق کریں، اس میں شک نہیں کہ دل خدا کے اختیار میں ہیں اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ نفس برائی کی طرف لے جاتا ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ خدا کا رحم اور فضل ہی انسان کو بچا سکتا ہے، لیکن ہمیشہ اس بات کو سامنے رکھیں کہ جو خدا کے رستہ میں کام کرے اسے عہدوں اور نمود کی کچھ پرواہ نہ ہو، عہدہ کیا شئے ہے اصل چیز کام ہے، بہرحال دعا بہت کرنی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ ہمارا قدم اس راہ پر ہے یا نہیں جو مامورِ الٰہی نے ہمیں بتایا۔

چندہ ماہوار از خود دیں اور انجمن کو دیں

محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا پیغام احمدی احباب کے نام

برادرانِ ملت۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

اسلام ہم سے بڑی قربانی چاہتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مال اور خون سے اس کی آبیاری کی۔ ہم سے صرف مال کی قربانی طلب کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ حتیٰ کہ جو شخص تین ماہ چندہ ماہوار ادا نہ کرے اس کے متعلق فرمایا کہ وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ (۱) ادائیگی چندہ کی پابندی کریں (۲) اسکی ادائیگی خود کریں محصل کا انتظار نہ کریں۔ جو شخص خود چندہ ادا کرتا ہے اس کا درجہ اس سے بڑھکر ہے جو محصل کا انتظار کرتا ہے۔ اس ضمن میں بیرونی جماعتوں سے میں درخواست کروں گا کہ وہ خود اپنا چندہ ماہوار جماعت کے سیکرٹری کو ادا کریں جو اس کو مرکز میں بھجوا دے۔ لوگ تو مانگنے پر بھی اشاعت اسلام کے لئے نہیں دیتے مگر احمدی کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بن مانگے اس کارِ خیر کے لئے اپنا مال پیش کرتا بلکہ اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر دیتا ہے جس کا نظارہ غیر از جماعت مسلمان ہمارے سالانہ جلسوں پر بارہا دیکھ چکے ہیں ایک ایسی خصوصیت ہے کہ جس کو برقرار رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہاں میں عرض کروں گا کہ حضرت اقدس نے سلسلہ کے اموال کیلئے انجمن کو امین ٹھہرایا ہے اور اشاعتِ اسلام کا کام اسکے سپرد کیا ہے اس لئے چندہ ماہوار انجمن میں ادا کیا جائے ورنہ حضرت اقدس کی ادائیگی چندہ ماہوار کی شرط پوری نہ ہوگی معطی کو میرے نزدیک یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اپنے مال کو کسی خاص شعبہ اشاعتِ اسلام کیلئے مخصوص کر دے مگر اس کا انجمن میں ادا کرنا ضروری ہے۔ امید ہے کہ احبابِ جماعت اس پر توجہ فرمائیں گے۔

غلام محمد

سانحۂ ارتحال یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج واندوہ سے سنی جائے گی کہ شیخ میاں مولا بخش صاحب ملتانی کے برادر بزرگوار الحاج شیخ میاں دوست محمد صاحب ۲۲ر اگست کو دن کے تین بجے رحلت فرما کر عالم جاودانی ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے بلند پایہ بزرگ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں قادیان جاتے اور امام علیہ السلام کی صحبت سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔ حضرت کی وفات کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے پاس بھی کچھ عرصہ عقیدتمندانہ تشریف لے جاتے رہے۔ آخر آپ کو دو حوالوں کے ذریعہ بتلایا گیا کہ خلیفہ قادیان غلط عقاید رکھتے ہیں اسکے بعد آپ باقاعدہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو گئے۔ ہمیں محترم شیخ میاں مولا بخش صاحب اور دیگر پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے، اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے، مرحوم بڑے نیک اور پارسا اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

تمام جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

عظمت قرآن کریم اور رپورٹ عائلی کمشن

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

(۱)

کمشن کی رپورٹ کا اندازِ بیان

عائلی کمشن نے اگرچہ اس اصول کو تسلیم کر کے اجتہاد کا دروازہ بند نہیں بلکہ قیامت تک کھلا ہے اور اجتہاد کے اصلی سرچشمے قرآن کریم اور سنّت نبوی ہیں مسلمانوں کی اس زمانہ میں بڑی قابل قدر خدمت سرانجام دی ہے۔ لیکن اجتہاد کی اہمیت اور ہر زمانہ میں اس کی افادیت کے پہلو پر بحث کرتے ہوئے انداز بیان ایسا اختیار کیا ہے جس سے قرآن کریم کی عظمت اور اس کے دعوے کمال اور بے نظیری اور اس کے اس چیلنج کے بارے میں کہ وہ دنیا تک دنیوی اور اُخروی زندگی کے ہر پہلو میں مکمل ہدایت نامہ ہے اور ہر پیش آمدہ ضرورت کے لئے کفیل ہے سخت غلط فہمی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ گو مجھے یقین ہے کہ کمشن کے ممبر صاحبان سے یہ غلطی عمداً سرزد نہیں ہوئی لیکن اس قسم کی غلطی کا ارتکاب خواہ وہ دانستہ ہو یا نادانستہ چونکہ خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے اور نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کے ایمان کی بنیادوں کو ہلا کر ان کو اسلام بلکہ نفس الہامی مذہب کی ضرورت سے ہی ان کا یقین اٹھا سکتا ہے اس لئے اس کی اصلاح ضروری سمجھ کر میں نے اس پر قلم اٹھایا ہے۔

ایک حدیث کا غلط ترجمہ

امت میں اجتہاد کے جاری رہنے کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے کمشن نے ایک حدیث کو بطور سند پیش کیا ہے اور اس کا ترجمہ ایسا غلط کیا ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ ان کا اپنا بیان کردہ مقصد کہ قرآن کریم اور سنّت نبوی ہی اجتہاد کے اصل دو منبع ہیں فوت ہو جاتا ہے بلکہ پڑھنے والوں کی طبائع پر یہ بھی اثر پڑتا ہے کہ بغیر قرآن کریم اور سنّت نبوی کی مدد کے بھی ہم اپنی پیش آمدہ مشکلات کا حل دریافت کر سکتے ہیں اور یہ کہ یہ دونوں ہدایت نامے جن کو ہم مکمل یقین کئے بیٹھے تھے مکمل نہیں ہیں بلکہ نعوذ باللہ ناقص ہیں۔ حدیث کا ترجمہ رپورٹ میں یوں کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ رضؓ کو جب آنحضرت صلعم نے یمن کا گورنر مقرر کیا تو ان سے دریافت کیا کہ جب معاملات تمہارے سامنے آئیں گے تو تم ان کا فیصلہ کس طرح کرو گے تو حضرت معاذ رضؓ نے جواب دیا:۔

"I will judge matters according to the Book of God. But if the Book of God contains nothing to guide you. Then I will act on the precedents of the Prophet of God. But if the precedents fail. Then I will exert to form my own judgment."

حضرت معاذ رضؓ کا جواب نبی کریم صلعم کے استفسار پر یہ تھا کہ میں کتاب اللہ کی ہدایات کے مطابق معاملات کی جانچ پڑتال کروں گا اس پر رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں تمہاری رہنمائی کے لئے کچھ نہ ہو تو معاذ رضؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلعم کی قائم کردہ مثالوں پر عمل کروں گا اس پر نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ اگر وہ مثالیں بھی تمہاری رہنمائی میں ناکام رہیں تو معاذ رضؓ نے عرض کیا کہ پھر میں اپنے اجتہاد سے کام لوں گا۔

ترجمہ کے انگریزی اور اُردو دونوں الفاظ کے نیچے خط کھینچ دیا گیا ہے تا انکو سامنے رکھ کر قارئین کرام غور کر سکیں کہ اگر قرآن کریم دنیوی یا اُخروی زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والے کسی مسئلہ کے متعلق رہنمائی کے لئے کوئی سامان اپنے اندر نہیں رکھتا تو نبی کریم صلعم کے نمونہ میں ہمیں رہنمائی ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم صلعم کے عمل اور ارشادات کی بناء تو قرآن کریم پر ہی ہے اگر وہاں کچھ نہیں تو یہاں کہاں سے ہو سکتا ہے، رسول کریم صلعم نے یا تو قرآن شریف کے اجمال کی تفصیل اور یا اسکے اشاروں کی وضاحت ہی تو کی ہے۔ اپنی طرف سے تو کوئی نئی بات شریعت میں داخل نہیں کی اگر آپ اپنی طرف سے کوئی ایسی بات کہتے جسکی اصل قرآن شریف میں نہ ہوتی تو آپؐ کی شان میں آیت ما ینطق عن الھوٰی نازل نہ ہوتی۔

پس اس ترجمہ کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ بعض معاملات میں قرآن اور سنّت دونوں ہی رہنمائی کا سامان مہیا کرنے سے نعوذ باللہ قاصر ہیں اگر یہ بات درست ہے کہ قرآن اور سنّت نبوی دونوں میں اجتہاد کے لئے نہ صراحتاً نہ اشارۃً کوئی سامان موجود ہے جیسا کہ انگریزی ترجمہ کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے تو اجتہاد کرنے والا اپنے اجتہاد کی بنیاد کس چیز پر رکھے گا صاف ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ اپنے اجتہاد کی بنیاد محض اپنی عقل پر ہی رکھے گا جس کے معنے دوسرے لفظوں میں یہ ہوئے کہ وہ ایک نئی شریعت کو معرض وجود میں لا رہا ہے جس کا تعلق قرآنی شریعت سے کوئی نہیں کیونکہ وہ اس کا ماخذ نہیں بلکہ اس نئی شریعت کا موجد اس کی عقل ہے اور اگر عقل انسانی بعض معاملات میں صحیح رہنمائی کر سکتی ہے تو دوسرے معاملات میں کیوں نہیں کر سکتی، اس صورت میں ان لوگوں کے قول کی صحت کو تسلیم کرنا پڑے گا جو کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی زندگی کے لئے کوئی ضابطہ مرتب کرنے کے لئے الہام الٰہی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہماری عقل اس کے لئے کافی ہے۔

دوسری بات جو ترجمہ مندرجہ بالا کو صحیح تسلیم کرنے کے نتیجہ میں ماننی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کریم اور سنّت نبوی نعوذ باللہ اپنے زمانہ کی سب ضرورتوں کو بھی پورا کرنے کے لئے مکتفی نہ تھے چہ جائیکہ وہ آئندہ آنے والی مشکلات کا حل پیش کر سکیں ایسی صورت میں ان کا حل قرآن اور سنّت نبوی میں تلاش کرنا کیا عبث فعل نہیں ہوگا۔

میں پھر اس بات کو دوہراتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ رپورٹ ہذا کو مرتب کرنے والوں کے ذہن میں ہرگز یہ مفہوم نہیں ہوگا جو اُن کے ترجمہ سے نکلتا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کے الفاظ اسی نتیجہ کی طرف لے جا رہے ہیں۔

حدیث کا صحیح مفہوم

حدیث مندرجہ بالا کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ حدیث زندگی کے تمام معاملات کے متعلق ہے ہی نہیں بلکہ صرف مقدمات کے ساتھ اس کا تعلق ہے چنانچہ نبی کریم صلعم نے حضرت معاذ رضؓ سے جو استفسار فرمایا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "بما تقضی" یعنی اے معاذ تم مقدمات کا فیصلہ کس طرح کیا کرو گے، حضرت معاذ رضؓ کے جواب کے الفاظ یہ تھے بکتاب اللہ یعنی پہلے میں کتاب اللہ کو دیکھوں گا اگر ویسے ہی مقدمہ کا فیصلہ کتاب اللہ میں موجود ہوگا تو میں اس کے مطابق فیصلہ دے دوں گا۔

اس پر نبی کریم صلعم نے وہ الفاظ قطعاً نہیں فرمائے جن کا ترجمہ رپورٹ میں یہ کیا گیا ہے

"But if the Book of God contains nothing to guide you."

بلکہ آنحضور صلعم نے صرف یہ فرمایا "فان لم تجد" یعنی اگر کتاب اللہ میں تمہیں ویسے ہی مقدمہ کا فیصلہ نہ ملے تو پھر کیا کرو گے تو حضرت معاذ رضؓ نے جواب دیا کہ میں نبی کریم صلعم کے فیصلوں میں تلاش کروں گا اگر اُن میں مجھے ویسا ہی مقدمہ اور فیصلہ مل گیا تو میں اس کے مطابق فیصلہ دے دوں گا اس جواب پر بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا

"But if the precedents fail"

بلکہ یہی فرمایا فان لم تجد اگر ان فیصلوں میں بھی تمہیں کوئی فیصلہ نہ ملا تو پھر حضرت معاذ رضؓ نے عرض کیا کہ اس صورت میں میں اپنے اجتہاد سے کام لوں گا۔

اور یہ جواب ان کا بالکل شریعت حقہ اور عقل کے

مطابق ہے کیونکہ نہ تو قرآن شریف نے یہ دعوےٰ کیا ہے کہ اس نے قیامت تک پیش آنے والے تمام مقدمات کا ذکر کر کے ان کے متعلق فیصلہ جات بھی ساتھ ہی درج کر دیئے ہیں اور نہ ہی نبی کریم صلعم نے ایسا دعوےٰ کیا ہے بلکہ دونوں کا دعوےٰ یہی ہے کہ انہوں نے مقدمات کے فیصلہ جات کے لئے اصولی ہدایات دے دی ہیں ان کی روشنی میں مسلمان جج کو پیش آمدہ مقدمات کا فیصلہ کرنا چاہیئے اور تمام مہذب قوموں کے ضابطۂ فوجداری اور دیوانی میں اصول ہی بتلائے جاتے ہیں نہ کہ مقدمات اور ان کے فیصلہ جات ہاں عدالتوں کے فیصلہ جات اس زمانہ میں شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن ایک ہی رتبہ کے کوئی دو جج دوسرے کے فیصلہ کی اتباع کے پابند نہیں ہوتے ہر ایک اپنا فیصلہ قانون کو سامنے رکھ کر اپنی سمجھ کے مطابق کرتا ہے اور مقدمات کے فیصلوں کے لئے یہی اصول قرآن کریم نے بھی قائم کیا ہے فرماتا ہے انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما (النساء ع۱۶) یعنی ہم نے ہی یہ کتاب تجھ پر حق کے ساتھ اتاری ہے یعنی اس میں جو ہدایات دی گئی ہیں خواہ وہ زندگی کے کسی پہلو کے متعلق ہوں وہ سب کی سب سچ اور حق پر مبنی ہیں اس لئے ان کی روشنی میں جو کچھ بھی اللہ تعالےٰ تمہیں دے اس کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کر دو ہاں یہ یاد رکھو کہ خائنوں کی طرفداری کبھی مت کرنا۔

اسی طرح رپورٹ ہذا میں بھی ایک حدیث درج کی گئی ہے جو اسی اصول کی تائید کرتی ہے وہ حدیث یہ ہے:۔ اذا حکم الحاکم فاجتھد ثم اصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتھد ثم اخطاء فلہ اجر۔ یعنی اگر حاکم کسی مقدمہ کا فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور وہ اجتہاد اس کا درست ہو تو وہ دو اجروں کا مستحق ہوتا ہے لیکن اگر اپنے اجتہاد میں غلطی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔

پس حضرت معاذ رض کا جواب بالکل شریعت حقہ کے مطابق تھا جس کا ملخص یہ ہے کہ اگر کسی مقدمہ کے فیصلہ کے لئے انہیں اجتہاد کی ضرورت پیش آئے گی تو شریعت میں اجتہاد کی تمام بیان کردہ شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ پوری دیانتداری کے ساتھ خدا تعالےٰ کی عطا کردہ سمجھ کے مطابق فیصلہ دیں گے نہ کہ وہ شریعت کو بالائے طاق رکھ کر محض اپنی عقل سے طریق فیصلہ ایجاد کریں گے اجتہاد کے جواز کے لئے جو آیت قرآنی رپورٹ ہذا میں پیش کی گئی ہے وہ خود اجتہاد کے لئے یہی اصول بتلا رہی ہے کہ قرآن کریم اور نبی کریم صلعم کو منبع اجتہاد قرار ...... دو اور انہی سے روشنی حاصل کرو اور وہ آیت یہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ افسوس اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے بھی رپورٹ میں "فینا" کے لفظ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے حالانکہ یہی لفظ آیت کی جان ہے اور اسی کو مدنظر رکھنے سے صحیح استدلال ہو سکتا ہے ورنہ استدلال باطل ہو جاتا ہے ترجمہ یوں کیا گیا ہے "جو اجتہاد کرتے ہیں ہم اپنا راستہ دکھلاتے ہیں" حالانکہ ترجمہ یوں ہونا چاہیئے کہ جو لوگ ہم میں یعنی ہمارے کلام اور ہمارے رسول کے کلام میں اجتہاد کریں گے انہیں ہم ضرور اپنے راستوں کی طرف رہنمائی کریں گے۔ اسی ایک لفظ نے تو اجتہاد کے منبع کی طرف رہنمائی کی ہے اس کو چھوڑ کر مطلق اجتہاد تو بے معنی ہو جاتا ہے قرآن شریف میں اور بھی آیات ہیں جو اجتہاد کی ضرورت اور اس کی شرائط اور مجتہدین کی شرائط پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہیں ہم ان کو انشاء اللہ اپنے موقعہ پر بیان کیا جائیگا۔ میں نے "فینا" کے معنے بیان کرتے ہوئے رسول کے کلام کو بھی شامل کر لیا ہے یہ اس لئے کہ قرآن کریم کے دوسرے مقامات میں اللہ تعالےٰ نے اس معاملہ میں اسی کو شامل رکھا ہے اس کی تفصیل بھی انشاء اللہ اپنے موقعہ پر کی جائے گی۔

بعض قابلِ وضاحت امور

امر مندرجہ بالا کے علاوہ بعض امور رپورٹ عائلی کمشن میں ایسے بھی ہیں جو بوجہ مجمل ہونے کے قابلِ وضاحت ہیں کیونکہ اُن کو حالت اجمال میں رہنے دینا بدیں وجہ مناسب نہیں کہ اس سے بعض غلط خیالات کو جو بد قسمتی سے قرآن کریم کے متعلق موجودہ زمانہ میں رواج پا گئے ہیں گونہ ..... تقویت حاصل ہوتی ہے مثلاً آج کل تو تعلیمیافتہ طبقہ میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے اور اس خیال کو دن بدن پختگی حاصل ہوتی جاتی ہے کہ نعوذ باللہ قرآن کریم میں زیادہ تر انہی امور پر بحث کی گئی ہے جن کا تعلق عرب سوسائٹی سے تھا نیز اس زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق جو سوال پیدا ہوئے ان کا جواب اس میں دیا گیا ہے ہمارے زمانہ کی ضرورتیں اس زمانہ کی ضرورتوں سے بالکل مختلف ہیں ان کا حل ہمیں قرآن کریم سے نہیں مل سکتا اس لئے ہمیں خود اپنی عقل سے ان کا حل تلاش کرنا چاہیئے یہ نظریہ بھی قرآن کریم کی عظمت اور اس کے دعوےٰ کمال کو جس حد تک نعوذ باللہ خاک میں ملانے والا ہے وہ کسی ذی فہم سے مخفی نہیں رہ سکتا رپورٹ ہذا میں بھی ایک فقرہ ایسا لکھا گیا ہے کہ اگر اس کی وضاحت نہ کی جائے تو مندرجہ بالا نظریہ کے قائلین اس سے اپنی تائید نکال سکتے ہیں اس لئے اس کی وضاحت کو ضروری سمجھ کر اس کے متعلق اپنے خیال کا اظہار کرتا ہوں۔

امر اوّل

رپورٹ ہذا میں کہا گیا ہے کہ قرآن کریم کے قوانین اور ہدایات زیادہ تر بنیادی اصولوں اور اہم مسائل پر بحث کرتی ہیں اور وہ <u>ان سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہیں جو اس وقت پیدا ہوئے جبکہ قرآن کریم نازل ہو رہا تھا۔</u>

اس عبارت میں آخری فقرہ جس کے نیچے میں نے خط کھینچ دیا ہے اسے مجمل چھوڑ دیا گیا ہے اور اس میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ قرآن کریم کے نزول کے وقت جو سوالات پیدا ہوئے کیا وہ وقتی نوعیت کے تھے یا ایسی عمومیت اپنے اندر رکھتے تھے جس نے قیامت تک آنے والے تمام زمانوں کو اپنے دامن میں لے لیا ہوا تھا۔ اگر شق اوّل درست تسلیم کر لی جائے اور وہی قرین قیاس ہو سکتی ہے کیونکہ اُس زمانہ کے سائلین کے مدنظر وہی ضرورتیں ہو سکتی تھیں جو ان کو درپیش تھیں قیامت تک پیدا ہونے والی ضرورتوں تک اُن کے ذہنوں کی رسائی بظاہر محال نظر آتی ہے اور چونکہ عام طور پر جواب سائل کے سوال کی نوعیت کو مدنظر رکھ کر ہی دیا جاتا ہے اس لئے مندرجہ بالا نظریہ کے قائلین نے ان دونوں باتوں کو ملا کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ قرآن کریم عربوں کی سوسائٹی کی اصلاح اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے سامان مہیا کرنے کو ہی مدنظر رکھتا ہے اور اس نتیجہ کو وہ پہلے ہی صحیح سمجھ رہے تھے کہ اب رپورٹ ہذا کا مندرجہ بالا فقرہ میں جو اجمال ہے وہ بھی انہیں اُن کے نتیجہ کی صحت پر یقین دلانے کا موجب بن جائے گا، کیونکہ حالت اجمال میں اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کمشن نے دوسری جگہ خود بھی اپنا یہی نظریہ وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ قرآنی ہدایات دو قسم کی ہیں ایک اپنے اندر عمومیت رکھتی ہیں اور دوسری کسی خاص زمانہ اور کسی خاص علاقہ کی سوسائٹی کے خاص ڈھانچہ کے متعلق ہیں اور ان میں انتیاز ضروری ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی ساری تعلیم میں عمومیت ہے مثال کے طور پر کمشن نے غلامی کو پیش کر کے ہے انشاء اللہ میں ثابت کرونگا کہ اس کے متعلق بھی جو الفاظ قرآن نے استعمال کئے ہیں وہ بھی اپنے اندر کئی پہلو رکھتے ہیں اگر وہ ایک پہلو کے لحاظ سے قابل عمل نہیں تو دوسرے پہلوؤں کے لحاظ سے اب بھی وہ قابل عمل ہیں۔

ایک ضمنی امر

ایک اور امر بھی ہے جس سے اس غلط خیال کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ بعض مفسرین کا بعض آیات کی تفسیر میں ایک غلط روبہ کا اختیار کرنا ہے گو محقق علماء نے اس کی تردید کی ہے لیکن باوجود اس کے وہ اپنا اثر پیدا کرتا چلا جاتا ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے بعض واقعات کے ساتھ بعض آیات کے نزول کو وابستہ کر دیا ہے یعنی وہ ان آیات کا شان نزول ان واقعات کو بتلاتے ہیں اور عام طور پر اس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ ان آیات قرآنی میں صرف انہی واقعات کا بیان ہے جن کے بارے میں وہ آیات نازل ہوئیں گویا ان کی حیثیت بھی تاریخ کی طرح وقائع نگاری ہے جو ایک خاص زمانہ کے وقائع کو بیان کرتی ہے جس کا زمانہ مستقبل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ز[illegible] وقت جن [illegible] دو قسم کے ہیں ایک امور کے متعلق ... متعلق [illegible] زیادہ ...

وہ جو اپنی ذات میں ہی عمومیت کے حامل تھے اس لئے انکے جواب میں بھی عمومیت کا ہونا لازمی تھا اور دوسرے وہ جن کی ذات میں تو عمومیت نہ تھی لیکن جواب میں اللہ تعالیٰ نے عمومیت کو مدنظر رکھا ہے یعنی جواب میں ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو وقتی ضرورت کو بھی پورا کر دیتے ہیں اور آئندہ پیدا ہونے والی ضرورتوں کو بھی پورا کرنے کے سامان اپنے اندر رکھتے ہیں اسی طرح اس زمانہ میں رونما ہونے والے واقعات کے متعلق بھی قرآنی آیات نے یہی طرز اختیار کی ہے یاد رہے کہ قرآن کریم میں ایک بھی آیت ایسی نہیں جس کا تعلق صرف کسی ایک ہی زمانہ یا کسی ایک ہی واقعہ یا ملک سے ہو، اس کے الفاظ میں نہ ختم ہونے والی عمومیت ہے اس کی مثالیں انشاء اللہ اس وقت دی جائیں گی جب عظمت قرآن پر بحث کی جائیگی۔

دوسرا امر

دوسرا امر جو وضاحت طلب ہے وہ رپورٹ ہذا میں یہ فقرہ ہے کہ قرآن کریم میں مندرجہ ہدایات صرف چند صفحات میں سما سکتی ہیں اس فقرہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ قرآن کریم کے باقی تمام صفحات کو انسانی زندگی کی اصلاح کے سامان بہم پہنچانے سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ قرآن شریف میں ایک بھی آیت ایسی نہیں جو زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کے متعلق مکمل ہدایت نہ دیتی ہو یہ الگ امر ہے کہ اس کی تفسیر میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں صفحات لکھے جائیں لیکن اس کا اپنا ایک ایک صفحہ نہیں بلکہ ایک ایک سطر اپنے اندر انسانی زندگی کی رہنمائی کے لئے مکمل سامان رکھتی ہے اس لئے یہ کہنا کہ اس کی ہدایات چند صفحوں میں سما سکتی ہیں پڑھنے والے کے ذہن کو اس نتیجہ کی طرف لے جاسکتا ہے کہ باقی صفحات ہدایت دینے سے خالی ہیں اور یہ قول قرآن شریف کی عظمت کے صریح منافی ہے، اس کی مثالیں بھی عظمت قرآن پر بحث کے وقت ہی دی جائیں گی۔

تیسرا امر

عائلی کمشن نے اسلامی قانون کے چار منبع قرار دیئے ہیں (۱) قرآن شریف (۲) سنت نبویؐ (۳) اجماع (۴) قیاس۔ انکے علاوہ استحسان کو بھی انہوں نے بعض مسائل کے حل کرنیکے لئے سند قرار دیا ہے اجماع کے متعلق تو امت میں بڑا اختلاف ہے اسلئے اسے تو میں چھوڑتا ہوں کیونکہ یہ موقعہ اس پر بحث کرنیکا نہیں۔ لیکن قیاس اور استحسان کے متعلق رپورٹ ہذا میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ ان سے کس صورت میں کام لیا جاسکتا ہے سو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ان دونوں سے کام اسی وقت لیا جاسکتا ہے جبکہ نصوص قرآنیہ یا نصوص حدیثیہ موجود نہ ہوں ان دونوں کی موجودگی میں ان کی طرف رجوع کرنیکی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اس بات کو واضح کرنے کی ضرورت مجھے اسلئے محسوس ہوئی کہ کمشن نے اپنی بعض سفارشات میں نصوص کو نظر انداز کرتے ہوئے محض قیاس سے کام لیا ہے جو کسی صورت میں بھی جائز نہیں اور نہ کسی امام نے اسے جائز ...

ایڈیٹر اخبار "اخوت" کا چیلنج اور اس کا جواب

محترم خواجہ نذیر احمد نے سینٹ ڈی مس یا ڈوا کے متعلق جو مضمون "پیغام صلح" میں لکھا تھا مسیحی اخبار "اخوت" نے اس پر ناسزا تنقید کرتے ہوئے ... خواجہ صاحب ممدوح اور ایڈیٹر "پیغام صلح" کو چیلنج دیا ہے، ہم نے "اخوت" کا پرچہ خواجہ صاحب کی خدمت میں جواب کے لئے بھیجدیا جس پر انہوں نے ذیل کا جواب لکھ کر بھیجا ہے:-

---

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا حکم بمعہ ایک پرچہ ماہانہ "اخوت" موصول ہوا اس اخبار کی حیثیت ایسی نہیں کہ اس کا جواب دیا جاوے ... طرز تحریر بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ مگر آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

عیسائیوں کے پاس جب کسی بات کا جواب نہیں ہوتا تو وہ ہمیشہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مدیر صاحب "اخوت" نے بھی یہی کوشش کی ہے۔ ایام گذشتہ میں ایک عیسائی گورنمنٹ کے تحت عیسائی صاحبان ملازمت، روپیہ اور زمینوں کا لالچ دے کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اب حالات کے بدلنے کے بعد وہ صرف تفرقہ ہی پیدا کر سکتے ہیں، اور یہ ان کا آخری حربہ ہے۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ مسلمانوں کا خدا ایک۔ رسول ایک۔ قرآن ایک۔ ارکان اسلام ایک۔ شرائط ایمان ایک۔ اس لئے اگر مسلمان آپس میں کسی بات پر لڑیں بھی تو وہ عیسائیوں کے خلاف ایک ہی جگہ صف آرا ہوں گے۔ مدیر صاحب "اخوت" یاد رکھیں کہ بلا باپ ولادت حضرت مسیحؑ یا اُن کا فوت ہونا ایسے امور نہیں جن کا ارکان اسلام یا شرائط ایمان پر کوئی اثر پڑے یا اُن کے متعلق کسی مسلم کا خواہ کوئی بھی نظریہ ہو تو اس سے کوئی بنیادی اختلافات نمایاں ہو سکے۔

Jesus in Heaven on Earth میں نے ایک غیر احمدی (خان بہادر خلیفہ محمد اسداللہ صاحب مرحوم ومغفور) کے ارشاد پر لکھی تھی۔ یہ کتاب پہلے "اسلامک ریویو" میں مسلسل چھپی۔ اس کے پڑھنے کے بعد مرحوم نے میرے لئے دعا کی اور تحریر فرمایا "جزاک اللہ۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ" اور لدھیانہ کے ایک پادری صاحب نے تحریر فرمایا تھا "اگر ممکن ہو تو میں تمہیں تلوار سے قتل کر دوں"۔ مگر کسی عیسائی کو آج تک اس کتاب کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ اس کا جواب دینے سے وہ قاصر ہیں۔ ہاں امریکہ کے ایک مشہور ترین اخبار "کرسچین سائنس مونیٹر" نے تبصرہ میں لکھا تھا کہ "اس کتاب کو ختم کر دینا چاہیئے ورنہ یہ عیسائیت کو ختم کر دیگی"۔ اسی طرح ایک اور عیسائی نے اس کتاب کو ضبط کرانے کی کوشش بھی کی ... وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوا مگر الحمدللہ

کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے گورنر پنجاب کا حکم برطرف کر دیا۔

مدیر صاحب "اخوت" سے عرض ہے کہ میں نے جو تحقیقات کی اور جن نتائج پر میں پہنچا وہ کتاب میں عرض کر چکا ہوں، اگر مزید کوئی اور حالات یا واقعات کا علم ہوا تو وہ بھی انشاءاللہ عرض کر دوں گا۔ آپ جملہ حوالہ جات کا جو کتاب میں درج کئے جا چکے ہیں جواب دیں یا ان میں اگر کوئی غلطی ہو تو اس کا اعلان فرما دیں اور اس پر اکتفا نہ کریں کہ "ٹامس کے متعلق جو کچھ (میرے) اس مضمون میں لکھا ہے صحیح ہے"۔ اس فقرے سے تو مدیر صاحب "اخوت" اسکو درست تسلیم فرما کر اپنے نظریہ کو خود غلط ثابت کر رہے ہیں۔ مگر جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

قرآن مجید کی آیات کریمہ جن کا ذکر انہوں نے فرمایا ہے درست ہیں۔ وہ خدا کا کلام ہیں میں ان کو سچا اور منجانب اللہ مانتا ہوں مگر ان آیات کریمہ سے مدیر صاحب "اخوت" کا مقصد حل نہیں ہوسکتا نہ اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو یہ بشارت دی کہ تیرے ہاں بیٹا ہوگا، توما کے توأم پیدا ہونے کی نفی ہوتی ہے، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی خبر صرف اُن کی عظمت اور رسالت کی وجہ سے دی گئی، ضروری نہ تھا کہ ان کے ساتھ توما کے بھی پیدائش کی اطلاع دی جاتی (ازراہ تحمل) تو توما کے توأم ہونا بصراحت ثابت ہے ملاحظہ ہو یوحنا ۱۱ باب ۱۵ آیت، ۲۰ باب ۲۴ آیت ۲۱ باب ۲ آیت۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ "اخوت" نے حضرت عیسیٰؑ کی بلا باپ پیدائش یا حیات کے ثبوت میں کوئی آیت پیش نہیں کی۔ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی کوئی آیت ...

مدیر صاحب "اخوت" نے آپ کو اور مجھے چیلنج کیا ہے وہ کیا مباحثہ کریں گے۔ ان کے بہت بڑے بڑے پادری بھی آج تک ایسا نہ کر سکے۔ بہرحال مجھے ان کا چیلنج منظور ہے چند شرائط بمراد منظوری عرض کر دیتا ہوں۔

۱۔ مباحثہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہوگا۔

۲۔ مباحثہ کے سب اخراجات میں برداشت کروں گا۔

۳۔ تاریخ مباحثہ اخیر دسمبر ۵۶ء میں ہوگی۔ اصل تاریخ وہ خود مقرر فرمالیں۔ اور تیاری بھی کرلیں۔

۴۔ مضمون "الوہیت حضرت مسیحؑ" ہوگا۔ یعنی مدیر صاحب "اخوت" حضرت مسیحؑ کو قرآن مجید اور اناجیل سے خدا یا خدا کا بیٹا ثابت کریں اور میں صرف اناجیل سے حضرت مسیحؑ کو ایک انسان اور انسان کا بیٹا ثابت کروں گا۔ قرآن مجید سے ثابت کرنا انکے لئے کوئی دلیل نہ ہوگا۔

(۵) چونکہ میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا نبی مانتا ہوں اس لئے یہ امر زیر بحث نہ ہوگا۔ اگر مدیر صاحب "اخوت" کو ہمت ہے تو ...

قادیانی فتنہ اور ہم

ابوالمنصور بی۔ اے راولپنڈی

جناب خلیفہ صاحب ربوہ نے گذشتہ ماہ بذریعہ اخبار "الفضل" اس بات کا اعلان فرمایا۔ کہ ان کی جماعت کے منافقین کی خفیہ سازشوں اور تخریبی سرگرمیوں کے پیچھے جماعت احمدیہ لاہور کے موجودہ امیر حضرت مولانا صدرالدین ایدہ اللہ اور الحاج حضرت میاں محمد صاحب کا ہاتھ ہے ہمارے بزرگوں پر اپنے اس الزام کی بنیاد انہوں نے محض اپنی قیاس آرائی اور چند غیر مصدقہ شہادتوں پر رکھی ہے۔ اخلاقاً، قانوناً اور شرعاً جناب خلیفہ صاحب کا فرض اولین تھا کہ آپ اس الزام تراشی اور اتہام بندی سے پہلے پوری طرح تحقیق کرتے کہ جن شہادتوں کا انہوں نے سہارا لیا ہے، اُن میں کہاں تک صداقت ہے۔ لیکن اس تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تو اپنی پرانی عادت کے مطابق اپنے منافقین کے ساتھ ہمارے بزرگوں کے دامن کو ملوث کرکے اپنی جماعت کے انبوہِ کثیر کی توجہ کو اصل معاملہ سے پھیرنا چاہتے تھے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا خط

حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے خط میں واشگاف الفاظ میں اللہ رکھا متعلق اپنے لاتعلقی کا اظہار فرما دیا تھا۔ ایڈیٹر پیغام صلح نے بھی نہایت خوبصورت اور مہذب طریق سے جماعت ربوہ کو بتا دیا تھا کہ اُن کے منافقین کی ریشہ دوانیوں سے ہمارے بزرگوں کا قطعاً کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ کیونکہ ہمارے بزرگ ایسی باتوں سے بہت ہی بلند و بالا ہیں۔ اس تردیدی اعلان کے بعد جناب خلیفہ صاحب ربوہ اور ایڈیٹر صاحب الفضل کا اخلاقی فرض تھا۔ کہ اگر اظہار معذرت نہیں تو کم از کم ہماری جماعت کے دامن کو اپنے نئے اور پرانے واقعات و حالات کے تذکرہ میں نہ اُلجھاتے۔ اور براہِ راست اپنے منافقین کے خلاف جو چاہتے کہتے اور جیسا سلوک چاہتے اُن سے کرتے۔ اگر پھر بھی ہماری طرف سے اُن کے خلاف کوئی حرف گیری ہوتی۔ تو پھر ہمارے ساتھ براہِ راست ٹکر لیتے اچھے لگتے تھے۔ لیکن ہُوا یہ کہ اپنے مزعومہ منافقین کے معاملہ کو تو الگ باندھ کر رکھ دیا۔ اور لگے سلسلہ عالیہ احمدیہ لاہور کے اکابرین کے خلاف الزام تراشنے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ رکھا کی شخصیت

یہ اللہ رکھا کون ہے۔ اس کی جماعتی حیثیت اور شخصیت کیا ہے۔ اور اس کا جماعت ربوہ میں اثر و رسوخ کس قدر ہے۔ اس کا اندازہ تو ان خطوط سے بخوبی ہو سکتا ہے، جو خلیفہ صاحب کے جاں نثار مریدوں کی طرف سے اب تک اخبار "الفضل" میں چھپ رہے ہیں۔ میں نے ان خطوط کے بغور مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شخص نہایت غیر معروف اور بے حیثیت انسان ہے۔ جسے اپنی جماعت میں کوئی مقام و منزلت حاصل نہیں۔ اور بقول بعضے تو وہ نیم پاگل سا شخص ہے۔ اس لئے میں کبھی مان نہیں سکتا کہ جناب خلیفہ صاحب جیسا زیرک اور ہوشیار شخص ایسے غیر معروف اور بے حقیقت مرید کے مزعومہ پروپیگنڈا سے یوں لرزہ براندام ہو جائے۔ کہ اپنی جماعت کے طول و عرض میں شور محشر برپا کردے۔ اور ہماری جماعت سے "مدینہ والا معاہدہ" کرتا پھرے۔

حق گوئی کا فقدان

اصل مصیبت تو یہ ہے۔ کہ خلیفہ صاحب کی جماعت میں ایسے لوگوں کا کلی طور پر فقدان ہے جو حق و انصاف اور صداقت و دیانت کو خلیفہ صاحب کی محبت پر مقدم کرتے ہوں۔ اور حق کو حق کہنے اور سمجھنے کی مومنانہ جرأت و مردانگی رکھتے ہوں۔ پیر پرستی نے ان کے دماغوں کو ماؤف کر دیا ہے۔ پولوسیت نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے۔ اور پاپائیت نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔ ورنہ خلیفہ صاحب کی اس ساری چیخ و پکار اور شور و غلغلہ کا بڑا آسانی سے تجزیہ ہو سکتا ہے۔ اور اندرون خانہ جو کچھ پوشیدہ ہے۔ وہ بغیر کسی بڑی کد و کاوش کے طشت از بام ہو سکتا ہے۔ اللہ رکھا کے ان الفاظ سے کہ جب ہمارے موجودہ حضرت صاحب فوت ہوں گے۔ تو اگر جماعت نے میاں ناصر احمد صاحب کو خلیفہ انتخاب کیا۔ تو میں انہیں خلیفہ قبول نہیں کروں گا۔ کوئی عقلمند انسان یہ منطقی نتیجہ نہیں نکال سکتا۔ کہ وہ موجودہ خلیفہ صاحب کی موت کا متمنی ہے۔ البتہ یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ جناب مرزا ناصر احمد صاحب کے خلاف ہے۔ اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔

خلافت کی گدی کو خاندانی بنانے کی کوشش

بات اصل میں یہ ہے کہ خلیفہ صاحب محسوس کر رہے ہیں۔ کہ ان کی موت کے بعد (جو ان کے لئے بھی سنت مستمرہ کے مطابق مقدر ہے) خلافت کی گدی اُن کے گھرانے سے نکل جائے گی۔ اور اس سونے کی چڑیا کا کوئی اور مالک و مختار بن بیٹھے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ جس شخص نے اس خلافت کو حاصل کرنے کے لئے تقوےٰ و طہارت امانت و دیانت، اور خلوص و اخلاق کا کھلے بندوں خون کیا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے پاک سلسلہ کی سالمیت کو برباد کرتے اور اپنے مقدس باپ کے مخلص پاکباز اور ایثار پیشہ متبعین کو رسوا کرنے اور دکھ پہنچانے کو رسوا کرنے اور دکھ پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو۔ اس کو یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے بعد وہ خلافت مرزا ناصر احمد صاحب کی بجائے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب یا حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کے بیٹوں کے ہاتھ میں چلی جائے۔ اور خلافت کی برکتوں سے ان کا خاندان محروم اور بے نصیب ہو جائے۔

مریدوں کا جوش و خروش

خدا کی شان جونہی خلیفہ صاحب نے مولوی عبدالوہاب صاحب کے خلاف آواز اٹھائی تو چاروں طرف سے انکی جماعت کے لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کسی کو خواب آنے لگے تو کسی کو رویاء کا دورہ پڑنے لگا۔ کسی نے عبدالوہاب صاحب عمر کے اوپر الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ تو کسی نے اپنے ذاتی مشاہدات کا رونا رونا شروع کر دیا۔ سال دو سال کی پرانی باتیں "حضرت امیرالمومنین" کے نوٹس میں لائی جانے لگیں۔ اور اپنی بریت کے لئے قسموں کے انبار لگانے شروع کر دیئے گئے۔ عمر صاحب عرصہ سے منافقوں کی طرح جماعت میں موجودہ خلیفہ صاحب کے برخلاف پروپاگنڈا کر رہے تھے (بقول قادیانیوں کے) مگر سب کی جرأت ایمانی مردہ رہی۔ اور سب لوگ گم سم ہو رہے۔ اب طبعاً یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر واقعی عمر صاحب تخریبی کارروائیوں میں مصروف تھے۔ اور جماعت کے لوگ محسوس کرتے تھے۔ کہ ان سرگرمیوں سے جماعت کی سالمیت کو نقصانِ عظیم پہنچنے کا احتمال ہے تو انہوں نے کیوں نہ ابتدائی مراحل میں ہی اس سازش کو کچل دیا۔ انہوں نے کیوں نہ اُسی وقت عمر صاحب کی مشکوک طرزِ گفتگو کے خلاف اظہار بیزاری کیا۔ ان سرکردہ لوگوں کی تمام خاموشی سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مولوی عبدالوہاب صاحب کو وہ منافق نہیں سمجھتے تھے۔ اور ان کی گفتگو کو انہوں نے ہمیشہ حقائق پر مبنی سمجھا۔

ہمیں ملوث کرنے کی ناکام کوشش

اللہ رکھا متعدد مقامات پر گیا۔ اور قادیانی حضرات کو ملتا رہا۔ ان کے ہاں قیام کرتا اور کھانا کھاتا رہا۔ لیکن خلیفہ صاحب نے کسی ایک کو بھی لائق سرزنش نہیں سمجھا اور سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ لیکن حضرت الحاج میاں محمد صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے اوپر ان کا الزام بدستور چلا آرہا ہے۔ اور مسلسل اب تک یہی پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ کہ منافقوں کی پیٹھ پر ہمارے ان بزرگوں کا ہاتھ ہے حالانکہ اُن کے پاس اس بات کا کوئی حتمی ثبوت نہیں مزہ تو جب ہے۔ کہ خلیفہ صاحب یا ان کا کوئی مرید ثابت کر دکھائے۔ کہ ہماری جماعت کے بزرگوں سے مولوی عبدالوہاب صاحب عمر کے کوئی مراسم وغیرہ ہیں۔ اور وہ باہم ایک دوسرے سے بالعموم ملتے رہے۔ ایسا ثبوت تو ان کے پاس ہے کوئی نہیں۔ آ جا کے ایک اللہ رکھا رہ گیا ہے۔ جس کی کوئی حیثیت نہیں کبھار احمدیہ بلڈنگس میں آ گیا۔ اور ہمارا

اس نے پیٹ بھر لیا۔ تو بس اس ایک بات کو ہی اس امر کا ثبوت سمجھ لیا گیا۔ کہ وہ خلیفہ صاحب کی جماعت میں ہمارے ایجنٹ کی حیثیت سے تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر ہمارے خلاف یہی دلیل ہے۔ تو ایڈیٹر "الفضل" کی وکیلانہ قابلیت اور خلیفہ صاحب کی مومنانہ فراست معلوم شد۔

خلیفہ صاحب کی استبدادیت سے بیزاری

میرے اس مضمون کی محرک ہوئی ہے۔ وہ خلیفہ صاحب کے وہ دل آزار اور خلاف واقعہ کلمات ہیں۔ جو انہوں نے اپنی نام نہاد فتوحات کے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کے خلاف ان دنوں لکھے ہیں۔ بلند بانگ دعوے کرنے اور شیخیاں مارنا تو ان کا پرانا شیوہ اور محبوب مشغلہ ہے۔ لیکن ہم آپ جانتے ہیں۔ کہ جن بنیادی امور میں ہماری جماعت کا ان سے اختلاف تھا۔ اور جن کی وجہ سے ہمیں قادیان سے علیحدہ ہو کر لاہور آنا پڑا۔ خدا تعالیٰ نے اُن میں ہمیں کھلی کھلی فتح عطا فرمائی۔ گویا اصولی طور پر خلیفہ صاحب حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے بالمقابل شکست فاش کھا چکے ہیں۔ اب وہ کونسی بات باقی رہ گئی ہے۔ جس پر انہیں تاحال فخر ہے۔ کیا یہ خلافت جس کے چھن جانے کا خوف انہیں ہراساں کئے ہوئے ہے؟ سو حضور اس استبدادی نظام کو ہم انتہائی حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ اس خلافت نے تو انسانوں کے بنیادی حق آزادی رائے اور حریت فکر کو کچل کر رکھ دیا ہے اور انسانیت کا گلا گھونٹ رکھا ہے۔ اس خلافت کی برکات قادیانی حضرات کو ہی مبارک ہوں جس اتحاد اور استحکام کو اس خلافت کا ثمرہ سمجھا جاتا ہے۔ وہ سکھ قوم کی جماعتی زندگی سے کسی صورت میں بھی بہتر نہیں۔

حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خلافت

ہم حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ مانتے ہیں، لیکن ایسا نہیں۔ جیسا کہ اب قادیانی حضرات جناب میاں محمود احمد صاحب کو خلیفہ مانتے ہیں۔ اس مقدس اور ملکوتی صفت بزرگ کے زمانہ خلافت میں جماعت کے احباب نے اپنے دل و دماغ کو مفلوج نہیں کر دیا ہوا تھا۔ اُن سے اختلاف بھی کیا جا سکتا تھا۔ اور کسی اختلاف کی بنا پر کسی کو منافق کا نہ تو خطاب ہی دیا جاتا تھا۔ اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو جماعت سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ اُن کے مبارک زمانہ میں آزادی رائے بھی تھی۔ اور حریت فکر بھی۔ کیا موجودہ خلافت میں اس قسم کی آزادی اور اختلاف رائے کو گوارا جاتا ہے؟

خلاف واقعہ الزامات

ایڈیٹر "الفضل" اور خود خلیفہ صاحب لکھ رہے ہیں کہ جماعت لاہور حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی خلافت کے مخالف تھے۔ اور وہ انہیں بہت ہی دکھ پہنچایا کرتے تھے۔ ... چنانچہ جناب خلیفہ صاحب ربوہ نے ایسے لوگوں سے خلافت بڑی پامردی سے خلافت کو بچانے کے لئے جنگ کی۔ اور باوجود بے سروسامانی اور کم مائیگی کے وہ اس جنگ میں کامیاب ہو گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہی دیانتداری ہے اور اسی کا نام تقویٰ اور حق گوئی ہے، تو پھر بے ایمانی، جھوٹ، بددیانتی، اور کذب بیانی کس چیز کا نام ہے۔ حضور والا اگر الہام کا دعویٰ ہے۔ تو خوف خدا کریں۔ اور مذہب کے پاک دامن کو اپنے خلاف واقعہ بیانات سے داغدار نہ کریں۔ وہ جس کو آپ لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لئے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کی زندگی کے آخری ایام کو آپ نے اس قدر حیران کر دیا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے آپ کی منظم سازشوں سے تنگ آ کر حضرت خواجہ کمال الدین کو یہ الفاظ تحریر فرمائے تھے:

"نواب، میر ناصر، محمود نالائق بے وجہ جوشیلے ہیں
یہ بلا اب تک لگی ہے یا اللہ نجات دے"

دو ٹوک فیصلہ

ان الفاظ کو بغور پڑھیے۔ اور بار بار پڑھیے اور بتائیے۔ کہ آپکو اس مقدس انسان کی ذات گرامی سے کس قدر محبت تھی۔ اور ان کی خلافت کو بچانے کے لئے کن ہتھکنڈوں سے جنگ لڑی تھی۔ دنیا کو دھوکہ نہ دیں۔ ابھی خدا کے فضل سے وہ لوگ کافی زندہ ہیں جن کے سامنے سنہ ١٩١٤ء میں حضرت مولانا نورالدین رح کی زندگی اور وفات کے بعد خلافت کی گدی ہتھیانے کے لئے اخلاق سوز اور ننگ انسانیت حربے اختیار کئے گئے تھے۔ حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ تو دن رات قرآن مجید کی تفسیر لکھنے میں مصروف تھے۔ اور حضرت مولانا نورالدین رض ان کے تفسیری نوٹ سنتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف خلیفہ صاحب ربوہ اپنے خاندان کے لوگوں اور انصار اللہ پارٹی کے ذریعے اپنے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے شب و روز مصروف تھے۔ اگر حقیقت یہ نہ ہوتی۔ تو آپ کے متعلق مذکورہ بالا الفاظ انہیں نہ لکھنے پڑتے۔ جناب ایڈیٹر صاحب "الفضل" کے لئے دو ٹوک جواب بھی انہی الفاظ میں موجود ہے۔ وہ بھی انہیں اچھی طرح پڑھ لیں اور جواب دیں۔ کہ حضرت خلیفہ اوّل رض کا کون حقیقی احترام کرتا تھا، اور اب بھی کرتا ہے۔ اور کون ایمانداری کے ساتھ ان کی تابعداری کرتا تھا۔ اور کون انکی زندگی کو سوہان روح بنائے ہوئے تھا۔ آپ یا ہم۔

آپ اپنا گند بیشک نکالئے

ایڈیٹر "الفضل" صاحب لکھتے ہیں کہ اگر ان کی جماعت سے "گند" نکالا جا رہا ہے تو ہمیں کیوں دکھ پہنچ رہا ہے۔ اجی حضرت آپ ایک دفعہ چھوڑ ہزار بار اپنی جماعت سے "گند" نکالیں۔ ہماری بلا سے۔ ہمیں رنج تو اس بات کا ہے۔ کہ آپ نے ہمارے اوپر یہ الزام تھوپ دیا ہے۔ کہ ہم آپکے منافقین کی کارروائیوں میں شامل ہیں، یہ تو وہ بات ہے کہ اس پر بار بار لعنت اللہ علی الکاذبین کہا جائے۔ جھوٹا الزام لگانے والوں پر تو خدا تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں بار بار لعنت کی ہے۔ اور اس سے زیادہ خطرناک کیا بات کہی جا سکتی ہے۔ آپ اگر ہمارا ذکر نہ کرتے اور نہ ہی ہمارے تردیدی اعلانات سے اُلٹے منطقی نتیجے نکالتے۔ تو ہم نگاہ بھی اٹھا کر نہ دیکھتے کہ آپ لوگوں کی پُراسرار دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ خلیفہ صاحب نے بہت ہی تلخ الفاظ اپنی زبان سے نکالے ہیں جنہیں کوئی غیور انسان نظرانداز نہیں کر سکتا۔ اس لئے پیغام صلح کو تین کالم ادارئیے لکھنے پڑے۔

حضرت مولانا نورالدین رح کے متعلق کلمۂ تخویف

خلیفہ صاحب نے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں جو نازیبا کلمات اپنی زبان سے نکالے ہیں، انہیں ہم کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کر سکتے۔ اللہ رکھا ہو یا کوئی اور "منافق" جو آپ کی جماعت سے منسلک ہیں۔ ہمیں اُن سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ لیکن مولانا مرحوم ہمارے بہت ہی واجب الاحترام بزرگ ہیں۔ ان کی شان میں اگر آپ کوئی کلمۂ تخویف منہ سے نکالیں گے۔ تو انشاء اللہ ہم سے منہ توڑ جواب لیں گے۔ قیامت کے روز حضرت ابوبکر رض اور حضرت مولانا رح سر ندامت سے کیوں جھکے ہوئے ہوں گے۔ کیا وہ اپنی اولاد کے اعمال کے ذمہ دار ہوں گے۔ خلیفہ صاحب کو قرآن دانی کا بڑا دعوےٰ ہے لیکن لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت کے معنے بھی شاید نہیں جانتے۔ کیا روز قیامت کو حضرت نوح اپنے بیٹے کے اعمال اور حضرت مسیح موعود اپنے بیٹے کے اعمال کی وجہ سے مارے ندامت کے سرنگوں کئے ہوں گے۔ کوئی صاحب انصاف بتائے کہ آخر یہ کونسی طرز بیان ہے جو خلیفہ صاحب نے اختیار کی ہے۔

خلافت کو گھر کی باندی بنانے کی کوشش

دراصل خلیفہ صاحب ربوہ کو نہ تو حضرت مولانا نورالدین رح کا ہی احترام ہے۔ اور نہ ہی حضرت مسیح موعود کی عزت کا پاس ہے۔ انہوں نے محض اپنی خلافت کے استحکام کے لئے ان دونوں بزرگوں کے نام کو EXPLOIT کیا ہے۔ آج انہوں نے محسوس کیا ہے کہ شاید انکی موت کے بعد خلافت اُن کے گھر کی باندی نہ رہے۔ اور بعض لوگ اُن کے بعد عبدالمنان عمر یا عبدالوہاب عمر کو ہی خلیفہ بنا لیں۔ اس لئے محض اس امکانی صورت کو اپنی زندگی میں ہی ختم کرنے کے لئے یہ غلغلہ بلند کیا ہے۔

محض رعب قائم کرنیکی کوشش

ہم آخر میں مشورہ دیں گے۔ کہ چونکہ خلیفہ صاحب کو خدا تعالیٰ انکی جماعت کے تمام منافق ایک ایک کر کے دکھا چکا ہے۔ بہتر ہوگا کہ وہ ان تمام منافقین کو بیک بینی و دو گوش ایک ہی دفعہ اپنی جماعت سے نکال باہر کریں تاکہ ان کی جماعت کا وجود ایسے لوگوں سے پاک ہو جائے اور آیندہ کسی فتنہ سامانی کی صورت باقی نہ رہے مگر ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ اپنی سادہ لوح جماعت کے اوپر ان تعلیوں سے محض رعب ڈالنا چاہتے ہیں۔ انہیں "منافقین" کا قطعاً کوئی علم نہیں اور نہ ہو سکتا ہے

رفتارِ عالم

قاہرہ - ۲۶ راگست - نہر سویز کے متعلق لندن کانفرنس کی تجاویز پر مصر کے صدر کرنل ناصر سے گفت گو کے لئے (آسٹریلوی) وزیر اعظم مسٹر منزیز کی قیادت میں جو کمیٹی قائم ہوئی ہے اس کے مراسلہ کا جواب آج کسی وقت حکومت مصر کی جانب سے پہنچا دیا جائے گا - مصری کابینہ نے آج رات گئے اس بارہ میں اہم فیصلہ کر لئے ہیں - لیکن ابھی تک ان فیصلوں کا متن شائع نہیں کیا گیا -

استنبول - ۲۶ راگست - وسطی ترکیہ سے شدید بارشوں کے بعد خوفناک سیلاب آ جانے کی اطلاع موصول ہوئی ہے - ادیامان کے قصبہ میں ۷۹ - اشخاص ہلاک ہو گئے ہیں - اس قصبہ کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہے -

لندن - ۲۶ راگست - وزیر خارجہ پاکستان مسٹر حمید الحق چوہدری نے آج لندن سے کراچی روانہ ہوتے وقت کہا " اگر صدر ناصر یا پانچ ملکوں کی مصالحتی کمیٹی نے ضرورت محسوس کی تو انہیں پاکستان تنازعہ سویز کے سلسلے میں اپنی تجاویز بخوشی پیش کر دیگا" وزیر خارجہ نے کہا "میں سویز کانفرنس کے نتائج سے مطمئن واپس جا رہا ہوں ، ہمارا مقصد کشیدگی کی فضا ختم کرنا تھا - میں اس مقصد کے حصول میں کامیابی ہوئی اور تنازعہ کو بات چیت کے ذریعہ سلجھانے کا فیصلہ کیا گیا" وزیر خارجہ نے کہا "شاید میں واپسی پر بھی صدر ناصر سے مل سکوں"

مسٹر حمید الحق چوہدری کل سہ پہر کراچی واپس پہنچ جائیں گے۔

لاہور - ۲۶ راگست اطلاع ملی ہے - کہ خیر پور میں ریل رے کے قریب بیرونی بند کے پانی میں بہ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے ، یہ خطرہ دریائے سندھ کی سطح میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے - خیال ہے بیرونی اور اندرونی بند کے درمیان تین دیہات کے باشندوں کو خطرہ سے آگاہ کر دیا گیا ہے -

احمد آباد - ۲۶ راگست - بمبئی کے وزیر اعلےٰ مسٹر مرار جی ڈیسائی نے آج پبلک جلسہ میں تقریر کرنے کی شرط معاً کر اپنا برت ختم کر دیا مگر شہر کے امن دامان کے لئے وزیر اعلےٰ کو یہ تقریر مہنگی پڑی - کیونکہ جلسہ گاہ پر پتھر برسانے والے ہجوم کے خلاف پولیس کو تشدد سے کام لینا پڑا -

مسٹر مرار جی ڈیسائی کی تقریر آدھ گھنٹہ تک ہوئی لیکن اُن کے مخالفوں نے انہیں آرام سے تقریر ختم نہ کرنے دی اور ہنگامہ کر دیا - آل انڈیا ریڈیو کی اطلاع کے مطابق ان کی تقریر جاری تھی کہ مخالفوں نے اینٹیں اور پتھر برسانے شروع کر دیئے اور ان کے تشدد کے سامنے ہتھیار ڈال کر جلسہ کو ہی منتشر ہونا پڑا -

کراچی - ۲۶ راگست - الجزائری رہنماؤں علامہ بشیر ابراہیمی اور کرنل احمد بودا نے پاکستانیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ الجزائر کے محبان وطن کو اسلحہ فراہم کریں تاکہ وہ فرانسیسی سامراج کے خلاف اپنی جد و جہد جاری رکھ سکیں -

ماسکو - ۲۶ راگست - روسی خبر رساں ایجنسی تاس ، نے اطلاع دی ہے کہ کابل کی صنعتی نمائش کے روسی پویلین کے ڈائرکٹر مسٹر گلیڈکوف نے انکشاف کیا ہے کہ روس نے ۱۹۵۶ء کے لئے افغانستان کو دس کروڑ ڈالر قرض دیئے ہیں - مسٹر گلیڈکوف نے ایک پریس کانفرنس میں یہ بھی بتایا کہ گذشتہ پانچ سال میں سویٹ یونین اور افغانستان کی تجارت میں چھ گنا اضافہ ہوا ہے - انہوں نے مزید بتایا کہ روس افغانستان کو جو قرض دے گا - اس سے متعدد صنعتی ادارے تنصیبات تعمیر کئے جائیں گے -

تاس نے اطلاع دی ہے کہ روس اور افغانستان نے باہمی فضائی معاہدے کی بھی توثیق کر دی ہے ، روسی نائب وزیر خارجہ مسٹر اے وی زخاروف اور ماسکو میں مقیم افغانی سفیر مسٹر جی آئی طرزی نے کل توثیق کی دستاویزات کا تبادلہ کیا - یاد رہے کہ دونوں ملکوں نے اسی سال ۴ مارچ کو کابل میں فضائی سمجھوتے پر دستخط کئے تھے -

اندور - ۲۶ راگست - مدھیہ بھارت کے وزیر داخلہ مسٹر نرسنگھ راؤ دکشٹ نے صوبائی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا " کہ اس صوبہ کے شمالی اضلاع میں بعض سیاسی پارٹیوں نے ڈاکوؤں سے ساز باز کر رکھی ہے" - آپ نے کہا " اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ راج پرمکھ پبلک سیفٹی ایکٹ کی مدت میں تین سال کی توسیع کر دیں -

لاہور - ۲۶ راگست - کشمیر صدر مسلم کانفرنس نے آج ایک قرارداد میں مغربی طاقتوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ سویز کانفرنس کے نمونے پر ایک بین الاقوامی کانفرنس بلائیں جس میں ریاست جموں و کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں کو آزادی دینے کا طریق کار طے کیا جائے -

کوئٹہ - ۲۶ راگست - یہاں کی جیو فزیکل رصدگاہ کے مقیاس الزلزلہ نے ہفتہ کی صبح کو ۷ بجکر ۴۴ منٹ ۵۹ سیکنڈ پر معمولی نوعیت اور تھوڑے وقفہ کے زلزلہ کا جھٹکا ریکارڈ کیا ، زلزلہ کا مرکز کوئٹہ سے بارہ میل شمال میں تھا -

لاہور - ۲۶ راگست - آج یہاں ایک مہاجر کانفرنس مغربی پاکستان کے نائب وزیر نواب سجاد علی خاں کی صدارت میں ہوئی ۔ اس کانفرنس میں ایک قرارداد کے ذریعہ شہری متروکہ جائداد بالخصوص رہائشی مکانوں کے عام نیلام کی مخالفت کی گئی ، اسی قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ مہاجروں کی مستقل آبادکاری کے لئے مہاجر کنونشن کی پیش کردہ سکیم نافذ کی جائے ۔

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا
ایڈیٹر - دوست محمد

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۸ محرم ۱۳۷۶ھ ۔ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۴

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص مع اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے ۔ یہ ان حاسد مولویوں کے افترا ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا ۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں ۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں ۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں ۔ اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں ۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ، ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے ، وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے ۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں ۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین ۔

العجب ثم العجب!

مولانا مرتضیٰ خان حسن

جلوہ گر عیسیٰ مریم بر فرازِ آسماں
در زمیں مدفون احمد ۔ العجب ثم العجب

مردِ مومن را بیں درکارزارِ کربلا
تیر بر معصوم بارد ۔ العجب ثم العجب

جانشینانِ محمد را محبِ اہلِ بیت
ظالم و غاصب بداند ۔ العجب ثم العجب

اہلِ قرآں را بیں در چشمِ شاں دُرِّ حدیث
با پشیزے ہم نیرزد ۔ العجب ثم العجب

خادمِ دینِ متیں را مہدیٔ موعود را
مولوی کافر بخواند ۔ العجب ثم العجب

ایڈیٹر "الفضل" کی غلط وکالت

از ابو المنصور۔ بی۔ اے۔ راولپنڈی

جناب خلیفہ صاحب جماعت ربوہ نے اپنے حالیہ بیانات اور خطبات وغیرہ میں جماعت احمدیہ لاہور کو اپنی پرانی عادت کے مطابق "پیغامی" کے نام سے بار بار پکارا ہے۔ اس کے خلاف مدیر "پیغام صلح" نے احتجاج کیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب الفضل اس احتجاج کے جواب میں اپنے ۱۶ر اگست کے اداریہ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

"سوال یہ ہے۔ کہ آپ جماعت احمدیہ میں سے نکل کر ایک الگ راہ اختیار کر چکے ہیں، اور خلافت المسیح الموعود علیہ السلام کے منکر ہیں۔ ایسی صورت میں تفریق ظاہر کرنے کے لئے آپ کو کس نام سے یاد کیا جائے۔ چونکہ شروع سے ہی پیغام صلح آپ کا ترجمان رہا ہے...... اس لئے نیچرل طور پر "پیغامی" لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے غرض کسی کی تحقیر کرنا یا نام رکھنا نہیں ہے۔ کہ ارشادِ الٰہی کی خلاف ورزی پائی جاتی ہو۔"

ان الفاظ کو پڑھ کر یہ شعر یاد آگیا۔ کہ

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

کیا واقعی ہی دیانتداری کے ساتھ ایڈیٹر صاحب "الفضل" یہ استدلال کر رہے ہیں۔ یا خلیفہ صاحب کی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے دانستہ طور پر اپنے سارے سرمایۂ علم کو دریا برد کر رہے ہیں؟ وہ ایک ہی سانس میں باتیں تو بہت کہہ گئے ہیں۔ مگر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ کہ ان تمام باتوں کا جواب انہیں اس وقت دیا جائے۔ کیونکہ اس وقت ان کی جماعت ایک بحران میں سے پہلے ہی گذر رہی ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ ان کی مشکلات میں ایزادی کرنے کا موجب بنیں۔ وہ بھی خوب جانتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ میں اختلافات کی داستان بہت طویل ہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ دردناک بھی ہے اب اسے دوہرانے سے کیا حاصل البتہ اس وقت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظ "پیغامی" پر ان کی دلیل سے مختصر سی بحث کی جائے۔۔ انہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ اور ہماری جماعت کا نام جماعت احمدیہ لاہور ہے۔ اس لئے اخلاقی طور پر ہر سلیم الفطرت اور دانشمند شخص ہمیں احمدی کے نام سے ہی پکارے گا۔ لیکن چونکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ دو حصوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں تمیز کرنے کے لئے لاہوری احمدی اور قادیانی احمدی کہدے گا۔ ظاہر ہے کہ اس ضروری تمیز کی خاطر لاہوری اور قادیانی کے الفاظ چنداں قابلِ اعتراض نہیں رہتے۔ اس لحاظ سے جماعت قادیان یا قادیانی احمدی کہکے پکارنا قطعاً تحقیر آمیز نہیں۔ اس کے بالمقابل ہمیں بھی جماعت لاہور یا لاہوری احمدی کے نام سے یاد کرنا ہمارے لئے کسی رنج کا موجب نہیں ہو سکتا لیکن "پیغامی" کا نام اخبار "پیغام صلح" کی نسبت سے دینا ہر عقلمند اور با اخلاق شخص کے نزدیک یقیناً اخلاقی پستی کا بیّن ثبوت ہوگا۔ علاوہ ازیں ہم نے تو اپنے لئے اس نام کو کبھی تجویز نہیں کیا۔ الزامی جواب کے طور پر یہ کہنا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ کہ جماعت قادیان کے عقاید اور مسلمات کا ترجمان ابتدا سے ہی اخبار الفضل چلا آرہا ہے۔ جسے جناب خلیفہ صاحب نے ایک عرصہ تک اپنی زیرِ ادارت چلایا۔ اور اب ان کی ہی زیرِ سرپرستی چل رہا ہے۔ اگر الفضل کی نسبت سے انہیں "الفضلی" کے نام سے پکارا جائے تو کیا اس سے ان کی تحقیر نہیں ہوگی۔ اگر وہ "الفضلی" کہلانے پر خوش ہوں تو ہمیں "پیغامی" کہلانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔

اصل حقیقت یہی ہے۔ کہ جناب میاں صاحب نے محض تحقیر کی خاطر اور اپنے فطری جذبۂ نفرت کے ماتحت پرانی عادت کے مطابق "پیغامی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس بات کا مدیر الفضل کو بھی بخوبی علم ہے۔ لیکن انہوں نے دیانتداری کی راہ چھوڑ کر اپنے پیر کی غلط وکالت کی ہے۔

آگے چل کر ایڈیٹر الفضل لکھتے ہیں۔ کہ "اسی مضمون میں آپ نے "میاں صاحب" کا لفظ کئی بار محض تحقیر کے لئے لکھا ہے۔"

بات صاف ہے۔ اگر "میاں صاحب" کا لفظ ہماری ایجاد ہے۔ اور یہ نام ہم نے محض ان کی تحقیر کے لئے تجویز کیا ہے۔ تو بے شک مدیر الفضل کا شکوہ بالکل بجا اور درست ہے۔ لیکن اگر بات برعکس ہو تو پھر ہمارے اس وکیل بھائی کو اپنے اس اعتراض پر ندامت ہونا چاہئے۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو خلیفہ بننے سے پہلے جماعت کے تمام لوگ میاں صاحب کہا کرتے تھے۔ بعض زیادہ عقیدت کے اظہار کی خاطر صاحبزادہ صاحب کہدیتے تھے۔ لیکن میاں صاحب کا لفظ ان ایام میں عام طور پر مستعمل تھا۔ اگر یقین نہ آئے تو اصحاب احمد جلد دوم کا مطالعہ کر دیکھیں۔ جس میں نواب محمد علی خاں صاحب مرحوم مغفور نے اپنے کئی خطوط میں مرزا محمود احمد صاحب کو متعدد بار "میاں صاحب" ہی لکھا ہے۔ مثال کے طور پر اس کتاب کا صفحہ ۳۴۵ کو دیکھئے۔ یہ لفظ آپ کو نظر آئیں گے "پرسوں انجمن میں میری بلکہ میاں صاحب کی بھی بہت گت بنائی گئی۔" پھر صفحہ ۳۴۶ سے جو طویل خط شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔ اے کے نام شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۳۶۵ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں بار بار "میاں صاحب" کے لفظ کو مرحوم نے استعمال کیا ہے۔ "اصحاب احمد" صلاح الدین صاحب نے حال ہی میں شائع کی ہے۔ اس کے علاوہ وہ حوالہ بھی آپ کو غالباً یاد ہوگا۔ جس میں حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا "مجھ پر بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کبھی میں غیر احمدیوں کو کافر کہتا ہوں اور کبھی مسلمان۔ یہ دقیق مسئلہ ہے کسی نے نہیں سمجھا حتےٰ کہ میاں صاحب نے بھی نہیں سمجھا۔"

(اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۳۷۹)

اگر ایڈیٹر پیغام صلح نے "میاں صاحب" کر کے خلیفہ صاحب کو لکھا ہے۔ تو اس سے تحقیر کیسے لازم آگئی۔ آپ کی نگاہ میں خلیفۃ المسیح ہیں۔ مصلح موعود اور فضل عمر ہیں لیکن آپ کو معلوم ہے کہ ہم ان کے تمام دعاوی کو نہیں مانتے۔ بلکہ ان کے عقاید کو اپنے مقدس باپ کے عقاید اور مسلمات کے صریحاً مخالف یقین کرتے ہیں۔ اور ان کی توہین اور تذلیل کا باعث بھی۔ اس لئے ہم انہیں اسی نام سے یاد کریں گے جس نام سے وہ بچپن سے لے کر ۱۹۱۴ء تک جماعت میں یاد کئے جاتے تھے اور ایڈیٹر صاحب الفضل کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میاں صاحب کے الفاظ میں کوئی تحقیر نہیں اگر کوئی تحقیر ہوتی۔ تو اپنے مقدس امام کے بیٹے کو اس نام سے کبھی نہ بلایا جاتا۔ بلکہ یہ وہ نام ہے۔ کہ خلافت کے انتخاب کے وقت بھی اسی نام سے مجمع میں چاروں طرف سے بقول آپ کے آوازیں آنے لگیں (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۷۔ اصحاب احمد جلد دوم)

امید ہے مدیر الفضل کو "میاں صاحب" کے الفاظ میں اب کوئی تحقیر اور قباحت نظر نہیں آئے گی بہتر ہو کہ وہ غلط مفروضوں کی بنیاد پر مضمون نگاری کا شوق نہ پورا کیا کریں۔ اور نہ ہی اپنے خلیفہ صاحب کی غلطیوں کو سچائیاں ثابت کرنے کے لئے غیر متقیانہ طرز کی وکالت کیا کریں۔ کیونکہ یہ پیری مریدی کا سارا سلسلہ تو اس دنیا میں ہی رہ جائے گا۔ اگلی دنیا میں صرف نیک اعمال، تقوےٰ اور صداقت شعاری ہی کام آئیں گے۔

ضروری تصحیح

گذشتہ اشاعت میں جو نظم "حضرت مسیح موعودؑ کا ایک کشف" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے اس میں سٹیج کی بجائے اسٹیج، کھل گئی کی بجائے کھِل گئی، طیور کی بجائے طیور۔ یورپ مسلمان ہوگا کی بجائے یورپ مسلماں ہوگا پڑھیں۔

ہفت روزہ پیغام صلح ـــ لاہور ـــ ۵ ستمبر ۱۹۵۶ء

اَب بھی اگر نہ سمجھے تو سمجھائے گا خُدا

ایک سابقہ اشاعت میں ہم نے "الفضل" کے سوالات کا بالوضاحت جواب دے دیا تھا، اور ہمیں امید نہ تھی کہ اس کے بعد مزید وضاحت کی ضرورت پیش آئے گی لیکن ضد اور تعصب کا بُرا ہو، کہ کھلے حقائق اور واضح بیانات کو بھی جھٹلانا اور طرح طرح کی تاویلات سے ان پر پردہ ڈالنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسی کوشش میں "الفضل" نے پھر تین لمبی لمبی قسطیں لکھی ہیں، جن میں ایک ہی بات کو نہایت مبتذل طریق سے بار بار دوہرایا ہے اور ہم پر الزام دیا ہے کہ ہم نے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صاف طور پر نہیں لکھا کہ آیا انہیں خلیفۃ المسیح مانتے ہیں یا نہیں حالانکہ خود ہی ہمارا جواب بھی نقل کیا ہے کہ :-

"اس کا جواب مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ ہم یقیناً حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفۃ المسیح مانتے اور انہیں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ یقین کرتے ہیں"

فرمائیے اس سے بڑھکر صفائی اور کس چیز کا نام ہے۔ باوجود اس کے یہ کہتے جانا کہ

"کیا خاک کوئی سمجھے نہیں ہے کہ ہاں ہے"

تو اپنی عقل و دانش پر خاک ڈالنا ہے، حضرت! آپکو اگر خدا نے کوئی روشن ضمیری عطا کی ہوتی، آپ کا دل نور بصیرت سے منور ہوتا تو آپ کی سمجھ پر خاک نہ پڑتی اور مزید سوالات کی جرأت آپ کو نہ ہوتی، لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ "روشن دین تنویر" نام رکھا کر آپ بغض و تعصب کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہیں ...... خلیفہ صاحب نے حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو ناشائستہ کلمات استعمال کئے ان کو نظرانداز کرتے ہوئے ہمیں ان لاطائل بحثوں میں اُلجھانا چاہتے ہیں جو آج سے کئی سال پہلے ختم بھی ہو چکیں اور جن کا فیصلہ حضرت مولانا مرحوم کے اس نکتۂ معرفت نے کر دیا جو اس سے پیشتر نقل کیا جا چکا ہے۔

"حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بہ حیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرا دی کہ اسے اپنا خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کے نزدیک بھی اصل خلیفۃ المسیح انجمن ہی ہے یہ الگ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے انجمن کے ممبروں اور تمام قوم کو حضرت مولانا کی خلافت پر مجتمع کر دیا، اس قسم کی استثنائی باتوں سے اصول غلط نہیں ہو جاتے، اور نہ ایسی باتیں قابل غور ہیں کہ حضرت مولانا کے خلیفۃ المسیح ہوتے ہوئے انجمن بھی خلیفۃ المسیح تھی یا نہیں؟ اور دونوں کی قوت برابر تھی یا کم و بیش تھی؟ اور ایسے ہی لغو اور لایعنی سوالات جو "الفضل" نے کئے ہیں اس قابل نہیں کہ اس استثنائی صورتِ حالات میں انہیں قابلِ توجہ سمجھا جائے، بات صاف ہے کہ جب تک حضرت مولانا زندہ رہے تمام قوم اور انجمن کے تمام ممبران انہیں خلیفۃ المسیح مانتے رہے سوائے اس کے کہ انصاراللہ پارٹی اندر ہی اندر ریشہ دوانیاں کر کے میاں صاحب کی خلافت کے لئے رستہ صاف کرتی رہی اور اکابر جماعت لاہور کو خلافت محمود میں روک سمجھتے ہوئے حضرت مولانا مرحوم کے کان بھرے جاتے رہے کہ یہ لوگ آپ کو خلیفۃ المسیح نہیں مانتے۔ جس پر حضرت مولانا نے ان کو بارہا ڈانٹا بھی کہ دیکھو بدظنی سے باز آ جاؤ، جن کو تم ہماری خلافت میں روک سمجھتے ہو وہ ہمارے مخلص دوست ہیں، اگر تم اُن پر بدظنی سے باز نہ آئے تو تم سے مسیلمہ کا سا معاملہ ہوگا لیکن انصاراللہ پارٹی باز نہ آئی، اور جماعت میں ایسی پھوٹ پیدا کر دی جس نے حضرت مولانا کی استثنائی خلافت کے ساتھ انفرادی خلافت کے سلسلہ کو ختم کر دیا اور انجمن ہی "بہ حیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح" یا بقول مسیح موعودؑ "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار پائی۔"

"الفضل" نے اپنی "روشن ضمیری" سے ایک اور نیا نکتہ پیدا کیا ہے لکھا ہے ضمیمہ الوصیت میں "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" جس انجمن کو قرار دیا گیا ہے وہ "انجمن کارپردازانِ مصالح قبرستان ہے" اور پھر خود ہی یہ سوال بھی کیا ہے کہ

"کیا کوئی نادان سے نادان بھی یہ معنی نکال سکتا ہے کہ "انجمن کارپردازان مصالح قبرستان" خلیفۃ المسیح ہے یعنی کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت "مصالح قبرستان" کی کارپردازی کے لئے ہوئی تھی؟"

ہم حیران ہیں کہ یہ سوال کس سے کیا جا رہا ہے؟ خود ہی یہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں کہ جس انجمن کو "خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین قرار دیا گیا ہے وہ انجمن کارپردازانِ مصالح قبرستان ہے" اور خود ہی سوال کرتے ہیں کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت "مصالح قبرستان کی کارپردازی کے لئے ہوئی تھی؟ یقیناً کوئی "نادان سے نادان" اس سے یہ معنے نہیں نکال سکتا، لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ "الفضل" کے میاں روشن دین تنویر کی روشنیٔ طبع انہی معنوں کی موجد ہے۔ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں کہ

"جانشین" کا لفظ "وارث" کے معنے میں استعمال نہیں ہوا بلکہ "نمایندہ" کے معنے میں استعمال ہوا ہے"

معلوم نہیں وہ کونسی لغت ہے جس میں جانشین کے معنے "نمایندہ" کے لکھے ہیں، الفاظ کے معنے بدلنے میں قادیانی جماعت کو جو ملکہ حاصل ہے اُس کا یہ ایک اور ثبوت ہے کہ جانشین کے معنے "نمایندہ" کے ہیں لیکن اس بحث سے قطع نظر کرتے ہوئے ہمیں صرف اتنا بتا دیجئے کہ اس جانشین یعنے "نمایندہ" انجمن کے علاوہ اور کونسا "جانشین" حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بعد مقرر کیا ہے، کیا ساری "الوصیت" میں کہیں ایک حرف بھی ایسا ہے جس سے اپنے بعد سلسلہ خلافت کے قیام کی طرف اشارہ پایا جاتا ہو؟ "قدرت ثانی" کے الفاظ میں خلافت کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ان تائیدات الٰہیہ اور فتوحات کا ذکر ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے بعد اس سلسلہ کو ملنے والی تھیں سو ہم نے دیکھ لیا کہ آپ کے بعد فتوحات اسلامی کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو انشاء اللہ بہت بڑے روشن نشانات کا موجب ہوگا۔ حضرت مسیح موعود نے اگر "جانشین" کسی کو مقرر کیا ہے، تو "وارث" کے معنے میں ہو یا "نمایندہ" کے وہ صرف ایک انجمن ہی ہے جس کے متعلق یہ تحریر آپ نے لکھکر دے دی کہ :-

"میری ذاتی رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے کہ ایسا ہونا چاہیئے اور کثرت رائے اس میں ہو جائے تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میری ہرگز نہیں کرے گی لیکن صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو اور بہ صورت صرف میری

زندگی تک ہے اور بعد میں ہر ایک امر
میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔" والسلام
مرزا غلام احمد ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔

سُن لیا آپ نے؟ کیا اب بھی انجمن کے "خلیفۃ المسیح یا خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین" ہونے میں کوئی شبہ ہے؟ ہاں چونکہ اس انجمن نے جو قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ نے بنائی تھی، اپنے قواعد میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام کاٹ کر "حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی" کے الفاظ درج کر دیئے اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کو کہ "میرے بعد ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" عملاً ٹھکرا دیا اور اس کو ایک غیر مامور کی محکوم بنا کر رکھ دیا، جس کی جرأت حضرت مولانا نور الدین صاحب نے بھی اپنے عہد خلافت میں نہ کی تھی اس لئے وہ انجمن انجمن نہ رہی اور اس کی بجائے الوصیت کی ہدایات اور حضرت مسیح موعودؑ کے واضح ارشادات کی بناء پر لاہور میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام قائم کی گئی جو حقیقی معنوں میں آپ کی جانشینی کے فرائض بجا لا رہی ہے۔

فرمایئے اب اس کے بعد کس چیز کی وضاحت باقی رہ گئی ہے، ہاں "الفضل" کو شکایت ہے کہ "پیغام صلح" نے حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر یا مکتوب کے جو حوالے نقل کئے ہیں وہ "احراری یا آریائی طریق" پر کتر بیونت کر کے دیئے ہیں، ہم خوش ہوتے اگر "الفضل" ان حوالجات کے سیاق و سباق کو نقل کر کے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ جو معنے ہم نے عبارات کی کتر بیونت سے پیدا کئے ہیں وہ ان سے پیدا نہیں ہوتے مثلاً حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان کہ

"اگر کہو کہ لاہور کے لوگ خلافت میں روک
ہیں تو میرے مخلص دوستوں پر یہ بدظنی ہوتی
ہے اسے چھوڑ دو، جو کسی شخص پر
بدظنی کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اس
میں مبتلا نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ خیال چھوڑ دو
کہ لاہور کے لوگ خلافت میں روک
ہیں اگر ایسا نہ کروگے تو پھر خدا اسی
کا سا معاملہ کرے گا۔"

اگر ان الفاظ کے وہ معنے نہیں جو ظاہرا طور پر نظر آتے ہیں اور سیاق و سباق کی عبارات کوئی اور معنے پیدا کرتی ہیں تو "الفضل" کیوں ان ساری عبارات کو نقل نہیں کر دیتا، اگر ہمت ہے اور "احراری یا آریائی طریق" کا الزام صحیح ہے تو حضرت مولانا کی ساری تقریر کو الفضل میں شائع کر دو، پڑھنے والوں کو خود نظر آ جائیگا کہ کون "احراری یا آریائی طریق" اختیار کر رہا ہے لیکن "الفضل" کو تو اتنی بھی جرأت نہیں کہ حضرت مولانا کے اس ایک فقرہ ہی کو نقل کر دیتا جس میں آپ نے فرمایا:—

"نواب میر ناصر۔ محمود نالائق بے وجہ
جو شیلے ہیں یہ بلا اب تک لگی ہے
یا اللہ نجات دے۔"

اور اس کو نقل کئے بغیر ہی کیا اچھوتی تفسیر فرمائی ہے:—

"سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ
تعالےٰ عنہ خلافت کے حامیوں کے
جوش کو بھی اپنی ذمہ داری اتحاد و صلح
پر اثر انداز سمجھتے تھے اور یہ آپ
کا حق بلکہ عدل و انصاف کا اعلےٰ جذبہ
تھا کہ خلافت کے حامیوں کو بھی اپنی
دانست میں حدود سے باہر نہ جانے
دیتے حمایت میں جوش دکھانے والے
منافق نہیں ہوتے"

سبحان اللہ کیا عجیب منطق ہے "خلافت" کے ان نام نہاد "حامیوں" کو "نالائق" قرار دیا جاتا ہے "بے وجہ جوشیلے" کا خطاب دیا جاتا ہے "یہ بلا اب تک لگی ہے" کہہ کر اپنے دلی رنج اور دکھ کا اظہار کیا جاتا ہے، اور دعا کی جاتی ہے "یا اللہ نجات دے" اور یہ سب کچھ بقول "الفضل" ان کے جوش کو ذرا کم کرنے اور حد اعتدال پر لانے کے لئے ہو! اور حضرت مولانا یہ فریاد کس کے آگے کر رہے ہیں "حامیانِ خلافت" کے آگے نہیں بلکہ اس شخص کے آگے یہ فریاد آپ نے کی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ جو "حامیانِ خلافت" کے نزدیک خلافت کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ گویا اپنے ہی دشمن کے آگے اپنے حامیوں اور دوستوں کے متعلق یہ فریاد حضرت مولانا کرتے ہیں کہ وہ "نالائق ہیں بے وجہ جوشیلے ہیں یہ بلا اب تک لگی ہے یا اللہ نجات دے" یقیناً "الفضل" کی یہ تفسیر کسی عجائب گھر میں رکھنے کے قابل ہے۔ لیکن یہی کیا قادیانی لٹریچر میں کئی ایسی تفسیریں ہو چکی ہیں، جن سے بجائے خود ایک عجائب گھر بن چکا ہے۔ "الفضل" کو یہ بھی شکایت ہے کہ ہم نے حضرت مولانا کے مکتوب بنام خواجہ کمال الدین صاحب میں سے صرف یہی ایک فقرہ نقل کیا ہے باقی مکتوب نقل نہیں کیا جس سے اس کا مطلب زیادہ واضح ہو جاتا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکتوب اور اس کی نقل "الفضل" کے دفتر میں پہنچ چکی ہے یا شاید "خلافت ثانیہ" کی زنبیل میں سے مل گئی ہو، بہتر ہوگا کہ وہ خود ہی اس کو شائع کر دے تاکہ معلوم ہو جائے کہ

"نواب میر ناصر۔ محمود نالائق بے وجہ
جوشیلے ہیں یہ بلا اب تک لگی ہے
یا اللہ نجات دے"

کا صحیح اور اصلی مفہوم کیا ہے کیا اس کی ہمت ہے؟
"الفضل" نے یہ سوال بھی بار بار کیا ہے کہ حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اکابرین لاہور سے دوبارہ بیعت کیوں لی تھی؟ اس کا جواب خود ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ

"ذرا اس تجدید بیعت کو بھی یاد کیجئے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے صلح حدیبیہ کے مقام پر لی تھی کیا
اس کا مطلب یہ تھا کہ (نعوذ باللہ)
تمام مسلمان منافق ہو گئے تھے؟"

یہ جواب "الفضل" نے موجودہ فتنہ منافقین میں میاں صاحب کے ساتھ اظہارِ عقیدت کرنے والوں کے بارہ میں جناب الحاج میاں محمد صاحب کے مضمون پر تنقید کرتے ہوئے دیا ہے۔ یقیناً حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کا اکابر لاہور سے بیعت لینا بھی اسی قسم کے فتنہ منافقین سے ان کی علیحدگی کا نشان اور صلح حدیبیہ کی تجدید بیعت کا نمونہ اور تقلید تھی،

امید ہے یہ اشارات اور زیادہ وضاحت کے محتاج نہ ہوں گے، اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ ۵ ستمبر کو بروز بدھ مری سے واپس لاہور تشریف لا رہے ہیں۔

مولانا یعقوب خاں صاحب کی روانگی

محترم مولانا محمد یعقوب خاں صاحب ۷ ستمبر کو بروز جمعہ نماز جمعہ ادا کرنیکے بعد ۳ بجکر ۵۰ منٹ پر بذریعہ تیزگام کراچی روانہ ہو جائیں گے، جہاں سے ۱۱ ستمبر کو بحری جہاز سے ووکنگ مشن کا چارج لینے کے لئے انگلستان روانہ ہونگے، مقامی جماعت اور باہر سے آنیوالے دوستوں سے امید ہے کہ وہ خانصاحب ممدوح کو رخصت کرنے کیلئے تین بجے ریلوے سٹیشن پر پہنچ جائیں گے تمام جماعتوں سے استدعا ہے کہ خاں صاحب موصوف کی کامیابی اور بخیر و عافیت واپسی کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

الوداعی دعوت

مسلم ہائی سکول ۱ کی طرف سے محترم مولانا یعقوب خاں صاحب کے اعزاز میں بدھ ۵ ستمبر کو اور مسلم ہائی سکول ۲ کی طرف سے جمعرات (۶ ستمبر) دوپہر کے کھانے کی دعوت دی جا رہی ہے، جمعرات ہی کو انجمن کی طرف سے مسلم ہائی سکول ۱

(باقی ص۳ پر)

ووکنگ مسلم مشن حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور جماعت احمدیہ کی کامیابی کا نشان ہے

خواجہ کمال الدین صاحب کی تبلیغی کامیابیوں پر میاں محمود احمد صاحب کی طرف سے جماعت احمدیہ کو مبارکباد

ذیل کا مضمون میاں محمود احمد صاحب (موجودہ خلیفہ ربوہ) نے ۱۹۱۳ء میں جب وہ اخبار "الفضل" کے ایڈیٹر تھے، ۱۷ دسمبر ۱۹۱۳ء کے "الفضل" میں بطور مقالہ افتتاحیہ لکھا تھا۔ امید ہے یہ مضمون "الفضل" کے موجودہ ایڈیٹر کے لئے سرمۂ چشم بصیرت کا کام دے گا۔

لارڈ ہیڈلے

خدا تعالےٰ سے بڑھکر کون سچا ہو سکتا ہے۔ وہ طاقتور ہے، وہ قادر ہے، وہ اپنے ارادہ کو پورا کر سکتا ہے اور کسی کو طاقت نہیں کہ اس کے ارادہ کے پورا ہونے میں مخل ہو۔ یا دراندازی کرے۔ اس کے جلال کے آگے زمین و آسمان کی گردنیں خم ہیں۔ اور وہ اپنے اپنے مفوضہ کاموں کو بغیر کسی خفیف سے خفیف اختلاف کے بجالاتے ہیں۔ اس کی ذات تمام نقصوں سے پاک ہے اور کل خوبیوں کی جامع ہے، کوئی نیکی نہیں جو اس سے نہ نکلی ہو۔ اور کوئی بدی نہیں جو اس کی طرف منسوب ہو سکتی ہو، وہ جسے چاہے بڑھا سکتا اور جسے چاہے گھٹا سکتا ہے۔ اس کے حکم کے رد کرنے کی کسی کو طاقت نہیں وہ ارواح و اجسام کا خالق ہے اور اسی کے حکم سے سب اشیاء منصۂ شہود پر آتی ہیں۔ متکبر سے متکبر اور طاقتور سے طاقتور انسان اس کے حکم کے مقابلہ میں ایک چیونٹی کی بھی حقیقت نہیں رکھتے وہ ظالموں کو سزا دیتا ہے، مظلوموں کی آہ و زاری کو سنتا ہے۔

دنیا میں جھوٹ کا رواج مقدرت کی کمی اور عدم طاقت کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب کوئی کمزور اپنے آپ کو مبتلائے مصیبت پاتا ہے اور جانتا ہے کہ واقعات صحیحہ کے اظہار سے میں اپنے آپ کو دکھ میں ڈال دوں گا تو وہ خلاف واقعہ امور بیان کرکے اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے۔[1] لیکن طاقتور اور قادر کو جھوٹ کی ضرورت نہیں اور اسے کوئی حاجت نہیں۔ کہ خلاف واقعہ امور بیان کرکے اپنی جان بچائے۔ کیونکہ اسے کسی کا خوف نہیں۔ پس خدا تعالےٰ جو قادر مطلق ہے، اور جس کے حکم کو کوئی توڑنے والا نہیں۔ اور جو کل نقائص سے پاک اور کل خوبیوں کا جامع ہے، اس کی طرف یہ بات کیونکر منسوب ہو سکتی ہے کہ اس کے قول میں کسی قسم کا عیب اور نقص ہو، یا وہ اپنی بات کو بدلے۔ ومن أصدق من الله قيلا خدا تعالےٰ سے زیادہ کون سچا ہو سکتا ہے،

اللہ تعالےٰ نے آج سے تیرہ سو سال پہلے اسلام کے متعلق خبر دی تھی۔ کہ میں اسے بڑھاؤں گا اور پھیلاؤں گا۔ اور دنیا میں اسے شائع کروں گا۔ اور بڑے بڑے حکمران اس پر چلیں گے۔ اور اسے دنیا کے کل ادیان پر غلبہ دیا جائے گا۔ یہ وعدہ چونکہ ایک قادر اور زبردست ہستی کی طرف سے تھا، جس کا ایک ایک لفظ سچا اور پکا ہوتا ہے، پھر کیونکر ممکن تھا کہ ٹل جاتا اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس طرح خدا نے اسلام کو گمنامی سے نکال کر شہرت دی اور کس طرح مشرق و مغرب میں پھیلایا اور کروڑوں آدمیوں کو اس کا حلقہ بگوش کر دیا۔ پھر سنت اللہ کے ماتحت اس میں ضعف و اختلال پیدا ہوا۔ اور مسلمانوں نے اس پاک کتاب پر عمل ترک کر دیا۔ جسے خدا نے انکی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجا تھا۔ تو وہ پھر گرنے شروع ہوئے۔ اور روز بروز ذلیل ہوتے گئے۔ اور یہ ابتلاء ان پر اس لئے آیا، تا وہ اپنی کمزوریوں کو دیکھیں اور اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوں اور اپنے گناہوں پر پچھتائیں اور اپنی خطاؤں سے تائب ہوں۔ مگر جب وہ باز نہ آئے اور انہوں نے خدا کی طرف منہ نہ موڑا تو غیر قوموں کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور اسلام کی جگہ مسیحیت نے لے لی۔ اور مسلمان غیر قوموں کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ اس پر بھی انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی اور ان کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں اور وہ ان اسباب سے اصلاح پذیر نہ ہوئے تو خدا تعالےٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اُن کی ہدایات کے لئے عین وقت پر جب روحانی کھیت خشک ہو گئے تھے۔ اور حق کے پیاسوں کے حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے اور اُن کے ہونٹ سوکھ گئے تھے خدا نے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور بشارت کی ہواؤں کو چاروں طرف بکھیر دیا۔ تا دنیا آنے والی کامیابیوں سے آگاہ ہو جائے اور رحمت کی خوشگوار بارش کو نازل کیا تا مستعد دل تقوےٰ کی روئیدگی باہر نکالیں، اور اپنے مامور کو نازل فرمایا جو صرف دو فرشتوں نہیں بلکہ لاکھوں فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے منارہ دمشقی پر نازل ہوا اور دنیا نے اس کے کمالات کو دیکھا۔ مردہ زندہ ہو گئے۔ اور بیمار اچھے ہو گئے، اور کوڑھی شفا پا گئے اور اندھے دیکھنے لگے۔ اور بہرے سننے لگے۔ اور اپاہج چلنے پھرنے لگے غرض اس کے دم عیسوی سے دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ جہاں دنیائے اسلام میں سے ایک آدمی بھی خدمت اسلام کے لئے نکلنا پسند نہ کرتا تھا اور ہر کسے در کار خود، با دین احمد کار نیست، کا معاملہ تھا اور تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو، کے مقولہ پر عمل ہو رہا تھا، وہاں اب اس مسیح ثانی کی کوششوں اور محنتوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں پہلوان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر خدمت اسلام کے لئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس کے ہاتھ پر عہد کیا کہ وہ ہر ایک معاملہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ اور ان لوگوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر دین کی اشاعت میں روپیہ خرچ کیا، اور رات دن اسلام کے پھیلانے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہنے لگے۔ اور خدا نے ان لوگوں کے لئے اپنے مسیح کے ذریعہ بڑے بڑے وعدہ بھی کئے۔ چنانچہ اس نے قبل از وقت بتا دیا کہ وہ یورپ جس پر دشمنان اسلام کی نظریں لگ رہی ہیں۔ کہ اسلام کا تباہ اور برباد کرنے والا ہوگا، وہی ایک دن اس مسیح کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کرکے خدام اسلام میں شامل ہو جائے گا۔ اور اسلام کے استیصال نہیں بلکہ قیام میں کوشاں ہوگا۔ سو خدا کا فضل ہے کہ یہ وعدہ بھی پورا ہوا اور اسی خدا کے مامور کے غلاموں کے ہاتھوں یورپ بھی اسلام کی طرف متوجہ ہونے لگا ہے۔ چنانچہ مکرمی معظمی خواجہ کمال الدین صاحب جو بہت سی قربانیاں کرکے تبلیغ اسلام کے لئے ولایت گئے ہیں خدا نے ان کے ہاتھ پر کئی انگریزوں کو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی ہے اور سب سے بڑھ کر کامیابی کی یہ علامت ہے کہ آپکی کامیابی مسیحی پادریوں کی طرح نہیں۔ جن کی آواز کو لبیک کہنے والے سوائے شاذ و نادر کے ہندوستان کے جاہل طبقہ میں سے ہوتے ہیں۔ اور جو عیسائی ہو جانے میں مختلف دنیاوی فوائد کی امید رکھتے ہیں۔ چنانچہ مسیحی ہونے والوں کا بہت بڑا حصہ [illegible]

[1] یہی نکتہ جماعت ربوہ کے منافقین کی جڑ ہے کاش خلیفہ صاحب اس پر غور کریں۔ (پیغام صلح)

"آخر بحمد اللہ نجات ملی"

۴ ستمبر کا "الفضل" دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی کہ آخر کار ہمارے معاصر کو چاروناچار حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے وہ الفاظ شائع کرنے ہی پڑے جن میں اکابر لاہور کی بریت کا کھلا اعلان موجود ہے، یہ اعلان اسی خط میں ہے جس کے آخری فقرات میں "نواب میر ناصر محمود" کے "نالائق اور بے وجہ جوشیلے" ہونے کا ذکر ہے، افسوس ہے کہ "الفضل" کو وہ فقرہ تو چھاپنے کی توفیق نہیں ہوئی، مگر اس سے پہلے کا ایک فقرہ درج کر کے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اکابر لاہور ہمیشہ حضرت مولانا کو دُکھ دیتے اور ستایا کرتے تھے، وہ فقرہ یہ ہے:-

"مجھے ابتداءً آپ لوگوں نے دبایا
مدت تک اس مصیبت میں رہا جب
کبھی نکلنا چاہا رنگ برنگ بالی بدظنی
ہوتی رہی **آخر بحمد اللہ نجات**
ملی الحمد للہ رب العالمین پھر باہم
تنازع شروع ہوئے"

"الفضل" نے محض اتنا ہی فقرہ نقل کر کے اس سے اگلا فقرہ چھوڑ دیا ہے جس میں لکھا ہے:-

"نواب میر ناصر محمود، نالائق، بے وجہ
جوشیلے ہیں یہ بلا اب تک لگی ہے یا اللہ
نجات دے"

معلوم نہیں اس فقرہ کو نقل کرنے میں "الفضل" کو کیا تکلیف ہوتی ہے، ہم نے حضرت مولنا کا وہ فقرہ نقل کر دیا ہے جس کو اس نے اکابر لاہور پر حجت ملزمہ کے طور پر نقل کیا ہے، اگرچہ اس کے آخری الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ اکابر لاہور پر جو بھی الزام تھا وہ آخرکار اس سے بری ہو گئے حضرت مولانا کے الفاظ:-

"آخر بحمد اللہ نجات ملی الحمد للہ رب العالمین"

صاف بتا رہے ہیں کہ بزرگان جماعت لاہور کو حضرت مولنا پر کوئی بدظنی نہ رہی تھی اور ان کا معاملہ صاف ہو چکا تھا جیسا کہ اس تقریر سے بھی ظاہر ہے جس میں لاہور والوں کو حضرت مولنا نے اپنے مخلص دوست کہا ہے اور ان پر بدظنی کرنے والوں کو ڈرایا ہے کہ ان کے ساتھ مسیلمہ کا سا معاملہ ہو گا۔ لیکن "نواب" میر ناصر "محمود" کے "نالائق بے وجہ جوشیلے" ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا فریاد ہی کرتے رہے کہ یہ "بلا اب تک لگی ہے یا اللہ نجات دے"۔

"الفضل" کو اگر حق پرستی سے ایک ذرہ بھی حصہ ملا ہے، تو اس کا فرض ہے کہ حضرت مولانا کے اس آخری فقرہ کو درج اخبار کر کے کھلے لفظوں میں اعتراف کرے کہ حضرت مولنا فی الحقیقت نواب، میر ناصر محمود کو "نالائق بے وجہ جوشیلے" سمجھتے تھے اور فریادی تھے، کہ "یہ بلا اب تک لگی ہے" اور خدا سے دُعا مانگتے تھے کہ یا اللہ اس بلا سے نجات دے، کیا "الفضل" کو اس فقرہ کے شائع کرنے کی ہمت ہے؟

چھاروں یا بعض خانہ بدوش قوموں پر مشتمل ہے۔ بلکہ آپ آپ کی آواز کو تعلیم یافتہ گروہ نے لبیک کہا ہے: اور انگلستان کے ایک عالی خاندان نواب لارڈ ہیڈلے نے بھی اسلام اختیار کرنے کا اعلان کیا ہے اور اس طرح خدا تعالےٰ کے اس کلام کی تصدیق کی ہے جو اُس نے اپنے مامور کی معرفت آج سے ایک لمبا عرصہ پہلے ہمیں سنایا تھا۔ اور یورپ میں اسلام پھیلنے کی خبر دی تھی، سو مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ تیرے امام کی تصدیق ایشیا سے گزر کر یورپ میں بھی ہونے لگی۔ مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ تیری کوششوں کے درخت عمدہ عمدہ پھل لانے لگے ہیں۔ مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ تیرے مخالفوں کو ایک اور شکست نصیب ہوئی ہے، مبارک ہو اے جماعت احمدیہ کہ خدا تعالےٰ نے ایک دفعہ اور تیری صداقت پر اپنی مہر ثبت کی ہے۔

کہاں ہیں؟ وہ سلسلہ احمدیہ کے مخالف، وہ مسیح موعودؑ پر کفر کا فتوےٰ لگانے والے۔ ذرا اس **تائید غیبی** کو دیکھیں۔ کہ کس طرح اللہ تعالےٰ اس جماعت کے کاموں میں برکت دیتا ہے۔ سکھوں، ہندوؤں اور عیسائیوں، سب قوموں میں اگر ہل چل ہے اور اگر ان میں کامیابی سے کوئی قوم تبلیغ کر رہی ہے، تو صرف احمدیہ جماعت۔ مخالفین مسیح موعود غور تو کریں کہ انکے ساتھ خدا کا کیا سلوک ہے۔ اور جماعت احمدیہ سے کیا سلوک ہے۔ کیوں ان کی کوششیں اکارت جا رہی ہیں۔ اور کیوں خدا ہماری محنتوں کو کامیاب بناتا ہے مسیح کے منکر سات کروڑ ہو کر وہ کامیابی حاصل نہ کر سکے جو اس کے قلیل متبع حاصل کر رہے ہیں۔ کیا ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ خدا کی پیاری جماعت اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہے۔ اور جو لوگ اس جماعت میں داخل نہیں وہ خدا کی درگاہ سے دُور پھینک دیئے گئے ہیں اور خدا تعالےٰ اُن سے ناراض ہے۔ اور ان کی کوششوں اور محنتوں میں برکات نہیں پیدا کرتا بلکہ انہیں ہر میدان میں ناکامی اور شکست ہوتی ہے۔

ہم آخر میں جماعت کو بھی اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اچھی طرح خواجہ صاحب کو مدد دے اور چونکہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے اس لئے جہاں تک ہو سکے خواجہ صاحب کو روپیہ بھجوانا چاہیئے۔ انشاء اللہ اللہ تعالےٰ برکت دے گا۔ ہاں یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیئے کہ صدر انجمن کے چندوں میں فرق نہ آئے، کیونکہ ایک مفید کام میں مدد دینے کے لئے دوسرے مفید کام کو تباہ کر دینا جاہلوں کا کام ہے اور احمق ہے وہ جو اپنے ایک

بچہ کو قتل کر کے دوسرے کو کھلا دے پس دین اسلام کی اشاعت کے لئے خواجہ صاحب کو مدد دو، مگر ساتھ ہی ان کاموں کا بھی خیال رکھو، جنہیں حضرت صاحب نے جاری کیا۔

اخبار احمدیہ (بسلسلہ صہ ۲)

ایک اور نوجوان کا عزم انگلستان

مولنا یعقوب خانصاحب کے ساتھ ایک اور نوجوان آغا محمد احمد خلف الرشید پروفیسر عنایت علی خان صاحب بھی ٹیکسٹائل کی ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے انگلستان جا رہے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں کامیابی کے ساتھ بخیر و عافیت واپس لائے۔

مولوی محمد یحییٰ بٹ صاحب

یہ خبر احباب کے لئے خوشی کا موجب ہو گی کہ مولنا محمد یحییٰ بٹ صاحب ۲۶ راگست کو بخیر و عافیت لندن پہنچ گئے، مولانا لاہور سے (۲۴ راگست) کو بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے تھے، اسی دن ان کے اعزاز میں انجمن کی طرف سے چند احباب کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی گئی تھی، اور کئی دوست انہیں رخصت کرنے کے لئے آر۔ اے۔ ایف کے ہوائی اڈے پر بھی گئے۔

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا عزم گائنا

جماعت کے تمام حلقوں میں یہ خبر خوشی و مسرت کے ساتھ سُنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے مبلغ امریکہ تبلیغ اسلام کے لئے عنقریب ڈچ گائنا روانہ ہو رہے ہیں، میاں صاحب ممدوح سے ڈچ گائنا اور برٹش گائنا کے لوگ پہلے سے متعارف ہو چکے ہوئے ہیں اور دلی تمنا رکھتے ہیں کہ وہ ان میں رہ کر تبلیغ اسلام کریں، انجمن نے ان کی خواہش کے پیش نظر انہیں وہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔

ضروری اعلان

مولوی بشیر محمد صاحب کو انجمن نے چند سنگین الزامات کی بناء پر اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ آیندہ کوئی صاحب ان کو کوئی چندہ وغیرہ نہ دیں۔ اور جن لوگوں نے گذشتہ ایام میں انکو چندہ

مولانا مرتضیٰ خان حسن

حضرت مسیح موعود کی اعجازی دُعائیں

بعض متفرق دُعائیں اور جناب الٰہی سے ان کے جوابات

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۵۶ء

علی محمد خان نواب جھجر کی مشکلات کے سلسلہ میں بعض خوارق کا ظہور

یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے جسے ہم حضرت اقدس کے اپنے الفاظ میں ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

"علی محمد خان صاحب نواب جھجر نے لدھیانہ میں ایک غلہ منڈی بنائی تھی، کسی شخص کی شرارت کے سبب سے ان کی غلہ منڈی بے رونق ہو گئی تھی۔ اور بہت نقصان ہونے لگا تب انہوں نے دعا کے لئے میری طرف رجوع کیا لیکن پیشتر اس کے کہ نواب صاحب کی طرف سے میرے پاس کوئی خط اس خاص امر کے لئے دعا کے بارے میں آتا میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پائی کہ اس مضمون کا خط نواب صاحب موصوف کی طرف سے آئے گا۔ چنانچہ میں نے اس واقعہ کی خبر اپنے خط کے ذریعہ نواب علی محمد خان مرحوم کو قبل از وقت دے دی اور ایسا اتفاق ہوا کہ اس طرف سے تو میرا خط روانہ ہوا اور اسی دن انکی طرف سے اسی مضمون کا خط میری طرف روانہ ہو گیا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا جس کی روانگی کی میں نے اسی وقت ان کو خبر دے دی تھی۔ کہ گویا ایک ہاتھ سے انہوں نے ڈاک میں چٹھی ڈالی اور دوسرے ہاتھ سے وہی خط میرا ان کو مل گیا جس میں اس روانہ شدہ چٹھی کا مع مضمون اس کے ذکر تھا۔ تب تو نواب علی محمد صاحب خط کو خود پڑھ کے ایک عالم سکتہ میں آ گئے اور تعجب کیا کہ یہ راز کا خط جس کو میں نے ابھی ڈاک میں روانہ کیا کیونکر اس کا حال ظاہر کیا گیا۔ اس علم غیب سے انکے ایمان کو بہت قوت دی۔ چنانچہ انہوں نے بارہا مجھے جتلایا کہ اس خط سے خدا پر میرا ایمان بہت بڑھ گیا۔ اس خط کو وہ ہمیشہ اپنی کتاب جیبی میں بطور تبرک رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خلیفہ محمد حسن کو بھی جو وزیر اعظم ریاست پٹیالہ تھے بڑے تعجب سے وہ خط دکھایا۔ اور موت سے ایک دن پہلے پھر اس خط کو مجھے دکھلایا کہ میں نے اپنی جیبی کتاب میں رکھ لیا تھا۔ اور اس نشان کے ساتھ دوسرا نشان یہ ہے کہ جب عالم کشف میں ان کا دوسرا خط مجھ کو ملا جس میں بہت بیقراری ظاہر کی گئی تھی تو میں نے اس خواب کے خط کو پڑھ کر اس کے لئے دعا کی۔ اور مجھ کو الہام ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے یہ روک اُٹھا دی جائے گی اور ان کو اس غم سے نجات دی جائے گی یہ الہام ان کو اسی خط میں لکھکر بھیجا گیا تھا جو زیادہ تعجب کا موجب ہوا۔ چنانچہ وہ الہام جلد تر پورا ہوا اور تھوڑے دنوں کے بعد ان کی منڈی بہت عمدہ طور پر بارونق ہو گئی۔ اور روک اُٹھ گئی۔ اس نشان میں دو نشان ظاہر ہوئے، اوّل قبل از وقت اطلاع دینا کہ ایسا واقعہ پیش آنے والا ہے، دوم قبولیت دعا سے اطلاع ہونا کہ منڈی پھر بارونق ہو جائے گی"

(نزول المسیح صفحہ ۲۱۹ پیشگوئی نمبر ۹۳)

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے لئے امتحان میں کامیابی کی دُعا اور اسکی قبولیت

ہمارے سلسلہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم و مغفور طالب علمی کے زمانہ سے ہی حضرت مسیح موعود کے مخلص معتقدوں میں شامل تھے۔ نہایت صالح اور سعید نوجوان تھے۔ حضرت کو ان سے بہت محبت تھی۔ جب انہوں نے ۱۸۹۷ء میں اسسٹنٹ سرجن کا امتحان دیا تو حضرت نے ان کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ حضور کو الہام ہوا

"تم پاس ہو گئے"

اس الہام میں اگرچہ حضرت کو مخاطب کیا گیا تھا لیکن اس سے مراد مرزا صاحب مرحوم تھے۔ اور تم کا لفظ بوجہ یگانگت اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا۔ اس الہام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کو امتحان میں کامیابی عطا فرمائی اور اس کے بعد آپ لاہور کے بڑے ہسپتال میں بطور ہاؤس سرجن مقرر ہوئے۔

(نزول المسیح)

پیشگوئی پر مشتمل الہام کیلئے دُعا اور اسکی قبولیت

حضور کے ابتدائی زمانہ یعنے ۱۸۸۰ - ۸۲ء کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نور احمد نامی جو امرتسر کے ایک مشہور مولوی غلام علی صاحب کا شاگرد تھا قادیان گیا۔ وہ حضرت سے ملا اور دوران گفتگو میں اس نے ایسے خیالات کا اظہار کیا کہ اس امت میں یقینی الہام یا وحی کا وجود نہیں ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو، حضرت نے ان کو سمجھایا بھی اور ان سے فرمایا کہ وہ سردست قادیان میں قیام کریں۔ حضور دعا کریں گے شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا الہام کر دے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو۔ جس سے اس امر کا ثبوت مل سکے گا کہ اس امت مرحومہ کے اندر ایسے کاملین موجود ہیں جن کو ایسی وحی ہوتی ہے، چنانچہ حضور نے دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ قبول ہو گئی اور ایک الہام حکایتاً عن الغیر انگریزی میں ہوا۔ آئی ایم کوئرلر یعنے (I am quareller) میں مقدمہ کرنے والا ہوں اور جھگڑنے والا ہوں اور ساتھ ہی یہ الہام ہوا:۔

ھٰذا شاھد نزاغ

یعنے یہ تباہی ڈالنے والا گواہ ہے۔ اس کے متعلق حضور کو تفہیم کی گئی کہ کسی کا مقدمہ ہے اور وہ حضور کو گواہ بنانا چاہتا ہے۔ اس الہام سے میاں نور احمد کو اطلاع دی گئی اور قبل از ظہور پیشگوئی میں مفصل طور پر سمجھا دیا گیا۔ شام کے وقت میاں نور احمد کے روبرو ہی رجب علی ایڈیٹر مطبع سفیر ہند کا امرتسر سے خط آیا اور ساتھ ہی ایک سمن شہادت بھی حضرت کے نام موصول ہوا جس سے معلوم ہوا کہ پادری رجب علی نے حضور کو گواہ ٹھہرایا ہے اور اس کا دعوےٰ صحیح تھا اور حضرت کی شہادت مدعا علیہ کی تباہی کا موجب تھی اور یہی معنے شاہد نزاغ کے ہیں۔

اس طرح سے میاں نور احمد صاحب نے پیشگوئی کو سن بھی لیا اور اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا بھی دیکھ لیا۔ اور ہمارے قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انسان کا اس قدر علم غیب پر احاطہ ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا اس کو علم نہ دے۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۲ ۔ نزول المسیح صفحہ ۱۳۳)

پچاس روپیہ کی ضرورت کا پیش آنا۔ اس کے لئے دُعا کرنا۔ قبولیت دُعا کا الہام اور اسی قدر روپے کا دستیاب ہونا

اس واقعہ کے متعلق جو ۱۸۸۸ء کا ہے حضرت اپنی کتاب نزول المسیح صفحہ ۲۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ ہمیں اتفاقاً پچاس روپے کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہل فقر اور توکل پر کبھی کبھی ایسی حالت گذرتی ہے اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا۔ جب ہم صبح کے وقت سیر کے واسطے گئے اور اس ضرورت کے خیال نے جوش دیا۔ کہ اس جنگل میں دعا کریں۔ پس ہم نے ایک پوشیدہ جگہ جا کر اس نہر کے کنارے پر دعا کی جو قادیان سے تین میل کے فاصلے پر بٹالہ کی طرف واقع ہے، جب ہم دُعا کر چکے تو دُعا کے ساتھ ہی ایک الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں"

تب ہم خوش ہو کر قادیان کی طرف واپس آ گئے اور بازار

کا ذکر کیا تاکہ ڈاک خانہ سے دریافت کریں کہ آج ہمارے نام کچھ روپیہ آیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہمیں ایک خط ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ پچاس روپیہ لودھیانہ سے کسی نے روانہ کئے ہیں اور غالباً وہ روپیہ اسی دن یا دوسرے دن ہمیں مل گیا۔

میاں عبداللہ صاحب سنوری کے ایک مقصد کے لئے دُعا اور بارگاہ الٰہی سے اسکا جواب

ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ سے انسان کا تعلق ایسا ہونا چاہیئے جیسا ایک دوست کا دوسرے دوست سے۔ یعنے کبھی اپنی بات منوالی اور کبھی دوست کی مان لی۔ اس سے حضور کا مقصد یہ تھا کہ انسان یہ توقع نہ رکھے کہ اس کی ہر خواہش اور ہر دعا قبول ہوگی اللہ دعائیں قبول بھی کرتا ہے اور کبھی رد بھی کر دیتا ہے اور اللہ کا دعاؤں کو رد کرنا بھی بندہ کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے۔ جو بندہ نہیں سمجھ سکتا، لیکن ذات علام الغیوب خوب سمجھتی ہے۔ ایک نادان بچہ بعض وقت آگ میں ہاتھ ڈالتا ہے یا دہکتے ہوئے کوئلہ کو ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ ماں اس کو روکتی ہے۔ بلکہ بچہ کی ضد پر کبھی اس کو پیٹتی بھی ہے اب اگر بچہ یہ شکایت کرے کہ کیوں اس کی ماں اس کو آگ کا کوئلہ نہیں لینے دیتی تو یہ محض نادانی ہوگی۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ عسیٰ ان تحبوا شیئًا وھو شرلکم یعنے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند کرو مگر وہ درحقیقت ہمارے حق میں مضر ہو، خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنے خاص الخاص بندوں کی دعائیں بھی مسترد کر دیتا ہے اور اس میں ذات باری کی بڑی بڑی مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں جن کو انسان سمجھ نہیں سکتا۔

میاں عبداللہ صاحب سنوری حضرت صاحب کے بڑے مخلص اور جاں نثار مرید تھے، اور ابتداء سے ہی حضور سے آپ کا تعلق تھا۔ اور انہوں نے حضرت کے کئی کمالات بچشم خود ملاحظہ کئے تھے۔ چنانچہ سُرخ چھینٹوں والا نشان ان کی آنکھوں کے سامنے واقعہ ہوا اور وہ قمیص جس پر یہ سُرخ چھینٹے پڑے تھے اُن کے مرنے کے وقت تک اُن کے پاس ہی رہی اور آخر اُن کے ساتھ قبر میں دفن ہوئی۔ انہی میاں عبداللہ صاحب کو ایک کام پیش آیا جس کے لئے انہوں نے بہت کوشش کی اور بظاہر قرائن ایسے تھے کہ یہ کام بآسانی ہو جائے گا اور میاں صاحب موصوف کو بھی یہی خیال تھا کہ اس میں ان کو کامیابی ضرور ہوگی، بغرض احتیاط انہوں نے حضرت سے دعا کے لئے بھی درخواست کر دی تھی۔ حضرت نے دُعا کی تو الہام ہوا کہ

بسے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ الہام صریح میاں صاحب کی ناکامی پر دلالت کرتا تھا۔ اس الہام سے میاں صاحب کو اطلاع دی گئی۔ اور انہیں بتا دیا گیا کہ یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ میاں صاحب تو ایک متوکل اور باخدا انسان تھے اور راضی برضا رہنا ان کا شیوہ تھا۔

خاص کام جو کچھ غیب سے اطلاع ملی وہ آخر پوری ہوئی اور وہ کام جس کے ہونے کا غالب خیال تھا ہوتا ہوتا رُک گیا۔

حضرت مرزا صاحب کے مخالف ان سینکڑوں، ہزاروں نشانات کو تو دیکھتے نہیں اور ایک آدھ بات کو بلکہ آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں اور اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور فلاں دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ یہ مخالفت کے اپنے فہم کا قصور ہوتا ہے۔ ہاں بعض اوقات ملہم من اللہ خود اپنے الہام کے سمجھنے میں بھی غلطی کھا جاتا ہے مگر یہ کوئی محل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اجتہادی غلطیاں تو بڑے بڑے انبیاء سے ہوتی رہیں، جیسا کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا عبدالکریم صاحب کے متعلق حضور کی دُعا قبول نہیں ہوئی، یہ درست ہے کہ حضور نے مولانا صاحب کی صحت کے لئے بہت دُعائیں کیں، لیکن مصلحت ربی کچھ اور تھی اور خدا کی مشیت کا کچھ اور تقاضا تھا۔ حضور نے دعائیں کیں مگر ان کے جواب میں آپ کو الہام ہوا ان المنایا لا تطیش سھامھا یعنے موت کے تیر رک نہیں سکتے۔ پھر الہام ہوا سینتالیس سال کی عمر انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ چنانچہ مولانا صاحب سینتالیس سال کی عمر میں فوت ہوئے، اسی طرح صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات پر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ باوجود دعاؤں کے وہ زندہ نہ رہے، مگر ہمارے مخالفین کو یہ علم نہیں کہ اس لڑکے کی پیدائش پر ہی حضرت کو الہام ہوا تھا اور اس کی تشریح خود حضرت نے کر دی تھی کہ یہ لڑکا چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو جائے گا۔ پس خدا کا الہام تو دونوں صورتوں میں پورا ہوا۔ یعنی مولانا عبدالکریم صاحب کے متعلق جو الہام ہوا اس کے مطابق ہی ظہور میں آیا۔ اور اسی طرح صاحبزادہ صاحب کے متعلق جو الہام ہوا اس کے مطابق ہی ظہور میں آیا۔ پس محل اعتراض کوئی بات نہ رہی۔ اور ہر ایک بات کا قبول ہونا ضروری نہیں، بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ کثرت کس طرف ہے حضرت کی اکثر دعائیں قبول ہوئیں، اور محض ایک دو ایسی تھیں جو مقبول نہ ہوئیں۔

براہین کی طباعت کے اخراجات کیلئے دُعا اور بارگاہ خداوندی سے بشارت

براہین احمدیہ کی طباعت کا کام اخراجات کثیرہ کا... متقاضی تھا۔ حضرت کے پاس مال نہ تھا۔ آپ ایک درویش انسان تھے۔ متوکلانہ گذارہ تھا۔ کتاب کا مسودہ تیار تھا۔ مگر ضروری اخراجات کے لئے روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے جُوں کا تُوں پڑا رہا۔ آخر آپ نے دُعا کی تو آپ کو الہام ہوا۔ ھزی الیک بجذع النخلۃ الخ اس پر آپ نے مختلف صاحب حیثیت لوگوں سے امداد کی تحریک کی۔ چنانچہ بعض صاحب دل احباب نے امداد پیش کی اور روپے کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو روپیہ آتا تھا خرچ ہو جاتا تھا۔ بعض اوقات روپے کی آمد کا انتظار بھی کرنا پڑتا تھا۔

ایک دفعہ مطبع کی طرف سے سخت تقاضا آیا۔ حضرت کے پاس روپیہ نہ تھا۔ حضور نے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی۔ الہام ہوا کہ:-

دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں

اور اس کے ساتھ ہی الہام ہوا:-

دین ٹو ڈل یو گو ٹو امرتسر

یعنے دس دن کے بعد روپے مل جائیں گے۔ اور اس دن تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ یہ دو نشانات تھے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پورے دس دن گذرنے کے بعد گیارہویں دن ایک صاحب محمد افضل خان صاحب راولپنڈی کی طرف سے ایک سو دس روپے کا منی آرڈر آ گیا۔ اور بیس روپے کسی اور شخص نے بھیجد یئے۔ اس طرح مبلغ ایک سو چالیس روپے کی امداد مل گئی اور کام چل گیا۔

اسی دن ایک سرکاری سمن آیا اور آپ کو ایک سرکاری شہادت کے لئے امرتسر جانا پڑا (دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۶۹ - نزول المسیح صفحہ ۱۳۴)

یہ ۱۸۸۰-۸۴ء کا واقعہ ہے۔ اس نشان کے متعلق حضرت نزول المسیح صفحہ ۱۳۴ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس پیشگوئی سے خود ظاہر ہے کہ ایسی صاف غیب گوئی کہ دس دن تک کوئی روپیہ نہیں آئے گا اور اس کے بعد گیارہویں دن روپیہ ضرور آ جائے گا۔ اور اس دن کسی مجبوری کی وجہ سے امرتسر بھی جانا پڑے گا۔ کیا ایسی پیشگوئیوں پر انسان بھی قادر ہو سکتا ہے اور اس سے زبردست اور کیا قوت ہوگا کہ آریہ جو دین کے پکے دشمن ہیں اس پیشگوئی کے گواہ ہیں۔ منجملہ ان کے لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل ساکنان قادیان جو اب تک زندہ موجود ہیں اس نشان سے خوب واقف ہیں ان کے لئے بڑی مصیبت ہے کہ اسلام کی گواہی دیں۔ لیکن اگر یہ مقام براہین احمدیہ کا ان کو دکھلایا جاوے اور ان کی اولاد کی قسم ان کو دی جاوے کیونکہ ان کے دلوں میں خدا تعالےٰ کا خوف نہیں تو ممکن نہیں کہ جھوٹ بولیں کیا دعا قبول ہو کر پھر خدا کا پیشگوئی کرنا اور اپنی تائید دکھلانا اور امرتسر جانے کا نشان ساتھ رکھنا معجزہ نہیں؟

براہین کی طباعت کے سلسلہ میں ایک اور نشان حضرت نے نزول المسیح صفحہ ۱۶۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ جب براہین احمدیہ کے کچھ حصے تیار ہو گئے تو خیال آیا کہ ان کو چھاپ دیا جاوے مگر میرے پاس سرمایہ نہ تھا۔ اس لئے خدا کی جناب میں دعا کی کہ لوگ امداد کی طرف توجہ کریں اس وقت تھوڑی سی غنودگی ہو کر جواب ملا کہ **بالفعل نہیں** تب باوجود کوشش کے کسی نے ایک پیسہ بھی نہ دیا۔ اور ایک مدت گذر گئی۔

(دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۵)

درخواست دعا بعض نوجوان طلباء اور طالبات آج کل یونیورسٹی کے امتحانات میں شریک ہو رہے ہیں اُن کی کامیابی کے لئے احباب سے دعا کی استدعا ہے

آفتاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ

ایک مقصد - ایک زندگی

غلام ربانی صاحب پی ایف ایس

محترم غلام ربانی صاحب (پی ایف ایس دفتر ہائی کمشنر پاکستان لندن) ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہیں مولنا آفتاب الدین احمد مرحوم و مغفور کو بہت قریب سے دیکھنے اور انکی زندگی اور انکے خیالات کو گہری نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ ذیل کا مضمون اسی مطالعہ کا نتیجہ ہے جو اگرچہ بہت دیر سے موصول ہوا ہے لیکن اپنی افادیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ قارئین کرام کے مطالعہ میں لایا جائے۔

زندگی کے شرارے

نہ جانے کتنے سویرے طلوع ہوں گے اور کب تک ہماری نگاہیں شب چاند، سورج کے طلوع و غروب کا منظر دیکھے گی۔ لیکن سورج اور چاند وہی ہیں اور یہ زمین بھی وہی ہے۔ یہ اس زمین چاند اور سورج کی طرح غروب ہوکر طلوع نہیں ہوتی۔ اور وہ انسان ہے۔ رات کی تاریکیوں میں جس کی شمعیں فروزاں ہیں۔ پتھر سے جس نے شیشہ تراشا ہے۔ اور زہر سے نوشینہ پیدا کیا ہے۔ یہ انسان کمزور ہوکر بھی طاقتور ہے۔ اس میں ظلوم و جہول کی کیفیت ہو تو کیا غم ہے۔ اسی نے عظمت خداوندی کے گیت گائے ہیں۔ اور یہ خود اس بات کی گواہی ہے کہ خوب سے خوبتر کی تلاش ہنوز جاری ہے۔ یہ انسان اپنا آپ ایک عجیب تجزیہ گاہ میں لے آیا ہے جہاں شرع اور جسم کے درمیان ایک عجیب کشمکش ہے۔ یہاں اس کے تصورات کی اڑانیں اور اس کے بوجھل جسم کی زنجیریں آپس میں ٹکراتی رہتی ہیں اور ان کے اس ٹکراؤ سے جو شرارے جھڑتے ہیں وہ ہماری اندھی زندگی کی آنکھیں ہیں، اگر یہ شرارے نہ ہوں تو راتیں تاریک اور دن بیابان ہو جائیں۔ یہ شرارے آفتاب الدین احمد ہیں۔

کیوں پسند کیا کہ اسکی بات کہوں

میں نے کیوں پسند کیا ہے کہ اس شخص کے بارے میں کچھ لکھوں۔ صرف اس لئے کہ مجھے اس شخص میں امید نظر آئی ہے اس شخص میں انسان کی ابدی جستجو برسرپیکار نظر آتی ہے۔ اس شخص میں زندگی اور مقصد دونوں پیوست نظر آتے ہیں۔ اس لئے میں نے پسند کیا کہ اس کی بات کہوں، اس کی بات سناؤں تا اسکی جدائی بھلائی نہ رہے اور دل اس کے تذکرہ سے بے چین ہو۔ غم گراں ہے لیکن زندگی کے کندھے کشادہ ہیں۔ الفت آگ ہے پر آنسوؤں کے قطرے اس کو خرمن ہستی جلانے سے روکے رکھتے ہیں، آفتاب الدین ایک مجسم غم اور الفت تھا۔ غم اس کی زندگی میں رچ گیا تھا۔ اور صبح و شام اس کا دکھی دل اس کا گھاؤ محسوس کرتا تھا لیکن اس کا غم اُسے بے کار نہ کر سکا کیونکہ وہ انسان تھا اور خود ایسی تجزیہ گاہ تھا جس کے نتائج دوسروں کے لئے مخصوص کر دیئے گئے ہوں۔ وہ ایک علامت ہے۔ ایک نعرہ ہے۔ اُس نے انسانوں میں سے خداوند کی بات کو سمجھنا چاہا اور گراں جسم کو تصورات کی اڑان میں روک بننے نہیں دیا —— اس لئے میں نے پسند کیا کہ اس کی بات کہوں۔

میرا تعارف

آفتاب الدین احمد سے بہ حیثیت ایک گوشت پوست کے انسان پہلی بار سنہ ۱۹۴۲ء میں متعارف ہوا تھا، ایک لمبا طویل، خوبصورت شخص۔ فراخ پیشانی، روشن آنکھیں، مختصر لیکن موزوں داڑھی۔ خاموش شخصیت، یہ تھے آفتاب الدین۔ پہلی ملاقات میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ شخص کسی انگریزی درسگاہ کا تعلیم یافتہ ہے۔ اور بعد کی ملاقات میں یہ یاد کرنا گراں ہو جاتا تھا کہ یہ دارالعلوم دیوبند میں بھی تعلیم پاتا رہا ہے۔ تعارف کی شدت اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس عجیب انسان کی شخصیت بہت بلند اور درخشاں ہونے لگتی تھی اس کی متوازن عادتیں، اس کی دیانتداری اور راست روی، اس کی پابندی وقت، اس کا احساس ذمہ داری اور ان کے ملے جلے غصہ و ہمدردی، یہ سب آپکو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔ وہ ایک خود تجزیاتی SELF-ANALYTICAL وجود تھا۔ جس کی دستبرد سے اُس کی خفایں اور لاشعور بھی بچ کر نہ نکل سکتا تھا۔ ایسا انسان عصر حاضر کے تقاضوں اور ایک تخیلی زندگی IDEAL-LIFE کی باہمی آویزشوں کے لئے صحیح مطالعہ ہے۔

تحریک خلافت میں مولنا کی شمولیت

آفتاب الدین احمد کی علمی زندگی کلکتہ یونیورسٹی سے شروع ہوتی ہے۔ وہ امتیازی طور پر ڈگری کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہندوستان کی سرزمین تحریک عدم تعاون اور ترک موالات کے لپیٹے میں تھی۔ مسلمانوں کی عظمت کی آخری یادگار سلطنت عثمانیہ ختم ہو رہی تھی، ہندوستانی مسلمان تحریک خلافت کے بڑے پرچارک تھے۔ جگہ جگہ خلافت کمیٹیاں بن رہی تھیں۔ اور چونکہ سلطنت عثمانیہ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کے خلاف لڑی تھی اور انگریز ہندوستان کے حکمران تھے اس لئے مسلمانوں کو انگریزوں سے بہت سخت بغض پیدا ہو گیا تھا۔ مسلمان خلافت کو اسلام کا سیاسی اور دینی مظہر سمجھتے تھے اور اس علامت کا مٹنا انہیں ہرگز گوارا نہ تھا۔ ہندوؤں نے بھی اس میں متحدہ مقصد جان کر ساتھ دیا، کیونکہ انگریز تو دونوں کا حاکم تھا۔ نوجوان آفتاب الدین وقت کی اس بہتی ہوئی رو سے الگ نہ رہ سکا۔ اور خلافت تحریک اُسے بہا کر لے گئی۔ بنگال، پاکستان اور ہند کی تاریخ میں اپنی سیاسی کارفرمائیوں اور بے چینیوں کے لئے مشہور رہے گا۔ خلافت تحریک کا یہاں اچھا خاصہ ہنگامہ تھا۔ کمیٹیاں بڑی تندہی سے مصروف کار تھیں اور نوجوان آفتاب الدین اُن میں پوری شدت سے دلچسپی لے رہا تھا۔ مولنا نے مجھے ایک مرتبہ خود سنایا کہ وہ ایک رات بڑا طویل سفر کر کے اپنے چند خلافتی ساتھیوں کے ساتھ ایک کیمپ پر پہنچے۔ یہاں انہیں حاضری دینے کو کہا گیا تھا۔ ایک خیمہ کے اندر سے مدھم مدھم روشنی باہر آرہی تھی۔ مولنا اندر گئے تو دیکھا ایک شخص قمیص اتار کر موم بتی کی روشنی میں مصروف کار تھا۔ اس نے کتابوں کو ایک دوسرے پر رکھ کر شمعدان بنایا ہوا تھا۔ مولنا نے ان سے خلافت کمیٹی کا کیمپ پوچھا تو انہوں نے ایک آدمی کو ساتھ کر دیا کہ انہیں منزل مقصود پر پہنچا دے۔ باہر نکلے تو کسی نے اُن سے کہا کہ یہ سبھاش بابو ہیں۔ مولانا کی سبھاش چندر بوس سے یہ پہلی شناسائی تھی۔ مولنا سبھاش بوس کا اکثر تذکرہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نے ایک محدود مقصد کے لئے زندگی تیاگ دی کیا ہم لوگ کسی اعلیٰ مقصد کے لئے زندگی نہیں دے سکتے۔ انگریزوں کے لئے خلافت تحریک ہی کچھ کم دردسری نہ تھی کہ اسی دوران میں ہجرت اور ترک موالات کے شعلے بھی آہستہ آہستہ بھڑکنے لگے۔ لیکن ہندوستانی مسلمانوں کی یہ تمام تگ و دو اپنے سے بہت دور ایک ایسے ادارہ کے تحفظ کے لئے تھی جس میں اُن کی اپنی آواز کا کوئی حصہ نہ تھا جسے تعمیر کرنے یا مٹا دینے میں ان کا دخل بالکل ناممکن تھا۔ ترکی میں نوجوان ترکوں کی جمہوری تحریک، خلافت کے شہنشاہی ڈھانچے کو قبول نہ کر سکی اور خلافت مٹ گئی۔ لیکن یہ مٹانا انگریزوں کا نہ تھا بلکہ خود مسلمان ترکوں کا تھا۔

علم دین حاصل کرنے کا خیال

خلافت تحریک ختم ہو گئی۔ خلافت ختم ہو گئی۔ مسلمان حیران تھے کہ یہ کیا ہو گیا اور ہم کیا سوچتے ہیں۔ انہی سالوں میں جب خلافت کے زور و شور شروع نہ ہوئے تھے۔ روس میں اشتراکی انقلاب ہوا۔ مسلمانوں کے لئے یہ نت نئے حادثے اور اس تواتر سے ہونے والے حادثے بہت حیران کن تھے۔ آفتاب الدین بھی حساس ذہن تھا۔ اُس کا ان جلد از جلد بدلنے والی چیزوں سے متاثر ہونا بعید نہ تھا۔ وہ صرف خلافت تحریک ختم ہونے کا نہ سوچتا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا، کہ مسلمانوں کی تحریکوں میں وہ اعلیٰ قوت کیوں مفقود ہے جس نے مغربی اور بعض مشرقی قوموں کو مسلمانوں سے کہیں زیادہ مضبوط اور کامران کر دیا ہے۔ اس تلاش میں اُس نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے دین کو سمجھنے کے لئے ایک نئی اور جاندار کوشش کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے عربی زبان سیکھنا

ضروری ہے، کیونکہ اسلام کا بنیادی ادب عربی زبان میں ہے۔

دیوبند میں

یہ فیصلہ آفتاب الدین احمد کو دیوبند لے گیا۔ دیوبند میں آج تک شاید انگریزی درسگاہوں سے پڑھا لکھا کوئی نوجوان تحصیل علم کے لئے نہ آیا تھا۔ مولانا کو دیوبند نے بہت خوشی سے قبول کیا اور علامہ شبیر احمد عثمانی نے خاص توجہ سے اس نئے طالب علم کو پڑھانا شروع کیا۔ آفتاب الدین چونکہ انگریزی پڑھے لکھے تھے اس۔ لئے انہیں کسی ایسے ہفت روزہ کی تلاش تھی جو انہیں اسلام انگریزی میں بتا سکے۔ کیونکہ تعلیمیافتہ لوگوں کے لئے انگریزی، بنگلہ بھاشا کے بعد زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ اس جستجو میں مولانا ہفت روزہ لائٹ سے متعارف ہوئے۔

ایک دلخراش سانحہ

انہی دنوں ایک عجیب دلخراش سانحہ پیش آیا۔ حکومت افغانستان نے ایک احمدی کو علماء کے حکم کے مطابق مرتد قرار دے کر سنگسار کر دیا۔ یہ نعمت اللہ شہید تھے۔ اس پر تمام تہذیب یافتہ دنیا میں بحث چھڑ گئی۔ آزاد خیال عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے اسلام پر لے دے شروع ہو گئی۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اسلام آزادی خیال اور آزادی ضمیر کا حامی نہیں۔ علمائے ہند نے حکومت افغانستان کو مبارک کے تار بھیجے اور اسے حامی دین متین قرار دیا۔ یہ سانحہ لائٹ کے کالموں میں بھی آیا۔ مولانا کے لئے یہ بہت اچنبھا تھا۔ وہ اسلام اور اس سانحہ کو باہم تطبیق نہ دے سکتے تھے۔ انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانی سے رجوع کیا تو انہیں سراپا افغانستان کا مداح پایا۔ مولانا کو اس سے بڑی تکلیف پہنچی اور احمدیہ تحریک کا پہلا گہرا نقش مولانا کے دل پر ایک ایسے شہید کے خون سے کھنچا جس نے بہت دور اپنی جان ایک مقصد کے لئے دے دی تھی۔

احمدیہ تحریک سے وابستگی

آفتاب الدین احمد دیوبند نہ رہ سکتے تھے۔ وہ لاہور چلے آئے کیونکہ وہ احمدیہ تحریک کے لاہور مرکز سے روشناس ہو چکے تھے۔ مولانا نے لاہور میں تحریک سے ابتدائی واقفیت حاصل کی۔ اور خواجہ کمال الدین علیہ الرحمۃ اور مولانا محمد علی علیہ الرحمۃ سے تحصیل علم کیا۔ میں نے مولانا کو ان دو عظیم الشان شخصیتوں سے بے حد متاثر پایا ہے۔ وہ ان دونوں شخصیتوں کے دونوں پہلوؤں سے خاص طور پر اثر پذیر تھے۔ محمد علی میں انہیں سرد منطق، مختصر لیکن نپی تلی وکالت، اور بلا کا ایمان نظر آتا تھا، اور کمال الدین میں جذبات، عشق اور والہانہ ایمان و توکل کی جھلکیاں دکھائی دیتی تھیں، انہوں نے محمد علی علیہ الرحمۃ کے ساتھ کچھ عرصہ بطور پرائیویٹ سیکرٹری کام کیا۔ مولانا محمد علی کے دو واقعات مولانا نے مجھے سنائے جن میں انہیں انہماک اور ایمان کا عجیب منظر دکھائی دیا۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب رح کی ایمانی کیفیت

مولانا آفتاب الدین صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ وہ مولانا محمد علی رح کے پاس کچھ کاغذات لے کر گئے۔ ان دنوں محمد علی رح احمدیہ مسجد لاہور کے ساتھ والے مکان میں رہتے تھے جہاں آجکل مولانا صدر الدین امیر جماعت احمدیہ لاہور رہتے ہیں۔ مولانا نے حضرت محمد علی رح سے کاغذات کے متعلق ضروری باتیں کر لیں تو حضرت امیر مرحوم رح یعنی حضرت مولانا محمد علی نے بعض دیگر حال احوال دریافت کرنا شروع کر دیا۔ مولانا آفتاب الدین کہتے ہیں باتوں باتوں میں میں نے مولانا محمد علی صاحب سے کہا کہ مولانا آپ دیکھتے ہیں تمام دنیا اسلام کے خلاف برسرپیکار ہے۔ علماء سے اعلیٰ دماغ، بہترین لکھنے والوں کے قلم اور ذہن کے خزانوں پر مکمل اختیار رکھنے والی قومیں سبھی تو مذہب اور اسلام کے تصورات کے خلاف مصروف عمل ہیں۔ اس کے مقابل ہم کیا ہیں اور ہماری ہمت کیا ہے، کیا آپ کو یقین ہے ہم کامیاب ہو سکیں گے؟"

مولانا کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ مولانا محمد علی صاحب رح ایک منٹ خاموش رہے اور پھر انہوں نے کہا کہ آفتاب صاحب میں لکھتا ہوں، لکھتا ہوں، اور بعض دفعہ تھک بھی جاتا ہوں، تو مجھے خیال گزرتا ہے کہ مستقبل میں جانے کیا ہوگا۔ ہماری اس تگ و دو کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ مجھے بعض مرتبہ ایسا خیال آتا تھا کہ ہم کمزور ہیں اور ہمارے مخالف مضبوط ہیں۔ لیکن اس وقت میرے ذہن میں ایک دھندلی شبیہ نمودار ہوتی شروع ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ اس کے نقوش گہرے اور شوخ ہو جاتے ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ اور میں سوچتا ہوں کہ محمد علی ہو سکتا تھا تم کامیاب نہ ہوتے لیکن یہ شخص تو کامران ہے۔ یہ خدا کا فرستادہ ہے۔ اس خدا کا بندہ ہے کہ محمد مصطفےٰ کا دین تیرے وسیلے سے اور تیرے ساتھیوں کی کوششوں سے ضرور غالب آئے گا اور یہ انسان تو سچا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ تو میرا دل تمام تھکن بھول جاتا ہے۔ وہ مستقبل سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور میں کام میں لگ جاتا ہوں۔"

حضرت مولانا محمد علی صاحب کا انہماک

مولانا ایک واقعہ حضرت محمد علی رح کے سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شاید پبلک لائبریری یا کسی اور کی ایک کتاب حضرت محمد علی رح نے منگوائی۔ مغرب کی نماز کا وقت تھا۔ مولانا مسجد میں تھے۔ جو شخص کتاب لایا تھا اس نے وہ کتاب مولانا کو مسجد میں دے دی۔ جماعت شروع ہوئی سب لوگ نماز فرض ادا کر چکے مسجد میں ایک چھوٹا سا بچہ بھی کسی صاحب کے ساتھ چلا آیا۔ وہ آہستہ آہستہ کتاب کے پاس پہنچ گیا جو مولانا محمد علی کے سامنے تھی۔ مولانا اس وقت مصروف نماز تھے۔ بچے نے کتاب کھولی اور ایک ورق پھاڑنا شروع کر دیا۔ ورق چر چرانے کی آواز آ رہی تھی۔ لوگ مصروف نماز تھے۔ اور اگر کوئی فارغ بھی تھا تو وہ حضرت امیر رح کے ادب سے کتاب کے پاس نہ جا سکتا تھا۔ جو عین ان کے سامنے تھی۔ اس لئے کہ وہ بچہ نادان اطمینان کامل سے اپنے ننھے منے کام میں مشغول رہا۔ اس نے تین چار ورق پھاڑ دیئے۔ تو اس شخص نے جس کا بچہ تھا صورت حال کی نزاکت کو محسوس کیا اور آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً جا کر بچہ کو اٹھایا اور دو تین اسے چپت رسید کر دیئے اور کتاب لے کر حضرت کی انتظار میں بیٹھ گیا۔ امیر رح مرحوم نے نماز ختم کی تو ڈرتے ڈرتے اس نے کتاب پیش کی اور معذرت کرنے لگا۔ تو امیر مرحوم نے کہا مجھے تو پتہ نہیں کہ کب بچہ ادھر گیا۔ کوئی بات نہیں جب ایسا ہو گیا تو غم کس بات کا ہے۔ ٹھیک بھی ہو جائے گا۔

یہ دو واقعات میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ مولانا آفتاب الدین صاحب کبھی کبھی یہ واقعات بیان فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ انہیں مولانا محمد علی صاحب کی شخصیت میں حضرت مسیح موعودؑ پر کامل ایمان اور سچائی پر کامل یقین نظر آتا تھا اور اس یقین نے مولانا آفتاب الدین میں ایک شمع روشن کر دی، مولانا آفتاب الدین نے احمدیت قبول کر لی اور زندگی وقف کر دی۔

احمدیت ——— ایک نئے دور کا آغاز

شیلانگ شن میں مولانا کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد خواجہ کمال الدین رح کے کہنے پر ووکنگ چلے گئے۔ ووکنگ میں مولانا پہلی جنگ عظیم کے بہت دیر بعد گئے تھے، اور دوسری جنگ عظیم شروع ہونے پر واپس لاہور آ گئے۔ اس دوران میں مولانا پر ایک بہت گراں زمانہ بھی گزرا ہے۔ جب وہ ایک المناک ذہنی بحران میں مبتلا ہوئے۔ مولانا نے احمدیت قبول کر لی تھی لیکن یہ قبولیت صرف اس طرح تھی جس طرح کوئی شخص سونے کی چمک سے متاثر ہو لیکن اس کے کیمیائی اجزا کا اسے علم نہ ہو۔ احمدیت، اسلام کی اشاعت کی ایک تحریک ہے۔ مسلمانوں کے لئے اس میں دلآویزی ہے۔ اور وہ مسلمان جس میں پیدائشی الفت اسلام کے لئے ہے یقیناً اس کے کام کی قدر کرتا ہے۔ اور جب وہ احمدیت کا قدم غیر اسلام کے مقابل پر مضبوط بناتا ہے تو بعض معاویہ کے سبب اس کا ساتھ دیتا ہے لیکن حُبِّ علی کا مقام اس سے بہت دور ہے۔ انگلستان میں مولانا کو یہ بحران پیش آ گیا۔ انہوں نے مغربی تہذیب کے اس عظیم مرکز کو دیکھا جو دو جنگوں کے درمیان ایک مضبوط مینار کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ آج مغربی تمدن کا سہارا امریکہ ہے لیکن دوسری عالمی جنگ سے قبل انگلستان اور یورپ اس کے مناد تھے۔ انگلستان کی عظمت پہلی عالمی جنگ سے کامیاب نکلنے کے سبب بہت بلند ہو چکی تھی اور ادھر مسلمانوں کا کردار، مسلمانوں کے ملکوں کی پسماندگی، ترکی مصر اور دوسرے مسلمان ملکوں میں وطنیت کا عروج اس قسم کے کئی مسائل تھے جنہوں نے آہستہ آہستہ مولانا کے دماغ کو گھیرنا شروع کیا۔ اور ان کی نیندیں بے چین کر دیں۔ مولانا کہا کرتے تھے کہ میں ساری ساری رات نہ سو سکتا تھا۔ مجھے سمجھ نہ آتا تھا کہ یہ کیا ہے۔ مغربی تہذیب کی چمک دمک اور جماعت احمدیہ کی ناقابل بیان کمزوری اور اس پر مسلمانوں کی نہ صرف اس سے عدم توجہی بلکہ جماعت احمدیہ کے خلاف مثبت نفرت یہ مولانا کو بنیادوں سے ہلا دینے کے لئے کافی مواد تھا۔ یہ حالت مولانا پر انگلستان کے تمام قیام میں

کم و بیش رہی۔ وہ ایک کشمکش میں تھے۔ مولانا کہا کرتے تھے کہ جب وہ تھک جاتے تو قرآن شریف پڑھا کرتے اور اسے سمجھتے لیکن وہ اسے موجودہ مسلمانوں کے ساتھ ہم آہنگ نہ کر سکتے تھے۔ اس سے انہیں پریشانی ہوتی تھی، ایک مرتبہ انہوں نے اپنی کتابوں کے SHELF میں سے ملفوظات احمدیہ نکال لی اور پڑھنی شروع کی۔ مولانا کہتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ احمدیت صرف اشاعت اسلام نہیں بلکہ ایک نئے دور کا آغاز ہے۔ مولانا کہتے تھے کہ نظری اعتبار سے تو یہ بات دھندلائی ہوئی میرے سامنے آگئی تھی لیکن اس پر شرح صدر اور مضبوطی مجھے نہ مل رہی تھی۔ مولانا نے قرآن شریف اور ملفوظات کا مطالعہ باقاعدہ کر دیا۔

ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سے ملاقات اور اسکا اثر

اسی دوران میں جنگ شروع ہوگئی اور مولانا لاہور واپس آگئے لاہور میں اُن کی ملاقات ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سے ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب جنگ سے پہلے "ینگ اسلام" نامی ایک اخبار اُردو اور انگریزی میں ترتیب دیا کرتے تھے جو جماعت احمدیہ لاہور کے **ترقی پسند عناصر** کا ترجمان تھا۔ ترقی پسند عناصر کو اشتراکی اصطلاح سے خلط ملط نہ کیا جائے میرا مطلب ترقی پسند سے صرف ایک ایسا رجحان ہے جو عام رجحان سے زیادہ شدید اور مخصوص نظریہ یا طریق کار کا ترجمان ہو، عقاید کے اعتبار سے یہ عناصر جماعت احمدیہ لاہور ہی کا ایک مضبوط حصہ تھے اور شاید .... عام جماعت سے کہیں زیادہ شدید طور پر ان عقاید کے مبلغ تھے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ جماعت کے اندر اور باہر پھیلی ہوئی اس فضا کے بھی خلاف تھے جس میں جماعت صرف ایک تبلیغی تنظیم یا بائیبل سوسائٹی" نظر آتی تھی جس میں جماعت کے بانی کے بارے میں کچھ ملتجیانہ اور COMPROMISING سا رویہ ترویج پا رہا تھا۔ مولانا، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سے متعارف ہوئے اور یہ تعارف کچھ ایسا ہوا کہ مولانا اور ڈاکٹر صاحب ایک جان دو قالب بن گئے۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کی زندگی نے بھی مولانا کو بہت متاثر کیا اور مولانا کو اس بات کا حوصلہ دیا کہ وہ تنہا نہیں، مولانا کے نظریات نے اب احمدیت کے بارے میں ایک امتیازی، صاف صاف اور بہت متعین شکل اختیار کر لی تھی۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے ان نظریات کو جلا بخشنے، اور نکھارنے میں مولانا کی بہت اعانت کی۔ اور مولانا نے بارہا اس امر کا تذکرہ مجھ سے کیا۔

مولانا سے گہرے تعلقات

جیسا کہ میں نے کہا ہے میں مولانا سے ۱۹۴۰ء میں متعارف ہوا تھا۔ مولانا بہت خاموش طبع تھے لیکن اُن کی یہ خاموش طبعی دین کے بارے میں بہت حساس تھی ۱۹۴۴ء تک گو میرا اُن کا تعلق بہت معمولی سا تھا۔ میں کالج کا طالب علم تھا۔ وہ بزرگ تھے۔ دوری ظاہر تھی۔ لیکن اس دوری کے درمیان ایک واسطہ ایک اور نوجوان تھا جس نے حال ہی میں انگریزی ادبیات میں ایم اے کی سند حاصل کر کے دین کے لئے زندگی وقف کی تھی۔ یہ نوجوان مولانا کے مکان کے ساتھ ایک ملحقہ کمرے میں رہتا تھا۔ بہت کم گو، وجیہہ اور ذہین۔ اس نوجوان نے جماعت کے اندر نوجوانوں کی تنظیمی تحریکوں کا آغاز کیا۔ اور اس طرح میں بھی اسی حلقہ کا ایک رکن ہو گیا۔ مولانا کو نوجوانوں کی تحریکوں سے بہت گہری دلچسپی تھی۔ اور یوں ہم قریب آنے شروع ہوئے ۱۹۴۵ء میں میں علیگڑھ جانے لگا تو مولانا نے ازخود مجھے اپنے ایک عزیز مقیم علی گڑھ کے نام ایک رقعہ دیا کہ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو شاید وہ کوئی اعانت کریں۔ مولانا کی اس دلچسپی نے مجھے متاثر کیا اور میں مولانا کے اور قریب ہو گیا۔ علی گڑھ سے دسمبر ۱۹۴۵ء میں میں جب واپس آیا تو مولانا سے ملنے گیا۔ مولانا بہت خندہ پیشانی سے ملے۔ اور علی گڑھ کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس ملاقات کے بعد میں جب بھی لاہور آتا مولانا سے ملے بغیر لاہور سے چلے جانا مجھے ناگوار ہونے لگا۔

فرائڈ کے متعلق خیال انگیز مضامین

جنگ کے زمانہ میں فرائڈ کے خیالات نے نوجوانوں کے ذہنوں کو بہت متاثر کیا ہوا تھا۔ فرائڈ کی تحلیل نفسی اور جنسی تحریکات کا عرف عام میں مذہب کی اخلاقی اقدار سے ایک قسم کا تصادم ہو رہا تھا۔ علماء یا اُن لوگوں کے کردار جو کہ عام انسانوں کے لئے مثال کا مرتبہ رکھتے ہیں کالجوں کے نیم پختہ ماہرین نفسیات جنسی کی تجربہ گاہ بننے لگے اور عام بے راہ روی پیدا ہوگئی۔ مولانا نے ان تمام خیالات کو جانچا اور اسلامک ریویو میں اس پر بہت جاندار خیال انگیز مضامین لکھے۔ ہم اس کا تفصیلی جائزہ آگے چل کر لیں گے۔

اسلام اور اشتراکیت کی جنگ میں مولانا کا حصہ

۱۹۴۷ء میں پاکستان بن گیا۔ پاکستان اسلامی نشأۃ ثانیہ کی ایک اُمید تھا۔ مسلمانوں نے اسلام کو زندگی کا نظام بنانے کا عزم کیا تھا۔ شاید گذشتہ ایک ہزار سال میں یہ پہلی مضبوط کوشش تھی۔ لیکن یہ کوشش اب ایک ایسے دور میں نہیں ہو رہی تھی جب اس کے مقابل کوئی مضبوط نظریہ نہ تھا بلکہ ایک ایسے زمانہ میں ہو رہی تھی جب ایک اور عالمی تحریک ایک مضبوط قوت کے بل پر دنیا کے سامنے اپنا دعوے پیش کر رہی تھی۔ یہ اشتراکی تحریک تھی۔ پاکستان میں بھی اشتراکیت اور اسلام کے درمیان ٹکراؤ لازم تھا۔ مولانا جو اسلام کو زندگی سمجھتے تھے اُن کے لئے اس ٹکراؤ سے الگ رہنا ناممکن تھا۔ اور وہ اس جنگ میں تا وفات اس شدت سے مصروف جہاد رہے کہ کمیونزم پر تفصیلی مقالات مسلمان لکھنے والوں میں سے انگریزی زبان میں شاید ہی کسی اور نے اُن سے زیادہ لکھے ہوں۔

مولانا کے ساتھ تین سال

۱۹۴۹ء میں مجھے ووکنگ مشن لاہور میں مولانا کا معاون بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور تین سال میں اُن کے ہمراہ ایک ہی دفتر میں کام کرتا رہا۔ ان تین برسوں میں مجھے مولانا کو بہت قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے انہیں کام کرتے، آرام کرتے، تندرست اور مریض، غمزدہ اور خوش، غصہ میں اور نرمی میں، دفتر میں اور چھٹی پر بہت حیثیتوں میں دیکھا ہے۔

نوجوانوں کے مسائل کے متعلق مثالی شخصیت

میں نے انہیں ہمارے نوجوان مسائل کے لئے ایک مثالی شخصیت دیکھا ہے۔ وہ اُن علماء کی طرح نہ تھے جو اپنے گرداگرد تقدیس کا ایک دلفریب کہرا کھڑا کر دیتے ہیں، اور ذہن کی کھڑکیوں پر استنے بھاری اور بوجھل پردے کھینچ دیتے ہیں جن کے اندر کوئی جھانکنے کی مجال نہیں رکھتا اور وہ ایسے لوگوں کو جنہیں زندگی کے عام مسائل درپیش ہیں، دنیادار اور بوالہوس قرار دے کر نفرت کرتے ہیں۔ مولانا ایک سائنسی ذہن کے مالک تھے۔ اُن میں زندگی کو سمجھنے اور سمجھانے کی ایک عجیب قوت کارفرما تھی۔ وہ کبھی مفروضات سے شروع نہ کرتے تھے۔ اُن کی استدلالی طاقتیں کبھی الہیاتی مسلمات یا ادعائی عقاید (DOGMAS) کو بطور ایک خود ثابت سچائی مان کر نہ چلتی تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ سننے والے اس دور میں ہیں جب ایمان اُٹھ چکا ہے اور ایمان واپس نہیں آسکتا جب تک وہ سامان نہ ہو جس سے ایمان آپس آسکتا ہے۔ تاریکی کو کوسنے سے کیا حاصل ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ایک مشعل روشن کی جائے۔ اور مشعل دو ہی طرح روشن ہو سکتی ہے۔ یا تو وہ ایک دوسری مشعل سے نور مستعار لے یا خود اُس میں وہ تمام عناصر یکجا ہو جائیں جو اُسے روشن کر دیں۔ مولانا اس سے خوب آگاہ تھے۔ وہ خود اس دور کی تخلیق تھے وہ خود ان مسائل میں سے چھن کر نکلے تھے۔ وہ بھی کبھی بچے تھے اور کبھی نوجوان تھے۔ کبھی اُن کے دل و دماغ میں بھی اُن خیالات نے اپنے سائے پھیلائے تھے جو ایک انہی کی طرح کے نوجوان کے دل و دماغ پر سایہ ڈالتے ہیں۔ اور وہ سمجھ سکتے تھے کہ اس کا علاج نہ ڈنڈا ہے نہ دھونس۔ بلکہ نوجوان کے اندر وہ کچھ پیدا کرنے سے ہے جو خود انہیں بزرگی اور خود تجزیاتی زندگی کی طرف لے گئی تھی۔ اس لئے وہ نوجوانوں کے مسائل بیان کرنے، انہیں ایمان کی دولت دینے کے بارے میں بہت فیاض تھے۔ وہ سمجھنا چاہتے تھے اور سمجھانا چاہتے تھے۔

فرائڈ کے تجزیات اور اسلام

دوسری عالمی جنگ کے بعد دو باتیں بہت شدت سے نوجوان ذہنوں پر حاوی رہی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ تمام دنیا کا ادب اُن سے بہت شدت کے ساتھ متاثر ہوا ہے۔ وہ دو باتیں ایک جنسی مسئلہ اور دوسرا معاش کا مسئلہ ہے۔ مولانا کہا کرتے تھے کہ فرائڈ نے نوع انسان پر سب سے بڑا احسان کیا ہے کہ اُس نے بتا دیا ہے کہ جنس انسانی زندگی میں نہایت اہم ہے اور جنس کن کن راہوں سے سماج کے اداروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ کس طرح فرد کی تنظیم یا تخریب میں حصہ لیتی ہے اس سے وہ تمام تنظیمی مسلک جو چاہے کسی دینی تحریک سے جنم پائیں خالص سائنسی تجزیہ کی زد میں آگئے ہیں۔ اس وقت صرف وہی تنظیمی مسلک کامیاب رہیں گے جو انسان

کی بنیادی جبلتوں اور جذبات کو خالص انسانی طرز پر اس طرح تنظیم دیں جس سے فرد اور سماج کے داخلی بحران حسن طریق پر دُور ہو سکتے ہوں۔ مولانا کہتے تھے فرائڈ اور اس کے دیگر ماہر نفسیات معاصر اسلام کی تبلیغ میں بالواسطہ معاون ہیں۔ میں اس مختصر فرصت میں تفصیلاً مولانا کے خیالات پر بحث نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کوئی صاحب اس میں دلچسپی رکھتے ہوں تو وہ مولانا کے مقالات "لائٹ" اور "اسلامک ریویو" میں اس مضمون کے متعلق دیکھ سکتے ہیں۔ خاص طور پر اسلامک ریویو کے وہ فائل جو اس کی نئی حالت سے پہلے کے ہیں۔ میرا مطلب ہے ۱۹۴۹ء سے پہلے کے۔ کیونکہ اُن دنوں فرائڈ کے نظریات اکثر زیر بحث رہتے تھے۔ اس کے بعد اشتراکیت کے استیلاء نے مولانا کی توجہ اشتراکی خیالات کی جانچ کی طرف پھیر دی۔

فرائڈ کا اثر مغربی تہذیب اور عیسائیت پر

مختصراً میں اتنا اس وقت کہنا پسند کروں گا کہ مولانا کے نزدیک فرائڈ کے تجزیات مغرب کی حالیہ تہذیب اور عیسائیت کی منفی اخلاقیات کے لئے بہت سخت دھکا تھے۔ اسلام کے نزدیک جنس کبھی بھی (Taboo) نہ تھی۔ یہاں تک کہ اسلام کے اس مثبت پہلو کو مغربی عیسائیوں اور پادریوں نے بہت بُرے رنگ میں پیش کیا اور کہا کہ اسلام نعوذباللہ بوالہوسی ہے۔ لیکن فرائڈ کے تجزیات نے آج دکھایا ہے کہ جنس کے غلط دباؤ اور منفی اخلاقی اقدار سے فرد کی داخلی تنظیم کس حد تک متاثر ہوتی ہے۔ پھر فرائڈ کے تجزیات نے یہ بھی دکھایا ہے کہ جنس کو حدود سے زیادہ FLARE - UP ہو جانے کے بعد فرد کے اختیار میں لانا کس درجہ مشکل ہے اور جنس کس طرح فرد کو اپنے اختیار میں لیتی ہے۔ اسلام نے یوں جنس کو فرد کو اپنے اختیار میں لے لیتی ہے۔۔ اسلام نے یوں جنس کو فرد کی زندگی میں اُس کا مناسب مقام دیا ہے اس نے دباؤ اور پھیلاؤ کی ممکن اور قابل عمل حدود قائم کی ہیں۔ اور اس طرح فرد اور سماج میں جنس کے عمل کو زیادہ صحتمند بنایا ہے۔ کیونکہ جنس انسانی زندگی کا اہم ترین حصہ ہے۔ عیسائیت اس لئے اس پہلو سے ناکام ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جیسا کہ مشہور ہے شادی کی ہی نہ تھی۔ وہ اس باب میں اپنا کوئی قابلِ پیروی نمونہ ہی چھوڑ کر نہیں گئے۔ اور آزاد خیالوں کے نزدیک جنس کی آزادی خاندان ہی کے وجود کو ختم کر دینے کا باعث بن سکتی ہے اور ابھی انسان اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔

انسانی معاشرہ کی تنظیم کا مسئلہ

جیسا کہ میں نے کہا دوسری عالمی جنگ کے بعد سے اشتراکیت کے چرچے عام ہو گئے تھے اور اشتراکی جماعتیں بہت طاقت سے مصروف کار تھیں۔ مولانا نے اب ان خیالات کی جانچ شروع کر دی۔ لیکن اس باب میں نظریات سے کہیں زیادہ عمل محل نظر تھا۔ آزاد اسلامی معاشی نظام میں توکل اور قناعت دو نفسیاتی عناصر ہیں جو معاشی جدوجہد میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں یہ انسان کے اندر کام کرنے کی قوت کو بحال رکھتے ہیں، اور یہی آج مفقود ہیں۔ ظاہر ہے کہ معاشی مسئلہ انسانی معاشرہ کی تنظیم کا مسئلہ ہے۔ فرد کے حقوق و فرائض اس کی عمر کارکردگی سماج کے حدود و اختیار، یہ سب اس کے ساتھ بہت گہرے طور پر منسلک ہوئے ہیں۔ مولانا اس سے بہت آگاہ تھے۔

مولانا کی معاشی زندگی

اس پہلو میں میں نے مولانا کی زندگی میں عجیب مضبوطی پائی۔ مولانا بہت کم تنخواہ پاتے تھے۔ جنگ کے زمانہ میں تو بہت ہی کم تھی اور جنگ کے بعد قدرے زیادہ ہوئی تو تب تک اُن کے تین فرزند اسکول سے تعلیم ختم کر کے کالج کی منزل تک پہنچ چکے تھے ان کی تعلیم کا خرچ، اور کم تنخواہ، گرانی اور اشیاء کی کم یابی یہ مسائل کچھ وہ ہی سمجھ سکتا ہے جس پر یہ بیتی ہو مولانا بڑے خود دار تھے۔ قرض لینا ان کے لئے ایک ناممکن بات تھی۔ وہ کہتے تھے قرض انسان کی آزادی ختم کر دیتا ہے اور وہ ایسے مقام پر تھے جہاں اس کی قیمت سب سے زیادہ تھی۔ اب جب مولانا کا خرچ زیادہ ہو گیا۔ تو روپے کی کمی بھی اتنی ہی شدت دکھانے لگی۔

ایک حیران کن فیصلہ

ان دنوں مولانا کو ایک پیشکش مرکزی حکومت کی طرف سے ہوئی۔ معقول تنخواہ اور رہائش کی ضمانت حکومت دیتی تھی۔ ایک طرف یہ اور دوسری طرف انجمن جس کے وسائل نہ صرف محدود بلکہ بعض وجوہات کے باعث غیر یقینی ہوتے جا رہے تھے۔ مولانا کے بعض خیر خواہوں نے انہیں سرکار کی یہ پیشکش قبول کر لینے کا مشورہ دیا۔ دو ایک روز سوچ لینے کے بعد مولانا نے پیشکش ٹھکرا دی۔ میں نے دریافت کیا تو مولانا نے کہا میں نے خدا کے دین کے لئے ایک مرتبہ زندگی بیچ دی ہے اب اسے دوبارہ منڈی میں قیمت لگانے کے لئے کیسے لے آؤں۔ جو چیز اب میری ہی نہیں میں اسے کس طرح اپنی کہہ کر دوسرے خریدار سے نفع کمانے کی کوشش کروں۔ شاید بعض لوگوں کو اس واقعہ میں کوئی خاص اہم بات نظر نہ آئے لیکن جو لوگ مولانا کے حالات جانتے تھے اور پھر جن کو اس پیشکش کا علم تھا جو مولانا کی درخواست یا تمنا کے بغیر اُن کے سامنے آ گئی تھی وہ ہی اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ لوگ سرکاری ملازمتوں کے لئے بڑی بڑی سفارشیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اور اپنی عزت تک رہن رکھ دیتے ہیں۔ لیکن مولانا کا اس سے کنارہ کر کے ایک طرف ہو جانا یقیناً میرے لئے بہت حیران کن فیصلہ تھا۔

دنیوی وجاہتوں سے علیحدگی

ایک اس سے بھی عجیب واقعہ میں نے مولانا کی زندگی میں اور دیکھا۔ مجھے اب یاد نہیں کہ مولانا کے فرزند اقبال احمد کا معاملہ تھا یا کسی اور کا۔ سر فیروز خان نون جو پہلے گورنر بنگال تھے (یہ شاید ۱۹۵۲ء کی بات ہے) پنجاب میں وزیر اعلیٰ لگ کر آ گئے۔ فیروز خان مولانا کے مداحوں میں سے تھے اور انگلستان میں ووکنگ کی امامت کے زمانہ سے جانتے تھے۔ بنگال کی گورنری کے زمانہ میں ان کی چٹھیاں ٹرانک کمیٹی کے سلسلہ میں ووکنگ دفتر اور انجمن کے دفتر میں آتی رہتی تھیں وہ مولانا کو بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ اقبال احمد صاحب کا ایک کام تھا جو بہت ضروری تھا۔ مولانا آفتاب الدین صاحب سے کسی نے کہا کہ اگر ملک فیروز خان نون صاحب سے کہا جائے تو کام ہو سکتا ہے۔ مولانا نے کہا میں اپنے بچوں کی سفارش کے لئے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا۔ اگر کام کو ہونا ہے تو ضرور ہو گا۔ اس واقعہ میں مولانا کی دور اندیشی اور دنیاوی وجاہتوں سے علیحدگی کی عجیب جھلکی نظر آتی ہے۔

سادہ اور محنتی زندگی

مولانا کی اپنی زندگی بہت سادہ تھی۔ وہ بلا کے محنتی تھے اور بیماری اور صحت کسی حالت میں بھی کام ترک نہ کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ مولانا بیمار ہو گئے ہیں تو چھٹی پر گھر میں ہیں لیکن دل اُن کا دفتر میں ہوتا تھا۔ مجھے بلا بھیجتے یا دفتر کے ہیڈ کلرک نظامی صاحب کو بلاتے ایک ایک کاغذ انہیں یاد ہوتا تھا۔ بستر میں لیٹے ہوئے وہ ہمیں NOTATION دیتے۔ اور یہ ایک دو مرتبہ نہیں کئی مرتبہ ہوا۔ کیونکہ مولانا جسمانی طور پر بہت کمزور تھے اس لئے کام کی زیادتی انہیں ہمیشہ نقصان دیتی تھی۔ لیکن وہ کہتے تھے کہ فرصت کم ہے اور کام بہت زیادہ ہے۔

جماعت کے اندرونی مسائل

جماعت کے اندرونی مسائل اور حالات نے انہیں لاغر کر دیا تھا۔ وہ بہت حساس تھے۔ بے حد حساس۔ اُن کی زندگی اسلام اور جماعت کا غم بن گئی تھی۔ انہیں جماعت کی زندگی میں اسلام کی زندگی اور اسلام کی زندگی میں نوع انسان کی فلاح نظر آتی تھی۔ لیکن جماعت کے بعض مسائل سے وہ کلیتہً ہم آہنگ نہ تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جماعت احمدیہ ایک بہت عظیم تحریک تھی لیکن بہت چھوٹے دلوں میں اس کو سمانا پڑ گیا ہے۔

عیسائیت کی ابتدا اور احمدیت

وہ اسے عیسائی تحریک کا COUNTER-PART سمجھتے تھے۔ اس لئے اکثر ہمیں عیسائیت کی ابتدا کی بعض ابتلاؤں کا حال سنایا کرتے تھے۔ ان میں وہ قسطنطین اعظم کے وقت کے ایک مسیحی مباحثہ کا تذکرہ بھی کرتے تھے جن میں توحید پرست باوجود حق پرست ہونے کے تثلیث پرستوں سے شکست کھا گئے۔ وہ کہا کرتے تھے اس میں جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ قادیان کی کہانی چھپی ہوئی ہے زندگی تنہا دماغ نہیں۔ اس میں دل کی بہت اہمیت ہے۔ انسان جذبات اور دماغ دونوں کا مجموعہ ہے لیکن کون اول اور کون آخر ہے اس کا فیصلہ شاید دشوار ہو۔ جماعت احمدیہ لاہور تنہا دماغ ہے۔ یہ صرف منطق ہے یہ حق ضرور ہے لیکن یہ اُسی طرح ہے جیسے ابتدائی عیسائیوں میں......

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۶ صفر ۱۳۷۶ھ - مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۵

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان:

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص مع اپنی جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

بسفر رفتنت مبارکباد

مولانا یعقوب خانصاحب، جمعہ مورخہ ۷ ستمبر ۳ بجکر ۵ منٹ پر تیزگام کے ذریعہ بعزم انگلستان کراچی روانہ ہو گئے، آپ کو رخصت کرنے کے لئے لاہور ریلوے سٹیشن پر مقامی جماعت کے کثیر احباب اور بعض غیر از جماعت دوست موجود تھے۔ جن میں حضرت امیر ایدہ اللہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب، پروفیسر عنایت علی خانصاحب، خواجہ نذیر احمد صاحب، میاں نصیر احمد صاحب فاروقی، میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی، ایس۔ اے رحیم صاحب اور دیگر کئی محترم شخصیتیں شامل تھیں، گوجرانوالہ سے ڈاکٹر حسن علی صاحب اور پسرور سے مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول اسی غرض سے تشریف لائے تھے

سب لوگوں نے اظہار عقیدت و محبت کیلئے پھولوں کے ہار خانصاحب ممدوح کی خدمت میں پیش کئے، جو انہوں نے گلے میں ڈالنے کے بجائے ہاتھ میں لے لئے، عزیز ناصر احمد صاحب سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن نے اس موقعہ پر کیمرہ مین کے فرائض ادا کئے اور خانصاحب ممدوح کا ریل کے ڈبہ میں کھڑے ہوئے فوٹو لیا۔ اور مرزا مقبول بیگ صاحب نے تمام جماعت کے ساتھ اسلام "زندہ باد" اور "یعقوب خان زندہ باد" کے نعرے لگائے، جس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ کی قیادت میں سب دوستوں نے مل کر دعا کی اور اس محبوب مجاہد کو

بسفر رفتنت مبارکباد ✦ بسلامت روی و باز آئی

کی دعائیں دیتے ہوئے رخصت کیا، اللھم احفظہ من کل بلاءٍ وانصرہ فی کل مھمات الامور۔

"پیغامِ صلح" کا خاتم النبیین نمبر

ادارہ "پیغام صلح" کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں ایک خاص نمبر شائع کرتا ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ختم نبوت، آپ کے اوصاف حمیدہ اور کمالات قدسیہ پر اعلیٰ درجہ کے مضامین درج کئے جاتے ہیں، امسال بھی اسی تاریخ کو جو ۱۷ اکتوبر کو بروز بدھ آئے گی (باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء

ووکنگ مسلم مشن اور حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ

میاں محمود احمد صاحب اور جماعت ربوہ کو حضرت مولانا نور الدین صاحب کے ساتھ خدا جانے کیوں اتنا بغض و تعصب ہے کہ ان کے زمانۂ خلافت میں بھی ان کے خلاف ریشہ دوانیاں کر کے انہیں دکھ اور تکلیف پہنچاتے رہے، جس پر انہیں مجبوراً خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے آگے یہ فریاد کرنی پڑی کہ

"نواب، میر ناصر، محمود نالائق بیٹے وغیرہ جوشیلے ہیں یہ بلا اب تک لگی ہے یا اللہ نجات دے"

اور اب بھی کہ حضرت مولانا کو فوت ہوئے چالیس سال گذر چکے ہیں، ان کی تعریف میں ایک جملہ تک سننا انہیں گوارا نہیں، بلکہ ان کی توہین و تضحیک ہی ان کا رات دن کا مشغلہ ہے، چند دن ہوئے میاں محمود احمد صاحب نے ایک خطبہ میں اپنے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

"ہم حضرت خلیفہ اول کا بڑا ادب کرتے ہیں مگر یہ لوگ بتائیں تو سہی کہ وہ کونسے ملک ہیں جن میں مولوی نور الدین صاحب نے اسلام کی تبلیغ کی، یورپ، امریکہ، افریقہ، اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ملک ہی دکھا دیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو"

یہ وہ "بڑا ادب" ہے جو میاں صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کا کیا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا کی کیا قدر و منزلت اُن کے دل میں ہے ہم نے اس کے جواب میں انہیں بتایا کہ:۔

"ایک اکیلا ووکنگ مسلم مشن جو اپنی اہمیت اور عالمگیر اثر و اقتدار کے لحاظ سے میاں صاحب کے تمام مشنوں پر فائق ہے مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کارنامہ ہے، جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا"

اگر میاں محمود احمد صاحب کو حضرت مولانا مرحوم کے ساتھ ذرا بھی محبت اور لگاؤ ہوتا تو وہ خوش ہوتے کہ ہم نے ووکنگ مسلم مشن کو ان کا کارنامہ بتا کر ان کی عزت و شان کا اظہار کیا ہے لیکن انہیں دکھ ہوا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا اور ...... یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ حضرت مولانا مرحوم کا کارنامہ نہیں، حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک بیان؛ اخبار پیغام سے لیکر "الفضل" میں شائع کرایا ہے جس میں خواجہ صاحب نے لکھا تھا:۔

"مسلم مشن ووکنگ اپنی بناء، اپنے وجود، اپنے قیام کے لئے میری ذات کے سوا کسی اور جماعت یا شخصیت کا مرہونِ احسان نہیں ہے"

خواجہ صاحب کے اس بیان کو نقل کر کے الفضل نے محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کو مخاطب کیا ہے کہ وہ فیصلہ دیں کہ "پیغام صلح" کا بیان صحیح ہے یا ان کے والد محترم خواجہ کمال الدین صاحب کا اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ "جو بھی فیصلہ کریں ہم اسے مان لیں گے"۔ خواجہ نذیر احمد صاحب تو جب فیصلہ دیں گے دیکھا جائے گا۔ لیکن جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ہمارے نزدیک خواجہ کمال الدین صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے "پیغام صلح" کے بیان کی تغلیط نہیں ہوتی، ہم نے کبھی نہیں کہا کہ حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ووکنگ مسلم مشن کی بناء رکھی، ہم نے کبھی نہیں کہا کہ جماعت احمدیہ کے چندوں سے خواجہ صاحب ولایت گئے اور ان سے ووکنگ مسلم مشن کا قیام عمل میں آیا۔ حقیقت جہاں تک مشن کے قیام اور اس کے ابتدائی اخراجات کا تعلق ہے خواجہ مرحوم ہی اس مشن کے بانی اور اس کے قیام کا موجب تھے لیکن اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں اس مشن کا قیام عمل میں آیا اور انہوں نے ہی ووکنگ کی طرف خواجہ صاحب کی رہبری کی اور اپنے خطوط میں انہیں تبلیغ کا رستہ بتایا چنانچہ ایک خط میں حضرت

لہ یہ مضمون لکھا جا چکا تھا کہ محترم خواجہ نذیر احمد صاحب کے ایک مراسلہ کی جو انہوں نے ایڈیٹر الفضل کے نام لکھا ہے نقل موصول ہوئی جو انہی کالموں میں دوسری جگہ درج ہے۔ (باقی ص۶ پر)

خواجہ نذیر احمد صاحب کا مراسلہ ایڈیٹر "الفضل" کے نام

مکرمی ایڈیٹر صاحب روزنامہ "الفضل"۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ نے چند دن ہوئے یکم ستمبر کا "الفضل" مجھے بصیغۂ رجسٹری ارسال فرمایا تھا جس میں ایک بے معنی بحث میں مجھے جج بنا کر مطالبہ کیا گیا ہے کہ میں اس بحث کا فیصلہ کر دوں اور آپ نے اظہار فرمایا ہے کہ آپ میرے فیصلہ کو مان لیں گے، اس لئے میں ذیل میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔

آپ نے سوال کیا ہے کہ کیا "پیغام صلح" کا یہ لکھنا کہ "ووکنگ مسلم مشن ...... مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا" درست ہے یا حضرت خواجہ کمال الدین کا یہ فرمانا درست ہے کہ "مسلم مشن ووکنگ اپنی بناء۔ اپنے وجود اپنے قیام کے لئے میری ذات کے سوا کسی اور جماعت یا شخصیت یا کسی انجمن کا مرہونِ احسان نہیں ہے۔ میں نے اپنے ہی سرمایہ سے جو وکالت کے ذریعہ مجھے حاصل ہوا اس مشن کو قائم کیا۔ اس کے متعلق نہ میں نے کسی سے مشورہ حاصل کیا۔ اور نہ کسی نے مجھے مشورہ دیا"

حضرت خواجہ صاحب کا یہ مضمون جس سے یہ فقرہ لیا گیا ہے قیام مشن اور اس کے آغاز میں مالی امداد کے متعلق تھا اور یہ واقعہ ہے کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے نہ حضرت خواجہ صاحب کو کوئی مشورہ دیا نہ روپیہ کسی احمدی دوست نے بھی اس وقت نہ روپیہ دیا اور نہ کوئی مشورہ دیا مشن کا آغاز حضرت مولوی نور الدین صاحب کے وقت میں ہوا۔ اُن کی دعائیں حضرت خواجہ صاحب کے شامل حال رہیں۔ اور حضرت خواجہ صاحب نے ان کی ہدایت پر کام کیا۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ یہ ہر دو بیانات درست ہیں۔ اب میں صحیح واقعات عرض کر دیتا ہوں۔

حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۰۸ء سے خصوصاً تمام ہندوستان میں دورے کرنے شروع کئے اور مختلف شہروں میں اسلام پر لیکچر دیتے رہے۔ اسی سلسلہ میں آپ ۱۹۱۲ء میں بمبئی پہنچے اور وہاں بھی لیکچر دیئے ایک جلسے میں حیدر آباد دکن کے ایک نواب صاحب بھی شامل تھے وہ اب فوت ہو چکے ہوئے ہیں، نواب صاحب مذکور حضرت خواجہ صاحب کی جائے رہائش پر تشریف لائے اور دوران گفتگو میں حضرت خواجہ صاحب کو ایک مقدمے کی پیروی کے لئے انگلستان جانے کے لئے کہا۔ آخر ش حضرت خواجہ صاحب کو آمد و رفت کے علاوہ ایک معقول فیس بھی دی اور دو سال کے لئے انگلستان رہنے کے اخراجات بھی دیئے اور خواجہ صاحب کی درخواست پر یہ اجازت بھی دی کہ دوران قیام انگلستان میں حضرت خواجہ صاحب تبلیغ اسلام بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جہاز کا ٹکٹ خرید کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے حضرت مولوی نور الدین صاحب کو تار دیا اور خود قادیان چلے گئے۔

حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت خواجہ صاحب نے تمام حالات عرض کر دیئے اور دعا اور ہدایت کے لئے عرض کی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب اس کے بعد درس کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں جا کر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے سامان مہیا فرما دیئے ہیں اور خواجہ صاحب تبلیغ اسلام کے لئے لنڈن جا رہے ہیں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا رؤیا پورا ہو گا اور ان کے حکم کی تعمیل بھی ہو گی جو حضرت مرزا صاحب نے برسوں پہلے خواجہ صاحب کو دیا تھا۔

حضرت مولانا نور الدین صاحب نے دُعا فرمائی اور حضرت خواجہ صاحب سے فرمایا:۔ آپ تثلیث ماننے والوں میں جا رہے ہیں۔ آپ سب سے اوّل لا الٰہ الا اللہ کی تبلیغ کریں یہ اسلام کی ابتداء ہے۔ جب کوئی آپ کا ہمخیال ہو جائے تو پھر اس کو محمد رسول اللہ پڑھا دیں یہ اسلام کی انتہا ہے۔ اور آپ کا کام ختم ہے۔

حاضرین میں سے ایک احمدی نے پوچھا کہ کیا احمدیت کی تبلیغ منع ہے۔ اس پر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ترشی سے فرمایا کہ اسلام کی انتہا کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا یہی طریقہ تھا وہ اسلام کے سوا اور کوئی چیز پیش نہ کرتے تھے۔

۱۹۱۲ء واقعات ستمبر ۱۹۱۲ء کے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب دسمبر ۱۹۱۲ء میں نواب مرحوم کا مقدمہ جیت گئے اور فروری ۱۹۱۳ء میں حضرت خواجہ صاحب نے اسلامک ریویو جاری کیا۔ ان واقعات

مولانا محمد یعقوب خانصاحب کے اعزاز میں

مولانا یعقوب خان صاحب کی روانگی انگلستان کے موقعہ پر لاہور کے دونوں مسلم ہائی سکولوں اور انجمن کی طرف سے جو دعوتیں اور عصرانے دیئے گئے اور جو تقاریر اس موقعہ پر ہوئیں اُن سے اس بے پایاں عزت و عظمت کا ثبوت ملتا ہے جو خانصاحب ممدوح کے متعلق انجمن کے ..... مختلف شعبوں اور جماعت کے تمام چھوٹے بڑے افراد کے دلوں میں موجود ہے۔ فی الواقعہ خانصاحب کی قابلیت، انکی نیکی اخلاق اور امور دینیہ میں ان کی بالغ نظری اور اس کے ساتھ سادہ مزاجی ایسی صفات ہیں جو ہر کہ ومہ کے دل میں عزت و عقیدت کے بے پناہ جذبات پیدا کر دیتی ہیں، صدر انجمن ہونے کے علاوہ آپ انجمن کے تعلیمی شعبوں کے افسر اعلیٰ بھی تھے، اس حیثیت میں آپ کو اپنے ماتحت عملہ میں جو مقبولیت حاصل تھی، اس کا ثبوت ان دو شاندار دعوتوں سے ملتا ہے جو لاہور کے دونوں مسلم ہائی سکولوں نے ۵ ر اور ۶ ر ستمبر (بدھ اور جمعرات) کو دیں

سکول نمبر ۲ میں

سب سے پہلے مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کی طرف سے ۵ ر ستمبر کو دوپہر کے کھانے پر مولانا ممدوح اور دیگر بزرگان و احباب کو مدعو کیا گیا۔

ہیڈ ماسٹر صاحب کی تقریر

اس موقعہ پر مرزا خلیل الرحمٰن صاحب ہیڈ ماسٹر نے جو تقریر کی اس میں انہوں نے بتایا کہ اگرچہ خانصاحب ممدوح کے عزم انگلستان کی خبر پڑھکر مجھے حیرانی ہوئی کہ اس پیرانہ سالی میں اور ایسی خطرناک بیماری کے بعد جو چند ماہ پیشتر انہیں لاحق ہوئی، کیسے انہوں نے اس قدر اہم قدم اُٹھانے کا تہیہ کر لیا، لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ خانصاحب اس عزم و ہمت کے مالک ہیں کہ ہر مشکل کام میں قدم بڑھانا اور کسی خطرہ کی پرواہ نہ کرنا ان کی عادت میں داخل ہے، ان کا یہ اقدام چنداں موجب استعجاب نہ رہا۔ مرزا صاحب نے خانصاحب کی ہمت و عزم کی متعدد مثالیں پیش کیں اور ان پاکیزہ صفات اور اعلیٰ قابلیت اور ہمدردی کا بھی ذکر کیا جو انجمن کے تعلیمی اداروں اور محکمہ تعلیم کے افسروں سے تعلقات کے دوران میں ان سے صادر ہوتی رہی اور دعا کی کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس اہم اقدام میں بھی کامیابی عطا فرمائے جو انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے انہوں نے ...

قصیدہ تہنیت

ہیڈ ماسٹر صاحب کے بعد ماسٹر خدا بخش صاحب خادم ایس۔ وی ٹیچر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے ذیل کے اشعار میں خانصاحب کو خراج تحسین ادا کیا:-

مرحبا - صد مرحبا - عالی قدر - یعقوب خاں
عالم پیری میں - بے شک ہے جوانوں سے جواں

عالم پیری میں اتنا جوش ملت - مرحبا
تیری ہمت واقعی ہے - کامیابی کا نشاں

ملت بیضا میں آئیں گے بہت یوسف جمال
مسجد ووکنگ میں ہو - یعقوب جیکہ خدمہ خواں

کس قدر ہے - چاشنی یعقوب تیرے نام میں
نطق کے لیتی ہے بوسے کس قدر میری زباں

انجمن کی ڈوبتی کشتی بچائی آپ نے
ناخدائی میں رہا - تو کامگار و کامراں

محو حیرت ہوتے ہیں سب سامعین
منبر مسجد پہ جب ہوتا ہے تو گوہر فشاں

آپ کے اخبار گوہر بار سے
ہے عیاں زور قلم زور زباں

نیک سیرت - خضر صورت - پیکر حلم و حیا
احمدیت کی جان ہے - ہے قوم کی روح رواں

زہد و تقوےٰ - میں تیرا ثانی نہیں
علم و دانش کا ہے بحر بیکراں

این دُعا از خادم از جملہ جہاں آمین باد
خیر سے جائیں وہاں - خیر سے آئیں یہاں

مولانا یعقوب خاں کی تقریر

مولانا یعقوب خاں صاحب نے اس کے جواب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے آج مرزا صاحب سے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ میں بڈھا ہو گیا ہوں، میں تو اپنے آپ کو بڈھا نہیں سمجھتا، کیونکہ ابھی تک اپنے آپ میں کام کرنے کی ہمت اور عزم پاتا ہوں، جو شخص کام کرنے والا ہو وہ بڈھا کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے میری تعریف میں جو جملے کہے ہیں وہ نہ کہتے تو بہتر تھا۔ آپ نے اساتذہ سکول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سب سے بڑی تبلیغی خدمت یہ ہے کہ مسلمان بچوں کے اخلاق و اعمال کو سدھارا جائے۔ انہیں بہترین تربیت دی جائے تاکہ وہ پاکستان کے بہترین شہری بن کر ملک و قوم کی بہترین خدمت کر سکیں، اس سلسلہ میں آپ کے ذمہ بہت اہم کام ہے اور امید ہے آپ اس ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیں گے اور میرے لئے دعا کریں گے کہ جس کام کے لئے میں جا رہا ہوں اللہ تعالےٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے۔

گرانقدر عطیہ

اس کے بعد دعا کی گئی اور مجلس برخاست ہوئی

سب سے پہلے شیخ میاں سعید احمد صاحب ملزادر نے دونوں سکولوں کے لئے ایک ہزار روپیہ کا گرانقدر عطیہ مولانا یعقوب خاں صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور خانصاحب ممدوح نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہر دو ہیڈ ماسٹر صاحبان کو پانچ پانچ سو روپیہ دے کر ہدایت کی کہ اس روپیہ سے سکول لائبریری کے لئے انجمن کے لٹریچر کے علاوہ دیگر بہترین دینی و علمی کتب خریدی جائیں

سکول نمبر ۱ میں

دوسرے دن بروز جمعرات ۶ ر ستمبر مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کی طرف سے دعوت طعام دی گئی جس میں محترم مہمان کے علاوہ کارکنان انجمن، اساتذہ سکول اور مقامی جماعت کے چیدہ بزرگان و احباب بھی شامل تھے

چوہدری عبد المجید صاحب کی تقریر

کھانے کے بعد جو سکول نمبر ۲ کی طرح کافی پرتکلف تھا۔ چوہدری عبد المجید صاحب ہیڈ ماسٹر نے ایک مختصر تقریر میں اپنے جذبات عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ خانصاحب کل ایک اہم خدمت اسلام کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں کامیاب کرے۔ احمدیت کو جب تک خانصاحب جیسے پھل لگتے رہیں گے، یہ تحریک کبھی مر نہیں سکتی، اور ہزاروں سال تک زندہ رہے گی، آپ نے خواہش ظاہر کی کہ خانصاحب کا یہ عشق، اور جذبہ کہ بوقت میدان جنگ میں آئے کاش ہمیں انکی ایک چنگاری مل جائے، آپ نے بتایا کہ احمدیت کوئی نئی چیز نہیں یہ اسلام ہی کی اصل تصویر ہے جو حضرت نبی کریم صلعم اور خلافت راشدہ میں دیکھنے میں آئی، احمدیت نے اسلام میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی، اسلام کا ایک شعشہ نہ بڑھ سکتا ہے نہ کم ہو سکتا ہے، یہی اسلام ہے جس کو لے کر خانصاحب انگلستان تشریف لے جا رہے ہیں، یہ بہت بڑی قربانی ہے جو وہ کر رہے ہیں، اگرچہ ان کے جانے سے ان فوائد سے ہم محروم ہو جائیں گے جو ہمارے سکول کو ان سے حاصل تھے۔ تاہم جس اہم کام کے لئے وہ جا رہے ہیں ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اس میں نمایاں کامیابی عطا فرمائے

مولانا یعقوب خانصاحب کی جوابی تقریر

مولانا یعقوب خانصاحب نے اس کے جواب میں ہیڈ ماسٹر صاحب اور اساتذہ کا شکریہ ادا کرتے کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلم ہائی سکول میں زندگی کے بہت سے دن میں نے گذارے ہیں، اور اس وجہ سے مجھے اس سے دلی محبت اور لگاؤ ہے، آپ نے فرمایا کہ اس سکول نے بڑے بڑے مبلغ پیدا کئے ہیں اب تک جتنے مبلغ ووکنگ گئے ہیں کسی نہ کسی حیثیت سے ان کا تعلق اس سکول کے ساتھ رہا ہے۔ ان میں دو تو یہیں موجود ہیں یعنے خود آپ اور حضرت ...

ایدہ اللہ جو اس مجلس میں موجود تھے) اور تیسرے مولوی عبدالمجید صاحب ہیں جو انگلستان میں اسی کام میں مصروف ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر سکول کے موجودہ اساتذہ بھی اس کو نصب العین بنا لیں تو خدمت دین کا بہترین کام کر سکتے ہیں، سکولوں کو اچھی طرح چلانا بھی تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے تعلیمی کارگزاری تبلیغی مقاصد سے ہٹ جاتا نہیں بلکہ اس کے عین مطابق ہے، آپ نے اس بات پر زور دیا کہ نئی پود کی صحیح تربیت کرنا، قوم کا استحکام قوم کی حقیقی خدمت ہے، اسلام کی خدمت ہے، ملک کی خدمت ہے اگر ہمارے اساتذہ اس بات کو پیش نظر رکھیں تو یہ شکایت نہ رہے کہ ہماری حکومت کے کل پرزے صحیح کام نہیں دیتے، اساتذہ کے ہاتھ میں ہی قوم کا مستقبل، ملک کا مستقبل، اور اسلام کا مستقبل ہے، آپ کو چاہیئے کہ بچوں میں اسلامی سیرت پیدا کریں، آپ نے فرمایا کہ مذہب کا تصور ایک راستبازانہ زندگی ہونا چاہیئے، اگر یہ نہ ہو اور اسلامی اصولوں کو آپ اپنی زندگی میں بسنے کی کوشش نہ کریں تو پھر مذہب میں کوئی چیز نہیں ....

...... محض ایک سوشل چیز ہوگی جس کی خدا کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں، آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں بہت بڑی قربانی کر رہا ہوں، حقیقت میں یہ قربانی کوئی نہیں بلکہ میں اپنے لئے ایک بڑی انوسٹمنٹ ...... (Investment) کر رہا ہوں، یہ وہ تجارت ہے جس کو کوئی انکم ٹیکس نہیں، کوئی ڈیوڈنڈ (Dividend) نہیں۔ دنیا میں اگر میرے بنک میں بیلنس ہے تو یہ اطمینان کا موجب ہوتا ہے، خدا کے بنک میں اگر بیلنس ہو تو یہ اس سے بڑھکر اطمینان اور خوشی کا موجب ہو سکتا ہے، اس نظریہ کو اگر آپ راسخ کر لیں کہ اسلام کے لئے جو قدم ہم اٹھاتے ہیں اپنے لئے اٹھاتے ہیں، اپنے فائدہ کے لئے اٹھاتے ہیں تو کوئی قربانی آپ کو مشکل نظر نہیں آئیگی اپنی اصطلاح کو بدل دیجئے، اسلام پابندی کے لئے نہیں بلکہ اسلام بہت بڑے فائدہ اور منافع کا سودا ہے، احمدیہ جماعت کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ قدم میں خود نہ اٹھا سکتا تھا یہ صرف جماعت کی برکت ہے کہ یہ توفیق نصیب ہوئی، جماعت برکات کا سرچشمہ ہے اسکو مضبوط اور صاف رکھنا ضروری ہے، میرے جیسے لوگ مرتے چلے جائیں گے، لیکن جب تک اس سرچشمہ سے مصفیٰ پانی نکلتا رہے گا کام کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے، قرآن نے حدیث نے جماعت پر بڑا زور دیا ہے، اس لئے اس سرچشمہ کو پاک اور مضبوط رکھنا چاہیئے۔

آپ نے پھر سکول کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں خوش ہوں کہ اس ہال میں جہاں کئی سال میں نے کام کیا ہے پھر مجھے آنے کا موقع ملا ہے، اس ہال میں مولانا عزیز الدین (ریٹائرڈ سیکنڈ ماسٹر جو اس مجلس میں موجود تھے) اس قدر بلند آواز سے پڑھاتے تھے کہ نیچے سڑک پر چلنے والے بھی سننے کے لئے ٹھیر جاتے تھے، وہ دیوانوں کی طرح کام کرتے تھے، یہ دیوانگی اگر سب اساتذہ میں پیدا ہو جائے اور ان روایات کو آپ زندہ کریں تو آپ کے سکول کے لئے بہت مفید ہوگا، مولانا صدرالدین صاحب تو اس سکول کے بانی ہیں، ان کے زمانہ کی روایات بہت بلند ہیں، آج پاکستان کی حکومت کا برسراقتدار طبقہ اسی سکول کا پڑھا ہوا ہے، ایک بہت بڑے آدمی نے جو ایک منصب جلیلہ پر فائز ہیں مجھے کہا کہ کیا آپ کو خوشی نہیں ہوتی کہ آپ کا شاگرد اتنے بڑے عہدہ پر ہے میں نے کہا اس سے بڑھکر خوشی مجھے اس بات پر ہے کہ میرا یہ شاگرد نہایت سمجھدار اور پاکستان کا نہایت فہمیدہ اور مخلص رکن ہے ایسے ہی اور بھی بڑے بڑے عہدیدار ہیں جو اس سکول سے نقش لیکر گئے اگرچہ وہ احمدی نہیں لیکن کم از کم نیم احمدی بن گئے، ان کے دل کی گہرائیوں میں آپ کی عزت ہے، آپ نے پاسپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی تیاری میں بڑی جدوجہد کرنی پڑی اور بڑی مشکلات پیش آئیں، لیکن جب پاسپورٹ بن کر آخری دستخطوں کے لئے حاکم اعلیٰ کے پاس گیا تو انہوں نے دو گواہوں کے دستخطوں کے لئے کہا میں باہر آیا اور ایک تو اپنے ساتھی سے دستخط کرا لئے اور دوسرے دستخطوں کے لئے ایک پڑھے لکھے راہ چلتے شخص کو بلایا وہ دوڑکر آیا اور آتے ہی بلا تامل دستخط کر دیئے۔ کسی نے اسے کہا کہ آپ نے بلا واقفیت ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا کہ میں تو ان کا شاگرد ہوں بھلا میں کیسے انکار کر سکتا ہوں، یہ آپ کے سکول کی برکات ہیں، یہ وہ روحانی تعلق ہے جو کسی قیمت پہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا اس سکول نے جو خدمت مسلمان بچوں کی کی ہے اور جو کردار انہیں دیا ہے وہ بہت بلند ہے، ایک دفعہ آپ کو بتاتا ہوں، انقلاب کے ایڈیٹر سے کسی نے پوچھا کہ میں اپنے بچہ کو کس سکول میں بھیجوں۔ انہوں نے کہا کہ مسلم ہائی سکول میں، اس نے حیران ہو کر کہا کہ یہ کیا آپ کہہ رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ اگر ہزار مرتبہ بھی پوچھو گے تو میں یہی کہوں گا کہ مسلم ہائی سکول میں بھیجو۔ یہ بہت بڑی ضمانت ہے، خدا کرے اس ضمانت کو آپ قائم رکھیں اور اس سے عہدہ برآ ہوں، خاں صاحب کی اس تقریر کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ نے دعا فرمائی اور مجلس برخاست ہوئی،

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا عصرانہ

اسی دن سہ پہر کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے مولانا یعقوب خان صاحب کے اعزاز میں مسلم ہائی سکول کے صحن میں عصرانہ دیا گیا، جس میں تمام مقامی جماعت مدعو تھی، اکثر احباب اور بزرگوں نے اس میں شرکت فرمائی، چائے نوشی وغیرہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ، مرزا مسعود بیگ صاحب اور ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے تقاریر فرمائیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تقریر

حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا یعقوب خاں صاحب انگلستان تبلیغ اسلام کے لئے جا رہے ہیں ان کا یہ اقدام بہت بڑی ہمت اور بڑے عزم کی دلیل ہے، آپ نے فرمایا کہ یورپ میں تبلیغ بہت مشکل کام ہے......... قوم کی اعانت، قوم کی قدردانی اور دعائیں ہی ان کی مشکلات کو حل کر سکتی اور ان کی حوصلہ افزائی کا موجب ہو سکتی ہیں، کام کرنے والوں کی قدردانی کرنا ضروری ہے، قدردانی کے بغیر کوئی بات نہیں بنتی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی بھی اللہ تعالےٰ نے قدر فرمائی فرمایا هوالذی ایدك بنصره وبالمومنين اللہ تعالےٰ کی نصرت نے بھی تیری تائید کی اور مومنوں نے بھی تیرا ساتھ دیا، پھر حکم دیا لتؤمنوا بالله و رسوله و تعزروه وتوقروه رسول اللہ کے بازو بنو، اور ان کا احترام کرو، بغیر بازو بننے پیغمبر بھی کامیاب نہیں ہوتا، پھر نبی کریم صلعم کو فرمایا۔ فاصبر كما صبر اولوالعزم من الرسل، صبر اور استقامت سے کام لیں جس طرح اولوالعزم رسول استقامت دکھاتے آئے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ قرآن میں ان قوموں کا بھی ذکر ہے جو دوسروں کی قدر نہیں کرتیں، یہ ہمیں سبق سکھانے کے لئے ہے، حضرت آدم کے دو بیٹوں کا ذکر قرآن میں ہے، جنہوں نے قربانی دی، ایک کی قربانی قبول ہو گئی اس کا جذبہ اس کا طرز، اس کی نیت ایسی تھی، کہ اس کی قربانی قبولیت کے لائق تھی، لیکن دوسرے کا طرز اور ارادہ ایسا نہ تھا۔ اس لئے اس کی قربانی قبول نہ ہوئی... اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ آدم کے بیٹے ایسے بھی ہو سکتے ہیں، یعقوب کے بیٹوں نے یوسف جیسے بھائی کے ساتھ جو کچھ کیا اس کا بھی ذکر قرآن میں ہے، ان کی کس قدر مذمت کی ہے کس لئے؟ مسلمانوں کو سکھانے کے لئے کہ جو اپنے بھائی کی قدر نہیں کرتا وہ اچھا نہیں سمجھا جا سکتا، حضرت موسےٰ نے اپنے بھائی کی اللہ تعالےٰ کے آگے تعریف کی هو افصح منی لسانا وہ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہے، یہی قوم بنانے کا طریق ہے، کہ دوسروں کی خوبیوں کی قدر کی جائے، حضرت عمر ایک دن رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں عمرہ کے لئے جا رہا ہوں (عمرہ چھوٹے حج کو کہتے ہیں جو سال بھر میں کسی وقت ہو سکتا ہے) حضرت نبی کریم صلعم نے انہیں کہا اے میرے بھائی میرے لئے بھی دعا کرنا، یہ بہت قدر افزائی کا جملہ ہے، اگر خدا نے فرمایا کہ انما المؤمنون اخوة تو حضرت نبی کریم صلعم

میں نے کیوں خدا کی راہ میں قدم اٹھایا

میری مدد دعاؤں سے کیجئے اور انجمن کی مدد مال اور باہمی اتحاد سے کیجئے

مولانا محمد یعقوب خاں صاحب کی تقریر جو ۶ ستمبر کو انجمن کے الوداعی عصرانہ میں آپ نے کی

۶ ستمبر کو مولانا محمد یعقوب خان صاحب کے اعزاز میں انجمن کی طرف سے جو الوداعی عصرانہ دیا گیا اس کی کیفیت دوسری جگہ درج ہے، اس موقعہ پر دوستوں اور بزرگوں کے خطابات کے جواب میں مولانا نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے

خدا کی راہ میں قدم اور میری مشکلات

حضرات! میں بھی اس بات پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایسا قدم جس کو میرے دوستوں نے بڑا مشکل بڑا اہم اور دیوانگی کا قدم قرار دیا ہے کس طرح اٹھایا ہے دیوانگی تو ہماری جماعت کا خاصہ ہے جب تک خدا کی راہ میں دیوانہ وار قدم نہ اٹھایا جائے اس وقت تک ہم اپنے مقصد حیات کو پورا نہیں کر سکتے۔ لیکن میرے لئے سب سے بڑی مشکل میرے اہل خانہ تھے جو سب کے سب معذور ہیں، میں نے اس بات پر بڑا غور کیا کہ ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ دل نے یہی فتوےٰ دیا کہ آخر تو ان کا رب نہیں ہے ان کی نگہداشت میں جو بھی مشکلات ہیں میں تو پچیس سال سے انہیں برداشت کر رہا ہوں، کیا خدا تعالیٰ جس کی راہ میں کام کرنے کے لئے میں جاتا ہوں چھ ماہ کے لئے بھی ان کی نگہداشت نہ کرے گا، سب سے بڑی نگہداشت کرنے والا تو خدا ہی ہے وہ اگر نگہبان ہو جائے تو کس بات کا ڈر ہے، پھر سب سے بڑی قربانی میری اہلیہ کی ہے، جس نے نہایت خندہ پیشانی سے مجھے اس کی اجازت دی ہے، حالانکہ سالہا سال سے وہ صاحب فراش ہیں، دوسری مشکل میری صحت کی تھی، زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ میں ایک ایسی بیماری میں مبتلا رہا جو مہلک ہے اور جس سے خدا نے اپنے فضل سے مجھے شفا دی، اس سے بھی میں نے خیال کیا کہ جس خدا نے ایسی مہلک بیماری سے مجھے نکالا ہے اسی کے رستہ میں باقی زندگی خرچ کی جائے تو بہتر ہے مرنا تو ہے ہی گھر میں بستر پر جان دینے کے بجائے بہتر ہے کہ میدان جنگ میں انسان مرے۔

میرے قدم اٹھانے کی وجوہات

میرے جانے کی ایک بڑی وجہ جماعتی رنگ رکھتی ہے، دو مخلص دوستوں مولانا آفتاب الدین احمد اور ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نے خدمت دین کرتے ہوئے جان دے دی تو مجھے محسوس ہوا کہ دو سپاہی میدان جنگ میں مارے گئے اور کوئی اور ایسا نہیں جو ان کی جگہ لینے والا ہو، کئی تجاویز اس بارہ میں ہوئیں کئی ایک کے نام لئے گئے ان کی معذوریوں کے پیش نظر وہ تمام تجاویز فیل ہو گئیں، میں نے محسوس کیا کہ وہ جماعت جو خدمت دین کے لئے کھڑی ہوئی ہے اور جس کا یہ دعوےٰ ہے کہ یورپ میں اسلام کا غلبہ اس کے ہاتھوں ہوگا، اس کے یہ شایان شان نہیں کہ اس ضرورت کے وقت کوئی بھی جانے کے لئے تیار نہ ہو، ایک اور وجہ یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں ایک خاص قسم کا جمود ہے، ان کو جگانے اور جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے، جن دوستوں کی موت کا میں نے ذکر کیا ہے اس کے پیچھے بھی میں سمجھتا ہوں مشیت الٰہی یہی تھی کہ اس قوم کو جو یورپ میں تبلیغ اسلام کی علمبردار ہے جگایا جائے کہ وہ اس عظیم الشان کام کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں۔ خدا تعالےٰ نے ان دو مخلص دوستوں کو ہم سے چھین کر ہمیں متنبہ کیا ہے کہ دیکھو تمہارا یہ مشن ہے جس کے لئے تمہاری جماعت کھڑی ہے وہ چل نہیں سکتا جب تک کام کرنے والے آدمی پیدا نہ ہوں، اس لئے آپ کا طرز فکر ایسا ہونا چاہیئے کہ اپنے بلند مقام کے مطابق غور و فکر کریں، جو لوگ بڑے پیمانہ پر سوچتے ہیں اور مشکل قدم اٹھاتے اور بڑے پیمانہ پر کام کرتے ہیں وہ بڑے بن جاتے ہیں اس لئے میرا خیال یہی ہے کہ اپنی جماعت کی شان کے مطابق ہمیں ہمت سے کام لینا چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود اور بزرگان جماعت کی بلندیٔ نظر

سب سے بڑی بات جس نے میرے رستے تمام مشکلات کو ہیچ کر دیا وہ تعلق ہے جو اکابر جماعت کے ساتھ رہا ہے، جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو دیکھا ہے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جن کا تعلق رہا ہے، حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے ساتھ جن کا میل جول رہا ہے، وہ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی نگاہیں کس قدر بلند تھیں، ڈاکٹر غلام محمد صاحب جنہوں نے قادیان میں ان بزرگوں کی صحبت میں ایک عرصہ گذارا ہے، ان لوگوں میں سے ہیں جن کے نظریئے زیادہ بلند ہیں۔ وہ چیزوں کی قیمتیں عام دنیوی نگاہ سے نہیں لگاتے، بلکہ کسی اور پہلو سے دیکھتے ہیں۔

میں احمدیت میں کس طرح داخل ہوا

ڈاکٹر صاحب نے میرا ایک خواب بیان کیا ہے اس خواب کے متعلق میں بتانا چاہتا ہوں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ لیکن پہلے میں یہ بتاؤں گا کہ میں سلسلہ میں کس طرح داخل ہوا تھا۔ میں بی اے پاس کرنے کے بعد جب ایم اے میں داخل ہوا۔ تو ایک ہی مضمون عربی کا میں نے لیا۔ اس وقت میں اپنی کلاس میں اکیلا ہی تھا، اور میرے معلم مولانا اصغر علی روحی تھے، جو ہوسٹل میں میرے ہی کمرہ میں آ کر مجھے پڑھاتے تھے، اسی دوران میں حضرت کی کتاب آئینہ کمالات اسلام میرے دیکھنے میں آئی، جس کے شروع ہی میں یہ فارسی نظم ہے

> بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
>
> بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

اس نظم کو دیکھ کر مجھے کسی اور دلیل کی ضرورت نہ رہی اور میں نے اندازہ کر لیا کہ یہ حضرت مرزا صاحب کے دل کی آواز ہے، یہ شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت صاحب کی جو کتابیں دیکھیں انہوں نے میری آنکھیں کھول دیں، میں فلسفہ پڑھا ہوا تھا میں ان کتابوں کو پڑھ کر غرق حیرت ہوتا تھا، کہ جو باتیں فلسفہ حل نہیں کر سکتا وہ آپ نے حل کر دی ہیں میں حیران تھا کہ ایک گاؤں میں رہنے والا جو انگریزی بھی نہیں جانتا نئی روشنی والوں سے بھی زیادہ مدلل ہے۔

مولانا روحی کی برافروختگی

غرض میں نے بیعت کر لی، مولانا روحی جب مجھے پڑھانے آتے، تو میرے ذمہ یہ کام تھا، کہ اُن کے لئے باورچی خانہ سے حقہ بھر کر لاؤں، اس وقت میں اُن سے مقامات حریری پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن جب مولانا پڑھانے آئے تو میں کشتی نوح پڑھ رہا تھا، میں نے اس کو تکیہ کے نیچے چھپا لیا۔ اور حقہ بھرنے چلا گیا، میری غیر حاضری میں ایک ساتھی طالب علم نے ازراہ شرارت کتاب نکال کر مولانا کو دکھائی کہ مولانا یہ دیکھئے آپ کا شاگرد مرزائی ہو گیا ہے مولوی صاحب یہ سن کر بڑے برافروختہ ہوئے، اور جب میں واپس آیا تو بڑے لال پیلے ہو رہے تھے۔ غصہ میں ڈنڈا ہلاتے اور کہتے تھے کہ تم نے یہ دوزخ کیوں خرید لیا، میں نے کہا مولانا آپ خفا نہ ہوں ہاں کبھی آپ کو حقے کی ضرورت تو ہوگی اس لئے میرے جیسے گنہگار ہی آپ کے کام آ سکیں گے، غرض اس طرح میری خوش مذاقی سے مولانا کا موڈ کچھ درست ہوا۔

میرا خواب

میں ۱۹۱۲ء میں پشاور میں مولانا غلام حسن خان صاحب کے مکان میں تھا، میں نے دیکھا کہ میں ایک قبر میں پڑا ہوں، حضرت مسیح موعود آئے، اور ایک خنجر مجھے دیا اور فرمایا کہ یورپ جاؤ، اس کے بعد ترکی کی جنگ ہوئی تو مجھے خیال ہوا کہ وہاں چلا جاؤں لیکن احمدی دوستوں نے کہا کہ ہمارے ہاں عالم رؤیا میں خنجر کے معنے قلم کے ہیں، اس وقت میں حیران تھا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے میں نے کبھی تحریر کا کام نہ کیا تھا، نہ کبھی تقریر کی تھی، اس لئے

میں حیران تھا کہ یہ خواب کس طرح پورا ہوگا۔

ایک اور عجیب واقعہ

لیکن آپ کو ایک اس سے زیادہ حیرت انگیز بات سناتا ہوں، ابتدا میں میں لائل پور کے ایک دیہاتی سکول میں لگا ہوا تھا، مجھے خیال ہوا کہ سلسلہ کے مرکز میں چلنا چاہیئے میں وہاں چھوڑ کر قادیان کے سکول میں جا لگا۔ تھوڑے سے عرصہ بعد اس گاؤں کے زمیندار چل کر قادیان آسٹے اور مجھے مجبور کیا کہ ان کے سکول میں جا کر کام کروں، اگر ایسا نہ ہوا تو ان کا سکول بند ہو جائیگا، میں نے حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رقعہ لکھا جس میں سارے حالات لکھدیے اور یہ بھی لکھا کہ یہ دیہاتی لوگ استادوں کی تنخواہیں بھی نہیں دے سکتے تاہم اگر آپ کہیں تو میں چلا جاؤں گا ورنہ ان کو جواب دے دوں۔ حضرت مولانا بڑے مختصر نویس اور بڑے خوشخط لکھنے والے تھے، ان کی تحریر ایسی تھی کہ گویا موتی پروئے ہوئے ہیں، انہوں نے اس رقعہ پر چار فقرے لکھکر مجھے واپس کر دیا، آپ نے دو باتیں لکھیں:-

(۱) مسلمانوں کا سکول ہے ٹوٹنے نہ دو

اس سے ظاہر ہے کہ ہماری جماعت کے دلوں میں مسلمانوں کی ہمدردی کا جذبہ کس قدر موجزن ہے، جو شخص سمجھتا ہے کہ ہم نے کبھی مسلمانوں سے ہمدردی نہیں کی یا ہم ان کے دشمن ہیں وہ خطرناک غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ دوسری بات حضرت مولانا نے یہ لکھی کہ:-

(۲) خدا رازق ہے ایک دروازہ بند کرتا ہے تو دوسرا کھولتا ہے۔

خدا کی شان اس دوسرے فقرہ کی تعبیر میں نے زندگی بھر یہی دیکھی کہ جہاں ایک دروازہ بند ہوا دوسرا کھل گیا۔

ولی کامل کی تکوینی حالت

اس ولی کامل کے الفاظ کیسی تکوینی صورت رکھتے ہیں کہ جو بات منہ سے نکلی پوری ہو کر رہی، وہی دیہاتی سکول جو کس مپرسی کی حالت میں تھا، آج وہاں بارہ سو لڑکے تعلیم پا رہے ہیں اور تین سو بورڈر ہیں، اور جہاں تک رزق کا سوال ہے نہ صرف اس سکول میں رزق کے اچھے سامان پیدا ہو گئے بلکہ اس کے بعد بھی میں نے کئی نظارے ایسے دیکھے کہ جہاں ایک دروازہ بند ہوا خدا نے دوسرا اس سے بہتر کھول دیا، ابھی رفقائے سول سے ۱۶ر اگست کو میری رفاقت ختم ہوئی، اور ۱۷ر اگست کو انجمن نے مجھے انگلستان جانے کے لئے کہا جس کا پہلے علم بھی نہ تھا، یہ وہ روحانی چیزیں ہیں جن پر میرا سہارا ہے۔ آپ بھی انہی چیزوں کو سہارا بنائیں، اور اپنی دعاؤں سے میری مدد کریں اور انجمن کی مدد مال سے کریں۔

تنظیمی حالت کو درست کیجئے

سب سے بڑھکر جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنی تنظیمی حالت درست کریں مسلمانوں کی ملکی حالت اسی وجہ سے کمزور ہے کہ انکی تنظیمی حالت درست نہیں، آپ کا بیرونی تبلیغ اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے کہ آپ کی اندرونی حالت درست ہو، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے قربانی کی ہے تو جماعت بھی قربانی کرے اور تنگ دائروں سے نکل کر اپنی نظروں کو وسیع کرے آپ اپنے نظام کو مضبوط کریں، حضرت مسیح موعود جن کو خدا نے مامور کر کے بھیجا لکھکر چھوڑ گئے ہیں کہ میری جانشین انجمن ہے اور یہ بھی آپ نے لکھدیا کہ کثرت رائے سے جو فیصلہ ہو وہی قطعی ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کام کو صحیح طور پر چلانے کے لئے اس سے بڑھکر دانشمندانہ اقدام اور کوئی نہیں ہو سکتا، اس کا احترام کریں اپنی انجمن کو مضبوط کریں اور یقین کریں کہ اگر کثرت رائے کوئی غلط فیصلہ کرے گی تو قومی اتحاد کی صورت میں وہی برکت کا موجب ہوگا۔

اختلاف کریں مخالفت نہ کریں

یہ بھی یاد رکھئے کہ میں خود نہیں جا رہا خدا مجھے بھیج رہا ہے، اور انجمن کے جس جس منصب پر جو بھی قائم ہے خدا نے ہی اس کو قائم کیا ہے اس لئے ہر ایک کا احترام کریں، فیصلہ میں اختلاف بے شک کریں لیکن مخالفت نہ کریں، اسلامی طریق میں اختلاف بابرکت چیز ہے بشرطیکہ اس میں مخالفت کی صورت نہ ہو، آپ کو چاہیئے کہ ہر ایک زاویہ نگاہ کے فیصلہ کے لئے انجمن سے رجوع کریں۔

کام کرنے والا بڈھا نہیں ہوتا

اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ بڈھا کسی نیک کام کو جا رہا ہے تو اس کی امداد اپنی دعاؤں اور باہمی اتحاد سے کریں، میں بڈھے کے لفظ کو پسند نہیں کرتا۔ کل سکول میں مرزا خلیل الرحمن صاحب نے تقریر کرتے ہوئے میری پیرانہ سالی کا ذکر کیا، تو میں نے انہیں کہا کہ میں تو نہیں سمجھتا کہ میں بڈھا ہوں، سب سے پہلے آپ سے میں نے ایسا لفظ سنا ہے، مجھے بڈھا نہ کہیں میں ابھی جوان ہوں جو شخص کام کر سکتا ہے وہ بڈھا نہیں ہو سکتا۔

میری مدد دعاؤں سے اور انجمن کی مال سے مدد کریں

میری امداد اگر کر سکتے ہیں تو دعاؤں سے کریں، اور انجمن کی امداد مال سے کریں، اور سب سے بڑھکر یہ کہ اپنے خیالات اور جذبات کو ایسا بنائیں کہ قومی تفرقہ کا موجب نہ ہوں، اگر یہ قربانی آپ کریں، تو ووکنگ بھی چمکے گا جرمن مشن بھی سرسبز ہوگا اور امریکن مشن بھی باغ و بہار بن جائے گا، میں پھر کہتا ہوں دعا کریں، دعا ہی آخری سہارا ہے، میں یہی توقع رکھتا ہوں کہ آپ میرے لئے دعا کرتے رہیں گے۔

(بقیہ کالم ۳)

ہم حامی خدا تعالیٰ کے ہے جس کی رضا کے لئے ہم اس کے پاک بندوں کی عزت و احترام ضروری سمجھتے اور کرتے ہیں۔

ووکنگ مشن اور حضرت مولانا نورالدین (بقیہ صفحہ ۲)

مولانا نے خواجہ صاحب کو لکھا:-

"سنا تھا لنڈن میں مسجد ہے اور ووکنگ میں مسجد کے لئے ڈاکٹر لیٹنر نے چندہ کیا تھا"

(بدر - ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۲ء)

اسی خط کی بناء پر خواجہ صاحب نے مسجد ووکنگ کی تلاش کی جس کا ذکر ان کے مکتوب مندرجہ اخبار بدر ۱۲ر فروری ۱۹۱۳ء میں بدیں الفاظ موجود ہے:-

"حضرت کا اشارہ اس مسجد کے متعلق تھا اور یہاں ایک تحریک بھی تھی"

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ ووکنگ مسجد کی طرف رہبری حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور انہی کی تحریک سے خواجہ صاحب نے وہاں تبلیغ کام اسلام شروع کی اس لئے ووکنگ مشن کو حضرت مولانا کا کارنامہ قرار دیا جائے تو درست ہوگا ویسے بھی پیر یا ماتحت کا کام مرشد اور آقا ہی کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ خالد بن ولید اور ابو عبیدہ بن جراح کی فتوحات، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ اور خود حضرت نبی کریم صلعم کی فتوحات تھیں، جس طرح یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے خود حضرت نبی کریم صلعم کے کارنامے ہیں اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ خواجہ کمال الدین کا قائم کردہ ووکنگ مسلم مشن حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور اس سے بھی بڑھکر یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر تمام اسلامی دنیا میں نہیں مل سکتی، میاں صاحب اگر اپنے دلی تعصب کی وجہ سے حضرت مولانا کو اس ثواب سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ اور بڑا ادب اسی میں سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا کے متعلق ایسے توہین آمیز الفاظ استعمال کریں تو ان کی مرضی، لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وہ برگزیدہ انسان ہے جس پر حضرت مسیح موعودؑ نے رشک کیا ہے کہ وہ:-

"وہ خدام دین کا سردار ہے اور میں اس پر رشک کرنے والوں میں سے ہوں"

ہم نہیں چاہتے کہ اس بحث کو زیادہ لمبا کریں۔ "الفضل" کا خیال ہے کہ ہم حضرت مولانا کی بزرگی اور کارناموں کا اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ ان کے "بعض ناکام بیٹوں" کی حمایت ہمیں حاصل ہو جائے۔ یہ تو ہم نہیں جانتے کہ حضرت مولانا کے بیٹے ناکام ہیں یا کامیاب، یہ میاں صاحب کا اور ان کا اندرونی معاملہ ہے لیکن جہاں تک ان کی حمایت کا خیال ہے ہمیں نہ آج تک اس کی ضرورت پیش آئی اور نہ اب ہے، ہمارا

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

مولانا مرتضیٰ خان حسن

(گزشتہ سے پیوستہ)

حضرت مسیح موعود کی اعجازی دعائیں

بعض متفرق دعائیں اور جناب الٰہی سے انکے جوابات

ایک مقدمہ کے متعلق حضرت کی دعا اور انکشاف حقیقت

قادیان کے دو آدمیوں ملاوامل اور شرمپت کا اکثر ذکر حضرت کی کتب میں آتا ہے۔ ان کا حضرت سے میل جول تھا۔ اور جب کبھی کوئی الہام جو پیشگوئی پر مشتمل ہو حضرت کو ہوتا، آپ ان آدمیوں کو سنا دیتے تھے تاکہ وہ اسلام کی صداقت پر گواہ ٹھہر جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت کے الہامات کی تصدیق بھی کی ہے جس سے آریہ قوم میں کھلبلی مچ گئی اور آریہ مذہب کے بطلان اور اسلام کی صداقت پر ایک مستقل گواہی ہے۔

۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے کہ شرمپت آریہ کا ایک بھائی بشمبر داس نامی اور ایک دوسرا شخص خوشحال چند دونوں قید ہو گئے۔ جب اپیل دائر کی گئی تو شرمپت نے جیسا کہ اضطرار کے وقت ہندوؤں کا حال ہوتا ہے حضرت سے دعا کی درخواست کی اور مقدمہ کا انجام دریافت کیا۔ حضرت نے دعا کی۔ رات کے وقت اللہ تعالےٰ نے کل حقیقت اس مقدمہ کی حضور پر کھول دی اور ظاہر فرمایا کہ دعا اس طرح پر قبول ہوگی کہ بشمبر داس کی نصف قید تخفیف کر دی جائے گی اور یوں ہوگا کہ اس مقدمہ کی مثل عدالت چیف کورٹ سے پھر ماتحت عدالت میں واپس جائے گی اور اس عدالت سے بشمبر داس کی قید صرف آدھی رہ جائے گی مگر اس کا دوسرا رفیق خوشحال چند پوری قید بھگت کر رہائی پائے گا اور اس کی قید سے ایک دن بھی کم نہ ہوگا اور وہ بری نہیں ہوگا۔

اس انکشاف سے جو حضور کو ہوا حضور نے شرمپت اور بعض دوسرے لوگوں کو مطلع کر دیا۔ اور آخر اسی طرح وقوع میں آیا۔

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۱)

مقدمہ مذکورہ بالا میں بشمبر داس قید ہوا تھا۔ بصورت اپیل چیف کورٹ میں دائر کیا گیا تو بشمبر داس کے بھائی وغیرہ نے گاؤں میں آکر مشہور کر دیا کہ ہماری اپیل منظور ہو گئی ہے اور بشمبر داس بری ہو گیا ہے۔ یہ خبر عشا کے وقت مشہور ہوئی اس وقت حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور چونکہ یہ خبر حضرت کی پیشگوئی کے خلاف تھی اس وجہ سے حضور کو گھبراہٹ ہوئی۔ اس بیقراری میں عجب خدا کے حضور سجدہ میں گر پڑے۔ عین سجدہ کے وقت آپ الہام ہوا:۔

لا تخف انک انت الاعلیٰ

یعنی کچھ خوف نہ کر آخر تو ہی غالب آئے گا۔ آخر وہ خبر جو جھینت رام نے مشہور کی تھی قطعاً غلط ثابت ہوئی اور جس طرح حضرت پر انکشاف ہوا اسی طرح وقوع میں آیا۔ بشمبر داس کی قید میں تخفیف تو ہو گئی مگر وہ بری نہ ہوا

(براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۰۔ نزول المسیح صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲)

خلیفہ محمد حسن وزیر پٹیالہ پر ابتلا اور حضرت کی دعا سے نجات

خلیفہ محمد حسن وزیر اعظم ریاست پٹیالہ ایک دفعہ ایک سخت ابتلا میں مبتلا ہو گئے انہوں نے حضرت سے دعا کے لئے درخواست کی آپ ان کے لئے دعا کرتے رہے، اتفاقاً ایک دن حضور کو الہام ہوا ؎

چلی ہے نسیم رحمت کی۔ جو دعا کیجئے قبول ہے آج۔

اس وقت حضرت نے وزیر صاحب موصوف کے لئے دعا کی اور اس کی قبولیت کے متعلق وزیر صاحب کو اطلاع بھی دیدی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے وزیر صاحب کو اس ابتلاء سے رہائی بخشی۔ (نزول المسیح صفحہ ۲۲۵)

خواجہ کمال الدین صاحب کے لئے کشائش رزق کی دعا اور اس کی قبولیت

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت ہی محبوب مرید تھے۔ حضرت کی زندگی میں بھی آپ نے سلسلہ کی نہایت قیمتی خدمات سرانجام دیں جب کرم الدین والا مقدمہ شروع ہوا تو خواجہ صاحب اس زمانہ میں پشاور میں وکالت کرتے تھے۔ آپ اپنا کام چھوڑ چھاڑ کر اور چلتی وکالت پر لات مار کر گورداسپور میں چلے آئے اور دن رات اس مقدمہ کی پیروی میں لگ گئے۔ مقدمہ کے کاغذات اور مسلوں کی تیاری میں بعض وقت آپ ساری ساری رات کام کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعود کی خدمت کا آپ کو عشق تھا۔ مقدمہ کے ضمن میں جس قدر محنت آپ نے کی وہ حیران کن تھی آپ کے اہل و عیال پشاور میں تھے آمدنی کا ذریعہ وکالت تھی اور وہ آج کل مقدمہ میں مصروفیت کی وجہ سے بند ہو چکی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کے زیور بھی فروخت ہو گئے اور قرض بھی ہو گیا۔ مگر آفرین ہے اس مرد خدا پر اپنی تنگی کا کبھی ذکر تک نہ کیا اور بدستور کام کاج میں لگے رہے گھر سے بار بار خطوط آتے رہے کہ خدارا بچوں کی خبر لو۔ تاریخوں کے درمیانی وقفہ میں حضرت سے اجازت لے کر آپ پشاور گئے۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم بھی پشاور دیکھنے کے لئے آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ خواجہ صاحب نے گھر پہنچکر بیوی کے تین سو روپے کے گہنے فروخت کر کے اہل و عیال کے گذارہ کا انتظام کیا۔ واپسی پر حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے خواجہ صاحب کی تنگدستی کا ذکر حضرت مسیح موعود سے کر دیا جس کو سن کر حضرت کو بہت رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ ہم انشاء اللہ خواجہ صاحب کے لئے دعا کریں گے۔ اس سے تھوڑی دیر بعد حضرت نے تین سو روپے میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ مولانا عبدالکریم صاحب کو بھجوا دیے کہ خواجہ صاحب کو دے دیں۔ مولوی صاحب نے میاں صاحب کو ہی خواجہ صاحب کے پاس بھیجدیا۔ خواجہ صاحب کو جب یہ روپیہ ملا تو وہ اسے لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ یہ کیسا روپیہ ہے۔ مولوی صاحب نے حقیقت حال بیان کی۔ خواجہ صاحب نے کہا مولوی صاحب آپ نے غضب کر دیا کہ حضرت کو میری حالت کی خبر کر دی، میں تو سب کچھ خدا کے لئے کر رہا ہوں میں یہ روپیہ نہیں لے سکتا۔ مولوی صاحب نے آپ کو سمجھایا کہ یہ روپیہ لینے سے انکار نہ کرو یہ بہت بابرکت روپیہ ہے۔ اور حضرت نے آپ کے لئے دعا کا وعدہ بھی کیا ہے، اس پر خواجہ صاحب نے روپیہ رکھ لیا۔

خواجہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کی دعا رنگ لائی۔ مجھے پشاور جانے کی ضرورت بھی نہ رہی گورداسپور میں ہی میرے پاس مقدمات آنے لگ گئے اور میں نے حضرت صاحب کی دعا کا وہ اثر دیکھا کہ جس کی کوئی حد نہیں"

خواجہ صاحب کے الفاظ پر ہمیں کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں خواجہ صاحب کو خدا نے اس قدر دیا کہ وہ امید سے زیادہ غنی ہو گئے۔ اس کے علاوہ خدا نے خواجہ صاحب کو وہ عزت اور شہرت دی کہ دنیا میں اس کی نظیر نہ ملتی تھی، وہ ووکنگ مشن کے بانی اور بلاد مغربیہ میں تبلیغ اسلام کے سب سے پہلے علمبردار ہونے کی حیثیت سے آپ کو وہ عظمت حاصل ہوئی جو آج تک کسی کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ خدا نے آپ کو دنیوی اموال سے بھی مالا مال کیا اور دنیوی نعما سے بھی۔ سینکڑوں تثلیث پرست جن میں بڑے بڑے لارڈ اور شاہی خاندان کے افراد شامل تھے آپ کے ذریعہ مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت مسیح موعود کا کشف کہ لنڈن میں حضور تشریف لے گئے ہیں اور وہاں منبر پر ایک فصیح و بلیغ تقریر کی ہے اور اس کے بعد آپ نے سفید پرندے پکڑے ہیں۔ وہ کشف حضرت خواجہ صاحب کی ذات

میں پورا ہوا۔ اس شرف میں بھی خواجہ صاحب منفرد ہیں۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ حضرت مسیح موعود نے خواجہ صاحب کو بشارت دی کہ دربار الٰہی سے آپ کو "حسنِ بیان" کا خطاب عطا ہوا ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے آپ کی تقریریں سُنی ہیں وہ جانتے ہیں کہ خواجہ صاحب کو خدا نے کس قدر فصاحت عطا فرمائی تھی۔ مقدمات کی پیروی میں عدالت کے اندر آپ ایسی مدلل معقول اور برجستہ تقریر فرماتے کہ سُننے والے عش عش کر اُٹھتے۔ آپ کی تقریر کیا تھی جادو تھا جو ہزاروں، لاکھوں کے مجمع کو مسحور کر دیتا تھا۔ یورپ کے بڑے بڑے قابل اور فاضل انگریز اور بڑے بڑے فلسفی آپ کی تقریر کے سامنے دم بخود رہ جاتے تھے آپ کے فضائل کے سامنے ایک دنیا جھکتی تھی اور جھکتی ہے۔ یہ سب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمات اور حضور کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

دعائے مستجاب کا نمونہ

ہم قبل ازیں پنڈت لیکھرام کا واقعہ سپردِ قلم کر چکے ہیں۔ اس شخص کی اسلام دشمنی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے حضرت حجۃ اللہ نے اس کے خلاف دعا کی اللہ تعالےٰ نے آپ کو خبر دی کہ آپ کی دعا سُنی گئی ہے، اور لیکھرام چھ سال کے عرصہ کے اندر اندر ہیبت ناک طریق سے ہلاک ہوگا۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

ومنھا ما وعدنی ربی واستجاب دعوتی فی رجل مفسد عدو اللہ ورسولہٗ المسمی لیکھرام الفشاوری واخبرنی ربی انہ من الھالکین انہ کان یسب نبی اللہ ویتکلم فی شانہ بکلمات خبیثۃ۔ فدعوت علیہ۔ بشرنی ربی بموتہ فی ستۃ سنۃ إنّ فی ذالک لایۃً للطالبین

(کرامات الصادقین ص۵۴)

"یعنے خدا نے مجھے فرمایا ہے کہ اس نے خدا اور خدا کے رسول کے ایک دشمن اور مفسد کے بارہ میں جو لیکھرام پشاوری ہے، میری دُعا سُن لی اور مجھے خبر دی کہ وہ ہلاک ہوگا یہ شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا اور ناپاک اور پلید باتیں حضور علیہ السلام کی شان میں بکتا تھا، پس میں نے اس پر بددعا کی سو خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے خبر دی کہ وہ چھ برس کے اندر مر جائے گا اور اس میں طالبان حق کے لئے نشانات ہیں"

۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء کو حضرت نے ایک نہایت اعلیٰ کتاب برکات الدعا استجابت دُعا کے مضمون پر زیب رقم فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے استجابت دعا پر بڑے زبردست دلائل دیئے۔ اور اپنے وجود کو بطور گواہ پیش کیا اور فرمایا کہ میں اپنے تجربہ سے استجابت دُعا کی سچائی پر گواہ ہوں۔ اور اس میں وہ تمام طریقے لکھے جن کے ذریعے انسان اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں بندہ کی دعائیں جناب الٰہی میں شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں۔ اس کتاب میں حضور نے سر سیّد احمد خان صاحب کو مخاطب فرمایا ہے۔ کتاب کے آخر میں آپ نے ایک فارسی نظم بھی لکھی ہے، جس میں آپ نے اپنی دعا کو بطور ستر پیش کیا ہے اس کے تین آخری شعر یہ ہیں ؎

از دعا کن چارۂ آزار انکار دُعا
چوں علاج مے ز مستی وقت خمار والتہاب
ایکہ گوئی گر دعاہا را اثر بودے کجاست
سُوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار ایں اسرار قدرتہائے حق
قصہ کوتاہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

آخری مصرعہ "قصہ کوتاہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب" میں جس دعائے مستجاب کا ذکر ہے وہ لیکھرام والی پیشگوئی کے متعلق ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں دعائے مستجاب کا نمونہ پیش کرتا ہوں۔ میں نے لیکھرام کے متعلق دُعا کی۔ خدا نے فرمایا ہے کہ میری دُعا سُنی گئی ہے اور دیکھ لینا کہ وقت معینہ پر یہ پیشگوئی ضرور پوری ہوگی۔ چنانچہ وہ پیشگوئی خدا کے دیئے ہوئے علم کے مطابق ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو پوری ہوگئی، اور جس دعائے مستجاب کا دعدہ آپ نے دیا تھا وہ روز روشن کی طرح پورا ہو کر دنیا پر ظاہر ہوگیا اور اس نے ظاہر ہو کر دنیا پر ثابت کر دیا کہ فی الحقیقت خدا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی قبولیت سے قبل از وقت اطلاع دیتا اور اپنی قدرت کا ثبوت دیتا ہے۔

ایسے ایسے زبردست ثبوت خدا کی ہستی کے متعلق، خدا کی طاقت اور قدرت کے متعلق۔ خدا کے علم کے متعلق اس زمانہ میں صرف سلسلہ احمدیہ ہی پیش کر سکتا ہے۔ کیا منکرین استجابت دُعا کے بالمقابل کسی لیڈر کسی ملا کسی سجادہ نشین یا کسی پیر نے قبولیت دعا کا کوئی عملی نمونہ دکھایا؟ ہرگز نہیں یہ قدرت اسی نے حضرت حجۃ اللہ کو ہی عنایت فرمائی تھی ونعم ما قال المسیح الموعود ؎

زکارہا کہ کنم وز نشاں کہ بنمائم
عیاں شود کہ ہمہ کارم از خدا باشد

یہ بھی بولے

آجکل اخبار "الفضل" میں خلیفہ صاحب کو خوش کرنے کے لئے عقیدتمندانہ خطوط، خوابیں اور الہامات شائع ہو رہے ہیں جن میں فتنہ منافقین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے ان کے خلاف طرح طرح کی شہادتیں پیش کی جا رہی ہیں اور بعض "مخلصین" خلیفہ صاحب کی ہمنوائی میں جماعت احمدیہ لاہور کو بھی متہم ٹھیرانے سے دریغ نہیں کرتے بلکہ بعض وہ بھی ہیں جو ویسے تو عقیدتمندی کا اظہار نہیں کر سکے، "پیغام صلح" کے مضامین کا الٹ سلٹ جواب لکھکر اپنے آپ کو "مخلصین" میں شامل کرنا چاہتے ہیں، ان خطوط اور مضامین کے لکھنے والوں کے نام پڑھکر حیرانی ہوتی ہے کہ ان میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جن کی زبانوں سے خلیفہ صاحب کے خلاف عموماً حرف شکایت نکلتا رہا ہے انہی میں سے ... ایک شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی بھی ہیں جو احمدیہ بلڈنگس کے پڑوس میں رام گلی کے اندر سکونت پذیر ہیں، شیخ صاحب اکثر اوقات احمدیہ بلڈنگس کے مہمان خانہ، لائبریری یا دفتر پیغام صلح میں تشریف لاتے رہے اور دوران گفتگو میں ان کے منہ سے وہ باتیں بھی نکل جاتی رہی ہیں جو کسی مخلص عقیدتمند کا شیوہ نہیں ہو سکتا، ہم پسند نہیں کرتے کہ ان باتوں کو صفحہ قرطاس پر لا کر ان کی پوزیشن کو مخدوش اور عقیدت و اخلاص کے اس جذبہ کو مجروح کریں جس کا اظہار انہوں نے ہمارے مضامین کا جواب دیتے ہوئے "الفضل" کے صفحات پر کیا ہے، ان سے اور ان جیسے دوسرے "مخلصین" سے ہم صرف اتنا ہی کہنا چاہتے ہیں کہ ؎

مصلحت نیست از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

جہانتک پانی پتی صاحب کے مضامین کا تعلق ہے ان میں جو بے تکی باتیں انھوں نے لکھی ہیں، اگرچہ وہ اس قابل نہیں کہ ان کا جواب لکھا جائے لیکن قارئین "الفضل" کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے آئندہ اشاعت میں ان پر مختصر تبصرہ کر دیا جائے گا، بہتر ہوگا اس عرصہ میں پانی پتی صاحب اپنے دل کے مزید پھپھولے بھی پھوڑ لیں تاکہ ان سب کی جراحت یکمرتبہ ہی کر دی جائے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ بدھ مورخہ ۵ ستمبر کو مرزا یعقوب خاں صاحب کو الوداع کہنے کے لئے مری سے لاہور تشریف لائے اور جمعہ مورخہ ۸ ستمبر کو واپس مری تشریف لے گئے آپ کا خطبہ جو ۷ ستمبر کے جمعہ میں آپ نے دیا آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں مسرت کے ساتھ سُنی جائے گی کہ محترم پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب چیفس کالج لاہور سے تبدیل ہو کر پاکستان ریلوے پبلک سکول ایبٹ آباد کے پرنسپل مقرر ہوئے ہیں، اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

—— مسٹر ایس۔ ڈی بٹ ابن میاں عبدالشکور بٹ کچھ دن ہوئے ریلوے کی طرف سے انگلش ٹیم کے ساتھ کرکٹ کی ٹریننگ کے لئے انگلستان گئے تھے، ۲ ستمبر کو اس ٹیم کے میچ نمایاں کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئے ۱۷ ستمبر کو وہ انگلستان سے واپس روانہ ہوں گے۔

—— حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی مشہور و معروف کتاب آئیڈیل پرافٹ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب نے دوبارہ چھپوا کر ۲۴ ووکنگ مشن کو بطور عطیہ دی ہے۔ یہ کتاب نہایت خوبصورت باریک ٹائپ اور اعلیٰ سفید کاغذ پر نہایت دلآویز شکل و صورت میں شائع ہوئی ہے۔ ملنے کا پتہ:- سکرٹری ووکنگ

مولانا یعقوب خانصاحب کے اعزاز میں (بقیہ صفحہ ۴)

لئے دعا کرنا کیا کوئی پیر اپنے مُرید کو ایسا کہہ سکتا ہے، حضرت عمرؓ کو یہ سُن کر نشہ آگیا وہ کہتے ہیں اگر ساری دنیا بھی مجھے مل جاتی تو اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

آپ نے فرمایا عزم بڑی چیز ہے انسان جس بات کا عزم کرلے اسے کر گزرتا ہے، تمام مشکلات اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں، ایک بوڑھے آدمی کو اس کے بیٹے جہاد کے لئے اُٹھا کے لئے جا رہے تھے، کسی نے اُس سے کہا کہ تم جیسے معذور آدمیوں کو تو خدا نے معافی دے رکھی ہے، اس نے کہا جب تک یہ میرے بیٹے مجھے میدانِ جنگ میں پہنچا سکتے ہیں میں معذور نہیں ہوں، قرآن میں ذکر ہے کہ کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن کریم دو بڑے شہروں کے بڑے آدمیوں پر کیوں نہ اُترا، قرآن میں ان شہروں اور ان آدمیوں کے نام تو نہیں لکھے، لیکن یہ دونوں شہر مکہ اور طائف تھے، اور وہ دو آدمی طائف کے ابن مسعود ثقفی اور مکہ کے ولید بن مغیرہ تھے، یہ بہت بڑے آدمی سمجھے جاتے تھے، اور لوگوں کا خیال تھا کہ اگر ان پر قرآن اترتا تو فوراً مان لیا جاتا۔ آج بھی لوگ کہتے ہیں کہ اگر اقبال تبلیغ کے لئے یورپ جاتا تو خدا جانے کیا ہو جاتا۔ لیکن کام کرنے والوں کو تو خدا ہی جانتا ہے، لکھا ہے ولید تو کفر کی حالت میں ہی مرگیا، ابن مسعود جس نے طائف میں حضرت نبی کریم صلعم کو ایذا پہنچائی تھی، مدینہ میں آکر مسلمان ہوگیا جب وہ جانے لگا تو حضرت نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تم وہاں مارے جاؤ گے اس نے کہا میری وہاں بہت بڑی عزت ہے، اور میری وجہ سے اسلام پھیلے گا، جب وہ وہاں گیا تو شہر کے باہر ہی نوجوانوں کا ایک گروہ اکٹھا ہوگیا اور اس پر حملہ کردیا اور شہید کر ڈالا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی صاحبزادہ عبداللطیف کو جنہیں کابل میں بہت بڑی عزت و احترام حاصل تھا) جب وہ قادیان سے واپس جانے لگے تو فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ وہاں آپ کو شہید کردیا جائے گا۔ انہوں نے کہا وہ پتھریلی زمین ہے وہاں کا غذا و رسیاہی سے نہیں بلکہ خون سے اشتہار دیا جائے گا۔

حضرت امیر نے فرمایا آج ہمارا بھی ایک بوڑھا آدمی جہاد کے لئے جا رہا ہے، میں اس مجمع میں تو نہیں کسی دوسرے موقعہ پر آپ کو اپیل کروں گا کہ نری دعاؤں ہی سے نہیں، مالی قربانی سے بھی ان کی مدد کریں، کوئی مشن بغیر مالی قربانی کے نہیں چل سکتا۔ اپنے افراد کو دور دراز بھیجنا اور دعاؤں کے علاوہ مالی قربانی سے ہاتھ کھینچنا صحیح طریق نہیں، ہمیں چاہیئے کہ خانصاحب کے اقدام کی قدر کریں ان کے لئے دعا کرنی چاہیئے، میں ان سے کہوں گا کہ وہ وہاں جاکر زیادہ محنت نہ کریں، سوچ وبچار کے ساتھ اپنی برداشت کے مطابق کام کریں، اس رنگ میں کام نہ کریں کہ آن کی صحت پر کوئی ناخوشگوار اثر پڑے اس ۴۴ اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ بہرحال میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر عطا کرے اور ہمیں نصیب ہو کہ آپکی واپسی پر آپ سے پھر مل سکیں، اگرچہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ انسان کی زندگی

کے ساتھ ہی قوم کو چاہیئے کہ اپنے آدمیوں کو باہر بھیجکر انہیں بھُول نہ جائیں۔ ان کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور مالی قربانیوں سے اُن کے کام میں سہولت پیدا کریں۔

مرزا مسعود بیگ صاحب کی تقریر

اس کے بعد حضرت امیر نے دعا فرمائی اور پھر مرزا مسعود بیگ صاحب تقریر کے لئے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا، مولنا یعقوب خاں صاحب کے اس عزم نے انبیاء کی سنت کا احیاء کیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں ۸۶ سال کی عمر میں حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے اور ۹۸ سال کی عمر میں حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے، حضرت اسمٰعیل ابھی چھوٹے ہی تھے کہ حکم الہٰی کے ماتحت انہیں وادی غیر ذی زرع میں جا بسایا اور بعد میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے انہیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوگئے یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ پانچ ہزار برس انہیں ہوگئے آج تک ان پر درود پڑھا جاتا ہے، خانصاحب نے اسی سنت کا احیاء کیا ہے بڑھاپے کی عمر، خود بیمار، اہلیہ صاحبہ بھی ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں انہیں چھوڑ کر تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان جا رہے ہیں، جو اگرچہ مادی لحاظ سے بڑی پُر رونق جگہ ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ صحرا ہے، اللہ تعالےٰ انہیں برکت دیگا اور ان شاء اللہ دے گا، خانصاحب ہمارے سلسلہ کے بہترین کام کرنے والے بزرگ ہیں، علمی خدمت کرنے والوں میں حضرت امیر مرحوم کے بعد آپ دوسرے نمبر پر ہیں مجھے ان سے نیازمندی کا فخر حاصل ہے، کئی سال سکول میں ان کے ماتحت کام کرتا رہا دفتر میں بھی ان کے ساتھ کام کیا، اور اس حلقہ میں بھی ان کے پاس مجھے بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا جو بے تکلف دوستوں کا حلقہ ہے آپ بڑے اوصاف کے مالک ہیں، مشکل سے مشکل کام میں گھبرانا یا ہمت ہارنا نہیں جانتے۔ بیماری کے ایام میں میں ان کے پاس گیا، اس وقت بھی گھبراہٹ ذرا نہ تھی، یہ اُن کی بلند ہمتی کا نشان ہے، ایک دفعہ شکار کو جا رہے تھے، رستہ میں ایک دیہاتی نے یہ دیکھکر کہ ایک بوڑھا آدمی بندوق اُٹھائے جا رہا ہے کہا بابا! بندوق چلانی بھی آتی ہے یا یونہی اُٹھائے جا رہے ہو، آپ مسکرا کر چلتے گئے اور وہ بھی ساتھ ساتھ رہا، کچھ دُور جا کر جب دیکھا کہ آپ جوانوں کی طرح خوب چلتے ہیں تو کہنے لگا اچھا شکاری آدمی معلوم ہوتا ہے، یہی زندگی کا راز ہے، کہ انسان کام کرتا چلا جائے، پیر جواں ہمت کی مثل ان پر صادق آتی ہے، انہوں نے جماعت کی کشتی کو اس وقت سنبھالا جب وہ ڈانواں ڈول ہو رہی تھی اور اللہ تعالےٰ نے انہیں کامیاب کیا۔ اب بھی اللہ انہیں کامیاب کرے گا ہم اُن سے استدعا کرتے ہیں کہ سفر میں ہمارے لئے دعا کریں اور ہم بھی ان کی صحت اور کامیابی کے لئے دعا کرتے رہیں گے،

ڈاکٹر غلام محمد صاحب کا خطاب

مرزا صاحب کے بعد محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کھڑے ہوئے، انہوں نے فرمایا، کہ یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے مبارک ہے وہ جو اس چند روزہ زندگی کو اپنے فرض کی ادائیگی میں گزار دے، اگر یہ چند دن عیش کر کے گذار دے اور اس فرض کو پورا نہ کرے جس کے لئے وہ دنیا میں بھیجا گیا ہے تو اس کے آنے کی غرض پوری نہ ہوئی بڑا مبارک ہے وہ شخص جو اپنے آنے کی غرض کو پالیتا ہے جس شخص کو یہ چھوٹا سا نکتہ ہاتھ آگیا اس کی ساری مشکلات حل ہوگئیں، یعقوب خاں کے ساتھ میں نے زندگی کا بڑا حصہ گذارا ہے، وہ خاص کیرکٹر کے مالک ہیں، جو خانگی مشکلات انہیں درپیش ہیں، اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو قطعاً برداشت نہ کرسکتا، ایک ان کا نواسہ ہے جو Infantile Paralysis میں مبتلا ہے۔ میں نے دیکھا ایک طرف اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کی ایڈیٹری کا اہم کام کر رہے ہیں اور دوسری طرف اس بچہ کی بھی نگہداشت اور دیکھ بھال انہوں نے ہی اپنے ذمہ لے رکھا ہے، بہت بڑا حوصلہ ہے، اب ان کا یہ فعل کہ تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان جا رہے ہیں ہمارے لئے فی الواقع قابلِ رشک ہے ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک خواب بیان کی تھی، انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ میں قبر میں ہوں اور حضرت مسیح موعود ایک خنجر لے کر آئے ہیں وہ مجھے دیا اور کہا کہ یورپ چلے جاؤ۔ یہ خواب مجھے یاد تھا، اب جب انجمن میں ان کو بھیجنے کی تجویز ہو رہی تھی تو ہم نے ڈرتے ڈرتے انہیں اس کے لئے کہا اس وقت معاً مجھے ان کی یہ خواب یاد آگئی اور میں نے کہا کہ آپ کا یہ خواب بھی ہے۔ اب اس کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے، انہوں نے بلا تامل مان لیا۔ اصل میں یہ خدا کا فضل ہی ہے کہ کسی سے کوئی کام لے لے، ہر ایک کو توفیق نہیں ملتی، بات کہہ لینا آسان ہے، کر کے دکھانا مشکل ہے جو کرتا ہے وہی پھل پاتا ہے

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً

میرا دماغ ایسا ہی واقعہ ہوا ہے کہ میں باتوں سے بڑھکر کام کو اہمیت دیتا ہوں، میرے لئے تو ان کی جدائی بہت شاق ہے، ہم اکٹھے شکار کو جایا کرتے تھے اور اب میں ان سے کہنے ہی والا تھا کہ شکار کا موسم آرہا ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ وہ ایک بڑے اہم کام کے لئے جا رہے ہیں جس میں دین کی بھی بہتری ہے اور دنیا کی بھی، اگر کوئی خدا کے لئے کام کرے گا تو خدا اس کا متکفل ہوگا مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے ہماری تجویز کو جو ڈرتے ڈرتے ہم نے پیش کی تھی، مان لیا اور بڑی خوشدلی سے خدا کی راہ میں قدم اُٹھایا ہے ہاں ہر امر نیت پر موقوف ہے اگر نیت نیک ہو تو خدا تعالیٰ ضرور کامیابی دے گا، ہمارا کام اُن کے لئے دُعا کرنا ہے دعا بڑی چیز ہے، دعا سے بڑی مشکلات حل ہوئی ہیں، حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے

ہزار سرزنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بروی کار یک دعا باشد

اور وہ تو آپ کا فرض ہے کہ مال دیں، دعا بھی کریں

رفتارِ عالم

مسٹر محمد علی وزیر اعظم پاکستان نے قومی اسمبلی کے مکمل اعتماد کے باوجود مسلم لیگی اراکین کی مخالفانہ کارروائیوں اور شرارتوں کی وجہ سے وزارت عظمٰے سے مستعفی ہو گئے اور دوبارہ قبول وزارت کی استدعا قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی اس وجہ سے ۱۰ ستمبر کو صدر پاکستان نے مسٹر سہروردی لیڈر عوامی لیگ کو وزارت بنانے کی دعوت دی ہے اور اب مسٹر سہروردی کی قیادت میں ری پبلکن پارٹی اور عوامی لیگ کی مخلوط وزارت بنانے کا فیصلہ ہوا ہے۔

کراچی - ۱۱ ستمبر معلوم ہوا ہے کہ مسٹر سہروردی کی کابینہ میں ان کے علاوہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے پانچ پانچ نمائندے شامل ہوں گے - خیال ہے کہ مغربی پاکستان سے ملک نون (دفاع) سید امجد علی (خزانہ) میر غلام علی تالپور (اطلاعات) میاں جعفر شاہ یا مسٹر کیانی (مواصلات) وزیر بنائے جائیں گے - مشرقی پاکستان سے عوامی لیگ کے شیخ مجیب الرحمٰن - مسٹر دلدار احمد - مسٹر عبدالخالق اور پروگریسو پارٹی کے ڈاکٹر ایس کے سین کے نام خاص طور پر لئے جا رہے ہیں یہ ممکن ہے کہ مشرقی پاکستان سے ایک دو وزرا بعد میں حلف اٹھائیں اور ان کی جگہ خالی رکھی جائے۔

کراچی - ۱۱ ستمبر - آج قوم نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی آٹھویں برسی پورے اہتمام کے ساتھ منائی تمام سرکاری دفاتر بند رہے اور قومی پرچم سرنگوں کر دیئے صبح کو کراچی کے ہزاروں شہریوں نے قائد اعظم رح کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور پھول چڑھائے، ان میں صدر سکندر مرزا، نامزد وزیر اعظم مسٹر سہروردی، مسٹر گرمانی، ڈاکٹر خانصاحب، وزراء اور سفارتی نمائندے شامل تھے۔

کراچی - ۱۱ ستمبر - خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے عظیم بھائی قائد اعظم محمد علی جناح کی آٹھویں برسی پر ریڈیو پاکستان سے ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کہا ہے کہ گذشتہ آٹھ پُر آشوب سال سے عوام اپنے محبوب نصب العین اور امیدوں کا خون ہوتے دیکھ رہے ہیں - اور حالیہ رجحانات سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہاں نوکر شاہی ذہنیت اب بھی حاوی ہے، جو خود کو آزاد اور جمہوری مملکت کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، خاتون پاکستان نے کہا کہ جب کبھی ملک میں ایسی صورت حال پیدا ہوئی جس سے مکمل جمہوری نظام قائم ہونے کا امکان پیدا ہوا تو ہماری امیدوں پر پانی پھر گیا - اور دستور کی منظوری کے بعد بھی یہ ناگفتہ بہ صورت حال ختم نہیں ہوئی۔

محترمہ فاطمہ جناح نے مزید کہا کہ ہمارے ملک میں سیاسی پارلیمانی زندگی کا ایک نادر پہلو یہ ہے کہ لوگ اپنے ذاتی اغراض کے لئے بڑی ڈھٹائی سے اپنے حلف ناموں سے منحرف ہو جاتے ہیں اور ایک پارٹی چھوڑ کر دوسری پارٹی میں شامل ہو جاتے ہیں - قائد اعظم بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھے - لیکن وہ اپنی جماعت میں بدنظمی ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے اس صورت حال کی سب سے زیادہ ذمہ داری عوام پر عائد ہوتی ہے، عوام کا فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کے طرز عمل پر کڑی نظر رکھیں جنہیں انہوں نے اپنی نمائندگی کے لئے منتخب کیا ہے۔

نئی دہلی - ۱۱ ستمبر بھارت کے نائب وزیر داخلہ نے آج یہاں لوک سبھا میں بتایا کہ حال ہی میں جامع مسجد کے علاقہ میں بموں کے جو دھماکے ہوئے تھے اس ضمن میں پولیس نے چند افراد کو گرفتار کیا - آپ نے کہا کہ ان لوگوں کے خلاف حکومت کے پاس ثبوت بھی موجود ہے لیکن ابھی اسے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔

نائب وزیر داخلہ نے مزید کہا کہ ان دھماکوں کے ذمہ دار بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو بھارت کے شہری نہیں ہیں۔

لندن - ۱۱ ستمبر - برطانیہ اور فرانس کے وزرائے اعظم مسٹر ایڈن اور مسٹر موگا کی مولے نے اعلان کیا ہے کہ صدر ناصر نے سویز کانفرنس کی مصالحتی کمیٹی کے تجویز کردہ منصوبہ کی بناء پر بات چیت سے انکار کیا ہے اس سے انتہائی نازک صورت حال پیدا ہو گئی ہے اور آئندہ اقدامات کے متعلق فرانس اور برطانیہ میں مکمل اتفاق ہو گیا ہے - مشترکہ اعلان میں کہا گیا ہے :- دونوں وزرائے اعظم نے یہ عہد صمیم کیا ہے کہ اگر بین الاقوامی معاہدات کی رو سے مسلمہ حقوق میں آمرانہ طور پر کوئی مداخلت کی گئی یا انصاف اور بین الاقوامی ضابطہ کے منافی کوئی کارروائی کی گئی تو فرانس اور برطانیہ سب طریقوں سے اس کارروائی کو ناکام بنائیں گے اور باہم تعاون کریں گے۔

مشترکہ اعلان سے قبل رات فرانس اور برطانیہ کے وزرائے اعظم میں طویل ملاقات ہوئی تھی، اس ملاقات میں سویز کی تازہ ترین صورت حال پر غور کیا گیا۔

ادھر صدر ناصر نے قاہرہ میں ایک یونانی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ اگر مصر پر حملہ ہوا تو اس کا اثر بحر ہند سے لے کر بحر اوقیانوس تک تمام ملکوں پر پڑے گا - آپ نے کہا کہ میں نے مصر کے ذمہ دار صدر کی حیثیت سے بدترین صورت حالات کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر لی ہے اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ دوسرے کیا کر رہے ہیں - آج سویز کنال کمپنی نے اپنے غیر مصری ...

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چمبرلین روڈ لاہور میں چھپا - باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا - ایڈیٹر دوست محمد

پیغام صلح کا خاتم النبیین نمبر

(بقیہ صفحہ اوّل)

ایک شاندار نمبر نکالنے کا ارادہ ہے - جماعت کے اہل قلم حضرات سے ہماری استدعا ہے کہ اس مبارک تقریب کے لئے ابھی سے اپنے جواہر ریزوں کو صفحۂ قرطاس پر جمع کرنے کا اہتمام شروع کر دیں، دن بہت تھوڑے ہیں اگر یکم اکتوبر تک تمام مضامین دفتر "پیغام صلح" میں پہنچ جائیں تو پرچہ کی ظاہری و معنوی دلآویزیوں میں ہر ممکن اضافہ ہو سکتا ہے ورنہ دیر سے مضامین آنے پر ادارہ کو ایسی پریشانیوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس پرچہ کے حسن و خوبی کو ماند کرنے کا موجب ہو سکتی ہیں - امید ہے ہمارے احباب جن کو اللہ تعالےٰ نے علم و قلم کی نعمائے عظمیٰ سے نوازا ہے ہماری اس استدعا کو شرف قبولیت بخش کر عنداللہ ماجور ہوں گے، پھر عرض کیا جاتا ہے مضامین لکھنے والے احباب **یکم اکتوبر تک اپنے مضامین بھیجدیں۔**

پیغام صلح مورخہ ۱۲ ستمبر ۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۲ شمارہ نمبر ۳۵

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۳ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۶

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان:-

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بُنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنة اللّٰه على الكاذبين والمفترين۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۷)

چہ بودے

مولانا مرتضےٰ خاں حسن

شعارم اتقا بودے چہ بودے | زمن راضی خدا بودے چہ بودے
بہائے جنسِ ایماں بس گراں ست | بہ نقدِ جاں ادا بودے چہ بودے
ز دستِ ساقیٔ کوثر مرا ہم | عطا جامِ لقا بودے چہ بودے
فتادہ کشتی ام در قعرِ دریا | خدا گر نا خدا بودے چہ بودے
ترا تسبیح در دستت مبارک | دلت ہم با خدا بودے چہ بودے
ذلیلم میکند ایں حرصِ دنیا | مرا فقر و غنا بودے چہ بودے
غریباں بیکساں را دستگیری | طریقِ اغنیا بودے چہ بودے
مرا کافر بگوید مفتیٔ دیں | گرش خوفِ خدا بودے چہ بودے
اگر ایں طوطیٔ طبعم شکرخا | بوصفِ میرزا بودے چہ بودے
بچشمم ہمچو سرمہ خاکِ پائے | محمد مصطفےٰ بودے چہ بودے

بطبعِ نارسائم گفتہ ام ایں
اگر طبع رسا بودے چہ بودے

خلیفہ صاحب ربوہ کی ایک تازہ غلط بیانی

ابوالمنصور احمد بی اے راولپنڈی

جناب خلیفہ صاحب ربوہ اکثر غلط بیانیوں سے کام لیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ابھی اس پرانی عادت کے مطابق انہوں نے حال ہی میں اپنے ایک خطبہ میں جو الفضل مجریہ ۵ ستمبر میں شائع ہوا ہے۔ ایک بہت بڑی غلط بیانی کی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ نے جو وصیت تحریر فرمائی تھی۔ اس کو مع نواب محمد علی صاحب کی چٹھی کے ۴۲ سال تک خدا تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے تحت چھپائے رکھا اور اس طرح اس کا اتنے لمبے عرصہ میں کسی کو بھی علم نہ ہو سکا۔ خلیفہ صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ کہ اس نے ان تحریروں کو ۴۲ سال تک چھپائے رکھا اور اب آ کر ظاہر کر دیا۔ تاکہ ان لوگوں کا جھوٹ ظاہر ہو جائے"

اگر خلیفہ صاحب یوں فرماتے۔ کہ حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی اس وصیت سے انہیں خود ۴۲ سال تک ذہول رہا۔ تو یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہ تھی۔ لیکن یوں کہنا۔ کہ ان تحریروں کو خدا تعالیٰ نے اپنی خاص حکمت کے ماتحت ۴۲ سال تک چھپائے رکھا۔ یقیناً ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔ مذکورہ وصیت پر حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ رح، نواب محمد علی خاں مرحوم اور خود جناب خلیفہ صاحب ربوہ کے دستخط موجود ہیں۔ خلیفہ صاحب نے ایک کتاب آئینۂ صداقت لکھی۔ اس کے جواب میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے حقیقت اختلاف کے نام سے کتاب تحریر فرمائی۔ جس نے خلیفہ صاحب کا قلم توڑ کے رکھ دیا۔ اس کتاب کے صفحہ ۹۶ پر حضرت مولانا نورالدین رح کی وصیت کے متعلق یوں درج ہے:-

"اور ۱۹۱۴ء میں جب آپ نے اپنی وفات سے آٹھ یوم پیشتر وصیت کی جو شائع شدہ ہے تو اس میں نہ صرف میاں صاحب کا نام ہی نہیں لکھا۔ بلکہ اس میں بعض ایسے الفاظ لکھے جن سے صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب آپ میاں صاحب کا اپنے بعد خلیفہ ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اس میں یہ لفظ تھے کہ میرا جانشین متقی ہر دلعزیز عالم باعمل حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی و درگذر کو کام میں لاوے۔ پھر میاں صاحب کے کارندوں نے دروازوں پر پہرے لگا لگا کر زور لگایا۔ کہ حضرت مولوی صاحب میاں صاحب کا نام لکھ دیں۔ مگر آپ نے انکار ہی کیا۔ کیا اس سے سمجھ نہیں آتا۔ کہ حضرت مولوی صاحب کی رائے اپنے آخری ایام میں میاں صاحب کی نسبت بدل گئی تھی۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ حضرت مولانا صاحب مرحوم کی وصیت کو جسے اب پا کر خلیفہ صاحب ربوہ خوشی کے پھولے نہیں سماتے۔ جماعت کے اکثر و بیشتر احباب خوب جانتے تھے۔ میرا گمانِ غالب یہ ہے۔ کہ وصیت کے اس حصہ کو جماعت قادیان کے بعض اکابرین نے بھی اپنی تصنیفات میں درج کیا ہے۔ مجھے وہ کتابیں دستیاب نہیں ہو سکیں۔ اس لئے میں ان کتابوں کے حوالے اپنے اس مضمون میں لکھنے سے قاصر ہوں۔ تاہم میں خلیفہ صاحب کی توجہ نواب محمد علی خانصاحب مرحوم کی سوانح حیات جسے صلاح الدین احمد صاحب نے اپنی تصنیف "اصحاب احمد" جلد دوم میں شائع کیا ہے۔ کی طرف مبذول کراتا ہوں۔ اس کتاب میں نہ صرف مذکورہ وصیت ہی مکمل طور پر درج ہے۔ بلکہ ساتھ ہی نواب محمد علی صاحب مرحوم کی چٹھی مع خلیفہ صاحب کے نوٹ کے چھپی ہوئی موجود ہے۔ حیرت ہے۔ کہ ایک شائع شدہ وصیت کے بارے میں خلیفہ صاحب یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اسے ۴۲ سال تک چھپائے رکھا۔ اور اب آ کر اسے ظاہر کر دیا۔ اگر لفظ خاتم النبیین کی طرح لفظ "چھپائے رکھا" کے معنے بھی بدل نہیں گئے۔ تو پھر خلیفہ صاحب کے اس حصہ کو صریحاً غلط بیانی کا پلندا سمجھا جائے گا۔

خلیفہ صاحب اپنے خطبہ میں غریب "پیغامیوں" پر اپنے غم و غصہ کے بم چھوڑے بغیر نہیں رہ سکے۔ بڑے طمطراق سے ارشاد فرماتے ہیں:-

"اب دیکھیں اس وصیت کی اشاعت پر پیغامی کیا کہتے ہیں۔ اس تحریر پر مولوی محمد علی صاحب کے بھی دستخط موجود ہیں وہ دیکھ لیں کہ انہوں نے آئندہ خلافت کے جاری رہنے کو تسلیم کیا ہے۔ پھر خلافت کے انکار کے کیا معنے۔ ہمیں اس وقت اس تحریر کو شائع کرنے کا خیال ہی نہ آیا۔ ورنہ یہ خلافت کے جاری رہنے کا ایک بڑا بھاری ثبوت تھا۔"

اس کے جواب میں پہلی عرض تو یہ ہے۔ کہ جہاں تک "پیغامیوں" کا تعلق ہے۔ وہ تو اس وصیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اور نہ صرف آگاہ ہی تھے۔ بلکہ ان کے قائد حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور نے اسے اپنی کتاب حقیقت اختلاف میں شائع فرما دیا تھا۔ دوسری عرض یہ ہے۔ کہ اگر واقعی یہ وصیت میاں صاحب کی خلافت کے حق میں لکھی گئی ہوتی۔ تو وہ اتنے بھولے اور انجان نہ تھے کہ اس سے اب تک بے خبر رہتے۔ بفرضِ محال اگر تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد انہیں اس وصیت کی نسبت ذہول ہو گیا تھا۔ تو کیوں نہ نواب محمد علی خاں مرحوم کو ہی اس کی اہمیت کا احساس رہا۔ آخر وہ بھی تو انہیں اکابرین میں سے تھے۔ جن کی ان تھک کوششوں سے خلافت میاں صاحب کو نصیب ہوئی۔ وہ تو وصیت کے حامل ہی تھے۔ اور انہوں نے حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کی اولاد کی پرورش کے لئے وصیت کے عین مطابق میاں صاحب کی رضامندی سے کوئی معقول انتظام بھی جلد ہی کر دیا تھا۔ اگر واقعی وصیت میں میاں صاحب اور ان کے رفقاء کو اپنے فائدہ کی صورت نظر آتی۔ تو وہ بار بار اسے شائع کرنے سے کبھی کوتاہی نہ کرتے۔

دراصل بات یوں معلوم ہوتی ہے۔ کہ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ اپنی زندگی کے آخری ایام میں میاں صاحب کی اتحاد سوز ریشہ دوانیوں سے اطلاع پا کر ان سے بدظن ہو گئے تھے۔ اور انہیں یقین ہو گیا تھا۔ کہ میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے اصحاب کے بارے میں نیک نیت نہیں۔ بلکہ نوجوانوں کی جمعیت کو انصار اللہ کے نام اکٹھا کر کے وہ جماعت کے سرکردہ اکابرین کو ذلیل اور رسوا کرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ اس لئے آپ نے وصیت میں اپنے جانشین کے لئے ایسی کڑی شرائط لگا دیں۔ جن کی رو سے میاں صاحب کا خلیفہ منتخب ہونا محال تھا۔ چنانچہ میاں صاحب نے اپنی عافیت اس میں سمجھی۔ کہ وصیت کی زیادہ تشہیر نہ کی جائے۔

جہاں تک خلافت کے جاری رہنے کا سوال ہے اس ضمن میں اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" نے بھی اپنے ۵ ستمبر کے اداریہ میں مختصر سا جواب لکھ دیا ہے۔ اس لئے اس فضول بحث میں دوبارہ الجھنے کی ضرورت نہیں۔ خلیفہ صاحب کو چیلنج بازی کا بالعموم شوق رہتا ہے۔ لیکن وہ آج تک کسی معاملہ میں بھی مردِ میدان ثابت نہیں ہوئے۔

امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب "الفضل" اپنے "سیدنا امیر المومنین" کی مذکورہ بالا غلط بیانی میں سے کوئی نکتۂ معرفت نکالنے کی ایسی ناکام کوشش نہیں کریں گے۔ جیسی انہوں نے میرے مضمون پر اداریہ لکھنے میں کی ہے۔ اور اگر ان کا ضمیر مر نہیں گیا۔ تو ایک غیور مومن کی طرح خلیفہ صاحب کو اس غلط بیانی...

چند مغالطے

حضرت مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ پر منافقت کا الزام

گذشتہ اشاعت میں ہم نے شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کا مختصراً ذکر کیا تھا، جنہوں نے خلافت محمود سے اپنا اخلاص ثابت کرنے کے لئے "پیغام صلح" کی تردید میں دو مضامین لکھے ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ اپنے دعوئے اخلاص میں کہاں تک حق بجانب ہیں، یہ پیر اور مرید کا معاملہ ہے، وہ جانیں اور ان کا کام، لیکن جہاں تک ان مغالطہ اندازیوں کا تعلق ہے جو ان مضامین میں کی گئی ہیں، ہم ان کا مختصراً جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم اس افسوسناک حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان لوگوں کو حضرت مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس قدر بغض اور تعصب ہے کہ طرح طرح سے انہیں کوسنا اور مورد طعن ٹھیرانا آج ان کا شعار بن چکا ہے۔ ان مطاعن کا دروازہ خود خلافت مآب نے کھولا ہے، جنہوں نے پہلے اپنے خطبہ جمعہ میں حضرت مولانا مرحوم کے بیٹوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بازپرس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت "شرم کے مارے حضرت خلیفہ اول کی گردن جھک جائے گی" اور حضرت مولٰنا ہی نہیں حضرت ابوبکر رضؓ کو بھی اس زبان طعن سے مستثنےٰ نہ کرتے ہوئے یہ کہدیا کہ "جس طرح ابوبکر رضؓ کی گردن شرم کے مارے جھک جائے گی"۔ (الفضل ۱۷ اگست ۱۹۵۶ء) بلکہ انبیائے کرام کی شان میں بھی یہ گستاخی کا کلمہ کہے بغیر انہیں چین نہ آیا کہ:-

"ایک نورالدین رضؓ کیا نوحؑ اور موسٰےؑ اور عیسٰےؑ بھی مل کر انہیں خدا کے عذاب سے نہیں بچاسکیں گے"

ہمارا قوان دلخراش کلمات کے جواب میں یہ پوچھتے ہوئے بھی دل لرزتا ہے کہ آیا خود میاں صاحب کے اعمال کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کی گردن بھی شرم کے مارے جھکے گی یا نہیں اور آیا وہ بھی اپنے بیٹے کو عذاب الٰہی سے بچاسکیں گے یا نہیں معاذاللہ استغفراللہ مقدسین الٰہی کے متعلق اس قسم کے کلمات استعمال کرنا کسی ایماندار اور نیک منش انسان کا کام نہیں، نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے گناہوں کا ذمہ دار ہوسکتا ہے اور نہ اس کی گردن جناب الٰہی میں اس وجہ سے جھک سکتی ہے، ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے بیٹے کے اعمال کی وجہ سے شرمندہ نہیں کرے گا۔ لیکن میاں صاحب کا انداز بیان ایسا گستاخانہ ہے کہ کوئی غیرتمند مسلمان بالخصوص احمدی مسلمان اسکو برداشت نہیں کرسکتا لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ جماعت ربوہ سے آج غیرت و حمیت کا مادہ مفقود ہوچکا ہے، ان کے نزدیک جو کچھ ہے خلیفہ محمود ہے، جو کچھ وہ کہے اس پر آمنا و صدقنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے، خواہ اس سے انبیائے کرام اور حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت مولانا نورالدین بلکہ حضرت مسیح موعود کی بھی ہتک ہوجائے اس کی پرواہ نہیں میاں صاحب اگر حضرت مولٰنا نورالدین رحؒ کا "بڑا ادب" اس بات میں سمجھیں کہ:-

"یہ لوگ بتائیں تو سہی کہ وہ کونسے ملک ہیں جن میں مولوی نورالدین صاحب رضؓ نے اسلام کی تبلیغ کی، یورپ امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ہی ملک دکھادیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو"

اور "پیغام صلح" اس کے جواب میں یہ بتائے کہ ووکنگ مسلم مشن حضرت مولانا نورالدین رضؓ کا وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا، تو ساری قادیانی جماعت نہ صرف خلیفہ صاحب کے گستاخانہ کلمات پر آمنا و صدقنا کے ڈونگرے برسائے گی بلکہ "پیغام صلح" کے پیچھے بنجے جھاڑ کر پڑ جائے گی، کہ ہیں یہ تم نے کیا کہدیا، ووکنگ مسلم مشن مولانا نورالدین کا کارنامہ کیسے ہوسکتا ہے، یہ تو خواجہ کمال الدین صاحب کا قائم کردہ ہے وہی خواجہ کمال الدین جن کے متعلق میاں صاحب کی بارگاہ سے یہ فتوےٰ صادر ہوا کہ وہ منافق ہے، اور حضرت مولٰنا نورالدین رضؓ کو اس کی تردید میں یہ کہنا پڑا کہ خواجہ کمال الدین منافق نہیں بلکہ اسکی نسبت بدظنیاں ... آج اسی خواجہ کمال الدین کے بیٹے کو جج بنا کر فیصلہ طلب کیا جاتا ہے کہ آیا ووکنگ مسلم مشن مولانا نورالدین رضؓ کا کارنامہ ہے یا اس کے باپ کا؟ اور یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے کہ جو فیصلہ آپ دیں گے ہم مان لیں گے، ان کا خیال تھا کہ خواجہ نذیر احمد صاحب مولٰنا نورالدین صاحب رضؓ کو اپنے باپ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ لیکن خواجہ نذیر احمد صاحب نے جو فیصلہ دیا وہ آپ گذشتہ اشاعت میں پڑھ چکے ہیں کیا الفضل کو اسے شائع کرنے اور ان کا فیصلہ مان لینے کی جرأت ہوئی؟ ہرگز نہیں۔ ... کبھی نہ ہوگی ہے۔ مولٰنا نورالدین رضؓ کے متعلق ان کے دل غیظ و غضب سے بھرے ہوئے ہیں، اور ان کے حق میں کوئی بات سننا انہیں کسی طرح گوارا نہیں، اس بغض و تعصب اور غیظ و غضب نے انہیں اس قدر اندھے اور دیوانے بنادیا ہے کہ صریح حقائق سے انکار کرکے یہ کہنے سے بھی دریغ نہیں کرتے کہ اگر مولٰنا نورالدین رضؓ نے کسی خط میں میاں صاحب کو نالائق اور ایسے دیرینہ جوشیلے لکھدیا تو

"حضرت مولٰنا نورالدین رضؓ منافق ٹھیرتے"

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی کے الفاظ ہیں جو "الفضل" میں شائع ہوئے ہیں، اور یہ فتوےٰ انہوں نے اس خط کی بنا پر دیا ہے، جس میں حضرت مولٰنا نورالدین رضؓ نے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو لکھا کہ:-

"نواب، میر ناصر، محمود نالائق
بے وجہ جوشیلے ہیں یہ بلا اب
تک لگی ہے یا اللہ نجات
دے"

شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کے نزدیک یہ "خط جعلی اور فرضی" ہے۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ:- "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ منبر پر کھڑے ہوکر تو مولٰنا نورالدین رضؓ نواب، میر ناصر اور محمود کے متعلق فرمائیں ... کہ "یہ سب میرے فرمانبردار ہیں اور انہوں نے کبھی اپنا دعوےٰ میرے سامنے پیش نہیں کیا"" اور پرائیویٹ خط میں خواجہ کمال الدین صاحب کو اوپر کے بیان کردہ الفاظ لکھیں اور محمود کو "نالائق" بتائیں" وہ فرماتے ہیں:-

"میں نہیں سمجھتا کہ اس سے
زیادہ منافقت کی دلیل
اور کیا ہوسکتی ہے"

دیکھا آپ نے؟ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔ یقیناً پیر کی تائید میں ایسے ہی کلمات اخلاص کا ثبوت ہوسکتے ہیں بقول شیخ سعدیؒ ؎

بہ نیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کا مطالبہ ہے کہ:-

"اگر پیغام صلح سچا ہے تو
تمام خط کا (نہ کسی ایک
ٹکڑے کا) فوٹو شائع کر
دے ورنہ وہ روز آخرت
کے حساب سے ڈرے"

ہم حیران ہیں یہ الفاظ "الفضل" نے کس طرح شائع کردیئے کیا اسے معلوم نہیں کہ "پیغام صلح" اس خط

"التزمنا ... سے خواجہ کمال الدین منافقانہ کام نہیں کرتا۔ صرف اللہ تعالےٰ کے لئے کرتا ہے ... اس کی نسبت سے ... غلط ... کرسکتا ہے میں ... کے کام ... سے"

کا نوٹس شائع کر چکا ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کے اخلاص کو وہ بھی جانتا ہے اور اس مطالبہ کو شائع کر کے اس نے انہیں خفیف کرنا چاہا ہے، بہر حال ہم شیخ صاحب کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے ذیل میں حضرت مولٰنا نورالدین رح کے اصل خط کا عکس پیش کئے دیتے ہیں :—

اسلام نہیں کی، شیخ محمد اسمٰعیل صاحب ہمیں روز آخرت کے حساب سے ڈراتے ہیں لیکن اس قسم کے الفاظ لکھتے ہوئے خود کیوں نہیں ڈرتے اپنے پیر کو کیوں نہیں ڈراتے، یاد رکھئے حضرت مولٰنا نورالدین رح کو منافق قرار دے کر آپ اس مامور الٰہی پر حملہ کر رہے ہیں جو چودھویں صدی کا امام اور مجدد اعظم ہے جس نے مسیح موعود کے منصب عالی پر فائز ہو کر نورالدین

سے فرمائے کہ ہماری فرمانبرداری کا دم بھرتے ہوئے تم کیسے خلافت کے دعویدار ہو سکتے ہو، جو کچھ کہ ہے بہر حال یہ سنہ ۱۹۱۲ء کا بیان ہے اور خواجہ صاحب کو جو خط آپ نے لکھا وہ سنہ ۱۹۱۳ء کا ہے جب حضرت مولٰنا پر حقیقت حال کا انکشاف ہو چکا تھا اس لئے اس کو منافقت قرار دینا پرلے درجہ کی خباثت نہیں تو نادانی اور ناسمجھی ضرور ہے، کاش وہ اس سے توبہ کریں اور "روز آخرت کے حساب" سے ڈر کر خلیفہ صاحب کی ہاں میں ہاں ملانا چھوڑ دیں۔

رسول کریم کو ۲۳ سال [illegible] علیہ وسلم خدا داد الٰہی [illegible]
کیسے کیسے آدمی ملے۔ [illegible]
مرزا کو علیہ السلام کس قدر آدمی ملے ۔ بہت [illegible]
[illegible] ابتداء ہی آپ لوگوں نے دکھایا مدت تک اس
مصیبت میں رہا ۔ جب کبھی نکلنا چاہا ۔ [illegible] بدگمانی
بدظنی ہوتی رہی ۔ آخر بحمد اللہ نجات ملی ۔ الحمد للہ رب العالمین
پھر باہم تنازع شروع ہوئے نواب ، میر ناصر ، محمود
نالائق بے وجہ جوشیلے ہیں ۔ بلا [illegible] لگی ہے یا اللہ نجات دے
[illegible] بیمار رہا ۔ ذیابیطس
[illegible] والسلام ۔ نورالدین ۱۲ ربیع [illegible] ۔ [illegible]

اب فرمائیں جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کہ حضرت مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خط "جعلی اور فرضی" ہے یا اصلی اگر یہ آپ کے اصل خط کا عکس ہے تو ان کا یہ کہنا کہ :—

"میں نہیں سمجھتا کہ اس سے
زیادہ منافقت کی دلیل
اور کیا ہو سکتی ہے"

اس دلی بغض و عداوت کا اظہار نہیں جو حضرت مولٰنا مرحوم کے متعلق تمام جماعت ربوہ کے اندر میاں محمود احمد صاحب نے پیدا کر رکھی ہے، آہ! آج اس مقدس انسان کو جس کے تقوٰی و اخلاص اور ایمان باللہ پر مسیح موعودؑ نے رشک کیا، اور اس پر انوار الٰہی کے نزول کی شہادت دی اس کو آیت اللہ قرار دیا اور فرمایا کہ "وہ میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے"، معاذاللہ منافق قرار دیا جاتا ہے، اس کے سر کو شرم سے جھکایا جاتا ہے اس کے کارناموں پر یہ کہکر پانی پھیرا جاتا ہے کہ اس نے کوئی خدمت

کو ان دو فرشتوں میں سے ایک قرار دیا، جن کے کندھوں پر آپ کا نزول ہوا تھا، کاش شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے نورالدین رح کو دیکھا ہوتا، اس کے فیض صحبت سے حصہ پایا ہوتا۔ اس کے پاک کلمات کو اس کے منہ سے سنا ہوتا تو ایسے کلمات ان کے ...... قلم سے نہ نکلتے اور ان کا دل اس خیال سے لرز جاتا کہ حضرت مولٰنا نورالدین کے متعلق ایسے ناپاک الفاظ استعمال کئے جائیں۔

جس غلط فہمی میں شیخ صاحب نے اپنے قارئین کو یہ کہہ کر ڈالنا چاہا ہے، کہ منبر پر تو حضرت مولٰنا نورالدین نواب میر ناصر اور محمود کو اپنے پیارے اور فرمانبردار کہا کرتے تھے اور پرائیویٹ خطوط میں نالائق اور بے وجہ جوشیلے قرار دیتے تھے، وہ صحیح نہیں، حضرت مولٰنا کی وہ تقریر جو شیخ صاحب نے نواب، میر ناصر اور محمود کی فرمانبرداری کے ثبوت میں نقل کی ہے، جون سنہ ۱۹۱۲ء کی ہے ممکن ہے اس وقت وہ انہیں ایسا ہی سمجھتے ہوں اگرچہ ہمارا خیال یہ ہے کہ یہ الفاظ تعریفاً ایک حکیمانہ انداز میں انہوں

بھارت کی مسلم آزاری

"ہمعصر "ریاست" (کانپور) ایک انگریزی کتاب "لونگ بیاگریفیز آف ریلیجس لیڈرز" (بانیان مذاہب کی زندہ سوانح عمریاں) کے طویل اور کثیر اقتباسات شائع کر رہا ہے جنہیں پڑھکر کسی برائے نام مسلمان کا خون بھی جوش کھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتاب ہے کسی یورپی یا امریکی کے قلم سے۔ لیکن اسے شائع بمبئی کی بھارتیا بک یونیورسٹی نے کیا ہے۔ اور اس سلسلہ کے غالباً جنرل ایڈیٹر یو پی کے گورنر منشی کے ایم منشی ہیں۔ کتاب کے مضامین اس درجہ گندے، بیہودہ، جھوٹے اور اشتعال انگیز ہیں کہ بغیر اصل عبارتوں کو پڑھے یقین نہیں آ سکتا کہ اس بیسویں صدی کے علم اور روشنی کے زمانہ میں بھی کوئی اس قدر بدتمیز اور گندہ دہن ہو سکتا ہے۔ اور جیسا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے، یہ کتاب اس قبیل کی ساری گندہ کتابوں میں گندہ ترین کا درجہ رکھتی ہے! مسلمان قدرتاً فرط اشتعال سے آپے سے باہر ہو رہے ہیں اور جلسوں پر جلسہ احتجاج اور اظہار غیظ کے کر رہے ہیں" (صدق جدید)

مسلمانوں کے احتجاج و اشتعال کے جواب میں ہندوؤں کی طرف سے قتل و غارت اور آتشزنی کی جو وارداتیں جگہ جگہ ہوئیں، اور فرقہ وارانہ فسادات کی صورت میں مسلمانوں کے جان و مال کا جو اتلاف عمل میں آیا اس پر وہی مثل صادق آتی ہے کہ ظالم مارے اور رونے بھی نہ دے افسوس ہے بھارت کی سیکولر حکومت قتل و خون کے اس تماشا کو خاموش کھڑی دیکھتی رہی، حتیٰ کہ جب پانی سر سے گذر گیا تو اب اس کتاب کی ضبطی کا اعلان ہوا ہے سے

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مولوی محمد علی محصل انجمن کا استعفا

مولوی محمد علی صاحب محصل انجمن نے انجمن کی ملازمت سے استعفے دیدیا ہے، لہذا آئندہ مولوی صاحب کو انجمن کے حساب میں کوئی چندہ وغیرہ نہ دیا جائے۔

عنایت علی خاں سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

دُنیوی ترقیات اور ان کا انجام

ابدی زندگی کا احساس پیدا کرنے میں ہماری ذمہ داری

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَاضرب لھم مثل الحیوۃ الدنیا کماءٍ انزلنٰہ من السماء .... والبٰقیٰت الصّٰلحٰت خیر عند ربک ثواباً و خیر املاً ——————— (الکھف)

ہر چیز انسان کے فائدہ کیلئے بنائی گئی ہے

دنیا میں اللہ تعالےٰ نے جس قدر چیزیں بنائی ہیں انسان کے فائدے کے لئے بنائی ہیں حتیٰ کہ ایسی چیزیں بھی جو بظاہر ہمیں انسان کے لئے بڑی مضر اور ہلاک کرنے والی نظر آتی ہیں وہ بھی اگر صحیح طور پر استعمال کی جائیں تو بڑی مفید ثابت ہوتی ہیں، مثلاً سنکھیا ہے یا افیون اور کچلا ہے، یہ انسان کو مار دینے والی چیزیں ہیں، لیکن اگر صحیح طور پر انہیں استعمال کیا جائے تو بڑی مفید ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض حیوانات اور کیڑے انسان کے لئے بڑے مضر ہوتے ہیں، مثلاً سانپ کو ہر شخص بڑا مضر سمجھتا ہے اور اسے ہلاک کر دینے کی کوشش کرتا ہے لیکن یہی سانپ اور اس کا زہر بعض حالات میں بڑا مفید ثابت ہوتا اور خطرناک بیماریوں کو دور کرنے کا موجب ہوتا ہے، بلکہ جانوروں کو ایسا زہریلا کیوں بنایا گیا یہ دراصل ان کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے

خدا نما دنیا

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا جوں جوں علم ترقی کرے گا ہر چیز کے زیادہ سے زیادہ فوائد ظاہر ہوتے چلے جائیں گے، دوسری طرف یہ دنیا خدا نما ہے، ایک ڈنٹھل گھاس کو دیکھئے اور ایک سر بفلک پہاڑ کو دیکھئے ہر ایک چیز خدا کی طرف اشارہ کر رہی ہے یہ پہاڑ بظاہر پتھروں کے تودے نظر آتے ہیں لیکن پتھروں میں کس قدر معدنیات ہوتی ہیں، اعلیٰ درجہ کے پھل پیدا ہوتے ہیں، پانی کے چشمے ان سے نکلتے ہیں، ہمیں ان میں توحید دکھائی دیتی ہے خدائی ہستی کا زندہ ثبوت ان سے ملتا ہے۔

پانی کی بہم رسانی میں خدائی سکیم

یہ پانی کس قدر مفید ہے، زندگی قائم رکھنے کے لئے اس کا ہونا ضروری ہے، اس کو محفوظ رکھنے کے لئے گڑھا کھودنا پڑتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے پہاڑ کی چوٹیوں پر اسے محفوظ کیا، سر بفلک چوٹیوں پر حوض بنا دئے، جن کے گرد کوئی دیوار نہیں اور ایسا توازن قائم کیا کہ حسب ضرورت پانی نیچے بہتا ہے، پھر جیسے ایک سکیم کے ماتحت کام ہو رہا ہو کہ کہاں کہاں کتنا پانی پہنچانا ہے، اسی حساب سے ہر جگہ پہنچتا ہے، اور اس غرض کے لئے کہ پانی ضائع نہ ہو اور منزل مقصود پر پہنچے اس کو پتھریلی گذرگاہوں اور متقابل رکاوٹوں سے گذارا جاتا ہے تاکہ ٹھیک اس جگہ پہنچے جہاں اس کو منشاء ایزدی کو پہنچانا منظور ہے پھر یہ سیمد پانی کا حوض جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے یوں کہ پہاڑوں کے مختلف پہلوؤں سے اگر ایک مشرق کے قطعات کی آبیاری کرتا ہے تو دوسرا مغرب کی۔ اور ان میں سینکڑوں میلوں کا تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ کیا سکیم ہے جو ایک مدبر بالارادہ ہستی کا پتہ دیتی ہے۔

اشیا کے استعمال میں شر کا پہلو

لیکن ہر ایک چیز جو خالق ازلی نے انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہے، حضرت انسان کی بد استعمالی سے اس میں شر کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے، خدا تعالےٰ نے اپنے لطف و کرم سے ہمارے لئے انگور پیدا کیا۔ انسان اس سے شراب بناتا ہے، اور بجائے فائدہ کے نہ صرف اپنا نقصان کرتا ہے بلکہ خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہوتا ہے اور افعال شنیعہ اس سے سرزد ہوتے ہیں۔

ایٹمی طاقت میں شر کا پہلو

انسان خدا تعالیٰ کی صنعت پر غور کر کے ہی خواص اشیا کا علم حاصل کرتا ہے، مگر ان کے غلط استعمال سے مفید کو مضر بنا دیتا ہے۔ مثلاً خدا تعالےٰ بھی ایٹمی طاقت استعمال کرتا ہے۔ سورج میں کروڑہا ایٹمی دھماکے ہوتے ہیں، جن سے روشنی اور حرارت پیدا ہوتی ہے لیکن ان کے مضر اثرات سے انسان کو بچانے کے لئے سورج کو زمین ۹½ کروڑ میل دور رکھا ہے اور ..... Radiation سے محفوظ رکھنے کے لئے سورج اور زمین کے مابین کرہ ہوائی حائل کیا ہے۔ ہم اس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں اور اس کی گرمی سے اناج اور پھل پکتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے تو ایٹمی طاقت کو انسان کے فائدہ کے لئے استعمال کرتا ہے۔ لیکن انسان اس کو ہلاکت تباہی اور ویرانی پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ جیسا کہ ہیروشیما میں ہوا۔

مخلوق الٰہی میں شر کا تقدیری پہلو

اس میں شک نہیں کہ بعض وقت تقدیری پہلو بھی انسان کے لئے ان چیزوں کو ضرر رساں بنا دیتا ہے مثلاً ہوا بڑی مفید چیز ہے لیکن بعض وقت ایسی تندی اس میں پیدا ہوتی ہے کہ تباہی پیدا کر دیتی ہے اسی لئے سورہ فلق میں مخلوق کے شر سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دیا، قل اعوذ برب الفلق، وہ خدا جو اندھیرے کو پھاڑ کر روشنی پیدا کرتا ہے وہ جو فالق الحب والنوی ہے دانہ کو پھاڑ کر اناج اور گٹھلی کو پھاڑ کر میوہ دار درخت پیدا کرتا ہے اس کی پناہ چاہتا ہوں کس چیز سے؟ جو بھی پیدا کیا گیا ہے اس کی شر سے

انسان کی جلد بازی اور کوتاہ نظری

اصل میں انسان بڑا جلد باز واقع ہوا ہے، ذرہ سا کسی بات میں فائدہ نظر آیا، اور اسپر گر پڑا اور اس کے بُرے پہلو کو نظر انداز کر دیا اسی لئے فرمایا کان الانسان عجولاً انسان بڑا جلد باز ہے، بل تحبون العاجلۃ و تذرون الاٰخرۃ جلدی ملنے والی چیزوں کو انسان پسند کرتا ہے اور اس کے انجام پر غور نہیں کرتا دنیا پر گر کر آخرت کو چھوڑ دیتا ہے دوسری جگہ فرمایا بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر و ابقیٰ۔ دنیا پر گر جاتے ہو لیکن آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

دنیا کو مطمح نظر نہ بناؤ

دنیا ہے تو اچھی چیز لیکن اس کو دوام نہیں، یہ چند روزہ ہے، یہ حقیقت ہے کہ جس مقصد کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا اس کے پورا کرنے کے لئے دنیا کا ہونا لازمی ہے، لیکن یہ دنیا مطمح نظر نہیں جو شخص دنیا کو مطمح نظر بنا لیتا ہے وہ اصل مقصد کو کھو دیتا ہے۔

دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ

یہ آیات جو میں نے پڑھی ہیں ان میں دنیا کی زندگی کا بے ثباتی کے لحاظ سے نقشہ کھینچا ہے فرمایا واضرب لھم مثل الحیٰوۃ الدنیا کماءٍ انزلنٰہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ھشیماً تذروہ الریٰح ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حقیقت بیان کر جس کی مثال یہ ہے کہ آسمان سے پانی آتا ہے جس کے ساتھ زمین کی روئیدگی اختلاط پیدا کرتی ہے (یہاں درمیانی حصّہ کو چھوڑ دیا ہے کہ کس طرح وہ بڑھتی پھولتی اور لہلہاتی ہے اور انجام کی طرف متوجہ کیا ہے کہ) آخر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور ہوا اسے اڑائے پھرتی ہے۔ اگر اس کو دنیوی زندگی پر محمول کیا جائے تو سماء مرد ہے اور ارض عورت ہے، ان دونوں کے ملنے سے انسان بنتا ہے۔ انسان کی پیدائش کے لحاظ سے سماء اور ارض سے یہاں مرد اور عورت کی طرف اشارہ ہے زمین کے اختلاط

سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ پھر زندگی کی مختلف منزلیں طے کرنے کے بعد بالآخر مر جاتا ہے اور اس کا جسم خاکی ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے جس کو ہوا اُڑا ئے پھرتی ہے کیا صحیح صحیح نقشہ دنیاوی زندگی کا کھینچا ہے۔

قادیان کا ایک منظر

میرے سامنے اس وقت قادیان کا ایک منظر آگیا غالباً ۱۹۰۴-۵ء کا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ ... بڑی مسجد کے صحن میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جماعت کو نصیحت فرما رہے تھے، آپ کی آواز میں ایک خاص درد اور رقت تھی، فرمایا یہ جو بیٹھے ہیں سب قبریں ہی ہیں کون ہم میں سے جانتا ہے کہ وہ اگلے سال یہاں ہوگا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم جو یہاں بیٹھے ہیں سب قبریں ہی ہیں۔ مجھے تو ایک مجمع اور قبرستان کے مجموعے میں سوائے حالت کے کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ آپ یہاں جمع وہ وہاں جمع ہیں۔ اگر یہ زندہ بیکار ہیں، تو گورستان کے مُردوں اور ان زندوں میں چنداں فرق نہیں۔

اگلی زندگی کا احساس

حضرت صاحب نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ میں اپنی جماعت کو قبر کے منہ پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگلی زندگی کا احساس اور فکر موت عموماً لوگ نزدیک دیکھتے ہیں اور طلب منفعت اور عیش و آرام کی خاطر اپنی پیدائش کی غرض کو بھول جاتے ہیں، ان کا نظریہ یہ ہو جاتا ہے کہ اب تو آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے۔ چنانچہ اگلی آیت میں اسی کا نقشہ کھینچا ہے، المال والبنون زينة الحيوة الدنيا، مال بھی اور بیٹے بھی اس دنیا کی زندگی کی زینت ہیں والبقيت الصلحت خير عند ربك ثوابًا وخير املا خدا کے نزدیک باقی رہنے والے نیک اعمال ہیں جو بدلے اور امید کے لحاظ سے بہترین چیز ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیاداروں کی نظروں میں مال اور اولاد ہی سب کچھ ہے لیکن مال والوں کا بیشتر حصہ ہے جو حرام کا مال کھاتے ہیں، بلیک میل اور طرح طرح کی بے ایمانیوں سے مال جمع کرتے ہیں، لیکن آخر اسے چھوڑنا پڑتا ہے نہ ساتھ لے جانے والی یہ چیز تو نہیں، ساتھ لے جانے والی باقیات الصالحات ہیں نیک اعمال ہی ہیں جو انسان کے ساتھ جائیں گے۔

دنیوی ترقیات کا رُعب

یہ وہ حقیقت ہے جس کو وقت کے مجدد نے ہمیں سمجھایا، آج اسلام کو لوگ بھول چکے ہیں، دنیا کی ترقی کا اتنا رعب چھایا ہوا ہے کہ اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، کچھ سال ہوئے علامہ مشرقی نے ایک کتاب لکھی تھی تذکرہ اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ یورپ کی جو تہذیب اور اس کی ترقیات ہیں یہی اصل اسلام ہے دیکھو کس قدر دنیا کا غلبہ ہے ایک مسلمان اسلام کی غرض و غایت اس کو ہی قرار دیتا ہے۔

احمدی کی ذمہ داری

میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ احمدی کی ذمہ داری بہت بڑی ہے آج جو جمود ہم میں پایا جاتا ہے اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ لوگ اپنی ذمہ داری کو نہیں پہچانتے، ہم تو زندہ قوم تھے کیا اب اپنا نام مُردوں میں لکھائیں گے، اگر اب بھی ہم میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے تو آپ کے اندر وہی زندگی کی روح پھر پیدا ہو سکتی ہے اور وہی نقشہ جو قرون اولیٰ میں اسلام کا تھا۔ پھر نظر آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نقطہ کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ؎

از دو دیں پرودی آمد فرح اندر نخست
بازچوں آید سپاہم از یں رہ بالیقیں

حضرت مسیح موعودؑ کے چند الہامات

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ۷ ستمبر ۱۹۰۵ء کو مجھے ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا "آتش فشاں" پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا "مصالح العرب" "مسیر العرب" پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا "بامراد" پھر ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا ہوا تھا "رد بلا"۔ یہ حضور کے چند الہامات ہیں جو ایک دن اور ایک ہی وقت دکھائے گئے، الہامات کا صحیح مفہوم تو خدا تعالےٰ ہی کو معلوم ہوتا ہے جو ان کو نازل کرنے والا ہے۔ لیکن جب وہ پورے ہوتے ہیں تو اپنا مفہوم آپ متعین کر دیتے ہیں اور ایسی صفائی سے پورے ہوتے ہیں کہ کسی سعادت مند اور تعصب سے خالی انسان کو ان کے خدائی الہام ہونے میں شک نہیں رہتا۔

مندرجہ بالا الہامات کس شکل میں پورے ہونگے اس کے متعلق یقینی طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اس وقت نہر سویز کے تنازعہ کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوئے ہیں نظاہران کا تعلق اسی تنازع سے نظر آتا ہے میں جو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سے مصر نے نہر سویز کو اپنی ملکیت میں لینے کا اعلان کیا ہے اس وقت سے برطانیہ اور فرانس میں غم و غصّہ کی لہر دوڑ گئی ہے اور انہوں نے مصر کو جنگ کی دھمکیاں دینا شروع کر دی ہیں۔

اور جنگ کی دھمکیوں کا مطلب بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ مصر پر آگ کی بارش کر دیں گے اور اس کو جلا کر راکھ کر دیں گے گویا الہام کے الفاظ "آتش فشاں" کے معنی آگ برسانا کے ہیں بظاہران کی دھمکیوں پورے ہو گئے ہیں۔

اس کے بعد "مصالح العرب" کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ اس آگ برسانے کا تعلق عرب کے مصالح سے ہے اور ان کو اس آگ برسانے کے ذریعہ خطرہ میں ڈ[...] ہے اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ جنگ کی دھمکیو[ں کا] تعلق بھی عرب کے مصالح کو نقصان پہنچانا ہے۔ الہ[ام] کا تیسرا جزو "مسیر العرب" ہے یہ جزو بھی پوری ہوگئی کیونکہ تمام عرب حکومتوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اگر م[صر] پر حملہ کیا گیا تو وہ سب کی سب مصر کے ساتھ ہونگی [اور] مصر اگر مقابلہ کرے گا تو وہ سب کی سب اس مقابلہ میں شریک ہوں گی اور اسی راہ پر گامزن ہوں گی جس [پر] وہ گامزن ہوگا۔

چوتھا جزو "بامراد" ہے اگر یہ الہامات اسی و[اقعہ] کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور جو کچھ میں نے سمجھا [ہے] وہی درست ہے تو اس میں کامیابی کی بشارت [ہے] جو اپنے وقت پر انشاء اللہ پوری ہوگی۔

پانچویں جزو "رد بلا" ہے یہ جزو بھی بشا[رت] پر مشتمل ہے اور وہ بتلا رہی ہے کہ وہ بلا جس کی دی جا رہی ہے دُور ہو جائے گی باقی یہ نہیں کہا جا[سکتا] کہ جنگ کے بعد دُور ہوگی یا جنگ کی دھمکی کا عملی [جامہ] پہننے سے قبل ہی دُور ہو جائے گی بہرحال بلا کے [دور] ہونے کی بشارت اس میں موجود ہے۔

اگرچہ کچھ میں نے ان الہامات سے اخذ [کیا ہے] وہ اسی طرح وقوع میں آئے تو ایک طرف خدا کی [ہستی پر] کس قدر محکم ایمان پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں [اور] دوسری طرف حضرت مرزا صاحب کے الہامات [کے] من اللہ ہونے پر زبردست دلیل قائم کر دیتے ہیں [اور] اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر کس قدر زبرد[ست] ثبوت بہم پہنچا دیتے ہیں کہ قرآن اور رسول کریم [کی] پیروی کے نتیجہ میں ایک مومن اتنے بلند مقام پر پہنچ [جاتا ہے] کہ خدا کی ہمکلامی کا شرف اسے حاصل ہو جاتا ہے [یہاں] تک کہ ۱۵ برس بعد میں پیدا ہونیوالے عظیم الشان [واقعات] پر اسے قبل از وقت مطلع کر دیتا ہے اور اگر ان الہا[مات] کے پورا ہونے کا کوئی اور وقت اور کوئی اور صورت مقدر ہے تب بھی یہ الہامات اس وقت پورے ہو کر ایسا ہی محکم ایمان پیدا کرنے کا موجب ہوں گے والعلم عند اللہ۔ والسلام۔ خاکسار۔ عبدالرحمٰن مصری

حضرت مسیح موعودؑ کی اعجازی دعائیں

چودھویں صدی والے بزرگ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا دعا کرنا اور اس کے نتائج

مولانا مرتضیٰ خان حسن

حسین کامی ترکی قونصل متعینہ کراچی کے لاہور آنے اور حضرت مسیح موعود سے ملاقات کرنے کا ذکر ہم پہلے .... کر آئے ہیں۔ حضرت حجۃ اللہ کو سلطنت ترکی کے اراکین کے متعلق جو کچھ کشفی طور پر معلوم ہوا اس پر مخالفین نے اخبارات میں جو طوفان بے تمیزی برپا کیا اس کے بارہ میں بھی ہم ... ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں، اس ضمن میں ایک امر جو حضرت مسیح موعود کی دعا سے تعلق رکھتا ہے بیان کرنا ضروری ہے اور اس کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ ان دنوں میں راولپنڈی سے ایک اخبار "چودھویں صدی" نکلتا تھا۔ اس کے ۱۵ر جون کے پرچہ میں اس ترکی قونصل کی حمایت اور تعریف میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں حضرت حجۃ اللہ پر سخت ناپاک حملے کئے گئے اور اس مضمون میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ مرزا قادیانی کا حسین کامی کے متعلق مضمون سن کر ایک بزرگ نے یہ شعر پڑھا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

جب یہ مضمون حضرت کی نظر سے گذرا تو آپ کو اس بزرگ کے اس شعر پڑھنے سے از حد رنج ہوا اور رنج ہونا بھی تھا کیونکہ حضور نے جو کچھ سلطنت ترکی کے اراکین کے متعلق تحریر فرمایا تھا، وہ سراسر نیک نیتی اور خیر خواہی اور ہمدردی پر مبنی تھا۔ کیونکہ کسی عداوت یا بغض یا عناد کی بنا پر نہ تھا۔ پھر ایسے ہمدرد انسان کے متعلق یہ کہنا کہ خدا اس کی پردہ دری کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ نیکوں کو مطعون کرتا اور ان کو برا بھلا کہتا ہے کس قدر ظلم ہے حضرت نے ۲۵ر جون ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا اور اس میں تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے آپ نے اعلان کیا کہ ہم سلطان روم کی عزت کرتے ہیں اور ان کی سلطنت کی بقا اور استحکام کے دل سے خواہاں ہیں اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ حسین کامی جیسے بددیانت اور غدار عمال ترکی کی نسبت لکھا ہے۔ اسی اشتہار میں آپ نے چودھویں صدی والے بزرگ کے شعر بالا پڑھنے کا ذکر فرما کر آپ نے ذیل کی عبارت تحریر فرمائی:—

"لیکن ایک عجیب بات ہے کہ جس کا اس وقت ذکر کرنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب یہ اخبار چودھویں صدی میرے روبرو پڑھا گیا تو میری روح نے اس مقام میں بد دعا کے لئے حرکت کی جہاں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نے جب یہ اشتہار (یعنی اس عاجز کا اشتہار) پڑھا تو بے ساختہ اس کے منہ سے یہ شعر نکل گیا ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

میں نے ہر چند اس روحی حرکت کو روکا اور دبایا اور بار بار کوشش کی کہ یہ بات میری روح سے نکل جائے مگر وہ نکل نہ سکی۔ تب میں نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ تب میں نے اس شخص کے بارے میں دعا کی جس کو بزرگ کے لفظ سے اخبار میں لکھا گیا اور میں جانتا ہوں کہ

وہ دعا قبول ہو گئی

اور وہ دعا یہ ہے کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں کذاب ہوں اور تیری طرف سے نہیں ہوں اور جیسا کہ میری نسبت کہا گیا ہے ملعون ہوں مردود ہوں اور کاذب ہوں۔ اور تجھ سے میرا تعلق اور تیرا مجھ سے نہیں تو میں تیری جناب میں عاجزانہ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہلاک کر ڈال اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور تیرا بھیجا ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوں تو اس شخص کے پردے پھاڑ دے جو بزرگ کے نام سے اس اخبار میں لکھا گیا ہے لیکن اگر وہ اس عرصہ میں قادیان میں آکر مجمع عام میں توبہ کرے تو اسے معاف فرما کہ تو رحیم کریم ہے۔ یہ دعا ہے جو میں نے اس بزرگ کے حق میں کی۔ مگر مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں، اور کہاں رہتے ہیں اور کس مذہب اور کس قوم سے ہیں جنہوں نے مجھے کذاب ٹھہرا کر میری پردہ دری کی پیشگوئی کی اور نہ مجھے جاننے کی کچھ ضرورت ہے۔ مگر اس شخص کے اس کلمہ سے میرے دل کو دکھ پہنچا اور ایک جوش پیدا ہوا تب میں نے دعا کر دی۔ اور یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک اس کا فیصلہ کرنا خدا سے مانگا ہے۔"

پھر اس سے آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:—

"اگر میں سچا ہوں تو اس بزرگ کی خدا تعالیٰ ایسے طور پر پردہ دری چاہتا ہوں جو بطور نشان ہو اور جس سے سچائی کو مدد ملے۔ ورنہ یعنی دنیا سے میرا مرنا بہتر ہے۔ میرے صادق یا کاذب ہونے کا یہ آخری معیار ہے۔ جس کو فیصلہ ناطق کی طرح سمجھنا چاہیئے۔"

حضرت کے اس اشتہار شائع ہونے پر اس چودھویں صدی کے بزرگ کو کچھ ایسے آثار نظر آئے جس سے اس کی پردہ دری ہونے کا احتمال تھا۔ وہ ایک سعید الفطرت انسان تھا۔ بعض غلط فہمیوں کے ماتحت اس کی زبان سے وہ شعر نکل گیا اس لئے اپنی پردہ دری کے آثار نظر آتے پر وہ بزرگ خدا کے سامنے جھک گیا اور ایک معافی نامہ حضرت کی خدمت میں ارسال کر کے نہایت عجز و الحاح سے طلب عفو کا خواستگار ہوا۔ یہ خط ۲۹ر اکتوبر ۱۸۹۷ء کی تحریر ہے۔ اس خط کے اقتباسات میں ذیل میں دیتا ہوں:—

"اخبار چودھویں صدی والا مجرم"

سیدی و مولائی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک خطاکار اپنی غلط کاریوں سے اعتراف کرتا ہے (اس نیاز نامہ کے ذریعہ سے) قادیان کے مبارک مقام پر (گویا) حاضر ہو کر آپ کے رحم کا خواستگار ہوتا ہے۔ یکم جولائی ۱۸۹۷ء سے یکم جولائی ۱۸۹۸ء تک جو اس گنہگار کو مہلت دی گئی ہے اب کسی بادشاہت میں آپ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مجرم قرار دیتا ہے۔ (اس موقعہ پر مجھے الہام ہوا کہ جس طرح آپ کی دعا قبول ہوئی میری التجا اور عاجزی قبول ہو کر حضرت اقدس کے حضور سے معافی دلا دی گئی) مجھے اب زیادہ معذرت کرنے کی ضرورت نہیں تاہم اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابتدا سے آپ کی اس دعوت پر بہت غور سے جویائے حال رہا اور میری تحقیق ایمانداری اور صاف دلی پر مبنی تھی اور ۹۰ فیصدی یقین کا مدارج پہنچ گیا۔

(۱) آپ کے شہر کے آریہ مخالفوں نے گواہی دی کہ آپ بچپن سے ہی صادق اور پاکباز تھے

(۲) آپ جوانی سے اپنے تمام اوقات خدا واحد حی و قیوم کی عبادت میں لگاتار صرف فرماتے رہے ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

(۳) آپ کا حسن بیان تمام عالم اسلامی سے صاف صاف علیحدہ نظر آتا ہے آپ کی ...

میں ایک زندہ روح ہے (فیہا ھدی ونور) آپ کا مشن کسی فساد اور گورنمنٹ موجودہ کی (جو تمام حالات سے اطاعت و شکر گذاری کے قابل ہے) بغاوت کی رہنمائی نہیں کرتا۔ ان اللہ لا یحب فی الارض الفساد۔ حتی کہ میرے بہت سے مہربان دوستوں نے جو ان سے آپ کے معاملات پر میں ہمیشہ بحث کرتا رہتا تھا۔ مجھے .... خطاب سے مخاطب کیا" [1]

اس کے بعد اس بزرگ نے وہ غلط فہمیاں بیان کی ہیں جو عارضی طور پر حضرت اقدس کے متعلق پیدا ہو گئی تھیں اور جن کی وجہ سے وہ شعر انکی زبان سے نکل گیا تھا، اب چونکہ اس بزرگ کو پردہ دری کے آثار نظر آنے لگے فوراً توبہ کی طرف رجوع کیا چنانچہ خود لکھتے ہیں :-

"مگر یہ صرف میرا دلی خیال ہی نہ رہا بلکہ اس کا ظاہری اثر محسوس ہونے لگا کچھ بنائیں ایسی خارج میں پڑنے لگیں جس سے میں .... (اعوذ باللہ) مصداق ہونے لگا (یعنے آثار خوف ظاہر ہوئے) چودہ سو برس ہونے کو آتے ہیں کہ خدا کے ایک برگزیدہ کے منہ سے یہ لفظ ہماری[2] قوم کے حق میں نکلے تو کیا قدرت ہباءً منثوراً کرنے کا خیال ہے (تبت الیک یا رب) پھر ایک مقبول الہٰی کے منہ سے وہی کلمہ کہ مجھے کچھ خیال نہ ہو۔ پس یہ ظاہری خطرات مجھ کو اس خط کے تحریر کرتے وقت سب کے سب آڑے ہوئے دکھائی دیئے (جن کی تفصیل پھر کبھی کرونگا) اس وقت تو میں ایک مجرم گنہگار دل کی طرح آپ کے حضور میں کھڑا ہوا ہوں اور معافی مانگتا ہوں (مجھ کو

---

[1] مرزائی کے خطاب سے مخاطب کیا۔ (مؤلف)

[2] حضرت حجۃ اللہ نے بتقضائے اخلاق اس بزرگ کا نام ظاہر نہیں کیا۔ دراصل ان کا نام راجہ جہانداد خان چیف آف گکھڑ تھا۔ ہماری قوم سے مراد گکھڑ قوم مراد ہے جو اپنے آپ کو ایرانیوں کی اولاد بتاتے ہیں۔ اور ایک برگزیدہ کے منہ سے جن الفاظ کا یہاں ذکر ہے یہ حضرت نبی کریم صلعم کے ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے جو حضور صلعم کسریٰ ایران کے متعلق فرمائے تھے اور جن کے مطابق کسریٰ ہلاک ہوا تھا اور اس کی قوم تباہ ہو کر جلا وطن ہو گئی۔ راجہ صاحب موصوف نے یہاں اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہمارے جدامجد یعنے کسریٰ نے خدا کے مقبول نبی کا انکار اور مخالفت کر کے کیا نتیجہ حاصل کیا کہ میں بھی اب خدا کے ایک مقبول بندے کی مخالفت کر کے اپنے آپکو تباہی میں ڈال لوں۔ (مؤلف)

حاضر ہونے میں بھی کوئی عذر نہیں مگر بعض حالات ظاہری حاضری سے معاف کئے جانے کے مستحق ہوں) اور شاید جولائی ۱۸۹۶ء سے پہلے حاضر ہی ہو جاؤں امید ہے کہ بارگاہ قدس سے بھی آپ کو راضی نامہ دینے کے لئے تحریک فرمائی جائے کہ قسی ولعل یحدث اللہ امراً قانون کا بھی یہی اصل ہے کہ جو جرم عمداً اور جان بوجھ کر نہ کیا جائے وہ قابل راضی نامہ و معافی کے ہوتا ہے۔ فاعفوا واصفحوا ان اللہ یحب المحسنین۔"

میں ہوں حضور کا مجرم

(دستخط بزرگ)

۲۹ اکتوبر ۱۸۹۵ء

اس واقعہ کے متعلق ہمیں کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ قارئین کرام خود اس کا مطالعہ کر کے نتیجہ اخذ کریں گے۔ فی الجملہ حضرت نے یہ تحریر فرمایا کہ ان کی یہ دعا قبول ہوگئی ہے اسکی تصدیق اس بزرگ کی تحریر سے ہو رہی ہے جنہوں نے صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ انہوں نے اس دعا کے اثرات کو محسوس کیا اور اس نے توبہ کی طرف فی الفور رجوع کر کے حضرت سے معافی طلب کی جس پر حضرت نے ان کو معاف فرمایا۔ حضور نے اس بزرگ کے خط کو ایک اشتہار کی شکل میں جس کا عنوان تھا اخبار چودھویں صدی والے بزرگ کی توبہ ۲۰ نومبر ۱۸۹۵ء کو شائع فرمایا جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ :-

"خدا تعالے اس بزرگ کی خطا کو معاف کرے اور اس سے راضی ہو میں اس سے راضی ہوں اور اس کو معافی دیتا ہوں چاہیئے کہ ہماری جماعت کا ہر شخص اس کے حق میں دعائے خیر کرے"

اخبار احمدیہ

—— مری سے حضرت امیر ایدہ اللہ ۲۰ ستمبر کو واپس لاہور تشریف لا رہے ہیں، آپ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ :-

"میں لاہور سے سرگودھا چلا گیا تھا۔ وہاں پہ ایک شادی کی تقریب تھی......... یہ تقریب بھلوال میں منعقد ہوئی۔ اس میں سرکاری افسروں نے اور بہت سے وکلاء نے شرکت کی۔ خطبہ نکاح میں نے دیا۔ ایک سیشن جج بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ وہ خطبہ سن کر بے اختیار اونچی آواز سے اس تلقین کے متعلق اچھے اچھے کلمات استعمال کرنے لگے۔ اور مجھے کان میں کہا کہ میں نادر شاہ کا بیٹا ہوں جو آپ کی جماعت کے رکن تھے۔ میں نے ان کو بتایا کہ سید نادر شاہ صاحب نہایت ہی مخلص احباب میں سے تھے۔ ان کے تعلقات خود میرے ساتھ نہایت محبت و اخلاص بھرے تھے۔

یہ نکاح چوہدری عبدالرزاق وکیل ..... پسر ... ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اور خالدہ عزیزہ دختر سینئر سب جج چوہدری عزیز احمد صاحب کے مابین ہوا۔ جج صاحب نے اس تقریب کی خوشی میں یک صد روپے دیئے۔ میں نے سرگودھا میں اپنی جماعت کی تنظیم بھی کی ہے۔ اس کے ممبر یہ ہیں :-

(۱) خان عبدالرؤف نیازی کالونی آفیسر سرگودھا

(۲) ڈاکٹر عبدالمجید صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف ہیلتھ سروسز (ریٹائرڈ)

(۳) محمد اکبر صاحب چیمہ ایڈووکیٹ

(۴) چوہدری عبدالرزاق صاحب وکیل

(۵) شیخ میاں محمد انور صاحب مالک پاک آئل اینڈ آئس فیکٹری۔

چک ۸۸ کے ایک کپتان صاحب نے پانچ روپے ماہوار چندہ دینا منظور کیا ہے۔ ۴ نوجوانوں نے سلسلہ میں بیعت کی ہے۔ ۱۲ نوجوان لڑکیوں نے جن میں سے تین کالج میں زیر تعلیم ہیں بیعت کی ہے"۔

"میں چک ۱۸ جنوبی میں بھی چلا گیا تھا۔ نمبردار محمد حسین نے ۵۰ روپے دیئے ہیں۔ وہاں پر ہر ایک دوست سے ملاقات کی۔ ایک صاحب کے گھر گیا لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ والسلام

صدرالدین ۔ ۱۲ ستمبر ۔ کوہ مری

—— کراچی سے اطلاع ملی ہے کہ محترم مولٰنا یعقوب خان صاحب کے اعزاز میں میٹروپول ہوٹل میں ایک شاندار عصرانہ دیا گیا جس میں دو سو سے زیادہ معزز ترین شہر اور بڑے بڑے عہدیدار اور نمائندگان اخبارات شامل تھے، اس موقعہ پر کئی معزز حضرات

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

اخبار احمدیہ (بقیہ کالم ۱)

نے تقاریر کیں اور خانصاحب ممدوح ..... کو ان کے اہم اقدام پر خراج تحسین ادا کیا، ۱۱ ستمبر کو خانصاحب، جہاز پر سوار ہو گئے، آپ کا عدن سے ۱۴ ستمبر کا لکھا ہوا خط موصول ہوا ہے جس میں آپ لکھتے ہیں کہ :-

"احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ جس کام کے لئے میں آیا ہوں کامیابی ہو"

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مینیجر

مخالفینِ احمدیت اور ہم

از زیڈ سلطان ایڈووکیٹ

عام متعصب تنگ خیال اور کوتاہ نظر مسلمانوں کے ذہن پر یہ خیال چھایا ہوا ہے کہ احمدی جیسے آپ دیگر مسلمانوں سے خود ہی علیحدہ کرتے ہیں اور اتنے کٹر ہوتے ہیں کہ مرزا صاحبؒ کو انبیاء سے بھی بڑھ کر سمجھتے ..... ہیں۔ حالانکہ اس میں ذرہ بھر حقیقت نہیں کیونکہ ایسا خیال محض خیال ہی نہیں بلکہ یہ احراریوں، مودودیوں، پرویزیوں اور اسی طرح کے لوگوں کی بدنیتی کا نمونہ ہے جو احمدیت سے اختلاف کرنے والوں میں کیڑے نہیں نکالوں گی۔ لیکن جو الزام ہم پر دیا جاتا ہے اس سے زیادہ مرتکب مخالف لوگوں کو دکھانے پر مجبور ہوں مثلاً:-

(ا)۔ مشہور ہے کہ احمدی لوگ قادیان کو اپنے حج کی جگہ ...... سمجھتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ تونسہ شریف، ملتان ..... شریف، پاک پتن شریف، اجمیر شریف، نہ جانے کیا کیا شریف تو سبھی نے سنے ہوں گے۔ مگر قادیان کے ساتھ لفظ شریف آپ نے کبھی سنا نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب ہے اگر ہم قادیان کی مٹی اور سرزمین کو اتنی اہمیت دیتے تو اور کچھ نہیں ہم بھی قادیان کو قادیان شریف ضرور مشہور کرتے۔ لیکن ہم بفضلِ خدا۔ مادہ پرست نہیں ہیں۔ ہم قادیان کا محض اس لحاظ سے احترام کرتے ہیں کہ وہاں بھی اُن دنوں جہالت اور گمراہی کا دور دورہ ہوتے ہوئے روحانیت کی بارشیں ہوئیں۔ اللہ کا ایک دوست اُٹھا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ مخالفت آج تک اپنی ناکامیوں پر آنسو بہا رہا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ اگر ٹھیٹھ اسلامی نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان جا کر دیکھو" بھلا بتائیے اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ کوئی بندۂ خدا ہے جو ثابت کرے کہ کسی احمدی نے قادیان کو بیت اللہ شریف سمجھا ہو اور وہاں کا حج کر کے حاجی بن بیٹھا ہو؟ ایسی بے پرکی اُڑانے سے اپنی خفت مٹانے کی کوشش مت کیجئے۔ علاوہ ازیں جتنے شہر بھی آپ کی نظر میں "شریف" ہیں وہ اپنے اپنے عہد کے مجددین اور اولیاء اللہ کے باعث ہی شریف کہلاتے ہیں۔ لیکن ہم تو ایسا بھی نہیں کرتے پھر ہمیں کیوں بدنام کیا جاتا ہے کہ ہم قادیان کو بیت اللہ تصور کرتے ہیں۔

(ب) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ احمدی زبان سے ڈر کے مارے اسلامی عقائد بیان کرتے ہیں لیکن دل کے کھوٹے ہوتے ہیں۔ باطن میں کچھ اور عقائد ہوتے ہیں جو کسی پر ظاہر نہیں کرتے!! آپ ہی مجبور ہوں کہ ایسے خیال کو حماقت کا نام دوں۔ ذرا آپ بھی سوچیں کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ کہ تبلیغ تو خالص اسلامی عقائد کی ہو اور لوگوں کو پھنسا رکھا ہو غیر اسلامی عقائد میں؟ ہمیشہ ہر جماعت کا مسلک اس کی تحریروں ظاہری تبلیغ، اعمال اور شائع شدہ لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے، آپ جس جماعت سے بھی تعلق رکھتے ہوں کیا یہ اجازت دیں گے کہ آپ پر بھی ہم اسی قسم کا شبہ کریں کہ آپ کی جماعت کا ظاہر اور باطن بھی ایک نہیں۔ قرآنی احکام اور احادیث رسول اللہ صلعم تو ہم جتا جتا کر تھک گئے بہتوں نے مانا اور بہت ساروں نے ٹھکرا دیا۔

(ج) مخالف یہ کہتے ہوئے بھی خدا سے نہیں ڈرتے ..... کہ مرزا صاحب مجدد تو ایک طرف ایک پاکیزہ انسان بھی نہ تھے۔ ہم آپ کے پیرانِ طریقت کو اسی سے اپنے اعمال کے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ غصہ تھوک دیجئے کیونکہ بات معقول ہے۔ کہ آپ کے حار شاد ہیں۔ کوئی پیر و مرشد اپنے مرید کی لڑکی لے اڑتا ہے تو کوئی عصمت پر ہاتھ صاف کرتا ہے کوئی پیر و مرشد مریدوں کا مال یوں غصب کر جاتا ہے جیسے شیر مادر ہو۔ اور کوئی پیر و مرشد بیٹا اُلو سیدھا کرنے کے لئے اپنے مریدوں کے ہاتھوں سے قتل کرواتا ہے اتنے بچوں کو مروا ڈالتا ہے (خدا کی پناہ ——) اگر حساب لگایا جائے تو ڈوب مرنے کا مقام ہے ہزار پیر و مرشدوں میں سے کوئی ایک ہی ایسا نکلے گا جو ان جرائم کا عادی نہ ہو۔ لیکن وہ بھی دین کو بازیچۂ اطفال سمجھ کر سچے جھوٹے تعویذ گنڈے کرنے کا اس حد تک مجرم ہوگا کہ اپنے مریدوں میں صوم وصلوٰۃ اور دیگر ارکانِ اسلام کی محبت ہرگز پیدا نہ کر سکے گا۔ دہریئے، یہودی اور آریہ تک ہمارے منہ آتے اور کہتے ہیں مسلمان اتنا گاؤدی ہے کہ اپنے نام نہاد پیروں کے بے بنیاد معجزوں پر پیغ عصمتیں لٹانے کے بعد بھی ایسا اندھا معتقد خیال رکھتا ہے کہ عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حالانکہ آریوں جیسے خود ایسی باتوں سے ملوث ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے مسلمانوں کی ۹۰ فیصدی آبادی کو ایسے پیروں مرشدوں سے ضرور پالا پڑا ہوگا۔ وہ ذرا گریبان میں جھانکیں، اور خوف خدا دل میں رکھ کر غور کریں تو مرزا غلام احمد علیہ السلام جیسا نیک، پارسا، درد اسلام رکھنے والا اور اللہ کا سچا دوست آج ساری اسلامی دنیا میں نہیں ملے گا۔

حیرت ہے کہ گالیاں بھی اسی کو زیادہ ملتی ہیں کیا یہ احسان فراموشی اور بد اخلاقی "ختم اللہ علی قلوبھم" کی مصداق نہیں؟ میں نے بہت ضروری باتوں کو چھوڑتے ہوئے محض اوپر دیئے ہوئے تین الزامات پر ہی اکتفا کی ہے۔ سینکڑوں اور بھی ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے ترک کرنا پڑتا ہے۔ ہم حضرت اقدس کے عقائد کے مطابق ہی مخالف دوستوں سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ ہمارے پیر و مرشد کو قادیانی احباب کی طرح نبی ہرگز نہ مانیں اور اپنا پیر و مرشد بھی تسلیم نہ کریں لیکن اپنے اوپر تو خدا کا عذاب مسلط نہ کریں، جو اس صدی کے مجدد کی اندھی مخالفت کے نتیجہ میں ہو۔ آپ دقیق مسائل پر عبور نہیں رکھتے نہ سہی۔ مگر جہالت اور بد اخلاقی کا ایسا مظاہرہ تو نہ کریں جسے دیکھ کر یا سن کر کوئی تیسرا آپ کو احمق سمجھنے لگے۔

ہمارے پیر و مرشد کو پہچاننے کی ایک کسوٹی ہے اس پر عمل کریں تو انشاء اللہ حقیقت واضح ہو جائیگی عین خشوع و خضوع کے ساتھ رب ذوالجلال کے حضور حضرت اقدس کے جھوٹا یا سچا ہونے کی وضاحت مانگیے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کے مسلسل گڑگڑانے پر اللہ تعالےٰ اپنی بارگاہ سے حق دے گا۔ یہ طریق خدا دوست لوگوں کا ہوا کرتا ہے۔ اور جنہوں نے اپنے دلوں میں خود ہی گرہیں باندھ رکھی ہوں انہیں کیا کہیں وہ حق طلب نہیں کہلا سکتے جو محض اپنے قیافوں سے اللہ والوں کو پرکھتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ سے کچھ نہیں مانگتے۔

محض لفظ "احمدی یا مرزا" سے بدک جانا غیر اسلامی طریق اور فقدان جرأت کا نشان ہے۔ کتنی بد نصیبی ہے کہ زمانے کا مجدد اور محدث ——— مہدی آخر الزمان آچکا ہو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو برس قبل سلام کہا ہو اسے مسلمان قوم جھٹلا دے۔ اور رد کرے۔

انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین ۔

غول مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے
میں تو خود رکھتا ہوں انکے دین اور ایماں عار
گر یہی دیں ہے جو ہے انکی خصائل سے عیاں
میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں یہیں زینہار
جان و دل سے ہم نثار ملتِ اسلام ہیں
لیک دیں وہ رہ نہیں جس پر چلیں اہل نقار
واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

——— (مسیح موعودؑ) ———

سرگذشت عالم

کراچی - ۱۶ ستمبر - وزیر خارجہ ملک فیروز خان نون آج رات تنازعہ سویز کے متعلق ہونے والی دوسری کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن روانہ ہو گئے۔ حکومت پاکستان نے کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ مغربی طاقتوں کی اس یقین دہانی کے بعد کیا ہے کہ پاکستان پر نہر سویز کو استعمال کرنے والے ملکوں کی ایسوسی ایشن میں شامل ہونے کی پابندی نہیں ہو گی۔

وزیر خارجہ نے کہا ہے کہ پاکستان تنازعہ سویز پر غور و خوض کے لئے اس کانفرنس میں شرکت پر بھی رضامند ہو گیا ہے جو مصر نے بلائی ہے بشرطیکہ مدعو ملکوں کی اکثریت مصر کی دعوت قبول کر لے۔

لندن کانفرنس آئندہ بدھ سے شروع ہو رہی ہے۔ وزارت خارجہ کے سیکرٹری مسٹر ایم۔ ایس اے بیگ اور ڈپٹی سیکرٹری مسٹر سجاد حیدر بھی وزیر خارجہ کے ساتھ گئے ہیں۔ پاکستانی ہائی کمشنر متعینہ لندن مسٹر اکرام اللہ پاکستانی وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے کام کریں گے۔

لندن کانفرنس میں تین مختلف امور پر غور و خوض کیا جائے گا۔ یہ امور (۱) مینزیز رپورٹ (۲) کرنل ناصر کی جوابی تجاویز اور (۳) اور نہر سویز استعمال کرنے والے ملکوں کی مجوزہ ایسوسی ایشن ہیں ـــ حکومت پاکستان نے تنازعہ سویز کے تمام پہلوؤں کا بغور اور محتاط جائزہ لینے کے بعد اس کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ کیا ہے۔

ڈھاکہ - ۱۶ ستمبر - مشرقی پاکستان کی اعلیٰ غذائی کانفرنس کا سہ روزہ اجلاس آج یہاں ختم ہو گیا۔ آج کا اجلاس تین گھنٹہ تک جاری رہا۔ اس میں صوبائی وزیر اعلیٰ مسٹر عطاء الرحمٰن کے علاوہ مرکزی وزراء سید احمد علی، مسٹر دلدار احمد اور مسٹر ابو المنصور احمد نے بھی شرکت کی۔ توقع ہے کہ غذائی کانفرنس کے فیصلوں کا اعلان آج رات کر دیا جائے گا۔

لاہور - ۱۶ ستمبر - معلوم ہوا ہے کہ منگلا ڈیم کے عظیم منصوبے پر ابتدائی کام چند ماہ تک مکمل ہو جائے گا اس منصوبے پر تقریباً ایک ارب روپیہ خرچ ہو گا اور پانچ سال میں منگلا ڈیم پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ یہ ڈیم دریائے جہلم پر واقع ہو گا۔ اس کے بائیں جانب پاور ہاؤس لگایا جائے گا۔ جو تین لاکھ کیلوواٹ بجلی تیار کرے گا۔

ماسکو - ۱۶ ستمبر - ماسکو ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ روس ہر ایسی کوشش کے خلاف اپنا حق تنسیخ استعمال کرے گا جس کا مطلب یہ ہو کہ مصر کے خلاف اقوام متحدہ کے ذریعہ کارروائی کرائی جائے۔

ڈھاکہ - ۱۶ ستمبر - تین ارکان پر مشتمل ایک وفد نے آج وزیر اعظم مسٹر سہروردی سے ملاقات کی اور یہ مطالبہ کیا کہ مسلم آزار کتاب "مذہبی رہنما" کی اشاعت اور بھارتی حکومت سے احتجاج کیا جائے۔ وفد کے لیڈر مسٹر فضل القادر چوہدری ایم ایل اے نے مسٹر سہروردی سے ملاقات کے بعد بتایا "ہم نے وزیر اعظم کو ایک میمورنڈم پیش کیا ہے۔ جس میں انہیں بھارتی حکومت سے یہ مطالبہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے کہ آئندہ ایسی توہین آمیز کتابوں کی اشاعت بند کرنے کا اہتمام ہونا چاہیئے۔ اور دونوں حکومتوں کو یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ مذہبی رہنماؤں اور پیغمبروں کی شان میں گستاخی کرنے والے بدباطن افراد کو قرار واقعی سزا دیں گی۔

نئی دہلی - ۱۶ ستمبر - بھارتی صوبہ مدھیہ پردیش کے شہر جبل پور میں فرقہ وارانہ فساد کی آگ کل پھر بھڑک اٹھی ایک شخص کو چھرا گھونپ کر ہلاک کر دیا گیا اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے ایک تصادم میں چار افراد مجروح ہوئے۔

کراچی - ۱۶ ستمبر - سندھ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے ایک سب کمیٹی قائم کی ہے جو اس امر کا جائزہ لے گی کہ "ون یونٹ" کا تجربہ کس حد تک کامیاب رہا ہے۔ یہ سب کمیٹی حیدرآباد اور خیرپور کے سب ڈویژنوں سے ضروری معلومات فراہم کر کے مجلس عاملہ کے سامنے ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء سے پہلے اپنی رپورٹ پیش کر دے گی۔

کراچی - ۱۶ ستمبر - کراچی کے شوہروں کے لئے مقدمہ باز بیویوں کا مسئلہ ایک مسلسل درد سر بنتا جا رہا ہے اور اب خوبصورت اور جاذب نظر گھر والیاں اپنے شوہروں سے نجات حاصل کرنے کے لئے نئے اور آسان طریقے تلاش کرنے لگی ہیں۔ حال میں ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر مرد ہمارا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تو وہ ہمیں طلاق کیوں نہیں دے دیتے ـــ اس ضمن میں تازہ ترین اعداد و شمار سے معلوم ہوا ہے کہ روزانہ کم از کم تین بیویاں اپنے شوہروں کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کرتی ہیں۔ گزشتہ مہینے نوے خواتین نے اپنے شوہروں پر مقدمات چلائے اور ان میں سے دس طلاق حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔

لاہور - ۱۶ ستمبر - درہ خیبر کے شنواری قبیلہ نے کشمیر کو آزاد کرانے کے لئے حکومت پاکستان کو اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ اس امر کا انکشاف قبیلے کے سربراہ حاجی ملک مراد خان نے آج یہاں ریلوے اسٹیشن پر کیا۔ ملک مراد خان نے جو کراچی جاتے ہوئے آج یہاں سے گزرے بتایا کہ ڈیورنڈ لائن کے دونوں طرف بسنے والے شنواری قبائلیوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں صدر مملکت میجر جنرل اسکندر مرزا سے ملوں اور انہیں قبیلے کے اس فیصلہ سے آگاہ کروں انہوں نے کہا کہ یہ قبائلی بھارت کے نت نئے حربوں سے تنگ آ چکے ہیں اور اب وہ چاہتے ہیں کہ حکومت انہیں کشمیر کے اندر داخل ہونے کی اجازت دے تاکہ مسئلہ کشمیر کا براہ راست اور فوری طور پر حل ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ قبائلی جوناگڑھ، حیدرآباد اور کشمیر پر بھارت کی ملکیت کبھی برداشت نہیں کر سکتے بھارت میں شائع شدہ مسلم دل آزار کتاب "مذہبی راہنما" کی اشاعت و فروخت کی مذمت کرتے ہوئے ملک مراد نے کہا کہ اس کتاب کی اشاعت سے تمام قبائلیوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت اجازت دے تو جذبۂ قومیت سے سرشار قبائلی اس کتاب کے ناشر اور مصنف کو سبق سکھا دیں۔ کراچی میں اپنے قیام کے دوران میں ملک مراد صدر مملکت اور وزیر اعظم سے ملاقات کریں گے۔

ڈھاکہ - ۱۶ ستمبر - باوثوق ذرائع سے خبر ملی ہے کہ مسٹر بی کے داس نے کانگرس پارٹی کے مفاد کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مرکز میں وزارت کی پیشکش نامنظور کر دی ہے مسٹر بی کے داس اقلیتی جماعتوں

صرف ٹائیٹل ایور گرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں چھپا۔ باقی اخبار تعلیمی پریس بیڈن سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔ ایڈیٹر دوست محمد

پیغام صلح مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۶

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۰ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۷

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اپنی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

"پیغام صلح" کا خاتم النبیین نمبر

ادارہ "پیغام صلح" کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کی یاد میں ایک خاص نمبر شائع کرتا ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان ختم نبوت، آپؐ کے اوصاف حمیدہ اور کمالاتِ قدسیہ پر اعلیٰ درجہ کے مضامین درج کئے جاتے ہیں، امسال بھی اسی تاریخ کو جو ۱۷ اکتوبر بروز بدھ آئیگی ایک شاندار نمبر نکالنے کا ارادہ ہے۔ جماعت کے اہلِ قلم حضرات سے ہماری استدعا ہے کہ اس مبارک تقریب کے لئے ابھی سے اپنے جواہر ریزوں کو صفحہ قرطاس پر جمع کرنے کا اہتمام شروع کر دیں، دن بہت تھوڑے ہیں اگر یکم اکتوبر تک تمام مضامین دفتر "پیغام صلح" میں پہنچ جائیں تو پرچہ کی ظاہری و معنوی دلآویزیوں میں ہر ممکن اضافہ ہو سکتا ہے ورنہ دیر سے مضامین آنے پر ادارہ کو ایسی پریشانیوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس پرچہ کے حُسن و خوبی کو ماند کرنے کا موجب ہوتی ہیں امید ہے ہمارے احباب جن کو اللہ تعالیٰ نے علم و قلم کی نعمائے عظمیٰ سے نوازا ہے ہماری استدعا کو شرف قبولیت بخش کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔ پھر عرض کیا جاتا ہے۔ مضامین لکھنے والے احباب یکم اکتوبر تک اپنے مضامین بھیج دیں۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

علماء کیوں خاموش ہیں ؟

یکم اگست بروز بدھ :-

امروز کراچی مؤرخہ ۵ رجولائی میں ایڈیٹر کی ڈاک تلے ملک بشیر احمد صاحب۔ جیکب آباد کا ایک مراسلہ تحت عنوان "علماء کیوں خاموش ہیں ؟" شائع ہوا ہے جو من وعن ناظرین پیغام صلح کے لئے بلا تبصرہ درج ذیل ہے "علماء کیوں خاموش ہیں ؟"۔ ایڈیٹر صاحب تعجب ہے کہ سپین سے ایک مبلغ اسلام کے اخراج پر احمدیہ جماعت کے علاوہ اب تک پاکستان کی کسی اور بڑی جماعت یا ہستی نے نہ کوئی باقاعدہ احتجاج کیا ہے اور نہ ہی کوئی باقاعدہ قرارداد منظور کی ہے اسلام کی محافظت کے دعویدار ہمارے یہاں بہت سی جماعتیں ہیں۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی جماعت۔ جمعیت علمائے پاکستان اور جمعیت علمائے اسلام وغیرہ وغیرہ ہیں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں خاموش ہیں۔ یہ خاموش رہنے کی بات ہرگز نہیں ہے۔ انہیں اتنی پرزور صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیئے کہ حکومت پاکستان حکومت اسپین کو مجبور کرے کہ وہ مبلغ اسلام پر سے پابندی اٹھالے اور پھر حکومت پاکستان عیسائی پادریوں کو جو ہزاروں کی تعداد میں پاکستان میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں فوراً اخراج کے نوٹس جاری کرے۔

مدنی زندگی کے آغاز کا پہلا دن

۸ راگست بروز بدھ :-

آج ۱۳۷۶ھ کا پہلا دن ہے۔ اسلام کے لئے مکی زندگی کا اختتام اور مدنی زندگی کے آغاز کا پہلا دن ہے نبی کریم صلعم اور ثانی اثنین اذ ھما فی الغار کی عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کرتے اور اپنے سینوں میں اس عظیم روح سے مستفید ہونے کا دن ہے۔ بروز محمدی کے انصار کے لئے یہ مبارک دن خاص اہمیت رکھتا ہے۔ پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد کے وقت کو قریب تر کرنے کی جدوجہد اور ایثار و قربانی سے کام لینے کے لئے یہ یوم عظیم نشان راہ ہے۔ اے شمع احمدیت کے پروانو ذرا ۱۳۷۵ھ کا اپنا حساب و کتاب ٹٹولو پھر سال رواں کے لئے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کہتے ہوئے کشتی امید کو بحر ذخار میں ڈال دو اور وتوکل علی اللہ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کی پہلے سے زیادہ کوشش کرو اور وانصروا اللہ ینصرکم کے مبشر نظارہ سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤ۔

چیمہ صاحب کا مضمون

۹ راگست بروز جمعرات :-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے ایک گھنٹہ بیٹھے محترمی چیمہ صاحب کا قابل تحسین مضمون مندرجہ پیغام صلح ۲۹ ؍ ۔۔ "مودودی احمدیت کی گود میں" زیر گفتگو رہا۔ اللہ تعالیٰ چیمہ صاحب موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور آپ کی قلم میں مزید برکت دے آمین۔

طبیعت کی خرابی

۱۵ راگست بروز بدھ :-

رات تین بجے سے عاصفہ زابیہ (طوفان گردو باد) کا زور بڑھ گیا اور سارا آسمان غبار سے بھر گیا۔ چار بجے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد طبیعت خراب ہونے لگی۔ پانچ بجے سطح سے نیچے اتر آیا۔ چھ بجے ڈسپنسر کو بلوا کر تنفس کا زور بڑھا ساڑھے دس بجے دوسرا انجکشن لیا دوپہر طبیعت بہت ہی خراب ہو گئی غبار بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ایک مرتبہ تو خیال آیا کہ شاید وقت آگیا۔ چھ بجے ڈاکٹر ڈیسوزہ کو بلوایا اس نے بتلایا کہ بلڈ پریشر ٹھیک ہے۔ تنفس کی وجہ سے تکلیف ہے جس کا کچھ اثر قلب پر بھی پڑ رہا ہے دو انجکشن دیئے۔ ایک تقویت قلب اور دوسرا تنفس کا اور ایک قسم کے قطرے پینے کو کہہ گیا۔ رات بھر تکلیف رہی جو اللہ کو منظور راضی برضا الہٰی۔

۱۶ راگست بروز جمعرات :-

رات بھی غبار رہا سویرے تنفس کی گولی کھائی اور قطروں کا استعمال کیا۔ طبیعت سخت خراب ہے غبار برابر قائم ہے لیکن اس میں کمی واقع ہو گئی ہے۔ جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے ان سے بات چیت برابر نہ کر سکا کوئی آدھا گھنٹہ بیٹھے۔ دس بجے کے قریب استاذ السید ثنا کر سارہ مع ایک عرب دوست کے تشریف لائے۔ پندرہ منٹ بیٹھے ان سے بھی کچھ گفتگو نہ کر سکا۔ انہوں نے ایک عیسائی کے ساتھ گفتگو کا حال سنایا۔ نو وارد کا تعارف کراتے ہوئے بتلایا کہ انہیں کتاب مقدس یعنی انجیل پر بڑا عبور ہے۔ ثنا کر صاحب موصوف کی کتاب اینٹی کرائسٹ اینڈ گوگ میگوگ اور براہین احمدیہ انگریزی دیا۔ آج بھی دن بھر سورج نظر نہیں آیا لیکن خدا کے فضل سے طبیعت کل سے بہتر ہے۔ یہ چند سطور عصر کے بعد لکھ سکا ہوں۔ اللہ اپنا فضل شامل حال رکھے۔ آج بغداد میں ہڑتال منائی گئی۔ ساری دکانیں اور پبلک کا کاروبار بند ہے یوم قناۃ السویس (یوم سویز) منایا جا رہا ہے۔

شہادت حسین اور اسلام کی کربلا

۱۷ راگست بروز جمعہ :-

تاریخ اسلام میں آج کے دن کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ حق و باطل کے معرکہ کا یوم عظیم۔ آج کے دن سبط رسول اعظم۔ لخت جگر حیدر کرار رضؓ۔ جگر گوشۂ فاطمہ بتول رضؓ نے حق و صداقت کی آن قائم رکھنے کے لئے بہتر (۷۲) تن کے ساتھ اپنی جان عزیز قربان کر دی۔ اس حادثہ عظیم میں امت محمدیہ کے لئے ایک درس کبیر پنہاں ہے، وہ یہ کہ اسلام کا زندہ ہونا ایک فدیہ چاہتا ہے اور وہ اس کی راہ میں مرنا ہے یہ مرنا حقیقت میں زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاء ولٰکن لا تشعرون۔ حسین علیہ السلام کربلا کے میدان میں "قتل حسین اصل مرگ یزید ہے" کا مصداق ہوا۔ وہ وجود مقدس بل احیاء کی صف میں شامل ہو گیا اس وقت ایک ہی یزید تھا جس کے لئے ایک حسینؓ اور ایک کربلا کی ضرورت تھی۔ آج سینکڑوں یزید مختلف لباس میں اسلام کو تباہ کرنے کے لئے پیدا ہو گئے ہیں جس کا کشفی نظارہ وقت کے امام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صد چہاردہم کو دکھایا گیا وہ کرب غم سے چیخ اٹھا ؎

سیر کربلا ئیست ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اس کی زبان مبارک پر جاری ہو گیا۔ آج سینکڑوں کربلا کی ضرورت ہے جس کے لئے حسینؓ کا عملی نمونہ اس کا کام دے گا۔ اے وابستگان سلسلہ اٹھو آج کے دن کی یاد اس طرح قائم کرو کہ اپنے سینوں کو حسین رضی اللہ کی روح سے بھر کر امام وقت کے بتلائے ہوئے منہاج پر یزیدان وقت کے مقابلہ کے لئے میدان کربلا میں کود پڑو، اور حسین کی طرح اپنے گلوں کو کٹوا کر اسلام کے اصولوں کو زندہ کرنے کا باعث ہو۔ آج ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کے لئے ایک انقلاب کی ضرورت ہے۔ جس کے لئے آج خدا نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ فتح و نصرت یقینی ہے عزم صمیم کے ساتھ کفر و طغیانی کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ۔

ہفت روزہ "پیغام صلح"
لاہور
(مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۶ء)

چند مغالطے

(۲)

شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی اسی مضمون میں ایک اور دُور کی کوڑی لائے ہیں فرماتے ہیں :-

"پیغام صلح کے اسی پرچہ میں ایڈیٹر صاحب نے بڑے طمطراق سے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی ایک تقریر کا حصہ شائع کیا جو آپ نے لاہور میں ۱۹۱۱ء میں کی تھی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لاہور کا کوئی آدمی میرے امر خلافت میں روک نہیں" یقیناً خلیفہ اول نے یہ صحیح فرمایا کیونکہ اس وقت تک لاہور کا کوئی آدمی حضرت خلیفہ اول کے خلاف سازش میں شریک نہیں تھا بلکہ بغاوت کے بانی قادیان میں بیٹھے اندر ہی اندر خفیہ طریقوں اور بلانام ٹریکٹوں کے ذریعہ خلافت کو اڑانے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ لاہور میں تو وہ لوگ حضرت خلیفہ اول کے انتقال کے بعد آئے ہیں"

اس عبارت کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں ؛ وہ کون لوگ تھے "جو قادیان میں بیٹھے اندر ہی اندر خفیہ طریقوں اور بلانام ٹریکٹوں کے ذریعہ خلافت کو اڑانے کی تدبیریں کر رہے تھے" واقعات کو اگر دیکھا جائے تو میاں محمود احمد صاحب کی جماعت انصار اللہ کے سوائے تو اور کوئی لوگ قادیان میں اس کام کو کرنے والے نہ تھے ، و غالباً شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کی مراد بھی انہی سے ہے ، لیکن معلوم ہوتا ہے یہ فقرے لکھتے ہوئے وہ ڈر گئے ، کہ کہیں خلافت محمود کے ساتھ اخلاص میں شبہ پیدا نہ ہو جائے ، اس لئے ساتھ ہی لکھ دیا کہ "لاہور میں تو وہ لوگ حضرت خلیفہ اول کے انتقال کے بعد آئے ہیں" غالباً اس سے ان کی مراد حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب سے ہے ہم نہیں سمجھتے کہ شیخ صاحب نے یہ فقرہ خلوص قلب سے لکھا ہے نہ انہیں ایسا لاعلم سمجھتے ہیں کہ انہیں اس خط و کتابت کا علم نہ ہوگا جو گمنام ٹریکٹوں وغیرہ کے متعلق حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ اور میاں محمود احمد صاحب کے درمیان ہوئی ، انہیں معلوم ہوگا کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے استفسار پر جب حضرت مولانا محمد علی صاحب نے گمنام ٹریکٹوں یا دعویدار خلافت ہونے کے متعلق ...... اپنی اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی بریت کا اظہار کیا اور حضرت مولانا مرحوم نے ان کا خط میاں محمود احمد صاحب کو بھیجا تو میاں صاحب نے بھی اس پر لکھ دیا کہ

"میں انشاءاللہ سب انصار کو تاکید کر دوں گا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب کی نسبت میں نے خود کوئی ایسی بات نہیں سنی جس میں ان کی نسبت اس قسم کے الفاظ استعمال کر سکتا یا خیال کرتا اور نہ کبھی کسی نے ان کی نسبت ایسی بات کہی ، اصحاب لاہور سے ابتداء وہ حرکات سرزد ہوتی رہی ہیں اور نہ مولوی محمد علی صاحب میں یہ نقص ضرور ہے کہ جب ان کا کوئی معاملہ ہو تو وہ یونہی اپنے آپ کو شامل سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے ان کی طرف سمجھ لیتے ہیں محمود احمد"

اس سے ظاہر ہے کہ خود میاں صاحب کے نزدیک بھی حضرت مولانا محمد علی صاحب کا گمنام ٹریکٹوں یا خفیہ سازشوں سے کوئی تعلق نہ تھا اور اس کی تائید حضرت مولانا نورالدین صاحب نے بھی ان الفاظ میں کی کہ

واللّٰہ الّذی لا الٰہ الا ھو ونفسی بیدہٖ کہ میرے وہم و گمان میں ایک آن کے لئے بھی نہیں آیا کہ آپ کا یا خواجہ صاحب کا ایسا خیال ہے بلکہ میرا یقین ہے کہ دونوں کے دل میں نہیں خاکسار نے اس لئے کہا تھا کہ یہ لاہوری فتنہ پرداز نے آپ کا نام ٹریکٹ میں لکھا ہے اور لکھنوی خارجی نے خواجہ صاحب کا ، اس کا ازالہ آپ کی طرف سے ہو تم اقسم باللہ ...... نورالدین ۲۳ نومبر ۱۹۱۳ء"

پس شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کا یہ فرمانا کہ :-

"بغاوت کے بانی قادیان میں بیٹھے اندر ہی اندر خفیہ طریقوں اور بلانام ٹریکٹوں کے ذریعہ خلافت کو اڑانے کی تدبیریں کر رہے تھے"

حضرت مولانا محمد علی صاحب کے متعلق تو ہو نہیں سکتا ، اور لاہور والوں کے متعلق خود شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کا اعتراف ہے کہ :-

"لاہور کا کوئی آدمی حضرت خلیفہ اول کے خلاف سازش میں شریک نہیں تھا"

پس شیخ صاحب خود ہی بتائیں کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے انصار اللہ کے سوائے اس سازش میں اور کون شریک تھا ؟ اور کون "لاہوری فتنہ پرداز" اور "لکھنوی خارجی" حضرت مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کا نام لیکر انہیں بدنام کرنے کی کوشش کرتا تھا ؟ بینوا و توجروا ـ

پانی پتی صاحب کو شکایت ہے کہ "پیغام صلح" نے ان کے خلیفہ صاحب کو گالیاں دی ہیں حالانکہ وہ حضرت مسیح موعود کی ذریت مبشرہ میں اور ان کے متعلق مسیح موعود کی دعائیں بھی ہیں ہم اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ہم نے میاں صاحب کو کوئی گالی نہیں دی صرف واقعات کا اظہار کیا ہے ، حالانکہ گالیاں دینے کی طرح تو خود خلافت مآب نے اپنے اس "مہذب" اور "شستہ" بیان میں ڈالی تھی جس میں فرمایا تھا کہ :-

"پیغامیوں کے متعلق نہایت معتبر رپورٹ ملی ہے کہ مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں .... وہ صرف اپنا گند ظاہر کرنے کا ایک اور موقعہ ہم کو دیں گے اور کچھ نہیں .... ہمارے پاس وہ سامان موجود ہے جس سے انشاءاللہ ان کے پول کھل جائیں گے"۔

(الفضل یکم اگست ۱۹۵۶ء)

اس کلام کی شائستگی کو ملاحظہ کیجئے اور خلیفہ صاحب کی پوزیشن کو دیکھئے ، کیا کوئی خدا کا بندہ قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہے کہ ہم نے اس سے پہلے ان کے خلاف کچھ لکھا تھا ؟ بلکہ "پیغام صلح" کے یکم اگست کے پرچہ میں ہم نے میاں صاحب کے اس بیان کی تردید کرتے ہوئے کہ ربوہ کے فتنہ منافقین میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب اور جناب میاں محمد صاحب کا ہاتھ ہے ، ان سے درخواست کی تھی کہ :-

"کیا ہم امید کریں کہ آئندہ وہ اس سلسلہ میں جماعت لاہور اور اس کے بزرگوں کا ذکر ترک کر کے اس قدیم آویزش کو زیادہ تقویت نہیں دیں گے جس کے زخم اب بہت حد تک مندمل ہو چکے"۔

لیکن میاں صاحب نے ہماری اس درخواست کو نہ مانا اور چھوٹتے ہی ہمارے فرقی اور نام نہاد "گند" اچھالنے اور "پول" کھولنے کے درپے ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوبکر رضؓ اور انبیائے کرام کے متعلق ایسے ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیئے جو ایک احمدی کے شایان شان نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ مسیح موعودؑ کی اولاد اور مدعی خلافت و مصلحیت کے منہ سے ایسے الفاظ نکلیں ، پانی پتی صاحب کو چاہئے کہ پہلے خلیفہ صاحب کو سمجھائیں کہ وہ اپنی پوزیشن کا خیال کرتے ہوئے اس قسم کا طرز کلام اختیار کرنے سے پرہیز کریں۔

رہا ان کا ذریت مبشرہ ہونا ، یہ صحیح ہے کہ میاں محمود احمد صاحب اور انکے برادران خورد کی پیدائش کی خبر پہلے سے حضرت مسیح موعودؑ کو دیدی گئی تھی۔ لیکن اس سے یہ کیونکر لازم آگیا کہ جس کی پیدائش کی خبر پہلے سے مل جائے وہ ضرور نیک اور پاک ہی ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے تو انکی پیدائش کی ہی خبر دی انکے نیک اور پاک ہونے کی خبر تو نہیں دی تھی۔

رہ گئیں حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں ، بیشک انہوں نے اپنی اولاد کے لئے بہت بہت دعائیں کیں اور وہ قبول بھی ہوئیں لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ ان کی اولاد نے ان دعاؤں کی قبولیت سے فائدہ اٹھانے کی استعداد اپنے اندر پیدا نہ کی ، کیا کوئی شخص کسی حاکم کے پاس اپنے لڑکے کی سفارش کرے اور وہ اسکو منظور کر لے ، لیکن لڑکے میں اس کام کی اہلیت اور استعداد نہ ہو جس کے لئے سفارش کی گئی ہو

اس دیو سے وہ ناکام رہ جائے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس کے باپ کی سفارش قبول نہ ہوئی کسی نے سچ کہا ہے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ایک اور بڑا مغالطہ پانی پتی صاحب نے یہ دینا چاہا ہے کہ جماعت لاہور میں گویا اندرونی اور بیرونی سازشوں کا جال بچھا ہوا ہے، بیرونی سازشوں کے ثبوت میں انہوں نے یہ بتایا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں میر مدثر شاہ صاحب مرحوم احمدیہ بلڈنگس کے مہمانخانہ میں مبایلہ والوں کے اشتہارات تقسیم کرتے تھے، ہم حیران ہیں کہ اس کو "سازش" کا نام کیونکر دیا جا سکتا ہے "سازش" تب ہوتی کہ خفیہ خفیہ کچھ میاں صاحب کے خلاف ریشہ دوانیاں کی جاتیں، مبایلہ والے اپنے اشتہارات عام طور پر خود تقسیم کرتے رہتے تھے، اگر میر مدثر شاہ صاحب کو انہوں نے کچھ اشتہارات دیئے اور انہوں نے آگے لوگوں کو دے دیئے، تو اس میں سازش کونسی ہو گئی، رہی ہماری اندرونی سازش، اس کے ثبوت میں پانی پتی صاحب نے ایک گمنام ٹریکٹ "میری زندگی کا ایک تاریک ورق" میں سے کچھ عبارات نقل کی ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ حضرت امیر مرحوم کے خلاف سازش کیا کرتے تھے، پانی پتی صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس ٹریکٹ پر جس شخص کا نام بطور ناشر کے لکھا ہے اس کا یہ اعلان آج سے دو سال پہلے چھپ چکا ہے کہ:-

"ایک مطبوعہ پمفلٹ بنام "حضرت امیر مرحوم کی دُکھ بھری داستان" کچھ دنوں سے تقسیم کیا جا رہا ہے جس پر میرا نام بطور پرنٹر اور پبلشر درج ہے اس سے دوستوں کو میرے متعلق غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے کہ فی الواقعہ میں نے ہی وہ ٹریکٹ چھپوا کر شائع کیا ہے یہ سراسر غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس ٹریکٹ کے چھپنے کے بعد علم ہوا کہ اس پر میرا نام بطور پرنٹر پبلشر لکھا گیا ہے اور میں نے اسی وقت حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ پمفلٹ کی طباعت میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے اور میرا نام میری اجازت اور علم کے بغیر اس پر درج کیا گیا ہے"...............

.....خاکسار عبدالوہاب ۱۶ ۲/۵۴

(پیغام صلح ۱۷ فروری ۱۹۵۴ء)

یہ تو ہے اس پمفلٹ کی حیثیت، رہ گئیں وہ شکایات جو اس میں درج ہیں، اگر وہ صحیح بھی ہوں اور فی الواقعہ حضرت مرحوم کے قلم سے نکلی ہوں (جس پر ہمیں شبہ ہے) تو بھی اس کو سازش نہیں کہہ سکتے، حضرت مولانا صدرالدین صاحب کو اگر کچھ شکایات یا اعتراضات حضرت امیر مرحوم کے متعلق تھے

تو انہوں نے کھلے طور پر ان کو انجمن میں یا حضرت امیر مرحوم کے سامنے پیش کیا، ممکن ہے حضرت امیر مرحوم کو برا معلوم ہوا ہو، لیکن انہوں نے کبھی حضرت مولانا پر منافقت کا الزام نہیں لگایا کبھی ان کا بائیکاٹ نہیں کیا جیسے میاں صاحب اپنے خلاف اعتراض کرنے والوں کو منافق قرار دیتے اور ان کا بائیکاٹ کرنا ضروری سمجھتے ہیں، بھائیوں کے بھائیوں کے ساتھ جھگڑے ہوتے ہیں، ان سے دلوں میں غل وغش بھی پیدا ہوتی ہے (صحابہ کرام میں تلواریں تک چل گئیں) لیکن آخر کار ونزعنا ما فی صدورھم من غل کا رنگ بھی پیدا ہو جاتا ہے، یہاں اس دنیا میں ہو یا عالم آخرت میں، اس پر کسی ناپاک سازش کا اطلاق نہیں ہو سکتا نہ ایسی طعنہ زنی اس پر واجب ہے جیسا کہ شیخ پانی پتی یا ربوہ کا شعبہ نشر و اشاعت کر رہا ہے آخر میں ہم جناب میاں محمود احمد صاحب کو بھی یہ مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی جماعت سے اگر فتنہ منافقین کو مٹانا چاہتے ہیں، تو اس کا یہ طریق نہیں جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے جبر و استبداد یا منافرت پھیلانے سے کوئی فتنہ مٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے انہیں چاہیئے کہ اپنے خلاف اعتراضات کو کھلے دل سے سنیں اور معترضین کو پیار اور محبت کے ساتھ سمجھائیں اور ان کے اعتراضات کا ازالہ کریں اور انہیں اپنے بھائی یا عزیز دوست یا مخلص مرید سمجھ کر محبت اور ملاطفت کا برتاؤ کریں، ہم نہیں کہتے کہ جو اعتراضات ان پر کئے جاتے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط، نہ ان کے اندرونی معاملات سے ہمیں سروکار ہے۔ اسی لئے ہم نے کبھی ان باتوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا، جو دوسرے اخبارات میں ہر روز شائع ہوتی ہیں، لیکن اتنا ہم کہیں گے کہ ایسی باتوں کی تشہیر تمام سلسلہ احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی بدنامی کا موجب ہے اور اس کا ازالہ یوں ہی ہو سکتا ہے کہ وہ معترضین اور نام نہاد "منافقین" کو اپنے پاس بٹھا کر محبت و ملاطفت کے ساتھ ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ کریں، اور جبر و استبداد سے کام لینا اور ان کے خلاف جماعت میں منافرت پھیلانا ترک کر دیں۔

انگریزی ترجمۃ القرآن معہ متن عربی کا ہدیہ

حسب سابق۔ فسٹ کوالٹی -/۰/۳۰ روپے
سیکنڈ کوالٹی -/۰/۲۰ روپے

ہو گیا ہے۔ کتب فروشوں کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔ البتہ سلسلہ کے جو دوست یہ ترجمہ قرآن اپنے طور پر مفت تقسیم کرنا چاہیں انہیں نصف قیمت کی رعایت دے دی جائے گی اس رعایت سے فائدہ اٹھا کر ثواب دارین حاصل فرمائیں۔

ملنے کا پتہ: مینیجر دار الکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعرات مورخہ ۲۰ ستمبر کو لاہور تشریف لے آئے، آپ کے آنے سے احمدیہ بلڈنگس کی رونق دوبالا ہو گئی۔ فالحمد للہ۔

—— چک نمبر ۸۱ جنوبی سرگودھا سے اس ہفتہ چوہدری محمد اکبر صاحب زمیندار حضرت امیر ایدہ اللہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اور اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ جس دن حضرت ممدوح چک نمبر ۸۱ تشریف لیگئے اس دن وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ چوہدری صاحب نے جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنے اور جماعت کی تنظیم و استحکام کے لئے پوری کوشش کرنے کا اقرار کیا، اپنا چندہ بھی انجمن کے خزانہ میں بھیجنے کا انہوں نے عہد کیا اور فرمایا کہ آج میں پچاس روپیہ پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اس رقم سے پانچ روپیہ انہوں نے اسی وقت ادا کر دیئے اور فرمایا باقی پینتالیس روپیہ انشاء اللہ تعالیٰ چک میں واپس جا کر بھیجدوں گا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

—— چک نمبر ۳۰ ضلع سرگودھا سے چوہدری حیدر بخش صاحب تشریف لائے اور حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملاقات کے دوران میں پانچ روپے انجمن کو بطور عطیہ دیئے۔ جزاہ اللہ

—— مسلم ٹاؤن لاہور سے مولانا مرتضیٰ خاں صاحب کا پیغام (بذریعہ ٹیلیفون) آیا ہے کہ یہاں گھر گھر بخار ہے اللہ ان سب کی ہمدردی اور رفاقت میں میں بھی صاحب فراش ہوں، احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

—— سیالکوٹ سے سید محمد حسین شاہ صاحب نقیب اطلاع دیتے ہیں کہ بابو بشارت احمد صاحب پنشنر ڈاکخانہ حج کے گئے ہوئے تھے۔ چند یوم ہوئے حج کر کے واپس آئے انہوں نے مبلغ پانچ روپیہ بطور شکرانہ انجمن کو دیئے ہیں۔ محرم

آئیڈیل پرافٹ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی مشہور و معروف تصنیف "آئیڈیل پرافٹ" محترم خواجہ نذیر احمد صاحب نے دوبارہ چھپوا کر ووکنگ مسلم مشن کو بطور عطیہ دی ہے، یہ کتاب نہایت خوبصورت باریک ٹائپ میں اعلیٰ سفید کاغذ پر نہایت دیدہ زیب شکل و صورت میں شائع ہوئی ہے، کتاب کی طباعت پر اصل لاگت تو پانچ روپیہ فی کاپی آئی ہے لیکن خواجہ صاحب نے تبلیغ کی غرض سے دو روپیہ فی کاپی مقرر کی ہے جو سب کی سب ووکنگ مسلم مشن کو دی جائیگی، پہلے اس کتاب کی قیمت دس روپیہ فی کاپی تھی اس مہنگائی کے زمانہ میں دو روپیہ فی کاپی بہت ہی ارزاں قیمت ہے ایسے مستطیع صحاب اس کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر نہ صرف خود پڑھیں گے بلکہ غیر مسلموں میں تقسیم کر کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو ان کے دلوں میں پیدا کرنے اور اس کے ساتھ ہی ووکنگ مسلم مشن کے مالی استحکام کا بھی موجب ہوں گے، ہم خرما و ہم ثواب کا اس سے بڑھ کر اور کیا موقعہ ہو سکتا ہے۔ سیکرٹری صاحب ووکنگ مسلم عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور یا دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کیجئے۔

۱؎ زیادہ وضاحت کے لئے کتاب "ذریت مبشرہ" مرتبہ حضرت اشاعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے منگوا کر پڑھئے۔

تبلیغ دین کرنے والی قوم کی ذمہ داریاں

تبلیغ میں عبادت الٰہی، صبر و استقامت، پاکدامنی اور نیکی و احسان کی ضرورت

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا المدثر قم فانذر۔ وربک فکبر وثیابک فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر (المدثر)

تبلیغ کی دعویدار قوم کو تنبیہ

یہ سورت اس قوم کے لئے ایک تنبیہ ہے جس کا یہ دعویٰ ہو کہ ہم تبلیغ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اشاعت اسلام کو ہم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ اس قوم کے لئے اس سورت میں بہت بڑی تنبیہ ہے اور رہنمائی بھی ہے اس قوم پر جس کے ذمہ دنیا کی اصلاح کا کام ہو، بہت بڑی ذمہ داری عاید ہوتی ہے، اس کو اس سورت پر غور کرنا چاہئے اور ان قواعد کو دیکھنا چاہیئے جن پر چل کر تبلیغ موثر ہو سکتی ہے۔

مخاطب ساری قوم ہے

اس سورت میں براہ راست مخاطب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن فی الحقیقت ساری قوم اس مخاطبہ میں شامل ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی احکام جاری کئے جاتے ہیں، آپ کو خاص طور پر خطاب اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی احکام الٰہی کی متابعت سے مستثنیٰ نہیں تو باقی امت بدرجہ اولیٰ مکلف ہے۔

ہمت و استقلال کا کام

فرمایا یاایھا المدثر اے چادر اوڑھنے والے یہ خطاب اس وقت ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغی کام کے بوجھ کی وجہ سے کپڑا لیکر لیٹ گئے، فرمایا یہ چادر لیکر لیٹنے کا کام نہیں قم فانذر یہ کھڑا ہونے کا کام ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساری قوم کو یہ خطاب ہے جب ساری قوم ایک کام کو مل کر کرے تو اس میں برکت پیدا ہوتی ہے، تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا قم یہ کھڑے ہونے کا کام ہے، یہ عزم کو چاہتا ہے ہمت اور استقلال کو چاہتا ہے۔ اس میں جماعت کو بھی حکم ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ، عزم اور ہمت کے ساتھ کام میں لگ جاؤ فانذر استقلال اور ہمت جرأت اور مستعدی کے ساتھ لوگوں کو ڈراؤ۔ اور انہیں خدا کی طرف متوجہ کرو۔ اور جن کمزوریوں اور غفلتوں کے اندر پھنسے ہوئے ہو ان کو ترک کر دو۔

تبلیغ کے لئے عبادت اور نصرت الٰہی کی ضرورت

وربک فکبر کام بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا، پس اس کی عبادت میں لگ جاؤ

(سورۃ المدثر)

انسان کے اختیار میں نہیں کہ کسی کو ہدایت دے سکے، اس کا کام صرف ڈرانا اور ہدایت کی طرف بلانا ہے انک لا تھدی من احببت خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جس کو چاہیں ہدایت کے رستہ پر چلا نہیں سکتے۔ حضرت کا چچا ابولہب بہت بڑا آدمی تھا۔ حضور کے خاندان کا نقص اس کی نگوں میں بہتا تھا۔ وہ بہت وجیہہ اور خوبصورت تھا، اس کا چہرہ سرخی کی وجہ سے شعلہ زن تھا۔ لیکن اس کا یہ حال تھا کہ جہاں حضرت جاتے وہ چچا بھی وہیں پہنچ جاتا۔ اور لوگوں سے کہتا کہ یہ ہمارا بھتیجا ہے ہم اس کو خوب جانتے ہیں اور اس کے حال سے واقف ہیں۔ اس کا دماغ خراب ہے۔ اس کی باتیں مت سنو، اس چچا کو بھی حضرت ساتھ نہ کر سکے۔ آپ کے اختیار میں نہ تھا کہ جس کو چاہیں ہدایت دے دیں، وربک فکبر۔ ساری کوششیں ہیچ ہیں، بڑائی خدا ہی کی ہے، تبلیغ خدا کی عبادت کے سوائے اس کے سامنے گرنے اور اپنی کمزوریوں اور قصوروں کو ماننے اور خدا کی مدد چاہے بغیر نہیں ہو سکتی اگر کسی کو ہدایت دینا اپنے اختیار میں ہوتا تو حضرت کو اپنے چچا ابوطالب سے بڑھکر اور کون پیارا تھا۔ لیکن ابوطالب کو بھی تو آپ مسلمان نہ کر سکے جو آپ کا عاشق تھا، اس قدر عاشق کہ آپ کی خاطر قوم کی طرف سے ہر قسم کی تکلیف اٹھائی ایک دفعہ لوگ آئے اور ان سے کہا کہ آپ کو بڑا کاہی بیٹا ہے تو ہم کوئی اور لڑکا دیتے ہیں جو اگرچہ محمد سے زیادہ خوبصورت نہ ہو لیکن اس سے کم بھی نہ ہوگا۔ ابوطالب نے کہا میں تو گویا جانوروں سے بھی گیا گزرا ہوں، اونٹنیاں بھی جب شام کے وقت چر کر واپس آتی ہیں تو اپنے اپنے بچوں کو ہی دودھ پلاتی ہیں، دوسرے کے بچے کو نہیں پلاتیں تو کیا میں ان سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے بچے کو چھوڑ کر دوسروں کے لڑکوں کی پرورش کروں۔ اور جب لوگوں نے بنی ہاشم کا ناکا بند کر دیا تو ابوطالب نے اپنی ایک شعب میں ان کو داخل کر دیا کہ لوگوں کی گزند سے بچ جائیں۔

ہدایت دینا خدا کا کام ہے

اس قدر عاشق چچا، اس کو بھی حضرت مسلمان نہ کر سکے۔ دوسری طرف ابولہب حج کے موقعہ پر لوگوں کے خیموں میں جا جا کر انہیں حضرت کی باتیں سننے سے منع کرتا، اور ہر طرح آپ کی مخالفت میں زور لگاتا تھا۔ آپ اس کو بھی ہدایت نہ دے سکے۔ اور افریقہ میں بیٹھا ہوا نجاشی، جس نے آپ کو دیکھا بھی نہ تھا، محض آپ کے حالات سن کر مسلمان ہو گیا کتنا بڑا فرق ہے، قوم کا رئیس ابوطالب جو آپ کا چچا ہے اور عاشق اس قدر کہ قوم کے مقابلہ میں آپ کی حفاظت کرتا ہے وہ مسلمان نہ ہو سکا، دوسرا چچا پاس بیٹھا ہوا غضب الٰہی کا مورد بن گیا اور افریقہ میں بیٹھا ہوا نجاشی ہدایت پا گیا۔ وربک فکبر خدا کی بڑائی دل پر چھائی ہوئی ہو، اسی کی عظمت اور کبریائی دل پر مسلط ہو تو انسان کچھ کام کر سکتا ہے۔ انسان کا تکبر اور خودستائی مفید نہیں پڑتی۔

تبلیغ کے لئے پاکیزگی کی ضرورت

وثیابک فطھر۔ اپنے دامن کو پاک کر، عربی میں محاورہ ہے طاھر الثیاب و طاھر الذیل اس کے یہی معنی ہیں کہ انسان پاک سیرت ہو، دل کی صفائی ہو، کپڑے بھی صاف ہوں، بدن پاک ہوں، اور دل بھی پاک ہو، وثیابک فطھر۔ حضرت نے ظاہری اور باطنی صفائی میں حد کر دی نظافت اس قدر تھی کہ آپ کے بدن سے خوشبو آتی تھی، حضرت کی تعلیم و نمونہ کی وجہ سے حضرت عائشہ رضہ کے گھر سے خوشبو آتی تھی، حضرت عائشہ کے متعلق لکھا ہے کانت عالمۃ زاھدۃ فقیھۃ، آپ عالمہ، زاہدہ اور فقیہہ تھیں،

آلائش دنیا سے رسول اللہ صلعم کی پاکدامنی

دنیا داری سے بھی آپ کا دامن پاک تھا، مسجد کے ساتھ آپ کے حجرے تھے، جو چودہ چودہ فٹ لمبے اور چوڑے تھے۔ ایک دن کسی نے رپورٹ کی کہ فلاں جگہ سے بہت سا مال غنیمت آیا ہے فرمایا مسجد میں رکھ دو، یہ بھی نہ کہا کہ فلاں چیز میری بیویوں کے لئے لے آؤ، یا اتنا روپیہ مجھے لاکر دیدو، وہ تو تکتا بھی نہیں، ظہر کی نماز کے وقت مسجد میں گئے تو اس مال کی طرف دیکھا بھی نہیں ---- یہ بھی نہیں کہا کہ نماز تو پھر بھی ہو جائے گی پہلے نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے .... تو بیٹھ کر سب کا سب مال تقسیم کر دیا اور خود دامن جھاڑ کر گھر میں آ گئے پہلے بھی الامین کا خطاب آپ کو مل چکا تھا۔ کبھی کسی معاملہ میں کوئی خیانت، آپ سے سرزد نہیں ہوئی۔

آنحضرت صلعم کی نظافت طبع

وثیابک فطھر اس قدر نظافت آپ کی طبع میں تھی، کہ فرمایا کہ جب میں گھر کے اندر جاتا ہوں تو مسواک کر کے جاتا ہوں کہ میرے منہ سے اہل خانہ کو بو نہ آئے۔ ایک دن عائشہ رضہ سے کہا کہ آپ کی طبیعت ناراض ہو تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے، انہوں نے کہا وہ کیسے؟ فرمایا جب آپ ناراض ہوتی ہیں تو کہتی ہیں ورب ابراھیم رب ابراھیم کی قسم کھاتی ہیں اور جب طبیعت ٹھیک ہو تو پھر ورب محمد کہکر اپنی خوشی کا ثبوت دیتی ہیں، تو گھر کے اندر بھی اعلیٰ درجہ کے تمدن اور معاشرت کا برتاؤ آپ کرتے اور

پاک دلی اور نیک سیرت کا اظہار کرتے تھے۔

مخالف خاندانوں میں آنحضرت صلعم کی شادی

عرب لوگ بھائیوں اور باپ دادوں سے بڑھ کر بڑے ضدی اور اکھڑ ہوتے ہیں، ابوسفیان جو حضرت کا مخالف تھا اور آپ کے خلاف فوجوں کی کمان کرتا تھا، اس کی لڑکی سے حضرت کی شادی ہوگئی، ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے شادی کر لینا نہایت خطرناک تھا۔ باپ نے ساری عمر کوشش کی کہ آنحضرت کو اور ان کے دین اور ان کی قوم کو تباہ کر کے آرام لوں اس دشمن کی صاحبزادی کو گھر میں لے آنا۔ اور اس کو موقعہ دینا کہ باپ کے مقاصد کو پورا کرے۔ یہ بڑے مقام عالی اور حوصلہ اور ہمت کا کام ہے اور حضور کے دل میں یقین تام ہے کہ ان کے حسن سلوک کی وجہ سے ام حبیبہ کے دل میں کسی قسم کا بُرا خیال نہیں راہ پا سکتا۔ اسی طرح خیبر کی جنگ میں ایک یہودی سردار کی لڑکی صفیہ ایک مسلمان کے حصہ میں آگئی۔ یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہا کہ یہ ہمارے سردار کی بیٹی ہے کسی معمولی آدمی کو نہ دے دی جائے، بہتر ہوگا کہ آپ اس سے نکاح کر لیں، یہ وہ یہودی ہیں جن کو مدینہ سے ان کی غداری کی وجہ سے حضرت نے نکال دیا تھا اور وہ خیبر میں چلے گئے تھے، انہوں نے ہی صفیہ سے جو ایک یہودی سردار کی لڑکی تھی نکاح کے لئے آپ سے کہا، آپ نے یہ نہ کہا کہ میں اس سے نکاح کر کے ایک سانپ گھر میں پال لوں ؟ بلکہ انکی رعایت کے لئے آپ ان کی بات مان لیتے ہیں، جن آریوں اور عیسائیوں نے آپ پر الزام لگایا ہے ان کو کیا پتہ ہے کہ ایک ایسے سردار کی لڑکی سے آپ نے نکاح کر کے ان کی تالیف قلوب کی ہے

آنحضرت صلعم کا حُسنِ سلوک

پھر جب اونٹ پر سوار ہونے لگے تو اپنا گھٹنا آگے کیا اور صفیہ سے کہا کہ اس پر پاؤں رکھکر سوار ہو۔ ایک کافر کی لڑکی سے کہتے ہیں کہ میرے گھٹنے پر پاؤں رکھو، یہ ہے خدا کا محبوب، کس قدر بلند اخلاق انسان ہے، اور جب وہ سوار ہوگئیں تو چادر تہ کر کے ان کے نیچے رکھدی، چلتے چلتے اونٹ کو ٹھوکر لگی اور حضرتؐ بھی اور صفیہ بھی گر گئیں۔ ابو طلحہؓ کہتے ہیں میں اونٹ سے اُتر کر حضرت کی طرف گیا تو فرمایا علیکما المراۃ پہلے عورت کا حق ہے کہ اس کی خبر لی جائے، یہ ہے تہذیب عورتوں کا حق پہلے ہے۔ جب مدینہ میں پہنچے تو صفیہ کو دیکھنے کے لئے عورتیں جمع ہوگئیں، ازواج مطہرات میں سے ایک نے کہدیا صفیہ کو دیکھ لیا یہودن ہے اور قریشی تو نہیں ہے۔ جب صفیہ نے اس کا ذکر حضور سے کیا تو فرمایا آپ اس کے جواب میں کہہ دتیں کہ میرا باپ موسیٰ ہے اور میرا چچا ہارون ہے اور میرا خاوند محمدؐ ہے اس لئے میں تمام قریشی عورتوں سے رتبہ میں بڑھکر ہوں

مسلمانوں کی موجودہ حالت

آج مسلمانوں کے گھروں کی حالت اچھی نہیں ان کی خلائیں، ان کی لڑکیاں، ان کے متعلق اچھی گواہی نہیں دتیں، تو مسلمان کہلا لینا کوئی چیز نہیں، جب تک اخلاق و اعمال اچھے نہ ہوں، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس دن کام نہیں آئے گا جب اعمال کے متعلق باز پرس ہوگی۔

زبان آنکھ اور کان کی پاکیزگی

وثیابک فطہر۔ پاکیازی ہر رنگ میں ہونی چاہیئے، زبان پر راستبازی ہو، طعن کی بات نہ ہو، طعن تیر کو کہتے ہیں، شاید تیر کا زخم اتنا گہرا نہ ہو، جتنا زبان کا زخم ہوتا ہے، اس لئے کوئی ایسی بات زبان پر نہ آنی چاہیئے جس سے دوسرے کا دل زخمی ہو، اپنے دامن کو ہر رنگ میں پاک کرنے کے بعد کہہ سکتے ہو کہ ہم مقرب الٰہی ہیں۔ زبان، آنکھ، کان تین ہی ذریعے ہیں جن سے علم حاصل ہوتا ہے، کان تو ذرا تاڑ لیتا ہے کہ کیسی بات ہو رہی ہے، اور بصر کا شاہد ہوتا ہے اور زبان کسی چیز کو چکھ کر معلوم کرتی ہے کہ اس کا ذائقہ کیسا ہے، یا نظری علوم کے متعلق دل کا فیصلہ سناتی ہے، ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔ آنکھ کے مشاہدہ سے بڑا علم حاصل ہوتا ہے لیکن آنکھ کان سے کچھ نہیں کہتی جب تک دل فیصلہ نہ دے ..... زبان بتاتی ہے کہ کونسی چیز کھانے کے لائق ہے، پھر زبان کے ذریعہ حق پرستی پھیلا سکتے ہیں کان اور آنکھ سے علم حاصل کر کے زبان اس کا چرچا کرتی ہے اس لئے حق پرستی کی عادت ہونی چاہیئے

مسلمانوں کی خیر خواہی

مسلمان کو خدا کی مخلوق کا بھی خیر خواہ ہونا چاہیئے حضرت نے فرمایا بیعت کرو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا خیر خواہ ہوگا، اسی جذبہ نے دنیا کے مسلمانوں میں ہمدردی کی لہر دوڑا دی، الجزائر میں مسلمانوں پر مصیبت آتی ہے تو پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کا کلیجہ جلتا ہے، مسلمان نہ قوم کی تفریق کو دیکھتا ہے نہ رنگ اور نسل اسکے رستہ میں روک ہے، فرانس، انگلستان اور روس مسلمان کے دشمن ہیں، ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو ایک ہونا چاہیئے۔ النصح (ایک دوسرے کی خیر خواہی) مسلمان کا زیور ہے۔ اس زیور کو ہاتھ سے نہ دو، جس حد تک ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہو اس حد تک قوم کی بربادی ہوتی ہے۔

بدی سے اجتناب اور بلا بدل احسان

والرجز فاھجر۔ عبادت بھی ہو، نیکی اور پاکبازی بھی ہو، اور کوئی پلیدی جسم یا اخلاق پر نہ آئے ولا تمنن تستکثر اور اس لئے احسان نہ کرو کہ زیادہ ملے بعض لوگ کسی پر احسان کر کے چاہتے ہیں کہ اس کے بدلہ میں انہیں زیادہ مل جائے۔ پھر اس کا بار بار ذکر..... کرتے اور جتاتے رہتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا شیوہ نہیں جو تبلیغ کے منصب پر فائز ہوں۔ ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی سے احسان جتانے سے نیکی ختم ہوگئی، پھر نرا احسان ہی نہیں جتاتے بلکہ دُکھ بھی دیتے ہیں، اس سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔

تین قسم کا صبر

ولربک فاصبر اپنے رب کے لئے صبر سے کام لے، یہ تمام اصول کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہیں اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا، اور پاکیازی کی زندگی بسر کرنا، اور ہر قسم کی ناپاکیوں سے اپنے آپ کو بچانا اور نیکی اور احسان کر کے بدلہ کی خواہش نہ رکھنا، ان سب صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کے بعد اب خدا تعالےٰ کی عزت اور محبت کے لئے صبر کرنا ہوگا۔ صبر کے معنے تین ہیں ایک یہ کہ نیکی کے کام میں لگاتار لگے رہنا۔ دوسرے بدیوں اور سستی اور غفلت کا مقابلہ کرنا اور تیسرے بلا اور مصیبت، دُکھ درد اور افلاس میں باخدا رہنا اور جزع فزع نہ کرنا۔ کبھی آپ نے کسی اہل اللہ کو مصائب میں جزع فزع کرتے نہ سنا ہوگا۔

خاوندوں کے خلاف بیویوں کی جزع فزع

حضرت ابراہیمؑ جب ہاجرہ کو مکہ کے ریگستانی میدان میں چھوڑ کر آئے تو حضرت اسمٰعیل چھوٹا بچہ ہی تھا، وہیں وہ جوان ہوئے اور بنی جرہم کی لڑکی سے شادی کی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم انہیں دیکھنے گئے، حضرت اسمٰعیل اس وقت کسی سفر میں تھے۔ اُن کی بیوی سے پوچھا اسمٰعیل کہاں ہے، اس نے کہا یہیں کہیں خراب خستہ پھر رہا ہوگا، پھر دریافت کیا گھر میں کیسے گذرتی ہے، اس نے کہا بس تکلیف اور مشکلات ہی کی زندگی ہے، پھر پوچھا کھانے پینے کا کیا حال ہے، کہا فاقہ مستی ہے، اسی طرح اور چند باتیں پوچھیں، جن کے جواب ایسے ہی شکایتی رنگ میں ملے، حضرت ابراہیمؑ نے بتایا نہیں کہ میں کون ہوں اور اٹھ کر چلے گئے اور جاتے ہوئے کہہ گئے کہ اسمٰعیل آئے تو اسے کہہ دینا کہ اس گھر کی دہلیز کو بدل دے۔ جب حضرت اسمٰعیل آئے تو ان کی بیوی نے بتایا کہ ایک بوڑھا آیا تھا۔ اس نے ایسی ایسی باتیں کیں اور جاتے ہوئے یہ پیغام دے گیا، حضرت اسمٰعیلؑ نے سمجھ لیا اور کہا کہ وہ کہہ گئے ہیں کہ تجھ میں کوئی اخلاق نہیں اس لئے تجھے چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسے طلاق دیکر دوسری بیوی کی، اس کے بعد پھر ایک دفعہ حضرت ابراہیم آئے اور انہوں نے وہی سوال کئے۔ اس عورت نے کہا کہ بہت اچھی گذرتی ہے، آپ بیٹھئے، اور اس نے آپ کی خاطر تواضع کی، پھر آپ پیغام دے گئے کہ یہ دہلیز ٹھیک ہے۔ تو گھروں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر مرد عورت لڑتے رہتے ہیں صبر یہ نہیں، صبر اس کو کہتے ہیں کہ جیسی بھی حالت ہو شکوہ و شکایت نہ ہو۔

انگریزوں کی مرغ بازی

آج میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ انگلستان میں ۲۵-۲۶ انگریز اس الزام میں پکڑے گئے کہ وہ مرغ بازی میں مشغول تھے، تعجب ہے آج انگریز بھی مرغ لڑانے

... بات پر ناشکری

نکل کر زبان پر آیا تھا کہ بقول مولانا روم سے

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

اس واقعہ کے چند ماہ بعد نواب صاحب کا تختہ پلٹ گیا۔ وہی گورنمنٹ انگریزی جس کی رضاجوئی کی خاطر براہین احمدیہ کو اس بُری طرح رد کر دیا تھا نواب صاحب ممدوح پر اس درجہ ناراض ہوئی کہ ان کو ریاست سے نکلنا پڑا اور نوابی کا خطاب چھن گیا۔ اور ایک سیاسی مقدمہ اُن پر بن گیا۔ اور مصائب کا پہاڑ اُن پر ٹوٹ پڑا۔ اگرچہ ان مصائب سے نکلنے کے لئے انہوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر جب ہر طرف سے ناکامی ہی ناکامی نظر آئی تو حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار امرتسر نے جو فرقہ اہلِ حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ اور نواب صاحب کے خاص طور پر مداح تھے اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں نواب صاحب کی سفارش کی اور ان کی دینی خدمات کو پیش کیا۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لئے عرض کیا۔ تو اوّلاً تو حضرت صاحب نے دعا سے انکار کر دیا اور براہین کا واقعہ بیان کر کے یہ بھی فرمایا کہ وہ خدا کی رضا پر گورنمنٹ کی رضا کو مقدم کرنا چاہتے تھے اب گورنمنٹ کو راضی کر لیں۔ موحد ہونے کا دعوےٰ کر کے ایک زمینی حکومت سے ڈرنا اور وہ بھی دین کے معاملہ میں جس میں خود اس حکومت نے ہر قسم کے آزادی دے رکھی ہے کس قدر قابلِ افسوس ہے اس پر بہت دیر تک تقریر فرماتے رہے۔ حافظ صاحب موصوف کا بیان ہے کہ چونکہ مجھ پر مہربانی فرماتے تھے میں نے پیچھا نہ چھوڑا عرض کرتا ہی گیا۔ اور نواب صاحب کی طرف سے معذرت بھی کی۔ آخر حضرت صاحب نے دعا کرنے کا وعدہ فرمالیا مگر میں دعا کرانے کے لئے ہی آیا تھا اس لئے وہاں سے نہ ٹلا جب تک آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں نے دعا کی ہے نواب صاحب کو چاہیئے کہ خود بھی توجہ کریں۔ اللہ تعالےٰ توبہ قبول کرنے والا ہے وہ رحم فرمائے گا۔ حکومت کے اخذ سے وہ بچ جائیں گے۔" اس کے بعد میں نے براہین احمدیہ کی خریداری کے لئے نواب صاحب کی طرف سے درخواست کی۔ مگر آپ نے اسے منظور نہ فرمایا۔ ہر چند عرض کیا مگر آپ راضی نہ ہوئے۔ فرمایا میں نے رحم کر کے اُن کے لئے دعا کر دی ہے۔ اور

"خدا تعالےٰ اسکے فضل سے وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ میرا یہ فعل شفقت کا نتیجہ ہے۔ ایسے شخص کو جس نے اس کتاب کو ایسی ذلت کے ساتھ واپس کیا میں اب کسی قیمت پر بھی کتاب دینا نہیں چاہتا یہ میری غیرت اور ایمان کے خلاف ہے

ان لوگوں کو جو میں نے تحریک کی تھی تو خدا تعالےٰ کے محض اشارہ کے تحت اور ان پر رحم کر کے کی تھی۔ کہ یہ لوگ دین سے غافل ہوتے ہیں براہین کی اشاعت میں اعانت ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور خدا تعالےٰ انہیں کسی اور نیکی کی توفیق دے۔ ورنہ میں نے ان لوگوں کو کبھی امیدگاہ نہیں بنایا ہماری امیدگاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہی کافی ہے۔"

حافظ صاحب کہتے تھے کہ پھر زیادہ زور دینے سے میں خود ہی ڈر گیا اور واپس چلا آیا۔ "حضرت کی دعا قبول ہو گئی"۔ اور نواب صاحب حکومت کے اخذ سے بچ گئے۔ اور نوابی کا خطاب بھی بحال ہو گیا۔ مگر نواب صاحب کی صحت ان ہموم و غموم سے خراب ہو چکی تھی، نوابی کا خطاب بحال ہونے سے قبل وہ فوت ہو چکے تھے۔

پیر پرستی کی لعنت
بقیہ صفحہ ۹

اگرچہ آپ امت مسلمہ کے لئے حکم و عدل ہو کر آئے تھے۔ تا اُن کی معرفت برسوں کے تنازعات جو امت کی ملی زندگی کو گھن کی طرح کھائے جا رہے تھے۔ فیصلہ پا جائیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ دینی امور اور مسلمات میں اگر کسی نے اپنا خیال حضرت اقدس کے خیال کے خلاف رکھا۔ تو آپ نے کبھی ناراضی کا اظہار نہ فرمایا حضرت شیخ قمرالدین صاحب جہلمی مرحوم و مغفور حضرت عیسےٰ کی پیدائش با باپ کے قائل تھے۔ ان کی شکایت بھی حضرت اقدسؑ کی خدمت میں مولوی فضل دین صاحب بھیروی مرحوم و مغفور نے کر دی۔ شیخ صاحب موصوف کو طلب فرمایا گیا۔ حضور علیہ السلام کے استفسار پر انہوں نے فرمایا۔ کہ میرے اس خیال کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ چنانچہ اُنہوں نے چند آیات قرآنی پیش فرمائیں۔ جنہیں سُن کر حضور بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ مولوی صاحب دیکھئے تا شیخ صاحب تو اپنے خیال کی تائید میں قرآن پیش کر رہے ہیں۔ گویا اس طرح حضور نے اپنے مرید کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اگر کوئی پیر ہوتا۔ تو بات سُنے بغیر ہی ڈانٹ دیتا۔ اور جماعت سے خارج کر دینے کی دھمکی دے دیتا۔ اسی طرح حضرت مولوی عبدالکریم رحؓ کے متعلق حضرت مسیح موعود نے ازالہ اوہام میں فرمایا:- "میری تعلیم کی اکثر باتوں سے وہ متفق الرائے ہیں۔ مگر میرے خیال میں ہے۔ کہ شاید بعض سے نہیں" گویا مرید اپنے پیر سے بعض باتوں میں اختلاف رکھتا ہے۔ اور اس کے باوجود اس کی بیعت میں داخل ہوتا ہے۔ حضرت اقدس نے یہ نہ فرمایا کہ جب تک آپ پوری طرح میری تعلیم کی تمام باتوں سے متفق الرائے نہ ہو جائیں۔ میں آپ کو اپنی مریدی میں لینے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ بیعت لی اور فرمایا:-

"مولوی صاحب اس عاجز کے یک رنگ دوست ہیں اور مجھ سے سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں"

اور آخر میں فرمایا:-

"مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب اپنی محبت کے پاک جذبات کی وجہ سے اور بھی ہر نگی میں ترقی کر لیں گے اور اپنے بعض معلومات پر نظر ثانی فرمائیں گے"

غور فرمایئے کیا یہ الفاظ ایک پیر کے ہو سکتے ہیں جو ذرّہ بھر کے اختلاف کو بھی گناہ بتاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مسلمان قوم کو پیر پرستی کی لعنت سے محفوظ فرمائے آمین۔ آمین!

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ صفر ۱۳۷۶ھ ۔ مطابق ۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء | ۳۸

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان :۔

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

"دعاؤں کا وقت یہی ہے جب کام شروع ہو رہا ہے"

مولٰنا یعقوب خانصاحب کا خط ووکنگ سے

ووکنگ (انگلستان) سے مولٰنا یعقوب خاں صاحب کا پہلا خط جو محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے نام آیا ہے درج ذیل ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلّی ۔ ووکنگ ۲۵/۹

اخویم مکرم ڈاکٹر صاحب ۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ،

کل شام خدا کے فضل سے میں خیریت سے لنڈن پہنچا ۔ یحییٰ بٹ صاحب اور یوسف وہاں موجود تھے ۔ اسی وقت ووکنگ آ گئے ۔

سفر میں اللہ تعالےٰ کی خاص نصرت دیکھی ۔ ہر مشکل کے وقت کوئی نہ کوئی سامان ایسا پیدا کیا جس سے مطلق کوئی تکلیف نہ ہوئی ۔ ایک بیمار عمر رسیدہ آدمی کے لئے سفر میں کئی مشکلات ہو جاتی ہیں ۔ ہر موقعہ پر اس کا حل محض اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ نے کر دیا ۔

صحت بھی خدا کے فضل سے اچھی رہی ۔ جہاز کے سفر میں ایک جگہ سمندر بہت طوفانی ہو گیا تھا ۔ اور مسافر خاصے پریشان رہے ۔ مگر اس میں بھی خدا کے فضل نے سہارا دیا ۔ میرے قریب کے کیبن میں تو ایک مسافر اس میں جان بحق بھی ہو گیا ۔ یہ مدراس کا ایک ڈاکٹر تھا ۔ اور ہارٹ سپیشلسٹ تھا ۔ مگر ہارٹ فیل ہونے سے ہی فوت ہو گیا بیوی بھی ساتھ تھی NAPELS ابھی دو روز کے فاصلے پر تھا ۔ اس واسطے جہاز والوں نے مہربانی کی کہ لاش سمندر میں نہیں پھینکی اور اس کی بیوی کو اجازت دی کہ نیپلز پر اتار کر لے جاتے ۔

میں یقین کرتا ہوں کہ جماعت کی دعاؤں نے میری مشکلات آسان کر دیں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں نہایت آرام سے یہاں پہنچا دیا ۔ اصل کام ابھی آگے ہے ۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کا ہی سہارا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ احباب بدستور دعاؤں سے میری امداد کرتے رہیں گے ۔

آج صبح اسی سے دن شروع کرتا ہوں کہ احباب تک پہنچنے کی اطلاع اور دعاؤں کی درخواست پہنچا دیویں ۔

یہاں بیگم ڈاکٹر عبداللہ اور دیگر سب دوستوں نے پرتپاک خیر مقدم کیا اور گھر جیسا آرام اور آسائش پہنچائی ۔ مولوی عبدالمجید صاحب کا لنڈن سے ٹیلیفون آیا ہے کہ شام کو پانچ بجے ملنے آویں گے ۔

جملہ احباب کا میں شکر گذار ہوں جو لاہور میں تکلیف اٹھا کر مجھے چھوڑنے آئے اور راستہ میں بھی جگہ جگہ ملنے آئے ۔ کراچی کے احباب نے بڑی زحمت گوارا کی ۔ (باقی ص۱۲ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

"میں خلافت کا متمنی نہیں نہ کسی فرد، پارٹی یا جماعت کے ساتھ کوئی سازش یا منصوبہ بنایا"

مولوی عبد المنان عمر صاحب فرزند حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان

ربوہ
مؤرخہ ۲۱ صفر ۱۳۷۶ھ
مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مہربانی فرما کر منسلکہ بیان اپنے اخبار کی قریبی اشاعت میں درج کر کے ممنون فرمائیں۔ والسلام

خاکسار عبد المنان عمر

انٹرنیشنل سیمینار ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ میں شرکت کے بعد یہ عاجز ابھی حال ہی میں واپس آیا ہے۔ اخبار الفضل کے کچھ پرچے کیمبرج میں ملے تھے۔ بقیہ میں نے یہاں آکر دیکھے اسی طرح مجھے یہاں آکر ہی "ٹائمز آف کراچی"، "پاکستان ٹائمز" "پیغام صلح"، "نوائے پاکستان"، "کوہستان"، اور "چٹان" وغیرہ اخبارات دیکھنے کا موقع ملا۔

مجھے یہ معلوم کر کے بہت ہی دکھ ہوا کہ جماعت احمدیہ میں مسئلہ خلافت کے متعلق کچھ فتنہ اور خلفشار پیدا ہوا ہے۔ یہ امر بھی میرے رنج و الم کا موجب ہوا کہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا میرا بھی اس فتنہ میں کچھ ہاتھ ہے۔ بعض لوگوں کی بدظنیوں۔ قیاس آرائیوں مفروضات اور غلط بیانیوں کے علاوہ اس سراسر افتراء اور جھوٹ کو ہوا دینے کا موجب یہ امر بھی ہوا ہے کہ کہا گیا ہے کہ آئندہ خلافت کیلئے ایک امیدوار اور مستحق میں بھی ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے میرا نام لیا۔ وہ ہرگز میرے حقیقی واقف اور دوست نہیں۔ اگر وہ مجھ سے پورے طور پر آگاہ ہوتے اور میری کمزوریوں کوتاہیوں غلطیوں، بے عملیوں، بے علمیوں، بے خبریوں، غفلتوں اور جہالتوں پر انکی نظر ہوتی تو وہ ہرگز میرا نام نہ لیتے میں تو ایک حقیر اور کمزور انسان ہوں۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے متعلق تجویز خواہ وہ اس کی وفات کے بعد کیلئے ہی کیوں نہ ہو حتماً ناجائز ہے۔ خلافت حقہ اپنے ساتھ بے انتہا برکتیں رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اسکے اوپر ہوتا ہے وہ جماعتی اتحاد و ائتلاف کے قیام اور الٰہی نور کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ لیکن جو خلافت منصوبوں سازشوں، چالبازیوں اور ظاہر یا مخفی تدبیروں سے قائم کی جائے وہ اپنی ساری برکتیں کھو دیتی ہے۔ اسے اقتدار اور حکومت کا نام تو دیا جا سکتا ہے اسے یزیدی خلافت تو کہا جا سکتا ہے لیکن وہ خلافت راشدہ نہیں ہو سکتی۔ نہ اس کی برکات سے اسے حصہ ملتا ہے۔

پس میں صاف صاف اور واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی کسی سازش اور منصوبہ بندی سے میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ نہ میں خلافت کا متمنی ہوں اور نہ اسکے لئے میں نے کسی فرد، پارٹی یا جماعت کے ساتھ کوئی سازش اور منصوبہ بنایا۔ نہ اس غرض کیلئے کسی پارٹی کو تشکیل دی اور نہ ایسی باتوں کو جائز سمجھتا ہوں۔

مجھے امید ہے کہ اس صاف اور واضح بیان کے بعد اب کسی خدا ترس انسان کے دل میں جسکی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں جس کا دل انصاف کر سکتا اور جسکی عقل سوچ سکتی ہے یہ غلط فہمی نہیں رہیگی کہ موجودہ جھگڑے کیساتھ میرا بھی کوئی تعلق ہے۔

میں اپنے اس یقین کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود کے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کیساتھ قائم رکھے گا اور آپکی عزت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔ اور یہ کہ آپ اپنے تمام دعاوی میں سچے تھے۔

آخر میں میں اپنے مولا ہی کو پکارتا ہوں کہ وہ ہم پر اپنا رحم نازل کرے ہمارے گناہوں کو بخشدے ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے، آلودگیوں اور آلائشوں کے ہر دھبہ کو ہم سے دور کر دے۔ اپنے قرب کی راہیں عطا کرے ہر طرح ہمارا حافظ و ناصر ہو، اور ہر قسم کے فتنوں اور ابتلاؤں کے برے انجام سے بچائے۔ وہ ہم سے اور ہم اس سے راضی ہوں۔ وہ اپنی رحمت کا ہاتھ بڑھا کر ہماری جان میں اپنی گہری طلب پیدا کر دے علم و عمل کی طاقتیں بخشے اور ایسا پانی نازل کرے جو دلوں کی کدورتوں کو دھو دے۔ اور اسلام قرآن مجید اور پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (جو اپنی قوت قدسیہ اور تکمیل خلق میں اکمل واتم ہیں ہمارا جان و مال اس وجود اقدس پر قربان) کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم اسی راہ کی خاک ہیں۔

خاکسار عبد المنان عمر

مؤرخہ ۲۱ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء

پنڈت نہرو کو "رسول" کا خطاب

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک نشان

بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو آجکل سعودی عرب گئے ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق ایک خبر شائع ہوئی ہے جو درج ذیل ہے:-

کراچی۔ ۲۶ ستمبر۔ سعودی عرب کے سفارت خانے نے ایک پریس نوٹ میں بتایا ہے کہ جب پنڈت نہرو ریاض پہنچے تو لوگوں نے "خوش آمدید امن کے ایلچی" کے نعروں سے ان کا استقبال کیا، لیکن ایک خبر رساں ایجنسی نے اسے غلط رنگ دے کر بتایا ہے کہ نہرو کی آمد پر "پیغمبر امن" کے نعرے لگائے گئے۔ دراصل ترجمہ کرتے وقت عربی کے حروف ابجد کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ عربی زبان میں رسول کا مطلب ایلچی یا قاصد ہے پیغمبر ہرگز نہیں۔ عربی زبان میں نعرہ یوں تھا "مرحبا رسول السلام"۔ (کوہستان ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء)

یہ خبر اس لحاظ سے بہت ہی دل خوش کن ہے کہ رسول کے لفظ کے معنے جو اس میں کئے گئے ہیں وہ ان معنوں کے عین مطابق ہیں جو حضرت مسیح موعود اپنے متعلق لفظ رسول کے کرتے رہے ہیں آج تک ہمارے مخالفین اس لفظ کے استعمال کو حقیقی نبی کے سوائے کسی اور پر جائز نہ سمجھتے تھے، حالانکہ لغوی معنوں کی رو سے "رسول" کا لفظ ایلچی یا فرستادہ کے معنوں میں عرب میں آج تک عام طور پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس خبر سے ظاہر ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اسی بات کا ذکر اپنی کتاب "سراج منیر" میں حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:-

"عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ انصافاً دیکھو کہ کیا یہی تکفیر کی بنا ہے اگر خدا کے حضور میں پوچھے جاؤ تو بتاؤ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں"۔

کس قدر واضح، کتنا کھلا اور صاف بیان ہے، لیکن ہمارے مخالفین نے نہ ماننا تھا، نہ مانے اور آج تک یہی کہتے رہے کہ مرزا صاحب نے رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، نیرنگئ زمانہ کو دیکھئے آج وہی لوگ ایک ہندو کے متعلق اہل عرب کے منہ سے رسول کا لفظ سنتے ہیں، اور ٹس سے مس نہیں ہوتے، خدا کے مامور اور فرستادہ کے متعلق جب رسول کا لفظ سنا تو آپے سے باہر ہو گئے اور گالیاں دینے اور اس پر کفر کا فتوے لگانے پر اتر آئے باوجودیکہ اس نے صراحت کے ساتھ بتا دیا کہ "عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں" بلکہ یہاں تک لکھا کہ حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کو بھی رسول "رسول رسول اللہ (رسول اللہ کے ایلچی) کہا گیا ہے، پھر خدا نے اپنے فرستادہ کو اگر عربی زبان میں رسول یا مرسل کہدیا تو کیا اندھیر آ گیا، اور اس سے حقیقی نبوت کا دعوے کس طرح ثابت ہو گیا۔

ہم اپنے مخالفین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو محض رسول کہہ دینا اس کو نبوت حقیقی کے منصب پر فائز قرار دینا ہے، اگر حضرت مرزا صاحب کو اس وجہ سے کافر قرار دیا جاتا ہے کہ انہیں الہام الٰہی میں رسول کرکے پکارا گیا ہے، تو سلطان ابن سعود اور اہل عرب کو کیا کہو گے، جنہوں نے پنڈت نہرو کو جو مسلمان بھی نہیں رسول کہدیا، کیوں انہیں کافر قرار نہیں دیتے، کیا خدا کے لئے حرام ہے کہ اپنے کسی فرستادہ کو رسول کہے اور بندوں کے لئے حلال ہے کہ جس کو چاہیں رسول کہتے پھریں اور رسول بھی "رسول السلام" امن کا ایلچی کون؟ پنڈت نہرو، جس کی حدود مملکت میں آج بھی **مسلمانوں کا قتل عام** جاری ہے اور فرقہ وارانہ فسادات نے بھارت کے امن کو تہ و بالا کر رکھا ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ سلطان ابن سعود بھارتی مسلمانوں کی اس حالت سے ناواقف ہوں اگرچہ پنڈت نہرو نے اب بھی سلطان کو یہی یقین دلایا ہے کہ

"بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جا رہا ہے جو دوسرے فرقے کے لوگوں سے کیا جاتا ہے"

اور یہ بھی کہا ہے کہ مذہب کے نام پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا، جس کے جواب میں سلطان ابن سعود کا یہ فقرہ بھی عجیب ہے کہ

"مجھے مسلمانوں سے گہری ہمدردی ہے اور میرا ان سے روحانی تعلق ہے"

حیرت ہے کہ پنڈت نہرو نے کس منہ سے یہ کہدیا کہ "بھارت میں مسلمانوں سے وہی سلوک کیا جا رہا ہے جو دوسرے فرقے کے لوگوں سے کیا جاتا ہے"۔ کیا "مذہبی رہنما" جیسی کتاب کی اشاعت اور اس کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج پر ان کا کشت و خون اسی سلوک کو ظاہر کرتا ہے جو دوسرے فرقوں سے روا رکھا جاتا ہے؟ کیا پنڈت نہرو نے اس کشت و خون کو بند کرنے کے لئے کوئی معمولی سی بھی حرکت کی؟ اور کیا عین اس وقت جب بھارت میں خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں سعودی عرب میں جا کر رسول السلام کہلانا اور مسلمانوں کے ساتھ دوسرے فرقوں جیسے سلوک کا دعوے کرنا کسی درجہ بھی صداقت پر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے؟ ہم انہیں امن کا ایلچی نہیں امن کا شہزادہ سمجھتے اگر وہ سعودی عرب جانے سے پہلے ان ہندوؤں کے سامنے جو مسلمانوں کا خون بہا رہے تھے، سینہ سپر ہو کر مسلمانوں کی جان و مال اور املاک کو بچانے کی کوئی سعی کرتے، اور "مذہبی رہنما" جیسی گندی کتاب کے تمام نسخے لیکر انہیں برسر عام جلا دیتے۔

بہرحال ہمیں اس بات کی خوشی بھی ہے کہ اہل عرب نے انہیں "رسول السلام" کہکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ "رسول" کا لفظ غیر رسول پر بھی بولا جا سکتا ہے اس کے اصطلاحی معنے تو خدا کی طرف سے پیغام لانے والے حقیقی نبیوں کے لئے مختص ہیں، لیکن لغوی معنی کی رو سے یہ محض فرستادہ یا ایلچی کا مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں، ایک عام آدمی کو بھی رسول کہا جا سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو انہی معنوں میں خدا کی طرف سے رسول کہا گیا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے فرستادہ اور ایلچی بن کر اصلاح و بہبود کے لئے آئے، اس کو بُرا منانا اور موجب کفر ٹھہرانا اگر جائز ہے تو سلطان ابن سعود اور ان اہل عرب کو کس طرح مسلمان کہو گے جنہوں نے پنڈت نہرو کو "رسول السلام" کا خطاب دے دیا۔ حضرت مرزا صاحب کے الفاظ میں ہم پھر کہتے ہیں کہ:-

"عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے کیا قرآن سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا، انصافاً دیکھو کیا یہی تکفیر کی بنا ہے اگر خدا کے حضور پوچھے جاؤ تو بتاؤ میرے کافر ٹھہرانے کے لئے تمہارے ہاتھ میں کونسی دلیل ہے"۔

کیا حضرت مرزا صاحب کی طرف نبوت کا دعویٰ منسوب کرکے انہیں کافر ٹھہرانے والے مولوی صاحبان اس سوال کا جواب دینگے؟

مُتفرّقات

بدوملہی میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا ورود

۱۱ نوجوان اور ۱۹ مستورات بیعت میں

مؤرخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کو حضرت امیر اور خان عبد العزیز خان آف زیدہ بدوملہی تشریف لائے۔ اسٹیشن پر جماعت کے احباب نے اور اس کے بعد سکول کے لڑکوں نے بینڈ کے ساتھ استقبال کیا۔

بعد ازاں یہ دونوں بزرگ مدرسہ کی عمارت کا معائنہ کر کے نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب تو یہ عمارت کالج کی بلڈنگ نظر آتی ہے۔ اور طلباء کی تعداد ۴۲۵ سن کر بہت خوش ہوئے۔

پھر سارا دن مرکزی جماعت کے علاوہ اطراف کے احباب کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہا۔ دوسرے دن کے لئے منادی کرادی گئی اور جمعہ مبارک کی نماز میں شریک ہونے کے لئے لوگوں کو دعوت دی گئی۔ چنانچہ جمعہ کے دن نماز کے وقت سے پہلے ہی لوگوں کا کافی اجتماع ہو گیا۔ اور جماعت کے بچاس سائٹھ احباب کے علاوہ قصبہ کے مسلمان اس کثرت سے آئے۔ کہ جمعہ کی نماز ایک اچھا خاصہ جلسہ نظر آتا تھا۔ جس میں بہت بڑی تعداد میں مستورات نے بھی شرکت کی۔

حضور کا خطبہ اس حد تک موثر تھا کہ اگر ادھر مردوں کی آنکھوں میں آنسو تھے تو ادھر مستورات بھی اشکبار تھیں۔ خطبہ میں جہاں اسلام کے کمالات کا ذکر تھا۔ وہاں حضرت مسیح موعود کے دعوے اور ان کی خصوصی کامیابیوں کا نہایت واضح اور موثر طریقہ پر ذکر کیا گیا تھا جس سے اپنے اور دوسرے احباب نہایت ہی محظوظ نظر آتے تھے اور ان کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ چنانچہ خطبہ کے بعد ۱۹ مستورات اور ۱۱ نوجوان بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔

ہفتہ کے دن حضرت امیر نے مدرسہ کے بچوں کو خطاب کیا اور ان سے قرآن و حدیث کے متعلق سوالات فرمائے لڑکوں نے نہایت مستعدی سے قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ سنایا اور ہر مضمون کے متعلق آیت اور حدیث پڑھی۔ اور پھر اس آیت و حدیث کا ترجمہ سنایا جس پر حضرت ممدوح نہایت خوش ہوئے۔ بچوں کو ان کی دینی قابلیت پر مبارکباد دی نیز اس بات پر مبارکباد دی کہ وہ ایسے سکول میں تعلیم پا رہے ہیں جس کا سٹاف ایسا دیندار اور ہیڈ ماسٹر صاحب نہایت قابل فخر ہستی اور اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہیں۔

خاکسار۔ حکیم خلیفہ محمد اسلم علوی مہتمم نشر و اشاعت پراپیگنڈا سیکرٹری

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور میں "یوم والدین"

۱۸ ستمبر ۱۹۵۶ء کو مسلم ہائی سکول نمبر ۱ لاہور نے "یوم والدین" منایا۔ بوندا باندی اور موسم کی خرابی کے باوجود ڈیڑھ صد سے زاید بچوں کے والدین تشریف لائے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک وہ مختلف جماعتوں میں جا کر انچارج اساتذہ سے اپنے بچوں کی تعلیمی حالت کے متعلق معلومات حاصل کرتے رہے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد چوہدری عبد المجید صاحب ہیڈ ماسٹر نے نہایت موثر پیرایہ میں ان سے اپیل کی کہ بچوں کو بچپن ہی سے شعائر اسلامی کا عادی بنانے جسم اور لباس کو پاک و صاف رکھنے اور اخلاق فاضلہ پیدا کرنے کی جد و جہد میں والدین کا تعاون نہایت ضروری ہے۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ وقتاً فوقتاً سکول میں تشریف لاتے رہیں اور بچوں کی تعلیم و تربیت میں اساتذہ سکول کا ہاتھ بٹائیں۔ تمام حاضرین پر اس جذبہ کا جس سے ہیڈ ماسٹر کی تقریر پُر تھی نہایت گہرا اثر ہوا۔ ان میں سے تین اصحاب نے سکول کی تعلیمی حالت، اعلیٰ اخلاق، نظم و ضبط پر اظہار اطمینان کیا اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے سلوک اور ہمدردی کے لئے تہ دل سے خراج تحسین پیش کیا، اس کے بعد تمام حضرات ہیڈ ماسٹر صاحب سے فرداً فرداً مصافحہ کر کے جذبہ تشکر اور استحسان کے ساتھ رخصت ہوئے۔

خاکسار۔ احمد صادق۔ سٹاک سیکرٹری

شیشوں کے محل میں بیٹھ کر پتھر نہ پھینکو

الفضل آج کل اصولی بحثوں کو چھوڑ کر جماعت لاہور کی غیب چینی اور خوردہ گیری پر اتر آیا ہے، دو گنگ مشن پر تو مستقلہ بھی گند پھینکا جانے تھوڑا ہے، کیونکہ ہم نے اسے حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ کا کارنامہ قرار دیا ہے، اس لئے حضرت مولانا مرحوم کی ذات کو مورد اعتراض ٹھہرانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے کارناموں پر گند پھینکا جائے لیکن اس سے بڑھ کر آگے ہمارے امریکن مشن کو بدنام کرنے کے لئے "الفضل" نے موٹی موٹی سرخیوں کے ماتحت اپنے قارئین پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہاں کے سابق مشنری میاں بشیر احمد صاحب منٹو شراب اور رقص و سرود کی مجالس میں شریک ہوتے رہے ہیں، اس کے ثبوت میں کسی مصری اخبار سے شہزادی فتحیہ کا نکاح ریاض غالی نامی عیسائی کے ساتھ پڑھانے اور وہاں شراب اور رقص سرود کی مجلس گرم ہونے کا واقعہ نقل کیا ہے،

یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے اس کا جواب میاں بشیر احمد منٹو خود دیں گے، جہاں تک ہمیں معلوم ہے، (ریاض غالی

اخبارِ احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۲۷ ستمبر کو بدوملہی تشریف لے گئے، اور دوسرے دن نماز جمعہ وہیں پڑھائی، آپ کے اس دورہ کی رپورٹ سکرٹری صاحب جماعت بدوملہی کے قلم سے دوسری جگہ درج ہے، آپ کے ساتھ خان عبد العزیز خان آف زیدہ بھی تھے جو چند دن سے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔

تبدیلی اور عصرانہ

کراچی مؤرخہ ۲۳ ستمبر۔ اتوار کو شام کے ۵ بجے مسلم پبلک لائبریری میں جماعت کراچی نے محترم جناب شیخ عبد الرحمن صاحب ناظر کو الوداعی دعوت عصرانہ دی۔ (محترم ناظر صاحب کی تبدیلی لاہور میں بطور اپیلٹ اسسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس ہوئی ہے) چائے کے بعد محترم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب نے شیخ عبد العلی صاحب اور ڈاکٹر یوسف احمد صاحب نے محترم ناظر صاحب کی مختلف ذاتی خصوصیات سے حاضرین کو روشناس کرایا۔ ناظر صاحب نے احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خواہش ظاہر کی کہ جو خوبیاں میرے متعلق بیان کی گئی ہیں، خدا مجھے توفیق دے کہ میں اپنے اندر وہ کما حقہ پیدا کر سکوں۔

مؤرخہ ۲۴ ستمبر کو ناظر صاحب تیز گام سے لاہور روانہ ہو گئے۔ ان کو الوداع کہنے کے لئے مختلف بزرگان جماعت اور ان کے دوست سٹیشن پر موجود تھے۔

درخواست دعا

راولاکوٹ (آزاد کشمیر) سے سردار نور خان صاحب لکھتے ہیں کہ میں عرصہ تین ماہ سے بیمار ہوں، نہایت عاجزی سے احباب سے گذارش ہے کہ میری صحت کے لئے دعا فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مبارک باد

مولنا مرتضیٰ خان صاحب کے صاحبزادہ محمود احمد خاں کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ مبارک کرے اور عمر طویل عطا فرمائے اور دینی اور دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے۔ آمین۔

تو نکاح سے پہلے مسلمان ہو چکا تھا اور یہ بہت بڑا افتراء ہے کہ عیسائی ہونے کی حالت میں ایک مسلمان شہزادی کا نکاح اس سے پڑھا گیا۔ رہا محفل رقص و سرود کا معاملہ ہم نہیں سمجھتے کہ اگر کسی شخص کو کسی جگہ نکاح خوانی کے لئے بلایا جائے اور وہاں رقص و سرود اور شراب کا دور بھی جاری ہو تو اس میں نکاح خواں کا کیا قصور ہے بہر حال اس کا مفصل جواب میاں بشیر احمد صاحب ہی دیں گے۔

لیکن ہم کیا کہیں کہ تو دخلیفہ صاحب ربوہ جس محل میں بیٹھے ہیں وہ ایسے نازک شیشوں کا بنا ہوا ہے، جہاں سے پتھر پھینکنا

اتحاد اور مل کر کام کرنے میں کامیابی کی راہ

جماعت سے الگ ہو کر کام کرنا موجب ہلاکت ہے

پنڈت نہرو کے لئے "رسول" کا لفظ مسیح موعود کی کھلی تائید

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا . . . . کذالک یبین اللہ لکم اٰیاتہ لعلکم تہتدون ———— (سورۃ اٰل عمران آیت)

ہر پیش آمدہ مشکل کا حل قرآن میں

قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی، اور انسان کے لئے ہر بات میں خواہ وہ انفرادی امور ہوں یا اجتماعی ہر قسم کے قوانین اور راستے بتا دیئے ہیں تاکہ انسان ان پر غور کر سکے اور ان کی پیروی کر کے فائدہ حاصل کرے، عجیب کتاب ہے، جتنا کوئی انسان اس پر غور کرتا چلا جائے اتنے ہی اس کے عجائب و غرائب کھلتے چلے جاتے ہیں ہر ایک مشکل کا حل اس میں موجود ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک چیز اس میں موجود تو ہوتی ہے لیکن جب تک ضرورت زمانہ اس کی متقاضی نہ ہو وہ کھلتی نہیں جس وقت ایسا موقعہ آتا ہے جس وقت کوئی ایسی مشکل پیش آتی ہے جس کا حل بظاہر نظر نہ آسکے قرآن کریم بشرط تدبر اس کو کھول دیتا ہے، اور انسان حیران ہوتا ہے کہ زمانہ کی ہر پیش آمدہ مشکل کا حل اس میں موجود ہے اور ہدایت کی تمام راہیں ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق اس میں مرکوز ہیں۔

قرآن بہت بڑا معجزہ ہے

انبیاء اور اولیاء سے معجزات طلب کئے جاتے رہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معجزات کا مطالبہ کیا گیا، اس کے جواب میں انہیں کہا گیا کہ کیا معجزہ تم طلب کرتے ہو، اس کتاب سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے جو ایک امی شخص پر نازل ہوئی اور اس نے حیرت انگیز انقلاب پیدا کر کے دکھا دیا۔

جماعتی ترقی کا اصول

اس وقت میں ایک امر کی طرف جو جماعتی رنگ رکھتا ہے آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا دیکھو اگر جماعتی رنگ میں ترقی کرنا چاہتے ہو، تو اس کا ایک اصول ہے، وہ یہ کہ سب کے سب مل کر حبل اللہ کو پکڑ لو، حبل اللہ کیا ہے؟ حبل اللہ وہ تعلیم ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے قرآن کریم میں نازل ہوئی، یا وہ اصول حقہ ہیں جن پر چل کر انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے تو فرمایا خدا کی طرف سے جو تعلیم آئی ہے اس پر سب کے سب کاربند ہو جاؤ یا اصول حقہ کی پیروی کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو، اگر ان چیزوں سے اجتناب کیا گیا تو نتائج اچھے نہ ہوں گے اور کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکے گی، ولا تفرقوا خدا نے جو اصول کامیابی کے بتائے ہیں ان کے اختیار کرنے میں تفرقہ نہ کرو، اگر سب مل کر اور اکٹھے ہو کر ان اصولوں پر کاربند ہو جاؤ گے تو کامیابی یقینی ہے۔

تفرقہ ناکامی اور ہلاکت کا نتیجہ ہے

غور کر لیجئے دنیا میں جو مصیبت اس وقت پیش آرہی ہے اس کی تہ میں ایک ہی چیز ہے اصول حقہ یا احکام الہٰی سے اجتناب، بعض وقت انسان اپنی خود رائی کے ماتحت خدا کی بتائی ہوئی چیزوں کو ترک کر دیتا ہے، اور کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ یہ اللہ کی چیز ہے اور اپنے ہی خیالات کو صحیح سمجھ کر ان کے پیچھے لگ جاتا ہے، اس قسم کا تفرقہ ناکامی اور ہلاکت کا موجب ہے، جب تک ایک امر پر اتحاد نہ ہو، کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، مل کر کام کرنا ہی مفید ہو سکتا ہے، اگر قوم کے افراد میں اتحاد نہ ہو اور وہ مل کر کام نہ کریں اور خدا نے کامیابی کی جو راہیں بتائی ہیں ان کو چھوڑ کر ہر ایک اپنے اپنے خیالات کے پیچھے لگ جائے تو کامیابی کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔

اتحاد و اخوت سے اہل عرب کی کامیابی

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اہل عرب کو بتایا کہ اپنی پہلی حالت پر غور کرو، کس طرح ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے تھے، اللہ تعالےٰ کا کتنا بڑا احسان اور کتنی بڑی نعمت تمہیں حاصل ہوئی، کہ تمہارے دلوں میں اس نے الفت ڈال دی، دشمنیوں کو دل سے نکال کر ایک دوسرے کے بھائی بھائی بنا دیا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے، اور قریب تھا کہ اس میں گر کر بھسم ہو جاتے، فانقذکم منہا اللہ تعالےٰ نے اس سے تمہیں بچا لیا، کذالک یبین اللہ لکم اٰیاتہ لعلکم تہتدون، اسی طرح اللہ تعالےٰ کھول کھول کر تمہیں بتاتا اور کھلے معجزات تمہیں دکھاتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو اور منزل مقصود کو پہنچ جاؤ، بالفاظ دیگر اگر ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم وہ گر تمہیں بتاتے ہیں، جو تمہیں کامیابی کی طرف لے جائے گا اور وہ یہی ہے کہ سب کے سب مل کر کام کرو اور تفرقہ چھوڑ دو۔

ہمارے لئے سبق

یہ تمام چیزیں اللہ تعالےٰ نے ہماری ہدایت کے لئے بیان فرمائی ہیں، اس میں شک نہیں، کہ اس کے سب سے پہلے مخاطب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عرب قوم تھی، یہ بڑی بھاری غلطی ہوگی کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارے لئے یہ آیات نہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہم بھی اس کے ویسے ہی مخاطب ہیں جیسے اہل عرب تھے، بلکہ میں کہوں گا کہ ہمارے لئے اس میں بڑا بھاری سبق ہے کیونکہ جس شخص کو ہم نے مانا ہے وہ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ظل ہے، اور وہ تمام باتیں جو پہلی قوموں میں پائی جاتی تھیں وہ آج بھی پائی جاتی ہیں کیا یہ صحیح نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے آنے سے پہلے عرب جاہلیت کا نقشہ یہاں بھی موجود تھا اور آج تک موجود ہے۔

مسلمانوں میں عرب جاہلیت کا نقشہ

آج کل پاکستان میں شکر ہے کہ تلواریں ہاتھوں میں نہیں ورنہ جو چاقو بازی ہو رہی ہے، وہ عرب جاہلیت سے کم نہیں، پھر دوسری طرف اس قدر اختلاف آپس میں ہے کہ حیرانی ہوتی ہے، شیعہ اور سنی اور دوسرے فرقوں کا باہم اس قدر جنگ ہے کہ گویا دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا احسان اور جماعت کیلئے لائحہ عمل

حضرت مسیح موعود نے بڑا احسان کیا کہ اس آگ کے گڑھے سے ہم کو نکالا اور ایک اخوت ہمارے اندر قائم کی، اور ہمیں وصیت کی، کہ میرے بعد سب مل کر کام کرو، تعجب کا مقام ہے کہ حضرت نے تو ہمارے لئے ایک ایسا لائحہ عمل قائم کر دیا جس پر چل کر ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں، لیکن ہم اس کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنا اپنا رستہ الگ بنانا چاہتے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص یہ کہے یا اپنے عمل سے یہ ثابت کرے کہ وہ حضرت کے بتائے ہوئے رستہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ آپ کو امام وقت کس طرح مانتا ہے۔

جماعت کے ساتھ مل کر کام کرو

ہم میں سے کسی شخص کا حق نہیں کہ آپ کے بتائے ہوئے رستہ کو چھوڑ کر کوئی اور رستہ اختیار کرے جو شخص ایسا کرتا ہے کیا وہ اپنے آپ کو مجدد وقت

سے زیادہ عقلمند اور صائب الرائے سمجھتا ہے؟ یاد رکھئے یہ نفس کا بڑا دھوکا ہے کہ ایک شخص جماعت سے الگ ہو کر ایک کام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نیک کام کر رہا ہوں، میری کمائی میں سے اتنا روپیہ نیک کام پر لگ رہا ہے وہ بڑے دھوکے میں ہے، ایک رستہ کام کرنے کا جو منجانب اللہ بتا دیا گیا ہے کسی کا کیا حق ہے کہ اس کو چھوڑ کر نئی راہ اختیار کرے اور جماعت سے الگ ہو کر کام کرے، یہ میں اس لئے نہیں کہتا کہ میں نیکوکار ہوں، میں تو بہت کمزور آدمی ہوں، لیکن اس بناء پر کہ خدا کے مامور نے کام کرنے کا ایک طریق بتا دیا ہے اس کی اتھارٹی پر کہتا ہوں کہ جو شخص اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا، خدا کے لئے اس پر غور کریں اور بجائے اس کے کہ اس کے احسان کی قدر کریں ناشکری سے کام دلیں نفس بڑا دھوکہ دیتا ہے انسان کو چاہیئے کہ اس بات کو دیکھے کہ آیا میں اس رستہ پر چل رہا ہوں جو قرآن نے بتایا اور جس کی مجدد وقت نے ہدایت کی ہے، بہت خطرے کا مقام ہے، جو شخص مجدد وقت کی ہدایت کے خلاف اپنی راہ اختیار کرتا ہے وہ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ تمام جماعت کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اگر اسکے روپے سے خدا کا کام رُک گیا تو یہ کتنا بڑا نقصان ہوگا اس سے بچنا چاہیئے۔

نہرو کے لئے رسول کا لفظ

دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ پنڈت نہرو آج کل سعودی عرب کے دورہ پر گئے ہوئے ہیں، یہ خبر آئی تھی کہ جب وہ ریاض (دارالخلافہ سعودی عرب) میں پہنچے تو مرحبا رسول السلام کے نعروں سے ان کا استقبال کیا گیا، کسی نیوز ایجنسی نے یہ خبر دیتے ہوئے رسول کا ترجمہ "پرافٹ" (نبی) کر دیا، میں نہیں جانتا کہ شرارت سے ایسا کیا یا لاعلمی سے، لیکن اس خبر کے شائع ہونے پر کراچی سے سعودی عرب کی ایمبیسی (سفارتخانہ) نے لفظ "پرافٹ" کی تردید کی اور لکھا کہ رسول کا لفظ ایلچی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے نہ کہ "پرافٹ" (نبی) کے معنوں میں، بہتر ہوتا کہ ایمبیسی والے یہ بھی وضاحت کر دیتے کہ رسول کا لفظ دو طرح پر استعمال ہوتا ہے ایک اس کے شرعی اور اصطلاحی معنے ہیں، جس سے وہ رسول مراد ہوتا ہے جو شریعت الٰہی کا حامل ہو اور دوسرے اس کے لغوی معنے ہیں جو ایلچی یا فرستادہ پر استعمال ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات میں رسول اور نبی کا استعمال

بہرحال مجھے اس خبر کو پڑھکر بڑی لذت حاصل ہوئی اور میرے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کا وہ الہام آگیا۔

لا نبقی لک من المخزیات ذکرا یعنے تیرے رسوا کرنے والا کوئی ذکر ہم باقی نہیں رہنے دیں گے دیکھئے حضرت صاحب نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں رسول اور نبی کا لفظ بے شک استعمال کیا ہے، لیکن آپ کی کوئی تحریر ایسی نہیں جس میں آپ نے یہ نہ بتایا ہو کہ یہ الفاظ میں نے لغوی معنوں میں استعمال کئے ہیں اصطلاحی معنوں میں نہیں، رسول کا لفظ فرستادہ الٰہی کے معنوں میں اور نبی کا لفظ خدا سے خبر پاکر دینے والا لیکن ظالموں نے آپ کی بات کو نہ سُنا اور یہی کہتے چلے گئے کہ اس نے رسول یا نبی ہونے کا دعوے کیا ہے۔ خدا کی شان ہے آج خود عرب والوں نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ حضرت صاحب نے جو کچھ فرمایا وہی صحیح تھا۔

اور بھی کئی مسائل ہیں جن میں حضرت مسیح موعود کی بڑی مخالفت ہوئی، مثلاً وفات مسیح کا مسئلہ، دجال اور یاجوج ماجوج کا مسئلہ، لیکن کچھ دنوں بعد آہستہ آہستہ وہی بات ماننے لگ گئے جو حضرت نے فرمائی تھی، ہم نے بھی بڑی کوشش کی اور کھول کھول کر بتایا کہ رسول کا لفظ ان معنوں میں حضرت صاحب نے استعمال نہیں کیا جو تم سمجھتے ہو، لیکن مسلمانوں کے سامنے رسول کا لفظ آیا ہی نہیں کہ وہ بھڑک اُٹھے کہ دیکھو یہ تو حقیقی نبی ہونے کا دعوے ہے حالانکہ یہ ایک عام بات ہے کہ ایک عرب جب کسی کو کوئی ایلچی بھیجتا ہے تو اس کو اپنا رسول کہتا ہے، بہرحال جس بات کے لئے ہم نے بڑی کوشش کی اور لوگ اس کی طرف نہ آئے اب خدا نے ایسا موقعہ پیدا کر دیا کہ خود بخود انہیں ماننا پڑا کہ رسول کا لفظ ایلچی کے معنوں بھی استعمال ہو سکتا ہے

امام وقت نے مسلمانوں کے مرض کی صحیح تشخیص کی

افسوس ہے کہ وقت پر ایک انسان نہیں سمجھتا اگر بعد میں سمجھا تو کیا سمجھا۔ حضرت مرزا صاحب نے کوئی بڑی بات تو نہ کہی تھی، سلسلے کے ایک چھوٹی سی چیز مسلمانوں کے سامنے پیش کی تھی کہ یہ اقرار کرو کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا، یہ وہ چیز ہے جس سے تمام قسم کی خرابیاں دور ہو سکتی ہیں، غور کیجئے آج ہمارے پاکستان کی کیا کیفیت ہے، رات دن رشوت ستانی، شراب خوری، چور بازاری، ڈاکہ زنی ہو رہی ہے اس کی تہ میں کیا چیز کام کر رہی ہے؟ دنیا کو دین پر مقدم کرنا امام وقت نے مسلمانوں کی مرض کی صحیح تشخیص کی اور صحیح علاج بتایا لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے نہ مانا اور موت کو قبول کیا، کیا آپ اسکو یاد نہیں کرتے کہ اگر مسلمان امام وقت کی بات مان لیتے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی راہ اختیار کرتے تو آج پاکستان ایک طاقتور باعزت۔ باثروت مملکت ہوتی، لیکن انہوں نے اپنے آپ کو بھی اور اپنے ملک اور قوم کو بھی ذلیل کیا، اور مامور وقت کا انکار کرکے ہلاکت کی راہ اختیار کی۔

ہمارا فرض

بہرحال خدا تعالےٰ ضرور ایسے حالات پیدا کر دے گا کہ اپنے دین کی حقانیت دنیا پر ثابت کرے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دنیا پر روشن کر دے اور اپنی پاک کتاب کی عظمت کو دنیا پر واضح کر دے، لیکن ہمارا بھی فرض ہے کہ خدا تعالےٰ کے اس منشاء کو پورا کریں اور اپنی رفتار، اپنے کردار اور چال چلن کو دیکھیں کہ وہ کہاں تک اللہ تعالےٰ کے منشاء کے مطابق ہے، بڑا افسوس ہے کہ آج جو کھیل قادیانی جماعت میں کھیلا جا رہا ہے وہ دین کو اور احمدیت کو بدنام کرنے کا موجب ہے، وہ جو اقبال نے کہا تھا وہ بالکل صحیح ہے ؎

خداوندا ترے یہ سادہ لوح بندے کدھر جائیں
کہ سلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری

میں بارہا سوچتا ہوں کہ ہمارے حالات کہاں تک مسیح موعود کی تعلیم کے مطابق ہیں، دوسروں سے ہمیں کیا ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے اور خدا کی طرف نیکی اور راستبازی کا قدم اُٹھانا چاہیئے جو شخص ایک قدم اس کی طرف آئے تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف چل کر آتا ہے، ہاں لازمی ہے کہ پہلے آپ کا قدم اُٹھے، جب تک آپ کا قدم نہیں اُٹھتا خدا کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ آپ کی طرف آئے۔

آئیڈیل پرافٹ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کی مشہور و معروف تصنیف آئیڈیل پرافٹ محترم خواجہ نذیر احمد صاحب نے دوبارہ چھپوا کر ووکنگ مسلم مشن کو بطور عطیہ دی ہے، یہ کتاب نہایت خوبصورت باریک ٹائپ میں اعلیٰ سفید کاغذ پر نہایت دلآویز شکل و صورت میں شائع ہوئی ہے، کتاب کی طباعت پر اصل لاگت تو پانچ روپیہ فی کاپی آئی ہے لیکن خواجہ صاحب نے تبلیغ کی غرض سے دو روپیہ فی کاپی قیمت مقرر کی ہے جو سب کی سب ووکنگ مسلم مشن کو دی جائے گی۔ پہلے اس کتاب کی قیمت دس روپیہ فی کاپی تھی۔ اس مہنگائی کے زمانہ میں دو روپیہ فی کاپی بہت ہی ارزاں قیمت ہے، امید ہے مستطیع اصحاب اس کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر نہ صرف خود پڑھیں گے بلکہ غیر مسلموں میں تقسیم کرکے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو ان کے دلوں میں پیدا کرنے اور اس کے ساتھ ہی ووکنگ مسلم مشن کے مالی استحکام کا بھی موجب ہوں گے، ہم خرما و ہم ثواب کا اس سے بڑھکر اور کیا موقعہ ہو سکتا ہے۔ سیکرٹری صاحب ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور یا دارالکتب اسلامیہ احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کیجئے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

ہدایت خدا کے ذمہ ہے

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

خود ساختہ طریق کی ناکامی

گذشتہ دو شماروں میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انسانی پیدائش کی غرض لقاء اللہ ہے اور لقاء اللہ کے حصول کا ذریعہ خدائی صفات کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ہے کہ ان صفات کو بطور بیج انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ جن کو نشو و نما دینا انسانی اعمال کا کام ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کونسے اعمال ہیں جو ان صفات کو منصۂ ظہور میں لاتے ہیں کیا یہ انسان کے اختیار میں رکھا گیا ہے کہ وہ جس عمل کو چاہے اختیار کرلے اور اس کے نتیجہ میں یہ صفات نشو و نما پاتی جائیں گی۔ قرآن کریم اس کا جواب نفی میں دیتا ہے وہ سورہ النجم ع ۲ میں صاف الفاظ میں فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم تم اپنے نفوس کو پاک کرنے کی خود مت کوشش کرو، پھر ان لوگوں کی ناکامی کی طرف النساء ع کی آیت الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء میں توجہ دلاتا ہے جو اپنے من گھڑت طریقوں کے ذریعہ اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں

دو قسم کے لوگ

اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک وہ جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے ایجاد کردہ طریق سے کام لیتے ہیں اور ایک وہ جو خدا کے بتائے ہوئے طریقوں کو استعمال کرتے ہیں تمام انسانوں کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ان دونوں گروہوں کے حالات کا بنظر غائر مطالعہ کریں اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کو نظر آجائے گا کہ پہلے گروہ کی کوششیں اس راہ میں بالکل ناکام ہیں اور دوسرے گروہ کی سعی کامیابی کے ساتھ ہمکنار ہوتی ہے اور واقعات ان دونوں قسم کے نتائج پر شاہد ناطق ہیں جن کی شہادت سے بڑھکر اور کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔

ایسا کیوں

اگر یہ بات ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر امر کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ قوانین مقرر ہیں جب تک ان قوانین کی پابندی نہیں کی جائیگی اور اپنی کوششوں کو ان کے تابع اور ہم آہنگ نہیں کیا جائے گا صحیح نتائج کبھی برآمد نہیں ہوں گے۔ اس امر کا تعلق خواہ مادی عالم سے ہو خواہ روحانی عالم سے ہو، ہر دو عالموں میں یہی اصول کارفرما ہے مادی عالم میں تو ہمیں یہ قانون نمایاں طور پر کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس کو توڑنے والے بری طرح ناکام ہوتے ہیں اور کامیابی کا منہ وہی لوگ دیکھتے ہیں جو اس قانون کی پوری طرح پابندی کرتے ہیں تو کیا عالم روحانی ہی ایسا عالم ہے جس کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں، وہاں انسان کو خدا تعالیٰ نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ جو چاہے کرے تب نتائج صحیح برآمد ہوتے چلے جائیں گے۔ گویا اس پاکیزہ عالم میں لاقانونی کا راج ہے لیکن واقعات بتلاتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں وہاں بھی خدا کی حکومت اسی طرح ہے جس طرح مادی عالم پر ہے اور وہاں بھی خدا کے قوانین اسی طرح نافذ ہیں جس طرح مادی عالم میں ہیں اور وہاں کے قوانین کی توڑنے والوں کا بھی وہی حشر ہوتا ہے جو حشر مادی عالم کے قوانین کو توڑنے والوں کا ہوتا ہے اور ہر صاحب بصیرت ان کی ناکامی کے حشر کو بھی روز روشن کی طرح دیکھ سکتا ہے۔

عالم مادی اور عالم روحانی میں فرق

گو عالم مادی اور عالم روحانی اس لحاظ سے کہ دونوں اپنے اپنے مخصوص قوانین رکھتے ہیں، متوازی خطوط پر چل رہے ہیں لیکن ان میں ایک بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ مادی عالم کے قوانین کو سمجھنے کی بنیاد انسان کے مشاہدہ اور تجربہ پر رکھی گئی ہے اسی لئے اس عالم کے متعلق انسانی علم بتدریج ترقی کرتا چلا رہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم کے قوانین کے متعلق ناواقفی اور لاعلمی سے انسان کو جو نقصان پہنچتا ہے اس کا تعلق محض دنیاوی زندگی سے ہے انسان کی پیدائش کی اصل غرض سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً اگر ایک انسان ایسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے جس کا علاج انسانی علم نے ابھی تک دریافت نہیں کیا اور اس سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کا اثر اس کی روحانی زندگی پر قطعاً نہیں پڑے گا۔ لیکن اس کے بالمقابل اگر روحانی زندگی سے تعلق رکھنے والے قانون سے بے خبری کے عالم میں انسان پر موت وارد ہو جاتی ہے تو لقاء اللہ سے جو اس کی پیدائش کی اصل غرض ہے محروم رہنے کی وجہ سے اس کی عاقبت بھی خراب ہو جاتی ہے

بیرونی و اندرونی قوے

پس جہاں عالم مادی کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو ظاہری قوے سمع بصر اور فواد عنایت فرمائے ہیں جیسا کہ سورۃ الملک ع ۲ میں فرمایا قل ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون وہاں عالم روحانی کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے باطنی قوے عطا فرمائے ہیں جن کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے سے صفات الٰہی کا انعکاس انسان کے قلب پر نہیں پڑتا اور وہ معرفت الٰہی کی نعمت سے محروم رہتا ہے، ان قوے کا ثبوت مندرجہ ذیل آیات سے ملتا ہے۔

(۱) ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا اور اس شخص سے وہ زیادہ نقصان اٹھانے والا ثابت ہوگا جو اس دنیا میں غلط راہ اختیار کرنے کی وجہ سے اٹھاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس آیت میں جس شخص کو اس دنیا میں اندھا قرار دیا گیا ہے وہ ظاہری طور پر بینائی سے محروم شخص نہیں، اس لئے اس سے صاف طور پر ثابت ہے کہ انسان کے اندرونی قوے میں بینائی بھی ایک قوت ہے جو شناخت رب میں کام دیتی ہے۔ اسی طرح سورۃ طٰہٰ ع ۷ میں بعض لوگوں کے متعلق فرمایا کہ انکو اندھے اٹھایا جائے گا تو وہ کہے گا اے میرے رب مجھے تو نے اندھا کیوں اٹھایا میں تو دنیا میں آنکھیں رکھتا تھا اللہ تعالیٰ جواب دے گا میری آیات تمہارے پاس آئیں (جو بینائی کو تیز کرنے کا ذریعہ تھیں) لیکن تو نے ان سے کام نہ لیا اس لئے تیری بینائی جاتی رہی اور جو لوگ بھی اسراف سے کام لیتے اور ہماری آیات پر ایمان نہیں لاتے ان کو یہی جزا ملتی ہے۔

پھر الحج ع ۶ میں فرمایا افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ یعنی کیا ان لوگوں نے زمین میں چل کر ان قوموں کے نظارے نہیں دیکھے جو رسولوں کے موافقین اور مخالفین کو پیش آئے۔ موافقین کے ساتھ خدا کی کیسی عظیم الشان نصرت شامل حال رہی اور مخالفین کس طرح ہلاکت کے گڑھے میں گرے اور باوجود طاقت کے کس طرح ذلیل وخوار ہوئے اگر یہ لوگ دل سے کام لیتے جو ان کو سوچ بچار کے لئے دیا گیا تھا اور کانوں سے کام لیتے جو ان کو سننے کے لئے دیئے گئے تھے تو یہ گذشتہ قوموں کے انجام سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ لیکن چونکہ انہوں نے ان قوے کو صحیح استعمال کر کے فائدہ نہیں اٹھایا اور صحیح راہ اختیار نہیں کی اس لئے اس غلط راہ کو اختیار کرنے کا نتیجہ یہ تو نہیں ہوگا کہ انکی ظاہری بینائی جاتی رہے یا دوسرے ظاہری قوے متاثر ہوں بلکہ اس بے راہ روی کا اثر ان کے باطنی قوے پر پڑیگا چنانچہ اس کے نتیجہ میں ظاہری آنکھیں تو نہیں بلکہ دل اندھے ہو جائیں گے۔ جو ان کے سینوں میں ہیں۔ اگرچہ عالم روحانی کے ساتھ براہ راست باطنی قوے کا تعلق ہے لیکن ظاہری قوے یعنی سمع۔ بصر اور فواد باطنی قوے کے

محدود رہیں ان دونوں قوتوں کے درمیان جو باریک تعلق ہے اس پر روشنی ڈالنا ایک مستقل موضوع ہے جس پر اس مضمون میں مفصل بحث نہیں کی جا سکتی۔

ضعف انسانی

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ انسان کے خود تراشیدہ اعمال اس کے باطنی قوٰے کو لقاء اللہ حاصل کرنے کے قابل بنانے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسے اعمال ہیں جو اس کو اس قابل بنا سکتے ہیں، اس سوال کا جواب بھی قرآن کریم نے اس طرح دیا ہے کہ پہلے تو یہ تبلایا کہ انسانی طاقت سے یہ باہر ہے کہ وہ ان امور کو دریافت کر سکے جن پر چل کر وہ اپنی پیدائش کی غرض کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے جیسا کہ سورۃ النساء ع میں فرمایا یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا یعنی انسان کمزور ہے وہ رضاء الٰہی کی راہوں کو خود دریافت نہیں کر سکتا اس لئے خدا نے ان راہوں پر اسے خود اطلاع دیکر اس کے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے اور عقل انسانی بھی یہی چاہتی ہے کہ ایسا ہی کیا جائے کیونکہ باطنی قوٰے بالکل پردۂ غیب میں ہیں اور ایسے نہاں درنہاں ہیں کہ بعضوں نے تو ان کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے اس لئے یہ پتہ لگانا کہ وہ کن امور کے اختیار کرنے سے نشو و نما پا سکتے ہیں اور کن امور کے اختیار کرنے سے ان کی نشو و نما رک جائے گی اور وہ مُردہ ہو جائیں گے انسانی علم کے احاطہ سے باہر ہے وہی ہستی اس کے متعلق علم دے سکتی ہے جس نے ان قوٰے کو پیدا کیا اور وہی جانتا ہے کہ کون کونسی چیز ان پر اچھا یا بُرا اثر ڈال سکتی ہے اس لئے خاص خاص عبادتوں کے علاوہ کھانے پینے کے متعلق اُٹھنے بیٹھنے کے متعلق باہمی تعلقات کے متعلق رشتہ داروں اور بیوی بچوں کے ساتھ سلوک کے متعلق، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق وہی صحیح ہدایات دے سکتا ہے جن پر کاربند ہونے سے انسان اپنے باطنی قوٰے کی درست تربیت کر سکتا ہے اور یہیں سے الہام الٰہی کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور اسلام میں دین و دنیا کے ایک ہونے کا صحیح مفہوم اسی سے واضح ہوتا ہے ورنہ اگر کسی اور مفہوم کے لحاظ سے ان دونوں کو ایک کہا جاتا ہے تو ..... وہ یقیناً غلط ہے۔ اس کی تفصیل بھی انشاء اللہ کسی اور مناسب موقعہ پر کی جائے گی۔

ہدایت انسانی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے

اس مضمون کو کہ باطنی قوٰے کو نشو و نما دینے کے ذرائع صرف خدا ہی بتلا سکتا ہے اور اسی نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے قرآن کریم نے تفصیل سے بیان کیا ہے سب سے پہلے تو یہ بتلایا ہے کہ انسانی فطرت کے اندر جو تقاضے رکھے گئے ہیں ان سب کو خدا نے پورا کیا ہے چنانچہ سورۃ ابراہیم ع میں فرمایا واٰتاکم من کل ما سألتموہ یعنی جو کچھ تمہاری فطرت نے تقاضا کیا ہے اسے خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا ہے ظاہری تقاضے جو عالم مادی سے تعلق رکھتے ہیں ان کا پورا ہونا تو ہمارے مشاہدہ میں آ رہا ہے۔ ہر ضرورت انسانی کے پورا ہونے کے سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے تسخیر میں رکھے ہوئے ہم کو نظر آ رہے ہیں پس یہ ہو نہیں سکتا کہ باطنی قوٰے کے تقاضوں کو اس نے نظر انداز کر دیا ہو جن کی نشو و نما پر انسان کی پیدائش کی غرض کے حصول کا دارومدار رکھا ہوا ہے۔ اس لئے اس نے سورۃ الّیل میں صاف لفظوں میں فرمایا ان علینا للھدیٰ وان لنا للاٰخرۃ والاولیٰ یعنی قوٰی باطنی کے نشو و نما کے لئے ہدایت دینا ہمارا کام ہے اور اس کو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے کیونکہ یہ دنیا اور دوسری دنیا ہماری ہی پیدا کردہ ہے اور ہم ہی جانتے ہیں کہ یہ دونوں ایک دوسرے پر کس طرح اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ پھر سورۃ اعراف ع میں جنتیوں کی زبان سے یہ اقرار کروا کر واضح کر دیا کہ جنتی زندگی کے حصول کے ذرائع سے آگاہ کرنا خدا کا ہی کام ہے اور وہ اقرار یہ ہے وقالوا الحمد للہ الذی ھدانا ... لقد جاءت رسل ربنا بالحق یعنی جنتیوں نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اس بلند اور پاکیزہ مقام کے حاصل کرنے کی طرف رہنمائی کی اگر وہ ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ہم کبھی اس کی طرف راہ نہ پا سکتے۔ یقیناً خدا کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ پھر بقرہ ع میں فرمایا فتلقّیٰ اٰدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم قلنا اھبطوا منھا جمیعا فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون یعنی انسان جب شیطان کی پیروی سے گر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے تھامتی اور اس کو پستی سے نکالنے کے لئے اپنے کلمات نازل کرتی ہے اور اسے حکم دیتی ہے کہ ان کلمات کے ذریعہ اپنے آپ کو اس پستی سے نکالو اور بلندی کی طرف آؤ تا میری ہدایت تمہاری گراوٹ کے وقت ہمیشہ تمہارے پاس آتی رہے گی اس پر عمل کرنے سے تم نجات پاؤ گے اور اس کے انکار سے خواہ وہ انکار ظاہری ہو یا معنوی تم دکھوں میں مبتلا رہو گے۔

اس مضمون کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے لیکن خوف طوالت سے انہی چند آیات پر اکتفا کیا جاتا ہے آیندہ شمارہ میں انشاء اللہ وبتوفیقہ تبلایا جائے گا کہ خدا کی اس موعودہ ہدایت کے نزول کا ذریعہ کیا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

"حق کس کا تھا اور کس کو دیا گیا"

ایک شہادت واجب الاظہار

حضرت نانا جان میر ناصر نواب مرحوم ۱۹۱۲ء میں برائے چندہ ہمارے چنیوٹ تشریف لائے اور عصر کا وقت تھا جناب چوہدری مولا بخش صاحب امیر جماعت کی بیٹھک میں نماز ہوا کرتی تھی۔ اور ہم چند آدمی عصر پڑھکر باتوں میں مشغول تھے کہ حضرت ممدوح تشریف فرما ہوئے اور آپ کا بستر ایک قُلی سے لے کر ہم نے رکھا۔ اور حضرت ممدوح کو اندر آنے کے لئے مجبور کیا تو حسب العادت قدیمہ آپ نے اندر آنے سے انکار کیا۔ اور مطالبہ کیا کہ نور ہسپتال کے لئے چندہ اسی جگہ لکھوا دیں تو میں اندر آؤں گا ورنہ میں نہیں آؤں گا۔ لیکن ہم سب نے بالاصرار تقاضا جاری رکھا کہ اور چند آدمی مغرب کی نماز میں آنے والے ہیں اس وقت سب سے چندہ آپ کے لئے جمع کر لیں گے۔ تو آپ اندر تشریف فرما ہوتے ہی فرمانے لگے۔ کہ خلافت تو اہل بیت کا حق تھا۔ اور چلی گئی نائیوں کے گھر، تو سب خاموش ہو کر رہ گئے۔ لیکن ایک شخص معتبر شیخ میاں نور احمد صاحب مرحوم نے کہا۔ کہ مولانا نورالدین صاحب نائی تو نہیں ہیں۔ تو حضرت نانا صاحب نے کہا کہ حق اہل بیت کا ہے۔ لیکن مولانا اہل بیت نہیں ہیں۔ غرض یہ نانا جان صاحب کی پارٹی مولانا صاحب کے خلاف زور آزمائی میں لگی ہوئی تھی۔ اور ہر جگہ آپ یا آپ کی پارٹی کے لوگ پہنچ رہے تھے۔ اور پروپیگنڈا شروع ہو چکا تھا۔ اور زمین ہموار کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔

شیخ عبدالمجید وہرہ ۲/۳ جہاز بلڈنگ چوک سرکلر ڈھاکہ۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء۔

خاتم النبیّین نمبر

"پیغام صلح" کا خاتم النبیّین نمبر مؤرخہ ۱۷ اکتوبر کو شائع ہو گا، بعض احباب کے مضامین آ چکے ہیں، اور اس پرچہ کی کتابت شروع ہو چکی ہے۔ لیکن ابھی کئی دوستوں نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ شاید ان کا خیال ہو گا کہ ابھی ۱۷ اکتوبر میں بہت دن باقی ہیں لیکن عین وقت پر مضمون کا آنا اخبار کی تدوین اور بروقت اشاعت میں خرابی اور رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے، ہمارے دوست حبیب صاحب، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، ابوالمنصور بشارت احمد صاحب بقا، فخرالدین احمد صاحب اور دیگر حضرات جلد از جلد اس طرف توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

مکتوبِ بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

موجودہ دینی تحریکات

یکم ستمبر بروز سنیچر:-

جناب مولانا ابوالحسن ندوی صاحب نے دمشق سے واپسی پر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ایک تقریر فرمائی جو ۱۷ر جولائی ۱۹۵۶ء کے مدینہ میں شائع ہو چکی ہے، اس تقریر کے اخیر پر مولانا نے موصوف کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ "ایک خطرہ جو ہو سکتا ہے کہ مصر سے سر اٹھائے یا شام سے نمودار ہو جو دینی تحریک کے مقابل ایک تحریک کے ذریعہ پرورش پا رہا ہے"۔ اس پر نزیل دارالعلوم دیوبند الشیخ عبدالمنعم رئیس وفد الازہر جوش میں آگئے اور ایک طویل مقالہ سپرد قلم فرما کر مدینہ مجریہ یکم اگست میں شائع فرمایا ہے جس میں ندوی صاحب موصوف کی اچھی طرح خبر لیتے ہوئے مصر اور عالم اسلام کی قیادت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کا جواب تو ندوی صاحب ہی دینگے کیونکہ ندوہ اور دیوبند کے پہلوان خم ٹھونک کر اکھاڑے میں آ گئے ہیں، لیکن یہاں مجھے وہ معنی خیز عبارت درج کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اخیر پر عبدالمنعم صاحب نے ناصحانہ طور پر ندوی صاحب کے سامنے پیش کی ہے۔ اس معنی خیز عبارت میں خصوصًا مودودی صاحبان کے لئے سرمۂ بصارت ہے:-

"میں سمجھتا ہوں کہ برادرم محترم مولانا ابوالحسن صاحب صاحب ان تمام باتوں سے بخوبی آگاہ ہیں اس کے باوجود انہوں نے جو کچھ کہا محض ایک چیز سے متاثر ہو کر کہا ہے یعنی اخوان المسلمین کے ساتھ جو کچھ پیش آچکا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ مولانا اس قدیم حکیمانہ ضرب المثل سے ضرور واقف ہونگے جس میں کہا گیا ہے کہ "جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص فریاد لیکر آئے جس کی ایک آنکھ پھوڑ دی گئی ہو تو اس کے فیصلہ میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے اس نے اپنے مقابل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دی ہوں غالبًا اس ضرب المثل میں وہ سب کچھ ہے جس کے بعد کسی لمبی چوڑی عبارت کی ضرورت نہیں رہتی"

یہ ضرب المثل مصر، شام، ایران، انڈونیشیا، ہند و پاکستان کی ان تمام نام نہاد تحریکات کو جو اسلام کے نام پر معرض وجود میں لائی گئی ہیں جن کا طرۂ امتیاز اکراہ فی الدین رہا قتل و غارتگری تشدد کو جائز سمجھا گیا، سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔

حضرت اقدس کی تحریر

۳ر ستمبر بروز پیر:-

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے۔ ایک گھنٹہ بیٹھے۔ ان دنوں کتاب حقیقۃ الوحی کا مطالعہ فرما رہے ہیں کہنے لگے نشانات کل ختم ہوگئے حضرت اقدس کی تحریر میں عجیب کشش ہے صاف اور کھلی ہوئی عبارت ہے نہ معلوم لوگ کیوں نہیں سمجھتے۔

ظہور مہدی و نزول مسیح پر ایک کتاب

۵ر ستمبر بروز بدھ:-

شیعہ مجتہد امام محمد الخالصی نے ایک کتاب بنام "من ذا؟" تالیف فرما کر پچھلے دنوں ذی القعدہ میں شائع کی ہے اس میں امام مذکور نے ظہور مہدی نزول مسیح وغیرہ پر اپنے مخصوص انداز میں بحث کی ہے ایک نسخہ کتاب مذکور کا بغرض معلومات مرکز کو بذریعہ ڈاک بھجوا رہا ہوں۔ سلسلہ عالیہ کے علمائے عظام میں سے کوئی بزرگ اس پر تبصرہ فرما کر بغرض استفادہ اخوان سلسلہ و دیگر احباب پیغام صلح میں شائع فرمائیں۔ کتاب کے سرسری مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خالصی صاحب نے ہمارے احمدیہ لٹریچر سے بھی اچھا فائدہ اٹھایا ہے۔ امام صاحب کا ضمیر تو وفات مسیح کے لئے تڑپ رہا ہوگا لیکن قوم میں ذلت و رسوائی کا خوف کلمۂ حق کو ادا کرنے سے باز رکھے ہوئے ہے۔ آنے والا آچکا اب نہ تو کوئی آسمان سے نازل ہونا ہے اور نہ ہی کوئی سامراء کے غار یا کربلا کے چٹیل میدان سے ظاہر ہونا ہے۔ اب تو پندرھویں صدی بھی قریب آ رہی ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے مسیح وقت اور مہدی معہود کی شناخت کی اور اس کے دامن سے وابستہ ہو کر خدمت دین میں لگ گئے۔

ایک معاون سلسلہ کی وفات

۸ر ستمبر بروز سنیچر:-

بصرہ سے اخویم ابراہیم آدم صاحب سیجواتی کا خط ۶ر ستمبر ملا جس سے یہ معلوم کر کے بے حد رنج و غم ہوا کہ ہمارے پرانے معاون سلسلہ جناب نواب دین صاحب قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم نے اپنے طور پر سلسلہ کی ہمیشہ معاونت کی اس سے قبل ان اوراق میں مرحوم کا ذکر آچکا ہے۔ اللہ تعالے غریق رحمت کرے "خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں" کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔

ڈاکٹر السید صفا خلوصی سے ملاقات

۸ر ستمبر بروز سنیچر:-

حسب وعدہ جناب الدکتور السید صفاء خلوصی قہوہ المقدمات میں تشریف لائے بڑی محبت اور تپاک سے مصافحہ ہوا انہیں محمد علی ..... سالمین صاحب کی تحریر کے مطابق نہج البلاغہ کے انگریزی ترجمہ کا نسخہ دیا ڈاکٹر صاحب موصوف نے بتلایا کہ اسلامک ریویو میں نہج البلاغہ پر ان کے کئی ایک مضامین شائع ہوئے جنہیں پڑھ کر جناب محمد علی صاحب آف مبلغ نے انہیں یاد کیا ہے، حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب مرحوم امام جامع ووکنگ کا ذکر کرتے ہوئے آپ مرحوم کے خاص ملنے والوں میں سے ایک ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو اسلامک ریویو مجریہ جولائی اور ایک نسخہ ترجمہ انگلش براہین احمدیہ کا دیا۔ یہ پُر لطف صحبت کوئی آدھا گھنٹہ رہی۔

قادیانی فتنہ

جرائد الفضل از ۲۵ر جولائی تا ۳۰ر جولائی پڑھے افسوس ہی ہوا۔ میاں صاحب محترم "دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ" کی طرف سے آنکھیں بند کئے ہوئے کہیں غریب "پیغامیوں" پر برس رہے ہیں تو کہیں "صدر دین" ان کے امیر محترم پر کڑک رہے ہیں یہ ہیں "زعیم دین" یہ ہیں "مصلح موعود" یہ ہیں جانشین اس کے جس نے کہا "گالیاں کھا کر دعا دو - پاکے دکھ آرام دو"۔ بقول حالی مرحوم "نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے"۔ ڈائری کے اوراق میں اس سے زیادہ لکھا نہیں جاسکتا۔ مؤقر جریدہ پیغام صلح اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ حقیقت پر مبنی ٹھوس جوابات دے رہا ہے اللہ تعالے اپنا رحم و کرم فرماوے۔

۱۰ر ستمبر بروز پیر:-

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف ایک گھنٹہ بیٹھے۔ جناب میاں صاحب محترم کے غضب آلود بیانات متعلقہ "فتنہ قادیان" پر گفتگو رہی جناب میاں صاحب کو اب تو بڑے بڑے جاں نثار مخلصین منافقین کی صف میں دکھائی دے رہے ہیں۔ کاش میاں صاحب محترم ذرا گردن جھکا کر اپنی خود کی حالت کا اندازہ لگائیں۔ اپنے خیالات میں آپ خود تھوڑی دیر کے لئے گم ہو کر اپنے خود کا محاسبہ فرمائیں تو تب

"وہ الزام ہم کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"

کا پیرہن بدن پر فٹ نظر آجاوے گا۔ ہماری دلی دعا تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فرزند جسمانی مسیح موعود کو صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

استقبال و الوداع

از چوہدری امجد خان صاحب صدر جماعت احمدیہ کراچی

مولانا یعقوب خان صاحب کے انگلستان پہنچ جانے کے بعد کراچی میں ان کے استقبال و الوداع کی رپورٹ، اگرچہ پرانی سمجھی جائے گی۔ لیکن بعض وقت پرانی باتیں بھی باعث لطف و انبساط ہوتی ہیں اس لئے اس روئداد کو جو حال ہی میں کراچی سے آئی ہے درج ذیل کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر پ۔ص)

جماعت احمدیہ کراچی نے مولانا محمد یعقوب خاں صاحب صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ۸ ستمبر بروز ہفتہ پونے چار بجے شام کراچی ریلوے اسٹیشن پر پُرجوش استقبال کیا۔ اس کے بعد مولانا موصوف شیخ عبدالعلی صاحب کے ہمراہ اُن کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں قیام کیا۔

جماعت کے عصرانہ میں تقریر

جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے ۹ ستمبر بروز اتوار ایک چائے کی دعوت کا اہتمام مسلم پبلک لائبریری کراچی میں کیا گیا۔ جس میں جماعت کے تمام احباب نے شرکت کی اور مولانا محمد یعقوب خاں صاحب نے قوم سے خطاب کیا۔

جماعت میں زندگی

آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ جماعت میں ایک مرتبہ پھر زندگی کے آثار نظر آ رہے ہیں کیونکہ جب میں لاہور سے چلنے لگا تو تمام لوگ مجھے الوداع کہنے آئے اور ان میں خوشی کے ساتھ ساتھ ایک جوش بھی تھا۔ اس کے علاوہ حضرت امیر مری سے صرف ایک دن کے لئے لاہور تشریف لائے۔ تاکہ وہ اپنے ہاتھوں سے مجھے اس مبارک کام کے لئے رخصت کریں۔ اس کے بعد اوکاڑہ کی جماعت کے تمام احباب ریلوے اسٹیشن اوکاڑہ پر مجھے الوداع کہنے آئے۔ اور پھر جب میری گاڑی خانیوال کے اسٹیشن پر رُکی تو خلاف توقع ایک بہت ہی بزرگ شخص میرے کمرہ میں داخل ہوئے، جن کو میں نہیں پہچانتا تھا۔ وہ فرمانے لگے کہ میں نے "پیغام صلح" اخبار میں آپ کی روانگی کے متعلق پڑھا تھا۔ اس لئے حاضر ہوا ہوں، اس کے بعد کراچی کے استقبال کا حال تو آپ لوگوں کو معلوم ہے۔ میاں محمد صاحب نے بھی مجھے ایک خط مبارکبادی کا لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے اور اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے نہ آسکنے کی معذرت کی ہے۔ اظہار مسرت کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے "کہ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہے کہ آپ نے اپنی توجہ اس کام کی طرف کی ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اسکول اور اخبار کی زندگی میں آپ کا وقت ضائع ہو رہا تھا۔ اور سب سے موزوں کام آپکی زندگی کا یہی ہے"

ووکنگ مسلم مشن کی اہمیت اور دُعا کی ضرورت

مولانا موصوف تقریباً دو گھنٹے قوم سے خطاب فرماتے رہے۔ اسی دوران میں آپ نے ووکنگ مسلم مشن کے متعلق فرمایا کہ میں اس محاذ پر جا رہا ہوں۔ جہاں ہمارے دو بہت ہی قیمتی سپاہی ڈاکٹر محمد عبداللہ اور مولانا آفتاب الدین احمد صاحب حال ہی میں خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے ہیں۔ اور اس مشن کی خدمت کے لئے جا رہا ہوں جس کے لئے حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم و مغفور نے اپنی تمام تر زندگی وقف کر دی تھی۔ آپ احباب سے درخواست ہے کہ میرے لئے دُعا کریں کہ میں جس محاذ پر جا رہا ہوں خدا مجھے ترقی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ قوم وہی زندہ ہے، جس کے سپاہی ہر وقت تیار رہیں کہ اگر کوئی سپاہی مارا جائے تو اُس کی جگہ لینے کے لئے دوسرا موجود ہو۔

سوالات و جوابات } اس کے علاوہ آپ نے جماعت احمدیہ لاہور کی تشکیل کی ضرورت اور اپنے پرانے بزرگوں کے کارہائے نمایاں کا ذکر کیا۔ تقریر کے اختتام پر آپ نے لوگوں کو سوالات پوچھنے کی دعوت دی۔ چنانچہ متعدد لوگوں نے سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے بڑے احسن طریق پر دیئے۔

ہوٹل میٹروپول میں دعوت چائے

۱۰ ستمبر بروز سوموار شام پانچ بجے جماعت کراچی کی طرف سے ایک شاندار دعوت چائے کا انتظام METRO POLE ہوٹل میں مولانا کے اعزاز میں کیا گیا۔ اور اس دعوت کے لئے دعوتی کارڈ کراچی کے تمام چیدہ چیدہ لوگوں کو بھیجے گئے۔ چنانچہ اس دعوت میں شہر کے بڑے بڑے لوگوں کے علاوہ جماعت کے تمام احباب اور پریس رپورٹرز نے شرکت کی۔ حاضرین کی تعداد ۲۰۰ تھی۔

انگریزی میں خطاب

مولانا موصوف نے چائے کے بعد حاضرین سے انگریزی زبان میں خطاب کیا۔ آپ کی تقریر کا موضوع "اسلامک آئیڈیالوجی" تھا۔ یہ تقریر تقریباً ½ ۱ گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس تمام تقریر کو قلمبند کر لیا گیا ہے اور ان شاء اللہ پیغام صلح کے کسی آئندہ پرچہ میں شائع کی جائے گی۔ اس تقریر سے حاضرین بڑے متاثر ہوئے۔ ۱۱ ستمبر بروز منگل ½ ۱ بجے دوپہر مولانا صاحب ASIA جہاز پر سوار ہو کر اپنی منزل مقصود کو روانہ ہوئے۔ جماعت کے بہت سے احباب آپ کو الوداع کہنے کے لئے WEST-WHARF پر تشریف لے گئے تھے۔

الحاج محمد سلطان بھولائی کی واپسی

از محمد فاضل رمضان صاحب آف ڈچ گیانا

الحاج محمد سلطان بھولائی صاحب ڈچ گیانا سے بذریعہ ہوائی جہاز ۲۵ مئی ۱۹۵۶ء کو کراچی پہنچے پھر آپ ۷ / جون کو بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے تقریباً دو ماہ گذارے، خدا کے فضل و کرم سے دوران حج میں آپ بالکل تندرست رہے اور بڑی کامیابی سے فریضہ حج ادا کر کے ۱۲ / اگست کو آپ دوبارہ کراچی تشریف لائے۔ اس دوران میں آپ لاہور بھی تشریف لے گئے تاکہ اپنی جماعت کے احباب سے ملاقات کریں۔ لاہور میں آپ کا قیام تقریباً دس روز رہا۔ آپ اس کے بعد راولپنڈی تشریف لے گئے۔ تاکہ حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب سے ملاقات کریں۔ حضرت امیر مری سے ایک روز کے لئے حاجی صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے پنڈی تشریف لائے حاجی صاحب کا ایک دن مولانا صاحب کی صحبت میں گذرا حاجی صاحب نے مولانا سے اسلام اور جماعت کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ جن کا جواب حضرت امیر نے بڑی خوبی سے دیا۔ حاجی صاحب مولانا صاحب کے علم اور شگفتہ مزاجی سے بہت متاثر ہوئے اور آپ نے ان کی بڑی تعریف کی۔ رات کو مولانا صاحب نے حاجی صاحب سے رخصت لیتے وقت کہا۔ کہ میں آپ کے خلاف اور آپ کے منہ پر ایک بات کہوں گا۔ اور وہ یہ کہ جس باریکی سے آپ نے احمدیت کو اور مذہب اسلام کو سمجھا ہے اس کی تعریف کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا اور مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ کہ آپ جیسے بزرگ جو علم دین کو خوب سمجھتے ہیں ڈچ گیانا میں بھی موجود ہیں، اور مولانا صاحب نے حاجی صاحب کی دینی خدمات کا جو اُنہوں نے ڈچ گیانا میں جماعت احمدیہ کے لئے کی ہیں بہت تعریف فرمائی۔

الحاج محمد سلطان بھولائی ۷ ستمبر ½ ۷ بجے صبح بذریعہ ہوائی جہاز ایس اے ایس اپنے گھر بخیر و عافیت روانہ ہو گئے۔ امید کامل ہے کہ وہ ۱۰ / ستمبر کو اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے ہوں گے۔ جماعت احمدیہ ڈچ گیانا سے درخواست ہے۔ کہ وہ ان کی بخیریت کا پتہ جلد از جلد لاہور بھیجیں۔

حاجی صاحب نے رخصت ہوتے وقت ۲۵/- روپے آفتاب الدین ہومیوپیتھک شفاخانہ کے لئے اور ۱۵/- روپے انجمن اشاعت اسلام کے یتامیٰ فنڈ کے لئے دیئے ہیں اور تمام جماعت کا شکریہ ادا کیا ہے اور خاص کر مولانا صدرالدین صاحب۔ مولانا عبدالحق ودیارتھی صاحب ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب اور چوہدری امجد خاں صاحب کا شکریہ ادا کیا ہے۔ کہ انہوں نے بڑی ہمدردی اور خلوص سے ان کی خدمت کی ہے۔

فہرست کُتب و ٹریکٹ مطبوعہ ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۶ء

جماعت کے چند احباب نے دریافت فرمایا ہے۔ کہ گذشتہ چند سالوں میں تصنیف و تالیف کا کیا کام ہوا ہے۔ ان کی اطلاع کے لئے سنہ ۱۹۵۰ء سے سنہ ۱۹۵۶ء تک جو مطبوعات شائع ہوئیں ان کی تفصیل سال وار درج ذیل ہے۔

(سیکرٹری)

کُتب

نام کتاب	صفحات	تعداد	سال طبع
دی ریلیجن آف اسلام	۷۸۴	۷۰۰۰	اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء میں طبع ہوئی
میثاق النبیین حصہ دوئم	۳۱۲	۱۰۰۰	اپریل سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
اسلامی اصول کی فلاسفی	۱۷۶	۲۰۰۰	اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
مرقاۃ الیقین	۲۷۲	۱۰۰۰	دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
لونگ تھاٹس (امریکہ)	۱۴۲	۵۰۰۰	سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
ازالہ اوہام ہر دو حصص	۹۶۸	۱۰۰۰	مارچ سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
مینول آف حدیث	۴۰۸	۷۰۰۰	دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
کشتی نوح	۷۸	۲۰۰۰	مارچ سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
تدوین کامل	۳۲۵	۲۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
سیرت خیر البشر	۲۰۰	۲۰۰۰	اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
حقیقت الوحی	۶۴۸	۲۰۰۰	دسمبر سنہ ۱۹۵۲ء 〃 〃 〃
محمدی پرافٹ	۲۸۶	۵۰۰۰	جون سنہ ۱۹۵۳ء 〃 〃 〃
ارلی خلافت	۳۲۶	۵۰۰۰	جون سنہ ۱۹۵۳ء 〃 〃 〃
حمامۃ البشریٰ	۳۴۴	۲۰۰۰	جنوری سنہ ۱۹۵۳ء 〃 〃 〃
غلبۂ قرآن	۴۰۴	۱۰۰۰	دسمبر سنہ ۱۹۵۴ء 〃 〃 〃
خلافت راشدہ	۳۲۰	۲۰۰۰	جنوری سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
ضرورت حدیث	۳۱۶	۱۰۰۰	دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
محمد ان ورلڈ سکرپچر III	۱۱۶	۲۰۰۰	دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
متن براہین احمدیہ انگریزی ترجمہ	۱۱۲	۲۰۰۰	دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
انگریزی ترجمہ صحیح بخاری پارہ اوّل	۲۴۴	۲۰۰۰	مارچ سنہ ۱۹۵۶ء 〃 〃 〃
انوار القرآن	۲۸۸	۱۰۰۰	سنہ ۱۹۵۶ء 〃 〃 〃

ٹریکٹ

نام کتاب	صفحات	تعداد	سال طبع
Message of Ahmadiyya	4	10000	مارچ سنہ ۱۹۵۰ء میں طبع ہوا
پیغام احمدیت (اردو)	۴	۱۰۰۰۰	جون سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
رسالۃ الاحمدیہ (عربی)	۴	۱۰۰۰۰	جولائی سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
دعوت عمل (اردو)	۳۶	۲۵۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
ردّ تکفیر اہل قبلہ (اردو)	۹۶		ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء 〃 〃 〃
Islam the Religion of Humanity (French)	۳۲	۳۰۰۰	مئی سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
کافر (اردو)	۱۶	۲۰۰۰	جون سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
Correction of an Error	۱۶	۱۰۰۰	جون سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃

نام کتاب	صفحات	تعداد	سال طبع
Prophet or Mujaddid		۲۰۰۰	جولائی سنہ ۱۹۵۱ء میں طبع ہوا
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian	۳۲	۲۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
Giels voor Muslims Jengd (Dutch	۲۰	۲۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
Phenomenon of Revelation	۳۶	۲۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
The Problem which Concerns you	۴۰	۲۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۱ء 〃 〃 〃
کافر (دوسری بار) اردو	۱۶	۳۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۲ء 〃 〃 〃
The Prophet of Islam (Khasi)	۶۰	۱۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۲ء 〃 〃 〃
Facts about Ahmadiyyat	۴۸	۲۰۰۰	جنوری سنہ ۱۹۵۲ء 〃 〃 〃
The Conception of Ahmadiyya Movement.	۹۶	۳۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۲ء 〃 〃 〃
Islam the Religion of (English) Humanity	۳۲	۳۰۰۰	اگست سنہ ۱۹۵۲ء 〃 〃 〃
Marxism Analysed	۵۸		اکتوبر سنہ ۱۹۵۲ء 〃 〃 〃
ہمارے عقائد (اردو)	۲۴		جنوری سنہ ۱۹۵۳ء 〃 〃 〃
Call of Islam (Bengali)	۵۸	۱۰۰۰	جنوری سنہ ۱۹۵۳ء 〃 〃 〃
Call of Islam (English	۷۴	۱۰۰۰	جنوری سنہ ۱۹۵۳ء 〃 〃 〃
Death of Jesus Christ	۲۴	۱۰۰۰	مئی سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
Christ is Come	۵۲	۱۰۰۰	اپریل سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
The Charge of Heresy	۱۲	۵۰۰۰	جون سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
دعوت فکر	۹۶	۱۰۰۰	نومبر سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃
درس قرآن (از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)	۶۴	۱۰۰۰	نومبر سنہ ۱۹۵۵ء 〃 〃 〃

رفتار عالم

—— لاہور - ۳۰ ر ستمبر - آج لاہور میں ریپبلکن پارٹی کا دو روزہ کنونشن ختم ہوگیا - پارٹی نے آخری اجلاس میں اپنا منشور منظور کر لیا - خلاف توقع آج صوبائی پارٹی کے انتخابات نہیں ہوئے بلکہ موجودہ ایڈہاک کمیٹی کو ہی مرکزی انتظامیہ کمیٹی کا درجہ دے دیا گیا ہے - یہ کمیٹی اگلے سال ۳۰ ستمبر تک کام کرے گی -

—— لاہور - ۳۰ ر ستمبر - خان عبدالقیوم خان نے اعلان کیا ہے کہ ہزارہ اور مردان کے قبائلی علاقوں کی چھ خالی نشستوں کے لئے جو ضمنی انتخابات ۱۲ اکتوبر کو ہو رہے ہیں مسلم لیگ جماعتی طور پر ان میں حصہ نہیں لے گی - آپ نے کہا کہ جن علاقوں کو اب قبائلی علاقوں کا نام دیا جا رہا ہے وہ کبھی قبائلی علاقے نہیں تھے وہ سابق صوبہ سرحد کا حصہ رہے ہیں - لہذا وہاں قبائلی علاقوں کے سے انتخابات کرانا بالکل مذاق ہوگا - بہتر ہوتا کہ حکومت ان چھ نشستوں کے لئے انتخابات کرانے کی بجائے لاہور میں ہی اپنے امیدوار نامزد کر دیتی - خان عبدالقیوم خان کی موجودگی میں مغربی پاکستان مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے سابق لیڈر سردار بہادر خان نے آج بتایا کہ وہ قبائلی حلقوں سے انتخاب نہیں لڑیں گے -

—— لاہور - ۳۰ ر ستمبر - ڈاکٹر خان صاحب نے آج اپنی پارٹی کے کنونشن میں اعلان کیا کہ مرکز میں مسٹر سہروردی کی حکومت کو بدستور ری پبلکن پارٹی کی مکمل تائید حاصل و حمایت حاصل رہے گی - آپ نے یقین ظاہر کیا کہ مرکزی ری پبلیکن اور عوامی لیگ پارلیمنٹری پارٹیاں جلد ہی کوئی مشترک پروگرام تیار کر لیں گی - ڈاکٹر خان صاحب نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگلے سال مارچ میں عام انتخابات ہو سکیں گے -

—— وانا (جنوبی وزیرستان) ۳۰ ر ستمبر - وزیر اعظم مسٹر حسین شہید سہروردی نے کہا ہے کہ قبائلی علاقے کے لئے ایک ترقیاتی بورڈ قائم کیا جائے گا اور اس علاقے کے معدنی وسائل کا جائزہ لیا جائے گا - بورڈ میں قبائلی رہنما، سرکاری افسر اور عوامی نمائندے شامل ہوں گے -

—— نئی دہلی - ۳۰ ر ستمبر - مقبوضہ کشمیر کی نام نہاد اسمبلی میں کل شیخ عبداللہ کی مسلسل نظر بندی کے خلاف ایک تحریک التوا پر بحث کی اجازت نہیں دی گئی - یہ تحریک اپوزیشن لیڈر غلام محی الدین ہمدانی نے پیش کی تھی -

—— لاہور - ۳۰ ستمبر - سابق صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اور مسلم لیگی لیڈر خان عبدالقیوم خاں نے کہا ہے کہ مسٹر سہروردی واقعی مشرقی پاکستان کے عوام کے نمائندہ ہیں - مگر مغربی پاکستان میں ری پبلیکن پارٹی کا کوئی برسر اقتدار لیڈر عوام کا نمائندہ نہیں - آپ نے سرکاری مشینری پر پشاور کے ضمنی انتخاب میں مداخلت کا الزام بھی لگایا -

—— لاہور - ۳۰ ر ستمبر - مغربی پاکستان کے وزیر مال خان افتخار حسین خان آف ممدوٹ نے آج ایک ملاقات میں بتایا کہ باڑہ سکیم کے تحت قابل کاشت الاضی پر بے دخل مزارعین کی آبادکاری کا کام از سر نو شروع کر دیا گیا ہے - اور ریونیو بورڈ نے اس سلسلہ میں جو اعتراضات کئے تھے انہیں مسترد کر دیا گیا ہے -

—— لاہور - ۳۰ ر ستمبر - ضلع ڈیرہ غازی خاں سے صوبائی اسمبلی کے رکن پیر صاحب تونسہ شریف خواجہ حافظ سدید الدین نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ آیندہ اسمبلی کے اجلاس میں آزاد رکن کی حیثیت علیحدہ نشست پر بیٹھیں گے -

—— گوجرانوالہ - (ڈاک سے) آج یہاں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج شیخ محمد اکبر نے علاقہ تھانہ نوشہرہ ورکاں کے موضع کاہلواں کے ایک مقدمۂ قتل میں ملزمہ مسمات شریفاں کو زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات پاکستان سات سال قید سخت کی سزا کا حکم سنایا اور اس کے بوڑھے والد مسمی لال کو عدم ثبوت کی بناء پر بری کر دیا -

—— لاہور - ۳۰ ر ستمبر - ہفت روزہ قندیل کے ایڈیٹر مسٹر شبیر محمد اختر کی والدہ کل یہاں انتقال کر گئیں - آپ کو میانی صاحب کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا - مرحومہ کی عمر ۶۰ برس تھی آج صبح آپ کی رسم قل ادا کی گئی -

—— لاہور - ۳۰ ر ستمبر - طریق انتخاب کے مسئلے پر ری پبلیکن لیڈروں کی روش آج اخباری نمایندوں کے لئے ایک معمّا ہی رہی - سیکرٹری جنرل میر عبدالقیوم نے پرسوں اعلان کیا تھا کہ پارٹی کہ پارٹی جداگانہ انتخاب کے موقف پر قائم ہے - آج کنونشن کے آخری اجتماع میں ڈاکٹر خان صاحب نے جہاں ہر اہم موضوع پر اظہار خیال کیا وہاں وہ طریق انتخاب پر رائے زنی سے گریز کرتے رہے - اگرچہ انہیں سب سے زیادہ رقعے اسی مسئلے کی وضاحت کے لئے بھیجے گئے تھے یہ امر قابل ذکر ہے کہ پارٹی کے منشور میں متحدہ قومیت کے تصور پر زور دیا گیا ہے -

—— ۳۰ ر ستمبر - آج سہ پہر گلستان فاطمہ میں لاہور کی ری پبلکن پارٹی کی طرف سے پاکستان ری پبلیکن پارٹی کے کنونشن میں آئے ہوئے دو ہزار سے زائد مندوبین کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی جس میں وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب متعدد صوبائی وزراء اور دوسرے

مسرت ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ۔ ایڈیٹر دوست محمد -

پیغام صلح مورخہ ۱۲ ر اکتوبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۸

مولانا یعقوب خان صاحب کا خط ووکنگ سے

(بقیہ از صفحہ اول)

ان سب کا بھی میں ممنون ہوں - مگر اصل امداد کا وقت یہ ہے - جب کام شروع ہو رہا ہے - اس میں وہ سب دوست میرے لئے دعا کریں -

اس کے علاوہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو خاص طور پر دعاؤں کے لئے تاکید کر دیں اور جمعہ کے دن سب احباب سے دعا کے لئے کہیں - والسلام

خاکسار - محمد یعقوب خان

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۳۹

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

مولانا محمد یعقوب خان صاحب کے خطوط

(۱)

پروفیسر عنایت علی خان صاحب کے نام:

ووکنگ یکم اکتوبر - اخویم مکرم پروفیسر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جب سے میں پہنچا ہوں مصروف رہا ہوں - ڈاکٹر عبداللہ صاحب کے مزار پر گیا - اس قبرستان میں مسلمانوں کے حصہ کی حالت ابتر ہے اس لئے کہ کوئی دیکھ بھال نہیں ہوتی - کوشش میں ہوں کہ کوئی انتظام ہو جائے - لارڈ ہیڈلے کی قبر بھی خود رو جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی ۲۸ کو پاکستان ہائی کمشن میں جمعہ پڑھایا - کل اتوار کے لئے یہاں مسجد میں اجتماع کا انتظام کیا تھا جو خاصہ بارونق ہوا - مولوی عبدالمجید صاحب اور کئی دوست لنڈن سے آئے تھے - سکاٹ لینڈ سے کانفرنس میں شمولیت کے لئے دعوت آئی ہے - اگلے سنیچر کو مولوی عبدالمجید صاحب کے ہاں لیکچر کا انتظام ہے - اور پرافٹ ڈے پر بڑے پیمانہ پر لیکچر کا ایک اہتمام ہو رہا ہے -

بیگم عبداللہ صاحبہ بے نظیر خاتون ہیں، بے حد مستعد اور منتظم ہیں، اور گھر کو بڑی محنت سے چلا رہی ہیں ان کے بچے بھی بہت پیارے اور سعید ہیں - مولوی عبدالمجید صاحب بڑی خوبیوں کے مالک ہیں - ہماری بہت سی سرگرمیوں کے مرکز ہیں - لنڈن میں بڑے وسیع Contacts ہیں - مشن سے پوری طرح identified ہیں اور کم از کم مجھ سے تو بہتر احمدی ہیں - بڑے پختہ احمدی ہیں ہاں کٹ ملاّ قسم کے نہیں، بلکہ ..... لبرل (آزاد خیال) قسم کے ہیں - پاکستان ٹائمز میں جو چھپا تھا - اس میں رپورٹر کے اپنے انداز بیان کو زیادہ دخل تھا - مولوی صاحب نے صرف اتنا کہا تھا کہ یہ مشن فرقہ وارانہ خیالات پر نہیں چلایا جاتا اور احمدیہ انجمن اس کے اخراجات کی کفیل ہے - حضرت امیر، ڈاکٹر غلام محمد صاحب، مصری صاحب اور دیگر تمام احباب سے سلام علیکم کے بعد دعا کے لئے عرض کر دیں، یہاں کام کا میدان بڑا وسیع ہے - اللہ تعالیٰ کی توفیق چاہیئے - والسلام

خاکسار - محمد یعقوب خاں -

(۲)

ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے نام:-

ووکنگ ۵ اکتوبر اخویم مکرم ڈاکٹر صاحب

میں خدا کے فضل سے اچھا ہوں - کام پورے زور سے شروع ہو گیا ہے گذشتہ بدھ کو Hastings گیا جو لنڈن سے کوئی ۸۰ میل پر ساحل سمندر پر واقع ہے - تقریر Muslim way of life پر ہوئی - اس کے بعد کثرت سے سوالات و جوابات کا سلسلہ دیر تک جاری رہا - ایک مقامی صاحب جو مجھے سٹیشن پر لینے آئے تھے پاکستانی فوج میں کرنل رہ چکے ہیں اور حال ہی میں واپس آئے ہیں، پشتو خوب بولتے ہیں - پشتو بولنے والے سے مل کر بہت خوش ہوئے اور پشتو میں بات چیت کرتے رہے گھر پر لنچ کے لئے لے گئے اور شہر میں پھراتے رہے - انہوں نے بتایا کہ یہ تاریخی شہر ہے اور ولیم The Conqueror وہیں آکر اترا تھا - اس وقت کی عمارات اور قلعہ بھی دکھایا - خدا کے فضل سے لیکچر کا اچھا اثر ہوا - اسی شام کو میں لنڈن واپس آ گیا - کل ساڑھے چار بجے لنڈن میں مولوی عبدالمجید صاحب کے قیام گاہ پر ایک reception اور لیکچر ہے - کل ہی ساڑھے ۶ بجے شام کو بی-بی-سی کے لئے میری گفتگو کی ریکارڈنگ ہوگی اس کا انتظام Congress of Faiths والوں نے کیا ہے - جن کے ہاں آج کل کانفرنس ہو رہی ہے - ۱۷ اکتوبر کو برسٹل کی اسلامک سوسائٹی نے میلاد النبیؐ پر تقریر کے لئے بلایا ہے - یہ جگہ کوئی ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے، اور یونیورسٹی ہے - سوسائٹی بھی یونیورسٹی کے طلباء کی ہے - ووکنگ میں ہفتہ وار لیکچروں اور نماز جمعہ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے - پچھلی اتوار کو اچھی رونق ہوئی - اس اتوار کو بھی بہت سے لوگوں کو مدعو کیا ہے - خیال ہے کہ ووکنگ میں بجائے لیکچروں کے نومسلمین کو تعلیم دی جائے اور قرآن شریف پڑھنا اور معنے سمجھنا سکھایا جائے - سورۃ فاتحہ سے شروع کرنے کا خیال ہے تاکہ نماز بھی آ جائے - روسن میں فاتحہ اور اس کا ترجمہ ہر ایک کے ہاتھ میں دے دیتا ہے - اور ان سے کہتا ہے کہ جو سبق ایک اتوار کو انہیں پڑھایا جائے اسے اگلی اتوار کو سنانا بھی ہو گا - یعنے باقاعدہ کلاس ہو گی - یہ بھی خیال ہے کہ مقامی اخباروں میں اشتہار دیا جائے کہ اسلامک سٹڈیز کے لئے کلاس کھول دی گئی ہے، اور جو کوئی شوق رکھتا ہو، آ کر پڑھ

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء

"پیغامیوں والے غیرتمند احمدی"

ربوہ کے فتنہ منافقین کے سلسلہ میں نام نہاد منافقین کے مقاطعہ کا جو خطرہ لاحق تھا وہ آخر کار پورا ہو کر رہا۔ اخبارات کے پیش از وقت بیانات اور حکومت کے انتباہ کی وجہ سے خلیفہ صاحب ربوہ اپنے سابقہ طریق مقاطعت پر تو عمل پیرا نہیں ہو سکے۔ اب ایک اور طریق انہوں نے اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیرونی جماعتوں اور انجمنوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے اپنے ہاں کے ان لوگوں کے متعلق جو خلیفہ صاحب سے کسی رنگ میں بیزاری کا اظہار کر کے "منافقین" کی فہرست میں داخل ہو چکے ہوں۔ ریزولیوشن پاس کر کے ان کے اخراج کی منظوری خلیفہ صاحب سے حاصل کریں۔ چنانچہ سب سے پہلے لاہور کی انجمن احمدیہ مبایعین نے دس آدمیوں کے (جن میں حضرت مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند مولوی عبدالوہاب صاحب بھی ہیں) اخراج کا ریزولیوشن پاس کر کے خلیفہ صاحب کو منظوری کے لئے بھیجا جو منظور کر لیا گیا۔ اب لوکل "انجمن احمدیہ ربوہ" نے ایک قرارداد میں مولوی عبدالمنان صاحب پسر حضرت مولٰنا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخراج کی سفارش کی ہے۔ اور خلیفہ صاحب نے اس کے لئے منظوری دے دی ہے اسی قرارداد میں یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"مولوی عبدالمنان صاحب کے رشتہ دار جو ربوہ میں رہتے ہیں ان کے حالات پر غور کرنے کے بعد ان کے متعلق بھی حضور کی خدمت میں رپورٹ پیش کی جائے گی،،

خیر یہ خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت کا معاملہ ہے اس سے ہمیں غرض نہیں اپنے مریدین سے وہ جو چاہیں، جس طرح چاہیں سلوک کریں ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ مولوی عبدالمنان صاحب کے اخراج کے لئے یہ بہانہ تراشا گیا ہے کہ انہوں نے "پیغام صلح" کے اس الزام کی تردید نہیں کی کہ خلیفہ صاحب نے حضرت مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیر و توہین کی ہے۔ اس ضمن میں "پیغام صلح" کا یہ فقرہ خاص طور پر نقل کیا گیا ہے کہ۔

"کاش میاں صاحب مسیح موعود کی نظروں سے نورالدین کو دیکھتے ان کی تحریرات کو پڑھتے اور عقیدت الٰہی ان کے دل میں ہوتی۔ تو ایسے الفاظ ان کی زبان سے نہ نکلتے جن کو کوئی غیرت مند احمدی برداشت نہیں کر سکتا"

—— ربوہ کی انجمن کا یہ دعویٰ ہے کہ

"ہر غیرتمند مبائع احمدی برملا کہتا ہے کہ پیغامیوں کا یہ اعتراض بالکل غلط اور محض بہتان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہرگز ہرگز خلیفۃ المسیح الاولؓ کے حق میں کوئی نازیبا کلمہ استعمال نہیں کیا۔ اور آپ ایسا کر بھی کیسے سکتے تھے جبکہ آپ انہیں اپنا استاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ اوّل تسلیم کرتے ہیں،،

اس کو کہتے ہیں حب الشئی یعمی و یصم۔ بیشک غیرت مند "مبائع" احمدیوں کو یہ کبھی نظر نہیں آ سکتا کہ ان کے خلیفہ صاحب نے اپنے استاد اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ لفظ بھی کہے ہیں کہ:۔

"یہ لوگ بتائیں تو سہی کہ وہ کونسے ملک ہیں جن میں مولوی نورالدین صاحب نے اسلام کی تبلیغ کی یورپ امریکہ، افریقہ اور ایشیا میں وہ کوئی ایک ملک ہی دکھادیں جس میں انہوں نے اسلام پھیلایا ہو،،

یقیناً ربوہ کے "غیرت مند" مبائع احمدیوں کے نزدیک ان کے خلیفہ صاحب کا یہ فقرہ کسی استحقار اور توہین کا موجب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ تو ان کا "بڑا ادب" ہے اور اگر یہ بھی کہہ دیا جائے کہ یہ فقرات خلیفہ صاحب نے کہے ہی نہیں "پیغامیوں" نے اپنے پاس سے بنا کر خلیفہ صاحب کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ تو یہ بھی ہر غیرت مند مبائع احمدی کی "غیرت" کا عین تقاضا ہے۔ مولوی عبدالمنان صاحب کا یہ سب سے بڑا جرم ہے کہ انہوں نے اس "غیرت" کا اظہار نہیں کیا۔ اور "پیغام صلح" کو ڈانٹ نہیں پلائی کہ تم نے خلیفہ صاحب پر غلط الزام دیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ ہمارے باپ کے متعلق کہا وہ بالکل صحیح ہے۔ فی الواقعہ ہمارے باپ نے اسلام کی کوئی تبلیغ نہیں کی اور کسی ملک میں اسلام نہیں پھیلایا۔ مولوی عبدالمنان صاحب کا یہ جرم ہے کہ انہوں نے "پیغام صلح" کو ایسا جواب نہیں دیا اور یہ سنگین ہے کہ اس کی بنا پر ربوہ کے "حقیقی غیرت مند مبائع" احمدیوں کی بارگاہ سے ان کے متعلق یہ فتویٰ صادر ہوا ہے کہ وہ

"گویا پیغامیوں والے غیرت مند احمدی تو بنے ہیں، لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت رکھنے والے غیرتمند مبائع نہیں بنے پس درحقیقت مولوی عبدالمنان صاحب نے اپنے رویہ سے مبایعین سے عملاً خروج و علیحدگی اختیار کر لی ہے،،

سُن لیا آپ نے؟ ربوہ والوں کے نزدیک غیرت مند احمدی مبائع وہ ہو سکتا ہے۔ جو خلیفہ صاحب ربوہ کے ساتھ ایسا عشق و محبت پیدا کرے۔ کہ "صمٌ بکمٌ" ہو کر جو کچھ وہ کہتے رہیں آمنا و صدقنا کہتا چلا جائے خواہ اس میں حضرت مولٰنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کی ہتک اور توہین ہوتی ہو یا حضرت مسیح موعودؑ بلکہ حضرت ابوبکرؓ اور تمام انبیائے کرام کی تحقیر و تذلیل ہو جائے۔ اور جو شخص خلیفہ صاحب کی بیعت میں ہوتے ہوئے ان کے کلمہ تحقیر پر اعتراض کرنے والوں کی تردید نہ کرے۔ اس کی غیرت "پیغامیوں" والی ہے۔ مولوی عبدالمنان صاحب کے اندر چونکہ ایسا اندھا عشق و محبت نہیں اس لئے جماعت ربوہ کے نزدیک وہ "غیرتمند مبائع" نہیں بنے اور "پیغامیوں والے غیرتمند احمدی" بنے ہیں اور اس بنا پر یقیناً ربوہ کی جماعت سے اخراج کے قابل ہیں۔

یہ ہے وہ ذہنیت جو تمام پیروں کے مریدین میں علی العموم پائی جاتی ہے جماعت ربوہ میں اس ذہنیت کا ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔

بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ آنکھیں کھول کر چلنے والوں اور بزرگوں کا ادب و احترام ملحوظ رکھنے والوں کو "پیغامیوں والے غیرتمند احمدی" قرار دیا گیا ہے۔ جس کے لئے ہم جماعت ربوہ کے شکر گزار ہیں۔

خدا کے رستہ میں قربانی اور مجاہدہ وہ تجارت ہے

جس میں کسی نقصان کا احتمال نہیں

مالی قربانی ازدیاد رزق اور مشکلات سے مخلصی کا ذریعہ ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃٍ تنجیکم من عذاب الیم .... ذالک الفوز العظیم ——— (سورۃ الصف رکوع ۲)

قرآن کریم کا مدلل خوبصورت اور ہمدردانہ انداز بیان

قرآن کریم واقعی خدا کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لئے نازل ہوا، کیونکہ جب ہم اسے اُٹھا کر دیکھتے ہیں، تو اس کتاب میں نہایت ہی مدلل اور خوبصورت طور پر اور انسان کے روزمرہ واقعات کو سامنے رکھکر انسان کی فطرت کو سامنے رکھکر ایسے راستے بتائے ہیں جن سے انسان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔ دنیا کی دوسری مذہبی کتابیں اُٹھا کر دیکھئے یہ چیز وہاں نہیں ملے گی، اسلام دنیا کا آخری مذہب ہے۔ اس کی ہر چیز کامل و مکمل ہے، اسلام کا خدا، اسلام کا نبی، اسلام کی کتاب، سب اپنے اندر کمال رکھتے ہیں دیکھئے ان آیات میں کس قدر خوبصورت انداز میں فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا اے ایمان والو! ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم کیا میں تمہیں ایک تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے بچالے؟ دیکھو کس قدر ہمدردی اور کتنا درد اس میں پایا جاتا ہے، جس کی طرف سے یہ کتاب نازل ہوئی، وہ چاہتا ہے کہ انسان کسی طرح کامیاب ہو جائے۔

رُوحانی تجارت

حدیث میں آیا ہے کہ تجارت میں رزق کا ۹/۱۰ حصہ ہے، یہ رزق کمانے کا بہترین طریقہ ہے، رزق دو قسم کا ہے، ایک رزق مادی ہے جو مادی جسم کی پرورش کے لئے انسان کماتا ہے، اور دوسرا روحانی رزق ہے جو رُوح کی پرورش کے لئے ہوتا ہے، اور چونکہ مادی اور روحانی سلسلہ ایک ہی طرح پر چلتا ہے اس لئے روحانی رزق کے ذریعہ حصول کو بھی تجارت قرار دیا۔ اس میں شک نہیں کہ روحانیت مادیت سے اعلےٰ وارفع چیز ہے لیکن چونکہ مادیت ان ظاہری آنکھوں سے ہمیں نظر آتی ہے اور مادی تجارت کے فائدے ہم کھلے طور پر دیکھتے ہیں اس لئے روحانیت میں بھی تجارت ہی کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم۔ کیا طرز بیان ہے کہ پہلے فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا اے ہمارے ماننے والو! پھر کس قدر ہمدردانہ انداز میں ارشاد فرمایا کہ آؤ ہم تمہیں ایک ایسی تجارت بتائیں جو عذاب الیم سے تمہیں بچالے۔

دنیا کا عذاب الیم

عذاب الیم کیا ہے ایک تو یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے پیچھے لگ گیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ دنیا ہی کما لوں وہ بڑے دُکھ میں ہے اسے دنیا کمانے کے لئے ایسے ایسے جتن کرنے پڑتے ہیں جو اُس کے لئے ایک عذاب پیدا کر دیتے ہیں۔ آج جتنی قومیں بظاہر بڑی دولتمند اور با ثروت نظر آتی ہیں، مثلاً امریکہ اور انگریز اور فرانس یہ سب سے بڑی متمول قومیں ہیں ان سب کو دن رات یہی فکر لگی ہوئی ہے کہ کس طرح دوسروں کو ملیا میٹ کر کے ان کا سب مال و متاع خود سنبھال لیا جائے۔ یہ جو آج نئی نئی چیزیں نکلی ہیں ان سب کو اپنی اپنی جگہ یہی فکر ہے کہ کس طرح ان ایجادات میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا جائے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر تگ و دَو ہو رہی ہے، کس قدر دوسروں کو کچلنے کے لئے ساز و سامان کئے جا رہے ہیں، کس قدر اس کے لئے فکر دامنگیر ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں ان کو آرام ہے! ہرگز نہیں۔

نفع بخش تجارت

اس میں شک نہیں کہ ہر کام میں تگ و دَو اور محنت کرنی پڑتی ہے، لیکن دنیا دار دوسروں کے حقوق مار کر عذاب الیم خریدتے ہیں، اور ایک روحانی انسان دوسروں کو آرام پہنچا کر اور اُن کے لئے خود تکلیف اُٹھا کر جنت خریدتا ہے، اللہ کا کس قدر رحم ہے کہ اپنے ماننے والوں کو خود تجارت بتاتا ہے کہ آؤ ایک تجارت تمہیں بتائیں جو تمہیں عذاب الیم سے بچالے کیا کوئی عقلمند ایسا ہے جس کو ایسی تجارت بتائی جائے جس میں منافع ہی منافع ہو اور نقصان کوئی نہ ہو، تو وہ اس سے انکار کرے، ایک عام دنیا دار تو ایسی تجارت میں فوراً شامل ہو گا۔ لیکن دنیا کی کوئی ایسی تجارت نہیں جس میں نقصان کا کوئی احتمال نہ ہو، ایک ہی تجارت ایسی ہے جس میں نقصان کا احتمال نہیں، اور وہ روحانی تجارت ہے اس لئے سب سے پہلی چیز یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ ہمارا مقصد دنیا نہیں بلکہ روحانی تجارت کرنا ہے اگر وہ ہستی جو انسان کو نیست سے ہست کرتی ہے، اس کی طرف سے انسان کی بھلائی کے لئے کوئی بات بتائی جائے تو اس کے بہتر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، خدا تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں وہ جو کچھ بتاتا ہے وہ انسان کی بھلائی کے لئے ہی بتاتا ہے ومن اصدق من اللہ قیلا

سچا اور حقیقی ایمان مجاہدہ کو چاہتا ہے

اس کے بعد ایک نسخہ بتاتا ہے تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم پہلی چیز خدا اور رسول پر سچا ایمان ہے جو انسان کو عذاب الیم سے بچا سکتا ہے، جب تک خدا پر حقیقی ایمان نہ ہو رُوحانیت کی طرف قدم اُٹھ سکتا ہی نہیں، تو پہلی چیز جس کی طرف توجہ دلائی ہے وہ اللہ اور رسول پر سچا ایمان ہے لیکن جب تک ایک اور چیز نہ ہو یہ ایمان متحقق نہیں ہو سکتا کہنے کو تو سب ہی کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ جو حرامکاریاں کرتے، حرام کا مال کھاتے، بدکاریوں میں مبتلا ہوتے ہیں اگر اُن سے پوچھا جائے تو وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں لیکن کیا ان کا ایمان، ایمان سمجھا جائے گا ہرگز نہیں پختہ ایمان صرف تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم اپنی جان اور مال سے اللہ تعالےٰ کے رستہ میں جہاد کرنے سے ہی متحقق ہو سکتا ہے، خدا و رسول پر ایمان لانے سے ایک ناقابل تسخیر قوت پیدا ہو جاتی ہے، صحابہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کس چیز نے ان سے ایسی شاندار قربانیاں کرائیں کہ نہ اپنے مال کو انہوں نے اپنا مال سمجھا نہ اپنی جان کو اپنی جان سمجھا، بات بڑی چھوٹی ہے، لیکن اگر ذرا نقطہ نگاہ بدل جائے تو میلوں کا فرق پڑ جاتا ہے۔ ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آگئی، کہ اپنی جان اور مال کو خدا کے رستہ میں خرچ کرنے میں ہی زندگی ہے۔

مجاہدہ اور قربانی دنیا دار کیلئے بوجھ ہوتا ہے

ایک جگہ قرآن کریم فرماتا ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ نماز اور صبر سے خدا کی مدد طلب کرو وانھا لکبیرۃ الا علی الخٰشعین الذین یظنون انھم ملٰقوا ربھم وانھم الیہ راجعون یہ بڑا بھاری بوجھ ہے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے خدا سے ملنا اور اسی طرف لوٹنا ہے،

تو وہ چیزیں جو ایک دنیادار کے لئے بوجھ ہوتی ہیں خدا و رسول پر ایمان نہ رکھنے والوں کو وہ نہایت آسان نظر آتی ہیں، ایک دنیادار سے پوچھو خدا کے رستہ میں مال خرچ کرتے وقت اسے کس قدر قبض ہوتی ہے، کتنے حیلے اور بہانے وہ کرتا ہے۔ لیکن ایک مومن جو اپنے مال کو خدا کا مال سمجھتا ہے فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا فرمایا ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ اگر تم سمجھو تو اس میں تمہارے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔

خدا بڑھ چڑھ کر دیتا ہے

میں بھی آج آپ سے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرو۔ یہ تجارت فائدہ مند ہے۔ خدا کے رستہ میں خرچ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ دیکھو تم ایک چیز اس کے رستہ میں دو گے تو وہ اس سے کئی گنا بڑھ چڑھ کر تمہیں دے گا۔ ایک جگہ فرمایا۔ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔ خیال تو کرو ایک دانہ زمین میں ڈالا جاتا ہے اس سے سات بالیاں پیدا ہوتی ہیں اور ایک ایک بالی میں سو سو دانے ہوتے ہیں اور اللہ تو جس کے لئے چاہے اس سے بھی بڑھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ واسع اور علیم ہے۔ علیم اس لحاظ سے کہ وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور نیتوں کو جانتا ہے اور واسع اس لحاظ سے کہ وہ بڑھ چڑھ کر دیتا ہے۔ وہ مالک ہے اور مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ کسی کو کوئی چیز جتنی چاہے دیدے۔

مالی قربانی کی ضرورت

دنیا میں کوئی کام بغیر قربانی کے نہیں ہو سکتا، قربانی دو ہی قسم کی ہوتی ہے۔ مالی اور جانی۔ صحابہ کرام کو تو دونوں قسم کی قربانی دینی پڑی لیکن شاید یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ جان کی قربانی ہم سے طلب نہیں کی گئی۔ صرف مال کی قربانی طلب کی گئی ہے۔ آج مال کی قربانی کی بڑی ضرورت ہے۔ آج مال خرچ کئے بغیر اشاعت اسلام نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسی لئے بذل مال پر بڑا زور دیا ہے۔

بہشتی مقبرہ کی حقیقت

آپ کو علم ہے کہ حضرت کو ایک بہشتی مقبرہ دکھایا گیا اور آپ نے اس کی تعبیر میں ایک بہشتی مقبرہ بنایا جس میں دفن ہونے کے لئے یہی شرط رکھی کہ اپنی آمدنی اور جائداد کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں دینے کی وصیت کی جائے اور فرمایا جو شخص اس شرط کو پورا کرے گا وہ جنتی ہوگا۔ جانتے ہو اس میں کیا راز تھا۔ آج دنیا خدا کو بھولی ہوئی ہے حدیث میں آتا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک سجدہ ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہوگا اس کی وجہ یہی ہے کہ جب دنیا خدا کو بھول چکی ہو اس وقت خدا کی یاد بہت بڑی عظمت اور بڑا درجہ رکھتی ہے۔ تو یہ جو فرمایا کہ اپنی جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ دینے والا جنتی ہوگا، میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس شخص کے دل میں اتنا درد ہے کہ وہ اشاعت اسلام کے لئے ۱/۱۰ حصہ اپنے مال کا دیتا ہے وہ بیشک جنتی ہے

خدا کے رستہ میں خرچ کرنے سے مشکلات دور ہوتی ہیں

تو ہم وہ لوگ ہیں جن کو اپنے مالوں کا ۱/۱۰ حصہ دین کے رستہ میں دینے کے لئے کہا گیا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ آج ہماری جماعت میں خدا کے رستہ میں مال خرچ کرنے میں سستی آگئی ہے۔ وہ جوش جو پہلے ہوا کرتا تھا وہ اب نہیں بعض لوگ کہہ دیتے ہیں جی کیا کریں گذارہ نہیں ہوتا۔ ہر ایک چیز مہنگی ہوگئی ہے لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ جو خدا کے رستہ میں خرچ کرتا ہے اس کی مشکلات کو خدا دور کر دیتا ہے حضرت صاحب نے بھی فرمایا ہے ؎

زر بذل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا

تو خدا کے رستہ میں مال خرچ کرنے سے دونوں باتیں حاصل ہوگئیں دین کی بھی مدد ہوگئی جو رضائے الٰہی کا موجب ہے۔ اور دنیا کی مشکلات بھی حل ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اس کو مشکلات سے نکالنے کی راہ اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ وہ سمجھ ہی نہیں سکتا۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ جو خدا پر سہارا کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایمان ہونا چاہیئے۔ پھر سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے ایمان کے بغیر انسان کو بڑا دھوکا لگتا ہے۔ اور پھر شیطان بھی طرح طرح کی باتیں دل میں ڈالتا ہے غریب ہو جاؤ گے گھر کی فلاں ضرورت پوری نہ ہوگی۔ الشیطان یعدکم الفقر۔ شیطان فقر و فاقہ کی طرف بلاتا ہے۔ لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ جو شخص خدا کے رستہ میں خرچ کرے گا خدا تعالیٰ یقیناً اس کی مدد کرے گا۔ اور اس کو فقر و فاقہ سے بچائے گا

فی سبیل اللہ خرچ نہ کرنا موجب ہلاکت ہے

دیکھئے فی سبیل اللہ خرچ کرنے پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ تو کیا آپ اپنے ہاتھوں کو خدا کے رستہ میں خرچ کرنے سے روک کر اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں؟ دیکھو دنیا سے دھوکا نہ کھاؤ۔ ساری عمر مال جمع کرنے میں لگے رہیں تو آخر وہ مال یہیں رہ جائے گا اور آپ آگے چلے جائیں گے۔ وہ تو اللہ کا مال ہے وللہ میراث السمٰوٰت والارض اس لئے خدا ہی کے رستہ میں دیدینا چاہیئے۔

مال کو ساتھ لے جانیکا طریق

اگر مال کو اپنا بنانا چاہتے ہو تو اس کو خدا کے رستہ میں خرچ کرو۔ ایک بخیل کے متعلق لکھا ہے، کہ ساری عمر مال جمع کرتا رہا مرنے لگا تو سارا مال خدا کے نام پر دے گیا۔ کسی نے کہا اسے مال سے کتنی محبت تھی کہ جاتے ہوئے بھی ساتھ لے گیا۔ تو مال میں سے کچھ ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو اسے خدا کے رستہ میں خرچ کرو۔ یہ مال جس کے لئے اتنی تگ و دو کی جاتی ہے۔ آخر یہیں رہ جائے گا۔ اور ان لوگوں کے لئے جو خدا کے رستہ میں خرچ نہیں کرتے آخر کار عذاب اور حسرت کا موجود ہوگا۔

ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ اوّل)

ایک انگریز کا قبول اسلام

محترم محمد یحییٰ بٹ صاحب اپنے ایک خط مورخہ ۷ ستمبر میں قمطراز ہیں

گذشتہ جمعہ پاکستان ہائی کمشنر کے دفتر میں نماز پڑھانے کے لئے میں ہی گیا۔ کل جمعہ کو خاں صاحب موصوف تشریف لے جا رہے ہیں۔ دفتر کا کام بخوبی ہو رہا ہے۔ خطوط کے جوابات اور رسائل کے جوابات باقاعدگی سے دیئے جا رہے ہیں۔ گذشتہ ہفتہ ایک صاحب نے اسلام قبول کیا ان کا نام اور ایڈریس یہ ہے :-

Charles Mathew Pace
Lewsham SE

دو لڑکیوں کا قبول اسلام

محترم بٹ صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں :-

گذشتہ ہفتہ دو نوجوان لڑکیاں مسلمان ہوئیں۔ ان کے نام اور ایڈریس مندرجہ ذیل ہیں :-

1. Barbarah, Stoke Newington
2. Danielle Corac (France)

پہلی لڑکی کا نام فوزیہ رکھا گیا۔ بعد میں اس کا نکاح F. M. KHALID نام ایک سیلونی مسلمان سے پڑھا گیا۔ اسلام میں داخل ہونے سے پیشتر اسلام کی خصوصیات پر ایک لیکچر دیا گیا۔ اور بعد میں کلمہ توحید کا اقرار کرتے ہوئے یہ مسلمان لڑکی اسلامی برادری میں داخل ہو گئی۔ خطبہ نکاح میں عورت کے بلند مقام پر روشنی ڈالی گئی اور بتایا گیا کہ عورتوں پر حضور نبی کریم صلعم کا بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ان کے حقوق کو قائم کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کی۔ اور یہ بھی بتایا کہ اسلام میں عورت روحانی میدان میں اسی طرح ترقی کر سکتی ہے جس طرح ایک مرد ترقی کر سکتا ہے۔ شادی کے بعد، دولہا دلہن اور ان کے تین ساتھیوں کو چائے کی دعوت دی گئی۔ خالد صاحب نے اس خوشی میں مشن کو ایک پونڈ کی رقم عطا کی۔

دوسری فرانسیسی خاتون ہے اس کو مختلف اسلامی نام بتائے گئے لیکن وہ اپنی پسند کا اظہار نہ کر سکی آخر طے ہوا کہ جو وہ پسند کرے اپنے لئے اسلامی نام تجویز کرے۔

ہر روز مختلف زائرین مسجد میں آتے ہیں۔ ان میں اکثر کو چائے وغیرہ کی دعوت دی جاتی ہے۔ کھانے کا وقت ہو تو کھانا بھی پیش کیا جاتا ہے۔

ذرائع ہدایت

مولانا شیخ عبد الرحمن صاحب مصری

تین ذرائع ہدایت

"پیغام صلح" کی گذشتہ اشاعت میں میں نے یہ ثابت کیا تھا کہ خدا کی ہدایت کے بغیر انسان اپنی غرض پیدائش کو حاصل نہیں کر سکتا اس کے اپنے ایجاد کردہ تمام طرق اس راہ میں منزل مقصود تک پہنچانے میں ناکام رہتے ہیں اور وعدہ کیا تھا کہ آئندہ اشاعت میں ان ذرائع پر بحث کی جائے گی جنہیں اللہ تعالیٰ انسانی ہدایت کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کلام الٰہی (۲) وہ ہستیاں جن پر کلام الٰہی نازل ہوتا ہے (۳) وہ تائیدات الٰہیہ اور تاثیرات قدسیہ جو مندرجہ بالا ہستیوں کے منجانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔

پہلا ذریعہ

پہلا ذریعہ کلام الٰہی ہے جو وحی اور الہام کے نام سے بھی موسوم ہے اور یہ دو قسم کا ہے ایک کو وحی رسالت یا وحی نبوت کہتے ہیں اور دوسرے کو وحی ولایت کا نام دیا جاتا ہے ان دونوں قسموں کا ثبوت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ملتا ہے جن ہستیوں سے بذریعہ وحی رسالت یا وحی نبوت کلام کیا جاتا ہے انہیں حقیقی رسول یا حقیقی نبی کے نام سے پکارا جاتا ہے اور جنہیں وحی ولایت سے نوازا جاتا ہے انہیں ان کی حیثیت اور مقام کے لحاظ سے اولیاء اللہ۔ مجددین، محدثین مجازی، ظلی، بروزی نبی وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔

وحی نبوت ہی درحقیقت اصل ذریعہ ہدایت ہوتی ہے دوسری قسم کی وحی محض اس کی تائید اور اس کی صداقت اور زندگی کے ثبوت کے لئے ہوتی ہے اور اس پر ایمان کو تازہ رکھنے اور اس کے ذریعہ اس پر عمل کرنے کے لئے دلی رغبت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے اور یہ ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے جو وحی نبوت کی پیروی کو کمال تک پہنچا دیتے ہیں اسی لئے اس میں محض بشارتیں اور غیب کی خبریں ہوتی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ پیروی کرنے والے کا خدا سے تعلق قائم ہو گیا ہے اس وحی میں بشارتوں اور غیب کی خبروں کے علاوہ وحی نبوت میں بعض بیان کردہ ہدایات کی صحیح تشریح بھی ہوتی ہے جن کے متعلق لوگ غلط خیالات میں مبتلا ہوتے ہیں، غرضیکہ یہ وحی الٰہی اپنے اندر کوئی نئی ہدایت نہیں رکھتی جیسا کہ وحی نبوت رکھتی ہے ہاں وحی نبوت پر قائم رکھنے کا ذریعہ ضرور ہوتی ہے اور کثرت سے اس کے نزول کی ضرورت بالعموم اس وقت پیش آتی ہے جبکہ لوگ عموماً وحی نبوت سے دور جا پڑتے ہیں اور اس پر عمل میں سستی واقع ہو جاتی ہے اور اس کے مفہوم میں غلطیاں پڑ جاتی ہیں ورنہ نبی کی زندگی میں بھی اس کا سلسلہ کم و بیش جاری رہتا ہے۔ ان تمام امور پر تفصیلی بحث اس وقت کی جائے گی جب مجددین کا موضوع زیر بحث آئے گا سر دست تو میں کلام الٰہی کی دونوں قسموں کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔

اصولی ثبوت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیاً او من وراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم وکذالک اوحینا الیک روحاً من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض الا الی اللہ تصیر الامور (الشوریٰ ع ۵)

اس آیت میں بشر سے کلام کرنے کے تین طریقے اللہ تعالیٰ نے بیان کئے ہیں ایک الفاظ کی تقلیبا دوسرا من وراء حجاب جس میں تمام وہ خوابیں اور کشوف اور وہ الہامات داخل ہیں جو رسول کی پیروی سے حاصل ہوتے ہیں یعنی براہ راست نہیں بلکہ رسول کے واسطے سے حاصل ہوتے ہیں تیسرے بذریعہ جبرائیل، اس تیسرے طریق کو وحی سے تعبیر کیا ہے جس میں دونوں قسم کی وحی داخل ہے یعنی وحی نبوت اور وحی ولایت اصولی طور پر کلام الٰہی کے ان تینوں طرق کو بیان کرنے کے بعد رسول کریم صلعم پر نازل شدہ وحی کے متعلق فرمایا کہ یہ زندگی کا پیغام لے کر آئی ہے اور ایسے وقت میں آئی ہے جبکہ کتب الٰہی کی حقیقت اور ان پر ایمان کے فوائد سے لوگ بالکل بے بہرہ ہو چکے تھے اب اے رسول تم پر نازل شدہ یہ وحی از سر نو کتب الٰہی اور ان پر ایمان کی حقیقت کو واضح کرے گی اور دنیا میں ظلمت کو مٹا کر روشنی پھیلا دے گی کیونکہ یہ مجسم نور ہے۔ اور جو لوگ بھی اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھیں گے وہ اس نور سے منور ہوتے رہیں گے اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت اور اس پر قیام انہی کو نصیب ہوگا بشرطیکہ اس وحی کی پیروی کے ساتھ ساتھ تیرے ساتھ بھی وہ کامل اطاعت اور کامل محبت کا تعلق قائم رکھیں کیونکہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت کا ذریعہ تم بھی ہو یاد رکھو کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو اس خدا تک پہنچاتا ہے جس کے قبضہ میں زمین و آسمان کا سب کچھ ہے اور جس کے ہاتھ سے ہی تمام امور انجام پذیر ہوتے ہیں کیونکہ ان سب کا مرجع و ماویٰ وہی ہے چنانچہ دوسری جگہ ان ربی علی صراط مستقیم کہکر اس امر کی مزید وضاحت کر دی ہے کہ صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر قائم رہنے سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ سورۃ شوریٰ کی مندرجہ بالا آیت نص ہے اس بات پر کہ وحی دو قسم کی ہے ایک وہ جو انبیاء کو براہ راست ملتی ہے اور ایک وہ جو ان کے واسطہ سے ملتی ہے۔ دوسری آیت جو دونوں قسم کی وحیوں کو الگ الگ کرکے بیان کرتی ہے سورۃ النساء ع ۹ کی آیت وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ہے یہ بھی صراحت سے اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ رسول ہمیشہ مطاع ہی ہوتا ہے اسی کے واسطے سے فیوض الٰہی تک دوسرے انسانوں کی رسائی ہو سکتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیوض کا براہ راست مورد ہوتا ہے خدا اور اس کے درمیان کوئی انسان واسطہ نہیں ہوتا یعنی کسی انسان کی پیروی سے اس پر وحی کا انعام وارد نہیں ہوتا۔

تیسری آیت جو اس مضمون پر کامل روشنی ڈالتی ہے سورۃ آل عمران ع ۱۸ کی آیت ہے ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم یعنی مومنوں میں جب کبھی بھی خبث پیدا ہوگا اور وہ اس قدر گہرا ہوگا کہ خبیث اور طیب میں فرق کرنا مشکل ہو جائے گا انسانی عقل اس میں تمیز کرنے سے عاجز ہو گی اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کرے گا جس سے دونوں چیزیں یعنی خبیث اور طیب الگ الگ ہو جائیں اور ان میں فرق نمایاں طور پر نظر آنے لگ پڑے اس جگہ خبیث سے مراد غلط اعمال غلط عقاید اور دشمنوں یعنی منافقوں اور کفار کی اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ناپاک کوششیں ہیں اور طیب سے مراد اسلام کی پاک تعلیم اور صحیح عقاید اور مسلمانوں کی وہ پاک کوششیں ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کے صحیح عقاید کی صحت اور ان کی برتری ثابت کرنے اور اس کے دفاع کے لئے وہ کرتے ہیں ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سامان پیدا کئے جاتے ہیں وہ سب کو معلوم ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے نازک وقت میں کسی بندہ کو کھڑا کر دیتا ہے جس کے اندر وہ اپنی روح پھونکتا ہے اور روح القدس سے اس کی تائید کرتا ہے لیکن اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ بندہ کیا رسالت

محمدیہ کو ختم کر کے خود رسول بن کر آسکے گا یعنی براہ راست خدا سے تعلق رکھے گا اور تمام وہ امور جو غیب سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی عالم معاد قرآن کریم کے مخفی حقائق و دقائق وغیرہ ان پر براہ راست اس کو اطلاع دی جائے گی اور اسی طرح آیندہ کی خبروں پر بھی جو وہ بھی غیب کا حکم رکھتی ہیں اُسے براہ راست مطلع کیا جائے گا۔ فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ خدا کا قانون اس بارہ میں یہی ہے کہ وہ صرف رسولوں کو غیب پر آگاہ کرتا ہے پھر اُن کے واسطہ سے ان لوگوں کو بھی آگاہ کرتا ہے جو دل سے اُن پر ایمان لاتے اور ان کی بتائی ہوئی راہوں پر تقوےٰ کے ساتھ گامزن ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اجر عظیم کے مستحق ہو جاتے ہیں اور اجر عظیم ایک ایسا لفظ ہے جس کے مفہوم میں ہر قسم کے انعامات اور فیوض الٰہی داخل ہیں۔ الہامات الٰہی کا مورد ہونا مستجاب الدعوات ہونا، حقائق قرآنی کی نعمت کا مورد ہونا وغیرہ اس موضوع پر انشاء اللہ مزید بحث آگے چل کر کی جائے گی۔

ایک اور آیت جو نبیوں کی وحی کو الگ کر کے بیان کرتی ہے سورۃ النساء ع ۲۴ کی یہ آیت ہے

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وعیسٰی وایوب ویونس وھارون وسلیمان واٰتینا داؤد زبورا ورسلا قد قصصناھم علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم علیک وکلم اللہ موسٰی تکلیما رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما لکن اللہ یشھد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشھدون وکفٰی باللہ شھیدا۔

اس آیت میں پانچ امور وضاحت سے بیان کئے ہیں اول یہ کہ آنحضرت صلعم کی وحی وہ وحی ہے جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے نہ وہ وحی جو غیر انبیاء پر نازل ہوتی ہے پھر بعض رسولوں کے نام لے کر اور دوسروں کا اجمالاً ذکر کر کے اس امر کو اچھی طرح مؤکد کر دیا ہے کہ آنحضور صلعم کی وحی نبیوں والی وحی ہی ہے، دوسری بات یہ بیان کی کہ رسول ان لوگوں کے لئے بشارتیں لے کر آتے ہیں جو اُن پر ایمان لے آتے ہیں اور ان کے لئے منذر ہوتے ہیں جو ان کا انکار کر دیتے ہیں خواہ وہ انکار صوری ہو یا معنوی۔

تیسری بات یہ بتلائی کہ رسولوں کے بغیر دنیا کو ہدایت مل ہی نہیں سکتی اگر رسول نہ آئیں تو لوگ خدا کو کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے ہمارے لئے ہدایت کا کونسا سامان کیا تھا کہ ہمیں عدم پیروی کے جرم میں گرفت کی جاتی ہے۔ چوتھی بات یہ بیان کی کہ رسول اپنے اس علم کے ذریعہ بھی دنیا پر غالب آتے ہیں جو اس وحی کے ذریعہ ان کو ملتا ہے اور خدا کی تائیدات کی شہادت سے بھی ان پر حجت قائم کرتے ہیں اور اس شہادت کا ظہور دونوں طریقوں سے ہوتا ہے یعنی رسول کی مبشر والی حیثیت کی تائید میں بھی خدا رسول کی صداقت پر گواہی دیتا ہے یعنے اس کے ماننے والوں کو ان تمام انعامات کا مورد بنا دیتا ہے جن کا اس نے اپنے رسول کے ذریعہ وعدہ کیا ہوا ہوتا ہے اور منذر والی حیثیت کی تائید میں بھی شہادت اس طرح دیتا ہے کہ نہ ماننے والوں اور مخالفت کرنے والوں پر اپنا عذاب مختلف شکلوں میں نازل کرتا رہتا ہے۔

پانچویں بات یہ بتلائی کہ خدا کے فرشتے مومنوں کے دلوں میں مضبوطی ایمان پیدا کرنے اور کافروں کے دلوں میں کمزوری پیدا کرنے کا ذریعہ بن کر رسول کی صداقت پر شہادت دیتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اس نمایاں شہادت سے بڑھکر رسول کی صداقت پر اور کونسی شہادت ہو سکتی ہے۔

غیر انبیاء پر وحی کا نزول

دوسری قسم کلام الٰہی کی وہ وحی اور وہ خوابیں وغیرہ ہیں جن کے مورد غیر انبیاء ہوتے ہیں اس بات کا ثبوت کہ غیر انبیاء کو بھی وحی ہوتی ہے مندرجہ ذیل آیات سے ملتا ہے۔

پہلا ثبوت اور پہلی مثال

قرآن شریف میں بعض عورتوں کی طرف وحی اور ملائکہ کا نزول وضاحت سے بیان کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت موسٰے کی والدہ اور حضرت مریم اور حضرت ابراھیمؑ کی بیوی کے ساتھ ملائکہ کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے چنانچہ حضرت موسٰے کی والدہ کے متعلق تو صریح طور پر وحی کا لفظ بھی موجود ہے، جیسا کہ فرمایا واوحینا الی ام موسٰی ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین یعنے ہم نے موسٰی کی ماں کی طرف وحی کی کہ اپنے بیٹے موسے کو دودھ پلا اگر تیرے دل میں اس کے متعلق خوف پیدا ہو تو اسکو سمندر میں ڈال دے اور پھر اس کے بعد کسی قسم کے خوف اور حزن کو دل میں جگہ نہ دینا پوری تسلی رکھنا کہ ہم اس کو تمہارے پاس صحیح وسالم واپس پہنچا دیں گے اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم نے اسکو رسول بنانا ہے۔

یہ وحی کافی لمبی ہونے کے علاوہ بہت بڑی اہمیت کی حامل بھی ہے اور عظیم الشان امور پر مشتمل بھی جن کی عظمت کو ہر عقلمند خود ہی سمجھ سکتا ہے اس سے ثابت ہے کہ ایسی اہم اور عظیم الشان وحی ہو سکتی ہے اور اس پر عمل کرنا بھی اُن پر واجب کیا جاتا ہے اور پھر اُن کے دل کو اس وحی کے منجانب اللہ ہونے پر یقین سے کبھی بھر دیا جاتا ہے ورنہ حضرت موسیٰ کی والدہ ایسے پُر از خطر حکم پر کس طرح عمل کر سکتی تھی پس اس آیت سے صرف اتنا ہی ثابت نہیں ہوتا کہ غیر نبی پر وحی کا نزول ہوتا ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ وحی یقینی اور قطعی ہوتی ہے اور اس پر عمل کرنا بھی صاحب وحی پر واجب ہوتا ہے اگر نہ کرے تو گنہگار ہوگا اور حکم الٰہی کا نافرمان ہونے کی وجہ سے مستوجب سزا ہوگا۔

دوسرا ثبوت اور دوسری مثال

دوسرا ثبوت حضرت مریم پر فرشتوں کا نزول ہے ان کے ساتھ جو کلام الٰہی فرشتوں کے ذریعہ ہوا ہے وہ بھی معمولی کلام الٰہی نہیں بلکہ بڑا اہم ہونے کے علاوہ ایک طرف ان کی علو شان کے بیان پر اور دوسری طرف عظیم الشان بشارت اور غیب کی خبر پر مشتمل ہے خوف طوالت سے صرف ترجمہ دینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

جب فرشتوں نے کہا اے مریم یقیناً اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور موجودہ جہان کی عورتوں پر فضیلت دی ہے اے مریم اپنے رب کی کامل فرمانبرداری میں لگی رہو اور خدا کے حضور کامل طور پر جھک جاؤ اور اسی طرح اطاعت الٰہی بجالاؤ جس طرح دوسرے اطاعت گذار بجالاتے ہیں۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ ان الہامات میں حضرت مریم کی ذاتی عظمت کا کس قدر اظہار ہے اور پھر یہ الہامات بعض احکام پر بھی مشتمل ہیں۔ پھر سورۃ مریم ع ۲ میں ایک لمبا سلسلہ فرشتوں کے ساتھ مکالمہ کا درج ہے یہ فرشتہ جو حضرت مریم کے پاس آیا اس کو اللہ تعالےٰ نے "روحنا" کہہ کر پکارا ہے اور "روح" کے لفظ کا اطلاق قرآن کریم میں حضرت جبرائیل پر ہوا ہے جس سے پتہ لگا کہ غیر انبیاء پر بھی جبرائیل کا نزول ہوتا ہے پھر جب انہیں کھانے پینے کی تکلیف کا سامنا ہوا ہے تو وہاں بھی فرشتے نے ہی آکر ان کی رہنمائی کی۔

تیسری مثال

حضرت ابراھیمؑ کی بیوی کی ہے اُن کے ساتھ بھی ملائکہ کا مکالمہ قرآن میں مذکور ہے جس میں انہیں بھی اولاد کی بشارت دی گئی ہے اور بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے تعجب کرنے پر ان کے تعجب کو دور کیا گیا ہے، دیکھو سورۃ ذاریات

ادھر ملائکہ کا نزول عورتوں پر اور ادھر قرآن شریف کا یہ ارشاد ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی

(باقی برصفحہ کالم ۳)

سان فرانسسکو مشن کے متعلق

"الفضل" کی افترا پردازی

میاں بشیر احمد صاحب منو ایم اے

ڈاکٹرس کامنز۔ مری
۲۹ ستمبر ۱۹۵۶ء

محبی و مشفقی جناب ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا ارسال کردہ "الفضل" کا ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کا پرچہ مجھے کل ۲۸ ستمبر ۱۹۵۶ء کو ملا اور "سان فرانسسکو کے پیغامی مشن کا ایک تبلیغی کارنامہ" کے عنوان سے جو ایڈیٹر صاحب "الفضل" نے خامہ فرسائی کی ہے، وہ بھی میری نظر سے گذری۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اس کے متعلق مختصر طور پر کچھ تحریر کرنے لگا ہوں ورنہ میری رائے میں ربوہ والوں کی خرافات کا جواب صرف خاموشی ہے کیونکہ ان لوگوں کا تو ہمیشہ ہی سے یہ مشغلہ رہا ہے کہ دوسروں کی عیب چینی کریں اور ان کی خوبیوں کو بھی تاریک کرکے دکھائیں جن لوگوں نے اپنے محسنوں اور بزرگوں تک کی ہجو کرنے سے دریغ نہ کیا ان سے کس نیکی کی توقع کی جا سکتی ہے؟

کس خلوص نیت سے یہ مضمون لکھا گیا ہے وہ تو اسی بات سے عیاں ہے کہ سنہ ۱۹۵۰ء کا واقعہ چھ برس کے بعد بیان کیا جا رہا ہے اور یہ کوئی ایسا واقعہ نہ تھا جس کا کسی کو علم نہ ہو بلکہ دنیا کے اخباروں میں کئی دنوں تک شائع ہوتا رہا اور پھر ایڈیٹر صاحب "الفضل" اپنے نوٹ میں ایک ایسی بات تحریر کرتے ہیں جس کا انہیں کوئی علم نہ تھا اور اگر ان کا دل تقوےٰ سے عاری نہ ہوتا تو یقیناً وہ ایسی جرأت نہ کر سکتے، ان کا یہ لکھنا کہ شہزادی فتحیہ کی شادی ریاض غالی نامی عیسائی کے ساتھ سان فرانسسکو میں ہوئی سراسر جھوٹ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نکاح ہی سے نہیں بلکہ سول میرج سے بھی بہت پہلے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے، اس بات کا اظہار انہوں نے اس وقت مجھ سے کیا جب میں جنوبی امریکہ کے دورے سے واپس آیا اور ۱۲ مئی کی شب کو ان سے ملا۔ ملکہ نازلی اور شہزادی فتحیہ نے بھی اس کی تصدیق کی، اور اسی امر کا اعلان انہوں نے ۲۵ مئی کی شب کو براتیوں کے سامنے بھی کیا۔

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ شاہ فاروق جو اس وقت مصر کے حکمران تھے نہیں چاہتے تھے کہ ان کی بہن شہزادی فتحیہ کی شادی ریاض غالی سے ہو اور اس لئے حکومت مصر ہر ایسے آدمی پر سیاسی دباؤ ڈالتی تھی جس کے متعلق انہیں اطلاع ملتی تھی کہ وہ ان کا اسلامی نکاح کر سکتا ہے اور اسے اس بات سے روکتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی مسلمان بھی ریاض غالی اور شہزادی فتحیہ کا اسلامی طریقہ سے نکاح کرنے پر آمادہ نہ ہو سکا اس لئے مجبوراً انہیں سول میرج کرنی پڑی مگر وہ اس سے مطمئن نہ تھے اور اس تلاش میں تھے کہ انہیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو ان کا نکاح اسلامی طریقہ سے کر دے ان کی اسلامی حمیت کی یہ بیّن دلیل ہے۔ میں ان دنوں جنوبی امریکہ کے تبلیغی دورہ پر گیا ہوا تھا، میری واپسی کی جب ریاض غالی کو اطلاع ملی تو فوراً انہوں نے مجھے فون کیا اور با صرار درخواست کی کہ میں جلد سے جلد ان سے ملوں۔ چنانچہ میں جس دن سان فرانسسکو پہنچا اسی شب کو ان سے ملا۔ ملکہ نازلی اور شہزادی فتحیہ بھی وہاں موجود تھیں، مجھ پر بھی سیاسی دباؤ ڈالا گیا اور کئی طرح کی دھمکیاں بھی دی گئیں مگر چونکہ مذہبی طور پر میں نے اس میں کوئی رکاوٹ نہ دیکھی میں خطبہ نکاح پر راضی ہو گیا۔

ریاض غالی ابھی تک بخیریت کیلیفورنیا میں موجود ہیں اور الحمد للہ کہ جو دین انہوں نے برضا و رغبت قبول کیا تھا اس پر صدق دل سے قائم ہیں، حیرت البتہ اس بات پر ہے کہ جو لوگ ہر کلمہ گو کو جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت نہیں کی (اور بیعت بھی وہ جس کی تصدیق بشیر الدین محمود احمد صاحب کریں) پکا کافر اور خارج از اسلام سمجھتے رہے انہیں اس بات کی فکر کیوں ہے کہ ریاض غالی مسلمان تھے یا عیسائی۔

ایڈیٹر صاحب "الفضل" کا یہ لکھنا بھی جھوٹ ہے کہ رقص و شراب کی رنگ رلیوں کے دوران میں ریاض غالی نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اور ان کا خطبہ نکاح پڑھا گیا۔ "المصری" کے مضمون کا جو ترجمہ انہوں نے پیش کیا ہے اگر اسی کا وہ خیال رکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ خطبہ نکاح دیتے وقت اور اس سے پہلے جب ریاض غالی نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا مجلس میں مطلق خاموشی چھائی ہوئی تھی اور یہ بھی انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی تمام تقریبوں کے مواقع پر تمام مہذب مجالس میں قاعدہ یہ ہے کہ تقریب ختم ہونے پر ہی کھانے پینے اور دوسری تفریحوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

اصلاح کا کام اتنا آسان نہیں جتنا ایڈیٹر "الفضل" سمجھتے ہیں۔ اس کیلئے بہت کچھ قربانی کرنی پڑتی ہے، ایک زمانہ میں میں جنوبی ہند میں ریاست ٹراونکور میں تبلیغی فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ وہاں کے بعض علاقوں میں ایسے لوگ بستے ہیں جو تمدن سے بالکل ناآشنا ہیں، صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورتیں بھی عریاں حالت میں رہتی ہیں، مجھے ان میں کام کرنا پڑتا تھا۔ ایڈیٹر صاحب "الفضل" کی اسلامی حمیت اسے گوارا نہیں کر سکتی مگر میری انسانی ہمدردی یہی تقاضا کرتی تھی کہ میں ان لوگوں میں رہوں اور ان کی حالت بہتر بناؤں اور اللہ کے فضل و کرم سے مجھے اس میں بہت کچھ کامیابی ہوئی، اور بہت سے مرد اور عورتوں نے کپڑے پہننے سیکھ لئے بلکہ ان میں سے بعض زیور تعلیم سے مزین بھی ہو گئے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسلامی تعلیم سے بھی واقف ہو گئے اور اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرنے لگے،

امریکہ کی حالت ٹراونکور سے بالکل جدا ہے وہ بڑا متمدن ملک ہے، اور شراب کا پینا اور رقص کرنا ان کی معمولی عادتیں ہیں، ایک مبلغ کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایسی مجلسوں سے قطعی طور پر پرہیز کرے کبھی نہ کبھی ایسی محفلوں میں اسے شریک ہونا ہی پڑتا ہے یہ پیغامی [illegible] کی مخصوصیت نہیں، ربوہ کے مبلغ بھی اس سے [illegible]، چودھری ظفر اللہ خاں ربوہ جماعت کے بہت بڑے لیڈر اور مبلغ ہیں، وہ پاکستان کے وزیر خارجہ بھی کئی برس رہے ہیں۔ ان کی وزارت میں یورپ اور امریکہ کی سفارتیں اور قونصلیں بڑی فیاضی سے اپنے مہمانوں کو شراب پلاتی تھیں۔ ایک دفعہ چوہدری صاحب سے میں نے یہ پوچھا بھی کہ وہ پاکستان کا روپیہ شراب پر اتنا خرچ کیوں کرتے ہیں تو ان کا جواب یہ تھا کہ اگر شراب نہ پلائی جائے تو امریکن نہیں آتے، کم از کم "پیغامی مبلغ" نے شراب پلانے کا تو کبھی کام نہیں کیا۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے تو اللہ تعالےٰ نے کئی ایک کو راہ ہدایت دکھائی اور کئی شراب پینے والوں نے شراب پینے کی عادت ترک کر دی۔ خاکسار۔ بشیر احمد منو

ووکنگ مشن (بقیہ از صفحہ ۲)

گذشتہ اتوار کو جو احباب ہمارے ہاں جمع ہوئے تھے، ان میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی سوال لکھ کر پوچھنے کا موقع دیا گیا۔ تمام حاضرین نے سوالات لکھے پھر حاضرین کو بھی جوابات دینے کیلئے وقت دیا گیا۔ اس طرح خاصہ علمی مشغلہ رہا۔ دفتر میں متعدد خطوط آئے ان کے سب کے جوابات دیئے گئے۔ نمازیں با جماعت ہوتی رہیں۔ جمعہ کے دن خطبات دیئے گئے۔

گذشتہ دنوں جو خطوط آئے ان میں دو اصحاب نے لکھا ہے کہ ہم نے آپ کا ارسال کردہ لٹریچر پڑھا ہے ہم اسلام قبول کرنا چاہیئے۔ مفت لٹریچر قریباً

رفتارِ عالم

—— ڈھاکہ ۵ اکتوبر۔ آج ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں پبلک جلسے کے بعد جداگانہ انتخاب کے حامی جلوس کی صورت میں واپس آ رہے تھے کہ پولیس نے اُن پر لاٹھی چارج کیا۔ اس لاٹھی چارج میں دو اشخاص زخمی ہوئے جنہیں ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ مخلوط انتخاب کے حامیوں نے آج مسلم لیگ کے تین لیڈروں کو بھی زخمی کر دیا۔ زخمی ہونے والوں میں صوبائی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری شاہ عزیز الرحمٰن اور سابق دستور ساز اسمبلی کے دو ارکان مسٹر شہود الحق اور مسٹر ابوالقاسم شامل ہیں۔ پولیس نے آج شام تک تیرہ اشخاص کو گرفتار کر لیا تھا اور مزید گرفتاریوں کی توقع ہے۔ دریں اثناء ڈھاکہ میں پندرہ یوم کے لئے دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی ہے۔ یہ حکم کل پانچ بجے صبح سے نافذ العمل ہوگا۔

—— ڈھاکہ ۷ اکتوبر۔ حکومت مشرقی پاکستان کا ایک پولیس نوٹ مظہر ہے کہ آج سہ پہر پلٹن میدان میں جداگانہ انتخاب کے حامیوں نے جلسہ کیا۔ جلسے کے دوران میں جب ایک طالب علم نے جداگانہ طریق انتخاب کے حق میں تقریر شروع کی تو سامعین کے ایک گروہ نے جو غالباً طلباء پر مشتمل تھا مخلوط طریق انتخاب کے حق میں نعرے لگانے شروع کر دیئے، اس پر نعروں اور جوابی نعروں کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور طرفین نے ایک دوسرے پر اینٹیں پھینکنی شروع کر دیں۔ اس مرحلہ پر پولیس نے فوری مداخلت کر کے بیچ بچاؤ کر دیا۔ اینٹوں سے دونوں فریقوں کے چند افراد کو اور پولیس کے بعض سپاہیوں کو معمولی زخم آئے۔ دریں اثناء مخلوط انتخاب کے حامیوں کا ایک زبردست مجمع پولیس کے گھیرے کے پیچھے جمع ہو گیا اور اس نے مخلوط انتخاب کی حمایت میں نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ اس کے باوجود جلسہ تھوڑی بہت گڑبڑ کے ساتھ غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ بعد تک جاری رہا۔

—— لاہور ۷ اکتوبر۔ ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان کے بعض قریبی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر صاحب قومی اسمبلی میں جداگانہ انتخاب کے طریقہ کی حمایت کریں گے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر خان صاحب نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ہم صوبائی اسمبلی میں جداگانہ انتخاب کی حمایت کر چکے ہیں اس لئے اصولاً اور اخلاقاً ہمیں مرکزی پارلیمنٹ میں بھی جداگانہ طریقۂ انتخاب کی حمایت کرنی چاہیئے۔

—— نیویارک ۷ اکتوبر۔ حفاظتی کونسل میں کل بروز پیر پھر تنازعہ سویز پر بحث شروع ہوگی۔ جب تمام نمائندے اس ضمن میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکیں گے تو کونسل کا خفیہ اجلاس شروع ہو جائے گا دریں اثناء باخبر حلقے یہ امکان ظاہر کر رہے ہیں کہ روس تنازعہ سویز کے متعلق مغربی طاقتوں کے منصوبے پر رائے شماری کی نوبت نہیں آنے دیگا اور اسے ویٹو کر دیگا۔

—— ڈھاکہ ۷ اکتوبر۔ قومی اسمبلی کا اجلاس کل سے ڈھاکہ میں شروع ہو رہا ہے آج مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کے اجلاس کے بعد پارٹی کے سیکرٹری مسٹر یوسف ہارون نے کہا کہ مسلم لیگ طریق انتخاب کے سوال پر مصالحت کی کوئی تجویز قبول نہیں کرے گی۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعرات ۴ ستمبر کو راہوالی وزیر آباد اور گجرات تشریف لے گئے۔ خان عبدالعزیز خان زیدہ آپ کی معیت میں تھے۔ جمعہ کی نماز آپ نے گجرات میں پڑھائی۔ اور دیر تک احباب کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے۔ وزیر آباد میں خواتین سے خطاب فرمایا۔ [illegible] راہوالی ملز میں اپنی جماعت کے دو معزز عہدیداران کو ملاقات کا شرف عطا فرمایا۔ اتوار کو آپ واپس تشریف لے آئے۔ اس تمام دورہ میں یہ دیکھ کر خاصی مسرت حاصل ہوئی کہ جماعت میں بحمد اللہ ایک خاص زندگی اور اشاعت اسلام کے لئے سرگرمی اور تڑپ موجود ہے بعض احباب کو انجمن پر جو شکوک و شبہات اور غلط فہمیاں ہیں وہ دوران گفتگو میں دور ہو گئیں۔

—— محترم ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز راولپنڈی سے تبدیل ہو کر ملتان تشریف لے گئے ہیں۔

—— **بیعت** پشاور سے ایک صاحب صوفی تاج محمد صاحب کا اقرار نامہ بیعت حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے جس کے ساتھ ایک خط بھی ہے جس میں لکھا ہے:۔

"جماعت احمدیہ کا لٹریچر پڑھنے کے بعد مجھ پر حق ظاہر ہوگیا۔ اور آج میں خلوص دل کے ساتھ بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہو رہا ہوں۔ خدا قبول کرے میری یہ خواہش ہے کہ میری بیعت جلد از جلد منظور ہو جائے۔ اور اخبار میں بھی اعلان ہو جائے تاکہ مجھے تسلی ہو۔ علاوہ ازیں جماعت کے تمام احباب کو اخبار کے ذریعہ میرے لئے دعا کی ہدایت کی جائے۔"

پیغام صلح مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۳۹

ذرائع ہدایت

(بقیہ ص)

کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیوٰۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ان دونوں کو ملا کر پڑھو تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ انبیاء کی پیروی کرنے والوں پر بھی وحی الٰہی کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔

مَردوں کی مثالیں

یہ چند مثالیں تو اُن عورتوں کی ہیں جو ولایت سے نوازی گئیں اب مَردوں کی مثالیں بھی سن لیں بنی اسرائیل کے ایک نبی کے پاس قوم کے چند چیدہ افراد آئے اور کہا کہ ہمارے لئے آپ بادشاہ مقرر کر دیں انہوں نے الٰہی حکم کے تحت طالوت نامی ایک شخص کو بادشاہ مقرر کر دیا اس کا غیر نبی ہونا تو ظاہر ہی ہے یہ غیر نبی بادشاہ جب لشکر کو لے کر جالوت کے مقابلہ کے لئے نکلتا ہے تو لشکر کو مخاطب کر کے کہتا ہے ان اللہ مبتلیکم بنھر فمن شرب منہ فلیس منی و من لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی لوگو یقیناً اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی آزمائش ایک نہر کے ذریعہ کرنا چاہتا ہے جو اس نہر میں سے پانی پیئے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور جو نہیں پیئے گا اس کا میرے ساتھ تعلق قائم رہے گا اس گفتگو پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر نبی کو بعض اوقات ایسے الہامات بھی ہوتے ہیں جن پر عمل کرنا صرف اس کی ذات کے لئے ہی ضروری نہیں ہوتا لیکن قوم پر بھی ان کی تعمیل لازمی ہوتی ہے ورنہ وہ درگاہ الٰہی سے راندے جاتے ہیں۔

دوسری مثال

مصر کے بادشاہ کی ہے جس کو ۷ سالہ قحط کے متعلق خواب آتی ہے اور وہ پوری ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ ہدایت کا سب سے پہلا ذریعہ کلام الٰہی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں وحی نبوت اور وحی ولایت۔ وحی ولایت کے وارث وحی نبوت کی کامل پیروی کرنے والے ہوتے ہیں، یہ وحی بھی یقینی اور قطعی الہامات پر مشتمل ہوتی ہے، اس وحی میں ان کی ذاتی تعریف بھی ہوتی ہے احکام بھی ہوتے ہیں آئندہ کی پیشگوئیاں بھی ہوتی ہیں ان کی مشکلات کا حل بھی ان میں بتلایا جاتا ہے مصائب میں تسلی بھی دی جاتی ہے اور ایسے الہامات بھی ہوتے ہیں جن پر عمل کرنا قوم پر واجب ہوتا ہے عمل نہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں مستوجب سزا ہوتا ہے، اور ایسے الہامات کے پانے والے کے ساتھ تعلق پیدا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اس سے قطع تعلق کرنے والے بھی خسارہ میں رہتے ہیں اور الٰہی انعامات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا قرآنی

اے خدا نور ہدیٰ از مشرق رحمت برآ ... گمرہاں چشم کرم ...

ہفت روزہ

پیغام صلح

لاہور

پاکستان

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء

نذرِ عقیدت

بہ حضور سرورِ کائنات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اخلاقِ عالیہ اور آپ کی پاکیزہ تعلیمات نے ایک ایسا انقلابِ عظیم ... میں پیدا کیا جس نے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ ایران روم اور ... وادیوں تک گناہوں بدکاریوں اور جہالت میں ... ہوئی دنیا کو نہ صرف نیکی و پاکیزگی عطا کی بلکہ علم و حکمت کی مالا مال کر دیا گویا ایک مردہ دنیا دوبارہ زندہ ہو گئی اندھے بینا ہو گئے اور لولے لنگڑے تندرست ہو کر چلنے لگے۔ یہ وہ انقلابِ عظیم ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہ پہلے نظر آئی اور نہ آئندہ کبھی مل سکے گی

اس انقلابِ عظیم کی داستان بڑی طویل ہے اور اس رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد کا شمار کرنا ...

ان چند صفحات میں اسی بحرِ بے پایاں کے چند آبدار موتی

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں

بطور ... پیش کرنے کی ... کی گئی ہے۔ گر قبول افتد زہے ...

نعت سرور دو عالم

از حجۃ زمان مسیح موعود مہدی دوران حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم ؁ آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد ؁ پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم

بوئے محبوب حقیقی میدمد زاں روئے پاک ؁ ذات حقانی صفاتش مظہر ذات قدیم

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال ؁ چوں دل احمد نمی بینم دگر عرش عظیم

منت ایزد را کہ من بر رغم اہل روزگار ؁ صد بلا را میخرم از ذوق آں عین النعیم

از عنایات خدا و ز فضل آں دادار پاک ؁ دشمن فرعونیانم بہر عشق آں کلیم

آں مقام و رتبت خاصش کہ بر من شد عیاں ؁ گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہ

در رہ عشق محمد ایں سر و جانم رود

ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

رسول السلام

سلطان ابن سعود والئے حجاز نے پنڈت نہرو کو رسول السلام (امن کا پیغامبر) قرار دیا ہے، جس کے اپنے گھر میں فتنہ و فساد کی ایسی آگ لگی ہوئی ہے جو کبھی بجھنے میں نہیں آتی، کاش انہیں احساس ہوتا، کہ یہ وہ خطاب ہے جو دنیا میں صرف ایک ہی شخص کو سزاوار ہے اور وہ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے، جس نے عرب کی سرزمین میں مبعوث ہو کر فتنہ و فساد کی اس آگ کو جو صدیوں سے اہل عرب کے امن و امان کو خاکستر کر رہی تھی، اپنے انفاس قدسی سے ایسا بجھایا کہ پھر کبھی جلنے میں نہ آئی، وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے اور قریب تھا کہ اس میں گر کر بھسم ہو جاتے خدا نے اس سے تمہیں بچایا۔ اور نہ صرف بچایا بلکہ تمہارے دلوں میں ایسی الفت و محبت پیدا کی کہ تم بھائی بھائی بن کر امن و سلامتی کے محلات میں بسنے لگ گئے، واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا، یہ اللہ کی نعمت لے کر کون آیا؟ کس کی طاقت میں یہ تھا کہ عرب کی سرزمین کو فتنہ و فساد کی آگ سے نکال کر امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دے، عیسائیوں اور یہودیوں نے مدتوں کوششیں کیں، لیکن یہ آگ ان سے فرو نہ ہو سکی، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدائی پیغام نے صرف تئیس سال کی قلیل مدت میں ایسا امن و امان پیدا کر دیا کہ دنیا اسے دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی۔ آج تک تاریخ عالم کے بڑے بڑے ماہرین اس انقلاب عظیم پر حیرت زدہ ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی سرزمین میں ایک قلیل ترین مدت میں پیدا کر دکھایا، اور صرف عرب ہی میں نہیں، اس کے بعد جہاں جہاں اسلام گیا، جہاں جہاں اس کے نام لیوا پہنچے اور جس جس جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور آپ کی سیرت مبارکہ کی روشنی پھیلی وہاں سے فتنہ و فساد مٹتا چلا گیا اور امن و سلامتی کا دور دورہ ہو گیا، ہماری زبان سے نہیں یورپ کے متعصب ترین عیسائیوں کی زبانی سن لیجئے جے ایچ ڈینی سن اپنی کتاب Emotions as The Basis of Civilisation میں لکھتا ہے:-

"پانچویں چھٹی صدی میں دنیا تباہی کے کنارے پر کھڑی تھی، پرانے تصورات جن پر تہذیب کی بنا تھی اور جنہوں نے انسان کو اطاعت شعاری اور اتحاد کی تعلیم دی تھی ختم ہو چکے تھے اور ان کی بجائے خلا پر کرنے کے لئے کسی دوسری چیز نے جگہ نہ لی تھی، چار ہزار برس کی پرانی تہذیب برباد ہونے والی تھی، انسانیت وحشت و بربریت کی جانب عود کرنے والی تھی ہر قبیلہ و قوم دوسرے کے خلاف برسرپیکار تھی، اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا انسانی تہذیب گرنے کے قریب تھی جیسے کسی پرانے اور بڑے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں، یہ اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی واقعات و اقوام کی ایسی حالت میں ایک شخص جنم لیتا ہے جو اس وقت کی معلوم دنیا کو جو مشرق و مغرب میں پڑی تھی متحد کرنے والا تھا۔"

یہ کون شخص تھا مسٹر ڈینی سن اور ان جیسے دوسرے مستشرقین نے مشرق و مغرب کے اتحاد کا موجب محمد رسول اللہ صلعم ہی کو قرار دیا ہے کیا یہ اس حقیقت کا کھلا اعتراف نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ انسان ہیں جن کی ذات بابرکات فی الحقیقت رسول السلام کہلانے کی حق دار ہے، اس مذہب کو دیکھ لیجئے جو آپ لے کر آئے اس کے نام ہی میں امن اور سلامتی پائی جاتی ہے اسلام وہ دین ہے جو نہ صرف اپنے معنوں کے لحاظ سے عملاً بھی دنیا میں امن و سلامتی پیدا کرنے کے لئے آیا۔ اس نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ تمام اقوام کے بزرگوں اور پیشواؤں اور انبیائے کرام کی صداقت پر ایمان لاؤ اور جب تک ایسا نہ کرو گے تم مسلمان نہیں ہو سکتے، اس نے حکم دیا کہ کفار کے بتوں کو بھی گالیاں نہ دو ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگ جائیں، کیا اس سے بڑھ کر امن کی بنیاد اور کوئی ہو سکتی ہے؟ دوسروں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچاؤ بلکہ دوسروں کے بزرگوں اور پیشواؤں کو عزت و احترام کے ساتھ یاد کرنا اور ان کی صداقت و راستبازی پر ایمان لانا وہ بنیادی اصول ہے جس پر اتحاد عالم کی بنیاد رکھی جا سکتی اور بین الاقوامی امن و سلامتی کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے، یہی وہ اصول ہے جس نے غیر مذاہب کی مفتوح اقوام کو مسلمانوں کا والا و شیدا اور اسلام کی وفادار رعایا بنا دیا، یہی وہ اصول ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر امن ...... اور رسول السلام کے خطاب کا حقدار ٹھہرایا۔

یہیں تک نہیں آپ نے تمام مذہبی کتابوں کے ماننے والوں کو دعوت دی کہ تمام اختلافات اور جھگڑوں کو چھوڑ کر ایک کلمہ سواء پر کھڑے ہو جاؤ ایک ایسے پلیٹ فارم پر آ جاؤ جہاں خدائے واحد کے سوائے کسی اور کی پرستش نہ ہو، قل یا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله۔ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات پر ہم کھڑے ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے سوائے ارباب بنالیں، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت میں مذہبی دنیا کے باہمی اتحاد کا ایسا اصول پیش کیا گیا ہے، جو شاید ہی کسی نے آج تک پیش کیا ہو، کیا اس سے بڑھ کر امن و سلامتی کا اور کوئی پیغام ہو سکتا ہے؟ نہیں اس سے بھی ایک قدم اور آگے چلئے، آپ نے رنگ نسل کے اس تفاوت کو جو آج امن عالم کی بربادی کا موجب ہو کر دنیا میں فتنہ و فساد کے شعلوں کو بھڑکا رہا ہے، یہ کہہ کر یکسر ختم کر دیا کہ ان ربكم واحد و اباكم واحد جس طرح تم سب کا رب ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک ہے کوئی نسلی تفاوت تم میں نہیں، نہ رنگ کے امتیازات تمہیں ایک دوسرے سے جدا کر سکتے ہیں اور نہ وطن و زبان کا اختلاف تمہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر سکتا ہے، وحدت نسل انسانی کا یہ وہ سبق ہے جو نہ اس سے پیشتر کسی نے دیا اور نہ آج تک کسی کو ایسا سبق دینے کی توفیق میسر آئی، پنڈت نہرو بھی اچھوتوں کو جو ہندو کہلاتے ہیں خدا کی راندی ہوئی قوم سمجھ کر انہیں وہ حقوق دینے کے لئے تیار نہیں جو ان کی لادینی حکومت میں عام ہندوؤں کو حاصل ہیں، اور یورپ کی عیسائی اقوام کلی نسلی اور وطنی تعصب میں مبتلا ہو کر ایک دوسری کو کھا جانا چاہتی ہیں اور مذہبی اتحاد بھی انہیں ایک دوسری سے ملا نہیں سکتا، کہیں رنگ کا اختلاف جدائی پیدا کرنے اور ایک دوسرے پر ظلم و ستم توڑنے کا موجب ہے اور کہیں وطنی اور نسلی فوقیت، باہمی معرکہ آرائی کا موجب بن جاتی ہے، کہاں یہ حالت اور کہاں اسلام کے نام لیواؤں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کی اس گئی گذری حالت میں بھی اتحاد و اخوت کا یہ رنگ کہ ایک مشرق بعید میں رہنے والا مسلمان مغرب بعید کے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھتا اور ان کے مصائب کا حال سن کر تڑپ اٹھتا ہے، نہ وطن کی دوری اس کے رشتہ اخوت میں حائل ہے اور نہ رنگ، نسل اور اختلاف زبان اس کے رستہ میں رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں، یقیناً یہی

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

خواہم کہ خاکِ پائے تو در دیدہ ہا کشم

مرتضیٰ خان حسن

ہست آرزو کہ جانبِ بطحا سفر کنم
خاکم نثارِ کوچۂ خیر البشر کنم

شاہا! نگاہِ لطف و کرم بر منِ غریب
این التجائے ہست کہ با چشمِ تر کنم

خواہم کہ خاکِ پائے تو در دیدہ ہا کشم
خواہم کہ تاجِ بندگی ات زیبِ سر کنم

این زندگی کہ ہست بلائے بگردنم
در حیرتم کہ بے تو چگونہ بسر کنم

چوں در جہاں ز جان و دلم ہستی عزیز
ناممکن است دردِ تو از دل بدر کنم

چشمِ من از شعاعِ رخت بہرہ یاب ہست
اکنوں چرا بجانبِ دیگر نظر کنم

از نازہا چو گوشۂ چشمت بمن کنی
با صد نیاز نذرِ تو قلب و جگر کنم

یک لحظہ ہم ز کرب نمی آیدم قرار
یارب چگونہ چارۂ دردِ جگر کنم

افسانۂ محبّت و ذکرِ جمیلِ دوست
خوشتر وظیفہ ایست کہ شام و سحر کنم

از ناصواب گفتہ و از کردہ ناروا
صد بار توبہ کردم و بارِ دگر کنم

افتد اگر قبول زہے عزت و شرف
گلہائے معنی ہدیۂ اہلِ نظر کنم

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات دوسری اقوام پر

عیسائیوں اور ہندوؤں کی احسان فراموشانہ حرکات

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ــــــ (الحجرات)

میرا ارادہ تو یہ تھا، کہ آج کا جمعہ سیالکوٹ کی دونوں جماعتوں (شہر اور چھاؤنی) کے ساتھ ادا کرتا، لیکن اپنے ارادہ کو ملتوی کرنا پڑا، کچھ موسم کی فوری تبدیلی کے باعث مجھے بخار ہو گیا اور اس وجہ سے رکنا پڑا، خدا نے توفیق دی تو اگلے جمعہ اس ارادہ کو پورا کرنے کی کوشش کرونگا۔

اقوام عالم پر نبی کریمؐ کے احسانات اور اس کا بدلہ

اس جمعہ کے خطبہ کے لئے میرے دل میں ایک خاص تحریک ہے اور وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تمام کی تمام قوموں پر احسان کئے ہیں کوئی ایک بھی قوم ایسی نہیں جس پر آپ کا احسان نہ ہو، لیکن اس احسان کے مقابلہ میں آج بیسویں صدی کے مہذب انسان حضور کو گالیاں دیتے اور حضور کی امت کو ستاتے اور ان پر ظلم کرتے ہیں، ہمارے ہمسائے ہندو بھی مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں، اور یورپ کی عیسائی دنیا بھی مسلمانوں کو کچلنے اور نیست و نابود کرنے پر تلی ہوئی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قوموں کے نبیوں اور پیشواؤں کی صداقت پر ایمان لانے کا حکم دیا اور آپ کی اتباع میں حضرت مسیح موعود نے بھی آیہ قرآنی وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کے ماتحت ہندوؤں کے بزرگوں اور پیشواؤں کرشن اور رامچندر اور بابا نانک اور گوتم بدھ کو راستباز ماننے کی تعلیم دی، فی الحقیقت وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا انسان تھا، آپ نے سب قوموں کے نبیوں کو ماننے کا حکم دیا، حضرت مسیح موعود نے انبیاء کے اندر ہندو پیشواؤں کو بھی شامل کر لیا، یہ بڑی وسعت قلب کا نتیجہ اور بہت بڑا احسان ہے۔

عیسائیوں پر احسان عظیم

عیسائیوں پر تو اور بھی بہت بڑے احسانات ہیں، حضرت عیسٰے علیہ السلام کی پیدائش پر نہایت خطرناک اور گندے الزام لگائے گئے اور اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ پر بھی ناپاک الزام عاید کیا گیا، لیکن جس شخص نے حضرت عیسٰےؑ پر اور حضرت مریم پر اعتراضات کے جواب دیئے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یورپ کے لئے تو اس میں بہت بڑا سبق ہے۔

یورپ کا نظریہ اور حضرت نبی کریم صلعم

لیکن یورپ کی مہذب دنیا کا نظریہ یہ ہے کہ جس قوم کی تعداد تھوڑی ہو، یا جو ملک کمزور نظر آئے اسے پاؤں کے نیچے روند کر اپنا اقتدار قائم کر لیا جائے۔ ..... اس کے برخلاف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی تعداد تھوڑی ہے اور بالمقابل یہودی قوم کی بہت بڑی تعداد ہے اور یہ بہت متمول قوم تھی، لیکن کس قدر پاک انسان تھا محمد رسول اللہ صلعم جنہوں نے یہ نہ کیا کہ اس بہت بڑی قوم کی خاطر اس چھوٹی سی قوم کی مخالفت کرتے، اس کے سامنے حق پرستی تھی، اس نے حق کی خاطر اس چھوٹی سی قوم کی حمایت کی اور کہا کہ حضرت عیسٰے پر کوئی اعتراض و عیب نہیں، وہ پاک اور راستباز انسان تھے، اور ان کی والدہ بھی پاک اور مقدس عورت تھیں۔ دیکھئے غور کیجئے آج اس روشنی کے زمانہ میں کمزور کی کوئی حمایت نہیں کی جاتی بلکہ اسے دبایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب سخت ترین تعصب کا دور دورہ تھا اور دنیا علم سے خالی تھی، ایک کمزور قوم کی زبردست قوم کے مقابلہ میں حمایت کی، اور واشگاف کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پاک ہیں تمہارا یہ دعوے کہ ہم نے اسے صلیب پر لعنتی کی موت مارا بالکل غلط ہے وہ صلیب پر نہیں مرے، اور حضرت مریم بھی پاکباز ہیں عفت مآب ہیں وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا یعنی حضرت عیسٰے کی ماں صدیقہ تھیں اور عفت مآب تھیں، ان پر ان کی عفت کے بارہ میں کسی قسم کا الزام صحیح نہیں،

عیسائیوں کا بغض و تعصب

میں کہتا ہوں عیسائی پادریوں کو چاہیئے تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے حضور کے سامنے جھکتے اور کہتے کہ تیری ذات ہر ایک قسم کے تعصب سے پاک ہے، کسی قسم کا عیب تیرے دامن کو ملوث نہیں کر سکا۔ لیکن بجائے اس کے انہوں نے اس محسن انسان پر ہی نکتہ چینی کی اور اسے گالیاں دیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض تفسیروں میں تو عیسائی مفسرین نے یہ اعتراف کیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسٰے اور مریم کی تعریف کر کے اور یہود کو جھٹلا کر بہت بڑی جوانمردی اور مسکین نوازی (Chivalry) کا اظہار کیا ہے لیکن وہ اعتراف صرف تفسیروں کے اندر تو لکھا ہوا ملتا ہے دوسری کتابوں میں کہیں نظر نہیں آتا، ان میں عیب گیری کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

ہندوؤں کا سلوک مسلمانوں سے

ادھر ہندوستان میں ہندوؤں نے چار کروڑ مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے، اس بیسویں صدی میں مسلمان اَلْمَدَد اَلْمَدَد پکار رہے ہیں حالانکہ ہندوؤں پر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ قرآن نے یہ اعلان کیا کہ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور آپ کے ایک خادم نے اسی آیت کے ماتحت کرشن رامچندر اور بابا نانک کی تعظیم کی، میں نے ایک دفعہ دہرہ دون میں ایک تقریر میں بابا نانک کی تعظیم میں بہت کچھ کہا۔ بعض مسلمانوں کو یہ ناگوار بھی معلوم ہوا، لیکن ہم تو دل سے انہیں اور کرشن اور رامچندر کو قابل تعظیم سمجھتے ہیں ان بزرگوں کی تعظیم کرنے والوں پر ظلم کرنا کس قدر ظالمانہ فعل ہے، ان کے نزدیک ہندوستان کی سرزمین پر ہماری دھرتی ہے، اور وہ سمجھتے ہیں کہ صرف ہندو ہی اس سرزمین پر رہ سکتے ہیں، اسی وجہ سے سات کروڑ انسانوں کو اچھوت بنا دیا، اور انہیں ہر قسم کی مراعات سے محروم کر دیا۔

مسلمان حکمرانوں کے احسانات

مسلمانوں کو بھی وہ اچھوت بنانا چاہتے ہیں حالانکہ مسلمان وہ قوم ہے جس نے صدیوں اس ملک پر حکومت کی ہے، وہ باہر سے آئے لیکن یہیں کے ہو رہے، کبھی اس ملک کا روپیہ یہاں سے نکال کر اپنے وطن میں نہیں لے گئے، بلکہ اسی ملک کی آرائش و زیبائش پر اسے خرچ کیا، شاندار عمارتیں بنائیں، باغات بنائے، نہریں اور سڑکیں بنوائیں، اور پھر مسلمان حکومت میں ہندو بڑے بڑے اونچے عہدوں پر فائز رہے۔ یہ مسلمانوں ہی کا کلیجہ ہے کہ مخالف قوم کو بھی رعیت ہونے کی وجہ سے تکلیف نہیں دی بلکہ بڑے بڑے فائدے پہنچائے، اور یورپ کے اندر سپین میں بھی سات آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کی، اور وہاں نہریں اور باغات اور ایسی عمارات بنائیں جن کی نظیر اس وقت بھی دنیا جہان میں نہیں ملتی، یہ عمارات آج تک موجود ہیں، اور ان کی خوبصورتی اور عظمت محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت کو یاد دلاتی ہے، مسلمانوں نے وہاں یونیورسٹیاں بنائیں، اور اس وقت جبکہ یورپ میں چاروں طرف جہالت پھیلی ہوئی تھی

علم کے دریا بہا دیئے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ علمی روحانی اور اقتصادی ہر لحاظ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ان یورپین قوموں پر ہے۔

حکمرانوں کو نبی کریم صلعم کی تلقین

حضورؐ نے جب معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو یمن کا گورنر اور قاضی مقرر کیا تو فرمایا جہاں تم جا رہے ہو وہ اہل کتاب ہیں، کس عظمت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ایک متعصب بادشاہ ہوتا تو کہتا کافروں کی قوم ہے ان کا کوئی لحاظ نہ کرنا اور کچل کر رکھ دینا، لیکن نہیں فرمایا ارقۃ قلوبھم ان کے دل نرم ہیں، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور فرمایا الحکمۃ یمانیۃ حکمت یمن سے آئی ہے، پھر فرمایا یسرا ولا تعسرا ان سے نرمی کا برتاؤ کرنا اور سختی سے پیش نہ آنا ایاکم وکرائم اموالھم دیکھنا ان کے مال ہڑپ نہ کرنا۔ اور فرمایا تق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھا وبین اللہ حجاب ۴ سے بچنا کیونکہ وہ سیدھی اللہ کی طرف جاتی ہے اور کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہوتی، اس سے ظاہر ہے کہ مظلوم کی آہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خوف آجاتا ہے، وہ مسلمان ہو یا عیسائی اور یہودی یا ہندو اور سکھ ہو، کوئی بھی ہو اس کی آہ آسمان کو پہنچے گی، پس ایک مسلمان کسی کافر پر ظلم نہیں کر سکتا، لیکن حضور نے اہل یمن کے لئے کافر کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ فرمایا وہ اہل کتاب ہیں ان سے نرمی کرنا اور ان پر ظلم نہ کرنا کیونکہ مظلوم کی آہ آسمان پر پہنچتی ہے۔

کافروں سے حسن سلوک

ان باتوں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نظر آتا ہے، جب مسلمان کفار کے ظلم سے تنگ آکر حبشہ میں جانے لگے تو حضور نے فرمایا کہ حبشہ میں ایک نہایت نیک دل بادشاہ ہے، کافر کو کون کہتا ہے کہ نیک دل ہے جب تک اپنے دل کے اندر صفائی نہ ہو، ایک عیسائی حاتم طائی کی بیٹی کسی جنگ میں قید ہو کر آئی، حضور کا کیمپ لگا ہوا تھا رپورٹ ہوئی کہ حاتم طائی کی لڑکی صفانہ حاضر ہوتی ہے، جب وہ آئی تو حضورؐ اٹھ کھڑے ہو گئے، غور کیجئے ایک روحانی بادشاہ اور جسمانی بادشاہ آج سے چودہ سو سال پہلے ایک عیسائی کی لڑکی سے ایسا عزت کا برتاؤ کرتا ہے، نہ صرف کھڑے ہو کر اس کی عزت کی بلکہ اس کے لئے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا کہ تمہارے باپ کے اندر خدا کی کچھ صفات تھیں جن کی وجہ سے وہ بہت قابل عزت انسان تھا، ایسے باپ کی بیٹی کو ہم قید میں نہیں رکھ سکتے، اس لئے تم آزاد ہو، لیکن وہ تو بڑے باپ کی بیٹی تھی، کہنے لگی، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میری سہیلیاں تو قید میں ہوں اور میں آزاد ہو کر چلی جاؤں۔ حضور اس سے بھی بڑے دل کے مالک تھے، فرمایا تمہاری سہیلیاں بھی آزاد ہیں۔

اسلامی اخلاق کا اثر

ان سب کو مسلمان سپاہیوں کی حفاظت میں ان کے وطن میں پہنچایا۔ اس لڑکی کا بھائی عدی جو اس وقت بڑا مخالف تھا، بعد میں اسی سلوک کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔ وہ جب اپنے گھر پہنچی تو اس نے کہا کہ میں ایک عظیم پیغمبر کو دیکھ کر آئی ہوں، اس کی عظمت میں تو کوئی شبہ نہیں۔ مگر یہ جو پہریدار مسلمان ہمارے ساتھ آئے ہیں، یہ بھی اتنے پاکیزہ لوگ ہیں کہ اتنی منزلیں ہمارے ساتھ رہے اور اتنا وقت انہوں نے ہمارے ساتھ صرف کیا۔ مگر کسی ایک شخص نے بھی آنکھ اٹھا کر ہماری طرف نہیں دیکھا، ان حالات کو سن کر اس کا بھائی عدی مسلمان ہو گیا۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق

اور قرآن کریم میں فرمایا ہے عیسائی قوم کے دلوں میں رافت ہے اور ان کے اندر قسیسین ہیں، اور راہب ہیں، وہ تکبر نہیں کرتے، یہ ہے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ، اور یہودیوں کے متعلق فرمایا من اھل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون ایت اللہ اناء اللیل وھم یسجدون ان میں ایک جماعت حق پر قائم ہے جو اللہ کی آیتیں راتوں کو پڑھتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں۔

عدل و انصاف کی تلقین

پھر فرمایا لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی دیکھو کسی قوم کی دشمنی آپ کو اس کے حق میں عدل و انصاف سے نہ روکے، کسی قوم نے آپ پر حملہ کیا، آپ پر یورش کی، ملک کا کوئی حصہ آپ سے چھین لیا، باوجود اس کے آپ کو اجازت نہیں کہ اس کے معاملہ میں بے انصافی کریں یہ محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم ہے، اتنا بڑا عدل آپ نے قائم کیا کہ مسلمان کے ہاتھ سے ہندو اور عیسائی کے لئے بھی بے انصافی نہیں ہو سکتی، لیکن عدل و انصاف کا یہ مقام یورپ کے عیسائیوں کے سامنے نہیں، وہ کہتے ہیں کہ کمزور کو کچل دو مسل دو،

نہر سویز کا معاملہ

ہماری ہمسایہ قوم کی طرف سے بھی آئے دن مسلمانوں پر ظلم و ستم کی خبریں آتی ہیں، وہ تو اپنی تنگدلی میں مشہور ہی ہیں۔ لیکن لندن کے عیسائیوں کو کیا ہو گیا، سر انتھونی ایڈن نے ساری عیسائی قوم کو بدنام کر دیا ہے جنرل عبدالناصر نے اپنے وطن کی نہر سویز کو اپنے قبضہ میں لیا تو انگلستان اور فرانس میں آگ لگ گئی کہ ہم اس پر مصر کا قبضہ نہیں ہونے دیں گے، ایک تو ان کا مال ختم کر دیا کہ اسوان بند جو انہوں نے دریائے نیل پر بنانا تھا، اور جس سے ان کی پیداوار کی ترقی اور خوشحالی وابستہ تھی اس کے متعلق کہا کہ ہم نہیں بنانے دیں گے اور پھر نہر سویز پر ان کے قبضہ کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور یہاں تک دھمکی دی ہے کہ سائپرس پر فوجیں اتار دیں، ملٹری حرکات کو ہمیشہ اخفا میں رکھا جاتا ہے لیکن ایڈن نے مصر کو ڈرانے کی خاطر ملٹری حرکات کا بھی ڈھنڈورا پیٹا اور بار بار کہا کہ ہم دکھا دیں گے کہ عبدالناصر کا قد چھوٹا ہے، اسرائیل کی اعانت کی جائے اور باقی مسلمان حکومتوں کو مسل دیا جائے۔ کیسے ناپاک منصوبے ہیں جو اس قوم کی طرف سے جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذلت سے بچایا اور ان کے خداوند پر سے اعتراضات کو دور کیا اور جس کو علم کی روشنی سے منور کیا۔

قرآن میں مسیح کی ماں کا ذکر کیوں کیا؟

کبھی کبھی مسلمان کہتا ہے کہ قرآن میں مسیح کی ماں کا تو بار بار ذکر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا کیوں ذکر نہیں، فی الحقیقت جس پر اعتراض ہوا اسی کا ذکر ہونا تھا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ پر کوئی اعتراض ہی نہ تھا، پھر ان کے ذکر کی کیا ضرورت تھی، اور انجیل میں لکھا ہے کہ جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا وہ گنہگار ہے شاید اسی لئے بار بار قرآن میں ابن مریم ابن مریم کہا گیا ہے کہ عیسائیوں کو بتایا جائے کہ جس کو تم خدا مانتے ہو وہ بھی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

ایڈن - ڈلس اور روس

تو ایڈن نے اپنی تمام قوم کو ننگا کر دیا ہے اور اڑھائی ماہ میں اتنا مسلمانوں کو ستایا ہے جس کی انتہا نہیں۔ لیکن خدا کا حکم اس سے بالاتر ہے، جب وہ آتا ہے، تو ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے، ایڈن کی قوم کا بڑا حصہ اس کے مخالف ہو گیا ہے، اور وہ ذلیل ہو چکا ہے۔ اور ادھر امریکہ کا وزیر خارجہ ڈلس جانتا ہے کہ عرب ممالک سے اس کے بہت سے مفاد وابستہ ہیں، تیل کے چشمے عرب سے نکلتے ہیں اور امریکہ وہاں سے دولت پیدا کر رہا ہے اس لئے عربوں سے جنگ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، وہ جنگ کا اسی لئے حامی نہیں اور ذرا ادھر روس نے یہ کہدیا کہ اگر مصر پر حملہ کیا گیا تو وہ اس کا ساتھ دے گا، یہ خدا کے کام ہیں، اسی کی طرف سے اعانت نازل ہوئی ہے، غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں اور یورپ پر بہت بڑے احسانات کئے لیکن انہوں نے اس عظیم الشان محسن کی قدر نہ کی اور اس کے ماننے والوں پر ظلم ڈھانا اپنا مشرب بنا رکھا ہے۔

تمام بنی نوع انسان ایک ہی نسل سے ہیں

میں نے اس آیت کا جو خطبہ سے پہلے پڑھی ترجمہ بھی نہیں کیا۔ اب وقت زیادہ ہو چکا ہے، پھر کسی وقت تفصیل سے اس پر بیان کروں گا۔ اس میں فرمایا ہے اے تمام انسانیت، یعنے ساری نسل انسانی کو مخاطب کیا ہے انا خلقنا کم من ذکر

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

حضرت خاتم النبیینؐ دنیا کی کامیاب ترین شخصیت ہیں

ڈاکٹر غلام محمد صاحب

مذہبی رہنماؤں کے متعلق افراط کا پہلو

دنیا میں جس قدر مذہبی رہنما گذرے ہیں ان کے متبعین نے بزعم خود اُن کی عظمت اور وقار بڑھانے کے لئے اُن کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جن کا نہ تو تاریخ سے کوئی ثبوت ملتا ہے اور نہ وہ قانون قدرت اور ان معیاروں پر پوری اُترتی ہیں جو الٰہی تعلیمات نے قائم کئے ہیں۔ ان کی بنیاد محض خوش اعتقادی یا عصبیت پر ہے جس کے تحت وہ اپنے رہنما کا دوسروں پر تفوق ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کرامات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ان کی حیثیت ذہنی قصہ کہانی سے بڑھکر نہیں ہوتی، اور جن اشخاص کے متعلق وہ بیان کی جاتی ہیں ان کے متعلق بھی شکوک پیدا ہو جاتے ہیں، عیسائی، ہندو اور بدھ مت کے پیروؤں نے تو اس میں کمال کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنے نبیوں اولیاء رشیوں کو خدائی کا درجہ دیا اور انسانوں کے زمرہ سے نکال کر الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا۔ اور خدا کی ذات صفات اور معرفت کو جس سے آگاہ کرنے کے لئے وہ دنیا میں آئے تھے مخدوش کر دیا۔

آخری نبی ہونے کا حقدار کون ہو سکتا ہے؟

ماسوا اس کے دنیا کی تاریخ میں سوائے ایک فرد کے ہمیں کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جس نے انسانیت کے مقام اور شرف کو قائم رکھتے ہوئے اس غرض کو پورا کیا ہو اور ہر شعبہ زندگی میں خود عمل پیرا ہو کر انسانوں کی رہنمائی کی ہو۔ بلاشبہ اگر ہمیں کوئی ایسا انسان نظر آئے جس نے عبودیت کے دائرے سے باہر قدم نکالے بغیر فطرت صحیحہ اور خداداد طاقتوں کا صحیح استعمال اور خدائی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر معرفت الٰہی، اخلاق فاضلہ، مساوات انسانی، مخلوق خدا سے ہمدردی، حقوق کی نگہداشت اور امن وسلامتی کی بنیاد ڈالی ہو، اور روزمرہ کی زندگی اور اس کے مختلف مسائل کا بہترین اور بے مثل حل پیش کیا ہو تو بے شک وہ اس بات کا بدرجہ اتم مستحق ہے کہ وہ دنیا کا آخری رہنما کہلائے اور اس پر سلسلہ نبوت ختم ہو۔

ہمہ صفت موصوف تاریخی شخصیت

دنیا میں چراغ لے کر ڈھونڈیئے محمدؐ عربی کے سوا ان صفات سے متصف آپ کو کوئی انسان نہیں ملے گا۔ آپ ایک تاریخی انسان ہیں اور آپ کی سوانح حیات کوئی من گھڑت قصہ اور کہانی نہیں بلکہ وہ تاریخی واقعات پر مبنی ہے، لکھو کھا انسان اس کے عینی شاہد ہیں وہ واقعات محفوظ ہیں، آپ کی شخصیت اور تعلیمات

ایک مخالف اور دوسرے موافق کی زبانی قیصر روم اور شہنشاہ حبشہ کے روبرو اور آپ کے تبلیغی خطوط وقت کے بادشاہوں کے نام محفوظ ہیں۔ آپ کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:-

توحید خالص کی تعلیم صرف محمد رسول اللہؐ نے دی

۱۔ آپ نے توحید کو خالص کیا۔ یوں تو سب ہی خدا کو مانتے اور پیش کرتے۔ لیکن کسی کے خدا میں خدائیت نہیں۔ کوئی دو خدا بتاتا ہے کوئی تین، کسی کا خدا روح اور مادہ کا محتاج ہے۔ اور کسی کا خدا خود وجود میں آنے سے پہلے اپنی پرورش کے لئے انسانی مدد اور دوسرے ذرائع زندگی کا محتاج ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے ایسا خدا پیش کیا جس کی ربوبیت، رحمانیت رحیمیت، مالکیت، صمدیت، قدرت میں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ ان میں کوئی شریک ہے۔ اور اس پر نہ صرف خدا کی نقلی کتاب سے بلکہ انسان کے اپنے وجود سے دلائل پیش کئے، (وفی الارض ایٰت للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون) اور ہستی باری تعالیٰ کے دلائل پیش کرتے ہوئے انسان کے کان، آنکھ قلب یعنی اس کی سماعت، بصارت اور فہم سے اپیل کی اور کوئی ایسی چیز پیش نہیں کی جو اس کی عقل سے بالاتر ہو، اور جس کے سمجھنے سے وہ قاصر ہو۔ اس خالص توحید سے آپ نے انسانوں کو عناصر پرستی بت پرستی، انسان پرستی اور سب سے بڑھ کر نفس پرستی کے جنگل سے آزاد کیا۔ جس طرح خدا بے مثل اور یگانہ ہے، محمد رسول اللہ صلعم بھی اس کی توحید کو پیش کرنے میں بے مثل اور یگانہ ہیں۔

انسان کو اس کے مقصد حیات کی طرف توجہ دلائی

(۲) دنیا میں جس قدر فساد ظلم وستم، غصب، قتل و غارت، اکل حرام نظر آتا ہے اس کی تہ میں مقصد حیات سے غفلت ہے۔ محمد رسول اللہ خاتم النبیین نے انسان کے سامنے یہ نظریہ پیش کیا کہ اس کے وجود کی غرض معرفت اور رضا الٰہی اور خدائی صفات کو ظلی طور پر اپنے اندر لینا ہے تاکہ یہ دنیا سفلی قوتوں کو اعتدال پر رکھ کر ان سے مکارم اخلاق اور روحانی اقتدار پیدا کر کے دائمی زندگی یعنی روحانی کے لئے بطور بنیاد ٹھہرے۔ اور محض قیل وقال سے نہیں بلکہ اپنے عملی نمونہ سے ایک ایسا اُسوۂ حسنہ قائم کیا جو نسلِ انسانی کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔

آپ کا عشق الٰہی

محمد رسول اللہ صلعم اپنے خدا کا دیوانہ تھا، اور یہ اس قدر عیاں تھا کہ لوگوں نے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ کہہ دیا۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا، پھرنا، کھانا، پینا سونا، جاگنا، عبادت قربانی الغرض ہر ایک چیز جو آپ سے صادر ہوتی تھی اس میں خدا تھا۔

حوائج بشری کی تکمیل عبادت کے رنگ میں

ہر موقعہ کے لئے آپ نے دُعا سکھائی اور اس طرح حوائج بشری کو بھی محمد رسول اللہ صلعم نے عبادت میں تبدیل کر دیا۔ اور ہر امر میں خدا سے رابطہ پیدا کر دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر مقصد حیات کی یاد دہانی کا کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ہر کام کو بسم اللہ یعنی خدا کے نام سے شروع کرو ورنہ اس میں برکت نہ ہوگی، اور پھر ہر موقعہ کے مطابق اس کی تسبیح، تحمید، اس کے حسن، اس کے احسان، اس کے رحم، تفضل واستعانت کی طرف توجہ دلائی۔ کھانا پینا تو ایک معمول ہے، انسان بھی کھاتا ہے اور حیوان بھی، لیکن دونوں کے فعل میں فرق کرنے کے لئے انسان کو فرمایا کہ خدا کے حکم سے کھاؤ اور اسراف نہ کرو (کلوا واشربوا ولا تسرفوا) اور کھانے کے بعد خدا کی حمد کرو (الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین) تاکہ اس طرح پیٹ بھی بھرے اور عبادت بھی ہو جائے کیونکہ جو امر خدا کے حکم کے ماتحت کیا جاتا ہے وہ عبادت ہے اور میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسے کھانے کا حساب بھی نہ ہوگا۔ سبحان اللہ اس عرب کے امی (علیہ الف الف صلوٰۃ) نے کیا فلسفہ حیات پیش کیا۔ انسانی روح وجد میں آجاتی ہے اور اس سے ایسی لذت محسوس ہوتی ہے جس کے سامنے سب لذتیں ہیچ ہیں۔

پچھلی رات کی دُعا

اس ضمن میں آپ کی ایک دُعا پیش کرتا ہوں، جو آپ نیند سے بیدار ہو کر تہجد سے پہلے بحیثیت انسان (کیونکہ اس دُعا میں آپ کی زبانی محمدؐ پر ایمان لانے کا ذکر ہے) پڑھا کرتے تھے۔ دراصل یہ دعائیں انسانوں کو مدنظر رکھ کر سکھائی گئی ہیں۔

اللھم لک الحمد	اے خدا سب تعریف
انت قیم السموات والارض	تیرے لئے ہے تو زمین
ومن فیھن ولک الحمد	اور جو اس میں ہے کا قائم
انت نور السموات والارض	رکھنے والا ہے۔ تیرے
ومن فیھن ولک الحمد	لئے سب تعریف
انت ملک السموات	تو آسمانوں اور زمین کا نور
والارض ومن فیھن و	ہے تیرے لئے سب
لک الحمد انت الحق و	تعریف ہے، تو آسمانوں
وعدک الحق و	اور زمین کا بادشاہ ہے
ولقاءک حق و	تیرے لئے سب تعریف
قولک حق والجنۃ	ہے۔ تو حق ہے۔ تیرا وعدہ
حق والنار	حق ہے۔ تیری لقا حق تیرا
حق والنبیون حق	قول حق ہے جنت و [illegible]

ومحمد حق والساعة حق اللهم لك اسلمت وبك امنت وعليك توكلت واليك انبت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفرلي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت (اولا اله غيرك) ولا حول ولا قوة الا بالله

انبیاء اور محمدؐ حق ہیں قیامت حق ہے۔ اے میرے خدا میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تجھ پر سہارا کرتا ہوں، تیری طرف جھکتا ہوں۔ تیرے لئے جھگڑتا ہوں۔ اور تیری طرف ہر فیصلہ کو لے جاتا ہوں۔ اے میرے خدا جو میں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا، اور جو ظاہر کیا اور جو چھپایا اس پر غفر کی چادر ڈال۔ تو اول و آخر ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے سوا کسی کو طاقت و قوت نہیں۔

کیا خدا کا تصور ہے اور کیا فطرت انسانی اور عبودیت کا نقشہ ہے۔ لاریب ختم نبوت آپ ہی کو سزاوار ہے۔

ادائگی فرض میں قربانی و استقامت

ادائگی فرض بڑی قربانی اور استقامت چاہتا ہے۔ اکثر لوگ اعلےٰ نصب العین لیکر اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس راہ میں مصائب اور مشکلات کا مقابلہ نہیں کر سکتے یا دنیاوی لالچ عیش و آرام کے پیش نظر اس اعلیٰ نصب العین کو ہی خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ محمد عربی فداہ ابی و امی نے اس راہ میں بھی بے نظیر ضبط نفس اور استقامت دکھلائی۔ اوّل تو آپکی بعثت سے پہلے کی زندگی اس قدر شاندار تھی کہ اس پر کوئی انگشت نمائی نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی بیغرضی اور صداقت کے لئے اس کو بطور دلیل پیش کیا (فقد لبثت فیکم عمراً افلا تعقلون) لیکن دعویٰ نبوت کے بعد جو مصائب کے پہاڑ آپؐ پر اور آپ کے صحابہ رضہ پر ٹوٹے تاریخ میں ان کی مثال ملنا مشکل ہے اور جس پامردی صبر و استقلال اور خندہ پیشانی سے ان کو برداشت کیا گیا وہ بھی لاثانی ہے۔ کفار مکہ جب لسانی بدنی، اقتصادی اذیت کو بدترین شکل میں استعمال کر چکے اور انہیں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے بالآخر وہ حربہ استعمال کیا جو انسان کے طبعی رجحانات کے باعث بڑے بڑوں کے قدم کو ڈگمگا دیتا ہے یعنی مال و زر۔ حسین ترین عورت اور دنیاوی زندگی کا معراج بادشاہت پیش کی اور مطالبہ صرف یہ تھا کہ ان کے بتوں کو بُرا نہ کہا جائے، لیکن محمد رسول اللہ صلعم نے اس کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا کی آپ کی نظر میں کیا حقیقت تھی اور کہ باطل سے کسی قیمت پر سمجھوتا نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ جو آپؐ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپکا مطمح نظر بادشاہ بننا تھا غور کریں کہ آپؐ کو بادشاہت پیش کی جاتی ہے اور آپ اسے نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، محمد رسول اللہ صلعم کا کام خدا کی بادشاہت کو قائم کرنا تھا۔ جو دوسرے تو صرف دعوے ہی کرتے رہے مگر آپ نے اس کو قائم کر کے دکھا دیا۔ عرب کی سرزمین پر اب بجائے شیطانوں کے فرشتے چلتے تھے۔

شانِ احمد را که داند جز خداوند کریم

۴۔ محمد رسول اللہ صلعم کے محاسن اور شان کا کون اندازہ کر سکتا ہے، وہ جس کی شان میں قاب قوسین او ادنیٰ آیا جس میں انسانوں کے آپس میں شدید ترین تعلق کے اظہار کے بعد او ادنیٰ فرما کر بتایا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی شان کا اندازہ احیطہ انسان سے باہر ہے اس کو صرف خدا ہی جانتا ہے لہٰذا آپ کی تین خصوصیات پیش کر کے ختم کرتا ہوں۔

بے مثال کامیابی

(الف) آپ کی کامیابی بے مثال ہے۔ آپ کی بعثت سے پہلے ایک انبوہ کثیر انبیاء کا گذرا۔ جن قوموں کی طرف اُن میں سے بعض انبیاء گذرے جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے وہ تہذیب و تمدن کی مالک تھیں (الم ترکیف فعل ربك بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد وثمود الذین جابوا الصخر بالواد وفرعون ذی الاوتاد) عاد، ثمود اور مصریوں کی تہذیب و تمدن کے آثار محکمہ آثار قدیمہ نے برآمد کئے ہیں، لیکن محمد رسول اللہ صلعم جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے انکی نہ تہذیب تھی نہ تمدن۔ جہالت اور بے حمیت میں وہ لاثانی تھے آپ نے نہ صرف اس قوم کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کیا بلکہ اوج کمال تک پہنچایا۔ رومی و ایرانی دنیا کی دو طاقتور اور مہذب ترین قومیں حیران و ششدر رہ گئیں ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یہ اعراب جن کو وہ ذلیل ترین مخلوق سمجھتے تھے ان کو ملیا میٹ کر دیں گے یہ دراصل آپ کی ہی کامیابی تھی کیونکہ آپؐ نے قبل از وقت اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ وہ ان دونوں سلطنتوں کو فتح کرے گی اپنی زندگی میں اپنے مشن کی یہ کامیابی اور دشمنوں کی طرف سے دنیا کا کامیاب ترین انسان کا خطاب پانا آپؐ ہی کا حصہ ہے۔

قابل تعریف اور لائق احترام شخصیت

(ب) آپ فی الواقع محمدؐ ہیں۔ دنیا کی قابل احترام ہستیوں میں آپ ہی کو یہ مقام حاصل ہے کہ دشمن بھی آپ کے اوصاف حمیدہ اور کارناموں سے انکار نہیں کر سکتے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کی تعریف کرنے پر مجبور رہے، سر ولیم میور جو آپؐ کا خطرناک دشمن تھا کی رائے جو درج ذیل ہے اس دعوےٰ کی تصدیق کرتی ہے "محمد صلعم کی تعلیم بہت مختصر اور سادہ تھی۔ انکی تعلیم نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ اوائل مسیحیت سے لے کر تا ایندم لوگوں میں ایسی روحانی بیداری کسی وقت میں پیدا نہیں ہوئی تھی، نہ لوگوں کے اندر ایسا روحانی جوش پیدا ہوا تھا کہ وہ اپنے ضمیر کی خاطر ہر قسم کی جانی و مالی قربانیاں گوارا کر سکتے"۔

"مدت دراز سے تمام جزیرۃ العرب روحانی غفلت میں مبتلا تھا، یہودیت اور مسیحیت کا آنی فانی اثر عربوں کی طبائع پر ویسا ہی ہوا جیسے کہ سمندر کی سطح پر ہوا سے چند لہریں پیدا ہو جائیں لیکن تہ آب وہی جمود و سکون ہو، تمام لوگ توہمات، خونریزی اور بدکاریوں میں مبتلا تھے یہ ایک عام رسم تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد بیٹا متوفی کی ساری بیویوں کا مالک ہو جاتا تھا، غرور اور مفلسی کی وجہ سے ان میں دخترکشی کی رسم عام ہو گئی تھی۔ ان کا مذہب بت پرستی کی بدترین شکل تھا اور ان کا ایمان صرف یہ تھا۔ کہ انبیاء الغیب پر خوف کی وجہ سے عقیدہ رکھیں اور ان کی ناراضگی سے بچیں، اور انہیں خوش رکھنے کے لئے کوشش کریں نہ یہ کہ کسی قادر مطلق ہستی کو اپنا معبود بنائیں، آخرت اور مکافات عمل کی بناء پر کوئی اعمال اُن سے سرزد ہوتے ہی نہ تھے رسنہ ہجری کی ابتدا سے تیرہ سال پہلے تک تمام ملک اسی خواب غفلت میں گرفتار تھا۔ لیکن آئندہ تیرہ سالوں میں نہایت ہی زبردست انقلاب رونما ہو گیا۔ دو تین سو آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت نے بت پرستی کو ترک کر کے خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اس فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، جس کو وہ لوگ وحی یقین کرتے تھے۔ خدا کی عبادت ذوق و شوق سے ادا کرنے لگے اور اس کے رحم کے امیدوار ہو گئے نیک اعمال بجا لانے لگے، زکوٰۃ دینے لگے، پاکیزہ خصائل اور نیک دل بن گئے، اب وہ اپنی حیات کا ایک ایک لحظہ اُس خدا کی یاد میں بسر کرنے لگے جسے وہ اپنے جزئیات امور کا نگران یقین کرتے تھے، علاوہ بریں اس طرز زندگی کو وہ لوگ عطیہ ربانی یقین کرتے تھے، محمدؐ کو وہ لوگ حیات ابدی اور نشاط سرمدی کا عطا کنندہ یقین کرتے تھے۔ جس کے احکام کی تعمیل وہ لوگ بے چون و چرا کرتے تھے۔ اور قلیل عرصہ میں مکہ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گیا۔ جو اپنے سابقہ تعلقات کو یکدم فراموش کر کے ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہو گئیں۔ مسلمان جملہ تکالیف کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے تھے اور ایسا کرنے کو مفید جانتے تھے اور واقعی ان کی علو ہمت کی تحسین کرنی چاہیئے، پورے سو آدمیوں نے محض دین حنیف کی خاطر اپنے گھربار، دولت و اثاثہ کو چھوڑ کر ملک حبش میں پناہ لی تاکہ مخالفت کا طوفان ذرا کم ہو جائے۔ اور اس کے بعد کئی سو آدمی مع محمدؐ اپنے مولد و منشاء کو چھوڑ کر جس میں کعبہ واقعہ ہے مدینہ جا رہے، اسی حیرت انگیز انقلاب کی بدولت تھوڑے ہی عرصہ میں ایک جماعت ایسی تیار ہو گئی جس نے ان سب

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

خاتم النبیّین اور ظلّی نبوّت

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری

خلاصہ گذشتہ مضامین

پیغام صلح کی گذشتہ چند اشاعتوں میں مَیں ثابت کر چُکا ہوں کہ انسانی پیدائش کی غرض لقاء اللہ ہے اور یہ غرض انسانی فطرت میں ودیعت کردہ استعدادوں کو اِس طریق پر صیقل کرنے سے حاصل ہوتی ہے جس سے انسان کے اندر الٰہی صفات سے مشابہت رکھنے والی صفات پیدا ہو جائیں۔ اور اس طریق کو معلوم کرنا انسان کی کوششوں پر نہیں چھوڑا گیا۔ بلکہ اس کی طرف رہنمائی کرنا اور اس پر عمل کرنے کی راہیں بتلانا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہُوا ہے اور یہ رہنمائی وہ اپنے کلام کے ذریعہ کرتا ہے جو وہ اپنے اُن بندوں پر نازل کرتا ہے جن کو قرآنی اصطلاح میں رسُول اور نبی کہتے ہیں۔

کلامِ الٰہی کے متعلق بعض ضروری امُور مَیں گذشتہ اشاعت میں بیان کر چُکا ہوں۔ اس اشاعت میں رسول اور نبی کے متعلق چند اہم باتیں عرض کی جائیں گی۔

فطرتِ انسانی کے دو پہلو

لیکن پیشتر اس کے کہ اِس موضوع پر مَیں اپنے خیالات کا اظہار کروں یہ بتا دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ صرف ہدایت کا نازل کرنا اور اس پر عمل کرنے کے طریق بتلانا لیا ہُوا ہے۔ اس پر بزور عمل کرانا اُس نے اپنے ذمہ ہرگز نہیں لیا۔ اس کی نازل کردہ ہدایت پر عمل کرنا انسان کی صوابدید پر چھوڑا ہُوا ہے۔ وہ چاہے اس پر عمل کرے چاہے نہ کرے۔ ہاں عمل اور عدمِ عمل دونوں کے نتائج سے اُسے آگاہ کر دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا

اِنّا ھدینٰہ السّبیل اِمّا شاکراً وّ اِمّا کفوراً ۰ اِنّا اعتدنا للکٰفرین سلٰسلا و اغلٰلاً وّ سعیراً ۰ اِنّ الابرار یشربون من کاسٍ کان مزاجھا کافوراً ۔ الخ

یعنی ہم نے اِنسان کو ہدایت عطا کر دی اب اس کا کام ہے کہ ہدایت کی قدر کرتے ہُوئے اس پر عمل کرے یا اس کی ناقدری کرتے ہُوئے اس کو رَدّ کر دے۔ رَدّ کرنے کی صُورت میں اس کے لئے زنجیریں اور طوق اور دوزخ تیار ہیں اور عمل کرنے کی صُورت میں دُنیا اور اگلے جہان کی تمام نعماء حاضر ہیں۔ جن کا ذکر تفصیلاً اسی سُورۃ یعنی سُورۃ الدھر میں کیا گیا ہے۔ اور پھر ان نعماء کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ہدایت نامہ جس پر عمل کرنے سے انسان ان مذکورہ بالا نعماء کو حاصل کر سکتا ہے وہ اب قرآن شریف کی شکل میں اُتارا گیا ہے اسی کو مشعلِ راہ بناؤ اور اس کے مخالف اور مُنکر کی بات ہرگز نہ مانو۔ یہی اب تمہیں خُدا کی راہ بتانے والا اور اس سے تعلق پیدا کرانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اِسی طرح سُورہ کہف میں فرمایا۔

وقل الحق من ربّکم فمن شآء فلیؤمن وّ من شآء فلیکفر اِنّا اعتدنا للظّٰلمین ناراً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اِنّ الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اِنّا لا نضیع اجر من احسن عملاً ۰ اولٰئک لھم جنّٰت عدن تجری من تحتھم الانھٰر ۔ الخ

یعنی اُن کو بتا دو کہ یہ قرآن حق ہے تمہارے رب کی طرف سے پس تم میں سے جو چاہے اس کو قبول کر کے اس پر عمل شرُوع کر دے اور جو چاہے اس کو رد کر دے ہاں انکار کرنے والے کا حشر یہ ہو گا۔ کہ دُنیا و آخرت دونوں جگہوں میں دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ اور ماننے والے کی جزاء یہ ہوگی کہ دُنیا و آخرت میں جنّتی زندگی بسر کرے گا۔

پس اس لحاظ سے اِنسان دیگر تمام مخلُوقات سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے دیگر مخلوق جس میں فرشتے بھی شامل ہیں مجبور محض ہیں اس لئے وہ کسی اجر کے مستحق نہیں لیکن انسان پر کسی قسم کا جبر نہیں۔ اس کے قویٰ میں اقرار یا انکار، عمل یا عدمِ عمل دونوں طرف کے رجحانات رکھے گئے ہیں، یعنی اس میں اعلیٰ علیین تک پہنچنے کی طاقت بھی موجود ہے اور اسفل السافلین میں جانے کی قوت بھی موجود ہے گو انسان قوتِ عمل میں مطلق نہیں ہے لیکن اس کے اختلافِ استعمال سے یا تو عامل عرُوج کی اِنتہائی منزل تک پرواز کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے یا پستی کی انتہائی گہرائی میں جا گرتا ہے گویا اس کے عمل کے دو مختلف پہلو ہیں جن میں سے ایک پہلو اُسے جنّتی زندگی کی طرف لے جاتا ہے اور دُوسرا جہنمی زندگی کی طرف۔ اور اسی میں انسانی ترقی کا راز ہے۔ اور اسی کیفیّت کا نام قرآن کریم نے احسنِ تقویم رکھا ہے جیسا کہ فرمایا۔

ولقد خلقنا الانسان فی احسنِ تقویم ۰ ثمّ رددنٰہ اسفل سافلین ۰ اِلّا الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم اجر غیر ممنون

یعنی ہم نے انسان کو جو بناوٹ عطا کی ہے وہ بہترین بناوٹ ہے۔ اور وہی اس کی ترقی کے لئے موزوں ہے۔ جو لوگ اس کے برعکس چلتے ہیں وہ پستی کے انتہائی گہرے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔ لیکن جو خدا کی ارسال کردہ ہدایت کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اُنہیں وہ اجر ملتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہو گا۔ رسالت کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے اِنسانی فطرت کے اِن دونوں پہلوؤں کو مدِّ نظر رکھنا ضروری ہے

انسانی زندگی کے دو حصّے

دُوسرا امر جس کو رسالت کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے مدِّ نظر رکھنا ضرُوری ہے وہ یہ ہے کہ اِنسانی زندگی کے بھی دو پہلو ہیں۔ یا بالفاظِ دیگر دو حصّے ہیں ایک کا تعلق دُنیاوی زندگی کے ساتھ ہے۔ اور دُوسرے کا تعلق اُخروی زندگی کے ساتھ ہے۔ جو مابعد الموت شرُوع ہوتی ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ دونوں زندگیاں جُدا جُدا نظر آتی ہیں لیکن حقیقت کے لحاظ سے ایسا نہیں۔ دُنیاوی زندگی اُخروی زندگی پر گہرا اثر ڈالنے والی ہے۔ بلکہ اگر یُوں کہا جائے کہ اُخروی زندگی بنتی ہی دُنیاوی زندگی میں کئے ہُوئے اعمال سے ہے تو بیجا نہ ہو گا۔ اس لئے خُدا جس نے انسان کی ہدایت کی ذمہ داری لی ہُوئی ہے اگر دُنیاوی زندگی کو اُن خطوط پر بسر کرنے کے لئے ہدایت نہ دے جن پر چل کر وہ اپنی اُخروی زندگی کو سدھار سکے اور خُدا کی مرضی کے مطابق اُسے بنا سکے تو لئلّا یکون للنّاس علی اللہ حجۃ بعد الرسل کے ماتحت اسے خراب کرنے کی صُورت میں وہ گرفتِ الٰہی میں نہیں آ سکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے۔ اِنّ علینا للھدیٰ (یعنی ہدایت دینے کی ذمہ داری ہم پر ہے) کے ساتھ ہی وَاِنّ لنا للاٰخرۃ والاولیٰ (یعنی یہ آخروی زندگی اور دُنیاوی زندگی دونوں ایک ہی مقصد کے لئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ انہیں محض ہمارے لئے ہی بنایا جائے اور ان سے مقصُود محض ہماری رضا کو حاصل کرنا ہی ہو) فرما دیا ہے۔ چنانچہ سُورۃ کے آخر میں یہ کہہ کر اسے واضح بھی کر دیا ہے۔ کہ سب سے بڑی نعمت انسان کے لئے خُدا کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ اس کو اگر وہ حاصل کرے گا تو صرف خُدا ہی راضی نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ خود بھی راضی اور خوش ہو جائے گا۔ اسی بنا پر فرمایا۔ کہ دونوں کو ٹھیک طریق پر چلانے کے متعلق صحیح راستہ بتلانا ہمارا ہی کام ہے جو لوگ اس راہ پر چلنے سے مُنہ پھیر لیں گے۔ اور ہماری نازل کردہ ہدایت کی قولاً یا عملاً تکذیب کریں گے۔ وہ شقی ہونگے اور دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ اُن کے انتظار میں رہے گی لیکن متقی لوگ اس آگ سے محفوظ رہیں گے۔ جو تزکیہ نفس حاصل کرنے کے لئے اپنے مالوں کو قربان کرتے ہیں۔ اور خُدا کی رضا کے جویاں رہتے ہیں اور یہی سب سے بڑی نعمت ہے۔

اِسی کی طرف اشارہ وَلکم فی الارض مُستقرٌ وّ متاعٌ الیٰ حین میں فرمایا ہے۔ یعنی تمہارے لئے اس زمین میں اپنی حقیقی اور دائمی قرارگاہ تلاش کرنے کے لئے موقعہ ہے۔ اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے تمہیں غیر محدود وقت نہیں بلکہ محدود وقت دیا گیا ہے۔ اگر اس سے فائدہ اٹھا لوگے تو اپنی حقیقی قرارگاہ یعنی جنّت کو حاصل کر لوگے۔ ورنہ محروم رہو گے۔ (مُستقر استقر فعل سے اسم ظرف ہے۔ استقر کے معنی قرار چاہنا اور مُستقر کے معنی قرار چاہنے کا موقعہ) یہی معنی اس ضرب المثل کے ہیں۔ الدنیا مزرعۃ الاٰخرۃ یعنی اس

آیت سے بھی واضح ہے کہ یہ دونوں زندگیاں آپس میں مربوط ہیں۔ اور اگر دُنیاوی زندگی کو بہترین اُخروی زندگی بنانے کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ نعمت ہے ورنہ یہ محض لہو و لعب کہلانے کی مُستحق ہے۔ اور اسی مفہوم میں خُدا نے اسے لہو و لعب قرار دیا ہے۔ اور اُخروی زندگی کو الحیوان یعنی اصلی زندگی فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے، لباس وغیرہ سے لیکر بین الاقوامی اُمور تک یعنی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق تفصیلی ہدایات دی ہیں اور اگر ہم ان ہدایات پر عمل پیرا رہیں اور ان کے مطابق زندگی بسر کریں تو ہماری تمام زندگی جو بظاہر دُنیاوی اُمور پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خالص دُنیوی زندگی سمجھی جاتی ہے دینی بن جائے گی۔ ایک تاجر اگر اپنے کاروبار میں دیانت داری اور راست گوئی سے کام لیتا ہے اور دغا فریب اور چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ سے اجتناب کرتا ہے اور یہ سب کچھ وہ محض اِس لئے کرتا ہے کہ خُدا اور اُس کے رسُول نے اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کا یہ عمل خالص دینی عمل ہوگا۔ اور اُس کا یہ فعل نہ صرف اس کے دُنیاوی کاروبار پر اچھا اثر ڈالنے والا ہوگا بلکہ اس کی اُخروی زندگی کو بھی ساتھ ساتھ صحیح قالب میں ڈھالتا چلا جائے گا۔ جو بالآخر جنتی زندگی پر منتج ہوگی اسی طرح ایک ملازم اگر اپنی ڈیوٹی کو پُوری دیانتداری اور محنت سے بجا لاتا ہے اور رشوت اور دیگر ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرنے سے اجتناب کرتا ہے اور وہ یہ محض خدا کے ارشاد کی تعمیل میں کرتا ہے تو اس کا یہ فعل بھی دینی فعل ہوگا۔ اور اسے جنتی زندگی کا وارث بنائے گا۔ ورنہ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ اموال سے کھانے پینے کی جو چیزیں وہ خرید کرے گا۔ وہ جسم کی پرورش میں تو ممد ہوں گی لیکن اُس کی رُوح کو مُردہ بناتی چلی جائیں گی۔ اور اسکے باطن میں وہ آگ بن کر بھڑک رہی ہوں گی۔ جو اس کے تمام رُوحانی قویٰ کو بھسم کر کے رکھ دیں گی۔ اسی طرح باقی شعبوں میں بھی انسانی اعمال کو قیاس کر لیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ خُدا اور اُس کے رسول نے تمام دُنیاوی اُمور کو دینی اُمور میں منتقل کر دیا ہے اگر انہیں خدا اور اُس کے رسول کی ہدایات کے مطابق سرانجام دیا جائے۔

رسول اور نبی ۲ دو مختلف ناموں کی وجہ

رسالت اور نبوّت کے متعلق مندرجہ ذیل دس اُمور کو جان لینا ضرُوری ہے:-

اوّل - رسول اور نبی کیا دو مختلف شخصیتوں کے نام ہیں یا ایک ہی شخصیت ہے جس پر ان دونوں کا اطلاق ہوتا ہے قرآن کریم کا مطالعہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ ان دونو القاب سے ایک ہی شخص مُلقب کیا جاتا ہے لیکن دو مختلف حیثیتوں سے ایک ہی شخص ایک حیثیت سے رسول کہلاتا ہے اور دوسری حیثیت سے نبی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا، کہ ایک شخص رسول تو ہو مگر نبی نہ ہو۔ یا نبی تو ہو مگر رسول نہ ہو۔ وہ دو مختلف حیثیتیں جن کی وجہ سے ایک ہی شخص پر یہ دونوں نام بولے جاتے ہیں یہ ہیں۔ پہلی حیثیت تو خُدا کی طرف سے آنے والے ہادی کی یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے نسلِ انسانی کی رہنمائی کے لئے وحی پاتا ہے۔ جس میں ان کے عقائد و اعمال کو دُرست کرنے اور خُدا سے تعلق پیدا کرنے کے لئے راہ بتائی جاتی ہے اس پیغام کی وجہ سے جس کے ساتھ وہ نسلِ انسانی کی طرف بھیجا جاتا ہے رسول کہلاتا ہے۔ اس وحی کے گو مختلف مدارج و درجات ہوتے ہیں۔ اور کیفیت و کمیت دونوں لحاظ سے مختلف رسولوں کی وحی میں فرق ہوتا ہے لیکن یہ ہوتی ایک ہی قسم کی وحی ہے۔ جسے وحی نبوت کہتے ہیں۔

جب یہ رسول دُنیا کو الٰہی پیغام پہنچاتا ہے اور اس کے سامنے اس کی بھیجی ہوئی ہدایت رکھتا ہے تو ہر ایک شخص کے دل میں طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی میں یہ پیغام خُدا کی طرف سے ہے۔ اور کیا یہ ہدایت نامہ جسے یہ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے اور اس کے سامنے سر جھکا دینے پر یہ زور دے رہا ہے فی الحقیقت منجانب اللہ ہی ہے؟ اور کیا یہ شخص راستبازی سے کام لے رہا ہے؟ اس قسم کے سوالات کا دلوں میں پیدا ہونا طبعی بات ہے۔ کیونکہ خُدا بھی غائب اور اس کا کلام کرنا بھی اُن کی نظروں سے پوشیدہ۔ تو پھر وہ کس طرح ایک شخص پر اعتبار کر کے اپنے پُرانے عقائد کو اور دیرینہ رسم و رواج و روایات کو چھوڑ کر اُس کے پیچھے لگ جائیں۔ اور نئے عقائد کو قبول کر کے اُنہیں اپنا لیں۔

اللہ تعالیٰ جو انسان کے نفس میں پیدا ہونے والے وساوس سے واقف ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

ولقد خلقنا الانسان و نعلم ما توسوس بہ نفسہ

اس قسم کے وساوس کو دُور کئے بغیر کس طرح انسان کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ اس کے رسول پر ایمان لے آئیں، اس لئے اُس نے جہاں یہ قانون بنایا ہوا ہے کہ دُنیا کی رہنمائی کے لئے رسول بھیجتا اور اُس پر اپنا کلام نازل کرتا ہے وہاں اُس کا یہ بھی قانون ہے کہ وہ اپنے رسول کے دعویٰ رسالت کا صدق ثابت کرنے کے لئے اُسے بعض عظیم الشان ایسے واقعات کے رُونما ہونے کی خبریں پیش از وقت بتلاتا ہے جو ابھی پردۂ غیب میں ہوتے ہیں۔ اور جن تک اُس زمانہ کے علم کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ واقعات وقوع میں آکر ثابت کر دیتے ہیں۔ کہ اس مُدعی کا تعلق خُدائے عالم الغیب سے ہے۔ جس کے بتلائے بغیر اس کو اس کا علم نہیں ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم کو رُوم کے اوّل مغلوب ہونے کی پھر مغلوبیت کے بعد غالب ہونے کی خبر دی گئی۔ اور ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی مُشرکین عرب پر فتح پانے کی بشارت دی گئی۔ اور یہ دونو واقعات ہر حالت میں ناممکن الوقوع تھے۔ چنانچہ جب یہ دونو باتیں اُسی طرح واقعہ ہو گئیں جس طرح پیش از وقت بتلائی گئی تھیں تو یہ بہت سی سعید رُوحوں کی ہدایت کا مُوجب ہُوئیں۔ پس ان غیب کی چیزوں کو پانے اور اُن سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی وجہ سے رسول نبی کہلاتا ہے اگر یہ نبوّت والا پہلو رسول کے ساتھ نہ ہو تو بہت سے لوگ اس کے لائے ہُوئے حق کو قبول کرنے سے محروم ہو جائیں۔ جناب میاں محمود احمد صاحب اور اُن کی جماعت کی ایک غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے اس جگہ میں یہ بتلا دینا بھی ضرُوری سمجھتا ہُوں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں جو یہ لکھا ہے کہ

> "پس منجملہ اُن انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رُو سے انبیاء علیہم السّلام نبی کہلاتے رہے"

اُس کا بھی یہی مفہوم ہے جو مَیں نے اُوپر لکھا ہے یہ نہیں کہ حضور نے اس عبارت میں نبی کی تعریف کی ہے جیسا کہ آپ لوگ سمجھتے ہیں۔

دوم - عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ رسالت موہبت ہے یہ دُرست ہے۔ لیکن موہبت کا جو مفہوم عوام کے دماغوں میں راسخ ہے وہ دُرست نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے بیٹھے بٹھائے یُونہی اُسے رسالت کی خلعت پہنا دیتا ہے اُس کے عمل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر یہ تصوّر درست ہو تو پھر رسول ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ رسالت ایک اعتبار سے موہبت ہے اور ایک لحاظ سے اس میں عمل کا بھی دخل ہے اور بڑا دخل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف استعدادوں پر پیدا کیا ہے اور انہیں مختلف فطری جوہر عطا کئے ہیں ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کو ایسی استعداد عطا کی جاتی ہے اور ایسا فطری جوہر عطا کیا جاتا ہے جو اپنے اندر رسالت یعنی خُدا سے براہِ راست تعلق پیدا کرنے اور اُس کے کلام کو براہِ راست سُننے کی اہلیت رکھتا ہے۔ یہ استعداد اور یہ فطری جوہر چُونکہ محض خُدا کے فضل سے ہی ملتا ہے اس میں انسان کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہوتا اس لحاظ سے رسالت کو موہبت قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ فطری جوہر جو رسول کو محض موہبت کے طور پر عطا ہوتا ہے بالکل بے کار پڑا رہے اگر رسول اپنے پاکیزہ اعمال اور ذکر الٰہی کی کثرت سے اُسے جلا نہ دے۔ یہ اُس کے اعمال اور ذکرِ الٰہی کی کثرت ہی ہے جو اُسے جلا دیتے دیتے اس نقطہ پر پہنچا دیتی ہے جس پر پہنچ کر خُدا کی وحی اس پر نازل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور خُدا کے نور کی تجلّی کا وہ مورد بن جاتا ہے۔

یہی وہ پہلو ہے جس کے لحاظ سے رسول ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا کے ماتحت ہر بندہ سے یہی چاہتا ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی استعداد اور فطری جوہر کو اپنے پاکیزہ اعمال سے چمکائے۔ اور جس حد تک اس کی استعداد اس کو پہنچا سکتی ہے اس حد تک جانے کی کوشش کرے۔ جس طرح کہ رسول نے لی ہے اس کے اوپر جانے کے لئے نہ وہ مکلف ہے اور نہ خدا اس سے پرسش کرے گا۔ ہر شخص اپنی استعداد کے دائرہ کے اندر ہی ترقی کرنے کے لئے مکلف ہے اس کے باہر نہیں اور اسی کے اندر اس سے پرسش ہو گی۔

رسالت محض اعمال سے حاصل نہیں ہوتی

اس سے ثابت ہوا کہ کوئی شخص جب تک اس کی فطرت میں رسول بننے کا جوہر نہ رکھا جائے محض اعمال سے رسول نہیں بن سکتا۔ پس وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یونہی کسی کو رسالت مل جاتی ہے وہ بھی غلطی پر ہیں۔ درمیانی راہ وہی ہے جو میں نے اوپر بیان کی ہے اور جس کی تصدیق قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کرتی ہے اللہ تعالیٰ سورہ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ کے متعلق فرماتا ہے:-

والقیت علیك محبة منی ولتصنع علیٰ عینی . . . . وقتلت نفسًا فنجینك من الغم وفتنّٰك فتونا ۵ فلبثت سنین فی اھل مدین ثم جئت علیٰ قدر یاموسیٰ ۵ واصطنعتك لنفسی اذھب انت واخوك بایٰتی ولا تنیا فی ذکری ۵ اذھبا الیٰ فرعون انه طغیٰ ۵

یعنی اے موسیٰ ہم نے تیری فطرت میں اپنی طرف سے اپنی محبت کا جوہر رکھا تاکہ تو اس کے مطابق ہمارے روبرو اس مقصد کے لئے تیار ہوتا ہے جس کے لئے یہ جوہر محبت تمہارے اندر ودیعت کیا گیا تھا پھر تو مختلف قسم کے ابتلاؤں سے گذرا جن کے ذریعہ تو کندن ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ان تمام کوششوں اور ابتلاؤں کے بعد ان پاک اعمال کے نتیجہ میں جو مدین میں وہ کرتم بجا لائے اس اندازہ تک پہنچ گیا جس پر پہنچنے کے بعد میں نے تمہیں اپنے لئے یعنی اپنی اغراض کے لئے برگزیدہ کر لیا۔ اور وہ غرض یہی تھی کہ میری آیات کو لیکر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔

پھر اسی مضمون کو سورہ نازعات میں وضاحت سے فرمایا:-

فقل ھل لك الیٰ ان تزکیٰ و اھدیك الیٰ ربك فتخشیٰ فاراہ الایٰة الکبریٰ ۵

جناب میاں محمود احمد صاحب اور اُن کی جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے حمامۃ البشریٰ میں صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ انہیں جو فطری جوہر عطا ہوا ہے وہ محدثیت کا ہے اس لئے وہ محدثیت کے اوپر جا ہی نہیں سکتے تھے۔ اپنے اعمال سے وہ محدثیت کے جوہر کو ہی چمکا سکتے تھے اس لئے رسالت کا دعویٰ ان کی طرف منسوب کرنا سخت غلطی اور ارتکاب غلو ہے۔

سوم۔ رسول مطاع ہوتا ہے مطیع نہیں یعنی رسالت اُسے کسی دوسرے نبی کی پیروی سے حاصل نہیں ہوتی۔ اس پر مفصل بحث میں گذشتہ اشاعت میں کر چکا ہوں۔ جناب میاں صاحب موصوف اور اُن کے ساتھی اپنی مزید تسلی کے لئے ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹ ست بچن صفحہ ۶۶-۶۵ اور خود حضرت اقدسؑ مندرجہ اخبار الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء ملاحظہ فرمالیں۔

احادیث کی صداقت پر ایک واقعاتی دلیل

چہارم۔ اس کی فطرت میں خاص نور ہوتا ہے جسے اس کے اعمال چمکاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ الٰہی نور کو جذب کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔ ان دونوں نوروں کے ملنے سے اس کے اندر ایسی روشنی پیدا ہو جاتی ہے جسے روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ کلام الٰہی کے اصل منشاء کو دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے تمام اعمال میں اس کی رہنمائی یقینی ہوتی ہے اور ان کے نتائج بالکل صحیح نکلتے ہیں احادیث کی صحت پر اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں کہ ۱۳۰۰ برس کے عرصہ میں ان پر عمل کرنے کے نتیجہ میں اللہ کے ہزاروں بندے خدا رسیدہ بن چکے ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عقلی دلائل کے علاوہ اپنی صداقت پر عملی نتائج کی شہادت بھی رکھتا ہے۔ وہ لوگ جو احادیث کی صحت کے منکر ہیں نتائج اور واقعات کی اس شہادت پر غور کریں شاید وہ اپنی غلطی کی اصلاح کر سکیں۔ کیونکہ کسی امر کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے واقعات سے بڑھ کر کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔ راویوں کے جھمیلے میں پڑنے سے وہ کسی یقینی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک راوی کو وہ جھوٹا ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ قد یصدق الکذوب کے ماتحت اس راوی نے اپنی حدیث کے بیان کرنے میں صدق سے کام لیا ہو۔ لیکن اس حدیث پر عمل کرنے سے اگر نتیجہ صحیح نکل آتا ہے تو پھر اس کی صحت میں کلام ہو ہی نہیں سکتا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ بندہ کے نور پر خدا کا نور نازل ہوتا ہے۔ سورہ نور کی آیت نور علیٰ نور یقینی دلیل ہے اس کے علاوہ دیگر متعدد آیات سے بھی اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے لیکن اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو سردست چھوڑ دیا گیا ہے۔

پنجم۔ رسول اُمت کے لئے اسوہ ہوتا ہے۔ جس کی پیروی ہر امتی پر فرض ہوتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور نبی کریم صلعم کو اپنی اپنی امتوں کے لئے صریح الفاظ میں اُسوہ قرار دیا گیا ہے۔ اور باقی رسولوں کے متعلق بھی فرمایا:-

فبھدٰھم اقتدہ اسی طرح ہر نبی نے اپنی امت کو یہی کہا۔ کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور اس کے حصول کے لئے میری اطاعت کرو۔ یعنی میرے طریق کو اختیار کرو۔ اب جناب میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے ساتھی غور فرمائیں کہ کیا مسیح موعودؑ خود مستقل اُسوہ تھے یا آپ نبی کریم صلعم کے اُسوہ پر عمل پیرا تھے اور کیا آپ نبی کریم صلعم کے اُسوہ کی طرف قوم کو بلاتے تھے یا کسی اور کے اُسوہ کی طرف۔ آپ کے اسی عمل سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا غلطی ہے۔

ششم۔ انسانی پیدائش کی غرض جیسا کہ سابقہ مضامین میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ خدا سے تعلق قائم کرنا ہے اور یہ غرض بجز خدا کی ہستی پر کامل یقین پیدا کرانے اور تزکیہ قلوب کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس جس طرح خدا کی کتاب کا یہ کام ہے اسی طرح رسول کا بھی یہی کام ہے کہ خدا کی وحی کو سنانے کے ساتھ ساتھ اپنے ماننے والوں کا تزکیہ قلوب بھی کرے۔ اور ان کے دلوں کو بصیرت سے بھی بھر دے اور علوم لدنیہ اور معارف الٰہیہ سے ان کے سینوں کو لبریز کر دے۔ آیت یتلوا علیھم آیاته ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمة۔ اس پر نص صریح ہے۔ آیت واخفض جناحك للمومنین بھی اسی پر دلالت کرتی ہے

ہفتم۔ جس قدر انعامات الٰہی اُسے خدا کی طرف سے براہ راست حاصل ہیں۔ اُن میں سے شریعت کے حصہ کو چھوڑ کر باقی تمام انعامات کا اپنے متبعین کو بھی وارث بنا دے کیونکہ اپنے متبع کو محبوب الٰہی بنانا اس کے لئے ضروری ہے۔ جیسا کہ آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ بتلا رہی ہے۔ کہ نبی کی پیروی کا لازمی نتیجہ محبوب الٰہی بننا ہے۔ اور وہ کونسا انعام ہے جو اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ عطا نہیں کرے گا۔ الٰہی محبوبان الٰہی میں سے ہی صدیق، شہید و صالح بنتے ہیں۔ ربانی اور احبار تیار ہوتے ہیں۔ مورد الہام و وحی نکلتے ہیں آئمہ بنتے ہیں جنہیں سے بعض دنیا کی ہدایت کے لئے مامور بھی ہوتے ہیں۔ ان کے نبی کی نبوت کی روح ان میں بول رہی ہوتی ہے اور وہ لتکونوا شھداء علی الناس کی صداقت کو عملی طور پر ثابت کرنے والے ہوتے ہیں۔

ہشتم۔ رسول اور نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں ایک بشر ہونے کی اور ایک نبی ہونے کی۔ ان دونوں حیثیتوں کے لحاظ سے اس کی عمریں بھی دو ہوتی ہیں۔ بشر ہونے کے لحاظ سے اس کی عمر اس وقت ختم ہو جاتی ہے۔ جبکہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے انك میت وانھم میتون اور کل نفس ذائقة الموت

کے ماتحت اُس پر وارد ہو جاتی ہے لیکن نبی ہونے کے لحاظ سے اُس کی عُمر اُس وقت تک چلتی ہے جس وقت تک اس کی نبوت دُنیا میں مذکورہ بالا اپنے مفوضہ کام سرانجام دیتی رہتی ہے۔ جب وہ اپنا مفوضہ کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اُس وقت اُس کی نبوت والی عُمر بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور اُس کی پیروی کرنے والے پھر اُس سے فیضیاب نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کسی انعام کے حقدار رہتے ہیں۔

نہم - قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم سے قبل جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تزکیۂ قلوب کی قوت جسے قوتِ قدسیہ سے نامزد کیا جاتا ہے اِن سب کے اندر موجود تو تھی لیکن وہ اتنی نہ تھی کہ وہ اکیلی اُمت کے قلوب کے تزکیہ کے لئے کافی ہوتی بلکہ وہ اِس فریضہ کو کما حقہٗ سرانجام دینے کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ نبیوں کی قوتِ قدسیہ کو اپنی قوتِ قدسیہ کے ساتھ ملانے کے محتاج تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر بڑے اور کسی مذہب کے بانی نبی کے ساتھ ہمیں معاونِ انبیاء بھی نظر آتے ہیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام یہ تین بڑے اور بانیانِ مذاہب نبی ہم کو قرآن میں نظر آتے ہیں۔ اِن کی زندگیوں میں بھی اِن کے ساتھ انبیاء کے وجود کا پتہ چلتا ہے اور اِن کے بعد بھی۔ حضرت نوحؑ جو سب سے پہلے نبی ہیں ان کی قوم کے متعلق صریح طور پر مذکور ہے کہ انہوں نے مرسلین کی تکذیب کی اور ان کے بعد بھی رسول آتے رہے جمع کا صیغہ صاف دلالت کرتا ہے کہ ان کے ساتھ اور رسول بھی تھے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ اور حضرت لوطؑ کا وجود تو مسلّم ہی ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر حضرت موسیٰؑ جن کا ذکر قرآن میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہے۔ ان کے ساتھ صرف نبی کے وجود کا ہی ذکر نہیں بلکہ اس غرض کا بھی ذکر موجود ہے جس کے لئے اِن نبیوں کے ساتھ دُوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ ۲ع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی طرف پیغام رسالت لیکر جانے کا حکم ہوا تو اُنہوں نے یہ دُعا کی۔ اے میرے رب! میرا سینہ اس کام کے لئے کھول دے اور میرا یہ کام کہ مَیں فرعون کی طرف جاکر اُسے سرکشی سے روکوں اور اُسے راہِ راست پر لاؤں، میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان میں روانگی پیدا کر دے تا یہ لوگ میری بات کو سمجھ لیں اور میرے لئے میرے اہل میں سے ایک ایسا شخص پیدا کر دے جو میرے اس بوجھ کو اُٹھانے میں میرا مددگار ہو۔ اور وہ شخص میرا بھائی ہارون ہو اس کے ذریعہ میری کمر کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے اس امر میں یعنی اس کام کے سرانجام دینے میں جو ہدایت اور تزکیہ قلوب کا میرے سپرد کیا گیا ہے اُسے میرا شریک بنا دے تاکہ ہم تیرے نام کی کثرت سے تسبیح کریں۔ اور لوگوں میں تیرے نام کا کثرت سے ذکر کریں۔ یعنی تبلیغ کا کام زیادہ وسیع پیمانہ پر جاری کر سکیں۔

اب اس دُعا سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ خُدا سے اِلتجا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بھائی ہارون کو ان کے مفوضہ کام میں شریک بنا دے۔ اور نبی کا مفوضہ کام جیسا کہ واضح ہے ایک ہی ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ اعلائے کلمۃ اللہ کرے۔ اور ماننے والوں کا الٰہی تعلیم اور اپنی قوت قُدسیہ سے تزکیہ کرے۔ اس کام میں شریک طلب کرنا صاف بتلاتا ہے کہ وہ اکیلے اس کام کو نہیں کر سکتے تھے۔ ورنہ یہ طلب ایک فعلِ عبث ہے جس کے ارتکاب سے ایک نبی کی شان بہت ارفع ہے ان کی اس درخواست کا جواب جو خُدا نے دیا وہ یہ ہے قال قد اوتیت سؤلك یا موسٰی یعنی اے موسیٰ جو کچھ تُو نے طلب کیا ہے وہ ہم نے تُم کو عطا کر دیا۔ یعنی تمہارے بھائی ہارون کو تمہارے اس مفوضہ کام میں شریک کر دیا۔ اب جاؤ تم دونوں مل کر اس کام کو سرانجام دو۔ چنانچہ آگے چل کر صاف الفاظ میں فرمایا

اذهب انت واخوك بآیاتی ولا تنیا فی ذکری اذهبا الی فرعون انه طغی فقولا له قولا لینا لعله یتذکر او یخشی قال ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی قال لا تخافا اننی معکما اسمع واری فاتیاه فقولا انا رسولا ربك۔

یعنی دونوں کو آیات عطا کی گئیں اور دونوں کو فرعون کی ہدایت کے لئے جانے کا حکم ہوتا ہے۔ اور دونوں کو ذکرِ الٰہی کے پھیلانے میں سُستی سے بچنے کی ہدایت ہوتی ہے۔ پھر دونوں کو رسول کہہ کر پکارا گیا ہے اور دونوں کو اپنی معیت اور ان کی دعاؤں کو سننے کا یقین دلایا گیا ہے۔

یہی ایک نکتہ ہے جس کو نہ سمجھنے سے جناب میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو دھوکہ لگا ہُوا ہے جس کی بنا پر وہ دُنیا کو مغالطہ میں ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کے ساتھ اگر نبی کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو آنحضور صلعم کی اس سے کس طرح کسرِ شان ہو سکتی ہے جبکہ حضرت موسیٰ کے ساتھ نبی کا وجود ان کی کسرِ شان کا موجب نہیں۔ حالانکہ جیسا کہ اُوپر ثابت کیا گیا ہے یقیناً حضرت موسیٰ کے ساتھ نبی کا وجود ان کی قوت قدسیہ میں کمی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت ہارون مُستقل نبی تھے۔ ان کو قوم کی اصلاح کے لئے جو قوتِ قدسیہ دی گئی تھی وہ ان کی اپنی ذاتی تھی۔ حضرت موسیٰ سے بطور ورثہ نہیں ملی تھی جیسا کہ اُمتی کو اپنے نبی سے ملتی ہے اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک نبی کو اصلاحِ خلق کے لئے قوتِ قدسیہ عطا کی جائے اور وہ بیکار پڑی رہے اور اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔ اگر حضرت موسیٰؑ میں قوتِ قدسیہ کو کامل تسلیم کیا جائے تو حضرت ہارون کی یہ قوت بیکار ماننی پڑے گی اور یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک نبی بغیر قوتِ قدسیہ ہی مبعوث کیا گیا جو عندالعقل جو یہ عبث فعل ہونیکے محال ہے۔ جس کو خدا کی طرف منسوب کرنا انتہا درجہ کی گستاخی ہے۔ چونکہ ہمارے غیراز جماعت مسلمان بھائی بھی اس نکتہ سے بے خبر ہیں اس لئے یہ میاں صاحب کی جماعت کے اس استدلال کے جواب سے عاجز آ جاتے ہیں اور ان کا یہ عجز آخر اُن کو ان کے جال میں پھنسا دیتا ہے۔

اب اگر ہم نبی کریم صلعم کی قوت قدسیہ کو بھی ایسا ہی ناقص قرار دیں۔ جیسا کہ دیگر انبیاء کی ثابت ہے تو پھر بیشک آنحضور صلعم کے ساتھ یا بعد میں نبی کا وجود قابلِ اعتراض نہیں ٹھہرتا۔ لیکن اگر آنحضور صلعم ہر اعتبار سے کامل نبی تھے۔ اور آپ کی قوت قدسیہ بھی کامل تھی اور تنہا تزکیہ قلوب کی اہلیت رکھتی تھی اور آپ جامع جمیع کمالات نبوت تھے تو پھر یقیناً آپ کے ساتھ کسی نبی کی موجودگی آپ کی ان صفاتِ عالیہ کاملہ کے منافی ہے اور اس کو ماننے والا یقیناً نبی کریم صلعم کی ہتک کا مرتکب ہوگا خواہ نادانستہ طور پر ہی ہو۔ اور یقیناً اس نے نبی کریم صلعم کی نبوت کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ورنہ وہ ایسا کلمہ کبھی زبان پر نہ لاتا۔ کہ نبی کریم صلعم کی نبوت کے کسی دَور میں بھی آپ کے ساتھ نبی ہو سکتا ہے۔

ایک دفعہ جناب میاں صاحب موصوف کے ایک ساتھی نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ کے نزدیک نبوت رحمت ہے یا زحمت۔ مَیں نے کہا رحمت ہے اس پر اس نے کہا۔ کہ پھر اس کو بند کیوں کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ کس نے آپ کو کہا۔ کہ ہم نبوت کو بند سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک تو نبی صلعم کی نبوت جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گی وہ چونکہ کامل ہے۔ اس لئے اس کی موجودگی میں کسی دوسری نبوت کا ظہور ہمارے نزدیک آپ کے کمالِ نبوت کے منافی ہے جس طرح کہ سورج دنیا کے لئے رحمت ہے جو ہماری ضرورتوں کے لئے کامل رحمت ہے۔ تو کیا کبھی آپ کو یہ خیال آیا کہ اس کے ساتھ دوسرا سورج بھی پیدا کر دیا جائے ورنہ یہ رحمت زحمت میں تبدیل ہو جائے گی۔ اسی طرح رسول کریم صلعم جب آسمانِ نبوت کے کامل سورج ہیں تو ہمیں اور سورج کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں پہلے آپ لوگ بہائیوں کی طرح نبی کریم صلعم کی نبوت کی تاثیروں کو ختم شدہ تسلیم کر لیں پھر آپ دوسری نبوت کے امکان پر زبان کھول سکتے ہیں اس پر وہ شخص خاموش ہو گیا۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بانی مذہب کی عُمرِ نبوت اور اس کی قوتِ قدسیہ اس وقت تک چلتی ہے جب تک کہ اس کے مذہب اور اس کی نبوت نے اپنی فیض رسانی کے اعتبار سے زندہ رہنا ہوتا ہے فیض رسانی کے ختم ہونے کے ساتھ وہ بھی ختم ہو جاتی ہے اور یہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا ہے اور فیض رسانی کا سلسلہ اس سے شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ جو نبی ہوتا ہے۔ اس کی قوتِ قدسیہ ایک وقت

تک چل کر ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسرے انبیاء اس کے سلسلہ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان کی قوت قدسیہ اصل بانی کی قوت قدسیہ سے مل کر کام کرتی رہتی ہے۔ موسوی سلسلہ میں آخری نبی جس کی قوت قدسیہ نے حضرت موسیٰ کی قوت قدسیہ سے مل کر کام کیا حضرت عیسےٰؑ تھے۔ ان دونوں کی قوت قدسیہ نے مل کر نبی کریم صلعم کے ظہور تک کام کیا۔ یہی مطلب اس حدیث کا ہے ...... کلما ھلک نبی خلفہ نبی یہاں نبی کی موت سے مراد اس کی نبوت کی عمر کا ختم ہو جانا ہے جس کے ختم ہونے سے دوسرے نبی کی ضرورت پیش آ جاتی تھی تا حضرت موسیٰ کے ساتھ مددگار ہر وقت موجود رہے آنحضور صلعم کے ظہور کے بعد ان کی فیض رسانی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور یہ سلسلہ فیض رسانی پھر نبی کریم صلعم سے شروع ہوا اور قیامت تک چلتا رہے گا۔ اس لئے نہ آپ کے زمانہ میں آپؐ کو اس قسم کے مددگار کی ضرورت تھی اور نہ قیامت تک ہو گی۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت علیؓ کے حق میں فرمایا۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ یعنی اے علیؓ تمہیں میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی۔ سوائے اس کے کہ تم نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور اسی لئے حضرت عمرؓ کے متعلق بھی فرمایا کہ اگر کسی نے میرے بعد نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور ہوتے اور اسی لئے فرمایا ہے۔ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ یعنی اگر موسیٰ وعیسیٰ میرے زمانہ میں ہوتے تو وہ بجائے نبی بننے کے میرے متبعین میں داخل ہوتے۔ اور جن انعامات کے وہ مورد تھے وہ میری اتباع سے حاصل کرتے۔

دہم۔ اس سلسلہ میں اس امر کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ رسول پر دل سے ایمان لائے بغیر خدا پر حقیقی ایمان پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ رسول ہی خدا نما ہوتا ہے۔ اس کو چھوڑا تو خدا بھی ہاتھ سے گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے رسول کو چھوڑ کر خدا کو مانا ہے وہ وصال الٰہی کی نعمت سے محروم ہی رہے ہیں یہ نعمت صرف رسول کے ذریعہ خدا کو ماننے والوں کو ہی نصیب ہوئی ہے۔ کیونکہ عالم روحانی میں خدا کا یہی قانون کام کرتا ہے کہ خدا کے انعامات بندوں کو براہ راست نہیں بلکہ رسول کے واسطے سے ہی ملتے ہیں جیسا کہ میں گذشتہ اشاعت میں آیت ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الخ سے ثابت کر چکا ہوں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء ع۲۱ میں فرماتا ہے

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکفرون حقا واعتدنا للکفرین عذابا مھینا والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیما۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا ہے۔ کہ ایمان کے لحاظ سے اللہ اور رسول میں فرق کرنے والے اور یہ کہنے والے کہ ہم ہر ایک کو نہ مانیں گے یعنی اللہ کو مانیں گے رسول کو نہ مانیں گے پکے کافر ہیں اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار ہے وہی لوگ اجر کے مستحق ہوں گے جو اللہ اور رسول دونوں پر ایمان لائیں گے۔ اسی طرح سورۃ النساء ع۱۱ میں فرمایا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیھم حفیظا۔ یعنی خدا کا مطیع وہی کہلا سکتا ہے جو رسول کی اطاعت کرے۔ اس سے روگردانی کرنے والے کو خدا خود پوچھ لے گا تمہیں فکر کی ضرورت نہیں۔

خاتم النبیین کا امتیازی نشان

مندرجہ بالا حقائق کو سمجھ لینے کے بعد خاتم النبیین کا مفہوم اور اس کا امتیازی نشان خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم تمام وہ فرائض جو رسول سرانجام دیتے رہے ہیں۔ قیامت تک سرانجام دیتے رہیں گے۔ پہلے تمام رسولوں کی رسالتیں اب ختم ہو گئیں ہیں یعنی نبی کریم صلعم کے ظہور کے ساتھ ہی ان کی فیض رسانی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور یہ کام اب آنحضور صلعم نے سنبھال لیا ہے۔ اب آنحضور صلعم ہی قیامت تک تمام ان قوموں کو جو آپ کی رسالت کے جھنڈے تلے آئیں گی ظلمات سے نور کی طرف نکالتے رہیں گے قیامت تک ان کا تزکیہ قلوب کرتے رہیں گے قیامت تک ان کے لئے خدا نما ثابت ہوتے رہیں گے۔ قیامت تک ان کو محبوب الٰہی بناتے رہیں گے۔ قیامت تک ان کو اس مقام تک پہنچاتے رہیں گے جہاں پہنچکر انسان مورد الہام ووحی بن جاتا ہے۔ قیامت تک اپنے متبعین میں سے ایسے آئمہ پیدا کرتے رہیں گے۔ جو اصلاح خلق کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والے ہوں گے۔ قیامت تک آنحضور صلعم ہی دنیا کے لئے اسوہ رہیں گے۔ آپ کی لائی ہوئی کتاب قیامت تک انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ اس کا تعلق دنیا سے ہو یا دین سے ہو مکمل طور پر رہنما ثابت ہوتی رہے گی غرضیکہ آنحضور صلعم کے فیض کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہو گا۔ بلکہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور دنیا اس سے ہر دم سیراب ہوتی رہے گی۔ اور اس معنی سے آپ کی عمر نبوت قیامت تک ممتد رہے گی۔ کیونکہ یہی نبیوں کے کام ہیں جو دائمی طور پر آپ سے انجام پذیر ہوتے رہیں گے۔ رسول اور نبی بنانا نہ کبھی نبیوں کے کام میں داخل ہوا ہے نہ اب ہو سکتا ہے آنحضور صلعم بے شک نبیوں کے سردار ہیں۔ افضل الرسل ہیں۔ جامع جمیع کمالات نبوت ہیں۔ لیکن آخر رسول ہی ہیں بحیثیت رسول رسولوں کے کمالات کے ہی حامل ہو سکتے ہیں خواہ اتم درجہ پر وہ کمالات آپ میں موجود ہوں۔ لیکن ان سے بڑھ کر تو نہیں ہو سکتے۔ ورنہ رسالت سے بڑھ کر آنحضور صلعم کے لئے کوئی مقام تجویز کرنا پڑے گا۔ اور یہ ما محمد الا رسول اور قل ما کنت بدعا من الرسل کے منافی ہو گا۔ اور رسولوں کے متعلق یہ مسلم ہے کہ کوئی رسول بھی رسول گر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جناب میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے ہمنوا بھی جو آنحضرت صلعم کے بعد بھی رسولوں کی بعثت کے قائل ہیں تسلیم کرتے ہیں کہ آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک کسی نبی کی پیروی رسول نہیں بنا سکی۔ رسالت ہمیشہ خدا کی طرف سے براہ راست ہی ملتی رہی ہے اور آنحضرت صلعم کے متعلق بھی انہیں مسلم ہے کہ ۱۳۰۰ برس تک حضور کی پیروی بھی کسی کو نبی نہیں بنا سکی، حالانکہ امت میں کامل متبعین کی کمی نہیں رہی۔ صرف حضرت مرزا صاحب کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ نبی کریم صلعم کی پیروی سے نبی بن گئے ہیں تحکم اور غلو نہیں تو اور کیا ہے پس نبی کریم صلعم کا دیگر انبیاء کے مقابلہ میں بحیثیت خاتم النبیین ہونے کے اگر کوئی امتیازی نشان ہے تو وہ یہی ہے کہ آپ کی نبوت قیامت تک اپنا کام کرتی رہے گی اور قیامت تک اپنی زندگی کا ثبوت بہم پہنچاتی رہے گی کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے آپ کی نبوت کو دیگر نبوتوں پر فضیلت اور برتری رہے گی۔ یعنی آپ کی نبوت کے پروں کے نیچے تربیت پانے والے اولیاء اللہ خواہ وہ مامور ہوں یا غیر مامور پہلے نبیوں کے تربیت یافتہ اولیاء کی نسبت تعداد میں بھی زیادہ ہوں گے اور کمالات میں بھی بڑھ کر ہوں گے۔ اور انعامات اور افضال الٰہی کے حصول میں بھی اُن پر سبقت لے جائیں گے۔ اور ایسے اولیاء کا سلسلہ آپ کی امت میں قیامت تک ممتد رہے گا۔ جبکہ دوسرے انبیاء کی امتوں میں یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

اس حقیقت کو اگر ہمارے غیر از جماعت مسلمان بھائی بھی سمجھ لیں تو حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کا کبھی بھولے سے بھی نام نہ لیں۔ کیونکہ ان کی دوبارہ آمد پر اُن کی فیض رسانی کا سلسلہ جو خاتم النبیین کے ظہور سے ختم ہو چکا ہے۔ اور جس کے ختم ہونے پر آیت لئلا یعلم اھل الکتاب الا یقدرون علیٰ شیءٍ من فضل اللہ نص صریح ہے از سر نو جاری ماننا پڑے گا۔ اور یہ عقیدہ ختم نبوت کی حقیقت کے صریح منافی اور نعوذ باللہ اس کے بطلان پر منتج ہوتا ہے جس کا سننا بھی کوئی سچا اور غیرتمند مسلمان برداشت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ اس پر ایمان رکھے۔ اور اسکو اپنے عقائد میں داخل کرے

ان تمام امور کے ثبوت میں میں آیاتِ قرآنی پیغام صلح کے مسیح موعود نمبر میں درج کر چکا ہوں اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اس نمبر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

بعض وساوس کا ازالہ

جناب میاں محمود احمد صاحب اور ان کے ہمنوا دوستوں کو اس معاملہ میں بعض آیاتِ قرآنیہ کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ ان سے امت میں نبوت کا جاری رہنا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ ان کی رو سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ نبی کریم صلعم کی پیروی انسان کو نبی بنا دیتی ہے۔ اس لئے ان کو اس غلطی سے نکالنے کے لئے ان آیات کا صحیح مفہوم بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ان کے دل خاتم النبیین کے اس صحیح مفہوم کو جو اوپر بیان ہوا ہے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے بہرحال وہ آیات یہ ہیں:-

پہلی آیت

یہ ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس آیت سے ان کا استدلال یہ ہے کہ اس دعا میں منعم علیھم لوگوں کی راہ طلب کی گئی ہے اور منعم علیھم میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ پس جب ہم انبیاء علیہم السلام کی راہ پر چلیں گے تو نبی بن سکتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ اس دعا میں صراط مستقیم طلب کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ منعم علیھم میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں۔ لیکن اس سے جو نتیجہ نکالا گیا ہے۔ وہ درست نہیں اور اس کی وجہ مندرجہ ذیل ہے۔

ہمارے بھائیوں نے مندرجہ بالا نتیجہ نکالتے وقت صراط مستقیم کی حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ صراط مستقیم کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت میں بیان کی ہے۔ ان اللہ ھو ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم۔ الزخرف لاخ اس آیت میں حضرت عیسیٰؑ کی زبان مبارک سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ اور یہی صراط مستقیم ہے۔ اس آیت سے واضح ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام جس خدا کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اسی کی وہ خود بھی عبادت کرتے ہیں اور دنیا کو بھی وہ اسی کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اسی خدا کی عبادت کرنے کے فعل کو وہ صراط مستقیم سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم نام ہے اس خدا کی عبادت کرنے کا جسے انبیاء علیہم السلام پیش کرتے ہیں۔ پس صراط مستقیم کے حصول کی دعا کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ ہم خدا سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں فرضی خدا کی نہیں بلکہ اس حقیقی خدا کی عبادت کی توفیق عطا کرے جسے انبیاء علیہم السلام نے شناخت کیا۔ اور جس کی عبادت کی طرف انہوں نے ہم کو بلایا تا ہماری عبادت بیکار نہ جائے اور بے نتیجہ نہ رہے۔ جیسا کہ دوسرے لوگوں کی رہتی ہیں۔

پس اگر ہمیں اس دعا کے نتیجہ میں حقیقی خدا کی شناخت حاصل ہو جائے اور ہمیں اس کی عبادت کی توفیق مل جائے تو ہماری دعا قبول ہو گئی۔ اور ہم نے صراط مستقیم کو پا لیا۔ اور جب تک ہم اس حقیقی خدا کی عبادت پر قائم رہیں گے۔ ہم صراط مستقیم پر قائم رہیں گے۔ نبی بننے یا نہ بننے کا اس جگہ کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس دعا کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہے۔ ہاں! اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ہر عبادت گذار نبی بن جایا کرتا ہے یا صرف عبادتِ الٰہی ہی نبی بنانے کا واحد ذریعہ ہے کسی اور امر کا اس میں کوئی دخل نہیں تو بے شک یہ دعا نبی کریم صلعم کے بعد بھی نبیوں کے مبعوث ہونے پر یقینی دلیل کا کام دے سکتی ہے اور ہمارے بھائیوں کا استدلال درست تسلیم کرنا پڑے گا لیکن یہ تو نہ صرف واقعہ کے خلاف ہے بلکہ قرآنی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن تو کھلے الفاظ میں جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں نبی بننے والے انسان کے اندر نبوت کے لئے فطری جوہر کی موجودگی بھی ضروری قرار دیتا ہے بلکہ اسی کو اصل اور مقدم ذریعہ ٹھہراتا ہے۔ عبادت اور مجاہدات کو تو وہ صرف اس جوہر کو صیقل کرنے کا ذریعہ گردانتا ہے اس لئے محض عبادت سے کوئی شخص کس طرح نبی بن سکتا ہے اگر اس کے اندر نبوت کا فطری جوہر ہی موجود نہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر جامع جمیع کمالاتِ نبوت ہونے کی وجہ سے نبوت کو ختم کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو نہ یہ جوہر عطا کیا ہے اور نہ قیامت تک کرتا ہے اس لئے اب کوئی نبی بن ہی کس طرح سکتا ہے؟ خود حضرت عیسیٰؑ کی زبان مبارک سے صراط مستقیم کی یہ تشریح کرائی گئی ہے کیا ہمارے بھائی ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا منشاء اپنے پیش کردہ رب کی عبادت کروانے سے یہ تھا کہ ان کی قوم ان کی پیروی سے یعنی اس صراط مستقیم پر چلنے سے جس پر وہ چل رہے تھے۔ نبی بن جائیں گے؟ پھر کیا صحابہ کرام رض اس دعا کے نتیجہ میں نبی بن گئے؟ کیا یہ واقعاتی شہادت صاف دلالت نہیں کرتی کہ محض عبادت الٰہی نبی بنانے کے لئے کافی نہیں اور جہاں تک میں جانتا ہوں ہمارے یہ غلطی خوردہ بھائی بھی ایسا نہیں سمجھتے۔ ورنہ وہ امت میں صرف ایک شخص کی نہیں بلکہ بے شمار شخصوں کی نبوت کے قائل ہوتے۔ ہاں یہ درست ہے کہ حقیقی معنی میں عبادت الٰہی انسان کو منعم علیھم بندوں میں داخل کر دیتی ہے لیکن منعم علیہم بندے نبیوں کے علاوہ صدیق، شہید، صالح بھی ہیں پس ان تینوں گروہوں میں سے جس گروہ میں بھی ایسا بندہ داخل ہو گیا۔ وہ منعم علیہم کے گروہ میں داخل ہو گیا۔ اور یہ لوگ اپنے اپنے مدارج کے لحاظ سے نبوت کو چھوڑ کر باقی تمام انعامات الٰہی کے اصالتاً نہیں بلکہ وراثتاً وارث بن جاتے ہیں۔ نبوت کے اس لئے نہیں کہ نبی کی پیروی سے کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔

وہ مکالمہ الٰہیہ کے انعام کو بھی پاتے ہیں جیسا کہ آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا ..... تتنزل علیھم الملائکۃ اور آیت لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا اور آیت ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ دلالت کر رہی ہیں۔ اسی طرح قبولیت دعا کا انعام بھی انہیں دیا جاتا ہے اور قرآنی علوم کا دروازہ بھی ان پر کھولا جاتا ہے اور غیب کی خبروں سے بھی انہیں مطلع کیا جاتا ہے۔ اور کرامات دکھانے کی قوت بھی انہیں عطا کی جاتی ہے۔ انہیں ان کے دشمنوں پر غلبہ بھی دیا جاتا ہے۔

غرضیکہ ہر روحانی مقابلہ میں وہ دوسروں پر غالب رہتے ہیں۔ پس جب تک کہ کسی نص صریح سے یہ ثابت نہ کیا جائے کہ نبی کریم صلعم کی پیروی سے امتی نبی بن سکتا ہے اس دعا سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

دوسرا طریق اس آیت سے استدلال کا یہ اختیار کیا گیا ہے کہ جو راہ کسی منزل پر پہنچاتی ہے اس راہ پر چلنے والا شخص اس منزل پر پہنچے گا، مثلاً لاہور سے سیالکوٹ کی طرف جانے والی سڑک پر ہر چلنے والا سیالکوٹ پہنچ جائے گا۔ اس استدلال میں مغالطہ یہ ہے۔ کہ نبوت کو منزل مقصود قرار دے لیا گیا ہے۔ حالانکہ منزلِ مقصود ہر صراط مستقیم پر چلنے والے کا معرفتِ الٰہی اور قربِ الٰہی کا حصول ہے نہ کہ نبوت کا۔ جیسا کہ آیت ان ربی علیٰ صراط مستقیم سے واضح ہے پس یہ درست ہے۔ کہ صراط مستقیم پر چلنے والا ہر شخص اپنے رب سے ملاقی ہو جائے گا۔ چونکہ ان لقاء اللہ کو حاصل کرنے والوں کے مختلف مدارج ہیں اس لئے ان سب کی لقاء کے رنگ بھی مختلف ہوں گے

نبیوں کی لقاء اپنے رنگ کی ہو گی۔ اور صدیقوں شہیدوں اور صالحین کی لقاء اپنے رنگ کی ہو گی پھر ان میں سے بھی ہر ایک کے مدارج مختلف ہونگے جس طرح سیالکوٹ کی طرف جانے والا گورنر، چیف منسٹر، منسٹرز، کمشنر، ڈپٹی کمشنر، تحصیلدار، نائب تحصیلدار اور عام آدمی سب کے سب سیالکوٹ تو پہنچ جائیں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی ہر ایک اپنے مقام پر رہے گا۔ اسی طرح خدا کی طرف لے جانے والی سڑک یعنی صراط مستقیم پر چلنے والا ہر سالک خواہ وہ نبی ہو اور خواہ صدیق، شہید، صالح ہو اس راہ پر گامزن رہتے ہوئے اپنے اپنے دائرہ کے اندر اپنے گول یعنی قرب الٰہی تک پہنچتا رہے گا اور چونکہ معرفت الٰہی اور قرب الٰہی کے سمندر کی وسعتوں اور گہرائیوں کی کوئی انتہا نہیں اس لئے رب زدنی علما اور ربنا اتمم لنا نورنا کی دعا کرتے ہوئے اپنے اپنے دائرہ کے اندر معرفت الٰہی اور قرب الٰہی میں ترقی بھی کرتا جائے گا۔ یعنی نبی نبوت کے دائرہ کے اندر، صدیق صدیقیت کے دائرہ کے اندر، شہید شہادت کے دائرہ کے اندر، صالح صالحیت کے دائرہ کے اندر ترقی کی منازل طے کرتے رہیں ایک دوسرے کے دائرہ کے اندر داخل نہیں ہوں گے۔

دوسری آیت

دوسری آیت جس سے ہمارے بھائیوں نے یہ غلط استدلال کیا ہے سورۃ النساء ۹ع کی آیت ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ اس سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول یعنی محمد صلعم کی اطاعت کریں گے۔ وہ منعم علیہم یعنی نبی، صدیق شہید، صالح بن جائیں گے۔ حالانکہ اس آیت کا بھی یہی مفہوم ہے۔ کہ ایسی اطاعت کرنیوالے منعم علیہم بن جائیں گے۔

(مع کی لمبی چوڑی بحث میں داخل ہونا بے سود سمجھتا ہوں جس میں ہمارے بھائی یہ ثابت کرنے کے لئے بڑا زور لگاتے ہیں کہ جس جنس پر یہ لفظ داخل ہوتا ہے اسی جنس کا فرد مطیع بن جاتا ہے آیت میں یہ لفظ منعم علیہم پر داخل ہوا ہے میں مانتا ہوں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنیوالے منعم علیہم بن جاتے ہیں)

آگے تو منعم علیہم کی اقسام بیان کی ہیں اب ان اقسام میں سے جس قسم میں بھی مطیع داخل ہو جائے گا وہ منعم علیہم میں داخل ہو گیا۔ اور آپ کا مصداق بن گیا۔ آگے فرمایا یہ بہترین رفیق ہیں یعنی ان کی آپس کی رفاقت بھی بہترین رفاقت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام رض کی باہمی رفاقت تھی۔ یا جس طرح کاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر میں ربیون کی رفاقت ثابت ہوتی ہے اور دوسرے معنی یہ کہ جس شخص کو ان پاک لوگوں کی رفاقت میسر آجائے وہ بھی بڑا خوش قسمت انسان ہے۔ تیسرے معنی یہ کہ یہ سب کے سب منعم علیہم ہونے کے لحاظ سے ایک دوسرے کے رفیق ہیں یہاں بھی منعم علیہم میں داخل ہونے کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ وہ لازماً نبیوں کے گروہ میں داخل ہو گا، صدیق، شہید، صالح بن کر بھی وہ منعم علیہم گروہ کا فرد ہو گا۔ اور سورت حدید میں نبیوں کی پیروی سے بلند سے بلند مقام جو انسان حاصل کر سکتا ہے وہ صدیقیت کا ہی مقام بیان کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ۔۔۔ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم۔ پس جب قرآن کی نص صریح سے ثابت ہے کہ نبی کی پیروی سے صرف صدیقیت کا ہی مقام حاصل ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلعم کی پیروی سے جو رسالت سے اوپر کوئی مقام نہیں رکھتے کس طرح کوئی نبی بن سکتا ہے۔ اس لئے اس آیت کو اجراء نبوت کے ثبوت میں یقینی دلیل کے طور پر پیش کرنا باطل ہے۔ منعم علیہم ضرور بن سکتے ہیں۔ سو اس سے کسی کو انکار نہیں اگر اللہ تعالیٰ منعم علیہم لوگوں کو ایک خاص میدان میں جمع ہونے کا حکم دے تو انبیاء، صدیق، شہید، صالح سب ہی وہاں جمع ہو جائیں گے۔ کیونکہ منعم علیہم ہونے میں یہ سب شریک اور رفیق ہیں۔ اگر انبیاء کو کسی علیحدہ جگہ پر کھڑے ہونے کا حکم ہو تو وہاں صرف انبیاء ہی جائیں گے۔ دوسرے منعم علیہم نہیں جائیں گے پس جب تک کسی نص صریح سے نبی کریم صلعم کے بعد نبی مبعوث ہونے کا ثبوت پیش نہ کیا جائے اس آیت کو بھی استدلال میں پیش نہیں کیا جا سکتا

یہی دو آیتیں ہمارے بھائیوں کی مایہ ناز آیتیں ہیں جن کی وضاحت ضروری سمجھ کر کر دی گئی ہے۔ کاش ہمارے یہ غلطی خوردہ بھائی ان کی صحیح تشریح پر غور کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

ظلّی نبوّت

ظلّی نبوت کے لفظ سے اکثر لوگ بدکتے اور ٹھوکر کھاتے ہیں اور غلطی سے اس کو نبوت سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اس کا مفہوم صرف اتنا ہی ہے کہ نبی کریم صلعم کی کامل پیروی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ آنحضور صلعم کی نبوت ایسی کامل پیروی کرنے والے کے سینہ صافیہ میں اپنا اثر دکھلاتی اور اسے مورد انعامات الٰہیہ اور صاحب کرامات بنا دیتی ہے اور ایسے لوگوں کے ذریعہ نبی کریم صلعم کی نبوت کی صداقت اور اس کے زندہ ہونے کا دائمی طور پر ثبوت دشمنوں اور ناقص مومنین کو ملتا رہتا ہے جس سے دشمن پر اسلام کی صداقت کے متعلق اتمام حجت ہوتا رہتا ہے۔ اور ان میں سے بعض کو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق بھی مل جاتی ہے اور ناقصوں کو اپنے ایمانوں کو مضبوط بنانے کا موقعہ میسر آ جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسے لوگ امت میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہوئے ہیں

چونکہ مضمون بہت طویل ہو گیا ہے اس لئے اس حصہ مضمون پر انشاء اللہ تفصیلی بحث آئندہ اشاعت کی جائے گی جبکہ تیسرا ذریعہ ہدایت زیر بحث لایا جائے گا۔ یعنی نبی کریم صلعم کی پاک تاثیرات اور آنحضور صلعم کے شامل حال تائیدات الٰہیہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ والسلام علیٰ من تبع الھدیٰ ؛

رسول السلام — (بسلسلہ ص)

یہی وہ قوم ہے جس کے معتقدات دنیا میں امن وسلامتی اور اتحاد پیدا کرنے کا موجب ہو سکتے ہیں، یورپ اور تہذیب حاضرہ کی امن برباد دنیا کو آخر انہی امن وسلامتی کے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور چار و ناچار اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی ایک واحد شخصیت ہے جسکو حقیقی معنوں میں رسول السلام کہا جا سکتا ہے، اللھم صل علیٰ محمد وبارک وسلم علیہ ؛

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پہ ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اسکے وارے بس ناخدا یہی ہے

(مسیح موعود)

چمنستانِ اخلاق

مولنا مرتضیٰ خانصاحب حسن

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسنِ تو بسیار ٭ گلچینِ بہارِ تو زداماں گلا دارد

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ اس قدر پاکیزہ، اتنے بلند اور جامع ہیں کہ اور پہلوؤں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر محض آپؐ کے اخلاق ہی پر نظر رکھی جائے تو ان سے آپؐ کا افضل الانبیاءؑ اور خاتم النبیین ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اخلاقِ عالیہؐ اوصاف حمیدہ کا کوئی پہلو نہیں جو آپؐ کی زندگی کے ہر شعبہ میں نظر نہ آتا ہو۔ آپؐ کی زندگی گویا ایک چمنستانِ اخلاق ہے جیسا کہ ذیل کے واقعات سے نظر آتا ہے:۔

سادہ زندگی

حضورؐ صلعم نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ دُنیا کے ساز و سامان سے حضورؐ کو کچھ غرض نہ تھی۔ حضورؐ کا لباس بھی سادہ، خوراک بھی سادہ اور رہائش بھی سادہ، جو لباس مل جاتا زیب تن فرماتے، کبھی ادنیٰ عمامہ، کبھی یمنی چادر، کبھی صوفی ٹوپی، حضورؐ کے لباس میں اکثر پیوند لگے ہوتے تھے حضورؐ بسا اوقات ناقے سے رہتے۔ بھوک کی تکلیف دُور کرنے کیلئے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے، جو میسر آتا بخوشی تناول فرما لیتے، کھانے پینے میں ذرا تکلف نہ فرماتے، اگر کھجوریں بغیر دودھ کے ملتیں، یا گوشت روٹی یا شیرینی کی چیزیں مثلاً شہد تو بھی شوق سے کھا لیتے۔ آپؐ نے اپنی تمام عمر کبھی مسلسل تین دن تک روٹی نہیں کھائی۔ اسکی وجہ غربت یا محتاجی نہیں تھی بلکہ ضبط نفس مدنظر تھا۔ مہینوں آپؐ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی، اور یہ بات اس زمانہ میں تھی جب آپؐ مدینہ میں برسر حکومت تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضورؐ کے جسم مبارک پر کھجور کی چٹائی کے نشان پڑے ہیں۔ کمرہ میں سوائے ایک آدھ مشکیزہ کے کوئی سامان نہیں۔ آبدیدہ ہو کر حضورؐ سے عرض کی۔ "یا رسول اللہ غضب کی بات ہے کہ خسروِ ایران اور قیصرِ روم تو اس قدر تعیش کی زندگی بسر کریں اور حضورؐ خدا کے اس قدر مقرب اور برگزیدہ ہو کر تکلیف میں رہیں؟" حضورؐ نے فرمایا "اے عمرؓ! مجھے تعیش دُنیا سے کیا غرض؟ مَیں تو اس مسافر کی مانند ہوں جو سفر کر رہا ہو اور چلتے چلتے رستہ میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گیا ہو۔"

بہ نزولِ عام تو مہمان نشستہ صد عالم
عجیب تر آنکہ بعالم نزیل و مہمانی

حضورؐ عمداً موٹا جھوٹا کپڑا استعمال فرماتے تھے حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ جب غیر حکومتوں کے سفراء باریابی حاصل کریں تو حضورؐ کو بیش قیمت لباس زیب تن کرنا چاہیئے۔ چنانچہ جب ایک قیمتی خلعت بازار میں فروخت ہونے کے لئے آئی تو انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں تجویز پیش کی۔ کہ خطبہ جمعہ اور دیگر مواقع کے لئے اسے خرید لیا جائے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ "اس کو وہ خریدے جسے آخرت سے حصہ لینے کی آرزو نہ ہو"

زیب و زینت سے نفرت

زیب و زینت سے حضورؐ کو دلی نفرت تھی۔ حضرت علیؓ کے ایک دوست نے ایک دفعہ ان کو کھانا بھیجا۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ کیا اچھا ہو کہ آنحضرتؐ بھی ہمارے شریک طعام ہوں یہ سُن کر حضرت علیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کی بیٹی کا پیغام پہنچایا۔ آپؐ ان کے ساتھ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے۔ جب اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ دیواروں پر پردے پڑے ہیں یہ دیکھ کر آپؐ واپس آ گئے۔ حضرت علیؓ نے سبب دریافت فرمایا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس گھر میں اس قدر زیبائش ہو نبی کے لئے زیبا نہیں کہ اس میں داخل ہو۔

بذل و کرم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے خصائل محمودہ کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ سب سے زیادہ فیاض تھے آپؐ کا قلب بڑا وسیع، آپؐ بڑے راستگو، اور بڑے پابند عہد تھے۔ جو شخص پہلی بار آپؐ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا۔ لیکن جب آپؐ سے بات چیت کرتا تو آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا۔ اور آپ سے الگ نہ ہونا چاہتا۔

ایک دفعہ ایک حاجت مند نے آپ سے سوال کیا آپؐ نے اس کو اس قدر بکریاں اور اونٹ دیئے کہ وادی بھر گئی وہ شخص اس سخاوت پر خود حیران تھا۔ جب اپنے قبیلہ میں واپس گیا تو اُن سے کہنے لگا۔ کہ تم لوگ بڑے بدنصیب ہو۔ جو اسلام قبول نہیں کرتے۔ جو شخص اسلام کی تبلیغ کرتا ہے وہ اس قدر فیاض اور دریا دل ہے کہ بخشش کرتے وقت اسے افلاس کا خوف ہی نہیں رہتا یعنی سب کچھ دے دیتا ہے۔

ایک دفعہ آپؐ کے پاس نوّے ہزار درم آئے آپؐ نے سب کے سامنے چٹائی پر ڈھیر لگا دیا۔ اور محتاجوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سارا ڈھیر تقسیم کر دیا۔

ایک دفعہ دورانِ گفتگو میں ابوذرؓ سے فرمایا۔ "اگر کوہ اُحد سونے کا ڈھیر ہو جائے تو میں۔۔۔۔ تین دن کے اندر اندر ہی اسے محتاجوں میں تقسیم کر دوں"

ایک مرتبہ جب بحرین سے خراج کی رقم آئی تو آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ اس کو صحن مسجد میں رکھ دیں۔ جب نماز کے لئے تشریف لائے۔ تو اس طرف نگاہ بھی نہ کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضورؐ نے اس کو تقسیم کرنا شروع کیا، جو ضرورت مند آتا تھا جھولی بھر کر لے جاتا تھا۔ حضرت عباس کو جو جنگ بدر کے بعد مفلس ہو گئے تھے اس قدر دیا کہ ان سے چلا نہیں جاتا تھا۔ جب تک کل رقم تقسیم نہ ہو گئی حضورؐ وہاں سے رخصت نہ ہوئے۔

ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ شام کے وقت آپؐ تشریف لائے۔ مگر متفکر تھے میں نے سبب پُوچھا تو فرمایا کل مجھے سات دینار ملے تھے۔ وہ ابھی تک میرے بستر پر پڑے ہیں۔ میں اب تک انہیں تقسیم نہیں کر سکا۔

ایک شخص نے نکاح کیا لیکن دعوت ولیمہ کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ عائشہ کے پاس جاؤ اور اُن سے ایک بوری آٹا لے لو۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور حضرت عائشہ کو حضور کا پیغام دیا۔ انہوں نے آٹے کی بوری دیدی حالانکہ شام کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا (مسند احمد بن حنبل)

ایک دفعہ ایک اعرابی نے آپؐ کی قمیص پکڑی اور کہنے لگا۔ محمدؐ صرف ایک آرزو باقی ہے ممکن ہے بھول جاؤں لہذا میری مدد کرو کہ وہ پوری ہو جائے۔ آپؐ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے والے تھے مگر جماعت کو چھوڑ کر آپؐ اُس کے ساتھ ہو لئے۔ اور اس کا کام کرنے کے بعد نماز ادا کی۔

جب آپؐ غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ بہت سے غریب آپؐ کے گرد جمع ہو گئے اور خیرات مانگنے لگے۔ آپؐ نے اُن سے فرمایا۔ اگر میرے پاس اس قدر اونٹ ہوں جس قدر اس جنگل میں کانٹے ہیں تو وہ بھی میں خیرات کر دوں (بخاری)

ایک دفعہ ایک سائل حاضر ہُوا حضورؐ نے فرمایا۔ فلاں شخص سے اس قدر لے لو جب میرے پاس ہو گا میں اس کو دے دوں گا۔ حضرت عمرؓ بھی اس وقت پاس تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! جس چیز کی آپؐ قدرت نہیں رکھتے اس کے لئے خدا نے آپؐ کو مکلف نہیں ٹھہرایا۔ آپؐ نے یہ بات پسند نہ کی۔ تب اس آدمی نے کہا۔ کہ یقیناً خدا آپ کی مدد کرے گا۔ خواہ اس کی راہ میں آپ کتنا ہی خرچ کریں۔ اس پر آپؐ خوش ہو گئے۔ (مسلم)

ایک دفعہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ بعض وقت گھر جاتا ہوں تو کھجوریں پڑی دیکھتا ہوں چاہتا ہوں کہ کھا لوں پھر خیال آ جاتا ہے کہ شاید کوئی صدقہ کا آ جائے اس لئے رکھ دیتا ہوں دوسروں کے لئے تو یہ داد و دہش۔ مگر اپنی اولاد کے لئے صدقہ لینا کبھی پسند نہ تھا۔ ایک دفعہ آپؐ کے

نواسے حضرت حسنؓ نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی آپؐ نے وہ کھجور ان کے منہ سے اُگلوا دی۔ اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں (بخاری)

ایک دفعہ ایک اعرابی آیا۔ اُس نے زور سے حضورؐ کی چادر کو جو موٹے کنارے کی تھی جھٹکا دیا۔ وہ کنارہ حضورؐ کی گردن میں گڑ گیا اور نشان پڑ گیا۔ اعرابی نے کہا یہ مال خدا جو تمہارے پاس ہے نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ اس میں سے ایک بار شتر مجھے بھی دلوا دو۔ حضورؐ نے ذرا خاموشی کے بعد فرمایا۔ مال بیشک خدا کا ہے اور مَیں اس کا غلام ہوں بالآخر فرمایا کہ ایک بار شتر جَو اور ایک بار شتر کھجوریں اسے دی جائیں (صحیحین)

ایک دفعہ ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا۔ قرضخواہ تقاضا کے لئے آیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے ایک وسق غلہ دے دو آدھا قرض کا ہے اور آدھا ہماری طرف سے جُود و سخا کا ہے (شفاء صفحہ ۵۱)

حضورؐ کے بذل و کرم کا سلسلہ دشمنوں تک وسیع تھا ثمامہ بن اثال نے نجد سے مکہ کو جانے والا غلہ بند کر دیا، اس لئے کہ اہل مکہ حضورؐ کے دشمن ہیں۔ جب حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو حضورؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ ؎

منّت خاک درست بر بصرے نیست کہ نیست

ایک دفعہ مکہ میں سخت قحط پڑا۔ یہاں تک لوگوں نے مُردار اور ہڈیاں کھانی شروع کر دیں۔ ابو سفیان بن حرب جو ان دنوں دشمن غالب تھا حضورؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔ محمدؐ! آپ تو لوگوں کو صلہ رحمی کی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو رہی ہے دعا کیجئے کہ بارش ہو۔ اور قحط کی مصیبت دُور ہو۔ حضورؐ نے دُعا کی اور خدا کے فضل و کرم سے خوب بارش ہوئی۔

کبھی کوئی سائل آپؐ کے دروازہ سے خالی نہیں گیا۔ لیکن حضورؐ گداگری کو ناپسند فرماتے تھے۔ فرمایا اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے اور اسے بیچ کر اپنا گزارہ کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگا کرے۔ اور لوگ اُسے دیدیا کریں۔ فرمایا الیدالعلیا خیرٌ من الید السفلیٰ۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

حضورؐ کا ارشاد تھا کہ اگر کوئی شخص مقروض مر جائے اور مال باقی نہ چھوڑے تو ہم اس کا قرض ادا کریں گے اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ وارثوں کا حق ہوگا۔ (بخاری)

ایثار

ایک دفعہ ایک عورت نے ایک چادر تحفۃً حضورؐ کی خدمت میں پیش کی حضورؐ نے قبول فرمالی اور اسے پہن لیا ایک شخص نے کہا کیسی اچھی چادر ہے یہ سنتے ہی آپؐ نے وہ چادر اس شخص کو دیدی۔ لوگوں نے اس کو ملامت کی کہ تم جانتے ہو کہ آنحضرت کو اس کی ضرورت تھی اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ حضورؐ نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں کیا پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہ دونوں باتیں جانتا ہوں۔ مگر مَیں نے برکت حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے مَیں وصیت کر جاؤں گا۔ کہ مرنے کے بعد مجھے اس چادر کا کفن پہنایا جائے۔ (بخاری)

ملک عرب میں باغات بڑی قیمتی جائداد سمجھی جاتی ہے۔ ایک متمول شخص نے آپؐ کو سات باغ بطور تحفہ نذر کئے۔ آپؐ نے ان باغات اپنے پاس رکھنے کے بجائے عام خیرات کے لئے وقف فرما دیا۔ ان کی آمد غربا اور مساکین پر تقسیم کی جاتی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء خاتون جنت حضورؐ کی لخت جگر تھیں آپؐ کو ان سے بہت محبت تھی آپ ان کی اس قدر عزت کیا کرتے تھے کہ جب تشریف لاتیں حضورؐ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ فاطمہ ایک بادشاہ کی بیٹی ہے کوئی خادمہ نہیں گھر کا کام کاج اس کو خود اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے۔ خود آٹا پیستی اور خود روٹی پکاتی ہیں۔ بعض وقت آٹا پیسنے سے آپ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے وہ اپنا حال اپنے والد محترم سے کہنا چاہتی مگر پھر بوجہ حجاب رُک جاتیں۔ ایک دفعہ موقعہ پاکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کر ہی دیا۔ کہ فلاں کنیز کو جو فلاں جنگ سے گرفتار ہو کر آئی ہے حضور فاطمہ کے کام کاج میں مدد دینے کے لئے مرحمت فرمائیں۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ابھی تک اصحاب الصفہ کے لئے کوئی تسلی بخش انتظام نہیں ہو سکا۔ جب تک ان غریبوں کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ ہو جائے میں کسی دوسری طرف توجہ نہیں دے سکتا۔ (ابو داؤد)

اکرام ضیف

حضورؐ عرب کی مہمان نوازی کا بہترین نمونہ تھے۔ سب سے پہلی بار نزول جبرئیل پر حضرت خدیجہؓ نے جو حضورؐ کے اوصاف بیان کئے۔ اُن میں ایک وصف یہ بھی تھا۔ کہ آپؐ مہمانوں کی عزت کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کے معاملے میں آپؐ مُسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہ کرتے تھے۔ حضورؐ کے خوانِ کرم سے کیا مسلم کیا کافر سب متمتع ہوتے تھے۔

روشن از پرتو رویت نظرے نیست کہ نیست
منت خاک درست بر بصرے نیست کہ نیست

ایک دفعہ ایک عیسائی حضورؐ کا مہمان ہوا۔ رات کو بستر پر ہی قضائے حاجت کر دی۔ اور ندامت سے بچنے کے لئے صبح ہونے سے پہلے ہی منہ اندھیرے چلا گیا حضورؐ نے اس بستر کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا۔ اور جب صحابہ نے عرض کیا کہ حضورؐ کیوں تکلیف فرماتے ہیں ہم یہ کام کر دیتے ہیں تو آپؐ نے اُن کو جواب دیا کہ مہمان میرا تھا تمہارا تو نہیں تھا۔ ابھی حضورؐ بستر کو صاف ہی کر رہے تھے کہ وہ عیسائی واپس لوٹا۔ وہ اپنی صلیب بھول گیا تھا اسے واپس لینے آیا تھا جب اس نے دیکھا کہ سردار دو جہان اپنے ہاتھوں سے نجاست صاف کر رہے ہیں اُس کے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ مُسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ وصف سوائے نبی کے اور کسی میں نہیں ہو سکتے

ایک وقت تھا کہ حضورؐ کے صحابہ نے ملک حبشہ میں پناہ لی تھی حضورؐ کو اب تک حبشہ والوں کی خدمت کا احساس تھا۔ جب وہاں سے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے اُن کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ اپنا مہمان بنایا۔ خود اُن کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ صحابہ نے خواہش ظاہر کی کہ ہمیں بھی ان کی خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ مگر حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں ہی ان کی مہمانی کروں گا انہوں نے ہمارے دوستوں کو پناہ دی تھی اور ان کی خدمت کی تھی اس لئے میرا یہ فرض ہے کہ مَیں بھی ان کی خدمت کروں۔ (شفائے قاضی عیاض)

نجران کے عیسائی جو حضورؐ سے مباحثہ اور مباہلہ کرنے آتے تھے۔ اُن کو بھی حضورؐ نے اپنے ہاں مہمان رکھا اور ہر طرح کا آرام پہنچایا۔ اپنی مسجد میں اُن کو عبادت کرنے کی اجازت دے دی۔

ایک دفعہ ایک غیر مُسلم آپؐ کے ہاں مہمان ہوا آپؐ نے ایک بکری کا دُودھ اس کے سامنے پیش کیا وہ سب پی گیا۔ پھر حضورؐ نے دوسری بکری کا دُودھ منگوایا۔ وہ بھی پی گیا یہاں تک کہ سات بکریاں اس وقت موجود تھیں جب تک وہ سیر نہ ہوا آپؐ برابر اُس کو پلاتے گئے۔

اصحاب صفہ آپؐ کے صحابہ میں سب سے زیادہ غریب طبقہ تھا وہ سب مسلمانوں کے مہمان سمجھے جاتے تھے مگر آپؐ ان کی سب سے زیادہ تواضع فرماتے تھے ایک دن آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تین اصحاب صفہ کو اپنے ساتھ کھلائے اور جن کے پاس چار کا ہو وہ پانچ کو۔ چُنانچہ حضرت ابو بکرؓ صدیق تین آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ لیکن آپؐ دس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے پہلے انہیں کھلایا۔ بعد میں آپؐ نے خود کھایا۔ (مسلم)

حضرت ابُوہریرہ بھی اصحاب صفہ میں داخل تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اس قدر بھوکا تھا کہ چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا۔ بھوک سے تنگ آکر میں .... سڑک کے کنارے بیٹھ گیا میں نے دیکھا کہ ابو بکر آ رہے ہیں۔ ان سے ایک آیت کا مطلب اس غرض سے پوچھا کہ انہیں میری بھُوک کا علم ہو جائے۔ (صاف لفظوں میں سوال کرنا پسند نہ تھا) مگر وہ نہ سمجھے اور آیت کا مطلب بتا کر آگے بڑھ گئے۔ اب جناب سرور کائنات تشریف لائے۔ آپؐ نے فرمایا میرے ساتھ گھر چلو۔ گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ کسی نے دُودھ کی ایک دیگچی بھیجی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ جاؤ دوسروں کو بھی بلا لاؤ۔ چنانچہ دوسرے بھی آ گئے۔ حضورؐ نے سب میں وہ دُودھ تقسیم کر دیا۔ (ترمذی)

مقداد راوی ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میرے احباب فاقہ کشی سے.... تقریباً اندھے ہو رہے تھے۔ کئی آدمیوں سے درخواست کی کہ ہمارے کھانے کا انتظام کر دو مگر کسی نے توجہ نہ کی۔ مجبوراً آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے تین بکریوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ بکریاں آج سے تمہاری ملک ہیں۔ ان کا دُودھ پیا کرو۔ (مسلم)

ایک دفعہ قبیلہ بنو غفار کا ایک شخص شام کے وقت

آپؐ کا مہمان ہوا۔ آپؐ کے پاس اس وقت بکری کا تھوڑا سا دودھ تھا۔ وہ آپؐ نے مہمان کی نذر کر دیا۔ اور خود بھوکے ہی سو رہے (مسند احمد بن حنبل)

یہ کتنی دفعہ اتفاق ہوا کہ جو کچھ گھر میں حاضر تھا وہ مہمانوں کی نذر کر دیا۔ اور خود بھوکے رہے۔ ویوثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ۔ جو خدا پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ مہمان کی عزت کرے۔ پھر حضورؐ کا ارشاد ہے۔ فکوا العانی واطعموا الجائع۔ وعودوا المریض۔ (بخاری) اسیر کو رہائی دلاؤ۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔ بیماروں کی خبر گیری کرو۔

بوڑھوں پر عنایت

فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بوڑھے، ضعیف نابینا ... باپ کو حضورؐ پُر نور کی خدمت میں بیعتِ اسلام کرانے کے لئے لائے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تم نے بوڑھے کو کیوں تکلیف دی۔ میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔ (رحمۃ للعالمین)

بچوں سے محبت

بچوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ راہ میں جو بچے ملتے اُن کو خود پہلے سلام کرتے۔ انہیں گود میں اٹھاتے، پیار کرتے اور سینے سے لگاتے۔ ان کو پیارے پیارے نام عطا فرماتے کھانے پینے کی جو چیز آتی ان میں تقسیم کر دیتے۔ ان سے پیار کی باتیں کرتے اور ان کا دل بہلاتے۔ ان کو مارنے سے منع فرماتے ایک دفعہ عید کے دن ایک یتیم بچے کو دیکھا کہ حیران کھڑا ہے اُسے گود میں اٹھا کر گھر لے آئے۔ پیار کیا، کھانا کھلایا، تسلی دی۔ اور فرمایا کہ میں تمہارا باپ ہوں۔ آپؐ کو اپنے نواسوں حضرات حسنین سے بہت محبت تھی۔ حضرت امام حسنؓ نماز کی حالت میں آپؐ کی گردن پر سوار ہو جاتے جب تک اس حالت میں رہتے سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔ نزع کی حالت میں اپنے دونوں نواسوں کو بلایا۔ وہ آئے اور رونے لگے آپؐ نے انہیں پیار کیا اور چوما۔ آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ آپؐ کی نزع کی تکلیف دیکھ کر رو پڑیں۔ آپؐ نے دستِ مبارک سے اُن کے آنسو پونچھے تسلی دی اور فرمایا رو و نہیں!

اربابِ فضل کی قدر و منزلت

سعد بن معاذؓ کو جو خندق میں سخت زخمی ہو گئے تھے یہودیانِ بنی قریظہ نے اپنا حکم اور منصف تسلیم کر کے بلایا تھا جب وہ مسجد تک پہنچے۔ تو آپؐ نے اپنے صحابہ سے جو قبیلہ اوس کے تھے فرمایا قوموا الیٰ سیدکم۔ اپنے سردار کی پیشوائی کو جاؤ۔ لوگ گئے ان کو آگے بڑھ کر لے آئے۔

حسان بن ثابتؓ اسلام کی تائید اور مخالفین کے جواب میں اشعار نظم کر کے لاتے۔ تو ان کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھ دیا جاتا جس پر چڑھ کر وہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

۹ھ میں یمن کے قبیلہ بنی طے نے بغاوت کی۔ اس وقت وہاں حضرت علی مرتضےٰ حاکم اعلیٰ تھے آپ نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ منورہ بھیجدیا۔ ان میں حاتم طائی مشہور سخی کی بیٹی بھی تھی۔ اس نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا:

میں سردار قوم کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا، غریبوں پر رحم کرتا تھا وہ مر گیا بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اب آپ مجھ پر رحم کریں۔ حضورؐ نے یہ سُن کر فرمایا۔ تیرے باپ میں مومنوں جیسی صفات تھیں اس کے بعد اُسے مع اس کے متعلقین کے چھوڑ دیا۔ اور زادِ راہ اور لباس بھی عنایت فرمایا۔

حُسنِ معاملہ

ایک تاجر صائبؓ نامی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ لوگوں نے تعریفی الفاظ میں اس کا تعارف کرایا۔ حضورؐ نے فرمایا میں ان کو تم سب سے بہتر جانتا ہوں اس پر اس نے کہا۔ "روحی فداک یارسول اللہ آپ میرے شریک تجارت رہے ہیں" میں خوب جانتا ہوں کہ حضورؐ معاملات میں نہایت صاف اور ایماندار تھے۔ (ابن داؤد)

قیس بن صائب مخزومی ایک اور صحابی بھی آپؐ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انہی الفاظ کے ساتھ آپ کے حُسنِ معاملہ کی شہادت دیتے تھے۔ (سیرت النبی علامہ شبلی)

مجاہدؒ جو مشہور مفسر گذرے ہیں اُن کا بیان ہے کہ شرکت کے ساتھ آپؐ کا معاملہ نہایت صاف رہتا تھا۔ اور کبھی کوئی جھگڑا یا مناقشہ پیش نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ کسی شخص سے آپؐ نے ایک اونٹ مستعار لیا۔ جب اس کو واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ اس کو واپس دیا اور فرمایا اچھے لوگ وہ ہیں جو خوبی کے ساتھ اپنا قرض ادا کرتے ہیں (ترمذی)

ایک دفعہ ایک بدوی نے جس کے آپ مقروض تھے تقاضا کیا۔ بدو لوگ عموماً بدمزاج ہوتے ہیں۔ اس نے تقاضا کرتے ہوئے کچھ درشت الفاظ استعمال کئے۔ صحابہ سے نہ رہا گیا انہوں نے اس کی سرزنش کی۔ اور کہا کہ تم جانتے ہو تم کس شخص سے بات کر رہے ہو۔ اس نے کہا۔ ہاں خوب جانتا ہوں۔ میں نے رقم ہی طلب کی ہے اور تو کچھ نہیں کہا۔ اس پر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا۔ تمہیں تو اس کی طرفداری کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ حق پر ہے۔ (ابن ماجہ)

اسی طرح ایک دفعہ ایک یہودی زید .... نے نا ملائم الفاظ میں حضورؐ سے ادائے قرضہ کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمرؓ پاس ہی تشریف رکھتے تھے انہیں ناگوار گذرا اور اس شخص کو ڈانٹا۔ مگر حضورؐ نے روک دیا۔ اور فرمایا۔ عمرؓ! اگر تم اُسے حُسن طلبی سکھاتے ہو تو مجھے بھی حسنِ ادائیگی سکھاؤ۔ پھر زید کی طرف حضورؐ مخاطب ہوئے اور فرمایا۔ ابھی تو تین دن باقی ہیں پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ اس کا قرض ادا کر دو۔ اور ۲۰ صاع زیادہ دینا کیونکہ تم نے اس کو ڈرایا اور دھمکایا بھی ہے۔ (شفاء عیاض صفحہ ۴۵)

لکھا ہے کہ اس کے بعد زید مسلمان ہو گیا تھا۔

ایک دفعہ ایک بدوی اونٹ کا گوشت بیچ رہا تھا آپؐ نے اس خیال سے کہ گھر میں کچھ کھجوریں پڑی ہیں گوشت کا ایک ٹکڑا لے لیا۔ جب حضورؐ گھر تشریف لائے۔ تو معلوم ہوا کہ کھجوریں صرف ہو چکی ہیں۔ آپؐ نے باہر آکر اس بدو سے بہت معذرت کی۔ اور ادائیگی قیمت کے لئے مہلت مانگی۔ وہ چلا اٹھا اور کہنے لگا تم بد معاملہ ہو۔ (نعوذ باللہ من ذالک) صحابہ اس بدو سے سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ کیا تم مخبوط الحواس ہو۔ کہ سرور کائنات کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے ہو۔ حضور نے ان کو روکا اور فرمایا اسے کہنے دو۔ وہ حق بجانب ہے۔ اس پر اس نے پھر سخت الفاظ استعمال کئے۔ صحابہ نے اس کو سرزنش کرنا چاہا۔ حضورؐ نے پھر روکا۔ اور فرمایا کہ اسے کہنے دو۔ وہ حق بجانب ہے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ تم فلاں شخص کے پاس چلے جاؤ۔ وہ تم کو پوری پوری قیمت ادا کر دے گا۔ چنانچہ وہ گیا۔ اور قیمت لے کر واپس لوٹا اور اونچی آواز سے پکارا۔ اے محمد! جزاک اللہ! جزاک اللہ! تم نے پوری پوری قیمت دے دی اور بہتر معاوضہ دیا۔

ایک دفعہ ایک قافلہ مدینہ کے قریب خیمہ زن ہوا اونٹوں میں سے ایک اونٹ لال رنگ کا تھا۔ آنحضرت صلعم کا اس طرف سے گذر ہوا اور اس اُونٹ کی قیمت پوچھی۔ قیمت بتائی گئی اور آپؐ نے اسے منظور کر لیا۔ اور گھر پر جا کر قیمت ادا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ جب حضور اونٹ لیکر کچھ فاصلہ پر نکل گئے۔ تو اُن لوگوں کو خیال آیا کہ ایک اجنبی کو مال دے دینا تو خلاف مصلحت تھا۔ اس قافلہ میں ایک خاتون تھی۔ اس نے کہا کہ خدا کی قسم ہم نے اس سے پہلے کبھی ایسا روشن اور پُر نور چہرہ نہیں دیکھا۔ یہ شخص دغا کرنے والا نہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے شام سے پہلے پہلے اونٹ کی قیمت بھیجدی۔ (دار قطنی)

شب ہجرت کو کفار نے حضورؐ کے قتل کا مشورہ اور اتفاق کیا تھا۔ حضورؐ نے اپنے پیارے بھائی حضرت علیؓ کو اس لئے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر کے آنا۔

جنگ حنین کے موقعہ پر حضورؐ کچھ اسلحہ خریدنا چاہتے تھے۔ صفوانؓ کے پاس جو ابھی تک غیر مسلم تھا۔ بہت سا اسلحہ تھا۔ حضور نے اس سے کچھ زرہیں خریدنا چاہیں۔ اس نے کہا کہ اے محمد! کیا تم ٹھگنا چاہتے ہو۔ تم میری زرہیں استعمال کر کے اور خراب کر کے دیدو۔ مفت میں اپنا کام نکالنا چاہتے ہو۔ حضورؐ نے فرمایا میں مستعار لیتا ہوں۔ اگر کوئی ان میں سے خراب ہو گئی تو اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ اس طرح سے آپؐ نے اس سے چالیس زرہیں لیں۔ جنگ کے بعد کچھ زرہیں گم ہو گئیں اس پر حضور نے صفوان سے فرمایا کہ کچھ زرہیں گم ہو گئی ہیں تم ان کی قیمت لے لو۔ اس نے کہا حضورؐ اب قیمت دینے کی ضرورت نہیں۔ میں تو حضورؐ کا غلام ہو چکا ہوں میرا جو کچھ ہے وہ سب حضور کا ہے (ابو داؤد)

وفات سے ایک روز پہلے سر پر پٹی باندھے دو شخصوں کے کندھوں پر سہارا دیئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے، سب کو جمع فرمایا۔ بعد دیگر امور کے حضورؐ نے فرمایا۔ اگر کسی شخص کا کوئی حق مجھ پر ہو تو آج مجھ سے طلب کرے ایک نے کہا کہ حضورؐ نے مجھ سے تین درہم لیکر ایک سوالی کو دیئے تھے وہ اب تک نہیں ملے"۔ یہ قرض اسی وقت ادا کیا گیا۔

عدل و انصاف

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہوئی۔ اس کے قریبیوں نے اسامہ بن زید سے حضور کی خدمت میں سفارش کرنے کی درخواست کی۔ حالانکہ اسامہ بن زید کا آپؐ

بہت خیال رکھتے تھے۔ مگر اس موقعہ پر حضورؐ نے فرمایا "اسامہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری خوشنودی کے لئے خدا کے حکموں سے روگردانی کروں؟" ازاں بعد حضورؐ نے مجلس عام میں یوں تقریر فرمائی۔ "تم لوگوں سے پہلے بہت سی قومیں صرف اسی وجہ سے تباہ ہو گئیں کہ انہوں نے غریبوں کے معاملہ میں تو قانونی سختیاں برتیں مگر امراء کا لحاظ کیا۔ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کا ارتکاب کرے گی۔ تو اس کے ہاتھ بھی کٹوائے جائیں گے" (بخاری)

ایک مرتبہ آپؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک جماعت آپؐ کے گرد تھی۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے اپنے بدن کا سارا بوجھ آپؐ پر ڈال دیا۔ آپؐ نے ایک پتلی سی چھڑی سے ہٹا دیا، لیکن چھڑی کی نوک سے اس کے چہرے پر خفیف سی خراش آگئی۔ آپؐ نے فوراً اس سے فرمایا تم مجھ سے انتقام لے سکتے ہو۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں نے بطیب خاطر آپ کو معاف کر دیا۔ (ابن داؤد)

آپؐ ہر شخص سے خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ خادم ہو یا مخدوم یکساں سلوک کرتے تھے۔ سلمان، صہیب، بلالؓ یہ لوگ دراصل غلام تھے، جو آزاد ہو چکے تھے لیکن ان سے وہی سلوک کیا جاتا تھا جو کسی بڑے سے بڑے قریش سردار سے۔

ایک مرتبہ سلمان، بلال اور ابوسفیان ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلمان اور بلال نے آپس میں کہا۔ کہ ہماری تلواروں نے ابھی تک ابوسفیان کو نیچا نہیں دکھایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا۔ کہ تم لوگوں کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ سردار قریش کے حق میں ایسی بات کہتے ہو۔ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارے اس اعتراض سے ان لوگوں کی دلآزاری تو نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی ہے تو یقیناً تمہارا خدا تم سے ناراض ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فوراً ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور کہا۔ بھائیو! میری اس بات سے تمہاری دل شکنی تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا۔ مطلق نہیں ہم آپ سے مطلق ناراض نہیں ہیں۔ (مسلم)

وفات سے چند روز پہلے حضور مسجد میں تشریف لائے اور اعلان فرمایا۔ "لوگو اگر میرے ذمے تمہارا کچھ قرض ہو تو بلا دریغ مجھ سے مانگ لو۔ اگر کسی کو مالی یا جانی نقصان پہنچا ہو تو میں اپنی جان اور مال اس کی مرضی پر چھوڑتا ہوں (ابن اسحٰق)

حضورؐ کے گھر میں متعدد ازدواج تھیں حضور سب سے یکساں سلوک کرتے۔ کبھی کسی بیوی کو شکایت نہیں ہوئی کہ حضورؐ اس سے یکساں سلوک نہیں کرتے۔ آپؐ سب میں عدل و انصاف قائم رکھتے۔

ایفائے عہد

منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک شخص عبداللہ ابن ابی اسماء نے آپؐ سے کوئی تجارت کا معاملہ کیا۔ اسی اثنا میں اُسے کسی دوسری جگہ کا بھی خیال آگیا۔ اس لئے اس نے آپؐ سے کہا۔ کہ آپؐ یہیں انتظار کیجئے میں ابھی ایک کام کر کے واپس آتا ہوں۔ تو پھر آپؐ سے معاملہ طے کروں گا۔ یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا لیکن اتفاقاً وہ اپنا وعدہ بھول گیا۔ اس کے تین دن بعد اس کو خیال آیا۔ وہ اسی جگہ پر آیا جہاں پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ دیکھا کہ حضورؐ بدستور اس جگہ موجود ہیں۔ اس کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ "میں تین دن سے آپ کی راہ دیکھ رہا ہوں"

قیصر روم نے ابوسفیان سے حضور صلعم کے متعلق جو سوالات کئے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا۔ کہ کیا کبھی محمد (صلعم) نے عہد کی خلاف ورزی بھی کی ہے۔ ابوسفیان کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا۔ کہ حضورؐ نے کبھی عہد کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ہمیشہ اپنے قول و اقرار کا پاس کیا ہے۔ اور ہمیشہ ایفائے عہد کیا ہے۔

صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مکہ کا باشندہ اسلام لا کر مدینہ میں آجائے۔ اور آنحضرتؐ کے پاس پناہ ڈھونڈے۔ آپ فوراً اس شخص کو مکہ والوں کے پاس واپس کر دیں گے۔ اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ایک نومسلم ابوجندل مکہ والوں کی قید سے بھاگ کر مدینہ میں آنحضرت کی خدمت میں آیا۔ اور پناہ کا خواستگار ہوا جب اس نے اپنی دردبھری داستان سنائی۔ نومسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور خود حضورؐ والا آبدیدہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ عہد کر چکے تھے۔ کہ مکہ والوں کو پناہ نہیں دیں گے۔ حضورؐ نے بڑی سنجیدگی سے فرمایا۔

"ابوجندل صبر کرو! جو عہد ہم مکہ والوں سے کر چکے ہیں اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے خدا ہی ہے جو تمہاری مشکلات کو دُور فرمائے۔"

ان الفاظ کے ساتھ حضورؐ نے ابوجندل کو واپس مکہ میں بھیج دیا۔

اسی طرح ابورفیع نامی ایک شخص کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام لانے سے پہلے یہ شخص قریش کا پیغام لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس نے حضورؐ کا نورانی چہرہ دیکھا تو فوراً اسلام لے آیا۔ اور حضورؐ سے کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میں حضورؐ کی خدمت میں ہی رہنا چاہتا ہوں۔ میں کافروں کے پاس جانا نہیں چاہتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ تم بڑی خوشی سے میرے پاس رہتے مگر یہ عہد نامہ کے خلاف ہے اس لئے تم کو واپس ہی جانا چاہئے۔"

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دیگر اقوام یا دشمن سے جس قدر عہد نامے آپؐ نے کئے اُن سب کی سختی سے پابندی کی۔ اُن کو محض کاغذ کے پُرزے ہی تصور نہیں کیا بلکہ مقدس دستاویزات سمجھا۔ کاش یورپ آپؐ کے نمونہ سے فائدہ اٹھاتا تو جن ہولناک جنگوں میں اس نے دنیا کو مبتلا کیا! اس سے لوگ محفوظ رہتے۔

مساوات

دُنیا کو مساوات نسلِ انسانی کا سبق سب سے پہلے آپؐ نے دیا۔ یہ حضور کا اس قدر بڑا احسان ہے کہ قیامت تک دنیا آپؐ کے اس احسان کے شکریہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے صاف لفظوں میں اعلان فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوحٰٓی اِلَیَّ۔ یعنی میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ ہاں اس قدر فرق ضرور ہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

آپ ہر قسم کے جسمانی کام صحابہ کے ساتھ مل کر کرتے تھے۔ کبھی اپنی ذات کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ ہجرت کے بعد حضورؐ نے مدینہ میں آکر سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا کام کیا، آپ اس کام میں عام مزدوروں کی طرح حصہ لیتے تھے۔ گارا اٹھاتے، اینٹیں ڈھوتے۔ غرض تو سب کام کرتے۔ صحابہ نے عرض بھی کیا۔ کہ حضور کیوں تکلیف فرماتے ہیں ہم سب کام کریں گے۔ مگر حضورؐ برابر اس کام میں شریک رہے۔

جنگ خندق کے موقعہ پر بھی حضورؐ عام لوگوں کی طرح خندق کی کھدائی میں کام کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضور کے جسم مبارک پر گرد کی تہ جم گئی۔ (بخاری)

ایک دفعہ بعض صحابہ شریک سفر تھے رستہ میں ایک جگہ قیام فرمایا۔ صحابہ کھانے کا انتظام کرنے لگے ہر ایک نے ایک ایک کام اپنے ذمہ لے لیا۔ حضور بہ نفس نفیس کھڑے ہو گئے اور فرمایا "میں لکڑیاں لاتا ہوں"۔ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم غلام جو موجود ہیں، ہم سب کام کر لیں گے غلاموں کی موجودگی میں آقا کام کرتے اچھے نہیں لگتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ٹھیک ہے [illegible] حق نہ پسند دتن بے کار را۔ خدا بے کار انسان کو پسند نہیں کرتا۔ نیز فرمایا۔ میں اپنے آپ کو دوسروں سے بالاتر نہیں سمجھتا۔ جب میں کھانے میں شریک ہوں تو کام میں کیوں شریک نہ ہوں۔ (زرقانی)

جنگ بدر میں حضورؐ کے پاس بہت تھوڑے اونٹ تھے اس لئے ایک ایک اونٹ پر تین تین سپاہی سوار تھے اور باری باری سواری کرتے تھے۔ ہمارے نبی کریم صلعم بھی دو اشخاص کے ساتھ شریک تھے۔ وفادار صحابہ اپنی اپنی باری حضورؐ کو دینا چاہتے۔ مگر حضورؐ نہ مانتے۔ اور یہی فرماتے کہ میرا خیال ہے کہ میں تم سب سے زیادہ پیدل چل سکتا ہوں علاوہ ازیں خدا کی نعمتوں کا تم سے زیادہ متمنی ہوں میں سب لوگوں کے ساتھ پیدل بھی چلوں گا اور سوار بھی ہوں گا' (مسند احمد بن حنبل)

حج ادا کرنے سے پہلے قریش مزدلفہ نامی ایک جگہ پر قیام کرتے تھے۔ اور اس جگہ کو انہوں نے اپنے لئے مخصوص کیا ہوا تھا۔ کیونکہ بوجہ خاندانی وجاہت کے عام لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن حضورؐ نے اس امتیاز کو مٹا دیا۔ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی عام لوگوں کے ساتھ ہی اس جگہ قیام فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی کوئی مخصوص جگہ اپنے لئے نہ بنائی۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے، کہ جو شخص مزدلفہ میں سب سے پہلے پہنچ جائے اس کو اچھی سے اچھی جگہ منتخب کرنے کا حق حاصل ہے۔ (مسند احمد حنبل)

غلاموں سے حسنِ سلوک

جب کوئی غلام یا کنیز آپؐ کی خدمت میں امداد کے لئے حاضر ہوتے آپؐ ذرا دریغ نہ فرماتے ادنیٰ غلام بھی آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے آقا کے پاس لے جاتا تاکہ اس کی شکایات کا ازالہ

فرمایا جائے۔ آپؐ کے ہاں غلام اور کنیزیں بھی تھیں جنہیں آپؐ نے آزاد کر دیا تھا۔ ان کو وہی کھانا کھلاتے جو خود کھاتے۔ وہی کپڑا پہناتے جو خود پہنتے

نزع کی حالت میں حضورؐ کو غلاموں اور لونڈیوں کا خیال تھا۔ فرمایا۔ الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ یعنی نماز کا اور غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق کا خیال رکھنا۔ اسی حالت میں حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ لونڈی اور غلام کے بارے میں خدا کو یاد رکھو۔ انہیں خوب کھلاؤ خوب پہناؤ اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔ (رحمۃ للعالمین)

صنفِ نازک پر رحم و کرم

ے زتو مہر ہن و روشن تقویم مرداں
زتو معیّن و محکم حقوق نسوانی۔

حضورؐ نے دُنیا سے دُختر کشی کا انسداد فرمایا۔ ایک دفعہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بیان کیا کہ زمانۂ جاہلیت میں مَیں نے بھی اپنی ایک لڑکی کو زندہ دفن کیا تھا۔ مَیں اس کو گڑھے میں دھکیلتا اور اس پر مٹی ڈالتا وہ ابا ابا کہہ کہہ کر روتی اور چلاتی۔ اس واقعہ کو سُن کر حضورؐ پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ حضورؐ زار و قطار رونے لگ گئے۔ اور دیر تک روتے رہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ کہ دُنیا میں جس شخص نے سب سے پہلے عورت کی حیثیت کو قائم کیا وہ حضورؐ ہی ہیں۔ آپؐ نے صنفِ نازک کے حقوق قائم کئے اور مردوں کے مساوی ان کو حقوق دیئے۔ ان کے لئے ماں باپ کے مال میں سے ورثہ تجویز کی۔ اور اس مظلوم طبقہ کی حیثیت آپؐ نے بہت بلند کر دی یہ فی نفسہ ایک مُستقل مضمون ہے یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں

حضورؐ نے چار بیویوں کی اجازت دی مگر اس کے ساتھ ہی عدل و انصاف کو لازمی قرار دیا۔ آپؐ نے نیک انسان کی نشانی مقرر کر دی کہ وہ اپنی بیوی سے نیک سلوک کرتا ہے۔ آپؐ خود اپنی ازواج سے بڑا اعلیٰ سلوک کرتے تھے۔ ان کے ہر کام میں ان کی مدد کرتے۔ آگ سلگا دیتے جھاڑو دے دیتے۔ اور دوسرے بیسیوں کام کر دیتے محلہ کی غریب عورتوں کو بازار سے سودا لا دیتے۔

آپؐ کو اپنی ازواج سے بڑی محبت تھی۔ لیکن یہ محبت محض خدا کے لئے تھی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؐ کے گھر میں کئی بیویاں ہیں مگر حضورؐ حضرت خدیجہ کو بہت یاد فرماتے اور جب حضرت عائشہ نے ایک دفعہ پُوچھا کہ کیا بات ہے حضورؐ خدیجہ کو بہت یاد فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہ مجھے اس لئے یاد آتی ہے کہ جب میرا کوئی مونس و غمخوار نہ تھا وہ میری مددگار تھی۔ وہ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لائی۔ اور میری تائید کی۔ جب کبھی کہیں سے کوئی تحفہ آتا تو آپؐ خدیجہؓ کی سہیلیوں کو نہ بھُولتے۔ برابر ان کا حصہ نکال کر بھیج دیتے۔ جب کبھی آپؐ خود کوئی چیز تقسیم فرماتے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو سب سے پہلے بھیجتے۔ بڑے وفادار انسان تھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ حضورؐ بعض صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے اسی اثنا میں حضورؐ کی رضاعی والدہ کا خاوند آ گیا۔ آپؐ نے اپنی چادر اس کے بیٹھنے کے لئے بچھا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی ماں آئی۔ آپؐ نے چادر کا دوسرا کونا اس کے لئے بچھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا بیٹا آ گیا آپؐ کھڑے ہو گئے اور اسے اپنی جگہ پر بٹھایا۔ (ابو داؤد)

ایک مرتبہ آپؐ کچھ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک عورت حضورؐ سے ملنے آئی۔ آپؐ تقسیم کا کام چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور اس کی خاطر و مدارات میں لگ گئے۔ جب وہ چلی گئی تو صحابہ نے حضورؐ سے پوچھا۔ کہ یہ کون تھیں حضورؐ نے فرمایا۔ یہ میری رضاعی والدہ تھیں (ابو داؤد)

آپؐ کے ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم اپنی بی بی سے کس طرح کا سلوک کریں۔ آپؐ نے فرمایا جب تم کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ۔ اور جب تم پہنو تو اُسے بھی پہناؤ۔ ہرگز اسے نہ مارو۔ اور نہ غصہ میں آ کر اس سے جدائی اختیار کرو۔ اپنی بی بی کو ہمیشہ نیک صلاح دو۔ اسے غلام کی طرح کبھی جسمانی سزا نہ دو۔ اپنی بی بی کو مہربانی کے ساتھ تنبیہ کیا کرو۔

حضورؐ نے فرمایا۔ الجنۃ تحت اقدام الامّہات جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔

جنگ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا رسول اللہ صلعم کے داماد ابو العاص بھی قیدیوں میں سے تھے۔ ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی۔ انہوں نے آنحضرت کی صاحبزادی زینبؓ کو جو مکہ میں تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیجدو۔ زینب کے پاس ایک ہار تھا جو حضرت خدیجہ نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ یہی ہار انہوں نے اتار کر بھیجدیا جب یہ ہار حضرت صلعم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور حضورؐ نے صحابہ کو فرمایا اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دوں؟ سب نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور ہار واپس ہوا۔ ابو العاص بہت بڑے تاجر تھے۔ جنگ بدر کے چند سال بعد بڑے ساز و سامان کے ساتھ شام کی تجارت کے لئے نکلے لیکن واپسی پر مسلمان دستوں نے آپؐ کو گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب تو سپاہیوں میں تقسیم ہو گیا۔ لیکن وہ خود چھپ کر اپنی زوجہ زینب کے پاس پہنچے۔ جو اس وقت مدینہ میں تھیں۔ جب حضورؐ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے پھر لوگوں سے فرمایا۔ اگر مناسب سمجھو تو ابو العاص کا مال و اسباب واپس کر دو۔ سب نے سرِ تسلیم خم کیا۔ اور تنکا بھر مال بھی اپنے پاس نہ رکھا۔ اس حسنِ سلوک سے ابو العاص کا دل رام ہو چکا تھا۔ وہ فوراً مکہ پہنچے اور لوگوں سے اپنا حساب کتاب صاف کر کے مدینہ میں آ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ معترضین اسلام کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کی دھار سے پھیلا لیکن حقیقت بین نگاہیں دیکھ سکتی ہیں کہ اسلام شمشیر سے نہیں بلکہ اخلاقِ فاضلہ کی آبیاری سے پھیلا ہے۔ اور خلقِ عظیم ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے زخم جسم پر نہیں بلکہ دلوں پر لگتے ہیں (غزوات نبویؐ مصطفیٰ خان)

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں ساتھ تھیں وہ تمام جسم کو چادر سے ڈھانپ کر اونٹ کی پچھلی نشست پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہوا کرتی تھیں جب وہ اُونٹ پر سوار ہونے لگتیں آنحضرت اپنا گھٹنا آگے بڑھا دیتے صفیہ اپنا پاؤں آنحضرت کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جایا کرتیں۔ ایک دفعہ ناقہ کا پاؤں پھسلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین دونوں گر پڑے۔ ابو طلحہ دوڑے دوڑے رسول اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا علیک بالمرأۃ یعنی تم پہلے عورت کی خبر لو۔ (بخاری)

ایک دفعہ سفر میں اُونٹوں کے کجاوؤں پر عورتیں سوار تھیں سار بانؓ جو اونٹوں کی مہار پکڑے جاتا تھا حدی کرنے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو کانچ کے شیشوں کو توڑ پھوڑ نہ دینا۔ (مسلم)

لکھا ہے۔ جب حضرت فاطمہ آپؐ کی صاحبزادی آپؐ کے پاس آتیں تو آپؐ اُن کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے۔

شرم و حیا۔ حلم۔ تواضع۔ دوسروں کے جذبات کا احترام۔ اعمالِ شاقہ سے ممانعت

احادیث میں آتا ہے کہ حضورؐ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمگیں تھے۔ حضورؐ نے کبھی کوئی درشت کلامی نہیں کی۔ انس بن مالک جو دس سال تک حضورؐ کی خدمت میں رہا کہتا ہے۔ حضورؐ نے کبھی مجھے اُف بھی نہیں کہا حضورؐ بہت کم سخن تھے کبھی کوئی بے فائدہ بات نہیں کرتے تھے راستہ میں ہمیشہ چُپ چاپ چلتے تھے کبھی آپؐ نے زور سے قہقہہ بھی نہیں لگایا۔ آپؐ کا غایت ہنسنا یہ تھا کہ نواجذ کھل جاتے تھے۔ دوسروں کے جذبات کا اس قدر احترام تھا کہ کبھی کسی بات سے اظہارِ تنفر نہ فرمایا۔ جب کھانا حضورؐ کے سامنے آتا تو جو چیز پسند ہوتی کھاتے جو ناپسند ہوتی چھوڑ دیتے لیکن زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی کیفیت حضورؐ کے چہرہ سے عیاں ہو جاتی۔

عربوں میں حیا کوئی قابلِ تعریف بات نہیں سمجھی جاتی تھی۔ برہنہ ہو کر نہانا ان کی عادت تھی لیکن نبی کریمؐ بے حیائی کو سخت ناپسند فرماتے۔ ایک دفعہ آپؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم لوگ حمام میں نہاتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا لیکن وہاں برہنہ ہو کر نہانا نہیں چاہیئے۔ خاص عرب میں تو حمام تھے نہیں سرحدی مقامات میں موجود تھے۔ اسلئے آپؐ نے فرمایا۔ جب تم لوگ ایران فتح کرنے جاؤ۔ تو رستہ میں حمام ملیں گے۔ لیکن تم قمیص پہن کر داخل ہونا۔

ابو داؤد میں ہے کہ اگرچہ آپؐ نے حمام میں نہانے سے منع فرمایا تھا۔ مگر مردوں کو اس شرط پر اجازت دیدی کہ برہنہ ہرگز نہ نہائیں۔ عورتوں کو بہر حال ممانعت فرمائی۔

عائشہ طیبہ کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آتی تو اس کا نام لیکر منع نہ فرماتے بلکہ عام الفاظ میں اس حرکت و فعل کی نہی فرما دیتے (عن ابی ہریرہ شفاء صفحہ ۵۱)

عادات و معاملات میں اپنی جان پر تکالیف اٹھا لیتے

مگر دوسرے شخص کو از راہِ شرم کام کرنے کو نہ فرماتے جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا تو حضورؐ شرم سے گردن مبارک جھکا لیتے۔ (رحمۃ للعالمین)

عائشہ طیبہ کا قول ہے۔ کہ میں نے آنحضرت صلعم کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا۔ (ترمذی)

حضور نے ایک گھر میں رسی لٹکی ہوئی دیکھی پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا فلاں عورت نے لٹکا رکھی ہے۔ رات کو عبادت کرتی ہوئی جب اونگھنے لگتی ہے تو اس سے لٹک پڑتی ہے۔ فرمایا اسے کھول دو۔ عبادت (نافلہ) اس وقت تک کرو کہ نشاط طبع قائم رہے۔ (بخاری)

بنی اسد کی ایک عورت کی بابت حضور سے عرض کیا گیا کہ وہ تمام شب عبادت کرتی ہے۔ فرمایا ایسا نہ کرو اعمال بقدر طاقت بجا لاؤ۔ (بخاری)

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے حضور نے پوچھا میں نے سنا ہے کہ تم راتوں کو برابر جاگتے ہو۔ اور دن کو برابر روزہ رکھتے ہو۔ عبداللہ نے کہا ہاں۔ فرمایا۔ اب ایسا نہ کرنا۔ روزہ بھی رکھو اور کچھ وقت کے لئے چھوڑ بھی دو۔ رات کو عبادت کے لئے جاگو بھی اور سوؤ بھی۔ دیکھ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (بخاری کتاب الفتح)

دینی معاملات میں بھی حضور کو دوسروں کے جذبات کا احترام مدنظر رہتا تھا۔ معاذ بن جبل مدینہ کی ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے۔ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں ان کی شکایت کی۔ کہ معاذ بن جبل بڑی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں جس سے بڑی دیر لگ جاتی ہے۔ اور اس قدر وقت نہیں ہوتا۔ آپؐ نے معاذ بن جبل کے متعلق اظہار ناراضی فرمایا اور فرمایا بعض لوگ سخت غلطی کرتے ہیں کہ دوسروں کے دل میں مذہب کی طرف سے بیزاری اور نفرت پیدا کر دیتے ہیں۔ نماز پڑھانے والے کو مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہئے جماعت میں کمزور اور ضعیف اور مریض بھی ہوتے ہیں۔ ان کا خیال رکھنا چاہئے۔ (بخاری)

حیوانات پر رحم

حضور نے فرمایا ایک شخص راہ چلتا تھا اسے سخت پیاس لگی۔ کنواں ملا۔ کنوئیں کے اندر اس نے پانی پیا جب باہر نکلا۔ تو دیکھا کہ ایک کتا زبان باہر نکالے پیاس کے مارے نمناک زمین کو چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کتے کو بھی پیاس لگی ہے جیسے مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا۔ اور کتے کو پلایا۔ خدا نے اس کے عمل کو قبول فرما کر اس شخص کو بخش دیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا حیوانات کے لئے بھی ہم کو اجر ملے گا۔ فرمایا ہر ایک جاندار جس کے کلیجہ میں دل ہے (زندہ ہے) کے متعلق تم کو اجر ملے گا۔ (بخاری)

شجاعت اور بہادری

عرب میں اگرچہ بڑے بڑے بہادر اور شجاع تھے مگر واقعات نے ثابت کر دیا کہ ان سب میں زیادہ شجاع اور جری حضورؐ ہی تھے۔

انسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک مرتبہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ دشمن مدینہ کی دیواروں کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ اہل مدینہ نے ان کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ لیکن سب سے پہلا شخص جو ان کے مقابلہ کے لئے نکلا وہ حضورؐ ہی تھے۔ آپؐ اس قدر بہادر اور شیر دل واقع ہوئے تھے کہ آناً فاناً اپنے گھوڑے پر زین کس کر عین خطرات کے مواقع پر جا پہنچے اور تمام دیکھ بھال کر کے واپس تشریف لے آئے۔ اور لوگوں کو تسلی دی۔ کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں۔ (بخاری)

ایک مرتبہ جب آپؐ میدان جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں آرام کے لئے ایک درخت کے سایہ میں لیٹ گئے۔ تھکے ہوئے تھے آنکھ لگ گئی۔ دشمن آپؐ کی تاک میں لگے بیٹھے تھے موقعہ پا کر ایک کافر آپؐ کے پاس آیا۔ اور درخت سے آپؐ کی تلوار اتار کر آپؐ کو قتل کرنے لگا۔ اتنے میں حضورؐ کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ دشمن آپؐ کے سر پر تلوار سونتے کھڑا ہے۔ حضورؐ ذرا نہ گھبرائے اس نے کہا بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ حضورؐ نے نہایت جرأت اور اطمینان سے فرمایا "میرا خدا"۔ یہ سنتے ہی اس کافر کے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا۔ تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس پر حضورؐ نے خود تلوار ہاتھ میں لیکر اس سے کہا۔ کہ تو بتا اب تجھے کون بچائے گا۔ اس نے کہا تیرا رحم۔ حضور نے فرمایا یہ کیوں نہیں کہتے کہ وہی خدا جس نے تجھے میرے ہاتھ سے بچایا — محمد رسول اللہ اگر بہادر تھے تو رحیم و کریم بھی بے انتہا تھے مغلوب دشمن پر رحم کرنا تو حضورؐ کی فطرت میں داخل تھا جس کی مثالیں آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

ابن حنبل روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں جبکہ دشمن اپنے ساز و سامان اور اسلحہ کی فراوانی پر پھولے نہیں سماتے تھے اور بڑے فخر و تکبر کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کو مرعوب کر رہے تھے اس وقت صحابہ کی جماعت کے دلوں میں جو چیز ہمت اور جرأت پیدا کر سکتی تھی۔ وہ حضورؐ کی ذات تھی۔ صحابہ حضورؐ کی خدمت میں آتے اور اپنی بے سروسامانی کے متعلق تشویش ظاہر کرتے۔ آپ ان کو تسلی دیتے آپؐ کے الفاظ سے ان کے دلوں کے اندر بہادری اور جرأت کی روح پیدا ہو جاتی۔

جنگ احد میں جب تیر اندازوں کی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کی فوج میں انتشار پھیل گیا۔ اور دشمن نے موقعہ پا کر چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ اس وقت بڑے بڑے صحابہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ایک حضورؐ کی ذات گرامی تھی کہ پہاڑ کی طرح میدان جنگ میں کھڑے رہے۔ آپؐ بھاگنے والوں کو اپنی طرف بلا رہے تھے۔ الیّ عباد اللہ! الیّ عباد اللہ خدا کے بندو میری طرف آجاؤ۔ میری طرف آجاؤ۔ چاروں طرف سے حضورؐ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ لیکن حضورؐ نے ذرا پرواہ نہ کی۔ اور حضورؐ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ آئی۔

حضرت علی شیرِ خدا بیان فرماتے ہیں کہ جنگ حنین میں جب دشمن کا غلبہ ہوا تو ہم سب نے آپؐ کے پاس پناہ ڈھونڈی حالانکہ آپؐ دشمن سے قریب تھے۔ اور اس وقت جنگ نہایت شدت سے ہو رہی تھی۔ جب جنگ دست بدست شروع ہوئی۔ تو ہم سب آپؐ کے پیچھے تھے۔ گویا آپؐ سے زیادہ دشمنوں کے قریب کوئی نہ تھا۔ جب آپؐ دھاوا کرنے کا حکم دیتے تھے۔ تو سب سے آگے جنگ میں خود حضورؐ شریک ہوتے۔ جو شخص جنگ میں آپؐ سے قریب تر ہوتا تھا وہ ہم سب میں جری اور بہادر سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ آپؐ دشمنوں سے نہایت قریب ہوتے تھے۔ جب دشمن آپؐ کے گرد جمع ہو جاتے تو آپؐ خچر پر سے اتر آتے اور فرماتے۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب

جنگ حنین میں دشمنوں کی طرف سے تیر پہ تیر برسنے لگے اور مسلمان پسپا ہونے لگے۔ اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ بلکہ عین حملہ کی شدت کے وقت حضورؐ نے اپنی خچر کو آگے بڑھانا چاہا مگر صحابہ نے تھام لیا۔ حضورؐ سخت نڈھال ہو چکے تھے۔ مگر حضورؐ نے ذرا کمزوری نہ دکھائی اور نہایت استقلال اور جرأت سے لڑائی میں مصروف رہے اور دشمن پر ثابت کر دکھایا۔ کہ محمدؐ میدان چھوڑ کر بھاگنے والا نہیں۔ نہ اس نے کبھی پہلے ایسا کیا اور نہ وہ آج ایسا کرے گا۔ سبحان اللہ ؎

تیر او تیزی بہر میدان نمود
تیغ او بنمود ہر جا جوہرے

براء سے لوگوں نے پوچھا کیا تم لوگ بھاگ نکلے تھے۔ اس نے کہا کہ ہاں بے شک ہم لوگ بھاگ نکلے تھے مگر ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے آپؐ کو ذرا خوف و ہراس لاحق نہ ہوا۔ اس وقت صرف آپؐ کی ذات ہمارے لئے ملجا و ماوی تھی۔ اور جو شخص آپؐ کے ساتھ شریک جنگ ہوتا تھا وہ ہم لوگوں میں نہایت شجاع اور بہادر خیال کیا جاتا تھا۔ (ماخوذ از مسلم)

اظہار حقیقت اور خوش اعتقادی کی اصلاح

ایک شخص حاضر ہوا وہ حضورؐ کی ہیبت سے لرز گیا حضورؐ نے فرمایا۔ کچھ پرواہ نہ کرو۔ میں بادشاہ نہیں ہوں قریش کی ایک غریب عورت کا فرزند ہوں۔ جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔ (بخاری)

سیدنا ابراہیم فرزند رسول کا انتقال ہو گیا اس روز سورج گرہن میں رہا لوگ کہنے لگے۔ کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بھی گہنا گیا۔ حضورؐ نے لوگوں کے مجمع میں خطبہ پڑھا کہ سورج چاند کسی کے مرنے یا جینے پر نہیں گہنایا کرتے (رحمۃ للعالمین)

باقی بر صفحہ (۳۵)

ڈاکٹر اللہ بخش

کامل، آخری اور مُصدّق نبی صلعم

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

کائنات عالم کا ذرہ ذرہ اپنی اپنی مودّع صفات کے اظہار سے خالقِ حقیقی کے نور کا مظہر بن رہا ہے ؎

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

خالق نے جس مقصد کے لئے عناصر کو پیدا کیا ہے اس کی تکمیل کے لئے وہ طوعاً و کرہاً ہمیشہ سے مشغول ہیں۔ وَاِن مِن شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِن لَّا تَفْقَہُونَ تَسْبِیْحَہُم۔ جملہ مخلوق کی نسبت انسان کو جس امر میں شرف بخشا گیا ہے۔ وہ اسے شعور و عقل کا عطا کیا جانا ہے اس اعلیٰ قوت کے ذریعہ تمیز پیدا کر کے وہ اپنے ارادہ و اختیار کو استعمال میں لاتا ہے۔ باقی تمام مخلوق ایسے شعور و علم اور اس کی بنا پر آزادانہ انتخاب و اختیار سے محروم ہے۔ یہی وہ امانت کا بھاری بوجھ ہے۔ جس کے اٹھانے کے لئے بنی نوع انسان کو مخصوص کیا گیا۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَن یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ۔ اسی سے اس کا خلافتِ الٰہیہ کا مقام متمیز ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جسے ملائکہ بھی سمجھنے سے قاصر ہے۔ اور انہیں یہ کہنا پڑا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

تحقیقِ خواصِ اشیاء و تسخیرِ قوانینِ قدرت

تفتیش و تحقیق کی جو استعدادیں انسان میں ودیعت کی گئی ہیں۔ انہی کے باعث اس نے محیر العقول صناعات و ایجادات کیں۔ انہی کے ذریعہ اس نے سمندروں کو پھاڑا اور ہواؤں میں اڑان کی۔ ساری دنیا گویا اس کی مٹھی میں آگئی۔ برسوں کی مسافت لمحوں میں طے پائی۔ کرۂ ارض سمٹ و سکڑ کر بمنزلہ ایک شہر کے بن گیا۔ ہزارہا میل کے فاصلہ پر بیٹھا آوازوں کو سننے اور نظارے دیکھنے کی قدرت رکھتا ہے موجودہ وقت کی اٹامک (ATOMIC) ریسرچ کے ذریعہ ایک طرف تو یہ ثابت ہو گیا کہ بنیادی طور پر عناصر کی تخلیق ایک ہی قسم کے مادہ سے ہوئی ہے۔ اور وہ کثیف و ثقیل نہیں۔ بلکہ بجلی کے ذرات سے مرکب، لا انتہا قوت و طاقت کے حامل اور نورِ خداوندی کی تجلی کے مظہر ہیں۔ دوسری طرف یہ کہ ایٹم (NUCLEUS) کے قلب میں بجلی کے ذرات کا یہ نظام جب درہم برہم ہو جائے اور متوازن نہ رہے تو اس عالم کو تباہ ہونے کا خطرہ درپیش ہے ؎

کیا عجب تو نے ہر اک ذرہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تجزیۂ نفس و تسخیرِ خودی

فرشتوں کا اصل اعتراض انسان کے نفسانی جوش و ولولہ کی بے راہ روی اور خودی کے ادنےٰ جذبات کے غلبہ سے متعلق تھا۔ اَتَجْعَلُ فِیْہَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْہَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ظاہر ہے کہ تحقیقِ خواصِ اشیاء و تسخیرِ قوانینِ قدرت سے خودی کے جذبات کو مسخر و ماتحت کرنا لازم نہیں آتا۔ اس لئے عقل و علم کے ذریعہ مادیت پر حکومت کرنا وہ حقیقی و اصلی امتیاز نہیں جس سے انسان اشرف المخلوقات کہلانے کا حقدار ہوا ہے۔ بلکہ باہمی تعلقات میں شعور و تمیز کا بالارادہ استعمال ہی وہ ملکوتی صفت ہے جس کے سبب ایک انسان نہ صرف حیوانات سے ممیز کیا جاتا ہے بلکہ وہ فرشتوں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ادنیٰ جذبات و حیوانی احتیاجات میں انسان دوسرے جانداروں کے شریک ہے۔ اگر اس سے بڑھ کر کوئی اور صفت اس میں ودیعت نہیں کی گئی۔ تو پھر انہی ادنیٰ جذبات و حیوانی خواہشات کی تسکین سے وہ کیونکر ممیز ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی خواہشاتِ نفس کی تکمیل کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ ذرائع و سامان ہی کیوں استعمال نہ کرے؟ یہ صرف انسان ہی کی خصوصیت ہے کہ اس کی فطرت میں متضاد و مخالف جذبات و اوصاف رکھے گئے ہیں۔ اگر خودی و نفس پرستی کی خواہش موجود ہے تو ساتھ ہی قربانی و ایثار کے جذبات بھی موجزن ہوتے ہیں۔ اگر ظلم و جبر کے برخلاف اسے غصہ و غضب آتا ہے تو اس کے عین برخلاف کمزور و بے بس پر رحم کھانا اور قصوروار کو معاف کر دینا بھی اس کی فطرت کے اعلیٰ اجزا ہیں غرض حیوانی و ملکوتی دونوں قسم کی صفات اس کے اندر موجزن ہیں۔ اس کا شرف اس بات سے پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس نے کہاں تک اپنی فطرت کے تضاد کو جانا اور کس حد تک اس نے جذبات پر حکومت کرنے کی اہلیت پیدا کی۔ اپنے اختیار و ارادہ کو شعور و تمیز کی روشنی میں کیونکر جذبات کی تعدیل و انتخاب میں لگایا اور اس اعلیٰ مقصد میں وہ کہاں تک کامیاب رہا؟

خُلقِ عظیم مثبت و تخلیقی قوت کا نام ہے

بعض جگہ خُلق کی تعریف سمجھنے میں غلطی لگی ہے چنانچہ کئی لوگ محض ترکِ شر کا نام خُلقِ عظیم رکھتے ہیں۔ اور دوسرے اصحاب محض جذبہ کے کمالِ اظہار کو معراجِ خُلق قرار دیدیتے ہیں۔ مگر پہلی بات تو ایک منفی عمل ہے اور دوسرا محض جذباتیت ان میں سے کوئی رویہ بھی مثبت و تخلیقی قوت ہرگز کہلانے کا مستحق نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں باتیں جانوروں میں بھی بدرجۂ ادنیٰ پائی جاتی ہیں۔ ایک بھیڑ کا بچہ بے شر و بے ضرر ہونے میں یہاں تک کہ اپنے نفس سے دفع شر نہ کرنے میں انسان سے بھی بڑھا ہوا ہے لیکن اس کے ایسے رویہ کو حوصلہ و برداشت اور صبر و رضا کے عالی اوصاف سے ذرا موسوم نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ اس کی یہ حالت بے اختیاری و اضطراری ہے۔ جس کے اظہار پر وہ مجبورِ محض ہے۔ اس میں اس کے اختیار و انتخاب کو دخل ہے نہ اس کے شعور و عقل کو، ایسا ہی ایک بھیڑیا اس کے مقابل ایک دوسرے متضاد جذبہ یعنی صفتِ غیظ و غضب کا کامل مظہر ہے۔ اگرچہ اپنے دشمن اور جان لیوا مخالف کے مقابل ہی ایک بھیڑیا اپنی طاقت و قوت کو دکھلائے تاہم کسی صورت میں بھی ہم اس کے ایسے جذبہ کو خُلقِ عظیم سے قطعاً تعبیر نہ کریں گے۔ کیونکہ جہاں ایک جبلّی جذبہ جوش زن ہے جہاں اختیار کا کوئی سوال ہی نہیں، جہاں شعور و عقل کا استعمال نہیں، وہاں محض فطری مجبوری و اضطرار کو کیونکر قابلِ ستائش و حمد کہا جا سکے؟ وہ اس کی فطرتی صفت تو کہلا سکتی ہے مگر اس کے اختیار میں نہ کسی انتخاب کی بات ہے نہ ہی کسی جد و جہد کی مشکل درپیش ہے لہٰذا اس میں جزا و سزا کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ تحسین و آفرین کا ؎

نیشِ عقرب نہ از پے کین است
مقتضائے طبیعتش این است

مختلف انسانوں میں طبعی تفاوتِ جذبات

جیسے بدنی و ذہنی قویٰ انسانوں میں متفاوت مرکوز کئے گئے ہیں ایسا ہی اخلاقی و روحانی قوتیں بھی فطرتاً مختلف واقع ہوئی ہے اگر کوئی شخص طبعاً دھیما، متواضع یا منکسر المزاج پیدا ہوتا ہے۔ تو دوسرا اس کے بالمقابل مزاج میں تندی و تیزی اور سختی و درشتی لیکر دنیا میں آتا ہے ایسا ہی کوئی انسان فطرتاً دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے التفاتی کی نظر و فکر لئے ہوئے جنم لیتا ہے۔ تو دوسرا حرص و ہوس کا بھوکا، زور و زر کا متوالہ و شیدائی دکھائی دیتا ہے۔ مگر عام طور پر کم و بیش تمام جذبات ادنیٰ و اعلیٰ ہر انسان میں ودیعت کئے جاتے ہیں۔ اور باوجود جبلّی تفاوتِ میلان کے ہر انسان اپنی مودّع استعداد کے مطابق ان کو ترقی دے سکتا یا انہیں کم کر سکتا ہے۔ کسی خاص جذبہ یا صفت کو کسی شخص میں فطرتاً عین نقطۂ اعتدال و توازن پر موجود پانا ایک استثنائی حالت ہے۔ عام حالات میں، طبعی طور پر طبیعت کا رجحانِ غالب کبھی ایک طرف یا کبھی اس کے مخالف جانب واقع ہوتا ہے پھر اگر جملہ جذبات کو ایک ہی انسان میں دیکھا جائے۔ تو ان سب کو اس کی شرکت میں نقطۂ اعتدال پر پانا عجوبۂ روزگار سے کم نہیں۔ جذبات کے اسی طبعی تضاد اور تفاوت کو باہم امتزاج و تعدیل کرنا کہ جس سے زندگی کے عمل میں بہترین نتائج مترتب ہوں خُلقِ عظیم کی تعریف ہے اور یہ بات تب میسّر آتی ہے جب کوئی انسان اس قدر شعور و عقل کا مالک اور اپنے جذبات پر ایسے اختیار و اقتدار کا حامل ہو کر موقعہ و محل کے عین مناسب صحیح صحیح مقدار اور صورت میں وہ کسی جذبہ یا طاقت کے ظاہر کرنے پر کامل قدرت رکھتا ہو۔ اس بیان سے یہ لازم آتا ہے

کہ ہم جب کسی شخص کی نسبت یہ ثابت کرنا چاہیں گے کہ اسے اپنے جذبات کی تسخیر و کنٹرول پر کس قدر قدرت حاصل ہے تو اس وقت دو امور کو دیکھنا لازم آئے گا۔ اولاً یہ کہ کسی خاص جذبہ کے مقابل و مخالف اس میں دوسرا جذبہ موجود ہے یا نہ۔ دوم یہ کہ باوجود متضاد قوت رکھنے کے اسے کیسے مواقع اس جذبہ کے اظہار کے پیش آئے۔ اور ان میں اس نے اپنے جوہروں کے اظہار میں کیسا کمال دکھلایا۔

خُلقِ عظیم ارتقائی حالت نہیں بلکہ نقطۂ وسط یا اعتدال و توازن کا نام ہے

متذکرہ بالا بیان سے یہ امر بھی بخوبی روشن ہو گیا کہ بعض لوگوں نے جو خیال کر رکھا ہے کہ خُلق ایک ایسی صفت ہے جو ہمیشہ ترقی پذیر ہونے کی استعداد اپنے اندر رکھتی ہے یہ غلط ہے متضاد و متفادت جذبات انسانی فطرت کے اجزاء ہیں۔ بیرونی دنیا میں مختلف مواقع ان کے اظہار کے پیش آتے ہیں ایسے مواقع پر کسی خاص جذبہ کا ایک خاص مقدار و خاص شکل و صورت میں اظہار سوسائٹی کی بہبود و اصلاح کی نسبت سے بہترین نتائج پیدا کرتا ہے۔ لیکن شعور و تمیز کی کمی یا اپنے جذبات پر کامل قدرت نہ رکھنے کے باعث اکثر انسان یا تو غلط یعنی مخالف جذبہ کا اظہار کر دیتے ہیں۔ اور یا پھر صحیح جذبہ کا اظہار صحیح و مناسب مقدار یا اس کے مناسب حال صحیح شکل میں نہیں کر پاتے۔ اس لئے مقدم الذکر صورت ایک توازن و تعدیل کا نقطہ ہے جو جب حاصل ہو جائے تو پھر اس سے آگے اور کوئی ترقی یا نشوو نما اس صفت یا جذبہ کی ممکن ہی نہیں اور جب کسی جذبہ کا اظہار خُلقِ عظیم کی تعریف میں نہ آئے گا تو اس کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ اولاً یا تو بیرونی دنیا میں ایسے مواقع پیش نہیں آئے کہ جہاں اس کا جذبہ اور وصف کا کامل طور پر ظاہر کرنا لازم آتا ہے یا دوم یہ کہ ایسا موقع تو پیش آیا لیکن وہ شخص صحیح جذبہ کے اظہار سے محروم رہا۔ کیونکہ وہ اسے شعور و تمیز کی کمی کے باعث سمجھ نہ سکا یا سوم خُلقِ عظیم کے نقطۂ اعتدال و توازن کو وہ شخص اس لئے ظاہر نہ کر سکا۔ کہ اسے اپنے مزاج و طبع پر کامل غلبہ و قدرت حاصل نہیں ہوا۔ یا چہارم یہ کہ وہ ان معدود سے چند اشخاص میں سے ہے۔ جن میں طبعاً صرف یک طرفہ جذبات رکھے گئے ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ایک ہی قسم کا رویہ یا خُلق دکھلانے کے اہل ہوتے ہیں۔ یہ بات اب بخوبی عیاں ہو گئی کہ جہادِ نفس کسے کہتے ہیں اور اس اندرونی جہاد کے لئے کس قدر سعی و کوشش کی حاجت لازم پڑی ہے۔ نیز یہ کہ کسی ایک خُلق میں عین نقطۂ اعتدال کو شناخت کر کے موقع و محل کے مطابق مناسب مقدار و صورت میں صحیح جذبہ کو ظاہر کرنے کے لئے کس قدر عقل و فراست اور کیسے کنٹرول و قدرتِ نفس کی حاجت ہے تاکہ سوسائٹی کی اصلاح و بہبود کے لئے بہترین نتائج برآمد ہوں۔

بانیانِ مذاہب کی زندگیوں پر ایک محققانہ نظر

خُلقِ عظیم کی متذکرہ بالا تعریف اور انسانی فطرت کے نفسیاتی تجزیہ کی رُو سے ہم نے اب مُصلحینِ عالم کی زندگیوں پر ایک تحقیقی نگاہ ڈالنا ہے اس منظر و مرز کی بعثت کا یقین میں اگر ہمیں بڑے بڑے فاتح اور بادشاہ کھڑے نظر آتے ہیں تو ان کے بالکل برعکس ایسی شخصیتیں بھی موجود دکھلائی دیتی ہیں کہ جنہوں نے نہ صرف غربت و مسکنت کی تعلیم دی بلکہ موروثی بادشاہت و ثروت کو لات مار کر گیان و نروان کی خاطر غریبانہ و راہبانہ زندگی کو اختیار کر لیا۔ پھر اس صفت میں گر ہمیں وہ اصحاب عزیمت دکھلائی دے رہے ہیں کہ جن کے نزدیک جذبۂ رحم و عفو کا کمال یہ ہے کہ کبھی کسی صورت میں بھی فساد و شرارت کا دفعیہ طاقت سے نہ کیا جائے بلکہ ہمیشہ صبر و برداشت اور فروتنی و عاجزی کو شعار بنائے رکھنا ہی صحیح ہے۔ تو پھر ان کے عین متضاد ایسی جلیل القدر ہستیاں بھی موجود ہیں کہ جن کے نزدیک خودداری و غیرت اور انتقام کا کامل نمونہ پیش کرنا ہی خُلقِ شجاعت و جوانمردی کی ادا کا تقاضا معلوم دیتا ہے۔ ایک محقق کسی قدر ورطۂ حیرت میں غرق ہو جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ متضاد و برعکس تعلیموں کے پیغامبروں اور متناقض جذبات کے کامل نمونوں کو کیونکر بیک وقت ایک ہی خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے مانا جا سکتا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ان کے تضاد و تناقض کو تطبیق دی جا سکے؟ بالفرض اگر ہم یہ تسلیم کر لیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے وقت کے مناسب حال اور قومی حالت کے پیشِ نظر تعلیم و نمونہ پیش کیا مگر پھر بھی ہمارے لئے حل طلب امر یہ ہے کہ ہم کس نمونہ کو مشعلِ راہ بنائیں اور کس کو ترک کر دیں؟ سب سے اہم مشکل ہے۔ کہ جبکہ ان میں سے ہر ایک صاحب نے خُلق کے ایک ہی پہلو میں کمال نمونہ پیش کیا تو ہم کیسے یہ تسلیم کرائیں کہ ان کا ایسا فعل طبعی رُجحانِ غالب کے سبب نہ تھا بلکہ اس کا اظہار اس لئے ہوا کہ اسوقت اس صفت کے اظہار کی حاجت لازم پڑی تھی؟

جو انبیاء بڑے بڑے فاتح اور جاہ و جلال کے بادشاہ ہو گذرے ہیں ان کے بارہ میں یہ ثابت کرنے کیلئے کہ ان اصحاب کو مال و دولت سے کچھ تعلق نہ تھا، اور دوسرے دنیا پرست فاتحین و فرمانرواؤں کے برعکس نفس پروری، ذاتی سربلندی و اقتدار کے جذبات سے یہ لوگ متحرک نہیں ہوئے۔ بلکہ خدمتِ خلق، عدل گستری رعایا پروری، آزادیٔ ضمیر و عمل کا قیام ان کے اصل مقاصد تھے۔ ہمیں ان کی زندگیوں میں سے یہ دکھلانا لازم پڑا ہے کہ وہ باوجود دولت و ثروت کے مالک ہونے کے اس سے متمتع نہ ہوئے باوجود حکومت و اقتدار کے اپنے زور و اثر کو ذاتی وجاہت و برتری کے لئے استعمال نہ کیا۔ باوجود جملہ دنیاوی سامانِ تعیش و آرام کے اپنے کام خود کرتے اور راتوں کو عبادتِ الٰہی و شب بیداری میں گذار دینے کے عادی تھے۔ ان کے برعکس جن مُصلحین کی زندگیاں محض غربت و مسکنت کا نمونہ پیش کرتی ہیں ایک محقق کے لئے ان کے اس دعویٰ کو تسلیم کرنا نہایت مشکل و بے ثبوت امر ہو گا۔ ان کا یہ طریق کار ان کے غالب رُجحانِ طبع پست ہمتی (Pessimism) شکست خوردہ ذہنیت (Defeatism) اور دنیا سے جبلی تنفر و بغض (Cynicism) کے باعث نہ تھا بلکہ وقت کے تقاضا اور قومی حالت کے باعث تھا تاکہ دنیا پرستی پر موت وارد کی جا سکے۔ ایک شخص صبر و عفو کی کامل تعلیم کا مُبلّغ و داعی ہے۔ اس کی زندگی کے واقعات ہمیشہ اسے مغلوب و محکوم اور غربت و مسکنت کی تصویر بتلاتے ہیں۔ ایک ناقد یہ کہنے میں حق بجانب ہے۔ کہ یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اس مُبلّغ کی اعلیٰ تعلیم و نمونہ اس وجہ سے تھا کہ مفاسدِ پیش آمدہ کا اس وقت یہی تقاضا تھا یا اس باعث سے اس کی جبلّی انتادِ طبع صرف اسی پہلو کی حامل تھی یعنی خلق کے متضاد پہلو غیرت و مردانگی، شجاعت و دلیری سے کوری تھی یا کہ یہ کا ایسا رویہ اس لئے تھا کہ بے بسی و مجبوری تھی کیونکہ بباعث محکوم و مغلوب ہونے کے اور کر ہی کیا سکتے تھے؟ ان کے برعکس جن بزرگوں نے اپنی تعلیم و نمونہ سے صرف انتقامی صفت اور غیر تمدنانہ رویہ کا اظہار اپنی زندگیوں میں کیا ہے۔ ان کی بابت یقینی طور پر کیونکر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ایسی روش ان کی یک طرفہ طبعی تندی و تیز مزاجی کے باعث نہ تھی۔ بلکہ طبیعت پر پورا پورا غلبہ و کنٹرول رکھنے کے باوجود انہوں نے سختی کا پہلو اس لئے ظاہر کیا کہ اس کی اس وقت ضرورت تھی۔ اور اس وقت کے مفاسد ایسے علاج کے متقاضی تھے؟

خُلق کے یک طرفہ پہلو کا اظہار کمال نہیں،

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ خُلق کے صرف ایک پہلو میں اظہار کو کمال سمجھ لیا گیا ہے۔ اور اس کے متضاد پہلو صفت کو ظاہر کرنا متناقض و ناقابلِ فہم امر دکھلائی دیتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیرو خصوصاً عیسائی حضرات ہمارے پیغمبر و پیشوا حضرت محمد مصطفٰےؐ کے جامع اخلاق ہونے کے کمال و خوبصورتی کو سمجھ نہیں سکے ان کا اعتراض یہ ہے کہ مکہ میں تو آنحضرت صلعم کی زندگی واقعی ایک مُصلح و ریفارمر کی نظر آتی ہے مگر مدنی زندگی میں جو نمایاں تبدیلی بلکہ تضاد آنحضور صلعم نے اختیار کر لیا۔ اس سے اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ صلعم سیرت و کردار کے لحاظ سے مستقل مزاج و پختہ کار نہ تھے۔ اس لئے کہ پہلی آپ کی زندگی تو راہِ حق کی خاطر انتہائی تکالیف برداشت کر کے کامل صبر سے جان تک قربان کر دینے کی تعلیم دیتی ہے۔ جو واقعی ایک مذہبی و اصلاحی سلسلہ کی روح رواں ہے۔ لیکن آپ کی مدنی زندگی اس کے عین برعکس صبر و برداشت کی بجائے انتقام و خونریزی کا نمونہ دکھلا رہی ہے۔ غربت و مسکنت سے تبلیغ حق میں مشغول ہونے کی بجائے اب خونریز جنگوں کا سلسلہ، بادشاہت پر قبضہ اور جاہ و جلال کو اختیار کرنا مقاصد اپنا لئے گئے یہ انقلاب پہلے اصولوں کے منافی اور ان کی تردید کرنے والا ہے۔ یا کم از کم ناقابل فہم ضرور ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک موقعہ پر یہ فرمایا کہ جس جگہ دشمن اعتراض کرتا ہے اور نقص و عیب نکالتا ہے غور کرنے پر یہ ثابت ہوتا ہے

کہ وہی امر باعث کمال اور کسی بڑی خوبصورتی و دلکشی کا موجب ہے۔ قابلِ اعتراض مقام کو کھود دینے سے وہاں ایک خزانہ مدفون نکل آتا ہے۔ یہ اصل الاصول اس اعتراض کے بارہ میں کس قدر راست وصادق ہے۔ مخالفوں کا یہ بھاری اور بظاہر معقول اعتراض غور و خوض کرنے سے نہ صرف صحیح ثابت نہیں ہوتا بلکہ آنحضرت صلعم کا جامع اخلاق ہونا حقیقتاً حسن و خوبی اور کمال و معراج کی وہ بات پیش کرتا ہے کہ جس سے جملہ انبیاء پر جو حرف آتا تھا اور جو شبہ ان کے یکطرفہ اخلاق کے اظہار سے وارد ہوتا ہے، اس کا ازالہ بھی صرف اسی سے ہی ممکن ہے۔

رأفت و فروتنی اور مردانگی و شجاعت کے مخالف پہلوؤں کا صحیح اظہار

آنحضرت صلعم نے اپنی مدنی زندگی میں حمایتِ حق و توحید کے لئے اور آزادیٔ ضمیر و عمل کے قیام کی خاطر جب تلوار کے دفعیہ کے لئے تلوار اٹھائی اور جنگوں کو بادلِ نخواستہ قبول کر کے ان میں کامیابی حاصل کی تو آنجناب صلعم کے اس نمونہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا، کہ مکی زندگی میں جو حلم و صبر اور برداشت کے اعلےٰ اوصاف آنحضور صلعم اور آپ کی جماعت نے دکھلائے تھے تو یہ یکطرفہ طبعی رجحان کے غلبہ سے نہ تھے بلکہ عین موقعہ و محل کے مطابق ان اخلاق کا اظہار ہوا۔ مدنی زندگی نے یہ امر عیاں کر دیا کہ آنحضور صلعم اوّل درجہ کی جوانمردی، شجاعت، بہادری، غیرت اور باطل کا مقابلہ کرنے کے اوصافِ حمیدہ کے حامل تھے۔ ان سے تہی دست نہ تھے۔ لیکن مکی زندگی میں ان کے اظہار کے لئے ابھی حالات رونما نہ ہوئے تھے کیونکہ تبلیغِ حق کیلئے ابتدائی مرحلہ یہ ہے۔ کہ پہلے خوب کھول کھول کر بہ دلائل بات کو بار بار پیش کیا جائے دوسرا امر جو مردانہ جوہروں کے اظہار کے لئے ضروری تھا مگر مکی زندگی میں کامل طور پر رونما نہ ہوا تھا۔ یعنی یہ کہ مخالفوں کی طرف سے ایذا دہی اور استیصالِ حق کی تمام مساعی کامل نہ ہوئی تھی جس کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔ کہ حق پرست جماعت علاوہ ہدفِ طعنہ زنی دشنام طرازی و ملامت دہی اور بدنی و جسمانی ایذا دہی کے اپنے مال و وطن اور اعزاء و اقرباء سے بھی محروم کر دی جائے جب تبلیغ کا کمال اس حد تک ہو جائے اور تکالیف اس درجہ کمال پر پہنچ جائیں مگر پھر بھی باطل پرست اجتماعی رنگ میں حق پرست جماعت کو نیست و نابود کرنے پر چڑھ آئیں اس وقت صحیح موقعہ مردانہ جوہروں کے دکھلانے کا پیش آتا ہے اس سے قبل نہیں۔ ایک طرف باطل پرست اپنے ظلم جور و جفا میں انتہا پر پہنچ جاتے ہیں تو دوسری طرف حق پرست فروتنی یعنی حلم و صبر اور ترک مفاد میں اپنے کمال کو حاصل کر لیتے ہیں تب وہ حالات رونما ہوتے ہیں جب جوانمردی کے جوہر دکھلانے کا مناسب موقعہ و محل پیدا ہوتا ہے۔ فرقانی الفاظ میں ان امور کو مفصلہ ذیل الفاظ میں ادا فرمایا گیا ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا ـــــ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ـــــ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ـــــ الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

غور کرو جنگ کرنے کی اجازت کب دی گئی ـــــ جب ظلم کی انتہا ہو چکی، وطنوں سے محض اس لئے نکال دیا گیا کہ ضمیر کی آواز نہ کہی جا سکے۔ یعنی اپنا سچا عقیدہ بیان کرنے کی بھی آزادی نہ رہی۔ اگر اب بھی جنگ کی اجازت نہ دی جائے تو پھر یہ نتیجہ ہوگا کہ حقانیت و راستی دنیا سے نیست و نابود ہو جائے گی یا ذکر الٰہی معدوم ہو جائے گا ـــــ پھر دوسری جانب بھی غور کرو کہ اس مظلوم جماعت کی جنہیں اب مدافعانہ جنگ کی اجازت دی جا رہی ہے عملی حالت کیسی تربیت پا چکی ہے۔ یہ لوگ اقتدار حاصل کر کے اسے ذاتی مفاد و سربلندی کے لئے استعمال نہ کریں گے بلکہ ان کی حالت یہاں تک کمال تربیت پذیر ہو چکی ہے کہ وہ تو اپنے اثر و اقتدار سے بجز امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور کچھ حاصل نہیں کریں گے۔ تو پھر جب دنیا میں ضمیر کی آزادی قائم، ظلم کا خاتمہ اور نیکی کا قیام ہوتا ہے تو ایسا طریق کار تو بنی نوع انسان کے لئے سراسر باعث رحمت ہے اب یہ امر قابل توجہ ہے۔ کہ آنحضور صلعم نے جو ایک وقت عین موقعہ و محل کے مطابق خلق کے ایک پہلو کے اوصاف اظہار فرمائے اور کسی دوسرے وقت خلق عالیہ کے مخالف پہلو بھی مناسبت حالات سے ظاہر فرمائے۔ تو کیا یہ کوئی نقص و عیب کی بات ہے۔ کیا یہ تبدیلی ظاہر کرتی ہے کہ آپ مستقل مزاج و کردار کے مالک نہ تھے (نعوذ باللہ) یا بالکل اس کے برعکس یہ ثبوت پیش کرتی ہے کہ خلق کا جو پہلو بھی آنجناب صلعم نے ظاہر فرمایا اس کا باعث طبعی رجحان کا جوش و غلبہ نہ تھا۔ بلکہ آنحضور صلعم خلق کے دونوں پہلوؤں کو اپنی فطرت عالیہ میں اپنے کمال درجہ پر لئے ہوئے تھے۔ لیکن اظہار صرف ان اوصاف کا کرتے تھے جن کی ضرورت حالات کے ماتحت لاحق ہوتی تھی سوچو کہ کیا یہ کمزوری ہے۔ یا یہی وہ کمال تہذیب و تعدیل ہے جس کی انسان کو حاجت لازم پڑی ہے؟ جذبات و صفات پر ایسا مکمل غلبہ اور ان پر ایسی کامل حکمرانی کہ جب ان میں سے کسی کی ضرورت دکھلائی دے تو وہی صفت ظاہر ہو اس کے مخالف نہ ہو۔ ایک شہسوار کی مانند جس کے ہاتھ میں ایک زبردست و قوی جنگی گھوڑے کی باگ مضبوطی سے پکڑی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ جہاں مناسب سمجھتا ہے اسی طرف مناسب رفتار سے گھوڑے کو لے جانے کی قدرت رکھتا ہے ؎

پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل !
بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
نے بغلطش کس رسیدونے بزور
در شکستہ کیسہ ہر متکبرے

نہ صرف طبعی جذبات پر کامل قدرت حاصل ہے، اور خلق کے دونوں پہلو اپنے پورے جوش پر موجود ہیں بلکہ بصیرت و معرفت اور منزل مقصود کی شناخت اور حصول طریق میں بھی پورا کمال حاصل ہے۔

آنحضور صلعم کے سوانح سے یہ ثابت ہے کہ آنحضور صلعم نے نہ صرف ہر خلق کو اس کے عین موقعہ و محل پر صحیح صحیح مقدار و شکل میں ظاہر فرمایا۔ بلکہ دنیا کی فلاح و بہبود کی رو سے آنجناب کا طریق کار ہی بہترین نتائج لایا۔ اگر بعض مفسد و شریر افراد کا نیست و نابود کیا جانا عالم کی اصلاح کے لئے ضروری تھا تو عین محل و موقعہ کے مطابق ان کے اپنے عصیان و طغیان کی پاداش میں ان کو ہلاک کر دیا گیا، اور جہاں جہاں ذرہ بھر گنجائش اصلاح رہ گئی تھی وہاں معافی و محبت کر کے انہیں راہ راست پر آنے کی ہدایت کی گئی۔

آنحضرت صلعم نے جملہ انبیاء کی نبوت پر مہرِ تصدیق کیونکر ثبت کی

جیسے کہ تفصیلاً بیان کیا گیا خلق کے ایک ہی پہلو میں کمالِ اظہار سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس شخص نے صفت کا مظاہرہ جبلی مجبوری کے باعث کیا یا حالات پیش آمدہ کے اضطرار کی وجہ سے یا اپنے کامل قدرت و ارادۂ اختیار کو برت کر کہ اسی میں اُسے فلاح و بہبود کا راستہ نظر آیا؟ آخری نتیجہ تب ہی نکالنا صحیح ہوگا۔ جب ہمیں زندگی کی تاریخ میں خلق کے مخالف پہلو کا اظہار بھی نظر آ جائے جو ضرورت حقہ کے ماتحت ظاہر کیا گیا ہو۔ اور ہم پر واقعات سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس شخص کے ایسے بظاہر متضاد و مخالف افعال کا نتیجہ بنی نوع انسان کے حق میں مفید اور باعث رحمت نکلا۔ جب ہم ان اصولوں کو کسی سابق نبی پر منطبق کرتے ہیں تو کسی جگہ بھی نہ تو اختیار و ارادہ کے ماتحت صفات کا ظاہر کرنا ثابت کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہر ایک میں خلق کا صرف ایک پہلو کامل ظاہر کیا گیا دوسرے مخالف پہلو دکھلانے کے مواقع میسر ہی نہیں آئے اور نہ ہی کسی سوانح میں نسل انسانی کی عالمگیر فلاح و بہبود کا نشان ملتا ہے۔ یہ صرف ایک ہی نبی ہو گذرا ہے جس کے سوانح حیات اس قدر مسلم الثبوت اور تاریخی صداقت کا کامل درجہ رکھتے ہیں نیز ان میں انسانی اخلاق کے ہر پہلو کا کامل جلوہ دکھلا دیا گیا ہے جس سے کوئی ادنےٰ شک و شبہ باقی نہیں رہ گیا کہ کوئی جبلی استعداد معدوم و کمزور واقع نہ ہوئی تھی۔ بلکہ خلق کے ہر پہلو کو کامل رنگ میں دکھلایا گیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ جس جس وصف کی جہاں جہاں جلوہ گری کی گئی وہ اس کے عین موقعہ و مناسب محل ہوا۔

آنحضرت صلعم نے اپنی تعلیم میں جملہ انبیا کی صداقت و نبوت کو تسلیم کرنا اپنے دین کی بنیاد قرار دیا۔ بلکہ لا نفرق بین احد من رسلہ ہم کوئی تفریق روا نہیں رکھتے کی ندا بلندکی آنحضور صلعم کی تصدیق صرف لفظی ہی نہ رہی بلکہ دو رنگوں میں اسے عملی جامہ پہنایا گیا۔ ہر نبی کی سچی و صحیح تعلیم کو قرآن کریم میں جمع کر دیا نیز ہر سابقہ نبی کی شان یا خلق کے کسی ایک پہلو میں کمال کو آنحضرت صلعم کی زندگی میں یکجا کر دیا گیا ہے

اس سے نہ صرف عملاً ہر نبی کی تصدیق ہوگئی۔ بلکہ وہ شک وشبہ جو خُلق کے صرف ایک پہلو میں اظہار کے باعث دل میں پیدا ہوتا تھا اس کا بہ کمال و تمام ازالہ کر دیا۔ یعنی آنحضور صلعم کی زندگی نے یہ مُہرِ صداقت ثبت کر دی، کہ اگر پہلے انبیاء نے صرف ایک پہلو میں کمال کا مظاہرہ کیا تو یہ بات ان کی کسی ذاتی کمزوری و کمی کے باعث نہ تھی بلکہ حالات کے تقاضا سے ہی ایسا ہوا۔ اگر اس بارہ میں کچھ شک ہے تو میری زندگی دیکھ لو، یہاں خُلق کے ہر پہلو کا کمال جمع ہے۔ اس لئے کہ تمام حالات میری زندگی میں پیش آگئے اور میں نے ہر قسم کے حالات میں اسی قسم کے مناسب خُلق کا کامل اظہار کر دکھلایا۔ تو اگر مجھ سے سابقہ انبیاء کو بھی جملہ حالات کا سامنا ہوتا تو وہ بھی اخلاق کے جملہ پہلو ہی ظاہر کرتے۔ اس لئے کہ تمام انبیاء کی قلبی کیفیات و نیات ایک ہی قسم کی ہیں ان میں کسی قسم کی تفریق کرنا درست نہیں۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں۔ لو کان موسٰی وعیسٰی حیین لما وسعھما الا اتباعی اگر موسٰی وعیسٰی اس وقت زندہ ہوں تو انہیں بھی اسی طریق کا پیرگامزن ہونا ہوگا جس پر میں چل رہا ہوں۔ حالات کی مناسبت سے جہاں جہاں جو جو خُلق کے بیمنہ میں یا لا ارادہ ظاہر کرتا ہوں اگر وہ اسوقت موجود ہوں تو ایسا ہی کرنے میں مجھ سے اتفاق کریں۔

کامل، آخری و مُصدِّق نبی

آیت ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ میں لفظ خاتم بہ فتح یعنی بمعنی مہر جو لایا گیا ہے تو اس کے استعمال میں بھی یہی حکمت مخفی ہے۔ کہ جب تلک آنحضرت صلعم کی زندگی کے واقعاتِ حقہ کی مہر دوسرے انبیاء پر ثبت نہ کی جائے تب تک ان کی نبوت کا کامل طور پر ثابت ہونا مشکل و محال امر ہے نہ تو ان میں کسی کے واقعات زندگی پر تاریخ تواتر کی ایسی یقینی روشنی کا پڑنا ثابت ہے۔ اور نہ ہی یک طرفہ خلق کے اظہار کے باعث طبعی و جبلّی کمزوری کا جو شبہ وارد ہوتا ہے اس کا ازالہ کسی طرح ممکن ہے۔ یہ صرف آنحضرت صلعم کے سوانحِ حیات اور واقعاتِ مثبتہ ہیں جن سے جملہ انبیاء کی نبوت پر مہر صداقت ثبت ہوتی ہے آنحضرت صلعم محض اس معنی میں آخری نبی نہیں کہ تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے بلکہ آخری نبی اس لئے ثابت ہوتے ہیں کہ آپ کی مہر نبوت و صداقت کے بغیر سابقہ انبیاء کی نبوت کا معاملہ شک و شبہ میں رہ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آنحضور صلعم کو تاجِ مُرسلین و رحمۃ للعالمین کے عالی خطابات عطا ہوئے

وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاجِ مُرسلیں ہے
وہ طیب و امین ہے اس کی ثنا یہی ہے
اللّٰھم صلی علٰی محمدٍ وعلٰی اٰلِ محمدٍ۔

آنحضور صلعم کے بعد نبوت صرف اس لئے بند نہیں کہ جملہ اخلاق کا اظہار بتمام و کمال ہُوا بلکہ اس لئے بھی کہ اس پر کچھ زیادت ممکن نہیں، زیادت تو تب ممکن متصور ہو جب خُلقِ عظیم کوئی ارتقائی حقیقت ہو۔ مگر وہ تو جیسے اوپر ثابت کیا گیا ایک صحیح صحیح نقطۂ اعتدال و توازن کا نام ہے جب ایسا صحیح صحیح توازن قائم ہو جائے۔ جو عین حالات کے مناسب موقعہ کے مطابق ہو اور یہ تعدیل جملہ پہلوؤں پر حاوی ہو۔ اس لئے جملہ اخلاق کا اظہار ہو تو اس کے بعد ارتقاء کیسا اور زیادتی کی کیا گنجائش باقی رہ گئی! اسی لئے آنحضور تینوں القاب کے مستحق ٹھہرے۔ انبیاء کی رسالت پر مُہرِ تصدیق ثبت کرنے والے، کامل نبی اور آخری نبی ؛

خُطبۂ جُمعہ (بقیہ ص۶)

وانثیٰ ایک ماں باپ سے ہم نے تم کو پیدا کیا، وجعلناکم شعوبًا وقبائل، پھر کوئی پہاڑوں میں چلے گئے اور کوئی افریقہ اور یورپ اور امریکہ کے میدانوں میں۔

بولیوں اور رنگ کا اختلاف

وہاں کی آب و ہوا اور موسموں کے تغیرات نے اُن کے رنگ الگ الگ کر دیئے اور بولیاں بھی مختلف ہو گئیں۔ ہر گروہ در گروہ کیوں ہو گئے لتعارفوا متمیّز کرنے کے لئے کہ کون کس جگہ کا رہنے والا ہے۔ پچھلے دن میں وزیرآباد جا رہا تھا، جس ٹرین میں ہم بیٹھے وہاں دو امریکن لیڈیاں تھیں ان کی بولی، لہجہ اور گفتگو کو پہچان کر ہم نے سمجھ لیا کہ وہ امریکن ہیں، یہ تو صرف تمیز کرنے کے لئے ہے ورنہ نسل کے لحاظ سے انسانیت میں کوئی فرق نہیں جس طرح ایک شیشم کا درخت جہاں کہیں بھی ہو، شیشم ہی کا درخت کہلاتا ہے، اور اس کے خواص و اثرات ایک ہی ہیں، جس طرح مرغی ہر جگہ ایک ہی طرح کی ہے اور یورپ میں بھی ویسا ہی انڈا دیتی ہے جیسے یہاں۔ اور اس انڈے کے خواص ایک ہی جیسے ہیں، گھوڑا، گائے سب جگہ ایک ہی صفات کے مالک ہیں، اسی طرح انسان بھی ہر جگہ انسان ہی ہے، رنگ کوئی ہو، بولی کوئی ہو، جہاں بھی ہوں ایک ہی ہیں،

فوقیت کا انحصار سیرت اور کیریکٹر پر

فوقیت اگر کسی میں ہے تو کیریکٹر اور سیرت کی وجہ سے ہو سکتی ہے، ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اولی الناس بی المتقون میرے قریبی لوگ تو وہ ہیں جو متقی ہیں، من کانوا خواہ وہ کسی نسل کے ہوں حیث کانوا کسی وطن کے ہوں افریقہ کے جنگلوں میں بھی رہتے ہوں تو انسان ہی ہیں، اور حیوان ہیں سے نیک، راستباز اور متقی ہو وہ اولی الناس ہے، گویا یہ قانون عام کر دیا کہ فضیلت کا حقدار وہی ہوگا جو متقی ہوگا، اگر کوئی مسلمان کسی ہندو کے مقابلہ میں بُرا فعل کرے اور ہندو اپنی سیرت اور کیریکٹر کے لحاظ سے اچھا ہو تو ہندو کو ہی اچھا کہا جائے گا، مسلمان کو اچھا نہیں کہہ سکتے۔

ایک خدا اور ایک باپ

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ان ربکم واحد وان اباکم واحد تمہارا خدا ایک تمہارا باپ ایک ہے پس تم بھائی بھائی ...... بن کر رہو حضور کے یہ نظریات و اعتقادات، دنیا کے لئے موجب رحمت و برکات ہیں بالخصوص عیسائیوں کے لئے جن کے خداوند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراضات کو دُور کیا اور ہمارے امام نے ہندوؤں کے مقدس پیشواؤں کو بھی انبیاء میں شامل کیا، بلکہ ایک حدیث میں ہے کان فی الھند نبیًا اسود اللون اسمہ کاھن، ہندوستان میں بھی ایک نبی ہوا ہے اس کا رنگ سیاہ تھا اور اس کا نام کاہن تھا۔

احسان فراموشی

یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہندوؤں پر بھی ہے کہ مسلمان اُن کے پیشواؤں کی عزت کریں دوسروں کے ساتھ انصاف اور دوسروں کے بزرگوں کی تعظیم یہ نبی کریم صلعم کا قاعدہ تھا، لیکن اس کے باوجود آج بیسویں صدی میں ہمارے مسلمان بھائیوں پر بڑا ظلم ڈھایا جا رہا ہے جو پرلے درجہ کی احسان فراموشی ہے ؛

کامیاب ترین شخصیت

(بقیہ از صفحہ ۸)

کو اپنا حقیقی بھائی تصور کیا۔ پناہ دی، اور اپنی جانیں بیچکر دشمنوں سے ان کی حفاظت کی۔ اہل مدینہ کے کانوں میں یہودیت کی آواز سرحد سے آ رہی تھی لیکن یہ تاثیر پیغمبر عرب ہی کے الفاظ میں تھی، جس نے مدینہ والوں کو یکلخت بیدار کر دیا، اور زندگی کی رُوح چھوٹے سے بڑے تک میں پھونک دی "

قرآن کریم ختم نبوت کی زبردست دلیل ہے

(۳) آپ پر جو کتاب نازل ہوئی وہ محفوظ ہے اور کوئی دوسری الہامی کتاب محفوظ نہیں اس کا اقرار بھی دشمنوں کو ہے۔ اور یہ امر آپ کی ختم نبوت پر نہایت زبردست دلیل ہے۔ آپ کی وحی ہدایت کو اس لئے خدا نے محفوظ کرنے کا ذمہ لیا ہے کہ وہ ایک کامل مکمل ہدایت ہے اور اس کے بعد کسی ہدایت اور نبوت کی ضرورت نہیں ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر وشد اختتام (حضرت مسیح موعود)

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی
یا یھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

انسانِ کامل

شیخ غلام قادر صاحب

محمدؐ است امام و چراغِ ہر دو جہاں
خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا
محمدؐ است فروزندۂ زمین و زمان
خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

انسان اپنی فطرت میں دو قسم کی قوتیں (جوہر) لے کر نمودار ہوا یعنی، قوتِ ملکوتی اور قوتِ حیوانی ان ہر دو قوتوں کو اعتدال میں رکھنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کا سلسلہ قائم فرمایا اور ہر دور میں بمقتضائے زمانہ ان بزرگ ہستیوں کے ذریعہ انسان کو حسبِ ضرورت قوانین عطا فرمائے۔ حتیٰ کہ

وہ وقت بھی آ پہنچا جبکہ وادیئے غیر ذی ذرع سے اٹھ کر ایک اُمی شخص (علیہ التحیاۃ والسلام) نے انسانیت کے جوہر کو کامل اور اکمل اور اتم طور پر نمایاں کیا ؎

شد عیاں از وے علی الوجہ الاتم
جوہرِ انسان کہ بود آں مضمرے (مسیح موعود)

اور عرب کے ریگستان کے ذروں کو وہ تابانی بخشی کہ آفتاب نصف النہار کی طرح چمک اٹھے اور اپنی ضیاباری سے نہ صرف عرب کو بلکہ دنیا کے تاریک و تار خطوں کو منور کر دیا ؎

آفتابِ ہر زمین و ہر زمان
رہبرِ ہر اسود و ہر احمرے
تاخت اوّل بر دیارِ تازیاں
تازیانش راشود درماں گرے
بعد ازاں آں نورِ دین و شرعِ پاک
شد محیطِ عالمے چوں خیبرے

یعنی آفتاب بن کر ہر زمین اور ہر زمان کو روشن کیا۔ اور ہر اسود و احمر کی راہنمائی فرمائی پہلے وہ ملک عرب پر چمکا تاکہ اس ملک کی تاریکیوں کو دور کرے

بعدازاں وہ روشنی اور تزکیہ نفس اور پاک شریعت۔ تمام عالم پر آسمان کی طرح محیط ہو گئی دنیا کو علم و حکمت کا درس دیا اور لوگوں کا جو روحانی طور پر مر چکے تھے تزکیہ نفس کیا۔ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ؎

اُمی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حجتے روشن ترے (مسیح موعود)

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد　حافظؒ

یعنی۔ میرا محبوب اگرچہ نہ کبھی مکتب میں پڑھا اور نہ لکھنا سیکھا۔ لیکن اشاروں اشاروں میں اُس نے ہزارہا اہلِ علم کو حکمت کے اسرارِ سربستہ اور نکاتِ معرفت سکھلا دیئے

متمم مکارمِ اخلاق

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متمم مکارمِ اخلاق بن کر دنیا کی سٹیج پر نمودار ہوئے

فبما رحمۃٍ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک ؎

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ
بادشاہ و بیکساں را چاکرے
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے
ناتواناں را بہ ہمت دستگیر
خستہ جاناں را بشفقت غمخورے (مسیح موعودؑ)

یعنی۔ اگرچہ وہ آقا ہے مگر کمزوروں کا کارکن ہے۔ وہ بادشاہ ہے مگر بے کسوں کا چاکر ہے۔ ہاں وہ مہربانیاں جو مخلوق نے اس سے دیکھیں وہ کسی نے اپنی مادرِ مہربان میں بھی نہیں پائیں۔ کمزوروں کا رحمت کے ساتھ ہاتھ تھامنے والا ہے اور ناامیدوں کا شفقت کے ساتھ غمخوار

تیغِ حلم از تیغِ آہن تیز تر
بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر۔ رومی رحؒ

یقیناً تیغِ حلم آہنی تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ بلکہ سینکڑوں لشکروں سے زیادہ موجبِ فتح و نصرت ہے۔

قرآن کریم میں اخلاقِ عالیہ کا درس

قرآن حکیم میں جو احکام اس مضمون سے متعلق ہیں کسی ایک جگہ اکٹھے نہیں کئے گئے بلکہ اس کتاب مقدس میں ایسی سچی مصلحت سے متفرق طور پر بیان کئے گئے ہیں کہ اس کتاب کے پڑھنے اور سننے والوں کو ہر وقت اور ہر مضمون کے ساتھ ان نیکیوں اور اخلاقِ عالیہ کی تلقین اور یاد دہانی ہوتی رہے اور جس مقام کو انسان بلا قصد اور بلا تعین پڑھے وہیں یاد دہانی ہوتی ہے کوئی نہ کوئی نصیحت ضرور پائے۔

مثلاً قرآن مجید ہمیں سکھلاتا ہے کہ ہم بدی کے عوض میں نیکی کریں

(۱) ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اولٰئک لہم عقبی الدار (رعد۔ ۲۰)

(۲) اولٰئک یؤتون اجرہم مرتین بما صبروا ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ (قصص۔ ۵۴)

(۳) ادفع بالتی ھی احسن (مومنون ۹۸)

(۱) یعنی جو لوگ بُرائی کے عوض بھلائی کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کا انجام اچھا ہے اور بہتر دارِ آخرت ہے۔

(۲) ان لوگوں کو دُہرا اجر ملے گا۔ اس لیئے کہ انہوں نے صبر کیا اور بھلائی کرتے ہیں بُرائی کے بدلے۔

(۳) بُری بات کا جواب اس طرح دے جو کہ بہتری اور اصلاح پر مبنی ہو۔

قرآن مجید نے ایسی نیکی کرنے کے نتائج بھی بتلا دیئے

(۱) ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقّٰھا الا الذین صبروا وما یلقّٰھا الا ذو حظ عظیم (حٰم سجدہ)

یعنی۔ نیکی اور بدی برابر نہیں۔ بدی کا جواب نیکی میں دو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی کی دیوار حائل تھی۔ ایسا بن جائے گا جیسا کہ ایک دوست یا رشتہ دار ہوتا ہے اور یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ سعادت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بہت خوش قسمت ہوتے ہیں ؎

در بہر زخمے تو پر کینہ شوی۔ پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
اور اگر ہر تکلیف پر جو تجھے دوست　یا دشمن سے پہنچے
اپنے سینہ کو کینہ کا دفینہ بنائے گا تو پھر کس طرح تو صیقل کے بغیر آئینہ بن سکتا ہے

بُرائی کا بدلہ اور معافی

پھر قرآن شریف جو اخلاقِ محمدیؐ کا آئینہ دار ہے ہمیں یہ بھی سکھلاتا ہے کہ بدلہ لینا اگرچہ معروف یا مقتضائے عدالت ہے اور ایسا کرنا آسان بھی ہو مگر اس کے کریمانہ اخلاق کا یہی حکم ہے کہ مخالفین کی خطاؤں اور بُرائیوں کو معاف کرو اور عموماً درگذر کرو بشرطیکہ اس درگذر میں اصلاح کی صورت دیکھو

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ (الشوریٰ۔ ۴۸)

بُرائی کا بدلہ بیشک بُرائی ہی ہے مگر جو کوئی معاف کرے اور معافی میں اصلاح حال دیکھے تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لہو خیر للصابرین (نحل)

اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسقدر جتنی تم کو تکلیف پہنچی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیئے

فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ (بقرہ)

پس معاف کرو اور درگذر کرو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں کوئی حکم اپنی جناب سے بھیجے

فاعف عنہم واصفح ان اللہ یحب المحسنین (مائدہ)

سو معاف کر اور درگذر کر ان سے اللہ تعالیٰ بے شک دوست رکھتا نیکی کرنے والوں کو

فاعف عنہم وقل سلام (زخرف)

سو تو ان سے درگذر کر اور سلامتی کا راستہ اختیار کر ؎

بخلق و لطف تواں کرد صیدِ اہلِ نظر
بہ دام و دانہ نگیرند مرغِ دانا را۔ حافظ رحؒ

یعنی اہلِ نظر خلق و مروت سے مطیع ہو سکتے ہیں دانا مرغ کو دانے اور جال سے نہیں پکڑ سکتے

ابرد تو خانۂ دل را فرو روب
مہیا کن مقام و جائے محبوب
چو تو بیروں شدی او اندر آید
بتو بے تو جمال خود نماید۔ (گلشن راز)

یعنی۔ جا اپنے خانہ دل کو صاف کر (وجود کے خس و خاشاک سے) اور محبوب کے واسطے جگہ تیار کر (تا کہ صفات الٰہی سے تو متصف ہو جائے)

جب تو (خودی۔ خود نمائی اور خود بینی سے) باہر ہو جائے گا۔ تو وہ (باری تعالیٰ) اندر آ جائے گا۔ اور تجھے تیرے بغیر (ہوا و حرص اور خودی) اپنا جمال دکھائے گا (اور تیرے تمام اعضا کا بن جائیگا) ؎

کے شود گلزار و گندم زار ایں
تا نگردد زشت و ویران ایں زمیں
کے شود بستان و کشت و برگ و بر
تا نگردد نظم او زیر و زبر۔ (رومی رح)

یعنی اگر یہ زمین (قلبہ رانی سے گویا) ویران اور خراب نہ ہو تو یہاں باغ اور گندم کے کھیت کیسے بنیں۔ جب تک زمین کو زیر و زبر نہ کر دیا جائے باغ کھیتیاں اور پیداوار کیسے ہو اور اس سے زیادہ اور بھی صاف کر دیا

یا ایہا الذین اٰمنوا ان من ازواجکم و اولادکم عدوا لکم فاحذروھم و ان تعفوا و تصفحوا و تغفروا فان اللہ غفور رحیم (تغابن)

اے ایمان والو بعض تمہاری بیویاں اور اولاد دشمن ہیں سو اُن سے بچتے رہو اور اگر معاف کرو اور درگذر کرو اور بخشو تو اللہ تعالیٰ ہے بخشنے والا مہربان۔

دشمنوں سے مہربانی اور درگذر کیوں پسندیدہ ہے فرمایا

و لیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم (نور - ۲۳)

اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے تم کو

عدل اور انصاف

باہمی معاشرت میں (خواہ اہل معاشرت غیر مسلم ہوں) عدل اور انصاف سے معاملہ کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا

ان اللہ یامر بالعدل و الاحسان (نحل)

اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ انصاف اور بھلائی کرو

نیکی پر تعاون کا حکم

و تعاونوا علی البر و التقوٰی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان (مائدہ)

آپس میں نیک کام پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور نہ کسی کی مدد کرو گناہ پر اور زیادتی پر

دشمنی کی حالت میں عدل سے کام لو

کسی کی دشمنی کی وجہ سے انصاف کا دامن نہ چھوڑو۔

یا ایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط و لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی (مائدہ)

اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کو اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات قریب ہے تقویٰ کے

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم و لو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنھم و استغفر لھم

یہ کچھ خدا تعالیٰ ہی کی مہربانی ہے کہ تو اُن کو نرم دل ملا اور اگر تو سنگدل اور سخت ہوتا تو تیرے پاس سے بھاگ جاتے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے لئے دعائے مغفرت کر۔

جنگ کے موقعہ پر مخالف سے سلوک

جنگ و قتال کی حالت کا کوئی ایک خاص قاعدہ ہماری معاشرت کا دستور العمل نہیں بلکہ ہماری حسن معاشرت کا عام حکم ہے

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین (ممتحنہ)۔

اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا اُن سے جو تم سے نہ لڑیں دین کے معاملہ میں اور نہ نکالا تمہیں گھروں سے کہ اُن سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انصاف والوں کو ؎

ہر کہ ترسید از حق و تقوٰی گزید
ترسد از دے جن و انس و ہر کہ دید (رومی رح)

یعنی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اُس سے جن اور انسان اور جو بھی اسے دیکھتا ہے ڈرتا ہے (اللہ تعالیٰ اسے رعب اور دبدبہ بخشتا ہے)

مذہب میں جبر نہیں

قرآن شریف میں جہاں مخالفوں سے ایسی نیکیاں اور نیک سلوک کرنے کے احکام موجود ہیں وہاں مذہب کے بارے میں۔۔ عدم اکراہ کے احکام بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

(۱) فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر (غاشیہ)

پس تو وعظ و نصیحت سے انہیں سمجھا تیرا کام سمجھانا ہے تو ان پر داروغہ نہیں

(۲) قل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل و علیکم ما حملتم و ان تطیعوہ تھتدوا و ما علی الرسول الا البلاغ المبین (نور)

تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم اس کی طرف سے مُنہ پھیرو گے تو اُس کی ذمہ ہے۔ جو ذمہ داری اس پر رکھی گئی اور تمہارا ذمہ ہے جو تم پر رکھا گیا اگر اس کا کہا مانو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور ہمارے رسول کے ذمہ سوائے اس کے نہیں کہ ہمارا پیغام پہنچا دے

(۳) فان تولوا فانما علیک البلاغ

پھر اگر وہ پھر جاویں تو تیرا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔

(۴) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ و من تولی فما ارسلنٰک علیھم حفیظا (نساء)

جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو اُلٹا پھرا تو ہم نے تجھے اُن پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

(۵) اتبع ما اوحی الیک من ربک لا الٰہ الا ھو و اعرض عن المشرکین (انعام)

تابعداری کر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے حکم کی جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مت التفات کر مشرکوں کی طرف

(۶) افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین (یونس)۔

کیا جبر کرے گا لوگوں پر کہ وہ مسلمان مومن بن جائیں۔

(۷) و ما انت علیھم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید (ق)

اور تو ان پر جبر کرنے والا نہیں سو تو نصیحت کر قرآن سے اس کو جو ڈرتے ہیں وعید سے

ان ھٰذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا (دھر)

یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے وہ اپنے رب کی راہ اختیار کرے

لکم دینکم و لی دین (کافرون)

تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین

لا اکراہ فی الدین

دین میں کچھ زبردستی نہیں۔

حالت جنگ میں طالب امن کے ساتھ سلوک

عین جدال و قتال کی حالت میں بھی مشرک طلبگار امن ہو کر جماعت اسلام کی طرف چلا آئے تو اُسے صرف قرآن سنا دینے اور اُسے امن کی جگہ پہنچا دینے کا حکم ہے اور یہ قیامت تک جاری و ساری ہے۔

و ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانھم قوم لا یعلمون (براۃ - ۵)

اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدو جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سن لے۔ پھر اسے ایسی جگہ پہنچا دو جہاں وہ اپنے لئے امن سمجھے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگ اصل حقیقت کو نہیں جانتے

مقاتلات اسلامی

یہاں چونکہ مقاتلات اسلامی کا ذکر آگیا ہے۔ لہٰذا ہم یہاں دکھاتے ہیں کہ یہ مقاتلات صرف مدافعت کی غرض سے وقوع میں آئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

و لو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوٰت و مساجد (حج) - اگر اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے نہ روکتا تو یقیناً گرائے جاتے سب تکئے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں۔

ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین

من الرجال والنساء والولدان یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلہا (نساء)
کیا وجہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ لڑو حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے کہتے ہیں کہ یارب ہم کو اس شہر سے جس کے لوگ ظالم ہیں نکال دیجے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مدافعت کی جنگ میں ابتدا مخالفوں کی طرف سے ہوئی جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے
ھم بدءوکم اول مرۃ (توبہ) اور مسلمانوں کو حکم ہوا تھا ولا تعتدوا (بقرہ)

قیدیوں سے سلوک

اب لڑائی کے بعد مغلوب اور مقید مخالفوں کے واسطے عام حکم دیدیا کہ یا انہیں احسان کر کے مفت چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو
حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا ذالک ولو یشاء اللہ لانتصر منھم ولکن لیبلوا بعضکم ببعض (محمد)
پھر جب تم ان پر غالب آجاؤ تو قید کر لو اور بعد اس کے یا احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ لڑائی بند ہو جائے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں (اور طرح) سزا دیدے لیکن (جنگ اس لئے ہوئی) تاکہ تمہیں ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائے

بے نظیر اخلاق

الغرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ جیسا کہ ان آیات اور آپ کے پاکیزہ اعمال سے ظاہر ہے دنیا میں کسی دوسرے شخص میں نہیں پائے جاتے ؎
لہٗ درجات لیس فیہا مشارک
شفیع یزکینا دید فی المبعث (مسیح موعود)
اس کے درجے ایسے بلند ہیں کہ کوئی ان میں اسکا شریک نہیں وہ شفیع ہے جو ہم کو پاک کرتا ہے اور دراندہ درگاہ کو مقرب بناتا ہے

یہاں ایک دو حدیثیں بطور مثال درج کی جاتی ہیں ورنہ اس مضمون پر احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے
(۱) احسن خلقک للناس ۔ مالک ۔
لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آیا کرو
(۲) اکمل المومنین ایماناً احسنھم خلقاً وخیارکم خیارکم لاھلھم ۔ ابوداؤد
ایمان کے لحاظ سے وہی شخص پکا مومن ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے متعلقین سے اچھا ہے۔
(۳) ما من شیئ اثقل فی میزان المؤمن یوم القیامۃ من خلق حسن وان اللہ لیبغض الفاحش البذیئ ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی
قیامت کے دن مومن کے اعمال کے ترازو میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ بدگو بدزبان کو بہت برا سمجھتا ہے

حضرت مسیح موعود اخلاق نبوی پر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی عظمت کے متعلق براہین احمدیہ میں لکھا ہے۔ کہ
"حضرت موسیٰ بردباری اور حلم میں بنی اسرائیل کے تمام نبیوں سے سبقت لے گئے تھے اور بنی اسرائیل میں نہ مسیح اور نہ کوئی دوسرا نبی ایسا ہوا جو حضرت موسیٰ کے مرتبہ عالیہ تک پہنچ سکے توریت سے ثابت ہے جو حضرت موسیٰ رفق اور حلم اور اخلاق فاضلہ میں سب بنی اسرائیل کے نبیوں سے بہتر اور فائق تر تھے جیسا کہ گنتی باب دوازدہم آیت سوم توریت میں لکھا ہے کہ موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا۔ سو خدا تعالیٰ نے توریت میں موسیٰ کی بردباری کی ایسی تعریف کی جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں میں سے کسی کی تعریف میں کلمات بیان نہیں فرمائی۔
"ہاں جو اخلاق فاضلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ حضرت موسیٰ سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام ان اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا انک لعلیٰ خلق عظیم۔ تو خلق عظیم پر ہے اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کی انتہا کے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہاں تک درختوں کے لئے طول و عرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہاں تک اخلاق فاضلہ و شمائل حسنہ نفس انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاق کاملہ تامہ نفس محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ یعنی تیرے پر خدا تعالیٰ کا سب سے زیادہ فضل ہے اور کوئی نبی تیرے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی تعریف بطور پیشگوئی کے زبور باب ۴۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا۔ (براہین احمدیہ)

نبوت محمدیہ کی ذاتی فیض رسانی

پھر حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔
"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گزر چکیں۔ ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل ہے اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں تمام سچائیاں جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے"
"لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تعالیٰ تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں۔ بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے
(رسالہ الوصیت صفحہ ۱۲، ۱۳)

؎ ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے ۔ (مسیح موعود)

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل
آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است
ہمچو طفلے پروریدہ دربرے
آنکہ در برّ و کرم بحرِ عظیم
آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جود و سخا ابرِ بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحمِ حق را آیتے
آں کریم و جودِ حق را مظہرے
آں رُخِ فرخ کہ یک دیدارِ او
زشت رو را میکند خوش منظرے
(مسیح موعود)

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات اور اسوۂ حسنہ

(محمد سلطان نظامی)

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیماً ۝ (الاحزاب : ۴۰)

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

آنحضرت صلعم سے پہلے جو پیغمبر آئے

نسل آدم کی فلاح وبہبود کے لئے خالق کائنات نے لاتعداد پیغمبر ومرسل مبعوث فرمائے۔ . . . . بعض نے ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی لیکن خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ مشہور پیغمبروں کے نام یہ ہیں :-

حضرت آدمؑ۔ حضرت شیثؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت لوطؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت اسحٰقؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ۔ حضرت یعقوبؑ۔ حضرت یوسفؑ۔ حضرت موسٰیؑ۔ حضرت شعیبؑ، حضرت عزیرؑ۔ حضرت ہارونؑ۔ حضرت ایوبؑ۔ حضرت سلیمانؑ حضرت زکریاؑ۔ حضرت یحیٰؑ۔ حضرت صالحؑ۔ حضرت الیاسؑ حضرت عیسٰیؑ۔ حضرت کرشنؑ۔ حضرت رامچندرؑ۔ حضرت بدھؑ حضرت مہاویرؑ۔ حضرت کنفیوشسؑ۔ اور حضرت زرتشتؑ

سابق انبیاء اور حضرت نبی کریم صلعم کی کامیابی

یہ وہ پیغمبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مختلف اقوام اور ممالک کے لئے مصلح ومعلم بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور انہیں خاص خاص اقوام اور ممالک کی فلاح وبہبود کے لئے الہامی کتب بھی مرحمت فرمائیں۔ ان مرسلین کو اپنے اپنے حلقہ تبلیغ میں گو کامیابی بھی نصیب ہوئی مگر اس قدر شاندار نہیں جس قدر خاتم النبیین، معلم کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی۔ بعض اقوام تو اپنے پیغمبروں کے زمانہ حیات ہی میں توحید سے منحرف ہو کر گوسالہ پرستی، شخصیت پرستی وغیرہ میں لگ گئیں۔ اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے ماننے والوں نے اپنے پیغمبروں کو خدا کا درجہ دے دیا۔ بعض نے دو۔ بعض نے تین اور بعض نے تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں اور کروڑوں دیوتا بنائے۔ اور یہیں تک بس نہ کی بلکہ الہامی کُتب میں بھی اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تحریف کر ڈالی لیکن پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دورِ حیات ہی میں اسلام کو پھلا پھولا دیکھا۔ آپؐ کے معتقدین نہ صرف آپؐ کے زمانہ حیات ہی میں تقویٰ وایمان کی بلند منازل پر فائز ہو گئے بلکہ آپ کے بعد بھی انہوں نے تقویٰ اللہ کے ایسے شاندار نمونے دکھائے کہ دنیا انگشت بدنداں ہے۔ انہوں نے اسوہ حسنہ رسول اکرم صلعم کو اپنے عملی نمونہ سے واضح کیا اور قرآن پاک کو اپنے قلب ودماغ میں جگہ دے کر دنیا کو امن وسلامتی اور علم وحکمت سے بھر دیا۔ یہ فخر آج بھی جناب رسالت پناہ ہی کو حاصل ہے کہ مسلمان آج بھی توحید الٰہی کے قائل ہیں۔ اسوہ حسنہ رسول مقبول کو عملی جامہ پہنانا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ آج بھی قرآن پاک من وعن بالکل محفوظ موجود ہے آج بھی لاکھوں مسلمانوں کو اس غیر فانی نبی کی غیر فانی کتاب کو زبانی حفظ کرنے کا فخر حاصل ہے اور یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو الفاظ فرمائے تھے کہ "اے اللہ! میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا" وہ آج بھی ہر عقیدہ اور ہر مشرب کے مسلمان کے لئے قابلِ عمل سمجھے جاتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی کسی انسان نے آپ کی قبر کو سجدہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور انشاء اللہ قیامت تک مسلمان رسول اکرم صلعم کے ان بے نظیر الفاظ کی حقیقت وعظمت سمجھتے ہوئے کبھی اس حماقت کے مرتکب نہ ہوں گے۔

رسول کریم صلعم کی بعثت کے وقت دُنیا کی حالت

جب اقوام عالم نے اپنے پیغمبروں کی تعلیمات وکتب میں نفسانی خواہشات کے مطابق تحریف کر لی اور ان کی حقیقی تعلیم کو فراموش کر دیا تو ان پر شیطان نے اپنا تسلط جما لیا۔ ہر قسم کی طاغونی طاقتوں نے اُن کو گھیر لیا جس کے نتیجہ میں رحم وکرم کی جگہ ظلم وستم نے لے لی۔ توحید سے منحرف ہو کر بت پرستی اختیار کر لی گئی۔ امن وچین کو فراموش کر کے جنگ وجدل کو اپنا شیوہ ٹھہرا لیا۔ ہر طرف بے چینی پریشانی اور تباہی ہی تباہی پھیل گئی۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون (الروم : ۴۱)

"لوگوں کی بد اعمالیوں سے خشکی وتری میں فساد ظاہر ہوا تاکہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھایا جائے شاید کہ وہ رجوع کریں"

کرۂ ارض کے شرق وغرب میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ مخلوق اپنے پیغمبروں، الہامی کتب، ارشادات ربانی اور سیرت پیغمبر کو فراموش کر چکے تھے، ہر طرف دہریت، بت پرستی اور قتل وغارت کا دَور دورہ تھا۔ فسق وفجور اپنی انتہاء کو پہنچ چکے تھے۔ ظلم وستم سے انسان تو انسان حیوان بھی پریشان ہو چکے تھے۔ مختصر یہ کہ مخلوق خدا اس امر کا تقاضا کر رہی تھی کہ کسی ایسی ہستی کو مبعوث فرمایا جائے جو نسل آدم تو کیا ہر جاندار کے لئے باعث رحمت ہو۔ ہر امت سراسیمگی کی حالت میں اپنے پیغمبروں کی اس پیشینگوئی کے پورا ہونے کی ملتجی تھی۔ کہ سب سے آخر ایک ایسا نبی مبعوث ہوگا۔ جو اپنے نور سے کارگاہ عالم کو منور کر دے گا اور دنیا سے فسق وفجور کو دُور کر کے نیکی اور راستبازی سے بھر دے گا۔ مخلوق ہمہ تن بارگاہ الٰہی میں اس ہادی ومشفق نبی کی بعثت کے لئے دست بدعا تھی۔

حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت

مخلوق کے اس ارادے، التجا اور دعا کو قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے جناب خاتم النبیین، رحمت للعالمین معلم کائنات، سردار انبیاء، نبی امی حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ گذشتہ پیغمبروں کی پیشینگوئی کو پورا کرتے ہوئے مخلوق خدا کو امن کا درس دیں، توحید کا پرستار بنائیں اور اس دین کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں، جس کی تعلیم وتدریس کے لئے گذشتہ پیغمبر مبعوث ہوئے تھے۔

خاتم الانبیاء اور خاتم الکتب

آمدم بر سرِ مطلب جس طرح آپؐ خاتم الانبیاء ہیں بعینہٖ وہ الہامی کتاب جو آپ کو نسلِ آدم کی فلاح وبہبود کے لئے رب العزت نے مرحمت فرمائی خاتم الکتب ہے۔ جس طرح آپ گذشتہ تمام انبیاء کے مصدق ہیں، قرآن پاک بھی گذشتہ تمام الہامی کُتب کی تصدیق کرتا ہے اگر آپؐ نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ کل انبیاء کی تعلیم ایک ہی تھی تو قرآن پاک نے بھی بہ بانگ دہل اس حقیقت کی منادی کر دی کہ تمام الہامی کُتب میں توحید ووحدانیت کی ہی تعلیم تھی۔ اگر آپؐ نے اس امر کی وضاحت فرمائی کہ کل انبیاء انسان تھے اور وہ مخلوقِ خدا کی فلاح وبہبود کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور ان کا مقصد خالق کائنات کی ہستی کو واضح کرنا تھا نہ کہ خود کو خدا بنانا۔ تو قرآن پاک نے بھی اس امر کا درس دیا کہ ہر الہامی کتاب میں مخلوق کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ عقل وشعور سے کام لیتے ہوئے اندھا دھند تقلید کو چھوڑ دیں۔ ہر قسم کی نفسانی خواہشات کی پرستش کو چھوڑ کر صرف خالقِ کون ومکان ہی کو قابلِ ستائش سمجھیں۔

اسوۂ حسنہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیراً ۝ (الاحزاب : ۲۱)

"یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسُول میں ایک نیک نمونہ ہے اس کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے"

دُنیا میں جس قدر پیغمبر ومرسل اور نبی آئے اُن کے

متعلق مختلف قصے کہانیاں تو ضرور مشہور ہیں لیکن کسی ایک کا اسوۂ حسنہ اور سیرت جامع اور مکمل طور پر دنیا میں موجود نہیں۔ دوسرے کا کیا کہنا وہ اقوام جن میں وہ مرسل مبعوث ہوئے وہ بھی اُن کی سیرت اور اسوۂ حسنہ سے ناواقف ہیں۔ اور کوئی قوم بھی یقینی طور پر اپنے انبیاء اور مرسلین کے متعلق اُن کے حالاتِ زندگی اور خوارق و عادات وغیرہ جامع شکل میں پیش کرنے سے قاصر ہے

زندہ نبی کی زندہ تعلیم

لیکن نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ مکمل شکل میں آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے اور ہر مسلمان اس سے بخوبی واقف ہے۔ خاتم النبیین کا کلام موجود، آپؐ کا پیش کردہ دستورِ العمل آپ کی الہامی کتاب میں موجود۔ تجدیدِ دین کے لئے مجددین کا سلسلہ موجود تو کیوں نہ ہم ایسے نبی کو زندہ نبی کہیں اور اس کی تعلیم کو زندہ تعلیم قرار دیں اور اس کے پیش کردہ دین اسلام کو غیر فانی دین یقین کریں۔

اِن اوصاف کا ہونا ہی آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ آپؐ کی زندگی کے واقعات و سیرت کو عاشقانِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسے ہی محفوظ رکھا جس طرح کہ ربُّ العزت کی طرف سے نازل کردہ خاتم الکتب کے لفظ لفظ کو قلب و دماغ میں محفوظ رکھا گیا۔ گیارہ ہزار غلامانِ نبی اُمّی صلعم نے آپ کو دیکھا اور آپؐ کی سیرت اور آپؐ کے حالاتِ زندگی کو یہاں تک محفوظ رکھا کہ آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی ہمیں یہاں تک معلوم ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے وقت آپؐ کے سر کے بالوں میں سترہ بال سفید تھے۔

نبی کا کام

کسی نبی کی نبوت صرف چند معجزات، مواعظ، پیشگوئیوں دُعا اور بددُعا تک محدود نہیں ہوتی۔ نبی تو اس وقت مبعوث ہوتا ہے جب مخلوق پر اخلاقی، ذہنی اور روحانی موت وارد ہوتی ہو اور وہ اپنی بقا اور زندگی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہوتی ہے۔ اُس وقت نبی اُن کو دوبارہ زندگی دینے کے لئے مبعوث ہوتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ایسے جامع اصول لاتا ہے جن پر چلنے سے مخلوقِ خدا دُنیوی آلائشوں سے پاک ہو کر نیکی اور راستبازی کی زندگی حاصل کرتی ہے۔ ایک نبی خود ان اصولوں پر عمل پیرا ہوتا ہے اور دوسروں کو اُن پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے گرد و پیش اور حلقۂ اثر و تبلیغ میں زندگی کی ایک لہر دوڑا دیتا ہے اور مخلوق کو بداعمالی اور شیطنت سے نکال کر روحانیت کے معراجِ کمال پر پہنچا دیتا ہے۔

خلقِ عظیم

حضرت خاتم النبیین صلعم سے پہلے جس قدر انبیاء آئے وہ اپنے وقتی حالات کے مطابق کسی ایک شعبۂ زندگی کو سنوارنے کے لئے اُس کے مناسبِ حال تعلیم دیتے رہے اور انسانی سیرت کے خاص خاص پہلوؤں پر ہی ان کی نظر رہی لیکن حضرت خاتم النبیین صلعم جملہ انسانی خصائل کیلئے نمونہ بن کر آئے۔ اور آپ کی تعلیم ہر شعبۂ زندگی اور ہر انسانی خلق کے لئے اعلیٰ ترین اصولوں پر مشتمل ہے اور آپ کی زندگی اخلاقِ انسانی کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۵)

"اور یقیناً تو اخلاقِ عظیم پر قائم ہے"

ایک دفعہ کسی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا کہ سرکارِ دو جہان کے اخلاق کے متعلق کچھ بیان کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا "اِنَّ خُلُقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم كَانَ الْقُرْاٰن" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلق قرآن ہی تھا۔

جامع اور کامل زندگی

آپؐ کی زندگی ہر حیثیت سے جامع اور مکمل ہے۔ دُنیا کے بڑے بڑے پیغمبروں، مُصلحین، شہنشاہوں، جرنیلوں اور ڈکٹیٹروں وغیرہ کی زندگی پر اگر غور کیا جائے تو نظر آئے گا کہ اگر کوئی شخصیت پولیٹیکل زندگی میں کامیاب ہے تو سوشل زندگی میں ناکامیاب اور اگر وہ روحانی پہلو سے نمایاں حیثیت رکھتی ہے تو ازدواجی پہلو سے نامراد ہے اور اگر ڈکٹیٹرشپ اور حکمرانی میں صاحبِ کمال ہے تو اخلاقی پہلو سے ذلیل۔ یہ حالات و واقعات تاریخِ عالم کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں مگر رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک وہ اشرف المخلوقات ہستی ہے جس کی زندگی ہر پہلو سے بے نظیر و بے مثال اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے مشعلِ راہ ہے آپؐ کی زندگی کے تمام حالات اوّل سے آخر تک ہمارے سامنے موجود ہیں۔ مثلاً سنہ ولادت۔ جائے ولادت، ولدیت قومیت، سکونت، خاندان، رضاعت، طفولیت، مشاغل، سفر نکاح، حالات قبل از نبوت، غزوات میں شرکت، الامین کا لقب حاصل کرنا، نصب سنگِ اسود۔۔۔۔۔۔۔۔ غارِ حرا میں عزلت نشینی، نزولِ وحی، آغازِ تبلیغ، تیئیس سالہ زندگی، ہجرت، مکی زندگی، مدنی زندگی، معاملات، معاہدات، طرزِ عبادت طرزِ گفتگو، حلیہ مبارک، خواب و خورش، عادات و اخلاق، لباس و سواری، ازدواج، اطفال، ترکہ غرضیکہ آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو نمایاں صورت میں دُنیا کے سامنے موجود ہے اور کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ آپؐ کی زندگی کا کوئی پہلو ناکامیاب تھا۔

آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں خلیفہ و امام، شاہ و گدا، والدین و اولاد، تاجر و گاہک، مخدوم و خادم، حاکم و محکوم، قاضی و ملزم سپہ سالار و سپاہی، فاتح و مفتوح، خاوند و بیوی، مرشد و مرید، شہنشاہ و ڈکٹیٹر، معلم و متعلم، پیر و جوان غرضیکہ ہر انسان کے لئے ایک زرّیں سبق ہے۔ آپؐ ہی وہ بے نظیر و بے مثل شخصیت ہیں جس پر انسانیت کو فخر ہے اور جس پر کائناتِ قدرت کی ہر چیز فخر کرتی ہے۔ آپؐ وہ برگزیدہ ہستی ہیں جس پر نہ صرف پیغمبروں نے رشک کیا بلکہ خدا اور فرشتوں نے بھی درود بھیجا اور اس کے اخلاقِ حمیدہ سے نہ صرف انسان ہی مستفید ہوئے بلکہ حیوانات کو بھی فائدہ پہنچا۔

تعلیم قرآن کا عملی نمونہ

بقول حضرت عائشہ صدیقہؓ آپؐ کا وجود مبارک تعلیم قرآنی کا عملی نمونہ تھا۔ چونکہ قرآن پاک کی تعلیم ایک ایسی جامع اور فطرتی تعلیم ہے کہ ہر انسان صرف اسی پر عمل پیرا ہو کر معراجِ کمال کو پہنچ سکتا ہے۔ پھر آپؐ کا اسوۂ حسنہ کیوں نہ دُنیا کی فلاح و بہبود کے لئے مشعلِ راہ ہو۔ اگر آپؐ کی سیرت پر بہ نظرِ غور دیکھا جائے اور عقلِ سلیم سے سوچا جائے تو مومن و کافر بیک زبان پکار اُٹھیں گے کہ صرف آپؐ ہی کی تعلیم نسلِ آدم کو تباہی و بربادی سے بچا سکتی ہے۔ آپؐ ہی کی تعلیم تسکین و راحت کا موجب بن سکتی ہے اور آپؐ ہی کی سیرت انسان کو قعرِ مذلت سے نکال کر معراجِ کمال تک پہنچا سکتی ہے۔

خاوند اور بیوی کیلئے نمونہ

اگر آپؐ راہبانہ زندگی بسر فرماتے تو ایک خاوند کیلئے آپؐ اسوۂ حسنہ کیسے ثابت ہوتے اور اُسے کیسے یہ معلوم ہوتا کہ شادی کا مقصد صرف خواہشات کی تکمیل ہی نہیں بلکہ شادی روحانیت کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ ایک عورت کو یہ کس طرح پتہ لگتا کہ وہ ایک لونڈی نہیں بلکہ اس کا بھی خاوند کے مال و متاع میں برابر کا حصہ ہے۔ وہ بھی زندگی کے ہر شعبہ میں اُس کے دوش بدوش اُس کی ممد و معاون ہو سکتی ہے۔ وہ بھی روحانیت کی منازل طے کر کے عائشہ صدیقہؓ، فاطمۃ الزہراؓ اور رابعہ بصریؒ کی طرح عزت و درجات حاصل کر سکتی ہے۔

رشتہ داروں سے حسنِ سلوک

آپؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب سے وہی سلوک کیا جو ایک نیک بیٹے کو اپنے مہربان باپ سے کرنا لازم ہے جس طرح حضرت ابو طالب نے آپؐ کی سرپرستی کی اُسی طرح آپؐ نے بھی اُن کی آل و اولاد کے ساتھ برتاؤ کیا بلکہ حضرت علیؓ کو اپنی دامادی کا بھی شرف عطا کیا۔ آپؐ نے اپنی رضاعی والدہ دایہ حلیمہؓ سے وہی برتاؤ کیا جو ایک نیک و صالح فرزند کو اپنی حقیقی والدہ سے روا رکھنا چاہیئے۔ یہیں تک نہیں بلکہ جب کبھی آپؐ کے رضاعی بہن بھائی آپؐ سے ملنے آتے تو اُٹھ کر بڑے تپاک سے اُن سے ملتے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر انہیں عزت سے بٹھاتے۔

بچپن سے وفات تک

حالت یتیمی سے لیکر تاجر بننے تک اور بے کسی و کسمپرسی کی حالت سے لیکر شہنشاہیت کے مرتبہ تک کسی ایک حالت میں بھی آپؐ نفسانی خواہشات کا شکار نہیں ہوئے، نخوت و غرور بڑائی و تکبر، بغض و عناد، لالچ و طمع غرضیکہ کسی ایک خواہشِ حقیر کا خیال تک بھی آپؐ نے نہ فرمایا۔ بچپن سے لیکر وفات حسرت آیات تک اور اس کے بعد بھی آپؐ کے کسی ساتھی، کسی بیوی یا خادم وغیرہ کو آپؐ کے متعلق شکایت کا موقعہ تک نہ ملا! سبحان اللہ! کیسی مطہر و برگزیدہ شخصیت خاتم النبیین صلعم کی تھی کہ کسی دوست و دشمن کو بھی آپؐ کی سچائی میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ کفار نے بھی اگر زبان درازی کی تو یہی کہا کہ "دیوانہ" ہے۔ مگر جھوٹا کہنے سے اُنہوں نے بھی اجتناب کیا۔ پھر جو شخص دوست و دشمن سب کی نگاہ میں سچا ہو کیوں نہ اُس کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہو۔

جہاد بالسیف

اگر آپؐ غزوات میں شرکت نہ فرماتے تو اسوہ حسنہ کا یہ پہلو تشنہ رہ جاتا جس طرح بچہ کو نیکی کی راہ پر چلانے کی غرض سے بعض دفعہ والدین کو ہاتھ بھی اُٹھانا پڑتا ہے اُسی طرح ایک پیغمبر، نبی، مُرسل اور مُصلح کو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ بھی نسل آدم کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے جہاد بالنفس اور جہاد بالقلم کے ساتھ ساتھ تلوار اٹھانے والوں کے مقابلہ میں جہاد بالسیف بھی کرے اس بارہ میں بھی آپ کا نمونہ سب سے افضل اور بہترین ہے۔

جرنیل، مجاہد اور بادشاہ کیلئے آپؐ کا نمونہ

جسطرح آپؐ تلوار اٹھانے والوں کے مقابلہ میں ایک صُوفی اور درویش کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ اسی طرح ایک فوجی جرنیل اور مجاہد کے لئے بھی آپؐ کا اسُوہ حسنہ قابل تقلید ہے۔ بادشاہت کی حالت میں ایک دُشمن سے دُشمن بھی جب مفتوح کی حالت میں آپؐ کے سامنے حاضر ہُوا تو آپؐ نے عفو اور احسان کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ لاکھوں روپیہ کے انبار اور زیورات کے ڈھیر سامنے آئے مگر آپؐ انہیں غربا و مساکین میں تقسیم کر کے خالی ہاتھ گھر کو تشریف لے گئے۔ آپؐ بہترین منصف تھے اور بہترین جج اور قاضی، اپنے بنائے ہوئے قوانین پر خود بھی عمل پیرا ہوتے اور لوگوں کو بھی اُن پر عمل پیرا ہونے کا درس دیتے۔

ہر کام خود کرتے

باوجودیکہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپؐ کے معتقد تھے مگر اپنا کام ہمیشہ اپنے ہی ہاتھوں سے سرانجام دیتے اور خواہ مخواہ کسی کو تکلیف نہ دیتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کی سیرت پڑھنے سے حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر برگزیدہ شخصیت کن کن اوصاف حمیدہ کا سرچشمہ تھی۔ کہیں تو آپؐ ٹوکری اٹھاتے نظر آتے ہیں، کہیں پھاوڑا چلاتے، لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھاتے، ہمسایہ کا سودا سلف لاتے، ان کی بکریوں کا دُودھ دوہتے، تیمارداری کرتے، جُوتی سیتے، کپڑوں کی مرمت کرتے برتن دھوتے غرضیکہ کوئی کام ایسا نہ تھا جو آپؐ اپنے دستِ مبارک سے نہ کرتے ہوں۔ یہ وہ بے نظیر اوصاف ہیں جن کے متعلق پڑھ کر انسان محوِ حیرت رہ جاتا ہے۔ اور پُکار اُٹھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسُول آخر الزمان کو واقعی انسان اور انسانیت کے لئے ایک اُسوۂ حسنہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا اور پھر تاریخ اور تمام الہامی کتب شاہد ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے کسی ایک پیغمبر کو بھی اِن الفاظ سے نہیں نوازا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (المائدہ : ۴)

"آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پُورا کر دیا"

آپؐ کی لاثانی تعلیم

(۱) حضرت نبی کریم صلعم نے جو تعلیم نسل انسانی کو دی وہ عقل سلیم اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔

۲ - ایمان اور عمل صالح آپؐ کی تعلیم کے ضروری اور بنیادی اجزا ہیں۔ ایمان کے بغیر عمل کارگر نہیں اور نہ عمل کے بغیر ایمان کی کوئی اہمیت ہے۔ دنیا میں ایسے مذاہب ہیں جنہوں نے محض ایمان کو ذریعہ نجات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور عمل کو ناقابل عمل قرار دیا ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ ان میں فسق و فجور پھیلتا چلا گیا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے ایمان اور عمل صالح کی تعلیم دے کر دنیا کو خدا پرستی اور نیکی و راست بازی اور امن و راحت کی جگہ بنا دیا۔

۳ - حضرت نبی کریم صلعم ہی وہ مقدس انسان ہیں جنہوں نے خداوند تعالیٰ کو مساجد اور مندروں میں مقید نہیں کیا۔ بلکہ تمام روئے زمین کو عبادت گاہ قرار دیا۔

۴ - آپؐ نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ اللہ تعالیٰ اس دُنیا سے الگ تھلگ آسمان پر بیٹھا ہُوا نہیں وہ ہر جگہ موجود ہے بلکہ ہماری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے پر ایمان پیدا کر کے دلوں کے اندر یہ یقین پیدا کیا کہ وہ ہمارے اعمال کو ہر وقت دیکھتا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ انسان بدیوں اور فسق و فجور سے بچ جاتا اور نیکی اور راستبازی کی زندگی اختیار کر لیتا ہے۔

۵ - آپؐ نے اپنی امت پر فرض قرار دیا۔ کہ وہ علم حاصل کرے خواہ دُور دراز کا سفر کیوں نہ کرنا پڑے۔

۶ - صرف آپؐ ہی نے اپنے پیغام (قرآن) کو دُنیا کے سامنے بطور معجزہ پیش کیا۔ اور یہ زندہ نبی کا زندہ معجزہ قیامت تک من و عن قائم رہے گا۔

۷ - آپؐ نے دنیا کے سامنے اس حقیقت کی وضاحت فرمائی کہ آپ ایک انسان ہیں امت کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ آپؐ کی قبر کو بھی سجدہ گاہ نہ بنایا جائے جس طرح اور امتوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔

۸ - تمام انبیائے عالم نے اپنی اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی لیکن جس قدر شدّ و مد سے توحید ربانی کو آپؐ نے پیش کیا اس کی نظیر ہمیں نظر نہیں آتی۔

۹ - مساواتِ نسل انسانی کی تعلیم آپؐ نے دُنیا کو دی اور اس حقیقت سے انہیں آشنا فرمایا کہ وہ سب ایک آدم کی اولاد اور باہم بھائی بھائی ہیں۔ ذات پات، قوم، قبیلہ رنگ، نسل اور دیگر امتیازات فضول و بے معنی ہیں صاحبِ فضیلت صرف وہ شخص ہے جو تقوےٰ اور راستبازی میں سب سے بڑھ کر ہے۔

۱۰ - آپؐ نے بنی نوع آدم کو زندگی کا مکمل دستور العمل مرحمت فرمایا۔ جو فکر و عقائد اور اخلاق و اعمال، عبادات و معاملات، معیشت و معاشرت، تہذیب و تمدن، مذہب و سیاست، دین و دُنیا غرضیکہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے اور تمام ضروریاتِ زندگی کا کفیل ہے

۱۱ - آپؐ نے نسلِ آدم کو ہر قسم کی غلامی سے آزادی مرحمت فرمائی۔ اور اُسے کائنات کی سروری اور سرداری عطا کی

۱۲ - عورت کو مرد پر ویسے ہی حقوق عطا کئے جیسے مرد کو عورت پر ہیں۔ اور ان حقوق کی وجہ سے اس کا درجہ و مرتبہ دُنیا کی دُوسری عورتوں سے بہت بلند کر دیا۔

۱۳ - مذہب کو سائنس اور حکمت کا ہمدوش بنا دیا اور ایسا مذہب دُنیا کو دیا جو علم و حکمت میں بے نظیر ہے اسی وجہ سے اسکے ماننے والوں نے حکمت و سائنس میں وہ کمال حاصل کیا جسکی آج بھی یورپ کی علمی دُنیا مرہونِ احسان ہے۔

۱۴ - وحدت نسلِ انسانی آپؐ کی تعلیم کا جزوِ اعظم ہے ایک خدا اور ایک انسانیت کی تعلیم دے کر آپؐ نے دُنیا میں امن و راحت کی بُنیاد رکھ دی۔

۱۵ - شراب، جوُا، سُود، رہبانیت اور زنا کو آپؐ نے لعنت قرار دیا۔

۱۶ - نجوم، جفر، رمل و جوتش کو باطل ٹھہرایا۔ اور تمام مشرکانہ رسوم سے سختی سے منع فرمایا۔

۱۷ - محنت مزدُوری کو آپؐ نے مقدس چیز اور خدا سے دوستی کا مُوجب قرار دیا۔

۱۸ - جنگ کے موقعہ پر ظلم و ستم اور بے اعتدالی سے آپؐ نے روکا۔ اور بوڑھے آدمیوں، بچوں، عورتوں پر ہاتھ اٹھانے اور پھلدار درختوں اور کھیتوں کو برباد کرنے سے روکا جسکی وجہ سے بے رحمی اور ظلم و ستم کا خاتمہ ہو گیا۔ اور جنگ ایک قسم کی عبادت بن گئی۔

۱۹ - آپؐ نے انسان کو بتایا کہ وہ اشرف المخلوقات ہے خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ وہ کائنات پر حکمرانی کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ چاند، سورج، ستارے، سیارے زمین و آسمان، شجر و حجر غرضیکہ کائنات کی تمام اشیاء اس کی خدمت گذار ہیں۔

۲۰ - آپؐ نے انسان کو خودداری کا احساس دلاتے ہوئے اس حقیقت کا بھی درس دیا کہ وہ اپنی نجات کا خود ذمہ دار ہے وہ پیدائشی گنہگار نہیں بلکہ اس حقیقت کا بھی انکشاف فرمایا۔ کہ جنت و دوزخ اس کے اعمال کا نتیجہ ہیں۔

یہ تھے وہ زرّیں اصُول جو خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین سرورِ کون و مکان، نبی آخر الزمان، فخر موجودات، پیغمبر اعظم مُرسلِ کبیر، حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسلِ انسانی کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے پیش فرمائے۔ یہ وہ لاثانی تعلیم ہے جو کسی بھی پیغمبر یا شخصیت نے پیش نہیں کی۔ اور صرف یہی وہ راہِ عمل اور ضابطہ حیات ہے جو ہمارا نصب العین ہونا چاہیئے۔ اسی پر گامزن ہو کر معراج کمال کو پہنچ سکتے ہیں ۔۔۔ خدا ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے۔ کہ ہم خاتم النبیین صلعم کے ان بے نظیر اُصولوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ ایک ہی شخص دنیا میں آیا جو محمد کہلایا صلی اللہ علیہ وسلم

از ملفوظات مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان احسان فرمایا۔ اگر آپ کا وجود باجود دنیا میں نہ آتا تو رام رام کہنے والوں کی طرح بہت سے چھوٹے اور بیہودہ اینٹ پتھر وغیرہ معبود بنائے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے۔ کہ نبی معصوم صلے اللہ علیہ وسلم آیا۔ اور بت پرستوں سے اس نے نجات دی۔ یہی وہ راز ہے۔ کہ یہ درجہ صرف رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن احسانوں کے معاوضہ میں ملا۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا +

ادھر ہندوؤں نے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو خدا بنا رکھا تھا۔ اس وقت کی حالت سے کوئی نہیں بتا سکتا کہ موحد فرقہ کہاں رہتا تھا۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے تقاضے کا پتہ لگتا ہے کہ کیونکہ تاریکی کے وقت اس کی غیرت ہدایت کا تقاضا کرتی ہے۔ ہندو رام رام اور عیسائی یسوع یسوع پکارتے تھے۔ کوئی ایسا نہ تھا جو خدا کا نام لیتا۔ کروڑوں پردوں میں اللہ تعالیٰ کا جلالی اسم مخفی تھا۔ اللہ جلشانہ نے جب احسان کرنا چاہا۔ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ آپ کا نام محمدؐ تھا۔ جس کے معنی ہیں۔ نہایت ہی تعریف کیا گیا۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی اسی قدر قابل تعریف ٹھہرتا ہے۔ جس قدر کام کرتا ہے۔

پہلے نبیوں کا اصلاحی کام

پہلے نبی خاص قوموں کے لئے آئے تھے۔ اور ایک یہ نقص تھا کہ کسی عظیم انسان اصلاح کی ضرورت نہ ہوئی تھی۔ مثلاً حضرت مسیح جب آئے۔ تو وہ صرف بنی اسرائیل ہی کی گم شدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے آئے۔ اور یہودیوں کے پاس اس وقت توریت موجود تھی۔ وہی توریت کی تعلیمات عمل درآمد کے لئے کافی سمجھی گئی تھیں۔ اور یہودی توریت کے احکام اور تعلیمات کے قائل اور ان پر قائم تھے۔ ہاں بعض اخلاقی کمزوریاں تھیں۔ جو ان میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اور یہ صاف بات ہے۔ کہ صرف اخلاقی کمزوریوں کا دور کرنا اور ان نقصانات کو بتا دینا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے ایک معمولی درجہ کا آدمی بھی ایسا کر سکتا ہے۔ اور اخلاقی واعظ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح کا نام محمدؐ نہ رکھا گیا۔ کیوں؟ کہ ان کی خدمات ایسی اعلے درجہ کی نہ تھیں۔ اور اسی طرح پر موسیٰ علیہ السلام جب آئے۔ گو وہ ایک شریعت لے کر آئے۔ مگر ان کا بڑا کام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا ہی تھا۔ حالانکہ وہ قوم چار سو برس کی تلخیوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بجائے خود اسبات پر آمادہ اور تیار تھی۔ کہ کوئی ایسی تحریک ہو تو وہاں سے نکل کھڑے ہوں۔ مادہ طیار تھا۔ صرف تحریک اور محرک کی ضرورت تھی۔ انسان جب کسی بیگار یا بیجا مشقت میں پکڑا جاوے تو وہ خود اس سے نجات پانا چاہتا ہے۔ اور نکلنے کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب بنی اسرائیل فرعون کی غلامی میں پریشان ہو رہے تھے۔ اور اندر ہی اندر وہاں سے رہائی پانے کی فکر میں تھے۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر جب انہیں کہا کہ فرعون سے غلامی سے نجات دلاؤں گا۔ تو وہ سب طیار ہو گئے۔ بنی اسرائیل کے حالات اور واقعات کو بنظر غور دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ ان کی اصل غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی کیا تھی۔ بڑی بھاری غرض یہی تھی۔ کہ وہ فرعون کی غلامی سے نکلیں چنانچہ نیت رکھتا اور خدا پرستی کے متعلق وہ ہمیشہ ٹھوکر کھاتے رہے۔ اور بےجا گستاخیوں اور شوخیوں سے کام لیتے رہے۔ یہاں تک کہ کہہ دیا کہ حتی نری جہرۃ۔ فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون جیسے کلمات کہتا اور ذرا سی دیر حاضری میں گوسالہ پرستی سے باز نہ آئے۔ اور بات بات میں ضد اور اعتراض سے کام لیتے۔ ان کے حالات پر پوری نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف فرعون کی غلامی سے ہی آزاد ہونا چاہتے تھے۔ جو اپنے آپ میں رہبری اور سرداری کی قوت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی بات سنتے ہی طیار ہو گئے۔ چونکہ بہت تنگ آ چکے تھے۔ مرتا کیا نہ کرتا اپنی سرخروئی انہوں نے اسی میں سمجھی حضرت موسیٰ کے ساتھ نکل پڑے۔ لیکن آخر موسیٰ کی کامیابیوں کی راہ میں ٹھوکر کا پتھر بنے۔ غرض حضرت موسیٰ کو بہت محنت و مشقت کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ قوم زندان غلامی میں گرفتار تھی۔ اور طیار تھی کہ کوئی آئے تو اسے قبول کر لیں۔ ایسی حالت میں کئی لاکھ آدمیوں نے ایک دن میں قبول کر لیا۔ اور انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا۔ کہ وہ کیسی قوم ہے۔ اور موسیٰ کی تعلیم سے انہوں نے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ پس یہاں تک کہ ان کو مصر سے نکال لیا کوئی بڑا کام نہ تھا۔ اصلاح کا زمانہ جب آیا اور موسیٰ نے جب چاہا۔ کہ ان کو خدا پرست قوم بنا کر وعدہ کی سرزمین میں داخل کریں۔ وہ ان کی شوخیوں اور گستاخیوں اور اندرونی بداعمالیوں میں گذرا یہاں تک کہ خود حضرت موسیٰ بھی اس سرزمین میں داخل نہ ہو سکے۔ اس لئے ان کا نام بھی محمد نہ ہو سکا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا اصلاحی نام

غرض جہاں تک غور کرتے جاؤ۔ یہ پتہ ملے گا۔ کہ کوئی نبی اس مبارک نام مستحق نہ تھا یہاں تک کہ ہمارے نبی کریم کا زمانہ آ گیا۔ وہ ایک خارستان تھا۔ جس میں نبی کریم نے قدم رکھا۔ اور ظلمت کی انتہا ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت گزر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہرگز نہ کر سکتے۔ ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی۔ جو ہمارے نبی کریم کو ملی تھی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت و حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم صلعم کی فضیلت کل انبیاء علیہم پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے وہ کام کیا ہے۔ جو نہ الگ الگ نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ +

رسول اللہ صلعم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو اور اس بات پر پوری اطلاع ملے کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ اور آپ نے آکر کیا کیا۔ تو انسان وجد میں آکر اللھم صل علی محمد کہہ اٹھتا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں۔ یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے۔ کہ نبی کریم نے کیا کیا۔ ورنہ وہ کیا بات تھی۔ جو آپ کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا۔ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہیں آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا جو محمد کہلایا صلی اللہ علیہ وسلم +

عادت اللہ اسی طرح پر ہے۔ زمانہ ترقی کرتا ہے۔ آخر وہ زمانہ آ گیا جو خاتم النبیین کا زمانہ تھا۔ ایک ہی شخص تھا۔ جس نے یہ کہا۔ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کہنے کو تو یہ چند لفظ ہیں۔ اور ایک اندھا کہہ سکتا ہے۔ کہ معمولی بات ہے۔ مگر جو دل رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے اور جو کان رکھتا ہے۔ وہ سنتا ہے جو آنکھیں رکھتا ہے وہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ الفاظ معمولی الفاظ نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ معمولی لفظ تھے۔ تو بتاؤ کہ موسیٰ علیہ السلام کو یا مسیح علیہ السلام یا کسی نبی کو بھی یہ طاقت کیوں نہ ہوئی کہ وہ یہ لفظ کہہ دیتا۔ اصل یہی ہے جس کو یہ قوت یہ منصب نہیں ملا۔ وہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔

محمد نام کا حقیقی مستحق

میں پھر کہتا ہوں کہ کسی نبی کو یہ شرف یہ جلال نہ ملا جو ہمارے نبی کریمؐ کو ملا۔ بکری کو اگر ہر روز گوشت کھلاؤ تو وہ گوشت کھانے سے شیر نہ بن سکے گی۔ شیر کا بچہ ہی شیر ہو گا۔ پس یاد رکھو یہی

بات یہ ہے کہ اس نام کا مستحق اور واقعی حقدار ایک تھا جو محمدؐ کہلایا یہ داد الٰہی ہے جس کے دل ودماغ میں چاہے یہ قوتیں رکھ دیتی ہے اور خدا جانتا ہے۔ کہ ان قوتوں کا محل اور موقع کون ہے۔ ہر ایک کا کام نہیں کہ اس راز کو سمجھ سکے اور ہر ایک کے منہ میں وہ زبان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ ۔

اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً

جب تک روح القدس کی خاص تائید نہو یہ کام نہیں نکل سکتا۔ رسول اللہ میں وہ ساری قوتیں اور طاقتیں رکھی گئی تھیں جو محمد بنا دینی تھیں تاکہ وہ بالقوۃ باتیں بالفعل میں ظاہر ہوں۔ اس لئے آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا ایک قوم کے ساتھ جو مشقت کرنی پڑتی ہے تو کس قدر مشکلات پیش آتی ہیں۔ ایک خدمتگار شریر ہو تو اس کا درست کرنا مشکل ہو جاتا ہے آخر تنگ اور عاجز آ کر اس کو بھی نکال دیتا ہے۔ لیکن وہ کس قدر قابل تعریف ہوگا جو اسے درست کرے اور پھر وہ تو بڑا ہی مرد میدان ہے جو اپنی قوم کو درست کر سکے حالانکہ یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر وہ جو مختلف قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ سوچو تو سہی کس قدر کامل اور زبردست قویٰ کا مالک ہوگا۔ مختلف طبائع کے لوگ۔ مختلف عمروں۔ مختلف ملکوں۔ مختلف خیالات مختلف قویٰ کی مخلوق کو ایک ہی تعلیم کے نیچے رکھنا اور پھر ان سب کی تربیت کر کے دکھلا دینا اور وہ تربیت بھی کوئی جسمانی نہیں بلکہ روحانی تربیت خداشناسی اور معرفت کی باریک سے باریک باتوں اور اسرار سے پورا واقف بنا دینا اور نری تعلیم ہی نہیں بلکہ عامل بھی بنا دینا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ دنیا کے لئے اجتماع بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں ذاتی مفاد اور دنیوی لالچ کی ایک تحریک ہوتی ہے۔ مگر کوئی یہ تبلائے۔ کہ محض اللہ کے لئے پھر ایسے وقت میں کہ اس جلالی نام سے کل دنیا ناواقف ہو۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ اس کا اقرار کرنا دنیا کی تمام مصیبتوں کو اپنے سر پر اٹھا لینا ہو۔ کون کسی کے پاس آ سکتا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے میں عظیم الشان جذب کی طاقت نہ ہو کہ بے اختیار ہو ہو کر دل اس طرف کھنچ آویں اور وہ تمام تکلیفیں اور بلائیں ان کے لئے محسوس اللذات اور مدرک الحلاوت ہو جاویں اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی طرف غور کرو تو پھر کیسا روشن طور پر معلوم ہوگا۔ کہ آپ ہی اس قابل تھے کہ محمدؐ نام سے موسوم ہوتے۔ اور اس دعوے کو جیسا کہ زبان سے کیا گیا تھا۔ کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعًا اپنے عمل سے بھی کر کے دکھاتے چنانچہ وہ وقت آ گیا۔

کہ ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً ۔ اس میں اس امر کی طرف صریح اشارہ ہے۔ کہ آپ اس وقت دنیا میں آئے جب دین اللہ کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور عالمگیر تاریکی پھیلی ہوئی تھی اور گئے اس وقت کہ جب کہ اس نظارہ کو دیکھ لیا۔ کہ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً جب تک اس کو پورا نہ کر لیا نہ تھکے نہ ماندہ ہوئے۔ مخالفوں کی مخالفتیں اعدا کی سازشیں اور منصوبے قتل کرنے کے مشورے قوم کی تکلیفیں آپ کے حوصلہ اور ہمت کے سامنے سب ہیچ اور بیکار تھیں۔ اور کوئی چیز ایسی نہ تھی جو اپنے کام سے ایک لمحہ کے لئے بھی روک سکتی! اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس وقت تک زندہ رکھا جب تک کہ آپ نے وہ کام نہ کر لیا جس کے واسطے آئے تھے۔ یہ بھی ایک سِرّ ہے کہ خدا کی طرف سے آنے والے جھوٹوں کی طرح نہیں آتے

اسی طرح یہ آپ کی صدق نبوت پر آپ کی زندگی سب سے بڑا نشان ہے کوئی ہے جو اس پر نظر کرے! آپ کو دنیا میں ایسے وقت پر بھیجا کہ دنیا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور اس وقت تک آپ کو زندہ رکھا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کی آواز آپ کو نہ آ گئی۔ اور فوجوں کی فوجیں اسلام میں داخل ہوتیں آپ نے نہ دیکھ لیں۔ غرض اسی قسم کی بہت سی وجوہ ہیں جن سے آپ کا نام محمد رکھا گیا!!

> خط وکتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا
> حوالہ ضرور دیں (منیجر)

کھل گئے غنچوں کے منہ صلِّ علیٰ کے واسطے

مرتضیٰ خان حسنؔ

سیدِ اولادِ آدم رحمۃ للعالمیں
یہ شرف مخصوص ہے خیر الوریٰ کے واسطے

تاجدارِ ہفت کشور پادشاہِ انس وجاں
مایۂ صد فخر و نازشِ انبیاء کے واسطے

آسمانِ مکرمت مہرِ سپہرِ عز و شاں
ابرِ نیسانِ کرم خلقِ خدا کے واسطے

کیا زمیں کیا آسماں کیا آفتاب و ماہتاب
حق تعالےٰ نے بنائے مصطفیٰ کے واسطے

جب صبا لائی چمن میں بوئے زلفِ مصطفیٰ
کھل گئے غنچوں کے منہ صلِّ علیٰ کے واسطے

میمِ احمدؐ کے ہے پردے میں نہاں اے دوستو!
راز اک اہلِ خرد اہلِ ذکا کے واسطے

اے سرور جان ودل اے قبلۂ ایمان و دیں
وقف ہے میری زباں تیری ثنا کے واسطے

دولتِ کونین ملتی ہے غلامی سے تری
خلق کیوں حیران ہے ظلِّ ہما کے واسطے

آستاں تیرا زیارت گاہِ جبریلِ امیں
خاکِ پا کحل البصر اہلِ صفا کے واسطے

جو کرے طاعت سے تیری انحراف اے شاہِ دیں
ہے جہنم کی سزا اُس ناسزا کے واسطے

ہے تمنا روزِ محشر یا شفیع المذنبیں
مجھ پہ بھی نظرِ کرم ہو کبریا کے واسطے

محمد رسول اللہ کا افضل ترین معجزہ

ابو احمد منصور احمد بی۔ اے راولپنڈی

بعثت نبوی کے وقت دنیا کی حالت

اگرچہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو تبلیغ رسالت اور اصلاح خلق کے سلسلہ میں بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن جو مشکلات ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئیں ان کی نظیر تمام انبیاء کی اجتماعی زندگی میں بھی نہیں ملتی۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ جس زمانے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اس وقت دنیا کی حالت نہایت ہی ناگفتہ بہ تھی۔ قرآن مجید نے اس زمانے کی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر۔ یعنی خشکی اور تری پر فساد پھیل گیا۔ گویا دنیا کے کونے کونے میں ضلالت وگمراہی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا چکا تھا۔ اور تمام اخلاقی اور روحانی قدریں صفحہ ہستی سے مٹ گئی تھیں۔ تمام انسان اپنے اپنے انبیاء اور صلحاء کی تعلیمات سے منحرف ہو چکے تھے۔ اور ان کے اخلاق اور کردار اس حد تک بگڑ چکے تھے۔ کہ ان پر ابنائے ابلیس کا اشتباہ ہوتا ہے۔

اہل عرب کی حالت

ملک عرب کی حالت باقی دنیا کے مقابلہ میں بھی زیادہ مخدوش تھی۔ اس کی اخلاقی اور روحانی زندگی پر ایک موت وارد ہو چکی تھی۔ طوائف الملوکی اور لاقانونیت، فسق و فجور اور ظلم و بدکاری کا دور دورہ تھا۔ اہل عرب شراب و کباب کے متوالے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ برسرعام فحش کاری میں مبتلا رہتے۔ اور کھلے بندوں اپنی بدکاریوں کا ذکر فخر و ناز سے کرتے بات بات پر جھگڑتے۔ اور جب کبھی دو گھرانوں میں کسی بات پر ٹھن جاتی۔ تو صدیوں تک باہمی خانہ جنگی ختم ہونے کو نہ آتی۔ خدائے واحد کا تصور ان کے ہاں بالکل اجنبی تھا۔ وہ پورے درجہ کے بت پرست تھے۔ لات وعزی اور ہبل ان کے خدا اور معبود تھے۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ جن کی پوجا ہوتی۔ ہر قبیلے کا بت یعنی خدا جدا جدا تھا۔ گویا شرک اور گمراہی کی انتہا کو وہ لوگ پہنچے ہوئے تھے

عرب میں اصلاحی تحریکات کی مخالفت

اگرچہ اہل عرب اخلاق اور کردار کے لحاظ سے نہایت ہی ذلیل تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو اقوام عالم پر افضل سمجھتے تھے۔ اپنے بالمقابل زبان کے لحاظ سے وہ ہر غیر عرب کو عجمی یعنی گونگا تصور کرتے تھے۔ انہیں اپنی فوقیت اور برتری کا احساس اس قدر شدید تھا۔ کہ کسی وقت بھی انہوں نے کوئی بیرونی اثر قبول نہ کیا۔ وہ کبھی کسی غیر ملک کے باجگذار اور مطیع نہ ہوئے۔ اور نہ ہی ان کی سوسائٹی پہ کوئی بیرونی تمدن اثر انداز ہو سکا۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے بار بار اپنے اپنے دین کی اشاعت اور ترویج کے لئے تگ و دو کی مگر وہ ہر بار اپنے مقصد میں بری طرح ناکام رہے۔ عربوں نے نہ اپنے بتوں کی پوجا چھوڑی اور نہ ہی انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی اصلاحی تحریکات کو بنظر استحسان دیکھا۔ ایسے مایوس کن حالات میں خدا تعالے نے ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا

نبی کریم صلعم کی بے عیب زندگی اور اصلاح کا کٹھن کام

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ جب کسی قوم کا اخلاق اور کردار بگڑ جائے تو اس کی اصلاح کوئی آسان کام نہیں ہوتا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ جس قدر اصلاح خلق کا کام مشکل ہوتا ہے۔ اتنا دنیا میں اور کوئی کام مشکل اور کٹھن نہیں ہوتا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کی ابتدا ایسی قوم سے کی جس کی اصلاح گذشتہ اصلاحی تحریکات کی ناکامیوں کے پیش نظر بالکل ناممکن نظر آتی تھی۔ آپ نے چالیس سال کا طویل عرصہ اپنی قوم میں گذارا تھا۔ قوم کے سامنے آپ کا بچپن اور آپ کی جوانی کا سارا زمانہ تھا۔ اس کی نظر سے آپ کی زندگی کا کوئی پہلو پوشیدہ نہیں تھا۔ وہ خوب جانتی تھی۔ کہ آپ بڑے بلند اخلاق، امین اور صادق القول انسان ہیں۔ کوئی برائی آپ کے قریب پھٹکنے نہیں پاتی شرافت و نجابت نیکی اور بزرگی آپ کے ہر قول اور فعل سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ آپ سے اپنے مقدمات اور تنازعات کا فیصلہ اس یقین محکم کے ساتھ کراتی ہے۔ کہ آپ سچے معنوں میں منصف مزاج ہیں۔

آپ کی شدید مخالفت

لیکن جونہی آپ یہ آواز بلند کرتے ہیں۔ کہ خالق کون و مکان خدائے واحد کی طرف سے میں تمہاری طرف رسول کر کے بھیجا گیا ہوں۔ تو وہی قوم اس آواز سے سٹ پٹا اٹھتی ہے۔ اور آپ کی تکذیب اور مخالفت پر کمر ہمت باندھ لیتی اور آپ کے درپئے آزار ہو جاتی ہے۔ آپ کے مقدس مشن کو ملیا میٹ کرنے اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کو کچلنے کے لئے وہ کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتی۔ اپنے بیگانے اور غیر خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں اور یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ گویا سرزمین عرب کا ذرہ ذرہ آپ کا دشمن ہو گیا ہے۔

مخالفت کے اس بھیانک طوفان میں اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا۔ تو اس کی خاک اڑ جاتی۔ مگر یہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہیں کہ اس طوفان میں ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنے قدموں پر کھڑے ہیں۔ قوم دکھ پر دکھ اور اذیت پر اذیت دیتی جا رہی ہے

کامیابی پر یقین کامل

مگر آپ ان کی ایذا رسانیوں کے باوجود مایوس نہیں ہوتے اور اس بات پر کامل ایمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ اپنے مشن میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور میری قوم جو آج میرے خلاف صف آرا ہے۔ یقیناً کل خدا کے دین پر مر مٹنے والی قوم بنے گی۔ جسقدر قوم کی مخالفت بڑھتی ہے۔ اسی قدر آپ کا یقین اپنی کامیابی پر زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور آپ کے عزم و استقلال میں آہنی قوت و شوکت پیدا ہوتی جاتی ہے۔

بے نظیر استقامت

تیرہ سال کا لمبا عرصہ قوم کے ہاتھوں جور و ستم اٹھاتے گذر جاتا ہے۔ مگر پائے ثبات میں ایک لمحہ کے لئے بھی لغزش پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ قوم کی ایذا رسانیوں سے آپ کے اخلاقی اور روحانی کمالات کندن کی طرح چمک اٹھتے ہیں۔ اور روز بروز تابندہ تر ہوتے جاتے ہیں جنہیں قوم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتی ہے۔

چنانچہ آپ کا عزم و استقلال، حلم و انکسار، آپکی ہمدردی و غمگساری، نیک خواہی و شرافت نفسی اور آپ کی استقامت اور قوت برداشت کو دیکھ کر قوم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے دکھ دیا۔ آپ نے دعا دی قوم نے دولت و حکومت، عورت اور جاہ و ثروت کا لالچ دیا آپ نے اس کے بالمقابل فقر و غنا کا تاج زریں سر پر رکھا۔ قوم نے مصائب و شدائد کے پہاڑ اٹھا کر آپ کے سر پر رکھ دیئے۔ آپ نے عفو اور درگذر سے کام لیا۔ اور اپنے صبر کا اعلیٰ اور عدیم النظیر نمونہ دکھایا

خیالات میں انقلاب اور شاندار کامیابی

آخر قوم کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس کے خیالات اور جذبات نے پلٹا کھایا۔ اور اکثر افراد کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ شخص ضرور خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اور جس ان دیکھے خدا کی طرف یہ ہمیں دعوت دیتا ہے۔ یقیناً وہی خالق کائنات اور مالک ارض و سما ہے وہی مسجود ملائک اور معبود خلائق ہے۔ اور یہ بت جن کی ہم پوجا کرتے اور اپنا رب جانتے ہیں۔ یقیناً معبودان باطل ہیں انہوں نے اچھی طرح آزما لیا۔ کہ جن بتوں کی خاطر وہ محمد رسول اللہ صلعم سے برسر پیکار تھے۔ وہ کسی جگہ بھی ان کے کسی کام نہ آئے۔ بلکہ ہر موقع اور محل پر بڑے بڑے مایوس کن اور نامساعد حالات کے اندر جبکہ ان کی نگاہ میں رسول اللہ صلعم کی ہلاکت اور تباہی یقینی اور حتمی ہوتی۔ وہ ان دیکھا خدا اپنے رسول کی مافوق العادت تائید اور نصرت کرتا۔ اور قوم کی اجتماعی قوتیں آپ کا بال تک بیکا نہ کر سکیں۔ ان تمام باتوں سے اہل عرب کے دلوں پر گہرا اثر ہوا۔ اور ان کے دل بتوں سے نفرت کرنے لگے۔ اور انہوں نے اپنے اعمال و کردار کا جائزہ بنظر غائر لینا شروع کیا۔ اور انہیں احساس ہونے لگا۔ کہ وہ اپنی موجودہ طرز معاشرت کے لحاظ سے دوسرے جیالوں سے کسی طرح کم نہیں سکے۔ چنانچہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ غلامی میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ اور تئیس سال کے قلیل عرصہ میں سارا عرب مسلمان ہو گیا۔

آپ نے بے نظیر قوم پیدا کی

محمد رسول اللہ صلعم نے جس قسم کی قوم دنیا میں پیدا کی اس کی مثال لانی امر محال ہے۔ آپ نے اہل عرب کو ذلت و نکبت کی پستیوں سے اٹھا کر شرافت و نجابت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ ان کے اندر ملکوتی صفات پیدا کیں۔ اور ان کے ہاتھ فرشتوں سے جا ملائے۔ وہ قوم جسے بت اور عناصر پرستی مرغوبِ خاطر تھی۔ اس کی زبان سے خدائے واحد کی حمد و ثنا اٹھتے بیٹھتے ہونے لگی وہ لوگ جو قتل و غارت میں بڑے بیباک، اور ظلم و ستم میں بڑے دست دراز اور چیرہ دست تھے۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے خدا کی زمین پر فرشتۂ رحمت بن گئے۔ انہیں لہو و لعب سے نفرت اور ذکر الٰہی سے دلی محبت ہو گئی

عربوں کی کایا پلٹ ہو گئی

ان کے دل تمام کدورتوں، خاندانی رقابتوں اور دیرینہ دشمنیوں سے یکسر دھل کر صاف و پاک ہو گئے۔ اور باہم ایسے شیر و شکر ہوئے۔ کہ گویا ایک ہی جسم کے مختلف حصے ہیں۔ نسل و قوم اور رنگ کے امتیازات ان کے لئے کسی فخر و ناز کا باعث نہ رہے۔ بلکہ اُن میں سب سے بڑھ کر معزز وہی تسلیم ہونے لگا۔ جو بڑا متقی اور پرہیزگار تھا۔ اسلام لانے سے قبل قوموں کی برادری میں عربوں کو کوئی وقعت اور منزلت حاصل نہ تھی بلکہ انہیں بڑی حقارت اور نفرت سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام لانے کے بعد اس قوم کی کایا ہی پلٹ گئی۔ اس کی شجاعت اور مردانگی اور ہیبت سے قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان حکومتیں لرزہ براندام ہونے لگیں۔ نانِ جویں اور کھجور و ستو کھانیوالی یہ قوم عظمت و جبروت کے اُس مقام پر پہنچی جو آج تک کسی قوم کو نصیب نہیں ہوا

آپ کا افضل ترین معجزہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بہت سے اقتداری معجزات ظہور میں آئے۔ جن سے آپ کے من جانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔ لیکن میرے نزدیک آپ کا افضل ترین معجزہ یہ ہے۔ کہ آپ نے ایک اخلاق باختہ اور رسوائے عالم قوم میں سے ایک عظیم الشان با اخلاق خدا پرست، شریف و نجیب قوم پیدا کی۔ یہ آپ کی وہ کامیابی ہے۔ کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے

حضرت کے معجزات اور کامیابی

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مردوں کو زندہ، کوڑھیوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کیا کرتے تھے۔ اندھوں کو بینائی بخشتے اور بعض پرندوں کے خالق تھے لیکن بائبل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان معجزات کے باوجود آپ کی تبلیغ سے کل تیرہ حواری پیدا ہوئے۔ جن میں سے بعض امتحان اور آزمائش کے موقع پر منحرف ہو گئے۔ اور ایک نے آپ سے مخالفین کے روبرو کئی بار انکار کیا

حضرت موسےٰ اور حضرت نبی کریم صلعم

حضرت موسےٰ علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں بڑے عظیم الشان نبی ہو گذرے ہیں آپ نے اپنی قوم کو فرعون کے پنجۂ ظلم سے چھڑانے کی ان تھک کوشش کی۔ جب ایک موقعہ پر مقابلہ کی ضرورت پڑی اور حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اُسے مقابلہ کے لئے ابھارا۔ تو قوم نے واشگاف الفاظ میں کہہ دیا۔ کہ اے موسےٰ جا تو اور تیرا خدا ہمارے دشمنوں سے لڑو۔ اور ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ مگر اس کے بالمقابل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کا یہ اخلاق ہے۔ کہ اس نے ایک موقعہ پر کہا۔ یا رسول اللہ ہم موسےٰ کی قوم کی طرح یہ کبھی نہ کہیں گے۔ کہ آپ اور آپ کا خدا ہمارے دشمنوں کے خلاف لڑیں۔ نہیں بلکہ ہم آپ کے آگے بھی لڑیں گے پیچھے بھی لڑیں گے۔ دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ اور دشمن ہماری لاشوں پر گذر کر ہی آپ پر حملہ کر سکیگا۔ فرمانبرداری، اطاعت اور جاں نثاری کا جو نمونہ اس قوم نے دکھایا۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا پتہ چلتا ہے۔ وہ لوگ آپ پر پروانہ وار جانیں قربان کرتے اور جہاں آپ کا پسینہ گرتا وہاں وہ اپنا خون بہانا موجب سعادت سمجھتے تھے۔ اس قسم کی جاں نثار اور خدا پرست قوم کوئی بڑے سے بڑا انسان آج تک پیدا نہیں کر سکا۔ خواہ وہ مذہبی لیڈر ہو۔ یا سیاسی رہنما۔

اکمال دین قوم کے بلند پایہ ہونے پر دال ہے

قرآن مجید میں خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً۔ آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کامل کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند فرمایا۔ یہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کہ پہلے ایک بلند پایہ قوم ہو۔ جس کو خدا نے اس قابل سمجھا ہو۔ کہ واقعی وہ اس کی نعمتوں کی اہل ہے۔ تاکہ وہ انعامات سے اسے نوازے اور آسمانی برکتوں سے اس کی جھولیوں کو بھر دے

تعلیم اسلام پر چلنے والی قوم

اگر محمد رسول اللہ نے اس قسم کی قوم پیدا نہ کی ہوتی جس پر خدا خوش ہوتا تو اس کو یہ خوشخبری کبھی نہ سنائی جاتی کہ ہم تم پر اپنی نعمتوں کو ہر لحاظ سے پورا کر دیا ہے کیونکہ انعام کے بالمقابل انعام پانے والے کا وجود ہونا ضروری ہے میرا یہ ایمان ہے کہ خدا تعالےٰ جس قسم کے انسان دنیا میں پیدا کرنا چاہتا تھا وہ اس نے اپنے رسولِ اکرم کے ذریعے پیدا کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور افاضۂ روحانی اور تربیت سے جس قسم کے لوگ پیدا ہوئے۔ اس قسم کے لوگ اب کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

آپ جو تعلیم خدا کی طرف سے لائے اس تعلیم کو اپنی زندگی میں سارے عرب میں رائج کر دیا۔ اور اسے ساری دنیا پر پھیلانے کے لئے ایک قوم پیدا کی۔ جو اس بات کا زندہ ثبوت تھی یہ تعلیم ربانی فی الحقیقت قلوبِ انسانی میں معجزانہ تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ محض چند اچھے اصولوں کا لانا بہت بڑی بات نہیں بلکہ بڑی بات یہ ہے کہ جو اصول لائے جائیں ان پر کاربند ایک قوم اور جماعت پیدا کی جائے۔ تاکہ دنیا اس جماعت یا قوم کے وجود کو اُن اصولوں کی حقانیت پر ایک دلیل سمجھے۔ محمد رسول اللہ نے اسلام تلوار کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اخلاقی قوت کے ساتھ پھیلایا۔ جن لوگوں نے آپ کو دکھ دیا۔ وہی آپ کے جانثار غلام بنے۔ یہ وہ معجزہ ہے۔ جو اور کسی نبی سے ظہور میں نہیں آیا۔ حالانکہ ان کی تبلیغ کا دائرۂ عمل محدود ہوتا تھا۔ محمد رسول اللہ کی اس کامیابی پر ہی خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم

چمنستانِ اخلاق (بقیہ صلا)

ایک دفعہ فرمایا میں بشر ہوں میرے سامنے جھگڑے آتے ہیں کوئی شخص دوسرے فریق سے اپنے مدعا کو بہتر طریق پر ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ سچا ہے۔ اور میں اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ پس اگر کسی شخص کو کسی مسلمان کے حصہ میں سے اس فیصلہ کے بموجب کچھ ملتا ہو تو وہ سمجھ لے کہ یہ ایک آگ کا ٹکڑا ہے۔ اب خواہ لے خواہ چھوڑ دے۔ (بخاری)

مردانہ ورزشیں

حضورؐ مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے تھے۔ رکانہ عرب کا مشہور شہ زور پہلوان تھا۔ وہ اپنے پچھڑ جانے کو اسلام لانے کی شرط ٹھہراتا تھا۔ نبی صلعم نے اس کو تین دفعہ پچھاڑ دیا تھا۔

تیر افگنی کا لوگوں کو بہت شوق دلاتے تھے تیر افگنی کی مشق کے لئے لوگوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا کرتے تھے ایک دفعہ فرمایا تیر چلاؤ۔ میں اس پارٹی کی طرف ہونگا یہ سُن کر دوسری پارٹی نے تیر چلانے سے ہاتھوں کو روک لیا۔ سبب پوچھا گیا انہوں نے کہا۔ جب اس پارٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں تو ہم اس کے مقابلے میں کیونکر تیر افگنی کر سکتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیر چلاؤ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔ ارموا وانا معکم کلکم (صحیح بخاری)

گھوڑوں کی دوڑ آنحضرت صلعم کے حکم سے کیجاتی تھی لمبی دوڑ ۵ یا ۶ میل کی اور ہلکی دوڑ ایک میل کی ہوتی تھی (بخاری)

انکساری اور فروتنی

اپنی ایسی تعریف جس سے دوسرے نبی کی کمی نکلتی پسند نہ فرماتے۔ ایک دفعہ ایک بیاہ میں تشریف لے گئے چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے بزرگوں کے کارنامے گا رہی تھیں انہوں نے یہ بھی گایا کہ ہمارے درمیان ایسا نبی ہے جو کل کی بات آج بتا دیتا ہے حضورؐ نے فرمایا یہ نہ کہو۔ جو پہلے کہتی تھیں وہی کہتی جاؤ۔ ایک دفعہ آپؐ کھانا کھا رہے تھے۔ کسی یہودی نے دیکھ کر کہا۔ کہ محمدؐ تو اس طرح کھانا کھاتا ہے جس طرح غلام۔ حضور نے فرمایا۔ بیشک میں اپنے آقا کا غلام ہی ہوں۔

صلواۃ بر تو خدائی و فرشتگاں خوانند
کہ ثنا سنج تو آیند ز انسی و جانی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مبین

ابو المظفر فخر الدین صاحب راولپنڈی

حضرت خاتم النبیین کی ممتاز حیثیت

سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہمیں ہر مقام پر خدا کی نصرت اور تائید ایزدی نظر آتی ہے۔ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اس امر پر روشن دلیل اور واضح حقیقت ہے کہ آنحضرت صلعم خدا کے صادق نبی تھے جس قدر بشارات اور صداقت کے نشانات آنحضور کو عطا ہوئے کسی ایک قومی نبی کی سیرت ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ جو کامیابی اور تائید ایزدی آپ کو حاصل ہوئی اس نے رسول عربیؐ کو تمام انبیاء کرام اور رُسل عظام سے ممتاز حیثیت دلائی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خاتم کمالات نبوت

خداوند تعالیٰ کی پاک وحی "ن - والقلم وما یسطرون

ما انت بنعمت ربک بمجنون - وان لک لاجرا۔۔۔"

دوات اور قلم اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں (اس پر گواہ ہیں کہ) تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں۔ اور یقیناً تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ اور تو یقیناً عظیم الشان اخلاق پر (قائم) ہے۔ اس بات پر بیّن شہادت ہے۔ کہ ابتدائے بعثت میں ہی خداوند کریم نے آپ کے خلق عظیم پر گواہی دی اور یہ بشارت بھی دی کہ آپ کے فیضان نبوت کا دامن ابدالآباد تک ممتد رہے گا۔ اس اعتبار سے نبوت کے کمالات حضورؐ کی ذات پر ختم ہوگئے۔ اور آپ نبوت کے ظہور اتم ثابت ہوئے۔

"ن - وانک لعلیٰ خلق عظیم"

اخلاق فاضلہ کا بلند سے بلند تر ذکر

حضرت ابن عباس کی روایت کے مطابق ان آیات کا نزول سورۃ اقرا کے بعد کا ہے۔ اس لحاظ سے یہ پیش گوئی بہت ابتدائی زمانہ کی ہے ان آیات میں اہل علم کے لئے نکتہ ہے۔ کہ جس قدر علم اور سائنس ترقی کرے گی۔ آنحضرتؐ کی صداقت زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوتی جائے گی۔ اور جوں جوں تمدن اور تہذیب منازل ارتقا طے کریں گے اس محسن اعظم۔ رحمت للعالمین اور خلق عظیم کے اخلاق فاضلہ کا ذکر بلند سے بلند تر ہوتا جائے گا۔ تیسری پیشگوئی آپ کی کامیابی اور اجر عظیم کی ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ جو فتوحات اور کامیابیاں آنحضرت صلعم کو میسر آئیں۔ وہ آپؐ سے پہلے کسی نبی کو حاصل نہ ہوئیں۔

صلح حدیبیہ

مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد چھ سال کا عرصہ معرکہ کفر و اسلام میں بسر ہوا۔ ایک رؤیا کی بنا پر یہ اولوالعزم نبی چودہ سو جاں نثاروں کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوتا ہے۔ مگر اس خیال سے کہ قریش مکہ زائرین کعبہ کی اس جماعت کو شک و شبہ کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ میر کارواں نے یہ احتیاط فرمائی کہ احرام باندھ لئے جائیں۔ اور قربانی کے اونٹ ساتھ لے لیے۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی بھی ہتھیار باندھ کر نہ چلے۔ صرف تلوار پاس ہو مگر وہ بھی نیام سے باہر نہ ہو۔

ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر آپؐ نے قربانی کی ابتدائی رسومات سر انجام دیں۔ جب قریش مکہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو روکنے کے لئے زبردست تیاریاں کیں۔ بلکہ تمام قبائل کو اکسا کر جنگ کے لئے جمع کیا صلح اور امن کے شہزادے کو جب قریش کے ان عزائم کا علم ہوا تو آپ نے ان کو کہلا بھیجا کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں بہتر ہے کہ قریش ہم سے ایک مدت معینہ کے لئے معاہدہ کریں۔ مگر اس خیال سے کہ قریش اس پیغام صلح کو مسلمانوں کی کمزوری اور دون ہمتی کی دلیل نہ تصور کریں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر قریش اس پر راضی نہیں ہیں تو اس خدا کی قسم جس کے مقدس ہاتھوں میں میری جان ہے میں اس کی راہ میں اس وقت تک لڑوں گا۔ جب تک میری گردن الگ نہ ہو جائے۔ اور خدا اپنا فیصلہ نہ پورا کر دے۔ وفود اور ایلچیوں کے تھوڑے سے تبادلہ کے بعد قریش مصالحت پر آمادہ ہو گئے۔ اور بہت سی ردو قدح کے بعد ان شرائط پر صلح ہوئی:

۱۔ مسلمان اس سال بغیر عمرہ کئے لوٹ جائیں گے۔

۲۔ اگلے سال عمرہ کے لئے آئیں گے مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں گے

۳۔ اسلحہ بند ہو کر نہیں آئیں گے۔ البتہ تلواریں ساتھ ہونگی مگر وہ بھی نیام میں

۴۔ مکہ میں جو مسلمان مقیم ہیں۔ زائرین ان کو اپنے ساتھ مدینہ نہ لے جائیں گے اور جو مسلمان مکہ میں رہنا چاہے گا۔ اسے قیام سے نہ روکیں گے۔

۵۔ اہل مکہ یا مکہ کے مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ اور اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ چلا آئے گا۔ تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا۔ کہ فریقین (معاہدہ ہذا) میں سے جس کے ساتھ چاہیں ہو جائیں۔

فتح مبین

یہاں یہ ذکر کرنا بھی نامناسب نہ ہوگا۔ کہ جب معاہدہ کی شرائط تحریر کی جانے لگیں۔ تو کفار مکہ نے بسم اللہ الرحمٰن کے لکھے جانے پر اعتراض کیا بلکہ مصر ہوئے کہ یہ نہ لکھی جائے۔ آنحضرت صلعم چونکہ خلق کی بامناہت دلوں پر قائم کرنے کو مقدم سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ نے فریق مخالف کی بات منظور کر لی۔ مگر صحابہ کرام کو یہ ناگوار گزرا۔ پاس ادب سے کسی نے بھی اس وقت حرف مدعا زبان پر لانے کی جرأت نہ کی۔ البتہ جب معاہدہ پر دستخط ہو چکے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے باری باری حضور رسالت مآب میں اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔ گو صلح حدیبیہ بظاہر دب کر ہوئی تھی مگر وحی حق نے اس کو فتح مبین کا نام دیا اور اس وحی نے صحابہ کرام کے غم و غصہ کو تشکر و اطمینان قلبی میں بدل دیا۔ اس پیشگوئی کے پرشکوہ الفاظ آج بھی مومنین کے دلوں کو اطمینان بخشتے ہیں اور اس سورۃ شریفہ کا نام آج تک الفتح چلا آتا ہے۔ ذرا ان الفاظ پر غور کیجئے۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطا مستقیما۔ وینصرک اللہ

ترجمہ:- ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی ہے تاکہ اللہ تیرے لئے اس کی حفاظت کر دے۔ جو تیرے (امر موعود) قصور سے پہلے گذر چکا اور جو پیچھے رہا اور اپنی نعمت کو تجھ پر پورا کرے اور تجھے سیدھے رستہ پر چلائے۔ اور اللہ تجھے زبردست نصرت سے مدد دے۔

اس صلح کو جو بظاہر دب کر کی گئی معلوم ہوتی ہے خدا کی وحی کھلی فتح قرار دیتی ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔ کہ اس صلحنامہ میں وہ کون سی شئے مضمر تھی جو اسلام کے لئے فتح مبین کا پیش خیمہ بن سکتی تھی۔ اس کے لئے جب ہم تاریخی واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہجرت سے لے کر اس وقت تک مسلمان کفار مکہ سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کرتے تھے۔ ان میں میل جول اور آمد و رفت بالکل بند تھی۔ اب اس صلحنامہ کی رو سے باہمی آمد و رفت کی پابندی دور ہو گئی تھی۔ اور مکہ اور مدینہ کے درمیان آمد و رفت کم و بیش آزاد ہو گئی تھی۔ یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ باہمی میل جول کو مسلمانوں نے سمگلنگ یعنی ناجائز تجارت کا ذریعہ بنا کر روپیہ کمانے اور امیرانہ زندگی بسر کرنے کا موقعہ نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ انہوں نے اس ربط اور میل جول کے سبب تبلیغ اسلام وسیع پیمانے پر کی۔ ان پاک نفس لوگوں کو دنیا کی دولت و ثروت سے غرض نہ تھی۔ جاہ و حشمت کی تمنا نہ تھی بلکہ وہ تو خدا کے فضل اور اس کی رضا کے طالب تھے۔ جیسا کہ اس سورۃ الفتح کی آخری آیات میں ان کی صفات حسنہ کا ذکر کیا گیا اور اسی تبلیغ اسلام کے جہاد کی بدولت ڈیڑھ سال میں ان کی تعداد چودہ سو سے بڑھ کر دس ہزار تک پہنچ گئی۔ تا آنکہ نوشتوں کی پیش گوئی جو کئی ہزار سال پہلے کی گئی تھی پوری ہو کر

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ان کے لئے ایک آتشی شریعت تھی"

فتح مکہ

نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ بلکہ وہ فاتح کی حیثیت سے اسی سرزمین میں داخل ہوئے۔ جہاں ان پر عرصہ حیات تنگ کیا جاتا رہا اور طرح طرح کی ایذا رسانیوں اور ستم رانیوں کو انہوں نے محض للہ برداشت کیا تھا۔ پیش گوئی کے الفاظ میں آپ کے متبعین کے لئے لفظ قدوسی اس بات پر دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کا دامن ہر قسم کے مزعومہ قصوروں سے پاک ہے۔ جیسا کہ خداوند کریم کی وحی میں ذکر کیا گیا۔ ان قدوسیوں نے ربع مسکون پر اس نور مصطفوی سے چراغ روشن کئے جو آج تک ضلالت اور جہالت میں بھٹکنے والوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس آتشی شریعت نے آتشکدہ ایران کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور وہ شریعت آج بھی متلاشیان حق کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کر رہی ہے۔ اور اس طرح وہ آپ پر نعمت کے اتمام کی برہان قاطع ہے۔

اس زمانہ کی فتح مبین

ہم پر افسوس ہے کہ جس ذریعہ سے ہمارے بزرگوں نے فتح مبین حاصل کی تھی۔ ہم آج اس سے غافل ہیں۔ ہمارے سامنے اس زمانے کے امام ہمام کے شاگردوں نے تبلیغ اسلام کے لئے ہوائی

(باقی صفحہ ۳۷ پر)

پیغمبر اسلام

ایم۔ اے۔ ایچ اصفہانی

[آپؐ کی ذات اقدس میں روحانی اور دنیاوی مناصب یک جا ہو گئے تھے تاہم آپؐ نے انکسار، امداد باہمی اور جرأت کی ایک مثال قائم کر دی تھی۔ آپؐ کی زندگی ہر لحاظ سے اتنی سادہ تھی کہ غریب و مسکین لوگ بھی آپؐ کے نقش قدم پر آسانی سے گامزن ہو سکتے تھے، اور اتنی بلند پایہ بھی تھی کہ دنیا میں کوئی انسان نہیں جسکی آپؐ کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے اور آپؐ کے نقش قدم پر چلنے سے ایک مکمل اخلاقی اور روحانی قلب ماہیت نہ ہو سکے]

حضرت محمد صلعم ایک رسول اور پیغمبر خدا تھے جنکی تعلیم نے اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھی اور جن کے اسوۂ حسنہ پر دنیا بھر کے تقریباً پانچ کروڑ مسلمان گامزن ہیں۔ رسول اللہ، داؤد اور سلیمان علیہم السلام کی طرح لوگوں کے حکمران تھے اور ایک الہامی معلم تھے۔ آپؐ نے اپنے جدّ اعلےٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالص اور بے داغ مسلک کو از سر نو زندہ کیا اور اسے ایک بین الاقوامی جمہوری مذہب بنا دیا۔ آپؐ نے انسانیت میں عقلیت اور آزاد خیالی کی روح پھونک دی اور سائنسی علم کی ترقی کی ہمت افزائی کی۔ کارلائل نے بجا طور پر اپنے مضمون میں آپؐ کو ایک بطل عظیم قرار دیا ہے۔ آپ کی ذات اقدس اپنے تمام پیروان کے خیالات اور اعمال کے لئے ایک منبع اور سرچشمہ ہے اور اس بات کی از روئے انصاف توثیق کی جا سکتی ہے کہ تاریخ میں ایسی ایک مثال بھی نہیں جب ایک شخص واحد نے اتنے کروڑ انسانوں کی ایک نسل پر محمد رسول اللہ صلعم کی طرح اتنا گہرا نقش چھوڑا ہو۔

ایک پیغمبر کے فرائض دوگونہ ہوتے ہیں: ۔

(ا) اس ربانی ہدایت سے لوگوں کو آگاہ کرنا جو اس پر نازل ہو۔ اور

(ب) ایک پاکیزہ زندگی کی مثال قائم کرنا جو اسکی پیش کردہ تعلیم کے عین مطابق ہو:

ایک نبی کا انسانیت کے مطمح نظر بننے کیلئے بشر ہونا لازمی ہے

اس لئے یہ لازمی ہے کہ ایک پیغمبر ہمارے جیسا انسان ہو۔ اگر وہ خدا ہو یا فرشتہ ہو یا مافوق البشر ہستی ہو تو وہ ان لوگوں کے لئے ایک مطمح نظر نہیں بن سکتا جن میں وہ تمام کوتاہیاں اور خامیاں موجود ہیں جو فطرت انسانی کی خلقت میں ہیں۔ اس صورت میں ہمیشہ یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ہم میں آپ جیسی طاقت اور ہمت نہیں علاوہ ازیں خدا کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک غیر مبدل غیر فانی خود مختار لامحدود اور ناقابل ادراک ہستی ہے۔ کسی انسان کو خدا مان لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خدا کے تصور سے ہی انکار کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم ایک ایسے غلط تصور کے خطرہ سے آگاہ تھے اس لئے آپ نے بار بار غیر مبہم الفاظ میں اس بات کا اعلان کیا کہ میں صرف ایک بشر ہوں، قرآن میں اس مطلب کی بہت سی آیات ہیں۔ اور مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اس شہادت کی تکرار کرتے رہیں کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ

ہم ہر روز اپنی نمازوں میں پانچ مرتبہ اپنے تئیں ایمان کی اس شرط کی یاد دہانی کراتے ہیں لیکن ان تحت احکام جو اس بارے میں دیے گئے ہیں کے باوجود شاید بعض مسلمان نبی صلعم کے پاکیزہ کردار اور آپ کی بے لوث صفات سے اتنے متاثر ہوں کہ آپؐ کی الوہیت کا اعلان کر دیں۔ بر عکس ہم اپنے پیغمبر کی اس لئے زیادہ عزت کرتے ہیں کہ آپؐ بشر تھے اور آپؐ نے ہمیں واضح طور پر اور پُر زور طریق سے کسی بشر کو خدا مان لینے کے خلاف تنبیہہ کی تھی۔

اسلام کے متعصب ترین نقاد بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نبی صلعم سچے، ایماندار اور مخلص تھے۔ آپ ایک پاکباز انسان تھے۔ آپؐ کی زندگی اور آپکے اطوار ہمیشہ خالص اور بیداغ تھے۔ آپ کو لکھنا، پڑھنا نہ سکھایا گیا تھا یہ حقیقت غار حرا کے واقعہ سے عیاں ہے جب آپؐ نے وہ فرشتہ دیکھا جس نے پہلے پہل آپ کو نبوت کے فرائض سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرشتہ جبرئیلؑ کو ہاتھ میں ایک نوشتہ لئے آسمان سے نازل ہوتے دیکھا اور کہتے سنا "پڑھ" جس کا آپ نے یہ جواب دیا کہ میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے اس حکم کو تین بار دہرایا جس پر آپ نے قرآن کی چھیانویں سورت تلاوت فرمائی۔ گویا یہ آپ کے قلب پر نقش کر دی گئی ہو۔ یہ بات بہت حیران کن ہے کہ ایک ایسا انسان جسے لکھنے پڑھنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو، انسانیت کے لئے ایک ایسی کتاب کی میراث چھوڑ جائے کہ گذشتہ صدیوں کے اندر لائق ترین لوگوں میں سے کوئی بھی اس کے خیالات کی بے مثال حکمت اور زبان کی ندرت کی مثال پیش نہ کر سکا۔ اس کتاب میں ہر قابل فہم بات جو انسانیت کے کسی کام آسکے موجود ہے۔ یہ شستہ بھی ہے اور نورانی بھی، از حد تصوراتی ہے لیکن عملی، جذباتی، اور حکیمانہ بھی ہے۔ مختصراً یہ کہ یہ ہر مزاج اور ذہنی ارتقا کے تمام مدارج کے انسانوں کو متاثر کرتی ہے۔ نبی صلعم محض مقرر نہ تھے۔ صرف الفاظ اور ادبی انداز کے شیدائی نہ تھے۔ آپ جو فرماتے تھے دل سے فرماتے تھے جس بات کی تبلیغ کرتے تھے اس پر عمل بھی کرتے تھے اور اپنی روزمرہ کی زندگی میں تمام قرآنی قوانین کو استعمال کرتے تھے بعثت سے قبل اپنی زندگی کے چالیس سال اور اس کے بعد بھی آپ نے کبھی کوئی مذموم عمل نہیں کیا۔

آپ کی شخصیت تاریخی ہے اور افسانوی یا نیم افسانوی نہیں ہے آپ کی زندگی کا ہر عمل محفوظ کر لیا گیا ہے اور آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ محفوظ ہو چکا ہے۔ آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہیں ہے۔ آپ اپنے والد کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ جو آپ کو دیکھنے سے پہلے رحلت فرما چکے تھے۔ آپ کی والدہ بھی آپ کے زمانہ طفلی میں فوت ہو گئی تھیں اور آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش ایک یتیم بچہ کی حیثیت سے کی اور آخر میں آپ کے چچا ابو طالب نے۔ آپؐ نے اپنے چچا کے گھر میں اپنے چند عم زادوں کے ساتھ پرورش پائی۔ اور آپ شریف، راستگو قابل، متین اور پر وقار رہے، ایک نوجوان کی حیثیت سے آپ قابل، معتماد، مہربان اور مددگار تھے۔ آپ نے ایک از حد پاکیزہ زندگی بسر کی۔ آپ نے کبھی دعوتوں، عیش و عشرت، بت پرستی قمار بازی، مے نوشی اور اپنے ہمعصر عرب قبائلیوں کی نفس پرستی میں حصہ نہیں لیا۔

آپ اکثر اپنے چچا کے ہمراہ سامان تجارت لے کر شام کو جاتے تھے۔ بتایا گیا ہے کہ ان سفروں میں سے ایک میں بحیرہ راہب کس طرح آپ کی شخصیت سے متاثر ہوا اور اس نے پیشگوئی کی کہ یہ نوجوان عرب ایک بلند پایہ حیثیت حاصل کرے گا۔ مدت گزرنے پر ہمارے پیارے نبی صلعم ایک امیر بیوہ کی ملازمت میں منسلک ہو گئے اور ان کے کاروبار کو اس خوش اسلوبی سے چلایا کہ انہوں نے آپؐ سے شادی کر لی۔ گو آپؐ ان سے پندرہ سال کے لگ بھگ کم عمر تھے۔ اس لئے اب پیغمبر ایک شوہر اور باپ بن گئے اور آپ نے اس حیثیت کی بھی ایک مثال پیش کر دی۔ آپ اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں خادم، آقا، تاجر، رعایا، سپاہی سپہ سالار، منصف، قاضی اور بادشاہ رہے اور ان تمام حیثیتوں میں آپ نے ہماری پیروی کے لئے ایک نمونہ قائم کر دیا۔ آپ کی زندگی کے کئی پہلو تھے۔ آپ راہب نہ تھے جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر عزلت گزینی کی زندگی بسر کرتے۔

جب آپ نے مکہ میں تبلیغ کا آغاز کیا تو بت پرستوں کے سرداروں کی آتش غضب بھڑک اٹھی جن میں آپؐ کا چچا ابو لہب بھی شامل تھا۔ ان لوگوں نے آپؐ کو ملامت کی اور مذاق کیا۔ انہوں نے آپ کو دیوانہ، کاذب اور ساحر کہا۔ انہوں نے آپ کو ڈرایا دھمکایا۔ آپ پر اوجھڑی پھینکی۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے آپ پر سنگباری کی، آپؐ کا مقاطعہ کیا، اور آپ کی جان لینے کی سازش کی۔ لیکن آپؐ نے مکہ میں اپنی نبوت کے تیرہ سالوں کے عرصہ میں ان تمام مصائب کو بڑے وقار اور صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا۔ یہ آپ کی ایماندار، شریف اور ہمدرد خلق شخصیت کی کشش تھی جس کی بدولت ان ابتدائی سالوں کے عرصہ میں آپ کے کئی حامی پیدا ہو گئے۔ آپ ایک ایسی زبان میں گفتگو کرتے تھے جو سامعین کے دلوں کو ہلا دیتی تھی اور آپ اپنا پیغام بڑی جرأت خلوص اور وقار کے ساتھ سناتے تھے۔ آپ کے اولین پیروان میں آپ کی زوجہ خدیجہؓ اور نوجوان عم زاد حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ شامل تھے۔ جو زیادہ قریب ہونے سے آپ کی نجی زندگی سے واقف تھے اور آپ کے کردار کو پرکھنے کے لئے بہترین حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے آپ کے بے لوث اطوار کے متعلق ان کی شہادت بڑی قابل قدر ہے۔ آپ کی پہلی اپیل جو آپ نے اہل مکہ کے سامنے اپنی رسالت کو قبول کرنے کے متعلق کی اسی دلیل پر مبنی تھی۔ آپ نے اپنے گرد و پیش جمع شدہ مجمع سے

فرمایا" کیا تم مجھے صادق انسان سمجھتے ہو؟" کیا ان میں کوئی تھا جس نے "نہیں" کہا ہو؟ کیا وہاں کوئی تھا جو "نہیں" کہہ سکے! وہاں کوئی نہ تھا جو ایسا کرے۔ تب آپ نے فرمایا۔ "اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے ایک فوج آ رہی ہے۔ تو کیا تم مجھ پر اعتبار کرو گے؟" وہ کہنے لگے "ہاں!" اس لئے آپ نے آخر میں فرمایا "تو پھر تم لوگ مجھ پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ جب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ خدائے واحد کی پرستش کرو اور اسکی اطاعت کرو، اور یہ کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے" اس تقریر نے سامعین پر گہرا اثر کیا اور ان میں سے اکثر آپ کی تعلیمات پر ایمان لے آئے اور مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔

آپ مسلسل اپنے مقصد کی تبلیغ کرتے اور لوگوں کی رہنمائی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کفار مکہ نے آپ کو رات کے وقت قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سازش سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے گھر بار چھوڑ دیا اور جا کر مدینہ میں پناہ لی مکہ کے سردار آپ کے بڑھتے ہوئے اثر کو دبانا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ کے خلاف ایک سے زیادہ مہمات منظم کیں مسلم عساکر جنہیں بت پرست فوجوں کا مقابلہ کرنا پڑتا اکثر مایوسی کی حد تک تعداد میں کم ہوتے تھے لیکن ان کے نبی کی عسکری قابلیت اور نیک مقاصد کے لئے جنگ کرنے کے عقیدہ سے انہوں نے ہر جنگ میں فتح و کامرانی حاصل کی۔ رسول اللہؐ جنگ کے طالب نہ تھے، نہ آپ عرب پر حکمرانی کے خواہشمند تھے۔ آپ تمام انسانوں کے حق کی حمایت میں جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔۔۔ خدائے واحد کی پرستش کا حق۔ یہ حقیقت کہ تمام غزوات مدافعانہ تھے بڑی آسانی سے ثابت ہو سکتی ہے یہ تمام غزوات مدینہ سے چند میل کے دائرہ میں واقع ہوئے۔ رسول اللہ صلعم نے کسی حملہ کا آغاز کرنے کے لئے کبھی بھی اپنے قرب وجوار کے علاقہ میں حملہ آور فوج نہیں بھیجی۔ البتہ اس وقت ہوتا جب آپ کو غنیم کی جارحانہ کارروائیوں اور مدینہ کے نواح میں فوجوں کے اجتماع کا پتہ چلتا جس سے شہری زندگی اور تجارت کو خطرہ پیدا ہو جاتا، اور آپ خطرہ کے بڑھنے سے پہلے دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے، وہ جنگ جس میں آپ شریک ہونے کے لئے مجبور ہوتے آپکی خلاف مرضی ہوتی، آپ اپنی مہمات کو بے غرضی سے انسانوں کی طرح سر کرتے، گو آپ غزوات میں فوجوں کی سرداری کرتے۔ لیکن بذات خود مشکل سے کوئی ہتھیار اٹھاتے تھے آپ انسانی جان لینے یا کسی اور انسان کو جسمانی اذیت پہنچانے سے خواہ وہ کسی نیک مقصد کے لئے کیوں نہ ہوتی پس و پیش فرمایا کرتے اس لئے یہ آپ کی خواہش نہ تھی بلکہ آپ کے دشمنوں کا کینہ اور عداوت تھی جس نے آپ کو تمام عرب کی حکومت اور بادشاہت دے دی۔

اسوۂ رسولؐ

آپؐ کی زندگی کا نمونہ آپ کی اقبال مندی اور مرفہ حالی کے ایام میں بھی ویسا ہی سادہ اور سخت تھا جیسا زمانہ مصیبت میں تھا، سارے عرب کے مالک، خاتم الانبیاء اور خدا کے برگزیدہ نبی نے نہ کبھی سر پر تاج پہنا اور نہ ہاتھ میں عصائے شاہی تھاما۔ آپ کے لباس میں کم از کم کپڑے شامل تھے جسکی ایک معمولی عرب کو ضرورت ہو سکتی تھی آپ ایک چھوٹی پگڑی پہنتے ایک قمیص پہنتے اس پر کمر بند باندھتے، عبا سخت اون کی ہوتی اور جوتوں کا ایک معمولی جوڑا، آپ کا لباس ٹخنوں تک ہوتا اور اتنا لمبا نہ ہوتا کہ اپنے عہد کے مغرور سرداروں کے رواج کے مطابق زمین پر گھسٹتا آپ چلتے وقت نظریں نیچی رکھتے اور کبھی فخر و شان سے نہ چلتے تھے آپ اپنے جوتوں کی مرمت اپنے ہاتھ سے کرتے اپنے کپڑے خود دھوتے ان میں پیوند خود لگاتے۔ دکان سے سودا سامان خود خریدتے اور فرش پر جھاڑو خود دیتے تھے۔ آپ کا مکان مٹی کا تھا۔ جسکی چھت پھونس کی تھی۔ آپ ہمیشہ ایک چٹائی پر تشریف رکھتے اور زمین پر ایک معمولی چادر بچھا کر سوتے تھے۔ آپ کے بستر کھردرے چمڑے کے بنے ہوئے اور ان میں کھجور کی خشک ٹہنیاں بھری ہوتیں۔ آپ اور آپ کے اہل و عیال کئی کئی دنوں تک ایک مناسب غذا سے محروم رہتے کیونکہ آپ اپنا کھانا غریبوں اور محتاجوں کو دے دیتے تھے۔ آپ اکثر کھجوریں کھا کر یا ستو پی کر مطمئن ہو جاتے آپ اکثر غریبوں اور بیماروں کی خبر گیری کرنے جاتے اور جن لوگوں کا کوئی مر جاتا ان سے اظہار ہمدردی کرتے، جب آپ کسی سے ملتے تو آپ سلام کرنے میں پہل کرتے جب آپ گفتگو کرتے تو آپ اپنی آواز کو اپنے ملاقاتیوں سے بلند نہ کرتے۔ آپ کے لبوں پر ہمیشہ دوستانہ تبسم ہوتا۔ اور دوستوں کے لئے مشفقانہ الفاظ استعمال کرتے۔ آپ ہمیشہ اپنے ملاقاتیوں کے لیٹنے اور بیٹھنے کے لئے تکیہ اور چٹائی پیش کرتے اور خود زمین پر بیٹھتے تھے۔ آپ بچوں سے از حد شفقت فرماتے، اور اپنی ازواج سے غیر جانبداری سے پیش آتے تھے۔ آپ اپنی نمازوں کے لئے پابند اوقات تھے اور پنجگانہ نمازوں کے علاوہ رات کے طویل اوقات تہجد میں بسر کرتے تھے آپ رمضان کے روزے رکھتے اور ان کے علاوہ ہر ہفتہ میں دو دن روزہ سے رہتے۔ بچوں کے ساتھ آپ کی شفقت آپ کا ذاتی خلوص، بیوگان کی خدمت، یتیموں، غریبوں، حاجت مندوں کی خبر گیری اور بیماروں کی تیمارداری ضرب المثل تھی۔

آپ کی ذات اقدس میں روحانی اور دنیاوی مناصب یکجا ہو گئے تھے۔ تاہم آپ نے انکسار، امداد باہمی اور جرأت کی ایک مثال قائم کر دی تھی۔ آپ کی زندگی ہر لحاظ سے اتنی سادہ تھی کہ غریب و مسکین لوگ بھی آپ کے نقش قدم پر آسانی سے گامزن ہو سکتے تھے اور اتنی بلند پایہ بھی تھی کہ دنیا میں کوئی انسان نہیں جبکہ آپ کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے سے ایک مکمل اور روحانی قلب ماہیت نہ ہو سکے۔ آپ کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے آپ کی بعثت کو چودہ سو سال کا عرصہ ہوا تاہم آپ کی زندگی شخصیت اور کردار میں ان لوگوں کے لئے جو آج بھی ان کا مطالعہ کرنا چاہیں اتنی حقیقت ہے گویا یہ زندگی خود ہماری آنکھوں کے سامنے بسر کی جا رہی ہو۔

کتب احادیث جو کئی جلدوں میں ہیں ہمارے نبی صلعم کی زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے اور واضح بیانات سے بھری پڑی ہیں" ان احادیث کے پر غور مطالعہ اور قرآن کے سے بھی ایک شخص کے لئے یہ فیصلہ کئے۔۔۔ بغیر اور کوئی چارہ نہیں کہ ان لوگوں کے لئے جو پاکباز اور پرسا متقی بننا چاہیں اور خدا اور انسانیت کی موثر طریق سے خدمت کرنا چاہیں محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی ہمیشہ ایک درخشانی نمونہ اور بلند مطمح نظر رہیگی۔

فتح مبین (بقیہ از صفحہ ۳۶)

ایثار انہماک اور استقلال کے جو نمونے قائم کئے تھے ہم ان پر قائم نہ رہ سکے۔ خداوند کریم نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ نہ صرف سابقہ مزعومہ تصویروں سے حضرت نبی کریم کی حفاظت فرمائے گا۔ بلکہ بعد میں آنے والے زمانہ میں بھی وہ اسی طرح آپؐ کی حفاظت فرمائیگا اس آیت میں اشارہ تھا کہ آنحضرت صلعم پر دریدہ دہن زبان طعن دراز کرتے رہیں گے۔ چنانچہ انیسویں صدی عیسوی میں عیسائی مشنریوں نے منظم طریقہ پر رسول اکرم صلعم کی سیرت طیبہ کو مسخ کرکے پیش کیا اور آنحضرت صلعم کو (معاذ اللہ) قصور وار اور عیب دار ظاہر کیا۔ مگر جونہی حضرت امام کے فدائیوں نے اس بدر منیر کا خوبصورت چہرہ بے نقاب کیا اس کے فوراً تمام ظلمتیں پاش پاش ہو گئیں اور انہی ممالک میں جہاں آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کی مسخ شدہ تصویر پیش کی جاتی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں بڑے بڑے عالم مفکر اور چوٹی کے آدمی آپ کی غلامی میں عافیت ڈھونڈنے لگے۔ بلکہ انہوں نے اعتراف کیا کہ ایک صدی نہ گزرنے پائے گی کہ یورپ کا مذہب اسلام ہوگا۔

آج بھی ہمیں ضرورت ہے۔ کہ ہم تبلیغ اسلام کو اپنی سب ضروریات پر مقدم سمجھیں دشمنان رسول آج بھی جہالت اور ضلالت کے اندھیرے میں سرگرداں ہیں اگر اس اندھیرے کو نکالنے کیلئے ہمیں مالی اور عملی لحاظ سے کسی صورت میں بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ مبلغ بننے سے پہلے ہمیں اپنے اعمال کو بھی اسلام کے احکام کے مطابق بنانا ہے۔ چاہیئے کہ ہمارا قول فعل اور عمل اسلامی احکام کے مطابق ہو۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے۔

> بچہ دود خسروی آغاز کردند
> مسلمان را مسلمان باز کردند

قبل اس کے کہ ہم فتح مبین کی تمنا کریں ہمیں پہلے اپنی اصلاح نفس کی ضرورت ہے۔ ہمارا نمونہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جو اسلام کی صحیح تصویر ہو تا کہ ہمیں دیکھنے والے یہ کہہ سکیں کہ جس نبی کی یہ امت ہیں وہ اپنی شان میں بے نظیر تھا۔ اور جو دین اس نے قائم کیا وہی بنی نوع انسان کی مرفع الحالی کا ضامن ہے۔ آج آپ کی جماعت میں وہ سرگرمی نہیں اٹھیئے اور پھر سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کی تجدید کیجیے۔

مبارک ہے وہ احمدی جو آج سے اپنے اعمال کا جائزہ لے کر اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اور خدا کے وعدہ نصرت کو قریب لانے کے لئے مامور کی جماعت کی امداد پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔ تا کہ دنیا کو ایک دفعہ پھر اسلام کی فتح مبین کا نظارہ دکھا دے۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

مغرب سے آفتاب اسلام کا طلوع

طلوع الشمس من مغربہا کی تعبیر حضرت مجدد وقت کے قلم سے جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے

"طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر بہرحال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رویا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائینگے۔ اور ان کو اسلام سے حصہ ملیگا اور میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اسکے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور انکے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا۔ سو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ اگرچہ میں نہیں مگر میری تحریریں ان لوگوں میں پھیلیں گی اور بہت سے راستباز انگریز صداقت کا شکار ہو جائینگے۔ درحقیقت آج تک مغربی ملکوں کی مناسبت دینی سچائیوں کے ساتھ بہت کم رہی ہے گویا خدائے تعالیٰ نے دین کی عقل تمام ایشیا کو دیدی اور دنیا کی عقل تمام یورپ اور امریکہ کو۔ نبیوں کا سلسلہ بھی اول سے آخر تک ایشیا کے ہی حصہ میں رہا اور ولایت کے کمالات بھی انہیں لوگوں کو ملے۔ اب خدا تعالیٰ ان لوگوں پر نظر رحمت ڈالنا چاہتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۵-۵۱۶)

حضرت مجدد وقت کی یہ تعبیر آج ہم اپنی آنکھوں کے سامنے پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں، ووکنگ مسلم مشن کے دیگر تبلیغی مشنوں کے ذریعہ آفتاب اسلام کی شعاعیں مغرب سے نکلنی شروع ہو گئی ہیں، اور وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب یہ آفتاب اپنی پوری تابانی کے ساتھ تمام مغربی ممالک کو نور اسلام سے منور کر دیگا اور جیسا کہ انگلستان کے مشہور مفکر برنارڈ شا کا خیال ہے **آئندہ سو سال میں تمام انگلستان کا مذہب اسلام ہوگا**

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی طلوع الشمس من مغربہا کا ظہور آپ کی صداقت کا ایک ثبوت اور ہر ایک مسلمان کیلئے ازدیاد ایمان کا موجب ہے

www.aaiil.org

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۴۱

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

:: حضرت امام الزمان کا بیان ::

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَالْمُفْتَرِیْنَ۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

جرمنی میں تبلیغ اسلام

برلن مشن کی رپورٹ ماہ جولائی ۱۹۵۶ء

۴ جولائی ۱۹۵۶ء۔ درس قرآن کے دوران میں ڈاکٹر Veccia Vaghieri کی کتاب Apologia des Islam کے باب "مستقبل اسلام" کے بارہ میں لیکچر دیا گیا۔

۴ جولائی ۱۹۵۶ء۔ ایک ہندوستانی مسلمان کے توسط سے علاقہ مسجد کے ..... لوگوں کو چار ہندوستانی متحرک تصاویر دیکھنے کا موقع ملا، جو موجودہ ہندوستان ..... کے امور حفظانِ صحت کے ارتقاء سے تعلق رکھتی ہیں۔

۶ جولائی ۱۹۵۶ء۔ خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے اسلامی قانون اخوت کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ایک ایسی حکومت میں جو حکومت الٰہیہ کا غلبہ تسلیم کرتی ہو بادشاہ اپنے ..... آپ کو رعایا کے غریب ترین فرد کا بھائی یقین کرتا ہے۔

۸ جولائی ۱۹۵۶ء بیس طلباء مسجد کی زیارت کے لئے آئے، جن کو اسلامی عقائد کے متعلق معلومات فراہم کی گئیں۔

۱۰ جولائی ۱۹۵۶ء۔ درس قرآن کریم کے دوران میں ڈاکٹر Veccia Vaghieri ..... کی کتاب سے جو لیکچر دیا جا رہا تھا وہ اس باب پر ختم کر دیا گیا جس میں "اسلام میں سائنس کے ارتقاء" پر بحث کی گئی ہے۔

۱۳ جولائی ۱۹۵۶ء۔ خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے بتایا کہ ذوکس کے تمام اکتشافات عقیدہ رب کے ماتحت ہیں جس کے معنے آقا، خالق، سہارا دینے والا، حفاظت کرنے والا اور پرورش کرنے والا کے ہیں۔

۱۷ جولائی ۱۹۵۶ء۔ درس قرآن کریم کے دوران میں انسانوں اور خدا سے تعلقات کے بارہ میں امام غزالی کی کتاب سے لیکچر دیا گیا۔

۱۸ جولائی ۱۹۵۶ء۔ عید الاضحی کی تقریب پوری شان سے منائی گئی۔ اس تقریب میں ملحقہ علاقہ کے بہت سے لوگ شامل ہوئے اور کئی باہر سے آئے ہوئے مسلمان بھی جو اتفاق سے برلن میں موجود تھے آ گئے، خطبہ عید میں امام صاحب نے قربانی کے اسلامی تخیل پر لیکچر دیا اور ان مسلمانوں کا ذکر کیا، جو اللہ تعالیٰ اور اپنے ساتھی انسانوں کے لئے اپنی زندگی کی قربانی پیش کرتے ہیں، نماز کے بعد محلہ کے لوگ دیر تک بیٹھے رہے اور چائے اور مٹھائی سے ان کی تواضع کی گئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کمالات

مولانا محمد یعقوب خان صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

(مولانا یعقوب خان صاحب کا یہ مضمون خاتم النبیین نمبر کی اشاعت کے بعد موصول ہوا اس لئے اس پرچہ میں شائع کیا جاتا ہے ــــــــ ایڈیٹر پیغام صلح)

ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح" نے خاتم النبیین نمبر کے لئے کچھ لکھ کر بھیجنے کی فرمائش کی ہے۔ کوئی نئی بات ایسی نہیں جو قارئین "پیغام صلح" کے علم میں نہیں۔ نبی کریم صلعم کی تعلیمات اور آپکا اسوۂ حسنہ دو ایسی چیزیں ہیں جو ہر ایک سلیم الطبع اور منصف مزاج متلاشی حق کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ میں اسلام کے صرف دو کمالات کا ذکر کرونگا جو گذشتہ ہفتہ میں اس ملک میں نمایاں طور پر سامنے آئے اور غیر مسلموں سے خراج عقیدت حاصل کیا۔

یہاں پچھلے ہفتہ ــــــــ World Congress of Faiths کی کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس کانفرنس کے سیکرٹری نے مجھے دعوت بھیجی کہ ہم نے انتظام کیا ہے کہ B.B.C. کا نمائندہ آ کر مختلف مذاہب کے نمائندوں سے سوالات و جوابات کرکے اپنے سامعین کے لئے ریکارڈنگ کریں۔ سیکرٹری صاحب نے ٹیلیفون پر کہا کہ اس طرح آپ کا بذریعہ B.B.C. اس ملک سے تعارف ہو جائے گا۔ میں نے دعوت قبول کر لی اور حسب وعدہ وہاں پہنچا۔ ایک کمرہ میں جہاں ریکارڈنگ کا انتظام تھا۔ بدھ مذہب کے نمائندہ تشریف فرما تھے۔ کانفرنس کے سیکرٹری بھی تھے جو ایک پادری صاحب ہیں۔ تھوڑی دیر میں بی بی سی کے نمائندہ آئے اور سوالات جوابات کا سلسلہ شروع ہوا۔ پہلے سیکرٹری صاحب نے بتایا کہ کس طرح اس کانگرس کی ابتداء ہوئی اور کیا اغراض و مقاصد ہیں اور کہاں تک دوسرے مذاہب اور مختلف عیسائی فرقوں کی طرف سے کانگریس کے ساتھ تعاون ہو رہا ہے۔ اس کے بعد بدھ مذہب کے نمائندہ سے جو حسب معمول بھکشوؤں کے گیروے رنگ کے لباس میں ملبوس تھے اور سر چٹیل میدان بنایا ہوا تھا سوالات پوچھنے شروع کئے۔ اس نے بڑے فخریہ انداز میں سب سے پہلے اس بات پر زور دیا کہ اس کے اس نام کے ساتھ جہا تیرو کا لقب بھی لگایا جائے جو بدھوں میں اعلیٰ ترین مذہبی منصب ہے۔ اس صاحب نے بتایا کہ مجھے اس منصب کے لحاظ سے یہ اختیار حاصل ہے کہ اور بھکشوؤں کو ordain کروں یعنے مذہب کی رہنمائی کی اہلیت کا سرٹیفکیٹ دوں۔ BBC والے نے وضاحت سے پوچھا کہ کیا یہ وہی پوزیشن ہے جو عیسائی مذہب میں بشپ کو ہوتی ہے، کیونکہ بشپ تو یہ اختیار رکھتا ہے کہ چھوٹے ہوتے پادری بنائے۔ جہاتیرو صاحب نے کہا کہ ہاں یہی صورت ہے۔ جب تک کسی کی مذہبی درجے پر میری طرف سے مہر تصدیق ثبت نہ ہو وہ بدھ مذہب میں کسی پیشوائی کا حقدار نہیں ہوتا۔

میں نے فوراً محسوس کر لیا تھا کہ یہیں سے ان دونوں مذاہب کے نمائندوں کو پکڑنا چاہیئے۔ چنانچہ جب میری باری آئی تو میں نے بتایا کہ ہمارے مذہب میں کوئی پادری پروہت۔ تیرو۔ جہاتیرو نہیں ہوتا۔ ہر انسان براہ راست خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے بتایا کہ میں پاکستان میں ایک انگریزی اخبار کا ایڈیٹر اور اب اس ملک میں مسلمانوں کا مذہبی پیشوا ہوں۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی اور اس نے بار بار پوچھا کہ کیا واقعی آپ نے کسی سے اس پیشوائی کی سند حاصل نہیں کی؟ اس نے کہا یہ یقیناً ایسی چیز ہے جو ہمارے سننے والوں کے لئے نئی ہوگی کہ ایک ایسا مذہب بھی ہے جس میں ایک عام آدمی بھی خدا شناسی کے مقام کا حقدار ہو سکتا ہے۔ اور اس کی دلچسپی اور بھی بڑھی جب میں نے اسے بتایا کہ جس اخبار کا میں ایڈیٹر تھا آپ لوگوں کا شاعر اعظم کپلنگ اپنی نوجوانی کے ایام میں اس کا رپورٹر اور سب ایڈیٹر رہ چکا تھا۔ باقی رہا کانگریس آف فیتھس کا معاملہ یعنے بین المذاہب کانگریس کا تخیل میں نے بتایا اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے نہ صرف یہ تخیل دیا تھا کہ - - - - - - - - -

سب مذاہب اپنے اصل کے لحاظ سے ایک ہیں، بلکہ مسلمانوں کے ایمانیات میں یہ عقیدہ داخل کیا کہ ہر ایک بانی مذہب کو برحق سمجھے اور اس پر ایمان لائے۔ اس سے بھی یہ سب دوست بڑے متاثر ہوئے کہ جس چیز پر انہیں بڑا ناز تھا یعنے مذاہب میں برادری کا جذبہ پیدا کرنا اس میں اسلام دوسرے مذاہب سے کہیں آگے ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ لوگ تو سوشل تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے اس قسم کی بین المذاہب رواداری کا چرچا کر رہے ہیں، مگر اسلام میں تو یہ ایک بنیادی عقیدہ ہے کہ سب مذاہب دراصل ایک ہیں اور اسلام سب کی آخری مکمل اور مصفا شکل ہے۔

وہاں سے اٹھ کر ہم لیکچر ہال میں گئے۔ ایک پادری صاحب جو ورلڈ مشنری سوسائٹی کے نظام کے سیکرٹری ہیں۔ بڑی عالمانہ تقریر کر رہے تھے۔ اور اپنا سارا زور بلاغت اس پر صرف کر رہے تھے کہ سارے مذاہب بشمول مسیح کو اللہ تعالیٰ نے جس رنگ میں اپنا جلوہ گاہ بنایا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے اور سب سے جداگانہ ہے۔ اس ہندو خیال کا بھی ذکر کیا کہ سارے مذاہب مختلف راستے ہیں۔ اور سب کے سب بالآخر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس کی تردید کرتے ہوئے پادری صاحب نے فرمایا کہ سوال تو یہ ہے کہ کیا ہم ایک ہی پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں۔ یعنے دوسرے مذاہب کی نسبت عیسائیت کسی اعلےٰ ترین پہاڑ کی چوٹی کی طرف لے جاتی ہے۔

اسلام کا ذکر کرتے ہوئے بلا ساختہ خراج عقیدت پیش کرنا پڑا کہ جو انسانی برادری اسلام میں نظر آتی ہے اس کے بالمقابل عیسائی برادری ہیچ ہے۔ میں تو پچھلی بات صاحب کو ساتھ لے کر چلا آیا۔ بعد میں عزیز اقبال نے پادری صاحب سے دریافت کیا کہ یہ تو بتایئے کہ آخر اس امتیازی سلوک کی کیا وجہ تھی کہ حضرت مسیح کو اللہ تعالےٰ نے جو revelation (وحی) عطا کی اس سے دوسرے ادیان مذاہب کو محروم رکھا۔ پادری صاحب جواب دینے تو کیا دیتے۔ کہنے لگے خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ قادر مطلق ہے۔

آج جب اسلامی دنیا خاتم النبیین کا یوم ولادت منا رہی ہے یہ امر ہمارے لئے موجب افتخار ہے کہ جو اصول اسلام نے ہمیں دیئے ہیں انہیں ہم دنیا کے مہذب ترین حلقوں میں بھی نہایت فخر سے پیش کر سکتے ہیں جو اپنے آپ کو علم و فلسفہ کے اعلےٰ مقامات پر سمجھتے ہیں۔ ہمیں صرف سوچنا یہ چاہیئے کہ آیا ہماری عملی زندگی میں بھی ان اعلیٰ خوبیوں کی جھلک نظر آتی ہے جن کے ساتھ ایک دنیا مبہوت ہو جاتی ہے یا کیا دوسرے مذاہب کی طرح ہم میں بھی پیر پرستی اور ملا پرستی خدا اور انسان کے درمیان حائل اور روک نہیں بن رہی اور اسلامی برادری کا جو نظارہ ہم پیش کر رہے ہیں اس کے سامنے تو حافظ شیرازی اور بغداد و دہلی کا شکوہ بھی ہیچ ہو گیا ہے۔

خاتم النبیین کی یاد منانی ہے تو، اپنی خواہشات اور جذبات کی بجائے آپ کے نقش پا کو اپنی مشعل راہ بنانا چاہیئے۔

محمد یعقوب خاں

قرآن کی عظمت اور شوکت و جبروت

مسلمانوں کی تمام مشکلات قرآن سے تمسک نہ کرنے کا نتیجہ ہیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

لو أنزلنا هذا القرآن على جبلٍ لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله .... و هو العزيز الحكيم ——————(سورۃ الحشر آخری رکوع)

الہامی کتب کی غیر محفوظ تعلیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی، اور جو قرآن کے نام سے موسوم ہے وہ اپنی محفوظیت اور کاملیت کے لحاظ سے لاثانی ہے، دنیا کی دوسری الہامی کتابوں کو اگر اٹھا کر دیکھا جائے تو اوّل تو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ان کے الفاظ وہ نہیں جو مہبط وحی پر اترے بلکہ کسی دوسرے شخص کے الفاظ ہیں، جس نے وہ کتاب بعد میں لکھدی۔ دوسری مشکل یہ پیش آتی ہے، کہ انسانوں کی پیش آمدہ مشکلات کا حل یا رہنمائی کا مسالہ اس میں موجود نہیں، بلکہ بعض اوقات ان کی متضاد باتوں کی وجہ سے انسان بڑی مشکل میں پڑ جاتا ہے۔ تورات کو اٹھا کر دیکھو تو اس میں بڑی خشونت کا اظہار کیا گیا ہے، اور بدلہ لینے پر زور دیا گیا ہے عفو کا نام تک نہیں، آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت اور اسی قسم کی تعلیم دی گئی ہے، جس میں جرم کا بدلہ ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ دوسری طرف انجیل میں عفو ہی پر زور دیا گیا ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر کوئی تیری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی پھیر دے اور کوئی لوٹ لے جانا چاہے تو کرتہ بھی اتار دے۔

قرآنی تعلیم میں اعتدال

ان حالات میں انسان کے لئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے کہ کس تعلیم پر عمل کرے لیکن قرآن کریم کی تعلیم میں بڑے اعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ اور موقعہ و محل کے مطابق بدلہ اور عفو دونوں کو ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ دیکھو انسان کو غصہ بھی آجاتا ہے غصہ پر ذرا نت کرنا بے محل نہیں ہوتا ایسی سختی کو جو موقعہ و محل کے مطابق ہو قرآن نے جائز ٹھہرایا ہے لیکن اگر کوئی ایسا موقعہ ہو کہ سختی اور بدلہ کی بجائے عفو اور حسن سلوک سے دوسرے کی اصلاح ہو سکتی ہو تو ایسے موقعہ کے لئے عفو ہی کو ضروری قرار دیا ہے۔ جزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره على الله برائی کا بدلہ ویسا ہی ہے جیسی برائی کی گئی، لیکن جو معاف کر دے اور اس سے اصلاح ہو جائے تو اس کا اجر اللہ پر ہے، تو اس کتاب میں موقعہ و محل کے مطابق ایسی تعلیم دی گئی ہے جو انسان کو حد اعتدال تک رکھتی ہے۔

قرآنی تعلیم کا اثر پہاڑوں پر

پھر جو تغیر اور انقلاب قرآن نے دنیا میں پیدا کیا وہ دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں اس انقلاب کا ذکر...... ہے جو قرآن کریم پیدا کر سکتا ہے اور اس نے پیدا کیا لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله۔ دیکھو اس قرآن میں یہ طاقت اور اعجاز ہے کہ اگر ایک پہاڑ پر اسے نازل کرتے تو وہ خوف ہی سے گر جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا، غور فرمایئے کیا ہیبت کیا شوکت اس کے اندر ہے، کہ پہاڑوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے، پہاڑ سختی کا مجسمہ ہے، سختی کے لحاظ سے بھی اور بڑائی کے لحاظ سے بھی کوئی دوسری چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ہمالیہ کو دیکھئے کتنا بڑا اور بلند پہاڑ ہے، تو فرمایا کہ اس قرآن میں ہم نے خدا کی ذات اور اس کی طاقت و جبروت کا وہ نقشہ کھینچا ہے کہ اگر پہاڑ کو بھی احساس ہو جائے تو وہ اس کے سامنے گر جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا تلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون دیکھو ایسی مثالوں کے بیان کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ انسان اس قرآن میں غور کر کے خدا کی عظمت کے آگے گر جائیں۔

قرآن کی تجلی بھی الٰہی تجلی ہے

ایک اور جگہ اپنی تجلی کا ذکر اس رنگ میں کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا ربّ أرني أنظر إليك قال لن تراني ولكن انظر إلى الجبل فإن استقر مكانه فسوف تراني فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا وخر موسى صعقا واقعی خدا کی تجلی کے سامنے پہاڑ کیا شے ہے پہاڑ خدا کی تجلی کے سامنے گر جاتا ہے، قرآن بھی اسی کی تجلی ہے۔ قرآن اور خدا میں کوئی فرق نہیں، جو طاقت شوکت اور ہیبت خدا میں ہے وہی قرآن میں بھی ہے اسکو اس رنگ میں دیکھیں تو فی الواقعہ قرآن پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرنے والا ہے، اگر غور کریں تو واقعی کس قدر خشیت اس کو پڑھنے سے دلوں پر طاری ہوتی ہے، کیا انسان کا نفس جو پہاڑ کی طرح سخت ہوتا ہے اس سے ریزہ ریزہ نہیں ہو جاتا پس ضروری ہے کہ قرآن کو غور کے ساتھ پڑھیں اس کو سمجھیں تاکہ ہمارے نفوس اس کی عظمت اور ہیبت سے گر جائیں، افسوس کہ ہم اس پر غور نہیں کرتے طوطے کی طرح پڑھ جانا کوئی فائدہ نہیں دیتا، غور کرنے اور سمجھنے سے ہی اس کا اثر دلوں پر ہوتا ہے۔

قرآن میں خدا کا نقشہ

پھر اصل چیز خدا کی توحید اور اس کی ہستی پر ایمان ہے، اگلی آیت میں قرآن نے جو خدا پیش کیا ہے اس کا نقشہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا، فرمایا هو الله الذي لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم۔ وہ اللہ ہی معبود حقیقی ہے اور کوئی دوسرا معبود نہیں ہو سکتا، وہ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے اگر خدا کے متعلق یہ احساس دلوں میں پیدا ہو جائے کہ وہ ہمارے ظاہری اعمال و کردار کے علاوہ ہمارے باطن سے بھی واقف ہے اور ہمارے دل کی گہرائیوں میں کوئی منصوبے ہوں تو ان سے بھی پوری طرح واقف ہے اور ہر قسم کے راز ہائے سربستہ اس کے سامنے کھلے ہوئے ہیں، اگر ایسے خدا کو انسان اپنے سامنے رکھے تو کیا کوئی برائی، کوئی دھوکا اور مکر و فریب وہ کر سکتا ہے؟ یقیناً کسی بدی کا ارتکاب بند کوٹھڑی کے اندر چھپ کر بھی نہیں ہو سکتا، اگر خدا تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے پر انسان کا کامل ایمان ہو، پھر اس کے ساتھ ہی ایک اور بات بھی فرمائی هو الرحمن الرحيم خدا کو اپنی مخلوق بڑی پیاری ہے، بغیر اس کے عمل کے بھی وہ اس پر رحم کرتا اور اس کی جسمانی و روحانی پرورش کے سامان مہیا کرتا ہے اور جب وہ خدا کے بیٹے ہونے کی وجہ سے کام لیکر کوئی نیک کام کرتا ہے تو وہ اس پر کئی گنا زیادہ اجر دیتا ہے کیا پیارا کتنا خوبصورت نقشہ ہے جو قرآن کریم نے کھینچا ہے۔

پھر فرمایا هو الله الذي لا اله الا هو وہی خدا عبادت کے لائق ہے الملك القدوس السلام وہ تو زمین اور آسمان کا بادشاہ ہے، کوئی اس کی بادشاہت سے باہر نہیں جا سکتا، دوسری جگہ فرمایا يا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔ جن اور انس، بڑا اور چھوٹا کوئی ہو کوشش کر کے دیکھ لے، خدا کے قانون سے باہر نکل کے دیکھ لے نہیں نکل سکتا، اسی کی بادشاہت اس کا قانون سب پر حاوی ہے اور کوئی اس سے باہر نہیں جا سکتا۔ القدوس وہ پاک ہے کوئی عیب اس میں نہیں السلام ہر ایک چیز کی سلامتی اس سے ہے المؤمن وہ مؤمن ہے ہر ایک چیز کا امن اسی کی ذات سے وابستہ ہے المهيمن وہ مہیمن ہے ہر ایک چیز اسی کی نگہبانی میں ہے، اور وہی ہر چیز کا محافظ ہے

کس قدر بلائیں دنیا میں ہر چیز کے ساتھ لگی ہوئی ہیں، خدا ہی ان سے نگہبانی کرنے والا ہے قل من یکلؤکم باللیل والنہار من الرحمٰن رات اور دن کون نگہبانی کرتا ہے اور خدا کی سزا سے کون بچاتا ہے رات کو انسان مردہ کی طرح پڑا رہتا ہے ایسی حالت میں خدا ہی ہے جو اسکو بلاؤں سے بچاتا ہے العزیز الجبار المتکبر وہ ہر ایک چیز پر غالب الجبار بگڑی کو بنانے والا اور ہر ایک نقصان کو پورا کرنے والا ہے المتکبر وہ متکبر ہے خدا ہی کو سزاوار ہے کہ وہ متکبر کہلائے انسان اگر تکبر کرے تو اس کو واجب نہیں، جو انسان متکبر ہے وہ اپنے آپ کو خدا کا شریک ٹھہراتا ہے، کیونکہ بڑائی خدا ہی کے لئے ہے سبحٰن اللّٰہ عما یشرکون وہ ہر عیب سے پاک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہو سکتا، جن چیزوں کو اس کے شریک بنایا جاتا ہے ان کی اسے کوئی حاجت نہیں ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصور وہی خالق ہے، مادہ کا بھی خالق ہے اور روح کا بھی خالق ہے، دنیا میں وہ بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ روح و مادہ کا خالق نہیں، یہ عجیب خدا ہے جس چیز کو پیدا نہیں کر سکتا اس پر حکومت کیسے کر سکتا ہے المصور وہ مصور بھی ہے ھو الذی یصورکم فی الارحام رحموں کے اندر وہ انسان کی تصویر بناتا ہے اور عجیب بات ہے کہ ہر ایک تصویر دوسرے سے جدا ہے، دیکھو دنیا کی آبادی کا کوئی اندازہ نہیں، لیکن اتنی کثیر آبادی میں ایک کی شکل دوسرے سے نہیں ملتی، جو تمام پیدا ہوتے ہیں ان کی شکلیں تو اتنی مشابہ ہوتی ہیں کہ دیکھنے والوں کو اکثر دھوکا لگ جاتا ہے لیکن بالمقابل ان میں صاف امتیاز نظر آتا ہے، یہ خدا ہی کے اختیار میں ہے کہ ایک نہ ایک امتیاز اس نے سب کی شکلوں میں رکھا ہے، کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں، لہ الاسماء الحسنٰی تمام اچھے نام اسی کے لئے ہیں، سب قسم کی اچھی باتیں اسی کی ذات میں ہیں یسبح لہ ما فی السمٰوٰت والارض زمین و آسمان میں جتنی چیزیں ہیں، سب اس کی پاکیزگی بیان کرتی ہیں وھو العزیز الحکیم سبحان اللہ وہی سب پر غالب ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت پائی جاتی ہے۔

امامِ وقت نے قرآن کی عظمت کو قائم کیا

اس قرآن کو دیکھئے اس کو پڑھ کر وجد آ جاتا ہے اس صدی کے امام نے اس قرآن کی عظمت کو قائم کیا اور مسلمانوں نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی، دیکھو کس قدر بدقسمتی ہے کہ قرآن کو پس پشت ڈال کر لوگ دوسری چیزوں کو اس پر مقدم کرتے ہیں، کوئی حدیث کو مقدم کرتا ہے کوئی فقہ کو سر پر چڑھاتا ہے، لیکن قرآن سے تمسک نہ کرنے کی وجہ سے نہ صرف اپنے آپ کو مبتلائے مشکلات کیا ہے بلکہ دشمنوں کو بھی اعتراض کا موقعہ دیا، حضرت مسیح موعود نے اسی پر زور دیا کہ اول مرتبہ قرآن ہے، کوئی چیز جو اس کے مخالف ہو وہ ماننے کے قابل نہیں، مسلمان اگر قرآن سے تمسک کرتے تو ہر قسم کی مشکلات دور ہو جاتیں اور وہ سب سے ممتاز قوم ہوتی، اگر قرآن کو امام بناتے تو آج جو نقشہ ہمارے ملک میں ہے وہ نہ ہوتا۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن بعض مسلمانوں کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے یا رب ان قومی اتخذوا ھٰذا القراٰن مھجورا کہ میری قوم کے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ حضرت مسیح موعود کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھئے۔ اس میں آپ کی تعلیم ہو گی کہ قرآن کو پڑھو اور سمجھ کر پڑھو، قرآن خود بار بار کہتا ہے افلا یتدبرون القراٰن قرآن پر کیوں تدبر نہیں کرتے۔

قرآن کو سمجھنے کے لئے تقویٰ کی ضرورت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کا سمجھنا بڑا مشکل ہے یہ بالکل غلط ہے، قرآن بڑی آسان کتاب ہے، اس کو سمجھنے کے لئے معمولی عربی جاننا کافی ہے ہاں ایک چیز جب تک نہ ہو اس وقت تک قرآن سمجھ نہیں آ سکتا، وہ چیز تقویٰ ہے واتقوا اللّٰہ و یعلمکم اللّٰہ تقویٰ اختیار کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں علم دے گا۔ ہم نے اپنی جماعت میں بہت سے اَن پڑھ لوگ دیکھے ہیں جو کچھ بھی پڑھ نہ سکتا نہ جانتے تھے لیکن قرآن کا جو علم انہیں حاصل تھا، بڑے بڑے عالم حیران ہو جاتے تھے، ہمیں ہمارے امام نے بار بار تاکید کی ہے کہ قرآن کو پڑھیں اور سمجھیں۔

بغیر عمل قرآنی ثمرات نہیں ملتے

آج لوگوں کی حالت یہ ہے کہ قرآن سے بھی ایمان اٹھ گیا ہے کہتے ہیں کیا کیا قرآن نے؟ میں کراچی سے آ رہا تھا دو تعلیم یافتہ نوجوان میرے ہمسفر تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اسلام بے انتہا ذلیل ہو گیا ہے۔ جانتے ہو یہ کلمات اس نوجوان کی زبان سے کیوں نکلے، یہ مسلمانوں کے قرآن کو چھوڑنے اور اس کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ ہے در اصل انہوں نے قرآن کو تو اٹھا کر دیکھا ہی نہیں، نہ عمل کیا جنہوں نے عمل کیا، ان کے حالات آپ کے سامنے ہیں جو عمل نہیں کرتے وہ کبھی ان ثمرات سے متمتع نہیں ہو سکتے جو قرآن پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں، بہرحال ہماری غرض یہ ہے کہ قرآن پر عمل کریں اور اس کو سمجھ کر دوسروں تک پہنچائیں یہی قرآن کی غرض ہے اور اسی بات کی ہدایت امام وقت نے دی ہے۔

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعرات (۱۸ر اکتوبر) کو سیالکوٹ تشریف لے گئے اور ۱۹ر اکتوبر کو نماز جمعہ وہاں کی پڑھائی شہر اور چھاؤنی کی دونوں جماعتیں شامل تھیں اس کے بعد چند دن وہاں قیام کر کے ۲۳ر اکتوبر کو لاہور تشریف لائے اگلا جمعہ (۲۶ر اکتوبر) آپ جماعت جہلم کے ساتھ ادا کریں گے جس کے بعد ۲۷ر کو بروز ہفتہ جماعت میرپور کی ملاقات کے لئے تشریف لے جائیں گے۔

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء

ماہ جولائی اگست اور ستمبر ۱۹۵۶ء میں عطیہ جات

نام	رقم
محمد بشیر بٹ صاحب کراچی	۵
محمد عبد اللہ صاحب ... "	۵
شیخ نذیر احمد صاحب .... "	۵
چوہدری انعام الحق صاحب "	۵
خواجہ افتخار احمد صاحب... "	۵
میاں محمد صدیق صاحب.. "	۳
عبد الغفار بٹ صاحب.. "	۱
میاں رحیم بخش صاحب... "	۲۰
ڈاکٹر غلام مجتبےٰ صاحب... "	۱۰
خواجہ عبد الغنی صاحب... "	۵
نسیم احمد صاحب..... "	۵
مفتی عبد الحی صاحب "	۵
ڈاکٹر اللہ بخش صاحب "	۲۰
عبد اللطیف صاحب "	۲
مرزا یوسف بیگ صاحب "	۲
چوہدری غلام رسول صاحب "	۲
بیگم صاحبہ محمد لطیف علوی صاحب لاہور	۱۰
آفتاب عالم صاحب لاہور	۱
حاجی محمد ایوب صاحب - لاہور	۵
محترمہ تہمینہ واسع صاحبہ ڈھاکہ	۷
محترمہ شمس النہار احمد صاحبہ ڈھاکہ	۷
ڈاکٹر ایس زیڈ احمد صاحب ڈھاکہ	۵
قاضی یوسف حسین صاحب ڈھاکہ	۲
مرزا غلام مصطفےٰ بیگ صاحب لاہور	۵
پروفیسر حمید ممتاز صاحب میرپور	۵
لفٹنٹ حنیف اختر بدوملہی	۵
ڈاکٹر ایم اے صوفی لاہور	۲
احمد نور حسین صاحب ٹرینیڈاڈ (امریکہ)	۸
خان محمد مطیع اللہ خان صاحب مانسہرہ	۲۰
عبد الرؤف صاحب ... "	۱

—— یہ امر موجب مسرت ہے کہ شیخ عظمت اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی نے اپنے دو بھائیوں (شیخ پرویز گل صاحب اور شیخ ظفر اللہ صاحب) کی شادی کی خوشی میں مبلغ پچاس روپیہ انجمن کو عطا کئے جزاہ اللہ احسن الجزاء، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان شادیوں کو تمام خاندان کے لئے موجب راحت و برکت فرمائے۔

—— ہمارے محترم دوست بشارت احمد صاحب نقوی راولپنڈی سے تبدیل ہو کر سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں۔

—— بادکرایا سے ڈاکٹر محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ ان کا بچہ بیمار ہے، اس کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

جماعت ہبلی کی تبلیغی سرگرمیاں

اعلائے کلمۃ اللہ کی تڑپ

امام الزمان حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو جو کام بتائے وہ خوبصورت عمارتیں اور اچھے اچھے شہر کا بسانا نہ تھا بلکہ آپ کی جماعت کا مقصد صرف اور صرف تبلیغ و اشاعت اسلام ہے اس کام کی سرانجام دہی کے لئے شہر ہبلی (علاقہ کرناٹک جنوبی ہند) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک چھوٹی سی جماعت موجود ہے۔ جس کو دن رات یہی فکر رہتی ہے۔ اور سب احباب جماعت کی زبان پہ اکثر یہ دعا رہتی ہے کہ اے اللہ اپنے مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے کام کو سرانجام دینے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ اپنے دین اسلام کو مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پہنچانے کی ہمیں ہمت عطا فرما، ہم تیرے مسیح موعود کے نام لیوا کرناٹک میں مالی اور علمی لحاظ سے بہت کمزور ہیں پھر بھی جس غرض کے لئے ہم اس پاک مسیح کی پاک جماعت میں شریک ہیں اس غرض کو نبھانے کی ہمارے سینوں میں تڑپ اور تمنا رہتی ہے اے خدا تو ہی اس تمنا کو پورا کر آمین

تعطیل کے دن خدا کی راہ میں

اسی ماہ ستمبر میں جب گنیش چتورتھی........ (Chikauthi) کے تہوار کے موقعہ پر دو دن کے لئے ہم ریلوے مزدوروں کو تعطیل ملی، ہم نے اس کو غنیمت سمجھا اور اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم چار آدمی۔ (خاکسار اور جناب محمد یوسف صاحب۔ جناب محمد حسین صاحب کرجگی اور جناب محمد خاں صاحب) اپنے اپنے گھر سے رات کی پکی ہوئی باسی روٹیاں پلّو میں باندھ کر صبح ۸ بجے کی ریل سے روانہ ہوگئے اور کندگول اسٹیشن پہ اُتر کر اس گاؤں کی مسجد میں پہنچے۔ نماز ظہر کے بعد جناب محمد یوسف صاحب شموگا نے آدھ گھنٹہ وعظ کیا۔

مولویوں کی گھبراہٹ

پھر وہاں سے نکل کر Kamroli کمرولی گاؤں کی طرف پیدل سفر کرتے ہوئے شام کے چھ بجے گاؤں میں پہنچ گئے بعد نماز مغرب وہاں کے لوگوں کو جمع ہونے کے لئے کہا گیا۔ تو گاؤں والوں نے کہا کہ ہمارے پاس مولوی صاحبان کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے اور ہم کو مولوی صاحبان کے وعظ و نصیحت کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ مولوی صاحبان روپیہ وصول کرنے کے لئے آتے ہیں ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ یہ اس زمانہ کے مولویوں کا اثر ہے کہ مولوی...... کا لفظ سنتے ہی لوگ تو پیسہ دینے سے گھبرا جاتے ہیں۔

احمدیوں کا وعظ مفت

یہ سن کر ہمارے ساتھی جناب محمد خاں صاحب نے فرمایا کہ ان مولوی صاحبان کو کچھ دینے کی ضرورت نہیں یہ لوگ صرف اپنے لئے نیکی کمانے کی خاطر اتنی دور سے پیدل سفر کرکے تمہاری خدمت کے لئے حاضر ہوئے ہیں اب تمہارے گاؤں والوں کا یہ فرض ہے کہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور جو کچھ ہم سنائیں وہ خدا کے لئے سن لیں جس طرح یہ زمین یہ آسمان یہ چاند اور سورج ہوا اور پانی وغیرہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہم لوگوں کو مفت ملا ہے بالکل اسی طرح اللہ تعالےٰ کا کلام بھی بالکل مفت ہے آبیٹے اور آکر اللہ تعالےٰ کے کلام پاک کو سنئے۔

بڑی مسجد میں وعظ

یہ کہکر انہوں نے اس گاؤں والوں کو گاؤں کی بڑی مسجد میں جمع کیا اسی کشمکش میں رات کے ۹½ بج گئے مسجد کے کارکنوں نے ایک گیس بتی منگوا کر مسجد میں روشنی کی پونے دس بجے رات جناب محمد خاں صاحب نے تلاوت قرآن مجید کے بعد فرمایا ہم لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر آپ حضرات کے گاؤں میں محض للہ وعظ سنانے کے لئے آئے ہیں۔ پھر جناب محمد حسین صاحب کرجگی سیکرٹری جماعت ہبلی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے گاؤں والوں کو علم سیکھنے اور بچوں کو علم سکھانے کی ترغیب دی، بعد ازاں جناب محمد یوسف صاحب شموگا نے شرک اور بدعت کے خلاف وعظ کیا اور اُن سے بچنے کے لئے نصیحت کی۔ آخر میں خاکسار (شیخ عبدالستار صاحب) سورۃ القارعۃ تلاوت کرکے اس سورۃ کے لفظی معنی بتائے اور اس کی تشریح و تفسیر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ دنیا کی موجودہ مصیبتوں سے مخلصی حاصل کرنے اور عاقبت کے عذاب سے نجات پانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہر شخص نیک اعمال بجا لائے کیونکہ عاقبت میں نیک و بد اعمال تولے جائیں گے جن کی نیکیاں بھاری ہوں گی وہ خوش و خرم عیش و آرام کی زندگی بسر کرے گا اور جس کی نیکیاں تھوڑی ہوں گی اس کا ٹھکانہ جلتی ہوئی آگ میں ہوگا یعنے ہمیشہ کے لئے مصیبت رہے گی اے لوگو! اگر تم اس مصیبت سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو تقوےٰ اختیار کرو اور اپنے بیوؤں اور بچوں کو بھی اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے کی ترغیب دو۔

وعظ کے بعد

رات زیادہ ہو چکی تھی۔ تقریباً سوا بارہ بجے دن کی کے ساتھ وعظ ختم ہوگیا لوگ آآ کر مصافحہ کرنے لگے اور انہوں نے کہا الحمد للہ۔ آج آپ حضرات کا وعظ بہت ہی اچھا ہوا۔ اور ہمارے دلوں پہ اچھا اثر کیا۔ انتہیٰ

(باقی بر صفحہ کالم نمبر ۳ پر)

مسلم ہائی سکول لاہور میں میلاد النبیؐ کی تقریب پر طلباء کا انعامی مقابلۂ تقاریر

در محفلے کہ ذکر ثنائے محمدؐ است
آں محفلے عزیز خدائے محمدؐ است

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے وسیع اور شاندار ہال میں عید میلاد النبیؐ کی مبارک تقریب پر مورخہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ایک انعامی مقابلۂ تقاریر (Inter School Declamation Contest) زیر صدارت شہزادہ عالمگیر ڈپٹی کمشنر لاہور منعقد ہوا۔ جس میں دس مقامی سکولوں کے بیس منتخب طلباء نے سیرت نبویؐ کے موضوع پہ تقریریں کیں، اور سرور کائنات فخر موجودات ختم المرسلین، رحمۃ للعالمین صلعم کے حضور میں عقیدت و ارادت کے پھول پیش کئے۔ حاضرین میں طلباء کے علاوہ ان کے سرپرستوں، شرفائے شہر اور محکمہ تعلیم کے سربرآوردہ افسران کی کافی تعداد شریک تھی، مسٹر غلام ربانی ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز اور مسٹر رحمت اللہ لیکچرار سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور نے جج کے فرائض انجام دیئے سکول کی عمارت کو رنگ رنگ کی جھنڈیوں اور پاکستان کے قومی جھنڈوں سے سجایا گیا۔

صاحب صدر ساڑھے نو بجے تشریف لائے سکول کے بیرونی دروازے پہ ان کا شایان شان استقبال کیا گیا۔ اور سکاؤٹوں نے بینڈ کے ساتھ سلامی دی۔ جلسے کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا۔ پھر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے ایک طالب علم نے رسول اکرم صلعم کی شان میں مولنا حالیؒ کی مشہور مسدس سے چند منتخب نعتیہ اشعار پُرسوز ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنائے۔

پروگرام کسی قدر طویل لیکن اس قدر دلچسپ تھا کہ حاضرین لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں اُکتائے تمام سکولوں نے اپنے مقرروں کے انتخاب اور ان کی اصلاح و تربیت میں انتہائی دلچسپی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تقریروں کا معیار بہت بلند اور بچوں کا انداز بیان نہایت سلجھا ہوا اور دلکش تھا شروع سے آخر تک سامعین پر سکتے کی سی کیفیت طاری رہی اس دوران میں تھوڑے تھوڑے ...... وقفے کے بعد جب کوئی بچہ اپنی تقریر ختم کرتا۔ تو ہال یک لخت تالیوں کی آواز سے گونج اُٹھتا لیکن لمحہ بھر کے بعد پھر کامل سکوت طاری ہو جاتا۔

پروگرام ختم ہونے کے بعد جج صاحبان انعامات کے فیصلہ کرنے میں مصروف ہو گئے اور مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے طلباء نے دو نعتیں سنائیں اور حاضرین کو بہت محظوظ و متاثر کیا۔

اس مقابلہ میں حسب ذیل بچوں نے انعامات

(باقی صفحہ ۶ کالم ۳ پر)

رفتارِ عالم

—— پیکنگ ۲۲ر اکتوبر ۔ چین اور پاکستان کے وزرائے اعظم کے درمیان اصل بات چیت آج یہاں ختم ہو گئی ۔ کل اس ضمن میں ایک مشترکہ اعلان جاری کیا جائے گا ۔ اس اعلان کا مسودہ تیار کرنے کے لئے آج دونوں حکومتوں کے افسروں کا ایک اجلاس منعقد ہوا دونوں وزرائے اعظم کل اس مسودے کی قطعی منظوری دیں گے اور اس پر دستخط کریں گے ، اس کے بعد وہ ایک پریس کانفرنس سے خطاب کریں گے ۔

ریڈیو پاکستان کے نمایندے کی اطلاع کے مطابق دونوں وزرائے اعظم نے جن امور پر گفتگو کی ہے اُن میں سے وہ بیشتر پر متفق ہو گئے ہیں ۔ انہوں نے باہمی دلچسپی کے متعدد مسائل کے علاوہ عالمی امن سے متعلق امور پر بھی بات چیت کی ۔

—— نئی دہلی ۲۲ر اکتوبر ۔ باوثوق ذرائع کی اطلاع کے مطابق وزیر اعظم پاکستان مسٹر حسین شہید سہروردی نے بھارتی وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں کہا ہے کہ بھارت میں مسلم اقلیت خوش نہیں ہے اور انہیں بھارت میں فرقہ وارانہ فسادات کی اطلاعات سے دلی افسوس ہوا ہے ۔

—— فرانسیسی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ مراکش اور فرانس کے آیندہ تعلقات کے متعلق جو بات چیت جاری تھی وہ معطل کر دی گئی ہے اعلان میں کہا گیا ہے کہ مراکش میں الجزائر کے قومی محاذ آزادی کے رہنماؤں کی آمد پر مراکشی رہنماؤں نے جو رویہ اختیار کیا ، اسی بنا پر بات چیت کا سلسلہ معطل ہوا ہے ۔

—— کراچی ۔ ۲۲ر اکتوبر ۔ آج شام کراچی کی بندرگاہ میں ایک ہولناک حادثہ پیش آیا جبکہ لوہے اور کنکریٹ کا دو سو ٹن وزنی شہتیر ایک خندق میں گر پڑا ، اس خندق میں چھہتر مزدور کام کر رہے تھے جو سب کے سب شہتیر کے نیچے دب گئے ۔ رات گئے تک شہتیر کے نیچے سے تین لاشیں اور اٹھائیس شدید مجروحین کو نکالا جا سکا تھا ۔ اندیشہ ہے کہ باقی بیالیس مزدور خندق میں زندہ دفن ہو گئے ۔

—— راولپنڈی ۔ ۲۲ر اکتوبر ۔ آج شام راولپنڈی مری روڈ پر بس کا ایک اور حادثہ پیش آیا جبکہ ایک بس اُلٹ کر نالے میں جا گری ۔ اس حادثہ میں ایک شخص ہلاک اور سات مسافر مجروح ہوئے ۔ تین زخمیوں کی حالت نازک ہے ۔

—— برلن ۔ ۲۲ر اکتوبر ۔ معلوم ہوا ہے کہ روسی فوج کے کئی بکتر بند ڈویژن مشرقی جرمنی سے پولینڈ بھیجے جا رہے ہیں اس کے علاوہ پیدل فوج کے یونٹوں کو بھی تیزی کے ساتھ پولینڈ پہنچنے کا حکم دے دیا گیا ہے ۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ اگرچہ حکومت روس پولینڈ کے خلاف کوئی فوجی اقدام تو نہیں کرے گی ، لیکن وہ "اعصابی جنگ" کی تیاریوں میں ضرور مصروف ہے ۔

—— لندن ۲۲ر اکتوبر ۔ برطانوی وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ سویز کے بارے میں برطانیہ کو ابھی تک مصری حکومت کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہیں ہوا ترجمان نے کہا کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری مسٹر ہیمرشولڈ نے ابھی جنیوا کی مجوزہ ملاقات کے بارے میں ابھی کوئی اطلاع نہیں بھیجی ۔ دریں اثنا نہر سویز استعمال کرنے والے ممالک واجبات کی ادائیگی وغیرہ کے مسائل پر غور کر رہے ہیں ۔

—— ہانگ کانگ ۲۲ر اکتوبر ۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر حسین شہید سہروردی اپنے قیام چین کے دوران میں وزیر اعظم چو این لائی سے ان کے پاکستان آنے کی کوئی قطعی تاریخ مقرر کرائیں گے ۔ اس کے بعد پاکستان کا دفتر خارجہ مسٹر چو این لائی کے دورۂ پاکستان کی تفصیلات تیار کرے گا ۔ خیال ہے کہ مسٹر چو این لائی ان سردیوں میں برما ، بھارت ، نیپال اور مصر کا دورہ کرتے ہوئے پاکستان آئیں گے ۔

—— لاہور ۔ ۲۲ر اکتوبر ۔ شہروں میں کرایہ پر کنٹرول کے آرڈیننس کی دفعہ ۳ کی تحت گورنر مغربی پاکستان نے یہ ہدایت کی ہے کہ جو عمارات اور زمینیں وفاقی یا صوبائی حکومت کی تحویل میں آ چکی ہیں اُن پر آرڈیننس کی دفعات کا اطلاق نہیں ہو گا ۔

—— نواکھالی ۲۲ر اکتوبر ۔ پاکستانی پولیس نے پرسرام پولیس سٹیشن کے علاقے میں ایک ہندو بیند رکمار موجمدار کے گھر سے بھارتی پولیس کے پانچ مسلح سپاہیوں کو گرفتار کیا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ گرفتار شدہ سپاہی بعض ممنوعہ اشیاء سمگل کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ اب ان پر ایک مقامی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا ۔

—— سرگودھا ۲۲ر اکتوبر ۔ آج صبح ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے وزیر خارجہ ملک فیروز خان نون نے اپیل کی قومی اور بین الاقوامی اہمیت کے مسائل پر تعمیر اور واضح نقطۂ نظر اختیار کیا جائے ۔

وزیر خارجہ آج راولپنڈی سے بذریعہ طیارہ سرگودھا پہنچے آپ نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا "ملک میں سیاست بالکل واضح اور صاف ستھری ہونی چاہیئے ، سیاسی جماعتوں کو ایک دوسرے سے دست و گریبان ہونے کی بجائے اقتصادی ، سماجی ، اور سیاسی اعتبار سے عوام کی حالت کو بہتر بنانے پر اپنی توجہ مرکوز کرنی چاہیئے ۔ میرے موجودہ دورۂ مغربی پاکستان کا مقصد یہ ہے کہ میں صاحب شعور طبقہ سے مل کر انہیں ملکی مسائل حل کرنے میں اپنی اہمیت کا احساس دلاؤں ۔

—— عمان ۲۲ر اکتوبر ۔ اُردن کے ایوان نمایندگان کی چالیس نشستوں میں سے پینتیس نشستوں کے انتخابی نتائج کا اعلان کر دیا گیا ہے اب تک کامیاب ہونے والے امیدواروں میں بھاری اکثریت ان کی ہے جو عرب ملکوں سے اردن کے زیادہ قریبی تعلقات قائم کرنے اور برطانیہ سے تعلقات دوستی ختم کر دینے کے حامی ہیں ۔

میلاد النبی کی تقریب پر (بقیہ صفحہ ۵)

حاصل کئے :-

پہلا انعام :- محمد صدیق ککڑ ، مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

دوسرا انعام :- (۱) عبید اللہ ، دین اسلامیہ ہائی سکول لاہور

(۲) مسرور الٰہی ، مسلم ہائی سکول نمبر ۲ لاہور

تیسرا انعام :- رشید شوکت تھانوی ، سنٹرل ماڈل ہائی سکول ۔ لاہور ۔

چونکہ پہلے دو انعامات ایک ہی سکول کے بچوں نے حاصل کئے تھے اس لئے ہیڈ ماسٹر صاحب دوسرے انعام سے دستبردار ہو گئے ۔ اور مسرور الٰہی کو اپنی جیب سے دس روپے عطا کئے ۔

تقسیم انعامات کے بعد صاحب صدر نے اپنی مختصر سی تقریر میں ہیڈ ماسٹر صاحب کو جلسے کی حیرت انگیز کامیابی پر مبارکباد دی اور سکول کے ڈسپلن ، بچوں کے ذوق ، تقریروں کے معیار کی بلندی اور بچوں کی طرزِ ادا کی دلکشی کی بہت تعریف کی اور چند مفید مشورے بھی دیئے ۔

آخر میں شیخ محمد صدیق انچارج لٹریری سوسائٹی مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے صاحب صدر اور دوسرے مہمانوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا ۔ اور جلسہ برخاست ہوا ۔

سکول کے دفتر میں معزز مہمانوں کی پھلوں سے تواضع کی گئی ۔ رات کو سکول میں چراغاں کیا گیا ۔

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دارالشفاء (بقیہ صفحہ ۴)

نام		رقم
بابو محمد دین صاحب	″	۱۰
ڈاکٹر میر احمد صاحب	″	۵
جمعدار آزاد خان صاحب	″	۵
مولوی عبد الاحد صاحب	″	۳
کیپٹن عنایت علی شاہ صاحب	″	۲۰
غلام نبی صاحب	″	۲
کرامت اللہ صاحب	″	۱
محمد اصغر علی صاحب ۔ ایبٹ آباد		۵
		[illegible]
سابقہ میزان		۱۴۱۶
کل میزان		۱۴۵۰

دارالشفاء کی تیسری سہ ماہی کی مختصر رپورٹ

ماہ جولائی میں استفادہ کرنے والے مریض :-	۱۴۱۵
″ اگست ″ ″ ″ ″	۱۲۷۶
″ ستمبر ″ ″ ″ ″	۱۶۰۲

جماعت سیالکوٹ کی تبلیغی سرگرمیاں (بقیہ صفحہ ۵)

کے تعریفی کلمات دہراتے ہوئے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد صبح ہوئی تو ہمارے جناب محمد یوسف صاحب نے اذان کہی ۔ نماز ... [illegible]

اسلام اور صف بندی

از محمد سلطان نظامی صاحب

وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا ۙ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ

(الصافات ۱: ۲)

"گواہ ہیں صف باندھنے والی (جماعتیں) قطاروں میں پھر روکنے والی (جماعتیں) روکتی ہوئی (معاصی سے) پھر نصیحت کی پیروی کرنے والی (جماعتیں) یقیناً تمہارا معبود ایک ہے"

مندرجہ بالا آیات میں رب العزت نے صف بندی کی فضیلت اور مومن کی شان کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور اپنی وحدانیت کو ثابت کرنے کے لئے صف بند جماعت کو بطور گواہ پیش فرمایا ہے کہ وہ نیک و مخلص اور صاحب تقویٰ ہستیاں جو صف در صف۔ قطار اندر قطار تنظیم اتحاد۔ الفت۔ محبت۔ ایمان اور تقویٰ سے ملوث و منوّر ہو کر اپنے خالق حقیقی کے حضور عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ خود اس کی عبادت کرتے ہیں اور دوسروں کو بد افعال سے روکتے اور نیک و صالح اعمال پر گامزن اور عمل پیرا ہونے کی ہدایت کرتے ہیں وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ خالق کائنات ایک اور صرف ایک ہی ہے جو ہمارا معبود اور قابل ستائش و عبادت ہے

نماز اور صف بندی

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جس نماز کی ہدایت فرمائی اس کو صف بندی سے بڑا تعلق ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ اس فریضہ کو ادا کرنے کا ارشاد فرمایا اور نماز باجماعت کو زیادہ اہمیت دی، اور برکات و انعامات کا موجب ٹھہرایا۔ آپ نے نماز کی تعریف ذیل کے الفاظ میں فرمائی:-

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

نماز مومنوں کا معراج ہے

آپ نے صف بندی پر اور اس کی تکمیل پر بہت زور دیا اور صف شکنی سے منع فرمایا۔ نماز شروع ہونے سے پیشتر آپ بنفس نفیس صفوں کو سیدھا اور درست فرماتے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرماتے۔

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم کا یہ معمول تھا کہ نماز سے پیشتر حضور اقدس صلعم ہماری صفوں کو درست فرماتے اور ان کی درستی اور تکمیل کی بھی ہدایت فرماتے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ جب حضور صلعم فریضہ نماز کے لئے تشریف لائے اور ابھی آپ تکبیر فرمانے ہی والے تھے کہ آپ نے کسی شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے آگے بڑھا ہوا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:-

"خدا کے بندو اپنی صفوں کو سیدھا اور درست کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ تمہارے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کر دے"

اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ صف کے ٹیڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اخوت۔ محبت تنظیم اور ایمان میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ قلوب محبت کے علاوہ کدورت سے بھر جاتے ہیں۔ اور بالآخر تفرقہ جیسی لعنت کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

نماز ہمیں کیا درس دیتی ہے

کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ مسجد کی اس جگہ کو جہاں ہم نماز پڑھتے ہیں۔ محراب کیوں کہا جاتا ہے؟ ——— حرب کے معنی "جنگ" کے آئے اور محراب کا مطلب وہ مقام ہے جہاں کہ جنگ کی جائے۔ چونکہ مالک حقیقی کی عبادت کرتے وقت ہمیں اپنے دنیاوی خیالات کو ردّ کرنا پڑتا ہے۔ اور شیطان مختلف دنیاوی وساوس کو ہمارے دل و دماغ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت کرنے کے لئے ان شیطانی وساوس کو رد کرتے ہوئے... اپنے نفس اور قلب و دماغ سے مجاہدہ کرتے ہیں جو دراصل خدا کی وحدانیت کا اعلان کرنے کے لئے شیطان کے خلاف ایک جنگ ہوتی ہے اس لئے اس مقام کو "محراب" کہا جاتا ہے۔

اب جنگ کرنے کے لئے صف بندی چونکہ لازم ہوتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔

(صف ۱: ۵)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ جو اس کے راستہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں۔ کہ گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی مضبوط دیوار ہے۔

اسی لئے نماز باجماعت کو اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ درجہ حاصل ہے۔

جہاں نماز ہمیں شیطان اور نفس کے خلاف مجاہدہ کرنا سکھاتی ہے۔ وہاں ہمیں خدا کے حضور پیش ہونے کا طریقہ اور سلیقہ بھی سکھاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا اعلان اور اپنی کمزوری و معصومیت کا اقرار کراتی ہے۔ خالق حقیقی کو مالک کل تسلیم کرتے ہوئے اس کی عبادت کے لئے ہمیں سرنگوں کرتی ہے۔ اور شیطان کو ذلت، درگاہ الٰہی اور مخلوق کے بدترین دشمن بننے کا اعلان بھی کراتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں اخوت، محبت تنظیم، اتحاد۔ اخلاص اور تقویٰ کا سبق بھی دیتی ہے صف بندی کو نماز کا جزو اعلیٰ اسی لئے قرار دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے قلب و دماغ سے ملک و ملت، رنگ و نسل اور چھوٹائی بڑائی کا امتیاز جاتا رہے۔ اور ان میں محبت و یگانگت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ نماز باجماعت میں امیر و غریب، آقا و غلام، مرشد و مرید، اور سیاہ و سفید کا کوئی امتیاز ہمیں نظر نہیں آتا۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو کسی بھی مذہب میں پائی نہیں جاتی ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

صف بندی کی برکات

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

(آل عمران ۱۳: ۱۱۹)

"اور خداوند تعالیٰ بدر کی لڑائی میں تمہاری امداد کر چکا ہے جب تم حقیر تھے"

واقعہ بدر میں ہمارے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ

(آل عمران ۲: ۱۲)

"جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا، اور دوسرا منکر خدا تھا"

ایک طرف قریش کا جم غفیر تھا جو ایک ہزار آدمی کی جمعیت پر مشتمل تھا۔ یہ لشکر ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس تھا۔ لیکن دوسری طرف صرف تین سو تیرہ قدوسی تھے، جن کے پاس سامان حرب تو کیا کھانے کو بھی کچھ نہ تھا۔ صرف خدا کا نام... بلند کرنے کے لئے وہ میدان کارزار میں نہایت اخلاص سے اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے آئے تھے، لشکر کفار جو کہ ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس تھا اُن پر گروہ بندی اور قبیلہ پرستی کی لعنت مسلط تھی۔ لیکن دوسری طرف مجاہدین اسلام صف بندی: اخوت، محبت، اخلاص، تنظیم تقویٰ اور نظم و نسق کا سرچشمہ تھے مسلمان چونکہ نماز میں بھی صف بندی کے عادی تھے۔ اس لئے میدان کارزار میں انہیں صف بند ہونے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ چنانچہ بدر کی صبح کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی صف آرائی شروع فرمائی تو آپ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا جس کے اشارہ سے آپ صفیں قائم کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص تل بھر آگے یا پیچھے نہ ہونے پائے لیکن اس کے مقابل لشکر کفار

اور قبیلوں قبیلوں میں بٹا ہوا تھا۔ وہ غیر منظم تھا۔ چنانچہ جب ان لشکروں کا آمنا سامنا ہوا تو اس صف بستہ مٹھی بھر جماعت نے اُن لاتعداد لشکر کفار کے دانت کھٹے کر دیئے اور انہیں شکست فاش دے کر مکہ کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جہاں اس شکست خوردہ لشکر کا نہایت ہی لعن طعن سے استقبال کیا گیا۔ صرف صف بندی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر لشکرِ جرار کو شکست دی اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ صف بندی ایسی نعمت ہے جو ملک و ملت کی کامیابی کا راز ہے۔

صف شکنی کے نتائج بد

واذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم ٭ اذ ھمت طائفتٰن منکم ان تفشلا واللہ ولیھما وعلی اللہ فلیتوکل المومنون ۔

(آل عمران ۱۳: ۱۱۶)

"اور جب تو صبح کو اپنے گھر سے نکلا اور مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر (صف بند کر کے) بٹھلانے لگا۔ اور خدا سنتا جانتا ہے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں (صفوں) نے بزدل ہونا چاہا۔ حالانکہ اللہ اُن کا دوست تھا۔ اور چاہیئے کہ مومن خدا پر ہی بھروسہ کریں۔"

جس طرح کہ واقعہ بدر تاریخ اسلام میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، غزوۂ احد بھی اُن کے لئے باعث عبرت ہے۔ جبکہ مسلمانوں کی تعداد غزوۂ بدر کی نسبت کہیں زیادہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی فرمائی۔ مصعب بن عمیر کو علم عنایت کیا۔ زبیر بن عوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ کو اس حصۂ فوج کی کمان ملی۔ جو زرہ پوش نہ تھے۔ پشت کی طرف سے احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے آئیں گے۔ اس لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ اس طرف صف بند کیا گیا۔ اور حکم فرمایا کہ گو لڑائی فتح ہو جائے تاہم وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ عبد اللہ بن جبیر ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے۔

قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی نہایت ترتیب سے صف آرائی کی۔ میمنہ پر خالد بن ولید کو مقرر کیا۔ میسرہ عکرمہ بن ابوجہل کے سپرد کیا۔ سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا جو قریش کا مشہور رئیس تھا۔ تیر اندازوں کے دستے الگ تھے جن کا افسر عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا۔ طلحہ علمبردار تھا۔ اس کے علاوہ فوج کے کئی ایک اور دستے تھے۔ چنانچہ لڑائی کا آغاز کفار ہی کی طرف سے ہوا۔ بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں طرف سے کئی ایک بہادر اپنے خدا سے جا ملے۔ بالآخر مسلمانوں نے لشکر کفار کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ جب مسلمانوں نے مطلع صاف دیکھا تو مال غنیمت کی طرف بڑھے۔ وہ تیر انداز جنہیں جناب رسالتمآب صلعم نے احد کی پشت پر صف بند کیا تھا۔ وہ بھی غنیمت کی طرف جھکے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر جو ان پر افسر مقرر تھے۔ انہوں نے ان تیر اندازوں کو صف شکنی سے بہت روکا لیکن وہ نہ رُک سکے۔ اس صف شکنی کو دیکھ کر خالد نے عقب سے حملہ کیا۔ عبد اللہ بن جبیر چند جانبازوں کے ساتھ اُن کے مد مقابل ہوئے لیکن سب کے سب شہید ہوئے۔ خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے حملہ کیا۔ کہ وہ مسلمان جو لوٹ میں مصروف تھے بدحواس ہو گئے۔ اس بدحواسی کے عالم میں جب یہ دونوں فوجیں باہم ملیں تو خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ مصعب بن عمیر جو آنحضرت صلعم سے صورت میں مشابہ اور علمبردار تھے ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا۔ اور غُل پڑ گیا کہ سرکار دو جہاں صلعم نے شہادت پائی۔ اس آواز سے تمام بدحواسی پھیل گئی۔ بڑے بڑے دلیر مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ بدحواسی میں اگلی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔ نوبت یہاں تک رسید کہ خود رسول اللہ صلعم کا چہرہ مبارک بھی اس افراتفری میں زخمی ہو گیا۔ اور وقتی طور پر مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

اس واقعہ سے ہمیں سبق لینا چاہیئے کہ صف شکنی کس قدر نقصان عظیم کا باعث بن سکتی ہے۔ فتح کو شکست اور خوشی کو غم میں بدل دیتی ہے۔

نمبر	رقم	نمبر	رقم
		۸۸۲	۹
۱۰۳۰	۶	۸۸۶	۳۳
۷۸۲	۴	۸۹۲	۶
۷۹۲	۴	۹۰۲	۴
۸۰۰	۴	۹۱۶	۶
۸۲۳	۸	۹۱۸	۴
۸۴۲	۶	۹۱۹	۸
۸۶۴	۸	۹۲۲	۵
۸۶۸	۶	۹۲۴	۳

صرف ڈنبل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اتحاد تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپکر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
(ایڈیٹر۔ دوست محمد)

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے اُن کے نمبر خریداری اور چندہ جو اُن سے اجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے۔ بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کر کے اُن کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کر دیں تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اُٹھانا پڑے بہرصورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۵ رنومبر ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے۔ اگر ۵ رنومبر ۱۹۵۶ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی، تو ۱۰ رنومبر ۱۹۵۶ء کو اُن کے نام پوری رقم کا وی پی روانہ کر دیا جائے گا۔ جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ کا نقصان اُٹھانا پڑے گا جو اُن کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کے لئے ہر خریدار کی جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر گول سُرخی سے دائرہ بنا دیا گیا ہے (مینیجر پیغام صلح)

نمبر	رقم	نمبر	رقم
۱۱	۶	۴۱۵	۶
۱۸	۶	۴۴۶	۱۲
۳۱	۶	۴۵۰	۳۰
۸۸	۶	۴۷۷	۱۸
۱۰۱	۶	۴۸۱	۶
۱۰۲	۶	۵۵۹	۶
۱۰۶	۱۲	۶۰۰	۶
۱۳۹	۶	۶۱۸	۶
۱۵۹	۶	۶۲۶	۴
۱۶۱	۶	۶۲۹	۶
۱۸۴	۱۸	۶۳۶	۶
۲۳۳	۶	۶۴۸	۶
۲۳۴	۱۲	۶۵۰	۶
۲۸۳	۶	۶۸۸	۶
۳۲۲	۳۰	۶۹۲	۶
۳۳۷	۶	۶۹۸	۶
۳۷۰	۶	۷۵۴	۶
۳۷۹	۱۲	۷۵۸	۶
۳۸۴	۶	۷۶۲	۶
۳۹۹	۶	۹۸۷	۶
۴۰۴	۶	۹۸۸	۶
۴۱۹	۶	۹۹۴	۶

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۴۲

روئیداد مجلس منتظمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور منعقدہ ۲۸ ۱ ۵۶

جماعت کے بعض حلقوں میں یہ خبر مشہور کی جا رہی تھی۔ کہ انجمن کی اراضی اوکاڑہ میں انجمن کے مینیجر نے بہت سا غبن کیا ہے۔ اور وہ روپوش ہے۔ اس خبر کے ملنے پر سیکرٹری انجمن نے فائننس بورڈ کے کنوینر میاں فاروق احمد صاحب کو لکھا اور عرض کی کہ صحیح واقعات سے انجمن کو مطلع کریں۔ ابھی ان کی طرف سے جواب نہ آیا تھا کہ جماعت کے چند ممبروں نے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا غبن اوکاڑہ میں ہو گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مختلف مقامات پر آدمی بھیجکر دو تین جماعتوں سے ریزولیوشن بھی پاس کرائے جس سے ظاہر ہو۔ کہ جماعت میں اس اطلاع پر بے چینی پھیل گئی ہے۔ چنانچہ انجمن نے ایک خاص اجلاس بلایا اور میاں فاروق احمد صاحب سے عرض کی کہ وہ بطور کنوینر بورڈ اس مجلس میں شامل ہوں۔ اور اگر بورڈ نے مینیجر اوکاڑہ کے معاملہ میں کوئی فیصلہ کیا ہوا ہو، یا کسی نتیجہ پر پہنچا ہو تو وہ تمام واقعات اور حالات مجلس کے سامنے پیش کریں۔ روئیداد مجلس منتظمہ حسب الحکم شائع کی جا رہی ہے۔ —— (سیکرٹری)

حاضرین:۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب۔ خان بہادر سعید احمد خان صاحب۔ خانبہادر غلام ربانی خانصاحب۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب۔ ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب۔ خواجہ نذیر احمد صاحب۔ مولانا صدرالدین صاحب۔ میاں ممتاز احمد فاروقی صاحب۔ میاں غلام حیدر صاحب۔ ..... عنایت علی خان۔

۲۹۷:۔ میاں فاروق احمد صاحب نے ڈیولپمنٹ بورڈ کی گذشتہ کارگذاری بہ تفصیل پیش کی۔

اس کے بعد بتلایا اوکاڑہ کے سابق مینیجر شیخ عبدالعزیز کے خلاف الزامات اور ان الزامات پر غور کرنے کے بعد بورڈ اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ مینیجر کو اوکاڑہ کے کام سے الگ کر دیا جائے۔ اس پر فوری عمل کیا گیا اور مینیجر کو مزید ہدایت کی گئی۔ کہ وہ نئے مینیجر کو مکمل طور پر چارج سپرد کر کے ملتان آ کر رپورٹ کرے۔ تاکہ مزید کارروائی کی جا سکے۔ لیکن انہوں نے وہاں باضابطہ چارج نہ دیا۔ اور نہ ملتان حاضر ہوئے اور چارج نہ دینے کا یہ عذر کیا۔ کہ اس کی زندگی خطرہ میں ہے۔

فیصلہ ہوا۔ کہ انجمن بورڈ کی کارگذاری پر مطمئن ہے اور بورڈ کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

انجمن بورڈ کی مکمل رپورٹ کا انتظار کریگی۔ لیکن چونکہ چند اشخاص نے محض انجمن کی مخالفت کی وجہ سے غلط پروپیگنڈا شروع کیا ہوا ہے اس لئے انجمن بہ رضامندی میاں فاروق احمد صاحب ایک سب کمیٹی مشتمل بر خواجہ نذیر احمد صاحب۔ میاں غلام حیدر صاحب اور سیکرٹری مقرر کرتی ہے۔ جو بوساطت فائننس بورڈ اوکاڑہ جا کر تمام الزامات برخلاف عبدالعزیز سابق مینیجر اوکاڑہ تحقیقات کرے۔ اور رپورٹ بذریعہ بورڈ انجمن کو بھیجے۔ اور عبدالعزیز کمیٹی کے سامنے پیش ہو۔

نیز سیکرٹری کو ہدایت کی جاتی ہے۔ کہ آج کے اجلاس مجلس منتظمہ کی پوری روئیداد پیغام صلح میں چھاپے۔

اس کے بعد بورڈ نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ اوکاڑہ میں مینیجر کی نااہلی ثابت ہونے اور تعمیل حکم نہ کرنے کی وجہ سے ان کو ڈسمس کیا جائے۔ بورڈ کی یہ رائے ہے کہ جبتک مکمل حسابات کی پڑتال نہ کی جائے غبن کا الزام ثابت کرنا مشکل ہے۔ اور نہ مقدمہ کی کامیابی کی امید ہو سکتی ہے اور اس کے علاوہ بورڈ کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ اگر کوئی الزام ثابت ہو تو اس کے کون کون ذمہ دار ہیں۔ یہ تمام باتیں حسابات کے دیکھنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہیں۔ اگر مجلس منتظمہ بذریعہ صدر دفتر فائننس بورڈ کو جنوری ۵۵ء سے ۱۹۵۶ء تک کا حساب بنا کر بھیج سکیں۔ تو اس صورت میں بورڈ تمام متعلقہ کاغذات دیکھنے کے بعد اگر اپنی رائے میں کوئی تبدیلی کرے تو اس کی رپورٹ سیکرٹری کو دیگا میاں فاروق احمد صاحب نے مزید کہا کہ رجسٹرات اجناس کو چیک کرنے پر بورڈ کی رائے میں اس وقت تک کمی کے متعلق جو اندازہ لگایا گیا ہے وہ دو ہزار روپے کی رقم سے متجاوز نہیں۔ اور اس کے علاوہ رجسٹرات میں کچھ اجناس زاید بھی ملتی ہیں۔ عبدالعزیز سابق مینیجر نے کمی اجناس کی وجوہات یہ زبانی بیان کیں۔ اولاً کسی نے اس کو سٹاک کا چارج قبضہ لینے کے وقت نہ دیا تھا۔ اور اس نے یہ بھی کہا۔ کہ ممکن ہے یہ کمی میرے چارج لینے سے پہلے وقت کی ہو۔ اور مزید کہا کہ قدرتی سوکھ بھی اس کمی کا باعث ہو سکتی ہے، معاملہ برائے فیصلہ پیش ہے۔

(باقی آیندہ صفحہ پر)

—(روئیداد - از صفحہ اوّل)—

فیصلہ

۲۹۱:- ریزولیوشن ۲۸۶ تا ۲۸۹ بابت درخواست ہائے شیخ محمد حسین صاحب۔ مولوی احمد یار صاحب۔ مولوی احمد گل صاحب و ملک عبدالغنی صاحب بابت نئے گریڈ و ترقیات وغیرہ ۱۲/۱۰/۵۶ کی مجلس منتظمہ میں پیش ہو کر ہدایت ہوئی تھی کہ ۲۸/۱۰/۵۶ کی مجلس میں پیش ہوں۔
رپورٹ سیکرٹری کہ حسب ہدایت معاملات برائے فیصلہ پیش صاحب ہیں۔

فیصلہ: سیکرٹری صاحب گریڈ کے متعلق تجویز کریں اور ان کی تجویز خان بہادر سعید احمد خان صاحب ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب اور میاں غلام حیدر صاحب بمیاں ممتاز احمد فاروقی صاحب کو سرکولیٹ کی جائے اور ان کی رائے کے ساتھ یہ معاملہ مجلس منتظمہ میں پیش ہو۔ اور بعد منظوری مجلس منتظمہ طے شدہ اصولوں کی روشنی میں ان درخواستوں پر غور کیا جائے

۲۹۲:- ریزولیوشن ۲۷۹ کے متعلق فیصلہ ہوا تھا کہ مولوی عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو کے علاوہ سب کارکنان کا معاملہ آیندہ کام کی رپورٹ کے ساتھ پیش ہو۔ لہذا معاملہ رپورٹ کے ساتھ پیش ہے:۔

(۱) چوہدری فضل داد صاحب محصل ۱۹۲۳ء کے ملازم ہیں چندہ وصول کرنے کے علاوہ گاؤں میں تبلیغ کا کام بھی کرتے ہیں ان کا کام تسلی بخش ہے۔ عمر ۶۰ سال ہے۔ — ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک توسیع منظور ہے۔

(۲) بابو غلام قادر صاحب عمر ۷۰ سال ۱۹۵۲ء سے انجمن کے دفتر مفت اشاعت میں کام کرتے ہیں۔ ان کا کام تسلی بخش ہے۔ — ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک توسیع منظور ہے۔

(۳) مولوی محمد بڈھن صاحب مبلغ عمر ۸۰ سال ۱۹۴۴ء سے ملازم ہیں ان کا کام شیخ محمد انعام الحق صاحب نے بتایا تھا تسلی بخش نہیں ہے۔ — مولوی بڈھن صاحب سے اور انعام الحق صاحب سے رپورٹ منگوا کر آیندہ پیش ہو۔

(۴) مولوی دوست محمد صاحب مدیر پیغام صلح عمر ۶۵ سال ۱۹۱۵ء سے ملازم ہیں ان کا کام تسلی بخش ہے — ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک توسیع منظور ہے۔

(۵) عبدالسبحان صاحب مؤذن عمر ۶۰ سال ۱۹۴۷ء سے ملازم ہیں عمر کم لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ کام تسلی بخش ہے۔ — ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک توسیع منظور ہے۔

(۶) غلام حسین صاحب مؤذن مسجد مسلم ٹاؤن عمر ۷۰ سال ۱۹۴۷ء سے ملازم ہیں کام تسلی بخش ہے — ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک توسیع منظور ہے۔

(۷) غلام محمد صاحب سائیکل سوار عمر ۷۵ سال کام تسلی بخش ہے — ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک توسیع منظور ہے۔

باجازت صاحب صدر:۔

۲۹۳:- رپورٹ سیکرٹری کہ مولوی عبدالوہاب صاحب عمر ۶۱ سال لیتھو محرر پیغام صلح کام کر رہے ہیں ان کا کام تسلی بخش ہے۔ وہ ۱۹۲۱ء سے انجمن کے ملازم ہیں۔ ان کے موجودہ عارضی تقرر میں ایک سال کی توسیع کا معاملہ پیش ہے۔ — ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۷ء تک توسیع منظور ہے۔

۲۹۴:- سب کمیٹی ووکنگ مشن نے ذیل کی سفارشات بھجوائی ہیں:
شیخ حفیظ الرحمن صاحب محرر مسلم بک سوسائٹی کا استعفیٰ ۱۱/۹/۵۶ سے منظور ہے اور ان کی جگہ رفیع الدین صاحب کا تقرر ۱۲/۱/۵۶ سے ابتدائی تنخواہ -/۴۰ + -/۳۰ گرانی الاؤنس پر منظور ہے۔ رپورٹ سیکرٹری کہ معاملہ برائے توثیق پیش ہے۔ — منظور ہے

۲۹۵:- رپورٹ سیکرٹری کہ مولوی ابوبکر صاحب عربی مدرس تعطیلات موسم گرما کے بعد ۱/۹/۵۶ کی بجائے ۲۵/۹/۵۶ ڈیوٹی پر حاضر ہوئے ہیں۔ نائب صدر صاحب نے ان کی رخصت اتفاقیہ دس یوم بانتخواہ اور باقی چودہ یوم رخصت بلا تنخواہ منظور فرمائی ہے۔ ہر دو رخصتوں کو جمع کرنے کا معاملہ پیش ہے۔ — منظور ہے

۲۹۶:- مولانا محمد یعقوب خان صاحب امام مسجد ووکنگ عبدالمجید صاحب کی جگہ ایپریٹ کریں۔ معاملہ پیش ہے (ریزولیوشن ۲۶۷) — منظور ہے

اراضی انجمن کے متعلق کنوینر صاحب ڈیویلپمنٹ بورڈ کا بیان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مجلس منتظمہ منعقدہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۶ء کی روئیداد اسی اشاعت میں اوپر درج ہے۔ اس میں یہ لکھا گیا ہے کہ محترم شیخ فاروق احمد صاحب نے ڈیویلپمنٹ بورڈ کی طرف سے مجلس میں مفصل رپورٹ پیش کی۔ رپورٹ احباب کی اطلاع کے لئے اختصاراً درج ذیل ہے:۔

گذشتہ سالوں میں سندھ کی زمینوں سے عام طور پر کوئی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ خسارہ ہی ادا کرنا پڑتا تھا۔ امسال وہاں سے ایک معقول رقم کی آمدنی ہوگی۔ زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے سو ڈیڑھ سو مزدور لگا کر جنگل کو صاف کیا جا رہا ہے۔ اور دو ٹیوب ویلز لگائے گئے ہیں۔ اور زمین کو جوتنے کے لئے دو ٹریکٹرز خریدے گئے ہیں۔ یہ سب کام اعلیٰ تعلیم یافتہ ماہرین زراعت کی نگرانی میں کیا جا رہا ہے۔ اس کام پر تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی رقم صرف کی گئی ہے اور آیندہ بھی ایک معقول رقم خرچ کی جائے گی۔ اس رقم کا بہت سا حصہ بورڈ نے اپنی جیب سے خرچ کیا ہے۔ فروری ۱۹۵۷ء تک زمین قابل کاشت ہو جائے گی اور امید کی جاتی ہے۔ کہ انشاء اللہ ۱۹۵۸-۵۹ء کی ربیع اور خریف میں وہاں سے قریباً ۷۰-۸۰ ہزار روپیہ کی آمد ہو سکے گی۔ جس رقم سے انجمن کے کاروبار عمدگی سے چلانے میں بہت امداد ملے گی۔

اوکاڑہ میں [illegible] زراعت شروع کر دی گئی ہے۔ وہاں سے قریباً ۲۰-۲۵ فی صدی کی مزید آمد کی توقع ہے۔

رپورٹ آمدنی دفتر تحصیل از یکم نومبر ۱۹۵۵ء تا آخر اکتوبر ۱۹۵۶ء

انجمن کی آمد تو خدا کے فضل سے لاکھوں کی ہے مگر اغراض عام کی آمد جو دفتر تحصیل سے متعلق ہے اس کی رپورٹ سالانہ حسب ذیل ہے:۔

کل آمدنی۔ — ۳ — ۷۵۷۲۵ روپے بہ تفصیل ذیل:۔

چندہ ماہوار و دیگر مدات ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۰۰۱۵

وصایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۷۲۰ — ۳ —

(مرتضیٰ خان۔ انچارج دفتر تحصیل)

ضرورت رشتہ گیا، صوبہ بہار ہندوستان میں ایک احمدی وکیل کی دو بچیوں کے لئے رشتے درکار ہیں، لڑکیوں کی عمر سولہ سال اور چودہ سال ہے دونو قرآن شریف پڑھی ہوئی ہیں اور امور خانہ داری سے خوب واقف ہیں۔ پابند شریعت اور پردہ کی سختی سے پابند ہیں، اس لئے پابند شریعت رشتوں کی ضرورت ہے۔ جو برسر روزگار ہوں۔ سید (اور شیخ صدیقی) کو ترجیح دی جائے گی۔

فتنہ ہائے دورِ حاضر

فتنۂ یہودیت۔ فتنۂ مسیحیت۔ فتنۂ اشتراکیت۔ فتنۂ مودودیت۔ فتنۂ پرویزیت۔ فتنۂ محمودیت

الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

فتنۂ یہودیت

اس زمانہ میں دنیا کی بڑی طاقتوں نے بڑی محنت و جانفشانی سے امن عالم کو برباد کرنے کے لئے ایک خطرناک آتشگیر مادہ کے اجزا تمام اکناف عالم سے چن چن کر عین مشرق وسطےٰ کے قلب میں اسرائیل کی شکل میں جمع کر دیئے..... ہیں۔ یہ آتشگیر مادہ کسی وقت بھڑک کر امن عالم کو تباہ کر سکتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کے یہودیوں کو ایک آزاد سلطنت عطا کر دی گئی۔ اور انہیں ایک خود دار و مقتدر قوم کی حیثیت بخش دی گئی ہے برطانیہ، امریکہ، روس آپس میں اختلاف رکھتے ہوئے بھی اس بات پر متفق ہیں کہ یہودیوں کو ایک ممتاز اور مقتدر قوم کی حیثیت میں برقرار رکھا جائے۔ یہود مالدار ہونے کے باوجود دنیا میں مدت سے ذلیل و خوار چلے آتے ہیں۔ اب مغربی طاقتوں نے انہیں بلند مرتبہ پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اسرائیلی قومیت کی تخلیق مغربی قوتوں کی مادی طاقت کی پیداوار ہے۔ عربوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ ان کی املاک یہودیوں کے قبضہ میں دے دی گئی ہیں۔ اور سمجھ لیا گیا ہے کہ ایک طرف مسلم دنیا کے لوگوں کو دہشت زدہ کر کے ان کے غرور کو توڑ کر دوسری طرف یہودیوں کو معزز بنا دیا گیا ہے

دنیا کی طاقتوں کا ادعا اور خدائی فیصلہ

تو گویا دنیا کی طاقتوں کا ادعا یہ ہے کہ وہ ذلیل کو معزز کر سکتے ہیں اور معزز کو ذلیل۔ حالانکہ وتعز من تشاء وتذل من تشاء صرف خداوند تعالےٰ کی شان ہے۔ قرآن میں یہودیوں کے خلاف اٹل فیصلہ تو یہ ہے:۔ فلما عتوا عن ما نھوا عنہ قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین واذ تاذن ربك لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب ان ربك لسریع العقاب وانہ لغفور رحیم ○

ترجمہ:۔ سو جب انہوں نے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے۔ ہم نے ان کو کہا ذلیل بندر ہو جاؤ۔ اور جب تیرے رب نے خبر دی کہ قیامت کے دن تک ان پر ایسے لوگوں کو اٹھاتا رہے گا جو ان کو برا عذاب دیں گے بے شک تیرا رب سزا دینے میں جلدی کرنے والا ہے

یقیناً وہ بخشنے والا رحم کرنے والا بھی ہے۔ تو صورت حال یہ ہے کہ زمین پر اہل زمین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہود کو مسرور و شاد و شادماں رکھا جائے۔ مگر آسمانی فیصلہ یہ ہے کہ اس قوم کو اُن کی سرکشیوں کی وجہ سے تا قیامت خستہ و درماندہ رکھا جائے۔ مغربی اقوام انہیں شاداں و فرحاں دیکھنا چاہتی ہیں۔ مگر خدا انہی لوگوں کے ذریعہ یہود کو عذاب میں مبتلا رکھنا چاہتا ہے۔ آنے والی شاید بہت جلد آنے والی تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ آسمانی فیصلہ غالب ہوتا ہے یا زمینی لوگوں کا کیا ہوا انتظام برقرار رہتا ہے۔ واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

یورپ اور امریکہ یہود کو مہلک اسلحہ تو بھیج سکتے ہیں۔ مگر انہیں اطمینان کی دولت نہیں دے سکتے۔ سرمایہ کے زور سے یہودی صحراؤں کو گلزاروں میں تبدیل کر سکتے ہیں مگر اُن کے دلوں کی دنیا ہمیشہ ویران ہی رہے گی۔ یہ اس لئے کہ دلوں پر حکومت کسی اور کی ہے۔

سویز کے پانیوں میں یہود کا مدفن

آسمانی فیصلہ کے تحت عرب دنیا اپنے اختلافات کو مٹا کر اتفاق و اتحاد کی ایک نئی دنیا بسا رہی ہے۔ اور نہر سویز کے پانیوں میں جو اُبال اُٹھ رہے ہیں۔ بہت ممکن ہے انہی میں کہیں اسرائیل کا مدفن بھی تیار ہو جائے۔ اور قریب ہے کہ کوئی عذاب رساں قوم ان کو عذاب مہیم میں مبتلا کر دے۔ اور بالکل قرین قیاس اور اغلب ہے کہ یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہو۔ اسرائیل کا وجود امن عالم کے لئے ایک زبردست خطرہ ہے۔ سننے والے کان خطرناک اور ہلاکت آفرین ہتھیاروں کے متصادم ہونے کی آوازیں سن رہے ہیں۔ اور دیکھنے والی آنکھیں ان خطرناک ہتھیاروں کی چمک دمک کو دیکھ کر چندھیا رہی ہیں۔ وہ وقت قریب ہے جب ایک نیا طوفان برپا ہوگا اور لڑائی کا جہنم بھڑک اُٹھے گا۔ اس کا کوئی اور نتیجہ ہو نہ ہو مگر یہ یقینی امر ہے۔ کہ اسرائیلی سلطنت نیست و نابود ہو جائے گی۔ اور یہ انسان نما درندہ قوم قردۃ و الخنازیر کی شکل پھر اختیار کرے گی۔

یہود کی فلاح و بہبود قبول اسلام میں

اور وہ جو مذکورہ بالا آیات کے آخر میں فرمایا ہے وانہ لغفور رحیم ○ تو اس کا مقصد اور مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہودیوں کی فلاح و بہبود صرف اسی میں ہے کہ خدائے برتر کی طرف رجوع کر کے توبہ کریں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں، ایسی حالت میں ان کی خطائیں معاف کی جائیں گی اور ان کو عذاب عظیم و بہیم سے بچا لیا جائے گا۔ فلسطین میں بیٹھے ہوئے یہودی اگر آج مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو مشرق وسطیٰ کی تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ اور چشم فلک وحدت نسل انسانی کا ایک ایسا نظارہ دیکھے گی کہ اس سے قبل کی تاریخ میں اس کی نظیر تلاش کرنے پر بھی نہیں مل سکے گی۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کیلئے نشان راہ

پاکستان کی خارجہ پالیسی مشرق وسطیٰ کے متعلق جس میں نہر سویز بھی شامل ہے، اللہ تعالےٰ کے مذکورہ بالا بیان کئے ہوئے احکام کے تحت مرتب ہونی چاہیئے انہیں کسی ایسے منصوبہ میں شامل نہیں ہونا چاہیئے جس میں اسرائیل کو عذاب کی بجائے آسودگی دینی مقصود ہو یہ پالیسی منشاء الٰہی کے خلاف ہوگی مشیت ایزدی کا فیصلہ یہ ہے کہ قیامت کے دن تک یہودی اپنی گذشتہ خطاؤں کی وجہ سے مبتلائے آلام رہیں ہاں اگر وہ صحیح معنوں میں تائب ہو کر پیغمبر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آ جائیں تو اُن کی بخشش ہو سکتی ہے۔ حکومت پاکستان کے لئے یہ فرمودہ الٰہی خارجہ پالیسی کی تدوین میں ایک نشان راہ ہے تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یہودی قوم فی الواقعہ امن عالم کے لئے خطرہ ہے۔

گذشتہ جنگوں میں یہود کا حصّہ

گذشتہ دو عظیم جنگوں میں یہود نے جو حصّہ لیا، وہ تاریخ کے کسی طالب علم سے مخفی نہیں اور آئندہ بھی یہود کا سرمایہ امریکہ اور دیگر یورپین طاقتوں کو گمراہ کر سکتا ہے۔ اور انہیں بربادی کی طرف ہانک سکتا ہے۔ تاریخ کی یہ شہادت قرآن کریم کی اس آیت کی صداقت کا اعلان کر رہی ہے۔ یہودیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم یہ اعلان کرتا ہے فجعلنھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین ○

ترجمہ:۔ سو ہم نے انہیں عبرت بنایا اُن کے لئے جو اُن کے سامنے تھے اور جو اُن کے پیچھے آئیں گے اور متقیوں کے لئے نصیحت بنایا۔

مسلمانوں کا فرض

مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ یہودی فتنہ کا انسداد صرف مادی طاقت سے نہ کریں بلکہ اسلامی اصولوں کی اشاعت سے کریں۔ علماء یہود کو سچائی کی طرف دعوت دیں اور محبت و آشتی سے انہیں رام کرنے کی کوشش کریں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی پہلی کئی کوششیں کامیاب ہوئیں اور عیسائیوں کی طرح یہودی بھی مذہب اسلام میں صدق نیت سے داخل ہوئے، اسلام کی روحانی تلوار کا اثر عالمگیر ہے۔ اور اس کی قوتِ تسخیر بلا تمیز مذہب و ملت

تمام انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے۔ اسرائیل میں اسلامی مبلغین محبت و اخلاص سے تعلیم اسلامی کی معقولیت واضح کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہودیت تائب ہو کر اسلام کی گود میں نہ آگرے۔

فتنۂ مسیحیت

اس زمانہ میں مسیحی دنیا ترقی کے بلند مینار پر پہنچی ہوئی ہے۔ وہ اس وقت تہذیب کی سب سے بڑی علمبردار سمجھی جاتی ہے علم کے چشمے وہاں سے پھوٹتے ہیں اور دماغی روشنی تمام عالم کو اپنی مادی شعاعوں سے متاثر کر رہی ہے، سامان کی وہاں فراوانی ہے۔ سامان خورد و نوش کا وہ داتا ہے۔ یورپ میں صنعت و حرفت انتہائی عروج پر پہنچ چکی ہے۔

پرستارانِ مسیح کے ہولناک عزائم

سائنسدانوں کے عزائم کے سامنے یہ دنیا ایک تنگ کرہ بن کر رہ گئی ہے۔ ان کے دماغ فلک پیمائی کے منصوبے سوچ رہے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے انسان مریخ اور چاند کو مسخر کرنے کی عملی سکیمیں بنا رہے ہیں فنونِ لطیفہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ پرستاران مسیح مہیب طاقتوں کے مالک ہیں۔ باقی دنیا اُن سے لرزاں ہے۔ اہل افریقہ کو ان کے اپنے گھروں میں آزادی حاصل نہیں مسیحی اقلیت کی وہاں حکومت ہے۔ وہ دوسروں کی املاک اور ممالک کو اپنے زیرنگیں رکھنے پر مصر ہیں۔ افریقہ کی کثیر آبادی کو وہ مغلوب کئے ہوئے ہیں۔ اصل باشندگان کو شہری حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ ایشیا میں بلاشبہ بیداری ہے۔ خفتہ قومیں انگڑائیاں لے رہی ہیں، اور بعض نے مکمل آزادی بھی حاصل کر لی ہے۔

یوروپین مسیحیوں کا مطالبہ

مگر اس عظیم الشان برّاعظم کی بیدار اقوام کی آنکھوں کے سامنے یوروپین مسیحیوں کا مطالبہ ہے۔ کہ دیارِ مصر کی اپنی مملوکہ و مقبوضہ نہر سویز پر ملکی لوگوں کا تسلّط نہ ہو، بلکہ مسیحی اقوام کے وہ زیر تسلط رہے۔ نظم و نسق ان کے ہاتھ میں ہو، ٹیکس وصول کرنے کا حق انہیں حاصل ہو، تاکہ وہ اس صریح غصب کے ذریعہ دنیا کی تجارت کو اپنے ہاتھ میں رکھیں، ظلم کا یہ کھیل اس آسمان کے نیچے اس زمین پر اس طرح کھیلا جا رہا ہے کہ گویا کوئی جائز حقوق کا مطالبہ ہے۔ معترضین زیادہ سے زیادہ یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔ کہ انہوں نے بین الاقوامی مجالس میں یہ آواز اُٹھائی ہے کہ یہ عملِ غصب بزور شمشیر پورا ہونے دیا جائے بلکہ اسے بحث و تمحیص اور باہمی مذاکرات سے حل کیا جائے۔

مادی جہاد اور مسلم دُنیا ایک نبض شناسِ فطرت کی نظر میں

یورپ کا آدمی جب ہتھیار کی جھنکار سناتا ہے تو مشرق دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کسی نبض شناسِ فطرت نے اللہ تعالےٰ سے روشنی حاصل کر کے غیر معمولی بصیرت سے مسلم دنیا کو یہ سبق دیا تھا۔ کہ تم اس وقت مادی جہاد کے قابل نہیں۔ یورپ کے آہنی پنجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے تم اپنی مادی طاقتوں سے زور آزمائی نہیں کر سکتے۔ ہاں اپنے باطن کو صاف کر کے روحانیت کے ہتھیاروں سے مسلح ہو جاؤ۔ تب یورپ تمہارے سامنے سرنگوں ہو جائے گا۔ تنگ ظرف و تنگ مزاج مُلّا نے اپنی کم عقلی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے اس پر فتوئے کفر لگایا۔ مگر آسمان یہ نظارہ دیکھ کر حیرت زدہ ہے کہ اعلان کرنے والے کے اس اعلان پر پچاس برس سے زائد عرصہ گذر گیا۔ اور اب تک مفتیان دین اس کے اعلان نفی جہاد شمشیر پر فتاوئے کفر تو لگاتے جاتے ہیں مگر اُن کا اپنا اور اُن کے تمام معتقدین کا یا زیادہ صحیح یہ ہو گا کہ تمام دنیائے اسلام کا کردار اسی مردِ مومن کی دی ہوئی تعلیم پر مبنی ہے اور اس کے خلاف ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ یورپ کا تیار شدہ ایک ایٹم بم دنیائے اسلام کے تمام مکفرین کی اجتماعی طاقت کو ختم کرنے کے لئے کافی و وافی ہے۔

عیسائیوں کا باہمی بغض و عداوت

عیسائیت دنیا کے لئے اس وقت ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ اور بظاہر کمزور اقوام کے پاس اس کے انسداد کا کوئی بندوبست نہیں۔ مگر ذی قوّت خدا اس فتنہ کو ختم کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے۔ اور اس نے اس کا علاج آج سے چودہ سو برس قبل کر دیا ہوا ہے۔ بلکہ عیسائیت دنیا میں اس عروج پر نہ تھی ومن الذین

قالوا انا نصاریٰ اخذنا میثاقہم فنسوا حظاً مما ذکروا بہ فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیامۃ وسوف ینبئہم اللہ بما کانوا یصنعون

ترجمہ:- اور ان لوگوں سے جو کہتے ہیں، ہم نصرانی ہیں ہم نے اُن سے بھی عہد لیا تھا۔ مگر جو نصیحت اُن کو کی گئی تھی۔ انہوں نے بھی اس کا ایک بڑا حصّہ چھوڑ دیا۔ سو ہم نے اُن کے درمیان قیامت کے دن تک بغض و دشمنی ڈالدی۔ اور عنقریب اللہ ان کو اس کی خبر دے گا۔ جو وہ کرتے تھے۔ اب ان لوگوں کو اپنے اعمال کی سزا پانا ہے جس کا احساس انہیں ہونے والا ہے۔ سو مسیحی دنیا کا باہمی بغض و عداوت خطرناک شکل اختیار کرتی جاتی ہے۔ اور قریب ہے کہ ان کا باہم ایسا تصادم ہو جائے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہو۔ اور اس سے قبل فرزندان آدم نے اپنے بھائی بندوں سے اس جوش و خروش سے جنگ نہ کی ہو گی یہودیوں کا یہ قصور تھا۔ کہ وہ مسیح کے منکر ہوئے اور یہاں تک اُن کی تکفیر کی کہ اس برگزیدہ الٰہی کو پھانسی پر چڑھا کر از روئے شریعت تورات ملعون ثابت کرنے...... کی کوشش کی۔ جس کی پاداش میں وہ خود مغضوب و مقہور اور مردود ہو گئے۔ اسی طرح نبی کریم صلعم کا انکار کر کے انہوں نے اپنے گلے کے عارضی طوق لعنت کو استمرار بخش دیا۔

مگر وسرمایہ یہودیوں کے وہ ہتھیار ہیں۔ جن سے وہ دنیا میں فتنے پیدا کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس عیسائیوں نے مسیحؑ کو تو اپنا لیا مگر اس کی تعلیمات کو ترک کر دیا۔ وہ امن کا شہزادہ تھا تو یہ وحشت کے درندے بن گئے۔ اسی لئے یہ ضال و گمراہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار نے اُن کے دلوں میں کبر و نخوت پیدا کر دی۔ سیاسی تفوق اور دجالی چالیں اُن کا ہتھیار بن گئیں۔ اور انسانیت کے لئے مسیحیت ایک ایسا روگ بن گئی کہ بظاہر اس کا کوئی علاج نظر نہیں آتا۔

مسیحی اقوام کی باہمی آویزش

اس کا علاج بھی آسمان ہی سے تجویز ہوا۔ اور آج سے چودہ سو برس قبل طبّ آسمانی کا یہ نسخہ شائع کر دیا گیا اور آج دنیا کی آنکھیں فاغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء کا نظارہ دیکھ رہی ہیں۔ اور اسی میں انسانیت کی سلامتی دیکھتی اور حفاظت پاتی ہیں مسیحی طاقت دو زبردست گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ ان کی زہر آلود شمشیریں میانوں سے باہر آنے کے لئے بے تاب ہیں۔ ان کے تباہ کن ہتھیار زمین پر فضا میں اور پانی میں تباہی و بربادی پیدا کرنے کے لئے صرف موقعہ کی انتظار میں ہیں۔ ان کے سائنسدانوں نے اپنی تمام تر صلاحیتیں ہلاکت خیز اور تباہ کن آتشگیر مادہ پیدا کرنے کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ دنیا کے لئے ایک خطرناک نظارہ مقدر ہو چکا ہے۔ جو بہت ہی ہیبتناک اور ہلاکت آفریں ہو گا۔ یہ اقوام ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں گی۔ ایسا گھمسان کا رن پڑے گا کہ نہ کوئی فاتح رہے گا نہ مفتوح۔ دونوں ہلاک ہو جائیں گے۔ و

ترکنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصّور فجمعنٰہم جمعاً ۞

ترجمہ:- اور ہم انہیں اس دن ایک دوسرے پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ اور صور پھونکا جائیگا پس ہم اُن کو ایک طرح اکٹھا کر دیں گے۔

احمدی مبلغین کا نفخ صور

کیا مادی تلوار سے عدم استطاعت جہاد کی وجہ سے نفی جہاد کے اعلان پر کفر کا فتوے دینے والے علماء نفخ صور کے اس راز کو سمجھیں گے جس سے دنیا کے دو خطرناک فریقوں کو "جمع" کیا جا سکے۔ کیا کوئی مولوی، مناد اسلام بن کر یورپ کی وادیوں میں نفخ صور پر آمادہ ہے...... آہ!.... کوئی نہیں!!؟........ ایک بھی نہیں!!! ہاں مادی جہاد سے منع کرنے والے کے پیرو نفخ صور کے لئے یورپ میں پھیلے ہوئے ہیں اور حال میں ہی اس کا ایک عاجز بندہ بیماریوں میں مبتلا۔ اور ضعیف العمری کی حالت میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کی ادارت سے سبکدوش ہو کر قرآن کو ہاتھ میں لئے انگلینڈ میں نفخ صور کے لئے پہنچ چکا ہے۔ عنقریب دنیا دیکھ لے گی کہ اس کی آواز میں کیسی کڑک اور گونج ہے

اور اس کے الفاظ میں کیا تاثیر ہے! قرآن کا مقناطیس اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور انشاء اللہ یورپ کے لوگ اس کی طرف کھنچتے چلے آئیں گے۔ اس مرد مومن کے پیچھے ایک عاجز سی تنظیم ہے۔ جس کے معمولی ذرائع و وسائل اشاعت اسلام کے لئے وقف ہیں۔ اسی طرح ایک اور عاشق رسول عربی تلوار کے جہاد کو ترک کر کے زمانہ حاضرہ کے روحانی طبیب کے اصل نسخہ کو ہاتھ میں لے کر نفخ صور کے لئے بزائرنجی سے سان فرانسسکو (امریکہ) پہنچ چکا .... ہے۔ فتنۂ مسیحیت کے انسداد کے لئے یہ جوش اور از راہ ہمدردی نوع انسانی آیندہ کے عذاب سے لوگوں کو بچانے کے لئے یہ ولولہ صرف کوئی مامور من اللہ ہی پیدا کر سکتا ہے۔

فتنۂ اشتراکیت

تاریخ انسانی میں پہلی دفعہ ایک ایسا واقعہ ہوا ہے کہ ایک عظیم الشان قوم جو ایک وسیع و عریض حکومت کی مالک ہے۔ یکسر منکرِ خدا ہو کر اپنا علی الاعلان یہ نظریہ بنا چکی ہے۔ کہ اس عالم میں کسی مدبر بالارادہ ہستی کا ہاتھ نہیں۔ وہ اپنا تمام کام و نظام دماغی کاوش سے تیار کر رہے ہیں۔ ان کے ہاں اخلاقی اقدار کوئی چیز نہیں۔ نیکی و بدی کا کوئی اخلاقی معیار نہیں۔ نہ ہی وہ کسی اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے۔ بلکہ وہ مصلحت کوشی اور انتظامی تقاضوں کی پیداوار ہے۔ وہاں آئے دن نئے نئے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔ ایک کا قائم کردہ نظام ناکام ہوتا ہے۔ تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ برسوں تک سٹالن ان پر چھایا رہا اور ان کا معبود بنا رہا۔ مگر آج وہ بدترین شخص سمجھا جا رہا ہے اور اس پر لعنت بھیجی جاتی ہے۔ انسان کے قائم کردہ نظام بودے ہوتے ہیں اور ان میں دھواں ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو امن و تسکین قلب دینے سے قاصر ہوتے ہیں۔ سوویٹ روس میں استبدادیت ہے مطلق العنانی ہے۔ آزادی رائے مفقود ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ دلوں پر مادی حکمرانوں کی حکومت نہیں بلکہ کسی اور ہستی کی حکومت ہے جس کا وہاں انکار ہے۔ املاک شخصی کا وہاں کوئی احترام نہیں۔ عفت و عصمت کا کوئی لحاظ نہیں۔ شخصی عظمت ناپید ہے۔ زبانِ گفتار بند ہے۔ اور آزادی فکر مسلوب۔ وہاں انسان صرف حیوان بن کر رہ گیا ہے۔

اشتراکیت کا صحیح علاج

اشتراکیت دراصل مسیحیت کا ردِ عمل ہے۔ اشتراکیوں کے دل ایک بے نقش تختی کی طرح ہیں۔ ان پر نئی عبارت یا نئے املاء لکھی جا سکتی ہے۔ اشتراکی ممالک سے بے تعلقی الحاد کا علاج نہیں۔ اسلامی ممالک کو اُن سے رابطہ پیدا کر کے انہیں اپنی نورانی تعلیمات سے روشناس کرانا چاہیئے۔ اب تک اُن کے سامنے مذہب کی صرف ایک ہی تصویر ہے جو مسیحی پادریوں نے بھیانک شکل میں کھینچ کر اُن کے سامنے رکھی اور جس کے مہیب خد و خال اُن کے دلوں میں نفرت و حقارت پیدا کر چکے ہیں۔ اسلام کے ہاں مذہب کی ایک دلآویز تصویر موجود ہے۔ جسے اشتراکی دنیا نے ابھی تک نہیں دیکھا یہ ناممکن ہے کہ وہ اسے دیکھے اور متاثر نہ ہو۔ مکفرین اسلام جو مسلمانوں کی تکفیر کر کے اسلام کے نام لیواؤں کو کافر بنانے میں مصروف ہیں۔ اشتراکیوں کے پاس جائیں وہاں الحاد کی ایک وسیع آبادی ہے۔ انہیں اسلام سکھائیں۔ اپنی عملی و علمی حالت سے انہیں متاثر کریں ہمارے علمائے کرام کو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور ان کافروں کو دائرہ اسلام میں لا کر اسلامی برادری میں پُرشوکت اضافہ کرنا چاہیئے۔ یہاں بھی نفخ صور کی ضرورت ہے۔ اور یہ لوگ بھی اسلام پر جمع ہو سکتے ہیں۔ اشتراکیوں کو بھی مادی تلوار اور توپ کے جہاد سے فتح نہیں کیا جا سکتا، البتہ روحانی تلوار وہاں بھی کامران و کامگار ہو سکتی ہے۔

فتنۂ مودودیت

ہم یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مولانا مودودی دورِ حاضر کے ایک بہت بڑے ادیب اور تحریر کے ایک زبردست ماہر فن ہیں۔ ہم ان کو ایک سیاسی شخصیت سمجھتے ہیں جو مذہب کا لبادہ اوڑھ کر عوام کے سامنے آئی ہے۔ وہ اسلام کا نام لیکر سیاسی اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنی اس غرض کو پورا کرنے کے لئے وہ اسلام کو بطور ٹیکنیک استعمال کرتے رہتے ہیں۔

مودودیت میں سیاست اساسِ دین ہے

وہ سیاست کو اساسِ دین سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی کتاب سیاسی کشمکش حصہ سوم میں یہ الفاظ درج کئے ہیں:۔

"دراصل "دین" قریب قریب وہی معنیٰ رکھتا ہے جو زمانہ حال میں اسٹیٹ کے ہیں"

سیاست کے متعلق انہوں نے اپنا عقیدہ "تحریک اسلامی کی اخلاقی بنیادیں" میں "دعوت" کے عنوان سے یوں درج کیا ہے:۔

"یہ مقاصد لازمی طور پر اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ تمام اہلِ خیر و صلاح جو اللہ کی رضا کے طالب ہوں۔ اجتماعی قوت پیدا کریں۔ اور سر دھڑ کی بازی لگا کر ایک ایسا نظام حق قائم کرنے کی سعی کریں جس میں امانت و دیانت رہنمائی اور قیادت و فرمانروائی کا منصب مومنین اور صالحین کے ہاتھوں میں ہو اس چیز کے بغیر وہ مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو دین کا اصل مدعا ہے۔ اسلام کے نقطہ نظر سے امامت صالحہ کا قیام مرکزی اور مقصدی اہمیت رکھتا ہے"۔

کفارِ مکہ کی پیشکش

یہ وہ اقتدار ہے جس کی پیشکش کفارِ مکہ نے پہلے دن ہی سے صدر اسلام صلعم کی خدمت میں پیش کی تھی۔ اگر وہ موجودہ زمانہ کے سیاست دانوں کی طرح مصلحت بین ہوتے تو فرمانروائی کا تاج سر پر رکھ کر اپنی من مانی کارروائیاں شروع کر دیتے۔ مگر انہوں نے رشد و ہدایت تدبیر و اشاعت اور خدا کی عبودیت کی دعوت عام زمام حکومت سنبھال کر پیش کرنا گوارا نہ کیا بلکہ محکوم و مظلوم و بے کس ہو کر اعلان حق کرتے رہے۔

آزادی ملک کے خلاف مودودیت کا جہاد

تعجب ہے کہ مودودی صاحب، اقتدار اپنے لئے اور اپنی جماعت کے لئے تو چاہتے ہیں۔ مگر اس نعمت سے باقی کل دنیا کو محروم کرنے میں کوئی قباحت نہیں دیکھتے۔ آزادی ہند کی تحریک ایک بڑی طویل و دقت طلب تحریک تھی۔ اس میں بڑے بڑے زعماء ہند نے حصہ لیا عوام نے مصیبتیں جھیلیں اور مشقتیں اُٹھائیں اور مسلسل جد و جہد کی کہ وہ غیر قوم کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہو جائیں۔ بعض تھوڑی قسم کے لوگوں نے اس میں مزاحمت کی مگر مذہب کا نام لیکر اور اسلامی اصولوں کو پیش کر کے صرف مودودی صاحب نے عین اس وقت آزادی کے خلاف علم جہاد بلند کیا جبکہ ہندوستان کی تقریباً تمام آبادی آزادی کے لئے مضطرب ہو رہی تھی۔ آپ نے بالواسطہ انگریز کی استعماریت کی مذہب کے نام پر حمایت کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"دعوت کے باب میں اسلام کا طریقہ یہ ہے۔ کہ لوگوں کو اللہ کی حاکمیت و اقتدار اعلیٰ تسلیم کرنے کی طرف بلایا جائے۔ مگر یہ (آزادی ہند کو مقدم رکھنے والے) ہندوستان کے باشندوں کو اس طرف بلاتے ہیں کہ تم خود مالک الملک ہو۔ یہ غیر الٰہی اقتدار اعلیٰ کی نفی نہیں کرتے۔ بلکہ صرف انگریزی اقتدار کی نفی کرتے ہیں۔ اور یہ الٰہی اقتدار اعلیٰ کا اثبات بھی نہیں کرتے بلکہ اس کی جگہ باشندگان ملک کی خود اختیاری اور جمہوری اقتدار اعلیٰ کا اثبات کرتے ہیں ظاہر ہے کہ شرک ہونیکی حیثیت سے انگریزی اقتدار اعلیٰ اور جمہوری اقتدار اعلیٰ میں کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کی دعوت سراسر غیر اسلامی بلکہ مخالفِ اسلام دعوت ہے"۔

پھر اسی سلسلے میں ان کا یوں بھی ارشاد ہے:۔

" ان کے نزدیک انگریزی اقتدار کے مقابلہ

میں جمہور اہل ہند کا اعتقاد اور انگریزی شریعت کے مقابلہ میں ہندوستانیوں کی قانون سازی قابل ترجیح ہے۔ حالانکہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے دونوں یکساں بغاوت وکفر و یکساں طغیان ومعصیت ہیں۔ پھر یہ انگریز و ہندوستانی کے درمیان قومی وطنی کی عداوت وتعصب کی آگ بھڑکانے میں حصہ لیتے ہیں حالانکہ اسلام کی دعوت عام کے راستہ میں یہ رکاوٹ ہے۔"

اور پھر یوں بھی ارشاد ہے :۔

"اسلام کی نگاہ میں انگریز و ہندوستانی دو نو انسان ہیں وہ دونوں کو یکساں اپنی دعوت کا مخاطب بناتا ہے۔ اس کا جھگڑا انگریز سے اس بات پر نہیں ہے کہ وہ ایک ملک کا باشندہ ہو کر دوسرے ملک پر حکومت کیوں کرتا ہے۔ بلکہ اس بات پر ہے کہ وہ خدا کی حاکمیت اور اس کے قانون کی اطاعت کیوں نہیں تسلیم کرتا۔"

صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کی تعلیمات کا یہ اثر تو نہیں ہوگا کہ دنیا میں مولانا کی وساطت سے "آناً فاناً" حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ انگریز کی حکومت استمرادیت حاصل کر لے اقتدار انگریز کے ہاتھ میں رہے اور مولانا محکوم کی حیثیت سے انگریز کے زیر سایہ "ترجمان القرآن" میں فصاحت وبلاغت کے دریا بہاتے رہیں۔ مولانا کو یہ بھی گوارا ہے۔ کہ انگریزی "امپیریلزم" قائم ودائم رہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔

"مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر وقیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم سے آزاد کرایا جائے"

مودودیت کے بند آزادی کے سیلاب میں

لیکن قومیں جب آزادی کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ تو مودودیت کے قائم کئے ہوئے بند آزادی کے سیلاب میں خس وخاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ہندوستان آزاد ہو گیا اور دونوں ملکوں میں جمہوری نظام قائم ہو گئے اور مولانا کا قلم اسی طرح حیران وسرگرداں کاغذی گھوڑے دوڑاتا رہا۔

تحریک پاکستان کی مخالفت

معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کو ہر قسم کی اجتماعی تحریک خیر سے عداوت ہے اور اس میں وہ مسلمان اور غیر مسلمان کا امتیاز روا نہیں رکھتے جب ہندوستان آزاد ہونے لگا تو مسلم قوم نے متحد ہو کر یہ مطالبہ کیا کہ اسے بریک وقت ہندو اور انگریز دونوں سے آزادی ملنی چاہیئے۔ چنانچہ قائداعظم کی قیادت میں مسلم لیگ نے انگریز اور ہندو سے ایک علیحدہ خطۂ زمین طلب کیا۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر مسلمانوں کو اپنا ایک علیحدہ ملک مل جائے تو اس میں وہ اپنی پسند کے مطابق حکومت چلا سکتے ہیں۔ کوئی اسلام کا درد رکھنے والا مسلمان اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ مگر آپ تحریک مودودیت میں یہ المناک سانحہ بھی دیکھیں گے کہ اس کے قائد نے مسلمانوں کے اس مطالبہ کو بھی ناجائز اور غیر اسلامی قرار دے دیا۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء میں جب کہ تمام ملک میں ایک اضطرابی وہیجانی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ جنگِ عظیم ختم ہو چکی تھی۔ اور اس کی پیدا کردہ تخریب پر نئی تعمیریں اٹھ رہی تھیں، مسلمان بھی متحد ومتفق ہو کر ایک قائد کی زیرِ ہدایت منظم ہو چکے تھے اور ان کی روحوں کی چیخیں پاکستان کے مطالبہ کی شکل میں تمام فضا گونج رہی تھیں۔ ان کے متفرق عناصر ایک قومیت کی شکل اختیار کر رہے تھے۔ عین اس وقت مولانا نے اس کار خیر میں ان الفاظ میں روڑے اٹکانا پسند کیا کہ :۔

"مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لئے اس مسئلے میں بھی کوئی دلچسپی نہیں کہ ہندوستان میں جہاں مسلمان کثیر تعداد میں ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ میرے نزدیک جو سوال سب سے اقدم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس پاکستان میں نظام حکومت کی اساس خدا کی حاکمیت پر رکھی جائے۔ یا مغربی نظریۂ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر، اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً پاکستان ہوگا۔ ورنہ بصورت دیگر یہ ویسا ہی ناپاکستان ہوگا جیسا کہ ملک کا وہ حصہ ہوگا۔ جہاں آپ کی سکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے بلکہ خدا کی نگاہ میں اس سے بھی زیادہ ناپاک۔ یہ اسلام نہیں ہے بلکہ نرا نیشنلزم ہے اور یہ "مسلم نیشنلزم" بھی خدا کی شریعت میں اتنا ہی ملعون ہے جیسا "ہندوستانی نیشنلزم"......"

یہاں بھی اصل غرض یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح قائداعظم کامیاب نہ ہوں اور مسلمانوں کو کوئی علیحدہ خطۂ زمین میسر نہ آسکے!

جمہور کی رائے ماننے سے انکار

زمانہ حال کی سیاست کا تقاضا ہے۔ کہ عوام کی خواہش وپسند کے مطابق ان کا نظام حکومت قائم کیا جائے۔ اُن کے حوصلے بلند رکھے جائیں۔ ان کے فطری تقاضے پورے کئے جائیں۔ اُن کے دل کی دھڑکنوں کو سنا اور سمجھا جائے۔ مگر مودودی صاحب کے سامنے صرف اپنی ایک خاص جماعت ہے۔ اور ایک مخصوص طبقہ کی نیابت اُن کا مقصد ہے۔ مسلم عوام کے متعلق اُن کی رائے یہ ہے کہ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان کہا جاتا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں۔ نہ حق وباطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نظریہ اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے"۔ اسی طرح نومبر ۱۹۵۱ء میں جب وہ داخلی وخارجی مسائل پر بحث کرتے ہیں یوں گویا ہوتے ہیں کہ "ایک جمہوری نظام جس میں اقتدار کا سرچشمہ عوام کی رائے ہو کبھی صحیح طور پر نہیں چل سکتا"

جمہور کی رائے ماننے کی سفارش

جمہور کے خلاف یہ اعتقاد رکھنے کے باوجود مولانا کی کوشش یہ تھی جو بالآخر کامیاب بھی ہو گئی۔ کہ اسلامی دستور میں یہ حق رکھدی جائے۔ کہ اس ملک میں اسلام کی وہ تعبیر قابل قبول ہوگی جسے جمہور تسلیم کرے گا جس کے ۹۹۹ فی ہزار اشخاص جاہل ہیں۔ اور جب مولانا نے فسادات پنجاب میں حصہ لیا۔ تو اس میں بھی احمدیوں کے خلاف اُن کی بڑی دلیل یہ تھی کہ اسلام کا جمہور ان کے خلاف ہے اس لئے جمہور کا یہ مطالبہ کہ ان کو اقلیت قرار دیا جائے تسلیم کر لیا جانا چاہیئے۔ اور جمہور کی حمایت میں مولانا نے تحقیقاتی عدالت میں اپنی صفائی کے بیانات میں جمہور کی خواہشات کو پیش کیا۔ حالانکہ وہ اپنے رسالہ "جماعت اسلامی"، "مقصد تاریخ ولائحہ عمل" میں فرما چکے ہیں :۔

"ہماری کل آبادی کا ۹۰ فیصدی حصہ بلکہ اس سے زیادہ حصہ بھی اُن کا ہے جو لوگ اسلام سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ اور مخلصانہ محبت رکھتے ہیں۔ جس اسلام سے یہ عشق رکھتے ہیں اُس کو جانتے نہیں ہیں۔ اس لئے ہر ضال ومضل شخص اسلام کا لباس پہن کر ان کو بہکا سکتا ہے۔ ہر غلط عقیدہ وغلط طریقہ اسلام کے نام سے ان لوگوں میں پھیلایا جا سکتا ہے۔"

عوام کے متعلق یہ رائے رکھنے والا آدمی شریعت کی صحیح تعبیر کا اہل بھی انہیں عوام کو سمجھتا ہے، اور احمدیوں کو کافر۔ مرتد۔ واجب القتل اور اقلیت قرار دیئے جانے کے قابل بھی اس لئے خیال کرتا ہے کہ یہ عوام کا مطالبہ ہے اور عوام بھی ایسے جن میں بقول اُن کے ہر غلط طریقہ اور ہر غلط عقیدہ پھیلایا جا سکتا ہے۔ صرف پھیلانے میں یہ جرأت ہونی چاہیئے کہ..... اسلام کے نام پر ایسی کوشش کی جائے۔

خیالات میں انقلاب

مگر یہ بھی سیاست کا ایک اعجاز ہے کہ جو مودودی ۱۹۵۵ء تک ڈیماکریسی کے خلاف ضخیم کتابیں لکھ چکا تھا اور بے شمار لٹریچر شائع کر چکا تھا یکایک جمہوری نظام حکومت کا دلدادہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ ترجمان القرآن اگست ۱۹۵۵ء میں لکھتا ہے :۔

"تیسری چیز ڈیماکریسی ہے جس کی بناء دو چیزوں پر ہے۔ ایک یہ اصول کہ حکومت عوام کی مرضی سے بنے۔ اور عوام کی مرضی سے ختم ہو"

دوسرے یہ اصول کہ انتخابات بالکل آزاد ہوں اور ان میں کسی دباؤ یا لالچ کا دخل نہ ہو۔ اگر یہ دونوں اصول کارفرما ہوں۔ تو جمہوریت بالکل بے معنی ہے۔ اور اگر جمہوریت نہ ہو تو آزادی کے معنی صرف حکمرانوں کی آزادی ہوگی، باشندوں کی نہیں۔ اگر "رول آف لاء" نہ ہو تو "سول لبرٹیز" حاصل نہیں ہو سکتیں اگر ڈیماکریسی نہ ہو تو پھر کسی نظریہ کو کوئی عملی جامہ پہنانا ممکن نہیں ہے"۔

دیکھئے خیالات میں کس قدر انقلاب آ گیا کہ حاکمیت عوام جس کو کفر و شرک و عصیان قرار دیا جاتا ہے اب اس کے بغیر کوئی نظریہ عملی جامہ نہیں پہن سکتا۔ اب لا محالہ قانون کی حکومت بھی سب کے لئے یکساں قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ بارہا مسلمانوں کو درجہ اول کے شہری اور غیر مسلموں کو درجہ دوئم کا شہری منواتے رہے ہے۔

مودودیت ہر قسم کی آزادی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے

اگست ۱۹۵۵ء میں مولانا کا رول آف لاء اور تحریر و تقریر کی آزادی کو اس زور و شور سے پیش کرنا واقعی تعجب خیز ہے۔ یہ وہی مولانا ہیں جن کا نظریہ یہ تھا کہ جب اسلامی دستور نافذ ہوگا۔ تو اس کے بعد مرتد کی سزا قتل ہوگی۔ اور مرتد قرار دینا ان کا اور ان کی جماعت کا کام ہوگا۔ اور ان کے قرار دیئے ہوئے مرتد وہ بھی ہوں گے جو کلمہ گو نمازی، تہجد خواں، حفاظ اور مفسرین قرآن اور مبلغین اسلام ہوں گے۔ ہم نے بارہا مودودی صاحب کے مذہبی نظریات پر تنقید کی ہے۔ مگر آج کی صحبت میں ہم نے اس فتنہ کے سیاسی پہلو کو اجاگر کیا ہے مودودیت ہر قسم کی آزادی کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ وہ انسانوں اور انسانوں میں تفریق پیدا کرتی ہے۔ اور خود مسلمانوں کے اندر یہ فتنہ باعث انتشار و افتراق ہے۔ اس لئے یہ ہر سلطنت کے لئے خطرہ اور دعوت بغاوت ہے۔ اور غیر اسلامی ممالک میں اس کا ردعمل یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو ہمیشہ اشتباہ کی نظر سے دیکھیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ یہ گروہ جوں جوں تقویت حاصل کرے گا۔ اس کی غرض ملک میں سیاسی تفوق حاصل کرنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ایسی کسی جماعت یا گروہ کو کوئی حکومت پنپنے کا موقع نہیں دے سکتی۔

ہمارا تبلیغی فرض

ہمارا یہ تبلیغی فرض ہے۔ کہ جماعت اسلامی کے افکار پر صحیح اسلامی رنگ چڑھائیں۔ اور اس فتنہ کا انسداد بھی تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ بطریق احسن سرانجام دیں۔

فتنۂ پرویزیت

پرویز بھی ماہر فن تحریر ہے۔ اس کی تحریک "طلوع اسلام" ایک محدود طبقہ کو متاثر کر رہی ہے۔ پرویز کا خطاب عوام سے نہیں۔ نہ ہی عوام اس کی زبان کو سمجھتے ہیں اس لئے اس فتنہ کے اثرات ہمہ گیر نہیں۔ مگر آہستہ آہستہ اس کی جڑیں پھیل سکتی ہیں۔ اس لئے علمبرداران تبلیغ کو اس تحریک پر بھی نگاہ رکھنی چاہیئے۔ پرویز کا ادعا ہے کہ اسلام کے نام پر ۱۳ سو برس میں جو کچھ ہوا، وہ سب ضلالت و گمراہی ہے: اسلام کی وہ تمام تشریحات جو قرآن میں اجمالاً اور حدیث میں تفصیلاً اور ملت میں متواتر متواتر چلی آتی ہیں۔ پرویز کو ان سے انحراف ہے۔ وہ اسلام کی نئی توجیہ اور اس کے متعلق بالکل نیا نظریہ پیش کرتا ہے۔ اس کا دعوےٰ ہے۔ کہ قرآن کے سوا باقی اسلامی لٹریچر تشکک و شبہات سے پُر ہے یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ قرآن کے اصولوں کی اپنے الفاظ میں وضاحت کریں اور اس پر عمل کر کے دکھائیں۔ اس کی نظر میں رسول کا کوئی نمونہ تاریخ میں محفوظ نہیں نہ رسول کی یہ حیثیت ہے کہ وہ قرآن کی کوئی ایسی تفسیر کرے جس سے اختلاف نہ ہو سکے۔ مگر اپنے لئے وہ یہ حق محفوظ رکھتا ہے کہ قرآن کی جس قدر چاہے لمبی تشریح کرے۔ اس کے اصولوں پر مقالات لکھے۔ بڑے بڑے مضامین رقم کرے۔ اس کی نگاہ میں احادیث مجموعہ اباطیل ہے۔ علم فقہ یکسر گمراہی و ضلالت ہے۔ اصل تشریح وہ ہے جو پرویز کرتا ہے۔ یوں گویا اسے شارح اسلام ہونے کا دعوےٰ ہے۔ مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا قلم سطح قرطاس پر جواہر بکھیرتا ہے۔ پرویز قرآن پڑھتا ہے۔ اس میں غور کرتا ہے اور اپنے پہلے سے قائم کردہ نظریات کی تائید و تصدیق میں آیات قرآنی پیش کرتا ہے۔ نورِ فطرت سے روشنی حاصل کر کے جو صحیح نظریہ اس نے قائم کیا ہوتا ہے۔ اس کی تائید آیاتِ قرآنی سے مل جاتی ہے۔ مگر جو نظریئے اس نے غیر اسلامی سرچشموں سے اخذ کئے ہوتے ہیں۔ قرآن ان کی تردید کرتا ہے۔ مگر پرویز آیاتِ قرآنی کو توڑ موڑ کر ان کی تائید میں ہی پیش کر دیتا ہے۔ اس صحبت میں ہم پرویزیت پر تشریح و تفصیل سے نہیں لکھ سکتے۔ مگر ہم بعض نامہ نگاران اسلام کو یہ دعوت دیں گے کہ وہ "طلوع اسلام" کے ہر شمارہ کو غور سے پڑھا کریں۔ اور خود قرآن کریم کا گہرا مطالعہ کر کے منشاء الٰہی کے مطابق اس فتنہ کی تخریبی کارروائیوں کو آشکارا کرتے رہا کریں۔ مگر یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ بسا اوقات پرویز بڑے کام کی باتیں کہہ جاتا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن اس کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ اور قرآن اپنے مطالعہ کرنے والوں سے بغض نہیں رکھتا۔ وہ ایک وسیع کتاب ہے۔ جو اسے جتنا پڑھے گا اتنا ہی مستفید ہوگا۔ اس وقت ہم اس موضوع پر زیادہ لکھنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ کسی اپنے سے زیادہ اہل علم و قلم کے سپرد کرتے ہیں۔ ہمیں بھی موقع ملا تو اس موضوع پر مزید گفتگو کریں گے اور کسی مستقل مضمون کے ذریعے اپنے خیالات کا اظہار کریں گے!

فتنۂ محمودیت

احباب ربوہ کے متعلق ہمارے جذبات سب لوگوں کو معلوم ہیں۔ ہم اُن سے محبت کرتے ہیں انہیں نہ صرف مسلمان سمجھتے ہیں بلکہ ایمان کی اعلیٰ صفات سے متصف بھی خیال کرتے ہیں۔ وہ احمدی ہیں اور حضرت مسیح موعود سے انہیں بڑی محبت ہے۔ ہماری جماعت کا اور ان کا اختلاف ہے مگر جماعت کے جمہور میں میاں محمود احمد صاحب کے عقاید نے کبھی بھی غلبہ نہیں پایا۔ محض ایک نظام کی کشش نے انہیں ان سے منسلک کر رکھا ہے۔ فسادات پنجاب کے زمانہ میں جب اغیار نے ان پر مظالم توڑے اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ حکام و پبلک کا رویہ معاندانہ ہو گیا۔ تو ہم نے نتائج کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُن کی مدافعت میں قلمی جہاد کیا، یہ ہمارا ان پر احسان نہ تھا۔ بلکہ فریضہ تھا جو ہم نے ادا کیا۔

اہل ربوہ کا عقیدہ نبوت

ہم اب بھی اور جب بھی یہی سمجھتے رہے ہیں۔ کہ اہل ربوہ جس چیز کو نبوت کہتے ہیں۔ اس کے اندر مجددیت کی حقیقت ہے۔ وہ حضرت مرزا صاحب کی طرف جن دعاوی کو منسوب کرتے ہیں، نام کے لحاظ سے اس کو کچھ کہیں مگر حقیقت میں وہ بھی حضور کا مقام محدثیت ہی کی سطح پر رکھتے ہیں۔ حضور کا بڑے سے بڑا دعوےٰ اور اہل ربوہ کی بڑی سے بڑی عقیدت مندی صرف کثرت مکالمہ و مکاشفہ الٰہیہ کے مقام تک محدود ہے، اور وہ صرف مقام محدثیت ہے جسے وہ نبی کے نام سے پکارتے ہیں۔ مگر حقیقی نبوت کی کوئی صفت اُن کی ذات میں بیان نہیں کرتے۔ نبوت ایک موہبت ہے جو خدا تعالےٰ سے براہ راست ملتی ہے۔ اس کے ساتھ پیغام ہوتا ہے۔ اور اس سے کتاب ملتی ہے۔ نبی ایک امت بناتا ہے۔ اور نیا کلمہ جاری کرتا ہے مگر یہاں ان میں سے کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

خدا شناسی کے لئے الہام کی ضرورت

اس زمانہ میں الحاد نے انسان کا تعلق خدا سے منقطع کرنا چاہا۔ علمی دنیا کلام الٰہی کی منکر ہو گئی۔ یہاں تک کہ خود اسلام کے اندر ایسے ایسے راہنما پیدا ہوئے جنہوں نے ختم نبوت کے ساتھ سلسلہ الہامات کو بھی ختم کر دیا۔ خدا سے منقطع ہو کر انسانیت اوندھے منہ گر چلی تھی اور اخلاقی اقدار کے تمام چشمے خشک ہوتے جا رہے تھے۔ اور مادیات کا بھوت انسانوں کے دماغوں پر ایسا تسلط حاصل کر رہا تھا۔ کہ روحانیت دنیا سے بالکل ناپید ہوتی جا رہی تھی۔ ایسے حالات میں ایک فرستادۂ الٰہی مسیح کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس نے انسان کا رشتہ پھر سے خدا کے ساتھ جوڑا اس نے نئے سرے میں توحید کے نغمے گائے اور زندہ خدا کو اس کے

چمکتے ہوئے وجود کے ساتھ پیش کیا۔ اس نے کہا۔ کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ وہ سچ مچ بولتا ہے۔ تمہارے استدلال نے دنیا کو روحانیت سے دور کر دیا ہے۔ تمہارے دماغ نے صرف یہ بتایا ہے کہ موجودات کا کوئی خدا ہونا چاہیئے، مگر حضرت مرزا صاحب نے دنیا کو روحانیت کی تجربہ گاہ میں لاکر خدا کا چہرہ دکھا دیا تجلیات کی اسی چمک کے ساتھ وہ ہونے والے واقعات کو قبل از وقت وقوع بتا کر غیب کے پردے اُٹھاتا رہا۔ اور خدا کی ہستی پر مشاہدات سے لوگوں کے دلوں میں ایمان کا نور بھرتا رہا۔

نیا آسمان اور نئی زمین

ان کے پاس اور ارد گرد رہنے والوں نے ان سے بڑا اثر قبول کیا۔ اور نتیجۃً وہ اسلام اور خدائے اسلام کے علیٰ وجہ البصیرت گرویدہ ہو گئے۔ ان کی نماز دل میں نئی شان پیدا ہوگئی، اور ان کا خدا کے سامنے جھکنا نئے ولولوں اور نئی اداؤں کا نظارہ پیش کرنے لگا۔ وہ خشیت الہیٰ سے روتے تھے۔ تو اُن کی گریہ و زاری پر زمین و آسمان نثار ہوتے تھے۔ وہ دیانت اور امانت میں ضرب المثل بن گئے۔ مرزا صاحب کے متاثرہ ماحول میں نیا آسمان قائم ہوا۔ اور نئی زمین پیدا ہوگئی، یہ مسیح محمدی اپنے پیش رو مسیح کی طرح خوبصورت الفاظ میں بولتا تھا۔ تسخیر آدم کے لئے اس کے ہاتھ میں فولادی شمشیر نہ تھی۔ جس سے خون کے قطرات ٹپکتے ہوں۔ بلکہ دلیل اور شمع الہام تھی۔ جس سے وہ تمام دنیا کو منور کرنے لگا قادیان دمشق ثانی بن گیا۔

۹ خواجہ کمال الدین

دجّال اور مسیح موعودؑ

"دجّال" مغربی فتنہ گروں کا گروہ قرار پایا۔ یاجوج ماجوج اقوام یورپ کی دو بڑی زبردست طاقتوں پر مشتمل دو گروہوں کے نام تھے۔ اور دلائل سے یہ حقیقت ثابت کر دی گئی۔ لوگوں نے مخالفتوں کے باوجود ان نظریات کو تسلیم کیا "کسر صلیب" سے مراد غلط عقاید مسیحیت کا انہدام لیا گیا۔ اور قتل خنزیر سے مراد مادی اور بہیمی طاقتوں کو شکست دینا لیا جانے لگا۔ مسیح محمدی ہمیں روحانیت کی ان خوبصورت اصطلاحوں سے روشناس کرانے لگا۔ اسی لئے اس نے اعلان کیا۔ کہ دجّال کی دنیا کی آنکھ روشن ہے اور مسیح کی روحانی آنکھ منور ہے۔ وہ مادیت سے بالکل کٹ گیا اور سراپا روحانیت بن گیا۔ دجّال روحانیت سے محروم ہو گیا اور مادیت کی دلدل میں پھنس گیا۔ مسیح سراپا نور ہو کر ظاہر ہوا، دجال التہاب نار ہی میں شعلہ زن رہا۔

مسیح کی اولاد

مسیح ثانی مسیح اوّل کی طرح جمال کی دلآویزیاں بکھیرتا رہا۔ حقانیت اسلام کے متعلق اُس نے دلائل کے انبار لگا دیئے۔ وہ مسیح کی طرح تمثیلوں میں بولتا اور اشاروں سے بات کرتا تھا۔ وہ سراپا نور تھا اس لئے اسے اولاد بھی روحانی دی گئی مصلحت ایزدی نے اس کی تمام جسمانی اولاد کو اس کی اصلی تعلیمات سے محروم کر دیا۔ اور وہ اس کی اصلی رُوح سے دُور جا پڑے پس مسیح کی آل اس کی روحانی اولاد قرار پائی۔ یہ مسیح کی شان تھی۔ کہ جتنا بڑا آدمی اس کے ساتھ لگتا وہ اس سے بھی بڑا ہو جاتا اور اس کی عظمت کو چار چاند لگ جاتے اور اسے بلندیاں اور کامرانیاں نصیب ہوتیں۔ مولانا نورالدین صاحب اعلیٰ ترین عظمتوں کے حامل ہو گئے۔ مولانا عبدالکریم صاحب اس آبدار جوہر سے متاثر ہو کر معرفت و عرفان کے بلند ترین مقام پر پہنچ گئے۔ مولانا محمد احسن امروہی آسمان رفعت پر ستارہ بن کے چمکنے لگے۔ محمد علی پنجاب یونیورسٹی کا ایک معمولی سا ایم اے دنیا کی صف اوّل کا مصنف بن گیا۔ مشن کالج کا ایک معمولی طالب علم شہرت دوام حاصل کر گیا۔

بڑے چھوٹے ہو گئے

اس کے برعکس چھوٹے آدمیوں کی طرز یہ ہے کہ بڑے آدمی اُن کے ساتھ لگ کر چھوٹے بن جاتے ہیں جماعت احمدیہ کے کئی بڑے آدمی میاں محمود احمد کے ساتھ ہو کر چھوٹے بن گئے، منافق کہلائے، حقیر سمجھے گئے اور ذلت کی نظروں سے دیکھے گئے استبدادیت کی زنجیروں نے جماعت کے اذہان کو پنپنے نہیں دیا، خلافت محمودیہ نے کوئی بڑا آدمی پیدا نہیں کیا۔

میاں صاحب کی تبدیلی عقیدہ

حالات سے مجبور ہو کر فسادات پنجاب کے بعد تحقیقاتی کمیشن میں جب خلیفہ صاحب قادیان کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا کہ ہم کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے تو اسی دن جماعت قادیان عقاید کے لحاظ سے جماعت لاہور کی سطح پر آگئی۔ ہم برابر چالیس برس تک اس فتنۂ تکفیر کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ مگر انگریزی حکومت کی بخشی ہوئی آزادی نے میاں صاحب کو اجازت نہ دی کہ وہ سات کروڑ مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کرنے سے باز آجائیں۔ آخر جب اس ملک میں پاکستان قائم ہوا اور ملت کے ہاتھ میں سیاست کا اقتدار آگیا۔ تو انہوں نے اپنے ہی ملک میں اپنے ہی چند بھائی بندوں سے کافر کہلانا پسند نہ کیا۔ تکفیر کا زبردست ردّ عمل ہوا۔ جس میں اور وجوہات بھی شامل ہو گئیں، اور احمدیوں کے خلاف خطرناک فضا پیدا ہو گئی۔ ایسے حالات میں مرزا بشیرالدین محمود مجبور ہو گیا کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر سے باز آجائے۔ اور اس نے اعلان کیا کہ ہم کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے اور مسلمان ہونے کے لئے حضرت مرزا صاحب پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے جس چیز کو اُس نے دلائل سے نہ مانا ڈنڈے کی ضرب سے مان گیا۔

فتنہ محمودیت نئے رنگ میں

فتنے کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی رنگ میں تخریبی کارروائیاں جاری رکھتا ہے۔ اس کو تعمیری کاموں سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ فتنہ کے معنی ہی فساد ہے۔ پاکستان کے بننے کے بعد اس فتنہ کی تباہ کاریوں کا دائرہ محدود ہو گیا تکفیر سے باز آنے کے بعد لاہور اور قادیان کے درمیان محمودیت ہی ایک رکاوٹ ہے جو اُن کو ہم سے ملنے نہیں دیتی۔ محمودیت نے اپنے پیروؤں میں سے آزادئی رائے مسلوب کر رکھی ہے۔ استبدادیت کی زنجیریں دن بدن محکم سے محکم تر کی جا رہی ہیں۔ جب جور و ستم حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو اس کا ایک زبردست ردّ عمل ہوتا ہے۔ اب خود ربوہ میں ایک زبردست تحریک آزادی اُٹھی ہے جس کا علمبردار نوجوانوں کا ایک ترقی پسند طبقہ ہے۔ جو شاید اس طلسم کو توڑ کر رکھ دے۔ اس تحریک سے خلیفہ بوکھلا اُٹھا ہے۔ اس کا دماغی توازن قائم نہیں رہا۔ وہ اپنوں اور بیگانوں سے بدظن ہو گیا ہے۔ وہ سب کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس کی بدظنی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کی لپیٹ میں خود اس کے بھائی تک آ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ظفر اللہ خاں کو بھی اپنی صفائی میں ایک بیان دینا پڑا۔ یہ حالات آنے والے واقعات کے نشان ہیں۔

ہماری جماعت کا رویّہ

ہماری جماعت کا رویہ فسادات پنجاب سے لے کر اب تک اہل ربوہ کے متعلق نہایت دوستانہ مربیانہ رہا ہے۔ مگر یکایک ہمیں نا ملائم الفاظ سے مخاطب کرنا شروع کر دیا گیا اور ایک قسم کی دعوت مبارزت دے دی گئی ہے۔ ہمیں خطبوں میں "پیغامی" کہہ کہہ کر اشتعال دلایا گیا ہے۔ ہم پر یہ گھناؤنا الزام لگایا گیا کہ ہم محمود کی جماعت میں گھس کر سازشوں کے جال بچھا رہے ہیں جو سراسر کذب و افترا ہے، اور دیدہ دانستہ خدا کے خوف سے بے پروا ہو کر جماعت کی اجتماعی توجہ کو اپنی استبدادی کارروائیوں سے ہٹانے کے لئے اور اپنے پیروؤں کو ہمارے خلاف بھڑکانے کے لئے یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا کہ ہم خلافت محمود کے خلاف خفیہ منصوبے کر رہے ہیں۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم خفیہ طور پر نہیں بلکہ کھلا کھلا خلافت محمودیہ کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ اس کی استبدادی زنجیروں سے قادیانی حضرات کو آزاد کرانا چاہتے ہیں جن مفاسد نے طوق سلاسل میں قوم کو جکڑا ہوا ہے انہیں ہم ریزہ ریزہ کر دینا چاہتے ہیں۔

ربوہ کے آزادی پسند عناصر کا خیر مقدم

ہم ربوہ میں نئی تحریک آزادی کے علمبرداروں کو علی الاعلان یہ تلقین کرتے ہیں کہ وہ اصلاح کے اس کام کو جاری رکھیں، اور استقلال۔ عزم۔ اخلاص اور جوش ایمانی سے باطل کے اژدہا کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔ ختم نبوت کے تم قائل ہو تکفیر سے تم باز آ چکے ہو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان اب صرف محمودیت ہی کا پردہ ہے اس کو

بھی چاک چاک کر دو۔ ہم ربوہ کے آزادی پسند عناصر کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس تحریک آزادی میں جو علماء و مبلغین حصہ لے رہے ہیں۔ وہ جونہی محمودیت کے حصار سے آزاد ہوں وہ ہمارے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں اُن کے لئے عزت کی جگہ ہے۔ تبلیغ کے لئے مواقع ہیں۔ تقریر کیلئے اسٹیج ہے تبلیغ کیلئے تنظیم ہے۔ آؤ ہم سب تفرقہ کو مٹا کر ایک ہو جائیں۔

مسیح اول اور مسیح ثانی کی تاریخ

پولوس نے مسیحیت کی تعلیم کو بگاڑ کر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اسے بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے غلو نے ایک عاجز بندہ کو خدا بنا دیا تھا اور مسیحیوں کا جم غفیر اس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اور صرف چند نفوس موحدین کی شکل میں باقی رہ گئے تھے۔ مسیح ثانی کی تعلیمات کو بگاڑنے والا بھی ایک پولوس پیدا ہوا۔ اس نے بھی اپنے گرد مسیح کے نام لیواؤں کا ایک جتھا قائم کیا اور اسے غلط راہ پر لے کر چل نکلا چند نفوس اس کی اصلی تعلیم پر قائم رہے ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو یہ منظور نہیں کہ یہ جماعت اپنے انتہائی منطقی نتیجہ تک پہنچ جائے شاید مسیح ثانی کی تاریخ مسیح اول کی تاریخ سے اب علیحدہ راہ اختیار کرلے۔ اس پولوس کے متبعین میں بغاوت پیدا ہو گئی ہے۔ اگر یہ گھڑی اور حقیقی ہے تو وقت آگیا ہے۔ کہ مسیح موعود پر سے وہ تمام الزامات دُور ہو جائیں جو فتنہ محمودیت کی وجہ سے دور حاضرہ میں ان پر لگائے گئے ہیں۔

سب سے زیادہ خطرناک فتنہ

میاں محمود احمد صاحب سے ہمیں کوئی معذرت نہیں کرنا۔ ہم انہیں علیٰ وجہ البصیرت باطل پر سمجھتے ہیں۔ انہوں نے سب سے زیادہ مظالم خود مسیح موعود پر ڈھائے مسیح موعودؑ کے سچے متبعین ہونے کی حیثیت میں ہم ان زخم خوردہ ہیں۔ اور جس طرح اس زمانہ میں مسیح موعود کی تحریک نجات انسانی کے لئے سب سے بڑی تحریک ہے۔ اسی طرح اُس پاک تحریک کو داغدار کرنے والا فتنہ بھی سب سے زیادہ خطرناک فتنہ ہے ہم اسے بیخ و بن سے اُکھاڑ دینا چاہتے ہیں۔ جس قدر فتنے ہم نے اس مضمون میں بیان کئے ہیں ان سب کے جراثیم اس فتنہ میں موجود ہیں۔

یہودیت کے جراثیم

یہودیت جب اپنے عروج پر تھی۔ اور دنیا کی زمام حکومت اس کے ہاتھ میں تھی۔ تو وہ باقی تمام انسانوں کو حقیر و ذلیل خیال کرتی تھی۔ نحن ابناء اللّٰہ و احباءہٗ اس کا نعرہ تھا۔ اسی طرح محمود بھی خدا کا لاڈلا ہے۔ باقی دنیا اس سے کہتر ہے، اس کو فخر ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کا جسمانی بیٹا ہے۔ اس لئے اس کا مطالبہ ہے کہ وہ جو کچھ کہے اسے صحیح تسلیم کیا جائے۔ اس کی غلط تعلیمات پر تنقید نہ کی جائے۔ وہ دعاؤں کی پیداوار ہے۔ وہ گو مامور نہیں مگر اسے مصلح موعود تسلیم کیا جاوے اس کی خوابوں کے سامنے قرآنی آیات کی پرواہ نہ کی جائے اس کے الہامات کو وہ مقام دیا جائے۔ جو وحی نبوت کا مقام ہے جو اس کی بیعت میں شامل نہیں وہ احمدی نہیں جو احمدی نہیں مسلمان نہیں۔ یہ صریح یہودیت کی تقلید ہے۔

مسیحیت کے جراثیم

پولوس نے سہل انگار انسانوں کو مسیح کے دائرہ میں لانے کے لئے یہ عقیدہ تراشا کہ عقیدتمندان مسیح کو عمل کی کچھ ضرورت نہیں وہ کفارہ پر ایمان لے آئیں ان کی نجات ہوگی۔ بالکل یہی صورت میاں محمود نے قائم کر دی ہے۔ میاں محمود احمد کو مصلح موعود مان لو اس کے متعلق حضرت صاحب کی کی ہوئی دعاؤں کو اس امر کی ضامن سمجھ لو کہ مرزا محمود احمد جو کچھ کہے وہ بالکل صحیح ہے۔ وہ اگر نبوت کو جاری کرتا ہے تو اسے جاری سمجھ لو۔ اس سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں اگر وہ تکفیر کے ذریعہ کروڑہا کلمہ گوؤں کو دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے تو تم اس کے ہمنوا بن جاؤ۔ یہ پولوسی تعلیم لوگوں کو عمل سے بے پروا کر دیتی ہے۔ اسی لئے اب بے عملی کے آثار جماعت ربوہ میں صاف صاف نظر آرہے ہیں۔

اشتراکیت کے جراثیم

اشتراکی ممالک میں کلی اقتدار حکومت کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہاں کسی کو مجال سخن نہیں آزادی گفتار کے ساتھ آزادی کردار بھی مسلوب ہے۔ ذہنوں پر استبدادیت کے تالے لگے ہوئے ہیں۔ وہاں افکار کے پُرزے بھی حکومت کے کارخانوں میں ڈھلتے ہیں۔ لوگوں کے ذہنی عقاید وہی ہو سکتے ہیں جو حکومت پسند کرے۔ بالکل یہی حالت ربوہ میں ہے اقتدار اعلیٰ کا مالک خلیفہ ہے۔ وہ جن سازشوں اور منصوبوں سے خلافت کی گدی پر بیٹھا ہے۔ انہیں فراموش کر دیا گیا ہے اور اب ادعا یہ ہے کہ اسے خدا نے مقرر کیا ہے۔ وہ جو چاہے کرے اسے کوئی معزول نہیں کر سکتا۔ اس پر کوئی تنقید نہیں کی جا سکتی اس کے فیصلے ناطق ہیں اور وہ ظفراللہ خان سے لیکر اللہ رکھے تک سب پر غالب ہے۔ جماعت کے عقاید وہ گھڑتا ہے۔ ان میں تغیّر و تبدل کرتا ہے کسی کو مجال چون و چرا نہیں۔ یہ اشتراکیت نہیں تو اور کیا ہے۔

مودودیت کے جراثیم

تحریک "مودودیت" میں بڑے زمینداروں کو پناہ ملتی ہے۔ سرمایہ دار اس سے وابستہ ہیں وہ وہ ہر موقع و ہر مقام پر اسلام و مذہب کا نام لے کر اپنی مقصد براری کرتی ہے۔ وہاں بھی امیر مطلق العنان ہے۔ وہ بھی ہر تحریک آزادی کا مخالف ہے تحریک آزادی ہند اور تحریک آزادی اسلام دونوں کی مودودی صاحبان نے مخالفت کی ہے۔ اسی طرح میاں محمود احمد بھی ان تمام تحریکات کے خلاف آواز اُٹھاتا رہا ہے۔ یہاں بھی بڑے زمینداروں اور سرمایہ داروں کو پناہ ملتی ہے۔ مودودی صاحب بھی قرآن و حدیث کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں۔ اسی طرح میاں محمود کو بھی اس بارہ میں کسی اصول کی پرواہ نہیں۔ مودودی مزاج شناس رسول بن کر جس حدیث کو چاہے باطل کر دے اور جس کو چاہے صحیح قرار دے۔ اسی طرح میاں محمود بھی اپنی پسند کے مطابق قرآن و حدیث دونوں سے کام لے لیتا ہے۔

اخلاق کی پستی

میاں محمود صاحب کی موجودہ چیخ و پکار نہایت ہی نامعقول شکل اختیار کر گئی ہے ہمیں یاد ہے کہ تحقیقاتی عدالت کے سامنے جب مودودی صاحب بیان دینے کے لئے پیش ہوئے تو ہم نے اُن پر جرح کرتے ہوئے یہ سوال کیا تھا۔ کہ آپ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق کیا خیال ہے۔ انہوں نے جوش غضب میں آکر کہا میں اس جماعت کو منافق خیال کرتا ہوں۔ ہم نے اسی وقت انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اور یقین کر لیا تھا کہ یہ آدمی کسی عظمت کا مالک نہیں یہ چھوٹی بات کہکر اس نے اپنے آپ کو چھوٹا ثابت کر دیا وہ کسی اصلاحی تحریک کا کامیاب رہنما نہیں ہو سکتا مودودی ہماری جماعت کے لوگوں سے واقف نہیں ان کے انفرادی حالات سے وہ بے خبر ہے اسے ہماری جماعت کی تعداد کا بھی علم نہیں آخر شب تہجد خوانی کرتے ہوئے جن لوگوں کو ہم نے خشوع خضوع میں آنسو بہاتے دیکھا ہے ان کو منافق قرار دینا اتنی بڑی جسارت ہے جسے مسلسل توبہ و استغفار ہی معاف کرا سکے تو کرا سکے۔ یہ اخلاق کی بہت ہی پست سطح ہے، جس پر مودودی صاحب کو ہم نے ایستادہ دیکھا۔ اسی سطح پر ہم میاں محمود کو دیکھ رہے ہیں وہ اپنے ہر مخالف کو منافق کہتا ہے اور ان اسباب کو دُور کرنے کی کوشش نہیں کرتا جن کی وجہ سے مخالفت کے طوفان اُٹھتے ہیں۔

محمودیت کی اخلاقی بنیادوں میں تزلزل

الفضل اخبار خلیفہ صاحب کا سرکاری آرگن ہے۔ اس میں اُن کے اپنے احکام خطبے اور خطوط شائع ہوتے ہیں۔ اس اخبار نے اپنے شمارہ مورخہ ۲۱ر ستمبر میں بعنوان "سان فرانسسکو کے پیغامی مشن کا تبلیغی کارنامہ"۔ ہمارے امریکی مشنری میاں بشیر احمد صاحب کے خلاف زہر چکانی کی ہے۔ واقعہ صرف اتنا ہے کہ منٹو صاحب نے فاروق سابق شاہ مصر کی ہمشیرہ شہزادی فتحیہ کا نکاح ہمراہ ریاض غالی پڑھا اور نکاح سے قبل بھری محفل میں ریاض غالی نے عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کیا۔ اس تقریب میں بشیر احمد صاحب کا صرف اتنا حصہ ہے کہ انہوں نے از روئے شریعت دو مسلمانوں کے نکاح کا اعلان کیا۔ نکاح کی جو مجلس برپا ہوئی اس میں کیا کیا

کارروائیاں ہوتیں اس سے منٹو صاحب کا کوئی تعلق نہیں جس مصری اخبار کے حوالہ سے الفضل نے یہ خبر نقل کی ہے اس میں منٹو صاحب کے خلاف ایک حرف تک نہیں لکھا۔ اور اس واقعہ پر کئی سال گذر گئے ہیں اسلامی دنیا کے کسی اور اخبار نے ہمارے مبلغ کے خلاف اس نکاح کے سلسلہ میں ایک لفظ نہیں لکھا یہاں تک کہ پاکستان کے تمام پریس نے اس واقعہ کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ مگر ربوہ کے سرکاری آرگن کو اشاعت اسلام کی تحریک سے اس قدر کد ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ کا نام بلند کرنے والی جماعت لاہور سے اس قدر بغض و عداوت ہے کہ اس نے نہایت نامناسب اور شرانگیز عنوان قائم کرکے اشاعت اسلام کی تحریک کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ جماعت ربوہ کے مقامی مقتدر رہنما کی توجہ جب اس عنوان کی طرف مبذول کی گئی۔ تو انہوں نے نہایت دردمندانہ لہجہ میں کہا کہ اس خبر میں غریب منٹو کا مجھے کوئی قصور نظر نہیں آتا۔ نہ معلوم الفضل کے ایڈیٹر کو ایسا عنوان جمانے پر کس چیز نے اکسایا۔ جب جماعتیں اخلاق کی اس گراوٹ پہ پہنچ جائیں تو ان کے خاتمے کا وقت قریب آجاتا ہے۔ گذشتہ دنوں ایک مصری اخبار کے حوالہ سے ظفر اللہ خاں صاحب کی موجودہ بیوی بشریٰ ربانی کے متعلق پاکستان کی اخباروں نے بڑا گند اچھالا تھا۔ مصری اخبار نے اس کے سابقہ منگیتر کو اس کا خاوند ظاہر کیا۔ اور مفروضہ خاوند کی طرف سے ایک شرانگیز بیان شائع کیا۔ جس کو پاکستان کے پریس نے من و عن نقل کیا مگر ہمارے اخبار نے اس کذب و افتراء کو فروغ نہ دیا۔ اور اپنے کالموں میں اسے شائع نہ کیا۔ مگر الفضل نے اپنی طرف سے کذب بیانی اور افتراپردازی کرتے ہوئے تبلیغ و اشاعت کرنے والی جماعت کو بدنام کرنے کے لئے ایسا عنوان قائم کیا جو احمدیت کے بدترین دشمن کے خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلیفہ کے اخلاق کا کس طرح دیوالہ نکل چکا ہے۔ اور مزید نکل رہا ہے اب محمودیت کی اخلاقی بنیادیں ایسی متزلزل ہو رہی ہیں۔ کہ انہیں شاید دوبارہ استوار نہ کیا جا سکے۔

دورِ فتن کا علاج انبیا کی تعلیمات میں

مسیح موعود کی آمد کے نشانوں میں سے ایک نشان یہ ہے کہ یہ زمانہ فتنوں کا زمانہ ہوگا۔ اور طرح طرح کی شرانگیزیاں اور مفاسد پردازیاں مختلف تحریکات کے ناموں سے معرض وجود میں آئیں گی مسیح موعود کے فرائض میں سب سے بڑا فرض یہ بھی ہے۔ کہ وہ ان فتنوں کا سدباب کرے۔ ہم نے اپنے فہم و فراست کے مطابق ان فتنوں کی نشاندہی کی ہے اور جماعت کے اہل علم اصحاب کو دعوت عام ہے۔ اور اپیل ہے کہ وہ مزید فتنوں کی نشاندہی کریں، ہماری رائے میں ہر فتنے کا علاج خاتم الانبیاء کی تعلیمات میں ہے۔ قرآن کریم ایک جامع طب روحانی ہے۔ جس میں انسان کے ہر روحانی روگ کا علاج موجود ہے۔ اور خاتم الانبیاء صلعم وہ معالج اکبر ہے۔ جس کے ناخن تدبیر نے انسانیت کی تمام مشکلات کو دور کرنے کے لئے اصول بیان کر دیئے ہیں۔ اسی کا خلیفہ مسیح موعود اس کی صحیح تعلیمات کا علمبردار ہو کر آیا۔ اور وہی ہے جو ثریا سے ایمان کی دولت واپس دنیا میں لا رہا ہے۔ اور اسی کی تحریک کی افادیت سے مسلم دنیا بیدار ہو رہی ہے۔ اب دنیا میں یہودیت مسیحیت و اشتراکیت کے فتنوں کو سنجیدگی سے مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اور عنقریب اسلام ان سے متصادم ہو کر ان کو پاش پاش کر دے گا۔ مودودیت پرویزیت اور محمودیت اندرونی فتنے ہیں۔ یہ سراپا ظلم و طغیان ہیں۔ ان میں اچھی باتیں بھی ہیں اور خرابیاں بھی۔ یہ قوم کو بیدار بھی کرتے ہیں اور مسموم بھی۔ ان میں افادیت کا پہلو بھی ہے اور مضرات بھی ہیں۔

مصلحین قوم کا فرض ہے کہ ان تحریکات کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کریں۔ ان کے مفاسد سے قوم کو بچانے کی کوشش کریں، ہمیں ذاتی طور پر کسی سے کوئی عداوت یا بغض نہیں۔ ہماری غرض اصلاح خلق اور عظمت اسلام کو قائم کرنا اور اس کی صحیح تعلیمات کو پھیلانا ہے۔ یہی خاتم الانبیاء کا مشن تھا اور یہی اس کے خلیفہ کا مشن تھا۔ اہل علم و قلم کو دعوت ہے کہ وہ دنیا کے فتنوں پر نظر رکھیں۔ ان کی اصلیت کو بھانپ کر اس کا علاج تجویز کریں۔ ہمیں دنیا میں آنکھیں کھول کر چلنا ہے تاکہ قرآن کریم کی اس آیت وکاین من آیات فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وھم عنہا معرضون ۝ کے زیر عتاب نہ آ جائیں۔ والسلام

ڈاکٹر ایم۔ ایس پال اور انکی بیگم صاحبہ کے اعزاز میں عشائیہ!

۲۸ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو حضرت امیر قوم کے مکان پر ڈاکٹر ایم۔ ایس۔ پال اور ان کی بیگم صاحبہ کو ایک عشائیہ دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف چار سال تک ووکنگ میں ہمارے مشن کی بلڈنگ میں مقیم رہے۔ اس وقت ووکنگ مسجد کے امام مولانا آفتاب الدین صاحب مرحوم تھے۔ عشائیہ میں حضرت امیر قوم مولانا صدر الدین صاحب، مولانا عبدالرحمٰن مصری صاحب۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب خواجہ نذیر احمد صاحب۔ خانبہادر غلام ربانی خان صاحب اور پروفیسر عنایت علی خان صاحب نے بھی شرکت کی۔ ووکنگ مشن اور جنوبی افریقہ میں حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے کے متعلق غلط فہمی سے متعلق کافی گفت و شنید ہوئی۔

اس کے علاوہ ایک اور امریکی مسلمان لوئس فواد احمد کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ موصوف کیلیفورنیا کے رہنے والے ہیں اور ہمارے مشنری مولانا بشیر احمد منٹو صاحب کو بڑی اچھی طرح جانتے ہیں اور امریکہ میں ان سے اسلام کے بارہ میں کافی گفتگو بھی کرتے رہتے ہیں۔ موصوف منگل کو پشاور وغیرہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور پاکستان کے دورے کے بعد مصر بھی جائیں گے۔

چندہ ماہوار اور وصایا

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم

دفتر تحصیل کے گوشوارے دیکھنے سے مجھے مسرت حاصل ہوئی کہ سال بھر میں پچھتر ہزار روپے سے زائد رقم وصول ہوئی ہے جس میں ستر ہزار روپے سے زائد تو چندہ ماہوار ہے اور پانچ ہزار سے زائد وصایا کی رقم ہے۔

صدر الدین

(۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء)

تصحیح پیغام صلح مورخہ ۱۰ اکتوبر میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ محترم ڈاکٹر عطاء اللہ صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز راولپنڈی سے تبدیل ہو کر ملتان چلے گئے ہیں، اس میں یہ امر قابل اصلاح ہے کہ راولپنڈی میں ڈاکٹر صاحب موصوف اسسٹنٹ ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز تھے اور ملتان میں ڈپٹی ڈائرکٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔

موت ایک حقیقت ہے جو ہماری درستی اعمال کے لئے پیدا کی گئی ہے

مجدد وقت کی شناخت اور ہمارا کام

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

کلّ نفسٍ ذائقۃ الموت و انّما توفون اجورکم یوم القیامۃ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔
(آل عمران - آیت ۱۸۴)

قرآن کریم قصہ کہانی یا جنتر منتر کی کتاب نہیں

قرآن کریم کا بیان حقیقت اور حقائق پر مبنی ہے، یہ کوئی قصہ اور کہانی کی کتاب نہیں، نہ یہ جنتر منتر ہے، بدقسمتی سے مسلمانوں نے اس کو دونوں رنگوں میں استعمال کیا ہے اور ایسے ایسے قصے گھڑے ہیں جن کو سن کر انسان حیران ہوتا ہے کہ ان قصوں کو الہٰی تعلیم کے ساتھ کیا تعلق ہے اور پھر جنتر منتر کو کیا تعلق اس سے ہو سکتا ہے میرے پاس مریض آتے ہیں کسی کے سر پر تعویذ بندھا ہوتا ہے کسی کے گلے میں، کسی کے بازو پر، الغرض ہر مریض کے کسی حصہ جسم پر اکثر تعویذ بندھا ہوتا ہے، میں اکثر ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا ہے؟ بہتوں کا جواب یہی ہوتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے، میں ان سے کہتا ہوں کہ خدا کا کلام تو ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہے، یہ کسی اور بیماری کا علاج ہے۔

قرآن روحانی بیماریوں کا علاج ہے

جسمانی بیماریوں کے لئے تو خدا نے دوائیں بنائی ہیں، خدا کا کلام تو روحانی بیماریوں کو اچھا کرتا ہے، اس نے خود فرمایا ہے یٰایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاءٌ لما فی الصدور وھدیً ورحمۃ للمومنین۔ اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آگئی ہے اور جو کچھ سینوں کے اندر ہے اس کے لئے شفا ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت۔ تو قرآن دل کی بیماریوں کے لئے ہے، یہ جنتر منتر نہیں ہے، میں ان کو یہ سب کچھ کہتا ہوں، لیکن میں نے اکثر دیکھا ہے اور ان کے چہروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو میری بات کا یقین نہیں آیا، خدا ہدایت دے ان مولویوں اور ملاؤں اور پیروں اور سجادہ نشینوں کو، جنہوں نے غلط رستہ پر لوگوں کو ڈالا ہے، مسلمانوں کی قوم کا ادبار اور اخلاقی گراوٹ ان سب کی تہ میں قرآن سے دوری ہے۔

موت ایک حقیقت ہے

میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ قرآن کریم کا بیان حقیقت اور حقائق پر مبنی ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں جس کی تہ میں حقیقت نہ ہو، اور وہ حقیقت کو یونہی نہیں منواتا اس کی تائید میں معقول دلائل پیش کرتا ہے۔ موت کا انسان سے بڑا تعلق ہے اور ساتھ ہی مذہب سے بھی بڑا تعلق ہے، خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنے اور جزا و سزا کا یقین دلانے میں موت کا بڑا حصہ ہے، موت ایسی حقیقت ہے کہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا، اتنی دنیا گذر گئی۔ تاریخ میں ہم بڑے بڑے لوگوں کا حال پڑھتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ، حکیم اور ڈاکٹر، بڑے بڑے پہلوان، دنیا میں آئے لیکن وہ کہاں ہیں؟ سب کو موت لے گئی، ہر روز ہم مشاہدہ کرتے ہیں، کہ ہمارے عزیز و اقارب، ہمارے دوست، ہمارے بچے ہمارے سامنے مرتے ہیں،

موت کا تعلق جزا و سزا سے

یہ کیوں ہے؟ موت خدا نے کیوں رکھی ہے آخر یہ کیا ہے کہ انسان پیدا ہوتا ہے اور کچھ دیر زندہ رہ کر مر جاتا ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کلّ شیءٍ قدیر الذی خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا وھو العزیز الغفور۔ یہ موت اور حیات کی گتھی کیا چیز ہے، خدا دیکھنا چاہتا ہے ایکم احسن عملا انسان کھیلنے کودنے اور عیش و عشرت کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ اچھے اعمال بجالانا اس کی اصل غرض ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم نے موت کو خدا کی ہستی پر بطور دلیل پیش کیا ہے قل ان کنتم فی شکٍ من دینی فلا اعبد الذین تعبدون من دون اللہ ولکن اعبد اللہ الذی یتوفکم وامرت ان اکون من المومنین اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو لیکن میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں وفات دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مومنوں میں سے ہوں۔ معلوم ہوا کہ موت خدا کی ہستی پر ایمان اور جزا و سزا پر یقین کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا کل نفسٍ ذائقۃ الموت ہر نفس موت کا مزا چکھنے والا ہے کوئی ایسا نہیں جو اس کا ازالہ کر سکے۔ ایک جگہ فرمایا نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علیٰ ان نبدل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون دیکھو ہم نے موت کو تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری مثل بدل کر لائیں اور تمہیں اس صورت میں پیدا کریں جو تم نہیں جانتے یہ یونہی نہیں کہا بلکہ آگے دلیل دی ہے ولقد علمتم النشأۃ الاولیٰ فلولا تذکرون۔ یقیناً تم پہلی پیدائش کو جانتے ہو (کہ تم کو نیست سے ہست کیا) پھر تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذٍ تنظرون ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون۔ دیکھو یہ منظر بہتوں نے دیکھا ہوگا کہ ایک عزیز پڑا ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سخت دکھ میں ہے اس کی جان نکل رہی ہے تم دیکھ رہے ہو کہ اس کی روح گلے میں پہنچ چکی ہے تم اپنے آپ کو اس کے قریب سمجھتے ہو حالانکہ ہم تم میں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں۔ فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونھا ان کنتم صٰدقین، پھر اگر تم کسی کے ماتحت نہیں تو کیوں اسے لوٹا نہیں دیتے اگر تم سچے ہو، دوسری جگہ فرمایا قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملٰقیکم ثم تردون الیٰ عالم الغیب والشھادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون، جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تو مل کر رہے گی، پھر غیب اور ظاہر کو جاننے والے خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ بتائے گا کہ کیا عمل تم کرتے تھے، اس سے موت کی حقیقت پر کھلی روشنی پڑتی ہے، لیکن میں نے بڑے بڑے امراء کو دیکھا ہے کہ موت کا نام لیں تو اس قدر ان کی حالت متغیر ہوتی ہے کہ نہیں چاہتے کہ اس کا ذکر کیا جائے، بس یہی چاہتے ہیں کہ یونہی عیش و عشرت میں کام کرتے رہیں، لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس سے بھاگ نہیں سکتے پھر وہاں جا کر اعمال کی جزا و سزا بھگتنی ہوگی۔

موت سے پہلے سزائے اُخروی سے بچاؤ کرو

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جزا و سزا کوئی نہیں جو مرضی ہو کر لیں، لیکن وہ بھولے ...... ہوئے ہیں، کہ ایک ہستی ایسی بھی ہے جو جزا و سزا پر قادر ہے، اس وقت جب اولین و آخرین سب جمع ہوں گے، سب کے سامنے انسان کے پول کھلیں گے، کس قدر شرم کی بات ہوگی؛ عقلمند انسان کیوں ایسا وقت آنے دے، کیوں اس وقت کو سامنے نہ رکھے، اور اپنے آپ کو ایسا نہ بنائے کہ تمام مخلوق کے سامنے اور اللہ تعالےٰ کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۶ھ مطابق ۷ نومبر سنہ ۱۹۵۶ء | نمبر ۴۳

جلسہ سالانہ خواتین احمدیہ کے متعلق

خواتین سلسلہ سے ضروری التماس

جلسہ سالانہ قریب آ رہا ہے اس موقعہ پر خواتین احمدیہ کا الگ جلسہ منعقد ہوتا ہے ہم اسکے لئے جماعت کی تمام خواتین کو متوجہ کرنا چاہتی ہیں کہ وہ سلسلہ کی روایات کو قائم رکھنے اور مضبوط بنانے کیلئے حسب عادت آئندہ دسمبر سنہ ۵۶ء کے جلسہ میں ضرور تشریف لادیں گذشتہ سال کا جلسہ بھی خدا کے فضل سے کافی بارونق تھا۔ اس سال اس سے بہت زیادہ پُررونق جلسہ کی توقع کی جا رہی ہے۔ اس لئے خواتین سلسلہ سے التماس ہے۔ کہ وہ قومی برکات سے بہرہ مند ہونے کے لئے اس جلسہ میں ضرور شرکت کریں۔

(۲) جلسہ میں شرکت کے علاوہ ایک نہایت ضروری امر جس کی طرف خواتین کی توجہ درکار ہے۔ دستکاری تیار کرکے لانا ہے۔ ہر سال ہماری بہنیں اشاعت اسلام کے قومی فنڈ میں امداد دینے کے لئے کئی ایک چھوٹی چھوٹی چیزیں تیار کرکے لاتی ہیں۔ جن کی فروخت سے اشاعت اسلام کے کام کو بڑی مدد ملتی ہے۔ تمام خواتین سلسلہ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ابھی سے دستکاری تیار کرنا شروع کر دیں اور جلسہ میں شمولیت سے پیشتر اپنی دستکاری انجمن کے دفتر میں پہنچا دیں۔

(۳) جو خواتین آئندہ جلسہ میں لیکچر دینا چاہتی ہوں۔ وہ مہربانی فرماکر جلد از جلد اپنے ارادہ سے مطلع فرماکر ممنون فرمائیں۔

نوٹ:۔ جلسۂ خواتین کے متعلق تمام خط و کتابت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی معرفت آنی چاہیئے۔

والسلام ——— ہم ہیں آپ کی خادمات

سیدہ صفیہ بیگم بنت حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم

بیگم کرنل بشیر حسین صاحب

شاہزادہ بیگم بنت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

لندن میں یوم میلاد النبی صلعم

انگریز نو مسلمین کی طرف سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خراج عقیدت

لیکسٹن ہال میں میلاد النبیؐ کی تقریب کی صدارت ٹیونس کے سفیر ہز ایکسی لینسی طائب سلیم نے کی۔ کرنل بیز ہیوٹ نے تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ تلاوت کے بعد انگریزی ترجمہ پڑھکر سنایا۔ اس کے بعد سب نے مل کر خدا کی حمد کا گیت گایا۔

ایک شامی مسلمان مسٹر رفعے نے اپنی تقریر میں بتایا کہ اسلام سابقہ آسمانی تعلیمات ہی کا تسلسل ہے اور انکی تکمیل کرتا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ سابقہ انبیاء اپنے روحانی کمالات میں ناقص تھے بلکہ وجہ یہ تھی کہ انکی قومیں اپنی اپنی استعدادوں کے لحاظ سے اس قابل نہ تھیں کہ مکمل تعلیم انکو دی جاتی۔ چنانچہ حضرت مسیح نے اپنی قوم کو یہی کہا کہ بہت کچھ ابھی سکھانیوالا ہی مگر ایک آنیوالا وہ سب کچھ سکھا دیگا۔

مسز ڈوٹو نے انگریزی میں نبی کریمؐ کی تعریف میں نظم پڑھی مسٹر بٹلر گرانٹ نے نبی کریمؐ کی گھریلو زندگی پر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ حضورؐ نے عورت ذات پر جو احسان کیا ہی وہ بینظیر ہے۔ ازواج مطہرات سے حسن سلوک۔ اپنی اولاد کی تکریم۔ بچوں سے شفقت۔ خدام سے محبت کے کئی واقعات بیان کئے۔ ایک ایک پاکستانی طالبعلم نے حفیظ صاحب کی مشہور نظم "سلام اے آمنہ کے لال" سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ میری تقریر نبی کریم بحیثیت معمار جہاں نو پر تھی آخر پر سب نے مل کر انگریزی میں ایک عاجزانہ نظم گائی جلسہ کے بعد مولوی عبدالمجید صاحب ص ۴

ص ۴ نے حاضرین کے لئے اسی ہال میں پُرتکلف چاء کا انتظام کیا تھا جو نہایت اعلیٰ تھا اور بڑی دیر تک سب لوگ چاء کی میز پر گفتگو کرتے رہے (محمد یعقوب خان)

"آزادیٔ ضمیر کے علمبردار"[1]

ربوہ کے ایک صاحب نظر نوجوان کے قلم سے

مکرمی محترمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم

آج کا پیغام صلح پڑھا "فتنہ محمودیت" پر جس انداز سے جناب چیمہ صاحب نے لکھا ہے وہ قابل تحسین ہے واقعی اس فتنے کا ہمیشہ کے لئے سدباب ہونا چاہیئے۔ آپ نے موجودہ دور میں جو خدمت کی ہے میں اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا، میں جماعت لاہور کے بزرگوں سے آشنا نہیں۔ بڑی مدت سے یہ حسرت دل میں لئے بیٹھا ہوں کہ کبھی ان پاک اور نظیف مٹی سے بنے ہوئے لوگوں کی زیارت کروں۔ حضرت مولانا میرے شعور کو پہنچتے ہی اٹھ گئے۔ اے کاش کہ میں مسیح موعودؑ کے اس جلیل القدر فرزند کو ایک نظر ہی دیکھ لیتا۔ لیکن اے بسا کہ آرزو خاک شدہ —
اچھا ہے کہ آپ لوگ دور ہیں ورنہ میں سوچتا ہوں کہ ان دلوں پر جنہوں نے نورالدینؓ کو دیکھا ہے۔ میاں صاحب کی تقریر اور تحریر سے کیا گزرتی ہوگی۔ میاں صاحب نے جماعت کے وقار کو خاک میں ملا دیا ہے۔ خدا ہی رحم فرمائے۔ میری طرف سے تمام بزرگوں کو سلام عرض کر دیں۔ نیز میری گذارشات کو شائع فرما دیں کیونکہ مجھے چیمہ صاحب کا مضمون پڑھ کر یہ جرأت ہوئی۔ چیمہ صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے والسلام

(زور افتادہ ۔۔۔۔ از ربوہ)

مدیر الفضل اپنی ۶ ستمبر کی اشاعت میں رقمطراز ہیں کہ:-

"باقی رہی آزادیٔ ضمیر تو مذہبی جماعتوں میں صرف جماعت احمدیہ ہی واحد جماعت ہے جو آزادیٔ ضمیر کے اصول کو کلی طور پر تسلیم کرتی ہے اور عقیدہ کے طور پر مانتی ہے کہ اسلام کا اصول لا اکراہ فی الدین اتنا وسیع ہے کہ مغربی جمہوری اصول اس کے پاسنگ بھی نہیں۔"

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ارشاد فرمایا ہے لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ لیکن جماعت ربوہ جو بزعم خویش مومنین کی جماعت ہے۔ اس کا ہمیشہ یہی اصول رہا ہے۔ کہ "کہو کچھ کرو کچھ" یہ جماعت پچھلے بیالیس سال سے مسلسل عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالتی چلی آ رہی ہے۔ لیکن اس جماعت میں داخل ہو کر جو مشاہدہ میں آتا ہے وہ اس کے دعووں کے بالکل برعکس ہے۔ اسی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے میں نے مندرجہ بالا حوالہ نقل کیا ہے۔ جہاں تک کسی اصول کے تسلیم کرنے کا تعلق ہے مدیر صاحب الفضل درست ہیں۔ بیشک کسی درست اصول کا تسلیم کرنا ایک خوبی ہے لیکن اس اصول کا عملی پہلو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مومن وہ ہے جس کا قول اور عمل ایک ہو۔ نہ کہ مرزا محمود احمد صاحب کی طرح کہ جماعت کو ابراہیم بننے کی تلقین کریں اور کھجوروں پر بسر اوقات کے فلسفے سمجھائیں لیکن خود مری میں جا کر گلچھرے اڑائیں۔ جماعت کو سچ بولنے کی تلقین کریں اور خود اتنا بڑا جھوٹ بولیں کہ لوگ سچ ماننے لگ جائیں، میں چند ایک چشم دید واقعات بیان کروں گا۔ اور مدیر الفضل سے آزادیٔ ضمیر کا مطلب چاہوں گا کہ وہ آزادیٔ ضمیر جس کا دعویٰ انہوں نے "الفضل" میں کیا ہے اسی کا نام ہے یا ختم نبوت کی طرح آزادیٔ ضمیر کی بھی ایک تاویل ہے۔

(۱) تھوڑا عرصہ ہوا کہ نصرت گرلز سکول کے ایک کلرک کو محض اس وجہ سے برطرف کیا گیا بلکہ اخراج از جماعت و مقاطعہ کی سزا سے بارباب کیا گیا کہ وہ یاتی من بعدی اسمہ احمد کی آیت کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرتا ہے اور اپنے موقف کو درست تسلیم کرتا ہوا خلیفہ صاحب کی تفسیر سے اختلاف کرتا ہے۔ چنانچہ محض اس جرم کی پاداش میں وہ سزا بھگت رہا ہے۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ ایک جزئی مسئلہ ہے اور ماسوائے بنیادی مسائل کے جزئی مسئلہ میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ آئینہ کمالات اسلام میں بھی یہی فرماتے ہیں کہ تم مجھے صرف ایک جزئی اختلاف کی بنا پر کافر قرار دیتے ہو آپ حضرت ابن عباسؓ جیسے مقتدر صحابی کی مثال دیتے ہیں کہ ان کو دوسرے صحابہ کرام سے پچاس مسائل میں اختلاف تھا اور جن مسائل کو وہ درست گردانتے تھے ان میں سے بعض دوسرے صحابہ کرام کے نزدیک فسق اور حرام کی حد کو چھوتے تھے۔ مگر پھر بھی حضرت ابن عباسؓ مسلمان ہی رہے۔ نہ تو ان کا اخراج ہوا نہ مقاطعہ ہوا بلکہ ان کی اتنی شان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب کبھی سوار ہونے کی حالت میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس سے گزرتے تو سواری سے تعظیم کیلئے اتر پڑتے۔ اب کیا فرماتے ہیں آزادیٔ ضمیر کے ٹھیکیدار جناب میاں صاحب اور ان کے لال بجھکڑ تنویر صاحب بیچ اس مسئلہ کے۔ میں اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتا کہ کیا خلیفہ معزول ہو سکتا ہے یا نہیں۔ میرے نزدیک آزادیٔ ضمیر کے اصول کو تسلیم کر لینے کے بعد افراد جماعت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ بلا خوف اپنے نظریئے کا اظہار کر سکیں مگر یہ بات مفقود ہے۔ آزادیٔ ضمیر کے دعویداروں کے نزدیک خلیفہ کے خیال سے جو بھی ہم آہنگ نہ ہو وہ معتوب مقہور، منافق، کذاب ہو جاتا ہے۔ اس کا اخراج اور مقاطعہ شروع ہو جاتا ہے اور سادہ لوح عوام کو اشتعال دلا کر اس شخص کی زندگی اجیرن کر دی جاتی ہے۔ اب اس مسئلہ پر تو تنویر صاحب ہی خامہ فرسائی کر سکتے ہیں کہ آزادیٔ ضمیر کا مطلب ان کے نزدیک کیا ہے اور اس کی حدود ان کے امام کے نزدیک کیا ہیں کیا تنویر صاحب اس کا جواب دینے کی جرأت کریں گے؟ اس وقت "آزادیٔ ضمیر" کی اس ریاست میں جو حالات گذر رہے ہیں ان کی مثال روس بھی پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کئی افراد کا سوشل بائیکاٹ کیا جا چکا ہے۔ اور مدیر الفضل مسلسل ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے کہ کسی کا سوشل بائیکاٹ نہیں ہوا۔

(۲) ایک شخص ڈاکٹر ریاض کو منافق قرار دے کر ربوہ سے نکال دیا گیا ہے اور وہ اب چنیوٹ میں پناہ گزین ہے اس کی بیوی اس سے علیحدہ کرا دی گئی ہے۔ رات کو محکمہ حفاظت کے ممبر دیواروں کے ساتھ چمٹے نظر آتے ہیں معتوبین کے گھروں پر کڑا پہرا ہے۔ نام نہاد منافقین کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں بلکہ ان کو مسجد سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ (یہ واقعہ میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔ ڈاکٹر ریاض کو مسجد مبارک سے ظہر کی نماز سے نکال دیا گیا) "تفسیر کبیر" لکھنے والے سے کیا یہ آیت محو ہو گئی ہے کہ "اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو مسجدوں سے منع کرتا ہے" اسی کو کہتے ہیں ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

(۳) ربوہ میں "پیغام صلح" پڑھنا جرم ہے۔ بس روس کی طرح صرف اپنے اخبارات پڑھے جا سکتے ہیں۔

(۴) ربوہ میں اگر دو آدمی اکٹھے کھڑے باتیں کر رہے ہوں خواہ وہ دوستانہ ہوں یا کاروباری امور عامہ ان کو بلا کر بیان لیتی ہے کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے۔ (یہ گرائی روس میں بھی نہیں۔ لیکن یہاں کا "سٹالن" بھی سٹالن سے دو ہاتھ آگے ہے)

(۵) صاحبزادہ میاں عبدالمنان کو حقوق شہریت سے محروم کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ جس حجام نے آپ کے بال درست کئے اس کو بلا کر سرزنش کی گئی۔

(۶) ربوہ میں دن رات جاسوسی کا عملہ سرگرم عمل رہتا ہے لاریوں کا اڈہ، ریلوے سٹیشن، ہوٹل ہر وقت مخبروں سے پر نظر آتے ہیں۔ جونہی آپ ربوہ اتریں گے ایک سایہ آپ کے ساتھ لگ جائے گا۔

ان تمام باتوں کو پڑھ کر سبحان اللہ کہیئے۔ اس سے بڑھ کر "آزادی ضمیر" کی مثال آپ کو اور کہاں ملے گی۔ اب تنویر صاحب ہی یہ عقدہ حل کریں کہ آزادی ضمیر کیا ہے اور کہاں ملتی ہے۔

(باقی بر صفحہ ۔۔)

[1] خلیفہ صاحب ربوہ اور ان کے کارکنوں کے متعلق اس قسم کے کئی خطوط ہمیں ربوہ سے موصول ہوئے مگر ہم نے انہیں درج کرنا پسند نہ کیا لیکن "الفضل" جس انداز سے ہمارے خلاف پراپیگنڈا کر رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ [illegible]

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— ۷ نومبر ۱۹۵۶ء

جلسہ سالانہ

آج نومبر کی سات تاریخ ہے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد ہمارا سالانہ جلسہ آرہا ہے جس کی طرف احباب کو ابھی سے توجہ دلانا ضروری ہے۔

اس سالانہ اجتماع کو جماعت کی تاریخ میں جو اہمیت حاصل ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی ضرورت و اہمیت پر جو زور دیا ہے وہ احباب سے پوشیدہ نہیں۔ یوں سمجھئے کہ تو پہ زندگی کو برقرار رکھنے اور دین اللہ کو دنیا میں پھیلانے کے لئے جلسہ سالانہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے احمدی قوم کے دو مقصد ہیں جن کے لئے حضرت مجدد وقت مبعوث ہوئے:

(۱) اپنی زندگیوں کو تقویٰ و طہارت سے مزین کیا جائے اور دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہوئے دنیا کی آلائشوں سے الگ ہو کر احکام الٰہیہ کی بجا آوری کو اپنا نصب العین بنالیا جائے۔

(۲) اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت کو دنیا پر ثابت کر کے انہیں اس راہِ حق کی طرف بلایا جائے جو اسلام نے دنیا کی نجات کے لئے قائم کیا ہے۔

بلفاظ دیگر تزکیہ نفس اور اعلائے کلمۃ اللہ کا نصب العین ہمارے سامنے رکھا گیا ہے۔ اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں بار بار اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ آپ کی پاک صحبت میں بیٹھ کر تزکیہ حاصل کیا جائے اسی غرض سے آپ نے جلسہ سالانہ کو ضروری قرار دیا کہ سب لوگ کم از کم سال میں ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے پاکیزہ ارشادات اور انفاس قدسیہ سے اپنے دلوں کی تیرگی زنگ اور آلودگیوں سے پاک اور منور کریں۔ آج حضرت مسیح موعودؑ ہم میں موجود نہیں لیکن آپ کے فیض یافتگان میں سے کئی پاک دل لوگ اب بھی ہم میں موجود ہیں جن کی پاک صحبت اور میل ملاپ سے بہت سے دلوں کا میل کچیل دُور ہو سکتا ہے۔ حضرت مولٰنا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح قصاب دو چھریوں کو باہم رگڑ کر تیز کرتا ہے اسی طرح دو مومن جب ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے اثر سے اُن کے دلوں کے زنگ دُور ہو جاتے ہیں، جلسہ سالانہ سے یہ غرض بہت حد تک پُوری ہوتی ہے۔ اور کئی خدا کے بندے ہیں جو یہاں آکر جلسہ کا ایک دائمی نیک اثر لے جاتے ہیں۔ یہ چیز گھر میں بیٹھے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی سال میں ایک دفعہ سب کا اکٹھے ہو کر ایک دوسرے سے استفادہ کرنا، ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرنا، مل کر نمازیں پڑھنا اور خدا کے حضور اجتماعی دُعاؤں سے اُس کی نصرت و برکات حاصل کرنا کوئی چھوٹی چیز نہیں جو چند روپوں کی قُربانی اور چند گھنٹوں کے سفر سے آپ کو حاصل ہو سکتی ہے

دُوسری بڑی چیز جو ویسی ہی اہم ہے وہ اعلائے کلمۃ اللہ کا کام ہے جو مامُور الٰہی کے زیر ہدایت ہم نے یورپ اور امریکہ میں شروع کر رکھا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس عظیم الشان کام کے متعلق سوچ و بچار سے ضروری تدابیر اختیار کرنا بھی جلسہ سالانہ کی اغراض میں سے قرار دیا ہے اگر ہم سال میں ایک مرتبہ بھی اکٹھے نہ ہوں اور اپنے کاموں کا جائزہ نہ لیں، گذشتہ خامیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آئندہ کے لئے کوئی بہتر پروگرام مرتب نہ کریں۔ اور پیش آمدہ ضروریات کے لئے مالی قربانیوں کا نمونہ نہ دکھائیں تو یہ اشاعتِ اسلام کے لئے بڑے نقصان کا موجب ہو گا۔ جہاد فی سبیل اللہ جس کی طرف حضور مامور من اللہ نے ہمیں دعوت دی ہے تبلیغ اسلام کا جہاد ہے جس کو قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جہادِ کبیر قرار دیا ہے تلوار کا جہاد بے شک بہت بڑا جہاد ہے مگر وہ خود حفاظتی کے لئے مشروط حالات میں فرض کیا گیا ہے۔ لیکن تبلیغی جہاد ہر وقت اور ہر زمانہ میں ہو سکتا ہے جس سے دوسروں کو راہ راست پر لانا مقصود ہے۔ اسی لئے اس کو جہادِ کبیر کہا گیا ہے کہ اس میں نیکی، اخلاق، علم اور حُسنِ سیرت سے دوسروں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اسے من احسن قولاً ممن دعا الی اللہ کا مرتبہ دیا ہے کہ اس میں ادفع بالتی ھی احسن کا رنگ پایا جاتا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم گویا اسلام کی تبلیغ جہاں خدائے واحد کی عظمت و برتری کا سبق سکھاتی ہے وہاں دنیا سے عداوت کو دُور کرنے اور مخلوقِ خدا کو ایک دوسرے کے دلی دوست بنانے کا موجب ہے۔

اس عظیم الشان کام کو آج ہمارے سپرد کیا گیا اور دعوتِ الی اللہ کے عالی شان مرتبہ پر ہمیں کھڑا کیا گیا ہے اس مرتبہ کا اپنے آپ کو اہل ثابت کرنے اور مفوضہ کام کو صحیح طور پر بجالانے کے لئے قومی اجتماع کی بہت بڑی ضرورت ہے

امید ہے کہ ہماری قوم کا ایک ایک مرد، ایک ایک بچہ اور ایک ایک عورت اس اجتماع کو ہر رنگ میں کامیاب اور پُر رونق بنانے کے لئے ابھی سے پُوری سرگرمی کے ساتھ لگ جائے گی جماعت کے چندوں کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بھی جو اشاعت اسلام کے مقدس کام سے دلچسپی رکھتے اور ہمارے تبلیغی کاموں کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں چندے حاصل کئے جائیں ان کو اس قومی اجتماع میں شمولیت کی دعوت دی جائے اور اس کو ایک اہم دینی کام سمجھتے ہوئے تمام دنیوی مصروفیتوں کو جہاں تک ممکن ہو بالائے طاق رکھ کر ساری قوم جلسہ میں شامل ہونے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دے۔

اسی اشاعت میں دوسری جگہ قوم کی محترم بیگمات نے جلسہ خواتین کے لئے بھی خواتینِ سلسلہ کو دعوت دی ہے جو امید ہے پوری فراخ دلی کے ساتھ قبول کی جائے گی۔ اور اس دعوت کو ہر گھر میں پہنچا کر اسے کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

پھر بولے

ہمارے دوست شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے اس ناگوار بحث کا سلسلہ پھر شروع کیا ہے جو چند دن پہلے اپنی منافقت کا پردہ چاک ہوتے ہوئے دیکھ کر خلیفہ صاحب ربوہ کو خوش کرنے کے لئے انہوں نے شروع کی تھی اور ان میں "پیغامیوں" کو جی بھر کر کوسا تھا بلکہ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی منافق تک کہہ دینے سے دریغ نہ کیا تھا معلوم ہوتا ہے ان کے یہ کوسنے دربار خلافت میں درخور اعتنا نہیں سمجھے گئے اور اس لئے اب پھر انہوں نے زیادہ تلخ کلامی سے کام لیتے ہوئے جلے دل کے پھپھولے اس طرح پھوڑنے شروع کئے ہیں کہ گویا ایڈیٹر "پیغام صلح" کے ساتھ کوئی دیرینہ عداوت اور کینہ دل میں بھرا ہوا ہے۔ ہمیں ان کی اس کینہ پروری کی حقیقت معلوم ہے لیکن ہم نہیں چاہتے کہ شرافت نفس کو چھوڑ کر اخبار کے صفحات کو ذاتی رنجشوں اور کینہ توزی کا آلہ کار بنایا جائے ان کا مقصد خلیفہ صاحب کو خوش کرنا ہے۔ اگر اسی طریق سے وہ انہیں خوش کر سکتے ہیں تو ہم ان کی راہ میں حائل نہیں ہونا چاہتے۔ ہاں جو باتیں ان کے مضمون میں ذاتیات کے علاوہ جماعتی اور دینی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں، ان کے متعلق ان کے پیدا کردہ مغالطوں کا ازالہ ہم انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں کر دیں گے۔ فانتظروا

درخواستِ دُعا

چٹاگانگ سے محمد علی جاوید صاحب لکھتے ہیں:

عرض گذار ہوں کہ مجھے اور میرے بھائی صاحب کو کسی مخالف عناصر نے ناجائز تکلیف دینا شروع کر دیا ہے کئی دفعہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا اور ہر بار اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فیصلہ ہمارے حق میں صادر ہوا لیکن باوجود اس کے پھر بھی وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ بزرگانِ جماعت سے پُرخلوص دعا کی درخواست ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ مصیبت دور کر دے۔ آمین

متفرقات

حضرت امیر ایدہ اللہ کا دَورۂ جہلم

آج مؤرخہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۶ء بروز جمعرات حضرت امیرقوم مولینا صدرالدین صاحب بذریعہ کراچی ایکسپریس ۳۰-۱۱ بجے جہلم تشریف لائے۔ تمام ممبران جماعت اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ اسٹیشن پر حضرت امیرقوم کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ بعدازاں ان کو بذریعہ کار برمکان شیخ قمرالدین صاحب مرحوم ومغفور لے جایا گیا (کار کا بندوبست شیخ محمد عبداللہ وزیر آبادی نے کیا تھا) وہاں حضرت امیرقوم نے سیٹھ سعادت دین، سیٹھ عبدالمالک شیخ محمد عبداللہ وزیر آبادی کے ہمراہ دوپہر کا کھانا کھایا۔ شام کو تمام احباب جماعت نے حضرت امیر کی اقتدا میں مسجد احمدیہ میں نماز مغرب ادا کی۔ نماز ادا ہونے کے بعد حضرت امیرقوم نے درس قرآن مجید دیا۔ اس کے بعد آپ نے بابو امام دین صاحب مرحوم، بابو عبدالرحمٰن صاحب مرحوم اور بابو عبدالمنان صاحب مرحوم کے پسماندگان سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آپ باری باری ان سب کے مکانات پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں ان کی ہمت، شجاعت اور قومی خدمت کے ولولے کی بہت تعریف کی۔ اور فرمایا کہ ایسے لوگ دنیا میں بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ صدر جماعت جہلم مولوی عبدالحکیم صاحب اس سلسلہ میں حضرت امیر کے ساتھ رہے۔ اس کے بعد تمام جماعت کے ہمراہ حضرت امیرقوم برمکان شیخ عبدالرشید صاحب نیا محلہ تشریف لے گئے وہاں تمام جماعت کے لئے شام کے کھانے کا بندوبست کیا گیا تھا چنانچہ سب دوستوں نے مل کر شام کا کھانا تناول فرمایا اور کافی دیر تک تمام دوست حضرت امیر کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اور دینی امور پر بحث ہوتی رہی دوسرے دن صبح سے ہی دوستوں کا حضرت امیرقوم کے پاس جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور حضرت امیرقوم نے بھی یگانگت، خوش خلقی اور حسن اخلاق کا خوب مظاہرہ کیا حضرت ممدوح کی نصیحت آموز باتیں سب نے بڑی توجہ سے سنیں۔ دوپہر کے کھانے کا بندوبست سیٹھ عبدالمالک سیٹھ سعادت دین صاحبان نے تمام جماعت کے لئے اپنی رہائش گاہ پر کیا ہؤا تھا چنانچہ سب دوستوں نے مل کر کھانا کھایا۔ دعوت بڑی پُرتکلف تھی۔ دعوت سے فارغ ہو کر تمام جماعت حضرت امیرقوم کی رفاقت میں سیدھی مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئی۔ حضرت موصوف کی موجودگی نے مسجد کی رونق کو دوبالا کر دیا۔ وہاں حضرت امیرقوم نے مندرجہ ذیل باتوں پر خاص طور پر دھیان دینے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت دی۔ جسے سب نے بصد شکریہ قبول کر لیا۔

۱ جماعت کی تنظیم پر پوری توجہ مبذول کرائی۔ اور احباب جماعت کو باقاعدگی سے نماز جمعہ اور نماز مغرب مسجد میں ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جو لوگ اس معاملہ میں کوتاہی کریں ان کے گھروں میں جا کر انہیں مسجد میں آنے پر زور دیا جائے۔

۲ - احباب جماعت کو تبلیغ کا کام بھی پوری توجہ اور تندہی سے کرنے کی نصیحت فرمائی۔ اور ہدایت کی کہ ایسے لوگوں کی فہرست تیار کی جائے جو سلسلۂ احمدیہ کے ساتھ اُنس، عقیدت اور ہمدردی رکھتے ہیں انہیں باقاعدگی کے ساتھ لٹریچر بھیجنے کا اہتمام کیا جائے اور مرکز سے اس سلسلہ میں فری لٹریچر حاصل کرنے کا بندوبست کیا جائے۔

اس کے علاوہ احباب جماعت کو باقاعدگی سے چندہ دینے کی ہدایت فرمائی۔ اس پر دو غیراز جماعت دوستوں نے بھی چندہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ شام کو بابو بشیر احمد خلف الرشید ماسٹر خدابخش کے ہاں حضرت امیرقوم نے ہمراہ سیٹھ سعادت دین، مولوی عبدالحلیم صاحب، شیخ عبدالعزیز صاحب اور شیخ عبدالرشید صاحب کھانا تناول فرمایا۔ حضرت امیرقوم کو جناب بشیر احمد صاحب نے دعا کے لئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے والد ماجد کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمت اور استقامت دے۔ سب دوستوں نے مل کر دعا کی۔ اور دعوت کا شکریہ ادا کرنے کے بعد حضرت موصوف واپس قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔ آدھی رات تک شیخ عبدالرشید صاحب کے مکان پر دوستوں کی مجلس رہی۔ چند غیراز جماعت دوست بھی (جن میں سے ایک صاحب افریقہ سے تشریف لائے ہوئے تھے) حاضرین مجلس میں شامل تھے۔ ان پر اپنی جماعت کے اغراض و مقاصد اور جماعت کا عقیدہ کھلے لفظوں میں آپ نے بیان فرمایا۔ اور انجمن کے تعمیری کاموں پر روشنی ڈالی۔ تمام مجلس اس تقریر سے محظوظ ہوئی۔ اور حضرت امیرقوم کی مداح ہوئی۔ حضرت امیرقوم کا یہ دو روزہ دورہ خوب مصروفیات میں گذرا۔ اور نہایت کامیاب باثر و مفید ثابت ہؤا۔ آخر بروز ہفتہ تمام دوستوں نے حضرت امیرقوم کو بذریعہ تیزگام روانگی پر الوداعی سلام کہا والسلام

مشتاق احمد　جائنٹ سیکرٹری جماعت جہلم

نوجوانوں کی مجالس

۱۳ر ستمبر ۱۹۵۶ء کو نوجوانوں کا پندرہ روزہ اجلاس ہؤا۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد عبدالغفور صاحب ثاقب نے حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے مشن کے متعلق ایک مقالہ پڑھا۔ اس کے بعد مولینا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح نے حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کے متعلق مزید خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی پیدا کرنا چاہیئے اور یہی حضرت اقدس کا سب سے بڑا مشن ہے حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی

۷ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو نوجوانوں کا دوسرا پندرہ روزہ اجلاس ہؤا اس کی صدارت مولینا احمد یار صاحب نے کی۔ تلاوت کے بعد ظفر اقبال صاحب نے انگریزی میں چھوٹی سی تقریر کی۔ اس کے بعد ناصر احمد صاحب نے "کیا اخلاقی اقدار معاشرے کی پیدا کردہ ہیں؟" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا جس میں انہوں نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے یہ بتایا کہ اخلاقی اقدار وہ ابتدائی اقدار ہیں جو ہر زمانے اور ہر سوسائٹی میں ایک ہی رہے ہیں اس کے بعد سعید احمد صاحب نے اس موضوع پر مزید خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ بتایا۔ کہ قرآن ہی وہ خدائی صحیفہ ہے جو ان ابدی اخلاقی اقدار پر پوری طرح روشنی ڈالتا ہے۔ آخر صاحب صدر کی مختصر تقریر کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ حاضرین کی تواضع انگوروں سے کی گئی۔

۲۱ر اکتوبر ۱۹۵۶ء کو نوجوانوں کا تیسرا پندرہ روزہ اجلاس ہؤا لیکن چونکہ اس سے ایک دن پیشتر ہمارے محترم ممبر چوہدری عبدالمجید صاحب کی دختر کا انتقال ہؤا تھا اس لئے کارروائی کو ملتوی کیا گیا۔ اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ اور اس کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔

(کنوینر)

آزادئ ضمیر کے علمبردار

(بقیہ از صفحہ ۲)

۷ - خلیفہ صاحب کی اخلاقی جرأت ملاحظہ کیجئے۔ "الفضل" کے پڑھنے والوں کو معلوم ہو گا کہ بعض شہادتوں اور خطوں پر کچھ تلخ اور نازیبا کلمات ادارہ کی طرف سے شائع ہوتے ہیں اگر آپ ان کو واقعی ادارہ کی طرف منسوب سمجھتے ہیں تو آپ بہت سادہ ہیں۔ وہ تبصرہ خلیفہ صاحب کے قلم سے لکھا ہوتا ہے۔ اور ایڈیٹر الفضل کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ اس کو اپنی طرف منسوب کرے تاکہ یہ شاطر کسی قانونی گرفت میں نہ آسکے۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی میں تنویر صاحب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ یا تو وہ آزادئ ضمیر کا دعویٰ واپس لیں ورنہ وہ ان تمام ناجائز احکامات اور اقدامات کا جو دن رات تنہا ہم لوگوں پر وارد ہوتے رہتے ہیں خلیفہ صاحب سے احتجاج کریں۔ کیونکہ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ "خود بڑھ کر ظلم والے ہاتھ کو روک دے"۔ دوسرے ایسا کرنا ایک صحافی کا فرض اولین ہے۔　والسلام..... از ربوہ

انگلستان اور فرانس کی بربریت اور مصر پر جارحانہ اقدام

خطبہ جمعہ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولینا صدر الدین صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ (المائدہ آیت ۸)

دنیائے اسلام کا اضطراب

آج اسلامی دنیا کے اندر مسلمانوں کے دل فگار ہیں اسلامی ممالک میں انتہا درجہ کا اضطراب موجود ہے۔ وہ اضطراب اس وجہ سے ہے کہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں اور فرمایا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ دلی ہمدردی ہونی چاہیئے۔ ایسی ہمدردی جیسے ایک جسم کے اعضاء کو بیماری کے وقت ایک دوسرے سے ہوتی ہے۔ اگر وجود کا کوئی حصہ بیمار ہو تو باقی جسم بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی ہمدردی کا سبق جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اس نے ایک دور افتادہ ملک مصر کے لئے اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتے ہیں مسلمانان عالم کے دلوں کو جذبۂ ہمدردی سے بھر دیا ہے اور آج ہر مسلمان تڑپتا ہے کہ مصر کو اس مصیبت میں امداد دی جائے۔ مسلمان مضطرب ہیں کہ یورپ کے بہائم نے درندگی، بہیمیت اور بربریت سے مصر پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے ہیں۔

انگلستان اور فرانس کی بربریت

آج اس بیسویں صدی میں جس کو روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے انگلستان اور فرانس کا مصر پر حملہ آور ہونا کیونکہ وہ کمزور ہے اس لئے اس پر قبضہ کر لینا چاہیئے پرلے درجے کی وحشت و بربریت کا ثبوت دینا ہے۔ انگلستان نے اس طریق سے اپنی کھوئی ہوئی ساکھ قائم کرنے اور امپیریلزم کو مضبوط کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ وہ نہر سویز کے اس راستہ کو جو مصر کی ملکیت ہے اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں صرف اس لئے نہیں کہ اس شاہراہ پر ان کا قبضہ ہو بلکہ اس طریق سے مصر پر اپنا کھویا ہوا تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہودیوں نے بھی اسی بہانہ سے مصر پر حملہ کیا ہے اسرائیل کی سلطنت جو مغربی استعمار پرستوں نے اس لئے بنائی تھی کہ عرب ملکوں کو فنا کر دیا جائے۔ اسے کہا گیا کہ تم پہلے حملہ کرو پھر ہم منصف بن کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس طرح ان لوگوں نے اپنے آپ کو ننگا کر دیا ہے۔ اور وہ پرانا مقصد جو سلطنت اسرائیل کے قائم کرنے میں تھا وہ بھی ظاہر ہو گیا ہے انگلستان اور فرانس بدنام تھے کہ نہایت باریکی سے کام کرنے کے عادی ہیں ان کی اس قسم کی چالاکیاں طشت از بام ہو گئی ہیں اور اسرائیل کے قیام سے جو ان کا مقصد تھا ظاہر ہو گیا۔ مصر سے ان کا جو مطالبہ تھا اس کی غرض تو یہ تھی کہ نہر سویز کا راستہ سب ملکوں کے لئے کھلا رکھا جائے۔ مصر نے تین مہینوں میں اپنے رویہ سے ظاہر کر دیا کہ یہ راستہ سب کے لئے کھلا ہے لیکن باوجود اس کے اس پر حملہ کر دیا گیا۔ کیونکہ فی الحقیقت ان کی غرض نہر سویز اور مصر پر قبضہ کرنا ہے باوجودیکہ سلامتی کونسل نے فیصلہ کر دیا تھا کہ نہر سویز کا قضیہ تشدد سے نہیں بلکہ پرامن تدابیر سے کیا جائے تاہم اس پر حملہ کر کے تمام دنیا میں ایک ہیجان پیدا کر دیا گیا ہے۔ ایسا ظلم، ایسی بربریت، ایسی تعدی اور ایسی بہیمیت اس روشنی کے زمانہ میں ان لوگوں کی طرف سے جو اس روشنی اور تہذیب کے علمبردار کہلاتے ہیں تمام دنیا کو محو حیرت کرنے کا موجب ہے اور خود ان کی اپنی قوم بھی ان پر لعنت و ملامت کر رہی ہے۔

لا آف جنگل

پرانے زمانہ میں لا آف جنگل (جنگلی آئین) کا دور دورہ تھا کہ جنگل میں جو جانور طاقتور ہوتا ہے وہ دوسرے کو کھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اسلام کا زمانہ آیا اور اس نے عدل، انصاف اور مساوات دنیا میں قائم کی۔ لیکن یوروپین اقوام آج تک اسی لا آف جنگل پر عمل پیرا ہیں کمزور طاقت کو ہڑپ کر لینا ان کا مذہب ہے۔ خود ان لوگوں نے اس لا آف جنگل کی تمثیلیں بیان کی ہیں۔ ایک تمثیل انکی کتابوں میں یہ لکھی ہے کہ ایک بھیڑیا کسی ندی پر پانی پی رہا تھا اور اس سے کچھ فاصلہ پر نچلی طرف ایک بھیڑ کا بچہ بھی پانی پی رہا تھا بھیڑیئے نے سوچا اس کو کسی بہانے اپنا لقمہ بنانا چاہیئے۔ اس سے کہا۔ کہ تم کیسے نالائق ہو ہم پانی پی رہے ہیں اور تم اسے گدلا کر رہے ہو۔ بھیڑ کے بچے نے جواب دیا حضور میں تو نچلے حصہ سے پانی پی رہا ہوں پانی تو آپ کی طرف سے آ رہا ہے بھیڑیئے نے کہا ہم نے سنا ہے کہ تم نے ہمیں گالی دی تھی بھیڑ کے بچہ نے پوچھا کب؟ اس نے کہا ایک سال ہوا۔ اس نے کہا حضور میں تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا بھیڑیا کہنے لگا تم نے گالی نہیں دی تو تمہارے باپ نے گالی دی ہوگی۔ یہ کہا اور اس پر جھپٹ کر پڑ گیا۔ اور چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ اس کو کہتے ہیں لا آف جنگل۔ اسی طرح آج انگلستان نے کیا ہے کہ امریکہ بیشک پرامن طریقہ سے قرارداد پاس کراتا ہے لیکن چونکہ اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم جنگ بند کرانے کے بہانے مصر پر حملہ آور ہوں۔

سلامتی کونسل بر سر طاق رکھدی گئی

ایک طرف وہ قانون ہے جو سلامتی کونسل نے پاس کیا ہوا ہے کہ کوئی قوم کسی دوسری قوم پر حملہ آور نہ ہو اور تمام بین الاقوامی تنازعات سلامتی کونسل میں لائے جائیں اور دوسری طرف انگلستان اور فرانس کا یہ رویہ ہے جس نے سلامتی کونسل کو عملاً ناکارہ بنا دیا کس قدر بہیمیت اور بربریت کا مظاہرہ ان لوگوں نے کیا ہے۔

اسلامی سلطنت کے آئین

آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک سلطنت دنیا میں قائم کی تھی اس کے آئین و قوانین قرآن میں موجود ہیں۔ اور اس کی تفصیلات حدیثوں کے اندر پائی جاتی ہیں اور مسلمانوں کی تاریخ ان قوانین کے زیر عمل لائے جانے کی شاہد ہے۔ وہ قوانین کیا ہیں؟ میں ان کا کچھ تھوڑا سا ذکر سناتا ہوں۔ فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط۔ اے ایمان والو خدا کی خاطر انصاف کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور اس کو مضبوطی سے قائم کرو ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اور یاد رکھو کہ سلطنت کی کرسی پر بیٹھ کر تمہاری کسی نہ کسی قوم سے دشمنی بھی ہو جائے گی۔ باوجود اس کے اس حالت میں عدل کو نہیں چھوڑنا۔ اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ دیکھو تم نے عدل کرنا ہے یہی تقویٰ سے قریب تر ہے تقویٰ محض زبان سے کہدینے کی چیز نہیں بلکہ عملی حالت کا نام ہے۔ جب تک اپنی عملی حالت سے اپنے آپ کو متقی ثابت نہ کرو اور غیروں کی دشمنی کے مقابلہ میں بھی عدل اور انصاف سے کام نہ لو اس وقت تک تم متقی نہیں ہو سکتے۔ واتقوا اللہ اے مسلمان حاکم! اے مسلمان قوم! خدا کو سامنے رکھ کر عدل و انصاف سے کام لو۔ ان اللہ خبیر بما تعملون۔ اور سنو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ اس لئے تمہاری کوئی کارروائی ظلم و تعدی پر مبنی نہ ہو۔

مصر کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم کی وصیت

یہ تو قرآن کی تعلیم ہے اور حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا ستفتحون مصر۔ تم نے عنقریب مصر کو فتح کرنا ہے ہماری وصیت ہے کہ تم نے ان سے نیکی سے پیش آنا ہے۔ یہ جو فاتحین ہوتے ہیں اپنی فتح کی مستی میں لوگوں کو ذلیل و رسوا اور شہروں کو برباد کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ قرآن میں بھی ہے ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ۔ بادشاہ جب کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں تو وہاں فساد کرتے اور اس شہر کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مصر کو فتح کرو تو استوصوا بھم خیراً میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے نیکی کیساتھ پیش آنا

3/11/56

کیوں؟ فرمایا فان لھم ذمۃ و رحما۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارے ماتحت ہو گئے۔ اور جو بھی ہندو، عیسائی، یہودی یا قبطی وغیرہ کسی مسلمان حکومت کے ماتحت ہو اس کے ساتھ حکومت کا عہد ہوتا ہے کہ وہ اس کے جان و مال و عزت کی حفاظت کی ذمہ دار ہو گی۔ اور ایک اور وجہ بھی مصریوں کے متعلق فرمائی ورحما ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا بھی ہم پر واجب ہے کیونکہ اس ملک و قوم سے ہماری دادی اماں ہاجرہ ہیں۔ غور کیجئے۔ ہزارہا سال حضرت ہاجرہ کو گذرے ہوئے ہو گئے اور ابھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمی تعلق مصریوں کیساتھ قائم ہے۔ یہ تھا وہ امن کا شہزادہ جو دنیا میں صلح و محبت لے کر آیا۔

ایک بے زبان جانور سے صحابہ کا سلوک

یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تھی اب صحابہ رضکے عمل کو دیکھئے۔ مصر کے ایک فاتح عمرو بن العاص نے جب مصر پر چڑھائی کی تو بہت دیر تک ان سے جنگ ہوتی رہی۔ اس کے بعد جب میدان جنگ سے کوچ ہونے لگا تو ان کے پاس رپورٹ ہوئی کہ ان کے خیمہ میں ایک کبوتر نے گھونسلا بنا رکھا ہے۔ حکم ہوا خیمہ کو اکھاڑا نہ جائے کیونکہ اس میں ایک جانور نے پناہ لے رکھی ہے۔ ہم کسی کو دکھ دینے کے لئے نہیں آئے۔ ایک بے زبان جانور کا گھر کس طرح برباد کیا جائے۔ چنانچہ وہ خیمہ وہیں کھڑا رہا۔ اور اس کے ارد گرد وہاں ایک بستی بن گئی جس کا نام فسطاط ہے فسطاط کے معنے خیمہ ہیں یعنی اس خیمہ کے نام پر وہاں ایک شہر آباد ہو گیا

ایک قبطی کیلئے مسلمان شہزادہ کو سزا

پھر مصر کو فتح کر کے مسلمان اس میں داخل ہوئے تو اعلان کیا گیا کہ تمام وہ لوگ جو آج تک غلامی اور ذلت کی زندگی بسر کرتے آئے ہیں اب وہ آزاد ہیں اور ان سب کے لئے ایک ہی قانون ہے اور سب کے حقوق برابر ہیں اور انہیں کسی قسم کا آزار نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد یہ واقعہ پیش آ گیا کہ عمرو بن العاص کے بیٹے نے ایک قبطی کو مارا۔ لیکن اسلام کی عدل کی کرسی کے سامنے ایک مسلمان شہزادہ اور ایک قبطی غلام برابر ہیں۔ حضرت عمر رض کے دربار میں اس کی رپورٹ پہنچی تو انہوں نے عمرو بن العاص کے بیٹے کو مدینہ میں طلب کیا، تحقیقات کرنے پر جرم ثابت ہو گیا اور شہزادہ صاحب سزایاب ہو گئے

ذمیوں کے متعلق حضرت عمر کی وصیت

ایسا ہی حضرت عمر رض بیمار ہوئے فرمایا میں تو اب مرنے والا ہوں میرے بعد کوئی خلیفہ ہو گا اس کو میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کرے اوصیہ بذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ جو لوگ ہمارے ماتحت ہیں ان سے خدا اور رسول صلعم کا عہد ہے کہ ان کے جان و مال و عزت کی حفاظت ہو گی۔ یہ لوگ معاہد ہیں۔ میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کے لئے اگر جنگ بھی کرنی پڑے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ ان کی ہر طرح حفاظت کی جائے ان سے بیگار لینا ہرگز جائز نہیں اور ان کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کوئی کام نہ لیا جائے۔

مصر میں اسلامی تہذیب

یہ وہ عملی حکومت ہے جو اسلام نے قائم کی۔ اسی حکومت کے متعلق انگریز مصنفین نے لکھا ہے کہ مصر میں بیشمار تہذیبیں آئیں اور مٹ گئیں لیکن اسلام جب سے آیا مصر اور تمام شمالی افریقہ میں اسلامی تہذیب چھا گئی اور اس کو آج تک زوال نہیں آیا۔ انہوں نے مسلمانوں کا لباس، مسلمانوں کا طریق معاشرت اور مسلمانوں کی بولی اختیار کر لی اور آج تک وہی چل رہی ہے اسلامی حکومت یقیناً بابرکت ثابت ہوئی۔

مجاہدین کے متعلق نبی کریم کا ارشاد

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو لوگو! جو غیر قوموں کے لوگ تمہاری سلطنت میں آ جائیں وہ معاہد ہوتے ہیں۔ ومن قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ۔ جو شخص ان کے ساتھ عہد کو پورا نہ کرے وہ جنت میں نہ جائے گا ایسے ہی فرمایا۔ کوئی بھی مسلمان حاکم یا بادشاہ ہو اور وہ اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو وہ جنت میں جانے نہ پائے گا۔ اور حضور نے فرمایا۔ والملک راع ومسئول عن رعیتہ بادشاہ بھی ایک حاکم ہے اور اپنی رعیت کے متعلق جواب دہ ہے۔

حضرت ابوبکر رض کا طریق حکومت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ولیت امرکم ولست بخیرکم دیکھو مسلمانوں میں مجھ سے اچھے اچھے لوگ بھی ہیں لیکن انتظام کی خاطر تم سب نے مل کر مجھے والی بنا دیا ہے۔ میں اس انتظامی معاملہ کے متعلق ایک قانون بیان کرتا ہوں اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ وان زغت فقومونی صحابہ نے حضرت ابوبکر رض کے جواب میں کہا۔ وان زغت لقومناک باسیافنا اگر تو ٹیڑھا چلے گا تو ہم تجھے نیزہ کی نوک سے سیدھا کر دیں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی نہیں پنپتی جس کے طاقتور لوگ کمزوروں پر ظلم روا رکھیں لا یقدس اللہ قوما لا یاخذ الضعیف حقہ من القوی اسی ارشاد کی تعمیل میں حضرت ابوبکر رض نے فرمایا سنو لوگو جو قوی ہو کر کمزور کے حقوق کو دباتا ہے وہ میرے نزدیک کمزور ترین ہے اور میں صبر نہیں کروں گا جب تک کمزور کو اس کے حقوق طاقتور سے لیکر نہ دوں۔

یہ قوم کو زندہ کرنے، قوم کو خوش کرنے، قوم میں طاقت پیدا کرنے والے قانون ہیں ان کا ان درندوں کی حرکات سے مقابلہ کریں جو کمزوروں کے حقوق کو دبانے کے لئے توپ و تفنگ لے کر ان پر تسلط جمانے کی کوشش کرتے ہیں، کیا کوئی حق اور انصاف، کوئی نیکی کا شائبہ ان کی حرکات میں پایا جاتا ہے؟

تقویٰ پر جماعت بندی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتقوا اللہ، تقویٰ اختیار کرو۔ پھر فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اصل حکم تو جماعت بندی کا ہے لیکن یہ جماعت بندی نہیں ہو سکتی جب تک خدا کا خوف نہ ہو۔ جماعت کی طاقت کے بل بوتے پر لوگ ظلم کرنے پر اتر آتے ہیں۔ حضور نے جو جماعت تیار کی ہے اس کی بنیاد تقویٰ اللہ پر رکھی۔ لشکر آراستہ کیا۔ تو ان کو تقویٰ کی تعلیم دی۔ سلطنت قائم کی تو اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی۔

اسلامی حکومت کا شعار

اور جب حکومت مل جائے تو حکم ہے۔ والذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا ھم یغفرون۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم گناہوں اور فواحش سے بچے اور ان میں عفو کا مادہ پیدا ہو والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ خدا کا خوف اور اس کی فرمانبرداری ہو۔ نماز قائم کریں۔ وامرھم شوریٰ بینھم کسی ایک آدمی کے حکم پر حکومت کے معاملات نہ چلائے جائیں۔ مسلمانوں کی حکومت باہمی مشورہ سے چلتی ہے۔ پھر حکم دیا۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ دیکھو نیکی میں تعاون کرو۔ اور برائی اور زیادتی میں تعاون نہ کرو۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں میں عدل اور انصاف قائم کروں اور خود اپنے متعلق بھی عدل سے کام لوں میرا قانون یہ نہیں کہ THE KING CAN DO NO WRONG۔ بادشاہ غلطی نہیں کر سکتا۔ انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم الیم اور اعلان فرمایا۔ میرا ایمان ہے کہ جس خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ میرا بھی ویسا ہی رب ہے۔ جیسا تمہارا رب ہے۔ اس نے انسان کو اعلیٰ درجہ کا دماغ دیا یہ اس کا فضل ہے۔ اس نے تمہیں دولت دی یہ اس کا فضل ہے۔ جو اچھا کام کریگا اس کو اچھا نتیجہ ملے گا۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں اور تمہیں آشتی و صلح کا پیغام دوں۔

ہکسلے وغیرہ کے فرزندوں پر لعنت

یہ وہ تعلیم ہے جس کی برکت سے خدا سب قوموں کو ایک کر دے گا۔ اس تعلیم کو لے کر ہم یورپ میں پھیلائیں تو وہاں کے درندوں کو انسان بنایا جا سکتا ہے۔ ہکسلے، ڈارون، نٹشے اور سپنسر کی تعلیم سے کوئی نیکی اور تقویٰ پیدا نہیں ہوا۔ آج ہکسلے۔ نٹشے، سپنسر اور ڈارون کے فرزندوں نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ان کا فلسفہ اور علم و سائنس کوئی نیکی پیدا نہ کر سکا بلکہ ظلم و ستم اور بربریت و درندگی ان میں پیدا ہو گئی۔ یہ لعنت ان پر سوار ہو جائے گی اور انہیں تباہ کر کے رہے گی۔

اسلامی سیاست میں جبر و تعدی نہیں

میں نہیں کہتا کہ دین علیحدہ ہے اور سیاست الگ ہے از روئے اسلام دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ جب خدا کے حکم کے ماتحت ان پر کاربند ہوں، حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ فرعون کی طرف جاؤ اور اسے کہو کہ بنی اسرائیل کو آزاد کر دے اذھب الیٰ فرعون انہ طغیٰ۔ ظالم کے دست تظلم کو روکنا بھی اسلام ہے۔ اسلام میں سلطنت، جہانگیری، تجارت، جنگ سب اسلام ہے۔ ان تمام باتوں میں اسلام دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۷)

اسلام اور صف بندی

محمد سلطان نظامی صاحب

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء)

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ صف بندی کو اپنا شعار بنائے

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجوقتہ نماز کی ادائیگی کو احکام ربانی کے ماتحت فرض قرار دیا مسلمانوں کو صف بستہ رہنے پر بار بار زور دیا۔ لیکن افسوس کا مقام ہے آج مسلمان اس زرین اصول کو چھوڑ بیٹھے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس کا علم ہی نہیں کہ صف بندی کیا ہوتی ہے۔ اس کے فوائد کیا ہیں۔ اس کے چھوڑنے سے قوم ملت مذہب اور ملک کو کن کن نقصانات و مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے حالانکہ صف بندی ہم میں اخوت۔ محبت۔ تنظیم۔ اخلاص اور تقوےٰ پیدا کرتی ہے۔ مسلمان کو مسلمان کے قریب لاتی اور دشمن کو بھی دوست بنا دیتی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ مساجد میں پنجوقتہ نماز کی ادائیگی کے وقت صف بندی کو فرض کی حیثیت قرار دیں۔ اس پر خود کاربند ہوں اور دوسروں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دلائیں۔ ہر مسلمان کے قلب و دماغ میں اس حقیقت کو سرایت کر دیں کہ جب تک پہلی صف میں جگہ خالی ہے وہ دوسری صف میں کھڑا نہ ہو بلکہ پہلے اگلی ہی صف کو پورا کرے

صف بندی کے متعلق ارشادات نبوی صلعم

(۱) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اپنی صفوں کو درست کرو۔ صفوں کی درستی اور تکمیل ہی ہماری نمازوں کو مکمل کرتی ہے"

(متفق علیہ)

(۲) حضرت ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز کی ادائیگی سے پیشتر آپ ہمارے کندھے پکڑ کر فرماتے:۔

"صفیں سیدھی کرو کہیں خدا ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دے۔ تم میں سے جو عمر رسیدہ اور بزرگ ہیں وہ میرے پیچھے صف باندھیں۔ ان کے بعد وہ جو ان سے چھوٹے ہیں اور پھر وہ جو ان سے چھوٹے ہیں۔" (مسلم)

(۳) حضرت انس سے روایت ہے کہ اقامت کہی گئی اور حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے آگے بڑھے اور اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف پھیرتے ہوئے فرمایا:۔

"اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ کندھے سے کندھا ملاؤ میں تمہیں اپنی پشت سے بھی دیکھ لیتا ہوں۔"
(بخاری)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:۔

"تم میں سے جو معمر اور بزرگ ہیں۔ وہ میرے بعد کھڑے ہوں، ان کے بعد وہ جو ان سے چھوٹے ہیں اور منڈی کے بیوپاریوں کی طرح غل نہ مچاؤ۔" (مسلم)

(۵) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کے اصحاب کچھ تاخیر کر رہے ہیں (نماز میں) پس آپ نے فرمایا:۔

"آگے بڑھو اور پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد وہ کھڑے ہوں جو تمہارے بعد آئیں۔ اور کوئی پیچھے نہ رہے جب تک اللہ تعالیٰ اس کو پیچھے نہ رکھے" (مسلم)

(۶) حضرت جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ہمیں گروہ در گروہ دیکھکر ارشاد فرمایا:۔

"مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں الگ الگ دیکھ رہا ہوں"

بعد ازیں آپ آگے تشریف لائے اور فرمایا:۔

"کیا تم اس طرح صفوں میں سیدھا کھڑے نہ ہو گے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں"؟

ہم نے عرض کیا:۔

'یا رسول اللہ صلعم! فرشتے کس طرح اپنے رب کے حضور صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں؟

حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

"وہ پہلے صفوں کو سیدھا اور مکمل کرتے ہیں اور کندھے سے کندھا ملا کر صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں"۔ (مسلم)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"مردوں کی سب سے اعلےٰ صف پہلی ہے اور ادنےٰ سب سے پچھلی اور عورتوں کی سب سے اعلےٰ صف پچھلی ہے اور ادنیٰ پہلی"۔

(مسلم)

(۸) حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ انہیں مکمل کرو اور ان میں کوئی جگہ خالی نہ چھوڑو۔ کندھے سے کندھا ملاؤ۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ وہ جگہ جو تم صفوں میں خالی چھوڑتے ہو۔ وہاں سے شیطان ایک سیاہ بچے کی شکل میں داخل ہوتا ہے"۔

(ابو داؤد)

(۹) حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"پہلی صف کو مکمل کرو اور اگر کوئی صف ادھوری ہو تو پچھلی" (ابو داؤد)

(۱۰) حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فرمایا کرتے تھے:۔

"یقیناً اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے سلام بھیجتے ہیں اُن پر جو پہلی صف میں ہوتے ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ کے نزدیک اس سے پسندیدہ اور کوئی عمل نہیں کہ بندہ صف کی تکمیل کی غرض سے قدم بڑھائے"۔ (ابو داؤد)

(۱۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے ان پر سلام بھیجتے ہیں جو صفوں کے دائیں طرف کھڑے ہوتے ہیں"۔ (ابو داؤد)

(۱۲) حضرت نعمان بن بشیر رضؓ سے مروی ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ نماز کے لئے تشریف لاتے تو سب سے پہلے ہماری صفوں کو خود درست فرماتے اور جب ہم صفوں کو سیدھا اور مکمل کر لیتے تو آپ تکبیر فرماتے" (ابو داؤد)

(۱۳) حضرت انس سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ آپ صف کے دائیں طرف والوں کو فرماتے:۔

"سیدھے کھڑے ہو کر اپنی صفوں کو مکمل کرو"

اور بائیں طرف والوں کو ارشاد فرماتے:۔

"سیدھے کھڑے ہو کر صفیں درست کرو"

(ابو داؤد)

(۱۴) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ (صفوں میں) سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ سیدھے کھڑے ہو جاؤ قسم ہے خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یقیناً میں تمہیں اپنی پشت سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے" (ابو داؤد)

(۱۵) حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نائب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"امام کو اپنے درمیان کھڑا کرو اور صفوں میں کوئی

جگہ خالی نہ چھوڑو"۔ (ابوداؤد)

(۱۶) حضرت ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"صفوں کو سیدھا کرو اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوا کرو۔ اور کوئی جگہ بھی خالی نہ چھوڑو اپنے بھائیوں کے قریب تر کھڑے ہوا کرو اور شیطان کے داخل ہونے کے واسطے کوئی جگہ خالی نہ چھوڑو۔ جو کسی صف میں شامل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ اور جو کوئی صف شکنی کرتا ہے تو خداوند تعالےٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔" (ابوداؤد)

(۱۷) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"کوئی بھی پہلی صف میں شامل ہونے سے نہیں رُکتا مگر وہ جسے اللہ آگ میں رکھے"

(ابوداؤد)

(۱۸) حضرت وابصہ بن سعید رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلے ہی نماز پڑھ رہا ہے۔ تو آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ نماز دوبارہ پڑھو"

(احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

(۱۹) حضرت امامہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"یقیناً اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر سلام بھیجتے ہیں"

لوگوں نے عرض کیا:۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری پر"

حضورؐ نے پھر ارشاد فرمایا:۔

"یقیناً اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر سلام بھیجتے ہیں"

اس پر لوگوں نے دوبارہ عرض کیا:۔

یا رسول اللہ! اور دوسری صف پر

حضرت نبی اکرم صلعم نے ارشاد فرمایا:۔

"ہاں! اور دوسری صف پر بھی"

بعد ازیں فرمایا:۔

"اللہ کے بندو! اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ کندھے سے کندھا ملاؤ۔ اپنے بھائیوں کے قریب تر کھڑے ہوا کرو۔ صف کی تکمیل کے لئے کوئی جگہ مت چھوڑو۔ کیونکہ شیطان ان خالی جگہوں کے درمیان سے سیاہ فام بچہ کی شکل میں داخل ہوجاتا ہے"

جس سے آپ کا مطلب سیاہ بکری کا بچہ تھا۔

(احمد)

ان احادیث کی روشنی میں اگر موجودہ دور کے مسلمانوں کی حالت کو دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں صف بندی سے دور کا بھی واسطہ نہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کتنے احکام خدا اور ارشاداتِ نبوی کی پیروی کرتے ہوئے صفوں کی درستی اور تکمیل کے بعد خالق کائنات کے حضور جھکتے ہیں۔ اور کون کون ہیں وہ خوش نصیب جو مساجد میں نماز کے وقت صفوں کی درستی اور تکمیل میں کوشش کرتے ہیں تاکہ نماز مکمل طور پر ادا ہو سکے۔

صف بندی اور حکومت

حکومت پاکستان آئے دن صف بندی کا ہفتہ مناتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ لوگ صف بندی کی غرض و غایت اور اہمیت سے واقف ہوجائیں۔ کتنے ہی افسوس کا مقام ہے کہ وہ مسلمان جنہیں پانچ وقت صف بند ہونے کا حکم ہے۔ انہیں صف بندی سکھانے کے لئے حکومت کو بعض وقت سختی بھی کرنا پڑتی ہے۔

ٹریفک پر پورا کنٹرول کرنے کے لئے حکومت کو لاکھوں روپیہ سڑکوں پر لائنیں لگانے۔ اور ٹریفک پولیس پر صرف کرنا پڑتا ہے۔ جہاں کہیں کوئی صف بندی کو توڑتا ہے حکومت صف شکنی کے الزام میں اس کا چالان کر دیتی ہے اور بعض دفعہ تو صف شکنی کئی ایک خوفناک حادثات کا موجب بن جاتی ہے۔

سینما گھروں کے سامنے پولیس کو صف بندی کے لئے ڈنڈا بھی استعمال کرنا پڑتا ہے اور اگر وہ سختی نہ کریں تو گذشتہ کئی ایک واقعات شاہد ہیں کہ ٹکٹ خریدتے وقت کئی ایک لوگوں کی جانیں تلف ہو گئیں۔ مختصر یہ کہ صف بندی کے بغیر ہماری زندگی کا ہر شعبہ نا مکمل ہے۔

خطبۂ جمعہ

(بقیہ از صفحہ ۶)

انگریز ایک تباہ شدہ قوم ہے

انگریز آج اپنی ساکھ کھو بیٹھے ہیں یہ ایک تباہ شدہ قوم ہے۔ ایران ان سے آزاد ہو چکا، مصر آزاد ہوا، انڈونیشیا آزاد ہوا، پاکستان، ہندوستان آزاد ہوا۔ اب پھر مصر کو غلام بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس ظالم قوم نے ہمیں بہت دکھ دیا ہے۔ ہم بہت مضطرب ہیں، ہم دست بدعا ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کو بچائے۔

مصر کے لئے دعائیں کی جائیں

آج مصر پر بمباری کی جا رہی ہے۔ ان کے گھروں پر آگ برسائی جا رہی ہے۔ ان کو ہر طرح سے خائف کیا جا رہا ہے تاکہ ان کی نہر پر اور ان کے ملک پر تسلط جمایا جائے دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں ان ظالموں کے مقابلہ کی طاقت بخشے۔ اور ان کے ظلم سے نجات عطا فرمائے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ۸ر نومبر کی شام کو خان بہادر غلام ربانی خان کی معیت میں (جو اسی دن مانسہرہ سے لاہور تشریف لائیں گے) ملتان تشریف لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ۹ر نومبر کو جمعہ کی نماز آپ جماعت ملتان کے ساتھ پڑھیں گے۔ جس کے بعد آپ اراضی سندھ پر اور غالباً وہاں سے ۱۰ر نومبر کو کراچی تشریف لے جائیں گے محترم شیخ میاں عطاء اللہ صاحب و میاں فاروق احمد صاحب بھی آپ کے ہم سفر ہوں گے۔

سانحہ ارتحال۔ کچھ دن ہوئے ہمارے مکرم دوست چوہدری عبدالمجید صاحب نائب محاسب انجمن کی تیرہ چودہ سالہ بچی طویل علالت کے بعد فوت ہوگئی تھی۔ یہ صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ ان کی اور ماسٹر عبدالحمید صاحب سیکنڈ ماسٹر صاحب مسلم ہائی سکول ملا کی والدہ ماجدہ رحلت فرما کر عالم جاودانی ہو گئیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہمیں ان صدمات سے ہر دو بھائیوں اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔ چوہدری عبدالمجید صاحب کو بچی کی فوتیدگی پر جن دوستوں نے تعزیتی خطوط لکھے ہیں وہ ان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آفتاب الدین احمد ہومیوپیتھک دار الشفاء

ماہ اکتوبر میں عطیہ جات

نام	رقم
مسٹر احمد پی رابنسن ووکنگ	۲---۰---۰
سلطان بھولائی صاحب ڈربن گاٹنا	۱۰۰---۰---۰
میاں غلام عباس صاحب کراچی	۲۳---۰---۰
شیخ عبدالحق صاحب کراچی	۵---۰---۰
شیخ نصیر الحق صاحب کراچی	۵---۰---۰
اے۔ آر بٹ صاحب کراچی	۲---۰---۰
مولوی عبدالرشید صاحب کراچی	۲---۰---۰
چوہدری صغیر احمد صاحب کراچی	۲---۰---۰
مولوی عبدالباسط صاحب کراچی	۱۰---۰---۰
آدم خاں صاحب کراچی	۱---۰---۰
سلطان محمد صاحب کراچی	۲---۰---۰
شیخ محمد نسیم صاحب لاہور	۱۰---۰---۰
ثریا بیگم صاحبہ لاہور	۱۰---۰---۰
بیگم صاحبہ شیخ عبدالرحمن صاحب ناظر لاہور	۱۰---۰---۰
معلوم الاسم	۴---۰---۰
میزان	۱۶۸---۰---۰
سابقہ میزان	۱۶۵۰---۰---۰
کل میزان	۱۸۳۶---۰---۰

امریکہ میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا مکتوب سان فرانسسکو سے

رسالہ مسلم اوپی نین کا اجرا۔ جلسہ یوم النبی میں بھارت قونصل کی تقریر۔ امریکہ کے لئے دو تین مشنریوں کی ضرورت
ایک امریکن لیڈی کی اسلام سے دلچسپی۔ محترم ناجی کی خدمات اسلام

عمارت مشن میں رنگ و روغن

موسم گرما کے ایام میں یہاں کی ہر سوسائٹی کی زندگی میں جمود پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر ہمارے مشن کی ہفتہ وار میٹنگ پر بھی پڑنا ضروری تھا۔ اس کے باوجود ہر اتوار کو مشن کا دروازہ کھلا رکھنا پڑا۔ تاکہ کوئی متلاشی حق محروم واپس نہ جائے اس کے علاوہ مشن کی عمارت کو رنگ و روغن لگوانے کا انتظام کرنا پڑا۔ اپنا ذاتی خیال یہ تھا کہ معمولی خرچ سے کام چل جاویگا لیکن جب ٹھیکیدار کو بلایا تو اس نے تخمینہ ۹۰۰ ڈالر یا تقریباً ساڑھے چار ہزار روپیہ بتایا۔ آخر مناسب یہی خیال کیا گیا کہ اپنا بندوبست کر دوں۔ ایک لڑکے کے ذمہ یہ کام لگایا۔ اور خود اس کی رہنمائی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اندرونی حصہ عمارت پر کل خرچ بمعہ مزدوری ۱۵۰ ڈالر کے قریب بیٹھ گیا۔ یہاں کے پینٹر کی مزدوری کی شرح ۳ ڈالر فی گھنٹہ ہے۔ اور اگر اس حساب سے دیکھا جاوے تو ٹھیکیدار کا تخمینہ بہت زیادہ نہیں تھا۔ رنگ لگوانے کے ساتھ ساتھ نئے فرنیچر کا اضافہ کیا گیا۔ تاکہ یہ عمارت دیگر امریکن مکانوں کے معیار پر پہنچ جاوے۔ ابھی بہت کچھ گنجائش باقی ہے۔ لیکن روپیہ کی کمی کی وجہ سے اس کو پورا کرنا محال معلوم ہوتا ہے۔

رسالہ کے اجرا میں مشکلات اور ان کا حل

رسالہ مسلم اوپی نین MOSLEM OPINION کو نہ صرف بدستور جاری رکھا گیا بلکہ اس کے ظاہری اور معنوی معیار کو بلند کرنے کی کوشش کی گئی۔ ابتدائی پرچے سائیکلو سٹائل مشین پر نکالے جاتے تھے۔ اور مسٹر عبدالرحمٰن ساہوخان کو اس کے لئے بہت محنت کرنی پڑتی تھی۔ ان کے فیجی واپس جانے کے بعد اس کے چھاپنے کے لئے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اسے بند کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے ذریعہ مشن کی شہرت اور وقار بلند ہو گیا ہے۔ اور اگر جاری رکھا جاتا تو ۲۰ ڈالر ماہوار سے جس کی منظوری انجمن نے دی تھی، بڑھ چڑھ کر خرچ صرف چھپائی پر آتا ہے۔ محصول ڈاک الگ۔ بہرحال خداوند کریم کے فضل و کرم سے اسکو پریس سے چھپوا کر جاری رکھا گیا۔ تصاویر کے اضافہ سے رسالہ کی ظاہری اور معنوی خوبصورتی بڑھ گئی۔ یہ رسالہ مفت بھیجا جاتا ہے میں نے اپنی ذمہ داری پر ایک مشین لیتھوگرافی ۲۲۵ ڈالر میں خرید لی ہے۔ امید ہے کہ اب رسالہ کی اشاعت میں سہولت پیدا ہو جائے گی۔ یہ خداوند کریم کا خاص فضل ہے ورنہ نئی مشین ایک ہزار ڈالر سے کم دام پر نہیں مل سکتی۔

انڈونیشیا میں اسلام

یکم اکتوبر کو مشن کے ہیڈ کوارٹر پر ایک دعوت چائے کا بندوبست کیا گیا۔ تاکہ اس سے ہفتہ وار اجلاس کی ابتدا کی جاوے۔ انڈونیشیا سے ایک ڈاکٹر غنی ایلیاس صاحب آئے ہوئے تھے۔ ان کو معہ اُن کی بیگم صاحبہ دعوت دی گئی۔ سب سے اول خاکسار نے آیات الکرسی کی تلاوت۔ اور ان کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔ اور ڈاکٹر صاحب اور اُن کی بیگم صاحبہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے بتایا کہ یہ دونوں ایسے ملک سے آئے ہیں جس میں اسلام، اسلامی حکومت بننے سے پہلے داخل ہوا۔ جس کی تصدیق ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں کی۔ اور بتایا کہ اسلام تاجروں کے ذریعہ انڈونیشیا میں پھیلا۔ اُن کی تقریر کے بعد جناب عبدالرشید صاحب پاکستانی کی تقریر ہوئی جس کا عنوان "پاکستان" تھا۔ اس جلسے میں ۳۰ کے قریب حاضری تھی۔

پاکستانی جج صاحبان کو دعوت

۷ر اکتوبر کو خاکسار نے جناب جسٹس ابن احمد چیف جج مشرقی پاکستان اور جسٹس رحمان جج ہائیکورٹ ڈھاکہ کے اعزاز میں ڈنر پارٹی دی۔ ان کے علاوہ چودہ دیگر احباب موجود تھے۔ کھانے کے بعد خاکسار نے چیف جج صاحب اور ان کے ساتھی کا خیر مقدم کیا اور مشن کی خدمات کا مختصر خاکہ اُن کے سامنے رکھا۔ اور جزائر فیجی کے مسلمانوں کے حالات بیان کئے۔ چیف جج صاحب نے اپنی آدھ گھنٹہ کی تقریر میں ووکنگ مشن کے چشم دید حالات بیان کئے۔ لارڈ ہیڈلے سے ملاقات اور ان کی قبولیت اسلام کے حالات سنائے۔ اور بتایا کہ جب وہ انگلستان تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے تھے۔ تو اُن کے والد مرحوم نے ان کو حضرت مولانا محمد علی کے انگریزی ترجمۃ القرآن کا مطالعہ کرنے اور ووکنگ مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے جانے کی تاکید کی تھی۔ دونوں جج صاحبان رات کے دس بجے تک یہاں رہے مجلس خوب بارونق تھی۔

جلسہ یوم النبی صلعم

۱۳ر اکتوبر کو جلسہ یوم النبی صلعم منایا گیا۔ دعوت نامے باقاعدہ مقامی دستور کے مطابق چھپوا کر دس روز پہلے بھیجے گئے تھے۔ پلاؤ، قورمہ اور حلوہ تیار کیا گیا۔ جو مہمانوں کے حسب منشا تھا۔ کھانا پکانے کا انتظام فیجی کے دو نوجوانوں محمد صدیق اور پرشورام سنگھ کے ہاتھ میں تھا۔ اور ان دونوں کی رہنمائی اور امداد خاکسار نے کی۔ سجاوٹ کا کام فیجی کے ایک طالب علم مہدی حسین کے سپرد تھا جس کو انہوں نے کما حقہٗ ادا کیا۔ ہمارے البانوی دوست مسٹر محمد متولی نے لیکچر روم کی چھت کے مرکز میں اپنے خرچ سے ایک لیمپ لگایا۔ اور اس طرح کمرہ کی خوبصورتی کو دوبالا کر دیا۔ اُن کی بیگم صاحبہ نے مستورات کے خیر مقدم میں کافی حصہ لیا۔ مہمانوں کی تعداد ۸۰ سے متجاوز تھی۔ ان میں بھارت کے قونصل جنرل بھی تھے پاکستان کے قونصل جنرل کسی مجبوری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ لیکن اُن کے وائس قونصل مسٹر عبدالستار موجود تھے۔ اور وہی جلسہ کے صدر تجویز کئے گئے۔

وائس قونصل پاکستان کی تقریر

کھانا کھانے کے بعد جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے کی گئی۔ جو ایک عرب طالب علم نے نہایت ہی خوش الحانی سے کی۔ صدر جلسہ نے اپنی افتتاحی تقریر میں بتایا کہ یہ مشن دیگر ممالک کے مسلمانوں کے لئے ایک مرکز بنا ہوا ہے۔ اس کے کارکن مسٹر محمد عبداللہ پہلے درجہ کے مہمان نواز ہیں، ان کو جب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دیگر ملک کا مسلمان آیا ہوا ہے۔ تو وہ ان کو دعوت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ خدمت اسلام کا اپنے رنگ میں اچھا کام کر رہے ہیں اس جلسہ کا انتظام ہی اُن کے اخلاص اور حسن کارکردگی پر شاہد ہے آپ نے بھارت کے قونصل جنرل مسٹر این نندا کا تعارف کرایا۔

قونصل جنرل بھارت کا نبی کریم ؐ کو خراج عقیدت

بھارت قونصل جنرل نے بتایا کہ بانیٔ اسلام کی زندگی کا نمایاں پہلو آپ ؐ کا مساوات نسل انسانی اور اخوت کو پیدا کرنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلام کا وجود ایسے ملک میں جہاں ذات پات کی تمیز اور چھوت چھات کی لعنت پائی جاتی ہو۔ ایک رحمت ہے۔

انہوں نے کہا کہ اسلام کا دوسرا پہلو جو ان کے لئے جاذب توجہ ہے وہ صلح اور شانتی ہے۔ مسلمانوں کا اسلام ہر وقت صلح اور شانتی کی تعلیم دیتا ہے۔

دیگر تقاریر

قونصل جنرل کی تقریر کے بعد خاکسار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈال اور ثابت کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ ہمارے نومسلم بزرگ مسٹر احمد مکولی نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ دھواں دھار اور سحور کن تقریروں سے عربوں کو مسخر کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس کا اثر عارضی ہوتا ہے بلکہ آپ نے اپنے ذاتی نمونہ سے انقلاب پیدا کیا۔ ہمارے ایک اور نومسلم بھائی شیخ محمد کریم الدین نے آنحضرت صلعم کا

(باقی بر صفحہ ۱)

مکتوب امریکہ (بسلسلہ صفحہ ۹)

چار ترجمہ پڑھکر سنایا۔ اس کے بعد اسی عرب طالب علم نے اور مسٹر جعفر حسین طالب علم نجی نے قصائد پڑھے۔ صاحب صدر وائس قونصل پاکستان نے ہر ایک مقرر کی تقریر پر عالمانہ طور پر تبصرے کئے۔ آپ نے کثرت ازدواج کے مسئلہ کو اچھی طرح حل کیا۔ مجلس برخاست ہونے پر میں نے صاحب صدر اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ خداوند کریم کے فضل سے ہمارا یہ جلسہ نہایت ہی کامیاب ثابت ہوا۔ کئی ایک اصحاب نے اگلے روز ٹیلی فون کے ذریعہ اس کا اظہار کیا۔ اور شکریہ ادا کیا۔

مولانا یعقوب خانصاحب کی قربانی

اخبار پیغام صلح کے تازہ پرچے سے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ جناب مولانا یعقوب خان صاحب اور مولانا محمد یحییٰ صاحب ووکنگ مشن کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ جناب مولانا یعقوب خان صاحب کی یہ قربانی قابل رشک ہے۔ خصوصاً بیماری کے بعد۔

امریکہ کے لئے دو تین مشنریوں کی ضرورت

امریکن مشن کے لئے بھی دو تین مشنریوں کی ضرورت ہے۔ مسجد کی تعمیر کی ضرورت ہے۔ رسالہ کو کامیاب بنانے کی ضرورت ہے۔ جب تک اس کے لئے جماعت کے ممبران قربانی نہیں کریں گے۔ یہ مشن ووکنگ مشن کے پایہ پر نہیں آسکتا۔ خاکسار اگلے سال ماہ جنوری کو انشاءاللہ واپس فیجی چلا جاوے گا۔ اس مشن کے دروازے کو کھلا رکھنے کے لئے خاص قربانیوں کی ضرورت ہے۔ ورنہ سب محنت رائیگاں جاوے گی۔

ایک لیڈی کی اسلام سے دلچسپی

جلسہ یوم النبی صلعم سے پیشتر ایک لیڈی نے ٹیلیفون کے ذریعہ مسلم سوسائٹی کے کاموں کی تفصیل دریافت کی۔ اور اسلام کے مطالعہ کے شوق کا اظہار کیا۔ میں نے اس کو یوم النبی کے جلسہ کی دعوت دی۔ اس نے مجھے ایک عرب ڈاکٹر کا ایڈریس دیا۔ میں نے ان کو بھی اس کی معرفت دعوت پہنچا دی۔ ڈاکٹر صاحب نے جلسہ میں تقریر کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ لیکن ان کا بچہ بیمار ہو گیا اور وہ جلسہ میں نہ آسکے۔ اس جلسہ کے بعد اس لیڈی کی اسلام سے دلچسپی بڑھ گئی ہے۔ کل اس نے ٹیلی فون کے ذریعہ چند انڈونیشین مسلمانوں کے ایڈریس دیئے۔ جو چند ماہ سے سان فرانسسکو میں ہیں لیکن ان کو اس سوسائٹی کے متعلق علم نہیں ہے۔ اس لیڈی نے بتایا کہ وہ عیسائی مذہب کے ایک فرقہ سے تعلق رکھتی ہے لیکن اس کی تنگ دل تعلیم سے بیزار ہے۔ وہ صرف حضرت مسیح پر ایمان لانے کی ضرورت خیال کرتے ہیں اور ان سے پہلے پیغمبروں کو نہیں مانتے۔

محرم ناجی کی خدمات اسلام

ڈیٹرائیٹ کے جناب محترم ناجی کی خدمات اسلام کو دیکھکر مجھے رشک آتا ہے۔ آپ حضرت بابو منظور الٰہی مرحوم کی لائن کے مطابق کام کرتے ہیں۔ آٹھ گھنٹے ایک سٹیل کمپنی میں کام کرتے ہیں۔ اور باقی وقت کا کافی حصہ لٹریچر اور تحریر کے ذریعہ تبلیغ اسلام پر صرف کرتے ہیں۔ آپ نے یہ تبلیغی کام آج سے ۳۰ سال پیشتر شروع کیا تھا۔ اور بغیر بیرونی امداد اس کو جاری رکھا۔ آپ نے اس عرصہ میں ہزاروں ٹریکٹ۔ کتابیں اور رسائل مفت تقسیم کئے۔ ہزاروں لاکھوں خطوط کے جوابات دیئے۔ عمر ۶۶ سال سے متجاوز ہے۔ چند سال پیشتر واپس وطن البانیہ جانے کا ارادہ رکھتے تھے رسول کریم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آپ نے ان کو امریکہ میں تبلیغ اسلام جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ اگرچہ ان کو اپنے مشن کے لئے کافی خرچ کرنا پڑتا ہے لیکن پھر بھی وہ کبھی کبھی رسالہ مسلم ادیبین کی امداد کر دیتے ہیں۔ تاحال ۵۰ ڈالر کی رقم ان سے وصول ہو چکی ہے۔ گذشتہ ماہ انہوں نے اپنا تازہ ٹریکٹ اسلام اور عیسائیت کی ۵۰۰ جلدیں بھیجیں اور ان کو تقسیم کرنے کے لئے محصول ڈاک بھی دس ڈالر روانہ کئے۔ ہمارے مبلغین اور جماعت کے احباب کو ان کے طریق عمل اور روش اسلامی سے نمونہ حاصل کرنا چاہیئے۔ امریکہ جیسے ملک میں جہاں روپیہ کو بہت احتیاط سے خرچ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور روپیہ لوگوں کا ایمان ہے۔ وہاں اپنی سالم کمائی کو اسلام کے لئے خرچ کرنے والے کے ایمان کا درجہ کس قدر بلند ہو گا۔ محترم ناجی صاحب کا ایک خط اسلامک ریویو کے اگست کے پرچہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اخبار پیغام صلح میں اس کا ترجمہ اور ناجی صاحب کا فوٹو ضرور شائع ہونا چاہیئے[1]۔

فیجی لائبریری کے لئے کتابیں

خاکسار نے مسلم سکول نصوری فیجی کی لائبریری کے لئے ۳۰۰ جلدیں کتب سال کے شروع میں روانہ کی تھیں۔ اب تین چار سو کتابیں اور مل گئی ہیں۔ جن کو ۲۶ اکتوبر کے جہاز پر روانہ کر دیا جاوے گا۔ میں نے انسائیکلوپیڈیا کے ایک سیٹ کے لئے یہاں ایک فرم ...... Safeway کو لکھا تھا جو مشہور گروسرز ہیں اور ان کی دکانوں کا سلسلہ سان فرانسسکو اور کیلیفورنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے میری درخواست کو منظور کر لیا ہے۔ آج ان کے دفتر میں جا کر انسائیکلوپیڈیا اور بچوں کی کتابوں کے دو سیٹ وصول کروں گا۔ نصوری سکول کو میری غیر حاضری سے جو نقصان پہنچا۔ اس کی تلافی اس سے انشاءاللہ کما حقہ ہو جاوے گی۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبداللہ

---

[1] کسی آئندہ اشاعت میں درج ہو گا انشاءاللہ (ایڈیٹر پ۔ ص)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینجر)

تفصیل چندہ جماعت لائل پور

ذیل میں جماعت لائلپور کے چندہ کی فہرست شائع کی جاتی ہے جو مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی معرفت موصول ہوا ہے مرزا صاحب نے قریباً ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تخمیناً نو ہزار روپیہ لائلپور سے وصول کر کے انجمن کے خزانہ میں جمع کرایا ہے جزاہ اللہ۔

(عنایت علی خاں سیکرٹری)

نام	رقم (روپیہ۔ آنہ)	کیفیت
۱۔ میاں شریف احمد صاحب	۸۰ — ۔	فروری تا ستمبر ۵۶ء
۲۔ میاں مولا بخش صاحب	۱۱۹ — ۔	۱۶ ار جنوری تا ستمبر ″
۳۔ میاں محمد انور صاحب	۳۶ — ۔	جنوری تا ستمبر ″
۴۔ منشی محمد انور صاحب سرگودہا	۷ — ۔	علی الحساب
۵۔ ملک نذر حسین صاحب	۱۸۰ — ۔	فروری تا اکتوبر ۵۶ء
۶۔ شیخ فاروق احمد صاحب	۵۰ — ۔	دسمبر ۵۵ء تا ستمبر ۵۶ء
۷۔ شیخ عزیز اللہ صاحب	۱۲ — ۔	جنوری تا دسمبر ۵۶ء
۸۔ حافظ عبدالرؤف صاحب	۱۸ — ۔	جنوری تا ستمبر ″
۹۔ شیخ محمد امین صاحب	۵۴ — ۔	″ ″ ″
۱۰۔ بابو دین محمد صاحب	۹ — ۔	″ ″ ″
۱۱۔ شیخ عزیز اللہ صاحب	۵ — ۔	زکوٰۃ
۱۲۔ حامد الوارثی صاحب	۵ — ۔	اگست ۵۵ء تا مئی ۵۶ء
۱۳۔ میاں فضل احمد صاحب	۲۵ — ۔	جنوری تا مئی ۵۶ء
۱۴۔ محمد اقبال صاحب نزاکتی	۲۷ — ۔	جنوری تا ستمبر ″
۱۵۔ مستری عبدالغفور صاحب	۸ — ۔	جنوری تا اگست ″
۱۶۔ بابو اقبال احمد صاحب	۷ — ۔	مارچ تا ستمبر ″
۱۷۔ میاں ریاض احمد صاحب	۱۰ — ۔	جنوری فروری ″
۱۸۔ عبدالرؤف صاحب تیم	۳ — ۔	اپریل ۵۶ء
۱۹۔ ممتاز احمد صاحب کمپونڈر	۲ — ۸	مئی تا ستمبر ۵۶ء
۲۰۔ عبدالماجد صاحب	۲ — ۔	اپریل
۲۱۔ قاضی علی گوہر صاحب	۲ — ۔	جنوری فروری
۲۲۔ شیخ عبدالرزاق صاحب	۴ — ۔	″ ″
۲۳۔ چوہدری محمد امین صاحب	۱ — ۸	دسمبر ۵۵ء تا فروری ۵۶ء
۲۴۔ جماعت لائل پور	۱۱۵ — ۔	بر موقعہ عید الفطر
۲۵۔ جماعت لائل پور	۲۱ — ۔	بر موقعہ عید الاضحیٰ
۲۶۔ جماعت لائل پور	۳۰ — ۔	قیمت کھال قربانی
۲۷۔ ملک نذر حسین صاحب	۲۳ — ۸	ادائیگی بل ۷۶۴ / ۷/۷/۵۶ دار الکتب اسلامیہ
۲۸۔ اسم معلوم جزاہ فیجی	۱۷ — ۔	امداد پیغام صلح
میزان کل	۱۶۱۱ — ۸	
۲۹۔ منشی محمد حسین صاحب	۵۰ — ۔	دسمبر ۵۵ء تا ستمبر ۵۶ء
میزان کل	۱۶۶۱ — ۸	
۳۰۔ صوفی ظفر احمد صاحب	۲۰ — ۔	علی الحساب
میزان کل	۱۶۸۱ — ۸	

نوٹ۔ جناب میاں مولا بخش صاحب کا چندہ بحساب ۴/- ماہوار یکم جون ۵۵ء تا ۱۵ ار جنوری ۵۶ء ۵/- ۱۰ قبل ازیں مرکز میں جمع ہو چکا ہے اب ۱۶ ار جنوری تا ستمبر ۱۱۹/- مزید مرکز میں جمع کرایا گیا ہے۔

(مرزا مظفر بیگ ساطع)

بچوں کا صفحہ

ایک نیک لڑکا

مصطفےٰ ایک نیک لڑکا تھا، غریبوں اور مصیبت کے ماروں کا دُکھ دیکھ کر اس کا دل بھر آتا تھا اس کا باپ سلطانی فوج کا عہدہ دار تھا۔ اس لئے آرام سے زندگی گذرتی تھی۔ جس محلہ میں وہ رہتا تھا۔ اسی محلہ میں ایک سبزی فروش بھی رہتا تھا۔ اس کا نام عبداللہ تھا۔ اس کی بیوی کا نام لیلیٰ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اٹلی اور طرابلس کی جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ عبداللہ ایک غریب سبزی فروش تھا۔ مگر اس کے دل میں مذہب کا عشق تھا۔ اور وطن کی محبت۔ جب اسے لڑائی کی خبر ہوئی اور وطن کی حالت معلوم ہوئی تو اس کا دل درد اور جوش سے بھر گیا، اور اُس نے ارادہ کر لیا کہ میں طرابلس کی آزادی کے لئے دشمنوں سے لڑوں گا۔ وطن کو آزاد کرانے کی دُھن ایسی سوار ہوئی۔ کہ اُس نے اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی۔ کہ اگر وہ لڑائی میں مارا گیا۔ تو اس کی بیکس بیوی اور ننھے یتیم بچے کی خبر گیری کون کرے گا۔ عبداللہ لڑائی پہ گیا، اور ایک دن بڑی بہادری سے لڑ کر مذہب اور ملک پر قربان ہو گیا۔ اب لیلیٰ اور اس کا ننھا بچہ لاوارث اور بےکس ہو گئے، کوئی ایسا نہ تھا۔ جو اُس کی اور بچہ کی خبر گیری کرتا، اور اُن کے لئے روزی پیدا کرتا۔ کچھ عرصے تک تو لیلیٰ کو اپنے شوہر کے غم سے بالکل فرصت نہ ہوئی۔ جب رنج ذرا ہلکا ہوا تو اسے فکر ہوئی کہ روزی کا ذریعہ کوئی نہیں ہے۔ ایک چھوٹا سا ٹکڑا زمین کا ہے۔ مگر اس میں سبزی ترکاری کون لگاتا۔ گھر میں بچا کھچا جو کچھ تھا وہ تھوڑا، تھوڑا کر کے سب ختم ہو گیا۔ عورت غیرتمند تھی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں چاہتی تھی۔ آخر کار فاقوں کی نوبت آ گئی۔ ایک دن رات کے وقت مصطفےٰ کی آنکھ جو کھلی۔ جی میں آیا ذرا باہر نکل کر ٹہل لوں۔ چاندنی رات تھی اور بارہ ایک بجے کا وقت تھا۔ تھوڑی دُور جا کر اُس کے کانوں میں کسی کے آہستہ آہستہ رونے کی آواز آئی دیوار سے کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ کوئی عورت رو رو کر خدا سے یہ دُعا کر رہی ہے یا "اے میرے پیدا کرنے والے خدا تو نے میرے شوہر کو اپنے پاس بلا لیا۔ مجھے اس کی شکایت نہیں۔ کیونکہ وہ سچے بہادر مسلمان کی موت مرا وطن کی آزادی پر مٹ گیا۔ لیکن تو خوب جانتا ہے کہ وہی اکیلا اس ناؤ کا کھویا تھا۔ اس کے بعد اب اس دنیا میں ہمارا کوئی سہارا نہیں، وہ محنت کر کے اپنے بچے اور عورت کو پالتا تھا۔ اب ہماری جو حالت ہے وہ تجھ سے چھپی ہوئی نہیں۔ یوں تو جو تیری مرضی ہو سو کر، تو مالک ہے، مگر یہ تو بتا کہ ہم تیرے بندے اپنے دل کا دکھ تیرے سوا کس سے کہیں تو ہی سُنتا ہے۔ اور تو ہی سُنے گا۔ آج دوسرا دن فاقے سے گزرا ہے۔ مجھے اپنی نہیں۔ بلکہ بچے کی فکر ہے۔ بچے کو کل سے دُودھ بھی نہیں ملا اے خدا مجھ پر رحم کر! مصطفےٰ نے جو عورت کو ایسی درد بھری دُعا مانگتے سُنا تو وہ کانپ اُٹھا کہ ہم تو ایسی آرام کی زندگی گذاریں اور ہمارے ہی محلے میں یہ غریب عورت جس کا شوہر ہمارے ہی مذہب پر قربان ہوا۔ ایسی تکلیف اُٹھائے۔ وہ فوراً گھر آیا۔ اور چپکے سے ماں کو جگا کر سارا حال کہہ سنایا۔ ماں سُن کر بولی "شاباش بیٹے ایک سچے مسلمان کا یہی کام ہے۔ غریب پر رحم کھانا بڑی نیکی ہے۔ اس وقت میں تم سے بڑی خوش ہوں۔ چلو اس دکھیا کی مدد کریں"

گھر میں جو کھانا بچ رہا تھا۔ اُسے اپنے ساتھ لیا۔ اور ماں بیٹے سیدھے اُس بیوہ کے مکان پر پہنچے اور دروازے پر جا کر آواز دی۔ لیلیٰ اب بھی جاگ رہی تھی۔ اُس نے سوچا رات کا پچھلا پہر ہے اور میں اکیلی ہوں نہ جانے یہ کون ہے۔ اور کیوں آیا ہے۔ آہستہ سے جا کر دروازہ کھولا۔ لیلیٰ بولی تم اتنی رات میں کیوں آئے ہو۔ مصطفےٰ نے کہا میں محلہ کا لڑکا ہوں میرے ساتھ میری اماں جان بھی ہیں۔ اور ہم آپ کی مدد کرنے آئے ہیں اور دونوں اندر آ گئے۔ ماں نے کہا تم مجھے پہچانتی بھی ہو؟ لیلیٰ بولی۔ میں آپ کو پہچانتی تو نہیں مگر کہیں دیکھا ضرور ہے۔ اس لڑکے کی ماں بولی "میں اسی محلے میں رہتی ہوں۔ لیلیٰ بولی ایسے ناوقت آپ نے کیوں تکلیف اُٹھائی۔ تو اس پر مصطفےٰ بولا۔ کہ لو یہ روپوں کی تھیلی۔ یہ تمہارے شوہر نے میرے پاس امانت رکھوائی تھی۔ مگر وہ بےچارا جنت کو سدھار گیا۔ اب میں امانت میں خیانت کر کے خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا لیلیٰ بولی۔ مجھے تو اس بات کا گمان تک بھی نہیں۔ کہ روپے رکھوائے ہیں۔ یا نہیں۔ لیلیٰ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ روپیہ لے لیا۔ اس کی اماں نے کھانا نکال کر دیا۔ اور کہا کہ لو بہن یہ تم کھا لو بہت بھوکی ہو۔ اور کہا کہ مجھے بے حد خوشی ہو گی اگر آپ میرے سامنے کھائیں۔ لیلیٰ بولی "کیا صدقہ کا کھانا ہے۔ معاف کیجئے میں سیدانی ہوں اور صدقہ کا کھانا نہیں کھاتی۔ مصطفےٰ کی ماں نے کہا نہیں بہن یہ صدقہ کا کھانا نہیں ہے۔ تمہارا شوہر خدا کی راہ میں شہید ہو گیا۔ اس لئے میرے دل میں تمہاری بڑی قدر ہے۔ آج میرے یہاں کچھ مہمان آئے ہوئے تھے میں تمہیں بھی بلانا چاہتی تھی لیکن نہ بلا سکی۔ اور یہ خیال کیا کہ جب جاؤں گی یہ کھانا لیتی جاؤں گی۔ اُن کے اس اصرار پر اُس نے کھانا کھا لیا۔ اب مصطفےٰ گھر جانے لگا تو بیوہ سے پُوچھا کہ اب تمہاری گزران کس طرح ہو گی۔ لیلیٰ کہنے لگی بیٹا چھوٹی سی زمین پڑی ہوئی ہے۔ مگر سبزی کون لگائے۔ مصطفےٰ نے جا کر اپنے نوکروں کو اس کام پر لگا دیا۔ تھوڑے دنوں میں سبزی کی خوب پیداوار ہونے لگی۔ مصطفےٰ سبزی فروخت کروا کر روپیہ بیوہ کو دے دیا کرتا۔ لیلیٰ پانچ وقت نماز پڑھتی تھی ہر نماز کے بعد وہ مصطفےٰ کے لئے سچے دل سے دعائیں مانگتی تھی۔ مصطفےٰ کا باپ بوڑھا ہو چکا تھا، وہ فوج کی نوکری چھوڑ کر گھر رہنے لگا۔ مگر اس نے ایسی بہادری اور وفاداری سے کام کیا تھا کہ اس کی جگہ اُس کے بیٹے کو لے لیا گیا۔ جس وقت مصطفےٰ اپنے گھر سے فوج میں بھرتی ہونے گیا تھا۔ اُس وقت لیلیٰ کا بیٹا کاروبار سنبھالنے کے قابل ہو گیا تھا۔

محمد احمد۔ کلاس ہفتم (ہجا)

کوارٹر نمبر ۲۱۶ F

درخواستِ دُعا

ایک دوست جو مدت سے مالی کمزوری کی وجہ سے پریشان چلے آتے ہیں احباب کرام سے اپنی فارغ البالی کے لئے دعا کے مستدعی ہیں ÷

رفتارِ عالم

—— قریبًا ایک ہفتہ سے مصر کے خلاف اسرائیل، فرانس اور برطانیہ نے جنگ شروع کر رکھی ہے۔ اسرائیل نے نہر سویز کے مسئلہ کو بہانہ بنا کر مصری سرحدوں کو عبور کر کے صحرائے سینائی میں فوج کشی شروع کر دی۔ مصر نے ابھی اسے پیچھے ہٹانا شروع کیا ہی تھا کہ برطانیہ اور فرانس نے اس بہانہ سے کہ اس جنگ کو بند کرایا جائے مصر پر حملہ کر دیا۔ فی الحقیقت اندرونی طور پر اسرائیل کے ساتھ ان کی ملی بھگت ہے۔ اور انہی کی شہ پر اس نے مصر پر حملہ کیا۔ ورنہ اگر جنگ بند کرانا ہی مقصود تھا تو اسرائیل پر فوج کشی کرنی چاہیئے تھی جس نے جارحانہ حملہ کیا ہے۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے امریکہ کی تحریک پر اسرائیلی جارحیت کی مذمت کرتے ہوئے فرانس اور برطانیہ کو جنگ کے بجائے پُرامن تصفیہ کے لئے کہا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ اس پر جنرل اسمبلی کا اجلاس ہُوا۔ جس نے متحدہ اقوام کے دونوں سے فرانس اور برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ مصر میں جنگ فوراً بند کر دی جائے۔ لیکن ان دونوں ممالک نے جنرل اسمبلی کی اس قرارداد کو بھی مسترد کر دیا۔

اسرائیل، فرانس اور برطانیہ کی بہیمانہ حرکت کے خلاف تمام دنیا میں نفرت اور مذمت کی لہر دوڑ گئی ہے۔ خود انگلستان میں مسٹر ایڈن وزیر اعظم کی حرکت پر نفرین کی جا رہی ہے، حزب مخالف اور آرچ بشپ آف کنٹربری نے بھی نہایت شدت کے ساتھ مخالفت کی ہے۔ مسلمانانِ عالم برطانیہ اور فرانس کی اس حرکت پر بہت ہی رنجیدہ اور دلفگار ہیں پاکستان کے ہر حصہ میں طلباء مردوں اور عورتوں نے جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ اپنے دلی رنج و اندوہ کا اظہار کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ پاکستان کے صدر سکندر مرزا سرکاری دورہ پر ایران تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ جہاں معاہدہ بغداد کے اراکین عراق اور ترکی کے وزراء بھی پہنچ رہے ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان بھی کل جانے والے ہیں اور ان چاروں ملکوں کے ارباب حکومت مصر کی نازک صورت حالات پر غور کر کے مناسب تدابیر اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

عرب ممالک میں بھی اس صورت حالات سے بہت بڑا ہیجان پھیل چکا ہے۔ اور سعودی عرب، اردن اور شام کی افواج مصر کی حمایت میں تلی کھڑی ہیں۔

تازہ خبریں حسب ذیل ہیں:-

ماسکو ریڈیو نے آج صبح اچانک اپنا پروگرام بند کر کے فرانسیسی حلقوں کے حوالے سے یہ خبر سنائی کہ برطانوی اور فرانسیسی فوجیں مصر کی سرزمین پر اتر گئیں ہیں دریں اثنا پیرس میں فرانسیسی وزارت دفاع نے کہا ہے کہ اس نے ایسی کوئی خبر نہیں دی ہے۔ برطانوی وزیر نے بھی گذشتہ شب بتایا کہ ابھی تک مصر میں اتحادی فوجوں کے اترنے کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔ بیروت ریڈیو کی اطلاع کے مطابق برطانوی اور فرانسیسی بحری دستوں نے آج پھر سویز کی بندرگاہ پر حملہ کیا۔ ریڈیو نے بتایا کہ کل رات بھی بندرگاہ پر حملہ کیا گیا تھا لیکن مصری فوجوں نے اسے ناکام بنا دیا اور تارپیڈو چلا کر ایک برطانوی تباہ کن جہاز۔ علاوہ فوجیں اتاری والی کئی کشتیاں تباہ کر دیں اور متعدد پر قبضہ کر لیا۔ قبرص میں "اتحادی" ہیڈکوارٹر کی اطلاع کے مطابق آج برطانوی اور فرانسیسی فوجیں ایک نامعلوم بندرگاہ پر بحری بیڑے میں سوار ہونا شروع ہو گئیں ہیڈکوارٹر نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ آج برطانوی اور فرانسیسی طیاروں نے اہرام مصر کے چار میل جنوب مغرب میں مصری ٹینکوں پر راکٹوں اور گولوں سے حملہ کیا ابتدائی اطلاعات کے مطابق بہت سے ٹینک تباہ ہو گئے ہیں اس کے علاوہ برطانیہ اور فرانس کے بمبار اور لڑاکا بمبار طیاروں نے نہر سویز، مصر کے دوسرے ساحلی علاقوں میں راڈر کے مرکزوں اور طیارہ شکن توپوں کو نشانہ بنایا۔ اور اسماعیلیہ کی سڑکوں پر مصر کی فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں پر حملہ کیا۔ اعلان میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ تمام حملے بہت کامیاب رہے ہیں۔ آج صبح قبرص کے فوجی ہیڈکوارٹر سے ایک اور اعلان میں بتایا گیا ہے کہ مصریوں نے آج نہر سویز کو بند کرنے کی ایک اور کوشش کی اور پورٹ سعید کے جنوب میں نہر پر واقع الفرعان کا پل اڑا کر اس کا ملبہ نہر میں گرا دیا۔ برطانوی وزارت دفاع کے ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ آج مصر کے خلاف ہوائی حملوں میں ہنٹر جیٹ طیاروں نے بھی حصہ لیا۔ اور قاہرہ کے قریب کم بلندی پر پرواز کر کے مصری فوجی مرکزوں پر بمباری کی۔ فرانسیسی وزارت دفاع نے کہا ہے کہ آج صبح اتحادی طیاروں نے مصر کے خلاف جو کارروائی کی وہ نہر سویز کے علاقہ پر قبضہ کے لئے تھی۔ ایک مصری ترجمان نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ آج طیارہ شکن توپوں سے برطانیہ اور فرانس کے مزید انیس طیارے گرا لئے گئے ہیں۔ نیو یارک میں ایک مصری ترجمان نے کہا ہے کہ صحرائے سینائی کی جنگ میں مصری فوجوں نے ساڑھے تین ہزار یہودیوں کو ہلاک کیا ہے۔ بی۔بی۔سی کی اطلاع کے مطابق وزیر اعظم اسرائیل نے آج ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کی طرف سے مصر کو صلح کی پیش کش کی گئی ہے۔ آپ نے کہا اس ضمن میں ہماری شرائط یہ ہیں کہ نہر سویز سے اسرائیلی جہازوں کو گذرنے کی اجازت دی جائے، اسرائیل کی سرحد کے ساتھ واقع تمام فوجی چوکیاں توڑ دی جائیں، اسرائیلی جہازوں کو خلیج عقبہ استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ ایک اسرائیلی ترجمان نے دعویٰ کیا ہے کہ اسرائیلی فوج کے ہراول دستے نہر سویز کے کنارے پہنچ گئے ہیں ترجمان نے کہا ابھی یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ آیا اسرائیلی فوجیں اپنی پیش قدمی روک دیں گی یا مغرب کی طرف برابر بڑھتی رہیں گی قبرص ریڈیو نے کہا ہے کہ مصری اپنے ٹینک اور طیارہ شکن توپیں دیہات اور گنجان آباد علاقوں میں پہنچا رہے ہیں تاکہ وہاں سے اتحادی فوجوں پر حملہ کیا جا سکے۔ ریڈیو نے کہا ہے۔ کہ مصریوں کی اس کارروائی کا سبب یہ ہے کہ اتحادی طیارے شہری آبادی پر حملہ نہیں کر رہے ہیں۔

—— نیو یارک اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے آج کثرت رائے سے ایک قرارداد منظور کر لی جس کے تحت سیکرٹری جنرل مسٹر ڈاگ ہیمرشولڈ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اقوام متحدہ کی ایک ہنگامی فوج قائم کرنے کے متعلق منصوبہ پیش کریں۔ یہ فوج مصر میں فوجی کارروائیاں ختم کرانے اور امن برقرار رکھنے کے لئے استعمال کی جائے گی۔

—— لندن ۴ نومبر۔ بی۔بی۔سی کی اطلاع کے مطابق آج لندن میں وائٹ ہال کے سامنے زبردست مظاہرہ ہُوا جس سے سارا ٹریفک بند ہو گیا۔ لوگوں نے "ایڈن مستعفی ہو جاؤ" کے نعرے لگائے۔ پولیس نے ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے اس پر اشک آور گیس بھی چھوڑی۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہُوا۔

ایڈیٹر:- دوست محمد

پیغام صلح مؤرخہ ۷ نومبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۰۸ شمارہ ۱۲۱

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۴ نومبر ۱۹۵۶ء | ۴۴

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

:: حضرت امام الزمان کا بیان ::

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوےٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنے قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسُول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہٗ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالےٰ اور اس کے رسُول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہلِ سنّت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوےٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوےٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ الا ان لعنۃ اللّٰہ علے الکاذبین والمفترین۔

(ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

اِسلام جرمنی میں

برلن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

ماہ اگست ۱۹۵۶ء

۳ راگست بروز جمعہ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں اس حقیقت پر زور دیا کہ صرف ظاہری رسمیات و عبادات اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا حقیقی نیکی پر مشتمل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقی نیکی اور قدر کے لائق بات یہ ہے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ اچھا سلوک اور عمدہ برتاؤ کیا جائے۔ انسان کا اپنے خالق کے متعلق تصور اس کی زندگی کو بہتر بنانے کا موجب ہونا چاہیئے۔ اور قرآن نے خدا تعالیٰ کا صحیح تصور ہمارے سامنے رکھا ہے

۷ راگست بروز منگل) درس قرآن کے موقعہ پر بروکل مین کی ہسٹری آف اسلامک پیپلز سے لیکچر دیا گیا۔

۱۰ راگست (جمعہ) خطبہ میں بتایا گیا کہ وہ اعلیٰ اخلاقی کردار جس کی قرآن نے تعلیم دی ہے سب سے پہلے خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ اور جب ہم ابتدائی خلفا کی زندگیوں اور صحابہ کرام کے اخلاق و کردار کو دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ یہی لوگ ہدایاتِ الٰہی کے حقیقی مظہر اور عظیم الشان فتوحات کا موجب ہوئے۔

۱۴ راگست (منگل) بروکل مین کی ہسٹری آف اسلامک پیپلز سے لیکچر دیا گیا۔

۱۷ راگست (جمعہ) خطبہ جمعہ میں اسلامی معتقدات کو بیان کیا گیا اور توحید الٰہی پر زور دیا گیا جس میں اسکی صفات اور اس کے افعال کو بے نظیر ثابت کیا گیا۔ اور بتایا گیا کہ کوئی فانی انسان اللہ تعالیٰ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی جیسا کہ قرآن کریم میں کھلے طور پر بیان کیا گیا ہے ہماری طرح ایک انسان تھے۔

۲۱ راگست (منگل) اس موضوع پر لیکچر شروع کیا گیا کہ قرآن کریم کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ وہ تعلیمات اسلامی کے لئے سب سے بڑی اتھارٹی ہے۔

۲۴ راگست (جمعہ) خطبہ میں بتایا گیا کہ تاریخ اسلامی نے اس واحد رستہ کو واضح کیا ہے جس پر چلنے سے فتوحات اسلامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سو سال کے اندر اندر اسوقت کی دنیائے معلومہ کے کثیر حصہ تک پہنچ گئیں ابتدائی مسلمانوں نے اپنے مشن کو سمجھتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا

(باقی بر صفحہ ۱۲)

علاقہ کرناٹک میں جماعت ہبلی کی تبلیغی سرگرمیاں

شیخ عبدالستار صاحب پریذیڈنٹ جماعت ہبلی (جنوبی ہند)

مؤرخہ ۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو مہاتما گاندھی جی کا جنم دن ہونے کی وجہ سے ہم ریلوے ملازموں کو ایک دن کی چھٹی تھی۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم اراکین انجمن احمدیہ ہبلی نے اور دو دنوں کی ذاتی طور پر اپنے حق کی چھٹی لی اور تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے کام کی سرانجام دہی کیلئے نکل پڑے۔ اس وفد میں خاکسار عبدالستار، جناب محمد یوسف صاحب شیموگا، جناب محی الدین صاحب کولور اور جناب محمد خاں صاحب شامل تھے۔ ہم چاروں مل کر ضلع کارواڑ کے کردتی Karwar Distt. کے کردتی Kinnatti گاؤں کو نکل گئے۔

اس گاؤں کے پاٹل جناب مزر صاحب کے ہاں ہمارا دو دن قیام رہا۔ پہلے دن جب ہم لوگ ہبلی سے رخصت ہو کر شام کے قریب کردتی پہنچے تو ہم اپنے تھیلے پاٹل صاحب کے ہاں رکھ کر اس گاؤں کی مسجد میں چلے گئے اور وہاں نماز ظہر اور عصر ادا کی مغرب کا وقت بھی قریب تھا۔ اس لئے وہیں نماز مغرب بھی پڑھی جو لوگ نماز مغرب کے لئے آئے ان سب کو بٹھا کر درس قرآن کریم دیا۔ اور اسی وقت حاضرین سے یہ بھی کہا گیا کہ دوسرے روز صبح یا شام کے وقت ہمارے وعظ کا انتظام کریں جس میں ہندو مسلمان سب جمع ہونے چاہئیں کیونکہ ہمارا ہبلی سے یہاں آپ کے گاؤں میں آنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کا پیغام تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کو پہنچا دیں۔ ہم تو یہ غرض لے کر آ گئے ہیں۔ اب وعظ کا انتظام کرنا آپ لوگوں کا کام ہے سب لوگ ہماری یہ بات سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور دوسرے دن بعد نماز مغرب سات بجے کا وقت مقرر کیا گیا۔ دن بھر اسی گاؤں کے رہنے والے تبادلہ خیالات کے لئے آتے رہے۔ اور جناب محمد یوسف صاحب شیموگا انہیں بڑی آسان زبان میں سمجھاتے رہے اور لوگ اپنے سوالات کے تسلی بخش جواب پا کر بڑی خوشی سے واپس چلے جاتے رہے ایک شخص جناب ابوبکر صاحب جو سدھی نسل کے ہیں۔ خدمت دین کا جوش رکھتے ہیں انہوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو جلد جمع کرنے کی پوری کوشش کی۔ جلسہ بازار میں رکھنے کا اہتمام تھا لیکن بارش کی وجہ سے اس گاؤں کے مدرسہ میں کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد جناب محی الدین کولور نے کنڑی زبان میں ایک نظم سنائی۔ بعدہٗ جناب محمد خاں صاحب نے اسی زبان میں تقریر کی۔ جس میں انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے حالات بتاتے ہوئے وہ پیشگوئیاں سنائیں جو سابق انبیاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کی ہیں۔

اس کے بعد جناب محمد یوسف صاحب شیموگا نے کنڑی زبان میں ہندو مسلمان اتحاد پر تقریر کی اور بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں سے کس طرح کا سلوک کیا۔ کیا انہوں نے دشمنوں سے بدلہ لینا چاہا تھا؟ ہرگز نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں امن کا پیغام لائے۔ اور عرب جیسے ملک میں جہاں صدیوں سے بدامنی پھیلی ہوئی تھی امن قائم کر دیا اس ضمن میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چند واقعات بھی بیان کئے۔

بعد ازاں اس خاکسار شیخ عبدالستار۔۔۔ احمدی نے کنڑی زبان میں مسلمانوں سے بالخصوص اور ہندوؤں سے بالعموم مخاطب ہو کر کہا۔ کہ مذہب کی آڑ لیکر ایک قوم دوسری قوم کو جو اپنے سے کمزور نظر آتی ہے کچل دینا چاہتی ہے حالانکہ مذہب اس بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ تمام انبیاء اور رشی منی دنیا میں محبت اور پریم سکھاتے آئے اور کمزوروں کو مارنا یا مذہب کے لئے قتل و غارت کرنا کسی نے بھی نہیں سکھایا۔ انہوں نے اتفاق ہی کا سبق پڑھایا۔ (چونکہ اس گاؤں میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں چند دنوں سے نااتفاقی ہو گئی تھی) اس لئے وہاں کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتفاق کرانے کی اشد ضرورت تھی چنانچہ ہم نے سابقہ انبیاء کے کلمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ امن کو واضح کیا جس کو دوسرے لفظوں میں اسلام کہتے ہیں۔ اور ہندی میں اس کے معنی شانتی کے ہوتے ہیں۔ میں نے تمام ہندوؤں اور مسلمانوں سے کہا کہ میری یہ التجا ہے کہ جھگڑا اور فساد چھوڑ کر شانتی مارگ پر چلنے کی ہمیشہ کوشش کریں وغیرہ وغیرہ۔ بعد نماز مغرب سوا دس بجے رات تک تقریریں ہوتی رہیں۔ تمام ہندو اور مسلمان بہت ہی خوش ہوئے اور کبھی کبھی آتے رہنے اور اس طرح کے وعظ و نصیحت کرتے رہنے کی درخواست کی اس کے بعد ہم تیسرے روز صبح واپس ہبلی آ گئے۔ (خاکسار عبدالستار پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن ہبلی)

درخواستِ دعا

سلہٹ (مشرقی پاکستان) سے عطاء الرحمٰن صاحب احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ زمین اور جائیداد کے مقدمہ میں میری کامیابی کیلئے پنجوقتہ نمازوں اور نماز تہجد میں انفرادی طور پر بھی اور جماعت کے ساتھ بھی دعا کر کے ممنون فرمایا جائے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۵۶ء

لفظ "رسول" کا تقاضا

معاصر "ایشیا" نے ہمارے اس افتتاحیہ پر بحث کرتے ہوئے جس میں ہم نے پنڈت نہرو کو اہل عرب کی طرف سے رسول السلام کہے جانے کو حضرت مسیح موعود کی صداقت کا نشان قرار دیا تھا، چند ایسی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جن پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا ضروری ہے، معاصر نے اس بحث کو چھیڑتے ہوئے جن غیر سنجیدہ اور استہزائیہ الفاظ کو اپنی تحریر کا طغرائے امتیاز بنایا ہے ہم اُن سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اس مرکزی نکتہ کو پیش نظر رکھیں گے جو اس بحث کا اصل محور ہے۔

محولہ بالا افتتاحیہ میں ہم نے یہ لکھا تھا کہ:۔

"نیرنگی زمانہ کو دیکھئے کہ آج وہی لوگ جو ایک ہندو کے متعلق اہل عرب کے منہ سے رسول کا لفظ سنتے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے خدا کے مامور اور فرستادہ کے متعلق جب رسول کا لفظ سُنا تو آپے سے باہر ہو گئے اور گالیاں دینے اور اس پر کفر کا فتوے لگانے پر اُتر آئے"۔

مدیر "ایشیا" اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:۔

"مسلمان محض "رسول" اور "مرسل" کے لفظ پر آپے سے باہر نہیں ہوئے تھے بلکہ اس پر کہ مرزا صاحب نے "خدا کا رسول" اور "خدا کا مرسل" ہونے کا ادعا کیا تھا خدا کا رسول اور فرشتے ہے اور کسی انسان کا قاصد اور رسول اور فرشتے، اور اس کی وجہ لفظ نہیں بلکہ وہ "تقاضے" ہیں جو اس لفظ میں مضمر ہیں ......"خدا کے رسول" کا تقاضا ہے اس کو کفر و اسلام کا معیار تسلیم کرنا جو مانے وہ مسلم و مومن اور جو نہ مانے وہ کافر"

ہم اپنے لائق معاصر کے استدلال کو صحیح سمجھتے اگر حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو "خدا کا رسول" کہنے کے ساتھ ہی کھلے طور پر یہ واضح نہ کر دیا ہوتا کہ ان کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا لیکن جس حالت میں نہ صرف رسول اور مرسل کا لفظ اُن کے لئے محض استعارہ اور مجاز کے طور پر استعمال کیا گیا جیسے بقول معاصر ممدوح شاعر لوگ کبھی "خدائے سخن" اور محبوب کو بھی "مسیحا" تک کہہ جایا کرتے ہیں بلکہ انہوں نے صاف اور کھلے لفظوں میں یہ واضح کر دیا کہ:۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" (تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰)

اور فٹ نوٹ میں یہاں تک وضاحت کر دی کہ:۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الہٰی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں اُن کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

تو پھر ان کے متعلق رسول اور مرسل کے لفظ کا وہ تقاضا جس کی طرف مدیر "ایشیا" نے اشارہ کیا ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے قادیانیوں کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ خود حضرت مرزا صاحب کے نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے "رسول" کا لفظ کس رنگ میں استعمال کیا اور اپنے مرسل ہونے کی وجہ سے اپنے نہ ماننے والوں کو مسلمان سمجھا یا کافر، جب وہ خود انہیں اپنے دعوے کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے تو کسی کا کیا حق ہے کہ اُن کے لئے لفظ مرسل کے استعمال کا یہ تقاضا قرار دے کہ جو ان کو نہ مانے وہ کافر ہے۔

اسی ضمن میں "لاہوری" جماعت کا ذکر کرتے ہوئے معاصر "ایشیا" رقمطراز ہے کہ:۔

"لاہوری جماعت کے لوگ اسی لفظ کی وجہ سے ان مسلمانوں کو "فاسق" کہتے ہیں جو مرزا صاحب کو نہ مانیں"۔

پھر آگے چل کر لکھا ہے:۔

"سوال ہے الفاظ کے تقاضوں کا اور وہ یہ ہیں کہ قادیانی تو مرزا صاحب کو رسول و نبی ماننے کے باعث مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر قرار دیتے ہیں اور لاہوری حضرات مسلمانوں کو مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کم از کم "فاسق" سمجھتے ہیں اور انہی تقاضوں کے باعث مسلمان مطالبہ کرتے ہیں کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو مدار ایمان و تقوےٰ قرار دینے کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جو امت بنتی ہے اس میں تفرقہ پیدا ہو جائے"

مدیر "ایشیا" کا یہ استدلال اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ جو قادیانیوں کو لفظ "رسول" سے پیدا ہوئی۔ جماعت احمدیہ لاہور حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو انہیں رسول نہ ماننے کی وجہ سے "فاسق" نہیں ٹھیراتی، بلکہ اس مخالفت اور شر انگیزی اور ان بد اعمالیوں کی وجہ سے "فاسق" قرار دیتی ہے جو ماموران الٰہی کے مقابلہ میں انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں، "رسول" کے لفظ کے تقاضا پر آپ اتنا زور دیتے ہیں ایک ولی کی مخالفت کا نتیجہ کیوں نہیں دیکھتے جس کو حدیث قدسی میں یوں بیان کیا گیا ہے من عاد ولیاً لی فقد اذنتہ للحرب جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اسے کہتا ہوں کہ بس اب میری لڑائی کے لئے تیار ہو جا، کیا یہ معمولی بات ہے، کیا ایک راستباز اور داعی الی اللہ کی مخالفت کرنا اور اس کے درپے آزار ہونا کوئی نیکی کا کام ہے اور ایسے شخص کو فاسق نہیں بلکہ بڑا نیکو کار کہنا چاہیئے؟ یہ سچ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو مدار ایمان و تقوےٰ قرار دینا جائز نہیں" اور نہ ہم نے حضرت مرزا صاحب کو مدار ایمان قرار دیا ہے لیکن جو شخص خدا اور رسول کی طرف دعوت دے۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کوشاں ہو اور اس غرض سے ایک جماعت بنائے قطع نظر اس سے وہ مجدد بھی ہے یا نہیں اس کو بُرا بھلا کہنا اسے کافر ٹھہرانا۔ اس کے رستہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا اور طرح طرح کی شرارتوں اور بدتمیزیوں سے اسکو بدنام کرنے کی کوشش کرنا کیا نیکی کا کام ہے یا فسق و فجور کا نتیجہ؟ آپ اپنی جماعت اسلامی ہی کو دیکھ لیجئے قطع نظر اس اختلاف کے جو ہمیں اس جماعت کے بعض معتقدات اور طریق عمل سے ہے جو سلوک اس کے ساتھ علماء اور عامۃ المسلمین کی طرف سے کیا جا رہا ہے، کفر کے فتوے؟ مولانا مودودی اور ان کے ساتھیوں پر لگائے جا رہے ہیں جس کا رونا جماعت اسلامی کے اخبارات و رسائل میں آئے دن رویا جاتا ہے؛ کیا وہ نیکی کا کام ہے؟ یا فاسقانہ طرز عمل! کیا خود مولانا مودودی نے اپنے ساتھیوں اور دوسرے مسلمانوں میں صالحیت اور غیر صالحیت کا فرق قائم نہیں کیا؟ پھر کیوں اس بناء پر یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ مولانا مودودی اپنے آپ کو "معیار ایمان و تقوےٰ" قرار دیتے ہیں جس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جو امت بنتی ہے اس میں تفرقہ پیدا ہو جائے"، اور اگر اسی بناء پر کل کو کوئی شخص یہ مطالبہ کرے کہ جماعت اسلامی کو "الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے"، تو کیا انہی وجوہ کی بناء پر یہ حق بجانب نہ ہو گا جن وجوہ کی بناء پر مدیر "ایشیا" کے نزدیک جماعت احمدیہ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ صحیح اور حق بجانب ہے؟

خط و کتابت کرنے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
(مینیجر)

اخبار و افکار

مسئلہ جہاد

ترجمان القرآن بابت مئی ۱۹۵۶ء میں مولنا مودودی چند اعتراضات جواب دیتے ہوئے صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں :-

"کسی ملک میں مسلمان اس قسم کے حالات سے دوچار ہوں جو مکی زندگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پیش آئے تھے تو مکی دور کی تعلیم صبر و تحمل پر عمل کیا جائے گا نہ کہ مدنی دور کی تعلیم جہاد و قتال پر۔ حالانکہ بیشتر مفسرین نے احکام قتال سے مکی دور کی ان آیات کو منسوخ قرار دیا ہے۔ اسی طرح اس حالت میں مسلمان ان بہت سے احکام و قوانین کی پابندی سے معاف رکھے جائیں گے۔ جو مدنی دور میں نازل ہوئے اور جن پر عمل درآمد اسلامی حکومت کی موجودگی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ آپ کا یہ سوال کہ منسوخ شدہ احکام کو پھر سے شروع کو نسا شارع کرے گا تنہا میری طرف راجع نہیں ہوتا بلکہ ان تمام علماء کی طرف راجع ہوتا ہے۔ جو ابھی چند سال پہلے تک انگریزی دور میں مکی آیات سے قومی طرز عمل کیلئے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور مدنی دور کے احکام جنگ اور حدود اللہ کے اجرا کو ملتوی قرار دیتے تھے"

دیکھا آپ نے ؟ حضرت مرزا صاحب اگر کہدیں کہ حالات وقت کا تقاضا ہے (اور یہی مسیح موعود کا نشان بھی ہے) کہ جہاد و قتال کو اس وقت ملتوی قرار دیا جائے تو وہ معاذ اللہ کافر اور گشتنی و گردن زدنی ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن کے ایک حکم کو منسوخ قرار دیدیا اور خود تمام مولوی صاحبان معہ مولنا مودودی انگریزی دور حکومت میں مکی آیات سے قومی طرز عمل کے لئے رہنمائی حاصل کریں۔ اور احکام جنگ اور حدود اللہ کے اجرا کو ملتوی قرار دیں۔ تو عین صواب، تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ۔

چیمہ صاحب کا مضمون

"پیغام صلح" کی کسی گذشتہ اشاعت میں چیمہ صاحب کا مضمون کیا شائع ہوا۔ اس نے ربوہ کے درو دیوار میں ایک تزلزل پیدا کر دیا۔ "الفضل" نے پے در پے تین چار اشاعتوں میں اس کا جواب دینے کی کوشش کی۔ اگرچہ چیمہ صاحب کے مضمون میں سے لمبے چوڑے حوالے نقل کر کے جو کچھ جواب دیا گیا وہ اہل نظر کے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہے جس سے بعض قادیانی حضرات کو بھی یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ شاید ایڈیٹر الفضل کی چیمہ صاحب کے ساتھ کوئی ساز باز ہے کہ ان کے مضمون کا ایک بڑا حصہ تو نقل کر دیا لیکن جواب کوئی نہ بن آیا۔

شائد اسی کسر کو پورا کرنے کے لئے مولوی ابوالعطا صاحب ۱۰ر نومبر کے "الفضل" میں چیمہ صاحب کے مضمون پر "تبصرہ" کرنا ضروری سمجھا۔ لیکن اس تبصرہ میں کیا ہے ؟ ابوالعطا صاحب کو زیادہ تر اس بات کی شکایت ہے کہ چیمہ صاحب کی زبان اور تحریر بہت سخت، غیر شریفانہ اور دلآزار ہے۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ چیمہ صاحب نے ربوی فطرت کو کسی قدر جھنجھوڑا ہے۔ تاکہ وہ حق و صداقت کو خود کی آنکھوں سے دیکھ سکیں لیکن اس کو "غیر شریفانہ زبان" نہیں کہا جاسکتا۔ جیسی خلیفہ صاحب نے کسی قسم کے اشتعال یا ہماری طرف سے کسی قسم کی مخالفانہ حرکت کے بغیر انہوں نے استعمال کی اور یہ ارشاد فرمایا کہ

"پیغامیوں کے متعلق نہایت معتبر رپورٹ ملی ہے کہ مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ وہ صرف اپنا گند ظاہر کرنے کا ایک اور موقعہ ہم کو دیں گے اور کچھ نہیں آخر دنیا اس بات سے ناواقف نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب مرحوم نے جن کے ذریعہ سے یہ جماعت بنی ہے۔ یہ وصیت کی تھی کہ ایک خاص شخص ان کے جنازہ میں شامل نہ ہو۔ پس وہ بیشک آئیں اور حملہ کریں۔ اور سو دفعہ حملہ کریں۔ ہمارے پاس وہ سامان موجود ہے جس سے انشاء اللہ ان کے پول کھل جائیں گے۔"

کیا یہ الفاظ کسی سنجیدہ اور باوقار انسان کے قلم سے نکل سکتے ہیں ؟ کیا "پیغامیوں" کا لفظ لاتنابزوا بالالقاب کی کھلی خلاف ورزی نہیں ؟ کیا گند ظاہر کرنے اور پول کھولنے کی دھمکی خلیفہ صاحب کی شرافت پر دلالت کرتی ہے ؟ اور حضرت مولنا محمد علی صاحب مرحوم کی جس وصیت کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ کہاں ہے اور کس سے انہیں معلوم ہوا کہ ہم ان کے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یونہی ادھر ادھر سے سنی سنائی باتوں پر اعتماد کر کے دوسروں کو گالیاں دینا خلیفہ صاحب جیسی ذمہ دار شخصیت کو کہاں تک زیب دیتا ہے ؟ اور کیوں انہوں نے کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث کل ما سمع کے ارشاد نبوی کو نظرانداز کر کے سنی سنائی باتوں پر گند اچھالنا شروع کر دیا۔ خدا جانتا ہے اس قسم کی ناگوار بحثوں میں الجھنا ہمیں ہرگز گوارا نہیں لیکن قادیانی حضرات اور خود خلیفہ صاحب ربوہ کا طرز عمل ہمیں مجبور کرتا ہے کہ چارو ناچار ان کی باتوں کا جواب دیں۔ مولوی ابوالعطا صاحب کو غور کرنا چاہیئے کہ جس بات کی شکایت انہیں چیمہ صاحب سے ہے اس کی بنیاد خود خلیفہ صاحب ہی نے رکھی، کیا دیانت اور حق پرستی کا یہ تقاضا نہیں کہ وہ انہیں بھی اس "غیر شریفانہ" حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کریں ؟ مولوی ابوالعطا صاحب کے مضمون میں بعض اور باتیں بھی ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے اور ہم کسی دوسری فرصت میں ان پر اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

بائبل اور قرآن

مسیحی معاصر "المائدہ" نے اپنی ۱۵ر جولائی کی اشاعت میں "یہ چار ترجمے ہیں یا چار قرآن" کے عنوان سے قرآن کریم کی آیات صیام نقل کر کے شاہ رفیع الدین، مولوی نذیر احمد دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی اور مولنا ابوالکلام آزاد کے تراجم قرآن سے ان آیات کے ترجمے نقل کئے ہیں جن میں معمولی لفظی اختلاف کے سوائے کوئی بنیادی یا مفہوم کا اختلاف نہیں۔ لیکن "المائدہ" نے اس لفظی اختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے یہ سوال کیا ہے کہ

"اگر قرآن کے یہ چار مختلف الفاظ تراجم قرآن کی تحریف کا ثبوت نہیں تو بائبل کے مختلف تراجم تحریف بائبل کا ثبوت کیسے ہوسکتے ہیں اگر ہوسکتے ہیں تو پھر قرآن کے ان چار تراجم کو بھی چار قرآن ماننا پڑیگا۔ اور اختلاف کی صورت میں یا تو چاروں میں سے ایک کو درست اور باقی تین کو نادرست قرار دینے کی ضرورت پیش آئے گی یا چاروں کی حیثیت مشتبہ ہو گی"

اور آخر میں لکھا ہے "یہ نکتہ کج بحث مرزائیوں کا الزامی جواب ہے"۔

ہمیں اپنے محترم معاصر کی اس دلیل کو ماننے میں عذر نہ ہوتا اگر بائبل کا اصل متن اسی طرح ہمارے سامنے ہوتا جس طرح قرآن کی آیات کا متن "المائدہ" نے نقل کیا ہے۔ اگر بائبل کا اصل متن موجود ہوتا اور قرآن کی طرح مختلف جگہوں کے چھپے ہوئے یا ہاتھ سے لکھے ہوئے متن میں کوئی اختلاف نہ ہوتا تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ بائبل بھی اسی طرح انسانی دستبرد سے محفوظ ہے جیسے قرآن محفوظ ہے لیکن جس حالت میں اصل متن ہی موجود نہیں اور وہ دنیا سے نابود ہو چکا ہے اور تراجم کے اندر صرف لفظی اختلاف ہی نہیں بلکہ مفہوم کا بھی کھلا اختلاف موجود ہے مثلاً متی کے ترجمہ میں نشان مانگنے والوں سے کہا جاتا ہے کہ

"اس زمانہ کے برے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا ...."

اور لوقا کے ترجمہ میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ

"اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان طلب کرتے ہیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان نہیں دیا جائے گا"

ان دونوں تراجم کو دیکھ لیجئے مفہوم کا کتنا بڑا فرق ہے اول الذکر میں نشان مانگنے والوں کو "برے اور زنا کار" لوگ قرار دیا ہے اور موخر الذکر میں یہ الفاظ ہی موجود نہیں۔ اور فٹ نوٹوں میں بتایا گیا ہے۔ کہ یونانی تراجم میں متی کے اندر ایک "بری اور زنا کار پشت" ہے۔ اور لوقا کے ترجمہ میں صرف "یہ پشت" لکھا ہے۔ پھر اول الذکر میں یونس نبی کا نشان دیئے جانے کا بالتفصیل ذکر ہے اور موخر الذکر میں اس کا کوئی ذکر تک نہیں۔

ایسا ہی حضرت موسیٰ کے الہامی کلام میں لکھا ہے کہ موسیٰ خدا کا ایک بندہ تھا۔ جو مر گیا اور دفن ہوا اور اس کی قبر کا کسی کو پتہ نہیں کیا یہ کلام حضرت موسیٰ کا ہے یا خدا کا کلام ہے جو موسیٰ پر اترا ؟ ظاہر ہے دونوں میں سے کوئی نہیں اور یہ ایک الحاقی آیت ہے۔ جو بعد میں ملائی گئی اور ترجمہ سے بائبل کی تحریف کا کھلا ثبوت بنتا ہے یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ جس کو قرآن کے ان تراجم سے کوئی نسبت نہیں۔

اصلاح امت کیلئے خلافت روحانی کا وعدہ اور حضرت مجدد وقت کا کام

اصلاح کا سامان خدا ہی مہیا کرتا ہے۔ خلافت روحانی کا انکار خدا سے دوری کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۹ نومبر ۱۹۵۶ء فرمودہ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفٰسقون (سورۃ النور آیت ۵۵)

روحانی بقا کا سامان اللہ تعالیٰ کی طرف سے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے جہاں اس کی جسمانی بقاء کیلئے سامان مہیا کیا، وہاں اس کی روحانی بقا کو جو اس کی زندگی کا اصل مقصد ہے تشنہ نہیں چھوڑا۔ اس کی بھی بقا کا سامان ویسے ہی مہیا کیا جیسے جسمانی بقا کا سامان مہیا کیا اور یہ خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ انسان کی روحانی غذا کے لئے سامان بہم پہنچائے۔ وعلی اللہ قصد السبیل ومنھا جائر" رستہ بتانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام تھا۔ اور وہی رستہ اس کی کامیابی اور فلاح و بہبود کا رستہ ہے۔ ورنہ انسان جو اپنی طرف سے تجویز کرتا ہے وہ منزل مقصود کو لے جانے والا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے دور لے جاتا ہے۔

بقائے روحانی کی کامل و مکمل راہ

اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے انبیاء بھیجتا رہا اور اپنی وحی کے ذریعہ انسان کی روحانی بقا کا رستہ اس کو بتاتا رہا تاآنکہ حضرت رسول کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جنہوں نے قرآن کریم کے ذریعہ انسانیت کو اس کی فلاح و بہبود اور بقائے روحانی کی کامل و مکمل راہ بتائی۔ قرآن کریم نے انسان کے اخلاقی اور روحانی اقدار پر بڑا زور دیا ہے۔ کیونکہ جب تک انسان میں اخلاقی و روحانی اقدار نہ ہوں وہ کوئی فلاح حاصل نہیں کر سکتا۔

مسلمانوں کی اخلاقی حالت

لیکن افسوس ہے کہ آج علی العموم مسلمانوں میں کوئی morality نہیں کوئی اخلاق اور روحانیت نہیں۔ کوئی خدا کا خوف نہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم جیسی عظیم الشان تعلیم ان کی ہدایت کے لئے آئی لیکن حیرت اور افسوس کا مقام ہے۔ کہ مسلمان قوم جس کو یہ تعلیم دی گئی تھی، جس کو خیر امۃ کہا گیا تھا، شھداء علی الناس بنایا گیا وہ اس تعلیم کو بھول گئے۔ اور بجائے اس کے کہ اپنے اندر اخلاقی اور روحانی اقدار پیدا کرتے اپنے مقام کو ہی بھول گئے۔

قرآن میں بنی اسرائیل کا ذکر

قرآن کریم میں بنی اسرائیل کا بڑا ذکر آتا ہے کیونکہ تمام قوموں سے زیادہ انبیاء ان میں آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی راہیں ان پر کھول لی گئیں۔ ان کو اس وقت کے لوگوں پر فضیلت دی گئی۔ لیکن آپ جانتے ہیں انہوں نے اس سے روگردانی کی، انبیاء کی تکذیب کرتے اور ان کو دکھ اور اذیتیں پہنچاتے رہے دین کو چھوڑ کر یہ قوم دنیا پر گر گئی۔ اس لئے ان پر لعنت کی گئی۔ ہمیں ان کا ذکر بار بار اس لئے سنایا گیا ہے۔ کہ ہم اس سے عبرت حاصل کریں اور اس رستہ کو اختیار نہ کریں جو بنی اسرائیل نے اختیار کیا۔

مسلمان بنی اسرائیل کے نقش قدم پر

لیکن مسلمان شاید قرآن میں اس ذکر کو پڑھ کر خوش ہو جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے بڑھ کر ہے۔ حالانکہ اس کا اپنا عمل بھی بنی اسرائیل سے کم نہیں وہی دنیا جو بنی اسرائیل کیلئے لعنت کا موجب ہوئی مسلمان بھی آج اسی پر گرا ہوا ہے۔ بجائے اس کے کہ مرضات اللہ کی پیروی کی جاتی۔ خدا تعالیٰ کو اپنی مرضات کا تابع کرنا چاہتے ہیں اس لئے وہی ذلت ان پر بھی آ رہی ہے جو بنی اسرائیل پر آئی۔

دنیاداروں کے معاہدات

خدا تعالیٰ کا ایک قانون ہے۔ جو اس پر چلے گا وہی فائدہ حاصل کرے گا۔ اور جو اس کے خلاف چلے گا وہ نقصان اٹھائے گا۔ بہت سے وعدے ہیں جو انسان کرتا ہے اور پھر ان کو پورا نہیں کرتا۔ یو۔ این۔ او نے اسرائیل کو کہا کہ ۱۹۴۵ء کے معاہدہ کے مطابق اپنی فوجیں پیچھے ہٹائے۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ وہ معاہدہ مر کر دفن ہو چکا ہے۔ یہی حال دنیا والوں کے وعدوں کا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کا وعدۂ خلافت

لیکن خدا تعالیٰ کے وعدہ میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا فلن یخلف اللہ وعدہ۔ ایک وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور بالخصوص مسلمان قوم سے کیا وہ یہ ہے کہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ دیکھو ہماری ایک شرط ہے اگر اس کو پورا کرو تو خدا تعالیٰ تمہیں خلافت کا منصب عطا کرے گا۔

ایمان اور عمل صالح کی شرط

وہ شرط یہ ہے کہ خدا پر سچا ایمان ہو۔ اور اعمال صالح انسان بجا لائے۔ خدا پر سچا ایمان کس طرح پیدا ہو؟ اسی رستہ سے جو قرآن نے بتایا ہے۔ دنیا کی دوسری کتابوں میں خدا کا صحیح تصور نہیں ملتا۔ قرآن ہی ایک کتاب ہے جس نے خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کا صحیح تصور انسان کے قلب و دماغ میں پیدا کیا۔ اور اسی سے اس پر سچا ایمان پیدا ہو سکتا ہے۔ دوسری چیز عملوا الصالحات ہے۔ اعمال صالحہ وہی سمجھے جائیں گے جو قرآن نے بتائے ہیں

روحانی خلافت کا سلسلہ

تو خدا نے ایمان اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں خلافت دی جائے گی یہ خلافت کیا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کی توجہ دنیا پر گرے ہوئے ہونے کے باعث دنیاوی بادشاہت ہی پر جم گئی۔ لیکن وہ زبردست روحانی خلافت جو انسان کو جسمانی بادشاہت بھی دلا سکتی ہے۔ اس کو انہوں نے بھلا رکھا ہے۔ ہم نے اس خلافت کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ روحانی خلافت تیرہ صدیوں سے مسلمان مانتے چلے آئے ہیں۔

منکرین خلافت پر حجت ملزمہ

اس ملک ہندوستان میں ایک بزرگ مدفون ہیں جن کے اصل نام سے لوگ اتنے واقف نہیں جتنا ان کے منصب مجددیت کو جانتے ہیں۔ انہیں مجدد الف ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کو ملزم کرنے کے لئے ہے جو آج منصب مجددیت کے منکر ہو بیٹھے ہیں، حالانکہ وہ تمام نشانات جو چودھویں صدی کے مجدد کے لئے بتائے گئے ہیں ایک ایک کر کے پورے ہو گئے مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی حالت بھی گر چکی اور یہودیت کے خصائل ان میں پیدا ہو گئے لیکن وہ روحانی خلافت جو ان کی اصلاح کے لئے قائم ہونے والی تھی اس سے انہیں انکار ہے۔ آج مسلمانوں کے بڑے بڑے مفکر اور بڑے بڑے شاعر اس روحانی خلافت کے منکر ہو بیٹھے۔ وہ حدیث مجدد جس کی صداقت پر تیرہ سو سال کے تعامل سے مہر لگ چکی تھی اس کو ضعیف اور وضعی قرار دیدیا گیا تعجب ہے کہ انسان جب ضد پر آتا ہے تو کھلے کھلے صداقتوں سے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ایسی موٹی بات کہ نشانات سب پورے ہو گئے ان کی آنکھیں کھولنے کا موجب نہیں؟ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک شخص کی آمد کے جو نشانات مقرر کئے گئے وہ پورے ہو جائیں لیکن وہ شخص نمودار نہ ہو؟

اخلاقی پستی کی اصلاح کے لئے مامور کی ضرورت

پھر مسلمانوں کی عملی حالت آج کیا ہے کیا خود انہیں اس بات کا اعتراف نہیں کہ اخلاقی لحاظ سے پستی کے انتہائی گہرے گڑھے میں وہ گر چکے ہیں۔ بے ایمانی، فریب، دھوکہ بازی، رشوت ستانی اور بلیک مارکیٹ اس قدر عام ہو چکی ہے

شاید ہی کوئی اس سے بچا ہؤا ہو جب قوم کی حالت اس نوبت کو پہنچ جائے تو کیا ایسے وقت میں ضرورت نہ تھی کہ امت کی اصلاح اور سیدھا رستہ دکھانے کے لئے کوئی شخص خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا؟

مدعیان اصلاح کی فساد پسندی

مامور من اللہ کا تو انکار کر دیا لیکن وہ جو اس کا انکار کر کے خود اصلاح کے مدعی ہو بیٹھے ان کے دلوں میں یہ ہے کہ اقتدار حاصل ہو جائے خواہ وہ مذہبی لوگ ہیں یا دنیوی اور سیاسی لیڈر۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان کے ذریعہ مسلمانوں کی حالت سدھری؟ یا دن بدن وہ اور بھی گرتے گئے۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ یہ حالت خود ان کی پیدا کردہ ہے یہ جھگڑا اور فساد جو آج علماء اور لیڈروں کے طبقہ میں پایا جاتا ہے خود ان کی اقتدار پرستیوں کا نتیجہ ہے۔ دن رات اس آگ کو سلگاتے رہتے ہیں کہ فلاں کے اعتقادات صحیح نہیں اور فلاں کا طریقہ اچھا نہیں۔ اور ہر شخص اپنی بڑائی کا خواہاں ہے۔ آپ چند مولویوں کو بٹھا دیں کہ باہم مل کر تصفیہ کر لیں۔ لیکن تصفیہ کے بجائے شاید کچھ اور باتیں ایسی نکل آئیں گی جو ان کے باہمی نزاعات کو بڑھانے کا موجب ہوں گی۔

اصلاح کا سامان خدا ہی مہیا کرتا ہے

جب یہ حالت ہو تو سوائے اس کے کہ خدا کی طرف سے روحانی طاقت لے کر کوئی شخص آئے اصلاح کا کام نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون میں بتایا ہے اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا۔ اللہ تعالیٰ ہی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ وہ کس طرح کرتا ہے جب آسمان سے بارش نہ ہو تو زمین کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے اور ایک مردگی چھا جاتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور اس سے زمین میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی قانون روحانی زندگی کے لئے بھی ہے۔ جب لوگوں کی اخلاقی اور روحانی حالت بگڑ جائے تو کوئی آسمانی آدمی آ کر ان کی اصلاح کرتا ہے۔

عمل اور کوشش انسان کا کام ہے

فرمایا قد بینا لکم الآیٰت لعلکم تعقلون۔ ہم تو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ تم سمجھ سکو۔ خدا کو تو کوئی حاجت نہیں۔ ھو الغنی الحمید وہ ہر احتیاج سے بالاتر ہے اور ہر چیز اس کی حمد کرتی ہے۔ انسان ہی محتاج ہے۔ اور قانون یہ ہے کہ جب تک انسان خود کوشش نہیں کرتا کوئی فائدہ اسے نہیں پہنچ سکتا۔ عام طور پر مسلمان یہی کہہ دیتے ہیں کہ جو اللہ کو منظور رہے ہو جائے گا۔ اللہ کو تو وہی منظور ہے جو اس نے اپنا قانون بنایا ہے کہ انسان خود کوشش کرے ہدایات الٰہی پر عمل پیرا ہو۔ انسان مرکب خطا و نسیان ہے کچھ زمانہ گزرنے پر وہ خدائی ہدایات سے غافل ہو جاتا ہے اس کی یاددہانی کے لئے خدا نے یہ قانون رکھا ہے کہ اپنا ایک مامور بھیج دیتا ہے۔ جو انہیں پھر اصلاح کا رستہ بتاتا ہے۔

مجدد وقت کا کام

آخر اس وقت کے مامور نے کیا کیا؟ مسلمان خواہ مخواہ کے جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں ان جھگڑوں سے چھڑانا چاہا۔ رونا آتا ہے کیا کیا جھگڑے مسلمانوں میں پیدا ہو گئے۔ خدا جھوٹ بول سکتا ہے یا نہیں۔ اتنے بڑے بڑے علماء دیوبندی، بریلوی اس جھگڑے میں الجھے ہوئے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ کیا ان کا علم اور عقل یہیں تک پہنچی ہے؟

مجدد وقت کا انکار اور اس کا نتیجہ

مسلمان قوم کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ اپنے مجدد وقت کا جو حسب وعدۂ خداوندی عین ضرورت کے وقت آیا تھا انکار کیا۔ حالانکہ اس نے ان کو صرف یہ ہی کہا تھا کہ جس راستے پر تم چل رہے ہو۔ وہ خدا اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کا بتایا ہؤا رستہ نہیں اور ان کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی۔ لیکن انہوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ اور خدا کے قانون کے مطابق ان کے دلوں پر مُہر لگ گئی۔ دن رات اس کے انتظار میں تھے اور اس سے اپنی امیدیں وابستہ کئے بیٹھے تھے۔ لیکن جب وہ آیا عرفوا ما کفروا بہ کے نتیجہ پر خدا سے اور بھی دور ہو گئے۔

حضرت مجدد وقت کے ذریعہ تمکین دین

اس سے آگے فرمایا۔ ولیمکن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم کیا حضرت مرزا صاحب نے دین میں تمکین نہیں پیدا کی؟ کیا ان جھگڑوں کو خدا کے قانون کے ماتحت حل نہیں کیا؟ آج کوئی شخص صرف قرآن لئے بیٹھا ہے اور سنت رسول اور صحیح حدیث کا انکار کرتا ہے۔ کوئی حدیث کو قرآن پر مقدم اور قاضی قرار دیتا ہے۔ اور کوئی فقہ کو سب سے اوپر رکھتا ہے۔ حضرت مجدد وقت نے قرآن کو سب سے مقدم قرار دیا اور سنت کا مرتبہ اس کے بعد رکھا۔ اور اس حدیث کو واجب العمل قرار دیا جو قرآن کے مطابق ہو۔ آپ غور کیجئے یہی وہ چیز ہے جو دین کی تمکین کا موجب ہو سکتی ہے اور تمام جھگڑوں سے اسے بچا سکتی ہے۔ دوسری تمکین آپ نے یہ کی کہ عیسائیت کا جس نے بڑے بڑے مولویوں اور سیدوں اور پٹھانوں کو مرتد بنا دیا تھا، زور توڑ کر رکھ دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی صداقت پر ایمان پیدا کر دیا۔ آریوں نے اسلام پر بڑے بڑے حملے کئے اور کئی مسلمان آریہ ہو گئے۔ حضرت مجدد وقت نے ان حملوں کا بھی دفاع کیا۔ اور اسلام کی صداقت اور عظمت کو ان کے مقابلہ میں ثابت کر دیا۔ کیا کوئی شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ نہ صرف آریوں اور عیسائیوں کو اسلام کے مقابلہ میں آنے سے آپ نے روک دیا بلکہ مسلمانوں میں اسلام کی صداقت پر ایمان پیدا کر دیا۔ تو جو خلیفۃ اللہ آنے والا تھا اس نے تمکین دین بھی پیدا کر دی

خوف کے بعد امن پیدا کیا۔

آگے فرمایا۔ ولیبدلنھم من خوفھم امنا خوف کو امن سے بدل دے گا۔ مسلمانوں میں کس قدر خوف پیدا ہو گیا تھا کہ ان کا دین گیا۔ آپ نے اسلام کی صداقت ثابت کر کے ایک امن کی حالت پیدا کر دی۔ اور جو خطرہ اسلام کو لاحق تھا دور کر دیا اور تمام مذاہب کا قطعی دلائل سے تار و پود بکھیر کر ان میں سکت نہ چھوڑی کہ وہ اسلام پر حملہ کریں۔ ایسی زبردست چیز کے ہوتے ہوئے انکار کرنا کہاں تک حق پرستی کے شایاں ہے۔

مٹ جانے کا خطرہ

اسلام تو خدا کے فضل سے ایک سچا دین ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ لیکن یہ قوم جو عملاً اسلام کو چھوڑ چکی ہے خطرہ ہے کہ کہیں مٹ نہ جائے۔ کیونکہ خدا کا قانون یہ ہے کہ جو قوم عمل کو چھوڑ دے اور غلط رستہ اختیار کر لے اسے مٹا کر دوسری قوم کو لے آتا ہے۔ ایک جگہ مرتدین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

اے ایمان کا دعوے کرنے والو۔ اگر کوئی شخص تم میں سے مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قوم کو لے آئے گا۔ جو اس سے محبت کریں گے۔ اور خدا ان سے محبت کرے گا۔ مومنوں کے ساتھ وہ نرم ہوں گے اور کافروں کے مقابلہ میں غالب۔ خدا کے رستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے دے اور اللہ تعالےٰ فراخی کرنے والا اور جاننے والا ہے۔" دیکھئے کس قدر صفائی کے ساتھ بتا دیا۔ کہ اگر انسان خدا سے روگردانی کرتا اور اسے چھوڑتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی جگہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کی ایک اور قوم لے آتا ہے۔ تو خدا کا دین تو قائم رہے گا اور پھلتا پھولتا رہے گا لیکن خطرہ یہ ہے کہ کہیں ہمارے گھروں سے نکل کر دوسرے گھروں میں نہ چلا جائے۔

متبعین خلافت روحانی کا مقام

پھر آخر میں اس خلافت کے ماننے والوں کا کیا مقام بتایا۔ یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا وہ میری ہی عبادت کریں گے۔ اور کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کریں گے دیکھو یہ توحید الٰہی کا مقام ہے جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ پر جاتے ہیں تو اس وقت بھی یہی فرمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں صرف میری ہی عبادت کرو۔ اصل توحید یہ ہے کہ کسی بھی رنگ میں خدا کا شریک نہ ٹھیرایا جائے یہ وہ باتیں ہیں جن پر خصوصیت سے ہمیں غور کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ اس مقام پر ہم کھڑے ہیں یا نہیں اور کوشش کرنی چاہیئے کہ کسی بھی رنگ میں خدا کا کوئی شریک نہ ٹھیرایا جائے۔ (باقی برصفحہ ۱۱)

چودھویں صدی کی سب سے بڑی مذہبی تحریک

اور اسکی صداقت کے عظیم الشان نشانات

(۱)

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کا عظیم واقعہ

مولٰنا مرتضٰے خانصاحب حسن

احمدیّت کا نصب العین

چودھویں صدی ہجری کی سب سے بڑی مذہبی تحریک احمدیّت ایک عالمگیر تحریک کی علمبردار ہو کر منصۂ شہود پر آئی۔ احیائے اسلام با تجدید شریعت مصطفویہ اس کا نصب العین تھا۔

کوتاہ اندیشوں کی مخالفت

تحریک کی اہمیت اور افادیت سے کس کو انکار ہو سکتا تھا۔ لیکن دنیا کے لوگ غور و فکر سے کام لینے کے عادی نہیں ہوتے۔ اور بغیر تامل کے مفید سے مفید تحریک کی بھی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ یہی سلوک اس تحریک سے روا رکھا گیا۔ اور اس کو اسلام کے لئے نافع اور مفید سمجھنے کی بجائے مُضر اور مہلک تصوّر کیا گیا۔ اور بانی تحریک کے دعاوی کو جو سراسر حق و حقیقت پر مبنی تھے کفر قرار دیا گیا۔ حالانکہ اگر فیج اعوج کے غیر وقیع اقوال کو سند قرار دینے کی بجائے قرآن مجید کو سامنے رکھا جاتا اور اس کو حکم ٹھہرایا جاتا تو واضح ہو جاتا کہ جس صورت میں کلام الٰہی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی وفات کی شہادت دے رہا ہے آنے والا مسیح اسی امت کا ایک فرد ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت

مگر صد حیف ایسا نہ کیا گیا۔ اور عوام و خواص نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے خلاف اس قدر شور و شغب برپا کیا کہ خدا کی پناہ۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ ورنہ ان لوگوں نے آپ کے خلاف قتل کے منصوبوں سے بھی دریغ نہ کیا۔ آپ کے خلاف خون کے جھوٹے مقدمے کھڑے کئے گئے۔ اور کئی کئی طریقوں سے جان لینے کی سازشیں کی گئیں جو سب ناکام ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ماموروں کا خود حامی و ناظر رہا ہے۔ اور وہ اپنے دست خاص سے ان کا تحفظ فرماتا ہے۔ ونعم ما

قال المسیح الموعود:۔

من وہ حریم قدس چراغ صداقتم
دستش محافظ است زہر باد صرصرم

ایمان لانے والوں کا گروہ

لیکن جہاں ایک طرف اشد معاندین کا ایک بہت بڑا گروہ روز و شب بانی تحریک کی مخالفت اور عداوت میں سرگرم اور تحریک کو کالعدم کرنے میں مصروف تھا۔ وہاں دوسری طرف خدا کے فضل سے اور اس کے وعدہ ینصرك رجال نوحی الیھم من السماء کے مطابق ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہو گیا جو آپ کی صداقت پر ایمان لا کر آپ کے مشن کا ممد و معاون بنا۔ اور جن میں سے بعض نے اپنی جانیں بھی اس راستہ میں قربان کر دیں۔

افغانستان میں ایک برگزیدہ جماعت

احمدیت کے مرکزی مقام پنجاب میں تو انگریزی حکومت کے رعب و دبدبہ اور عدل گستری کی وجہ سے جو محض خدا تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ تھا مخالفین اس جماعت کو جانی نقصان پہنچانے میں ہمیشہ ناکام رہے۔ اگرچہ انہوں نے اس کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اور انفرادی طور پر اس تحریک کا ساتھ دینے والوں کو تکالیف پہنچاتے رہے۔ لیکن سب سے زیادہ اذیت جو اس جماعت کے برگزیدہ افراد کو پہنچائی گئی۔ وہ افغانستان کے حصہ میں آئی۔ آج ہم اسی برگزیدہ جماعت کے کچھ حالات بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ملک افغانستان پنجاب سے کچھ دور نہ تھا۔ یہ تحریک وہاں بھی پہنچی۔ اور اپنی مقناطیسی طاقت سے بعض سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہ رہی۔ چنانچہ ایک برگزیدہ جماعت وہاں بھی پیدا ہو گئی۔ جس نے اپنے ایمانی کارناموں سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ انہیں قسم قسم کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ انہیں قید و بند کی جانگسل سلاسل میں جکڑا گیا۔ انہیں نہایت بے دردی اور بے رحمی سے قتل اور سنگسار کیا گیا۔ مگر اللہ رے شوکت ایمان۔ اُن کے پائے استقلال میں ذرا جنبش نہ آئی۔ ؎

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

انہوں نے صبر و استقلال، ایثار اور قربانی کے وہ شاندار مظاہرے کئے کہ صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

مقربین بارگاہ الٰہی کا خاصہ

یہ قصے کہانیاں یا من گھڑت افسانے نہیں یہ ہمارے چشم دید واقعات ہیں۔ اور اس وقت ہزاروں لاکھوں انسان زندہ موجود ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے یہ واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ یہ تاریخ دنیا کے اہم حقائق ہیں اور ان میں اہل دنیا کے لئے اہم سبق ہیں۔ ان سے اہل ایمان کے ایمان تازہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے قلوب میں ایک نئی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ صداقت کے لئے دنیا و مافیہا پر لات مار دینا، صداقت کے لئے مال و دولت وطن عزیز، خویش و اقارب کو خیرباد کہہ دینا، صداقت کے لئے پیاری اور قیمتی جان قربان کر دینا اُن مقربین بارگاہ الٰہی کا خاصہ ہے جن کے دلوں کے اندر خدا ہی خدا بستا ہے۔ اور وہ دنیا کے اندر رہتے ہوئے بھی دنیا سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ سب کچھ آستانہ الٰہیہ پر قربان کر دیتے ہیں۔ اور اس میں ان کو انتہائی لذت اور غایت درجہ کا حظ محسوس ہوتا ہے۔ اور اس کو وہ اپنی زندگی کا ماحصل اور مآل سمجھتے ہیں ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

افغانستان کی ممیز و ممتاز ہستی

اگرچہ افغانستان کی جماعت .... کا ہر فرد اپنے ایمان و عرفان، اپنے صدق و ثبات میں اپنی نظیر آپ تھا مگر ان سب میں ایک ہستی خاص طور پر ممتاز و ممیز نظر آتی ہے۔ اور وہ حضرت صاحبزادہ معظم مولٰنا سید عبداللطیف علیہ الرحمۃ کی کوہ وقار ہستی تھی جس نے اپنے ایمان، اپنی استقامت اور اپنے صدق قدم کی وہ عظیم الشان مثال قائم کی کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ وہ کوئی معمولی انسان نہ تھا۔ وہ نہ صرف اپنے علاقے ..... کا رئیس اعظم تھا بلکہ سر آمد علمائے زمان تھا۔ وہ ایک بہت بڑا فاضل فقیہ اور محدث تھا وہ تقویٰ و طہارت، فہم و فراست دانش و بینش، علم و عرفان پر یگانہ روزگار تھا وہ صاحب کشف و کرامت تھا۔ اور خدا نے اس کو باطنی آنکھ اس قدر تیز اور دور بین عطا کی تھی کہ عقل انسانی حیران رہ جاتی تھی۔ سرزمین کابل میں اس کی ولائت مُسلّم اور اس کی بزرگی متحقق تھی۔ ہزاروں کو اس سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ اور ہزاروں اس کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ خود امیر کابل اس بزرگ انسان سے کمال درجہ کی عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کو سرتاج علمائے کابل مانا جاتا تھا۔ اور تاج پوشی کے وقت آپ کے تقدس کے پیش نظر امیر کے سر پر آپ کے ہاتھوں ہی تاج پہنایا گیا تھا۔

سلسلہ احمدیہ سے صاحبزادہ صاحب کا تعارف

اتفاقاً حضرت اقدس امام وقت کی تصانیف صاحبزادہ صاحب کی نظر سے بھی گذریں۔ چونکہ پاک باطن، تقویٰ شعا

اور باخدا انسان تھے۔ جوں جوں کتابیں پڑھتے گئے۔ حضرت کی صداقت دل پر نقش ہوتی گئی۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک مرید سے کہا۔ کہ مجھے کشفی طور پر واضح ہو گیا تھا۔ کہ یہ زمانہ کسی بہت بڑے مجدد کے ظہور کا ہے

ورو بہا تیرہ شد یا شد کہ از غیب
چراغے برکند خلوت نشینے ،

جب حضرت مرزا صاحب کی کتب پڑھیں تو یقین ہو گیا کہ وہ مجدد اعظم یہی شخص ہے جس کو خدا نے اس زمانہ میں ہدایت خلق اور تجدید دین کے لئے بھیجا ہے جب ہر صدی میں مجدد آتے رہے ہیں تو پھر اس صدی میں جس میں اس قدر فتن پھیل چکے ہوں کیوں کوئی مجدد نہ آئے

برہر صدی مجدد تازہ پدید آید ،
ایں عادت مسلسل تا ایں زماں بیاید

مجدد وقت سے ملاقات کیلئے بے چینی

اب جناب صاحبزادہ صاحب حضرت سے ملاقات کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ اور دل ہی دل میں کہتے تھے کہ وہ دن کب آئے گا جب ہم دیار حبیب میں پہنچ کر شرف زیارت اور بیعت سے مشرف ہوں گے۔

دل خرابی میکند دلدار را آگاہ کنید ،
زینہار اے دوستاں جانِ من و جانِ شما

ظاہرہ حالات مانع تھے مگر دل میں یقین تھا کہ آخر آستانہ محبوب پر حاضری نصیب ہو گی ؎

ہر چند دورم از تو کہ دور از تو کس مباد
لیکن امید وصل توام عنقریب ہست

دیار حبیب پر حاضری اور امام وقت کی شناخت

امیر سے حج کرنے کی اجازت لے کر پہلے آپ قادیان پہنچے ؎

از سر کوئے تو رفتن نتوانم گامے
ورنہ اندر دلِ بیدل سفرے نیست کہ نیست

حضرت اقدس کو جناب صاحبزادہ صاحب کی آمد کی اطلاع ہوئی۔ حضور بکمال خوشی و خرمی سے باہر تشریف لائے۔ ابھی چند قدم دور ہی تھے کہ صاحبزادہ صاحب کی نظر چہرہ مبارک پر پڑی۔ ایک بجلی سی دل و دماغ میں تیر گئی۔ اور پکار اٹھے سبحان اللہ۔ یہ تو وہی بشرہ ہے جس کا ذکر نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے خوبصورت گندمی رنگ، سیدھے بال، بلند روشن پیشانی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی غسل کر کے تشریف لائے ہیں۔ اور پانی کے قطرے موتیوں کی طرح بالوں سے ٹپک رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ گویا کونین کی دولت مل گئی۔ ...... زہے قسمت! خوش نصیب مہدی وقت، مسیح زمان، منظور خدا، محبوب مصطفٰے جس کی صدیوں سے انتظار تھی، جس کی زیارت کی حرارت ہزار ہا انسان اپنے ساتھ قبروں میں لے گئے ہاں وہی عظیم الشان ہستی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ؎

پاک بیں از نظر پاک بمقصود رسید
احوال از چشم دوبیں در طمع خام افتاد

صدق خلوص کے دلنشین مناظر

پھر دونوں طالب و مطلوب آپس میں اس طرح ملاقی ہوئے جس طرح دو دریا پورے جوش و خروش سے بہتے بہتے آپس میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں

ع:- تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

دونوں کے چہرے پر انوار سماوی کی بارش ہو رہی تھی۔ طالب ہزار جان سے مطلوب پر فدا ہو رہا تھا اور مطلوب طالب کے خلوص کو دیکھ کر پھولا نہیں سماتا تھا ؎

قلم را آں زباں نبود کہ شرح شوق گوید باز
ورائے از حد تقریر است شرح آرزومندی

سلام مسنون اور مصافحہ کے بعد جو گفتگو ہوئی وہ بھی کمال محبت و اشتیاق کے جذبات میں سموئی ہوئی تھی۔ حضرت اقدس کا کلام معجز نظام سن کر صاحبزادہ صاحب کا قلب صافی شعاع ایمان سے چمک اٹھا

فنافی الشیخ کے مقام پر

عقیدت بھرا دل تو لے کر آئے ہی تھے۔ اب جو ملاقات سے شرف اندوز ہوئے اور اخلاق کریمانہ بچشم خود ملاحظہ کئے اور کلام حکیمانہ اپنے کانوں سے سنا تو عقیدت اور ارادت نقطۂ کمال کو پہنچ گئی۔ اور دل و جان سے حضرت پر قربان ہو گئے۔ اگرچہ نور الدین محمد احسن، عبد الکریم، کمال الدین اور محمد علی جیسے عشاق تو پہلے ہی موجود تھے مگر امام مہدی کا یہ عاشق زار اپنے عشق و محبت میں شاید سب سے آگے نکل گیا

اے فخر امم قرب تو معلوم شد
دیر آمدۂ از راہِ دور آمدۂ ،

صوفیائے کرام میں فنافی الشیخ جس مقام کا نام ہے اس کا صحیح اطلاق اگر کہیں مل سکتا تھا تو یہاں ہی مل سکتا تھا۔ واللہ خبیر۔

حضرت خود فرماتے ہیں:-

"جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوا" الخ (تذکرۃ الشہادتین)

حضرت اقدس کی تقاریر

حضرت صاحب اوقات متعینہ یعنی پانچوں نمازوں کے وقت مسجد میں تشریف لاتے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کمال عقیدت و محبت سے حضور کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ طور پر تشریف رکھتے۔ جس طرح شاگرد استاد کے سامنے اور مرید مرشد کے سامنے بیٹھتا ہے اور حضور کے کلمات طیبات سے مستفیض ہوتے۔ چونکہ صاحبزادہ صاحب اردو کی بہ نسبت، فارسی زیادہ آسانی سے سمجھتے تھے اس لئے حضرت بعض اوقات فارسی میں بھی تقریر فرماتے۔ یہ تقریریں کافی لمبی ہوتی تھیں اور حقائق و معارف سے لبریز۔ ان تقاریر میں حضور اپنے دعوے کے دلائل پر مبسوط بحث فرماتے۔ اور ہر مسئلہ پر کما حقہٗ روشنی ڈالتے۔ ان میں سے بعض کا ذکر کتاب تذکرۃ الشہادتین میں پایا جاتا ہے حضور کی تقریر دلپذیر کا ہر ہر لفظ صاحبزادہ صاحب کی دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا۔ اور وہ ایسا محسوس کرتے کہ گویا انوار سماویہ کے سمندر میں تیر رہے ہیں۔ یہ اہل اللہ کا رنگ ہے۔ جہلا کے نزدیک حقائق و دلائل کیا قدر و قیمت رکھتے ہیں ؎

قدرِ زر زرگر بداند، قدرِ جوہر جوہری
قدر علم و عقل و عرفاں چیست پیشِ ابلہاں

ایک دفعہ حضور نے فرمایا:-

"ماسوا اس کے قرآن شریف کی رو سے یہ امت خیر الامم کہلاتی ہے۔ پس اس کی اس سے زیادہ بے عزتی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ یہودی بننے کے لئے تو یہ امت ہو مگر عیسیٰ باہر سے آئے اگر یہ سچ ہے کہ کسی زمانہ میں اکثر علماء اس امت کے یہودی بن جائیں گے یعنی یہود صفت ہو جائیں گے تو پھر یہ بھی سچ ہے کہ ان یہود کے درست کرنے کیلئے عیسیٰ باہر سے نہیں آئے گا۔ بلکہ جیسا کہ بعض افراد کا نام یہود رکھا گیا ہے ویسا ہی ان کے مقابل پر ایک فرد کا نام عیسیٰ بھی رکھا جائیگا۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

دل کو کھا جانے والی دلیل

یہ کیسی دل کو کھا جانے والی دلیل ہے میں نے اس دلیل کا اس لئے یہاں ذکر کیا ہے کہ میں جن دنوں میں نگروں میں تھا ایک دن نواب صاحب جہانگیر میاں مرحوم کے پرائیویٹ سیکرٹری مجھے ملے باتوں ہی باتوں میں کہنے لگے کہ آجکل میں نواب صاحب کو مرزا صاحب کی فلاں کتاب پڑھ کر سنایا کرتا ہوں، اس کتاب میں یہ دلیل سن کر کہ "یہود تو یہ امت بنے اور عیسیٰ باہر سے آئے"، نواب صاحب بہت ہی خوش ہوئے اور عش عش کر اٹھے۔ اور کہنے لگے کہ واقعی یہ بات بہت ہی عجیب ہے کہ یہودی بننے کے لئے تو یہ امت ہو مگر عیسیٰ باہر سے آئے۔ غرضیکہ اس قسم کے بیسیوں دلائل تھے جو حضرت نے اپنے دعاوی کی تائید میں صاحبزادہ صاحب سے بیان فرمائے۔ جن سے صاحبزادہ صاحب کے علم میں بہت اضافہ ہوا۔

احباب جماعت سے ملاقاتیں

مہمان خانہ میں جہاں صاحبزادہ صاحب مقیم تھے

(باقی بر صفحہ ۱۰)

سچّی باتیں

چاند کا سفر! چاند کے سفر کی تیاری کرنے والے سائنسدانوں کی جو سالانہ کانفرنس حال میں روم میں ہوئی تھی اس کی کارروائی کی تفصیلات سے تو ہم آپ کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ البتہ اس کا اتنا جزو تو ضرور روزناموں کی وساطت سے آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ حافظہ میں رہ گیا ہو کہ

"جرمن سائنسدان پروفیسر لتانگر نے آئنسٹائن کے نظریہ اضافت کا حوالہ دیکر سامعین کو یاد دلایا کہ زمین کے گرد کے کرۂ ہوائی کو طے کرنے کے بعد ایتھر کی خلا میں پہنچ کر وقت کا معیار اس قدر بدل جاتا ہے۔ کہ وہاں کا ایک سکنڈ ہمارے ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔ اور وہاں پہنچ کر ہمارے زمینی سال سکنڈوں میں ختم ہوتے ہیں۔ اور وہاں کا ایک دن زمینی انسانوں کے اوسط عمر کے برابر ہوتا ہے۔ اس لئے چاند کا سفر کرنے والوں کے دو دن بھی اگر خلائے سفر میں صرف ہوئے تو زمینی معیار سے گویا دو عمروں کی مدت صرف ہو جائیگی"

ریاضیات و فلکیات کے جن دلائل سے یہ نتیجے نکلے ان سے یہاں بحث نہیں، — ہمارے آپ کے کام کی چیز صرف یہ نتائج ہیں جن سے سب ماہرین سائنس متفق رہے کسی نے اختلاف نہ کیا۔ وقت یا زمان، جس کا وجود ہم سب سے زیادہ یقینی، قطعی اور مطلق سمجھتے تھے اور اسی کو دوسری چیزوں کا معیار رکھتے تھے۔ وہ خود کس درجہ اضافی اور کتنا ناقابل اعتبار نکلا۔ یہ حال اسی عالم، اسی کائنات مادی کی ایک دوسری فضا کا نکلا۔ کہ وہاں کا ایک مہینہ نہیں، ہفتہ نہیں، دن نہیں، گھنٹہ نہیں اور حد ہے کہ منٹ بھی نہیں کل ایک سکنڈ۔ ہمارے بارہ مہینے اور ۳۶۵ دن والے پورے سال کے برابر — اس کے بعد اس میں کچھ بھی حیرت، کوئی شائبہ استبعاد بھی باقی رہ جاتا ہے۔ کہ جب یہ موجودہ نظام عالم ہی سرے سے مع اپنے مکان و زمان کے سارے طبعی و مادی قانونوں اور ضابطوں کے درہم وبرہم ہو چکے گا۔ اور اس کی جگہ آخرت کا ایک تمام تر نیا اور انوکھا نظام تکوینی برپا ہوگا تو اس فردائے قیامت کا ایک ایک پل اہل شر و ظلمت کو یہاں کے سیکڑوں اور ہزاروں سال کے برابر محسوس ہوگا۔ اور وہاں کا پہاڑ کا سا دن کسی طرح کاٹے نہ کٹے گا۔ سطحی و سطحی نظر رکھنے والا جلد باز بندہ کتنی ناسمجھی سے آخرت و حشر، جنت و جہنم سے متعلق ایک سچے اور بے انتہا علم و دانش رکھنے والے کی لائی ہوئی خبروں کی تکذیب و انکار یا شک و بے یقینی کی جرأت کر رہا ہے۔ اور ذرا نہیں سوچتا کہ جن معیاروں اور جن پیمانوں پر اسے اتنا غرہ ہے خود انہیں کی کیا بساط و حقیقت ہے۔ اور انہیں کو کیا ثبات و پائیداری حاصل ہے

سوچنے کی آخری گھڑیاں! لکھنؤ کے ایک شیعہ ہفتہ وار کے کالموں میں ایک مضمون نگار کے قلم سے :-

"شاید آپ حیرت سے انگشت بدندان ہو جائیں جس وقت یہ سنیں کہ ایک شیعہ خاندان کا لڑکا جس نے صوبہ متوسط کے کسی قصبہ یا دیہات میں پرورش پائی اور وہ آج نویں درجہ میں ہے اس کو الہ آباد آنے کا اتفاق ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ مسجد چلوگے؟ تو اس نے جواب دیا ہاں۔ جہاں پوجا ہوتی ہے۔ اس کے عزیز ماسٹر صاحب نے کہا اچھا بتاؤ مسجد میں کس کی مورتی ہوتی ہے شیو جی کی یا وشنو جی کی؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے مسجد دیکھی نہیں ہے ابھی اس لئے کیا بتاؤں۔ دیکھ کر بتا سکتا ہوں بس کتاب میں پڑھا ہے کہ مسلمان لوگ اسمیں بھگوان کی پوجا کرتے ہیں"

سوال یہاں شیعہ سنی یا کسی خاص فرقہ کا نہیں بھارت کے سارے ہی مسلمانوں کا ہے سرکاری اور نیم سرکاری ہر قسم کی اعلیٰ اور ادنےٰ درسگاہوں کا جو حال ہو رہا ہے بالکل ظاہر ہے ہندو تہذیب اور ہندو عقائد کی جو زبردست لہر دوڑائی جا رہی ہے اس کے اثر سے کون بچہ محفوظ رہ سکتا ہے اور ۸، ۹ سال سے برابر یہی اندھیر مچا ہوا ہے مسلمان اگر اب بھی نہ چونکیں گے۔ اور سوچ سمجھ کر اپنے لئے ایک مخصوص تعلیمی ماحول نہ پیدا کر لیں گے تو آخر کس دن سوچیں گے؟ نئی نسل جو تیار ہو رہی ہے اس میں تو اس ضرورت کا احساس ہی سرے سے باقی نہیں رہے گا۔ (صدق جدید)

نقد و نظر

بہائی شریعت اور اُس پر تبصرہ

مصنفہ مولوی ابوالعطا جالندھری، ناشر مکتبہ الفرقان ربوہ۔ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے

مولوی ابوالعطا صاحب جالندھری نے اس کتاب کو شائع کر کے ان لوگوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ جنہیں بہائی شریعت کی افضلیت کا یقین دلایا جاتا ہے۔ لیکن اصل شریعت کبھی دکھائی نہیں جاتی۔ بہائی تحریک ہمیشہ اس بات کی دعویدار رہی ہے۔ کہ بہاء اللہ نے جو شریعت دنیا کو دی ہے وہ قرآن سے بدرجہا افضل ہے۔ لیکن جب اس تحریک کے حامیوں سے اس شریعت کا مطالبہ کیا جائے تو بغلیں جھانکنے کے سوائے انہیں چارہ نہیں ہوتا کیونکہ بہائی شریعت کو عام طور پر شائع کرنا ان کے ہاں منع ہے۔ مولوی ابوالعطا صاحب کا دعوےٰ ہے۔ کہ انہوں نے عراق سے بڑی جدوجہد کے بعد ایک دوست کی معرفت اس شریعت کا (جسے کتاب اقدس کا نام دیا جاتا ہے) ایک نسخہ حاصل کیا اور مطبع احمدیہ کبابیر جبل الکرمل فلسطین میں اسے طبع کرا دیا۔ اسی کو انہوں نے اپنے تبصرہ کے ساتھ مذکورہ عنوان کتاب میں اس چیلنج کے ساتھ شائع کیا ہے کہ

"اگر بہائی جماعت یہ ثابت کر دے کہ ہماری شائع کردہ اقدس اصل نہیں ہے تو اسے یک صد روپیہ بطور انعام دیا جائے گا"

یہ شریعت کیا ہے اور قرآن کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت ہے یہ ایک الگ موضوع ہے جس پر کسی دوسری فرصت میں غور کیا جا سکتا ہے۔ مولوی ابوالعطا صاحب نے جو تبصرہ اس پر کیا ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ بہائی فتنہ کس طرح اور کہاں سے پیدا ہوا۔ اور بہائی شریعت کے جو فی الحقیقت آسمانی شریعت نہیں نفاذ کے اسباب و علل کیا تھے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ جب سید علی محمد باب کے دعوےٰ امام غیب ہونے پر شیعہ علما نے ان پر کفر کے فتوے دلگائے تو بابیوں نے جن میں مرزا حسین علی نوری اور قرۃ العین ام سلمیٰ مشہور ترین افراد تھے ۱۲۶۴ھ ہجری میں علاقہ خراسان میں بدشت کے صحرا میں ایک خاص کانفرنس کی۔ اور علما سے انتقام کے لئے یہ تجویز ٹھیری کہ اسلامی شریعت کو منسوخ قرار دیا جائے۔ اس بنا پر اسلامی شریعت کو منسوخ کر کے بہائی شریعت بنائی گئی۔ جو ابھی تک پردہ خفا میں ہی پڑی ہے اور یہی بقول مولوی ابوالعطا صاحب اس کی ناکامی کی سب سے بڑی دلیل ہے

کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت مفید اور بہائی مذہب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے قابل مطالعہ ہے۔ مکتبہ الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے طلب کیجئے۔

بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے

مصنفہ مولوی ابوالعطا جالندھری ناشر مکتبہ الفرقان ربوہ قیمت مجلد دو روپیہ آٹھ آنہ

اڑھائی صد صفحہ کی مجلد کتاب میں جو بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالات پر مشتمل ہے بابیت اور بہائیت کے بارہ میں بہت سی مفید معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ ان مقالات کے عنوان حسب ذیل ہیں :-

(۱) بابی اور بہائی تحریک کی تاریخ۔
(۲) بہائیوں کے عقائد اور تحریک احمدیت۔
(۳) جناب بہاء اللہ کے دعوےٰ کی نوعیت۔
(۴) قرآنی شریعت دائمی ہے اسے مختص الزمان قرار دینا غلط ہے۔
(۵) قرآنی شریعت۔ اور بہائیوں کی مزعومہ شریعت کا موازنہ،

ان مقالات سے بہائی تحریک کے سمجھنے اور اسلامی تعلیمات سے اس کا موازنہ کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مصنف کا دعوےٰ ہے کہ ان مقالات میں بابیوں اور بہائیوں کی اصل کتابوں کے حوالے نقل کئے گئے ہیں۔ کتاب اپنے موضوع اور مضمون کی جامعیت کے لحاظ سے نہایت مفید اور قابل قدر ہے۔ کاغذ، کتابت اور طباعت عمدہ ہے مکتبہ الفرقان ربوہ ضلع جھنگ سے طلب کیجئے۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

ایک مولوی صاحب کو "ضرورت حدیث" دی گئی

۱۷ ستمبر بروز پیر:

ظہر سے پہلے السید ارشاد حسین صاحب رضوی اور عبدالقادر ڈلمن کے ساتھ مولوی ابوبکر صاحب شبلی برائے ملاقات تشریف لائے۔ آپ سکھر کے باشندہ ہیں علم عربی کی مزید تحصیل کے لئے بغداد آئے ہوئے ہیں۔ یہاں سید جلیل صاحب پی۔ اے سفیر پاکستان کے گھر قیام ہے۔ مشہور علامہ استاذ السید تقی الدین ہلالی سے پڑھ رہے ہیں۔ خود بھی کئی کتابوں کے مؤلف ہیں اردو اور سندھی میں کتابیں لکھی ہیں۔ میرے متعلق مسعود عالم ندوی مرحوم کے "دیار عرب میں چند ماہ" میں پڑھ چکے ہیں۔ لکھتے تھے۔ اور بھی چند اخبارات وغیرہ میں پڑھا ہے۔ تقریباً نصف گھنٹہ ملاقات رہی۔ دوران گفتگو میں مؤتمر دمشق اور مسئلہ کشمیر کا ذکر بھی آیا۔ انہوں نے بتلایا کہ بوجہ مؤتمر دمشق مولانا حسن علی ندوی اور مولانا مودودی صاحب کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہو گیا ہے جس کا ذکر رسالہ الفرقان لکھنؤ میں آیا ہے۔ منکرین حدیث کا ذکر آیا۔ انہوں نے بتلایا کہ اس اہم مسئلہ پر مولانا حسن علی ندوی اور کسی مودودی جماعت کے بزرگ نے وضاحت سے لکھا ہے میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ نے جماعت احمدیہ لاہور کے حالیہ امیر مولانا صدرالدین صاحب کی کتاب "ضرورت حدیث" دیکھی ہے؟ جواب نفی میں ملا۔ بغرض مطالعہ کتاب مذکور دی۔ انشاءاللہ اس کتاب قیمہ سے ضرور مستفید ہوں گے۔

ماریشس میں ایک قدیم تبلیغی وفد

۱۸ ستمبر بروز منگل۔

اخبار صدق جدید ۱۵ جون ۱۹۵۶ء میں ایک خبر ہے کہ پاکستان سے ایک تبلیغی جماعت زیر رہنمائی مولانا موسےٰ سورتی صاحب افریقہ گئی۔ اور پورٹ لوئس ماریشس کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا ہے اس خبر کو پڑھ کر دل کو سرور حاصل ہوا۔ کہ اب خدا کے فضل سے غیراز جماعت احباب بھی اس نیک کام کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں لیکن ساتھ ہی خیال آیا۔ کہ یہ مقدس تبلیغ اسلام کا کام تو بغیر امام وقت کے دامن سے وابستہ ہوئے ممکن نہیں، کئی تحریکیں ہماری آنکھوں کے سامنے ایک طوفان بن کر اٹھیں، لیکن کچھ عرصہ فضا کو غبار آلود کر کے ختم ہو گئیں۔ ڈر ہے کہ اس تبلیغی جماعت کا بھی یہی حشر نہ ہو اسی لئے شناخت امام وقت کی غرض سے بذریعہ ڈاک مندرجہ ذیل رسالے بھیجوائے۔ (۱) کویسٹ آفر گاڈ (۲) نماز اور ترقی کی تین راہیں (۳) دو تقریریں (اسلامی جہاد اس زمانہ اور ہر زمانہ کے لئے) ممکن ہے یہ تبلیغی جماعت ان رسالوں سے نصیحت پکڑے اور راہ راست پر گامزن ہو کر امر بالمعروف کے فرائض بجا لائے۔

احمدی لٹریچر سے عیسائیوں میں تزلزل

۲۲ ستمبر بروز سنیچر

سویرے گھر پر استاذ السید شاکر سماره مع اپنے ایک بھانجے کے تشریف لائے۔ نصف گھنٹہ بیٹھے۔ بتلایا کہ سلسلہ کی کئی ضخیم کتب ان دنوں عیسائیوں کے اعلیٰ مبشرین و مبشرات کے ہاتھوں میں گھوم رہی ہیں۔ کتاب قیمہ جیسس ان ہیون آن ارتھ نے تو انہیں ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ دو ایک اعلیٰ پایہ کے مبلغین مسیحیت سے استاذ موصوف کی بالمشافہ بھی گفتگو ہوئی۔ ان باتوں سے دل خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ استاذ موصوف کو جزائے خیر دے اور علمائے سلسلہ کو مزید لٹریچر پیدا کرنے اور اہل ثروت حضرات کو اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دنیا یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً کے دلکش نظارہ سے متمتع ہو۔ رات طبیعت خراب رہی۔ جو اللہ کو منظور۔

تقسیم لٹریچر

۲۵ ستمبر بروز منگل

حضرت الاستاذ السید علی محمد سرطاوی کو کتاب اولی خلافت اور جناب سید صفدر علی صاحب پاکستانی ہوٹل کے لئے پیغام صلح ۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴ و مدینہ کے تین پرچے اور رسالہ جماعت قادیان اور ہر مسلمان کیلئے لمحہ فکریہ اور زمانہ کے امام کو پہچانو بدست سید کامل بھجوایا قبل الظہر جناب ابوبکر شبلی صاحب گھر تشریف لائے "ضرورت حدیث" پڑھ کر واپس کی۔ آج انہیں "غلبۂ قرآن" تالیف حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ دیا۔ نیز ثقافتہ الہند کا تازہ نسخہ بھی۔ پون گھنٹہ بیٹھے علمی و دینی باتیں ہوتی رہیں سلسلہ کا تذکرہ بھی آیا۔ معلوم ہوا جماعت ربوہ کا لٹریچر پڑھا ہوا ہے۔ ہمارے لٹریچر سے بالکل واقف نہیں سوائے حضرت امیر مرحوم کی چند علمی کتابوں کے۔ جو مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ خود مودودی جماعت میں شامل نہیں ہاں ان کا لٹریچر پڑھا ہوا ہے۔

صحت کی نازک حالت

۶ اکتوبر بروز سنیچر

پچھلے چھ سات روز بہت سخت علیل رہا۔ دو تین مرتبہ تو کلمہ شہادت بھی پڑھ لیا اور ظن غالب کہ وقت رحلت آ گیا۔ ہوش و حواس ٹھکانے نہیں ہیں ڈاکٹری علاج جاری ہے احباب کی دعائیں بھی کام کر رہی ہیں۔ بحری ڈاک سے پیغام صلح ۳۵ تا ۲۵ ملے۔ اکثر احباب عیادت کے لئے گھر پر آ رہے ہیں۔ آج یہ چند سطور لکھنے کے قابل ہوا ہوں۔ دماغی کمزوری بہت بڑھ گئی ہے آنکھوں کی بصارت میں بھی کمی آگئی ہے۔ جو اللہ میاں کو منظور۔

مسجد برلن میں دعا

برلن سے جناب برکات احمد صاحب ملحق الصحافی سفارت ہندیہ انقرہ کا خط ملا۔ آپ رخصت پر برلن و یورپ کی سیاحت پر گئے ہیں لکھتے ہیں:

"قادری صاحب قبلہ آج مسجد برلن دیکھی دو رکعت نفل نماز پڑھ کر آپ کیلئے دعا کی خدا آپ کو صحت عطا فرمائے"

عزیزم برکات احمد صاحب کی یاد اور دعا کا شکریہ۔

چودھویں صدی کی سب سے بڑی مذہبی تحریک

(بقیہ از صفحہ ۸)

احباب کا ایک جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ لوگ آپ سے ملاقات کر کے اور آپ کے معارف و حقائق سن کر بہت خوش ہوتے۔ باہر کی جماعت کو جب آپ کی قادیان میں تشریف آوری اور قیام کے متعلق علم ہوا۔ تو وہاں سے بھی بعض احباب آپ سے ملنے کیلئے تشریف لاتے اور آپ کی صحبت سے مستفیض ہوتے بعض احباب کا بیان ہے کہ انہوں نے اس دوران میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے بعض خوارق بھی ملاحظہ کئے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ گذشتہ جمعرات کو بعزم ملتان اور وہاں سے اراضی سندھ اور کراچی کا دورہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور ابھی اس دورہ سے واپس تشریف نہیں لائے۔

— محترم ڈاکٹر عطاءاللہ صاحب جو حال ہی میں راولپنڈی سے ملتان تبدیل ہو گئے تھے اب پھر ملتان سے اسسٹنٹ ڈائرکٹر میلتھ سروسز کے عہدہ پر راولپنڈی تشریف لے آئے ہیں۔

— ایبٹ آباد سے عبدالحکیم خان صاحب لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور بزرگان سلسلہ عالیہ کی دعاؤں کی برکت سے میرے بھائی صاحب ایک مقدمہ سے بری ہو گئے ہیں۔ اس خوشی میں مبلغ پندرہ روپیہ اشاعت اسلام فنڈ کے لئے فنانشل سیکرٹری صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیئے ہیں" جزاہ اللہ خیراً۔ اسی خط میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ موضع لگہ ولہ ضلع پشاور کے احمدی احباب کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ م۔ ہ

اسلام اور صف بندی

محمد سلطان نظامی صاحب

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

فرعون بھی صف بندی کا پابند تھا

فرعون حالانکہ بے دین تھا۔ سرکش اور ظالم تھا مگر پھر بھی وہ صف بندی کا قائل تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ صف بندی کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ چنانچہ جس وقت اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگروں کو بلایا تو اس نے جادوگروں اور اپنے حواریوں کو صف بند ہونے کا حکم دیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ذیل کے الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

فاجمعوا کیدکم ثم ائتوا صفا وقد افلح الیوم من استعلیٰ ؁ (طٰہٰ ۲۰: ۶۴)

"سو اب تم مل کر اپنی تدابیر کا انتظام کرو۔ پھر صف بند ہو کر مقابلہ میں آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہوا"

کائنات قدرت کی ہر چیز صف بندی کی پابند ہے

خالق کائنات نے کارخانۂ قدرت کی خوبصورتی کا راز بھی صف بندی اور قطار بندی میں مضمر رکھا ہے جب ہم رات کو آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو کروڑ در کروڑ ستارے و سیارے صف در صف اور قطار اندر قطار آویزاں اور درخشاں نظر آتے ہیں۔ یہ سب اپنی اپنی صف اور قطار کے اندر گھوم پھر رہے ہیں مجال نہیں کہ کوئی کسی دوسرے سے ٹکرائے۔ ان ستاروں کی صف بندی کیا پیاری اور بھلی معلوم ہوتی ہے اور جس دن آسمان ابر آلود ہو اور ستارے چیدہ چیدہ اور بکھرے بکھرے نظر آئیں تو آسمان کی خوبصورتی میں فرق آجاتا ہے۔

سمندر اور دریاؤں کو لیں وہاں بھی آپ کو نظر آئیگا کہ وہیل مچھلی سے لے کر چھوٹی چھوٹی مچھلیوں تک صف درصف اور قطار اندر قطار تیرتی پھرتی ہیں۔ ان کی یہ صف بندی کیا بھلی اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

صبح کے وقت آسمان پر پرندے قطار اندر قطار اڑتے پھرتے کیا بھلے معلوم ہوتے ہیں جنگل میں ہاتھی سے لے کر چیونٹی تک صف بندی کے پابند ہیں۔ الغرض کائنات قدرت کی ہر چیز صف بندی کی پابند ہے۔ مگر صف شکنی کا مرتکب ہے تو انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا ہے۔

طوعاً و کرھاً انسان بھی صف بندی کی پابندی کرتا ہے

بعض وہ نیک و صالح انسان ہیں جو بوقت نماز نہایت احترام سے صف بندی کی تکمیل کرتے ہیں۔ بازار میں چلتے پھرتے سودا سلف خریدتے قطار بندی پر قائم رہتے ہیں دنیاوی زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی پابندی کو فرض سمجھتے ہیں۔

لیکن بعض وہ ہیں جو ہمہ آن صف شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کہیں تو کسی حادثہ کے بعد ان کے ذہن میں اس کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ پولیس ان کے چالان وغیرہ کر کے یا ڈنڈے کے زور سے صف بندی کی پابند بناتی ہے۔ اور جو بالکل ہی سرکشی اختیار کر لیتے ہیں موت کی آغوش میں سوتے ہیں انہیں مجبوراً صف بندی کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ اس کا نظارہ ہمیں قبرستان میں نظر آتا ہے۔ ہماری قبریں بھی صف درصف اور قطار اندر قطار بنائی جاتی ہیں۔ کم از کم یہ نظارہ تو ہمارے لئے عبرت انگیز ہونا چاہیئے۔ اور پھر قیامت کے روز بھی جب ہمیں دوبارہ زندگی مرحمت فرمائی جائے گی۔ خالق کائنات کے حضور ہمیں صف درصف پیش کیا جائے گا۔ جس کے شاہد ذیل کے الفاظ ربانی ہیں :۔

ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ وحشرنٰھم فلم نغادر منھم احدا ؁ وعرضوا علیٰ ربک صفا

(کہف ۱۸: ۴۸)

"جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور تو زمین کو چٹیل میدان دیکھے گا اور ہم انہیں اکٹھا کریں گے۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی پیچھے نہ چھوڑیں گے۔ اور سب کے سب تیرے رب کے حضور صف باندھ کر پیش کئے جائیں گے۔"

قیامت کو تمام ذی ارواح اور فرشتے صف در صف پیش کئے جائیں گے

یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا ؁

(النبا ۷۸: ۳۹)

جس دن تمام ذی ارواح اور فرشتے خدا کے حضور صف بستہ (خشوع وخضوع کے ساتھ) پیش ہوں گے اس دن کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمٰن (بولنے کی) اجازت مرحمت فرمائے۔

دنیا کی ہر چیز اور مخلوق صف بندی کی پابند ہے لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ وہ اس کی پابندی سے اجتناب کرتا ہے۔ حالانکہ صف شکنی سے ہمیشہ اسے ہی . . . کئی ایک مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اب بھی اس کا مرتکب ہونے کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے۔

رسول اکرم صلعم نے مسلمان کو دینی و دنیاوی ترقیات کے معراج کمال تک پہنچانے کے لئے اسے پنجوقتہ نماز کی پابندی کا حکم دیا۔ اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ صف بندی اور اس کی تکمیل کو اس کا جزو اہم سمجھا جائے۔ صف بندی ہم میں اخوت، محبت، تنظیم، اتحاد، خلوص اور تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ دشمن کو دوست بناتی ہے۔ ملک و قوم اور رنگ ونسل کی تمیز کا قلع قمع کر کے نسل انسانی کو ایک ہی صف میں کھڑا کرتی ہے۔ غلام و آقا، ماتحت و افسر، امیر و غریب پیر و مرید، اسلئے وادستے سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔ کہ ہم سب آدم ہی کی اولاد ہیں اور ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا اور اپنے اعمال کی جزا و سزا کے لئے اسی کے حضور ہم نے واپس جانا ہے۔

خدا ہم سب کو توفیق دے۔ کہ ہم صف بندی کو ایک فرض سمجھتے ہوئے اس کی تکمیل کے لئے کوشاں رہیں اور صف شکنی کو لعنت سمجھتے ہوئے اس کے ارتکاب سے بچیں۔

خطبہ جمعہ (بقیہ صفحہ ۵)

منکرین خلافت کے لئے وعید

آخر میں ایک وعید بھی فرمایا ہے ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفسقون جو اس خلافت کے قائم ہو جانے کے بعد ناشکری کرے وہ فاسق ہے دیکھو یہ خدا کا وعدہ ہے فلن یخلف اللہ وعدہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے کبھی خلاف نہیں کرتا۔ لیکن جو شخص اس کے وعدہ سے انکار کرے گا وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے گا۔ غور کیجئے۔ کیا مسلمانوں نے آج مجدد وقت کا انکار کر کے اس کا خمیازہ نہیں اٹھایا یقیناً اٹھایا ہے۔ آج اوپر سے نیچے تک سب رشوت، دغا فریب اور بلیک چل رہا ہے خدا کا شکر ہے کہ احمدی قوم اس وقت تک ان چیزوں سے بچی ہوئی ہے۔ وہ دوسروں سے بہت حد تک متمیز ہیں سوچنے کی بات ہے۔ آخر احمدی بھی انہی لوگوں میں سے ہیں۔ یہ چیز کس نے ان میں پیدا کی۔ اسی مامور نے جس کا انکار کر کے آج یہ لوگ اس حالت کو پہنچ گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

ہمارا دوہرا فرض

بہرحال ہم پر دوہرا فرض ہے ایک یہ کہ اس معیار پر جو

رفتارِ عالم

— مصر میں اسرائیل اور برطانیہ و فرانس نے جو جنگ شروع کر رکھی تھی وہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے دباؤ اور تہران میں چار ممالک (پاکستان، ایران، عراق اور ترکی) کی کانفرنس کے زور دینے اور روس کی اس دھمکی کی وجہ سے کہ اگر جنگ بند نہ کی گئی۔ تو وہ مشرق وسطیٰ میں مصر کی حمایت میں فوجیں بھیجے گا تینوں حملہ آور ممالک کو جنگ بند کر دینی پڑی۔ اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک بین الاقوامی فوج بنا لی ہے۔ جو مشرق وسطیٰ میں قیام امن کی ذمہ دار ہو گی۔ مصری حکومت نے حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ کہ اس نے دوران جنگ میں مصر کی امداد کرنے اور جنگ بند کرانے میں نمایاں حصہ لیا ہے اور کہا ہے کہ جنگ اسی وقت بند سمجھی جائے گی۔ جب مصر سے تمام غیر ملکی افواج نکل جائیں تازہ خبریں یہ ہیں:-

لندن ۱۱ر نومبر ریڈیو پاکستان کی اطلاع کے مطابق پورٹ سعید میں غذائی قلت کے باعث بلوے شروع ہو گئے ہیں کل شہر کے جنوبی علاقے میں پانچ سو سے زائد مصریوں نے ایک فوجی سٹور پر ہلہ بول دیا۔ لیکن فوج نے موقعہ پر پہنچ کر ہجوم کو منتشر کر دیا۔ یونائیٹڈ پریس آف امریکہ کا بیان ہے کہ پورٹ سعید کے فساد میں ایک ہزار اشخاص ہلاک و مجروح ہوئے۔ سفاد عامہ کی سروسیں معطل ہو گئی ہیں شہر میں جا بجا لاشوں کے انبار پڑے ہیں۔ اور وبائی امراض پھیلنے کا خطرہ ہے۔ کسی دوسری نیوز ایجنسی یا قاہرہ ریڈیو نے آج رات گئے تک ہلاک اور مجروح ہونے والوں کی تعداد نہیں بتائی بیان کیا گیا ہے کہ مصری شہریوں کے ایک مجمع نے غذائی قلت سے تنگ آکر فوجی سٹور پر حملہ کیا۔ اور کھانے پینے کی چیزیں لوٹ لیں۔ جب یہ لوگ غلہ لے کر واپس آ رہے تھے تو راستہ میں دوسرے لوگ ان پر لپکے اور ان کی لڑائی باقاعدہ بلوے کی شکل اختیار کر گئی۔ اتنے میں فوج موقع پا کر پہنچ گئی اور اس نے ہجوم کو منتشر کر دیا۔ برطانوی اور فرانسیسی فوجوں کے کمانڈر نے اعلان کیا ہے۔ کہ جلد ہی شہر کو کافی مقدار میں خوراک مہیا کر دی جائے گی۔ دریں اثنا قاہرہ سے اطلاع ملی ہے کہ برطانوی اور فرانسیسی فوجوں کی کاروائی سے پورٹ سعید کے شہریوں کو جو نقصان برداشت کرنا پڑا ہے حکومت مصر نے اس کی تلافی کے لئے پانچ کروڑ مصری پونڈ (پانچ کروڑ بارہ لاکھ پچاس ہزار سٹرلنگ) منظور کئے ہیں —

واشنگٹن ۱۱ر نومبر۔ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ مصری فوج کے لئے روسی رضا کار بھیجنے کی ہر حالت میں مخالفت کرے گا۔ اس اعلان سے قبل صرف چند منٹ قبل ماسکو ریڈیو نے کہا تھا کہ اگر برطانیہ فرانس اور اسرائیل نے مصر سے فوجیں ہٹانے میں تاخیر کی تو روس اپنے رضا کاروں کو مصر پہنچنے سے نہیں روکے گا۔ لندن ۱۱ر نومبر بھارت نے ہنگری میں روسی جارحیت کی مذمت سے انکار کر کے مغربی دنیا میں اپنے وقار کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ "ٹائمز آف انڈیا" کے نامہ نگار لندن مسٹر ملگو کار کی رپورٹ کے مطابق جو انہوں نے لندن سے اپنے اخبار کو بھیجی ہے پنڈت نہرو نے برطانوی دار السلطنت میں ان لیبر اور سوشلسٹ حلقوں کی ہمدردی بھی کھو دی ہے جو ہمیشہ بھارت اور نہرو کی خارجہ پالیسی کے حامی اور مداح رہے ہیں۔ بیت المقدس ۱۱ر نومبر مصر کے لئے اقوام متحدہ کی مجوزہ فوج کے کمانڈر میجر جنرل برنز نے کل بتایا کہ اس ہفتے کے آخر تک فوج کا پہلا دستہ نہر سویز کے علاقے میں متعین کر دیا جائے گا۔ قاہرہ میں اعلان کیا گیا ہے کہ حکومت مصر نے اقوام متحدہ کی فوج کی تشکیل اصولی طور پر منظور کر لی ہے۔ اور اب وہ ان ٹکڑیوں کے متعلق غور کر رہی ہے جن کے دستے مجوزہ فوج میں شامل ہوں گے۔ رائٹر کی اطلاع کے مطابق پورٹ سعید کے علاقہ میں برطانیہ اور فرانس کی فوجیں اقوام متحدہ کے فوجی دستے پہنچنے کے بعد واپس چلی جائیں گی۔ شامی فوج کے ایک ترجمان نے بتایا کہ کل رات اسرائیلی فوج کے دستے دو مقامات پر شامی سرحد میں داخل ہو گئے لیکن شامی فوجوں نے انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ ترجمان نے کہا کہ ایک مقام پر اسرائیلی دستوں نے شام کی فوجی چوکی پر حملہ کر دیا تھا۔ اور دوسری جگہ انہوں نے ہماری فوج کے ایک گشتی دستے پر چھپ کر گولیاں برسائی تھیں۔ نئی دہلی ۱۱ر نومبر بھارتی ہندو مہا سبھا کے صدر مسٹر این سی چیٹرجی نے کل جودھپور میں کہا ہے۔ کہ تمام بھارتی قوم کو فوج میں تبدیل کر دینا چاہیئے تاکہ (۱) کشمیر کو بھارت کے ساتھ رکھا جا سکے (۲) آزاد کشمیر کو فتح کیا جا سکے۔ (۳) گوا کو آزاد کرایا جائے اور (۴) مشرقی پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق اور عزت کا تحفظ کیا جا سکے۔ ہندو مہا سبھا کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر چیٹرجی نے کہا۔ بھارت کو پنچ شیلا کے اصولوں پر کاربند رہنے کے ساتھ ساتھ جنگ کے لئے بھی ہر لمحہ تیار رہنا چاہیئے۔ اسرائیل ریڈیو کی اطلاع کے مطابق شاہ سعود نے تمام انگریزوں اور فرانسیسیوں کو سعودی عرب سے نکل جانے کا حکم دیا ہے۔ کلکتہ ۱۱ر نومبر پنڈت نہرو نے کل یہاں ایک بڑے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے بغداد پیکٹ اور سیٹو کی سخت مخالفت کی۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ بھارت شروع سے ہی بغداد پیکٹ اور سیٹو کا مخالف ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ بغداد پیکٹ مر چکا ہے —

لاہور ۱۱ر نومبر۔ عالمی حکومت کے علمبردار مسٹر گیری ڈیوس نے کہا ہے کہ دنیا میں امن و خوشحالی کا قیام صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ سب اقوام عالمی حکومت کا اصول تسلیم کر لیں ایسی حکومت قائم نہ کی گئی تو تیسری عالمگیر جنگ دنیا کو تباہ کر دے گی۔

تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر:- دوست محمد

اسلام جرمنی میں

بقیہ صفحہ اوّل

تمام مشکلات پر غالب کرنے کے لئے اپنی مساعی اور جدوجہد کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

۲۸ر اگست (منگل) درس قرآن کے موقعہ پر مولنا صدرالدین صاحب کی انٹروڈکشن ٹو دی ہولی قرآن (از جرمن ترجمہ قرآن) کے کچھ حصوں پر لیکچر دیا گیا۔ در بتایا گیا۔ کہ قرآن کریم کو تعلیمات اسلامی کی سب سے بڑی اتھارٹی ہونے کے لحاظ سے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

۳۱ر اگست (جمعہ) خطبہ جمعہ میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اپنے معاصرین کی اخلاقی حالت کو سدھارنا اپنی زندگی کا اصل مقصد اور اپنا ذاتی کام سمجھا۔ اور کس طرح دوستوں اور دشمنوں کی نظروں میں آپ کو اعلےٰ اخلاقی کردار اور بہترین صفات کا مالک ہونے کا مقام حاصل ہوا۔

پیغام صلح ۱۴ر نومبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۴۶

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۷ اربیع الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۴۵

جلسہ سالانہ خواتین احمدیہ کے متعلق

ضروری التماس

جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے اس موقعہ پر خواتین احمدیہ کا الگ جلسہ منعقد ہوتا ہے ہم اس کے لئے جماعت کی تمام خواتین کو متوجہ کرنا چاہتی ہیں کہ وہ سلسلہ کی روایات کو قائم رکھنے اور مضبوط بنانے کے لئے حسب دستور آئندہ دسمبر ۱۹۵۶ء کے جلسہ میں ضرور تشریف لادیں گذشتہ سال کا جلسہ بھی خدا کے فضل سے کافی بارونق تھا۔ اس سال اس سے بہت زیادہ پُررونق جلسہ کی توقع کی جارہی ہے اس لئے خواتین سلسلہ سے التماس ہے کہ وہ قومی برکات سے بہرہ مند ہونے کے لئے اس جلسہ میں ضرور شرکت کریں۔

۲۔ جلسہ میں شرکت کے علاوہ ایک نہایت ضروری امر جس کی طرف خواتین کی توجہ درکار ہے دستکاری تیار کرکے لانا ہے۔ ہر سال ہماری بہنیں اشاعت اسلام کے قومی فنڈ میں امداد دینے کے لئے کئی ایک چھوٹی چھوٹی چیزیں تیار کرکے لاتی ہیں جن کی فروخت سے اشاعت اسلام کے کام کو بڑی مدد ملتی ہے۔ تمام خواتین سلسلہ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ابھی سے دستکاری تیار کرنا شروع کردیں۔ اور جلسہ میں شمولیت سے پیشتر اپنی دستکاری انجمن کے دفتر میں پہنچادیں

۳۔ جو خواتین آئندہ جلسہ میں لیکچر دینا چاہتی ہوں وہ مہربانی فرماکر جلد از جلد اپنے ارادہ سے مطلع فرماکر ممنون فرمائیں۔

نوٹ۔ جلسہ خواتین کے متعلق تمام خط وکتابت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی معرفت آنی چاہیئے۔

والسلام

ہم ہیں آپ کی خادمات

سیدہ صفیہ بیگم بنت حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم

بیگم کرنل بشیر حسین صاحب

شاہزادہ بیگم بنت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ ستمبر ۱۹۵۶ء

از:- امینہ موسلر

یکم ستمبر (ہفتہ) برلن کے ایک ہائی اسکول کی اسی لڑکیاں مسجد دیکھنے آئیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور اسلام کے اصول مختصراً انہیں بتائے گئے۔

۴ ستمبر (منگل) امام صاحب نے سورہ یوسف سے قرآن کریم کا درس دیا اور اس کے علاوہ انٹروڈکشن ٹو دی ہولی قرآن سے لیکچر دیا اور اسکے بعد دوران بحث میں مذہب اسلام کے متعلق سوالات کے جواب دیئے گئے۔

۵ ستمبر (بدھ) امام صاحب کو سفیر انڈونیشیا کی والدہ کا جنازہ پڑھانے کیلئے انڈونیشی قونصل خانہ میں بلایا گیا بعد ازاں امام صاحب نے برلن مسجد کی تاریخ بیان کی۔

۷ ستمبر (جمعہ) نماز جمعہ سے پہلے امام صاحب نے سورہ فاتحہ کی اہمیت پر خطبہ دیا۔

۱۰ ستمبر (پیر) مغربی جرمنی سے بوائے سکاؤٹس کا ایک گروپ مسجد دیکھنے آیا اور ان کے لیڈر نے اسلام کے متعلق سوالات کئے جن کے جوابات دیئے گئے۔

۱۱ ستمبر (منگل) سورہ یوسف سے درس قرآن دیا گیا اور انٹروڈکشن ٹو دی ہولی قرآن سے لیکچر دیا گیا۔

۱۲ ستمبر (بدھ) کیسل (Kassel) سے Her Egert Steinof حلقہ اسلام میں داخل ہوئے

۱۴ ستمبر (جمعہ) خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے والدین اور رشتہ داروں کے حقوق و فرائض بیان کئے برلن سے Fraulein Margot Schulz ۔۔۔۔ نے اسلام قبول کیا۔

۱۵ ستمبر (ہفتہ) آج کے اجتماع میں ہر ویگنر (Her Wagner) نے اپنا مراکو کا سفرنامہ بیان کیا اور مراکشی شہروں اور قدرتی مناظر کے شاندار فوٹو دکھائے۔

۱۷ ستمبر (پیر) قاہرہ کے ایک مسلمان محمود اور برلن کی Fraulin Nadja Schulz کا عقد نکاح پڑھایا گیا امام صاحب نے خطبہ نکاح میں سورہ النساء کی آیات پڑھ کر میاں بیوی کے حقوق و فرائض بیان کئے۔

۱۸ ستمبر (منگل) سورہ یوسف سے درس قرآن دیا گیا (باقی برصفحہ ۱۲)

مغضوب وضالین کا اہلِ توحید پر حملہ

محمد سلطان صاحب نظامی

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" (المائدہ: ۱۱)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ (جو) تم پر (ہوئی) جب ایک قوم نے ارادہ کر لیا کہ اپنے ہاتھ تمہاری طرف بڑھائیں تو اس نے تم سے ان کے ہاتھوں کو روکا اور اللہ ہی کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے"

یہود و نصاریٰ اور مشرکین پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات سے لے کر آج تک اسی کوشش میں مصروف ہیں کہ کسی طرح دین حقیقی کا خاتمہ کر دیا جائے ان دشمنان اسلام نے زن۔ زر۔ زمین تک بھی پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو دین فطرت سے منحرف کرنے کی کوشش کی مگر مومنین نے ہمیشہ ان ذلیل چیزوں کو ٹھکرا دیا اور اسلام کی غلامی ہی کو نعمت سمجھا۔ ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جس شد و مد سے دشمنان اسلام نے دینِ کائنات کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی اسی قدر تیزی و سرعت سے اسلام دنیا میں پھیلتا چلا گیا اور جس سختی سے اسلام کے خلاف اعتراضات کر کے اسے بدنام کرنے کی کوشش ان ملحدین نے کی اسی قدر اس کی سچائی دنیا پر پھیلتی چلی گئی۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ شاید ہی دنیا کا کوئی طبقہ ایسا ہو جہاں اس کے نور کی روشنی نہ پہنچ چکی ہو۔

تحفظ اسلام کیلئے قانونِ قدرت

تاریخ عالم کی ورق گردانی کے بعد انسان اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ دشمنان اسلام نے اسلام کو مٹانے کی جس قدر کوشش کی وہ سب اکارت ہی گئی۔ بلکہ جو حقیقت زیادہ روشن نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قوم، مذہب اور ملک نے بھی دین حق کو مٹانے میں حصہ لیا وہ یا تو خود مٹ گئے یا اسلام کے حقیقی خادم بن گئے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے قانون کے مطابق انہی کے ہاتھوں اسلام کو تقویت بخشی۔ یہ قانون تحفظ اسلام جس طرح ماضی میں کارفرما رہا آج بھی ویسے ہی اپنا کام کر رہا ہے۔ اور قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا۔

بنو امیہ اور اسلام

کفار مکہ نے جب اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھا تو انہوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ کہ اسلام اور پیغمبر اسلام کو دکھ اور ایذا پہنچا کر ختم کر دیا جائے۔ ان کوششوں میں انہوں نے مسلمانوں کو ایسی ایسی دردناک ایذائیں پہنچائیں کہ ان کا تصور کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے عورتوں کو نیزوں اور برچھیوں سے مارا گیا۔ ان کی آنکھیں نکال دی گئیں، مردوں کو تپتی ریت پر گھسیٹا گیا۔ غرض کیا کیا ظلم نہیں جو ان پر ڈھایا گیا ہو۔ اسی وجہ سے انہیں دو دفعہ ہجرت کر کے حبشہ کی عیسائی مملکت میں جانا پڑا۔ اور تیسری دفعہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ گھر بار چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور وہاں بھی کفار نے آرام نہ لینے دیا۔ اور تین مرتبہ بڑے بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ چڑھ آئے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنے دین حق کو کامیاب اور با مراد کیا اور مسلمانوں کو ایسی فتوحات حاصل ہوئیں کہ مشرکین کی گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں،

ہلاکو کی یلغار اور مغلوں کا قبول اسلام

جب بنو عباس کے دور خلافت کے آخری ایام میں شیعہ سنی تنازعات نے خطرناک صورت اختیار کر لی، تو وزیر سلطنت ابن علقمی جو ایک شیعہ تھا اس کی سازش سے مغلوں نے ہلاکو خاں کی سرکردگی میں قلمرو اسلامیہ پر حملہ کر دیا اور وہ خلافت اسلامیہ کے نظم و نسق کو تباہ کرتے ہوئے دار الخلافہ بغداد میں داخل ہو گئے۔ اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور نہ صرف عباسی خلیفہ اور اس کے خاندان کو تہ تیغ کر دیا بلکہ مسلمانوں کے بچہ بچہ اور جانوروں تک کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر ان کی تلواروں کی پیاس نہ بجھی۔ بغداد کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں اور ان کے خون کے دھارے دجلہ میں پہنچ کر اس کے تمام پانی کو خونیں کرنے کا موجب ہوئے۔ بغداد کی لائبریری جس میں مختلف علوم و فنون پر ہزارہا بیش قیمت کتب موجود تھیں نذر آتش کر دی گئی تمام مملکت اسلامیہ میں وہ خون کی ہولی کھیلی گئی جس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کا خیال تھا کہ قتل و غارت سے اسلام کا صفایا ہو جائے گا۔ مگر وہ مقلب القلوب جو اسلام کی برتری چاہتا ہے اس نے انہی حملہ آوروں کے قلوب کو اسلام کی طرف پھیر دیا۔ چنانچہ امیر تیمور جو خاندان مغلیہ کا سردار اور زبردست حکمران تھا اس کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی امیر تیمور کے اسلام قبول کرتے ہی مغلوں نے جوق در جوق اسلام میں شامل ہونا شروع کر دیا۔ اور بحر اسلام جو اس وقت حالت جمود میں تھا پھر سے جوش میں آگیا اور اس کی فلک بوس لہروں نے کفار کے سفینوں کو غرق کر دیا۔ اور اسلام چین سے لیکر راس کماری تک اور روسی ترکستان سے لیکر سیام تک پھیل گیا۔ دوسری طرف سپین میں اسلام کا پرچم نہایت آب و تاب کے ساتھ پوری آٹھ صدیاں لہراتا رہا۔ لیکن آخر کار مرور زمانہ سے مسلمانوں کے اخلاق و کردار میں انحطاط پیدا ہو گیا جس کے ساتھ ہی ان کی سلطنت میں بھی انحطاط آ گیا۔ اور ایک ایک کر کے اسلامی سلطنتیں ان کے ہاتھوں سے نکلتی چلی گئیں اور جو باقی رہ گئیں وہ کمزوری کی حالت میں سسکنے لگیں

اس کمزوری کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور رنگ میں اسلام کو سہارا دیا۔ تیرہ صدیوں تک اسلامی بادشاہتوں کے رعب و دبدبہ نے یہ خیال دلوں میں پیدا کر دیا تھا کہ اسلام کی زندگی انہی سلطنتوں سے وابستہ ہے جن کے زوال سے یہ گمان ہونے لگا کہ اب اسلام میں جانبر رہنے کی سکت نہیں اور اس کا نام و نشان مٹنے ہی والا ہے

ایسی حالت میں یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اسلام کا انحصار کسی سلطنت پر نہیں بلکہ وہ اپنے پاکیزہ اصولوں اور اندرونی محاسن کی وجہ سے زندہ رہ سکتا ہے اور رہے گا اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو احیائے اسلام کے لئے مجدد بنا کر بھیجا جنہوں نے دنیا کو للکار کر کہا کہ اسلام کبھی مر نہیں سکتا۔ جس طرح پہلے اپنی ظاہری شان و شوکت سے دنیا پر غالب رہا ہے اب اپنی روحانی طاقت سے دنیا پر غالب آئے گا۔

اس زمانہ میں اسلام پر چاروں طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور اس کی تعلیم اور اصولوں کو غلط اور غیر معقول ثابت کرنے کے لئے ہر مذہب اور ہر قوم اس پر حملہ آور تھی۔ حضرت مجدد وقت نے اپنی بے نظیر تصانیف میں ان کے سب اعتراضوں کا جواب دیا۔ اور نہایت معقول دلائل سے اسلام کو زندہ اور کامل مذہب ثابت کر دیا اور یورپ میں جو تثلیث کا مرکز اور علم و سائنس کا گھر بن چکا تھا تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھ دی اور اپنے نیک و صالح مریدین کو ہدایت کی کہ وہ اسلام کو پھیلانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج یورپ کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں پر مجدد صدی چہاردہم کے غلاموں نے اسلام کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔ اور کوئی ایسا ملک نہیں جہاں معقول اور پڑھے لکھے لوگوں نے اسلام کے سامنے سر انقیاد نہ جھکایا ہو۔

اگر مغلوں کے آخری فرمانرواؤں نے اسلام کو ٹھیس پہنچائی اور مملکت اسلامیہ انگریزوں کو سونپ دی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آخری صدی کا مجدد بھی مغلوں میں سے پیدا کیا اور اسی کے ذریعہ نہ صرف اسلام کو ہندوستان میں تقویت حاصل ہوئی بلکہ کل دنیا پر پرچم اسلام کو سر بلند ہو گیا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تحفظ دین کا قانون آج بھی اسی طرح کارفرما ہے جیسے پہلے تھا

(باقی بر صفحہ ۱۱)

ہفتہ وار پیغام صلح　　لاہور　　۲۱ نومبر ۱۹۵۶ء

مذہبی دلآزاری کی بیجا شکایت

مسیحی معاصر "المائدہ" نے آئین پاکستان کی دفعہ ۱۸ کا جس میں ہر شہری کو کسی بھی مذہب کا اقرار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کرنے اور ہر مذہبی امت اور ہر فرقہ کو مذہبی ادارے قائم کرنے یا قبضہ میں رکھنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق دیا گیا ہے حوالہ دیتے ہوئے یہ شکایت کی ہے کہ:-

"بدقسمتی یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے بعض طبقات شاید اس زعم میں کہ مملکت کے مغربی حصہ میں اس کی نسبت ۹۶ فیصد ہے بہت بے باکی سے آئین کی اس دفعہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہے ہیں"

اس خلاف ورزی کی جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ بھی سن لیجئے:-

۱ - ضمیمہ پیغام آکتم صفحہ ۷ اور نور القرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۲ پر یسوع کی دادیوں اور نانیوں کو کسبی اور زناکار عورتیں قرار دیا گیا ہے۔ "جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور میں آیا" یہ معاصر کے نزدیک توہین پیشوایان مذاہب کی خلاف ورزی ہے۔

۲ - اخبار جنگ کراچی میں کھوڑو، دولتانہ اور عبدالقیوم کو مسلم لیگی "تثلیث" قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ مسیحی "تثلیث" کی اصطلاح کو کسی غیر اللہ سے منسوب کرنا موجب کفر سمجھتے ہیں۔

۳ - نقاد کراچی نے "مسیحی کے منبر پر صلیب گاڑ دی" کے عنوان سے ایک خبر چھاپی ہے جس سے مسلمانوں کے اندر جوش پیدا ہونے اور پاکستانی مسیحیوں پر غصہ نکلنے کا احتمال ہے۔

۴ - امروز لاہور کے ایک کارٹون میں مشرق کو ایک عورت کی شکل میں صلیب پر لٹکا ہوا دکھایا گیا ہے حالانکہ عیسائی صرف یسوع مسیح کو صلیب پر لٹکا ہوا دکھاتے ہیں اور یسوع مسیح سے کسی دوسرے انسان کو تشبیہ دینا کفر سمجھتے ہیں۔

۵ - موضع ڈھلے والی نزد ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ میں چند مسیحی نوجوان اپنے گھر کے احاطہ میں بڑے دن کے موقعہ پر قتل یوحنا کا ڈرامہ پیش کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ گاؤں کے چند مسلم اصحاب نے یہ کہہ کر ممانعت کر دی کہ اس ڈرامہ سے ہمارے نبیوں کی توہین ہوتی ہے

یہ واقعات پاکستان کے آئین آزادی مذہب کے کہاں تک منافی ہیں اور ان سے مذہبی دلآزاری کہاں تک ہوتی ہے اس پر غور کرنے کے لئے دیکھنا یہ چاہیئے کہ لکھنے والوں کا منشا آیا مسیحیوں کی دلآزاری کرنا تھا یا کچھ اور؟ مثال نمبر ایک کو ہی لیجئے یہ آج سے ساٹھ سال پہلے کا ایک حوالہ ہے جو اُس وقت کے مسیحی مناظروں کے اسلام پر دلآزار حملوں اور اعتراضات کو رد کرنے کے لئے بطور الزامی جواب لکھا گیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ

"ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کے مقابل پر یہ نمبر نور القرآن کا جاری ہوا ہے جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے اور خباثت سے اس امام الطیبین و سید المطہرین پر سراسر افترا سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں کہ ایک پاک دل انسان کا ان کے سننے سے بدن کانپ جاتا ہے لہذا ایسے یاوہ گو لوگوں کے علاج کے لئے جواب ترکی بترکی دینا پڑا ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین کرتے ہیں کہ وہ خدا تعالےٰ کے سچے نبی اور اس کے پیارے تھے ..... اور یاد رہے کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کریں گے ہم بھی ان کے ساتھ ادب سے پیش آویں گے" (نور القرآن صفحہ ۲)

اس سے ظاہر ہے کہ "نور القرآن" میں جو کچھ لکھا ہے وہ صرف الزامی جواب ہے جو آج سے ساٹھ سال پہلے کے مسیحیوں کو ان کے دلآزار حملوں کے دفاع میں دیا گیا موجودہ پاکستانی مسیحیوں سے جو ان حملوں میں شریک نہیں اس تحریر کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ان کی دلآزاری مقصود ہے

اس کے علاوہ باقی جس قدر مثالیں دی گئی ہیں ان میں اگر مسیحی حضرات کی دلآزاری کرنا مقصود ہو تو اس سے بڑھ کر جرم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن جہاں تک ہمارا خیال ہے اخبار "جنگ" نے صرف مسلم لیگ کی دھاندلیوں کو واضح کرنے کے لئے جو اس کے تین اکابر سے وابستہ ہیں "تثلیث" وغیرہ کے الفاظ صرف بطور تشبیہ استعمال کئے ہیں اور ایسا ہی "امروز" نے صلیبی کارٹون کے ذریعہ صرف مصر کی شدید مصیبت کا اظہار کیا ہے مسیحیت کی دلآزاری کرنا اس کا مقصد نہیں اس کے علاوہ تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو "امروز" کے کارٹون کو المائدہ نے اس وجہ سے مذہبی دلآزاری قرار دیا ہے کہ "عیسائی یسوع مسیح سے کسی انسان کو تشبیہ دینا کفر مانتے ہیں" لیکن دوسری طرف موضع ڈھلے والی میں یوحنا کے قتل کا ڈرامہ کھانا اپنا مذہبی حق سمجھتے ہوئے مسلمانوں کی مداخلت کیسے جائز ٹھہرایا ہے اگر یسوع مسیح کو کسی انسان سے تشبیہ دینا کفر ہے تو انبیاء کی نقلیں اتارنا اور ان کے ڈرامے دکھانا کس طرح جائز ہو سکتا ہے ہمارے نزدیک ان مسلمانوں نے بھی غلطی کی جنہوں نے اس ڈرامہ کو رد کیا۔ اگر عیسائی صاحبان ایسے ..... ڈرامے کرنا اپنا "مذہبی حق" سمجھتے ہیں تو مسلمانوں کے نزدیک خواہ یہ کتنا بھی بُرا فعل ہو انہیں کوئی حق نہیں کہ اس میں مداخلت کریں۔ ان کی یہ مداخلت فی الواقعہ پاکستانی آئین کے منافی ہے

ہر قوم اور ہر طبقہ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے مذہبی عقائد کے مطابق جس طرح چاہے عمل کرے۔ خواہ وہ مسلمانوں کے نزدیک کفر اور ان کے مذہبی عقائد کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ایسا ہی مسیحی حضرات کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ کسی ایسی بات کو اپنی مذہبی دلآزاری قرار دیں جو اگرچہ ان کے نزدیک کفر کی حد تک پہنچتی ہے لیکن کہنے یا لکھنے والے کی نیت اور منشا ان کی دلآزاری کرنا نہیں ہوتا بلکہ کسی اور مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی مذہبی اصطلاحات کو صرف بطور تشبیہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ہم اس کو بھی پسند نہیں کرتے اور یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ ایسی تشبیہات سے احتراز کرتے ہوئے اصل مقصد کو کسی دوسرے پیرایہ میں بیان کر دیا جائے۔ تاکہ کسی رنگ میں بھی کسی قوم یا فرد کی دلآزاری کا موجب نہ ہو۔

بہر حال جہاں تک ہمارا خیال ہے معاصر المائدہ کی یہ شکایت کہ ان مثالوں میں مسیحیوں کی مذہبی دلآزاری کی گئی ہے جو آئین پاکستان کے خلاف ہے صحیح نہیں اور نہ کسی پاکستانی کو واجب ہے کہ کسی بھی غیر مذہب یا قوم کی دلآزاری کر کے باہمی منافرت کو بڑھانے کا موجب ہو کہ یہ نہ صرف پاکستانی آئین کے خلاف ہے بلکہ ہمارا مذہب اور ہمارے رسول صلعم کے احکام بھی اس کی اجازت نہیں دیتے۔

ایک امریکن نو مسلم کے اعزاز میں جلسہ دعوت

۱۱ر نومبر بوقت ساڑھے تین بجے بعد دوپہر مسٹر احمد مراد صاحب ایک امریکن نو مسلم کے اعزاز میں جماعت راولپنڈی نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں جماعت کے علاوہ غیر از جماعت بھی شامل ہوئے مستورات کے لئے الگ پردہ کا انتظام تھا۔ مسٹر احمد مراد صاحب نے قریباً پون گھنٹہ ایک نہایت ہی بلیغ و فصیح لیکچر انگریزی زبان میں دیا جس میں مسلمانوں کو دیگر باتوں کے علاوہ عمل کی طرف توجہ دلائی۔ اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا۔ کہ پاکستان کے لوگ محض سنی سنائی باتوں پر ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور خود تحقیقات نہیں کرتے۔

جلسہ کے اختتام پر مقامی جماعت کی طرف سے حاضرین کی تواضع چائے اور مٹھائی سے کی گئی۔ چائے کا انتظام ملک عبد القدوس صاحب خلف الرشید ملک فضل کریم صاحب مرحوم نے نہایت عمدگی سے کیا مستورات میں ملک صاحب مرحوم کی صاحبزادیوں نے یہ خدمت سرانجام دی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس خاندان کو اپنے والد مرحوم کے نقش قدم پر چلائے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت کی توفیق بیش از بیش عطا کرے۔ (خواجہ محمد عبد اللہ)

اخبار و افکار

تحفظ ناموس رسول

جمیعۃ العلمائے ہند کے ایک حالیہ اجلاس میں مولنا حسین احمد مدنی نے اپنے خطبہ صدارت میں دیگر ضروری امور کے علاوہ اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ

• مسلمان جو تمام برگزیدہ انسانوں کے احترام کو جزو ایمان سمجھتے ہیں جب وہ اس ذات اقدس کے بارے میں جس نے تمام پاکبازوں کی حفاظت ناموس کا درس دیا اور کسی بھی خطہ ملک یا انسانی گروہ میں جو بھی خدا کا برگزیدہ بندہ ہو اس کے احترام کو ایمان مسلم کا جزو لازم بنایا، جو خاص اس معلم شرافت و انسانیت کے بارے میں گستاخانہ حرکتیں دیکھتے ہیں تو قدرتی طور پر ان کا احساس شدید ہوتا ہے اور وہ ایک روح فرسا اضطراب اور بے چینی میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ان کی اس انسانیت نواز بے چینی کا جواب نہایت تلخ اور دردانگیز ہوتا ہے۔ خصوصاً حالیہ واقعہ میں جس عمل اور ردعمل کا ظہور ہوا وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے سبق آموز ہے بلکہ حکومت کے لئے بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے ،،

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے اس جذبۂ ایمان کے جواب میں جو وہ دوسری اقوام کے انبیاء اور پیشواؤں کے متعلق رکھتے ہیں اس پاک انسان کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جاتا ہے جس نے یہ ایمان پیدا کیا اور مسلمانوں کے جذبات کو جس بری طرح سے کچلا جاتا ہے وہ بہت ہی افسوسناک ہے۔ لیکن اس کا صحیح علاج شکوہ و شکایت یا احتجاج و بے چینی نہیں اصل علاج یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات لوگوں تک پہنچائے جائیں اور آپ کی پاک سیرت کو عام طور پر شائع کر کے عوام کے ذہن نشین کرایا جائے کہ آپ کی ذات مقدس ہر رنگ میں نیکی اور پاکبازی کا مجسمہ اور دنیا کے لئے آیۂ رحمت ہے یہ وہ بات ہے جو ہم ہمیشہ سے کہتے چلے آئے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ نے سیرت نبوی اور قرآن کریم کے ذریعہ سے جو عملی قدم اٹھایا ہے وہ تعلیم یافتہ طبقہ کو بہت حد تک متاثر کرنے کا موجب ہوا لیکن جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے اس بارہ میں زیادہ وسیع پراپیگنڈا اور مختلف زبانوں میں آسان فہم لٹریچر پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور یہ دیکھ کر ہمیں خوشی ہوئی کہ جمیعۃ العلمائے ہند کے اسی اجلاس میں یہ قرارداد پاس کی گئی ہے کہ :

• جمیعۃ العلمائے ہند کا یہ اجلاس اس بات کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات اور حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح مختلف زبانوں میں اس طرح شائع کئے جائیں کہ ساری دنیا کو دین اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح تصور قائم کرنے میں مدد مل سکے۔ اس مقصد کے لئے ایک ایسے عالمگیر ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے جو اس کام کی ذمہ داری اٹھا سکے۔ یہ اجلاس اس اہم ذمہ داری کو عملی جامہ پہنانے کا کام مجلس عاملہ کے سپرد کرتا ہے ،،

ہم جمیعۃ العلمائے ہند کو مبارکباد دیتے ہیں کہ آخر کار اسے صحیح راہ عمل کی طرف توجہ ہوئی خدا کرے یہ توجہ صرف قرارداد پاس کرنے تک ہی محدود نہ رہے۔ بلکہ اس کو جلد از جلد عملی جامہ پہنایا جائے۔ کم از کم ہندوستان کے حالات کے پیش نظر سیرت نبوی کو ہندی زبان میں جس قدر جلد ممکن ہو وسیع پیمانہ پر شائع کرنے اور ایک ایک ہندو کے ہاتھ میں پہنچانے کی کوشش کی جائے کہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانان ہند کے تحفظ کی یہی ایک موثر اور بہترین صورت ہے۔

یہ تہذیب ہے یا درندگی؟

تہذیب حاضرہ میں جہاں ایک طرف انسانیت کی حمایت اور امن کے قیام کے نعرے لگائے جاتے ہیں وہاں ذرا ذرا سی بات پر جو جو امن سوز کارروائیاں کی جاتیں اور انسانیت پر جو ہولناک مظالم توڑے جاتے ہیں انہیں دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس سے تو وہ پرانے زمانے کی جاہلیت اچھی تھی جب انسانی شرافت اس قسم کی درندگی کی کسی حالت میں روا نہ رکھتی تھی۔

حال ہی میں مصر پر برطانوی حملہ اور ہنگری پر روس کی یلغار نے افواج کی معرکہ آرائی سے گذر کر عامۃ الناس پر جو مظالم توڑے ہیں اور بمبار ہوائی جہازوں نے سول آبادیوں کو جس بری طرح سے ہلاک و مجروح کیا ہے کیا اس کی مثال پرانے زمانہ کی تاریخوں میں نظر آتی ہے؟ کم از کم اسلامی جنگوں میں جن کے متعلق یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ اشاعت مذہب کے لئے کی گئیں اس قسم کی مثالیں شاذ ہی ملیں گی۔ اس کے خلاف اسلامی جنگوں کے اصول و قواعد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو ہمیشہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ غیر مصافی آبادی پر حملہ نہ کیا جائے، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو نہ مارا جائے۔ بلکہ درختوں اور فصلوں کو بھی برباد نہ کیا جائے۔

کیا موجودہ زمانہ کی مہذب گورنمنٹیں اس کی ایک بھی مثال پیش کر سکتی ہیں؟

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ ملتان اور خانپور کے دورہ کے بعد ۸ ار نومبر کو واپس تشریف لے آئے۔ ملتان میں آپ کے اعزاز میں محترم میاں فاروق احمد صاحب نے اپنی کوٹھی پر ایک نہایت شاندار عصرانہ دیا جس میں ملتان کے تمام معززین اور رؤساء شامل تھے۔ اس موقعہ پر حضرت ممدوح نے حضرت مسیح موعود کے دعوے مجددیت اور سلسلہ احمدیہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے حاضرین کو اس میں شمولیت کی دعوت دی۔ لوگوں نے اعتراف کیا کہ ہماری غلط فہمیاں دور ہوئیں۔

—— یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائیگی کہ محترم سید عبدالجبار شاہ صاحب (سابق والئے سوات) کے بھائی شاہجہان صاحب بقضائے الہی وفات پا گئے۔ اس سے پہلے شاہ صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کی وفات کی خبر دی جا چکی ہے سید صاحب کے ایک خط (بنام مرزا مسعود بیگ صاحب) سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی بڑی ہمشیرہ جو ملہمہ ہیں خدا کے فضل سے بقید حیات ہیں فوت ہونیوالی ہمشیرہ ان سے چھوٹی تھیں اگرچہ عمر رسیدہ تھیں۔ یہ بھی اسی خط سے معلوم ہوا ہے کہ سید شاہجہان صاحب بھی اپنی فوت ہونیوالی ہمشیرہ صاحبہ کے ساتھ ہی اسی دن فوت ہوئے اور دونوں بہن بھائی ایک ہی دن دفن ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون سید شاہجہان صاحب بہت نیک اور قابل آدمی تھے۔ ہمیں ان کی اور ان کی ہمشیرہ صاحبہ کی وفات کا دلی صدمہ ہے جس کے لئے بادشاہ صاحب کی خدمت میں ہم دلی خلوص سے اظہار تعزیت کرتے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحومین کو جنت نصیب کرے احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی التماس ہے۔

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کا ارادہ حضرت بادشاہ صاحب سے تعزیت کے لئے ۲۲ نومبر کو سعانہ جانے کا تھا لیکن بادشاہ صاحب کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس تاریخ کو کسی سرکاری دورہ کے لئے باہر جانے والے ہیں اس لئے انہوں نے التماس کی ہے کہ ان تاریخوں کے گذر جانے کے بعد تشریف لائیں۔

—— یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہمارے محترم دوست مرزا مسعود بیگ صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز لاہور ڈویژن کے عہدہ پر تعینات ہو کر پسرور سے لاہور تشریف لے آئے ہیں ہم اس کے لئے مرزا صاحب کو مبارکباد عرض کرتے ہیں

باقی بر صفحہ ۶

مصر کی امداد کیلئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا عطیہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مصر کے امدادی فنڈ میں پانچ صد روپیہ دینا منظور کیا ہے

طاقتور قوموں کا کمزور اقوام پر دستِ تظلم

اسلام میں عہد کی اہمیت صرف نیکی اور تقویٰ ہی وجہ فضیلت ہو سکتی ہے نہ کہ نسلی امتیاز

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۶ نومبر ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائی ذی القربیٰ . . . . تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ . . . . ولیبینن لکم یوم القیامۃ ماکنتم فیہ تختلفون٥
(النحل آیات ۹۰ تا ۹۲)

قرآن کامل ومکمل دستور العمل ہے

قرآن کریم کا یہ دعوے ہے کہ انسانیت کے لئے یہ کتاب ایک کامل ومکمل دستور العمل ہے اور قرآن کا دعوے ہے کہ دنیا جہان کی قوموں کے سامنے کوئی بھی ایسا اہم مسئلہ نہیں آئے گا جس کا حل قرآن میں نہ ہو۔ ولا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق واحسن تفسیرا۔ دنیا کی قومیں کبھی کوئی ایسا اہم سوال پیش نہ کرسکیں گی جس کا حل قرآن میں نہ ہو۔ پہلا دعویٰ بھی بڑا مشکل ہے الیوم اکملت لکم دینکم کہ کر ایک ایسا دعوے کیا ہے جو بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ صرف مسلمان ہی اس دعوے کو پرکھنے والے نہیں دنیا کی تمام قوموں کے سامنے یہ دعویٰ رکھا گیا ہے اور سب ہی اس کو تنقید کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ کتنا مشکل دعویٰ ہے اور اس کے ساتھ یہ ایک اور مشکل بات کہدی کہ کوئی اہم سوال نہیں جس کا حل قرآن میں نہ ہو۔

قرآن میں بیماریوں کا علاج

اور ایک اور دعویٰ یہ بھی ہے کہ یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمۃ للمومنین (یونس ، ۵۷) انسان بظاہر جسمانی طور پر تندرست بھی ہوتا ہے لیکن ایسی بیماریاں بھی ہیں جو اس کے سینہ میں ہوتی ہیں ان کی اصلاح قرآن کریم کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ قوموں کے اندر بھی ایسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جو ان کے زوال اور تباہی کا موجب بن جاتی ہیں قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اس کے اندر ایسی بیماریوں کا بہترین علاج ہے

نسلی امتیاز کی بیماری

آج ایک نہایت خطرناک بیماری موجودہ مہذب دنیا میں پائی جاتی ہے مثلاً جنوبی افریقہ کے سفید لوگوں کو نسلی امتیاز کی بیماری لگی ہوئی ہے وہ کہتے ہیں ہم سفید قوم ہیں کالے لوگوں سے ہمارا اختلاط نہیں ہو سکتا ہزار دنیا کہے کہ یہ انسانیت پر بہت بڑا ظلم ہے کہ رنگ کی وجہ سے بنی نوع انسان کے ایک بہت بڑے حصہ کو ذلیل وحقیر سمجھا جائے لیکن ان کو دنیا کی ان باتوں کی پروا نہیں۔

دوسروں کی آزادی سلب کرنیکی بیماری

اسی قسم کی ذہنیت کا مظاہرہ برطانوی وزیر اعظم انتھونی ایڈن نے کیا ہے کہ دنیا چیختی ہے کہ مصر کی آزادی کو سلب نہ کیا جائے بلکہ پر امن طریقہ سے مسائل کو حل کیا جائے مگر ہم ضرور مصر پر قبضہ کریں گے اور اس کی آزادی کو سلب کر کے رہیں گے

قرآن انسانیت کیلئے رحمت ہے

قرآن کریم نے ان بیماریوں کا پورے طور پر علاج کیا ہے ایسی بیماریوں کے لئے اس نے شفا ہونے کا بھی دعوے کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ وھدی ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین ہم نے وہ کتاب نازل کی ہے جو تمام انسانی بیماریوں کا کھول کر ذکر کرتی ہے اور صرف یہی نہیں کہ ذکر ہی کر کے رہ جاتی ہے بلکہ فرمایا کہ ھدی وہ ان بیماریوں کو دور کرنے کے بعد کامیابی کا رستہ بھی بتاتی ہے اور انسانیت کیلئے یہ رحمت بھی ہے وبشریٰ للمسلمین اور فرمانبرداروں کے لئے ایک بہت بڑی بشارت ہے۔ قرآن کی خصوصیت ہے کہ اس کا نام اسکے اندر موجود ہے انجیل کا لفظ انجیل کے اندر موجود نہیں تورات کا لفظ تورات میں نہیں۔ لیکن قرآن خود اپنا نام لیکر بتایا ہے کہ وہ ہدایت بھی ہے۔ رحمت بھی ہے اور بشریٰ للمسلمین جو اسکے احکام کی فرمانبرداری کریں ان کیلئے بشارت بھی ہے

طاقتور اقوام کمزور اقوام کو کھاجانا چاہتی ہیں

قرآن کریم نے اس رکوع کے اندر بھی ایک ایسی بیماری کا ذکر کیا ہے جو دنیا کی تمام بیماریوں کی جڑ ہے فرمایا۔ تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ تم عہد وپیمان کو اس لئے توڑتے ہو کہ . . . . ایک قوم دوسری قوم کی نسبت اپنے تئیں زیادہ طاقتور پاتی ہے اور اس وجہ سے عہد وپیمان کو توڑ کر کمزور اقوام کو کھا جانا چاہتی ہیں یہ تو جنگل میں رہنے والے درندوں کا طریق ہے فطرت انسانی اس کو پسند نہیں کرتی لیکن آج بیسویں صدی کے درندے اس غیر فطری اور جنگلی قانون پر عمل پیرا ہیں ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ ایک قوم دوسری قوم کو چونکہ طاقت میں، مال میں کمزور پاتی ہے اور اپنے تئیں زیادہ طاقتور پاتی ہے تو اسے کھا جانا چاہتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہؓ کا طریق عمل

انما یبلوکم اللہ بہ۔ اس ذریعہ سے اللہ تعالے تمہارا امتحان لیتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی امتحان ہوا۔ حضرت کے صحابہ کا بھی امتحان ہوا اور زمانہ شاہد ہے کہ آپ اس امتحان میں پورے اترے غیر قوموں نے ان کے حالات اور طریق عمل کا مطالعہ کیا اور وہ شہادت دیتے ہیں کہ انہوں نے دوسری قوموں کو کمزور بنانے کے بجائے انہیں آسودہ حال بنانے کی کوشش کی صحابہ کرام جہاں جاتے تھے کہتے تھے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مفتوح اقوام کو برابر کے حقوق دیئے ہیں۔

اسلام میں نسلی اور قومی امتیاز نہیں

حجۃ الوداع میں جو وصیت آنحضرت صلعم نے کی اس میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ ان ربکم واحد وان اباکم واحد تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے ایک ہی نسل سے تم ہو اسلئے نسلی اور قومی امتیاز کوئی چیز نہیں۔ ڈاکٹر امبیدکار ایک بہت بڑا آدمی ہے وہ ہندوستانی پارلیمنٹ کا ممبر بھی ہے لیکن اچھوت قوم میں سے ہے اسلئے وہ معاشرتی حقوق اسے حاصل نہیں جو دوسرے ہندوؤں کو ہیں اسلئے اس نے ہندوؤں میں سے نکل کر بدھ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا فضل لعربی علی العجمی عرب قوم کو دوسری اقوام پر عرب ہونے کی وجہ سے کوئی فضیلت نہیں۔ ولا لعجمی علی العربی اسی طرح دوسری قوموں کو بھی عربوں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ الا بتقوی اللہ ہاں جو قوم تقویٰ میں بڑھی ہوئی ہو اس کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے

صرف نیکی ہی وجہ فضیلت ہو سکتی ہے

خدا ترسی دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور دوسروں کے حقوق کی رعایت وہ چیز ہے جو موجب فضیلت ہو سکتی ہے قرآن کریم نے اسی امر پر زور دیا یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم قومیں اور نسلیں تو صرف ایک دوسرے سے شناخت کے لئے ہیں ورنہ تو سب کی ایک ہے معزز وہی قوم ہو سکتی ہے جو نیکی اور تقوے میں دوسروں سے بڑھ کر ہو ایک بادشاہ اگر بدکار ہو اور اسکے مقابل پر غریب نیکوکار ہو تو وہ غریب بادشاہ سے بڑھ کر ہے، فضیلت اور برتری کا راز تقوی اللہ میں ہے کالے لوگوں کو بھی خدا ہی نے جان دے رکھی ہے وہ بھی انسان اور آدم ہی کی اولاد ہیں خدا تعالیٰ نے ہر ایک قوم کے افراد کو کچھ خوبی عطا کر رکھی ہے ہر ایک قوم کو ذہانت و دانشمندی عطا کی ہے،

اور ہر ایک قوم راستبازی اور خدمت خلق کو پسند کرتی ہے اور جھوٹ و مکر و فریب و بددیانتی کو ناپسند کرتی ہے معلوم ہوا ان دیکھے واحد ایک حقیقت ہے جو اس بات کی متقاضی ہے کہ قومی اور نسلی فضیلت چھوڑ دی جائے

بیسویں صدی کے مہذب انسانوں کی درندگی

لیکن اس بیسویں صدی میں یہ بیماری ان لوگوں میں موجود ہے جو صاحب علم اور روشن دماغ ہونے کے مدعی ہیں ایڈن اور اس کی گورنمنٹ نے آج ارادہ کر لیا کہ مصر کو کھا جائیں گے انہوں نے اسرائیل سے کہا کہ تم حملہ کر دو پھر ہم جنگ کو روکنے کے بہانے سے آ جائیں گے۔ ان لوگوں نے اپنے رویہ سے ثابت کر دیا کہ وہ درندے ہیں انسانیت ان میں کوئی نہیں ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ ایک قوم دوسری کو کمزور پاتی ہے تو اس کو کھا جانا چاہتی ہے۔ یہ درندگی نہیں تو اور کیا ہے؟

عدل و انصاف اور نیکی کا برتاؤ

اس بیماری کو رد کرنے کے لئے فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتائ ذی القربیٰ دنیا کی قوموں کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لو۔ ان کے ساتھ احسان کرو، تمہارے گھر میں کوئی بات ہو محلے میں ہو سوسائٹی میں ہو خواہ حکومت سے تعلق رکھتی ہو عدل و انصاف کو کسی حالت میں نہ چھوڑو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے عدل و انصاف سے کام لیا کہ آپ کی حکومت میں ایک بڑھیا دور دراز کا سفر اکیلی کر سکتی تھی اور کوئی اسکو کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ اس کو کہتے ہیں عدل اور انصاف اور امن کا قائم کرنا۔ عدل تو پہلا قدم ہے عدل دوسروں کے حقوق قائم کرنا ہے۔ قرآن نے حکم دیا کہ نہ صرف عدل ہی کرو بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھاؤ۔ اور لوگوں کے ساتھ احسان کرو۔ ان کے حقوق سے بڑھ کر انہیں دو۔ اور یہیں تک نہیں ایک قدم اور آگے بڑھ جاؤ۔ وایتائ ذی القربیٰ ایسی نیکی کرو جیسے قریبیوں سے کی جاتی ہے دوسروں کو اپنے قریبی سمجھو اور ان سے نیکی کا برتاؤ کرو یہ تین حکم دیئے اور تین ہی باتوں سے منع فرمایا وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ فحش اور بری باتوں اور دوسروں پر زیادتیوں سے اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے

عہد و پیمان کی اہمیت

تو قوموں کی بیماریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ عہد کو توڑنا سب سے بڑی بیماری اور بہت بڑی زیادتی ہے۔ اوفوا بالعقود، عہد و پیمان کو کبھی نہ توڑو مسلمان عہد اور قول و قرار کا پکا ہوتا ہے جب ایک عہد کر لے تو اس سے ہٹتا نہیں، تم نے ڈنڈے کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور تم جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل پیرا ہو مسلمان اس کا حامی نہیں اس کے سامنے خدا ہونا چاہیئے اس کے رسول کا فرمان ہونا چاہیئے۔ فرمایا۔ ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا جیسے ایک پگلی عورت سارا دن سوت کاتتی ہے اور شام کو اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دے یہی حال ان لوگوں کا ہے جو عہد و پیمان کو توڑ کر دنیا کا امن خطرے میں ڈال دیتے ہیں، تتخذون ایمانکم دخلا بینکم اپنے عہدوں کو باہم فساد کا موجب بنا لیتے ہو ان تکون امۃ ھی اربیٰ من امۃ اس وجہ سے کہ ایک قوم دوسری کی نسبت اپنے تئیں زیادہ طاقتور پاتی ہے۔ خدا تعالیٰ اس ذریعہ سے پرکھنا چاہتا ہے آج ایک قوم کا امتحان ہو گیا کہ دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر انہیں کھا جانے کے درپے ہے۔

اوفوا بالعھد کا نمونہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر لوگوں نے ایک دفعہ موت پر بیعت کی۔ اپنے سامنے انہوں نے لوگوں کو مرتے دیکھا، خون کی ندیاں چلتی دیکھیں، عورتوں کو بیوہ ہوتے ہوئے دیکھا لیکن اپنے عہد پر قائم رہ کر حق و انصاف کیلئے لڑنے سے انہوں نے دریغ نہ کیا۔ سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ میں پانچواں یا ساتواں مسلمان تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اختیار کی۔ اس وقت یہ حالت تھی کہ ہم درختوں کے پتے کھا کر گذارا کرتے تھے۔ بعد میں یہ صورت حال بھی خدا کے فضل سے پیدا ہوئی کہ سعد بن ابی وقاص نے عراق فتح کیا۔ اور ایران بھی فتح کیا۔ یہی سعد بن ابی وقاص حجۃ الوداع میں جب مدینہ سے مکہ گئے۔ تو وہاں بیمار ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے گئے۔ تو انہوں نے سخت پریشانی کا اظہار کیا اور کہا۔ کہ میری تو ہجرت تباہ ہو گئی ہے۔ اگر میں یہاں مر گیا تو یہی کہا جائے گا، کہ آخر اپنے وطن میں ہی آ کر مرا کیا یہ قوم ہے کہ اپنے عہد پر قائم ہے اور اتنا بھی برداشت نہیں کہ عہد کو ذرا سا بھی داغ لگ جائے مکہ میں مرنا نہ ہے قسمت، لیکن ہجرت کا عہد ٹوٹتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یہاں نہیں مرو گے چنانچہ بہت مدت بعد مدینہ ہی میں فوت ہوئے، اسی طرح سے حضرت خالد نے مرض الموت میں کہا۔ اے لوگو۔ دیکھو میں تمام عمر جہاد کرتا رہا جس سے میرے جسم میں بالشت برابر جگہ بھی زخموں سے خالی نہیں لیکن آج میں بستر پر مر رہا ہوں۔ کاش یہ موت مجھے میدان جنگ میں آتی۔

حضرت مسیح موعودؑ سے عہد

آپ لوگوں نے بھی ایک عہد کر رکھا ہے آپ بھی کلمہ پڑھتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور اطاعت الٰہی کا عہد ہر دفعہ دہراتے ہیں حضرت مسیح موعود نے بھی اسی قسم کا عہد تم سب سے لیا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا یہ بڑا جامع عہد ہے اس کی طرف توجہ کرو۔ اور اپنے عمل سے اس کو سچا ثابت کرو۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس شخصیت کے ہاتھ پر ہم نے یہ عہد باندھا ہے وہ نہایت عظیم المرتبت شخصیت ہے۔ بڑے بڑے صلحاء اس شخصیت کی زیارت کو ترستے ترستے اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ آپ کو ان کا مبارک زمانہ نصیب ہوا آپ اس کی قدر کریں اور ان کے عہد پر کاربند ہونے کی کوشش کرو۔ یہ قوم کو کامیاب بنانے کا نسخہ ہے اس نسخہ پر عمل کرو۔ تا کہ خدا کی برکات تم پر اتریں۔

خطبہ ثانی

سید عبد الجبار شاہ صاحب کو صدمہ

آج ایک نہایت افسوسناک خبر آئی ہے ہمارے بادشاہ صاحب (سید عبد الجبار شاہ صاحب سابق والئے سوات) کے بھائی شاہجہان فوت ہو گئے ہیں۔ وہ ایک بڑے قابل اور بہادر آدمی تھے۔ بڑے نیک اور متقی انسان تھے ریاست سوات ان دونوں بھائیوں کی ملکیت تھی۔ جو محض احمدیت کی وجہ سے انہیں چھوڑنی پڑی۔ موجودہ والئے سوات کو ان کی نیکی اور قابلیت کا اعتراف ہے ان کے خلاف یہ پراپیگنڈا کر کے کہ یہ مرزائی ہیں لوگوں کو مشتعل کیا گیا تھا لیکن بادشاہ صاحب موصوف اپنے عہد کے پکے نکلے انہوں نے ریاست گنوا لی لیکن حضرت مسیح موعود کے عہد کو توڑنا گوارا نہ کیا، شاہجہان سید عبد الجبار شاہ کے دست و بازو تھے ظاہر ہے ایسے قیمتی مرد کے جدا ہو جانے سے بادشاہ صاحب موصوف کو بہت نقصان ہوا ہے ہمیں ان کے ساتھ ہمدردی ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شاہجہان صاحب کو غریق رحمت کرے آج ہم نماز کے بعد ان کیلئے دعائے جنازہ پڑھیں گے۔

اخبار احمدیہ (بقیہ ...)

— ہبلی (کرناٹک) جناب عبد الستار صاحب پریذیڈنٹ، جماعت ہبلی لکھتے ہیں:-

(۱) جناب عبد الحمید صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر گوا میں بعارضہ درد شکم، بلڈ پریشر و دمہ بیمار ہیں وہ علاقہ گوا کے ایک ہی پرانے احمدی ہیں جنہوں نے ساری عمر مخالفوں کے اندر نہایت نیکی اور استقامت سے گذاری ہے۔ گوا ہی میں ان کا معمولی علاج معالجہ ہو رہا ہے

(۲) جناب محمد یوسف صاحب شموگہ کی اہلیہ محترمہ چھ سال سے دمہ میں مبتلا ہیں۔ ہبلی کے تمام مشہور ڈاکٹروں کا علاج کرا چکے ہیں کوئی آرام نہیں آیا بعض وقت حالت ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ دیکھا ہی نہیں جاتا

(۳) ہبلی کے مخالفین نے ہمارا سوشل بائیکاٹ کر رکھا ہے اور قبرستان میں ہماری میت کو جگہ نہ دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

ان حالات میں احباب اور بزرگان جماعت سے التماس ہے کہ ہمارے لئے اور ہر دو بیماروں کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

— گذشتہ اشاعت میں عبد الحکیم صاحب ایبٹ آباد نے موضع گگوڑیا ضلع پشاور کے احمدی احباب کے لئے دعا کی درخواست کی تھی ان کی خواہش ہے کہ جماعت کا ہر فرد ان کے لئے درد دل سے دعا کرے بالخصوص حضرت امیر ایدہ اللہ محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب، مولانا شیخ عبد الرحمن صاحب مصری اور خان بہادر غلام ربانی صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے

امریکہ میں اسلام کی تبلیغی سرگرمیاں

ایک کالج سیمینار میں ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کے لیکچر

ہمارے امریکی مشنری ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے سان فرانسسکو سے ایک امریکن کالج کے مذہبی ہفتہ میں اپنے لیکچروں کا حال لکھا ہے جو درج ذیل ہے :-

ایک ٹیکنیکل و انجینئرنگ کالج

سان فرانسسکو سے ۲۵۰ میل جنوب ایک شہر سین لوئی آبیسپو San Luis Obispo ہے جو ٹیکنیکل اور انجینئرنگ کالج کی وجہ سے مشہور ہے یہ کالج شہر سے تین چار میل دُور ایک نہایت ہی پُرفضا مقام پر واقع ہے۔ اور اس کی عمارات اس قدر وسیع اور رقبہ زمین اس قدر زیادہ ہے کہ یہ کالج بڑی یونیورسٹیوں کا مقابلہ کرتا ہے گذشتہ سال لڑکیوں کی تعلیم کا اس کالج میں بندوبست نہیں تھا۔ لیکن اس سال سے لڑکیوں کے لئے ٹیچرز ٹریننگ کالج کھول دیا ہے۔ اور وہ دیگر مضامین کے لئے لڑکوں کے ساتھ مطالعہ کرتی ہیں۔ اس کالج کے ساتھ زرعی فارم بھی ہے جو سینکڑوں ایکڑ تک پھیلا ہوا ہے سوشل سائنس اور دیگر مضامین کی تعلیم کا بھی بندوبست ہے تعداد طلباء چار ہزار ہے لڑائی سے پہلے تعداد طلبہ چار صد تھی ہر سال تعداد بڑھتی جاتی ہے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی عمارات زیر تعمیر ہیں۔

کالج کے مذہبی ہفتہ میں میرے لیکچر

گذشتہ سال میں نے اپنے بڑے لڑکے عزیزی جلال الدین محمد اکبر کو اسی کالج میں داخل کرایا تھا۔ اس سال کالج کے مذہبی ادارہ نے جب کالج میں ایک مذہبی ہفتہ منانے کا فیصلہ کیا تو ایک صد طلبہ کی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس میں نہ صرف عزیزی اکبر کو ممبر چُنا گیا بلکہ اس کو Seminar Committee کا صدر بنایا گیا۔ عزیزی اکبر نے اسلام کی نمائندگی کے لئے میرا نام پیش کر دیا۔

جلسہ سے صرف دو ہفتے پیشتر مجھے پروگرام ملا مضامین کے عنوانات کو دیکھ کر پہلے تو میرا حوصلہ پست ہو گیا لیکن بہانہ بنا کر اس دعوت کا انکار کرنا بھی مناسب خیال نہیں کیا اس کے علاوہ خوبی یہ تھی کہ انہوں نے صرف دو بھاری جلسوں کا انتظام کیا تھا جس میں عام پبلک کو بھی دعوت تھی اس میں پہلا جلسہ میرے مضمون کے لئے تھا۔ اور پروگرام میں انہوں نے میرا لیکچر Key Address کے عنوان سے اخبار میں مشتہر کیا۔ اس لحاظ سے میں ہمہ تن تیاری میں مصروف ہو گیا۔

مسلمان طلبہ میں تقریر

گذشتہ اتوار ۴ نومبر کو مضامین کی مکمل تیاری کے بعد خداوند کریم پر بھروسہ کر کے بس کے ذریعہ سین لوئی آبیسپو ۶ بجے شام پہنچ گیا۔ اسٹیشن پر عزیزی اکبر ایک اور امریکن طالب علم کے ساتھ موجود تھے۔ ۷ بجے شام میرا ویلکم مسلمان طلباء نے کیا۔ اور میں نے آدھ گھنٹہ تقریر کی۔ اور ان کے چند ایک سوالوں کے جواب دیئے۔ سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ مسلمانوں کو خنزیر کا گوشت کیوں ممنوع ہے۔

کالج کی کلاسوں میں لیکچر

اگلے روز ۱۱ بجے صبح میری پہلی تقریر Islam [illegible] پر ہر دو کلاسوں کے طلبہ کے سامنے ہوئی۔ ان دونوں کلاسوں کو ایک ہال میں جمع کر لیا گیا تھا اس میں میں نے اسلام کی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے اسلامی رواداری کے نمونے اسلامی تاریخ سے پیش کئے بلیک ہول کلکتہ، اورنگ زیب کا سوامی جینو کو جلا کر روزانہ شام کا کھانا کھانا۔ صلاح الدین اور کنگ رچرڈ کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے میں نے کہا۔ کہ اس تاریخ پر کوئی اعتبار نہیں ہے اس تاریخ میں اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا باعث مذہبی تعصب اور کالونیل پالیسی تھا۔ اسلام کے عروج اور زوال کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ بیداری کا ذکر کیا حضرت امیر مرحوم کا انگریزی ترجمۃ القرآن دکھاتے ہوئے اور حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم اور ووکنگ مسلم مشن کی تبلیغی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ ووکنگ کی مسجد جہاں آج سے پچاس سال پہلے بارہ مسلمان نماز عید کے لئے جمع ہوئے تھے اب وہاں دو ہزار آدمیوں کی جماعت ہوتی ہے۔ اسلام کا اثر انگلستان میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ جب مسٹر ایڈن کو مصر کے خلاف لڑائی کرنے کے لئے ہاؤس آف کامنز میں ووٹ لینا پڑا تو اس کو بھاری اکثریت حاصل نہیں ہو سکی۔

اس لیکچر کا اثر طلباء پر بہت اچھا پڑا۔ اور اکثروں نے اس کی داد دی۔ اور اس کا چرچا اپنے دوستوں میں کیا اس کے بعد ایک اور کلاس کے سامنے میرا لیکچر "مذہب اور انجینئرنگ حساب" پر پڑھا میں نے کہا کہ میں آج یہ کہنے نہیں آیا کہ جو کچھ تم پڑھتے ہو۔ وہ قرآن مجید میں ہے۔ اس موقعہ پر میں نے راولپنڈی کے آریہ سماج کے ایک جلسہ کا لطیفہ سنایا جس میں ایک آریہ پرچارک نے یہ ڈینگ ماری تھی کہ ہوائی جہاز اور دیگر مشینری بنانا انگریزوں نے ویدوں ہی سے سیکھا ہے۔ اور جب ایک لوہار اپنا سامان لیکر پنڈال میں پہنچے تو پرچارک ہواس باختہ ہو گئے۔ میں نے کہا عرب کے جاہل مسلمانوں نے جو ان مضامین میں ترقی کی۔ اس کا باعث اسلام کی تعلیم تھی۔ اور حضور سرور کائنات صلعم نے تو یہاں تک فرما دیا کہ جو شخص ایک گھنٹہ سائنس کی تعلیم کی طرف توجہ کرتا ہے۔ وہ ستر سال کی عبادت کے برابر ہے اس کے بعد میں نے قرآن کریم سے پانچ ترقی کے مدارج جو والنازعات غرقا میں بیان کئے گئے ہیں ان کو بیان کیا۔ اسی مضمون کی تقریریں پانچ مختلف کلاسوں کے سامنے دینی پڑیں جو چار دن کے اندر ہوئیں۔

میرا پہلا اسمبلی لیکچر

سوموار کی شام کو ۸ بجے میرا پہلا اسمبلی لیکچر تھا جو ایک بھاری تھیٹر میں دیا گیا۔ اس کی صدارت ڈاکٹر رو ڈل نے کی۔ اس موقعہ پر دیگر مہمان لیکچرار بھی موجود تھے میرے لیکچر کا موضوع "مذاہب ہندوستان۔ پاکستان کی جدوجہد میں" اور وقت ۴۵ منٹ تھا۔ سب سے پہلے میں نے اسلام کی تعلیم توحید۔ رسالت اور رواداری کو پیش کیا۔ اور مسلمان بادشاہوں کی رواداری کا نقشہ کھینچا۔ پھر مسلمان حکومت ہونے سے پیشتر ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور دیگر مسلم مشنریوں کا اسلام کی تبلیغ کرنا مسلمان بادشاہوں کے ہندوستان میں داخل ہونے کا باعث، ان کی حکومت کے دوران میں ہندوستان کی ترقی۔ ہندوؤں کی ذات پات کی تمیز۔ مسلمانوں کی مساوات و برادری کا اس پر اثر۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے انگریز کے اوائل زمانہ تک خوشگوار تعلقات انگریزوں کا ہندوستان میں آنا ۱۸۵۷ء کے غدر کا اثر مسلمانوں پر، حکومت کا مسلمانوں کو گرانے اور ہندوؤں کو اٹھانے کی کوشش کرنا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مالی حالت کا توازن قائم نہ رہ سکا جس کی وجہ سے ان کے درمیان نفرت کے جذبات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ سکول اور کالج کی تاریخی کتابوں نے جو نفرت پھیلانے کی خاطر لکھی گئی تھیں ہندو مسلم تعلقات کو اور مکدر کرنے کی کوشش کی۔ بلقان کی لڑائی کے موقعہ پر اور پھر ترکوں کے زوال اور خلافت کے موقعہ پر ہندو مسلم اتحاد۔ مسلم لیگ اور کانگرس کی جدوجہد۔ فرقہ وارانہ فسادات کا پیدا ہو جانا، مسلم لیگ کا مسٹر جناح کی قیادت کے نیچے آنا۔ ڈاکٹر اقبال کا پاکستان کا خیال پیش کرنا۔ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم پاکستان کی کانسٹی ٹیوشن، جمہوری حکومت کا قیام سب کچھ بیان کیا۔

اس تقریر کو سن کر ایک لیکچرار جو پندرہ سو میل کے فاصلہ سے اس کانفرنس میں شمولیت کیلئے آئے ہوئے تھے

اور ٹیچرز ٹریننگ کالج کے ڈین ہیں۔ اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنے کالج کے جلسہ کے لئے مجھے فروری کے پہلے ہفتہ کی دعوت دے دی ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ میں نے ماہ جنوری کی ابتداء میں ہی واپس جانا ہے اگر اس سے پہلے آپکے کالج میں انتظام ہو جائے تو بہتر ہوگا انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کالج کے پریذیڈنٹ سے مل کر آخری فیصلہ سے مطلع کریں گے۔ مکمل تقریر ریکارڈ کر لی ہے انشاء اللہ سالانہ جلسہ کے لئے بھیج دوں گا۔

سیمنار میں تقریر

بدھ کی شام کو Seminar کیلئے میری تقریر کا عنوان تھا

Do Science + Religion Harmonize

(کیا سائنس اور مذہب باہم مطابقت رکھتے ہیں؟) اس تقریر کے لئے جناب مولانا یعقوب خان صاحب نے دوکنگ سے مجھے نوٹ بھیج دیئے تھے۔ اس تقریر کے بعد چونکہ سوال جواب ہوتے تھے۔ اس لئے مجھے اپنی طبیعت اور قابلیت کے مطابق اس میں ردو بدل کرنا پڑا۔ آدھ گھنٹہ تقریر ہوئی۔ اور آدھ گھنٹہ سوال جواب۔

اس کے علاوہ کئی ایک کلاسوں کے سامنے تقریریں کرنی پڑیں۔ اور سوالوں کے جوابات دینے پڑے۔ خداوند کریم کے فضل و کرم سے باوجود کم تعلیم خاص نصرت و کامیابی ہوئی۔ باقی جتنے لیکچرار تھے ڈاکٹر اور ڈبل۔ ایم۔ اے تھے۔

ایک عیسائی مشنری کا لیکچر

اس موقعہ پر دوسرا اسمبلی لیکچر کرسچن مشنری کا تھا جو بیروت مشن سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے والدین سیریا کے ہیں لیکن اس کی پیدائش امریکہ میں ہوئی۔ اس نے مشرق وسطیٰ کے حالات پیش کئے۔ اور سامعین پر واضح کیا کہ جو کچھ اخبارات میں مصر یا عربی ممالک کے خلاف پراپیگنڈا ہو رہا ہے وہ واقعات پر مبنی نہیں۔ یہودیوں کا اثر اخبارات پر زیادہ ہے اس لئے وہ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ اس کی تقریر نہایت ہی فاضلانہ تھی۔ اور بہت پسند کی گئی۔

کالج کے مسلمان طلباء

آج شام کو میری دعوت ڈاکٹر رڈون نے کی ہے ورنہ میں کل واپس روانہ ہو جاتا۔ اس کالج میں صرف ایک پاکستانی لڑکا ہے جو محلہ فاروق گنج لاہور کا رہنے والا ہے گذشتہ ماہ سے یہاں داخل ہے نہایت ہی سعید اور محنتی نوجوان ہے۔ اس کے والد بزرگوار مسٹر مختار احمد ملٹری اکاؤنٹ کنٹرولر لاہور چھاؤنی ہیں اس کے علاوہ کئی ایک مسلم طلبہ ایران اور عراق کے ہیں دو طالبعلم افغانستان سے آئے ہوئے ہیں۔

تمغہ اور انعام

کالج کی طرف سے مجھے ایک تمغہ بطور انعام ملا ہے

طبقہ نسواں کی آزادی اور فیشن پرستی

طبقہ نسواں کی موجودہ بے راہ آزادی اور فیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے "معاصر قندیل" کے ایک مراسلہ نگار لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ سکولوں اور کالجوں کی اساتذہ اس قدر بناؤ سنگار کے ساتھ تعلیم دینے آتی ہیں کہ جس پہ گمان ہوتا ہے کہ وہ انہیں فیشن اور بناؤ سنگار کی تعلیم دینے آتی ہیں لڑکی کی یہ خواہش روز بروز پختہ ہوتی جاتی ہے اور یہ رجحان اسی دن پرورش پاتا شروع کر دیتا ہے اور آخر کار وہ اپنے ماں باپ کو مجبور کرتی ہے کہ اس کے لئے اچھا لباس مہیا کیا جائے انہیں میک اپ کی پوری پوری سہولتیں میسر ہوں۔ اور جب چند ایک سہیلیاں فیشن پرستی کی آگ میں بھڑک رہی ہوتی ہیں تو دوسری سہیلیوں کو بھی یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ بھی اس قسم کی آن بان رکھیں اور اس طرح یہ شوق بڑھتا رہتا ہے اور یہ سلسلے کا سارا ادارہ "گہوارۂ فیشن" میں بدل جاتا ہے سکولوں اور کالجوں میں ڈرامے اسٹیج کرنے سے طالبات کے دلوں میں فلم کا شوق جاگ پڑتا ہے اور اسی قسم کے فیشن کرنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے"

یہ بالکل صحیح نقشہ ہے۔ اور اس کا جو نتیجہ نکالا گیا ہے کہ لڑکی پروان چڑھنے کے بعد اسی سبق کا اعادہ کرنے کی خواہش کرتی ہے اور میاں بیوی کی جنگ شروع ہو جاتی ہے یہ بھی ایک حد تک صحیح ہے۔ اگرچہ اسی زمانہ میں مردوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ابتداءً ان فیشن پرستیوں اور شوق فلم کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں لیکن آخر کار اکثر خانہ بربادی کا موجب ہوتے ہیں۔ کاش اس کا علاج شروع ہی کیا جائے اور سکولوں اور کالجوں میں ایسی وبا کو پھیلنے سے روک دیا جائے۔ کم از کم استانیوں اور طالبات کے لئے اگر سادہ کپڑوں کی یونیفارم تجویز کر کے اسے لازمی قرار دیا جائے اور ڈرامے وغیرہ بند کر دیئے جائیں تو یہ وبا بہت حد تک رک سکتی ہے۔

جماعت احمدیہ راولپنڈی کا اہم ریزولیوشن

خلیفہ ربوہ کی اشتعال انگیزی اور گمراہ کن پراپیگنڈہ

جماعت احمدیہ راولپنڈی کی طرف سے حسب ذیل ریزولیوشن موصول ہوا ہے:

(۱) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام راولپنڈی کا یہ اجلاس میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ اور ان کے ناقوس خصوصی اخبار "الفضل" کے اس ناپاک اور اشتعال انگیز رویہ کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو انہوں نے اپنی جماعت کے مزعومہ منافقین کے خلاف مہم کے سلسلہ میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے بارہ میں اختیار کر رکھا ہے ان کا یہ الزام کہ ہماری جماعت یا اسکے ذمہ دار ارکان اجتماعی یا انفرادی طور پر جماعت ربوہ کے منافقین کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ یا ان کے ساتھ مل کر خلیفہ صاحب کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انتہائی شر انگیز اور امن عامہ کیلئے تباہ کن ہے

۲۔ یہ اجلاس حکومت مغربی پاکستان سے استدعا کرتا ہے کہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ اور اخبار "الفضل" کی اس اشتعال انگیزی اور گمراہ کن پراپیگنڈے کو بند کرانے کے لئے جو انہوں نے مملکت پاکستان کے مختلف طبقات میں منافرت پھیلانے کیلئے گذشتہ تین ماہ سے شروع کی ہوئی ہے فوری اور موثر کارروائی کرے۔

۳۔ یہ اجلاس میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کے مندرجہ ذیل الفاظ کو جو اخبار الفضل مورخہ ۲ر اگست ۵۶ء میں چھپ چکے ہیں اپنے بزرگوں کی ہتک اور توہین کا باعث سمجھتا ہے

"خدا تعالیٰ ان (یعنی حضرت مولانا نورالدین رضؓ) سے کہے گا کہ میں نے تجھے اس لئے عزت نہیں دی تھی کہ تیرا نام لیکر یہ لوگ (یعنی ان کی اولاد) میرے سلسلہ اور نظام پر حملہ کریں اور اس وقت حضرت خلیفہ اولؓ کی گردن شرم کے مارے جھک جائیگی جس طرح حضرت ابوبکر کی گردن مارے شرم کے جھک جائیگی جن کے بیٹے نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور آپ کے پیارے خلیفہ پر حملہ کیا تھا

(۴) ان قراردادوں کی نقول اخبار پیغام صلح، وزیر اعظم پاکستان، وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان اور ہوم سیکرٹری مغربی پاکستان کو بھیجی جائیں۔

درخواست دعا

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور السلام علیکم و رحمۃ اللہ

بماہ کرم دعا کیلئے اخبار میں جملہ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام اور اخوان و انصار انجمن اشاعت اسلام احمدیہ سے مندرجہ ذیل گذارش شائع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

"جب سے مجھے مسئلہ اسمہٗ احمد اور ختم نبوت کے سلسلہ میں ربوہ کی ملازمت سے علیحدہ کر کے میرا اخراج از جماعت و مقاطعہ کا اعلان کیا گیا ہے میرا ذریعہ معاش بند ہے میں نے گذارہ کے لئے "نور شفاخانہ" جاری کیا ہے مگر وہ بھی کوئی ذریعہ آمد نہیں ہے میرے بچے اعلیٰ تعلیم پا رہے ہیں مگر اب میری بیکاری اور ذریعہ آمد نہ ہونے کے سبب ان کی تعلیم بند ہونے کا بھی خطرہ ہو رہا ہے۔ اس لئے سب احباب سے گذارش ہے کہ وہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے لئے ذریعہ آمد کھول دے۔ اور مجھے بافراغت رزق نصیب فرمائے اور میرے بچوں کی تعلیم کی تکمیل کا سامان فرمائے۔

خاکسار محمد نور الٰہی سابق ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ
حال نور شفاخانہ تحصیل بازار چنیوٹ

چودھویں صدی کی سب سے بڑی مذہبی تحریک

اور اسکی صداقت کے عظیم الشان نشانات

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کا عظیم واقعہ

(۲)

مولٰنا مرتضٰے خاں صاحب حسن

شہادت کیلئے الہامات

جناب صاحبزادہ صاحب کئی ماہ قادیان میں ٹھیرے رہے۔ یہ ان کی انتہائی خوشی کے دن تھے۔ قادیاں میں بار بار ان کو الہام ہوا کہ

"اس راہ میں سر دے دے اور دریغ نہ کر
کیونکہ خدا نے کابل کی زمین کے لئے
یہی چاہا ہے"

پھر ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے الہام ہوتا ہے کہ آسمان شور کر رہا ہے اور زمین اس شخص کی طرح کانپ رہی ہے۔ جو تپ لرزہ میں گرفتار ہو، دنیا اس کو نہیں جانتی۔ یہ امر ہونے والا ہے

وطن کی طرف مراجعت

آپ کا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ قادیاں چھوڑیں اور حضرت صاحب سے الگ ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اشارہ یہی تھا کہ آپ نے وطن کی طرف مراجعت کا ارادہ کر لیا۔ حضرتؑ سے اجازت چاہی اور خدا کا نام لے کر قادیان سے روانہ ہو گئے۔ حضرت اقدس قادیان سے باہر دور تک صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ بطور مشایعت تشریف لے گئے۔

جذبہ محبت و شوق

جب رخصت ہونے لگے۔ تو جذبات کا ایک دریا امنڈ آیا۔ مسیح موعودؑ کا دلدادہ تاب جدائی نہ لا کر فرط محبت و شوق سے اپنے محبوب کے قدموں سے لپٹ گیا۔ گویا زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ ؎

یہ چاہتا ہوں کہ تم پر نثار ہو جاؤں ؛
خزاں کا پھول ہوں دقف بہار ہو جاؤں

حضور اس قسم کی تعظیم یا اس قسم کے اظہار عقیدت کو پسند نہ فرمایا کرتے تھے لیکن صاحبزادہ صاحب کے خلوص اور جذبہ محبت و اشتیاق کو دیکھ کر حضورؑ کا دل بھی بھر آیا۔ بشرہ مبارک پر کچھ ایسی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔ جن سے مترشح ہوتا تھا کہ حضورؑ کا قلب بھی مضطرب و بے قرار ہے بمشکل طبیعت کو سنبھالا۔ پھر صاحبزادہ صاحب کو اٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا،

لیکن ان پر نشۂ محبت کی بے خودی طاری تھی۔ بدستور پڑے رہے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی پھوار جاری تھی۔

بے تابی اور بیقراری کی وجہ

آخر حضرت نے فرمایا۔ الامر فوق الادب۔ تب صاحبزادہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بچشم تر عرض کرنے لگے:۔

"اے حضور! میری اس بے تابی اور بیقراری
کی وجہ ہے اور وہ یہ کہ امید نہیں کہ اب
دوبارہ اس دنیا میں حضور کا چہرہ دیکھ
سکوں یہ حضور سے آخری ملاقات ہے
اب اگر خدا نے چاہا تو قیامت کو ملیں گے
مجھے امید ہے کہ میرے لئے واپسی پر دار و
رسن موجود ہے۔ مگر مجھے یہ قربانی دینی ہی
پڑے گی"

یہ کہہ کر اور آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بصد حسرت مسیح موعودؑ کا وہ عاشق شیدا رخصت ہو گیا اور ایسا رخصت ہوا کہ جیسا اس نے کہا تھا پھر نہ لوٹا اور سیدھا خدا کے حضور چلا گیا۔ اور حضرت کے اس الہام کا مصداق ٹھیرا۔

"کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا"

ملانوں اور دربار کابل سے بدترین سلوک کی توقع

حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے ملک اور اپنی حکومت اور ملانوں کی ذہنیت سے کما حقہ واقف تھے۔ اور آپ کو یقین تھا کہ ان کا حضرت مجدد وقت سے بیعت کرنا دربار کابل کو کبھی گوارا نہ ہو گا۔ اور انہیں مرتد اور زندیق قرار دے کر قتل کرا دیا جائے گا ایک ایسی دردناک مثال پہلے بھی موجود تھی۔ امیر عبدالرحمن کے زمانہ حکومت میں ایک غریب اور شریف الطبع انسان مولوی عبدالرحمن کو محض اس جرم کی پاداش میں کہ کیوں اس نے حضرت مجدد زمان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔ گلا گھونٹ کر مروا دیا گیا۔ گویا کسی انسان کا خون کچھ قیمت ہی نہیں رکھتا۔ عبداللطیف تو سلطنت کابل کا ایک بلند پایہ رکن تھا

اس کے حساد بھی تھے اور ملانے تو آپ سے رقابت رکھتے اور آپ کے زوال کے دن رات خواہاں اور آپ کی موت کے متمنی تھے۔ ان کو تو ایک بہت بڑا بہانہ مل گیا لیکن خدا کا یہ شیر ڈرنے کا نام بھی نہ جانتا تھا۔ حق کو چھپانا یا حق کی تبلیغ سے رکنا اس کے نزدیک خیانت تھی۔ وہ ایک بلند مرتبہ انسان تھا، کہ موت کا خوف اس کے وجود سے نکل چکا تھا اور صداقت کے لئے وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھا۔ فنافی الشیخ کا مرتبہ تو آپ کو حاصل ہو ہی چکا تھا۔ اب اس کے بعد فنافی اللہ کا مرتبہ حاصل ہونے والا تھا۔ اب شہادت کی خلعت زیب تن فرما کر بقا کے اعلیٰ اور ارفع مقام کی سیر مد نظر تھی جو کشتگان محبت الٰہیہ کی آخری منزل اور قرار گاہ ہے اللہ اللہ! یہ وہ خوش نصیب انسان ہے جس کو خدا نے صدیقیت کے بلند مقام پر بھی فائز کیا۔ اور شہادت کے مقام پر بھی، وہ صدیق تھا کہ بغیر کسی بحث و تکرار کے اور بغیر کسی حیل و حجت کے اس نے صداقت کے سامنے اپنا سر جھکا دیا۔ وہ شہید تھا کہ اس نے بصد شوق آستانہ الٰہیہ پر جان عزیز قربان کر دی

خدا کی راہ میں جان دینے والے

یہ وہ بلند مدارج ہیں جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے۔ ایسے خوش قسمت انسان کبھی کبھی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جب ظاہر ہوتے ہیں تو اپنے حیرت انگیز کارناموں سے دنیا کو حیران کر دیتے ہیں، یہ درست ہے کہ دوسرے لوگ بھی جانیں قربان کرتے ہیں لیکن خالصًا خدا کے لئے نہ کسی ہوس ملک و جاہ کیلئے نہ کسی نمود و نمائش کے لئے جان دینے والے دنیا میں کم ہوتے ہیں اور بہت کم ہوتے ہیں،

مولویوں کی کثرت اور عبداللطیف کا ایمان

کہا جاتا ہے کہ علماء کی اکثریت حضرت مرزا صاحب کے خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عبداللطیف کے ایمان کو ایک پڑے میں اور مولویوں کے ایمان کو دوسرے پلڑے میں رکھو یقینًا عبداللطیف کے ایمان کا پلڑا بھاری نکلے گا۔ اور یہ واقعات نے ثابت کر دکھایا لہذا سینکڑوں مولویوں کی اکثریت عبداللطیف کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مذہب میں اکثریت کچھ چیز نہیں دیکھنا یہ چاہیئے کہ ایمان، تقویٰ اور طہارت کس طرف ہے

ایک خارق عادت امر

.. قادیان سے روانہ ہو کر صاحبزادہ صاحب نے لاہور میں قیام فرمایا۔ اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاں فروکش ہوئے۔ اس دوران میں ایک عجیب و غریب خارق عادت امر آپ سے ظہور میں آیا جو اپنی نوعیت میں بے نظیر تھا اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مبداء فیض نے آپ کو نہایت تیز کشفی آنکھ دی تھی، اس خارق عادت امر کی تفصیل اس طرح ہے کہ لاہور کے ایک بہت بڑے رئیس نے حضرت صاحبزادہ صاحب

اور آپ کے رفقاء کی دعوت کی۔ شیخ رحمت اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بھی مدعو تھے۔ جب کھانے کے لئے ان کے مکان پر گئے تو انہوں نے ایک بڑے کمرہ میں ایک دستر خوان پر کھانا پہلے سے ہی چن دیا تھا ہم لوگ جب اس کمرہ میں داخل ہو کر دستر خوان پر بیٹھے تو یکایک صاحبزادہ صاحب اٹھ کر چل پڑے اور کہتے جاتے تھے اُت گو اُت گو اُت گو۔ ہم لوگ گھبرا گئے اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے فرمانے لگے کہ ہر رکابی میں بجائے کھانے کے پاخانہ رکھا ہوا ہے۔ میں نہیں کھا سکتا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت! وہاں تو پلاؤ زردہ رکھا ہوا ہے فرمانے لگے قطعاً نہیں۔ ہر رکابی میں پاخانہ پڑا ہوا ہے۔ میں نہیں کھا سکتا۔ اس پر ہم لوگ بغیر کھانا کھانے کے واپس چلے آئے۔ میزبان بھی متاثر ہوا اور بجائے خفا ہونے کے اس نے اقرار کیا کہ وہ سُود لیا کرتا ہے اور یہ ساری دعوت اسی سودی روپے سے کی گئی تھی۔ حاضرین اور سامعین حضرت صاحبزادہ صاحب کی کشفی نظر کے پہلے سے بھی زیادہ معتقد ہو گئے۔

یہ ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے مگر اللہ تعالےٰ کے اسرار کا جو اس کے اپنے اولیا سے ہوتے ہیں کون احاطہ کر سکتا ہے۔ یہ ایسے اسرار ہیں کہ عام لوگ ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ وہ اس کوچہ سے نابلد ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص قرب اور ولایت سے نوازتا ہے ان کو بعض ایسے خصوصی امتیازات عنایت کرتا ہے کہ دوسروں کا وہاں تک تصور ہی نہیں پہنچ سکتا یہ کرامت جہاں حضرت صاحبزادہ صاحب کے علو مرتبت اور آپ کی کمال روحانیت کا پتہ دیتی ہے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر بھی ایک زبردست دلیل ہے کہ کس طرح اس ذات واجب الوجود نے اپنے ایک پرہیزگار بندہ پر اصلی حقیقت کو منکشف کر دیا۔ اور ایک ایسا کھانا کھانے سے بچا لیا جو ناجائز روپے سے تیار کیا گیا تھا۔

قابل غور نکتہ

مقام غور ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ ایسی چھوٹی چھوٹی معصیت سے محفوظ رکھتا ہے کیا وہ اس کو اجازت دے گا، کہ وہ نعوذ باللہ ایک دجالی کا پیرو ہو جائے۔ اور پیرو بھی ایسا کہ اس پر اپنی جان قربان کر دے غور کرنے والوں کے لئے یہی ایک نکتہ کافی ہے اور بس۔ فتدبروا ولا تکن من الغافلین قادیان میں آپ کے پاس بیٹھنے والے احباب بھی گواہی دیتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب کتاب و سنت سے سرمو تخلف نہ کرتے تھے۔ اور ان کا کوئی قول یا فعل خلاف شریعت دیکھنے میں نہیں آیا۔ وہ شریعت غرائے مصطفوی پر دل و جان سے عامل اور ہر امر و نہی کے پابند تھے۔ کیا شان ہے حضرت مرزا صاحب کی جن کے مریدوں میں ایسے ایسے کاملین شامل ہوں۔ اور کیسے قابل رحم ہیں وہ لوگ جو حضرت مجدد کے فیوض سے بے بہرہ اور آپ کے کمالات کے منکر اور طرح طرح کے توہمات میں گرفتار ہیں۔

اخراجات جلسہ کیطرف توجہ کیجئے

ہمارے احباب کو معلوم ہے کہ سالانہ جلسہ قریب آ رہا ہے جلسہ فنڈ کی ادائیگی کے لئے احباب کی خدمت میں مطبوعہ اپیل معہ رقم تجویزہ بھیجی جا چکی ہے امید ہے احباب اس طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور حسب سابق اخراجاتِ جلسہ کیلئے رقم ارسال فرما کر قوم کی موجودہ ضرورت کو پورا کریں گے۔

جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی جماعت میں جلسہ فنڈ کی تحریک کر کے اسکی وصولی کا انتظام فرمائیں اگر کسی دوست تک اپیل نہ پہنچی ہو تو وہ اپنے آپ کو مستثنیٰ نہ سمجھیں بلکہ اس ضروری فنڈ میں شرکت فرما کر قومی کام کو تقویت بخشیں

مرتضٰی خاں دفتر تحصیل

بچت فنڈ کے متعلق ضروری گذارش

یہ امر موجب مسرت ہے کہ امسال سال گذشتہ کی نسبت ماہوار چندہ میں متعدبہ اضافہ ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب جماعت کی مزید توجہ کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے جو اسکے دین کیلئے اس قدر قربانی اور ایثار سے کام لے رہے ہیں۔

جس ضروری امر کی طرف میں اس وقت احباب کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے بچت فنڈ کو زیادہ تقویت دینی چاہیئے تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان اور محصلین کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ہر گھر سے بچت فنڈ وصول کریں اسکے متعلق میں نے خطوط بھی لکھے ہیں اب اخبار کے ذریعہ یاددہانی کرائی جاتی ہے بچت فنڈ اور ایک آنہ فنڈ ماہوار چندہ کا ضروری حصہ ہے ماہوار چندوں کے ساتھ ان دونو کا ادا کرنا ضروری ہے (مرتضٰے خاں) دفتر تحصیل

جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے

خریداران پیغام صلح میں سے جن احباب کا چندہ ختم ہو چکا ہے ان کے نمبر خریداری اور چندہ جو ان سے واجب الوصول ہے ذیل میں درج ہے بعض احباب کے ذمہ کچھ بقایا ہے اس بقایا کو شامل کر کے ان کے ذمہ کچھ رقم دکھائی گئی ہے۔ ایسے احباب اگر یکمشت تمام رقم نہ دے سکیں تو سالانہ چندہ کے علاوہ سابقہ بقایا اقساط سے جو وہ سہولت سے دے سکیں ادا کریں۔ تاکہ آپ کے قومی جریدہ کو نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بہر صورت تمام معاونین کرام ذیل کی فہرست کو دیکھ لیں کہ آیا اُن میں ان کا خریداری نمبر تو شامل نہیں۔ اگر ہے تو مہربانی فرما کر ۴ دسمبر ۱۹۵۶ء تک اپنے نمبر کے سامنے لکھی ہوئی رقم یا اس کا کچھ حصہ بصورت قسط منی آرڈر بھجوا دیں۔ یا دفتر کو مطلع فرمائیں کہ کب تک وہ رقم ادا کر سکیں گے اگر ۴ دسمبر ۵۶ء تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا اور نہ کوئی رقم موصول ہوئی تو ۸ دسمبر ۱۹۵۶ء کو ان کے نام پوری رقم کا وی۔ پی روانہ کر دیا جائے گا۔ جس کا چھڑانا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔ ورنہ آپ کے قومی جریدہ کو خواہ مخواہ کا نقصان اٹھانا پڑے گا جو ان کے چندہ کے حساب میں اضافہ کا موجب ہوگا۔ آسانی کیلئے ہر خریدار جن کا نمبر نیچے دیا گیا ہے چٹ پر گول سرخی سے دائرہ بنا دیا گیا ہے (مینجر پیغام صلح)

چٹ نمبر	آنہ	روپیہ
۴۱	—	۶
۷۳	—	۶
۹۷	—	۶
۱۰۰	—	۶
۱۱۵	—	۶
۱۴۳	—	۱۲
۱۵۳	—	۶
۱۷۳	—	۱۲
۲۵۳	—	۶
۲۸۴	—	۶
۲۹۱	—	۶
۲۹۵	—	۱۲
۳۲۰	—	۱۲
۳۳۴	—	۶
۳۳۷	—	۶
۴۷۴	—	۶

چٹ نمبر	آنہ	روپیہ
۴۸۱	—	۶
۵۹۰	—	۶
۷۰۹	—	۴
۹۳۰	—	۶
۹۳۱	—	۶
۹۳۵	—	۶
۹۶۲	—	۶
۱۰۰۰	—	۶
۱۰۰۲	—	۳

رعایتی

چٹ نمبر	آنہ	روپیہ
۷۹۲	—	۴
۸۰۷	—	۶
۸۲۹	—	۲۰
۹۲۸	—	۶

بعض خریداران کی طرف سے اخبار نہ پہنچنے کی شکایت آتی رہتی ہے حالانکہ اخبار تمام خریداروں کو باقاعدہ پوسٹ کیا جاتا ہے جن دوستوں کو اخبار بروقت نہ ملتا ہو انہیں چاہیئے کہ ڈاک خانے میں شکایت بھجوا کر اخبار نہ پہنچنے کی وجہ معلوم کریں۔ (مینجر)

مغضوب وضالین کا اہلِ توحید پر حملہ

(بقیہ از صفحہ ۲)

یہود و نصاریٰ اور اسلام

کون نہیں جانتا کہ یہود و نصاریٰ کے دل میں اسلام کے متعلق کس قدر بغض و عناد بھرا ہُوا ہے۔ زمانہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انہوں نے اس بغض و عناد کا باربار اظہار کیا لیکن ذلیل وخوار ہوئے۔ خلفائے راشدین کے مبارک دَور میں قیصر وکسریٰ نے اسلام کو مٹانا چاہا لیکن ناکامی کا شکار ہوئے۔ بنو امیّہ، بنو عباس اور بنو فاطمہ کے دَور میں انہوں نے اسلام کے خلاف کیا کچھ نہ کیا مگر ہربار منہ کی کھانی پڑی۔

صلیبی جنگوں سے کون ہے جو واقف نہیں، شیرِ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ والئے مصر کے خلاف روس، ہنگری، چیکوسلواکیہ، جرمنی، اٹلی، فرانس برطانیہ اور دیگر کئی ایک عیسائی طاقتوں نے متحدہ طور پر اعلانِ جنگ کر دیا اور فلسطین کو آزاد کرانے کے لئے حملہ آور ہوئے۔ مگر جس بہادری سے اس مردِ مجاہد نے ان تمام متحدہ طاقتوں کا مقابلہ کیا اس کے معترف خود اہل یورپ ہیں۔ ان متحدہ حملہ آوروں کی ایسی بھگدڑ مچی کہ لاشوں کے انبار فلسطین اور دیگر اسلامی ممالک میں چھوڑ کر انہیں واپس لوٹنا پڑا۔ انگلستان کا بادشاہ رچرڈ جسے شیر دل کے لقب سے موسوم کیا جاتا تھا، صلاح الدین اعظمؒ کے حضور بھیگی بلی بن کر رہ گیا۔ اور نہایت ہی کس مپرسی کی حالت میں انگلستان کو لوٹا۔

باسی کڑہی میں اُبال

آج پھر یہود و نصاریٰ کے دل میں یہ امنگ پیدا ہوئی ہے کہ وہ متحدہ طور پر مصر پر حملہ آور ہو کر صلاح الدین اعظمؒ کا بدلہ کرنل ناصر سے لیں اور پُرامن مصریوں کو تہ تیغ کر کے صلیبی مقتولین کا بدلہ لیا جائے۔ مگر شاید وہ یہ بھول گئے ہیں کہ ان کا یہ حملہ صرف اسلامیانِ مصر پر ہی نہیں بلکہ کل اسلامی دنیا کو ایک چیلنج ہے جس کا خمیازہ انہیں بری طرح بھگتنا پڑے گا۔

وقالت الیہود ید اللہ مغلولۃ غلت ایدیہم ولعنوا بما قالوا بل یداہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشاء ولیزیدن کثیراً منہم ما انزل الیک من ربک طغیاناً وکفراً والقینا بینہم العداوۃ والبغضاء الیٰ یوم القیٰمۃ کلما اوقدوا ناراً للحرب اطفأہا اللہ ویسعون فی الارض فساداً واللہ لا یحب المفسدین

(المائدہ: ۶۹)

"اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ بندھ گیا ہے۔ (یعنی ہمیں رزق کم دیتا ہے) انہیں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان کے اس کہنے کے سبب ان پر لعنت ہے بلکہ خدا کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور البتہ وہ جو تیری طرف تیرے رب کی طرف سے نازل ہُوا ہے (قرآن) وہ ان میں سے اکثروں کی شرارت اور کفر کو زیادہ کرے گا۔ اور ہم نے ان میں قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال رکھا ہے جب کبھی بھی وہ لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں خدا اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کے لئے دوڑتے ہیں اور خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا"

اسرائیل، فرانس اور برطانیہ کا متحد ہو کر مصر پر حملہ دراصل امن پسند دنیا کے خلاف فساد کھڑا کرنا ہے اور یہ ایک ایسی آگ ہے جس میں خود انہیں جلنا پڑے گا۔ ان کا خیال تھا کہ مصر ایک کمزور سا ملک ہے اسے ایک آدھ دن میں وہ تینوں متحدہ طور پر ختم کر دیں گے۔ مگر مصری مسلمانوں نے جس قدر بہادری سے ان کا مقابلہ کیا۔ اس نے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان کا ایمان طاقت اور کثرت پر نہیں بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ اسلام کی حفاظت ہے اور وہ حق کو کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ وہ تو قلوب کے راز و نیاز سے واقف ہوتا ہے — تنازعہ سویز کو بہانہ بنا کر اور اسرائیل کو مصر کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کر کے پولیس ایکشن کی آڑ لینا یہ فساد پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو کبھی پسند نہیں کرتا۔

اقوام عالم کا اظہار نفرت

اقوام عالم نے برطانیہ فرانس اور اسرائیل کے متعلق جس نفرت کا اظہار کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ دنیا کے ہر ملک و ملت نے ان کے اس فساد پر جو انہوں نے مصر کے خلاف اٹھایا ہے ان کو لعن طعن کی اور ان کے خلاف اقوام عالم نے جو متحدہ مہم شروع کی ہے وہ اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ آج بھی تحفظ اسلام کا قانون بڑی شدومد سے شیطان اور اس کی ذرّیت کے خلاف برسرِ پیکار ہے اور بالآخر غلبہ انشاء اللہ تعالیٰ حق ہی کا ہو گا۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مسلمانوں کا خونِ ناحق رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتا اس توحید پرست قوم کے خون سے جس بھی درندہ صفت ملک و قوم نے ہولی کھیلی ہے اس کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہُوا۔ مغضوب و ضالین کے مصر پر حملہ اور بے گناہ مصریوں کے قتل و غارت نے تمام اسلامی دنیا میں ایک ہلچل مچا دی ہے اور نہ صرف افریقہ اور عرب ممالک میں ہمدردی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے بلکہ عراق، ایران، ٹرکی اور پاکستان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے تمام اسلامی دنیا میں تحفظ اور بقاء کی جدوجہد شروع ہو گئی ہے اور انہیں اس حقیقت کا احساس ہو گیا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے مملکت اسلامیہ کا اتحاد سب سے ضروری چیز اور نعمت غیر مترقبہ ہے

اتحاد و اتفاق کی لہر

خوشی کی بات ہے کہ اسلامی برادری میں پھر سے یکجہتی، ہمدردی، محبت اور اخوت کا جذبہ موجزن ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمان خواہ دنیا کے کسی حصّہ میں کیوں نہ بستے ہوں ایک ہی تسبیح کے بکھرے ہوئے دانے ہیں۔ مصر پر حملہ اور مصری مسلمان مظلومین کی حالتِ زار کا خیال آتے ہی اسلامیانِ عالم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بے کس عورتوں اور بچوں کی کس مپرسی کا حال پڑھ کر بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے اور ہمدردی سے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ اور ان کی زندگی بقا اور تحفظ کے لئے سب کے دلوں سے دعائیں پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں جس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی وجود ہیں جس کے مختلف اعضا دنیا کے مختلف ممالک میں بکھرے پڑے ہیں۔ اور جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضا کو اس تکلیف کا احساس ہونا ایک لازمی امر ہے اور پھر اس تکلیف زدہ عضو کی صحت و تندرستی کے لئے جس طرح بدن کے دیگر اعضا میں حرکت پیدا ہوتی ہے اسی طرح مسلمانوں میں اپنے مصری بھائیوں کی تکلیف کا احساس پیدا ہو گیا اور وہ ان کی بقا کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں جو انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہو گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہر قسم کے قومی، مذہبی، سیاسی اختلافات کو مٹا کر دوبارہ انہیں ایک ہی صف میں کھڑا کرے اور اسلام اور ہادیٔ اسلام پر قربان ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

رفتار عالم

—— کراچی ۱۸ نومبر وزیر اعظم مسٹر حسین شہید سہروردی نے خبردار کیا ہے۔ کہ اگر بھارتی حکومت نے کشمیر کے متعلق اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں سے بچنے کی کوشش کی تو بھارت اور پاکستان کے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ اور اس علاقے کے امن کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ مسٹر سہروردی نے کہا ہے کہ اس صورت حال کی ذمہ داری بھارت پر عائد ہوگی آپ نے کہا کہ پاکستان نے اس بات کو کبھی تسلیم نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کرے گا۔ کہ مقبوضہ کشمیر کی نام نہاد اسمبلی یا اس قسم کے کسی اور ادارے کو کشمیریوں کی نمائندگی یا ان کی طرف سے آئین بنانے کا حق حاصل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خود بھارتی حکومت بھی الحاق کے سوال پر اس اسمبلی کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کر چکی ہے۔ اب بھارتی حکومت نے اس نام نہاد اسمبلی سے اپنے حق میں فیصلہ حاصل کرنے کی جو نئی چال چلی ہے اس کی کوئی قانونی قدر و قیمت نہیں ہے اور اس طرح وہ کشمیر میں منصفانہ استصواب سے دامن بچا کر کشمیریوں کو حق خود ارادیت سے محروم کرنے اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کو نظر انداز کرنے کی افسوسناک شرارت کر رہی ہے۔ اس اقدام کا صرف ایک ہی نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے کہ بھارت اور پاکستان کے تعلقات خراب ہو جائیں گے اور کشمیر کی صورت حال مزید سنگین ہو جائے گی۔ میں نے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مندوب کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ بھارت کی اس کوشش کے خلاف حفاظتی کونسل سے احتجاج کریں مجھے امید ہے کہ حفاظتی کونسل اپنے اختیار کے خلاف اس بھارتی چیلنج کا ضرور جواب دے گی۔ اور صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ٹھوس اقدامات کرے گی۔

نیویارک ۱۸ نومبر اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب محمد میر خاں نے حفاظتی کونسل کے صدر کی توجہ ان اخباری اطلاعات کی طرف مبذول کرائی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ سری نگر اسمبلی نے مقبوضہ کشمیر کے لئے ایک مسودہ آئین منظور کر کے کشمیر کو بھارت کا لازمی حصہ قرار دے دیا ہے۔

قاہرہ ۱۸ نومبر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمر شولڈ نے آج اعلان کیا۔ مصر نے مجھ سے کہا ہے کہ نہر سویز صاف کرنے میں اسے امداد دی جائے، چنانچہ میں نے مصر کو بتا دیا ہے کہ اقوام متحدہ کو یہ کام سنبھالنے کے اصول سے اتفاق ہے۔ مسٹر ہیمر شولڈ آج قاہرہ سے نیویارک واپس روانہ ہو گئے۔ بی۔ بی سی نے اطلاع دی ہے کہ اقوام متحدہ کے مبصروں نے نہر سویز صاف کرنے والے برطانوی اور فرانسیسی حکام کو خبردار کیا تھا کہ اگر انہوں نے اپنا کام جاری رکھا تو مصر کی طرف سے ان پر بمباری کی جائے گی۔ چنانچہ اس انتباہ کے بعد برطانوی اور فرانسیسی حکام نے نہر سویز سے رکاوٹیں دور کرنے کا کام بند کر دیا

اسماعیلیہ ۱۸ نومبر اسماعیلیہ کی فرسٹ ایڈ سوسائٹی کے کمانڈنٹ سالم القاضی نے بتایا ہے کہ کل برطانوی اور فرانسیسی دستوں نے ابتدائی طبی امداد بہم پہنچانے والی ایک ایمبولنس پر فائرنگ کی۔ اس سے پورٹ سعید کی فرسٹ ایڈ سوسائٹی کے کمانڈنٹ مصطفےٰ سالم ہلاک ہو گئے۔ اور ان کا ایک ساتھی مجروح ہو گیا۔

بغداد ۱۸ نومبر معلوم ہوا ہے کہ صدر مسٹر جمال عبدالناصر نے مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر بات چیت کے لئے وزیر اعظم مسٹر حسین شہید سہروردی کو مصر بلانے سے معذوری ظاہر کی ہے قاہرہ جانے کی پیش کش مسٹر سہروردی کی جانب سے کی گئی تھی لیکن باوثوق ذرائع کی اطلاع کے مطابق صدر ناصر نے وزیر اعظم کے نام ایک خط میں موجودہ مشکل حالات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں قاہرہ بلانے سے معذوری ظاہر کر دی ہے مزید معلوم ہوا ہے کہ وزیر اعظم مسٹر سہروردی نے صدر ناصر کے اس جواب کے پیش نظر مصر کا مجوزہ دورہ منسوخ کر دیا ہے پاکستانی حکام نے صدر ناصر کی اس سرد مہری اور بے رخی پر تبصرہ کرتے ہوئے اقوام متحدہ کی فوج کے لئے پاکستانی دستے قبول کرنے سے مصر کے انکار کا بھی ذکر کیا۔ اور کہا کہ اب پاکستان کی جانب مصری لیڈروں کا رویہ بالکل واضح ہو گیا ہے ان حکام نے مزید کہا۔ کہ پاکستان کی حکومت اور عوام نے مصر کی مصیبت میں جس گرم جوشی اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے اس کے جواب میں مصر کا ردعمل بڑا ہی افسوسناک ہے

بغداد ۱۸ نومبر آج رات بغداد میں پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر سہروردی عراق کے وزیر اعظم نوری السعید اور ترکیہ کے وزیر اعظم عدنان میندریز کی بات چیت شروع ہو گئی ایرانی وزیر اعظم مسٹر حسین اعلیٰ بغداد نہیں پہنچ سکے اس کانفرنس میں مشرق وسطیٰ کے لئے اسرائیل کے بڑھتے ہوئے خطرے پر غور کرنے کے علاوہ بیروت میں عرب حکمرانوں اور حالیہ تہران کانفرنس کے بعد پیش آنے والے واقعات کا جائزہ لیا جا رہا ہے کانفرنس کے بعد مسٹر سہروردی دو روز کے لئے سعودی عرب جا رہے ہیں باوثوق ذرائع کی اطلاع کے مطابق بات چیت ان تین امور پر مرکوز ہوگی۔

(۱) معاہدہ بغداد کا مستقبل، عراق کے اس فیصلہ کی روشنی میں کہ وہ برطانوی نمائندے کی موجودگی میں کسی اجلاس میں شرکت نہیں کرے گا۔ (۲) شام میں کمیونسٹوں کا روز افزوں اثر و نفوذ، جس سے ترکیہ کو تشویش لاحق ہو گئی ہے (۳) اور روس مشرق وسطیٰ میں روسی رضاکاروں کی مداخلت کی دھمکی —— جہاں تک معاہدہ بغداد کا تعلق ہے تینوں ملکوں کے لیڈر اس امر پر متفق ہیں کہ اس معاہدے کو قائم رہنا چاہئے

کراچی ۱۸ نومبر خاتون پاکستان محترمہ فاطمہ جناح نے پاکستان سینٹرل ہومیوپیتھک کالج کے جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب کرتے ہوئے ہومیوپیتھک پریکٹیشنروں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اس طریق علاج کے ذریعہ دکھی انسانیت کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ ج۔ ج

جرمن مسلم مشن کی تبلیغی سرگرمیاں

بقیہ از صفحہ اول

اور مولانا صدر الدین صاحب کی انٹروڈکشن ٹو دی ہولی قرآن سے لیکچر دیا گیا۔

۲۰ ستمبر (جمعرات) ایک برلن گرلز ہائی سکول کی طالبات مسجد دیکھنے آئیں اور مذہب اسلام کے متعلق انہوں نے کئی دلچسپ سوالات کئے جن کے جوابات دیئے گئے۔

۲۱ ستمبر (جمعہ) خطبہ جمعہ میں امام صاحب نے نماز پنجگانہ کی ادائیگی ایک مسلمان کا اہم ترین فریضہ قرار دیا خطبہ اور نماز جمعہ میں ۲۹ مسلمان شامل تھے

۲۲ ستمبر (ہفتہ) دمشق کے پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی مسجد دیکھنے آئے۔ اور برلن میں اسلامی سرگرمیوں کے حالات معلوم کئے۔

۲۵ ستمبر (منگل) سورہ یوسف سے درس قرآن دیا گیا اور انٹروڈکشن ٹو دی ہولی قرآن سے لیکچر دیا گیا

۲۸ ستمبر (جمعہ) امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں ان رسمیات پر تقریر کی جو نماز سے پہلے ادا کی جاتی ہیں۔ یعنی وضو، جسم کا ڈھانکنا، قبلہ کی طرف منہ کرنا، اوقات نماز اور تکبیر وغیرہ

۳۰ ستمبر (اتوار) پاکستان کے چار نوجوان مسجد دیکھنے آئے اور جرمنی میں تبلیغی سرگرمیوں اور احمدیہ مشن پر بات چیت ہوتی رہی۔

ج ج تل ابیب ۱۸ نومبر روس کے وزیر اعظم بلگانن نے دو روز ہوئے اسرائیل سے بھی یہی مطالبہ کیا تھا کہ وہ موجودہ لڑائی میں مصر کے نقصانات کیلئے مصر کو معاوضہ دے معلوم ہوا کہ اسرائیل نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا ہے آج اسرائیلی کابینہ مارشل بلگانن کے نام حکومت کے جواب پر غور کرے گی۔

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں چھپا باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔

ایڈیٹر:- دوست محمد

پیغام صلح ۲۱ نومبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ ۵۱

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۸ر نومبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۴۶

آہ! سیّد عبدالجبار شاہ صاحب

سلسلہ احمدیہ کا ایک اور ستون گر گیا

گذشتہ اشاعت میں سید عبدالجبار شاہ صاحب (سابق والیٔ سوات) کے عمزاد بھائی سیّد شاہجہان صاحب اور ان کی ہمشیرہ محترمہ کی اچانک موت کی خبر شائع کی جا چکی ہے جس میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ ۲۲ر نومبر کو بادشاہ صاحب کی خدمت میں تعزیت کیلئے جانے والے تھے، لیکن اُن کے خط سے یہ معلوم ہوتے پر کہ وہ اس روز ستھانہ سے باہر کسی ضروری کام پر جانے والے ہیں، اس دورہ کو ملتوی کرنا پڑا، لیکن ۲۲ر نومبر ہی کو یہ افسوسناک تار موصول ہوئی کہ بادشاہ صاحب بھی راہیٔ عالمِ بقا ہو گئے۔ حضرت امیر کو اس کا یقین نہ آیا، اور انہوں نے اس کی تصدیق کے لئے شاہ صاحب کے ایک عزیز سید حامد حسین صاحب اور نواب صاحب امب کو تاریں دیں، جن کا جواب ۲۳ر نومبر کو تیسرے پہر نواب صاحب امب کی طرف سے موصول ہوا اور اس میں اس خبر کی تصدیق کی گئی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ صاحب کا وجود سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے بمنزلہ ایک ستون کے تھا۔ آپ کی نیکی، پاکبازی اور بلندیٔ اخلاق اور سب سے بڑھکر عبادت الٰہی میں آپ کا سوز و گداز اور مخلوق خدا کے ساتھ شفقت و ہمدردی کا برتاؤ بہت لوگوں کی ہدایت کا موجب تھا اور بے شمار لوگ عقیدتاً آپ سے اختلاف رکھنے کے باوجود آپ کی نیکی و اخلاق کے گرویدہ تھے۔ وہ ایک ولی اللہ تھا جس کا وجود امام وقت اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا زندہ نشان تھا، حضرت مسیح موعود کے دعوے کے ابتدائی ایام میں اپنی ایک ملہمہ بہن کی نشاندہی پر آپ قادیان جاکر بیعت میں داخل ہو گئے۔ اور اس پر ایسی ثابت قدمی اور استقامت دکھائی کہ کچھ عرصہ بعد جب ریاست سوات پر آپ کا قبضہ ہو گیا، تو دشمنوں کے نہایت مخالفانہ پروپیگنڈے سے مجبور ہو کر آپ کو احمدیت کے مقابلہ میں تخت شاہی سے دستبردار ہونا پڑا۔ اور اس وقت سے لے کر آج تک اپنے وطن (ستھانہ ضلع ہزارہ) میں عزلت کی زندگی بسر کرتے رہے، اس اثناء میں جب کبھی کوئی جماعتی کام پیش آیا آپ نے سلسلہ کی خدمت کرنے میں کبھی دریغ نہ کیا، اللہ تعالیٰ آپ کی رُوح پُرفتوح پر ہزار ہزار رحمتیں اور برکات نازل کرے آپ کے اُٹھ جانے سے سلسلہ کو بہت بڑے قومی نقصان کا صدمہ اُٹھانا پڑا ہے، اور یہ کہنا خلافِ حقیقت نہیں کہ سلسلہ کی ایک نہایت قیمتی جان، ایک رجلِ عظیم ہم میں سے اُٹھ گیا ہے جس کی تلافی ہونی مشکل ہے۔ اس صدمہ میں جہاں ہم تمام قوم سے اظہار تعزیت کرتے ہیں تمام مرحوم کے فرزندانِ عزیز سید محمد ابراہیم صاحب بی ایس سی و سید اکبر حسین صاحب سید محمد علی صاحب اور دیگر تمام عزیزان و پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور بادشاہ صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، کسی آیندہ اشاعت میں مرحوم کے مفصل حالات زندگی درج کئے جائیں گے، مرحوم کے فرزند اکبر، اور خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور دیگر احباب سے جنہیں ان کے حالات و واقعات زندگی سے زیادہ واقفیت ہے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مہربانی فرما کر جلد از جلد ان کے حالات لکھ کر بھیجدیں گے جو قارئین کرام کے لئے یقیناً ازدیادِ ایمان کا موجب ہوں گے۔ حضرت شاہ صاحب کی وفات اور جنازہ کی کیفیت ذیل کے خط سے معلوم ہوتی ہے جو ان کے ایک غیر از جماعت عزیز کی طرف سے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے:۔

از ستھانہ ۔ براستہ ہری پور (ضلع ہزارہ) ۲۲ر نومبر ۱۹۵۶ء

محب الفقراء رفیق الاتقیاء مولانا صدرالدین صاحب زاد علیہ و فضلہٗ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ قبل ازیں آپ کا خط ستھانہ آیا تھا حضرت مولانا سیّد عبدالجبار شاہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ مولانا صدرالدین صاحب آنیوالے ہیں۔ اور میں ان کو جواب لکھا ہوں۔ یہ کیفیت مجھے سُنا کر دوسرے روز ۱۹ر نومبر ۱۹۵۶ء ضلع مردان تشریف لے گئے جہاں دوٹوں کے سلسلہ میں نواب صاحب مردان کے گھر میں کمیٹی تھی۔ ۱۹، ۲۰ر دو روز قیام کے بعد ۲۱ر نومبر روز چہارشنبہ صبح چار بجے حرکت قلب بند ہو کر انتقال ہو گیا کل ایک بجے لاش لائی گئی اور آج ۱۲ بجے سے پہلے تدفین عمل میں آئے گی۔ اس عظیم شخصیت کے انتقال سے ستھانہ کی دنیا ماتم کدہ بن گئی۔ ہر طرف سے مخلوق کا ہجوم سیلاب کے مانند آ گیا ہے۔ کیونکہ انکی شخصیت بہ لحاظ سیاست و سیادت اور تجربہ کاری کے مانی ہوئی تھی۔ باوجود عقائدی اختلاف کے پہاڑی مخلوق یعنی قبائل کے لوگ ان کے حسن و اخلاق سے گرویدہ تھے

بہر حال یہ کیفیت کل ہی ریڈیو سے نشر ہو چکی ہے مزید مشورہ کے بعد انکے فرزند اکبر نے مجھے کہا ہے کہ خط کے ذریعہ مولانا کو مطلع کر دیں۔ اسلئے اطلاعاً عرض ہے۔ فقیر سید سراج الدین بخاری صدر جمعیت حزب اللہ

مصر پر حملہ اور اُس کی ناکامی

اصحابِ فیل کے حملہ اور اُن کی ناکامی و تباہی کے مماثل ہے

مصر کی مصیبت عالمِ اسلام کے رابطۂ اتحاد کو بڑھانے کا موجب ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولنا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

الم تر کیف فعل ربك باصحب الفیل - الم یجعل کیدھم فی تضلیل - وارسل علیھم طیرًا ابابیل - ترمیھم بحجارۃٍ من سجیل فجعلھم کعصفٍ ماکول (سورۃ الفیل)

مکی زندگی میں جمعیت اسلامی کی ناتوانی

یہ سورت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت مکہ میں نازل ہوئی جب آپ کی جمعیت اس قدر کمزور تھی کہ اس کو جمعیت نہیں کہا جا سکتا، اس جمعیت کو مکہ کے لوگ اپنا شکار سمجھتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر ناتوان لوگ تھے، جو آپ پر ایمان لاتے وہ غریب اور کمزور حیثیت کے مالک تھے، مکہ کے بڑے بڑے سردار ابوجہل، ابولہب، امیہ بن خلف، عتبہ، شیبہ اور اس قسم کے اور صاحب حیثیت لوگ سمجھتے تھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعیت کو جو کمزوری اور ناتوانی کا مجسمہ ہے پیس کر رکھ دیں گے۔

سورۃ الفیل میں نبی کریم صلعم کی تسلّی کا سامان

ان حالات میں اللہ تعالےٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اس کا نام سورۃ الفیل ہے، اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلّی کا سامان ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ کمزوروں کا ساتھی میں ہوں، اور میں جب چاہوں تو بڑے بڑوں کو پیس ڈالتا ہوں۔

مصر میں ابرہہ کے فرزندوں کا وحشیانہ پن

میں نے اس سورۃ کو مصر کے معاملہ کے پیشِ نظر پڑھا ہے، جس طرح آنحضرت صلعم کی پیدائش سے پہلے ایک عیسائی گورنر ابرہہ نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنا اور توحید الٰہی کا نام و نشان مٹانا چاہا تھا۔ اسی طرح آج اس کی ذریت نے مصر پر حملہ کر کے ایک مسلمان ملک کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی ہے برطانیہ اور فرانس کے مصر پر حملہ کی جو رپورٹیں آئی ہیں، اور جو تصویریں شائع ہوئی ہیں، ان سے نظر آتا ہے کہ کس بے رحمی کے ساتھ سول آبادی کو تہس نہس کیا گیا ہے، کس طرح عورتیں اور بچے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے بیرحمانہ حملوں اور بمباری سے ہلاک و زخمی ہوئے۔ ایک انگریز نے اس تمام کیفیت کو اپنی آنکھ سے دیکھ کر نہایت لرزہ خیز حالات کا انکشاف کیا ہے ....

....

روٹی کے فرزند

ابرہہ نے جو یمن میں ایک عیسائی بادشاہ کا وائسرائے تھا کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے کے لئے بڑا زبردست منصوبہ کیا تھا۔ یہ عیسائی قومیں روٹی کی فرزند ہیں۔ ان کی عبادت میں یہ دعا شامل ہے کہ اے خدا آج کی روٹی ہمیں دے لیکن صرف آج ہی کی نہیں تمام عمر کے لئے ساری دنیا کی روٹیاں اور مال و دولت سمیٹ کر بھی ان کے اندر سے ہل من مزید ہی کی آواز آتی ہے۔

ابرہہ کا منصوبہ

ابرہہ نے جب دیکھا کہ خانہ کعبہ تجارت کا بہت بڑا مرکز ہے، تو ارادہ کیا کہ ایک بہت بڑا گرجا بنایا جائے جو شان و شوکت کے لحاظ سے بے نظیر ہو، اس گرجا کی شان و شوکت خود بخود لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لائے گی اور خانہ کعبہ کی جگہ یہ مرکز تجارت بن جائے گا۔ چنانچہ اس نے صنعا یمن میں رنگ کا سنگ مرمر جمع کیا، جس سے گرجا کی خوبصورتی کو چار چاند لگ گئے، اور اس کا کلس اتنا اونچا رکھا کہ اس کو دیکھنے کے لئے جب آدمی سر اٹھائے تو اس کی ٹوپی گر جائے۔ اس کا خیال تھا کہ اس گرجا کے بن جانے پر مکہ کا وہ معمولی گھر جو کعبۃ اللہ کہلاتا ہے معاذ اللہ برباد ہو جائے گا۔ اور مکہ کی تجارت صنعا میں منتقل ہو جائیگی لیکن کروڑہا روپیہ صرف کرنے کے بعد اس نے دیکھا کہ کعبۃ اللہ اسی طرح آباد ہے: لوگوں کا رجحان اُسکی طرف اسی طرح ہے جیسا پہلے تھا۔ اور اہل مکہ کی تجارت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس لئے اس کو بہت تکلیف ہوئی، اور اُس نے ارادہ کیا کہ کعبۃ اللہ کو مسمار کر دینا چاہیئے، جب اس کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔ تو کوئی بھی وہاں نہ جائے گا، اور صنعا کی طرف خواہ مخواہ لوگ چلے آئیں گے۔

مکہ پر ابرہہ کا حملہ اور عبدالمطلب سے گفتگو

اس خیال سے اس نے بڑا لشکر جرار جمع کیا۔ افریقہ سے ہاتھی منگوائے، بھلا اہل عرب ہاتھیوں سے کہاں واقف تھے۔ یہ عجیب جانور انہیں ڈرانے کے لئے بہت کافی تھے۔ اس لاؤ لشکر اور جاہ و جلال کے ساتھ اُس نے مکہ پر چڑھائی کی اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے چار سو اونٹ پکڑ لئے۔ عبدالمطلب کی مکہ میں بہت بڑی حیثیت تھی اور آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک سردار کا مال لوٹ لیا جائے تو یہ اس کی کتنی بے عزتی اور اس کی غیرت کو کتنا بڑا چیلنج ہے۔ لکھا ہے کہ عبدالمطلب نے ابرہہ کو پیغام بھیجا کہ میں ملنا چاہتا ہوں اُس نے بڑی خوشی سے ملنے کی اجازت دے دی اور عزت کے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ کس طرح آنا ہوا؟ عبدالمطلب نے کہا کہ میرے چار سو اونٹ آپ کے آدمی پکڑ کر لے آئے ہیں، وہ مجھے واپس دلا دیجئے ابرہہ اس سوال پر بڑا بگڑا اور بڑی گستاخی کے ساتھ اس نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ تم بڑے دانشمند انسان ہو، لیکن تمہاری بات سن کر معلوم ہوا کہ تم بڑے نالائق ہو، اس لئے ہمارے دل میں تمہاری عزت نہیں رہی، ہم تو تمہارے خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے آئے ہیں اور تم اپنے اونٹوں کی فکر میں ہو؟ عبدالمطلب نے جواب دیا۔ انا رب الابل وان للبیت ربًّا - میں تو اونٹوں کا مالک ہوں۔ بیت اللہ کا بھی مالک ہے، وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔

عبدالمطلب کی دردبھری دُعا اور نصرتِ الٰہی کا ظہور

یہ کہا اور اٹھ کر چلے آئے، اور کعبۃ اللہ کے کنڈے کو پکڑ کر نہایت رقت و زاری کے ساتھ یہ دعا کی لاھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع رحالك - فانصر علی آل الصلیب وعابدیه الیوم - لا یغلبن صلیبھم ومحالھم ابدًا محالك - ہم کو کیوں فکر ہو، جب ہر انسان طبعًا اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، "اے مولا تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما - اور آل صلیب اور صلیب کے پرستاروں کے مقابلہ میں آج اپنی قوم کی نصرت فرما، ان کی صلیب اور انکی طاقت تیری طاقت پر ہرگز غالب نہ آنے پائے" اس دردبھرے دل کے ساتھ انہوں نے خدا کو پکارا کہ نصرت الٰہی نے اہل مکہ کا ساتھ دیا - اور ابرہہ اور اس کے لشکر کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

سورۃ الفیل میں مسلمانوں کی تسلّی اور کفار پر غلبہ کی بشارت

اس نقشہ کو سامنے لاتے ہوئے فرمایا الم ترکیف فعل ربك باصحٰب الفیل - اے محمد رسول اللہ تیری ناتوانی میں کوئی شک نہیں تیرے مقابلہ میں بھی بڑے بڑے ابرہہ اور ان کا جرار لشکر ہے، لیکن تجھے معلوم ہے کہ اس وقت جب تو پیدا ہی ہوا تھا اس مرکز کی حفاظت ہم نے کی تھی، اب بھی تیرے دین کی حفاظت ہم کرینگے اور تجھے اور تیرے ساتھیوں کو تباہ نہ ہونے دیں گے۔

(باقی بر صفحہ ۱۳ کالم ۱ و ۲)

فتنۂ سیاست

فتنۂ سیاست کے متعلق نظریاتی بحث اور مفکرین یورپ کی آرا

انگلستان و فرانس کی سیاست، سیاسیینِ عالم کے عریاں خدوخال، یورپ میں فتنۂ سیاست

چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ گجرات

۱۔ مختصر سی نظریاتی بحث

حال ہی میں غلام محمد پرویز صاحب کے قلم سے ایک نہایت مفید کتاب زیر عنوان "انسان نے کیا سوچا" ادارہ طلوع اسلام کراچی سے شائع ہوئی ہے اس کتاب میں انہوں نے ایک باب سیاست پر باندھا ہے اور اس پر نہایت دقیق فلسفیانہ بحثیں کی ہیں اور زمانہ ماضی اور حال کے مشہور مفکرین کی آرا لکھی ہیں اور مملکت و حکومت اور سیاست کے متعلق مختلف نظریات پیش کئے ہیں اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:۔

"جمہوریت وہ نظام ہے جس پر انسان اپنی مدت العمر کے تجارب کے بعد پہنچا ہے۔ اور مغربی مفکرین کے نزدیک اس سے بہتر نظام حکومت کا تصور ناممکن ہے اس نظام کو آیۂ رحمت، کفیل سعادت و برکات سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تائید کرنے والوں کو حق و صداقت کے شاہد اور نوع انسانی کی فلاح و بہبود کا معاون خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو انسانیت کا مجرم اور خدا کا دشمن تصور کیا جاتا ہے اسے انسانی ذہن کے سامنے کچھ ایسے انداز سے پیش کیا جاتا ہے گویا اسے آسمانی سندات حاصل ہیں"

مفکرین مغرب کی آرا

اس کے بعد انہوں نے متعدد مغربی مفکرین کی جمہوریت کے متعلق آرا قلمبند کی ہیں۔ اور بتلایا ہے کہ مغرب کے علماء اس نام نہاد جمہوریت کو کبھی آمریت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی اسے عوام کے اقتدار اعلیٰ کا فریب کہتے ہیں چنانچہ پروفیسر ایونگ کی بابت وہ اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۸۷ پر یوں درج کرتے ہیں:۔

"ڈیماکریسی کے خلاف سب سے بڑی اصولی دلیل ایسی واضح ہے جس کی لمبی چوڑی تشریح کی ضرورت ہی نہیں۔ ڈیماکریسی کے معنی ایسا انداز حکومت ہیں جس میں ہر انسان دخیل ہوتا ہے لیکن گورنمنٹ ایک خاص فن ہے اور بڑی مشکل سائنس اور ہر شخص میں نہ اس کی صلاحیت ہو سکتی ہے نہ اس کا مذاق۔ نہ اس کے لئے فرصت نہ میلان کہ وہ اس فنی سائنس میں درک حاصل کرے۔ جس طرح ہر عطائی فن طب کا ماسٹر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جمہوریت کے معنی ہی ایسے لوگوں کی حکومت ہیں جو فن حکومت کے ماہر نہیں ہیں۔ بس اس کی مثال یوں سمجھئے۔ جیسے طب کے کسی اہم سوال کے متعلق عوام کی کثرت رائے سے فیصلہ کر دیا جائے اور ان آرا میں ماہر فن ڈاکٹر کی رائے بھی ایک ہی شمار کی جائے"

اس زمانہ میں جوڈ ڈیماکریسی کا بہت بڑا حامی ہے اور وہ ان تمام لوگوں کو جو ڈیماکریسی کے خلاف اعتراض کرتے ہیں اور جن میں افلاطون بھی شامل ہے اور جن کا کہنا ہے کہ نظام حکومت جیسے اہم فریضہ کو عوام کے سپرد نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ملک کے بہترین افراد کے سپرد کرنا چاہیئے۔ یوں جواب دیتا ہے:

"جس طرح ایک مڑا ہوا پاؤں قاعدے کے مطابق سیدھے جوتے میں کبھی آرام محسوس نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے اسی قسم کا ٹیڑھا میڑھا جوتا ہونا چاہیئے اسی طرح جس قسم کے انسان ہوں اسی طرح کی حکومت ہونی چاہیئے۔ پست سطح کے انسان بلند سطح کے انسانوں کی حکومت میں کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا انہیں آزاد چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ اپنے مزاج کے مطابق خود حکومت بنالیں"

جمہوریت کے اس بڑے حامی کو کچھ عرصہ بعد خود ہی اپنی ایک اور کتاب "زوال" میں یوں لکھنا پڑا کہ:۔

"سائنس کی رو سے ہر چیز کی قیمت اس کی کمیت کے لحاظ سے مقرر ہوتی ہے۔ کیفیت کی رو سے نہیں سائنس کے عام ہونے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی اصول کو سیاست پر بھی منطبق کر لیا گیا۔ چنانچہ جمہوری انداز حکومت میں فیصلے سروں کی گنتی سے ہونے لگے۔ ہر سر ایک ووٹ خواہ ایک سر مفکر کا اور دوسرا گدھے کا کیوں نہ ہو"

حالانکہ بقول اقبال یہ حقیقت ہے:۔ کہ

"از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید"

اخلاق و سیاست

آگے چل کر پرویز اخلاق و سیاست پر بحث کرتا ہوا جوڈ کے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کرتا ہے:۔

"عیسائیت کی رو سے انسانی دنیا کا حقیقی مسکن یہ دنیا نہیں بلکہ آنے والی دنیا ہے، اخروی دنیا خیر محض کی مظہر ہے اس کے برعکس یہ دنیا شر و فساد کی دنیا ہے اُس دنیا کی حیات ابدی ہے یہ دنیا محض عبوری حیثیت رکھتی ہے"

اس پر پرویز رقم طراز ہے کہ:۔

"اس انداز فکر کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سلطنت تمام اخلاقی قیود سے بے لگام ہو گئی اور اخلاقیات کا نظریہ محض پند و نصائح رہ گیا۔ شکست خوردہ عیسائیت کے اس غلط فیصلے نے انسان کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ذی اقتدار لوگوں کو ایک مرتبہ کھلی چھٹی دے دیجئے اس کے بعد ان پر کسی قسم کی بھی پابندی عائد کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے"

میکاؤلی کا ظہور

اب یوں ہوا کہ دن بدن اخلاق و سیاست علیحدہ ہوتے چلے گئے تا آنکہ سولہویں صدی کے شروع میں میکاؤلی جو اس فن کا گویا خاتم السیاسیین ہے اپنا نظریہ پیش کرنے لگا جو آج تک دنیا کی سیاست پر اثر انداز ہے اور جس کی امت اس وقت مغرب و مشرق میں پھیلی ہوئی ہے میکاؤلی نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب دی پرنس (The Prince) میں اپنے نظریات کو بڑے زور سے پیش کیا ہے۔ اور یہی کتاب اس وقت سیاسیات کا آخری صحیفہ سمجھی جا رہی ہے حکمرانوں کے ہاں اس "مقدس کتاب" کی بڑی اہمیت ہے اور مغرب کے سیاستدان ہر وقت اس کی تلاوت کرتے اور اس پر عمل پیرا رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ٹامس کرامویل Thomas Cromwell اسے تکیہ کے نیچے رکھ کر سویا کرتا تھا ہنری سوم اس سیاسی بائیبل کو اپنی جیب میں رکھتا تھا حتیٰ کہ جب وہ قتل ہوا تو اس کی جیب سے یہ کتاب نکلی۔ فریڈرک دوم نے ان الفاظ میں میکاؤلی کے فلسفہ سیاست کی مدح سرائی کی ہے:۔

"کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ تم اپنے عزائم کو چھپاؤ۔ اور اپنے کیریکٹر کو ہمیشہ زیر نقاب رکھو صحیح عمل یہ نہیں کہ پہلے سے متعین کر لیا جائے کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ حکمت عملی یہ ہے کہ حسب موقع جو صورت اپنے فائدے کی نظر آئے اختیار کر لی جائے۔ اسی لئے تم سے ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ دوسری سلطنتوں سے معاہدات کر کے اپنے ہاتھ نہیں باندھ لینے چاہئیں اپنے آپ کو ہمیشہ آزاد رکھنا چاہیئے میکاؤلی نے کہا تھا۔ کہ جو سلطنت اپنے مفاد سے غافل ہوتی ہے آخرالامر تباہ ہو جاتی ہے میں اگرچہ طبعاً ایسے اصول کو پسند نہیں کرتا لیکن میکاؤلی سے متفق ہونے پر مجبور ہوں"

انسان ابھی تک جاہل ہے

اس وقت مغرب ہر نئے خیال کا مرکز ہے تہذیب و تمدن کے نئے نظریئے وہاں سے پیدا ہوتے ہیں فلسفہ کو جنم وہاں ملتا ہے۔ سائنس کے بیج وہاں بوئے گئے۔ اور اب اس کا ایک شاندار درخت کھڑا ہے۔ دنیا نہ صرف مغرب کی مادی طاقت سے مرعوب ہے بلکہ اس کے علم و حکمت کے سامنے بھی بصد ادب و احترام جھکی ہوئی ہے۔ مغرب کی ہر چیز چمکیلی، روشن اور تابندہ ہے۔ اور ظاہری آنکھوں کو خیرہ کرنے والی درخشندگی رکھتی ہے مگر اس کا باطن تاریک اور گھناؤنا ہے

درحقیقت اس کا علم ایک خطرناک جہالت ہے جس نے تمام انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے آج سے چودہ سو برس قبل خدا کے آخری صحیفہ میں یہ اعلان ہوا تھا کہ **مالھم بہ من علم ولا لآباءھم کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا** یعنی ان مغربی دجالوں کے پاس کوئی علم نہیں۔ اور نہ ہی ان کے سیاسی نظریئے قائم کرنے والے ان کے آباؤ اجداد کے پاس کوئی صحیح علم تھا یہ چھوٹے دل اور چھوٹے دماغ کے لوگ اپنے منہ سے بہت بڑی بڑی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ مگر وہ جو کہتے ہیں وہ سب جھوٹ اور لغو گوئی ہوتی ہے۔" اس سے بڑھ کر صحیح معقول اور مکمل ان مغربی افکار کی کوئی تصویر نہیں کھینچی جاسکتی۔ دنیا ان لوگوں سے مرعوب نہ ہو ان کی باتیں علم پر مبنی نہیں۔ بلکہ ان کا سرچشمہ سراسر جہالت ہے ان کے فلسفیوں کی بنیاد، صداقت پر نہیں بلکہ باطل پر ہے۔ ان کے انداز فکر میں جھوٹ ہے۔ ان کے طرز تحریر میں جھوٹ ہے ان کے عمل میں جھوٹ ہے۔ ان کی تصنیفیں محض کذب بیانیاں ہیں۔ اس حقیقت کو بیان ہوئے آج ایک طویل عرصہ گذر چکا ہے۔ مگر مغرب کا فلاسفر ابھی تک علم سے تہی دست ہے۔ اور اب خود مفکرین مغرب کو یہ احساس ہوتا چلا جارہا ہے۔ کہ ان کے تمام فلسفوں، نظاموں، اداروں اور ضابطوں میں کہیں کوئی خلا ہے۔ جس کے پُر نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ہر تعمیر بجائے خود ایک تخریب ہے بناؤ کی جگہ بگاڑ ہے۔ امن کی جگہ فساد ہے۔ سود کی جگہ زیاں ہے۔ زندگی کی جگہ موت ہے۔ ہم نے محض تمہید کے طور پر یہ مختصر سی نظریاتی بحث اس فتنۂ سیاست کے متعلق درج کردی ہے اب ہم اس فتنہ کی خطرناکیوں کو واقعات کی روشنی میں اس انداز میں بیان کریں گے کہ پاکستان کے اوسط دماغ کا ہر انسان اسے سمجھ سکے۔ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کے مداوا کی کچھ فکر کرے۔ یہ فتنہ انسانیت کو مصیبت کے دوزخ کی طرف کھینچے چلا جارہا ہے اور اگر اس بیماری کا علاج آسمان سے لائے ہوئے نسخہ سے نہ کیا گیا تو نسل انسانی کا خاتمہ ہوجائے گا۔

انگلستان و فرانس کی سیاست

انگلستان و فرانس مغرب کے دو ایسے مہذب ملک ہیں جن کی گذشتہ روایات اور تاریخی عظمت بڑی شاندار ہے ان دو ملکوں نے بہت بڑے فلاسفر، سائنسدان، سیاسیئین مدبرین اور فاتحین پیدا کئے جرمنی میں بھی بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے مگر یہ ملک اپنے فلاسفروں کے فلسفہ کے بوجھ کے نیچے خود ہی کچلا گیا۔ اور اب اس کی حیثیت ایک مقہور اور مغلوب ملک کی سی ہوچکی ہے۔ لیکن انگلستان و فرانس اب بھی بہت بڑی طاقتیں ہیں۔ ان کے ہاں علم و حکمت کے بڑے بڑے دارالعلوم ہیں عظیم الشان لائبریریاں ہیں ادارہ اقوام عالم میں ان ملکوں کا بڑا مقام ہے وہ اس کے مستقل اراکین ہیں ان کو امن وسلامتی قائم کرنے کے بڑے بڑے دعوے ہیں وہ قوموں کے تنازعوں کو مٹانے کے لئے بین الاقوامی مجالس قائم کرتے ہیں جن کے متعلق ان کا ادعا یہ ہے کہ تمام تنازعات بحث و تمحیص، افہام و تفہیم، صلح جوئی اور آشتی اور مصالحت کوشی اور ثالثی سے حل کئے جاسکتے ہیں۔ مگر قرآن نے جو کہا تھا کہ یہ منہ سے بڑا بول بولتے ہیں مگر جانتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے ابھی ابھی ان لوگوں کے اعمال سے سچا ثابت ہوگیا ہے

نہر سویز کا مسئلہ

نہر سویز مصر کے ملک کا ایک حصہ ہے۔ مصریوں کی محنت سے اسے کھودا گیا اور آج تمام اقوام عالم نے اس سے لامحدود فوائد حاصل کئے۔ مصر کو جب آزادی ملی تو اس نے جہاں آزاد قوموں کی طرح اپنے ماحول کا موازنہ شروع کیا اور ملک میں بڑی بڑی اصلاحی اسکیمیں نافذ کیں وہاں اس نے استحقاقاً نہر سویز کو بھی قومیالیا۔ اس پر مہذب دنیا کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ مگر انگریزوں اور فرانسیسیوں کو یہ بات سخت ناگوار گذری۔ مصر تمام دنیا کو یہ ضمانت دینے کو تیار تھا کہ سویز میں ہر قوم کو جہاز گذارنے کی کھلی اجازت ہوگی مگر یورپ کی ان دو مہذب قوموں کو اس غیر ملک کے حصۂ ارضی پر ابدی تسلط قائم رکھنا مقصود تھا اسی لئے انہوں نے فوج کشی کی دھمکیاں دینی شروع کیں اور اس طرح امن کی فضا غبار آلود کردی۔ بالآخر یہ مسئلہ مجلس اقوام کے سامنے پیش ہوگیا۔ اس پر گفتگو شروع ہوگئی اور باہمی تبادلۂ خیالات سے کچھ اصول طے ہوگئے۔ اور لوگوں کے دلوں سے جنگ کا خطرہ دور ہوگیا۔

انگریزوں کی شہ پر اسرائیل کا حملہ

مگر ادھر یہ مسئلہ اقوام عالم کے زیر غور تھا اور ادھر یورپ کی یہ دو دجالی حکومتیں مصر کے خلاف شیطانی سازشوں میں مصروف ہوگئیں۔ اور وہ جو حدیث میں آیا تھا کہ دجال کے ساتھ یہودی ہوں گے۔ اس کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے یہودیوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور انہیں شہ دی کہ وہ مصر پر حملہ آور ہوجائیں۔ چنانچہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو انہوں نے اچانک مصر پر حملہ کردیا۔ اس کی کوئی وجہ محرک نہ تھی مصر کی طرف سے کوئی زیادتی نہ ہوئی تھی۔ مصر کے خلاف کسی قسم کی جنگی کارروائی کا الزام تک نہ لگایا جاسکا۔ اس سے تمام دنیا کی نظروں میں اسرائیل ایک ظالم حملہ آور کی حیثیت میں نظر آنے لگا۔

انگلستان اور فرانس کا حملہ

جب مصر نے اس کی مدافعت کی تو انگلستان اور فرانس کی فضائی، بحری اور بری فوجوں نے اسرائیل کی حمایت میں مصر پر حملہ کردیا۔ انگلستان کے رجل عظیم اور مرد اوّل سر انتھنی ایڈن نے اعلان کیا کہ چونکہ اسرائیل اور مصر میں جنگ برپا ہوگئی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس میں ہم فوجی مداخلت کریں۔ Mollet موسیو مولے، وزیر اعظم فرانس نے اپنی مجلس میں اعلان کیا کہ ہم امن وسلامتی قائم رکھنے کے لئے مصر پر یورش کررہے ہیں۔ اس موقعہ پر دجالیت کی باریک چالوں سے کام نہ لیا گیا۔ بلکہ ایسے بھونڈے طریق پر جارحانہ کارروائیاں شروع کی گئیں کہ انسانیت کا ضمیر مضطرب ہوگیا اور دنیا کے عوام چلا اٹھے۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

سیاسیئین کے عریاں خدوخال

مگر دنیا کی حکومتوں کے وہ اراکین جن کے ہاتھوں میں ان ملکوں کے اقتدار اعلیٰ ہیں فتنۂ سیاست کے مظاہر بن کر دنیا کے سامنے عریاں ہوگئے اور ان کے خدوخال کا مطالعہ بڑی دلچسپی کا موجب بن گیا۔ آؤ ان سیاسیئین کے عریاں خدوخال کا مشاہدہ کریں۔

نہرو کی سیاست

نہرو کے نمائندے تمام اکناف عالم میں امن امن پکارتے ہوئے بین الاقوامی تنازعات میں بطور ثالث اپنے آپ کو کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر خود اپنے ملک میں ۳۵ لاکھ انسانوں کی حریت و آزادی کو سلب کئے ہوئے ہیں۔ اور بے شمار فوج۔ ع

آستیں میں دشنہ پنہاں، ہاتھ میں خنجر کھلا۔

کی حیثیت کذائی میں لاکھوں کی تعداد میں کشمیر میں بٹھا رکھی ہے۔ نہرو آج تک مصر کو غیر جانبدار رہنے کی تلقین کرتا رہا اس نے معاہدہ بغداد میں اسے شریک نہیں ہونے دیا اور مغربی طاقتوں کے خلاف مصر کی حوصلہ افزائی میں ایک مدت تک مصروف رہا۔ جب مغربی دو طاقتوں نے اس پر اچانک حملہ کر دیا تو اس نے ان کے خلاف بڑے زور سے بیان دیئے مگر اسکی امداد کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا۔ نہ کوئی والنٹیر بھیجا نہ کوئی مالی امداد کی۔ بلکہ جب روس نے مصر کی امداد کے لئے اپنا تعاون پیش کیا۔ اور حملہ آوروں کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے اپنی جارحانہ کارروائیاں بند نہ کیں تو وہ مصر کی کھلم کھلا امداد کریگا تو اس پر نہرو چیں بہ جبیں ہوا۔ اور اس نے بڑے سخت لہجہ میں بلگانن کو متنبہ کیا کہ وہ ہرگز مظلوم مصر کی امداد نہ کرے نہایت حال کے اس فتنہ سیاست کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال مل سکتی ہے عوام نے جب شور کیا کہ کم از کم مصر کے اس دوست کو دولت مشترکہ سے ضرور نکل جانا چاہیئے تو اس نے یہ کہہ کر اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا۔ کہ انگلستان کی ساری قوم اس ظلم میں شریک نہیں۔ یہ فتنہ سیاست کی ایک جھلک ہے جس سے دنیا کی آنکھیں چندھیا گئیں حال ہی میں بھارت میں مذہبی راہنما کے متعلق جو فسادات ہوئے اور خون مسلم کی جو ارزانی ہوئی اس پر پاکستان میں بڑا اضطراب پیدا ہوا۔ اور وزیر اعظم پاکستان حسین شہید سہروردی نے ایک نوشت نہرو کے نام بطور احتجاج ارسال کی۔ اس پر نہرو کا جواب جو ۱۱ نومبر ۵۶ء کے پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا ہے یوں ہے:

"ہند میں مسلم اقلیت نہایت شادان و فرحاں ہے اور وہاں اس پر قطعاً کوئی زیادتی نہیں ہورہی"

مہاتما گاندھی کے اس عدم تشدد کے حامی چیلے کے الفاظ کو پڑھیئے۔ اور "ان یقولون الا کذبا" کی خود ہی تفسیر کرلیجئے۔ ان لوگوں کے ہاتھ خون سے رنگین ہیں

اور ان کے دانت انسانوں کو پیسنے میں مصروف ہیں انسان کا گوشت اور خون ان کے پیٹوں کی غذا ہے۔ مگر ان کی زبانیں امن امن کی صدائیں لگا رہی ہیں فتنۂ سیاست کی یہ بھیانک تصویر صرف بھارت میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے گوشوں میں بھی اپنی پوری نمائش کر رہی ہے۔

روس کی سیاست

عین اس وقت جب یورپ کے درندے مصریوں کی چیر پھاڑ میں مصروف تھے روس کی فوجیں ہنگری میں عبرت انگیز ڈرامہ کھیل رہی تھیں مصر کو سب سے زیادہ بھروسہ روس ہی کی طاقت پر تھا۔ یورپ کی فوجیں اپنے تمام ہلاکت آفرین اسلحہ سے مسلح ہو کر مصر پر حملہ آور ہو گئیں۔ بے شمار نہتے شہریوں کا جانی نقصان ہوا۔ سربہ فلک عمارتیں مسمار ہو گئیں۔ اور دس دن تک متواتر خون کی یہ ہولی کھیلی جاتی رہی مگر روس کا ایک سپاہی سرزمین مصر پر مصر کی اعانت کے لئے نہ پہنچ سکا۔ زبانی دعوے بہت ہوئے مگر عملاً کوئی ثبوت نہ ملا۔ جو لوگ خود انسان نما درندہ ہوں وہ بھلا مظلوم کی کیا امداد کر سکتے ہیں۔

اسرائیل کی سیاست

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے لیکر آج تک اسرائیلی انسانیت کے غدار ہیں۔ مکر و فریب ان کے خمیر میں ہے۔ گذشتہ دو جنگوں میں کروڑہا انسان موت کے گھاٹ اتارے گئے ان جنگوں کے پس پردہ یہودی سرمایہ دار کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ آج اسرائیل خود ایک شمشیر ہے۔ جو یورپ کے کسی بازوئے شمشیر زن کے ہاتھ میں بطور ہتھیار کام دے رہی ہے۔ اس کے اس جارحانہ حملہ کی کوئی توجیہہ اخلاقی رنگ میں نہیں کی جا سکتی۔ مگر پھر بھی اسرائیل خود کو مظلوم ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے اس حملہ کے جواز میں دلیلیں دے رہا ہے۔ اور اپنے ظالم دوستوں کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ وہ اس جنگ میں جن جن علاقوں پر قابض ہو چکا ہے ان سے دستبردار نہیں ہو گا۔ اس نے علی الاعلان دنیا کو کہا ہے کہ صحرائے سینائی مصر کا حصہ نہیں اسرائیل کا علاقہ ہے۔ اور وہ وہاں سے اپنی فوجوں کا انخلا نہیں کرے گا۔ مگر جونہی آئزن ہاور صدر امریکہ نے ٹیلیفون پر مسٹر ڈیوڈ بن گوریان وزیر اعظم اسرائیل کو پیغام دیا۔ کہ وہ اپنی افواج مصری علاقہ سے فوراً نکال لے تو اس نے ایک منٹ کا توقف کئے بغیر اسی منہ سے جس سے پہلے عدم انخلا کے اعلانات کئے گئے تھے یہ اعلان کر دیا کہ ہم ایسا کرنے کو بالکل تیار ہیں۔ اسرائیل مذہب اور نسل کی بنا پر ایک قوم بنا ہوا ہے۔ اور قرآن نے جو یہ کہا تھا کہ وہ ذلیل و مغلوب رہیں گے۔ اس موجودہ سانحہ نے اس حقیقت کو اور بھی آشکار کر دیا۔ اور اس قرآنی آیت کی تصدیق کر دی۔ اور اس وقت فی الواقعہ اسرائیل دنیا کی ذلیل ترین اور مغلوب ترین قوم ہے

امریکہ کی سیاست

اس وقت اقوام اور تمام ممالک امریکہ کی مدح سرائی میں مصروف ہیں۔ یہاں تک کہ خود عرب ممالک نے بھی امریکہ کی بہت تعریف کی ہے اور شکریہ ادا کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس وقت انگریزوں اور فرانسیسیوں کا ساتھ نہیں دیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے۔ کہ فرانس اور برطانیہ نے ایسے رازدارانہ طریق پر اس حملہ کے منصوبہ کو تیار کیا کہ اپنے حلیف امریکہ کو بھی خبر نہ ہونے دی۔ امریکہ کا شکوہ بھی یہی ہے کہ جو کچھ کیا گیا ہے وہ اس کی اطلاع کے بغیر کیا گیا ہے اس لئے وہ اس "قتل عام" میں حصہ نہیں لے سکا جنگی نقطۂ نگاہ سے امریکہ کو یہ خوب معلوم تھا۔ کہ مصر ان بڑی طاقتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اگر انگریزوں کی وزارت دفاع کا یہ بیان صحیح ہے۔ کہ سارے جنگ میں ان کے صرف بیس آدمی ہلاک اور ۶۵ زخمی ہوئے اور مصر کے دو سو ہوائی جہاز فضا میں اور زمین پر برباد کر دیئے گئے تو اس سے فریقین کی جنگی طاقت کے تناسب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ برطانیہ و فرانس کی اس قدر مہیب اور زبردست طاقت کے باوجود امریکہ نے دوران جنگ میں ان کی امداد سے دست کشی نہیں کی۔ اور جب روس نے علی الاعلان یہ دھمکی دی کہ وہ اس جارحانہ اقدام کو برداشت نہیں کرے گا۔ اور یہ کہ اب اس کی مداخلت ناگزیر ہو چکی ہے۔ تو جہاں نہرو نے روس کو اس کے عوام سے تلخ لہجے میں باز رہنے کی تلقین کی وہاں امریکہ کے سیاست دانوں نے یہ مناسب سمجھا کہ وہ الٹی روس کو دھمکی دیں کہ اگر اس نے مظلوم کی حمایت میں تلوار اٹھائی تو اس کے مقابلہ کے لئے امریکہ اپنی میانوں سے شمشیریں باہر نکال لیں گے اور روسیوں کے ساتھ مصریوں اور عربوں کو بھی تہ تیغ کر دیں گے۔ یہ ہے اس زمانہ کے شریف ترین، جمہوریت پسند، صلح کل، حریت نواز، امن پسند امریکہ کی سیاست۔

دیگر اولادِ آدم کی سیاست

دنیا کے بہت سے ممالک ایسے بھی ہیں جو اقوام عالم کی مجالس میں اس وقت بھی غیر جانبدار ہیں۔ بہت ایسے ہیں جنہوں نے صرف وعظ و نصیحت پر ہی اکتفا کیا ہوا ہے لیکن سوائے روس کے کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ حملہ آوروں کو خالی دھمکی ہی دے دے۔ سیاست کی ان عیارانہ چالوں کو دیکھ کر میکاؤلی کی روح کتنی خوش ہوتی ہو گی۔

پاکستان کی سیاسی جماعتیں

تمام دنیا میں پاکستان ہی ایک ملک ہے جس کا ادعا ہے کہ اس کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے امورات سلطنت میں وہ آسمان سے روشنی لیتا ہے اور آئین خداوندی کو زمین پر نافذ کرتا ہے مصر کے اس طرح ابتلا میں آ جانے سے تمام ملک میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا جلسے ہوئے اور جلوس نکلے۔ مگر اس وقت سب سے زیادہ اسلام کا درد جس دل میں پیدا ہوا وہ ایک ایسا سیاست دان تھا جس میں اسلام کم اور اس کا درد زیادہ تھا یہ شخص خود ایک بڑے جلوس کی قیادت کر رہا تھا۔ اور اسلام کے نام پر لوگوں کو اپنی حکومت کے خلاف بھی بھڑکا رہا تھا یہ وہ شخص ہے جسکو روشنی ماسکو سے ملتی ہے۔ یہ بغداد کے معاہدہ کے اس لئے خلاف ہے۔ کہ اس کی زد روس کی طاقت پر پڑتی ہے۔ نام اسلام کا لیتا تھا مگر درد اس کو روس کا تھا یہ شخص بھی زمانہ حاضرہ کے فتنہ سیاست کا ایک مثالی نمونہ ہے۔

پاکستان کی مختلف سیاسی جماعتیں مختلف طریقوں سے فساد مصر کے متعلق مظاہرے کرتی رہیں ایک ان میں وہ جماعت تھی جو معاہدہ بغداد کی معمار تھی جس کے عہد سعادت مہد میں یہ معاہدہ تیار ہوا جو نو برس تک امریکہ کی گود میں پلتی رہی اس سے امداد لیتی رہی۔ اس کے گیت گاتی رہی۔ جو کامن ویلتھ کی تمام کانفرنسوں میں عقیدت مندانہ حاضریاں دیتی رہی اور انگریزوں کے ساتھ دوستی کے روابط مضبوط سے مضبوط تر کرتی رہی۔ آج اقتدار سے محروم ہو کر وہ معاہدہ بغداد کے خلاف قراردادیں پاس کر رہی ہے اور پاکستان کو غیر جانب داری کے درس دے رہی ہے۔ مصر کی غیر جانب داری، معاہدہ بغداد سے اس کی علیحدگی اور موجودہ ابتلا میں اسکی بے بسی اور تمام دنیا میں اس کی تنہائی اور کس مپرسی سے بھی اس جماعت کو کوئی سبق نہیں ملا۔ اب اس کا نعرہ ہے کامن ویلتھ چھوڑ دو۔ معاہدہ بغداد توڑ دو۔

صالحین کی جماعت ہر شورش میں پیش پیش ہے اس کی پالیسی نیم دروں نیم بروں کی سی ہے ناصر سے اس کے اختلافات ہیں اپنی حکومت کو ہر حالت میں بدنام کرنا اس کے پروگرام کی پہلی شق ہے وہ گو گرم جوش نہیں مگر نعرہ زن ضرور ہے۔

اسلامی سیاست

اسلامی سیاست تو یہ تھی۔ فقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ۔ یعنی فسادیوں اور فتنہ بازوں سے مقاتلہ اور مجادلہ جاری رکھو کہ ان کی طاقت ٹوٹ جائے۔ اور ان کا پیدا کیا ہوا فتنہ نیست و نابود ہو جائے۔ اور خدا تعالیٰ کا بخشا ہوا امن پھر دنیا میں قائم ہو جائے۔ اسلام کی سیاست تو یہ تھی کہ اگر دو طاقتیں آپس میں متصادم ہوں تو ان میں مصالحت کرا دی جائے۔ اور اگر کوئی فریق اس مصالحانہ کوشش کو ناکام بنانے کی سعی کرے تو فوراً اس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا جائے۔ اسلامی سیاست کا یہ تقاضہ ہے کہ کافر تو کافر ہے اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں بھی آپس میں نبرد آزما ہو جائیں تو مومنین کے گروہ کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ پہلے ان دونوں میں مصالحت کی کوشش کریں۔ لیکن اگر کوئی گروہ زیادتی پر اصرار کرے تو اس کے خلاف مسلمانوں کی تلواریں میانوں سے باہر آ جانی چاہئیں۔ اور بازار رزم گرم ہو جانا چاہیئے۔ حتیٰ کہ لوگ فتنہ بازی سے باز آ جائیں۔ اسلام عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے قوموں کے درمیان عدل و انصاف پر مبنی فیصلے چاہتا ہے۔ اس نقطۂ سیاست کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان بغت احدٰھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین (الحجرات آیت ۱۰)

یعنی اگر دو گروہ مومنوں میں سے جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پس اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اس سے جنگ کرو۔ جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آجائے۔ پس اگر وہ واپس آجائے تو ان کے درمیان عدل سے صلح کراؤ۔ اور انصاف کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ایسے معاملات میں قرآن کی سیاست صرف بیان بازی تک محدود نہیں مسلمان جس کی طرفداری کرتا ہے خلوص سے کرتا ہے دل کی گہرائیوں سے کرتا ہے۔ وہاں دکھاوا اور نمائش نہیں مگر ہمیں گذشتہ دنوں کے ڈرامہ میں یہ حسرتناک نظارہ نظر آتا ہے کہ دنیا کے بہت سے اسلامی ممالک اور غیر مسلم اقوام نے کہیں بھی عدل وانصاف کا ثبوت نہیں دیا۔ گویا تمام انسانیت فتنۂ سیاست کی لپیٹ میں آچکی ہے۔

ارباب افتراق و یاران اختلاط کی سیاست

ہم افسوس کے ساتھ یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ ہم نے دنیا میں اعلان تو یہ کر رکھا ہے۔ کہ ہماری حکومت کی بنیاد قرآن پر رکھی گئی ہے مگر ہماری سیاست کی شاہراہیں وہی ہیں جن پر باقی دنیا کے قافلے چل رہے ہیں۔ کیا مصری بحران سے قبل اس ملک میں ہمارے سیاسی مناظرین نے جداگانہ و مخلوط انتخاب پر نہایت مضحکہ خیز طریق پر بحثیں نہیں کیں اور کیا ان بحثوں میں مودودی ایسے عالم نے سب سے زیادہ حصہ نہیں لیا۔ کیا ان بحثوں میں ہم نے کبھی اسلامی سیاست کا کوئی نمونہ دکھایا؟ ہم نے تمام دنیا کے سامنے ایک آئین پاس کیا اور اس کا نام اسلامی آئین رکھا اس آئین کی تدوین کے وقت ہم نے اپنی سب سے بڑی مجلس شوریٰ میں غیر مسلموں کو نمائندگی بخشی۔ ان کی تقریریں سنیں۔ ان سے مشورے لئے۔ آخر میں فیصلہ کے وقت رائے شماری میں وہ مسلموں کی طرح برابر کے حصہ دار تھے ہم نے اپنے آئین میں قانون کی سب سے بڑی عدالت یعنی سپریم کورٹ میں غیر مسلموں کی تقرری کی گنجائش رکھی، اور عملاً انہیں اس میں جگہ بھی دی۔ حتیٰ کہ سینارٹی کی بنا پر غیر مسلم چیف کورٹ کا جج بھی ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن وسنت پر مبنی قوانین کی آخری تعبیر غیر مسلم چیف جسٹس سے بھی کرائی جا سکے گی جس کا نفاذ تمام مملکت پر ہوگا۔ اور جس کی پابندی تمام عدالتوں پر لازمی ہوگی۔ ہمارے آئین کی رُو سے اسمبلیوں کی صدارت کی کرسی پر غیر مسلم بیٹھ سکتے ہیں۔ چنانچہ آجکل مرکزی مجلس قانونساز کا صدر ایک غیر مسلم ہے۔ ہماری مرکزی اور صوبائی کابینوں میں غیر مسلموں کی شمولیت ہے۔ اور وہ چیف منسٹری اور پرائم منسٹری کے عہدوں پر رسائی حاصل کر سکتے ہیں جداگانہ طریق انتخاب کی رو سے منتخب شدہ غیر مسلم نمائندے اسمبلیوں میں پھر مخلوط ہو کر بیٹھیں گے۔ اور ان کے اختلاط سے ملک کے قوانین وضع کئے جائیں گے۔ ان تمام گنجائشوں اور رعائتوں اور حقوق بخشیوں سے نہ ہمارا اسلام خطرے میں ہؤا نہ ہماری مملکت کو کوئی صدمہ پہنچا۔ مگر جونہی ملک کے کسی دور دراز گوشہ کے کسی حلقہ نمائندگی میں دو امیدواروں میں مقابلہ ہؤا اور کسی غیر مسلم نے ایک کی بجائے کسی دوسرے کو ووٹ دے دیا۔ یا ایک کو غیر مسلموں کے زیادہ ووٹ ملے تو مولانا مودودی چیخ اٹھیں گے کہ اسلام خطرے میں ہو گیا اور پاکستان کی بنیادیں ہلنے لگیں یہ ہماری صالحیت کی سیاست ہے۔ ہمیں تو اس میں اور مغربی سیاست میں کچھ فرق نظر نہیں آتا۔

ہمیں آج تک یہ بھی سمجھ نہیں آئی کہ ہمارے وزیر اعظم نے اپنی تقریروں میں جو یہ موقف اختیار کر رکھا ہے کہ ہم مخلوط انتخاب اسلئے چاہتے ہیں کہ اس ملک میں غیر مسلم اقلیتیں ختم ہو جائیں اور مسلمانوں کی اکثریت کو یہ موقع ملے کہ اپنے عددی تغلب سے اقلیتوں کے نمائندے کم سے کم تعداد میں بھیجیں یعنی ان کا ادعا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے بہت خیر خواہ ہیں اور غیر مسلم اقلیتوں کو ان سے کوئی ہمدردی نہیں بلکہ تعجب ہے کہ اس انکشاف نے غیر مسلم اقلیتوں کو ذرا بھی پریشان نہ کیا۔ وہ اب بھی مودودی سے زیادہ سہروردی کو اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں اور وہ جداگانہ طریق انتخاب کی بجائے مخلوط انتخاب ہی کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔ نوائے وقت نے عوامی لیگ کے لیڈروں سے یہ استفسار کیا تھا کہ اگر مخلوط طریق انتخاب ہندوؤں کے لئے مضر ہے تو اس کی حمایت میں وہ کیوں متفق اللسان ہیں اس کے پاس ہونے پر بھارت میں کیوں خوشیاں منائی گئیں؟ اس سوال کا جواب آج تک کسی سے نہیں بن پڑا۔ برعکس اس کے مودودی صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہم غیر مسلم اقلیتوں کو ختم نہیں کرنا چاہتے ان کے تشخص کو جداگانہ انتخاب کے ذریعہ برقرار رکھنا چاہتے ہیں بالفاظ دیگر وہ اقلیتوں کی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں مگر اقلیتیں ان کے اس دعوے کو اخلاص پر مبنی نہیں سمجھتیں اور غالباً وہ اپنے اس استخراج نتائج میں حق پر ہیں۔

کیا اصل بات یہ نہیں کہ غیر مسلم مخلوط انتخاب اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ مسلم قوم کو ایک گری ہوئی آبرو باختہ، زوال پذیر اور گھٹیا قوم سمجھتے ہیں۔ اپنے اثر ورسوخ۔ جاہ وجلال اور سرمایہ واقتدار کے بل بوتے پر وہ یقین کرتے ہیں کہ مسلم رائے دہندگان کو خریدا جا سکے گا اور وہ اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر ہم سے ترجیحی سلوک کریں گے اور یوں انتخاب میں ہمارا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور کیا یہی مسلمانوں کے یاران افتراق یعنی نیا پنساجداگانہ کے علمبرداروں کا بھی نقطۂ نگاہ نہیں ہے کہ انہیں اپنی قوم پر کوئی اعتماد نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ قوم پیسے سے خریدی جا سکتی ہے ان میں ایمان کم اور بددیانتی زیادہ ہے یہ صرف نام کے مسلمان ہیں اور کام ان کے غیر اسلامی ہیں۔ ایسا کہتے وقت وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر ان کی قوم ایسی ہے تو ان کے قائدین کو مومنین، قانتین اور صالحین ہو گئے۔ اگر قوم واقعی بے ایمان۔ کم ظرف بے سمجھ ہے تو کوئی طریقہ انتخاب مقرر کر دو اگر وہ نیابتی حلقوں میں محفوظ بھی رہے اور خریدی نہ جا سکے تو مخلوط مجالس میں اپنی قیمت وصول کر کے کسی نہ کسی مرحلہ پر اغیار کی آلہ کار بن کے رہے گی۔ یہ سب فتنہ سیاست کی بوالعجبیاں ہیں جب تک سیاست کو بنیادی طور پر تبدیل نہ کر دیا جائے اور اس میں اسلامی رنگ نہ بھر دیا جائے اور قولوا قولاً سدیداً کے ماتحت صحیح اور سچی باتیں نہ کہی جائیں اور قول وفعل میں یک رنگی نہ پیدا کی جائے تب تک یہ اسلامیہ جمہوریہ بھی اس فتنہ سیاست کے زیر اثر رہے گی۔

ربوہ میں فتنہ سیاست

اس زمانہ میں ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوئی جس کو دعویٰ ہے کہ وہ براہ راست آسمان سے روشنی لیتی ہے اس کے ہاں ایک زبردست شخصیت مامور من اللہ بن کر نازل ہوئی۔ وہ محدث بھی تھا، مجدد بھی تھا۔ وہ بیک وقت مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مہدی اور مسیحیوں کی تربیت کے لئے مسیح موعود کی شکل میں ظاہر ہؤا۔ اس کے متعلق قادیان میں غلو کیا گیا۔ اور ربوہ میں اس غلو کو اور بھی شدت دی گئی۔ اور اسے نبوت کے منصب پر رفعت دے دی گئی اور اس کے منکرین کو دائرہ اسلام سے خارج کیا گیا۔ حتیٰ کہ قادیانیوں نے اپنی جماعت کو دوسروں کے بالمقابل ایک نبی کی جماعت کی حیثیت میں پیش کیا یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ جس کو دنیا کی کوئی دوسری جماعت نہیں پہنچ سکتی۔ اس دعوے کے بعد توقعات تو یہ تھیں کہ آسمان زمین پر جھک جائے گا۔ دنیا تجلی الٰہیہ سے منور ہو جائے گی اور یہ عالم آب وگل بقعہ نور بن جائے گا مگر آہ وہاں بھی فتنۂ سیاست نے اپنے کارنامے دکھانے شروع کر دیئے۔ اور وہاں ایسی کھیلیں کھیلی گئیں کہ باقی دنیا دنگ رہ گئی خلیفۂ ربوہ نے اعلان کر دیا۔ کہ وہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہے۔ وہ گو مامور من اللہ نہیں مگر ہے وہ مامور من اللہ ہی۔ ایک دفعہ مقرر ہونے کے بعد اس کا تنزل ناممکن ہے انتخاب کے وقت بلا شبہ لوگوں نے اس کو ووٹیں دیں مگر وہ ووٹیں دلوانے والا خدا تھا مگر اب خدا بھی ووٹوں کے ذریعہ انہیں معزول نہیں کر سکتا۔ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے جو اس آسمان کے نیچے اس زمین پر بولا گیا ہے۔ یہ نہ صرف افترا علی اللہ ہی بلکہ بہتان طرازی ہے یہ آسمان کے خلاف ایک الزام ہے اور کرۂ زمین پر ایک ظلم۔ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ وہ آیت استخلاف کے ماتحت نبی کریم صلعم کے خلیفہ ہیں ان کو بلا شبہ یہ زیب دیتا تھا کہ وہ کہیں کہ میں خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں۔ وہ کبھی ووٹوں سے منتخب نہ ہوئے اور نہ ہی انصار اللہ پارٹی کی سازشوں سے انہیں یہ عہدہ نصیب ہؤا وہ خلیفہ رسول اللہ تھے اور اگر ایک آدمی بھی تسلیم نہ کرتا تو بھی وہ خلیفہ رسول اللہ تھے۔ اور اگر آج محمود کو دنیا کے تمام انسان خلیفہ بنائیں تو بھی وہ خدا کا مقرر کردہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ ربوہ سے اس جھوٹ کو بار بار دہرایا گیا اور اس کذب بیانی کی انتہا کر دی گئی۔ ابھی وہ لوگ موجود ہیں جن کے سامنے انصار اللہ

پارٹی اپنی ہولناک کارستانیوں میں مصروف ہو کر اور پراپیگنڈا کی مشینری سے کام لیکر رائے عامہ کو گمراہ کرکے محمود احمد کو خلیفہ منتخب کرانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ خدا کو اس تقرر سے کوئی تعلق نہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں بیک وقت دو خلفاء حکمرانی کرتے رہے۔ ان میں تصادم بھی ہوئے اور قتال وجدال بھی ہوئے۔ ان غزوات میں صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے حصہ بھی لیا اور دونوں طرف سے بیشمار صلحاء امت نے جام شہادت بھی نوش کیا یہ خونیں ڈرامہ تاریخ کے صفحات پر موجود ہے۔ مگر کسی نے اس زمانہ میں بھی اور اب بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کی۔ کہ فلاں خلیفہ کو خدا نے مقرر کیا ہے۔ اور دوسرے کی تقرری شیطان کی مرہون منت ہے۔ یہ ایک نہایت لغو نظریہ ہے۔ اور پڑھے لکھے قادیانی جتنی جلدی اس موقف سے کنارہ کش ہو جائیں ان کے لئے بہتر ہے۔ یہ صرف ایک شخص کو عبد سے معبود بنانے کا پراپیگنڈا ہے۔ ایسے ہی طریقوں سے دنیا میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔ اگر اس کو کوئی شخص بیخ و بن سے اکھاڑ دینا چاہتا ہے۔ تو صائب الرائے حضرات کو ان سے تعاون کرنا چاہیئے۔

یہ عقیدہ کسی دینی اصول پر مبنی نہیں نہ یہ کوئی مذہب ہے بلکہ ایک فرعونی سیاست ہے۔ اور اس میں کوئی originality بھی نہیں کیونکہ اس سے پیشتر بہت سے خود مختار بادشاہوں نے Divine right of Kings حکمرانوں کا آسمانی حق کا عقیدہ رائج کر رکھا تھا اور اب تک رومن کیتھولک کے پوپوں کے ایسے ہی دعاوی ہیں ہمیں خلافت محمودیہ کے حق پر ہونے سے انکار ہے اور ہم علیٰ وجہ البصیرت اس کو باطل سمجھتے ہیں۔ اس سے فتنہ سیاست کو فروغ مل رہا ہے۔ اور میکاؤلی نظریات اس سے تقویت پکڑتے ہیں۔ اس لئے ہم اپنا دینی فرض سمجھتے ہیں کہ اس باطل عقیدہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں

الفضل میں اس فتنہ سیاست کی جھلکیاں

اخبار "الفضل" جو اس جماعت کا سرکاری آرگن ہے اس کے ہر صفحہ پر اسی فتنہ سیاست کی جھلکیاں نظر آئیں گی۔ مختلف جماعتوں سے قراردادیں منگوائی جا رہی ہیں جن میں میاں محمود صاحب کی تعریفیں ہوتی ہیں اور ان سے فداکاری اور جاں نثاری کا جوش عیاں ہوتا ہے یہ بالکل وہی پراپیگنڈا ہے۔ جو روس نے سٹالن کے حق میں کیا تھا اور جس کے مرنے کے بعد ایسا ردعمل ہوا جس میں "انفرادی عظمت" کے نام پر ایک تحریک چلائی گئی جس سے سٹالن جس قدر مقبول تھا۔ اسی قدر مقہور ہو گیا۔

حضرت مولٰنا نورالدین صاحب کی خلافت

حضرت مولٰنا نورالدین صاحب کا سادگی سے بولا ہوا ایک فقرہ کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں ہو سکتا۔ ان کو تمام جماعت نے متفق اور متحد ہو کر منتخب کیا تھا اس لئے ان کا سر آستانہ الٰہی پر جھک گیا۔ اور ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ یہ مقلب القلوب خدا ہی ہے جس نے تمام انسانوں کو ایک ہاتھ پر جمع کر دیا۔ گویا کہ ان کی تقرری میں قدرت الٰہی کا ایک نشان ہے۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ ہر انسان جو ووٹوں سے منتخب ہو کر سامنے آتا ہے وہ خدا کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔ اور کسی طرح معزول نہیں ہو سکتا۔

یزید اور امام حسینؓ

یزید تخت خلافت پر بیٹھا اور پیروؤں کی ایک کثیر جماعت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مگر اس کی خلافت شیطانی خلافت ہی رہی۔ امام حسینؓ کو خلافت تو نہ ملی مگر شہادت کی سعادت ایسی ملی۔ کہ اس پر دنیا قیامت تک رشک کرتی رہے گی۔

ربوہ کی حالت

ربوہ میں حالت یہ ہے کہ بقول ایک صاحب نظر نوجوان کے :-

"رات کو محکمہ حفاظت کے ممبر دیواروں کے ساتھ چمٹے نظر آتے ہیں۔ "منافقین" کے گھروں پر کڑا پہرہ ہے نام نہاد منافقین کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ ان کو مسجد سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ (یہ واقعہ میری آنکھوں کے سامنے ہوا کہ ڈاکٹر ریاض کو مسجد مبارک سے ظہر کی نماز سے نکال دیا گیا) تفسیریں لکھنے والے سے کیا یہ آیت محو ہو گئی ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو مسجدوں سے منع کرتے ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں ہاتھی کے دانت کھانے کے اور۔ اور دکھانے کے اور"

یہی صاحب نظر نوجوان رقمطراز ہے کہ :-

"تھوڑا عرصہ ہوا نصرت گرلز سکول کے ایک کلرک کو محض اس وجہ سے برطرف کیا گیا بلکہ اخراج از جماعت ومقاطعہ کی سزا سے باریاب کیا گیا کہ وہ یاتی من بعدی اسمہ احمد کی آیت کو جناب سرور کائنات صلعم پر چسپاں کرتا ہے اور خلیفہ صاحب کی تفسیر سے اختلاف کرتا ہے"

اس نوجوان کا کہنا یوں بھی ہے کہ :-

"ربوہ میں پیغام صلح پڑھنا جرم ہے روس کی طرح صرف اپنے اخبارات پڑھے جا سکتے ہیں"

اور یوں بھی کہ

"ربوہ میں اگر دو آدمی اکٹھے کھڑے باتیں کر رہے ہوں خواہ وہ دوستانہ ہوں یا کاروباری امور عامہ ان کو بلا کر بیان لیتی ہے کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے (یہ بزائی روس میں بھی نہیں۔ لیکن یہاں کا سٹالن روسی سٹالن سے دو ہاتھ آگے ہے"

اسی نوجوان کی طرف سے ایک اور انکشاف :-

"صاحبزادہ میاں عبدالمنان کو حقوق شہریت سے محروم کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ جس حجام نے اس کے بال درست کئے اس کو بلا کر سرزنش کی گئی"

اور اس نوجوان نے یوں بھی پول کھولے ہیں :-

"ربوہ میں دن رات جاسوسی کا عملہ سرگرم عمل رہتا ہے۔ لاریوں کا اڈہ، ریلوے سٹیشن، ہوٹل ہر وقت مخبروں سے پُر نظر آتا ہے جونہی آپ ربوہ اتریں گے ایک سایہ آپ کے ساتھ لگ جائے گا"

ابوالعطا صاحب جالندھری حقانہ ہوں ہم یہ اقتباسات ربوہ کے ایک صاحب نظر نوجوان کے ارسال کردہ خط سے لے رہے ہیں جو اس نے "آزادیٔ ضمیر کے علمبردار" کے عنوان سے "پیغام صلح" مورخہ ۷ نومبر ۱۹۵۶ء میں شائع کرایا ہے۔ یہ ایک تحفہ ہے جو ہم ان کے مضمون "چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ کے مضمون پر تبصرہ" کے جواب میں بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ کشمیر کے معاملہ میں بھی سیاست نے ہی اہل ربوہ کو کشمیر کمیٹی کی صدارت دلوائی۔ مگر اس کا جو حشر ہوا وہ سب پر عیاں ہے

مداحین خلافت کی سیاست

ہم محسوس کرتے ہیں کہ ربوہ میں سیاست در سیاست چلتی ہے۔ ہر وہ آدمی جسے میاں صاحب سے اختلاف کا دورہ پڑتا ہے اور اسے خیال گذرتا ہے کہ خلیفہ صاحب کو اس کی اطلاع نہ ہو جائے تو وہ ان کی تعریف میں گیت گانے لگتا ہے۔ درحقیقت وہ اپنے دل کی بے چینی کو دور کر رہا ہوتا ہے۔ خوف خلافت سے دہشت زدہ ہو کر اپنی مدافعت کرنے لگ جاتا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ خلیفہ صاحب کے بڑے بڑے مداح بھی ان پر چوٹ کرنے سے باز نہیں آتے۔

ہمارا سابقہ مضمون

ہم نے پہلے "پیغام صلح" میں فتنہ ہائے دور حاضر کے عنوان سے ایک مضمون شائع کرایا تھا جس میں فتنہ محمودیت کے متعلق بھی علمی رنگ میں نہایت مہذب اور شریفانہ پیرائے میں متانت اور سنجیدگی کا دامن نہ چھوڑتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا اس مضمون کو قادیانیوں کے سنجیدہ طبقہ نے بنظر استحسان دیکھا مگر بعض طبقوں نے جن کو خلیفہ صاحب کی خوشنودی مزاج منظور تھی اس پر اضطراب کا اظہار کیا۔ چنانچہ الفضل کے چار شماروں میں اس مضمون پر اظہار رائے کیا گیا اور کیا جا رہا ہے الفضل کے ایڈیٹر نے سب سے پہلے جنگ کے اس محاذ کو ایک لطیفہ کے عنوان سے کھولا۔ اور اس لطیفہ کو پڑھ کر ہم بہت محظوظ ہوئے۔ اور لطیفہ گو کو بغیر داد دیئے نہ رہ سکے۔ اس لطیفہ میں ہمارے مندرجہ ذیل الفاظ کو نقل کیا گیا ہے :-

"ہمیں یاد ہے کہ تحقیقاتی عدالت کے سامنے جب مودودی صاحب بیان دینے کے لئے پیش ہوئے تھے تو ہم نے ان پر جرح کرتے ہوئے یہ سوال کیا تھا۔ کہ آپ جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ تو انہوں نے جوش غضب

میں اگر کہا میں اس جماعت کو منافق خیال کرتا ہوں۔ تو ہم نے اسی وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور یقین کر لیا تھا کہ یہ شخص کسی جماعت کا بھی کامیاب راہنما نہیں بن سکتا۔ مودودی ہماری جماعت کے لوگوں سے واقف نہیں۔ وہ ان کے انفرادی حالات سے بےخبر ہے۔ اسے ہماری جماعت کی تعداد کا بھی علم نہیں آخر شب تہجد خوانی کرتے ہوئے جن لوگوں کو ہم نے خشوع و خضوع کے ساتھ آنسو بہاتے دیکھا ہے ان کو منافق قرار دینا اتنی بڑی جسارت ہے جس کو مسلسل توبہ و استغفار ہی معاف کرا سکے تو کرا سکے یہ اخلاق کی بہت ہی پست سطح ہے۔ جس پر ہم نے مودودی صاحب کو ایستادہ دیکھا "

اس پر الفضل کی حاشیہ آرائی ملاحظہ ہو:۔

"چیمہ صاحب یا کسی پرُ جوش کرنے والے پیغامی نے مودودی صاحب سے بڑی امیدوں سے یہ سوال کیا تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ چونکہ پیغامیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مدت سے نبی یا رسول کہنا چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے مودودی صاحب پکار اٹھیں گے کہ پیغامیوں کو ہم مسلمان سمجھتے ہیں۔ مگر اے بسا کہ آرزو خاک شد "

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا اس کی ساتھ ہی دلیل بھی دی تھی۔ مودودی صاحب کے خلاف ہمارا اعتراض یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے فرد کے متعلق جس کے احوال و اعمال سے وہ واقف ہو شاید یہ رائے دے سکے۔ کہ وہ منافق ہے یا نہیں ہے۔ مگر ایک جماعت کی جماعت کے خلاف جس میں اکثر نیک اور سادہ طبیعت لوگ نیک نیتی اور ایمانداری سے شامل ہیں .... ہیں۔ ان کے متعلق اس قسم کا اظہار رائے نہیں کیا جا سکتا۔ ساری جماعت کو منافق قرار دینا ایک ایسی جسارت ہے جس کا ارتکاب وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا نہ ہو۔ "الفضل" نے ہماری بیان کردہ دلیل کو نہیں توڑا اور پھبتی یہ کس دی ہے کہ مودودی صاحب نے صاف جواب دیا۔ واہ! واہ! گویا خود مودودی صاحب کے ہمنوا ہو کر ان کی تائید کر رہے ہیں اور ہماری دلیل کی زد میں آکر اسی الزام کو قبول کر رہے ہیں جو مودودی صاحب کے خلاف قائم کیا گیا ہے اسلام کے اوائل میں تو منافق وہ تھے جو خود کو مومن ظاہر کرتے تھے مگر اندر سے کافر تھے۔ مگر ہم عجیب قسم کے منافق ہیں کہ زبان سے تو نبوت کا انکار کرتے ہیں مگر اندر سے نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور یوں حقیقت میں مومن ہیں فن لطیفہ گوئی کی اس مہارت پر ہم مدیر الفضل کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ہمارے دلائل کی ہیبت اور معقولیت

اس کے بعد الفضل کے تین شماروں میں ہمارے مضمون پر تبصرہ کیا ہے اور ہماری ایسی عبارتوں کو نقل کیا ہے جس سے الزام کی شدت و ثبوت کی قطعیت اور دلائل کی ہیبت اور اثر کی جلالیت ثابت ہے۔ اور اس کے جواب میں نہایت بھونڈے پن و کمزور طریق سے۔ بودے دلائل لکھ کر اپنے کیس کو نہایت کمزور طریق پر پیش کیا ہے ہمارا خیال ہے کہ ایسا دیدہ و دانستہ کیا گیا ہے۔ اور درحقیقت ایڈیٹر الفضل کو خلیفہ سے کچھ اختلافات ہیں مگر بعض مجبوریوں کی بناء پر وہ ان سے علیحدگی اختیار نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ایک سیاست ہے۔ جس نے اہل ربوہ کے دلوں پر تسلط جما یا ہوا ہے۔ اور اس مضمون میں جس حقیقت کو ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں وہ ان لوگوں کے کردار سے خوب واشگاف ہو رہی ہے ایڈیٹر صاحب نے تین اشاعتوں میں ہمارے مضمون کے کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں۔ اور ان پر بتقاضائے منصب مگر با دل نخواستہ خامہ فرسائی کی ہے۔ ہمیں اس کی تردید میں کچھ نہیں لکھنا کیونکہ ہمارے الزامات بالکل قائم ہیں اور ان کی تردید صفر ہے

ابو العطاء صاحب کا تبصرہ

ہمارے اس وجدان کو ابو العطا صاحب کے مضمون بعنوان "محمد حسن صاحب چیمہ کے مضمون پر تبصرہ" نے مزید تقویت پہنچائی ہے ہم یقین کرتے ہیں کہ ابو العطا صاحب فی الواقع خلیفہ صاحب کا سچا متبع اور صبغۃ الخلافت سے رنگین ہیں۔ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے بالکل خلافت مآب کی طرح مغلوب الغضب ہو کر لکھا ہے ان کے زیر بحث تبصرہ میں بلاشبہ اسی طرح کی تعلیاں، شوخیاں، بےباکیاں فتنہ سامانیاں، فریب کاریاں، دشنام طرازیاں اور شعلہ باریاں ہیں۔ جو خلیفہ صاحب کی تحریروں کا طغرائے امتیاز ہیں۔

ایڈیٹر الفضل کے نقل کردہ اقتباسات

ایڈیٹر صاحب نے اپنے اداریہ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۵۶ء میں ہمارے مضمون میں سے مختصر سے تین اقتباسات دیئے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ

"آخر جب اس ملک میں پاکستان قائم ہوا اور ملت کے ہاتھوں میں سیاست کا اقتدار آ گیا۔ تو اس نے اپنے ہی ملک میں اپنے ہی چند بھائیوں سے کافر کہلوانا پسند نہ کیا۔ تکفیر کا زبردست ردعمل ہوا جس میں اور جماعتیں بھی شامل ہو گئیں اور احمدیوں کے خلاف خطرناک فضا پیدا ہو گئی"۔

اس کا جواب یہ دیا ہے:۔

"مودودی صاحب کے جواب سے صاف ظاہر ہے کہ وہ پیغامیوں کے موقف کو جو انہوں نے لاہور میں جداگانہ اڈہ بنانے کے دن سے اختیار کر رکھا ہے منافقانہ خیال کرتے ہیں۔ اور مخالفین یہ جانتے ہیں کہ یہ محض فریب ہے"

ان الفاظ میں الفضل لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ درحقیقت پیغامیوں کے دل بھی نور ایمان سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر وہ مصلحتاً حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا انکار کرتے ہیں اگر بات صرف اتنی ہی ہے تو سوال یہ ہے کہ ۱۹۱۴ء سے لیکر آج تک ہمارے درمیان ما بہ النزاع کیا امور ہیں؟ دوسرا اقتباس یہ دیا ہے۔

"ہماری جماعت کا رویہ فسادات پنجاب سے لیکر اب تک اہل ربوہ کے متعلق نہایت دوستانہ اور مربیانہ رہا ہے۔ اور کہ جس چیز کو اس نے دلائل سے نہ مانا ڈنڈے کی ضرب سے مان گیا"

اس پر حاشیہ آرائی ملاحظہ ہو:۔

"کس قدر غلط اور فریب کارانہ ہے۔"

تیسرا اقتباس حسب ذیل ہے:۔

"لاہور اور قادیان کے درمیان محمودیت ہی ایک رکاوٹ ہے جو ان کو ہم سے ملنے نہیں دیتی، محمودیت نے اپنے پیرؤوں سے آزادی رائے مسلوب کر رکھی ہے۔ استبدادیت کی زنجیریں محکم سے محکم تر کی جا رہی ہیں"

اس کا جواب یہ دیا ہے:۔

"آخر ایسا کیوں ہے؟"

یعنی یہ تو صحیح ہے کہ وہاں آزادی رائے نہیں اور استبدادیت کی زنجیریں محکم سے محکم تر کی جا رہی ہیں مگر یہ سب عشق و محبت کے کرشمے ہیں۔ ساتھ ہی شعر بھی لکھ دیا ہے ؎

"لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں"

یہی وہ ہمارا اعتراض ہے کہ ربوہ سے معقولیت جاتی رہی ہے۔ وہاں اب عقلی و علمی دلائل نہیں ملتے۔ ہاں جنون محمودیت کی بڑیں ضرور ہیں جو دوسرے پیرخانوں میں بھی سنائی دیتی ہیں

تین نتائج

ہم سمجھتے ہیں کہ "الفضل" نے یہ تین اقتباسات نقل کر کے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ:

(۱) مسلمانوں کی تکفیر ایک بہت بڑا گناہ تھا اور اسی کے ردعمل میں احمدیوں کے خلاف خطرناک شورش برپا ہوئی اور بامر مجبوری وہ کم از کم زبان سے مسلمانوں کی تکفیر سے باز آ گئے ہیں

(۲) یہ کہ لاہوری جماعت کا سلوک اہل ربوہ سے فی الواقعہ مشفقانہ اور ہمدردانہ رہا ہے اور یہ کہ خلیفہ صاحب نے بلاوجہ ایک نزاع شروع کر دیا ہے۔

(۳) یہ کہ اب لاہور اور قادیان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اگر محمودیت مسمار ہو جائے تو یہ دونوں جماعتیں شیر و شکر ہو سکتی ہیں

ہم ایڈیٹر الفضل کی اس دلی خواہش کی قدر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اسے خدا اسے توفیق دے کہ جس طرح وہ استعاروں اور اشاروں میں اپنا اصلی مافی الضمیر ظاہر کرتا ہے وہ کھلے طور پر حق کہنے کی طاقت حاصل کرے

فتنہ محمودیت کی اصلی روح

ایڈیٹر الفضل نے پھر ۸ نومبر ۵۶ء کے شمارہ میں

ہمارے مضمون پر قلم اٹھایا ہے۔ ہمارے وہ الفاظ جو ربوہ کے آزادی پسند لوگوں کے لئے زندگی کا ایک پھڑکتا ہوا پیغام ہیں "الفضل" نے نقل کر کے اپنی جماعت کے حریت پسند لوگوں تک پہنچا دیئے ہیں اور ہمارے ان الفاظ کو ابوالعطا صاحب نے بھی اپنے مضمون میں دہرایا ہے۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارے مضمون فتنہ محمودیت کی اصلی روح ہمارے تمام ربوی بھائیوں تک پہنچا دی گئی ہے ہم نے جو کچھ لکھا تھا درد دل سے لکھا تھا اور ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے یہ الفاظ ہمارے دوستوں کے دلوں کی گہرائیوں تک پہنچ جائیں گے۔ ربوہ کے اہل قلم جتنی بار ان الفاظ کو دہرائیں ہم اتنے ہی زیادہ ان کے مشکور ہوں گے۔

ربوہ کے ترقی پسند طبقہ کو ہمارا پیغام

ہم اس وقت اپنے مضمون کے الفاظ "الفضل" سے ہی نقل کر رہے ہیں۔ وہ خلوص اور درد سے بھرے ہوئے الفاظ یہ ہیں:-

"اب خود ربوہ میں زبردست تحریک آزادی اٹھی ہے جس کا علمبردار نوجوانوں کا ایک ترقی پسند طبقہ ہے جو شاید اس طلسم کو توڑ کر رکھدے ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم خفیہ طور پر نہیں بلکہ کھلا کھلا خلافت محمودیہ کا خاتمہ چاہتے ہیں اس کی استبدادی زنجیروں سے قادیانی حضرات کو آزاد کرانا چاہتے ہیں جن مفاسد نے قوم کو طوق سلاسل میں جکڑا ہوا ہے انہیں ہم ریزہ ریزہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ربوہ میں نئی تحریک آزادی کے علمبرداروں کو علی الاعلان یہ تلقین کرتے ہیں کہ وہ اصلاح کے اس کام کو جاری رکھیں اور استقلال عزم اور اخلاص اور جوش ایمانی سے باطل کے اژدہا کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں ختم نبوت کے تم قائل ہو تکفیر سے تم باز آچکے ہو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان اب صرف محمودیت ہی کا پردہ ہے اس کو بھی چاک چاک کر دو۔ ہم ربوہ کے آزادی پسند عناصر کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ اس تحریک آزادی میں جو علماء و مبلغین حصہ لے رہے ہیں وہ جو نہی محمودیت کے حصار سے آزاد ہوں وہ ہمارے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں ہمارے ہاں ان کے لئے عزت کی جگہ ہے تبلیغ کے مواقع ہیں تقریر کیلئے سٹیج ہے، تبلیغ کیلئے تنظیم ہے۔ آؤ ہم سب اس تفرقہ کو مٹا کر ایک ہو جائیں۔"

چھوٹے بڑے کئے جائینگے اور بڑے چھوٹے

اس کے بعد ایک اور اقتباس دیا ہے اس میں بھی ہم نے نہایت مدلل طریق پر نہایت خلوص سے حقیقت حال کو بیان کیا تھا۔ اور اس میں بھی ہمارے مضمون کی اصل روح نظر آ رہی ہے پسلی پھڑک اٹھی نظر انتخاب کی۔

ملاحظہ ہو کیا اچھا انتخاب ہے:-

"یہ مسیح کی شان تھی کہ جتنا بڑا آدمی اس کے ساتھ لگتا وہ اس سے بھی بڑا ہو جاتا۔ اور اس کی عظمت کو چار چاند لگ جاتے۔ اور نئے سے بلندیاں اور کامرانیاں نصیب ہوتیں مولانا نور الدین صاحب اعلیٰ ترین عظمتوں کے حامل ہو گئے مولانا عبدالکریم صاحب اس آبدار جوہر سے متاثر ہو کر معرفت و عرفان کے بلند ترین مقام پر پہنچ گئے مولانا محمد احسن امروہوی آسمان رفعت پر ستارہ بن کر چمکنے لگے محمد علی پنجاب یونیورسٹی کا ایک معمولی سا ایم۔ اے دنیا کی صف اول کا مصنف بن گیا۔ مشن کالج کا ایک معمولی طالب علم شہرت دوام حاصل کر گیا۔ اس کے برعکس چھوٹے آدمیوں کی طرز یہ ہے کہ بڑے آدمی ان کے ساتھ لگ کر چھوٹے بن جاتے ہیں جماعت احمدیہ کے کئی بڑے آدمی میاں محمود احمد کے ساتھ ہو کر چھوٹے بن گئے منافق کہلائے حقیر سمجھے گئے اور ذلت کی نظروں سے دیکھے گئے۔ استبدادیت کی زنجیروں نے ان کو پنپنے نہیں دیا۔ خلافت محمودیہ نے کوئی بڑا آدمی پیدا نہیں کیا۔"

اس اقتباس کے بعد ہمیں توقع تھی کہ کم از کم اس سلسلے میں چوہدری ظفر اللہ کا نام لیا جائے گا۔ مگر ایڈیٹر صاحب کو اسکی بھی جرأت نہیں ہوئی کیونکہ اس سے خلافت ثالثہ میں الجھن پیدا ہونے کا ڈر تھا اگر ظفر اللہ خاں جماعت کا بڑا آدمی ہے۔ تو خلافت کا بھی وہی حقدار ہے ہاں مدیر صاحب نے یہ حقیقت ضرور واضح کی ہے کہ وہ لوگ اپنے انکسار کی وجہ سے بڑے بن گئے۔ اطاعت کی وجہ سے بڑے بن گئے ہمیں پورا اتفاق ہے کہ مولانا نور الدین صاحب مولانا محمد علی صاحب، مولانا محمد احسن صاحب اپنے انکسار کی وجہ سے بڑے بن گئے۔ مگر اب ربوہ میں زبانوں پر اطاعت ہے اور دلوں میں نفاق اسلئے یہاں بڑے بھی چھوٹے ہوتے جا رہے ہیں۔

مسیح موعودؑ کے متعلق

ایڈیٹر صاحب "الفضل" نے اپنے ۱۹ نومبر کے شمارہ میں ہمارے مضمون کا صرف ایک ہی اقتباس نقل کیا ہے اور ہم اسے پڑھ پڑھ کر خدا کا ہزار ہزار شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی۔ کہ ہم مسیح موعود کی تائید میں ایسے الفاظ لکھنے کے قابل ہوئے۔ ان الفاظ کو لکھ کر ہم نہیں سمجھتے کہ ایڈیٹر صاحب کیا جواب دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے ہمیں بائیں شائیں لکھ کر سارا صفحہ بمعہ ۲ دیگر سطروں کے ضائع کر دیا ہے۔ ہمارے ہی الفاظ سے ان کے سارے مضمون کی رونق ہے۔ کاش کہ وہ الفاظ کو نقل کر کے ان پر کچھ نہ لکھتے وہ الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"اس زمانہ میں الحاد نے انسان کا تعلق خدا سے منقطع کرنا چاہا۔ علمی دنیا کلام الٰہی کی منکر ہو گئی یہاں تک کہ خود اسلام کے اندر ایسے ایسے رہنما پیدا ہوئے جنہوں نے ختم نبوت کے ساتھ سلسلہ الہامات کو بھی ختم کر دیا۔ خدا سے منقطع ہو کر انسانیت اندھے منہ گر چلی تھی اور اخلاقی اقدار کے تمام چشمے خشک ہوتے جا رہے تھے اور مادیت کا بھوت انسانوں کے دماغوں پر ایسا تسلط حاصل کر رہا تھا کہ روحانیت دنیا سے بالکل ناپید ہوتی جا رہی تھی۔ ایسے حالات میں ایک فرستادہ الٰہی مسیح کی شکل میں نمودار ہوا اس نے انسان کا رشتہ پھر سے خدا کے ساتھ جوڑا۔ اس نے نئے میں توحید کے نغمے گائے اور زندہ خدا کو اس کے چمکتے ہوئے وجود کے ساتھ پیش کیا۔ اس نے کہا خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے وہ سچ سچ بولتا ہے۔ تمہارے استدلال نے دنیا کو روحانیت سے دور کر دیا ہے تمہارے دماغ نے صرف یہ بتایا ہے کہ موجودات کا کوئی خدا ہونا چاہیئے" مگر حضرت مرزا صاحب نے دنیا کو روحانیت کی تجربہ گاہ میں لا کر خدا کا چہرہ دکھا دیا تجلیات کی اسی چمک کے ساتھ وہ ہو نیوالے واقعات کو قبل از وقوع بتا کر غیب کے پردے اٹھا رہا۔ اور خدا کی ہستی پر مشاہدات سے لوگوں کے دلوں میں ایمان کا نور بھر رہا"

محمودیوں کے دو اعتراضوں کا جواب

ہمیشہ سے محمودی حلقوں کی طرف سے جواب میں دو باتیں دہرائی جاتی ہیں۔ اور اب بھی ہمارے مضمون کے جواب میں انہی دو امور کا اعادہ کیا گیا ہے اور اسکی بنیاد وہی سیاست پر ہی ہے جس کا فتنہ ہمہ گیر ہو کر اہل ربوہ کے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے

(۱) یہ کہ ہم نے خلیفہ اول کی بیعت کی تھی جب حضرت مولانا نور الدین صاحب کو خلیفہ مان لیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ میاں محمود صاحب کو خلیفہ نہ مانا جائے"

(۲) یہ کہ میاں محمود احمد صاحب حضرت صاحب کے صاحبزادے ہیں اور ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں لہٰذا ان کے خلاف اعتراض کرنا ان دعاؤں کو بے اثر ثابت کرنا ہے جو ان کے حق میں کی گئی ہیں"

آج ہم ان دونوں باتوں کا بالصراحت جواب دینا چاہتے ہیں اور ایک فیصلہ کن بحث سے اس کا ہمیشہ کیلئے قلع قمع کر دینا چاہتے ہیں الحمد للہ کہ اس بارے میں ہمیں قرآنی بصیرت حاصل ہے

خلیفہ اور انجمن

امر اول کے متعلق ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم نے مولانا نور الدین صاحب کو جماعت میں سب سے زیادہ متدین و نیک و مخلص و دانا اور عالم باعمل اور حضرت صاحب کی جانشینی کا سب سے زیادہ اہل سمجھا اور ہم ان کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے اور انہیں مسیح موعود علیہ السلام کے رنگ میں رنگین سمجھتے تھے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہم نے ضمیر کا کوئی جرم نہیں کیا ہم بحمد اللہ اب بھی انجمن کو ہی حضرت صاحب کا صحیح جانشین سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں لیکن اگر انجمن کسی بے لوث اور صائب الرائے شخصیت کا جیسا کہ حضرت مولانا نور الدین علیہ الرحمۃ تھے اقتدار تسلیم کرے تو اسے اختیار ہے حضرت مولانا نے کوئی ایسی پارٹی نہ بنائی جو ان کی ذات کا پراپیگنڈا کرے ان کو ذاتی اغراض کی وجہ سے نہ کسی سے دشمنی تھی نہ دوستی وہ جو کام کرتے تھے خدا کے لئے کرتے تھے۔ اسی لئے ان کا اثر بحیثیت مجموعی تمام جماعت پر تھا۔ نہ ان میں افتراق انگیزیاں تھیں نہ انتشار پسندیاں۔ نہ وہاں پراپیگنڈے کے ہنگامے تھے نہ جاسوسوں کا ہجوم۔ اس اعتراض کا خود ہی محمودی صاحبان اپنی تحریروں میں جواب دے جاتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مولانا نور الدین صاحب کے زمانہ میں "پیغام صلح" سے تعلق رکھنے والے تحریک آزادی کے نام پر تحفظ حقوق انجمن کے ادعا سے

فتنے اٹھایا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جہاں ہمارے دلوں میں خلیفہ اول کا بے حد احترام تھا وہاں انجمن کے حقوق کی محفوظیت کا جذبہ بھی موجود تھا۔ ہمارے دلوں میں یہ دونوں کیفیتیں ہمارے موقف کی تائید کرتی ہیں۔ ہم فی الواقعہ انجمن ہی کو مسیح موعود کا صحیح جانشین سمجھتے تھے مگر ہم انجمن کو اس امر کا مجاز بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق و اختیارات کو کسی فرد واحد پر اعتماد کر کے تفویض کر سکتی ہے۔ اور اگر ان تفویض شدہ اختیارات کا ذرہ بھر غلط استعمال ہو تو ہم بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے حق اور صداقت پر مبنی بات بیان کرنے سے نہیں رک سکتے۔ اگر اہل ربوہ اپنی ان تحریروں کو خود دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان کے اعتراض کا جواب خود ان کی تحریروں میں موجود ہے ایک طرف انہیں یہ اعتراف ہے کہ ہم نے مولانا نورالدین علیہ الرحمۃ کو بہت بڑی شخصیت، اور ایماندار شخصیت تسلیم کیا، اور دوسری طرف ان کا یہ کہنا ہے۔ کہ ہم اتنی بڑی شخصیت کے سامنے بھی حق بات کہنے سے نہیں رکتے تھے۔ اپنے اس موقف میں مجھے کوئی قباحت نظر نہیں آتی نہ اس سے ہمارے عقائد میں کوئی تضاد ثابت ہوتا ہے۔

اولاد کے لئے دُعا

دوسرے امر کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے حکم کی رُو سے ہر مومن مجبور ہے۔ کہ وہ آستانۂ الوہیت پر گر کر نہایت رقت قلب اور زاری سے یہ دعا کرے ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماً۔ اور اسی دعا کی رو سے کئی دلوں نے تڑپ تڑپ کر آہ و نالہ کیا اور اپنی اولاد کے لئے درگاہ ایزدی سے برکات چاہیں۔ مثال کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو ہی لیجئے وہ ایک نہایت ہی دلربا اور پیارے کیرکٹر ہیں وہ محبت انگیز پیرائے میں خدا سے اپنے دل کی بات کہہ دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے بھی ان کا بوٹے دل آویز انداز میں ذکر کیا ہے۔ وَاذ ابتلیٰ ابراھیم ربہٗ بکلمٰت فاتمھن۔

یعنی جب ہم نے ابراہیم کی چند کڑے امتحان لیکر آزمائش کی تو وہ اسمیں خوب پورے اترے۔ اسی طرح آگے ارشاد ہے۔ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ یعنی جب اس کے رب نے اس سے کہا پورے پورے اطاعت کیش بندہ بن کر ایک نمونہ قائم کر دو۔ تو وہ تمام جہانوں کی ربوبیت کرنے والے کے سامنے پوری پوری فرمانبرداری اور اطاعت کیشی اور بندگی کا پیکر بن گئے۔ اسی لئے ان کی شان میں اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ ولقد اصطفینٰہ فی الدنیا وانہ فی الاٰخرۃ لمن الصٰلحین اور یقیناً ہم نے اسے اس دنیا میں برگزیدگی عطا کی اور بیشک وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوگا۔ اسی ابراہیم کی اس اطاعت کیشی۔ فرمانبرداری۔ اور انقیاد کے پورے مجسمہ ہونے کے عوض رحمت الٰہی نے انہیں یہ مژدہ سنایا۔ قال انی جاعلک للناس اماما۔ یقیناً میں تجھے عوام کا قائد بنانے والا ہوں۔ تو ابراہیمؑ کی فطرت بے ساختہ پکار اٹھی۔ قال ومن ذریتی۔ اے اللہ! میرے آقا! میری اولاد کے متعلق کیا حکم ہے۔ انہیں اپنی ذات بھول گئی اور اولاد کا خیال آ گیا۔ اور خدا کے اس پیارے محبوب کو جو جواب درگاہ الٰہی سے ملا۔ اس میں ہمارے ربوی دوستوں کے لئے سرمایۂ عبرت ہے۔ قال لاینال عھدی الظالمین۔ یعنی جواب ملا کہ روحانی لوگوں کی جسمانی اولاد کے ساتھ کوئی عہد نہیں۔ جسمانی اولاد فاسق و فاجر و ظالم اور ستمگر ہو سکتی ہے۔ یہ عہد صرف روحانی اولاد کے لئے ہے جو روحانی لوگوں کے سچے متبع ہوتے ہیں۔ یاد رہے! یہی وہ پہلوان رب جلیل ہے جس نے خواب میں اشارہ پاتے ہی اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں ذبح کر دینے پر نہ صرف آمادگی ظاہر کی تھی بلکہ فی الواقعہ اس کی گردن کو کاٹنے کے لئے تیز چھری اس پر رکھ دی اور اگر الٰہی مداخلت نہ ہوتی تو وہ ہاتھ کو یقیناً جنبش دیتا اور اپنا اکلوتا بیٹا ذبح کر کے رکھ دیتا۔ یہ وہی عظیم الشان نبی ہے۔ جو ابوالانبیاء کہلاتا ہے۔ جس کی ذات کے ساتھ دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت مسیحیت۔ اسلام وابستہ ہیں۔ یہی وہ ممتاز نبی ہے جس کے متعلق حضور نبی کریم صلعم نے اپنے نام کے ساتھ نمازوں میں اس کا نام اس طرح پیوست کر دیا۔ کہ جہاں محمد رسول اللہ صلعم پر صلوات بھیجی جاتی ہے۔ وہیں ابراہیمؑ پر بھی صلوٰۃ بھیجی جاتی ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید۔ اسی لئے ارشاد خداوندی یہ ہے کہ ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔ یعنی وہ جو ملت ابراہیمی سے انحراف کرتا ہے وہ اپنے نفس کو خسارے میں ڈالتا ہے۔ ایسے لاڈلے اور پیارے نبی کو وہ جواب دیا گیا جو ہم نے اوپر درج کیا ہے اور یقیناً اس قسم کی دعا حضرت نوح علیہ السلام کو بھی سکھائی گئی ہوگی۔ اور یقیناً وہ راتوں کے اندھیرے میں اور سحر کی پُراز رحمت و برکات گھڑیوں میں نہایت خشوع و خضوع سے بارگاہ الٰہی میں اپنی اولاد کے لئے رو رو کر دعائیں کرتے ہوں گے اور انہیں اپنی دعاؤں کی قبولیت کا بھی بڑا یقین ہوگا۔ اسی لئے جب ان کی منکر قوم طوفان میں غرق ہونے لگی۔ اور اس میں انہیں اپنا حقیقی فرزند نظر آیا تو وہ پکار اٹھے۔ ونادیٰ نوحٌ ربہٗ فقال رب ان ابنی من اھلی .... میرا بیٹا طوفان کی لپیٹ میں آ رہا ہے اور وہ میرے اہل میں سے ہے اے خدا اس کو بچانا اور وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین۔ اور آپ کا وعدہ سچا ہے۔ اور تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ تو اپنے سچے وعدہ کا بھی صحیح فیصلہ فرما۔ خدا کی طرف سے جو جواب حضرت نوح علیہ السلام کو ملا، اس کو اہل ربوہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ اے نوح! اے ہمارے اولوالعزم پیغمبر! جسکو آپ بیٹا کہہ رہے ہیں ہمارے ہاں وہ آپ کے اہل میں سے نہیں (ہمارے ہاں اولاد سے مراد روحانی اولاد ہے) یہ تو کوئی بدعمل بدکار ہے۔ آپ کی تعلیمات سے منحرف اور قانون خداوندی کا باغی ہے اور احکام الٰہیہ سے سرکشی کرنے والا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام میں سے حضرت معاویہ رضہ نے بھی اپنے بیٹے کے لئے ضرور دعائیں کی ہوں گی ایسی دعائیں کرنا خدا کا حکم بھی ہے اور فطرت کا تقاضا بھی۔ مگر معاویہ رضہ کو ان دعاؤں کے عوض یزید نصیب ہوا۔ بات یہ ہے کہ جیسا کہ ..... حضرت صاحب نے بھی اپنی تحریروں میں بار بار لکھا ہے کہ مومن اور خدا کے درمیان محبت کا پیوند ہوتا ہے۔ عابد اور معبود ایک دوسرے کے یار ہوتے ہیں اور یاروں میں اکثر یہ ہوتا ہے۔ کہ کبھی ایک دوسرے کی بات مانتا ہے اور کبھی دوسرا پہلے کی۔ خدا کبھی بندے کی سن لیتا ہے اور کبھی اپنی منوا لیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ حکمت الٰہیہ کے ماتحت ہوتا ہے مسیح موعود کے سارے نظام میں تشبیہات اور استعارات ہیں۔ وہ مسیح نہ ہو کر بھی مسیح ہیں۔ عالم امثال میں قادیان دمشق ہے اور کدعہ، وہ سورج جو مسیح موعود کے بعد بھی مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ مثالی دنیا میں مغرب سے طلوع ہو چکا ہے دجال ایک قوم بن گیا ہے۔ یاجوج اور ماجوج کے گروہ انگریزوں اور روسیوں کے لبادہ میں ظاہر ہو گئے وہ نبی نہ تھے مگر مجازاً نبی کہلائے۔ ان کی دو زرد چادریں دو بیماریاں بن گئیں۔ تلوار کے جہاد کی بجائے دین کی شمشیر خارا شگاف عقائد باطلہ کو چیرتی پھاڑتی مذاہب کے میدان کارزار میں فتوحات حاصل کرنے لگ گئی۔ خنزیر سے مراد بے غیرت انسان لئے گئے۔ خر دجال وہ تمام سواریاں قرار پا گئیں جن کو سائنس نے قوت حرکت بخشی۔ اسی لئے اس تمام نظام کو روحانیت پر مبنی قرار دینے کے لئے مسیح موعود کی صرف وہ اولاد صحیح معنوں میں قرار پائی جو ان کے عقائد کی سچی متبع تھی۔ اس روحانی نظام سے جسمانیات کو منقطع کر دیا گیا۔ پس محمد علی رحمۃ اللہ علیہ اُن کے اہل میں سے ہیں اور محمود احمد اُن کے اہل میں سے نہیں ہے اس قسم کی دلیل پیش کرنیوالوں کو یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ کسی شخص کے عقاید دیکھنے کے لئے قرآن و حدیث کے سوا دوسری کوئی کسوٹی نہیں ہو سکتی۔

تحقیقاتی عدالت میں اہل ربوہ کا بیان

ہمیں حیرت ہے کہ فتنہ سیاسیات نے ارباب ربوہ کے دماغوں پر اس قدر غلبہ پا لیا ہے کہ

باوجودیکہ انہوں نے تحقیقاتی عدالت میں یہ اعلان کیا کہ وہ "کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرتے اور یہ اعلان بالصراحت سابقہ موقف سے متبائن ہے۔ مگر وہ اب بھی برابر یہ کہتے چلے جاتے ہیں کہ میاں صاحب نے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ کیا ان کو اپنے مندرجہ ذیل الفاظ یاد نہیں رہے:-

"یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں"

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

اس کے مقابلہ میں کسی کلمہ گو کی تکفیر نہ کرنے کا بیان جو انہوں نے تحقیقاتی عدالت میں دیا ان کی تبدیلی عقیدہ کا شاہد ہے، انہی متبائن و متخالف بیانات کے پیش نظر تحقیقاتی عدالت نے اپنے فیصلہ میں یہ لکھا ہے:-

"اس مسئلے پر کہ آیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہے۔۔ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں اور لفظ "کفر" جو احمدی لٹریچر میں ایسے اشخاص کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس سے کفر خفی یا انکار مقصود ہے یہ ہرگز کبھی مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ مسلمان جو رسول پاک صلعم کے بعد کسی مامور من اللہ کے دعوے کو قبول نہیں کرتے چونکہ وہ اللہ اور رسول کے منکر نہیں ہیں لہذا "امت" میں شامل ہیں یہ قول کسی اعتبار سے بھی اس سابقہ اعلان سے مطابق نہیں کہ دوسرے مسلمان کافر ہیں۔ دراصل ان الفاظ سے اس سابقہ عقیدے کی بالواسطہ تصدیق ہوتی ہے کہ ایسے اشخاص صرف ان معنوں میں مسلمان ہیں کہ وہ رسول کی امت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس حیثیت سے مسلم معاشرے کے ممبر کہلانے کے حق دار ہیں۔ یہ موقف اس قول سے بالکل مختلف ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور کافر نہیں ہیں"

کیا اب بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ خلیفہ ربوہ نے عقائد میں کوئی تبدیلی نہیں کی؟

ہمارا اصل مقصد

ہمارا یہ مضمون بہت طویل ہوگیا ہے اور "پیغام صلح" کے صفحات اس قدر طوالت کے متحمل نہیں۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ ہم دنیا کے مسلمانوں کو بتلائیں کہ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ درحقیقت "فتنۂ سیاسیات" ہے۔ اور یہ کہ ہمیں اس کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہیئے۔ شاید اسی فتنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس زمانہ کے واحد دینی قائد نے خدا تعالیٰ سے روشنی حاصل کرکے اپنی جماعت کو تلقین کی تھی کہ وہ سیاست سے الگ رہیں اور اس فتنہ کا شکار نہ بنیں۔ ان کی تمام تر توجہ اشاعت اسلام و تبلیغ قرآن پر مرکوز ہونی چاہیئے۔

مسیح اول اور مسیح ثانی کے پیرو

اے عزیزانِ ربوہ۔ آپ سخت غلطی میں ہیں۔ جس طرح مسیح اول کے پیرو کفارے وغیرہ کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ آپ خلافت اور عقیدہ مصلح موعود کی دلدل میں الجھے ہوئے ہیں۔ وہاں ایک برابر تین اور تین برابر ایک کا فلسفہ چلتا ہے اور آپ کے ہاں ووٹوں سے منتخب شدہ خلافت کو خدا کی مقرر کردہ خلافت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ وہاں کفارہ سے نجات ملتی ہے۔ اور آپ کے ہاں ایک غیر مامور مصلح موعود پر ایمان لانا باعث نجات ہے۔ ہمارے مسیحی دوست بھی غلطی پر ہیں اور مسیح ثانی کے غلو کرنے والے بھی باطل پر ہیں

غلو کو چھوڑ کر صراط مستقیم اختیار کرو

آؤ خدا کے لئے ٹھنڈے دل سے سوچو۔ اور ان مسائل پر غور کرو اور دنیا کو دھوکہ نہ دو اور نہ ان کو لفظی مغالطوں میں پھنساؤ۔ میاں محمود احمد کو اس کے عقائد کردار کی بناء پر پرکھو۔ اور خلافت کو ایک ادارہ کے صدر کی حیثیت سے دیکھو۔ اگر اس کا قدم راستی پر ہے تو اس کی اتباع کرو۔ اگر وہ غلط راستے پر چلتا ہے۔ تو ابوبکرؓ کے پیروؤں کی طرح اسے نوک تلوار سے سیدھا کردو۔ یہی اسلام ہے۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ اسی کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اس زمانہ کا مجدد آیا۔ اگر اس کا انکار غضب کا موجب ہے تو اس کے مقابلہ میں غلو ایک ضلالت ہے میانہ روی صحیح اسلام ہے خدا آپ کو اور ہمیں اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب ○ ربنا انك جامع الناس ليوم لا ريب فيه ط

ہم شکرانے کے طور پر انجمن کو پانچ روپے بھیجتے ہیں احباب جماعت سے اس کی مستقل صحت اور دین و دنیا میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

جلسہ سالانہ

قریب آ رہا ہے، امید ہے کہ تمام جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان احباب کو شمولیت جلسہ کی خاص طور پر تحریک کریں گے اس قومی اجتماع میں احباب کی شمولیت نہایت ضروری ہے۔

(۲) اخراجات جلسہ کے لئے دفتر تحصیل کی طرف سے جلسہ فنڈ کے لئے جو اپیل کی گئی ہے اس کے جواب میں سب دوست جلد از جلد رقوم بھیج کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ جلسہ کے انتظامات میں اخراجات کی دقت پیش نہ آسکے۔

۳۔ سب احباب اپنے اپنے گھروں میں دستکاری کے لئے خاص طور پر توجہ دلائیں اور اہل خانہ کو جلسہ خواتین میں شمولیت کی تحریک کریں۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ ۲۶ نومبر کی شب کو ۱۰ بجے کی گاڑی سے بغرض تعزیت سید عبدالجبار شاہ صاحب و شاہجہان صاحب ستھانہ تشریف لے گئے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب مینیجر پیغام صلح آپ کے ساتھ گئے ہیں۔

—— بدوملہی سے حکیم خلیفہ محمد اسلم صاحب علوی لکھتے ہیں:- کہ ۱۸ نومبر کو جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع ایک تبلیغی دورہ پر یہاں تشریف لائے ان کے استقبال کے لئے ہیڈ ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بٹ، مولوی مسیح زمان اور خاکسار سٹیشن پر موجود تھے، نماز عشاء کے بعد کوٹ والی مسجد میں جناب ساطع صاحب نے سورۃ العصر کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے سفر فجی کے بعض حالات و واقعات نیز ہندوستان میں اپنے بعض اہم مناظرات و مباحثات کا ذکر فرمایا۔ آخر پر آپ نے جماعت کو نہایت دلنشین پیرایہ میں تبلیغ اسلام کی طرف توجہ دلائی اور تقریباً ساڑھے نو بجے دعا پر اپنی تقریر کو ختم کیا دوسرے دن ۶½ بجے صبح آپ واپس تشریف لے گئے۔

—— ملتان سے شیخ میاں نثار احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:-

مکرمی والد صاحب شیخ میاں محمد سعید صاحب عارضہ دل و جگر کی وجہ سے بیمار ہیں۔ بغرض علاج نشتر ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ قبلہ والد صاحب کی صحت یابی کیلئے انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

—— بدوملہی سے ماسٹر عبدالغنی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"میرا لڑکا ممتاز احمد ایک لمبی بیماری سے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحت یاب ہوا ہے

خطبہ جمعہ (بسلسلہ صفحہ ۲)

ابرہہ اور اس کے لشکر کی تباہی

الم تر کیف فعل ربک باصحٰب الفیل

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اس لشکر کے ساتھ ہم نے کیا کیا جو ہاتھیوں جیسے مہیب جانوروں کے ساتھ چڑھ کر آئے تھے۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل کیا انکے منصوبہ کو ہم نے ناکام اور ملیامیٹ نہ کر دیا؟ وارسل علیھم طیرًا ابابیل اور نہایت چھوٹے چھوٹے جانوروں سے انہیں پٹوا دیا، کہتے ہیں نہایت چھوٹے چھوٹے پرندے آئے انکے مونہوں میں ایسی کنکریاں تھیں، جو انہوں نے ابرہہ اور اس کے لشکر پہ پھینکیں تو ہاتھی بھی پانی ہو گئے اور لشکر بھی سارا کا سارا تباہ ہو گیا، ایسی بیماری ان میں آئی کہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ ابرہہ کے جسم میں زہریلی پھنسیاں نکل آئیں جن کی وجہ سے وہ تڑپتا تھا اور اس کے جسم و دل میں آگ لگ گئی تھی، اضطراب اور شدید بیقراری اس پر مسلط تھی اسے اُٹھا کر دوسری جگہ لے گئے۔ لیکن وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

ایڈن پر اس کے اسکے ظلم و ستم کا خمیازہ

آج بھی ابرہہ کی ذریت نے اسلام کے ایک قیمتی حصہ پہ حملہ کر کے اسے برباد کرنا چاہا ہے مسلمان کو یقین کرنا چاہیئے کہ اس کا خدا زندہ ہے اس نے ابرہہ کے فرزند (ایڈن) کو اس ظلم و ستم کا خمیازہ بھگتنے کے لئے مبتلائے مصیبت کر دیا ہے، وہ بیمار ہو چکا ہے اور اس کے متعلق اخبارات میں ہر روز نکلتا ہے کہ اسکو ایسی شرمندگی لاحق ہے اور اتنی ملامت اس کا ضمیر اسے کرتا ہے کہ وہ بستر پر گر پڑا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کے قلب میں ایک ایسی چیز رکھ دی ہے کہ جو شخص سفاکی اور درندگی پر اتر آئے۔ اگر کوئی اور اسے سزا دینے والا نہ ہو تو وہ اس کے دل کے اندر کی چیز اسے ملامت کرتی اور سزا دیتی ہے۔ ایڈن کی قوم لکھ رہی ہے کہ اس کا قلب اسے سزا دے رہا ہے کہ اس نے ناحق حملہ کر کے مفت کی بدنامی مول لے لی، نہر مصر کی تھی، اس نے خواہ مخواہ اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی پولیس ایکشن کے نام سے اس نے غریب مصریوں کو تباہ کرنا چاہا، حالانکہ پولیس ایکشن کا کام تو یہ تھا کہ دونوں فریق کو طاقت سے روکا جاتا کہ لڑو نہیں، لیکن ایڈن نے مصر پر چڑھائی کر کے اپنی قوم کو بدنام کر دیا۔ اس نے امریکہ کو پوچھا تک نہیں، جس پر امریکہ کی قوم نے اس کے خلاف ریز ولیوشن پاس کیا، آج لکھا ہے کہ جس طرح ابرہہ کو اُٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گئے تھے، اسی طرح ایڈن کو اُٹھا کر جمیکا پہنچا دیا گیا ہے، خود انگریز قوم اس سے ناراض ہے اور کہتے ہیں کہ تم نے ہمیں بدنام کر دیا، تیل کا آنا بھی بند ہو گیا اس کی وجہ سے وہ نازک اندام لوگ جو موٹروں کے بغیر چل پھر نہیں سکتے، اپنے گھروں میں روپوش ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔

دعا کی ضرورت و اہمیت

قرآن کریم نے ایک قانون ہمیں بتایا ہے کہ جب تم پر مصیبت آئے تو خدا کے آگے گرو اور اس سے مدد مانگو۔ اللہ تعالےٰ اکے آگے گرنے سے وہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اور ان پر احسان فرماتا ہے و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا۔ ہم ضعیف اور ناتوان لوگوں پر جو ہمارے آگے گریں احسان کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ قرآن نے دعا پر بڑا زور دیا ہے کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے دعا کے ذریعہ خدا کی مدد طلب نہ کی ہو، قرآن کریم کی پہلی ہی سورت میں دُعا سکھائی گئی ہے اور آخری سورتوں میں بھی دُعا سکھائی گئی ہے۔ پیغمبروں کے تذکرہ میں ان کی دُعاؤں کا بڑا ذکر ہے، حدیث میں بڑی دعائیں سکھائی ہیں اور لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی قدم نہ اُٹھاتے، جب تک دعا نہ کر لیتے تھے۔ اس دُعا کو آج مسلمان بھول گیا ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے دُعا پر زور دیا ہے

حضرت مسیح موعود نے جہاں اور بہت سی باتوں کی تلقین کی ہے وہاں دعا پر بھی بڑا زور دیا ہے، اور بڑے بڑے دہریوں اور ملحدوں کو للکارا ہے کہ آؤ میں خدا دکھاؤں۔ آپ نے اپنی استجابت دعا کے تجارب بیان کئے ہیں اور جماعت پر زور دیا ہے کہ دعاؤں سے کام لو اور مل کر دعائیں کیا کرو۔ مصیبت کے وقت مایوسی تمہارے قریب نہ آئے گی، آپ نے اجتماعی دعاؤں اور مل کر کام کرنے پر بڑا زور دیا۔ ضرورت ہے کہ ہماری جماعت اس طرف توجہ کرے اور اس سالانہ جلسہ پر جو اگلے مہینہ آ رہا ہے سب اکٹھے ہو کر دعائیں کریں۔ جلسہ پر سب دوستوں کا آنا ضروری ہے اجتماع میں بڑی برکات ہیں، اجتماعی دعاؤں سے بہت فائدہ ہوتا ہے ہماری جماعت کے مردوں اور عورتوں کو اس اجتماع کی برکات سے بہرہ ور ہونا چاہیئے۔ یہ صورت ایمان افروز ہے جس طرح اہل مکہ نے نشان دیکھا ہمیں بھی اس بیسویں صدی میں ایک بہت بڑا نشان خدا نے دکھایا ہے۔

مصر کی مصیبت اور عالم اسلامی کا اتحاد

مصر پر ابرہہ کی اولاد کے حملہ نے مسلمانوں کے دلوں میں بہت سخت اضطراب پیدا کر دیا اور ان میں باہم اتحاد کی صورت پیدا ہو گئی۔ کبھی کبھی مصیبت انسان کے لئے فائدہ کا موجب ہو جاتی ہے۔ آج اسلامی ممالک میں رابطۂ اتحاد بڑھ گیا ہے انما المومنون اخوۃ کا منظر ہمارے سامنے ہے۔ تمام اسلامی ممالک نے محسوس کیا ہے کہ مصر ہمارا بھائی ہے، اس کی مصیبت ہماری مصیبت ہے۔ دلوں کے اندر درد پیدا کرنا بھی خدا ہی کا کام ہے۔ اس پر بھی ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اس نے کس طرح اس مصیبت پر دلوں کے اندر درد پیدا کر دیا اور سب کے سب دعاؤں میں لگ گئے اور باہم اتحاد کی کوششوں میں مصروف ہو گئے یہ خدا ہی کا کام تھا جس کے لئے ہمیں اس کا مشکور ہونا چاہیئے۔

تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر۔ دوست محمد

خط و کتابت کرتے وقت
چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(مینیجر)

پیغام صلح مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۸ شمارہ نمبر ۴۹

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ یکم جمادی الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۴۷

جلسۂ خواتین کے متعلق

(۱) خواتین احمدیہ کا جلسہ امسال ۲۴ دسمبر کی صبح کو دس بجے منعقد ہونا قرار پایا ہے تمام خواتین سلسلہ سے ہماری التماس ہے کہ وہ قومی برکات سے بہرہ مند ہونے کے لئے اس جلسہ میں ضرور شریک ہوں۔

(۲) جلسہ میں شرکت کے علاوہ ایک نہایت ضروری امر جس کی طرف خواتین کی توجہ درکار ہے دستکاری تیار کر کے لانا ہے۔ ہر سال ہماری بہنیں اشاعت اسلام کے قومی فنڈ میں امداد دینے کے لئے کئی ایک چھوٹی چھوٹی چیزیں تیار کر کے لاتی ہیں جن کی فروخت سے اشاعت اسلام کے کام کو بڑی مدد ملتی ہے۔ تمام خواتین سلسلہ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ ابھی سے دستکاری تیار کرنا شروع کر دیں۔ اور جلسہ میں شمولیت سے پیشتر اپنی اپنی دستکاری انجمن کے دفتر میں پہنچا دیں۔

(۳) جو خواتین آیندہ جلسہ میں لیکچر دینا چاہتی ہوں وہ مہربانی فرما کر جلد از جلد اپنے ارادہ سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ:۔ جلسۂ خواتین کے متعلق تمام خط و کتابت ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی معرفت آنی چاہیئے۔ والسلام

ہم ہیں آپ کی خادمات

سیدہ صفیہ بیگم بنت حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب

بیگم کرنل بشیر حسین صاحب

شاہزادہ بیگم بنت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم

جلسہ سالانہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں

حضرت مسیح موعودؑ کا فرمان

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں، عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کا انکار کرنے والے باقی رہیں گے نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے اور اللہ تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا، وہی راہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھائی تھی وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے یہ ہوگا ضرور یہی ہوگا جس کے کان سننے کے ہوں سنے مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جاسکے۔" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

انجمن کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سال جلسہ سالانہ ۲۴-۲۵-۲۶ دسمبر کو منعقد ہوگا۔ خواتین احمدیہ کا جلسہ ۲۴ کی صبح کو دس بجے منعقد ہوگا۔ امید ہے سب دوست اور خواتین ان دونوں جلسوں میں شرکت فرمائینگے

"رحمۃ للعالمین اور امن عالم" کے موضوع پر تقاریر کا انعامی سلسلہ

(زیر صدارت میاں بشیر احمد صاحب منٹو۔ ایم اے مڈ (آکسفورڈ))

۲۵ دسمبر شام ۔۔ بجے مسلم ہائی سکول براہیں منعقد ہو رہا ہے اس انعامی مقابلہ میں انعامات کے علاوہ ہر ایک انعام پانیوالے کو ۵/۴ روپے کی کتب کا ایک سٹ بھی دیا جائیگا۔ ان کتب میں انگریزی ترجمہ قرآن مصنفہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم۔ سیرت رسول کریم وغیرہ شامل ہوں گے۔ جماعت کے طبقہ علماء سے درخواست ہے کہ وہ جلد از جلد مندرجہ ذیل پتہ پر اپنے نام ارسال کر کے اس مقابلہ کو کامیاب بنانے میں ہماری پوری مدد فرمائیں۔ پتہ: سیکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

باہر سے آنے والے اصحاب

سے گذارش ہو کہ وہ اپنی اولین فرصت میں افسر مکانات جلسہ سالانہ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اطلاع دیں کہ ان کے ساتھ کتنی خواتین اور بچے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ والسلام

ناظم اد۔ مہتمم جلسہ سالانہ

مکتوبِ ووکنگ

مولانا یعقوب خان صاحب امام مسجد شاہجہان ووکنگ (انگلستان)

مکرمی ایڈیٹر صاحب "پیغام صلح"۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کے قارئین کو "مکتوب ووکنگ" کا انتظار ہوگا۔ اگر کوئی مکتوب موصول نہ ہو تو یہی سمجھ لینا چاہیئے کہ کام خدا کے فضل سے پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔ بہرحال چند ایک باتیں احباب کی دلچسپی کے لئے ارسال خدمت ہیں۔

جارحانہ جنگوں پر لیکچر

لندن ہاؤس میں جسے ہماری ووکنگ کی اصطلاح میں مولانا مجید ہاؤس کہا جاتا ہے، ہفتہ کے روز لبطور معمول احباب آجایا کرتے ہیں اور چائے کی پیالی پر گفتگو اور تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ ہاں کبھی زیادہ اہتمام سے جلسہ کرنا ہو تو باقاعدہ دعوتی رقعے جاری کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک ایسا جلسہ ۱۰ر نومبر کو ہوا جس میں میں نے "جارحانہ جنگوں" پر تقریر کی۔ مشرق وسطیٰ میں موجودہ ہنگامہ آرائی کے پیش نظر کثرت سے احباب شریک ہوئے۔ انڈونیشیا کے سفیر بھی شامل ہوئے۔ مسز ٹیلہ گرانٹ نے صدارت کی۔ آپ مجھ سے یہ توقع نہیں کرتے ہوں گے کہ آپ کو لکھوں کہ لیکچر بڑا "کامیاب" ہوا یا "شاندار" ہوا۔ اور حاضرین "مسحور" ہوتے اور "ہمہ تن گوش" ہو کر سن رہے تھے۔ میری دانست میں یہ طرز ہماری تبلیغی کارگذاریوں کی رپورٹوں میں نہیں ہونا چاہیئے۔ کامیابی اور غیر کامیابی ایک مسلمان کے نزدیک دونوں خدا کی طرف سے ہوتی ہیں ایک اس کے فضل سے دوسری ہماری اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ——— میں اس موقع پر جس چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ ایک انگریز نوجوان فلپ نامی کے ریمارکس تھے جو تقریر کے بعد اس نے کئے۔ اس نوجوان اور پرجوش انگریز نومسلم نے کہا کہ ایک چھڑی کو آسانی سے توڑا جا سکتا ہے لیکن اگر بہت سی چھڑیوں کا بنڈل بنا کر مضبوط باندھ لیا جائے تو انہیں کوئی توڑ نہیں سکتا **مسلمانوں کو چاہیئے کہ قرآن کی رسّی سے باہم اپنے آپ کو باندھ کر ایک بنڈل ہو جاویں** تو کسی جارحانہ اقدام کا شکار نہیں ہوں گے ـــ مجھے دل میں شرم محسوس ہوئی کہ اس نوجوان کو کیا پتہ کہ مسلمان قرآن سے کوسوں دور ہیں اور قرآن کو بطور رسّی استعمال کرتے ہیں تو دوسرے مسلمان بھائی کے گلے میں ڈال کر اسکو گھسیٹنے کے لئے کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری مختصر جماعت بھی اس نوجوان پرجوش نومسلم کی دلی تمنا کو پورا کر سکے تو غنیمت ہوگا۔

یہودیوں کے کلب میں تقریر

گذشتہ اتوار ۱۸ر نومبر کو یہودیوں کے ایک کلب میں "اسلام" پر میری تقریر ہوئی۔ یہودی یہودی ہوتا ہے۔ ہر ایک چیز کی قیمت خوب وصول کرتا ہے۔ تقریر کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ تک سوالات کرتے رہے۔ سب حسبِ معمول تعدد ازدواج کا سوال بھی آیا۔ میں نے کہا کہ ایک یہودی مجمع میں مجھے اس سوال کی توقع نہ تھی، جن کے انبیاء میں ازدواج کی تعداد کئی صد تک بھی پہنچ جاتی تھی اس جواب سے وہ محظوظ اور خاموش ہوئے۔ جو سوال خاص طور پر سننے کے قابل ہے وہ ایک ایسے آدمی کا تھا جو لندن یونیورسٹی میں لیکچرر بھی ہے۔ اس نے پوچھا کہ پیغمبر اسلام حضرت مسیح سے کتنے سال قبل ہو گذرے ہیں ـــ لاعلمی کے اس عالم سے اندازہ لگانا چاہیئے کہ ہماری کوششیں کس قدر محدود ہیں۔

ذہنوں پہ انقلاب

چند موشل امور بھی قابل ذکر ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب ڈچ گائنا جاتے ہوئے یہاں ووکنگ میں مقیم رہے، اور ان کی مناظرانہ زندگی کے واقعات سن کر ہمارے سب دوست محظوظ ہوتے رہے۔ ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے جس میں مناظروں کی خوب گرما گرمی ہوتی تھی۔ ہمارے سالانہ جلسہ پر بھی بعض وقت رات کے دس دس بجے تک شاہ محمد خاں مرحوم محفل مناظرہ گرم کیا کرتے تھے۔ اب زمانہ بدل چکا ہے اور دوسروں میں کیڑے ڈالنے کی بجائے اپنی خوبیاں بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے بلکہ دوسروں کی خوبی کو بھی دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے اس ملک میں بالخصوص ذہنوں پر ایک انقلاب آیا ہے اور عیسائیت کا وہ جائزہ جس کا مقصد اس کے بخیئے ادھیڑنے کا ہوتا تھا اب اس لئے زیادہ کارگر نہیں ہوتا کہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہی اور لوگوں کے دل ان عقائد کو چھوڑ چکے ہیں، وہ کوئی تعمیری چیز سننا چاہتے ہیں۔

مناظرانہ دور کی سرگذشت

بہرحال کہنا میں یہ چاہتا تھا کہ مولانا عبدالحق صاحب نے مدمقابل کو پچھاڑنے کے جو جو گُر سنائے جو عام طور پر اس زمانہ میں مروج تھے وہ ایک اچھا خاصہ فن تھا جو اب باقی نہیں رہا۔ مولوی عصمت اللہ صاحب مرحوم ہمارے ایک باکمال مناظر تھے اور بہت سے احباب کو یاد ہوگا کہ کس صفائی سے وہ آریہ مناظر کو پچھاڑتے تھے، پادری بچارا تو ان کے سامنے ٹھہر ہی نہیں سکتا تھا۔ مولانا عبدالحق صاحب سے کئی نوجوان دوستوں نے خواہش کی کہ اس دور کی یہ سرگذشت مرتب کریں، جس میں اس فن کی یاد کو باقی رکھا جائے۔

نہر سویز قرآن کی روشنی میں

اس کے علاوہ مولانا عبدالحق صاحب اسلامک ریویو کے لئے "نہر سویز قرآن کی روشنی میں" کے موضوع پر ایک مضمون لکھ کر دے گئے جو ریویو کے اگلے پرچے میں چھپ رہا ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ اس نہر کا تخیل فراعنہ کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے۔ نپولین نے بھی نہر کھدوانی چاہی تاکہ فتح ہندوستان میں آسانی ہو۔ مگر ہر دفعہ یہی خوف مانع رہا کہ بحر روم اور بحر قلزم کی سطحیں چونکہ باہم برابر نہیں ہیں، اس لئے اگر نہر کھدائی گئی تو یا یورپ بحر قلزم کے سیلاب کی زد میں آکر تباہ ہو جائے گا یا ایشیا بحر روم کی یورش سے تباہ ہو جائے گا۔ مگر قرآن کریم نے یہ کہکر ایک عظیم الشان حقیقت کا انکشاف کیا کہ ان کی سطح میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر نہر کھود دی جائے تو ایک دوسرے پر یورش نہیں کریں گے۔ یہی حقیقت ہے جو قرآنی الفاظ **لا یبغیان** میں مخفی تھی۔

شیخ میاں محمد صاحب ووکنگ میں

شیخ میاں محمد صاحب ہالینڈ جاتے ہوئے لندن بھی ٹھہرے اور ووکنگ بھی ہماری دعوت پر تشریف لائے۔ کئی گھنٹے بیٹھے رہے اور کھانے کی میز پر تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے اور انجمن کے استحکام کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ ہماری باہمی آویزش سے انہوں نے سخت بیزاری کا اظہار کیا اور ان کے دل میں تڑپ ہے کہ جماعت متحد اور ہم آہنگ ہو کر اور چھوٹے چھوٹے اختلافات سے بالاتر ہو کر اشاعت اسلام کے عظیم الشان کام میں لگی رہے۔ رات کے گیارہ بجے یہاں سے واپس لندن تشریف لے گئے۔

مسجد پٹنی میں ربوی دوستوں سے ملاقات

ایک اور چیز جو شاید بہت سے احباب کو ناپسند ہو وہ بھی لکھ دیتا ہوں۔ ۱۰ر نومبر کو ہم اپنے قادیانی (بلکہ ربوی) احباب کی ملاقات کے لئے انکی مسجد واقعہ پٹنی گئے۔ میں جانتا تھا کہ آج کل لاہور اور ربوہ میں "محاذ جنگ" قائم ہیں ..... چیمہ صاحب کی بے پناہ گولہ باری بھی میری نظر سے گذری۔ مگر یہ نظارے ان مومنین باصفا کو ہی زیب دیتے ہیں۔ اس کافر ملک کی ذہنی اور اخلاقی فضا تک بھی یہ توتو میں میں برداشت نہیں کر سکتی۔ اس لئے خواہ احباب کو پسند ہو یا ناپسند اس ملک میں ہم صلح ـ عصمت کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور یہ ووکنگ کی اس بنیادی پالیسی کے مطابق ہے جس پر ہمارے ربوہ کے دوست ہمیں ہمیشہ طعنہ دیتے ہیں کہ ہم نے فرقہ وارانہ تنگ دلی کی بجائے اسلامی فراخ دلی کو کیوں اپنا شعار بنایا ہے۔

ایک لغو رپورٹ

اس موقع پر ایک بات کا بیان دلچسپی سے خالی

(باقی برصفحہ کالم ۲)

ہفت روزہ پیغام صلح ——— لاہور ——— مؤرخہ ۵ دسمبر ۱۹۵۶ء

ہمارا قومی اجتماع

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کا اعلان اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء (منگل-بدھ جمعرات) ہمارے قومی اجتماع کی تاریخیں ہیں، اس سے ایک دن پہلے ۲۴ دسمبر کو خواتین احمدیہ کا جلسہ ہوگا جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اتنا ہی ضروری ہے جتنا مردوں کا جلسہ، ان دونوں جلسوں اور اس قومی اجتماع میں ایک ہی غرض پیش نظر ہوتی ہے، اعلائے کلمۃ اللہ، خدا کا نام بلند کرنا، اس کے دین کو دنیا میں پہنچانے کی تدابیر کرنا، دینی امور اور پیش آمدہ مسائل کے متعلق وعظ و نصیحت اور خدمت دین کے لئے ایک دوسرے کو تیار کرنا، اس کے سوائے کوئی دنیوی غرض کوئی سیاسی حقوق، کوئی دنیوی اقتدار ہمارے پیش نظر نہیں حضرت مجدد وقت نے محض خدمت دین کے لئے ہمیں کھڑا کیا ہے، اور یہی غرض ان سالانہ جلسوں کی قرار دی ہے، چنانچہ فرمایا:—

"اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو .... ماسوا اس کے اس جلسہ میں یہ ضروریات میں سے ہے کہ یورپ و امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں"

اسی غرض کے پیش نظر آپ نے اس بات پر زور دیا کہ:—

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے"

فی الحقیقت یہ صحیح ہے کہ ہمارے اس اجتماع اور جلسہ کو معمولی دنیوی جلسوں کی طرح نہیں قرار دیا جا سکتا، اس کی اہمیت دوسرے دنیوی جلسوں سے خواہ وہ شان و شوکت کے لحاظ سے کتنے بھی بڑھ چڑھ کر ہوں بہت بلند ہے اور وہ شخص بہت بڑی غلطی کرتا ہے جو اس جلسہ کو وہ اہمیت نہیں دیتا جو اسکا حق ہے "تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام" وہ جہاد ہے جس کے لئے ہمیں کھڑا کیا گیا ہے اور جلسہ سالانہ اس کی تیاری اور اس میں عملی حصہ لینے کا ایک ذریعہ ہے۔ آج دنیا کی نظریں محض سیاسی جہاد پر ہی مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں، ہر شخص ہر قوم اور مسلمانوں کا ہر فرقہ اور پارٹی صرف سیاست اور دنیوی اقتدار کے لئے لڑنا ضروری سمجھتی ہے، اور دین کی طرف سے نظریں بند ہو چکی ہیں، صرف ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو اُس دینی جہاد میں مصروف ہے، جو خدا و رسول نے امتِ مسلمہ پر فرض کیا ہے وکنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر اس دینی جہاد اور خیر امت کی اس اہم خصوصیت کا یہ تقاضا ہے، کہ ہم سال میں ایک دفعہ اکٹھے ہو کر اپنے حالات پر غور کریں، اپنے کاموں کا جائزہ لیں، اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کو دیکھیں اور ان کو دور کرنے اور اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو زیادہ وسیع اور زیادہ موثر بنانے کی کوشش کریں۔

اس قومی اجتماع سے جو ہمیں بیش بہا فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ احباب سے پوشیدہ نہیں، ایک دوسرے سے تعارف اور باہمی حالات سے واقفیت، بزرگان سلسلہ کے وعظ و نصیحت اور علمی لیکچروں سے مستفید ہونا، قرآن کریم کے درس اور حضرت مجدد وقت کے پُر از معارف ملفوظات سے علم و معرفت حاصل کرنا پھر باہم مل جل کر دعائیں کرنا، اس قومی اجتماع کے چند خصائص ہیں، اس میں شک نہیں سردیوں کے دنوں میں بستر اُٹھا کر گھروں سے نکلنا اور سفر کی صعوبت اُٹھانا ایک حد تک تکلیف دہ امر ہوتا ہے لیکن اس تکلیف کے مقابلہ میں جو دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، اور وہ شخص بہت ہی بد قسمت ہے، جو دین کے لئے تھوڑی سی صعوبت اُٹھانا گوارا نہیں کرتا، حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار جلسہ میں شمولیت پر زور دیا ہے اور سال میں تین روز اس قومی اجتماع کے لئے وقف کرنے کی بڑے زور سے ہدایت فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں:—

"قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں"۔

پھر فرماتے ہیں:—

"حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کو سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آ جانا چاہیئے اور اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف سُنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں، اور نیز دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے، اور پاک تبدیلی ان میں پیدا کرے"

اس میں شک نہیں کہ آج مسیح موعود ہم میں موجود نہیں، لیکن ان کی رُوح آج بھی زندہ ہے اور ہم میں کام کر رہی ہے، آج بھی آپ سے فیضیافتہ ایسے چند لوگ موجود ہیں، جن سے بہت کچھ روحانی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، اور ہمارا یہ قومی اجتماع انہی روحانی فوائد کو پیدا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

آخر میں حضرت امیر مرحوم مولنا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا جنہوں نے ہمیں غلو و ضلالت کی دلدلوں سے نکالا اور لاہور میں اس جماعت کا مرکز قائم کیا اور جن کے قلمی جہاد اور الٰہی تائیدات ان کی جد و جہد نے اس جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا ایک اہم ارشاد پیش کیا جاتا ہے، جلسہ سالانہ میں شمولیت پر زور دیتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:—

"میں اپنے جماعت کے بہت سے دوستوں کو جلسہ سالانہ کے متعلق بڑی بھاری غلطی کا مرتکب خیال کرتا ہوں کہ اسے وہ اہمیت نہیں دیتے جو دینی چاہیئے کسی جماعت میں سے ایک شخص آ جاتا ہے اور کسی میں سے دو آ جاتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جب تمام مخلصین جمع ہو جائیں تا کہ ہر ایک شخص کو بالمواجہ دینی فائدہ اُٹھانے کا موقعہ ملے اور انکی دینی معلومات وسیع ہوں، اور معرفت ترقی پذیر ہو، جس سے تبلیغ اسلام کی بنیاد مضبوط ہو اور آپ نے فرمایا ہے کہ آئندہ بھی ہمیشہ اس جلسہ کے یہی مقصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نو مسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں تو ان مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ یہ جلسہ سالانہ تھا سو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ سالانہ جلسہ حضرت مسیح موعودؑ کا قائم کردہ ایک طریق ہے جس کے بغیر کامیابی مشکل ہے"

اسی سلسلہ میں "قومی مانع" کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:—

"قوی مانع" وہ ہو سکتا ہے جب انسان کے دل میں تڑپ موجود ہو مگر ظاہری حالات ایسے پیش آ جاتے ہیں کہ وہ اسے مجبور کر دیتے ہیں ایسے انسان کی وہ حالت ہو گی جو ایسے غیر مستطیع لوگوں کی ہے جن کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون، وہ واپس چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس غم سے کہ وہ مال نہیں پاتے جسے خرچ

(باقی پر صفحہ کالم ۳)

متفرقات

ضلع پشاور کے احمدیوں کی جان و مال خطرہ میں

جماعت احمدیہ شیخ محمدی کی ایک اہم قرارداد

جماعت احمدیہ موضع شیخ محمدی کے ایک غیر معمولی اجلاس منعقدہ ۲۴ر نومبر ۵۶ء میں مندرجہ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں۔

۱۔ یہ اجلاس مجلس احرار کے ارکان امام شاہ سکنہ آمد خیل تحصیل و ضلع پشاور اور اس کے رفقاء کے نام نہاد مذہبی جلسوں کو جو وہ گذشتہ قریباً چار پانچ ماہ سے متواتر کسی نہ کسی گاؤں خاص کر آمد خیل۔ بازید خیل، شہاب خیل، بگھ ولہ۔ سلیمان خیل، شیخ محمدی، بڈہ بیر وغیرہ میں منعقد کرتے ہیں اور جن میں مذہبی تبلیغ کے پردے میں آنے والے انتخابات کے لئے اپنے آپ کو متعارف کرنے کی خاطر جماعت احمدیہ کے خلاف دلآزار اور اشتعال انگیز تقریریں کی جاتی ہیں، اور احمدیوں کے گھروں کے پاس بذریعہ لاؤڈ سپیکر اعلان کیا جاتا ہے کہ احمدیوں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ بالکل جائز اور کار ثواب ہے۔ ان فتنہ انگیز تقریروں سے فضا بہت خراب ہو گئی ہے اور شدید خطرہ ہے کہ نتائج و عواقب سے بے خبر عوام احمدیوں کے گھروں پر حملہ کریں۔ لہذا ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت سے بروقت مداخلت اور اس معاملے میں مناسب کارروائی کی درخواست کی جاتی ہے۔

(۲) پاس ہوا کہ اس قرارداد کی نقول مندرجہ ذیل حکام کی خدمت میں فوری اور مناسب اقدام کی خاطر اُن کے نام سے بھیجی جائیں۔

ا۔ ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعظم مغربی پاکستان۔ لاہور

ب۔ مسرت حسین زبیری صاحب ڈویژنل کمشنر پشاور۔

ج۔ سید فرید اللہ شاہ صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع پشاور۔

عبدالصمد خان۔ سیکرٹری

ایک ہفتہ قومی خدمت کیلئے وقف کیجئے

ہمارا سالانہ جلسہ قریب آ گیا ہے۔ احباب سلسلہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ خود بھی قدم رنجہ فرمائیں اور اپنے احباب اور رشتہ داروں کو بھی شرکت جلسہ کی دعوت دیں۔ یہ تبلیغ کا سب سے بہتر موقعہ ہے، جس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

نیز گذارش ہے کہ ہمارے بزرگوں کا دستور تھا کہ وہ جلسہ سے قبل اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور عزیزوں سے چندہ جمع کیا کرتے تھے۔ چوہدری سرفراز خان صاحب مرحوم کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جلسہ سے ہفتہ عشرہ قبل گرد و نواح کے دیہات کا دورہ کرتے اور لوگوں سے چندہ وصول کرتے تھے۔ شیخ قمرالدین صاحب مرحوم کا قاعدہ تھا کہ وہ کچکول گلے میں ڈال کر گھر سے نکل جاتے اور دین کے لئے گداگری کرتے۔ اسی طرح ہمارے بعض نوجوان سکولوں اور کالجوں کے طلباء بھی جلسہ کے لئے چندہ فراہم کر کے لاتے۔ معززین لاہور سے ہمارے مرحوم بزرگ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ملاقات کرتے اور انجمن کی امداد کی انہیں تحریک کرتے جس سے کافی فائدہ ہوتا۔ میں سلسلہ کے بہی خواہوں اور قوم کے ہمدرد اصحاب سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ کم از کم ایک ہفتہ قومی خدمت کے لئے وقف کریں۔ اور اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں سے کچھ نہ کچھ بطور چندہ وصول کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک قومی اور دینی کام ہے۔ جس کے لئے چند دن وقف کر دینا ثواب کا موجب ہوگا۔ انجمن کی مالی امداد ہمارا اولین فرض ہے اور یہ موقعہ ہے کہ ہم اس فرض کو ادا کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ والسلام

مرتضیٰ خان۔ (دفتر تحصیل)

ہمارا قومی اجتماع

(بسلسلہ صفحہ ۳)

کریں۔۔۔ سو اگر حالت ایسی ہو کہ اس قسم کا مانع پیش آ جائے کہ اس سالانہ جلسہ میں غیر حاضری کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور دل میں غم ہو تو بیشک وہ مانع ہے لیکن جب اپنی ضروریات کے لئے کسی کی موت کی وجہ سے یا کسی کی شادی کی وجہ سے گھراؤں کے گھرانے گھروں سے نکل پڑتے ہیں تو اپنے آپ کو ادنے ادنے عذروں پر محروم کر لینا جسے خدا کے مامور نے اس قدر اہمیت دی ہے پرلے درجہ کی بدقسمتی ہے"

ہمیں امید ہے کہ حضرت امیر مرحوم کی اس نصیحت کے پیش نظر جماعت کا ہر بڑا اور چھوٹا ہر مرد اور عورت اپنے قومی اجتماع میں شمولیت کے لئے ۲۲ر دسمبر یا اس سے پہلے گھر سے نکل پڑے گا تاکہ ۲۴ر دسمبر تک لاہور پہنچ کر اپنے قومی اجتماع میں حصہ لے سکے۔

ملتان میں حضرت امیر کا ورود مسعود

مورخہ ۹ر نومبر کو حضرت امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب ملتان تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے جماعت کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ چونکہ آپ کی آمد کی بروقت اطلاع نہ ہو سکی تھی اس لئے بعض احباب آپ کا خطبہ سننے سے محروم رہے خطبہ یہاں ڈیڑھ بجے شروع ہوا کرتا ہے۔ مگر اس روز احباب کی آمد کی انتظار میں دو بجے شروع کیا گیا۔ خطبہ میں آپ نے جو کچھ فرمایا اس کا سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اے کاش، اگر کوئی زود نویس رپورٹر حضور ممدوح کے خطبے کو قلمبند کرنے والا ہوتا تو یہ خطبہ بذریعہ اخبار شائع کیا جاتا۔ جو بہت سے گمراہوں کیلئے باعث ہدایت ہوتا۔

اتوار کے دن رئیس اعظم ملتان میاں فاروق احمد شیخ کی طرف سے حضرت ممدوح کے اعزاز میں ایک پر تکلف عصرانہ دیا گیا جس میں شہر کے معززین رؤساء اور افسران کو مدعو کیا گیا تھا۔ بہت بڑا مجمع تھا جس میں حضرت موصوف نے ایک عظیم الشان تقریر فرمائی، آپ نے قرآن مجید کی خوبیاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نہایت دلکش پیرایہ میں بیان فرمائی، تقریر کے دوسرے حصے میں آپ نے بڑی وضاحت کے ساتھ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد اور اس کے ماتحت بلاد غربیہ میں مختلف مشنوں کا کام پیش کیا۔ سامعین بے حد مسرور نظر آتے تھے۔ ملتان میں غالباً یہ پہلا موقعہ ہے کہ یہاں کے علمی طبقہ نے مذہب کا فلسفہ سُنا۔ گویا کہ ایک وسیع پیمانہ پر ہمارے جلسہ سالانہ کا مقصد پورا ہو گیا۔ اختتام تقریر پر تقریباً ایک گھنٹہ تک لوگ حضرت ممدوح سے مذہبی گفتگو کرتے رہے اور مختلف احباب کی طرف سے دعوتیں پیش ہوئیں۔ مگر چونکہ حضرت مولانا صاحب نے دوسرے روز خانپور تشریف لے جانا تھا اور واپسی میں سیدھے لاہور پہنچنے کا ارادہ تھا اس لئے دعوت دینے والے حضرات کو مایوس رہنا پڑا۔ لیکن ان کا شوق بدستور رہے۔ اس جلسے کا ملتان کی پبلک پر بہت اچھا اثر ہوا۔ مگر ہمارے قادیانی دوست کچھ ناخوش نظر آتے تھے۔ الحمدللہ کہ حضور کے آنے سے نہ صرف جماعت میں بلکہ تعلیمیافتہ طبقہ میں ایک نئی مذہبی رُوح پیدا ہو گئی۔ تقریر کے بعد حضرت مولانا نے طلباء کالج کو اپنے پاس بلا کر سمجھایا اور انہیں خدمتِ اسلام کی تلقین کی۔ فقط

محمد یوسف گرنتھی

بقلم عبدالعزیز خاں مالک عزیز ہوٹل ملتان۔

نوٹ:۔ چونکہ گرنتھی صاحب بعد روانگی حضرت امیر علیل ہو گئے لہذا ان کی رپورٹ بقلم خاکسار ارسال ہے احباب سے گرنتھی صاحب کی شفا کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

اُمتِ مسلمہ کی ایک بہت بڑی ذمّہ داری اور دُنیا کیلئے نمونہ بننے کی ضرورت

امامِ وقت کی جماعت پر یہ ذمّہ داری سب سے بڑھکر عائد ہوتی ہے

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۶ء فرمودہ مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

وَکَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا ۔

امتِ مسلمہ کی ایک بہت بڑی ذمّہ داری

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے، یوں تو نہایت مختصر سی آیت ہے لیکن اس کے اندر جو بات بیان کی گئی ہے - وہ بہت بڑی ہے۔ مسلمان قوم کے لئے بہت بڑی ذمہ داری یہ آیت پیش کر رہی ہے۔ مسلمان کہلانا تو بہت آسان ہے لیکن جو ذمہ داریاں مسلمان پر عائد ہوتی ہیں، ان کا اُٹھانا بہت مشکل امر ہے۔ اس آیت میں انہی ذمّہ داریوں کا ذکر کیا گیا ہے جو حقیقی مسلمان پر اسلام کی طرف سے عائد کی گئی ہیں فرماتا ہے :-

وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے یعنے اعلیٰ درجہ کی امت بنایا ہے - اس لئے نہیں کہ تم مسلمان کہلاتے، اس لئے نہیں کہ امتِ مسلمہ تمہارا نام ہے نرا نام کوئی چیز نہیں، تمہارا اعلیٰ درجہ کی امت ہونا اس وجہ سے ہے لتکونوا شھداء علی الناس کہ تم تمام قوموں کے اعمال کے نگران ہو ویکون الرسول علیکم شھیداً جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اعمال کے نگران ہیں -

دوسروں کیلئے نمونہ بننے کی ضرورت

کوئی شخص کسی کے اعمال کا نگران اسی وقت ہو سکتا ہے کہ وہ خود دوسروں کے لئے نمونہ ہو، تو اس کے اپنے اعمال دوسروں کی تقلید کے قابل ہوں، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور آپ کی پاک سیرت ہمارے لئے قابلِ تقلید ہے، اسی طرح ہمارے اعمال ایسے ہونے چاہئیں کہ انہیں دیکھ کر دوسرے لوگ بول اُٹھیں کہ واقعہ میں مسلمان ایسا ہونا چاہیئے - جیسا کہ دوسری آیت میں وضاحت سے اس مضمون کو بیان کیا گیا ہے فرمایا ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین مسلمان کا کردار ایسا ہونا چاہیئے کہ کافر بھی اسے دیکھ کر یہ خواہش کریں کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے -

یہ ہے وہ ذمہ داری جو یہ آیت ہم پر ڈالتی ہے جب تک ہمارا عملی نمونہ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کو اسے دیکھکر یہ خواہش پیدا ہو کہ کاش ہم بھی ایسے ہوں اس وقت تک ہم امتِ وسط نہیں بن سکتے، دوسروں کے اعمال کے نگران اُس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک ہمارے اپنے اعمال نہایت اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں -

حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کا نمونہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا اور اس سے جو انقلاب اُنکی زندگیوں پر وارد ہوا وہ معمولی انقلاب نہ تھا - اسی نمونہ کو اپنی زندگیوں میں لئے ہوئے وہ دنیا میں پھیل گئے لتکونوا شھداء علی الناس کا عملی رنگ انہوں نے دکھایا، لوگوں نے جب اُن کے تقوےٰ وطہارت کو دیکھا، اُن کی پرہیزگاری ان کے حسنِ کردار، اُن کے اعلیٰ اخلاق اور اُن کے معاملات جب لوگوں کے سامنے آئے تو وہ اُن کے گرویدہ ہو گئے ایک جنگ کے متعلق لکھا ہے کہ سارا دن دشمن کے ساتھ مسلمان لڑتے رہے۔ رات کو دشمن نے اپنے جاسوس بھیجے کہ دیکھیں مسلمان کیا کر رہے ہیں، ان جاسوسوں نے رپورٹ کی کہ ان مسلمانوں کو کوئی فتح نہیں کر سکتا، وہ دن کو تو سارا دن لڑائی کرتے رہے لیکن رات خدا تعالےٰ کے آگے کھڑے ہو کر نمازیں لگے ہوئے ہیں، اور ادھر ہماری فوج رنگ رلیاں منا رہی ہے، شرابیں پی کر بدمست ہو رہی ہے اور عیش وعشرت میں مصروف ہے ایسے لوگوں کے مقابلہ میں مسلمان کس طرح مغلوب ہو سکتے ہیں -

زندگیوں میں تغیر بصیرت اور معرفت سے پیدا ہوتا ہے

تو یہ بہت بڑی ذمّہ داری ہے، جو مسلمانوں پر ڈالی گئی ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی امت ہو، تاکہ شھداء علی الناس بن جائیں اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک خود اپنے اندر تغیر پیدا نہ ہو، تغیر کے لئے بصیرت کا پیدا ہونا ضروری ہے، جب تک بصیرت نہ ہو، اُس وقت تک زندگی کے اندر تغیر نہیں آسکتا، رسمی اور اسمی مسلمان اسلام نہیں چاہتا، زندگی کے اندر تغیر اسی وقت ہوتا ہے جب اسلام کی حقیقت رُوح کے اندر داخل ہو جاتی ہے - اسی سے بصیرت پیدا ہوتی ہے، بصیرت کے معنے معرفتِ الٰہی کے ہیں، جہالت اور معرفت دو متضاد باتیں ہیں، جوں جوں انسان معرفت حاصل کرتا جاتا ہے، جہالت دُور ہوتی جاتی اور بدیاں خود بخود زائل ہوتی جاتی ہیں، یہی بصیرت صحابہ کو حاصل تھی جس کی وجہ سے وہ ایک ایک حکم پر جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے آتا عمل کرنے کے لئے تیار رہتے اور عمل کرتے تھے، کوئی رسم، کوئی عادت اور باپ دادا کی خود ساختہ بدعت وحمیت اُن کے رستہ میں روک نہ تھی۔

حضرت امامِ زمان کے ساتھیوں کا نمونہ

ہم نے آج ایک امام برحق کو مانا ہے وہ امام اسی لئے آیا کہ ہمارے اندر بصیرت اور معرفت پیدا کرے - چنانچہ یہ بصیرت اور معرفت پیدا ہوئی جس نے عملی زندگیوں میں ایک تغیر پیدا کر دیا - جن لوگوں نے حضرت صاحب کا زمانہ دیکھا ہے، وہ جانتے ہیں، کہ اس وقت آپ کے ساتھیوں کے اندر کیا تغیر آچکا تھا، اور کس قدر معرفت اور بصیرت انہیں حاصل تھی، اسی نمونہ کو جب تک ہم قائم نہیں کریں گے دنیا کو ہم فتح نہیں کر سکتے - اس میں شک نہیں کہ ہمارے پیش کردہ عقائد اور فلسفہ میں کوئی شخص اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا - مغربی اقوام کے سر اس کے سامنے جھک جاتے ہیں لیکن وہ پوچھتے ہیں کہ وہ قوم بتاؤ جو اس پر عامل ہو، اور ان کی عملی زندگیاں اسلام کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہوں، اس کا جواب ایک جماعت ہی دے سکتی ہے، جس کے اندر یہ رنگ آچکا ہو -

کام کی عظمت بہت بڑی قربانی کی طالب ہے

تو ہم نے ایک امام کو مانا ہے، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ ایمان کو ثریا سے لے آئے گا اور رُوحِ اسلام کو تازہ کر دے گا - ہم پر فرض ہے کہ ہم اس رُوحِ اسلام کو اپنی عملی زندگیوں میں پیدا کر کے اپنے نمونہ سے لوگوں کے عقائد و اعمال کو درست کریں، یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے لئے بہت بڑی قربانیوں کی ضرورت ہے، جتنا بڑا کوئی کام ہوگا، اتنی ہی قربانی درکار ہوگی، تو ہمیں اس کام کی عظمت کے لحاظ سے ویسی ہی قربانیاں دینے کی کوشش کرنی چاہیئے - اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم دنیا کو تاریکیوں سے نکالیں اور اسلام کی روشنی سے ان کے دلوں کو منور کر دیں ۝

چودھویں صدی کی سب سے بڑی مذہبی تحریک

اور اس کی صداقت کے عظیم الشان نشانات

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کا عظیم واقعہ

مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن

(۳)

امیرِ کابل کے دربار میں حاضری اور آپکی گرفتاری

اب آگے سنئے۔ صاحبزادہ صاحب وطن پہنچے اور انہیں وہی پیش آیا جس کا خطرہ تھا۔ امیر حبیب اللہ خاں اور دوسرے سرکاری لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ صاحبزادہ صاحب نے احمدیت قبول کرلی ہے تو وہ غیظ و غضب سے بھر گئے۔ امیر نے صاحبزادہ صاحب کو اپنے حضور میں بلوایا اور حقارت و نفرت اور زجر و توبیخ کے کلمات آپ کے متعلق استعمال کئے اور کہا کو ان کو مجھ سے دور کھڑا کرو مجھے ان سے بو آتی ہے اور پھر اس کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کردو اور زنجیر غراغراب لگا دو۔ یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کی ہوتی ہے گردن سے کمر تک گھیر لیتی ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے، اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی دو من آٹھ سیر انگریزی لگا دو۔ امیر کا خیال تھا کہ صاحبزادہ صاحب اس قدر طوق و سلاسل سے ڈر کر امرِ حق کو ترک کردیں گے مگر ؏

ایں خیال است و محال است و جنوں

صاحبزادہ صاحب کو خدا نے صحابہ جیسا ایمان بخشا تھا ان کے سرپر شہادت کا تاج پہنایا جانا مقدر تھا۔ وہ ان بھاری بھاری زنجیروں اور قید و بند کی سلاسل سے کب ڈرنے والے تھے۔ یہ لوہے کی زنجیریں اُن کے نزدیک پھولوں کے ہار تھے۔ جو انہوں نے بصد شوق پہنے ان زنجیروں سے ڈرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو سستے داموں اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں، مگر وہ جو خدا کے رستہ میں بک چکے ہوں اُن کے لئے یہ زنجیریں اور یہ سلاسل دُکھ کا موجب نہیں ہوتیں بلکہ راحت و آرام کا موجب ہوتی ہیں ؎

عقل اگر داند کہ دل دربند زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گردند از پئے زنجیرِ ما

گرفتاری سے ایک دن پہلے

گرفتار ہونے سے پہلے ایک دن آپ اپنے گھر میں بیٹھے تھے اپنے ہاتھوں سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے:۔

"اے میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کی تکلیف برداشت کرلو گے"

لوگوں نے پوچھا یہ آپ کیا کررہے ہیں فرمانے لگے تمہیں جلد معلوم ہوجائے گا۔ میں عنقریب تم سے جدا ہونے والا ہوں، تم صبر سے کام لینا، اور راستی پر قائم رہنا اور دیکھنا ایسا نہ ہو کہ تم کوئی دوسری راہ اختیار کرو۔ جس ایمان اور عقیدہ پر میں ہوں چاہیئے کہ وہی ایمان اور عقیدہ تمہارا ہو۔ خدا تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔"

قید کی سختی

آپ ایک روایت کے بموجب ڈیڑھ ماہ اور دوسری روایت کے بموجب چار ماہ قید میں رہے۔ یہ قید معمولی قید نہ تھی۔ یہ انگریزی قید کی طرح نہ تھی کہ جس میں انسانی کمزوری کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ ایک بہت بڑی سخت قید تھی جس کو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک رئیس ایک رئیس زادہ جو پچاس سال تک تنعم اور آرام کی زندگی بسر کرنے کا عادی تھا، وہ دفعتہً ایسی سنگین قید میں ڈال دیا گیا جو موت سے بدتر تھی۔ اور جس کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اس نے یہ تکلیف کیونکر برداشت کرلی۔ آپ نے جو اپنے ہاتھوں کو مخاطب کرکے فرمایا تھا کہ اے میرے ہاتھو! کیا تم زنجیروں کی سختی برداشت کرلو گے وہ اسی وجہ سے تھا کہ یہ واقعی بہت مشکل امر تھا کہ ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان ایسی روح فرسا قید میں صبر کرسکے لیکن وہ صادق انسان اس صبر میں پورا اترا۔

رہائی کی شرط اور آپ کا جواب

امیر نے بار بار اس کو پیغام بھیجا کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو تو تم کو فوراً رہائی دے دی جائیگی مگر ہر مرتبہ آپ نے یہی جواب دیا کہ "میں خود صاحب علم ہوں" اور حق اور باطل کی شناخت کرنے کے لئے خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے، میں نے پوری تحقیق سے معلوم کرلیا ہے۔ کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کو اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں اور میرے اہل و عیال کی بربادی ہے مگر اس وقت میں اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں"۔

اسی طرح امیر کی اسی قسم کی ایک دوسری درخواست پر آپ نے یوں جواب دیا:۔

"یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھوں گا۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کرلیا اور ہر طرح سے تسلی کرلی اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کردوں۔ یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا۔ اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے ایمانی نہیں ہوگی کہ اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں۔ میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں مگر حق میرے ساتھ جائے گا"

توبہ کی فہمائش اور صاحبزادہ صاحب کا جواب

جب قید کے ایام گذر گئے تو امیر نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنے حضور بلوا کر پھر توبہ کی فہمائش کی۔ اور بڑے زور سے رغبت دلائی کہ اگر تم قادیانی کی تصدیق سے انکار کردو گے تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور عزت کے ساتھ رہا کر دیئے جاؤ گے۔ اس پر بھی شہید مرحوم نے نہایت مومنانہ جسارت سے کام لیتے ہوئے جواب دیا:۔

"یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کرلوں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہوجاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدہ کے مخالف ہیں بحث کرائی جائے اگر میں دلائل کی رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے"

علماء سے تحریری مناظرہ اور فتویٰ کفر

امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملا خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر عبدالغنی نام جو بہت بڑا مخالف تھا ثالث مقرر ہوئے۔ بحث تحریری تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی یہ بحث صبح سات بجے سے تین بجے تک جاری رہی پھر جب عصر کا آخری وقت ہوا تو آپ پر کفر کا فتوے مولویوں کی طرف سے لگایا گیا۔ جس کی پہلے ہی توقع تھی۔

ننگی تلواروں کا پہرہ

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جب صاحبزادہ صاحب کی بحث ان مولوی صاحبان سے ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لیکر صاحبزادہ صاحب کے سر پر کھڑے تھے جس کا بالبداہت یہ مطلب تھا کہ آپ کو ننگی تلواریں دکھا کر ڈرایا جائے لیکن عبداللطیف ان ننگی تلواروں سے

ڈرنے والے نہ تھے۔ مرزا غلام احمد کا شاگرد تھا۔ وہ ان تلواروں کے سائے میں بھی حق بات کے کہنے اور حق بات کی تبلیغ سے رکنے والا نہ تھا۔ اس نے انشگاف الفاظ میں کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسیح یہی شخص ہے جس کا نام مرزا غلام احمد ہے۔" ننگی تلواریں عبداللطیف کے ایمان کو ذرہ بھر متزلزل نہ کر سکیں۔ ع

آفریں باد بریں ہمت مردانۂ تو

ڈرانے دھمکانے کا کوئی اثر نہ ہوا

امیر کا خیال تھا کہ اس طرح ڈرانے دھمکانے اور قید و بند کی مصیبتوں سے تنگ آ کر آخر عبداللطیف اپنے عقیدے سے توبہ کر لے گا مگر اس کو معلوم نہیں تھا کہ عبداللطیف کس دل اور گردے کا انسان ہے۔ وہ انسانوں کی سطح سے بہت اونچا واقع ہوا تھا۔ اس کے متعلق ایسا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی ڈرانے سے ڈر جاتے یا کسی لالچ میں آ کر حق کو چھوڑتے ؎

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

مقام توحید

ایک دفعہ دوران بحث میں حضرت صاحبزادہ نے ان مولوی صاحبان سے فرمایا تمہارے دو خدا ہیں کیونکہ تم امیر سے ایسا ڈرتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے مگر میرا ایک خدا ہے اس لئے میں امیر سے نہیں ڈرتا یہ ہے مقام توحید جس پر یہ انسان کھڑا تھا۔

سزائے سنگساری کا حکم

جب کفر کا فتویٰ امیر صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے صاحبزادہ صاحب کو اپنے روبرو پھر بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے اب کہو کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے، تو آپ نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ:۔

"میں حق سے توبہ نہیں کر سکتا۔ کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔"

تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت کچھ امید دلائی مگر شہید مرحوم نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ ہرگز یہ امید نہ رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کر لوں۔ جب امیر بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں لکھا کہ ایسے کافر کی سزا سنگساری ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مقام غور ہے کہ ایک شخص صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور جمیع ارکان اسلام اور اوامر و نواہی کا پابند ہے مگر محض ایک جزوی اختلاف پر کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ قرار دیتا ہے اس کو کافر خارج از دائرۂ اسلام قرار دیکر اور مرتد گردان کر سنگسار کیا جاتا ہے۔ فیھا للعجب! یہ سب ہمارے مولوی صاحبان کے فتاویٰ کا نتیجہ ہے۔ افسوس صد افسوس ؎

الغیاث از فتویٰ ہائے مفتیاں
الغیاث از دستِ پیراں الغیاث
ظلم شاں بگذشت از حد و حساب
جور ایشاں را نہ پایاں الغیاث
حسرتا زیں عالماں کافر گراں
حالِ مسلم شد پریشاں الغیاث
مومناں را خارج از ایماں کنند
زیں فقیہاں مولویاں الغیاث
یا رسول اللہ! آب از سر گذشت
الغیاث اے شاہ خوباں الغیاث

مقتل کی طرف

وہ کفر کا فتویٰ صاحبزادہ صاحب کے گلے میں لٹکا دیا گیا اور اس کے بعد آپ کا ناک چھیدا گیا اس میں ایک رسی ڈالی گئی اور بازار میں نہایت سختی سے گھسیٹا گیا اور مقتل کی طرف لے جایا گیا ؎

کاش آں زماں سرادق گردوں نگوں شدے
جانِ جہانیاں کہ از تن بروں شدے

یہ انتہائی ظلم و ذلت کا سلوک تھا جو ایک بیکس اور بیگناہ سے روا رکھا گیا۔ مگر اللہ رے اطمینان قلب! آپ سکون سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے رہے

خوشنودیٔ الٰہی کا الہام

بیان کرتے ہیں کہ اس وقت غیب سے آپ کو ندا آ رہی تھی کہ تیرا خدا تیرے ساتھ ہے۔ وہ تجھ سے خوش ہے۔ دنیا کے لوگ تجھ کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں مگر تو خدا کی نظروں میں بڑا معزز و مکرم ہے۔ تو ہمارا مقرب ہے اور ہمارے ہاں تیرا بہت بڑا اجر ہے۔

خارق عادت صبر و استقامت

مجمع کی طرف جو ہزاروں کی تعداد میں تھا آپ نے مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں اس برات کا نوشہ ہوں۔ اس قدر ظلم اور سختی پر اس جری مرد کا اس قدر صبر و استقامت کا نمونہ دکھانا فی الواقع ایک خارق عادت امر تھا۔ یہ ان کشتگانِ محبت الٰہیہ کا نقشہ ہے۔ یہ ان مردانِ اولوالعزم کا حال ہے جن کے رگ و ریشہ میں خدا ہی خدا بستا ہے۔ یہ اُن عشاق حضرت احدیت کا رنگ ہے جن کا ذرہ ذرہ اس کی راہ میں قربان ہے۔

آج سرمد کا سُولی پر چڑھنے کا نقشہ پھر آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ آج منصور کا واقعہ دار و رسن پھر تازہ ہوتا ہے۔ آج مظلوم کربلا کی یاد پھر تازہ ہوتی ہے۔ جب آپ کو سنگسار کرنے کی دھمکی دی گئی تو چہرہ پر ملال تک نہ آیا اور سر تسلیم خم کرتے ہوئے فرمایا

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمۃ۔ اللہ اکبر!

موت کا پیغام اور موت بھی سنگساری کی موت۔ اور پھر اس قدر استقامت۔ اس قدر صبر و سکون سچ ہے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

نفس مطمئنہ

ان لوگوں کو جو زندگی خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے وہ اس دنیوی زندگی سے بدرجہا اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں وہ دنیوی زندگی کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو رب العزت کی طرف سے نفس مطمئنہ کی دولت ملتی ہے۔ اور انہی کے حق میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

(الفجر ۲۹-۳۰)

آخری وقت

اب آپ کا آخری وقت آن پہنچا۔ آپ کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا ہے۔ محض چند لمحے باقی ہیں پھر آپ کے نرم و نازک جسم پر بھاری بھاری پتھروں کی بارش ہونے والی ہے۔ ایسے روح فرسا اور جاں گسل لمحات میں امیر اُن کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ:۔

"اگر تو قادیانی عقیدہ سے اب بھی انکار کر دے تو میں اب بھی تجھے بچا لیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔"

اس پر شہید مرحوم نے جواب دیا:۔

"نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے۔ اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھ سے ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ اور میں حق کے لئے مروں گا۔"

اور ایک اور روایت میں آتا ہے کہ اس آخری وقت میں آپ کے بچوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ اگر اپنی جان پر نہیں تو ان بچوں پر ہی رحم کرو اور توبہ کر کے اپنی جان بچا لو۔ مگر اس کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا کہ میں اپنے بال بچوں کو خدا کے حوالے کرتا ہوں وہی ان کا حافظ و ناصر ہے۔ اور میں دنیا کی کسی چیز کے لئے صداقت کو چھوڑ نہیں سکتا۔

بیان بالا کا ایک ایک لفظ۔ اس ایمان۔ صدق۔ ثبات۔ عزم و استقلال، کی عکاسی کر رہا ہے جو ان بزرگ نفوس کو عطا ہوتی ہے جو صداقت پر جان دینے کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور جو شہادت کو اپنی زندگی

کا ماحصل سمجھتے ہیں۔

قاضی اور امیر کی بحث

اب آپ پر پتھراؤ ہونے والا ہے۔ امیر اور قاضی میں بحث ہو رہی ہے کہ پہلا پتھر کون چلائے قاضی کہتا ہے کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ پہلا پتھر چلائیں لیکن امیر کہتا ہے کہ شریعت کے بادشاہ تمہیں ہو۔ اور قیامت کے دن اس موت کے جواب دہ تم ہی ہو نہ کہ میں۔

آخری وقت کی دُعا

اس وقت شہید مرحوم کی زبان پر تھا:۔

"انت ربی فی الدنیا والاخرۃ۔
توفنی مسلماً و الحقنی
بالصالحین"

اللہ اللہ! کیا پاک جذبہ ہے کیا پاک تمنّا ہے۔ کیا بلند پایہ دعا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اے خدا تو ہی اس دنیا میں اور عقبیٰ میں میرا والی اور مالک ہے۔ تو مجھے عزم استقلال عطا فرما کہ میں مسلمان مروں۔ اسلام پر جان دوں اور اے خدا مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔

یہ ہے وہ پاک اور اعلیٰ مقصد جس کے لئے اتقیاء و شہدا اس دنیا میں آتے ہیں۔ اُن کی بڑی سے بڑی تمنّا یہ ہوتی ہے کہ وہ اسلام پر اور ایمان پر جان دیں۔ وہ خدا کے صالح بندوں کے ساتھ ہوں۔ وہ خدا سے راضی اور خدا اُن سے راضی ہو۔ جس نے اس مقصد کو پا لیا وہ درحقیقت فلاح پا گیا، اور خدا کے حضور میں بلند مدارج کا مستحق ہوا۔

پتھروں کی بارش اور شہادت

زبانِ مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے کہ ایک بہت بڑا پتھر قاضی کے ہاتھ سے فرق مبارک پر پڑتا ہے جس سے آپ کی گردن جھک جاتی ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی پتھروں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔ اور آخر سنگباری کی کثرت سے اس نفس مزکّیٰ کی رُوح اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر جاتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

کاش کہ آں زماں سرادقِ گردوں نگوں شدے
جان جہانیاں ہمہ از تن بروں شدے

عاشقانِ الٰہی کے لئے یہ دنیا ایک قفس کا حکم رکھتی ہے۔ اس سے آزاد ہوتے ہی وہ اللہ تعالےٰ کے قرب کی جلوہ گاہوں میں جا کر آزادی کا سانس لیتے اور ان کو اصل راحت حاصل ہوتی ہے ؎

ازاں قفس بپریدم بروں کہ دنیا نام
کنوں بکنگرۂ عرش جائے ما باشد

ایسے لوگ مرتے نہیں بلکہ زندہ جاوید ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی
سبیل اللہ اموات بل احیاء
ولٰکن لا تشعرون ط (البقرہ ۱۵۴)

صدق و ثبات کا بلند نمونہ

عبداللطیف خدا سے جا ملا اور دنیا کے لوگوں پر ثابت کر گیا کہ اس طرح مردان خدا صداقت پر جان دیتے ہیں۔ یہ پاک انسان ہمارے لئے صبر و استقلال صدق و ثبات کا ایک بہت بڑا اعلیٰ نمونہ چھوڑ گیا ہے۔ وہ ہمیں سبق دے گیا ہے کہ محض منہ سے ایمان کا دعوٰے کچھ چیز نہیں بلکہ ایمان یہ ہے کہ اگر انسان کو اس راہ میں جان بھی دینی پڑے تو دریغ نہ کرے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد

یہی وہ بلند مقام تھا جس پر حضرت مسیح موعودؑ اپنی جماعت کو دیکھنا چاہتے تھے۔ تذکرۃ الشہادتین میں حضرت شہید مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں:۔

" اے عبداللطیف تیرے پر
ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری
زندگی میں ہی اپنے صدق کا
نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری
جماعت میں سے میری موت کے
بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ
وہ کیا کام کریں گے "

(باقی دارد)

اشاعتِ دین کے لئے (بقیہ کالم ۳)

چنانچہ مسٹر محمد اسلام قریشی ۵ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو ہوائی جہاز سے جرمنی روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے ایک خط مجھے تحریر کیا ہے جو دفتر انجمن کو بھجوا دیا گیا ہے ......

تا احباب جماعت کو معلوم ہو کہ اس نوجوان کے دل میں تبلیغ دین کا کس قدر ولولہ موجزن ہے۔ اور وہ اس کے لئے کیونکر ہمہ تن تیار ہے بلکہ اپنے اس طالب علمی کے زمانہ میں انہوں نے اپنے رنگ میں تبلیغ دین کی بنیادیں میونخ میں جاتے ہی رکھ بھی دی ہیں۔ البتہ مزید توسیع کے لئے وہ جماعت احمدیہ لاہور سے استمداد و تعاون کے طالب و متمنّی ہیں۔ یہ تمام امور اُن کے اپنے خط سے نہایت سادگی و اخلاص سے عیاں ہو رہے ہیں۔ احباب جماعت سے استدعا ہے کہ ایسے قابل و ہونہار نوجوان کے حق میں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا کرے اور بیش از بیش خدمات دینیہ کے لائق بنا لے، کیا عجب کہ آئندہ وقت میں وہ ایک اعلیٰ درجہ کے اسلامک مشنری ہونے کا ثبوت دیں کیونکہ انکی اعلیٰ تعلیم بھی تحصیل علوم دین ہی سے مختص ہے۔

اللہ بخش

اشاعتِ دین کے لئے
ایک ہونہار نوجوان کا عزم

(ڈاکٹر اللہ بخش صاحب)

مسٹر محمد اسلام قریشی ضلع بنوں کو جو پشاور یونیورسٹی کے گریجوایٹ ہیں اور جو کچھ عرصہ کے لئے زبان عربی کی تحصیل کے لئے مصر بھی رہ چکے ہیں، حال ہی میں جرمن گورنمنٹ نے اسلامی فقہ میں (Ph.D. in Islamic Jurisprudence) اعلیٰ تعلیم کی غرض سے وظیفہ دے کر بلایا ہے۔ چنانچہ آپ اکتوبر سے میونخ (مغربی جرمنی) میں زیر تعلیم ہیں۔

جرمنی جانے سے قبل احباب جماعت کراچی سے بھی آپ کو تعارف کا موقعہ ملا۔ دو مرتبہ نماز جمعہ کے بعد آپ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا:۔

" ہمارے علاقہ میں عیسائی مشنریوں کا بہت زور ہے اور میں بچپن سے ہی پادری صاحبان کی تبلیغی جد و جہد کو دیکھ کر دل ہی دل میں خدا سے یہ دُعا کیا کرتا تھا کہ خدایا مجھے بھی ایسی توفیق عنایت فرما کہ میں بھی ان مشنریوں کی طرح تیرے دین اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر سکوں کئی مرتبہ ان مشنریوں سے گفتگو کا موقعہ ملا چنانچہ ایک مرتبہ میں نے ایک پادری صاحب سے سوال کیا کہ کیا واقعی آپ لوگ حضرت عیسٰی کو خدا ہی مانتے ہیں؟ ان کے جواب اثبات پر پھر میں نے یہ دریافت کیا کہ ۹ ماہ کے عرصہ تک جبکہ حضرت عیسٰیؑ اپنی ماں کے بطن میں تھے وہ خدائی کے کام کس طرح انجام دیتے تھے جس پر وہ پادری ششدر ہو کر کہنے لگا کہ یہ امر سوچنے کے لائق ہے اور میں تمہیں پھر اس کا جواب دوں گا۔ مگر آج تک اس کے جواب کا انتظار ہے۔

جب میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کو دیکھتا ہوں تو مجھے بہت خوشی ہوتی اور جماعت احمدیہ لاہور کی وسیع النظری اور کلمہ پر اتحاد بین المسلمین کے اصول سے بہت متاثر ہوتا ہوں مجھے گذشتہ دو سالوں میں جماعت احمدیہ لاہور کے مرکز احمدیہ بلڈنگس میں کئی مرتبہ اقامت پذیر ہونے کے مواقع ملتے رہے چنانچہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب اور احمدیہ بلڈنگس کے دیگر حضرات سے بھی ملاقات کا شرف ہے۔ مجھے جماعت احمدیہ کے عقائد و خیالات سے پورا اتفاق ہے اور میں اپنے آپ کو اس جماعت میں شامل سمجھتا ہوں بلکہ میں نے متعدد مرتبہ حضرت امیر سے یہ بھی درخواست کی کہ میں اپنی زندگی کو تبلیغ اسلام کے لئے وقف کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اب خدا تعالےٰ نے خود ہی یہ سبیل میرے لئے پیدا کر دی ہے۔ آپ نے یہ ہمت افزائی میری کی ہے۔ اس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں۔ میری درخواست یہ ہے کہ آپ میرے لئے تہ دل سے دعا فرما دیں کہ خدا تعالےٰ نے مجھے خدمت و تبلیغ دین کا اعلےٰ موقع دیا توفیق عنایت کرے۔

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

حضرت مسیح موعودؑ کے ایک خواب کی غلط تعبیر

خلافت کو خاندانی گدی بنانے کی تدبیریں

ذیل کا مضمون ایک ایسے احمدی نوجوان نے لکھا ہے جسے اپنی حق پرستی کی وجہ سے خلیفہ صاحب ربوہ کی بارگاہ سے "منافق" قرار دیکر جماعت ربوہ سے خارج کیا جا چکا ہے۔ اس مضمون میں حضرت مسیح موعودؑ کے رویا کی جو تعبیر کی گئی ہے وہ امید ہے علمائے ربوہ کے لئے لمحہ فکریہ کا کام دیگی۔

یہ نہایت ہی افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ الفضل میں محض مطلب براری کے لئے سیدنا و امامنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس اور مطہر الہامات کی غلط تعبیرات کی جارہی ہیں۔ اور حق پسند نوجوانوں کی آوازوں کو دبا کر اور نام نہاد خلافت کو اپنی گھریلو جائداد اور خاندانی گدی بنانے کے لئے ان تعبیرات سے مدد لینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

۳۰ نومبر کے الفضل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خواب بیان کیا گیا ہے جس کی یہ تعبیر کی گئی ہے۔ کہ آئندہ خلافت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل میں ہی رہیگی یہ تعبیر اوّل تو قرآنی تعلیم اور سنت اللہ کے ہی مخالف ہے قرآن مجید واضح طور پر یہ بتاتا ہے کہ وہ قومیں تباہ و برباد ہوگئیں جنہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ صرف وہی خدا کی پیاری اور منتخب شدہ ہیں۔ اور دوسری تمام اقوام راندۂ درگاہ الٰہی ہیں رسول اور ہادی اسی قوم میں سے آئیں گے۔ جب کبھی دوسری قوم سے خدا کا برگزیدہ آگیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر قوم یہ سمجھے بیٹھی تھی۔ کہ مہدی ان کی قوم اور نسل سے آئیگا۔ مثلاً شیعہ صاحبان یہ سمجھتے تھے۔ کہ مہدی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسل سے پیدا ہوگا۔ اسی لئے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہوں نے جھٹ انکار کر دیا۔ کہ مہدی تو ان کی برادری سے ظاہر ہونا تھا۔ بر عکس خاندان سے کیسے ظاہر ہوگیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ رسول کریمؐ کی بعثت سے قبل بھی بعض قومیں صرف اس وجہ سے ہوئیں کہ انہوں نے کسی نہ کسی نبی کا اس بناء پر انکار کر دیا کہ وہ ان کے خاندان میں سے نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کا بھی انکار اسی لئے کیا گیا کہ وہ لوگوں کے منشاء کے مطابق نہیں آئے اور ان کی قوم اور فرقہ سے مہدی پیدا نہیں ہوا۔

اب پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس الہامات اور خوابیں بیان کرکے ایسی دور از قیاس تعبیریں کی جارہی ہیں جن کا مقصد ربوہ کی نام نہاد خلافت کو خاندان مسیح موعود کا ورثہ بنانا ہے۔

اب میں مسیح موعود علیہ السلام کا وہ خواب جو الفضل میں شائع ہوا ہے ذیل میں درج کرتا ہوں:

"اس احقر نے ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء میں یعنی اس زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا۔ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا۔ کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے خاکسار نے عرض کیا۔ کہ اس کتاب کا نام قطبی رکھا گیا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کے تالیف ہونے پر کھلی ہے۔ کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کرکے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبیؐ کے ہاتھ میں آئی۔ تو آنجنابؐ کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی اور جو امرود سے مشابہ تھا۔ مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا۔ تو اس قدر اس سے شہد نکلا۔ کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا تب ایک مردہ کو کہ جو دروازہ کے باہر پڑا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ اور یہ عاجز آنحضرتؐ کے سامنے کھڑا تھا۔ جیسے ایک مستغیث ایک حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور ...... آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی، کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا ہے۔ اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں، اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دیدی اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا، تو میں نے دیکھا۔ کہ آنحضرتؐ کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت اونچی ہوگئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی اور جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی تب اسی نور کا مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی"۔

(تذکرہ صفحہ ۲-۳-۴)

اس خواب کی تعبیر الفضل میں یہ کی گئی ہے:-

"اس رؤیا صادقہ سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ خلافت کی ایک قاش کے سوا باقی قاشیں سب کی سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن میں ڈال دیں۔ میرے خیال میں خلافت اولیٰ کے بعد اب سلسلہ خلافت قیامت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں چلے گا"

جناب خلافت مآب دوسروں کی ذرہ ذرہ باتوں پر "بلی تھیلہ سے باہر آگئی" کی ضرب المثل عائد کر دیتے ہیں، غور کیجئے ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ اپنے بیٹے کو خلافت کے لئے نامزد کرنا ان کا منشاء نہیں نہ یہ جائز ہے اور دوسری طرف ایسے مضامین کی اشاعت سے یہ کوشش کی جارہی ہے کہ خلافت کو گھر کی لونڈی بنا لیا جائے کیا اس پر "بلی تھیلہ سے باہر آگئی" کی ضرب المثل صادق نہیں آتی؟

بہر حال حضرت مسیح موعود کے اس رویائے صادقہ کو پڑھ کر مجھے نہایت ہی صدمہ ہوا اور میں دیر تک علمائے ربوہ کی علمی گراوٹ پر افسوس کے آنسو بہاتا رہا۔ اس رؤیا صادقہ کی صحیح تعبیر معلوم کرنے کے لئے سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ رؤیا اس زمانہ میں دیکھا جبکہ حضور تحصیل علم میں مشغول تھے۔ حضور خود فرماتے ہیں:-

"اس احقر نے ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء میں یعنی اس زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا۔ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی"

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضور جس عمر میں قرآن مجید کے علوم کے بے پایاں سمندر میں غوطہ زن تھے۔ اس وقت یہ خواب آپ نے دیکھی کہ حضور کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جو اسلام کی خوبیوں کو آشکارا کرنیوالی ہے اور حضور خود اس کی یہی تعبیر کرتے ہیں کہ وہ کتاب براہین احمدیہ ہے جس میں حضور نے اسلام کی وہ دلکش

اور تو آج روشن تصویر کھینچکر لوگوں کے سامنے پیش کی ہے جس کو دیکھکر اسلام کی صداقت پر لوگوں کے ایمان تازہ ہو گئے۔ اس خواب میں اللہ تعالےٰ نے پہلے سے آپ کو بتا دیا کہ آپ کے قلم سے ایسی معرکتہ الآرا کتاب لکھی جائیگی جو مخالفین اسلام کے دلائل کو باطل کر کے اسلام کی پاکیزہ اور روشن تصویر دنیا میں پیش کرے گی اور اس سے اسلام کا بول بالا ہوگا۔ دراصل وہ قاشیں جو رسول کریم نے مسیح موعود علیہ السلام کے دامن میں ڈالی تھیں وہ اس طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ حضور کو ایسے روشن دلائل دیئے جائیں گے جو اپنے اندر روحانیت کی شیرینی اور مٹھاس لئے ہوئے ہوں گے اور حضور ان دلائل کو اس کتاب میں جمع کر دیں گے ان دلائل کے قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہونے کی وجہ سے خواب میں اس کتاب کا نام آپ نے قطبی رکھا۔ اس خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے ایک مردہ کا زندہ ہونا اور حضرت مسیح موعود کے پیچھے کھڑا ہونا جو بیان کیا گیا ہے واقعات بتاتے ہیں کہ وہ حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ جن کو ان قاشوں میں سے ایک حضرت نبی کریم صلعم نے ......حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے روحانی زندگی نصیب ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہونیسے مراد حضرت مسیح موعود کے وصال کے بعد ساری قوم متفقہ طور پر آپ کو خلیفۃ المسیح تسلیم کرے گی۔ یہ قاش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کھانے کے لئے دی۔ اس سے مراد یہی ہے کہ وہ شخص (نورالدین اعظم) براہین احمدیہ کے ایک ہی اشتہار سے نور بصیرت حاصل کرے گا اور پھر آپ کے پیش کردہ دلائل کی تصدیق اس کے ذریعہ ہوگی چنانچہ آپ نے تصدیق براہین احمدیہ لکھکر اس خواب کو سچا کر دکھایا۔

کمال کی بات یہ ہے کہ جس تاریخ کے الفضل میں یہ خواب شائع ہوا ہے اسی اخبار میں "سچی گواہی" کے زیر عنوان حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی کا مضمون درج کیا گیا ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ پڑھکر قادیان آئے تھے اور اس کے بعد قادیان میں ہی حضور کے قدموں میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔

اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ قاش جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس پیچھے کھڑے ہونے والے شخص (حضرت مولانا نورالدین رحمۃ) کو دی تھی۔ وہ روحانی علم کی قاش تھی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب براہین احمدیہ کی شہرت کی وجہ سے قادیان آئے دراصل اسی کتاب کے دلائل وہ قاشیں تھیں جو رسول کریم صلعم نے مسیح موعودؑ کے دامن میں ڈالیں اور انہی میں سے ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے حضرت مسیح موعود نے حضرت مولانا کو بھی دی جو تصدیق براہین کے نام سے آپ نے شائع کی۔

اسی خواب کے بیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:۔

"پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت اونچی ہوگئی"۔

یہ حضرت مولنا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کے علو مرتبت پر شاہد ہے اس علو مرتبت کا انکار کرنے والے اور یہ کہنے والے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے کیا کام کیا" غور کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضرت مولنا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھوں ایسے کام سرانجام پائیں گے ...... جو رسول کریم اور اسلام کی بلندئ شان کا موجب ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا جس طرح مسیح موعود کی کتب بالخصوص براہین احمدیہ اسلام کی عظمت اور رسول کریم صلعم کی بلندئ شان کا موجب ہوئی۔ اسی طرح حضرت مولنا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کی کتب تصدیق براہین احمدیہ فصل الخطاب نورالدین اور آپ کا علم قرآن اسلام کی عظمت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندئ شان کا موجب ہوا خلیفہ ربوہ کا یہ کہنا کہ انہوں نے کیا کام کیا اس بلندی شان کو مٹانے کا موجب ہے۔

آخر میں قادیانی احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ صرف اپنی مطلب براری کی خاطر مسیح موعود علیہ السلام کی رویا وغیرہ کو نہ بگاڑیں۔ اور غلط تاویلات کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔

مسیح موعود علیہ السلام کے اس رؤیا صادقہ سے ہرگز خاندانی خلافت مراد نہیں ہے اس پھل سے مراد علم کا پھل ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کو رسول کریم سے ملا ہے اور ان کے توسط سے مولنا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ کے حصہ میں آیا۔ اور یہ ایک ہی شخص ہے جو آپ کے پیچھے کھڑا دکھائی دیا اور اسی ایک کو آپ کے بعد ساری قوم کی متفقہ خلافت کا منصب حاصل ہوا۔ والسلام

خاکسار۔ غلام رسول ۳۵

اخبارِ احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ مستھانہ میں سید عبدالجبار شاہ صاحب کی فاتحہ خوانی کے بعد واپسی پر راولپنڈی میں جمعہ پڑھایا، اور احباب سے میل ملاقات کر کے دوسرے دن لاہور تشریف لے آئے۔

—— اتوار (۲ دسمبر) کو انجمن کی جنرل کونسل (مجلس معتمدین) کا اجلاس منعقد ہوا جس میں انجمن کا سالانہ بجٹ اور بعض دیگر امور پر بحث ہوتی رہی، باہر سے کئی اصحاب تشریف لائے ہوئے تھے۔

—— محترم پروفیسر عنایت علی خان صاحب جنرل سیکرٹری انجمن چند روز سے عارضہ قلب کی وجہ سے بیمار ہو کر میو ہسپتال لاہور میں صاحب فراش ہیں، دورہ بہت شدید تھا لیکن اب خدا کے فضل سے حالت اچھی ہے۔ احباب

مکتوبِ ووکنگ

(سلسلہ صفحہ ۲)

نہیں ہوگا۔ کچھ دن پہلے پٹنی سے ایک صاحب یہاں ووکنگ تشریف لائے تھے، انہوں نے بعد میں الفضل میں ایک رپورٹ لکھ کر بھیجی کہ ہمارے ہاں انہوں نے کیا دیکھا۔ ریڈیو بج رہا تھا اور ایک پرندہ پنجرے میں رکھا تھا اور اللہ اللہ خیر سلا۔ یہ ہے اس تبلیغ اسلام کی حقیقت جو ووکنگ سے ہو رہی ہے۔ ہم پٹنی کے متعلق اس قسم کی "پرندے" والی رپورٹ نہیں لکھنا چاہتے۔ بلکہ ہم نے جن اصحاب کو وہاں پایا انہوں نے بڑی محبت اور گرمجوشی سے استقبال کیا اور بہت اعلےٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ کھانے کی میز پر عزیزہ اقبال کو جو میرے ساتھ تھے الفضل کے پرندے والی رپورٹ یاد آئی، ان سے نہ رہا گیا اور پوچھ ہی بیٹھے کہ وہ صاحب کہاں ہیں جنہیں ووکنگ میں صرف پنجرہ اور پرندہ نظر آئے تھے پٹنی کے دوستوں نے بھی اسے enjoy کیا۔

پاکستان کی اسلامی اور انگلستان کی کافرانہ فضا میں ایک فرق ضرور ہے۔ وہاں ایک دوسرے کی برائی دیکھنا مومنانہ مشغلہ سمجھا جاتا ہے یہاں دوسروں کے عیب سے اذا مروا باللغو مروا کراما کا سلوک کیا جاتا ہے۔

"مکتوب" کچھ لمبا ہو گیا ہے۔ آپ کو ان میں کئی باتیں شاید فضول معلوم ہوں یا "مصلحت" کے خلاف مگر صحافت میں دلچسپی تب ہی پیدا ہوتی ہے کہ سنجیدہ اور مومنانہ وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ ایسی فضول باتیں بھی کبھی کبھی آجایا کریں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد یعقوب خاں

مہ کی خاص دعاؤں کی ضرورت ہے۔

—— محترم بابو عبدالرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ایس ڈی او۔ کا صاحبزادہ محمد عبدالقادر بی کام کے آخری امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے، اس خوشی میں انہوں نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کے بیتامےٰ فنڈ میں مرحمت فرماتے ہیں، فجزاہ اللہ احسن الجزا۔ بابو صاحب مکرم کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

—— موضع چھپڑ (مانسہرہ) سے حبیب الرحمٰن صادق صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"میں تقریباً ۲۲ روز سے ملیریا بخار میں مبتلا ہوں، احباب سلسلہ سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمائے"۔

—— محترم چودھری ظہور احمد صاحب کے صاحبزادہ منصور احمد صاحب اپنڈیسائٹس کی تکلیف میں مبتلا ہو کر میو ہسپتال میں داخل ہیں۔

—— محترم سید اسداللہ شاہ صاحب بھی دیر سے بیمار چلے آتے ہیں۔ ہر دو کے لئے احباب درد دل سے دعائے صحت فرمائیں۔

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

پیغام صلح کے مضامین

۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۶ء جمعرات

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے دس بجے تک بیٹھے پیغام صلح ۲۶ سے چند مضامین پڑھوا کر ان سے سنے۔ ابو منصور صاحب اور ایڈیٹوریل لاجواب ہیں اللہ تعالیٰ خلیفہ صاحب ربوہ کو ہدایت دے آجکل علالت کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے صوفی سے پڑھوا کر سن لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے

تقسیم رسائل

جناب آفریدی صاحب کو فرزند ابراہیم کے ساتھ مندرجہ ذیل رسالہ جات برائے مفت تقسیم بھجوائے۔

2 copies "Islam — my only choice"
1 Copy "Prophet's Marriages"
1. Copy "Prophet of Islam"
1. Copy "Sayings of Muhammad"

کتاب "مذہبی رہنما" کا صحیح علاج

۱۲ر اکتوبر جمعہ۔

دس بجے جناب عبد القادر ڈلہن بغرض استفسار صحت گھر آئے۔ کتاب مذہبی رہنما پر ہند و پاکستان میں جو طوفان اٹھا ہوا ہے اس پر گفتگو رہی میں نے بتلایا کہ اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ حضور اکرم صلعم کی پاکیزہ صحیح تصویر مخالفین کے سامنے پیش کی جائے۔ اردو، ہندی و دیگر زبانوں میں رسالہ کی صورت میں لاکھوں کی تعداد میں رسول پاک کی تاریخ حیات شائع کر کے مفت تقسیم کی جائیں لڑائی جھگڑوں، احتجاجوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

پیغام صلح کا مطالعہ

۱۷ر اکتوبر بروز پیر

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے آجکل بیماری کی وجہ سے مطالعہ نہیں کر سکتا صوفی صاحب سے پیغام صلح کے مضامین سن لیا کرتا ہوں۔ آج ۳۱ سے قبلہ مولانا عبد الرحمٰن صاحب مصری کا مضمون "حضرت امام الزمان کے اصولوں کی بے نظیر فتح" اور ۳۷ سے "مغالطہ" سنا۔ مصری صاحب کا مضمون ازدیاد ایمان کا باعث ہوا، انسانیت کو آغوش امام ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ صوفی صاحب سے امروز کے پرچے ملے انہیں پیغام صلح ۲۷ صدق جدید اور آزاد نوجوان کے پرچے دیئے جناب ابوبکر شبلی صاحب برائے ملاقات گھر آئے۔ ان دنوں موصوف الدعایۃ الپاکستانیہ کے سلسلہ میں ملحق الصحافی سفارت پاکستانیہ کا ہاتھ بٹا رہے ہیں قبلہ شیخ غلام قادر صاحب کا خط مرقوم ۱۰ر اکتوبر بذریعہ ہوائی ڈاک ملا۔ جزاہم اللہ۔ رات طبیعت خراب ہو گئی۔ انجکشن لینے کے بعد قدرے آرام آیا۔

میلاد النبی صلعم کی تقریب

۱۷ر اکتوبر بروز بدھ

آج انسانیت کے محسن اعظم کی ولادت باسعادت کا دن مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے مسلمان منا رہے ہیں جلسے جلوسوں پر ہزاروں روپیہ خرچ ہو جاویں گے کاش کہ یہی روپیہ اسی محسن اعظم کی صحیح تصویر مخالفین و معاندین کے سامنے پیش کرنے پر صرف کیا جائے۔ تو بہت قلیل عرصہ میں یہ آئے دن کی دلآزار کتابوں کا سلسلہ بند ہو سکتا ہے بغض و عداوت کی جگہ محبت و مودت لے لے گی۔ اور فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم کا نظارہ پھر ایک بار آنکھوں کے سامنے پھر جاوے گا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تصویر حضور پُر نور کی پیش کی ہے۔ اس سے بہتر تصویر نہیں کھنچ سکتی ملے وابستگان سلسلہ تم پر اس کی بڑی ذمہ داری ہے اٹھو دیوانہ وار اٹھو اور اس اہم اور ضروری کام کو اپنے ہاتھ میں لے لو۔ عاشق صادق بن جاؤ۔ پھر کامیاب نتیجے دیکھو

اگر خواہی دلیلش عاشقش باش
محمد ہست برہان محمد۔

اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد

سب مل کر کام کرو

۲۲ر اکتوبر بروز پیر

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے دس بجے تک بیٹھے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد پیغام صلح ۳۸ سے چند مضامین اور خطبہ جمعہ پڑھ کر مجھے سنایا جزاہم اللہ پنڈت نہرو کو رسول کا خطاب مقالہ افتتاحیہ خوب لکھا ہے غیر متعصب انسان کے لئے حضرت امام وقت کی صداقت پر ایک روشن برہان ہے۔ محترمی ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے خطبہ جمعہ کا عنوان "جماعت سے الگ ہو کر کام کرنا موجب ہلاکت ہے" پڑھ کر قلب بیمار کانپ اٹھا۔ ہر ایک بھائی اپنا محاسبہ کریں اور جتنا بھی جلد ہو "مل کر کام کرو" پر گامزن ہو کر ہلاکت و تباہی سے بچیں متفرقات میں "شیشوں کے محل میں بیٹھ کر پتھر نہ پھینکو" اغفل کا بہترین جواب ہے مولوی عبد المنان صاحب عمر کا مکتوب "فتنہ قادیان" اور منافقین کو سمجھنے کے لئے اخوان ربوہ کو بصیرت کا کام دے گا بشرطیکہ رشید؛

مونگیر کے ایک مولانا کو تبلیغی رسائل

۲۳ر اکتوبر بروز منگل

صدق جدید کا ۱۳ر جولائی کا پرچہ دیکھا مونگیر کے ایک شاہ صاحب مولانا نسبت اللہ صاحب کا ایک مراسلہ دیکھ کر تحریک پیدا ہوئی۔ کہ انہیں دو تقریریں "موجودہ زمانہ کا سب سے بڑا اسلامی جہاد" کی نعمت سے بہرہ اندوز کروں لہٰذا ایک نسخہ ڈاک سے بھجوا رہا ہوں۔

حضرت امیر مرحوم کی کتاب "جمع قرآن"

۲۴ر اکتوبر بروز بدھ

السید ارشاد حسین صاحب رضوی کی دکان پر رسالہ ملفوظات بھجوایا۔ دو روز ہوئے صدق جدید مجریہ ۱۳ر جولائی ۱۹۵۶ء میں جناب حبیب احمد صاحب ۸۴ مغلپورہ فیض آباد کا ایک مراسلہ بعنوان "بعض کتابوں کی تلاش" نظر سے گذرا۔ کتابوں کی تلاش میں کتاب قیمہ "جمع قرآن" تالیف حضرت مولانا محمد علی رح امیر جماعت احمدیہ کا نام بھی پڑھا مولانا حبیب صاحب ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں جس کے سلسلہ میں دیگر کتابوں کے ساتھ جمع قرآن بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔ موصوف نے نہایت لجاجت کے ساتھ مدیر صدق جدید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"دوسری درخواست یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کتب کے مطالعہ کی مجھے ضرورت تھی بالخصوص اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں اگر مناسب سمجھئے تو اپنے رسالہ میں ان کا نام شائع کر دیجئے۔ آپ کا رسالہ بڑے بڑے اہل علم کی نظر سے گذرتا ہے شائد کوئی بزرگ کچھ نشان دہی فرمائیں۔ میں نے ان کی تلاش کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ ہر جگہ لکھا افسوس کہ کہیں سے دستیاب نہ ہو سکیں آپ کی اس شفقت کا بیحد ممنون ہونگا اور اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا عطا فرمائے گا"

اس تحریر کو پڑھ کر خیال آیا کہ انہیں امام وقت کے فرزند روحانی کی مطلوبہ تالیف بھجوائی جائے۔ مجھ میں تو یہ طاقت نہیں کہ مکتبہ میں تلاش کروں۔ اپنی بھتیجی سے کتاب مذکور تلاش کروائی۔ ابھی ابھی ایک نسخہ نکل آیا بڑی خوشی ہوئی۔ کل انشاء اللہ بذریعہ رجسٹری مولانا کی خدمت میں ارسال کر دوں گا۔ جمع قرآن اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے۔ نیز ایک نسخہ ذکرِ مولانا محمد علی رح بھی بھجوا دوں گا۔ تا اس بطل جلیل کی اہل غرب میں مقبولیت کا علم مولانا کو حاصل ہو۔

رفتارِ عالم

—— تہران ۔ ۲ ردسمبر۔ وزیرخارجہ ایران ڈاکٹر علی قلی اردلان نے کل یہاں کہا کہ امریکہ کی وزارت خارجہ کا وہ اعلان جو جمعرات کے دن جاری کیا گیا ہے ۔ یہ اشارہ کرتا ہے کہ امریکہ بغداد پیکٹ میں شامل ہو جائے گا۔ آپ نے پریس کانفرنس کو بتایا کہ امریکہ کی شمولیت سے اس علاقہ کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے جمعرات کے دن امریکہ کی وزارت خارجہ نے کہا تھا کہ معاہدۂ بغداد کی علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی کے لئے ہر تہدید کو امریکہ سنگین تصور کرے گا۔

—— لاہور ۔ ۲ ردسمبر۔ وزیراعظم مسٹر حسین شہید سہروردی نے کہا پاکستان غیرجانبداری پر یقین نہیں رکھتا اسے محض سودا بازی اور دو رخی پالیسی تصور کرتا ہے ۔ آپ نے کہا کہ حکومت پاکستان اسلامی ممالک کے باہمی اتحاد کو مضبوط بنانے اور اسلامی ممالک کا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب رہی ہے آپ نے یہ بات آج اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں کالج کے پرانے لڑکوں کی انجمن کو خطاب کرتے ہوئے کہی آپ نے پاکستان کے ساتھ اسلامی ممالک کے تعاون کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دنیائے اسلام کی بیشتر آبادی ایران، عراق اور ترکیہ میں آباد ہے اوران ممالک کا ہمیں مکمل تعاون حاصل ہے کیونکہ یہ معاہدہ بغداد میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ لبنان اور سعودی عربیا سے بھی ہمارے تعلقات اچھے ہیں۔

—— نیویارک ۲ ردسمبر۔ اعلان مظہر ہے کہ اسرائیل نے مصر سے اپنی ایک اور بریگیڈ ہٹالی ہے ۔ اب اس کے فوجی دستے پیرتک نہر سویز سے ۲۵ میل دور پیچھے ہٹ جائیں گے اسرائیل کے وزیرخارجہ نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو ایک مراسلہ ارسال کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت اسرائیل نہر سویز میں جہازوں کی آمد و رفت کی آزادی بحال کرنے کے متعلق اقوام متحدہ کی سفارش کو عملی جامہ پہنانے کے اقدامات کر رہی ہے ۔

—— بغداد ۔ ۲ ردسمبر۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ روسی اسلحہ کی ایک نئی کھیپ شام پہنچنا شروع ہو گئی ہے ۔ اور گذشتہ چند روز سے خاصی بڑی تعداد میں روسی اسلحہ، گولہ، بارود، طیارے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں روزانہ شام پہنچ رہی ہیں ۔ اسی ذریعہ نے بتایا ہے کہ شام کی حفاظتی فوج کے چیف کرنل عبدالحمید سراج اپنی فوجیں ترکیہ کی سرحد پر جمع کر رہے ہیں ۔ اور جزیرہ کے علاقہ میں جیٹ طیاروں کے سکوڈران اکٹھے کر رہے ہیں ۔ واضح رہے کہ طیارے صرف نصف گھنٹہ کے اندر جزیرہ سے ترکیہ پہنچ سکتے ہیں ۔ اسی ذریعہ نے بتایا کہ شام کے پاس ان لڑاکا اور بمبار طیاروں کے سکوڈرن چلانے کے لئے عملہ موجود نہیں ہے ۔ اس لئے روسی ہوابازوں اور ٹیکنیشنوں سے کام لیا جا رہا ہے ۔ کرنل سراج اس حقیقت کو شام کے عوام سے خفیہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

—— لندن ۲ ردسمبر۔ ترکیہ کے قائم مقام وزیر خارجہ مسٹر مینڈریس وزیر خارجہ برطانیہ مسٹر سلوین سے بات چیت کرنے کے بعد آج یہاں سے اپنے وطن روانہ ہو گئے ۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مسٹر سلوین لائیڈ سے مشرق وسطیٰ کی صورت حال اور بعض عرب ممالک کو روسی اسلحہ کی ترسیل کے موضوع پر بات چیت کی ہے ۔

—— کراچی ۲ ردسمبر ۔ آج ایک مرکزی اعلان میں دو ممالک میں پاکستان کے سفیروں کے تقرر کا اعلان کیا گیا ہے ۔ اعلان کے مطابق وزارت امور خارجہ کے جائنٹ سیکرٹری میجر ایس ایم حسن کو ترکیہ میں اور مسٹر رشید الرحمان کو مسٹر خلیق الزمان کی جگہ انڈونیشیا میں سفیر مقرر کیا گیا ہے ۔

—— عمان ۔ ۲ ردسمبر ۔ اردن نے مصر، شام اور سعودی عرب سے مالی امداد ملنے سے پہلے برطانیہ سے اپنا معاہدہ منسوخ کرنے سے انکار کر دیا ہے ۔

—— لاہور ۔ ۲ ردسمبر۔ وزیراعظم افغانستان سردار محمد داؤد پاکستان میں آٹھ دن قیام کرنے کے بعد آج بذریعہ طیارہ کابل روانہ ہو گئے ہیں ۔ آپ نے اپنے قیام پاکستان کے دوران پاکستان کے چوٹی کے لیڈروں سے باہمی مفادات کے موضوع پر متعدد بار بات چیت کی ۔ اعلیٰ سیاسی حلقوں کو توقع ہے کہ افغان وزیراعظم کے دورۂ پاکستان سے دونوں ملکوں کے تعلقات اچھے ہو جائیں گے

—— لاہور ۔ ۲ ردسمبر ۔ آج یہاں حبیبیہ ہال میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر سہروردی نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ دنیا میں ایٹمی جنگ نہیں ہو گی، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ دنیا بالکل فنا ہو جائے گی تاہم آپ نے کہا کہ ایک اور جنگِ عظیم کا امکان ہو سکتا ہے اس لئے ملک کو تیار رہنا چاہیئے ۔

—— وائنا ۔ ۲ ردسمبر ۔ ہنگری کے صدر مسٹر دوبی نے کل رات بڈاپسٹ ریڈیو سے تقریر نشر کرتے ہوئے کہا کہ ہنگری کی صورتِ حال نازک ہے اور ہنگری کو جو امداد مشرق اور مغرب سے مل رہی ہے وہ اس کے شکر گذار ہیں ۔ لیکن وہ کاہل بیٹھ کر بھک منگوں کی طرح بھیک قبول نہیں کرے گا آپ نے کہا کہ عام ہڑتال کے پردہ میں پوشیدہ مقاصد سیاسی تھے اقتصادی نہیں تھے ۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ ہڑتال طوائف الملوکی پھیلا دیتی اور ایک جوابی انقلاب سر اٹھاتا ۔ آپ نے کہا کہ ملک کی موجودہ حکومت میں توسیع کی جائے گی اور اس میں جمہوریت پسند لیڈروں کو شامل کیا جائے گا ۔

پیغام صلح مورخہ ۵ ردسمبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل ۸۳۸ شمارہ ۵۲

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس چیمبرلین روڈ لاہور میں باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور میں باہتمام مولوی دوست محمد پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا ۔

ایڈیٹر
دوست محمد

پیغام صلح

جلد ۴۵ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۸ جمادی الاوّل ۱۳۷۶ھ ۔ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۵۶ء | ٤٨

جلسہ سالانہ میں تقریریں کرنیوالے اصحاب

جلسہ سالانہ کا پروگرام عنقریب شائع ہو جائے گا۔ مقررین حضرات میں حضرت امیر ایدہ اللہ، ڈاکٹر غلام محمد صاحب، شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری مرزا مسعود بیگ صاحب، چودھری محمد حسن صاحب چیمہ، ڈاکٹر اللہ بخش صاحب خانبہادر غلام ربانی خانصاحب، قاضی عبد الرشید صاحب، میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی اور مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے علاوہ توقع کی جاتی ہے کہ حسب ذیل پروفیسر صاحبان بھی اپنے افکار عالیہ سے مستفید فرمائیں گے :۔

پروفیسر محمد فاضل صاحب ایم ایس سی۔

پروفیسر غلام محمد صاحب خادم ایم ایس سی۔

پروفیسر عبد الصمد صاحب ایم اے، وائس پرنسپل حمید ممتاز صاحب۔ پروفیسر محمد احمد صاحب۔ انکے علاوہ جماعت کے وکلاء میں سے محترم چودھری محمد حسن صاحب چیمہ اور قاضی عبد الرشید صاحب کے علاوہ جنکے نام پہلے آچکے ہیں چودھری محمد اکبر صاحب چیمہ ایڈووکیٹ سرگودھا اور چودھری احسان الحق صاحب وکیل کے متعلق بھی خیال ہے کہ اپنے ارشادات گرامی سے حاضرین کو مستفید فرمائیں گے۔

(مفصل پروگرام آئندہ اشاعت میں درج ہوگا)

جلسہ سالانہ کی تاریخیں

انجمن کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سال جلسہ سالانہ ۲۵ - ۲۶ - ۲۷ - دسمبر کو منعقد ہوگا۔ خواتین احمدیہ کا جلسہ ۲۴ ر کی صبح کو دس بجے منعقد ہوگا۔ امید ہے سب دوست اور خواتین ان دونوں جلسوں میں شرکت فرمائیں گے۔

جلسہ سالانہ میں شریک ہونیوالوں کیلئے

حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ انکے ساتھ ہو اور انکو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور انکی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے۔ اور انکے ہم و غم دور فرماوے اور انکو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کیساتھ انکو اٹھاوے جن پر اسکا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر انکے بعد انکا خلیفہ ہو۔ اے خدا، اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ ساری دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کیساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"

رحمۃ اللعالمین اور امن عالم کے موضوع پر تقاریر کا انعامی سلسلہ

زیر صدارت:۔ میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے (آکسفورڈ)

۲۵ دسمبر کو شام کے پانچ بجے مسلم ہائی سکول میں منعقد ہو رہا ہے۔ ان انعامی مقابلوں میں انعامات کے علاوہ ہر ایک انعام پانیوالے کو [illegible] کی کتب کا ایک سٹ بھی دیا جائیگا۔ ان کتب میں انگریزی ترجمہ قرآن مصنفہ مولانا محمد علی صاحب مرحوم، سیرت رسول کریم وغیرہ شامل ہوں گے۔ جماعت کے طبقہ علماء سے درخواست ہے کہ وہ جلد از جلد بذریعہ ذیل پتہ پر اپنے نام ارسال کر کے اس مقابلہ کو کامیاب بنانے میں ہماری پوری پوری مدد فرمائیں۔ پتہ: سیکرٹری احمدیہ ینگ مینز ایسوسی ایشن احمدیہ بلڈنگس لاہور

باہر سے آنے والے اصحاب

سے گذارش ہے کہ وہ اپنی اولین فرصت میں افسر مکانات جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو اطلاع دیں کہ ان کے ساتھ کتنی خواتین اور بچے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ والسلام

مہتمم جلسہ سالانہ

قومی اجتماع

مولانا مرتضیٰ خاں حسن

بیا تا یک دمے فارغ نشینیم ⁂ گلے چندے ازیں گلزار چینیم
چہ دانی تا چہ فردا پیش آید ⁂ بیا تا روئے یک دیگر بہ بینیم

اسلام میں قومی اجتماع کو بڑی اہمیت حاصل ہے پنجگانہ باجماعت یعنے مجمع کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے نماز جمعہ، عیدین اور حج کی ایک بڑی غرض یہی قومی اجتماع ہے جس سے بالبداہت اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے کہ قوم کی زندگی اور بقاء کے لئے اجتماع کس قدر ضروری ہے اگر قوم ایک قالب ہے تو اجتماع اس کی روح ہے قالب بجز روح کے کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا، اور جسم بغیر جان کے بیکار محض ہے۔ عبادات گوشۂ تنہائی میں بھی ادا کی جاسکتی ہیں لیکن ان عبادات کو اجتماعی رنگ میں ادا کرنے سے جس اخوت محبت اور مساوات کا سبق انسان سیکھ سکتا ہے وہ گوشۂ تنہائی میں کہاں میسر آسکتا ہے۔ آپ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ آپ اخوت کے ماحول میں آتے ہیں آپ مساوات کی فضا میں آتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے لئے مکروہات دنیوی سے الگ ہو کر آپ امن کا سانس لیتے ہیں جب آپ خانۂ خدا میں ایک ہی صف میں دوش بدوش استادہ خدائے واحد کی ...... بارگاہ معلیٰ میں حاضر ہوتے ہیں، اور اس کے حضور سر نیاز خم کرتے ہیں تو ایک خاص کیفیت آپ کی طبیعت میں پیدا ہوتا ہے امام کے خشوع و خضوع کا اثر مقتدیوں پر پڑتا ہے اور مقتدیوں کے خضوع و خشوع کا اثر امام پر ایک کی روحانیت دوسرے میں سرایت کرتی ہے اور اس طرح سے آپ کے اندر اتقاء کے جوہر پیدا ہوتے ہیں، آپ کے اندر اخوت، مساوات، یک جہتی اور محبت و مؤدت کے قابل قدر جذبات پیدا ہوتے ہیں جو حیات انسانی کے لئے اس قدر فخر و مباہات کا موجب ہیں، جو لاکھوں اور کروڑوں روپے صرف کرنے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

جن لوگوں نے عرفات کے میدان کا نقشہ دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ جب لاکھوں انسان کیا امیر کیا غریب کیا بادشاہ کیا فقیر ایک ہی لباس میں ملبوس ایک ہی جذبہ سے سرشار لبیك اللهم لبيك کے زمرہ گداز نعرے بلند کرتے ہیں۔ اس وقت جو قلوب کی کیفیت ہوتی ہے، زبان قلم اس کے بیان سے قاصر ہے۔ جو رقت جو سوز و گداز جو اثر و جذب جو کیف اس منظر میں پایا جاتا ہے وہ دنیا میں کہیں نظر نہیں۔ زبان پر لبيك اللهم لبيك ہم تیرے حضور حاضر ہیں "اے خدا ہم تیرے حضور حاضر ہیں" کے الفاظ جاری ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی پھوار جاری ہے، ایک ہجوم بغیر خدا کے حضور کھڑا ہے اور خدائے واحد کو درد دل سے پکارتا ہے اور سوائے خدا اور خدا کے کوئی خیال کوئی جذبہ دل میں نہیں۔ خدا ہی خدا دل و دماغ میں بس رہا ہے اور شش جہت میں اس کی عظمت و جلال اور اس کی شان و شوکت کا جلوہ نظر آتا ہے، یہ سب اجتماع کی برکات ہیں ایک اکیلا انسان کسی جنگل میں لاکھ یاد خدا کرتا رہے، یہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ مقدس اور پاک مقاصد کے لئے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی عظمت و جلال کے تحفظ کے لئے جو اجتماع ہوگا، وہ بھی گونا گوں برکات کا موجب ہوگا۔ اور وہ قوم خدا کی محبوب قوم ہوگی جو سفر اور اخراجات کی تکالیف اٹھا کر ان کو پاک اغراض کی تکمیل کے لئے قدم اٹھائے گی آپ کا سالانہ اجتماع کوئی سیاسی دنگل یا پولیٹیکل اکھاڑہ نہیں یہ محض ایک روحانی اور دینی اجتماع ہے اور اس کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے دین کی خدمت اور اس کے رسول کے نام کو دنیا میں بلند کرنا ہے۔ اس اجتماع کی بنیاد رکھنے والا وہ انسان ہے جس کے ہاتھ پر ہم نے عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اگر ہم اس کے سچے پیرو ہیں، اور فی الحقیقت اگر ہم اپنے عہد میں سچے ہیں تو ہمارا اس کے قائم کردہ ادارہ کو تقویت پہنچانے اور اس کی ہدایات کے مطابق کام کرنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہیئے۔ سال بھر میں محض تین دن خدا کے لئے وقف کر دینا کوئی بڑی بات نہیں اس میں شک نہیں تکلیف بھی ہوتی ہے اور اخراجات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ مگر اس کے بالمقابل جو فوائد کثیرہ اس سے حاصل ہو سکتے ہیں، ان سے قوم ناواقف نہیں۔ یہ بابرکت اجتماع ہمارے لئے روحانی مائدہ بہم پہنچاتا ہے بزرگان قوم کے وعظ و نصیحت سے قلوب میں جلا پیدا ہوتی ہے، تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ باہمی میل جول سے قوم کے اندر محبت و خلوص کے جذبات پیدا ہوتے ہیں، ایک قوم کی قوم کا خدا کی درگاہ میں دعائیں کرنے سے خدا کی رحمت کا نزول ایک یقینی امر ہے۔ قومی مشاورت سے بڑے بڑے مشکل مسائل جو قومی ترقی کے رستہ میں حائل ہوتے ہیں حل ہو جاتے ہیں۔ اور قوم کے اندر ایک نئی زندگی ایک نئی روح کام کرنے لگ جاتی ہے۔

بابرکت ہے وہ قوم جو ان پاک اغراض کے لئے اپنے نفس پر تکالیف برداشت کرے اور بابرکت ہے وہ سرزمین جہاں محض خدا کے لئے چند نفوس جمع ہوں۔ ما قیل ؎

آسمان سجدہ کند بر زمینیکہ بر آن
یکدو کس یکدو نفس بہر خدا بنشینند

ہمارے وہ بزرگ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ پایا حضور کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور حضور کے انفاس قدسیہ سے مستفیض ہوئے ایک ایک کر کے اٹھتے جاتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے وقت میں حق خدمت ادا کر کے خدا سے جا ملے وہ خدا سے خوش خدا ان سے خوش، اب محض گنتی کی چند ایک ہستیاں اس پاک زمانہ کی یادگار رہ گئی ہیں ان کا وجود غنیمت ہے۔ ایک دن آنے والا ہے کہ وہ بھی خدا کو پیاری ہو جائیں گی، یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ آج ہم اُن کے مواعظ حسنہ سے متمتع ہوں، اور ان کے کلمات کو اپنے دل میں جگہ دیں ؎

غنیمتے شمر اے شمع وصل پروانہ
کہ ایں معاملہ تا صبحدم نخواہد ماند

اس مادیت اور دہریت اور بے دینی کے زمانہ میں جب ہر طرف انسانوں کا مقصد دنیا ہی دنیا رہ گیا ہے۔ محض آپ کی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جس کو خدا نے اپنے دین کی خدمت کے لئے چنا ہے۔ یہ بہت بڑا شرف ہے جو خدا نے آپ کو دیا ہے، اس شرف کی دل سے قدر کرنی چاہیئے۔ اور وہ اس طرح کہ جو فرائض آپ پر عائد ہوتے ہیں، ان کو بطیب خاطر ادا کرنے کی کوشش کریں، اور جن پاک اغراض کے لئے آپ اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں ان کو پورا کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کریں، ورنہ ہم خدا کے مجرم ہوں گے، اور قیامت کے دن اس کے حضور میں جوابدہ۔ قطع نظر ان قومی مفاد کے جو اجتماع کا لازمی نتیجہ ہیں ——— باہمی میل ملاقات فی نفسہٖ بہت بڑی چیز ہے خلوص سے بھرے ہوئے دل سے احباب جماعت کا آپس میں ملنا، ایک جگہ جمع ہو کر دعائیں کرنا، خدا کی رحمت کو کھینچ لانے کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ سے مخلصانہ درخواست ہے کہ باوجود موانع کے بھی آپ اپنے

قومی اجتماع

میں شرکت کے لئے قدم رنجہ فرمائیں ؎

بیا تا یک دمے فارغ نشینیم
گلے چندے ازیں گلزار چینیم
چہ دانی تا چہ فردا پیش آید
بیا تا روئے یک دیگر بہ بینیم

امرِ جامع

اجتماع جو نیکی اور خیر و برکت پر ہو اسلام نے اس کو بہت بڑی اہمیت دی ہے، ہماری پانچ وقت کی باجماعت نمازیں ایک چھوٹا سا اجتماع ہے جو دن میں پانچ مرتبہ ہوتا ہے ...... اور اس ضمن میں ہم ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہو کر باہمی ہمدردی اور معاونت کا سبق حاصل کرتے ہیں، ہماری جمعہ کی نمازیں ایک بڑا اجتماع ہے جو ہر شہر کی جامع مسجد میں ہوتا ہے ...... ایسی مساجد کا نام اسی وجہ سے جامع رکھا گیا ہے، کہ وہاں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے، عیدین کی نمازیں اس سے بھی بڑے اجتماع کو پیش کرتی ہیں، اور سب سے بڑا اجتماع وہ ہے جو تمام دنیا کے مسلمانوں کا ہر سال مکہ معظمہ میں ہوتا ہے اور اس وقت ایک خدا کے آگے ایک انسانیت کو بطور عبد پیش کر کے توحید الٰہی اور اخوت و مساوات انسانی کا وہ نظارہ پیش کیا جاتا ہے جو تعلیم اسلام کا خلاصہ اور امن عالم کا واحد ذریعہ ہے۔

ان تمام اجتماعات کے علاوہ جو فی الحقیقت ارکان اسلام سے تعلق رکھتے ہیں ایک اور اجتماع کی بھی قرآن نے ہدایت کی ہے اور وہ کسی ایسے امر کے لئے اکٹھے ہونا ہے جو پیش آمدہ معاملات میں مشورہ کا متقاضی ہو یا مسلمانوں کی اصلاح و تذکیر اور اعلائے کلمۃ اللہ سے تعلق رکھتا ہو، قرآن کریم نے اس کا نام امر جامع رکھا ہے اور ہدایت فرمائی ہے کہ انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ و اذا کانوا معہ علیٰ امر جامع لم یذھبوا حتیٰ یستاذنوہ مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب اس کے ساتھ کسی امر جامع کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں تو جاتے نہیں جب تک اس سے اجازت حاصل نہ کر لیں۔

اس آیت سے امر جامع کی اہمیت واضح ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر جامع پر اکٹھے ہونا تو ایک ایسا لابدی امر ہے، جس کیلئے کسی خاص ہدایت کی ضرورت ہی نہیں سمجھی گئی، اور اتنا ہی کہنا کافی سمجھا گیا، کہ جب مسلمان کسی امر جامع پر اکٹھے ہوں" یعنے امر جامع پر تو اکٹھے ہونا ہی ہے۔ ہاں اکٹھے ہونے کے بعد بغیر اجازت کے اٹھ کر چلے جانا خلاف ایمان ہے اور فرمایا ان الذین یستاذنونک اولٰئک الذین یومنون باللہ ورسولہ وہ لوگ جو تجھ سے اجازت لے لیتے ہیں وہی اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں، اور پھر یہ بھی فرمایا کہ فاذا استاذنوک لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے تجھ سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جس کو تو چاہے اجازت دے دے اور ان کے لئے اللہ سے استغفار کر، اللہ غفور رحیم ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ امر جامع کو اس قدر ضروری اور اہم قرار دیا گیا ہے کہ نہ صرف اس میں شمولیت ہی ضروری اور لابدی ہے بلکہ شمولیت کے بعد اگر کوئی ایسا کام پیش آ جائے جس کے لئے اٹھ کر جانا ضروری ہو تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اجازت لئے بغیر اٹھ کر نہ جائے اور رسول اللہ صلعم کو حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں کو اجازت دینے کے ساتھ ان کے لئے استغفار بھی کریں، گویا بلا اجازت امر جامع سے اٹھ کر جانا تو خلاف ایمان ہے اور اجازت کے ساتھ جانا بھی خدا تعالیٰ کے نزدیک کوئی پسندیدہ امر نہیں اس لئے ایسے لوگوں کے لئے استغفار کرنا چاہیئے۔

اور آخر میں پھر فرمایا لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضًا قد یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم رسول کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسے تم میں سے بعض بعض کو بلاتے ہیں، اللہ تعالےٰ ان کو جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر نکل جاتے ہیں۔ پس جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیئے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی آزمائش ان پر آ جائے یا وہ عذاب الیم کا شکار ہو جائیں۔

کتنی اہمیت امر جامع کو دی ہے کہ اس میں سے بلا اجازت اٹھ کر جانے والوں کو خدا کے حکم کی مخالفت کرنے والے قرار دیا اور انہیں آزمائش یا عذاب الیم سے بھی ڈرایا ہے۔

آج ہم بھی ایک امر جامع کے لئے اپنے بھائیوں کو دعوت دے رہے ہیں

یہ دعوت ہماری نہیں، مسیح موعود کی طرف سے دعوت ہے، جو اس زمانہ میں رسول اللہ صلعم کا نمائندہ اور خلیفہ بن کر آیا اسی نے اس امر جامع کے لئے ہمیں بلایا ہے، اس کا بلانا گویا رسول اللہ کا بلانا ہے، اور خدا کا حکم ہے کہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضًا دیکھو اس دعوت کو ایسا نہ سمجھو جیسے تم میں سے بعض بعض کو بلاتے ہیں اس کو خدا کے رسول کا بلانا سمجھ کر سب کے سب شرکت کیلئے تیار ہو جاؤ۔ وہ دوست جو اس شرکت کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے ادنے ادنے عذروں پر اس امر جامع میں شریک نہیں ہوتے، جو جلسہ سالانہ کی صورت میں منعقد ہوتا ہے انہیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں وہ یتسللون منکم لواذا میں نہ آ جائیں، اللہ تعالےٰ رحم فرمائے، ہماری ادنے ادنے عذر اور موانع جو جلسہ سالانہ میں شمولیت سے ہمیں روکتے ہیں بہت بڑے قومی نقصان کا موجب ہیں، سال بھر دنیا کے کاموں میں مصروف رہنے کے بعد تین دن بھی اگر ہم خدا کے لئے نہ نکال سکیں تو اس سے بڑھ کر بد قسمتی اور کیا ہوگی، یہ وہ امر جامع ہے جس کے لئے مامور من اللہ نے ہمیں بلایا ہے آیئے اور اس میں شمولیت اختیار کر کے اپنی اخروی بہبود کا سامان کیجئے ۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر اس امر جامع کی تاریخیں ہیں جن میں ہر احمدی مرد و عورت کا احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اکٹھا ہونا ضروری ہے۔ کیا آپ اس

امرِ جامع

میں شریک ہوں گے؟

گناہ سے بچنے کیلئے خدا تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا کرنے کی ضرورت

مَیں ایسا ایمان پیدا کرانے آیا ہوں — لوگ ہمارے پاس آکر گناہوں سے توبہ کرتے ہیں

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات گرامی

گُناہ کی زندگی

چُونکہ گناہ کی زندگی عام ہوتی جاتی ہے اور بدی اور فسق وفجور سے نفرت کی بجائے محبت بڑھتی جاتی ہے اس لئے مَیں یہی کہوں گا۔ کہ آج کل دہریہ ملت پھیلا ہُوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک گروہ زبان سے کہتا ہے کہ خدا ہے مگر مانتا نہیں۔ اور دوسرا گروہ صاف انکار کرتا ہے حقیقت میں دونوں ملے ہوئے ہیں۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ

اس لئے مَیں ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالےٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے اس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اس کو ملے۔ گناہ سے لذت پانے کی بجائے اس کے دل میں نفرت پیدا ہو جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس منزل پر انسان کو پہنچا دے اور یہ فطرت اس میں پیدا کرے ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے۔ یہ بلا عام ہو رہی ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے، نُورانی ہو جاتا ہے

مامُور کے آنے کا وقت

غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی اور تباہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں۔ خدا کا خوف اٹھ جاتا ہے۔ اور خدا کے حقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ اسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دے کر مامور فرماتا ہے، اس پر لعن طعن ہوتا ہے اور ہر طرح سے اس کو ستایا جاتا اور دکھ دیا جاتا ہے لیکن آخرؔ خدا کا مامُور کامیاب ہو جاتا ہے اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے

مامور کے ساتھ اہل دنیا کا سلوک

اسی طرح اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا۔ کوئی گالی نہیں جو ہم کو نہیں دی گئی کوئی صورت ایذا رسانی کی نہیں جو ہمارے لئے نہیں نکالی گئی مگر ہم ان ساری بدزبانیوں کو سنتے ہیں اور اُن ساری تکلیفوں کے برداشت کرنے کو ہر وقت آمادہ ہیں۔ خدا تعالےٰ بہتر جانتا ہے کہ بناوٹ سے نہیں بلکہ ہمارا فرض ہے کیونکہ جس مسند پر ہمیں بٹھایا گیا ہے اس پر بیٹھنے والوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔

مخالفتیں دُور ہو جائیں گی

غرض اس سلسلہ کو قائم ہوئے پچیس سے زیادہ سال گزر گئے یہ ایک بڑا حصہ زندگی کا ہے اس عرصہ میں ایک بچہ پیدا ہو کر بچوں والا صاحب اولاد ہو سکتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے عین وقت پر ہماری دستگیری کی۔ اور مخلوق پر رحم فرمایا چونکہ خود اس نے ایک غیر معمولی ہمت اور استقلال ہم کو دیا ہے جو اپنے ماموروں کو ہمیشہ دیا کرتا ہے اسی لئے اسی قوت اور طاقت کی وجہ سے ہم نہیں تھکتے اور یہ ساری مخالفتیں جو اس وقت کی جاتی ہیں ایک وقت آتا ہے کہ ان کا نام ونشان مٹ جاوے گا اور ہم امیدوار ہیں کہ وہ زمانہ آنے والا ہے

آسمان باتیں کر رہا ہے

مَیں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت آسمان باتیں کر رہا ہے کہ زمین کے رہنے والوں میں ایک پاک تبدیلی ہو جس طرح سے ایک بادشاہ طبعاً چاہتا ہے کہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ اسی طرح منشاء الٰہی اس وقت یونہی ہو رہا ہے کہ اس کی عظمت وجبروت کا اہل دنیا کو علم ہو اور وہ خدا جو پوشیدہ ہو رہا ہے دنیا پر اپنا ظہور دکھائے۔ اس لئے اس نے اپنا ایک مامُور بھیجا تاکہ دنیا کا جذام جاتا رہے۔

ہم نے کیا بنایا؟

اگر یہ سوال ہو کہ تم نے آکر کیا بنایا۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے دنیا کو خود معلوم ہو جاوے گا کہ کیا بنایا۔ ہاں اتنا ہم ضرور کہتے ہیں کہ لوگ آکر ہمارے پاس گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ان میں انکسار فروتنی پیدا ہوتی ہے اور رذائل دور ہو کر اخلاق فاضلہ آنے لگتے ہیں اور سبزہ کی طرح آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں اور اپنے اخلاق اور عادات میں ترقی کرنے لگتے ہیں انسان ایک دم میں ہی ترقی نہیں کر لیتا بلکہ دنیا میں قانون قدرت یہی ہے کہ ہر شے تدریجی طور پر ترقی کرتی ہے اس سلسلہ سے باہر کوئی شے ہو نہیں سکتی ہاں ہم امید رکھتے ہیں کہ آخر سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہو گی یہ میرا کام نہیں ہے بلکہ خدا کا کام ہے۔ اس نے ارادہ کیا ہے کہ پاکیزگی پھیلے۔ دنیا کی حالت مسخ ہو چکی ہے اور اسے ایک کیڑا لگا ہوا ہے۔ پوست ہی پوست باقی ہے مغز نہیں رہا۔ مگر خدا نے چاہا ہے کہ انسان پاک ہو جاوے اور اس پر کوئی داغ نہ رہے۔ اسی واسطے اس نے محض اپنے فضل سے یہ سلسلہ قائم کیا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ اول صفحہ ۲۸۶-۲۸۷)

جلسہ سالانہ کے متعلق

ضروری اطلاعات

۱ — جلسہ سالانہ کی تیاریاں پوری سرگرمی کے ساتھ جاری ہیں۔ محترم چودھری عبدالمجید صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول برائے افسر جلسہ مقرر ہوئے ہیں اور ان کے ماتحت مختلف شعبوں کے کام دوسرے مختلف اصحاب کے سپرد ہوئے ہیں۔

۲ — باہر سے جو دوست مع عیال آنے والے ہیں انہیں چاہیئے کہ اپنے افراد خاندان اور تاریخ آمد سے فی الفور افسر جلسہ کو اطلاع بھیجدیں چونکہ لاہور میں مکانوں کی بے حد قلت ہے اس لئے سوائے اشد ضرورت کے علیحدہ مکان کی فرمائش نہ کی جائے۔

۳ — ضروری ہے کہ سب دوست اپنے بستر ساتھ لائیں تاکہ سردی کی وجہ سے انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

درخواست دُعا

۱ — پروفیسر عنایت علی خاں صاحب سیکرٹری انجمن ابھی ہسپتال میں زیر علاج ہیں، اُن کی صحت کاملہ کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

۲ — سید اسد اللہ شاہ صاحب بہت دیر سے بیمار چلے آرہے ہیں، ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی جائے۔

۳ — ایبٹ آباد سے عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں:—

"موضع لگہ ولہ ضلع پشاور کے مخلص احمدی غیاث خان نمبردار — اُن کے بھائی، ایک بھتیجے، ایک بھانجے اور ایک رشتہ دار کا مقدمہ سیشن سپرد ہو گیا ہے۔ بزرگان سلسلہ احمدیہ کے ہر فرد سے دُعا کی درخواست ہے۔ غیاث خان ایسا مخلص احمدی آج بزرگان دین سے درد دل سے دُعا کا خواستگار ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل وکرم نازل فرمائے اور ان مصائب سے نجات دے آمین ثم آمین مجھے یقین ہے کہ تمام احمدی انفرادی اور اجتماعی طور سے ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں گے۔"

دعا صحت — غیاث خان صاحب اور دیگر بھائیوں کے لئے بیماری۔

قرآن صرف کامل دستور العمل ہی نہیں بلکہ اس میں قوموں کی سائیکالوجی بھی بیان کی گئی ہے

ایمان کے مقابلہ میں طاقت و جمعیت کا دعویٰ ہمیشہ ناکام ثابت ہوا ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ، دسمبر ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولٰنا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

قال انّی عبد اللہ اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیّاً ...... وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ وھم لا یؤمنون ......
انا نحن نرث الارض ومن علیھا والینا یرجعون ——— (سورۃ مریم رکوع ۲)

کامل دستور العمل

قرآن شریف کا یہ دعوٰے ہے کہ میں انسانیت کے لئے کامل دستور العمل ہوں، تمام انسانیت کے لئے اُن کی زندگی کے تمام معاملات کو مدنظر رکھکر یہ دعوٰے کیا گیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم اور ایک اور دعوٰے یہ کیا گیا ہے لا یاتونک بمثل الا جئنٰک بالحق۔ کوئی اہم سوال تمہارے سامنے پیش نہ کیا جائے گا جس کو ہم نے حق و حکمت کے ساتھ قرآن کریم میں بیان نہ کر دیا ہو۔ کسی کتاب کا دستور العمل ہونا اور چیز ہے، لیکن یہ دعوٰے کہ وہ کامل دستور العمل ہے اور دنیا کے جملہ امور کا حل اس کے اندر موجود ہے اس کو دنیا پرکھے گی کہ کیا یہ صرف کہہ دینے کی بات ہے یا حقیقۃً وہ ایسا ہی ہے۔

قوموں کی سائیکالوجی قرآن میں

قرآن کریم کا یہ دعوٰے فی الحقیقت صحیح ہے بلکہ میں تو اس سے آگے جاؤں گا کہ قوموں کی سائیکالوجی بھی اس کے اندر بیان کی گئی ہے، کیا کیا خیالات ایک قوم دوسری کے متعلق رکھتی ہے، کس کس طرح حرص کے دانت تیز کئے جاتے ہیں، تاکہ دوسری قوموں کو پیس کر رکھدیا جائے اور اُن کے مال و املاک پر قبضہ کر لیا جائے، لوگوں پر تسلط جمانے کے کیسے منصوبے بنائے جاتے ہیں، قرآن کریم نے ان سب باتوں پر روشنی ڈالی ہے کسی دوسری آسمانی کتاب میں ان امور پر بحث نہیں کی گئی۔

عیسائیوں پر قرآن کریم کا احسان

اس سورت میں ایسے مسائل بیان کئے گئے ہیں جو اس قسم کی سائیکالوجی سے تعلق رکھتے ہیں اس سورت کا نام مریم ہے اس کے اندر عیسائی مذہب اور حضرت عیسیٰؑ کے حالات پر بحث ہے اور عیسائیوں کی تکریم ملحوظ رکھتے ہوئے اس سورۃ کا نام مریم رکھا گیا ہے، اور یہودیوں کو بتایا گیا ہے کہ تم مریم پر ناپاک الزام لگاتے ہو جو بالکل صحیح نہیں وہ پاک اور مقدس عورت تھی۔ لیکن یہودی تو یہودی ہیں، کس قدر احسان فراموش اور دجال وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کا معاوضہ یہ دیتے ہیں، کہ آپؐ پر بیسیوں بیجا اعتراضات کرتے اور آپ کی اُمت کی تباہی کے درپے رہتے ہیں۔

ایمان کے مقابلہ میں طاقت و جمعیت کا دعویٰ

اس سورۃ کے اندر دو تین باتیں قابل توجہ ہیں فرمایا واذا تتلٰی علیھم اٰیٰتنا بیّنٰت قال الذین کفروا للذین اٰمنوا ای الفریقین خیرٌ مقاماً واحسن ندیا جب ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کفار مومنوں سے کہتے ہیں دیکھو تو سہی کونسا فریق اچھے مقام پر ہے اور کس کی مجلس میں زیادہ جمگھٹا ہے۔ فرماتا ہے کم اھلکنا قبلھم من قرن ھم احسن اثاثاً ورئیاً تم سے پہلے بھی ایسی قومیں ہوئی ہیں جو اپنے سامانوں کی فراوانی اور منظر کی خوبصورتی کی وجہ سے بہت بڑا مقام رکھتی تھیں، پھر ہم نے کس طرح ان کو ہلاکت کے گڑھے میں پہنچا دیا۔

رؤسائے عرب کا دعویٰ نبی کریم صلعم کے مقابلہ میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی یہ پولیٹیکل معاملہ پیش ہوتا ہے، آپؐ کے مقابلہ میں عرب کے بڑے بڑے متمول، بڑے بڑے لیڈر اور سردار تھے، ابوجہل بہت بڑا رئیس تھا، عتبہ اور شیبہ امیہ بن خلف اور الولید بن مغیرہ وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے سرداران قوم تھے۔ وہ مسلمانوں سے کہتے تھے تم کیا محمد (صلعم) کو لئے پھرتے ہو، آؤ ہمیں دیکھو ای الفریقین خیرٌ مقاماً واحسن ندیا۔ تم خود فیصلہ کر لو کہ محمد رسول اللہ تو ایک غریب اور مفلس آدمی ہے، وہ یتیم ہے، کوئی اسے پوچھنے والا نہیں، اس کے پاس کوئی مال و دولت نہیں اور ہم کو بھی دیکھو ہم سرداران قوم ہیں، دار الندوہ کے ممبر ہیں، ہمارا بہت بڑا مقام ہے ہماری مجلس بہت بڑی طاقت کی مالک ہے اور ہمارا جتھا نہایت مضبوط ہے، ان حالات پر غور کرو اور خود ہی فیصلہ کرو کہ کامیابی کس کی پاکٹ میں ہے اور ناکامی کس کے حصہ میں آنے .... والی ہے۔

موجودہ دجالی اقوام کا دعویٰ مسلمانوں کے مقابلہ میں

آج بھی یہی معاملہ ہے، ایک طرف مسلمان ہیں اور دوسری طرف دجالی قومیں، وہ کہتے ہیں ای الفریقین خیرٌ مقاماً واحسن ندیا لشکر کس کے زیادہ ہیں، ہوائی طاقت کس کی بڑھی ہوئی ہے سمندروں پر کس کا قبضہ ہے، سلطنت کی وسعت کس کی زیادہ ہے تم خود فیصلہ کر لو کہ مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت کیا ہمارا مقابلہ کر سکتی ہے، یہ ان قوموں کی سائیکالوجی ہے، اور یہ بھی فرمایا تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم ان تکون امۃ ھی اربٰی من امۃ، کسی طاقت سے معاہدہ کر لیتے ہیں، پھر ان معاہدات کو ذریعہ فساد بناتے ہیں محض اس بناء پر کہ ایک قوم دوسرے سے بڑھ چڑھکر ہے، ان کو انصاف عدل اور اخلاق سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں صرف طاقتور ہونا کافی سمجھا جاتا ہے۔

قرآن کریم کا جواب تاریخ سے

قرآن نے اس کا جواب دیا ہے وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم احسن اثاثاً ورئیاً تاریخ پر نگاہ ڈالو تم سے پہلے کتنی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا حالانکہ وہ بھی تمہاری طرح بڑے بڑے ساز و سامان رکھتی تھیں اور نہایت خوش منظر تھیں ان کو میسر تھیں فرعون کے ساتھ کتنا بڑا لشکر اور کس قدر ساز و سامان تھا، اور دوسری طرف موسیٰؑ ایک اکیلا انسان نہ اس کے پاس لشکر اور نہ کوئی سامان موجود تھا، پھر کیا نتیجہ ہوا۔ کامیابی کس کو حاصل ہوئی، کس کو ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑا۔ کم اھلکنا قبلھم من قرن ھم احسن اثاثاً ورئیاً۔ کتنی ہی قوموں کے جتھے اور ساز و سامان ایک اکیلے شخص کے مقابلہ میں جو حق لے کر آیا تباہ ہو گئے۔

حضرت عیسٰی کا خدائی سے انکار اور عبودیت و رسالت کا اقرار

ان آیات میں ایک اور بات فرمائی ہے، حضرت عیسیٰؑ کہتے ہیں، قال انی عبد اللہ اٰتٰنی الکتٰب

وجعلني نبيا وجعلني مبارکا اینما کنت واوصٰنی بالصلوٰة والزکوٰة ما دمت حیا۔ دیکھو میں خدائی کا دعوےٰ لیکر نہیں آیا میں تو ایک بندہ ہوں، اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے رہنمائی کا محتاج ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے کہ اس پر خود بھی چلوں اور دوسروں کو بھی چلاؤں، اور مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے، اور جب تک زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰة کا حکم دیا ہے، فرمایا ذالك عيسى ابن مريم قول الحق الذی فيه يمترون یہ ہے حقیقت عیسٰی ابن مریم کی یہ وہ سچی بات ہے جس میں تم نے جھگڑا ڈال رکھا ہے ہو۔۔۔ یہی بات یوحنا کی انجیل کے ۱۷ باب کی تیسری آیت میں موجود ہے جہاں حضرت عیسٰی کہتے ہیں :۔

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں"

لیکن عیسائیوں نے قرآن کی بتائی ہوئی سچی بات کو نہ مانا اور دُور از حقیقت باتیں بنا کر دجالیت کی راہ اختیار کر لی،

گھمنڈ کے ٹوٹنے کا وقت آنیوالا ہے

آج ان کی دجالیت اور سازو سامان بڑھتا جا رہا ہے لیکن جس طرح ان کا دین باطل ہے اسی طرح اُن کے گھمنڈ کے ٹوٹنے کا وقت بھی آنے والا ہے جب انہیں حسرت کے ساتھ اپنی تباہی پر پچھتانا پڑیگا وانذرهم يوم الحسرة اذ قضی الامر وهم في غفلة وهم لا يؤمنون، ایک وقت آئیگا کہ یہ ڈینگیں مارنے والی قوم جو اپنی طاقت، اپنی حکومت، اور سمندروں اور ہواؤں پر تسلط کے نشے میں غرق ہے اور اس پر غفلت چھائی ہوئی ہے، حسرت کے ساتھ پچھتائے گی کہ ہائے وہ ساز و سامان کہاں گیا آج سارا یورپ غفلت میں ہے کمزوروں کو کھا جانا چاہتا ہے اگر کسی قوم کو یوں کھلے طور پر نہیں کھا سکتا تو وہاں اپنے اڈے قائم کر کے آہستہ آہستہ تسلط جماتا ہے فسيعلمون من هو شر مكانا واضعف جندا ایک دن آنے والا ہے جب انہیں معلوم ہو جائیگا کہ ان کے خزانے خالی ہو چکے ہیں اور انکی ذہنی قوت ختم ہو چکی ہے۔

مسیحی قوت کا گھمنڈ حضرت عمرؓ نے توڑا

ان آیات میں جہاں اُن کے اعتقاد کے متعلق بیان کیا کہ وہ باطل ہے وہاں ان کی ظاہری نشان و شوکت اور جاہ و جلال کے متعلق بھی متنبہ کیا کہ ایک دن آئیگا کہ یہ بھی جاتا رہے گا اور ان پر حسرت طاری ہو جائے گی یہ تو کسی انسان کے اختیار کی بات نہیں کہ ایسی پیشگوئی کرے جس کا پورا ہونا بادی النظر میں محال ہو مگر واقعات بتاتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا، حضرت عمرؓ کے وقت میں دنیا نے دیکھا کہ باوجودیکہ روم کی عیسائی سلطنت اپنی قوت و شوکت، رتبے اور لاؤ لشکر کے لحاظ سے سفیدہ پا تھی خزانے بھرے ہوئے تھے، ہر قسم کی طاقت حاصل تھی، تاہم مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکی اور بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ عرب کے کندہ ناتراش جو طرح طرح کے عوارض میں مبتلا تھے، آج اس قابل ہو گئے کہ روم جیسی عظیم الشان سلطنت کو شکست دیکر اُن کے مرکز یعنی بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اس وقت مسیحیت کا کوئی معجزہ کام نہ آیا، عیسائیت کے لشکر اسلام کے سامنے نہ ٹھہر سکے اس قدر حسرت افریقہ اور سارے یورپ میں پھیلی کہ جس کی انتہا نہیں اُن کے خزانے ان کی شان و شوکت سب ختم ہو گئی۔

عیسائی دنیا کے لئے یوم الحسرت

ہرقل جو رومی سلطنت کا نہایت طاقتور شہنشاہ تھا اس صدمہ سے پاگل ہو گیا تھا۔ جب کئی دنوں سے بیت المقدس کا محاصرہ کرتے ہوئے ایک دن رات کے وقت آندھی آگئی برجوں پر سے جھنڈیاں گر گئیں اور آگ بجھ گئی، جس سے سب کے دل میں ہیبت چھا گئی کہ ہمیں شکست ہو گئی، کیونکہ آگ بجھنا وہ شکست کا نشان سمجھتے تھے۔ یہ دیکھکر تمام لشکر سراسیمہ ہو کر اُٹھ دوڑا، ابوسفیان بھی اونٹ پر سوار ہو گیا، لیکن اسے خیال بھی نہ آیا کہ اونٹ کے پاؤں بندھے ہوئے ہیں، وہ اسے مارتا تھا، اور وہ چل نہ سکتا تھا، اسی طرح ہرقل نے سمجھا کہ بیت المقدس سے بھاگنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں، وہ اپنے خاندان کو لیکر جہاز پر سوار ہو گیا اور تختہ جہاز پر کھڑے ہو کر نہایت حسرت سے لبنان کی چوٹیوں کو مخاطب کر کے کہا "الوداع اے سرزمین شام ہمیشہ کے لئے الوداع" ان الفاظ سے وانذرهم يوم الحسرة اذ قضی الامر وهم في غفلة وهم لا يؤمنون پیشگوئی کیسے پوری ہوئی، اور کس طرح عیسائی دنیا نے اس یوم الحسرت کو دیکھا۔

نہایت خطرناک قوم

آج ایڈن کا بھی وہی حال ہو رہا ہے، وہ ابرہہ کا فرزند ہے، جس کا ذکر اصحاب الفیل میں ہے، قرآن میں اس قوم کا بار بار ذکر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نہایت خطرناک قوم ہے۔ قرآن کی پہلی ہی سورت میں ان کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا مغضوب علیہم اور ضالین سے آیا یہودی اور عیسائی مراد ہیں، آپ نے فرمایا ہاں انہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے، یہ سورت ہر مسلمان بچہ کو یاد کرائی گئی اور انہیں آگاہ کیا گیا ہے کہ اس قوم کو ہمیشہ مد نظر رکھو اور ایسا ہی آخری سورتوں میں سے قل هو الله احد جس میں عیسائی مذہب کا رد ہے، ہر مسلمان بچہ کو یاد کرائی جاتی ہے، پھر قرآن نے انہیں یاجوج ماجوج قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے واغرينا بينهم العداوة والبغضاء الی يوم القيامة قیامت تک عداوت اور بغض اُن میں ڈال دیا ہے آج دیکھ لیجئے کہ روس انگریز کا دشمن ہے اور انگریز روس سے ڈرتا ہے

مسلمانوں کی تباہی کا خیال اور ناکامی

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال انہیں نہیں چھوڑتا کہ مسلمانوں کو تباہ کرنا اور ان کی سلطنتوں پر قابض ہونا ہے۔ لارڈ کچنر نے مصر کو اصطبل بنانے کی ڈینگ ماری اور خدا نے اسے اصحاب فیل کی طرح سمندر میں غرق کر دیا، اور جس طرح ابرہہ کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس نے اس کے اندر ایک اضطراب پیدا کر دیا، اور وہ تڑپتا ہوا مر گیا، آج ایڈن کو بھی وہی اضطراب لاحق ہے، اور ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ اسے بہت بڑا صدمہ ہوا ہے، وہ نہر سویز مصر سے چھیننے کے لئے اُٹھا تھا لیکن نہ چھین سکا اور رہا سہا اپنی قوم کا وقار کھو دیا، کیا مسلمانوں کی طاقت تھی کہ اُن کا مقابلہ کر سکتے؟ ہرگز نہیں۔ آج ایڈن اور اس کے ساتھیوں کا یہ کہنا کہ ای الفريقين خير مقاما واحسن نديا ان کے سامنے آ گیا اور خدا نے ان کا سارا گھمنڈ اور فخر باطل کر دیا۔

عیسوی مذہب اور فخر و استکبار کا خاتمہ

معلوم ہوا کہ الیوم اکملت لکم دینکم کے اندر صرف دستور العمل کے ہی مکمل ہونے کا ذکر نہیں بلکہ اس کتاب میں تمام مسائل کا حل موجود ہے اور قوموں کی سائیکالوجی اس کے اندر بیان کی گئی ہے اسی سے قرآن کی عظمت معلوم ہوتی ہے، لیکن عیسائیت کا یہ حال ہے کہ خود یورپ کے لوگ بحیثیت مذہب عیسائیت کے قائل نہیں ہیں رسم کے طور پر عیسائی کہلانا اور بات ہے، اذا جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا مذہب بھی نہ رہا اور ان کی جو ڈینگیں تھیں ان کو بھی خدا نے ختم کر دیا۔

چودھویں صدی کی سب سے بڑی مذہبی تحریک

اور اُس کی صداقت کے عظیم الشان نشانات

سیّد عبداللطیف صاحب کی شہادت اور سرزمین کابل کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الہامات

مولانا مرتضیٰ خان حسن صاحب

(۴)

دو بکریاں ذبح کی جائیں گی

حضرت مسیح موعود نے کتاب تذکرۃ الشہادتین میں ان الہامات کا ذکر بھی فرمایا ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ اور ۵۱۱ پر درج ہیں۔ جن میں ایک ٹکڑا الہام کا یہ تھا :-

وان لم یعصمک الناس یعصمک
اللّٰہ من عندہ ....
شاتان تذبحان

یعنے اگرچہ لوگ تجھے قتل ہونے سے نہ بچائیں گے مگر خدا تجھے بچائے گا۔ اور دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اِس کا مطلب یہ تھا کہ تجھے تو ضرور قتل سے بچاؤں گا۔ مگر تیری جماعت سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں محاورہ ہے کہ بیگناہ اور معصوم کو بکرے یا بکری سے تشبیہہ دی جاتی ہے اور کبھی گائے سے بھی تشبیہہ دی جاتی ہے۔ یہ دو بکریاں جن کے یہاں ذبح کئے جانے کا ذکر ہے بالبداہت ان سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور مولانا عبداللطیف صاحب علیہما الرحمۃ مراد ہیں۔ جو خدا کے رستہ میں ذبح کئے گئے۔ اور وہ شہدائے ملت میں شمار ہونگے اور حیاتِ ابدی کے مالک ٹھہرینگے لیکن شہادتوں کا یہ سلسلہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب کے ساتھ ہی ختم نہیں ہوگیا۔ بلکہ حضرت کی وفات کے سولہ سال بعد بھی یعنے ۱۹۲۴ء میں امان اللہ خان شاہِ افغانستان کے حکم سے تین اور احمدی۔ مولوی نعمت اللہ خان صاحب۔ مولوی عبدالحکیم صاحب، اور مولوی نور علی صاحب بھی سنگسار کئے گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ ان سب شہدا پر اپنے افضال بے پایاں کی بارش کرے اور ان کو اپنے قرب اور حضوری سے نوازے۔ انہوں نے اپنے مالک اور اپنے خالق کی رضا کو دنیا پر دنیا کی ہر بات پر مقدم کیا اور اپنے ایمان اور استقامت کا ثبوت بہم پہنچایا۔

جس طرح شاتان تذبحان میں حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب علیہما الرحمۃ کی شہادت کی طرف اشارہ تھا اسی طرح "تین بکرے ذبح کئے جائیں گے" کے الہام میں انہی تین بزرگواروں کی شہادت کی طرف اشارہ تھا۔ یہ الہام ۱۹۰۶ء میں یعنے حضور کی اپنی وفات سے دو سال قبل ہوا اور ۱۹۲۴ء میں یعنے اٹھارہ سال کے بعد پورا ہو کر سلسلہ عالیہ کی صداقت کا موجب ٹھہرا

سلسلہ احمدیہ کے کامل وجود

اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں سلسلہ احمدیہ کو بھی بہت بڑا شرف عطا فرمایا کہ اس کے اندر ایسے ایسے کامل وجود پیدا ہوئے جنہوں روحانیت کی تمام منازل طے کیں۔ ان میں سے بعض مجاہد تھے کہ جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر دُور دراز ملکوں میں نکل گئے، اور وہاں جا کر حق تبلیغ ادا کیا۔ بعض ایسے تھے جنہوں نے علمی میدان میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے اور ایسی ایسی نادر کتب تصنیف کیں کہ دنیا اُن سے مستفید ہوتی ہے پھران میں ایسے تھے جو اپنی تقریروں اور اپنے لیکچروں کی فصاحت اور بلاغت سے دنیا کو مسحور کرتے تھے اور بالآخر ایسے بھی تھے جو اظہار صداقت کے لئے اپنی جانوں پر کھیل گئے۔

حکومت افغانستان اور امیر کابل کے متعلق پیشگوئیاں

تذکرۃ الشہادتین میں حضرت مسیح موعود نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے بعض پیشگوئیاں بھی تحریر کی ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں :-

"صاحبزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہوچکی۔ اب ظالم کی پاداش باقی ہے"۔

پھر فرماتے ہیں :-

"کابل کی سرزمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا"

پھر امیر کابل حبیب اللہ خان کے متعلق فرماتے ہیں :-

"ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کرلیا"

عبرتناک عذاب الٰہی

حضرت کے قلم سے نکلی ہوئی یہ پیشگوئیاں بھی آخر پوری ہو کر رہیں۔ ظالم کو اس کے ظلم کی پاداش مل گئی۔ اور اسکے گناہوں کا دن آخر رنگ لایا۔ چنانچہ امیر حبیب اللہ خاں اپنے بھائی کی سازش سے قتل ہوا۔ نصراللہ خان جس کا حضرت صاحبزادہ صاحب شہید مرحوم کے قتل میں بڑا ہاتھ تھا قیدخانہ میں ڈال دیا گیا اور آخر کار وہیں قتل کیا گیا۔ پنجابی ڈاکٹر عبدالغنی جس نے صاحبزادہ صاحب کی سنگساری میں نمایاں حصہ لیا تھا اور جو مباحثہ میں ثالث مقرر ہوا تھا اس کی گورنمنٹ کابل کے خلاف باغیانہ سازش کا راز افشا ہوا اور وہ قیدخانہ میں ڈالا گیا۔[1] جہاں وہ ایک عرصہ تک طرح طرح کی اذیتیں اُٹھاتا رہا اور آخر کار کسی طرح جان بچا کر تباہ وخستہ حالت میں ہندوستان پہنچا۔ پتھر چلانے والے قاضیوں اور مفتیوں پر انقلاب افغانستان کے دوران میں جو تباہی اور بربادی آئی وہ سخت عبرتناک تھی۔ فی الجملہ جتنے لوگ صاحبزادہ عبداللطیف کے قتل میں شریک تھے ان سب کو خدا نے سزا دی سنگساری کا یہ واقعہ ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء کو ظہور میں آیا۔ اس سے دوسرے دن صبح ہوتے ہی کابل میں سخت ہیضہ پھوٹ پڑا اور نصراللہ خاں جو اس خونریزی کا اصل محرک اور موجب تھا اُس کے گھر میں ہیضہ پھوٹا اور اس کی بیوی اور بچہ فوت ہوگئے، اور چار سو کے قریب ہر روز آدمی مرتے تھے اور بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ شہادت کی رات آسمان سرخ ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امان اللہ خاں کی عبرتناک رسوائی

حبیب اللہ خان کے بعد امان اللہ خاں کی باری آئی اس کو اپنی قوت اور سطوت اور جاہ وجلال کے لحاظ سے تمام سابقہ امیرانِ کابل پر فوقیت حاصل تھی۔ اور فوج اور سامانِ جنگ کی فراوانی کے ساتھ ممالک غیر میں غیر معمولی رسُوخ حاصل تھا لیکن اس کو ایک معمولی آدمی بچہ سقہ نے نہایت ذلت کیساتھ ملک سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ وہ تاج وتخت سے محروم ہو کر قندھار کی طرف گیا اور وہاں سے ایک بھاری فوج جمع کر کے گئی ہوئی سلطنت کے حصُول کی اُس نے دوبارہ کوشش کی۔ چنانچہ ایک نہایت خونریز جنگ وقوع میں آئی جس سے کابل کی سرزمین لالہ زار بن گئی اور سارے ملک میں ایسی تباہی آئی کہ الامان والحفیظ۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ کابل کی سرزمین دیکھ لے گی کہ بلے گنا ہوں

---

[1] غالباً [illegible] یا [illegible]ء کا ذکر ہے کہ میں قادیان میں چھوٹی مسجد میں حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھا تھا جبکہ ماسٹر محمدالدین صاحب اور بعض اور اصحاب حضرت ممدوح کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے عرض کی کہ ڈاکٹر عبدالغنی کے خلاف دربار کابل نے بغاوت کا الزام لگا کر اس کو قیدخانہ میں بھیجدیا ہے۔ حضرت مولانا صاحب ممدوح نے سنکر فرمایا دیکھو انی مھین من اراد اھانتک آخر پورا ہوا (مؤلف)

کا خون کیا رنگ لائے گا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً ایک لاکھ جانیں اس جنگ میں کام آئیں۔ اس طرح سے حضرت مسیح موعود کا وہ الہام کہ

"ریاست کابل میں قریب پچاسی ہزار آدمی مریں گے"

حرف بحرف پورا ہوا۔ امان اللہ خان کو شکست فاش ہوئی اور وہ ناکام و نامراد یورپ کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا اور اس کے تمام عزائم خاک میں مل گئے اور اسے پھر اپنے وطن مالوف کی طرف رجوع کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ ہمیشہ کے لئے گمنامی اور ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اور اس کے خاندان سے ہمیشہ کے لئے بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ ہے انجام ان جفاکاروں کا جنہوں نے بے گناہ لوگوں کو بیدردی سے سنگسار کیا۔

کہاں کا انصاف ؟

حبیب اللہ خان اور امان اللہ کا فرض تھا کہ وہ سنگساری کا حکم دینے سے پہلے مسائل متنازعہ فیہ کی تحقیق کرتے۔ فریقین کے دلائل و براہین کی جانچ پڑتال کرتے۔ اور دیکھتے کہ کہاں تک یہ لوگ قابل سزا ہیں محض علماء کے فتووں پر جو اپنی کج فہمی کی وجہ سے ہمیشہ بندگانِ خدا کے لئے باعث تکلیف ثابت ہوتے رہے ہیں۔ اور محض فروعی باتوں پر کفر کا فتوے لگا دینا جن کا دائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ عمل کر کے معصوم لوگوں کو بیدردی سے قتل کر دینا کہاں کا انصاف ہے

مرتد کی سزا

پھر یہ بھی تحقیق نہ کیا کہ آیا اسلام میں فی الواقعہ مرتد کی سزا قتل یا سنگساری ہے؟ کیا انہوں نے کبھی قرآن مجید نہیں پڑھا تھا۔ قرآن مجید تو صاف الفاظ میں فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین اگر تم ا……. ڈر سے کسی کو دائرہ اسلام کے اندر بھی نہیں رکھ سکتے۔ بادشاہت یا حکمرانی بڑا نازک مقام ہے۔ بادشاہوں اور حکمرانوں کو بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے خدا نے انہیں حکمران بنایا ہے تاکہ وہ انصاف کریں اور دیکھتے رہیں کہ ان کی مملکت میں ظلم یا بے انصافی تو نہیں ہو رہی نہ یہ کہ خود ہی ظلم و ستم پر کمر باندھ لیں۔ غرض ان دونوں حکمرانوں حبیب اللہ اور امان اللہ صاحب نے نہ صرف غیر دانشمندانہ بلکہ غیر شرعی طریق اختیار کیا۔ اور بالآخر وہ اس دنیا میں اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور عاقبت کی پرسش اس سے علاوہ ہے۔

بچہ سقہ کی حکومت اور نادر خاں

اب ہم پھر افغانستان کے واقعات کی طرف عود کرتے ہیں۔ بچہ سقہ ایک جاہل مطلق شخص تھا سیاست یا حکمرانی کی ابجد سے بھی واقف نہ تھا۔ اس لئے اس کی حکومت میں کسی خیر و برکت کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر میں سازشوں کا جال بچھ گیا۔ خانہ جنگی شروع ہو گئی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا۔ فہمیدہ طبقہ کی نگاہیں فاتح تل یعنے نادر خان پر پڑتی تھیں جو ان دنوں فرانس میں بیمار پڑے تھے۔

نادر خان کون تھا ؟

یاد رکھنا چاہیئے کہ نادر خان اور اس کے خاندان کو امیر عبدالرحمن نے ناراض ہو کر ملک بدر کر دیا تھا۔ مگر حبیب اللہ خان نے انہیں معافی دیکر واپس بلا لیا تھا۔ اس وقت نادر خان کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔ اور وہ ایک غیر معروف انسان تھا۔ اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ نادر خان بادشاہ بن کر افغانستان کے تخت و تاج کا مالک بنے گا سنہ ۱۹۰۳ء میں نادر خان فوج میں ایک معمولی عہدہ پر متعین کیا گیا۔ دو سال کے بعد وہ امیر کی ذاتی افواج کا بریگیڈیر بنایا گیا۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں اسے ترقی دے کر افواج کا سپہ سالار یا کمانڈر انچیف بنا دیا گیا۔

"فاتح تل"

اب جرنیل نادر خان کو ملک میں ایک بہت بڑی حیثیت حاصل تھی۔ افغانستان کی تیسری جنگ میں جرنیل نادر خاں نے انگریزی افواج کو تل کے مقام پر شکست فاش دیکر نہ صرف تاریخ افغانستان میں بلکہ تاریخ عالم میں ایک لازوال شہرت حاصل کر لی۔ اور اسے "فاتح تل" کا قابل فخر خطاب عطا کیا گیا۔ یہ فتح نہایت اہم نتائج پر منتج ہوئی کیونکہ اس فتح کے ساتھ افغانستان کو غیر ملکی غلامی کے پنجہ سے رہائی حاصل ہوئی، اور وہ ایک خود مختار سلطنت بن گئی۔ اور امان اللہ خاں جو اب تک امیر امان اللہ خاں کہلاتا تھا شاہ امان اللہ خاں بن گیا اور نادر خان آزاد افغانستان کا سب سے پہلا وزیر جنگ مقرر ہوا۔

بچہ سقہ کی حکومت میں نادر خاں کی نظریں

سنہ ۱۹۲۴ء میں نادر خاں خرابی صحت کی وجہ سے استعفا دیکر بغرض علاج یورپ چلے گئے۔ اور جن دنوں میں بچہ سقہ اور امان اللہ خاں میں رسہ کشی ہو رہی تھی جرنیل موصوف فرانس میں زیر علاج تھے۔ ملک کی خستہ حالت کے پیش نظر انہیں بار بار واپس بلایا گیا بنا بریں باوجود خرابی صحت وہ واپس لوٹے۔ لیکن رستہ میں زیادہ بیمار ہو جانے کی وجہ سے انہیں چند دنوں کے لئے پشاور رکنا پڑا۔

فتح کابل اور نادر شاہ کا خطاب

آخر ۹ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء کو وہ کابل پہنچے۔ بچہ سقہ کی حکومت نے ملک کی حالت کو ناگفتہ بہ بنا رکھا تھا جرنیل نادر خان نے اس کو شکست دیکر کابل پر قبضہ کر لیا۔ اگر امان اللہ خاں وہاں ہوتے تو یقیناً انہی کو دوبارہ بادشاہ بنایا جاتا مگر وہ وہاں سے جا چکے تھے اور غالباً افغانستان کے لوگ بھی ان کو پسند نہ کرتے تھے کیونکہ انہوں نے بار بار نادر خان سے عنان حکومت سنبھالنے کی درخواست کی۔ نادر خان انکار کرتے تھے۔ مگر لوگ اصرار کرتے تھے۔ آخر لوگوں کے بیحد اصرار پر نادر خان کو یہ بار اٹھانا پڑا۔ افغانستان کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا۔ اور وہ بالاتفاق افغانستان کے بادشاہ تسلیم کئے گئے اور ملک میں امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔

ان کا اصل نام تو نادر خاں ہی تھا اور اب جبکہ وہ بادشاہ بن گئے تھے وہ شاہ نادر خاں کہلا سکتے تھے جیسا کہ امان اللہ خاں شاہ امان اللہ کہلاتا تھا۔ مگر نادر خاں نے تخت نشینی کے وقت اعلان کیا کہ ان کا نام نادر شاہ ہوگا۔

"آہ! نادر شاہ کہاں گیا"

جس وقت یہ الہام ہوا اس وقت کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس الہام کا کیا مطلب ہے کس کے متعلق ہے اور کب پورا ہوگا۔ بلکہ ایک مخالف اخبار نے اعتراض بھی کیا تھا کہ نادر شاہ تو بادشاہ بن گیا اور میرزا کا الہام کہتا ہے "آہ! نادر شاہ کہاں گیا" لیکن اس کو کیا معلوم کہ یہ الہام بادشاہ کے انجام کی خبر دے رہا ہے۔ ایک غور کرنے والا دماغ فوراً سمجھ سکتا ہے کہ سالہا سال قبل ایک ایسے سانحہ کی خبر دے دینا جس کے وقوع کا کوئی وہم و گمان بھی نہیں سوائے ذات خداوندی کے اور کس کا کام ہو سکتا ہے۔

وہ خدائے علیم و قدیر جس کا علم ذرہ ذرہ پر حاوی اور محیط ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ایک شخص جو نادر خان ہے اور جو فرانس میں بیمار پڑا ہے حالات و واقعات کشاں کشاں اسے اپنے وطن میں لے آئیں گے۔ اور باوجود انکار کے اسے بادشاہ بنایا جائے گا۔ وہ شاہ نادر خاں نہیں بلکہ نادر شاہ کہلائے گا۔ یہ وہ واقعہ ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ لیکن خدائے علیم و خبیر کے علم میں تھا کہ اس نادر شاہ کا انجام دردناک ہوگا۔ اور اس وقت سب کی زبان پر یہ الفاظ ہوں گے۔

"آہ! نادر شاہ کہاں گیا؟"

چنانچہ یہ واقعہ ۸ نومبر سنہ ۱۹۳۳ء کو وقوع میں آیا۔ جب نادر شاہ فٹ بال میچ کے سلسلہ میں تقسیم انعامات سے فارغ ہو کر ایک طالب علم سے باتیں کر رہے تھے کہ اس طالب علم نے اس پر اچانک تین گولیاں چلا کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کا وزیر جنگ بھی پاس ہی تھا مگر وہ کچھ نہ کر سکا۔ تمام لوگ حیران و ششدر رہ گئے کہ آن واحد میں کیا ہو گیا۔ سارا ملک اور ساری قوم خون کے آنسو رو رہی تھی اور ہر زبان پر یہ الفاظ تھے جو خدا کے برگزیدہ انسان پر آج سے اٹھائیس سال پیشتر جاری ہوئے یعنے

"آہ! نادر شاہ کہاں گیا؟"

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

مولانا رازق الخیری سے ملاقات

۲۱ ربیع الاول - ۲۵ اکتوبر بروز جمعرات - مولانا حبیب احمد صاحب ۸۴ مسلیدرہ فیض آباد کو حمد قرآن اور ذکر نبی مولانا محمد علی ڈاک سے بھجوایا - حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے - اُن سے پیغام صلح ۲۸ سے صدر محترم محمد یعقوب خان صاحب کی کراچی کے قیام کی رپورٹ اور ۲۳ سے خطبہ جمعہ فرمودہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور مولانا مصری صاحب کا مضمون قرآن کریم کی عظمت اور عالمگیر کمیشن پڑھوا کر سنا - اس اثنا میں جناب ارشاد حسین صاحب رضوی مولانا رازق الخیری مالک رسالہ "عصمت" کراچی فرزند جناب مولانا راشد الخیری مرحوم کو لیکر بغرض ملاقات تشریف لائے - مولانا ہوائی جہاز سے بصرہ آئے اور بصرہ سے بذریعہ ریل کل سویرے بغداد وارد ہوئے کل ہی بغداد کے اہل اللہ کے مزارعات کی زیارات سے فارغ ہو گئے - دو شنبے کربلا جا رہے ہیں اور کل بذریعہ ہوائی جہاز اپنے فرزند کے پاس جو بیروت میں سفارت پاکستانیہ میں سیکرٹری کے عہدہ پر سرفراز ہیں جاویں گے کل رات جناب شعیب قریشی صاحب سفیر پاکستان برائے عراق نے اپنے مکان پر مولانا کو کھانے کی دعوت پر مدعو کیا تھا جس میں بغداد کے صحافیوں سے ملاقات کروائی - مولانا کوئی ایک گھنٹہ بیٹھے مختلف باتیں رہیں، مصور غم کے فرزند نے امت مسلمہ کا نوحۂ غم سنایا "قصور اپنا نکل آیا" پر گفتگو ختم ہوئی - اُٹھتے ہوئے مولانا کو بطور یادگار "نماز اور ترقی کی تین راہیں" اور درس قرآن دیا - درس قرآن دیکھ کر فرمایا کہ مرحوم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی کئی ایک تالیفات پڑھی ہیں - مولانا ہنس مکھ، خلیق، متواضع واقع ہوئے ہیں - ملکر طبیعت خوش ہوئی -

نظریہ پاکستان اور مولانا مودودی

حسب معمول صوفی محمد طیب صاحب گھر تشریف لائے - آج امروز محررہ ۵ اکتوبر سے مقالہ افتتاحیہ بعنوان "نظریہ پاکستان" پڑھ کر سنایا - اس میں مخلوط جداگانہ انتخاب پر بحث کرتے ہوئے مدیر محترم نے مذہبی زعما کے ذکر میں جناب مولانا مودودی صاحب اور اُن کی جماعت اسلامی کی صحیح تصویر پیش فرمائی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ مولانائے موصوف نے مذہب کے نام پر کیا کچھ کیا اور اب کیا کچھ کر رہے ہیں - مقالہ قابل دید ہے -

لفظ رسول قاصد کے معنوں میں

جناب حسین الاعظمی موتمر عالم اسلامی کے موسس سیکرٹری (جو عربی کے مستند عالم مانے جاتے ہیں اور جنہوں نے الازہر میں تعلیم حاصل کی ہے) نے کراچی کے مشہور اخبار امروز محررہ ۱۲ اکتوبر میں ایک بیان شائع کیا ہے جس میں "عربی میں لفظ رسول قاصد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے - میں خود اپنے پیامبر کو رسول کہتا ہوں" یہ اظہار خیال فرمایا ہے یہ بیان احمدیت کی صداقت پر ایک اور برہان ہے - امام زمان علیہ السلام نے آج سے ساٹھ ستر سال قبل اس لفظ کے معنی کی جو تفصیلاً وضاحت فرمائی تھی جسے اس وقت علمائے کرام نے قبول نہ کیا تھا بلکہ حضرت اقدس پر غیظ و غضب میں آکر کفر کے فتاویٰ صادر فرماتے تھے - الاعظمی صاحب کا بیان حضرت کی اسی وضاحت کی صدائے بازگشت ہے چنانچہ لکھا ہے :-

کراچی یکم اکتوبر - عربی کے عالم اور موتمر اسلامی کے موسس سیکرٹری پروفیسر حسین الاعظمی نے لفظ رسول کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا مطلب صرف پیامبر ہے - اور عرب اور عربی دانوں میں آج بھی عام طور سے یہ لفظ پیغام پہنچانے والے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے -

پروفیسر صاحب نے آج ایک بیان میں کہا ہے کہ میں خود بھی کسی عرب کے پاس کسی کو بھیجتا ہوں تو اسے لکھتا ہوں کہ میرا فلاں رسول آپ کے پاس فلاں کام کے لئے آ رہا ہے - بعض لوگوں کو رسول کے لفظ نے مغالطہ میں ڈال دیا ہے - اور شاید اس لئے کہ یہ رسول اللہ کا جزو ہے اور ان کا گمان ہے کہ اب اصطلاحاً اس لفظ کو رسول اللہ کے ساتھ ہی مخصوص سمجھنا چاہیئے حالانکہ رسول کے معنی عربی میں صرف پیامبر ہیں - اور یہ لفظ عرب ملک اور عربی دانوں میں آج بھی عام طور سے پیغام پہنچانے کے لئے مستعمل ہے - چنانچہ میں خود بھی کسی عرب کے پاس جب کسی کو بھیجتا ہوں تو اسے لکھتا ہوں کہ میرا فلاں رسول آپ کے پاس فلاں کام کے لئے آ رہا ہے - میرا اپنا خیال ہے کہ ہم وطن بھائیوں کو مشتعل ہو کر جذبات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ اسے عرب عربی طور ہی سے استعمال کریں گے - ہاں البتہ اگر ہمارے کسی لفظ کو وہ غلط طور پر استعمال کریں تو ہمیں اعتراض کا حق پہنچتا ہے - اور ہمیں کوشش کرنا چاہیئے کہ عربی لفظ کو ہم جہالت سے غلط معنی میں استعمال نہ کریں - مثلاً کراچی میں ایک مسلم کا نام (رزاق الرحمٰن) یعنی رحمٰن کو روزی دینے والا ہے - اسی طرح (رزق اللہ) کا نام عام ہے جو قطعاً غیر موزوں ہے - اس قسم کے ناموں کو اگر عرب سن کر مشتعل ہوں تو وہ یقیناً حق بجانب ہونگے -

(امروز ۲ اکتوبر ۱۹۵٦ء)

پیغام صلح :- حضرت مسیح موعود نے بھی یہی فرمایا تھا کہ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال نہ کرے - (سراج منیر - صـ ۳)

اہل ربوہ اور حضرت امیر مرحوم

عصر کے بعد الستاد السید ستار کرسارہ آئے ملنے ان کی تبلیغی کارروائی معلوم ہوئی - نیز پچھلے ماہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب سے جو ان کی ملاقات ہوئی تھی اور دوران ملاقات میں جو گفتگو رہی اس کا تذکرہ بھی سنایا حضرت مرحوم کی شخصیت پر بھی اُن سے تبادلۂ خیالات ہوا - ایک ربوی دوست اس عظیم شخصیت پر جو کہہ سکتا ہے وہی شاہ صاحب نے بھی کیا -

نہرو رسول السلام پر مدینہ کا مقالہ

مدینہ بجنور - ۵ اکتوبر ۵٦ء کا پرچہ سامنے ہے - مقالہ افتتاحیہ "مرحبا نہرو - رسول السلام" نے ورطۂ حیرت میں ڈالا ہوا ہے - مدینہ کے مدیر محترم نے جس انداز سے اپنے مافی الضمیر کو دبانے اور دل میں جو بات نہ ہو اس کے اظہار کرنے کی کوشش فرمائی ہے وہ موصوف کے شایان شان نہیں - حق بات کہنے میں باک نہ ہونا چاہیئے تسلطۃ العربیہ السعودیہ الی ہندوستان - ملک سعود اور نہرو کی جگہ کوئی اور ملک اور حکمران ہوتے اور رسول السلام کا لفظ آجاتا تو پھر یہی مقالہ انقلابی شان سے شائع ہوتا اس موقعہ پر اقبال مرحوم کی ایک نظم کا ایک مصرع یاد آگیا جو انہوں نے فخریہ تاتاریوں کے مسلمان ہونے کے موقعہ کی یاد دلاتے ہوئے فرمایا تھا کہ

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

لیکن آج بالکل اس کے اُلٹ دنیا دیکھ رہی ہے کہ "پاسباں مل گئے کعبہ سے صنم خانوں کو" - اقبال مرحوم کی رُوح بھی مدینہ کے اس ایڈیٹوریل پر خندہ زن ہو کر مصروف رقص ہو گی -

مودودی تحریک کا طریق عمل

امروز کراچی - محررہ ۱۷ اکتوبر کے آخری صفحہ پر مولانا مودودی صاحب کی حقیقی شکل و صورت کی ایک جھلک بعنوان "مولانا مودودی کے صاحبین مساجد میں تشدد کی تلقین کر رہے ہیں" بیان از جناب حکیم یعقوب اجملی صاحب شائع ہوا ہے - اکراہ فی الدین کا زبردست مظاہرہ مساجد میں ہو رہا ہے کفر کی توپوں کے دہانے عوامی لیگ کی طرف پھیر دیئے گئے ہیں - پاکستان کو غیر اسلامی کہنے والے آج بظاہر پاکستان کی حمایت میں اسلام کا نام لیکر غریب عوام کو فریب دے رہے ہیں - العجب جیسا

کہ امروز کراچی کے حسب ذیل بیان سے ظاہر ہے :-

کراچی - ۱۴ اکتوبر - کراچی عوامی لیگ کے نائب صدر حکیم یعقوب اجملی نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مولانا مودودی جو کل تک نظریہ پاکستان کو غیر اسلامی قرار دے رہے تھے آج بڑے زور و شور سے بظاہر نظریہ پاکستان کی حمایت کا علم اٹھائے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت قائد اعظم کے دیئے ہوئے پاکستانی قومیت کے تصور کو پارہ پارہ کرکے پاکستان کی سالمیت کی جڑوں پر کلہاڑا بجا رہے ہیں۔

مولانا مودودی نے طریق انتخاب جداگانہ اور مخلوط کو اسلام اور کفر کی لڑائی قرار دے کر جس انداز میں خانہ جنگی اور فساد کی دھمکی دی ہے اور ان کے متبعین جس طرح مساجد میں تشدد اور منافرت کی تلقین کر رہے ہیں اور بھولے بھالے عوام کو اسلام کے نام پر فریب دے رہے ہیں اس پر بے تحاشہ علامہ اقبال کا یہ مصرعہ صادق آتا ہے ؎

دین ملا فی سبیل اللہ فساد

تحریک ختم نبوت میں یہی بزرگ تھے جنہوں نے بھولے بھالے عوام کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر انہیں حکومت سے ٹکرایا اور جب گولیاں چلنے لگیں اور لوگ شہید ہونے اور جیل جانے لگے تو مولانا نامع مشفق بن کر حکومت سے جا ملے اور تحریک ختم نبوت کی مذمت کرنے لگے اس تلخ تجربہ کو آج بھی ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیئے جداگانہ اور مخلوط طریق انتخاب کی حمایت اور مخالفت میں دلائل دینے کا ہر فریق کو حق حاصل ہے - لیکن دلائل کے بجائے کسی فریق کا اپنے حریف کے خلاف افتراء اور جھوٹ کے ذریعہ منافرت پھیلانا یا گالیاں دینا اور لوگوں کو اس کے خلاف تشدد کے لئے بھڑکانا یقیناً نہ قانوناً جائز ہے نہ اخلاقاً روا بلکہ ان حرکتوں سے اس کے دعوے کا کھوکھلا پن واضح ہو جاتا ہے - کسی بھی معاشرہ میں اس مذموم طریق کار کو برداشت کر لینے کے لئے غنڈہ گردی، افتراء پردازی، جھوٹ اور جھوٹ سے کام لینا پڑے گا جو اس معاشرہ کی سب سے بڑی بدنصیبی ہو گی - ان حالات میں ہم ایک طرف عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مذموم طریق کار کی سختی سے مذمت کریں اور دوسری طرف حکومت کو بھی اس کا فرض یاد دلا دیں گے کہ وہ بلا جھجک اس کے انسداد کے لئے موثر اقدام کرکے اخلاقی قدروں کی حفاظت کرے -

(امروز ۱۷ اکتوبر ۵۶ء)

مسٹر منشی کو پرافٹ آف اسلام کا نسخہ

پیغام صلح نمبر ۲۹ میں صدق جدید سے ایک نوٹ بعنوان "بھارت کی مسلم آزادی" نظر سے گذرا - اس میں مشہور دل آزار کتاب "ہمارا پیشوا" پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بدنام کنندہ کتاب جس مطبع میں شائع ہوئی اس کے اڈیٹر جنرل جناب شری کے ایم منشی گورنر یوپی ہیں - خیال گذرا کہ مسلمانان ہند نے اس ناپاک کتاب پر بڑے احتجاجات کئے اور حکومت ہند نے ضبط بھی کر لیا لیکن دلوں میں جو نقش لگ چکا ہے وہ اس علاج سے دور نہیں ہو سکتا کم از کم منشی جی کی خدمت میں تو حضور اکرم کی حقیقی تصویر پیش کی جائے لہذا ایک نسخہ پرافٹ آف اسلام کا منشی صاحب موصوف کی خدمت میں بذریعہ ڈاک ہدیۃً بھیج رہا ہوں -

حضرت امیر کا خطبہ خاتم النبیین نمبر میں

یکم ربیع الثانی - ۵ نومبر :-

صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے - ادھر ادھر کی باتوں کے علاوہ از ستے خاتم النبیین نمبر پیغام صلح سے خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ پڑھوا کر سنا - بنی نوع انسان کے محسن اعظم صلعم اور اس کے وفادار غلام احمد علیہ السلام کا ذکر پاک جس انداز سے بیان فرمایا ہے اس سے روح وجد کر اٹھی قلب مریض میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی - اللہ تعالی امیر محترم کو عمر طویل عطا فرمائے اور ان کے علم و معرفت سے وابستگان سلسلہ کو مزید مستفید ہونے کا موقع دے مولانا کا قل و دل کلام اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے -

پیغام صلح کے مضامین

۸ نومبر بروز جمعرات :-

جناب صوفی محمد طیب صاحب حسب معمول گھر تشریف لائے - آج آپ نے پیغام صلح ۳۹ سے "پیغامیوں والے غیر متند احمدی" - خطبہ جمعہ - اور سان فرانسسکو مشن کے متعلق الفضل کی افترا پردازی پڑھ کر سنائے - حضرات اہل ربوہ اور الفضل کی پست ذہنیت پر افسوس ہوا - خطبہ جمعہ سے روحانی سرور حاصل ہوا - دنیا کی نجات کا نسخہ پیش کیا گیا ہے صوفی صاحب موصوف کو چند رسالوں پر مشتمل ایک مجلد پڑھنے کے لئے دیا اُن سے مدینہ کے پرچے لئے -

دلآزار حملوں کا علاج

اخبار مدینہ بجنور تحریر ۱۷ اکتوبر میں مولانا محمد احمد کاظمی صاحب کا مضمون "تحفظ ناموس رسول" کیا طریق کار ہے" پڑھکر بے حد خوشی ہوئی رسول پاک صلعم کے خلاف آئے دن دل آزار کتابوں کے شائع ہونے اور برادران وطن کے دلوں سے تعصب اور بغض و عناد دور کرنے کا صحیح طریق نہ صرف زبانی تجویز کیا بلکہ اس کے لئے الہ آباد میں ایک جماعت قائم کر دی گئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے رسالے مختلف زبانوں میں آنحضرت صلعم کے حقیقی حالات پر مشتمل شائع کرکے تقسیم کئے جائیں - مولانا محمد احمد صاحب اس نیک کام کے لئے قابل صد تحسین و مبارکباد ہیں - ضرورت ہے کہ سارے ہندوستان میں اس قسم کی جماعتیں قائم ہوں اور وہ اس مقدس کام کے کرنے کی ذمہ داری لیں، جماعت احمدیہ لاہور کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُن کے اس کام کی صدائے بازگشت جو نصف صدی پہلے انہوں نے شروع کیا تھا - آج بعد از خرابی بسیار دیار ہند میں سنی جا رہی ہے -

اسلامک ریویو بروقت شائع ہونا چاہیئے

عزیزم سبحانی صاحب کا بصرہ سے ۷ اکتوبر کا خط ملا ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "خواجہ صاحب (خواجہ نذیر احمد صاحب) کا خط ملا ہے ہیں انشاء اللہ اس کار خیر میں حصہ لینے کا شرف حاصل کروں گا ایک دو روز میں خواجہ صاحب کو خط لکھنے والا ہوں کاپی آپ کو ارسال کر دوں گا انشاء اللہ" پھر ایک جگہ میرے ایک استفسار پر لکھا ہے کہ "ہمیں بھی جولائی کے بعد کے اسلامک ریویو کے پرچے ملے نہیں جیسے ان مہینوں کی مزید کاپیاں منگائی ہیں خواجہ صاحب نے دو کنگ لکھ دیا ہے آنے پر ارسال کر دوں گا" - اسلامک ریویو کی اشاعت میں تاخیر ہونا کسی طرح درست نہیں عمائدین انجمن اپنی فوری توجہ اس طرف مبذول فرماویں دنیا ئے اسلام میں صرف یہی ایک انگریزی اسلامی رسالہ ہے جو اسلام اور ختمیت مآب صلعم کی حقیقی تصویر اپنوں اور اغیار کے سامنے پیش کر رہا ہے - اس کا زندہ رہنا اور صحیح و تندرست رہنا نہایت ضروری ہے -

مجاہد برما کا خط

۹ نومبر بروز جمعہ - مجاہد برما کا خط جو کل رات ملا .... بوجہ بینائی میں کمی ہو نیکے رات برابر پڑھ نہیں سکا تھا دن کو ایک بار اس میں مندرجہ ذیل عبارت اخوان سلسلہ کے لئے لائق درس عمل ہے نیز یہ دلچسپ واقعہ سلسلہ کے لئے باعث صد فخر ہے کہ اس کے وابستگان کی تحریرات میں بفضل خدا مقناطیسی اثر ہے جو سعید روحوں کو اسلام کی طرف کھینچنے کا باعث ہوتا ہے - مجاہد برما نے آئندہ اپنے تبلیغی کام کا پروگرام بتایا ہے - جس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ "میرا چوتھا کام یہ ہوگا کہ چونکہ رنگون میں بہت سے تعلیم یافتہ عیسائی ہیں انہیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی انگریزی کتب مطالعہ کے لئے دوں گا - یہاں ایک چھوٹا سا قصہ لکھتا ہوں اس ملک میں ایک شخص موسومہ عبداللہ سٹیفنس انگریز ہے عمر ساٹھ سال - کوئی پچیس برس ہوئے اُس نے حضرت خواجہ صاحب کی کتاب Sources of Christianity پڑھ کر معہ اپنی اہلیہ کے اسلام قبول کر لیا - تین سال پہلے میری خط و کتابت کے بعد سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گیا - خواجہ صاحب کی کتب بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں - ان کی اردو کتابوں کا علم

تاریخ اِسلام کے چند اوراق

ایک برگزیدہ انسان

خلیفہ ہارون رشید نے اپنے وزیر فضل برمکی سے کہا کوئی مردکامل ہو تو اس کا خیال رکھو۔ وزیر خلیفہ کو پہلے ایک بزرگ عبدالرزاق اصفہانی، پھر سفیان بن عینیہ کے پاس لے گیا لیکن دونوں جگہ خلیفہ کو تسلی نہ ہوئی۔ کیونکہ دونوں بزرگوں سے رخصت ہوتے وقت جب خلیفہ ہارون رشید نے دریافت کیا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتاؤ، دونوں نے اپنے قرضہ کا اظہار کیا، امیرالمومنین کے حکم سے قرضہ تو ادا کر دیا گیا مگر اُن کے تقدس کا امیرالمومنین پر اثر نہ ہو سکا۔ آخر وزیر فضل برمکی خلیفہ کو حضرت فضیل کے دروازے پر لے گیا دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ وزیر نے کہا امیرالمومنین آئے ہیں — آواز آئی یہاں امیر کا کیا کام۔ اُن سے کہئے تشریف لے جائیں، اور میرے مشاغل میں مخل نہ ہوں۔ دونوں زبردستی اندر گھس گئے — خلیفہ نے کہا کوئی نصیحت فرمائیے۔ فرمایا جب حضرت عمرؓ تخت خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے اپنے آپ کو بہت سی ذمہ داریوں میں گھرا ہوا پایا — یہ سُنکر خلیفہ بہت متاثر ہوا اور درخواست کی کہ کچھ اور ارشاد کیجئے — فرمایا اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو اس کے حضور میں جواب دہی کے لئے تیار رہو۔ قیامت کے دن تجھ سے ایک ایک کا حساب لیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی بڑھیا کسی رات بھوکی سوئی ہو گی تو قیامت کے روز وہ بھی تیری دامنگیر ہوگی، یہ سُنکر خلیفہ ہارون رشید کانپ اُٹھا۔ اس کے آنسو نکل آئے۔ یہ دیکھ فضل برمکی نے کہا — فضیل اب یہ سلسلہ ختم کیجئے۔ آپ نے تو امیرالمومنین کو مار ڈالا ہے — فرمایا۔ میں نے نہیں بلکہ تم نے اور تم جیسے لوگوں نے اس کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیا ہے۔

خلیفہ نے پُوچھا۔ آپ کے سر پر قرض ہو تو فرمائیے ادا کر دوں۔ یہ سنکر حضرت فضیل نے جواب دیا۔ خدا کا قرض ہے۔ امیرالمومنین بندے کسی بندے کا قرض پوچھتا ہوں، فرمایا الحمدللہ اس طرف سے خدا کا شکر ہے۔

خلیفہ نے ایک ہزار کی تھیلی پیش کر کے کہا کہ میری والدہ کی میراث ہے اور خالص طیب ہے اسے قبول کیجئے

فضیل بولے، افسوس میری تمام نصیحتوں نے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور میرے سامنے ہی یہ ظلم روا رکھا اس کو دو جسے اس کی ضرورت ہے۔ اور تم اسے دے رہے ہو جسے ضرورت نہیں۔ یہ کہکر آپ نے دروازہ بند کر لیا۔

یہ بزرگ

حضرت فضیل کی اپنی داستان بہت عجیب ہے ابتدا میں آپ ڈاکوؤں اور رہزنوں کے سردار تھے۔ ایک روز اُن کے قریب سے ایک قافلہ گذرا جس کے ساتھ ایک قاری تھے، جب یہ قافلہ دن کو روانہ ہوتا تو قاری بدرقہ کے اونٹ پر بیٹھ کر نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ جس وقت قافلہ فضیل کے پاس سے گذر رہا تھا۔ اس وقت قاری آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ (کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل ذکر الٰہی کیلئے گڑگڑائیں اور عاجزی کریں) — یہ سنتے ہی آپ کے قلب پر ایک چوٹ لگی۔ اور بیقراری کے عالم میں اپنے خیمہ سے باہر نکل آئے اور ایک ایک کا حساب چکتا دیا۔

دو خطوط

سفیان ثوری اور ہارون الرشید بچپن کے دوست تھے۔ جب ہارون الرشید خلیفہ ہوئے تو سفیان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، لیکن سفیان نے پروا نہ کی آخر ہارون الرشید نے اُن کے نام یہ خط لکھا:۔

از ہارون الرشید بنام برادرم سفیان!

برادرم! تم کو معلوم ہے کہ خدا نے تمام مسلمانوں میں رشتۂ اخوت قائم کیا ہے۔ اور میرے اور تمہارے برتعلقات تھے بدستور قائم ہیں۔ میرے تمام احباب مجھے خلافت کی مبارکباد دینے میرے پاس آئے اور میں نے ان کو گرانبہا صلے دیئے۔ افسوس کہ تم اب تک آئے میں خود حاضر ہوتا لیکن یہ امر شان خلافت کے خلاف تھا۔

سفیان ثوری نے اس کا جواب دیا۔

از بندہ ضعیف سفیان بنام ہارون فریفتۂ دولت!

تم نے اپنے خط میں خود تسلیم کر لیا ہے کہ تم نے بے موقع اور بے جا گرانبہا صلے دے کر بیت المال کے روپے کو خرچ کیا۔ اس پر بھی تمہیں تسلی نہ ہوئی اور چاہتے ہو کہ میں قیامت میں تمہارے اسراف کی شہادت دوں ہارون! تجھ کو کل خدا کے سامنے جواب دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ تو تخت پر اجلاس کرتا ہے، حریر کا لباس پہنتا ہے۔ تیرے دروازہ پر چوکی پہرہ رہتا ہے تیرے عمال خود تو شراب پیتے ہیں، اور دوسروں کو شراب پینے کی سزا دیتے ہیں۔ خود زنا کرتے ہیں، اور زانیوں پر حد جاری کرتے ہیں، خود چوری کرتے ہیں، اور چوروں کے ہاتھ کاٹتے ہیں۔ ان جرائم پر پہلے تجھ کو اور تیرے عاملوں کو سزا ملنی چاہیئے۔ پھر اوروں کو۔ ہارون! وہ دن بھی آنے گا کہ تو قیامت میں اس حال میں جائے گا کہ تیری مشکیں بندھی ہوں گی۔ تیرے ظالم عمال تیرے پیچھے ہوں گے اور تو سب کا پیشوا بن کر سب کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ میں نے تیری دوستی اور خیرخواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب پھر کبھی خط نہ لکھنا —، یہ خط پڑھا اور خلیفہ ہارون الرشید چیخ اُٹھا اور دیر تک روتا رہا۔

محتسب

خلیفہ معتضد باللہ کے زمانے میں ابوالحسن نوری ایک بہت بڑے عالم تھے۔ ایک دفعہ آپ دریا میں سفر کر رہے تھے دیکھا کہ کشتی میں بہت سے مٹکے رکھے ہیں۔ ملاح سے پوچھا۔ ان میں کیا ہے۔ اس نے بتایا شراب ہے اور خلیفہ معتضد باللہ نے منگوائی ہے ابوالحسن نے ایک لکڑی لیکر ہر مٹکے کو توڑنا شروع کر دیا۔ تمام مسافر ششدر رہ گئے کہ دیکھئے کیا غضب ہوتا ہے۔ معتضد کو خبر ہوئی تو اس نے ابوالحسن کو پکڑ بلوایا۔ یہ گئے تو معتضد ہاتھ میں گرز لئے بیٹھا تھا۔ ان کو دیکھکر پُوچھا۔ تو کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ محتسب۔ خلیفہ نے کہا۔ تجھ کو محتسب کس نے مقرر کیا؟ انھوں نے فرمایا جس نے تجھ کو خلیفہ مقرر کیا۔

خلیفہ نے انہیں رہا کر دیا۔

خودداری

ابراھیم حربی امام احمد بن حنبل کے شاگرد تھے ان کا مکان شاہی محل کے قریب تھا مگر ساری عمر دربار سے دُور رہے تیس برس تک انہوں نے رات دن میں صرف ایک روٹی کھا کر گذارہ کیا — ایک دفعہ آپ سخت بیمار ہوئے۔ ان کی بیوی اور بیٹی دن رات خدمت میں رہتیں۔ لیکن عسرت کا یہ عالم کہ گھر میں کھانے پینے کو کچھ نہ تھا۔ خلیفہ معتضد کے ہاں سے ایک ہزار اشرفی کا توڑا آیا۔ بیٹی نے اصرار کیا کہ رکھ لینا چاہیئے۔ لیکن انہوں نے انکار کیا۔ باپ بیٹی میں یہی بحث ہو رہی تھی کہ ایک اور بزرگ علامہ ابوالقاسم بھی آ گئے۔ ابراھیم بولے، اچھا ہوا آپ آ گئے۔ فیصلہ کیجئے — بیٹی نے کہا کہ چچا جان دیکھئے ابا بیمار رہیں ہیں والدہ اور میں دونوں ان کی خدمت میں مصروف ہیں۔ دوا تو کہاں کھانے کو کچھ نہیں کبھی خشک ٹکڑے مل جاتے ہیں تو نمک نہیں جس کے ساتھ ہم ان کو کھا لیں۔ فلاں پڑوسی کے ہاں سے سامان آیا انہوں نے واپس کر دیا۔ اب خلیفہ نے تھیلی بھیجی ہے وہ بھی واپس کر رہے ہیں۔

ابراھیم ہنسے اور بولے بیٹی! تم بیان کر چکی ہو۔ سنو ابوالقاسم زکوٰۃ و خیرات کس کے لئے جائز ہے؟ فقیروں اور بے نواؤں کے لئے۔ کیا ہم فقیر ہیں؟ ہمارے گھر دیکھو میرے صندوق میں بارہ سو مقالات میرے لکھے ہوئے مختلف علوم و فنون پر رکھے ہیں۔ اگر آج ان کو نیلام کیا جائے تو کم از کم ان کی قیمت بارہ ہزار درہم ملے گی۔ پھر ہم کیونکر اس زکوٰۃ و خیرات کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں۔ اُن سے کہدو [illegible]

رفتارِ عالم

—— ڈھاکہ ۹ر دسمبر۔ وزیر اعظم مسٹر حسین شہید سہروردی نے اعلان کیا ہے کہ وہ قومی اسمبلی میں اپنی خارجہ پالیسی پیش کریں گے اور اگر قومی اسمبلی نے اس پالیسی کی توثیق نہ کی تو وہ بخوشی اپنے عہدہ سے دستبردار ہو جائیں گے۔ وزیر اعظم نے یقین دلایا کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی بالکل آزاد ہے، یہ پالیسی نیک نیتی اور بین الاقوامی انصاف کے اصولوں پر مبنی ہے اور پاکستان کسی بڑی یا چھوٹی طاقت کا حاشیہ نشین نہیں ہے۔ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ پاکستان ہر قسم کے نو آبادیاتی اور سامراجی نظام کا سخت مخالف ہے۔ وزیر اعظم نے مشرق وسطیٰ میں اشتراکیت کے اثر و نفوذ پر بھی گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ مسٹر سہروردی نے بتایا کہ دفاعی معاہدات سے وابستگی کا مقصد پاکستان کی سالمیت کا تحفظ اور اس کے بین الاقوامی وقار میں اضافہ کرنا ہے۔ آپ نے یاد دلایا کہ بھارت دوبارہ پاکستانی سرحدوں پر اپنی فوجیں جمع کر چکا ہے۔

—— کولمبو۔ ۹ر دسمبر۔ وزیر اعظم لنکا مسٹر بندرانائیکے نے توقع ظاہر کی ہے کہ صدر پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا عنقریب لنکا کا دورہ کریں گے۔ آپ نے کہا کہ دہلی میں کولمبو طاقتوں کے اجلاس کے بعد جو مشترکہ بیان جاری کیا گیا تھا، پاکستان کو اس سے بڑی حد تک اتفاق ہے۔

—— پورٹ سعید ۹ر دسمبر۔ پورٹ سعید سے آج بڑے وسیع پیمانہ پر برطانوی فوجوں کا انخلا شروع ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے اخبارات نے قیاس آرائی کی تھی کہ برطانیہ اور فرانس کی فوجیں ۱۵ر دسمبر تک پورٹ سعید خالی کر دیں گی لیکن اب یہ توقع کی جا رہی ہے کہ یہ فوجیں ۱۵ر دسمبر سے بہت پہلے مصر سے چلی جائیں گی اور ان کی جگہ اقوام متحدہ کے دستے سنبھال لیں گے۔ آج پورٹ سعید کے برطانوی مقبوضہ علاقے میں سخت حفاظتی انتظامات شروع کر دیئے گئے۔ کسی مصری کو اس علاقہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔ اور ہر سڑک پر برطانوی توپیں نصب کی گئیں۔ اقوام متحدہ کے کمانڈر میجر جنرل برنز آج ابوسویر پہنچ گئے ہیں تاکہ وہ برطانیہ اور فرانس اور اسرائیل کی فوجوں کے انخلا کے پیش نظر اس علاقے میں اقوام متحدہ کے مزید دستے تعینات کرنے کا انتظام کریں۔

—— تہران ۹ر دسمبر۔ اسلامی ملکوں کے باہمی تنازعات سلجھانے کی غرض سے ایرانی وزیر خارجہ ڈاکٹر ارسلان نے ایران کے زیر اہتمام مشرق وسطیٰ کے سربراہوں کی ایک کانفرنس بلانے کی تجویز پیش کی ہے۔ مسٹر ارسلان نے بتایا کہ مشرق وسطیٰ کے ملکوں میں متعین ایرانی سفیروں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ان ملکوں کی حکومتوں کو کانفرنس بلانے کی تجاویز سے آگاہ کریں۔ ڈاکٹر ارسلان نے کہا کہ ایران اسلامی ملکوں کی باہمی کشیدگی پر لاتعلقی کا اظہار نہیں کر سکتا۔ ایران کو اس صورت حالات پر بہت رنج اور گہرا افسوس ہے لہٰذا کسی مناسب مقام پر مشرق وسطیٰ کے مقتدر نمائندوں کی کانفرنس جلد ہونی چاہیئے۔ ڈاکٹر ارسلان نے یہ نہیں بتایا کہ کانفرنس کے لئے کونسا مقام مناسب رہے گا۔

—— بوڈاپسٹ ۹ر دسمبر۔ بوڈاپسٹ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ سارے ہنگری میں مارشل لا لگا دیا گیا ہے۔

—— بوڈاپسٹ۔ ۹ر دسمبر۔ ہنگری کے مزدور لیڈروں نے تمام ملک میں ۴۸ گھنٹوں کی مکمل ہڑتال کا فیصلہ کیا ہے یہ فیصلہ عوام اور مزدوروں سے کادر حکومت کے ظالمانہ سلوک کے خلاف احتجاج کے لئے کیا گیا ہے۔ ہڑتال آج آدھی رات سے شروع ہو رہی ہے۔ ہنگری لیڈروں نے تمام دنیا کے مزدوروں سے اپیل کی ہے کہ وہ ہنگری کے مظلوم عوام کی حمایت میں ہڑتال کریں۔ آج صبح کوئی وجہ بتائے بغیر بیرونی دنیا اور ہنگری کے درمیان ٹیلیفون اور مواصلات کے تمام ذرائع منقطع کر دیئے گئے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کل چودہ ملکوں کی ایک قرارداد پر بحث کرے گی جس میں ہنگری میں طاقت کے استعمال پر روس کی مذمت کی گئی ہے۔

—— سیالکوٹ۔ ۹ر دسمبر۔ آج سہ پہر۔ سیالکوٹ کے علاقہ شہر کے زنیاں میں ایک مکان پر براتی کھانا کھا رہے تھے کہ یہ مکان گر پڑا۔ اس سانحہ میں چار اشخاص ہلاک اور ۲۹ مجروح ہوئے۔ چار زخمیوں کی حالت تشویشناک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مکان کی دوسری منزل پر عورتیں اور بچے کھانا تناول کر رہے تھے یہ منزل اچانک پہلی منزل پر گر پڑی اور انتیس اشخاص ملبہ میں دب گئے۔ ان لوگوں کو ملبہ سے نکالا گیا تو دو بوڑھی عورتیں اور ایک چھوٹی لڑکی دم توڑ چکی تھی۔ میونسپل فائر بریگیڈ پولیس اے آر پی رضاکاروں، ہوم گارڈوں اور مقامی لوگوں کی مدد سے تین گھنٹے کی زبردست جدوجہد کے بعد مصیبت زدگان کو ملبہ سے نکالا جا سکا۔ گیارہ مجروحین کو جن میں دولہا اور دلہن بھی شامل تھے موقعہ پر ہی ابتدائی طبی امداد مہیا کر دی گئی۔ باقی سولہ زخمیوں کو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ جہاں ایک بارہ سالہ لڑکی انتقال کر گئی چار زخمیوں کی حالت ابھی تک تشویشناک ہے۔ آج ڈپٹی کمشنر اور ایس پی نے ہسپتال میں زخمیوں کی عیادت کی۔

—— جوہانسبرگ۔ ۹ر دسمبر۔ حکومت جنوبی افریقہ نے ملک میں سیاہ فام باشندوں کے لئے ایک علیحدہ یونیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

پیغام صلح مورخہ ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۶ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۴ شمارہ نمبر ۴۸

صرف ٹائیٹل ایورگرین پریس ہمبرلین روڈ لاہور میں۔ باقی اخبار تعلیمی پریس سرکلر روڈ لاہور۔ باہتمام مولوی دوست محمد صاحب پرنٹر پبلشر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا۔
ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۴۵ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۵ جمادی الاوّل ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۵۶ء | نمبر ۴۹

حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہو

حضرت امیر ایدہ اللہ

احباب کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ ایک مامور من اللہ کی جماعت ہونے کا فخر رکھتے ہیں اس مامور من اللہ نے اشاعت اسلام کا اہم اور مقدس کام آپ کے سپرد کر رکھا ہے اس کام کیلئے انہوں نے آپکو اپنے اموال کی وصیت کرنیکا حکم دے رکھا ہے اور اس مامور من اللہ نے آپکو اس کام کو تقویت پہنچانیکے لئے یہ حکم بھی دے رکھا ہے کہ ہر سال تین دن کے لئے سفر کی صعوبت برداشت کر کے بھی اس جلسہ میں حاضر ہونا چاہیئے۔ اس امام نے اس اجتماع کی برکات کا ذکر بھی فرمایا ہے اور ان تمام امور کو پیغام صلح نے اپنے متعدد پرچوں میں بیان کر دیا ہے۔ ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے میں پُرزور الفاظ میں آپکو تاکید کرتا ہوں کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس بابرکت جلسہ میں شرکت کریں اور ان برکات سے حصہ لیں جو ایسے اجتماع پر نازل کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے دیا گیا ہے۔

خاکسار۔ صدرالدین۔ ۱۵ دسمبر ۵۶ء

خواتین کا جلسہ سالانہ

خواتین سلسلہ کا سالانہ جلسہ ۲۷ دسمبر ۵۶ء کو منعقد ہوگا اس موقعہ پر ذیل کی خواتین لیکچر دیں گی۔

(۱) مرحوم مغفور ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی بیگم صاحبہ کا مضمون پڑھکر سنایا جائیگا۔

(۲) چیف انجنیئر شیخ رحمت الٰہی کی بیگم صاحبہ لیکچر دیں گی۔

(۳) ملک کرم الٰہی صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار کی بیگم صاحبہ قوم کو مخاطب کرینگی

(۴) ہیڈ مسٹرس مس امۃ اللہ صاحبہ بی اے بی ٹی کا لیکچر ہوگا۔

(۵) پروفیسر مس نگہت صاحبہ ایم اے ایک مضمون پڑھیں گی۔

(۶) مس حمیدہ خانم صاحبہ ایم اے ایک مضمون پڑھیں گی۔

(۷) مس صدیقہ خانم صاحبہ بی اے بی ٹی۔ ایک مضمون پڑھیں گی۔

علاوہ ازیں جماعت کی ڈاکٹر اور پروفیسر خواتین ہیں جن کے متعلق توقع کی جاتی ہے کہ وہ بھی جلسہ کو مخاطب کریں گی۔

اس سلسلہ میں خواتین کے لئے یہ خبر خوش کن ہے کہ بیگم صاحبہ خواجہ کمال الدین باوجود پیرانہ سالی اور کمال ضعف کے اس جلسہ میں شرکت کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں تاکہ خواتین کی حوصلہ افزائی ہو۔

سلسلہ عالیہ کی تمام چھوٹی بڑی خواتین سے التماس کی جاتی ہے کہ وہ اس جلسہ میں شرکت کر کے اس کی رونق کو بڑھائیں اور اعلائے کلمۃ اللہ کے مقدس کام میں حصہ لیکر ثواب حاصل کریں۔

جلسہ سالانہ کی دو اغراض

باہمی اخوت و مودت کی مضبوطی اور یورپ میں تبلیغی مشن کی تجاویز

مولانا مرتضےٰ خان حسن صاحب

حضرت مسیح موعودؑ نے جب سب سے پہلے سالانہ جلسہ کی بنیاد ڈالی اور احباب کو اس میں شرکت کی دعوت دی تو اس وقت آپ نے اس جلسہ کی دو بڑی اغراض بیان فرمائیں۔ ایک یہ کہ آپس میں محبت اور مودت کے تعلقات مضبوط ہوں اور دوسری یہ کہ یورپ اور امریکہ کی دینی خدمت کے لئے تجاویز سوچی جائیں بالفاظ دیگر آپ کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ ایک ایسی قوم تیار ہو جس کی بنیادیں اخوت پر استوار کی جائیں کیونکہ اسلام کا اوّلین مقصد قوم میں اخوت اور یگانگت کی روح پیدا کرنا ہے۔ جب تک قوم کے اندر یہ روح پیدا نہ ہو قوم کا قدم ترقی کی طرف نہیں اٹھ سکتا۔ مسلمانوں کے انحطاط اور زوال کی تاریخ اس دن سے شروع ہوتی ہے جب ان میں سے اخوت کی روح نکل گئی اور اتحاد و اتفاق کی جگہ افتراق اور انشقاق نے لے لی۔ قومی اتحاد اور قومی اتفاق ایک عطیہ الٰہیہ تھا جس کی بے قدری کرنے سے مسلمان قوم نے آخر بُرے دن دیکھے۔ حضرت مسیح موعودؑ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئے تھے وہ اس راز کو خوب سمجھتے تھے کہ قوم کی وحدت میں ہی قوم کی ترقی کا راز مضمر ہے اس لئے سب سے پہلے آپ نے قومی وحدت اور اخوت پر زور دیا اور اس کو انعقاد جلسہ کی ایک بڑی غرض قرار دیا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ کے انفاس قدسیہ سے جو قوم تیار ہوئی اس میں صحابہ کرام رضہ کی سی اخوت اور یگانگت کا رنگ پیدا ہو گیا۔ حضرت کے زمانہ میں باہمی محبت اور یگانگت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے لوگ رشک کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اور بڑے بڑے اہل الرائے کا یہ قول تھا کہ ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نظارہ اگر کسی نے دیکھنا ہو تو وہ احمدی جماعت میں دیکھ سکتا ہے۔ آج گو ہمارے اندر حضرت مسیح موعود موجود نہیں ہیں مگر آپ کا طریق عمل، آپ کی نصائح اور آپ کی تعلیم اب بھی ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے، اور آج بھی ہم آپ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی وصیت پر عمل کر کے اپنے اندر اخوت و محبت کے جذبات پیدا کر سکتے ہیں۔ آپ نے اپنی آخری وصیت میں ہمیں نہایت تاکید سے حکم دیا ہے کہ

میرے بعد سب مل کر کام کرو

اب یہ ہمارا فرض ہے کہ اگر ہم واقعی آپ کو ماموم من اللہ مانتے ہیں تو آپ کی وصیت پر عمل کریں اور اپنے آپ کو آپ کا حقیقی جانشین ثابت کریں، اور ان راہوں سے اجتناب کریں جن سے اخوت کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں اور قومی وحدت کا قصر عظیم خاک میں مل جائے۔

پھر دوسرا امر جس کو حضرت مسیح موعود نے انعقاد جلسہ کی غرض قرار دیا وہ یہ تھا کہ امریکہ اور یورپ میں تبلیغ اسلام کی داغ بیل ڈالی جائے۔

اللہ! اللہ! جب آپ کے ان الفاظ پر نظر پڑتی ہے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کجا قادیان کی ایک گمنام بستی اور کجا امریکہ اور یورپ میں تبلیغ اسلام۔ اس وقت نہ آپ کے ساتھ کوئی جمعیت تھی نہ روپیہ نہ پیسہ نہ دوسرے ذرائع۔ محض چند نفوس جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں آپ کے ساتھ تھے اور وہ بھی غریب اور مفلس۔ آپ کے اس ارادہ کو دیکھ کر ایک سطحی نظر کا شخص یہی خیال کرے گا کہ ایک مجذوب کی بڑ ہے یا ایک خواب پریشان ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا مگر چونکہ ہمارے حضرت خلوص اور بے پناہ خلوص میدہ فیض سے لے کر آئے تھے، آخر اس خلوص نے اپنا رنگ دکھایا اور یورپ اور امریکہ تو کیا دنیا کے کونے کونے میں آپ کے نام لیوا پھیل گئے جو اب تبلیغ اسلام کا کام باحسن وجوہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان حقائق پر غور کرو اور دیکھو کس طرح آپ کے ارادے پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے اور وہ امور جو ناممکن سمجھے جاتے تھے کس طرح ممکن ہو گئے۔ آپ کی توجہ آپ کی دعاؤں آپ کی مساعی جمیلہ سے ایک قوم پیدا ہو گئی جس میں اخوت و یک جہتی کے جوہر تھے اور اس قوم نے جب آپ کی تعلیم کو مشعل راہ بنایا تو وہ دنیا میں حیرت انگیز کام کرنے پر قادر ہو گئی، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ان حیرت انگیز کارناموں کو زندہ رکھ سکیں اور ان کو ترقی دے سکیں۔ تو ہمیں انہی خطوط پر اپنا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیئے جو حضرت مسیح موعودؑ نے تجویز کیا ہے اور وہ ہے۔

(۱) باہمی اخوت اور محبّت

اور

(۲) تبلیغ اسلام کا پاک اور مقدّس فریضہ

یہی دو امور تھے جن کو آپ نے اپنے جلسہ کی غرض و غایت قرار دیا اور انہی دو امور سے قوم نے وہ عزت حاصل کی اور وہ کام کیا کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں نہ کر سکیں، ایک زیرک اور عقلمند قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماضی پر نظر ڈالے۔ اور دیکھے کہ وہ کیا امور تھے جن سے وہ کامیاب ہوئی اور وہ کیا امور ہیں جن سے اس کی آیندہ کامیابیاں وابستہ ہیں آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے گی کہ سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ اخوت ہے اور دوسری چیز خدا کے دین کی خدمت ہے۔ انہی دو امور پر ہماری قومی ترقی کا انحصار ہے اور انہی سے ہم کامیاب و بامراد ہو سکتے ہیں، اور یہی دونوں اغراض ہمارے سالانہ اجتماع کی ہیں، ولاشبہ

انما المومنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا و جاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ اولٰئک ھم الصٰدقون۔ (الحجرات)

"مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں، پھر کچھ شک نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور جانوں کیساتھ اللہ کے رستہ میں جہاد کرتے ہیں یہی لوگ صادق ہیں۔"

آؤ ہم بھی اکٹھے ہو کر اپنے مالوں اور جانوں سے اس جہاد میں حصہ لینے کی تیاری کریں جو مامور من اللہ نے ہمیں بتایا ہے یعنے یورپ و امریکہ میں تبلیغ اسلام اور باہم محبت اخوت کے ساتھ مل کر اللہ اور رسول پر اپنے ایمان کا ثبوت دیں۔

جلسہ سالانہ کی تاریخیں
۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۵۶ء

آخری التماس

یہ آخری پرچہ ہے جو جلسہ سالانہ سے پہلے قارئین کرام کی خدمت میں پہنچے گا، اس کے بعد جلسہ سالانہ کی مصروفیات کی وجہ سے ۲۶ دسمبر کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا، اس لحاظ سے سال کا آخری پرچہ بھی یہی ہے اور اس کے بعد کا پرچہ ۲ جنوری ۱۹۵۷ء کو شائع ہوگا۔ اس آخری پرچہ میں دو تین باتیں ہم قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

پہلی بات جلسہ سالانہ ہی کے متعلق ہے، جلسہ کا پروگرام اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔ مستورات کے جلسہ میں تقاریر کرنیوالی خواتین کے اسمائے گرامی بھی اسی پرچہ میں شائع ہو رہے ہیں دونوں پروگرام اس بات پر شاہد ہیں، کہ ہمارا جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر لحاظ سے کامیاب علمی و دینی برکات کا حامل ہوگا، دونوں جلسوں میں ایسے قابل لیکچرار قوم کو خطاب کریں گے، جو نہ صرف علمی لحاظ سے مسلّم قابلیت کے مالک ہیں بلکہ اپنے اخلاص اور کردار کے لحاظ سے بھی قوم میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، ان میں وہ بھی ہیں، جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کی پاک مجلس میں علم و عمل کا وہ سبق حاصل کیا جو بعض لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوا، اور وہ بھی ہیں جنہوں نے حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی صاحب کے فیوض علمیہ اور پاک نمونہ سے حصہ لیکر علم و ہدایت سے اپنے قلوب منور کئے، وہ لوگ بھی ان میں شامل ہیں جنہوں نے اعلائے کلمۃ اللہ کے مقدس کام کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا اور خدا کی راہ میں اپنی جان اور مال و زر پیش کرکے جاھدوا فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم کا نمونہ ہمارے سامنے رکھا، اور وہ بھی ہیں جنہوں نے خدا کے دین کیلئے صرف اموال کی قربانی دے کر اپنے دلی خلوص اور دینی محبت کا عملی ثبوت پیش کیا یہ صرف زبانی لیکچر دیتے اور نعرے بلند کرنے والے لوگ نہیں بلکہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے اپنے عمل سے ثابت کرکے دکھاتے ہیں۔

اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی عملی حالت اس درجہ گر چکی ہے اور علم کی فراوانی کے باوجود خدا ناشناسی اور دین سے بے رغبتی اس درجہ بڑھ چکی ہے، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آج خدائے واحد کے آگے دلی خلوص کے ساتھ ایک سجدہ بھی …… ہزار سال کی عبادت سے بڑھکر قدر و قیمت رکھتا ہے، ایسے پاک نفس لوگوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھنا اور دعائیں کرنا، ان کی باتیں سننا، ان کی پاک صحبتوں سے مستفیض ہونا ایک عظیم ترین نعمت ہے، جس کا بدل دوسری جگہ نہیں مل سکتا، پس آیئے اور اس نعمت سے حصہ لے کر اپنی دینی اُخروی بہبودی کا سامان کیجئے، دنیا تو ہر روز ملتی ہے اور کم و بیش ہر شخص دنیا کے ساز و سامان سے متمتع ہوتا ہے لیکن یہ وہ متاعِ قلیل ہے جسکی آخرت کی ابدی زندگی میں کوئی قدر و قیمت نہیں، آیئے اس قیمتی و ابدی متاع کو حاصل کیجئے جو نہ صرف ابدی زندگی کا حقیقی سامان ہے بلکہ اس دنیا کو بھی کامیاب بنانے کا موجب ہے یہی اس جلسہ کی غرض و غایت ہے، یہی مسیح موعود کی بعثت کا اصل مقصد ہے، آیئے اس مقصد کو حاصل کرکے دنیوی اور اُخروی فلاح کو پائیں۔

دوسری التماس آپ کے اس قومی جریدہ (پیغام صلح) کے متعلق ہے جو ہر ہفتہ علمی مضامین کا ایک بیش قیمت مجموعہ آپکی خدمت میں پیش کرتا ہے آپ کو شاید ان مضامین کی قدر و قیمت کا احساس نہ ہو، اس شخص کی طرح جو ایک عطر کی دکان میں بیٹھ کر اعلیٰ ترین عطر کی مہک کا اندازہ نہیں کر سکتا، ان لوگوں سے پوچھئے …… جو سلسلہ میں شامل نہیں، ان میں سے جن کسی کے ہاتھ میں پیغام صلح کا پرچہ پہنچتا ہے، بشرطیکہ سلسلہ کیساتھ بغض و عداوت نے انکے دلوں کو زنگ آلود نہ کر دیا ہو، اس کے دینی و علمی مضامین کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے، اس قسم کے کئی خطوط آئے دن آتے ہیں، جن میں تمنا کی جاتی ہے کہ اخبار انکے نام جاری کیا جائے پھر بحالت موجودہ بھی کئی دوستوں کے نام مفت بھیجا جاتا ہے اور جو لوگ خریدار بن شامل ہیں ان میں سے کئی اصحاب کے نام بقائے چلے آتے ہیں اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اخبار کی مالی حالت کیا ہے اور انجمن کو کیا کچھ اس کے لئے صرف کرنا پڑتا ہے اس سلسلہ میں کئی ہزار سالانہ کا خسارہ انجمن کو اخبار کیلئے اٹھانا پڑتا ہے یہ صرف احباب کی کمی توجہ کا نتیجہ ہے، یہ خسارہ بہت حد تک کم ہو سکتا ہے اگر تھوڑی سی کوشش سے کام لیا جائے، اس کی صورتیں یہ ہیں:- ا- ہر دوست جسکے پاس اخبار جاتا ہے کم از کم ایک نیا خریدار پیدا کرے جو چندہ سالانہ یا چھ آنہ ماہوار پیشگی چندہ دینے والا ہو (۲) جن خریداروں کے ذمہ بقائے چلے آتے ہیں، وہ انکی ادائیگی کرکے عنداللہ ماجور ہوں (۳) آپکے شہر کی دوکاندار اپنی تجارت کو فروغ دینے کیلئے اخباروں میں اشتہارات دیتے ہیں، ان سے پیغام صلح کیلئے اُجرتی اشتہار حاصل کیجئے

تقدس کا جہاں لیکر سرِ بزمِ جہاں آؤ

محمد اعظم عاصی

بہارِ بیکراں بن کر بسوئے گلستاں آؤ ❁ جلو میں لیکے آثارِ حیاتِ جاوداں آؤ

دلوں میں گرمیٔ ایماں نگاہوں میں تڑپ لیکر ❁ امیرِ قوم کی آوازِ پُرنم بے گماں آؤ

یہاں آؤ کہ پھر تازہ کریں اسلاف کی یادیں ❁ لیئے جوش و خروشِ مستقل کی بجلیاں آؤ

یہاں آؤ کہ مل جل کر سنواریں گلشنِ دیں کو ❁ خلوص ضو فشاں لیکر ہمارے درمیاں آؤ

بہاریں، تازگی، رنگینیاں ہیں منتظر اب تک ❁ جہاں جاؤ بہار آئے، بہار آئے جہاں آؤ

تمہارے دم سے عظمت ہے حریمِ بزمِ ہستی کو ❁ تمہی خوش دہن آؤ تمہی ہو خوش بیاں آؤ

بساطِ زندگی پر اتحادِ خاص قائم ہو ❁ عمل کی بزم میں تم کارواں در کارواں آؤ

تمہیں ارض و سما کی وسعتیں ہر دم یہ کہتی ہیں ❁ فضائے زندگی پر بن کے مثلِ کہکشاں آؤ

نگاہیں اہلِ دنیا کی تمہاری راہ تکتی ہیں ❁ تقدس کا جہاں لیکر سرِ بزمِ جہاں آؤ

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

۲۵ دسمبر ۱۹۵۶ء بروز منگل

اجلاس اول :- زیر صدارت میاں شیخ عطاء اللہ صاحب

۱۰ بجے صبح سے ۱½ بجے بعد دوپہر تک

عنوان	مقرر	وقت
تلاوت قرآن مجید و نظم		۱۰ سے ۱۰—۱۵ تک
ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام	مولوی دوست محمد صاحب	۱۰—۱۵ سے ۱۰—۳۰ تک
افتتاحی تقریر	امیر قوم حضرت مولانا صدرالدین صاحب ایدہ اللہ	۱۰—۳۰ سے ۱۱—۱۵ تک
ہم اور اہل ربوہ	چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ	۱۱—۱۵ سے ۱۲—۰ تک
فتنۂ ربوہ	مولوی فضل الرحمٰن صاحب قمر سالانوی	۱۲—۰ سے ۱۲—۳۰ تک
تقریر	میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی	۱۲—۳۰ سے ۱۲—۴۵ تک
صلح و امن کا شہزادہ	ڈاکٹر اللہ بخش صاحب	۱۲—۴۵ سے ۱—۳۰ تک

۲—۴۵ بجے نماز ظہر و عصر ادا کی جائیگی - اس کے معاً بعد دوسرا اجلاس شروع ہوگا -

اجلاس دوم :- زیر صدارت شیخ نثار احمد صاحب رئیس وزیرآباد

۳ بجے سے ۴½ بجے تک

عنوان	مقرر	وقت
تلاوت قرآن مجید		۲—۵۵ سے ۳—۰ تک
تقریر	پروفیسر محمد فاضل صاحب ایم ایس سی	۳ سے ۳—۳۰ تک
دور حاضر اور حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیاں	مولانا احمد یار صاحب ایم اے - ایم او ایل	۳—۳۰ سے ۴ تک
تحریک احمدیت پر ایک نظر	مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع	۴ سے ۴—۳۰ تک

اجلاس سوم :- زیر صدارت میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے (آکسفورڈ)

۶ بجے شام سے ۸ بجے تک

تقاریر کا انعامی مقابلہ

عنوان :- "رحمۃ للعالمین اور امن عالم"

اس میں مغربی پاکستان کے متعدد کالجوں کے طلباء حصہ لے رہے ہیں -

انعام پانے والوں کو مقررہ انعام کے علاوہ مبلغ چالیس روپے (-/۴۰) کی اسلامی کتب بھی پیش کی جائیں گی -

۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء بروز بدھ

اجلاس اول :- زیر صدارت چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات

۱۰ بجے صبح سے ۱½ بجے بعد دوپہر تک

عنوان	مقرر	وقت
تلاوت قرآن مجید و نظم		۱۰ سے ۱۰—۱۰ تک
ہمارے سامنے کیا کام ہیں	خانبہادر غلام ربانی خانصاحب	۱۰—۱۰ سے ۱۰—۴۰ تک
امریکہ میں تبلیغ اسلام کے مواقع	میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے (آکسفورڈ)	۱۰—۴۰ سے ۱۱—۱۰ تک
احمدی کا مقام اور اس کا فرض	ڈاکٹر غلام محمد صاحب	۱۱—۱۰ سے ۱۲—۱۰ تک
رپورٹ سالانہ	پروفیسر عنایت علی خانصاحب	۱۲—۱۰ سے ۱۲—۳۰ تک
تقریر و اپیل	امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب	۱۲—۳۰ سے ۱ تک

ظہر و عصر کی نماز ۲—۴۵ پر ہوگی

اجلاس دوم :- زیر صدارت چوہدری امجد خانصاحب کراچی

۳ بجے سے ۴—۴۵ تک

عنوان	مقرر	وقت
تلاوت قرآن مجید		۲—۵۵ سے ۳ تک
موجودہ زمانہ میں تحریک احمدیت کی ضرورت	قاضی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ	۳ سے ۳—۳۰ تک
تقریر	پروفیسر غلام محمد صاحب خادم ایم ایس سی	۳—۳۰ سے ۴ تک
مخالفت کیوں؟	مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری	۴ سے ۴—۴۵ تک

۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء بروز جمعرات

اجلاس زیر صدارت خانبہادر غلام ربانی خانصاحب جج انسداد رشوت ستانی پشاور

عنوان	مقرر	وقت
تلاوت قرآن مجید		۹—۵۵ سے ۱۰ تک
تقریر	چوہدری احسان الحق صاحب وکیل آزاد کشمیر	۱۰ سے ۱۰—۳۰ تک
اختتامی تقریر	امیر قوم مولانا صدرالدین صاحب	۱۰—۳۰ سے ۱۱—۳۰ تک

۱۱—۳۰ سے مجلس معتمدین کا اجلاس شروع ہوگا

نوٹ :- نماز ظہر و عصر ہر روز پونے تین بجے جمع ہوں گی - مغرب و عشاء پونے پانچ بجے جمع کی جائیں گی - سب دوستوں کو ان اوقات میں باجماعت نمازوں میں شامل ہونا چاہیئے - (۲) درس قرآن کریم ہر روز بعد نماز فجر حضرت امیر مولانا مولوی صدرالدین صاحب دیں گے (۳) کھانے کے اوقات۔ صبح آٹھ بجے سے ۹ بجے تک شام ۶ بجے سے ۸ بجے تک - سوائے ۲۵ دسمبر کے جب رات کا کھانا تقریروں کا انعامی مقابلہ ختم ہونے پر آٹھ بجے شب کے بعد دیا جائے گا -

مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

جماعت کی بُنیاد تقوے اللہ اور اتحاد و یگانگت پر ہے

سب دوست تمام موانع کو دُور کرکے جلسہ سالانہ میں ضرور شامل ہوں

خطبہ جمعہ مؤرخہ ۱۴ر دسمبر ۱۹۵۶ء فرمودہ حضرت امیر مولانا صدر الدین صاحب ایدہ اللہ بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ......
اولٰئک ھم المفلحون ....(آل عمران رکوع ۱۱)

جماعت یا قوم کی بنیاد تقویٰ پر ہونی چاہیئے

اس رکوع میں اللہ تعالےٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت بنانے کی تلقین کی ہے جماعت سے طاقت پیدا ہوتی ہے جس سے بہت سے بہبودی کے کام سر انجام پاتے ہیں۔ لیکن جماعت بننے سے پہلے یہ تلقین کی ہے کہ اتقو اللہ، جماعت کے سارے کاموں کی بنیاد تقوے پر ہو، جن قوموں کی بنیاد تقوے پر نہیں ہوتی وہ تباہ کاریاں کرتی ہیں، اس لئے فرمایا کہ مسلمان قوم کی اساس تقوے اللہ پر ہونی چاہیئے، اس کا لین دین، اس کا تمدن معاشرت، اس کی سیاست، تمام چیزوں کی بنیاد خدا خوفی پر ہو، یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ، لوگو! جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے جنہوں نے کلمہ پڑھا ہے اُن کے لئے بنیادی سبق یہ ہے اتقوا اللہ تقوے اختیار کرو، اللہ تعالےٰ کو اہل تقوے ہی پسند ہیں، خدا تعالےٰ اسی صورت میں مسلمانوں کو پسند کرسکتا ہے جب وہ تمام معاملات دینی و دنیوی میں خدا خوفی سے کام لیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا خوفی پر قوم کی بنیاد رکھی اور اپنی بیویوں تک سے کہدیا کہ اگر تم بھی کوئی گناہ کا کام کرو گی تو تم کو دگنی سزا دی جائے گی، اپنی بیٹی سے آپ نے کہا، اگر تم خدا خوفی سے کام نہ لو تو میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا۔ اپنی پھوپھی سے آپ نے کہا یا صفیۃ انی لا املک لک من اللہ شیئًا، اگر تم بھی کوئی برا کام کرو تو میں اللہ تعالےٰ کی سزا سے تمہیں کسی طرح چھڑا نہیں سکتا، اور خود اپنے متعلق آپ نے فرمایا انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم مجھے ڈر ہے اگر میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کروں تو سزا سے نہ بچ سکوں گا ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ میں تو خدا کے احکام کی فرمانبرداری کرتا ہوں اور میں قوم سے بھی کہتا ہوں کہ وہ خدا کے احکام کی پابندی کریں ہر سپاہی، ہر فوج کے کمانڈر، ہر وزیر اور حاکم کو یہی حکم دیا اینما تکونوا اتقوا اللہ، تم کسی منصب پر بھی ہو، کسی جگہ اور کسی حال میں ہو، کوئی معاملہ تمہارے سامنے پیش ہو تقوے اللہ سے کام لو، اور خدا کو نہ بھول جاؤ، جن لوگوں نے تقوے اختیار کیا، اور ہر حال میں خدا خوفی کو مدنظر رکھا وہی عزت حاصل کرسکے اور وہی فائز المرام ہوئے، ورنہ اقتدار میں بھی بغیر تقوے کے عزت نہیں اور نہ تقوے کے بغیر مالدار ہونے میں عزت ہے۔ وہ جس نے نابکار طریقوں سے مال جمع کیا وہ مالدار تو ہے لیکن عزت دار نہیں، ہر شخص کی نظروں میں وہ گرا ہوا ہے۔

قرآن کریم عزت و شرف کا موجب ہے

ان امور کے پیش نظر قرآن کریم عزت اور شرف کے مقام پر پہنچانے آیا ہے انہ لذکر لک ولقومک یہ پاک کتاب تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے عزت اور شرف کا موجب ہے یعنی قرآن کے احکام کی پابندی تمہاری بزرگی کا باعث ہے۔ پس یاد رکھو فلا تموتن الا وانتم مسلمون ایسی حالت میں کہ تم پر موت آئے تمہاری زندگی فرمانبرداری کی زندگی ہو، موت کا وقت کون جانتا ہے، موت سب پر آتی ہے، بادشاہوں پر موت آتی ہے، ڈاکٹروں پر بھی موت آتی ہے، پہلوان بھی مرجاتے ہیں، اس لئے چاہیئے کہ موت جب آئے تم کو فرمانبردار پائے۔

اتحاد کامل قومی وقار کا باعث ہے

اس کے بعد فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا، اگر باوقار بن کر رہنا چاہتے ہو اور ایک طاقتور قوم بننا چاہتے ہو تو یگانگت اور اتحاد کامل اختیار کرو، جتنی تم میں یگانگت ہوگی اتنی ہی عزت ملے گی اور اتنی ہی طاقت بڑھے گی۔ اس کے مقابل پر فرمایا ولا تفرقوا یعنی تفرقہ میں نہ پڑنا یوں تو رائے کا اختلاف دنیا میں ہوتا چلا آیا ہے اور ہونا چاہیئے، اسی اختلاف سے معاملات کی حقیقت ظاہر ہوسکتی ہے، اگر اختلاف کو تفرقہ اور انتشار کا موجب بنالیں تو معاملات بگڑ جاتے ہیں اور قوم کا وقار باقی نہیں رہتا اسی لئے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا سب باہم مل جاؤ، اور یگانگت پیدا کرو، ولا تفرقوا ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوجاؤ۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حبل اللہ کیا چیز ہے فرمایا القراٰن ھو حبل اللہ الممدود من السماء الی الارض قرآن کریم وہ حبل اللہ ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ہے۔ اسکو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا خذوا ما اٰتینٰکم بقوۃ

تفرقہ بربادی کا موجب ہے

غرض قوم کی پہلی بنیاد تقوے پر رکھی گئی ہے دوسری بنیاد اس بات پر ہے کہ باہم اتحاد و یگانگت اختیار کی جائے اور تفرقہ سے بچنے کا حکم دیا ہے ایک جگہ فرمایا ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعًا لست منھم فی شیئ، وہ لوگ جنہوں نے دین کے معاملہ میں فرقے بنالئے تیرا اُن سے کوئی تعلق نہیں، یاد رکھیئے وہ قوم جو تفرقہ کا شکار ہوجائے، اس کی نمازیں، اس کے نوافل اور دیگر اعمال ان کو تباہی سے نہیں بچا سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفرقت بنوا اسرائیل، موسےٰ کے ماننے والی قوم، انکے پاس توریت موجود، پھر بھی وہ تفرقہ کا شکار ہوگئے اس لئے تباہ ہوگئے، آپ نے فرمایا میری امت بھی ۷۳ فرقوں میں منقسم ہوجائے گی اور برباد ہوجائیگی یہ کیوں کیا خدا کو چھوڑ دیا؟ کیا رسول سے انکار کیا؟ قرآن سے انحراف کرلیا؟ کیا قبلہ سے منہ موڑ لیا؟ نہیں یہ سب چیزیں موجود ہیں پھر ان سب کے ہوتے ہوئے بھی تفرقہ ہو تو سب کے لئے ہلاکت ہے، مبارک ہے وہ قوم جو خدا اور رسول کی اس حقیقت افروز تلقین پر عمل درآمد کرے اور اس بات سے بچے جو تفرقہ کا موجب ہو۔

رسول اللہ صلعم کے انفاس طیبہ کا نتیجہ

واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم یاد کرو اللہ کی نعمت کو، وہ تمہاری پہلی حالت کیا تھی ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کا دشمن تھا، ایک دوسرے کے گلا کاٹنے کے درپے تھے، فالف بین قلوبکم تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی، تفرقہ کو مٹا کر رکھ دیا، تو تفرقہ کا مٹانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس طیبہ کا نتیجہ تھا، آپ نے نہ صرف عرب میں اتحاد پیدا کر دیا بلکہ عیسائیوں، یہودیوں کو، زنگیوں کو، افریقیوں اور حبشیوں کو باہم ملا دیا یہ بہت بڑا معجزہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، کہ مختلف نسلوں اور قوموں اور مختلف طبقات کے لوگوں میں اتحاد و یگانگت کی روح پیدا کردی۔

مغربی پاکستان میں صوبائی اور لسانی تعصب

آج دیکھ لیجئے مغربی پاکستان میں کچھ ہندوستانی ہیں، کچھ پنجابی اور سندھی، اور کچھ سرحدی لوگ ہیں، لیکن ان میں کچھ زبان کا جھگڑا ہے، اور کچھ صوبائی تعصب کا اور یہ تفرقہ سمٹنے میں نہیں آیا، حکومت کی کوشش ہے کہ باہم

یہ تفرقہ چلا ہی جاتا ہے، اس سے ظاہر ہے تفرقہ مٹانا آسان کام نہیں، اس وقت جب مسلمان ایک قوم ہیں یہ تفرقہ نہیں مٹتا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب قومیں اور نسلیں ایک دوسرے کی دشمن اور خون کی پیاسی تھیں اور طرح طرح کے تعصبات میں پھنسی ہوئی تھیں، سب میں نہ صرف یگانگت پیدا کر دی، بلکہ سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔

قوم اور جمعیت کے بغیر کامیابی نہیں

ظاہر ہے قوم اور جمعیت کو اللہ تعالےٰ نے بڑی اہمیت دی ہے اور بتایا ہے کہ قوم کے بغیر کامیابی مشکل ہے، قوم ساتھ نہ دے تو پیغمبر بھی کچھ نہیں کر سکتا، حضرت موسےٰ علیہ السلام نے ارض مقدس فتح کرنے کے لئے قوم کو ترغیب دی اور خوشخبری دی کہ فتح انہیں کی ہوگی، لیکن قوم نے کیا جواب دیا، فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون یہ ہم کو مروانے کا کیوں بندوبست کیا جا رہا ہے جائیے آپ اور آپ کا رب جنہوں نے پیشگوئی کر رکھی ہے وہ فتح کر لیں پھر ہم بھی انشاءاللہ پیچھے رہنے والے نہیں تم سے آملیں گے، یہ تو موسےٰ کی قوم ہے، اور حضرت عیسیٰؑ کی قوم ان سے بھی بدتر تھی، حضرت عیسیٰ گرفتاری سے پہلے بار بار انہیں رات کو اٹھاتے ہیں کہ اٹھ کر میرے ساتھ دعا کرو، لیکن وہ نہیں جاگتے، اور آخرکار ان میں سے ایک یہودیوں سے تیس درہم لے کر انہیں پکڑوا دیتا ہے اور دوسرا ان کا انکار کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلعم کی قوم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قوم اللہ تعالےٰ نے دی اس کے متعلق فرمایا هو الذى ايدك بنصره وبالمؤمنين، خدا نے آپ کی نصرت فرمائی اور مومنوں کے زور بازو سے آپ کو کامیابی حاصل ہوئی، مومنوں کے بازو، ان کی قربانی اور جہاد سے آپ کو کامیابی میسر آئی لقد رضى الله عن المؤمنين الخ ہم مومنوں سے خوش ہیں جنہوں نے ایک درخت کے نیچے موت پر بیعت کی، ابوبکر صدیق جیسا صاحب حوصلہ انسان اور عمر فاروق جیسا باوقار آدمی آپکو اللہ تعالےٰ نے دیا، ابوجہل کا نام بھی عمر تھا، اور عمر فاروق بھی عمر کہلاتے تھے، دونوں بڑے بارعب انسان تھے حضرت دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے مولا ان دو عمرین میں سے ایک مجھے عطا کر، یہ کیوں نہ کہا کہ آسمان سے فرشتے نازل کر جو میری مدد کریں، نہیں بلکہ آپ انسانیت کا ساتھ دینے اور انسانیت کی قدر کرنے کے لئے آئے تھے لکھا ہے جس دن حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا، اس دن آسمان پر فرشتوں نے خوشی منائی، اس دن تک مسلمان ارقم کے گھر میں پوشیدہ نمازیں پڑھتے تھے حضرت عمرؓ جب مسلمان ہوئے تو علانیہ نمازیں پڑھی جانے لگیں، ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم نے اس دن قوت محسوس کی جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس راستہ سے عمرؓ گزرتا ہے شیطان اس راستہ سے نہیں گذرتا، گویا شیطان ان سے ڈرتا تھا اور ابوبکر صدیق رضؓ کے متعلق فرمایا اگر سب [illegible] کی نیکیوں کو ترازو کے ایک پلڑا میں رکھا جائے اور ابوبکرؓ کی نیکیوں کو دوسرے پلڑا میں تو ابوبکرؓ کا پلڑا بھاری ہوگا، اور جب سعدؓ فوت ہوئے تو فرمایا اهتز عرش الرحمٰن لموت سعد، سعدؓ کی موت سے عرش الٰہی لرز گیا، یہ کس قدر قدر دان انسان ہے اپنے ساتھیوں کو کس قدر بلند نظروں سے دیکھتا ہے

امام وقت نے تقویٰ پر جماعت کی بنیاد رکھی

ہمارے اس زمانہ کے امام نے بھی اس بات پر بڑا زور دیا کہ جماعت بنے اور اس کی بنیاد تقوےٰ پر ہو اور فرمایا ہم نے کتابیں بھی لکھیں، اسلام کی صداقت پر دلائل بھی دیئے، مناظرات بھی کئے، اور دشمنانِ اسلام پر بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں، لیکن یہ تمام باتیں ہیچ ہیں اگر قوم کے اندر تقوےٰ پیدا نہ ہوا، انہوں نے بڑا زور اس بات پر بھی دیا کہ قوم متقی ہو،

امام وقت کا ساتھ دینے والے

آپ کو بھی اللہ تعالےٰ نے بڑے بڑے انسان دیئے، حضرت مولنا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولنا سید محمد احسنؓ، حضرت مولنا عبدالکریمؓ جیسے جید عالم آپ کو میسر آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ مسیح دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوگا، وہ دو فرشتے حضرت مولنا نورالدینؓ اور حضرت مولنا محمد احسن رضؓ ہیں، اور مولنا عبدالکریم تو آپ لاڈلے مرید تھے، سالہا سال ان کے پیچھے آپ نے نمازیں پڑھیں اور سالہا ان کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرتے رہے۔

لاہور کے پاک ممبر

پھر آپ نے فرمایا لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں کون نہیں جانتا کہ حضرت مولنا محمد علی، حضرت خواجہ کمال الدین حضرت شیخ رحمت اللہ اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین، اور حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب انہی پاک ممبروں میں سے تھے، یہ لوگ اس سلسلہ کے تابندہ ستارے تھے، ان میں سے دو نے تمام دنیا میں اس جماعت کا نام روشن کر دیا، حضرت مولنا محمد علی صاحب نے اسلام پر بڑی بلند پایہ کتابیں لکھیں، کوئی اسلامی ممالک نہیں جہاں کے لوگ انہیں نہ جانتے ہوں، ان کی کتابوں سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوں اور ان کی وجہ سے سلسلہ احمدیہ کی خدمات اسلام کے معترف نہ ہوں۔ اسی طرح خواجہ کمال الدینؒ جہاں گئے اسلام کا نام انہوں نے بلند کیا اور انکی کتابوں سے ایک جہان نے فائدہ اٹھایا۔

حضرت مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہنا چاہیئے

اس امام نے جس نے یہ جماعت قائم کی، اس کو زندہ رکھنے کے لئے اس بات پر زور دیا کہ ساری جماعت سال میں ایک مرتبہ اکٹھی ہوا کرے، اس اجتماع کے لئے ہر سال جلسہ منعقد ہوا کرے اجتماع کے اندر بڑی برکات ہیں، اجتماع پر جو خدا کے لئے اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں، جذبات میں ہم آہنگی اور محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے تاکید سے فرمایا کہ تمام قوم کا اجتماع ہر سال ہوا کرے اس سے ان کا رابطۂ اخوت بڑھے گا، دعاؤں میں جوش پیدا ہوگا، سب مل کر آستانۂ الٰہی پر سربسجود ہوں ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوگا، اور مل کر تجاویز سوچیں گے کہ اسلام کا نام دنیا میں کس طرح بلند ہو، یہ مقاصد بہت اہم ہیں، ان مقاصد کے پیشِ نظر میں حضرت صاحب کی تلقین کو دہراتے ہوئے کہتا ہوں کہ وہ لوگ جو اس شہر میں یا باہر رہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ اس جلسہ میں ضرور بالضرور شامل ہوں، ہر قسم کی رکاوٹیں دور کر کے سفر کی صعوبت اٹھا کر ضرور چلے آئیں، قربانی جذبہ کے بغیر قوم زندہ نہیں رہ سکتی، آپ نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں، تمام اسلامی ممالک آپکو ان قربانیوں کی وجہ سے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں عرب، مصر، شام، اور افریقہ کے لوگ آپ کے کاموں کے معترف ہیں اشاعت اسلام کا کام بڑا بلند ہے اور اس کی وجہ سے آپ کا نام بھی بلند ہے۔ ان تنصروا الله ينصر[illegible] اگر تم اپنی جان ومال کی قربانی سے [illegible] کام کی نصرت کروگے تو خ[illegible] بھی، تمہاری بھی نصرت کر[illegible]

جلسہ سالانہ

(از:- مدیر)

قومی اجتماعات اور سالانہ جلسے دنیا میں ہر قوم اور مجلس کی طرف سے منعقد ہوتے رہتے ہیں لیکن شاید ہی کوئی ایسا اجتماع ہو جس کے پیش نظر اس قدر بلند اغراض ہوں جیسی ہمارے سالانہ جلسہ کی غرض ہے، اللہ کا نام دنیا میں بلند کرنا۔ دنیا کو اس امن اور اتحاد کا پیغام دینا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جس کے ذریعہ سے دنیا ان مصائب اور تکالیف، اس بدامنی اور پریشانی سے نکل کر جو اس وقت اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اس دشمنی اور عناد، تباغض و تحاسد اور باہمی نفرت و حقارت کو چھوڑ کر جو ملکوں اور قوموں کی تباہی و بربادی کا موجب ہو رہی ہے، اخوت و مساوات اور عالمگیر برادری کا رنگ اختیار کر سکتی ہے۔

یہ وہ غرض ہے جو اس زمانہ میں خدا کے مامور اور مجدد ..... نے ہمارے سامنے رکھی۔ اور غور کر کے دیکھ لو کہ یہی ایک چیز ہے جس کو حاصل کئے بغیر دنیا میں نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ موجودہ مصائب اور پریشانیاں جو دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں، کسی طرح ختم ہو سکتی ہیں۔ اس وقت انسان انسانوں کو کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے۔ قومیں قوموں کو ہڑپ کرنے کے لئے تیار ہیں، اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے ایک دوسرے کو اپنے زیر نگیں لانے کی تدابیر سوچ رہی ہیں۔ ان کی اصلاح کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ دنیا کا تعلق خدا سے جوڑا جائے اور اس حقیقت کو ان کے ذہن نشین کرایا جائے کہ تمام قومیں ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں اور رنگ و نسل اور ملک و وطن کے افتراق کے باوجود مساوی حقوق کی مالک اور آزاد زندگی بسر کرنے کا حق رکھتی ہے۔ یہ نظریہ صرف اسلام نے پیدا کیا ہے اور صرف نظریہ ہی نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں میں اخوت و مساوات پیدا کر کے اور قومی نسلی اور لونی امتیازات کے باوجود قوموں اور ملکوں میں محبت و اتحاد قائم کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں امن و اتحاد پیدا کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مجلس اقوام متحدہ کے قیام کی بھی یہی غرض ہے کہ دنیا میں امن و اتحاد قائم کیا جائے۔ قوموں کی قوموں پر چڑھائی کو روکا جائے اور جنگوں کا سلسلہ دنیا سے موقوف کیا جائے۔ لیکن دیکھ لیجئے اسکی مساعی کس حد تک کامیاب ہوئیں فلسطین میں یہودیوں اور عربوں کا تصادم، مصر پر اسرائیل اور برطانیہ و فرانس کا حملہ جنوبی افریقہ میں نسلی تو جی تفاوت اور کالے لوگوں پر سفید اقوام کے مظالم، اور کشمیر اور حیدر آباد پر ہندوستان کی چیرہ دستی، الجزائر مراکش اور ٹیونس وغیرہ پر فرانس کا ظلم و ستم مجلس اقوام متحدہ کہاں تک روک سکی ہے؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب نفی کے سوائے اور کوئی نہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس مجلس کے اراکین میں زیادہ تر وہی لوگ شامل ہیں جو رنگ و نسل کے امتیازات کے حامی اور خدائے واحد کی مخلوق پر دست تطاول دراز کرنے کے شائق ہیں اسلام نے ایک خدا کو منوا کر تمام مخلوق کے اندر اخوت و مساوات قائم کر دی اور آج دنیا اگر امن کا منہ دیکھ سکتی ہے تو اسی ایک ذریعہ سے کہ اس واحد خدا کے آستانہ پر جھک کر اور محمد رسول اللہ صلعم کی غلامی میں آ کر مساوات اور اخوت و اتحاد کا سبق حاصل کرے۔ یہ وہ سبق ہے جس کا عملی نظارہ دنیا پہلے بھی دیکھ چکی ہے اور آج بھی دیکھ رہی ہے، آج بھی قوموں اور نسلوں، ملکوں اور وطنوں کے اختلاف کے باوجود لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ایک ہیں اور باہمی رشتہ اخوت میں منسلک ہونے کی وجہ سے ممالک اسلامیہ کا ایک متحدہ بلاک قائم کرنے کی تجاویز کر رہے ہیں۔

حضرت مجدد وقت نے اسی پیغام اخوت کو دنیا میں لے جانے اسی محبت و اتحاد کے پیغام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ اسلام کے غلبہ کے سوائے کوئی دوسری راہ دنیا کے امن و اتحاد کی نہیں، اس غلبہ کا وقت اب قریب ہے۔ لیکن اسی کو قریب تر لانے کے لئے ہماری کوششوں اور جد و جہد کی ضرورت ہے، ہمارا جلسہ سالانہ انہی کوششوں کے ذرائع سوچنے، اسلام کو دنیا میں پہنچانے کے ..... رستے تلاش کرنے اور اس کے لئے سامان مہیا کرنے کے لئے منعقد ہو رہا ہے، یہ وہ بلند ترین غرض ہے جو دنیا کی اور مجالس اور اجتماعات میں نظر نہیں آتی اس لئے آیئے اور جلسہ میں شامل ہو کر اسلام کو دنیا پر غالب کرنے امن و اتحاد دنیا میں قائم کرنے کی تدابیر کیجئے، خود آیئے اور دوسروں کو ساتھ لایئے کہ اسی میں آپ کی اور تمام دنیا کی خوشحالی مضمر ہے۔

ایک اور بلند ترین غرض جو ہمارے سالانہ جلسہ میں پیش نظر ہوتی ہے اور جو دنیا کے کسی اور اجتماع میں پائی نہیں جاتی وہ ہم سب کا مل کر دعائیں کرنا ہے حضرت مجدد وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاندار کارناموں اور خدمات اسلام میں سے یہ ایک بہت بڑی خدمت ہے کہ اس دہریت و الحاد کے زمانہ میں جب اور تو اور خود مسلمان بھی بہت حد تک دعا کے قائل نہ رہے تھے اور ان کا ایمان اس بات سے اٹھ چکا تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنے مصیبت زدہ بندوں کی دعاؤں اور فریادوں کو سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ آپ نے دعا پر ایمان پیدا [illegible] ہر بڑے سے بڑے کام کے لئے سب سے زبردست ہتھیار قرار دیا۔ اور اس بات پر ایک محکم ایمان [illegible] کر دیا کہ دعا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہر مشکل [illegible] آسان ہو جاتا اور ہر امر جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہو [illegible] کے آگے گرنے اور عاجزانہ الحاح کرنے سے [illegible] جاتا ہے اور ایسی تدابیر اور اسباب پیدا ہو جاتے ہیں [illegible] سے وہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

اسباب اور دعا دو چیزیں ہیں جو اس دنیا میں کام [illegible] ہیں لیکن اس زمانہ میں لوگوں کی نظریں عام طور پر محض [illegible] اسباب پر ہی لگی ہوئی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس مادی [illegible] آگے کوئی چیز نہیں، یہاں تک کہ ہمارے ہی زمانہ میں [illegible] کے بعض بڑے بڑے لیڈروں نے بھی انہی مادی [illegible] پر زور دیتے ہوئے دعا کو ایک فضول اور لغو چیز قرار دیا اور اس بات کا کھلے طور پر اعلان کر دیا کہ اللہ تعالےٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب اور تدابیر ہی ہیں جن [illegible] دنیا کے کام چلتے اور چل سکتے ہیں۔ دعا ان اسباب [illegible] سے بڑھ کر کام نہیں دے سکتی۔ حضرت مجدد وقت نے نہایت زوردار الفاظ میں اس بات کی تردید کی اور بتایا کہ دعا ایک ایسا زبردست ہتھیار ہے جو نہ صرف اسباب [illegible] تدابیر کو موثر اور کامیاب بناتا ہے بلکہ جہاں کوئی ذریعہ [illegible] کوئی تدبیر کارگر نہ ہو، وہاں محض دعا کی طاقت معجزانہ طور [illegible] اور ظاہر اسباب و تدابیر سے بڑھ کر اثر دکھاتی ہے [illegible] نے اس حقیقت کو ان نشانات سے واضح کیا [illegible] دعاؤں سے اللہ تعالےٰ نے دکھائے کئی [illegible] لاعلاج بیمار جن کو ڈاکٹر اور حکیم جواب دے چکے [illegible] آپ کی دعا سے اچھے ہو گئے۔ کئی ناممکن کام جن کے [illegible] لئے ظاہری تدابیر و اسباب ختم ہو چکے تھے آپ [illegible] توجہ الی اللہ سے اس طرح بن گئے کہ دنیا حیران اور [illegible] بدنداں رہ گئی آپ نے بارہا منکرین دعا کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ آئیں اور آپ کے پاس کچھ عرصہ رہ کر آپکی دعا [illegible] کے اعجازی اثرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں [illegible] آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کی ان پر سوز دعاؤں کی طرف توجہ دلائی جنہوں نے عرب جیسے ملک میں وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا جو بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑی بڑی جماعتیں مدتہا سے دراز کی کوششوں سے پیدا نہ کر [illegible]

یہ وہ چیز تھی، یہ امام وقت کا وہ اعجازی کارنامہ [illegible] جس نے آپ کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں ایک مضبوط اور محکم ایمان پیدا کر دیا اور وہ دعا کو تمام تدابیر اور اسباب سے بڑھ کر ہتھیار سمجھنے لگ گئے [illegible] کا فضل اور احسان ہے کہ اس جماعت میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ہر کام میں خدا تعالےٰ سے مدد [illegible] اور اس کے آستانہ پر سر نیاز رکھ کر اپنی اور دوسروں کی حاجات اور مرادوں کے لئے اس سے التجا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس وقت امام وقت اور آپ کی جماعت [illegible]

(باقی صفحہ [illegible])

اولیاءاللہ کی رُوحانی اولاد اور ذرّیتِ مبشرہ

(چوہدری فضل الرحمٰن قمر صاحب سامانوی)

"الفضل" کی ایک تازہ ترین اشاعت میں چوہدری فضل الرحمان قمر سامانوی کی کسی تحریر کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور میں روپیہ اور نظم و نسق کے معاملہ میں بے ایمانیاں اور غبن ہو رہے ہیں۔ یہ الزام کہاں تک صحیح ہے، اس کی حقیقت انجمن کی مجلس منتظمہ کی اس روئداد سے ظاہر ہے جو ۱۳ اکتوبر کے "پیغام صلح" میں درج ہو چکی ہے۔ بہتر ہوتا کہ "الفضل" چوہدری فضل الرحمٰن کی تحریر شائع کرنے سے پہلے ان ناپاک اور گندے الزامات، اور مالی بد دیانتیوں کی ان شکایات پر بھی غور کر لیتا جو حال ہی میں خلیفہ صاحب ربوہ کے خلاف ان کے اپنے مُریدوں کی طرف سے غیر از جماعت اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ ہم نے آج تک اس قسم کی باتوں کا اشارۃً و کنایۃً بھی ذکر کرنا پسند نہیں کیا، لیکن شیشوں کے محلوں میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنا خود اپنی ہلاکت کو مول لینا ہے۔

بہرحال خدا کی شان ہے کہ انہی چوہدری فضل الرحمٰن کی طرف سے جن کی تحریر "الفضل" نے نہایت خوشی کے ساتھ بغلیں بجاتے ہوئے شائع کی ہے، ذیل کا مضمون برائے اشاعت موصول ہوا ہے جس میں ان الزامات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو خلیفہ صاحب پر اُن کی جماعت کی طرف سے لگائے جاتے ہیں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ خلیفہ ربوہ کا حضرت مسیح موعود کی ذرّیت مبشرہ ہونا اُن کی نیکی اور صالحیت کی دلیل نہیں ہو سکتا، کیا "الفضل" اس مضمون کو بھی اپنے کالموں میں جگہ دیکر حق پرستی کا ثبوت دے گا: —————— (مدیر)

گذشتہ چالیس سالہ مشاہدہ ہمارے سامنے ہے کہ جب کبھی حضرت مصلح موعودؑ کے مخصوص مُرید حضورؑ کی صحبت اور انفاس قدسیہؑ کی برکات سے مستفید ہو کر اپنے ایمان و عرفان میں ترقی کر کے منافقت کی ڈگریاں یا ارتداد کا ڈپلوما حاصل کرتے ہیں تو ان سند یافتہ مخلصین کے مبنی بر حقیقت اعتراضات کی بوچھاڑ سے تنگ آکر ان کے جائز مطالبات کا کوئی جواب دینے کی بجائے ایک طرف جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے محترم بزرگوں پر برسنا شروع ہو جاتے اور المرء یقیس علٰے نفسہ کے موجب وہ تمام سازشیں غریب اور امن پسند پیغامیوں کے سر تھوپنا شروع کر دیتے ہیں جن میں خود سرتا پا ملوث ہیں اور دوسری طرف خود ساختہ خلافت کو خطرہ میں دیکھکر اس بیت العنکبوت کو بچانے کے لئے کہیں حضرت مسیح موعودؑ کی بعض عبارتوں کا غلط مفہوم پیش کرتے ہیں کہیں حضورؑ کی دُعاؤں کی آڑ لیتے ہیں اور کہیں حضور کے الہامات، رؤیا اور کشوف کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اس تمام جدوجہد سے ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح خانہ ساز خلافت کی گدی کو محفوظ کر سکیں جس کی بنیاد ریت پر رکھی گئی ہے۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت عرصہ قبل یہ فرما چکے ہیں ؎

اے عزیز دکب تلک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
ایک دن ہے غرق ہونا بادو چشمِ اشکبار

اکمو گدی کی بقا کے لئے نہ انہیں سو لڑی قسمیں کھانے سے انکار ہے اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور حضورؑ کے الہامات کا غلط مطلب نکال لینے سے عار۔

اللہ تعالےٰ کی توحید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت حضرت امام الزمانؑ کی مسیحیت، سلسلہ احمدیہ کی صداقت حضرت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عزت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت باقی رہے یا جائے مگر اس ساز شول کے مرکز گدی کو آنچ نہ آنے پائے یہ ہے حامیان خلافت کا نصب العین جس کو پورا کرنے کے لئے وہ شب و روز سرگرم عمل ہیں ان سب امور پر مکمل بحث ہم اپنے "برکات خلافت کی جھلکیاں" میں کریں گے انشاءاللہ تعالےٰ، سردست ہمارا مدعا ان مضامین پر ایک محققانہ نظر کرنا ہے جو ربوہ میں حالیہ "منافقین" پیدا ہونے کے بعد مرکز خلافت سے شائع ہو رہے ہیں اگرچہ ان کا اصولی اور مسکت ..... جواب حضرت الحاج شیخ میاں محمد صاحب اور محترم جناب حافظ محمد حسن صاحب بیمہ دے چکے ہیں جس سے "قصر خلافت" میں آہ و بکا نالہ و فریاد کا ایک شور برپا ہو رہا ہے مگر ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ربوہ کے فاضل بزرگوں نے اپنی صداقت اور جماعت احمدیہ لاہور کے بطلان میں جو دلائل پیش کئے ہیں کتنا وزن ہے۔

ذرّیتِ مبشرہ یا موعود اولاد

جماعت ربوہ کے "منافقین" کی طرف سے جب خلیفہ صاحب کی ذات پر صداقت پر مبنی اعتراضات کئے جاتے تحقیقات کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو حاملان تخت خلافت کی طرف سے آئینہ کمالات اسلام حاشیہ ص ۵۷۹ کی ایک عبارت پیش کر کے یہ ترجمہ کیا جاتا ہے کہ:-

"خدا تعالےٰ کا یہ قانون ہے کہ جب تک کسی بچے کا صالح ہونا مقدر نہ ہو اس وقت تک وہ اپنے نبی یا ولی کو اس کی بشارت نہیں دیتا"

اور پھر اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ..... نے یہ فرمایا ہے کہ ؎

ہر اک تیسری بشارت سے ہوا ہے۔

اس لئے جب خلیفہ صاحب مبشر اور موعود ہیں تو اس کلیہ کے تحت وہ صالح ہیں اس لئے ان پر اس قسم کے اعتراضات ہو ہی نہیں سکتے اور جو اعتراض کرے وہ منافق ہوگا، ہم سردست اس استدلال کے صحیح یا غلط ہونے پر بحث کرنے کی بجائے ان کے استدلال کو واقعات کی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اُن سے یہ عرض کرتے ہیں کہ اُن کے نزدیک اس کلیہ کے بیان کرنیوالے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں، اور حضور کو یہ بھی علم تھا کہ میری اولاد مبشر اور موعود ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت اقدس کی زندگی میں اس مبشر اولاد میں سے کسی موعود پر مجوزہ قسم الزامات میں سے کوئی الزام لگایا گیا تھا جیسے بعض لگتے چلے آ رہے ہیں اگر لگایا گیا تھا تو حضورؑ نے اس کے متعلق کیا رویہ اختیار کیا تھا آیا یہ فرمایا کہ چونکہ یہ پسر موعود ہے اس لئے اس پر اس قسم کا الزام لگانے والا منافق ہے یا اس کی تحقیقات کا حکم دیا تھا اگر تحقیقات کرائی تھی تو ثابت ہوا کہ حضور کے نزدیک اس عبارت کے وہ معنی نہ تھے جو آج کل کئے جا رہے ہیں کیونکہ آپ نے عملاً اس کی تردید کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ ایسے الزام کی تحقیقات ہونی چاہیئے، خواہ وہ کسی موعود پر ہی کیوں نہ لگایا جائے پس متکلم کی اپنی فعلی شہادت کے بعد کس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے کلام کے وہ معنی کرے جو اس کے عمل کے خلاف ہوں اگر کوئی ایسی جرأت کرتا ہے تو وہ خود منافق ہے نہ کہ حضورؑ کے عمل کی اتباع کرنے والا۔

(۲) اگر علماء ربوہ کا یہ کلیہ صحیح ہے تو ہم اُن سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا اس کا اطلاق صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی اولاد کے لئے ہی مخصوص ہے یا اس میں دیگر انبیاء اور اولیاء بھی شامل ہیں، اگر شامل ہیں تو پھر از راہ کرم یہ بتا دیجئے کہ حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نزدیک ولی اللہ تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو پھر یہ فرمایئے کہ اگر آپ کو آپ کی اولاد کے متعلق قبل از وقت بشارت دی گئی ہو اور وہ اولاد حسب بشارت پیدا ہوئی ہو تو کیا وہ موعود اولاد "منافق" "مرتد" اور "غیر صالح" ہو سکتی ہے اگر ارشاد ہو کہ نہیں ہو سکتی تو پھر آج کل آپ لوگ حضرت حکیم الامۃ کی موعود اولاد کو ان خطابات سے کیوں یاد کر رہے ہیں جو ان کی صالحیت کے منافی ہیں۔ جناب خلیفہ صاحب اور ان کی جماعت کے موجودہ رویہ سے تو یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایک ولی اللہ کی موعود اولاد غیر صالح ہو سکتی ہے اب یا تو آپ اپنے کلیہ کو غلط قرار دیں تب حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی اولاد پر آپ کا اعتراض صحیح ہو سکتا ہے اور اگر اس کلیہ کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر حضرت مولانا کی اولاد صالح ہے کیونکہ وہ مبشر اور موعود ہے بدیں وجہ آپ کا ان پر اعتراض غلط ہے اور یہ فیصلہ آپ خود کریں کہ صحیح کونسی بات ہے نتیجہ یہ نکلا کہ اگر آپ کا کلیہ صحیح ہے تو حضرت مولوی صاحب کی اولاد کو غیر صالح بتانے والے منافق ہیں اور اگر ..... آپ کی اولاد منافق یا بالفاظ دیگر غیر صالح ہے تو آپ کا

ہم آپ کو بتائیں کہ حضرت حکم ربانی کا کیا فیصلہ ہے، حضور اپنی کتاب تریاق القلوب میں فرماتے ہیں کہ :-

"آل محمدؐ سے بھی کوئی دنیوی رشتہ مراد نہیں بلکہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرزندوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ٹھہرتے ہیں ہر جگہ آل کے لفظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہے نہ دنیوی رشتہ جو ایک سفلی اور فانی امر ہے جو موت کے ساتھ ہی لا انساب بینھم کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے نبی کا نفس کبھی اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا کہ آل کے لفظ سے محض اس کی یہ غرض ہو کہ عام دنیاداروں کی طرح ایک سفلی اور فانی رشتہ کا لوگوں کو پیرو بنانا چاہیئے"

(تریاق القلوب حاشیہ ص۲۰۲)

"اگر یہ فانی رشتہ جو جسمانی تعلق سے پیدا ہوتا ہے ضروری طور پر خدا تعالےٰ کے نزدیک حقدار ہوتا تو سب سے پہلے قابیل کو یہ حق ملتا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کا پہلوٹھا بیٹا اور پیغمبر زادہ تھا اور پھر اس کے بعد حضرت نوح آدم ثانی کے اس بیٹے کو حق ملتا جس نے خدا تعالےٰ کی طرف سے انہ عمل غیر صالح کا لقب پایا"

(تریاق القلوب ص۲۰۴)

"اب ایک عقلمند انسان سوچ سکتا ہے کہ کیا لازوال اور ابدی طور پر آل رسول ہونا جائے فخر ہے یا جسمانی طور پر آل رسول ہونا جو بغیر تقوےٰ اور طہارت اور ایمان کے کچھ بھی چیز نہیں" (ایضاً)

"رسولوں کے حقیقی اور ابدی وارث روحانی رسولوں کے لئے بجائے اولاد ہیں جو اُن کے پاک وجود سے پیدا ہوتے ہیں اور جو لوگ اُن معارف و انوار سے نئی زندگی حاصل کرتے ہیں اور ایک پیدائش جدید ان انوار کے ذریعہ سے پاتے ہیں وہی ہیں جو روحانی طور پر آل محمدؐ کہلاتے ہیں" (ایضاً ص۲۰۵)

اب اگر مولنا ابوالعطا صاحب اور ان کے ہمخیال حضرات کے دلوں میں ایک ذرہ بھی خوف خدا ہے تو انہیں حضرت اقدس علیہ السلام کے اس فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر کے حضرت اقدس سے اپنی محبت کا عملی ثبوت دینا چاہیئے اور اس ناپاک الزام کو واپس لینا چاہیئے جو ہم پر لگایا تھا کیونکہ جناب چیمہ صاحب نے جو کچھ لکھا تھا اس کے ایک ایک لفظ کی تائید حضرت حکم وعدل کی عدالت سے ہو گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ایک سوال کا جواب

مولنا ابوالعطا صاحب سوال کرتے ہیں کہ :-

"غیر مبائعین بتائیں کہ اگر ان کے عقیدہ اور الفاظ کو لیکر احمدیت کے دشمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ ناکام قرار دیں تو اُن کے پاس کیا جواب ہے" (الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۵۶ء)

ہمارا ہر عقیدہ بفضلہ تعالےٰ صداقت پر مبنی ہے اور اس کے ساتھ دلائل و براہین کا لشکر ہے۔ ہمارے عقاید کی بنیاد گنگا جمنی قصوں یا فضول کہانیوں پر نہیں ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ کسی راستباز مدعی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ضروری نہیں کہ اس کے کسی غیر صالح بیٹے کو کھینچ تان کر صالح بنایا جائے ورنہ وہ مدعی سچا ثابت نہ ہو گا بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کسی سچے مدعی کی اولاد کے غیر صالح ہونے سے اس مدعی کی صداقت ہرگز ہرگز مشتبہ نہیں ہوتی جبکہ اس کے مشن کو پورا کرنے والی اس کی روحانی اولاد موجود ہو اور یہ عقیدہ ہم نے قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سیکھا ہے۔ احمدیت کے دشمن اگر ہمارے سامنے یہ اعتراض کریں گے تو ہم ان کو وہی جواب دیں گے جو احمدیت کے دوست نما دشمنوں کے جواب میں اوپر درج کیا جا چکا ہے اگر پھر بھی معترض کی تسلی نہ ہو تو ہم اسے وہ جواب دیں گے جو حضرت مولانا نور الدین صاحب رحؓ نے کسی ایسے ہی معترض کو دیا تھا جس کا کسی قدر اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے تا آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاس کیا جواب ہے جو ہم احمدیت کے کسی اندرونی یا بیرونی دشمن کو دے سکتے ہیں اور وہ یہ ہے:

"اگر یہ لسانی کہانیاں کوئی اثر رکھتی ہیں تو کلام الٰہی کی کہانیاں سراسر صحیح اور کامل صداقت اور کامل ہدایت نور رحمت فضل اپنے اندر دکھاتی ہیں میں آپ کو یہ کہانیاں سناتا ہوں:-

حضرت ابو البشر جامع کمالات انسانیہ حضرت خلیفۃ اللہ فی الارض آدم علیہ السلام ہیں ان پر ادیان کی خلافت پر اعتراض اور طعن کرنے والے تو ملائکۃ اللہ ہیں پھر مقام غور ہے کہ آپ کی صحبت میں قابیل بھی ہے جبکہ آپ کے رصاحب خط ظہور پر آدم علیہ السلام کی صحبت میں فائدہ تو ہوا کہ اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔

پھر اول الرسل نوح علیہ السلام ہیں ان کی تاثیر اُن کے ایک بیٹے پر جو ہوئی وہ انہ عمل غیر صالح اور فلا تسئلن اور اعظک ان تکون من الجاھلین سے عیاں ہے نوح علیہ السلام کے ... اپنے متعلق پر اللہ تعالےٰ کا فتوےٰ ہے کہ اس کے عمل اچھے نہیں وہ بدکار ہے اس کے بارہ میں تو تجھ سے کوئی سوال بھی نہ کرنا...........

پھر جناب ابراھیم علیہ السلام کی اعظم ترین اولاد یعقوب علیہ السلام ہیں۔ ان کی تعلیم۔ تربیت اور تاثیر کا توسی اثر ان کی اولاد پر ہونا چاہیئے تھا جیسے کہ آپ فرماتے ہیں ذرا اس کا خیال رہے سو یوسف علیہ السلام کا معاملہ صاف کرتا ہے کہ معصوم بچے کو کنوئیں میں ڈالا نبی باپ سے جھوٹ بولا اور فقد سرق اخ له من قبل کی شرارت کھائی یہ کہا کہ اس کا بھائی یوسف بھی چور تھا.........

پھر حضرت سلیمان نبی اور بادشاہ اسرائیل کا بچہ جیسا بڑا بد معاش اور نالائق تھا قرآن کریم میں اس کا قصہ موجود ہے اس کو انسان بھی نہ فرمایا بلکہ جسد فرمایا کہ جسم بلا روح ہے" (الحکم ۲۳ رجون ۱۸۹۹ء)

یہ ہے وہ جواب جو ہم ہر دشمن احمدیت کو دے سکتے ہیں اور دیں گے انشاء اللہ تعالےٰ مگر اس کے باوجود بھی وہ دشمن احمدیت دوستی کا جامہ پہنکر "میں نہ مانوں" کی رٹ لگاتا رہے تو ہم کہیں گے ؎

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
پھر بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

یہ کلیہ غلط ہے کہ کسی ولی اللہ کی مبشر اور موعود اولاد غیر صالح نہیں ہوسکتی اب دیکھو آپ کی وہ عمارت کس طرح زمین پر گر گئی جس کی بنیاد ریت پر رکھی گئی تھی۔ کیونکہ جب آپ کے مسلمات کی رُو سے ایک ولی اللہ کی مبشر اولاد غیر صالح ہوسکتی ہے تو دوسرے کی کیوں نہیں ہوسکتی۔

ایں حالات حامیان خلافت کے لئے دو ہی راستے ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے خود تراشیدہ کلیہ کو غلط تسلیم کریں دوسرا یہ کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب رح کے ولی اللہ ہونے سے انکار کریں جو راستہ ان کو سہل نظر آتا ہے وہ اختیار کریں ہمارے خیال میں تو آسان یہی ہے کہ وہ حضرت مولانا کی ولایت کو ہی جواب دیں جس کی بنیاد تو رکھ ہی دی گئی ہے یعنی آپ کے مقام کو گرانے کے لئے کوئی کام نہ کرنے کا پروپیگنڈا تو شروع ہو چکا ہے اب تھوڑی سی کسر ہے وہ اس طرح پوری کر دیں۔ کاش کوئی قلب سلیم ہو اور وہ غور کرے کہ یہ ایک تہمت ملزمہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی غیرت نے اُن پر قائم کی ہے وہ یوں کہ ان لوگوں نے باطل کی تائید میں خود ایک کلیہ بنایا اور اسکو اللہ تعالےٰ کے فرستادہ کی طرف منسوب کیا جو اس پاک ہستی پر ایک قسم کا افترا تھا جس کو دُور کرنے کے لئے غیور خدا نے ان کی زبان اور قلم سے ایک ولی اللہ کی موعود اولاد پر منافق کا فتویٰ لگوا کر ان کو ملزم کیا تاکہ اس کے برگزیدہ مسیح موعودؑ کا دامن اس الزام سے پاک ہو جو اسکی محبت کا دعوےٰ کرنے والے خالیوں کی طرف سے اس ذات گرامی کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے اس طرح ایک دفعہ پھر زندہ خدا کی قدرت کا زندہ نشان ظاہر ہوا اور اس نے اپنے برگزیدہ بندہ سے کئے گئے وعدہ لا نبقی لک من المخزیات ذکرا نہایت شان سے پورا کیا۔ کیا کوئی سعید ہے جو عبرت حاصل کرے اور فائدہ اٹھائے۔

مذکورہ بالا دو راستوں کے علاوہ ایک تیسرا راستہ بھی اُن کے لئے کھلا ہے وہ یہ کہ حضرت حکیم الامت رح کی "منافق" اولاد کو جس طرح بھی ہو پھر دامن خلافت سے وابستہ کریں تاکہ یہ کل تھوڑی دیر کے لئے سیدھی ہو جائے اس طرح عارضی طور پر کلیہ بھی درست ہو جائے گا اور گدی کو بھی عارضی سکون حاصل ہو جائے گا کیا جناب خلیفہ صاحب اس کے لئے تیار ہوں گے۔

اولاد کے حق میں دعائیں

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بہت دعائیں کی ہیں اور اللہ تعالےٰ کا حضور کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ اجیب کل دعائک جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد کے حق میں آپ نے جس قدر دعائیں کیں وہ مقبول ہوئیں، اس کے بعد جو لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کی مخالفت کرتے ہیں وہ احمدی نہیں کیونکہ وہ حضرت اقدسؑ کے اعجاز قبولیت دُعا کے منکر ہیں اور الہام الٰہی کے مکذب ہیں اس کے متعلق ہماری گذارش یہ ہے کہ کیا اس قبولیت دُعا کے وعدہ میں وہ سب دعائیں شامل ہیں جو حضورؑ نے اپنے احباب و خدام اور ان کی اولاد کے لئے فرمائیں یا صرف وہ خاص دعائیں جو اپنی اولاد کے لئے کیں؟ اگر صرف اولاد کی خصوصیت ہے تو اس کا ثبوت دینا چاہیئے اور اگر عمومیت ہے تو کیا بتایا جا سکتا ہے کہ حضرت اقدس نے حضرت مولانا نورالدین صاحب رح اور آپ کی اولاد کے لئے بھی دعائیں کی تھیں یا نہیں؟ اگر کی تھیں تو وہ دعائیں قبول ہوئیں یا معاذاللہ رد ہو گئیں؟ اگر قبول ہوئیں تو آپ لوگ اُن کی قبولیت سے عملاً انکار کر کے اسی فتوے کے مستحق ہو گئے جو دوسروں پر عاید کرتے ہو نیز یہ کہ قبولیت دعا کے وعدہ کے باوجود جب حضرت مولانا مرحوم کی اولاد منافق مرتد اور غیر صالح ہوسکتی ہے تو پھر حضرت اقدسؑ کی اولاد کے متعلق یہ گارنٹی کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ غیر صالح نہیں ہوسکتی کیونکہ جیسی دعائیں حضرت مولانا رح کی اولاد کے لئے کی گئیں ویسی ہی اپنی اولاد کے لئے کیں اور قبولیت کا جو وعدہ اُن کے لئے ہے وہی اُن کے لئے بھی موجود ہے، پھر ان میں تفریق کیونکر روا ہے اگر ایک جگہ یہ کلیہ غلط ہوسکتا ہے تو دوسری جگہ کیوں نہیں ہوسکتا اور اگر ایک جگہ صحیح ہے تو دوسری جگہ کس منطق کی رُو سے غلط ہوسکتا ہے؟ علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت کے نزدیک جو مقام حضرت مولانا نورالدین صاحب رح کو حاصل تھا اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ کو جو دعوےٰ قبولیت دعا کے متعلق تھا وہ کسی احمدی سے پوشیدہ نہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ نے کبھی اپنی اولاد کے لئے بھی دعائیں کی تھیں یا نہیں اگر کی تھیں تو کیا وہ مقبول ہوئیں یا معاذاللہ مردود، اگر مقبول ہوئیں تو آپ کی اولاد کو منافق اور مرتد جیسے خطابات سے یاد کرنے والے جھوٹے اور اگر معاذاللہ مردود ہوئیں تو آپ کا دعوےٰ قبولیت دُعا کے متعلق غلط فرمائیے کونسی بات صحیح ہے؟ حامیان خلافت ایک طرف صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعا آپ کی اولاد کے حق میں پیش کر کے دوسروں کو حضور کے اعجاز دُعا کا منکر بناتے ہیں اور دوسری طرف خود نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی ہی قبولیت دُعا کے منکر ہیں بلکہ حضور کے رفیق صدیق کی قبولیت دُعا سے بھی کھلا کھلا انکار ہے اور انہوں نے اس طرح اپنے مسلمات کی رو سے خود اپنی جماعت کو ان خطابات کا دوگنا مستحق بنا لیا جس سے وہ دوسروں کو یاد کرتے تھے اور یہ سزا ہے جو ان کے اپنے مظالم کی مل رہی ہے۔

الفضل کا افترا

اخبار الفضل میں مولانا ابوالعطاء صاحب نے "غیر مبائعین کا حضرت مسیح موعودؑ پر خطرناک حملہ" کا عنوان جما کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ گویا جماعت احمدیہ لاہور نے واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کوئی خطرناک حملہ کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"چیمہ صاحب نے اپنے جوش غضب میں بغض محمود کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ پر بھی خطرناک حملہ کر دیا ہے۔"

یہ وہ ناپاک الزام ہے جو جامع المبشرین کے پرنسپل بھی لگا رہے ہیں اور کیوں نہ لگائیں جبکہ جناب خلیفہ صاحب ابتدا سے خلافت سے آج تک سب مریدوں کو یہی سبق دیتے رہے ہیں اور نہ یہ الزام تراشی میں پیش پیش ہیں چنانچہ گذشتہ دنوں بزرگان جماعت لاہور پر خود آپ نے یہ الزام لگایا تھا کہ وہ میری سازش قتل میں شامل ہیں چونکہ آپ خود اس قسم کی سازشوں کا مرکز ہیں اس لئے دوسروں کو اپنے پر قیاس کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی اُن سے پوچھے کہ حضرت وہ کونسا "خطرناک حملہ" ہے جو "غیر مبائعین" نے حضرت مسیح موعودؑ پر کیا ہے تو وہ جواباً محترم چیمہ صاحب کے حسب ذیل الفاظ کو "حضرت مسیح موعودؑ پر خطرناک حملہ" قرار دیتے ہیں

"مصلحت ایزدی نے اس کی تمام جسمانی اولاد کو
اس کی اصلی تعلیمات سے محروم کر دیا اور وہ
اس کی اصلی رُوح سے دُور جا پڑے"

میں چاہتا ہوں کہ محترم چیمہ صاحب کے اس باطل شکن مضمون کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کر دوں تاکہ خلافتی فرشتوں کے تقوے کا پورا نقشہ سامنے آجائے اور اس افترا کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے جو ہم پر باندھا ہے۔ صاحب موصوف نے اپنے باطل کش مضمون "فتنہ ہائے دور حاضر" میں زیر عنوان "مسیح کی اولاد" تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"مسیح ثانی مسیح اوّل کی طرح ہمال کی دلآویزیاں بکھیرتا
رہا حقانیت اسلام کے متعلق اس نے دلائل
کے انبار لگا دیئے وہ مسیح کی طرح تمثیلوں میں بولتا
اور اشاروں میں بات کرتا تھا وہ سراپا نور
تھا اس لئے اولاد بھی اسے رُوحانی دی گئی
مصلحت ایزدی نے اس کی تمام جسمانی اولاد
کو اس کی اصلی تعلیمات سے محروم کر دیا اور وہ
اس کی اصلی روح سے دُور جا پڑے پس مسیح
کی آل اس کی رُوحانی اولاد قرار پائی۔"

ملاحظہ کیا آپ نے "غیر مبائعین کا حضرت مسیح موعودؑ پر خطرناک حملہ"؟ اس کو پڑھیئے اور پھر ان حاملان تخت خلافت مذہبیوں کے زہد و تقوے کی داد دیجئے جن کا کام ہی افترا پردازی اور الزام تراشی رہ گیا ہے سچ ہے ؎

تقوے کے جتنے جامے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

جناب چیمہ صاحب کا ناقابل عفو گناہ جس کی پاداش میں ممبران جماعت احمدیہ لاہور کو حضرت مسیح موعود پر خطرناک حملہ کرنے والا قرار دیا گیا ہے یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت کا اظہار کیوں کر دیا اور آپ کی روحانیت کا وارث آپ کی روحانی اولاد کو کیوں قرار دیدیا۔

روحانی اولاد کی وراثت کے متعلق حکم وعدل کا فیصلہ

جس بات پر جناب ابوالعطاء صاحب اس قدر سیخ پا ہو رہے ہیں کہ آپے سے باہر ہو کر اسکو حضرت مسیح موعودؑ پر خطرناک حملہ قرار دیدیا اگر حضرت اقدسؑ کی عدالت سے بھی وہی فیصلہ صادر ہو تو پھر بتایئے کہ "حضور" پر بھی ان کا وہی فتوےٰ ہوگا جو غیر مبائعین پر روا ہے یا کچھ اور

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری کی تبلیغی ڈائری کے چند اقتباسات

۱۱ نومبر :- **مصر پر حملہ اور الہامات مسیح موعود**

ضعف اور کمزوری کی وجہ سے آنکھوں پر بھی کافی اثر پڑ رہا ہے ۔ بینائی میں کمی واقع ہوگئی ہے اس لئے دوسروں سے اخبار پڑھوا کر اکثر سنتا ہوں لیکن کبھی کبھی خود بھی دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں ۔ چونکہ پیغام صلح سے قلبی لگاؤ ہے اس کا کوئی ایک مضمون بھی پڑھے یا پڑھوائے بغیر نہیں چھوڑتا ۔ آج اس محبوب جریدہ کا نمبر ۴۶ میرے سامنے ہے ۔ حضرت مسیح موعود کے چند الہامات کے عنوانات تلے قبلہ مولانا عبدالرحمن مصری صاحب نے حضور کے پانچ الہامات پر جو اظہار خیال فرمایا ہے جس کا تعلق نہر سویز کے مسئلہ سے بتلایا ہے وہ پڑھ کر صداقت احمدیت پر ایمان تازہ ہوگیا ۔ "بامراد" اور "زد بلا" کے الہامات بھی نومبر کے پہلے ہفتہ میں پورے ہوگئے ۔ اللہ اللہ دو عظیم الشان طاقتیں اور ان کا کتا اسرائیل کیسے خائب و خاسر ہوئے یہ اللہ ہی کا کام ہے کہ اس نے ساری دنیا کی ہمدردی مصر کے ساتھ کر دی ۔ حتی کہ روس نے "بحب علی" تو نہیں "ببغض معاویہ" کے سبب ہی عملی طور پر ہمدردی کا اعلان کرتے ہوئے بارہ گھنٹوں کا انذار طاغوتی طاقتوں کو "زد بلا" کے الہام کے پورا کرنے میں دے دیا ۔ سر انتھونی ایڈن کی اس احمقانہ حرکت پر اکبر الہ آبادی مرحوم کا یہ شعر یاد آگیا ہے ؎

جب کسی قوم کی پستی کے دن آئے اکبر
اونچے طبقے میں ہوئے عقل کے پتھر پیدا

اللہ اللہ کس صفائی سے روز روشن کی طرح الہامات پورے ہوئے ۔ سعید روحوں کی کشش اور وابستگان سلسلہ کی تازگی ایمان کا باعث ہے ۔ خدا معاندین و متعصبین کے دلوں کو کھول دے اور امام وقت کی شناخت کی توفیق عطا فرمائے ۔

سبز کربلائیست ہر آنم

جناب ابوبکر شبلی صاحب گھر تشریف لائے اس وقت تنفس کا زور تھا زیادہ گفتگو نہ ہوسکی ۔ "قتل حسین" اور کربلا سے متعلق تذکرہ چھڑنے پر میں نے حضرت اقدس کا یہ شعر سنایا ؎

سبز کربلائیست ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

شبلی صاحب نے اس کا مطلب پوچھا وضاحت پر خاموش ہوگئے ۔ انہیں کتاب "جمہوریت اسلامیہ" پڑھنے کے لئے دی ۔ اسی اثنا میں سید ارشاد حسین رضوی آگئے کوہستان کے پرچے لاکر دیئے ۔ تکلیف کی وجہ سے گفتگو نہ ہوسکی ۔ مغرب کے بعد انجکشن لگوایا ۔ رات خیریت سے گذری ۔

انڈونیشی صحافی کو تحفہ

۱۳ نومبر ۔ بروز منگل :-

اخبار الیقظہ میں پڑھا کہ انڈونیشیا کے مشہور صحافی اسد شہاب بغداد آئے ہوئے ہیں ۔ اور اس کی تکریم میں مفوضیہ انڈونیشیا نے ارباب صحف و چیدہ چیدہ ادباء کو پرسوں عشائیہ دیا یہ بھی لکھا تھا کہ اسد موصوف عربی خوب بول لیتے ہیں ۔ علالت کی وجہ سے میں خود تو ان سے مل نہیں سکتا تھا ۔ خیال ہوا کہ اس نوجوان صحفی کو دار السلام بغداد سے کوئی تحفہ دیا جائے چنانچہ کتاب قیمۃ الاسلام و نظام العالمی الجدید ترجمہ نیو ورلڈ آرڈر تالیف فرزند روحانی مسیح ثانی ؒ بذریعہ ڈاک معرفت مفوضیہ انڈونیشیا بھجوایا ۔

"کیا یہ سب کافر ہیں ؟"

ان دنوں پاکستان میں انتخابات کے سلسلہ میں دو زبردست محاذ قائم ہوگئے ہیں ۔ ایک مخلوط انتخاب کا حامی ہے تو دوسرا جُداگانہ ۔ ہر دو جانب سیاسی لیڈران "میدان جنگ" میں کود پڑے ہیں انکی پشت پر "حامیان دین متین" "خدائی فوجدار" کی مخلوق عجیب نعرہ ہائے تکفیر سے میدان جنگ کو گرما رہے ہیں یہ دیکھ کر مولانا اسد درابہ بروہی صاحب ٹھٹھ سندھ نے ایک مراسلہ امروز ۱۷ اکتوبر میں شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے "کیا یہ سب کافر ہیں ؟" دلی درد کا اظہار ہے ۔ مراسلہ پڑھکر خیال ہوا کہ مولانا کی خدمت میں محامصۃ الفیصل سے کچھ تحفہ بھیجا جائے ۔ چنانچہ پمفلٹ "کافر" اور رسالہ "امام الزمان اور اس کی علامات" ڈاک سے بھجوا رہا ہوں ۔

سچوانی صاحب کا گرانقدر عطیہ

۱۵ نومبر ۔ بروز جمعرات :-

شام کو فرزند ابراھیم ڈاک لے آیا بصرہ سے اخویم ابراھیم آدم صاحب سچوانی نے محترمی خواجہ نذیر احمد صاحب لاہور کو ارسال کردہ خط مرقومہ ۱۳ نومبر کی نقل بھجوائی ہے اس میں یہ پڑھ کر قلب مریض خوش اور مسرور ہوا کہ سچوانی صاحب موصوف نے چھوٹے خواجہ کی اپیل پر لبیک کہتے ہوئے بڑے خواجہ حضرت کمال الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رہا ہوا کام تکمیل تفسیر قرآن میں مبلغ پانچ ہزار روپیہ پاکستانی عطیہ دینے کا وعدہ فرمایا اور لکھا ہے کہ جب بھی چاہیں رقم موجود ہے ۔ جزاہم اللہ خیراً ۔

زندہ باد احمدیان فجی

۲۰ نومبر بروز منگل :-

پیغام صلح ۱۴ میں جماعت احمدیہ فجی کی تبلیغی سرگرمیاں پڑھ کر رقت طاری ہوگئی ۔ زندہ باد مرد و زن احمدیان فجی کا فقرہ زبان پر جاری ہوگیا ۔ ان مجاہد مرد و زن کا یہ بے پناہ خدمتِ اسلام کا جذبہ ہر ایک احمدی کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہے ، ایسے ہی شمع احمدیت کے پروانے احمدیت کی تجلی نار پر آباد ہوکر ڈوبتی دنیا کو بچانے کا باعث ہوں گے ۔ اے نوجوانان احمدیت مقیمانِ فجی تم نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کردی ۔ تاریخ احمدیت میں تمہارا عظیم مقام ہوگا تمہارے حالات زندگی سے نشانِ راہ کا کام لیا جائے گا ۔ جزاکم اللہ خیراً ۔

جلسہ سالانہ — (بسلسلہ صفحہ ۔۔)

کے خلاف ایک طوفان برپا ہے اور زور لگایا جا رہا ہے کہ اس خادم اسلام جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر مرتدین میں شامل کر دیا جائے اور واجب القتل ٹھہرایا جائے آج سے تین چار سال پہلے سب مولویوں نے مل کر اس جماعت کے خلاف جنگ احزاب کا نقشہ پیدا کر دیا اور قریب تھا کہ اس فتنہ کے شعلے امام وقت کی جماعت کو بھسم کر کے رکھ دیتے لیکن عین اس وقت جب اس کے خاتمہ کے تمام سامان مکمل کئے جا چکے تھے ہماری عاجزانہ دعاؤں نے وہ رنگ دکھایا جس کی نظیر کوئی اس زمانہ میں ڈھونڈ کر بھی نہ آتی تھی فتنہ پرداز خود اپنے فتنہ کا شکار ہوگئے اور امام وقت کی جماعت کو خدا نے بال بال بچا لیا ۔ لیکن اس فتنہ کی چنگاریاں ابھی باقی ہیں ۔ امام وقت کو اور اس کی جماعت کو طرح طرح کے افتراؤں سے بدنام کیا جا رہا ہے اور تحفظ ختم نبوت کا ڈھونگ رچا کر اس فتنہ کو ہوا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے اس کے مقابلے کے لئے دعاؤں اور قلمی جہاد کی ضرورت ہے ۔ اجتماعی دعائیں بہت زیادہ اثر رکھتی ہیں ، آؤ اور اس سالانہ اجتماع میں اپنی ان دعاؤں کو بھی ایک اجتماعی رنگ دیں کہ جماعت کی دعائیں سب سے بڑھکر مقبول ہوتی ہیں یہ کوئی نئی چیز نہیں ہر سال یہ نظارہ دیکھا جاتا ہے کہ لاہور کے ایک حصہ میں جہاں امام وقت کی روح نے خدائے لایزال سے وصال حاصل کیا ، چند فانی فی اللہ لوگ جمع ہوتے ہیں اور اسلام کی سربلندی اور محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت اور قرآن کی اشاعت کے لئے جہاں مختلف قسم کی تدابیر سے کام لیتے اور مال و زر نچھاور کرتے ہیں وہاں اللہ تعالے کے آگے سربسجود ہوکر دلی الحاح کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور اپنے پاک کلام کو دنیا میں غالب اور معزز بنائے کہ اسی سے دنیا کی نجات اور بہتری وابستہ ہے ۔

پھر ایک دفعہ اکٹھے ہوکر اس ایمان کو تازہ کریں جو امام وقت نے دعا پر پیدا کیا اور اسلام کی کامیابی اور مسلمانوں کی بہتری اور خوشحالی اور امام وقت کی مقبولیت کے لئے دعا کریں ۔